تفسیرِ نعیمی

مفتی اقتدار احمد خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: نعیمی کتب خانہ گجرات
مفتی احمد یار خان روڈ، گجرات۔ پاکستان۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پنجتن پاک

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

o حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ o حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ o حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ o حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

o حضرت جبرائیل علیہ السلام o حضرت میکائیل علیہ السلام o حضرت اسرافیل علیہ السلام o حضرت عزرائیل علیہ السلام

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

o حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ o حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا o حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ o حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسم تاریخی

اشرف التفاسیر

۱۳۶۳ھ

تفسیر نعیمی

پارہ پندرھواں (۱۵)

مفسر صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

خلف الرشید

حکیم الامت مولانا الحاج المفتی احمد یار خاں بدایونی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: نعیمی کتب خانہ گجرات

مفتی احمد یار خان روڈ، گجرات۔ پاکستان۔

نام کتاب تفسیر نعیمی پارہ نمبر ۱۵
مفسر مفتی اقتدار احمد خان صاحب
خلف الرشید
حکیم الامت مولانا الحاج مفتی احمد یار خان بدایونی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ
تعداد ۱۱۰۰
اشاعت 2005ء
ناشر نعیمی کتب خانہ گجرات
قیمت

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953
9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔7225085-7247350
فیکس:۔042-7238010
14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی۔
فون:۔021-2210212-2212011-2630411
e-mail:- zquran@brain.net.pk
Website:- www.ziaulquran.com
Green Dome International Ltd.
148-164 Gregory Boulevard, Nottingham. NG7 5JE U.K.
Tel:- 0115-911 7222 Fax:- 0115-911 7220

تفسیر نعیمی

پارہ پندرہواں

سورۃ اسراء (بنی اسرائیل)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سے نام اللہ جو بخشنے والا ہے رحم والا ہے

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ

ہر شے سے برتر و بالا ہے وہ اللہ جس نے رات والی سیر کرائی کو بندے اپنے صرف ایک رات میں سے

پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا

مسجد حرام طرف مسجد بہت دور والی

مسجد حرام سے مسجد اقصا تک

الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ

وہ کہ برکتیں دی ہیں ہم نے اس پاس اس کے تاکہ زیارت کرائیں ہم اس کو اپنی نشانیوں کی یقیناً وہ

جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک وہ

هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ① وَ اٰتَيْنَا مُوْسَى

بندہ ہی بہت زبانوں سے سننے والا ہے اور دی ہم نے حضرت موسٰی کو

سنتا دیکھتا ہے ۔ اور ہم نے موسٰی کو کتاب

الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا

کتاب اور بنایا ہم نے اُن کو سراپا ہدایت لیے بنی اسرائیل کے یہ کہ نہ

عطا فرمائی اور اُسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت کیا کہ

تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ②

بناؤ تم کو مقابل میرے ذمہ دار

میرے سوا کسی کو کارساز نہ ٹھہراؤ

تعلق

اِن آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی سورتِ نحل میں یہودیوں کی بری خصلتوں کا ذکر ہوا کہ انہوں نے توریت کے یومِ سبت کی عزت نہ کی تھی اب یہاں حضرت موسٰی کو توریت دینے کا ذکر ہوا اور پچھلی سورت میں یہودیوں کا مسجد اقصٰی کو خراب کرنے کا ذکر ہوا یہاں مسجدِ اقصٰی کی عزت و حرمت کا ذکر ہوا

دوسرا تعلق ۔ پچھلی سورتِ نحل میں صرف جسمانی شفا کے لیے شہد کا ذکر ہوا ۔ اِس سورتِ اسرا میں جسمانی روحانی ۔ ایمانی عرفانی کُلّی شفاء کے لیے قرآن مجید کا ذکر ہوا اِس مناسبت سے سورتِ نحل کے بعد سورت اسراء کا ذکر بہت ضروری ۔

تیسرا تعلق ۔ پچھلی سورتِ نحل میں فرمایا گیا تھا سب مخلوق رب کو سجدہ کرتی ہے اور چونکہ عبادتِ بدنی کے ساتھ عبادتِ زبانی بھی ضروری ہے اِس لیے اِس سورتِ اسرا میں فرمایا گیا کہ سب مخلوق رب کی تسبیح پڑھتی ہے ۔ سجدہ عبادتِ بدنی ہے ۔ تسبیح عبادت لسانی ہے

چوتھا تعلق ۔ پچھلی سورت میں بعض کی بعض پر دنیوی فضیلت بذریعہ مال و دولت ذکر ہوئی ۔ اِس سورت میں بعض کی بعض پر دینی فضیلت کا ذکر ہے جس کی نوعیتِ عُظمٰی یعنی فضیلت نبوت کا اعلیٰ بیان ہے اور بھی تین چار اشیاء وہ ہیں جو اُس سورت میں اِجمالاً ذکر ہوئیں اور یہاں کچھ تفصیلاً مذکور ہوئیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ ... الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْمَحْبُوْبِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمْ۔

اما بعد ـــ شکر ہے پروردگارِ عالم کا کہ اُس خالقِ ارض وسما نے اپنی تمام مخلوق میں سے مجھ کو اپنے عظیم صفت قرآن مجید کلام مبین کی وسیع تفسیر لکھنے کی توفیق وسعادت عطا فرمائی۔ اور ابتداءِ آفرینش سے تا ایں دم مجھ کو اور میرے تمام اصولی فروعی خاندان کو عظیم لذتوں سے نوازا۔ ایمانی بہاریں روحانی بحاریں عرفانی فضائیں جسمانی لذتیں عطا فرمائیں۔ سکونِ قلبی کے ساتھ صحتِ جسمانی بھی برقرار فرمائی۔ اور ہر طرح سے پر سکون ماحول عطا فرمایا۔ اس سے قبل پاکستان گجرات میں اپنے ذاتی کتب خانہ کے تعاون سے گیارہویں سپارے کی ایک چوتھائی اور کچھ زیادہ آیات کی تفسیر کے علاوہ بارہویں سپارے کی مکمل تفسیر لکھی جو شائع ہو چکی ہے جب بارہویں پارے کی تفسیر مکمل ہو چکی تو آئندہ اس مشکل کام میں ہاتھ ڈالنے کا بالکل ارادہ نہ تھا۔ لیکن عجیب اتفاق ہوا کہ میں پاکستان سے برطانیہ منتقل ہو گیا بلکہ یوں سمجھئے کہ قدرت کی غیبی طاقت، نے مجھ کو منتقل کر دیا۔ جب میں گلاسگو کی جامع مسجد الخضریٰ میں دورانِ خطابت پاکستان سے آئے ہوئے بارھویں پارے کی کتابت شدہ تفسیر کی تصحیح کر رہا تھا تو میرے احباب نے اس تفسیر کو بہت عمدہ پاکر مجھ کو مشورہ دیا کہ آئندہ پاروں کی تفسیر کا سلسلہ بھی ضرور ضرور جاری رکھوں ابھی انہی خیالات کی غور وفکر میں تھا کیونکہ وطن سے دور زندگی میں پہلی بار گھر سے باہر قدم رکھا کتب خانہ پاس نہیں مسجد کی لائبریری برائے نام۔ اور وہ بھی صرف اردو انگریزی کتب تھیں۔ ایک ایسی مکمل کتاب لکھنے کی جسارت کرنا جس کو تفسیر قرآن جیسی نازک اور مشکل ترین کی اہمیت حاصل ہو اس کے لیے وسیع کتب خانہ ایک بڑا مسئلہ ہے میں ابھی ان ہی تفکرات میں غلطاں تھا کہ میرے عظیم بزرگ حاجی محمد حسین میرپوری بہترین لکھائی والے کاغذ دو عدد سیاہی کی دوات لے آئے اور فرمانے لگے کہ لو جناب جو ہمارا کام تھا وہ ہم نے کر دیا۔ میں یہ سب کچھ دیکھ کر حیران بھی ہوا اور مسرور بھی۔ مگر اس اتفاق کو میں نے منجانب اللہ سمجھا اور اسی وقت جہاں بیٹھا تھا مسجد خضریٰ کی نچلی منزل جہاں پانچ وقت نماز ہوتی ہے محراب کے پاس

۱۶ جمادی الآخر ۱۴۰۳ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۸۳ء بروز جمعہ بعد نماز جمعہ قبل نماز عصر اپنے پیارے دوست مہر محمد اقبال گجراتی سے جو اس وقت میرے پاس بیٹھے تھے بسم اللہ شریف کرادی۔ اور آیتِ قرآن مجید کی کتابت شروع کردی ارادہ ایک سیپارے ۱۲ کا تھا مگر حاجی صاحب کے کاغذات اتنے زیادہ نکلے کہ تین پارے تک عربی لکھی گئی اور پھر اوپر اپنا لفظی ترجمہ نیچے اعلحضرت کا ترجمہ یہ سب کام تقریباً چار ماہ میں وہیں لکھا گیا۔ اس کام میں میرا ہاتھ میرے دو دوستوں نے بٹایا ایک محترم ملک غلام نبی صاحب انہوں نے مجھ کو اعلحضرت کا ترجمہ عطا فرمایا۔ اور وقتاً فوقتاً اپنے مفید مشوروں سے نوازا سرزمینِ گلاسگو میں میں اُن کو علمی شخصیت سمجھتا ہوں شاعر بھی ہیں۔ دوسرے ہماری خضریٰ مسجد کے امام حافظ منظور الحق صاحب ملتانی۔ انہوں نے آیت کی تصیح میں کافی وقت دیا۔ ابھی اس کام سے فراغت نہ ہوئی تھی کہ حضرت قبلہ پیرِ طریقت جناب معروف حسین عارف نوشاہی کو میری برطانیہ آمد کا پتہ لگ گیا۔ بس پھر کیا تھا ہزار محبتوں پیغامات کے ساتھ مجھ کو بریڈ فورڈ جمعیت تبلیغ الاسلام کے مرکزی مقام پر دینی خدمات کے لیے بلالیا اور گلاسگو چھوڑنے پر مجبور کیا۔ حسنِ اتفاق سے مشہور پیرِ طریقت سید ابوالکمال برق نوشاہی جن کو آج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہوئے دھچکا سا لگتا ہے۔ وہ بھی بریڈ فورڈ ہی میں موجود تھے۔ انہوں نے بھی حکم فرمایا کہ آپ اسی مرکز میں کام کرنے کے لیے برطانیہ بھیجے گئے ہیں۔ اپنے چھوٹے بھائی شہزادہ نوشاہی پیر معروف صاحب کو فرمایا کہ مفتی اقتدار احمد صاحب کو کسی قیمت پر واپس جانے نہیں دینا میں نے سمجھ لیا کہ یہ تائیدِ غیبی ہے۔ کیونکہ بریڈ فورڈ میں قبلہ پیر صاحب کا وسیع کتب خانہ ہے اور مرکزی مسجد میں بھی عربی کتب کا ضروری ذخیرہ موجود ہے۔ اس دن سے میں نے بریڈ فورڈ میں کام شروع کردیا۔ یہاں مجھ کو رب تعالیٰ نے دو معاون عطا فرمادیئے ایک حاجی طالب حسین صوفی قادری نوشاہی اور دوسرے لیاقت حسین نوشاہی اوّل الذکر نے قلم دوات پیمانے اور ضروری اشیا مہیّا فرمادیں اور دوسرے دوست نے تفاسیر کثیرہ عربی اردو مہیّا فرمادیں۔ یہ ہماری انجمن جمعیت کے جنرل سیکرٹری بھی تھے اور یہ دونوں حضرات مجھ سے دینی کتبِ درسِ نظامی کو پڑھتے بھی رہے اور تفسیری ضروریات میں مجھ سے تعاون فرماتے رہے۔ مجھ کو بریڈ فورڈ لانے میں سب سے زیادہ ہمّت میرے عظیم دوست محترم طارق مجاہد صاحب جہلمی نے فرمائی۔ یہ بھی جمعیّت کی ذیلی شاخ کے ہیڈ مدرس ہیں۔ میں نے اپنی سابقہ تفسیروں میں اور ان میں وہی طرز اختیار کی جو قبلہ والد محترم حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اختیار فرمائی تھی صرف اتنا فرق کیا کہ ہر شعبۂ تحریر کو علیحدہ کردیا مثلاً تفسیر نحوی کو اور مسائل فقہی کو میں نے احکام القرآن کا نام دے کر علیحدہ کردیا اور ان دونوں حصّوں کو میں نے کافی وسیع کردیا جب کہ پہلے یہ دونوں شعبے تفسیرِ عالمانہ میں ہی شامل تھے اور کچھ مختصر تھے۔

بارھویں سیپارے تک میں نے صرف نحوی تفسیر کو وسعت دے کر علیحدہ کیا تھا لیکن اب ان تین سیپاروں میں

مسائل فقہیہ بھی احکام القرآن کے عنوان سے قطعی علیحدہ کر دیئے ہیں۔ نیز میں نے شروع سے ہی اپنی تمام تحریر کو مفسرین کے مخصوص طریقے اور روش سے ہٹ کر فقیہانہ طرز اختیار کی ہے۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ محدثین و مفسرین مثل پنساری کے ہیں اور فقہاء کرام مثل حکیم حاذق کے ہیں۔ جس طرح پنساری کا کام صرف دوائیاں جمع کرنا ہے اور دوائیوں سے دکان کو بھرنا۔ دوائیوں کو چھان پھٹک کر صاف کرنا ہے۔ مگر دوائیوں کی تجویز تخفیص اور اثرات و نتائج کو جاننا حکما اور ڈاکٹروں کا کام ہے۔ اسی طرح محدثین کا کام صرف ہر طرح کی حدیثوں کو جمع کرنا ان کی چھان بین تفتیشِ حال کر کے ضعف و صحت و شہرت و موضوعیت کا پتہ لگانا اور بتانا ہے۔ اور مفسرین کا کام آیت قرآنی سے متعلق تمام تفسیری تاویلی تحریفی تعبیری تغییری اقوال نقل کر دینا ہے۔ کہ وہ یہ کہتا ہے وہ یہ کہتا ہے وغیرہ۔ مگر یہ کام فقہاءِ کرام کا ہے کہ کس حدیث سے کیا مسائل مستنبط کیا فوائد حاصل اور کس پر کیا دشواریاں لازم آتی ہیں۔ اسی طرح فقیہہ کا کام ہے کہ بتلائے اور جانے کہ کونسی تفسیر صحیح ہے کون سی غلط کون سی مشکوک کونسی متروک۔ کیا تاویل ہے کیا تحریف ہے کیا تغییر ہے کیا تعبیری قول ہے اور تاریخی پیوند ہے۔ جس طرح مریض پر فرض ہے کہ پہلے ڈاکٹر حکیم کے پاس جائے اس کے بھیجنے سے پنساری اور میڈیکل سٹور میں آئے اسی طرح عوام پر اشد فرض ہے کہ خود قرآن و حدیث و تفاسیر کو ہاتھ نہ لگائیں بلکہ تمام دینی معلومات کے لیے پہلے فقہاءِ امت کی بارگاہ میں آئیں وہ بتائیں کہ یہ تاریخ یہ کتاب یہ تفسیر شرحِ حدیث پُر صواب کسی کتاب تفسیر کو عوام ہاتھ میں لیں۔ ورنہ اس دورِ گمراہی میں ہر طرف ایسی غلط تفسیریں تاویلوں تحریفوں تاریخوں کی کثرت ہے کہ گمراہی ایک قدم پر مل جاتی ہے ایمان ایک ساعت میں صفا کل جاتا ہے۔ نیز آج عوامی سطح پر تی زمانہ دینی معاملات میں اسقدر سستی کاہلی ہے کہ دین کو بچانے کیلئے اتنی محنت بھی گوارہ نہیں کہ مجلس علما فقہا تک ہی آجائیں اور پھر ان پر مصیبت یہ کہ ان لوگوں کو بادۂ علمی مل گیا اور وہ لوگ خطابت و فقاہت پر قابض ہو گئے ہیں جن کو صحیح روزمرہ کے انتہائی ضروری اور کار آمد مسائل معلوم نہیں فقہ اسلامی اور تفتیشِ مسائل تو بڑی دور کی بات ہے۔ اور پھر آج لائبریری سجانا بھی ایک فیشن بنتا جا رہا ہے عمدہ کاغذ خوبصورت جلد سنہری لکھائی ہی پسند کا معیار ہے جب کہ اصل چیز مضمون ہے اور مصنف کی نسبتِ علمی فقہی ہے۔ آج کا عوامی سلسلۂ مطالعہ زیادہ تر ایمانیات و اسلامیات و عقائد حسنہ کے لیے زہر قاتل اور آتشِ سوزاں کی حیثیت رکھتا ہے آج کا دینی تفتیش کا خواہش مند جب اس طرح کی مفسرانہ تفسیروں کا مطالعہ کرتا ہے اور ایسے متضاد نظریوں کا مظاہرہ دیکھتا ہے تو یہ گمراہ ہو جاتا ہے یا بیزار۔ اس وجہ سے یہ تفسیریں اب زیادہ تر مضر ثابت ہو رہی ہیں۔ ان تمام ذہنی خطرات و مصائب کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میں نے اپنی آئندہ تمام تر تصنیفات میں تنقیدی پہلو کو اختیار کیا ہے۔ اور مفسرین کے تمام صحیح اور غلط اقوال درج کر کے صحیح اور غلط کی تفریق اور وجہ بھی ثابت کر دی ہے۔ اس لیے اب ان مضامین و تفسیری نکات کو پڑھ کر کم از کم مبتدی طالب علم اور تحقیق کا خواہش مند کسی الجھاؤ اور پریشانی میں مبتلا نہ ہو گا۔ اور کسی نتیجے پر پہنچ سکے گا۔ اِس خطرناک حقیقت تلخ تجربے اور نقصان دہ مشاہدے سے انکار نہیں

کیا جا سکتا کہ اپنے پرایوں نے مل کر اسلامی لائبریری کو مختلف متضاد نظریات کی تصنیفات سے اسقدر الجھادیا ہے کہ نماز روزے کے مسائل سے لے کر عدالتِ اسلامیہ کے بڑے بڑے آئینِ اسلامی تک ایک بھی ایسی تشریح یا تاویل نہیں ملتی جہاں دانشورانِ اسلام ایک اسٹیج پر سر جوڑے دکھائی دیتے ہوں ہر چھوٹے چھوٹے مسئلہ میں زیادہ سے زیادہ اختلاف ملتا ہے۔ دنیوی ماہرین کافی حد تک مختلف مسائل میں متفق ہو جاتے ہیں مگر دین کے اساتذہ میں یہ جرأت اور فراخدلی پیدا نہیں ہوتی اور پھر یہ صرف مسلمانوں میں ہی بدقسمتی پھیلائی گئی ہے۔ یہود و نصاریٰ اکثریت میں متفق دکھائی دیتے ہیں۔ مجھ کو تو اس کی دو وجہ ہی سمجھ آئی ہیں ایک یہ کہ یہ الجھاؤ اپنوں سے زیادہ غیروں نے پیدا کیا۔ اور اپنوں نے اس کو تشہیر کیا۔ یہ نہ سوچا کہ آئندہ زمانوں میں آپ کی ان ہی حرکتوں سے دین کو کھیل سمجھ کر ہر شخص دین میں ٹانگ آزمائی کی کوشش کرے گا۔ اور دین کے معاملے میں خوفِ خدا ختم ہو جائے گا۔ دوسری یہ کہ رب تعالیٰ کی طرف سے دین و دنیا کے اسٹیج تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ تو اگر انسان اپنے ہی اسٹیج پر رہ کر کام کرے تو مصلحِ قوم ہو سکتا ہے جب کبھی کوئی انسان اپنا کام اپنی ذمہ داریوں کے علاوہ دوسری چیزوں میں دخل اندازی کرے گا تو خرابی اور تفرقے کا باعث بنے گا مثلاً امام سفیان ثوری تصوف کے امام اور زہد و تقویٰ کے اونچے مقام پر ہیں تو اگر یہ محترم تصوف کے میدان میں اپنے جوہر دکھاتے تو بھلا تھا مگر انہوں اپنے مقام سے ہٹ کر مسئلہ اجتہاد میں دخل اندازی شروع کر دی جو ان کے بس کی بات نہ تھی لہٰذا ایسے غلط قدم اٹھائے کہ بعد والوں کو مصیبت پڑ گئی۔ کتنا ہی بڑا عابد و زاہد کیوں نہ مگر اس کو غیر قانونی بے دلیل اسلام میں دخل اندازی کی اجازت تو نہیں دی جا سکتی اس کے علاوہ مسلمانوں کے حصے ایک اور بہت خطرناک تخریب کاری آگئی وہ یہ کہ جب کسی شخص صاحبِ قلم مقبول و معتبر اور مشہور شخصیت کو دیکھا جس کی تصنیفات تحریرات و اقوال کو سند کی حد تک مانا جاتا ہو تو شر پسندوں نے اس میں ملاوٹ کر دی یا اپنے باطل دین کی حمایت حاصل کرنے کے لیے اس پاکدامن معطر و منور کتاب میں اپنے گندے عقیدے شامل کر دیئے اور خفیہ چھاپ کر مشہور کر دی جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کتب الٰہیہ سے سلوک کیا اور بعد کے تخریب کاروں نے تفسیر ابن عباس میں اسرائیلیات کی ملاوٹ کر دی اور کسی نے غنیۃ الطالبین میں۔ جھوٹی اور غلط باتیں شامل کر دیں۔ اس لیے اہلِ درد اور قوم کے سچے خیر خواہ علما محققین پر لازم آیا کہ ان کتب ہی کے کلام ہی کو سند نہ بنائیں یا ان مصنفین کرام کے احترام عقیدت کی بنا پر اپنی قوتِ فکر سے علیحدہ نہ ہوں بلکہ ہر کتاب کو نہایت تنقیدی نظر سے دیکھتے ہوئے باطل کے جال کو توڑتے ہوئے۔ عوام کے سامنے صحیح مسائل سچے نظریات قرآن و حدیث کی روشنی اور دلائل و مطابقت کرتے ہوئے راستہ صاف کرتے چلے جائیں اب یہ کام موجودہ علما مصنفین محققین کا فرض منصبی ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر میں نے اپنی تفسیر کا رخ نہایت محنت دلائل اور خوش اسلوبی سے تحقیق و فقاہت کی طرف موڑ دیا۔ تاکہ موجودہ الجھاؤ پریشانی بیزاری سب دور ہو

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ۔

شانِ نزول

بہت ہی روایات میں مذکور ہے کہ جب آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سیرِ معراج سے واپس تشریف لائے اور آپ نے اس کا اعلان فرمایا تو کفارِ مکہ نے پہلے طرح طرح کی باتیں اور آزمائشی مطالبے کیے نبی پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب مطالبوں کو پورا فرما دیا مگر پھر بھی کفار نہ مانے۔ تب ابتدائی چودہ آیتیں نازل ہوئیں۔ اس سورت کا نام اسرا ہے کچھ اہلِ علم لوگوں نے اس کا نام بنی اسرائیل بتایا ہے۔ ہمارے ایک بزرگ معلم محمد رمضانی ملی مرحوم بہت دلائل اور فقہا و مفسرین کے حوالے سے فرماتے تھے کہ یہ نام درست نہیں صحیح نام اسرا ہی ہے۔ واللہ اعلم

تفسیر نحوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ سُوْرَةُ الْاَسْرٰی مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَّاِحْدٰی عَشَرَةَ اٰيَةً وَّاِثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا وَّخَمْسَةُ مِائَةٍ وَّثَلٰثَةٌ وَّثَلٰثِيْنَ كَلِمَاتٍ۔ وَّثَلٰثَةُ اُلُوْفٍ وَّاَرْبَعُ مِئِيْنٍ وَّسِتُّوْنَ حُرُوْفًا

بَ جارّہ اس سے پہلے فعل اَشْرَعُ یا مصدر شُرُوْعٌ پوشیدہ ہے کیونکہ حروفِ جر ہمیشہ کسی عامل مشتق یا مصدر کے متعلق ہوتے ہیں۔ بَ ملابست یا الصاق کی ہے اسم مفرد جامد بمعنی نام۔ عام ہے صفت خصوصی غیر خصوصی اور عَلَم کو۔ سِمْوٌ۔ بمعنی نشان یا سُمُوٌّ بمعنی بلندی سے بنا ہے۔ چونکہ واؤ فا کلمہ پر فتحہ ثقیل تھا لہٰذا ہمزہ وصل اس کے بدلے لے آئے واؤ گر گئی۔ جو ہمزہ فتحہ کی وجہ یا کسرے کی وجہ سے آئے وہ مکسور ہوتی ہے لہٰذا اِسْم ہو گیا۔ سُمُوٌّ سے اس طرح تعلیل ہوئی کہ واؤ لام کلمہ پر ضمہ ثقیل تھی لہٰذا واؤ کو گرا دیا تنوین ماقبل میم کو دی اور بدلے میں ہمزہ وصل مکسور اول میں لگا دی س کا فتحہ ہٹا کر۔ اللّٰهِ اسم مفرد جامد ذاتی نام پاک ہے خالق تعالیٰ کا۔ مضاف الیہ موصوف ہے۔ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْ رَحْمٰن۔ اسم مفرد مشتق مبالغہ بروزنِ فَعْلَانْ۔ مَلْآنْ۔ شُبْعَانْ۔ یہ عربی لفظ ہے رَحْمٌ سے مشتق ہے۔ قرآن مجید سے پہلے کسی کتاب میں الہامی یا غیر الہامی میں رب تعالیٰ کا یہ نام صفاتی خصوصی نہیں تھا۔ اسی لیے کفارِ مکہ نے اس نام سے اللہ کو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ بعض نحات نے کہا کہ کفار نے اس لیے انکار کیا تھا کہ یہ لفظ عجمی سے معرب ہو کر عرب میں آیا۔ دراصل رَحْمٰنْ ہے جس کا ترجمہ ہے بہت نرم طبع۔ حلیم۔ بُردبار۔ مگر پہلا قول صحیح ہے۔ بحالتِ کسرہ ہے پہلی صفت ہے اللہ کی۔ اَلرَّحِیْمْ۔ الف لام اسمی۔ صفت مشبہ رَحْمٌ سے مشتق ہے مکسور ہے کیونکہ صفتِ دوم ہے۔ مرکّب توصیفی مجرور جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ کا۔

سُوْرَةٌ۔ اسم مفرد جامد اخر کی ذ حدت کی بمعنی گھیرنے والا۔ سُوْرُ الْبَلَدِ سے ماخوذ ہے قرآن مجید کے ٹوٹے ایک مضمون کو گھیرنے والی۔ کم از کم تین آیات اور زیادہ سے زیادہ کی حد نہیں۔ مضاف ہے۔ الف لام حرفی تخصیص کے لیے۔ اسریٰ اسم مفرد جامد علم ہے بحالتِ کسرہ مضاف الیہ۔ مرکب اضافی مبتدا مَكِّيَّةٌ اسم مفرد نسبتی مؤنث ہے بمعنی مکہ والی۔ خبر مبتدا۔ واؤ سر جملہ رجعی۔ ضمیر واحد مؤنث غائب مرفوع منفصل مبتدا ہے

مِائَۃٌ۔ اسم مفرد عددی۔ بمعنیٰ ایک سو۔ اس کی جمع ہے مِئِیْن یا مِئَات (مِئَات) معرب ہوتا ہے۔ مضاف ہوکر آئے تو اس کا معدود معرب مضاف الیہ تمیز ہوتا ہے۔ مثلاً مائۃ رجالٍ۔ سو مرد۔ اگر دیگر عدد سے جڑے تو مضاف الیہ ہوتا ہے اور واحد جمع بھی آسکتا ہے۔ جیسے خمسۃ مِئِیْن۔ یا ثلٰثۃ مِائَۃٍ۔ اس کا تثنیہ مِئَتَانِ ہے معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ اِحْدٰی عَشَرَۃَ۔ اسم عدد مرکب امتزاج ہے۔ مطابق قیاس ہے لہٰذا دونوں اکائی دہائی مؤنث ہے بحالت رفع ہے کیونکہ معطوف تابع ہے اِحدٰی دراصل وَاحِدَۃٌ تھا تخفیف کے لیے اِحدٰی کیا گیا یہ مرکب عطفی ممیز ہوا آیَۃً اسم مفرد مؤنث بمعنیٰ علامت۔ نشانی۔ مراد ہے قرآن مجید کی عبارت (ایک جملہ) منصوب ہے تمیز ہے ممیز تمیز مل کر معطوف علیہ۔ وَ۔ عاطفہ۔ اِثْنَا عَشَرَ۔ اسم عددی مرکب امتزاجی مذکر ہے۔ اِحد عشرۃ، اَحَدَ عَشَرَ کی طرح یہ بھی مبنی ہوتا ہے محلاً مرفوع ہے کیونکہ مرفوع پر عطف ہے۔ خیال رہے کہ صرف گیارہ سے اُنیس تک عدد مبنی فرع ہوتے ہیں ان ہی کو مرکب امتزاجی کہا جاتا ہے باقی سب اَعداد مفرد مرکب وغیرہ معرب ہوتے ہیں۔ ممیز ہے۔ رُکُوْعًا۔ اسم مفرد جامد قرآن مجید کی اس آیت کا نام جس پر صحابہ تراویح میں نماز کا رکوع فرماتے تھے۔ تمیز ہے۔ یہ ممیز تمیز مل کر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ خَمْسُ اسم مفرد عدد بمعنیٰ پانچ ممیز مضاف مِائَۃِ اسم مفرد عددی بمعنیٰ سو تمیز مضاف الیہ یہ مرکب اضافی عددی معطوف علیہ وَ عاطفہ۔ ثَلٰثَۃٌ وَّ ثَلٰثِیْنَ۔ اسم عددی مرکب عطفی۔ بمعنیٰ ۳۳ تینتیس۔ یہ مؤنث معدود کے لیے اکائی مؤنث اور دہائی مذکر ہوکر آتی ہے۔ اور مذکر کے لیے دونوں مذکر آتے ہیں۔ بحالت رفع ہے عطف تابعی کی وجہ سے کَلِمَاتٍ۔ اسم جمع مؤنث سالم کَلِمَۃٌ کی بمعنیٰ لفظ۔ لفظ کی آٹھ قسمیں۔ اسم مشتق۔ اسم جامد۔ فعل۔ مصدر۔ مادہ۔ حرف۔ مفرد۔ مرکب۔ لفظ کلمہ سے حرف نکل گیا۔ باقی سب شامل رہے۔ بحالت کسرہ ہے کیونکہ تمیز مضاف الیہ ہے۔ یہ مرکب اضافی عددی معطوف علیہ۔ وَ عاطفہ۔ ثَلٰثَۃُ۔ اسم مفرد عدد ممیز مضاف۔ اُلُوْفٍ۔ تمیز مضاف الیہ۔ جمع ہے اَلْفٌ کی بمعنیٰ ہزار مائۃ کی طرح یہ بھی معرب ہوتا ہے تمیز بن کر جمع بھی آسکتا ہے اور واحد بھی ثلٰثۃ الفٍ بھی جائز تھا۔ یہ مرکب اضافی عدد معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ اَرْبَعُ اسم مفرد عدد بمعنیٰ چار مضاف معرب ہے۔ مِئِیْنَ۔ جمع مذکر سالم مائۃٌ کی بحالت کسرہ تمیز مضاف الیہ ہے مرکب اضافی عددی معطوف علیہ واؤ عاطفہ سِتُّوْنَ۔ اسم عدد فرعی۔ بحالت رفع معرب ہے۔ بقاعدۂ نحویہ اسماء اعداد بارہ عدد اصولی ہیں۔ ایک سے دس تک۔ اور مِائَۃٌ۔ اور اَلْفٌ (سو اور ہزار) یعنی اکائیاں۔ سیکڑہ۔ ہزار اس کے علاوہ باقی سب عدد مفرد ہوں جیسے ۲۰ بیس ۳۰ تیس چالیس وغیرہ یا مرکب ہوں جیسے ثلٰثۃ عشر فرعی کہلاتے ہیں۔ سِتُّوْنَ۔ معطوف ہے۔ ثلٰثۃ اُلُوْف اپنے سب

عطف سے مل کر ممیز حرتا تمیز - یہ سب ممیز اور عطف کی عبارت مل کر خبر ہوئی مبتدا ھی کی - اور وہ جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا - عربی میں عدد کو دس طرح پر استعمال کیا جاتا ہے -
۱ واحد ۲ تثنیہ ۳ جمع ۴ مذکر ۵ مؤنث ۶ مرکب امتزاجی ۷ مرکب عطفی ۸ مرکب اضافی مضاف ہو کر ۹ مرکب اضافی مضاف الیہ ہو کر ۱۰ مفرد - جس کے لیے عدد آئے اس کو معدود کہتے ہیں یہ ہمیشہ معرب ہوتا ہے لیکن عدد - ایک سے دس اور بیس سے ننانوے اور سو - اور ہزار یہ سب معرب ہوتے ہیں - گیارہ سے انیس تک مبنی فرع ہوتے ہیں - سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا - اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ -
سُبْحٰنَ - اسم مصدر - سب کا اتفاق ہے کہ یہ بحالت نصب ہے مفعول مطلق ہے فعل پوشیدہ کا ہمیشہ مضاف ہوتا ہے - اور اس کا مضاف الیہ واحد مذکر اسم ظاہر یا اسم ضمیر ہوتا ہے - یا اسم موصول جیسے یہاں - اس میں مختلف اقوال ہیں کہ یہ بناوٹ میں کیا ہے - ایک قول ہے کہ یہ مصدر سماعی ہے سَبَّحَ فعل پوشیدہ کا - دوسرا قول ہے کہ یہ مصدر قیاسی ہے بروزن فُعلان غُفران - سَبَحَ پوشیدہ فعل کا تیسرا قول یہ کہ حاصل مصدر جامد ہے چوتھا یہ کہ اسم جامد عَلَم ہے تسبیح کا - بمعنیٰ پاکیزہ - منزّہ - ستھرا - بے عیب ہونا - صفت خصوصی ہے رب تعالیٰ کی - اَلَّذِیْ اسم موصول واحد مذکر - اَسْرٰی - باب اِفعال کا ماضی مطلق مثبت معروف واحد غائب ھُوَ مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع اللہ تعالیٰ - مصدر ہے اِسْرَاءٌ - سُرًی یا سُرْیٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے رات کو سیر کرانا - دونوں حالت میں متعدی ہے - بِ جارّہ تعدیہ کی عَبْدِ - اسم مفرد جامد - مبالغہ ہے عابد کا - بمعنیٰ ہر حال میں عجز کے لائق - عَبْدٌ مصدر سے مبالغہ - جھکنا - عاجز ہونا - قابل فرمانبرداری ہونا - مضاف ہے ہٖ - ضمیر مذکر واحد نفسی ہے بمعنیٰ اپنے مرجع اَلَّذِیْ مضاف الیہ ہے مرکب اضافی مجرور متعلق ہے اَسْرٰی کا - لَیْلًا - اسم مفرد جامد نکرہ بمعنیٰ تھوڑی رات (رات کا تھوڑا حصہ) - اسم ظرف ہے مفعول فیہ ہے - اَسْرٰی کا - مِنْ جارّہ ابتداء غایت کے لیے - الف لام اسمی یا عہد خارجی - مَسْجِد - باب ضَرَبَ کا اسم ظرف مکان واحد مذکر سُجُودٌ سے بنا ہے - بمعنیٰ شرعی سات اعضاء کا زمین پر بیک وقت لگانا - دو قدم کی انگلیوں کے پیٹ زمین سے لگانا - دو گھٹنے دو ہتھیلی ایک چہرہ ناک اور ماتھا - موصوف ہے - الف لام تعریفی - حرام - اسم مصدر ثلاثی - بمعنیٰ احترام کرنا حرام یہاں اسم جامد ہے بمعنیٰ قابل عزت - یا بہت سی حلال اور جائز چیزوں کو ناجائز و ممنوع کرنے والا صفت ہے مرکب توصیفی مجرور متعلق دوم ہے اَسْرٰی کا - اِلٰی جارّہ انتہاء غایت کے لیے الف لام اسمی - مسجد اسم مفرد مذکر - اس کی جمع منتہی الجموع مساجد ہے - بمعنیٰ سجدہ کرنے کی جگہ - موصوف ہے - الف لام

توصیفی تخصیصی۔ اَقْصٰی۔ باب ضَرَبَ کا۔ اسم تفضیل واحد مذکر۔ قَصْیٌ سے بنا ہے بمعنٰی کنارے پر ہونا دور ہونا۔ پرانی ہونا۔ تینوں معنٰی میں درست ہے۔ صفت ہے ماقبل کی موصوف سے مالبعد کا۔ اَلَّذِیْ اسم موصول۔ بٰرَکْنَا۔ باب مُفَاعَلَۃٌ فعل ماضی مطلق جمع متکلم کا مخاطب اللہ تعالیٰ۔ بَرَکٌ سے بنا ہے بمعنٰی تھوڑی چیز کا فائدہ زیادہ ہونا۔ زیادتی ہونا۔ خوبصورتی ہونا۔ قابل عزت ہونا۔ یہاں پہلے معنٰی میں ہے اور یہی عرف عام ہے۔ حَوْلَ اسم ظرف مکانی عمومی بمعنٰی آس پاس معرب مضاف ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مسجد اقصٰی ہے۔ مفعول فیہ ہے بٰرَکْنَا۔ مصدر مُبَارَکٌ یا مُبَارَکَۃٌ بمعنٰی۔ دوطرفہ برکت۔ ایک طرف لینے اور دوسری طرف دینے کی۔ یہ جملہ فعلیہ ہوکر صلہ۔ موصول صلہ مل کر صفت۔ مرکب توصیفی۔ صفت مسجد کی اور وہ مجرور متعلق سوم ہے اَسْرٰی کا۔ سب جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معلول ہوا۔ لام تعلیلیہ ناصبہ۔ نُرِیَ۔ باب افعال کا مضارع معروف جمع متکلم۔ اس میں نَحْنُ ضمیر پوشیدہ ہے وہ اس کا فاعل مخاطب ہے اِرَاءَۃٌ اور اِرْئَاءٌ مصدر بمعنٰی دکھانا رَأْیٌ سے بنا ہے بمعنٰی دیکھنا۔ نُرِیَ۔ دراصل تھا نُرْئِیُ۔ بروزن نُکْرِمُ۔ تعلیل ہوکر نُرِیَ ہوا منصوب ہے لام کے سبب۔ ہٗ ضمیر واحد غائب کا مرجع عبد ہے۔ منصوب متصل ہے مفعول بہ ہے نُرِیَ کا مِنْ جارہ بعضیت کا یا بیانیہ اٰیٰتِ۔ جمع ہے اٰیَۃٌ کی بمعنٰی قدرت الٰہیہ کے نشانات۔ مضاف ہے نَا ضمیر جمع متکلم مجرور متصل مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مجرور ہوکر متعلق ہے نُرِیَ کا۔ وہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر علت ہوئی۔ معلول علت مل کر صلہ ہوا پہلے اَلَّذِیْ کا اور موصول صلہ مضاف الیہ سبحان کا۔ وہ مرکب اضافی مفعول مطلق ہوا اِنَّ حرف تحقیق ہٗ ضمیر منصوب اُس کا اسم۔ مرجع یا عبد ہے اور سیاق وسباق کلام نیز مقصد بیان اسی کو ترجیح دیتا ہے تکلف بھی نہیں کیونکہ مرجع ظاہر موجود ہے علامہ زرقانی امام سبکی اور صاحب روح البیان اور اکثر اہل علم نے اسی مرجع کو پسند فرمایا جیساکہ روح البیان یہی مقام ص ۱۳ اور زرقانی سوم ص ۱۲۴ پر ہے اور یہاں یہی مرجع اچھا ہے۔ ایک قول صحیح میں مرجع ذہنی ہے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ ھُوَ ضمیر مرفوع منفصل تاکید کے لیے یا حصر کے لیے مبتدا ہے۔ الف لام اسمی سَمِیْعٌ صفت مشبہ سَمْعٌ سے بنا ہے بمعنٰی سننا۔ ترجمہ ہے پہلے سے سننے والا۔ بحالت رفع ہے خبر اوّل ہے مبتدا الف لام اسمی بَصِیْرٌ۔ صفت مشبہ بَصَرٌ سے بنا ہے بمعنٰی دیکھنا دل دماغ اور آنکھ سے صرف آنکھ سے دیکھنا نظر ہے فقط دل سے رویت ہے فقط دماغ سے بصارت ہے اور تینوں سے دیکھنا بصیرت۔ بحالت رفع خبر دوم ہے ھُوَ مبتدا کی مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر خبر اِنَّ ہوا۔ وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِیْلًا۔ واؤ سرجملہ۔ اٰتَیْنَا۔ اِیْتَاءٌ سے مانی

مطلق جمع متکلم مخاطب اللہ تعالیٰ بمعنیٰ دینا۔ متعدی بدو مفعول۔ موسیٰ۔ اسم مقصورہ۔ نام ہے پیغمبر کلیم اللہ علیہ السّلام کا۔ بحالتِ فتحہ مفعول بہ اوّل ہے۔ منصرف ہے تقدیری اعراب سے۔ الف لام عہدی کتاب بمعنیٰ مکتوب مراد توریت ہے۔ مفعول بہ دوم ہے آتینا کا۔ جملہ فعلیہ خبریہ موجبہ ہو کر مکمل ہوا۔ واؤ۔ ابتدائیہ جَعَلْنَا۔ بابِ فتح کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع متکلم۔ جَعْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ مقرر کرنا یا پسند کرنا یہاں دونوں معنیٰ مناسب ہیں۔ متعدی بدو مفعول ہی ہوتا ہے۔ یہ کبھی لازم یا متعدی بیک مفعول نہیں ہوسکتا ہاں البتہ کبھی کبھی اس کا مفعول دوم جار مجرور کی شکل میں حرفِ جر تعدیہ کے لیے ہوتا ہے۔ مخاطب اللہ تعالیٰ ہے۔ ہُ ضمیر واحد مذکر غائب منصوب متصل مرجع کتاب یا لفظِ موسیٰ ہے مفعول بہ اوّل هُدًی۔ اسم مصدر جامد (حاصل مصدر) بمعنیٰ رہنمائی۔ رہبری هُدًی بروزنِ سُرًی۔ منصوب ہے مفعول بہ دوم ہے۔ لام حرفِ جر نفع کا۔ بَنِیْ۔ اسم جمع مذکر سالم بحالتِ کسرہ مضاف ہے۔ اس کا واحد اِبْنٌ یا اِبِنٌ ہے بَنِیْنَ تھا آخر کی نونِ اعرابی اضافت سے گر گئی۔ اسرائیل۔ اسم غیر منصرف کیونکہ عجمی۔ عَلَم ہے حضرتِ یعقوب کا ذاتی نام ہے۔ لفظِ یعقوب صفاتی نام ہے۔ یا دونوں ذاتی ہیں مضاف الیہ ہے۔ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر یا متعلق ہے هُدًی مصدر کا یا جَعَلْنَا کا۔ اَلَّا۔ یہ دو حرف۔ ع۱ اَنْ۔ زائدہ۔ یا تفسیریہ۔ ع۲ لَا۔ یہ لاءِ نہی ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے اَنْ۔ لَا تَتَّخِذُوْا۔ فعل نہی صیغہ جمع مذکر حاضر۔ بابِ افتعال سے ہے مصدر ہے اِتِّخَاذٌ۔ اَخْذٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ۔ بنانا۔ اختیار کرنا۔ من گھڑت عقیدہ پکڑنا۔ یا ہاتھ سے بنانا۔ یہاں بمعنیٰ سمجھنا۔ عقیدہ بنانا ہے۔ اَنْتُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے۔ مِنْ جارّہ زائدہ۔ دُوْنِ۔ اسم مشترک ہے۔ نو معنیٰ ہیں۔

ع۱ سوای۔ ع۲ علاوہ۔ ع۳ ذلیل۔ ع۴ گھٹیا۔ ع۵ نزدیک ع۶ حفاظت ع۷ نیچے ع۸ مخالف ع۹ مقابل۔ یہاں بمعنیٰ مقابل ہے یا مخالف ہے معرب ہے۔ ظرفِ مکانی کے لیے مستعمل ہوجاتا ہے بمعنیٰ نزدیک یا بمعنیٰ نیچے۔ اس کی زیادہ تفصیل والد صاحب علیہ الرحمۃ کی تصنیف جاء الحق اوّل اور علم القرآن اور ہماری کتاب فتاوی العطایا جلد دوم میں دیکھو۔ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے۔ مضاف الیہ ظاہر اور ضمیر سب ہوسکتے ہیں۔ یْ ضمیر واحد متکلم مجرور متصل مضاف الیہ ہے۔ جس کا مرجع باری تعالیٰ۔ وَکِیْلًا صفت مشبہ معرب نکرہ۔ وَکْلٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ۔ ذمہ داری دینا۔ ذمہ داری لینا۔ کارساز۔ نگران نگہبان۔ محافظ۔ یہاں ہر معنیٰ درست ہے۔ مفعول بہ ہے نہی کا۔ لَا تَتَّخِذُوْا جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر یا علیحدہ مکمل ہوگیا۔ تب اَنْ زائدہ ہے۔ یا تفسیر ہوا ما قبل کی تب اَنْ تفسیریہ ہے۔ اَنْ زائدہ کی صورت میں یہاں قُلْنَا لَهُمْ پوشیدہ ماننا پڑے گا تاکہ یہ اس کا مقولہ ہو جائے اور کلام مکمل ہو۔ ایک قرأت میں

لَا تَتَّخِذُوا ۔ مضارع منفی منصوب ہے تب اَنْ ناصبہ ہے اور لام تعلیلیہ پوشیدہ ہے یعنی لِئَلَّا ہے ۔ اور ترکیبًا جملہ فعلیہ منفیہ علت ہے ماقبل جَعَلْنَا کی ۔ مگر مشہور قرأت فعل نہی کی ہے ۔

تفسیر عالمانہ

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۔

اس سورت کا نام اَسریٰ ہے ۔ بعض نے کہا سُبحانَ ہے اور بعض نے کہا بنی اسرائیل ہے ۔ سُبحان کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ اس سورت کا پہلا لفظ سُبحانَ ہے اس لیے وہی اس کا نام ہے ۔ بنی اسرائیل نام کی دلیل چونکہ اس میں لفظ بنی اسرائیل آرہا ہے اس لیے وہی اس کا نام ہے مگر یہ دونوں دلیلیں انتہائی کمزور ہیں ۔ کیونکہ سورت قرآنی کا نام نہ ابتدائی لفظ کا پابند ہے نہ پہلے رکوع میں یا سورت میں کسی خاص قوم کے نام آجانے کا پابند ہے ۔ بلکہ اُس سورت میں کسی ایسے لفظ سے اُس کا نام رکھا جاتا ہے جو لفظ کسی اور جگہ دوسری سورت میں نہ ہو ۔ اِس بنیاد اور قانون پر دیکھنے سے صحیح قول یہی ہے کہ اِس کا نام اَسریٰ ہے ۔ کیونکہ سارے قرآن مجید میں لفظ سُبحان مختلف سورتوں میں تقریبًا اکتالیس ۴۱ دفعہ آیا ۔ اور لفظ بنی اسرائیل تقریبًا چالیس دفعہ آیا ۔ حالانکہ اُن میں سے کسی سورت کا نام نہ سبحان ہے نہ بنی اسرائیل ۔ اَسریٰ کا ہی ایسا لفظ ہے جو سارے قرآن مجید میں صرف ایک ہی دفعہ اسی سورت میں آیا ۔ اس لیے اسی سے اِس کا نام ہوا ۔ اور سورتوں کے نام چونکہ منجانب اللہ ہیں اس لیے کسی کی اپنی دخل اندازی قبول نہیں ہوگی ۔ اور پھر اگر اس لفظ سبحان کا پہلی آیت میں ہونا اُس کے نام بننے کا موجب ہو تو چاہیے کہ سورۃ نحل کا نام بھی ۔ سبحان ہو ۔ کیونکہ اُس کی پہلی آیت میں بھی سُبْحَانَهٗ ہے ۔ بس ثابت ہوگیا کہ ہر سورت کا نام اُس کے انوکھے دلچسپ ۔ یا انوکھے حروف یا کسی خصوصی لفظ کی بنا پر ہوگا ۔ یہ پابندی نہیں کہ وہ لفظ وغیرہ اُس سورت میں کس جگہ ہوں یہ پابندی صرف سیپارے کے نام کے لیے ہے ۔ اُس کا پہلا جملہ ناقصہ یا تامہ ۔ یا پہلے حرف ہوں ۔ سیپاروں کے نام انسانی ساخت ہیں ۔ اس سورت کی آیت میں دو قول ہیں ۔ ایک یہ کہ ۔ اس کی ایک سو دس ۱۱۰ آیتیں ہیں یہ جمہور قراء حضرات کا مسلک ہے یہ حضرات آیت ۹۸ اور ۹۹ کو ایک آیت تصور کرتے ہیں ۔ دوسرا یہ کہ اس کی ایک سو گیارہ آیتیں ہیں ۔ یہ قراءِ کوفہ کا مسلک ہے ۔ ہمارے علاقہ ہند و پاک و افغان میں جہاں سب کے سب حنفی مسلک ہی رائج ہے دیگر ثلاثہ ائمہ کے مقلد دور دور نہیں ملتے ۔ اہلِ کوفہ کا یہ مسلک ہی مشہور ہے ۔

واللہ اعلم بالصواب ۔ یہ سورت سب مکی مگر چند آیات میں پانچ قول ہیں ۔ ۱ امام قتادہ تابعی فرماتے کہ آٹھ آیتیں ۷۳ سے ۸۰ تک مدنی ہیں ۔ جو ہجرت کے سفر میں بعد ہجرت نازل ہوئیں ۔ دوم یہ

کہ صرف دو آیتیں مدنی ہیں ع۷۳ اور ع۷۶ سوم یہ کہ چھ آیتیں مدنی ہیں ع۶۰ ع۷۳ ع۷۴ ع۷۵ ع۷۶ اور ع۸۰ چہارم یہ کہ مقاتل نے فرمایا۔ سات آیتیں مدنی ہیں ع۶۰۔ ع۷۳۔ ع۷۴۔ ع۷۵۔ ع۷۶ اور ع۸۰ اور ع۱۰۷ پنجم یہ کہ امام حسن بصری نے فرمایا کہ پانچ آیتیں مدنی ہیں۔ ع۲۶۔ ع۳۲۔ ع۳۳۔ ع۵۷۔ ع۷۸ ان تمام اقوال کے باوجود صحیح تریہ ہے کہ ساری سورت مکی ہے مدنی کوئی آیت نہیں۔ اس سورت میں قرّاءِ صحابہ نے بارہ حصہ بنائے۔ جس کو اصطلاحِ شریعت میں رکوع کہا جاتا ہے یہ نام نماز کے رکوع سے لیا گیا ہے۔ اس سورت کے مضامین کا خلاصہ اس طرح ہے۔ پہلا رکوع واقعہ معراج۔ اور بنی اسرائیل کا تاریخی ذکر۔ دوسرا رکوع۔ بندوں کے اعمالِ نیک و بد اور اُس کا نتیجہ تیسرا رکوع حقوق والدین اور حقوق عبا حُسنِ معاشرہ چوتھا رکوع۔ شریعت کے امر اور ممنوعہ چیزیں پانچواں رکوع حمدِ الٰہی و قدرتِ الٰہیہ کا ذکر چھٹا رکوع۔ انبیاء کرام علیہم السّلام کی محنتوں اور ابلیس کی مکاریوں کا ذکر ساتواں رکوع آدم علیہ السلام کا سجدہ۔ ابلیس کا انکار۔ عظمت و شرافتِ انسانی۔ آٹھواں رکوع۔ احوالِ قیامت۔ عبرت۔ بچاؤ نواں رکوع نفلی عبادات کا ذکر۔ دسواں رکوع روحِ انسانی یعنی جان (زندگی) اور روحِ ایمانی یعنی قرآن (مجید) کا ذکر۔ گیارہواں رکوع میدانِ محشر میں مجرموں کا حلیہ اور فرشتوں کا ذکر۔ بارھواں رکوع۔ معجزاتِ موسیٰ علیہ السّلام۔ فرعون۔ بنی اسرائیل توحید و شریعت کا ذکر اس سورت کی ابتدائی پہلی آیت میں معراج پاک کا ذکر ہے۔ حدیث پاک و قرآن مجید کی فرمودات سے آقاء دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تیس ۳۰ مرتبہ معراج ثابت ہے۔ جن میں انتیس ۲۹ معراجیں منامی یعنی خواب کی ہیں۔ اور ایک معراج جسمانی ہے۔ قرآن مجید میں صرف معراجِ جسمانی کا ذکر ہے جو مسجدِ حرم سے یعنی خانہ کعبہ سے شروع ہوئی اور مسجدِ اقصیٰ پھر لامکان تک ہوئی۔ پہلی معراج مسجدِ اقصیٰ تک اُس کی وضاحت اِس جگہ اسی ایک آیت میں اجمالاً ہوئی اقصیٰ سے لامکان تک اِس کا ذکر سورتِ نجم میں ہوا۔ یہ معراج سن عیسوی اور شمسی تاریخوں کے حساب سے ۶۲۱ء میں ہوئی۔ نبوت کے درمیانِ سال یعنی گیارہویں سال کیونکہ ۲۳ کا درمیانی سال ۱۱ ہے درمیان ماہ یعنی رجب۔ درمیانِ دن یعنی پیر۔ درمیانی رات یعنی آدھی درمیانہ وقت یعنی چوبیس گھنٹے کا نصف ایک بجے تقریباً درمیانِ قرآن یعنی پندرھویں پارے میں درمیانی امت کے نبی یعنی آقا صلی اللہ علیہ وسلّم کو ساری کائنات کا مشاہدہ و معائنہ کرایا گیا۔ جس کا آدھا ذکر یعنی روئے زمین اور اُس کے نیچے عالمِ برزخ۔ جہنم تحت الثریٰ کی سیر کا ذکر نصف القرآن یعنی پندرھویں پارے میں فرمایا گیا۔ اور باقی آدھا یعنی بیت المقدس اور اُس کے اوپر آسمان۔ بیت المعمور اور لامکان کی حاضری کا ذکر دوسرے نصف کے ستائیسویں سیپارے میں ہوا اور یہ واقعہ چاند کی ستائیس اور چھبیس کی درمیانی

رات ہوا۔ اس تطابق میں بھی عجیب حکمتیں اور اسرارِ الٰہیہ ہیں۔ اس لیے کہ جو درمیان میں ہوتا ہے وہ اول بھی ہوتا ہے آخر بھی ظاہر بھی ہوتا ہے باطن بھی۔ سمیع بھی ہوتا ہے بصیر بھی۔ رحمت عالمین بھی ہوتا ہے راحت عاشقین بھی احادیث میں منامی اور جسمانی دونوں معراجوں کا ذکر ہے۔ مگر تذکرہ میں اس طرح فرق ہے کہ منامی معراج خانۂ کعبہ سے شروع ہو کر آسمان پر اس میں بیت المقدس کا ذکر نہیں۔ جسمانی معراج حضرت اُمِّ ہانی بنت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے شروع ہو کر تحت الثریٰ عالمِ برزخ۔ عالمِ دوزخ کا معائنہ فرماتے ہوئے بیت المقدس پھر آسمان ولا مکان۔ دوسرا فرق یہ کہ بقول اکثر علما معراجِ منامی میں سینہ چاک ہونے اور آبِ زمزم یا کوثر سے دھلنے کا واقعہ پیش ہوا نہ کہ معراج جسمانی میں۔ کیونکہ حسبی طور پر تو زمانۂ بچپن میں حضرت حلیمہ کی وادی میں سینۂ فیض گنجینہ کا شق ہونے کا واقعہ ہو چکا۔ بار بار دھونے کا کیا مطلب۔ تیسرا فرق یہ کہ معراجِ منامی میں براق یا رفرف نہیں۔ بلکہ حضرت جبرئیل نے ہاتھ پکڑا اور آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ (مشکوٰۃ شریف رواہ بخاری و مسلم) معراج جسمانی میں اولاً براق پر سواری ہوئی سدرہ تک پھر رفرف پر سواری ہوئی عرش تک۔ براق چوپایہ جانور ہے اور رفرف تخت ہے ہوائی جہاز نما یا تختِ سلیمانی کے مشابہ۔ پھر عرش سے لامکان تک پیدل حاضری ہوئی۔ معراج جسمانی میں تین قوتوں کا اظہار ہوا۔

۱ قوتِ براق ۲ قوتِ انبیاءِ کرام ۳ قوتِ مصطفیٰ علیہ وعلیہم التحیۃ والثنا۔ براق گھوڑے کے برابر سفید چوپایہ ہے جو صرف انبیاءِ کرام کے لیے رب نے پیدا فرمائے ہر نبی کا علیحدہ علیحدہ ان کو موت نہیں مثل حور و غلمان کے میدانِ محشر اور جنت یا دنیا میں بھی بعض انبیا کو عطا ہوئے مگر ظاہر نہیں۔ ایک صحیح اور مدلل قول یہ ہے کہ انبیاءِ کرام کو دنیا میں نہیں ملے بجز آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ وسلم کے اور آپ کو بھی صرف سفرِ معراج کے لیے۔ برق یا بریق سے بنا ہے۔ بمعنی چمکدار سفیدی یا بمعنی تیز رفتاری۔ اس کی قوتِ رفتار حدیث پاک میں یہ بیان ہوئی تا حدِ نظر اس کا ایک قدم پڑتا ہے۔ حضرت جبرئیل قدمِ پاکِ صاحبِ لولاک کو اپنے جبریلی ہونٹوں کے بوسے اور اپنے کافوری پروں کے لمس سے جنابِ اُمِّ ہانی کے گھر سے بیدار کرتے ہیں کیا شانِ محبوبیت ہے کہ روزانہ ذکرِ الٰہی میں یبیتون لربھم کا مظہرِ اتم ہو کر راتیں جاگ کر گزاری جاتی ہیں اور آج سرِ شام ہی سے استراحت ہے۔ تاکہ کائناتِ دھر اور اقوامِ عالم کو پتہ لگ جائے کہ عبد منتظِر ہوتا ہے اور عبدہٗ منتظَر ہوتا ہے۔ عبد وہ ہے جو معراج کا انتظار کرے اور عبدہ وہ ہے کہ معراج اور عرشی مخلوق اس کا انتظار کرے۔ یہ بھی ظاہر ہوا کہ اس پروگرام کا ہیبہ سے نبی کریم بے خبر نہ تھے نہ جانے کتنے زمانوں سے اِس سیاحت کے سمیع و بصیر

تھے۔ اٹھ کر وضو فرماتے ہیں اور براق پر تشریف لائے براق اپنی اسی برق رفتاری سے روانہ ہو کر جب عالم برزخ سے گزرا تو دیکھا موسیٰ علیہ السلام اپنے مقام میں نماز ادا فرمارہے ہیں۔ باقی انبیاء تو مسجد اقصیٰ میں پہنچ چکے ہوں گے مگر موسیٰ علیہ السلام کچھ لیٹ ہوئے اس میں بھی عظیم مصلحت ہے وہاں سے گزرے تو وادی جہنم کے وہ آٹھ قسم کے عذاب دیکھے جن کا حقیقی وجود ابھی بعد قیامت ہزاروں یا سینکڑوں سال بعد ہونے والا ہے۔ بتانا یہ مقصود تھا کہ نبوت کی نگاہ بھی بے مثل ہے اور نبی کریم کی بیداری بھی مثل خواب کے آنیوالے واقعات کو دیکھ لیتی ہے۔ گویا کہ نبی کی نیند اور خواب حقیقت ہونے میں مثل بیداری اور بیداری معدوم کو بھی دیکھنے میں مثل خواب کے ہے۔ وہاں سے ایک ہی قدم اٹھایا تو مسجد اقصیٰ جس کا فاصلہ کعبہ مکرم سے چالیس منزل اونٹ پر سوا ماہ کا راستہ۔ پیدل دو ماہ۔ گھوڑے پر ایک ماہ۔ نبی کریم براق سے اترے صرف اعزازاً براق کو باندھ دیا۔ بھاگنے کا خطرہ نہیں تھا۔ جب فرشتوں کے جلوس میں مسجد بیت المقدس میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ تمام سابقین نبیین علیہم السلام والتحیین میں حضرت موسیٰ بھی صف اول کے اندر موجود جلوہ افروز ہیں۔ یہی نہیں بلکہ حبیب رسول پاک محمد کائنات مصطفاء رب ذوالجلال کی امامت مبارکہ میں سب نے نماز ادا فرما کر دعائیں مانگیں تو سب انبیاء کرام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وداع فرمایا۔ اور براق برق جہانتاب اپنے پورے جوش و خروش اور پوری قوت رفتار سے پرواز کرتا ہے اور پہلے ہی قدم میں پہلے ہی آسمان کا دروازہ آجاتا ہے۔ مگر بند ہے اندر فرشتہ محافظ ناظم الباب (گیٹ کیپر) ڈیوٹی پر کھڑا ہے۔ آخر کیوں؟ صرف اس لیے کہ یہ شاہی دروازہ ہے گزرگاہ مصطفیٰ ہے۔ اس دروازے سے کوئی نہیں گزر سکتا نہ ملک مقرب نہ نبی مرسل جب سے بنا ہے انتظار شہنشاہ کونین میں بند ہے۔ اور پھر بھی تاقیامت بند مصطفیٰ تیری شوکت پہ لاکھوں سلام۔ آسمان پر لاکھوں دروازے ہوں گے کیونکہ دن رات تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ۔ ملائکہ کے چڑھنے اترنے کا سلسلہ جاری وساری ہے۔ نہ بندش۔ نہ رکاوٹ۔ ہر وقت کھلا ہے اور ہر شخصیت کو آنے جانے گزرنے کی پوری اجازت ہے مگر یہ دروازہ کچھ گفتگو کے بعد آج ہی کھولا گیا۔ پہلا آسمان ہے۔ استقبال کرنے والوں میں وہ آدم علیہ السلام بھی ہیں جو ابھی وداع کر رہے ہیں دوسرے آسمان پر عیسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ تیسرے آسمان پر یوسف علیہ السلام چوتھے پر ادریس علیہ السلام پانچویں پر ہارون علیہ السلام چھٹے پر موسیٰ علیہ السلام ساتویں پر ابراہیم علیہ السلام۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ انبیاء کرام کی قوت رفتار براق سے بھی زیادہ ہے۔ رفتاری طاقت اس لیے بتائی کہ انبیاء امت کے مشکل کشا ہیں اور مشکل کشا کے لیے بروقت پہنچنا اشد ضروری۔ یہاں سے بیت المعمور پہنچے کہ ملائکہ کو دوتر کی جماعت

کرائی۔ اور اذان دونوں جگہ جبرئیل نے فرمائی۔ یہاں سے سدرہ بیری اور اُس کی آج رات کے جشن والی چمک رونقی دیکھتے ہوئے رفرف پر تشریف فرما ہو کر اکیلے ہی عرش تک پہنچے۔ براق سدرہ پر ہی رہا۔ یہاں سے رفرف کو بھی چھوڑ دیا۔ یہاں تک سواری پر معراج ہوئی اس لیے کہ مخلوق سے مخلوق تک اور گھر سے گھر تک آنا ہے۔ یہاں اظہارِ برتری اور شان مقصود ہے۔ لیکن اصل معراج تو اب شروع ہونے والی ہے۔ کیونکہ معراج مصدر میمی ہے عرج یا عروج کا بمعنی خود چڑھنا۔ پیدل جانا۔ یہاں مقامِ عجز ہے راز و نیاز ہے۔ یہ فاصلہ زیادہ ہے صوفیاء کرام صاحبِ اسرار فرماتے ہیں کہ عرش سے مقامِ دنیٰ تک ستر ہزار پردے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے طے فرمائے۔ اور ہر پردے کا فاصلہ آسمان و زمین کے برابر۔ اتنا دراز فاصلہ اور رب فرمائے اسریٰ۔ ابھی تو نبی کی سیر تفریح ہے۔ کس کی مجال ہے جو طاقتِ محبوب کا مقابلہ کر سکے۔ کس کی تجلیات سے جبرئیل امین کے پر جلنے لگے۔ یہ معراجِ مصطفیٰ کا دور ہے۔ سورج کا عروج ہو تو ذرے جلتے ہیں معراجِ مصطفیٰ ہو تو بال جبرئیل کو خطرہ ہے۔ سب کے راز و نیاز بتا دیئے جب محبوب کی باری آتی ہے تو فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی۔ آج کی رات نے براق کی صرف طاقتِ رفتار بتائی۔ انبیاء کرام کی طاقت پہنچ واستقبال بتائی۔ مگر محبوبِ کبریا کے چلنے کی طاقت سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی چڑھنے کی طاقت وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی۔ آنکھوں کی طاقت مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی بولنے اور زبان کی طاقت مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی۔ دل کی طاقت مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی۔ حوصلہ اور ہمت کی طاقت مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی۔ سینے کی طاقت قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔ یہ سیر کوئی معمولی سیر نہ تھا کارخانۂ قدرت کا نرالہ شاہکار تھا اس لیے واقعے کے شروع میں فرمایا سُبْحٰنَ الَّذِیْ مفسرین فرماتے ہیں نہایت اہم اور انتہائی حیرت ناک عجیب خوشگوار موقع پر سُبْحٰنَ فرمایا جاتا ہے۔ ہمارے مناظرِ اعظم قبلہ مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دوست گھوڑے پر دولہا بن کر بیٹھے تو دوست کہتے ہیں سبحان اللہ۔ بھائی کو بہنیں۔ بیٹے کو ماں باپ سبحان اللہ کہتے ہیں آج باری ہے مصطفیٰ کے براق پر بیٹھنے کی نہ اس وقت دوست ہیں۔ نہ ماں ہے نہ والد نہ بہنیں رب نے کہا اے پیارے تو براق پر بیٹھ صدائیں ہماری طرف سے آئیں گی سُبْحٰنَ الَّذِیْ۔ فرمایا اَسْرٰی۔ سیر کرائی۔ یا اس لیے کہ اپنی ملکیت میں سفر نہیں ہوتا۔ یا اس لیے کہ سفر میں تھکاوٹ و مشقت ہوتی ہے۔ سیر میں راحت و سکون۔ اس روانگی میں سارے رستے راحت و سکون ہی رہا۔ نہ تھکاوٹ نہ مشقت۔ تھکتا وہ ہے جو کمزور ہو جس کی طاقت کا جبرئیل و میکائیل بھی مقابلہ نہ کر سکیں اُس نے کیا تھکنا ہے۔ فرمایا۔ بِعَبْدِہٖ۔ نبی کریم رؤف رحیم کے ہزار لقب اور صفاتی نام ہیں مگر آج نہ رسولہ نہ حبیبہ نہ مزمل نہ مدثر نہ یٰسٓ نہ طٰہٰ۔ بلکہ بِعَبْدِہٖ۔ یا اس لیے کہ رسول نبی

وغیرہ قانونی اور عہدے کے نام ہیں وہ دفتر اور دربار میں بولے جاتے ہیں لیکن آج تو اپنے گھر رہ رہا گئے ہے لہٰذا گھریلو لقب بولا گیا۔ یا اس لیے کہ بندوں کے پاس گئے تو رسول۔ نبی رحمت عالمین بن کر گئے۔ آج اپنے رب کے پاس آرہے ہیں لہٰذا یہی لفظ مناسب یا اس لیے کہ اے کائنات والو تم ہمارے حبیب کو پکارو تو آقا مولیٰ یارسول اللہ یا حبیب اللہ کہہ کر پکارو۔ ہم پکاریں تو بعبدہٖ مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ دوسرے آسمان تک گئے تو نصاریٰ نے ابن اللہ کہنا شروع کر دیا احمد مجتبیٰ تو لوح و قلم سے آگے نکل گئے۔ کہیں یہ دیکھ کر کوئی گمراہ نہ ہو جائے۔ اس لیے فرمایا بعبدہٖ کہ عروج خواہ کتنا ہی ہوا مگر عبدیت کا تاج پہنے ہی رہے۔ یا اس لیے کہ عبد تو ساری کائنات ہے مگر عبدہٗ صرف محمد مصطفیٰ ہی ہیں فرمایا لیلاً۔ اسریٰ نے اگرچہ رات کا ذکر کیا تھا مگر مقدار نہ بتائی تھی لیلاً اسم نکرہ بول کر بتایا گیا کہ اتنا لمبا سیر مگر رات کا تھوڑا سا حصہ۔ فرمایا گیا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى اس معراج جسمانی میں سیر و سیاحت کے چار حصے ہیں پہلا حرم سے اقصیٰ تک دوسرا اقصیٰ سے سدرہ تک تیسرا سدرہ سے عرش تک چوتھا عرش سے لامکان تک۔ عالم برزخ کی معراج اُمتِ مسلمہ کی عبرت کے لیے ہے اسی لیے صرف وہی نظارہ آشکارہ کیا گیا جو عمل و سزا میں مسلمانوں سے متعلق ہے۔ مسجد اقصیٰ تک کفارانِ مکہ کو قائل اور لاجواب کرنے کے لیے سدرہ تک معراج اہل شریعت کے لیے عرش تک معراج اہل طریقت کے لیے۔ لامکان تک معراج اہلِ اسرار کے لیے۔ دوسری حکمت پہلی معراج یہ بتانے کے لیے نبی کریم کسی سے بے خبر نہیں نہ جنتیوں سے نہ دوزخیوں سے۔ دوسری معراج یہ بتانے کے لیے کہ نبی کریم نبی الانبیاء ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین وسلم۔ تیسری معراج یہ بتانے کے لیے کہ تمام ملائکہ بھی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں۔ چوتھی معراج یہ بتانے کے لیے کہ عرش و کرسی نبی کریم کے لیے بنایا گیا۔ اللہ تعالےٰ کو ضرورت نہیں پانچویں معراج حضور اقدس کی ذاتی قوت اور یہ بتانے کے لیے جو کچھ نبی کریم نے دیکھا اور جانا کسی آنکھ نے نہ دیکھا نہ جانا۔ بلکہ۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

تیسری حکمت آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی چار حقیقتیں ہیں۔ ۱ حقیقتِ بشریت ۲ حقیقتِ ملکیت ۳ حقیقتِ نورانیت ۴ حقیقتِ حقیّت (ربیت) آج تکمیل معراج چاروں حقیقتوں کے ظہور سے ہوگی۔ پہلی معراج میں بشریت کا ظہور دوسری میں ملکیت کا تیسری میں۔ نورانیت کا چوتھی میں حقیّت دربیت کا۔ چوتھی حکمت پھر نبی کریم کی بشریت بھی بے مثل ہے۔ کیونکہ بشریت اپنے عناصر اربعہ

کی وجہ سے چار چیزوں کا حاجتمند غذا۔ ہوا۔ آگ مٹی۔ مگر نبی کو عرصۂ دراز کے لیے ان راستوں سے وہاں پہنچایا جہاں کوئی چیز نہیں بتا دیا کہ ہر بشر ان اشیا کا محتاج مگر ہمارے حبیب ان سے بھی بے نیاز ان آیات میں حرم شریف کو مبدا (ابتدا) اور مسجد اقصیٰ کو غایت یعنی انتہا بنایا گیا۔ چار وجہ سے ایک یہ کہ زمین پر سب سے پہلے وجود مسجد حرام کا اور سب سے پہلے سجود مسجد اقصیٰ کا۔ یعنی کعبہ سب سے پہلے یہ حرم۔ اور قبلہ سب سے پہلے وہ اقصیٰ۔ دوم یہ کہ زمین کا بالکل درمیان۔ حرم کعبہ۔ اور کنارے پر مسجد اقصیٰ سوم یہ کہ اس کی حفاظت اللہ کے ذمہ کرم پر اور اُس کی عزت و توقیر بندوں کے ذمہ۔ چہارم یہ کہ مسجد اقصیٰ کو حضرت آدم نے بنایا چالیس سال کعبہ بنانے کے بعد۔ اور پھر حضرت سلیمان نے بیت المقدس میں صرف ہیکل پھر حضرت ابراہیم نے بنایا اور مکمل بنایا۔ معراج کے وقت کعبہ یعنی مسجد حرام بنیاد ابراہیم ہے جو ابو الانبیاء ہیں اور اقصیٰ بنیاد آدم ہے جو ابو البشر ہیں۔ احادیث سے ثابت ہے کہ صرف تین مسجدوں کی طرف سفر کرنا جائز ہے ۱ مسجد حرام ۲ مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی۔ ان ہی مساجد کی نمازوں کا ثواب مقرر فرمایا گیا مسجد حرم کا ثواب ایک لاکھ۔ مسجد نبوی کا پچاس ہزار مسجد اقصیٰ کا پچاس ہزار۔ مجھے حیرت ہے اُن تبلیغی وہابیوں پر جو مدینہ منورہ کی حاضری کو بدعت اور شرک کہتے ہیں اور خود ہر مسجد کی طرف بستر اٹھا کر سفر کرتے پھرتے ہیں اور اپنی بنائی ہوئی مسجد کا خود ساختہ ثواب بھی مقرر کر لیا۔ جو مسجد حرم سے بھی زیادہ ہے (معاذ اللہ) فرمایا گیا بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ۔ ہم نے برکت دی اُس کے آس پاس کو۔ برکت آٹھ قسم کی ہے۔ چار شریعت کی برکتیں اور چار طریقت کی۔ ۱ طریقت کی پہلی برکت وجود نبوت کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام اسی علاقے میں ارد گرد۔ ولادت و سکونت سے تشریف فرما رہے۔ دوم یہ کہ قیام نبوت کے سبب مرکز وحی الٰہی صحف و کتب سماوی کا مہبط بھی یہی رہا۔ سوم یہ۔ ملائکہ کا مورد ہے۔ چہارم یہ عبادت گاہ انسانیت شروع سے یہی بنایا گیا۔ اور معبد نبوت کے لیے اسی مقام کا چناؤ ہوا۔ شریعت کی برکتیں۔ اول یہ کہ حلال روزی ہی بندے کو ملے حرام سے بندے کو بچا لیا جائے یہ برکت توفیقی ہے دوم یہ کہ فراوانی رزق خواہ غذائی صورت میں جیسے غلہ جات یا لذاتی شکل میں جیسے میوہ جات۔ سوم پیداوار کثیر خواہ محنت سے جیسے کھیت کھلیان یا بلا محنت جیسے باغات و چشمات۔ چہارم۔ باشندوں کا سکون و اطمینان دولت تھوڑی سکون زیادہ صدقات و خیرات کی طرف خوش دلی سے مائل ہونا۔ طبیعت بھری پُری ہونا۔ یہ آٹھوں قسم کی برکتیں وہاں موجود ہیں بلکہ پہلی چار برکتوں کی وجہ سے دوسری برکتیں نصیب ہوئیں۔ بے برکتی کی چار نشانیاں ہیں۔ پہلی یہ کہ انسان حرام میں مبتلا ہو جائے یہ قہر الٰہی ہے۔ یعنی اچھی خاصی حلال روزی کے ذرائع موجود ہیں مگر پھر بھی حرام پر راغب۔ یہ بھی بے برکتی ہے۔

دوسری یہ کہ ہزاروں نعمتیں دولتیں گھر میں ہیں مگر طبیعت میں غنا نہیں طبیعت سیر نہیں۔ ہوس منہ پھاڑے کھڑی رہتی ہے۔ یہ بھی بے برکتی ہے۔ تیسری کنجوسی پیدا ہو جائے۔ یہاں تک کہ حق العباد و حق اللہ کی ادائیگی سے بھی جان چرائے صدقات و فرائض کی بھی پرواہ نہ کرے۔ ہر وقت غریبی کا دھڑکا لگا رہے۔ چوتھی یہ کہ پوری نہ پڑے یعنی آمدنی اچھی خاصی ہو مگر گزارہ مشکل ہو۔ یہ بھی بے برکتی ہے۔ فرمایا گیا کہ اس کے آس پاس برکت ہے۔ یعنی مسجد کی دیواروں کی وجہ سے نہیں بلکہ وجودِ نبوّت کی بنا پر۔

لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا۔ تاکہ یعنی یہ سیر۔ یہ بلانا دکھانا علّت اور سبب ہے اس بات کا کہ ہم دکھائیں اپنے بندے کو اپنی نشانیاں۔ برکتیں تو مسجدِ اقصٰی کے پاس تھیں مگر آیات وہاں نہ تھیں۔ ورنہ آیات کا ذکر بھی برکتوں کی طرح کیا جاتا یہاں سے تو دیدارِ آیات کی ابتدا ہونی ہے اگر یہاں مِن تبعیضیہ ہی تسلیم کیا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ ہم نے اپنے حبیب کو تمام آیت ملاحظہ کرائیں جن میں کچھ دیکھنے سننے سے تعلق رکھتی تھیں۔ یعنی دکھائی دی جانے والی آیت ان آیتوں کا بعض حصّہ تھیں جو اس رات ملاحظہ ہوئیں اور کچھ آیات قلبی مشاہدے سے کچھ لذتِ ذوق سے کھانے چکھنے پینے سے۔ وغیرہ وغیرہ۔ آیات دو قسم کی ہیں ۱۔ آیاتِ خلقیت۔ وہ تو سارے جہان میں پھیلی ہوئی ہیں ؎

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار
ہر ورق دفتریست معرفتِ کردگار!

ہر پتہ آیتِ خالق ہے۔ یہ تو ہر دن ہر جگہ ہر ذی عقل دیکھتا سمجھتا ہے۔ ۲۔ آیاتِ ذات۔ معراج کی رات۔ آیاتِ ذات کی دید کی رات تھی۔ آیاتِ خالقیت میں تو رات دن۔ زمان مکان۔ اِدھر۔ اُدھر۔ کی ہزاروں قیدیں ہیں مگر آیات ذات وہاں ہیں۔ جہاں نہ مکان نہ زمان نہ رات نہ دن۔ نہ دایاں نہ بایاں نہ یہاں نہ وہاں۔ نہ جہت نہ سمت۔ اسی لیے اسرٰی یعنی رات کی سیر کی انتہا مسجدِ اقصٰی کو بنا دیا یہ سماں نظارۂ ذات و آیاتِ ذات کا تھا یہ سب کچھ کیوں دکھایا گیا۔ اس لیے کہ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ بیشک ساری مخلوق میں ہم کو اور ہماری نشاناتِ ذات کو دیکھنے والا وہی سمیع و بصیر ہے۔ اس کے علاوہ کس کی مجال ہے جو ہماری نشانیوں کو دیکھے۔

موسٰی ز ہوش رفت بیک پرتوِ جمال
تو عینِ ذات می نگری در تبسمی

روح المعانی نے فرمایا کہ یہاں سمیع بصیر سے مراد ذاتِ پاک مصطفٰی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ ذاتِ باری تعالٰی تو یہاں جمع متکلم کا مرجع ہے۔ غائب کی ضمیر کس طرح آسکتی ہے قرآن مجید سے باری تعالٰی کے

ننانوے ۹۹ صفاتی نام پاک مسلمانوں کو اسماءِ حُسنیٰ حمد و ثنا کے لیے عطا ہوئے اُن میں اکتالیس خصوصی صفات اور اکیاون غیر خصوصی صفات ہیں۔ سمیع و بصیر بھی اُن ہی غیر خصوصی صفات میں شامل ہے لہٰذا شرعاً یہ ضمیر نبی پاک صاحبِ لولاک علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کی طرف رجوع ہو سکتی ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ تقریباً اٹھارہ سال دیدار الٰہیہ کے شرف سے مشرف ہوئے تب رب تعالیٰ نے پچاس نمازیں۔ دو دو رکعت فرض عطا فرمائیں جو ہر گھنٹہ بعد باوضو ادا کرنا لازم تھیں۔ اور غسل جنابت سات مرتبہ اور سات دفعہ دھونے سے ناپاک کپڑا پاک کرنا۔ فرض ہوئے۔ یہ شریعت عطا ہوئی اِس کے علاوہ کثیر علوم عطا ہوئے فرمایا پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ مجھ کو وہ علوم میرے رب نے دیئے کہ کوئی بھی اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ (عن ابن عمر روح البیان) جب واپس تشریف لائے تو پھر سارے انبیاءِ کرام کو شرفِ ملاقات بخشا۔ پانچویں آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف پوچھا اور امتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہما وسلم وبارک پر رحم فرمایا اور نبی اکرم سے عرض کیا یہ بہت زیادہ عبادت ہے کم کروائیے میں اپنی امت کو آزما چکا ہوں۔ اُن کے کہنے سے محبوبِ کبریا کو بارگاہِ کبریا میں نو مرتبہ حاضری نصیب ہوئی پینتالیس ۴۵ نمازیں کم ہوئیں اور چھ غسل اور چھ غسل معاف ہوئے۔ پانچ نمازیں اور ایک دفعہ غسل اور ایک دفعہ غسل اور ایک ہی دفعہ ناپاک چیز دھونا فرض رہا۔ یہ نو مرتبہ آنا جانا براق و رفرف کے بغیر پہلی مرتبہ کی طرح ہوا۔ پھر آپ براق پر ہی سیدھا خانۂ کعبہ تشریف لے آئے اور آتی دفعہ سدرہ کے قریب ہی بہشت بریں کی چیزیں معائنہ فرمائیں۔ جنت کے در و دیوار پر جو کچھ لکھا ہوا وہ پڑھا۔ اور اپنی امت صالحہ کی جزاءِ اعمال ملاحظہ فرمائیں۔ ایک روایت ہے کہ براق پر سواری فرما کر پہلے بیت المقدس تشریف لائے پھر وہاں سے صرف گزرتے ہوئے حضرت ام ہانی کے اسی کمرے میں تشریف لائے جہاں سے جانا ہوا تھا تو ابھی رات کے صرف تین گھنٹے یا تین ساعتیں گزری تھیں۔
صبح کو سب سے پہلے آپ نے حضرت امّ ہانی کو یہ خبر سنائی۔ اور واقعاتِ معراج تفصیل سے بتائے واقعۂ معراج شریعت و طریقت کا لہلہاتا چمن ہے۔ غیب کے خزانے ہیں بلکہ آئندہ زندگی اور تکمیلِ وحی کا پیش خیمہ ہے۔ اور مدنی زندگی کا اشارۂ عظیم ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا۔ اے موجودہ اور آئندہ نسلِ انسانی والو نہ اِس اسرا اور معراج کا انکار کرنا کہ اسرا کا انکار کفر ہے اور معراج کا انکار گمراہی۔ نہ اس کو محض ایک سیاحت یا قصہ سمجھنا۔ بلکہ یہ تکمیلِ وحی کا شاندار مظاہرہ ہے جس میں تمام کائنات ارضی و سماوی کے لیے ایک قانون ایک لائحہ عمل مرتب کیا گیا۔ اور قانون سازی کا یہ واقعہ پہلا ہی نہیں۔ بلکہ اس سے

پہلے ایک مرتبہ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ۔ ہم نے حضرت موسیٰ کو ایک کتاب دی۔ ایک بہت بڑے اپنے رسول کو بہت بڑی قوم کے لیے بہت بڑی کتاب دی۔ تمام آسمانی کتابیں اور صحیفے رمضان پاک کے ہی مہینہ میں نازل فرمائے۔ صُحف آدم اور صُحف ابراہیمی یکم رمضان توریت شریف ششم رمضان زبور پنجم رمضان یا گیارہ رمضان انجیل تیرہ رمضان۔ قرآن مجید شب قدر کو جو رمضان ہی میں ہوتی ہے وہاں بھی اُسرا تھا یہاں بھی اُسریٰ وہاں بھی روانگی یہاں بھی روانگی وہاں بھی عطا یہاں بھی عطا۔ مگر فرق یہ ہے۔ کہ وہاں کا اسرٰی بیت المقدس فلسطین سے کوہ طور تک یہاں کا اسریٰ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ وہاں کی روانگی گھر سے طور تک یہاں کی مسجد سے مسجد تک بیت اللہ سے بیت اللہ تک سجدۂ رب سے سجدۂ رب تک۔ وہاں پیدل چلنا تھا یہاں براق پہ بیٹھنا تھا۔ وہاں چالیس روزے تھے یہاں دودھ کے گلاس تھے۔ وہاں ننگے پاؤں تھے یہاں نعلین پاؤں تھے۔ وہاں لَنۡ تَرَانِیۡ تھا یہاں رُشۡرِیَہٗ تھا۔ وہاں شریعت وطریقت کی کتاب تھی یہاں عشق ومعرفت کی نماز تھی۔ وہاں حضرت موسیٰ کو کلیم بنایا گیا۔ یہاں محبوب کو سمیع بنایا گیا۔ علیہما التحیۃ والصلوٰۃ والسلام۔ کلیم میں ایک قوت کا مظاہرہ سمیع میں تین قوتوں کا۔

۱ قوت سماعت۔ ۲ قوت فہم۔ ۳ قوت علم۔ پھر یہی نہیں بلکہ ہم نے اپنے موسیٰ کلیم کو طور تک پہنچا کر بنی اسرائیل کے لیے ہدایت دیدی اور حبیب کو لامکان تک پہنچا کر ساری کائنات کی بصیرت دے دی۔ اُن کی معراج سے ہم نے اُن کو کلیم وہدایت بنا دیا۔ ان کی معراج سے ان کو سمیع وبصیر بنا دیا اُن بنی اسرائیل سے یہ وعدہ لیا گیا تھا کہ اَلَّا تَتَّخِذُوۡا مِنۡ دُوۡنِیۡ وَکِیۡلًا۔ میرے مقابل کسی کو وکیل نہ بنانا۔ تم سے اے موجودہ اور آئندہ تا قیامت انسانو یہ وعدہ لیا جاتا ہے کہ تم میرے نبی کے مقابل کوئی نبی نہ بنانا۔ (تفسیر خازن۔ مدارک۔ بیان۔ معانی۔ کبیر۔ صاوی۔ جلالین)

فائدے

ان آیات طیبات سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ہر خوشی یا تعجب کے وقت سبحان اللہ کہا کریں کہ یہ حمد بھی ہے شکر بھی اور کثرت سے سبحان اللہ پڑھنا پاکیزگی قلب ورد کا باعث۔ بلکہ ہر موقع پر رب تعالیٰ کا ذکر ہی باعث نجات ہے مگر الفاظ کے تعین کا خیال رکھا جائے۔ مثلاً غم کے اور پریشانی کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ۔ کامیابی کے وقت ماشاء اللہ۔ آئندہ ارادے کے وقت اِن شاء اللہ۔ حیرانی کے وقت اللہ اکبر۔ ابتدا کے لیے بسم اللہ۔ اور ابتدا کرنے کا حکم دینے کے لیے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ فائدہ ذکر معراج کو سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سے شروع فرمانے سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ بارگاہ رب العزت میں رات دن

سے افضل ہے۔ کیونکہ معراج جیسا عجیب تر اور شاندار واقعہ بھی شب کو ہی ہوا۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیئے کہ زندگی کی راتیں سو کر ضائع نہ کریں۔ **تیسرا فائدہ**۔ حضرت موسیٰ اور ان کی کتاب صرف بنی اسرائیل کے لیے ہدایت تھے لیکن آقائے دو عالم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری کائنات کے لیے تا قیامت ہدایت ہیں۔ یہ فائدہ یہاں ھُدًى لِّبَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ اور دوسری جگہ نبی کریم اور قرآن مجید کے لیے ھُدًى لِّلنَّاسِ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے یا کسی کو نبی مانے وہ مطلق کافر ہے۔ غیر مسلم ہے۔ کیونکہ جب دیکھنے والا گواہ توحید الٰہی آگیا تو اب کسی اور دوسرے گواہ کی ضرورت نہیں۔ یہ مسئلہ لِنُرِیَهٗ کی اشارۃ النص سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ**۔ کسی کو حقیقی کارساز مشکلکشا معبود سمجھ کر ماننا شرک اکبر ہے۔ ہاں مجازی۔ یا مظہر یا عارضی مشکلکشا حاجت روا ماننا جائز ہے۔ یہاں وکیل سے مراد۔ کارساز۔ مشکل کشا ہے۔ اگر یہ مسئلہ کوئی نہ مانے تو سب سے زیادہ نقصان کچہری کے وکیلوں کو ہے۔ اور بڑے مشرک وہابی ہوں گے جو اُن کو وکیل بنا لیتے ہیں رب کے سوا۔ **تیسرا مسئلہ**۔ مسلمان پر مستحب ہے کہ اپنے ہر کام کی ابتدا بھی مسجد سے کرے انتہا بھی۔ یعنی سفر پر جائے یا سیاحت یا حج یا برات کہیں بھی لے کر جائے تو مسجد کی حاضری دے اور جہاں جائے پہلے مسجد میں قدم رکھے۔ پھر دیگر کاموں میں مشغول ہو۔ یہ مسئلہ۔ مِنَ الْمَسْجِدِ اور اِلَى الْمَسْجِدِ سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ پہلے اَسْرٰی فرمایا گیا پھر لَیْلًا فرمایا گیا حالانکہ اِسراءٌ کے معنی بھی رات کو سیر کرنا ہے جب اَسْرٰی میں ہی رات کا معنی آگیا تو علیحدہ لَیْلًا کیوں فرمایا گیا؟

جواب:۔ اَسْرٰی میں رات کا معنی تو آگیا تھا مگر رات کی مقدار نہیں آئی تھی حالانکہ اس کا اظہار ضروری تھا۔ اور نہ ہی اَسْرٰی میں رات کی تاکید ہوتی تھی اس لیے لَیْلًا فرمایا گیا۔ جس سے وہ دو فائدے ملے جو اِسْرَاءٌ سے نہ ملتے۔ **دوسرا اعتراض**۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیشمار القاب ہیں۔ رسول نبی رحمت عالمین وغیرہ۔ وغیرہ جو خصوصی القاب ہیں تو پھر خصوصی لقبوں کو چھوڑ کر غیر خصوصی لقب بِعَبْدِہٖ کیوں ارشاد ہوا۔؟

جواب:۔ اس کی ایک حکمت تو تفسیر عالمانہ میں عرض کر دی گئی یہاں اتنا سمجھ لو کہ عبد ہونا اگرچہ عمومی

صفت ہے مگر عبدُہٗ ہونا اب پیارے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی ہی خصوصی صفت ہے۔ جس طرح شاہی لقب کچھ اور ہوتا ہے اور گھریلو کچھ اور۔ اسی طرح نبی پاک کے اُمّت کے لیے کچھ اسماءِ پاک ہیں اور بارگاہِ سرمدی کے لیے کچھ اور۔ آج ربِّ ذوالجلال کی مقدّس بارگاہ کا شرف حاصل کرنا ہے اس لیے وہاں عبدیت کا لقب ہی زیب دیتا ہے۔ **تیسرا اعتراض** ۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ پہلے مکّہ مکرّمہ سے بیت المقدس آئے پھر وہاں سے آسمان پر معراج شروع ہوئی یہ کیوں نہ ہوا کہ سیدھا مکّہ مکرّمہ سے ہی معراج ہو جاتی۔

جواب :۔ اس میں چند حکمتیں ہیں ایک یہ کہ اُس علاقے میں نبی پاک کے قدم لگولنے تھے تاکہ وہ جگہ بھی قدومِ میمنت سے مشرف ہو جائے۔ وہاں میدانِ محشر قائم ہوگا۔ اور جس جگہ کھڑے ہو کر آقاءِ کُل صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت فرمائی تھی وہاں ہی مقامِ محمود ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ دوسری یہ کہ وہ معبد انبیا ہے تیسری حکمت یہ کہ نبی کی شان ہے مبعوث ہو کر اُمّت کو کلمہ پڑھائیں۔ آج تمام انبیاء کو اُمّت بنانا۔ کلمہ پڑھانا ہے۔ لہٰذا مبعوث ہونے کا بھی تھوڑا سا مظاہرہ ہو جائے کہ وہاں جاکر نماز و کلمہ پڑھائیں۔ تیسری ظاہری حکمت یہ کہ منکر کافروں کو مبہوت حیران اور قائل والا جواب کرنا تھا۔ آسمان کی سیران کو لاجواب نہ کرتی بلکہ کہہ دیتے کہ ہم نے کونسا آسمان دیکھا ہے جو ہم سچ جھوٹ کی پرکھ کریں۔

چوتھا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ ۔ یعنی ہم نے مسجد کے آس پاس برکت دی چاہیے تھا کہا جاتا فِیْہِ یا بٰرَکْنَا علیہ۔ اس میں برکت یا اُس پر برکت۔

جواب :۔ اس لیے کہ یہاں برکتِ نبوّت مراد ہے یا رزق۔ مزاراتِ انبیاء کرام بھی باہر ہیں۔ باغات و اشجار بھی، اس لیے فرمایا۔ ارد گرد۔

تفسیر صوفیانہ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ۔ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔

اُسی ذاتِ قدیم کے لیے نمازِ بندگی اور نیازِ عبدیت ہے جس نے اپنے بندۂ خاص حقیقتِ محمّدیہ کو شبِ وصال کے تھوڑے سے لمحات میں کعبۂ حرمت سے قلبِ مومن کے اقصیٰ تک پہنچایا جس کے آس پاس ہم نے جمالِ ابدی رحمتِ تامّہ اور عشق و معرفت۔ محبّتِ مصطفوی کے غنچوں سے بیشمار برکتیں دیں۔ تاکہ ہم اپنے محبوب و حبیب۔ طالب و مطلوب کو اپنی وہ نشانیاں دکھائیں جو جسدِ انسانی میں ہم نے ودیعت کی ہیں۔ بیشک ہمارا یہ حبیب کریم خالق و مخلوق کی سننے والا۔ اور مشاہدۂ جمال سے سب کو دیکھنے والا ہے جیسے کہ خالق تعالیٰ اپنے اسی حبیب کی ہر التجا فریاد۔ دعا کو

اور ہر بات کو سننے والا ہے۔اور پیارے نبی کی ہر ادا کو دیکھنے والا۔یا حبیب محبوب کی اور محبوب حبیب کی سننے والا اور وہ اس کو یہ اس کو دیکھنے والا ہے۔یا نشانات ذاتِ الٰہیہ کو وہی نبی دیکھنے سننے والا ہے جس کو عالم کے ذرّے ذرّے کی دنیائے ناسوت کے تھوڑے زمانے میں زندگی دنیوی حیاتِ علی کے چند لمحات میں سیر کرادی یہ دنیوی زندگی۔اُخروی روز روشن کے مقابل چھوٹی سی رات ہے۔آفتاب آسمانی کو اسریٰ کرائی جاتی ہے تو وہیں دن نکلتا ہے جہاں جہاں سورج حاضر و ناظر ہو کر اپنی جلوہ گری کرتا ہے۔جدھر سے شمسِ آسمانی نے منہ موڑ لیا ادھر رات ہی رات ہے۔اسی طرح سراجِ منیر شاہدِ اعظم نورِ عالم تاب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب کائناتِ قلبی میں۔شریعت کعبہ سے طریقت اقصیٰ تک محبت حرم سے عشق اقصیٰ تک۔نواہی حرام سے اوامر اقصیٰ تک اسریٰ کرائی گئی تو وہیں وہیں تجلیاتِ انوار کا دن نکل آیا جدھر جدھر شمسُ الضحٰی کا جلوہ ہوا اور اسی دل میں ایمان و ایقان کا دن روشن ہوا جس میں مصطفیٰ نے جلوہ فرمایا۔جب آفتاب آسمانی نہ ہو تو زمین پر رات ہی ہے اور سورج کا نکلنا گویا رات میں ہی نکلتا ہے۔اب یہ سورج کی شان ہے کہ رات کو دن بناتا چلا جائے۔قلوبِ انسانی پر رات ہی رات تھی۔اور ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا۔تو اَسریٰ بِعَبْدِہٖ لَیْلًا کا مظاہرہ ہوا وَالشَّمْس کے جلوے نے وَاللَّیْل کے اندھیروں کی طرف رخ فرمایا اور جس جس دل میں فراق کی راتیں تھیں وہاں وہاں مشاہداتِ یار کا دن چمکتا گیا۔خوش قسمت ہے وہ دل جس نے معرفتِ لاہوتی کی مسجدِ اقصیٰ میں اس آفتابِ ہدایت کی اقتداء کرلی ہم نے اس کو کیفیاتِ قلبی کی ساری نشانیاں دکھا دی ہیں اب وہی ہر پریشان حال کی سننے والا ہے۔اور ہر ارادۂ قلبی کو جاننے والا اور پورے قالب کو دیکھنے والا ہے۔اس آفتابِ لدُنّی سے ہدایت پانے اور لینے والوں کو بھی ہم ہدایت کا چاند اور رہنمائی کا سورج بنا دیتے ہیں۔اسی لیے۔وَآتَیْنَا مُوْسَی الْکِتَابَ وَجَعَلْنَاہُ ھُدًی لِّبَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَکِیْلًا۔ اور دی ہم نے وادی طور کے بدرُالدجیٰ موسیٰ کلیم کو شریعتِ ظاہری کی کتاب۔صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں بخشش الٰہیہ کی تقسیم چار قسم کی ہے۔

ع۱ عطاءِ رب ع۲ ایتاءِ رب ع۳ نحلِ خداوند ع۴ تخذیلِ الٰہی۔بلا عوض نعمت دینا عطاء ہے قانون یا قانونا دینا ایتاء ہے۔مرتبہ دینا نحل ہے۔اور مہربان ہو کر اپنے اسرار بتانا تخذیل۔یہاں آتینا فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ شریعت اور قانون دیا۔وہ کتاب کیا تھی اہلِ ظاہر فرماتے ہیں وہ توریت تھی اہل باطن فرماتے ہیں وہ قلبِ موسیٰ تھا جو انوارِ الٰہیہ کی عظیم کتاب تھی اور جس میں مضامینِ قدرت

کے خزانے تھے اہلِ معرفت فرماتے ہیں کہ تالبِ موسیٰ تھا۔ جس کو اللہ نے ۔ قومِ بنی اسرائیل کے لیے سراپا ہدایت بنا دیا تھا۔ انسانیت اس وقت تک بھٹکتی رہتی ہے جب تک اس کو دامنِ نبوت نہیں ملتا۔ اس دنیاءِ طغیان میں صرف نبوت کا آستانہ ہی مظلوم انسانیت کے لیے آخری اور مضبوط سہارا ہے اس سے ہٹکر بھٹکنا ہی بھٹکنا ہے جب کوئی خوش قسمت فرد یا قوم نبی علیہ السلام کے قدموں میں آجاتا ہے تو صوتِ سرمدی سے حکمِ دلنواز نافذ ہوتا ہے کہ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَکِیْلاً ۔ اب نہ سمجھو تم میرے سوا کسی کو اپنا محافظ ۔ ذمہ دار ۔ وکیل ۔ ہر چیز میرے ہی سپرد کر دو ۔ جس کا میں بنجاتا ہوں اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا ۔ اے سرکش ۔ دنیا پرستو ۔ ہمارے دامنِ کرم میں آکر تو دیکھو ۔ ہمارا دامنِ رحم و کرم عفت و عافیت وہی کتابِ علمی اور صحیفۂ رشدی ہے جو ہم نے اپنے نبی کو عطا فرمائی اور علم و عقل اور سمجھ و عمل سے اس تک پہنچنے کے لیے ذاتِ نبی کو ہدایت بنایا ۔ موسیٰ کلیم تو صرف بنی اسرائیل کے لیے ہدایتِ الٰہیہ تھے ۔ لیکن اے قرآن والو ۔ یہ معراج کا راہی ساری کائنات کے لیے ہدایتِ الٰہیہ ۔ جو اس کے قربِ رحمت میں آگیا ہیں ربّ کائنات اس کا دین دنیا کا محافظ ذمہ دار وکیل ۔ وہ کسی کو کیوں وکیل بنائیں ۔ کسی کے محتاج کیوں رہیں ہاں جو دروازۂ نبوت کو چھوڑ دے گا وہ بھٹکتا ہی پھرے گا ۔ نہ اس کا کوئی ذمہ دار نہ وکیل نہ محافظ ۔ اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِنُوْرِ صَاحِبِ الْمِعْرَاجِ ۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ (از تفسیر روح البیان ۔ معانی ۔ محی الدین عربی ۔ مع زیادت)

واقعۂ معراج کے کچھ ضروری مختصر حالات

ہم نے اپنی تفسیر عالمانہ بسلسلۂ معراج جو کچھ پیش کیا ہے اس کے علاوہ بھی مختلف کتابوں تاریخوں اور تشریحوں سے پیش کیا جاتا ہے تاکہ مضمون جامع ہو جائے اس حقیقت سے ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا کہ واقعۂ معراج جس طرح اپنی نزاکت لطافت میں قدرتِ الٰہیہ کاملہ کا عظیم حیران کُن شاہکار ہے اسی طرح اس کے ثبوت میں دلائل و براہین بھی روایت و درایت اور راویان و محدثین احادیث وسنن کے علاوہ قرآن مجید نے بھی نہایت وضاحت سے کئی آیت میں بیان فرما دئے ۔ اور معراجِ پاک کے ہر ہر پہلو کو اُجاگر فرما دیا ۔ چنانچہ معراج کے سیر کی ابتدا اور عروج و انتہا کا ذکر قرآنِ مجید کی ان ہی پارہ ۱۵ کی آیات میں بالتفصیل بیان فرمایا ۔ اس طرح کہ ارشاد ہوا ۔ نبی پاک خود سیر پر نہیں گئے بلکہ اَسْریٰ ۔ اللہ نے سیر کرایا ۔ لہٰذا کوئی کم عقل ۔ خرد ماغ ۔ بے دین ۔ اپنی انسانی قوت و کمزوری پر قیاس کر کے معراج کا انکار نہ کرے ۔ اور نہ کوئی یہ سمجھے

کہ ہر انسان معراج کر سکتا ہے۔ نہ کوئی یہ دعویٰ کرے کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں نہ کوئی استحالہ و احالہ کا فلسفی مسئلہ کھڑا کرے۔ پھر ثابت فرمایا کہ معراج کی تین منزلیں ہیں جن کے نام بھی تین ہوتے ہیں ۱ پہلی منزل مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ اس کا نام ہے اِسرا۔ پھر فرمایا۔ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ہم اپنے محبوب بندے کو اپنی وہ نشانیاں دکھائیں جو دیکھنے کے لیے ہیں۔ یہ مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک ہے اس کا نام معراج ہے۔ پھر فرمایا۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ بیشک ہمارا محبوب ابھی اور بہت کچھ سننے والا دیکھنے والا۔ یہ لطیف اشارہ ہے سدرہ سے لامکان اور قرب و دیدارِ الٰہی کا۔ اس کا نام ہے عروج۔ خواجہ نظام الدین اولیا و دیگر اولیاء کاملین نے اِن آیات سے یہی تقسیم ثابت فرمائی۔ (از فوائد الفواد صـ۳۰۸) اب جب پیارا محبوب سیرِ معراج کے اصل مقصد و حکمت کو پانے کے لیے اپنے رب تعالیٰ کے فرمان کی سماعت اور دیدار کی بصارت کے لیے قرب کی انتہائی آخری منزل تک پہنچ گیا تو پھر وہاں کیا ہوا اور کس طرح محبوب واپس تشریف لایا۔ اس کا تذکرہ خود باری تعالیٰ نے سورۃ نجم میں اس شان و بیان و الفاظ و حروف سے ارشاد فرمایا کہ بجز دیدارِ الٰہی اور کوئی دوسری بات ثابت ہو سکتی ہی نہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی قسم ہے ستارے کی جب وہ عروجِ لامکانی سے اترا۔ یعنی جب وہ قربِ الٰہی کی بلندیوں پر چڑھا تھا تو وہ عبادتِ کل کا عید تھا اور جب اُس قربِ مطلوب و مقصود سے فیض یاب ہو کر اترا تو وہ تجلیاتِ الٰہی سے ہدایت کا ستارہ تھا۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی یہ محبوب ہدایتِ کائنات کا ستارہ۔ اگرچہ لامکان کی بلندیوں پر اکیلا ہی تھا مگر اس کے باوجود اے تا قیامت مسلمانوں یہ تمہارے ہمیشہ ساتھ رہنے والے محبوب اُس جگہ نہ راستہ بھولے نہ غلط راہ چلے۔ جس طرح اس جملے سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ لامکان پر اکیلے پہنچے۔ ورنہ مَا ضَلَّ کہنا بیکار ہو جاتا جو کسی کے ساتھ بلایا جاتا ہے وہاں مَا ضَلَّ کوئی اہم اور شان نہیں۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی کریم لامکان پر اجنبی نہیں بلکہ جانی پہچانی جگہ اور دیکھے ہوئے راستے ہیں۔ اور یہ بھی ثابت کیا گیا کہ محبوب کے نیچے واپس آنے کی ابتدا سدرہ یا عرش نہیں وہاں تک تو جبریل ساتھ ہیں۔ نبی کریم تو اوراوپر سے تنہا پہنچے۔ پھر وہاں سے واپسی ہوئی جہاں کوئی راستہ بتانے والا ساتھ نہ تھا خود ہی مَا ضَلَّ وَمَا غَوٰی اور وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی تھے۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ یہی محبوب قربِ لامکانی میں تو اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ تھے مگر وہاں سے واپس ہوئے تو وحیِ الٰہیہ کے ناطقِ کائنات تھے کہ بات بات۔ لفظ لفظ۔ کلمہ کلمہ۔ ہر ادا ہی پیغام ذات کے خزانۂ معرفت کے موتی تھے۔ ایک جملہ بھی اپنا نہ تھا۔ اس لیے کہ عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی۔ اُس کے رب خالق مالک

انتہائی سخت قوتوں والے نے خود اُس کو سکھایا۔ وہ رب ذُو مِرَّةٍ ہے۔ یعنی سب کو عقلیں دانائیاں دینے والا ہے۔ مِرَّۃِ لغوی ترجمہ رسی کو بل دینا اور سخت مضبوط بنانا۔ اصطلاح میں۔ انسانی دماغ کو عقل سے مضبوط کرنا ہے۔ یعنی جو خالق تعالیٰ کائنات کو عقلیں دینے والا ہے اس نے اپنے نبی کو سکھایا تو کون اندازہ کر سکتا ہے کہ کتنا علم کتنی عقل دی ہو گی۔ فَاسْتَوٰی۔ جب اُس قربِ جمال کے عبد نے اپنے معبود سے تمام کچھ مدرسۂ لامکانی میں پہنچ کر خلوتِ خاص میں سیکھ لیا تو مقامِ دیدار کی استویٰ یعنی چلنے کا ارادہ فرمایا۔ اس لامکان کی ہر سمت برابر ہے۔ نہ وہاں دایاں نہ بایاں نہ یہ نہ وہ۔ لمبائی نہ چوڑائی۔ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی اور وہ بندۂ محبوب۔ عبدہٗ تمام بلندیوں کی اونچی چوٹی پر تھا۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی۔ پھر وہ عبد اپنے معبود سے بہت ہی قریب ہو گیا۔ تو وہ بندہ سجدۂ قرب میں ہو گیا۔ پھر تو اتنا قریب کر لیا گیا کہ معانقۂ تجلیات کی طرح دو کمانوں کے درمیان یا اس سے قریب کہ گویا صدرِ ذات سے وصل ہوا۔ تب فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی۔ اُس وقت معبود نے اپنے بندے کو جو چاہی انتہائی راز و اسرار کی وحی فرمائی۔ جو کسی کو نہ بتائی۔ اِن آیات میں لفظِ اِستویٰ سے لامکان پر جانا ثابت ہوا کہ استویٰ سَوِیٌّ سے مشتق ہے۔ جس کا معنیٰ ہے تمام اطراف برابر۔ اور وہ کائنات میں صرف لامکان ہی ہے جو عرش سے اوپر وراءُ الوراء ہے۔ دوسری جگہ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَى الْعَرْشِ سے مراد بھی لامکان ہی ہے۔ ثُمَّ دَنَا سے قُرب ثابت ہوا اور اِلٰی عَبْدِهٖ سے۔ قربِ الٰہی ثابت ہوا نہ کہ قُربِ جبرئیل جیسا کہ بعض بے دینوں نے آیات کو توڑ موڑ کر اپنا مطلب بنایا۔ نبی کریم اللہ کے بندے ہیں نہ کہ جبرئیل کے۔ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی۔ محبوب بندے نے لامکان میں جو کچھ دیکھا آنکھوں سے۔ دل نے اپنی گہرائیوں سے اُس کی مکمل تصدیق کی تکذیب نہ کی۔ یعنی آنکھوں سے جو کچھ دیکھا وہ نظر کا دھوکہ نہ تھا بلکہ حق دیکھا۔ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا يَرٰی۔ اے قیامت تک کے بے دینو۔ گمراہو۔ گستاخو۔ معتزلیو۔ کیا تم ہمارے محبوب بندے کی رویت اور دیدار کے بارے میں شک کرتے ہوئے جھگڑے کرتے ہو تحریری و تقریری بحث مناظرے کرتے۔ آیات و احادیث کو توڑ مروڑ کر غلط مطلب بناتے ہو۔ یہ خطاب مشرکین مکہ سے نہیں ہے جیسا کہ بعض مفسرین کرام کو دھوکہ لگا۔ اس لیے کہ مشرکین رویت میں شک اور جھگڑا نہیں کرتے تھے وہ تو سرے سے معراج کے ہی منکر تھے۔ بلکہ ان کے غلط عقیدے میں تو ہر شخص ہر وقت رب کو دیکھ سکتا تھا۔ اسی لیے بار بار کہتے تھے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً۔ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک اللہ کو ظاہر ظہور نہ دیکھ لیں۔ ثابت ہوا کہ اس آیت میں اُن منکرین اور شک کرنے والوں کا ذکر ہے جو معراج جسمانی کے تو قائل ہیں مگر

رویتِ باری کے منکر ہیں۔ یہ آیت پاک اللہ کو دیکھنے کے لیے کتنا بڑا ثبوت ہے۔ جبرئیل کو دیکھنے میں کسی کو شک نہیں۔ اس کے تو سب قائل۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ نبی کریم نے جبرئیل کو ایک دفعہ نہیں ہزاروں دفعہ دیکھا۔ مکے میں مدینے میں غاروں میں صحراؤں میں۔ سفر میں حضر میں بلکہ اسی معراج کی ابتدا سے سدرہ کی انتہا تک دیکھا۔ اور کئی موقعوں پر کئی شکلوں میں دیکھا۔ پوچھو ان احمقوں سے کہ کیا اتنا اہم اور عظیم سفر صرف جبرئیل کے چھ سو پر دیکھنے کے لیے کرایا گیا۔ کیا یہ پر زمین پر نہیں دکھلائے جا سکتے تھے۔ جبرئیل کا دیکھنا تو ایک عام سی بات تھی بلکہ جبرئیل کی سعادت تھی کہ آقا نے اس غلام کی اصل شکل دیکھ کر اعزاز بخشا۔ جبرئیل تو نہ جانے کب سے تمنا لیے بیٹھے تھے کہ کاش میرے ہر بال و پر کے اوپر احمدِ مجتبیٰ کی نگاہ پڑ جائے اور میں پسند کر لیا جاؤں۔ بے دینوں نے پیارے نبی کی شان نہ پہچانی۔ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى۔ اور البتہ بیشک اس عبدِ محبوب نے اپنے معبود کو واپسی کے وقت اترتے ہوئے۔ آخر میں پھر کئی بار دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے قریب کھڑے ہو کر۔ اسی سدرہ کے پاس جنت الماویٰ بھی ہے۔ اس آیت میں موسیٰ علیہ السلام کی نمازوں کو کم کرانے کی درخواست کی طرف اشارہ ہے۔ اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسری بار دیدارِ الٰہی کا ثبوت لفظِ اُخریٰ بتا رہا ہے کہ جس کو پہلے دیکھا اسی کو دوبارہ دیکھا۔ دیکھنے کی تعداد معین نہیں۔ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى جب جشنِ معراج کی خوشی میں ملائکہ نے اپنے نورانی جسموں لباسوں سے اور مختلف رنگ کے نورانی پرندوں کی روشنیاں بیری پر چھا گئیں تھیں۔ جیسے بھی چھا گئیں یہ دوسری بار دیدارِ الٰہی اس جشن کی رونقوں کے درمیان ہو تا رہا اس طرح کہ ملائکہ اپنے آقا نبی کا اور نبی محبوب اپنے خالق تعالیٰ کا نہ جانے کتنا عرصہ دیدار کرتے رہے۔ قابلِ غور ہے کہ رب تعالیٰ نے اس جگہ ابد اناباد سے بھی پہلے صرف ایک بیری کیوں اگا دی۔ سب درختوں میں پتوں سے گھنا اور پھیلا ہوا درخت صرف بیری ہی اور پھر اس پر خوبصورت گول مٹول رنگ برنگے بیر بھی پیدا فرما دیئے۔ حالانکہ کھانے والا اور بیری کا ضرورت مند کوئی نہیں۔ مقصد یہی نظر آتا ہے کہ جشنِ معراج کی سجاوٹ کے لیے سب اہتمام ہے۔ مسلمانوں کو جشنِ میلاد میں گھنے درخت سجانے لگانے کی یہاں سے عادت پڑی ہے۔ اور پھر رب تعالیٰ نے اس سجاوٹ کا کتنے عظیم انداز میں ذکر فرمایا۔ کہ تا قیامت ہر تلاوت میں جشن کی روشنی کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اور منکروں کے دل سیاہ ہوتے رہیں اور چہرے مکروہ اور ان تمام باروں میں عبد نے اپنے معبود کو اس طرح آنکھیں کھول کر دیکھا کہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى۔ نہ ہمارے عبد کی آنکھیں چندھیائیں اور نہ حیرت یا خوف سے آنکھیں زیادہ کھلیں۔ بلکہ انتہائی خوشگوار اندازِ محبوبانہ سے اس نے دیکھا۔ انسانی نظر تین طریقے سے دیکھتی ہے۔

ع۱ جب دیکھنے کی تاب نہ ہو تو چندھیا کر دیکھا جاتا ہے۔ جیسے ہم سورج یا تیز روشنی کو دیکھتے ہیں۔
مگر یہ دیکھنا مکمل اور صحیح اور حقیقت کے مطابق نہیں ہوتا اس دیکھنے سے۔ دیکھ لینے کی تصدیق دل نہیں کرتا
ع۲ جب دیکھنے والے کو خوف ہو یا حیرت تو وہ آنکھیں پھاڑ کر دیکھتا ہے۔ اس دیکھنے میں بھی چیز کی
سمجھ نہیں آتی دماغ و عقل فیل ہو جاتی ہے۔ اور دیکھ لینا ثابت نہیں۔ دل تصدیق نہیں کرتا۔ تکذیب کرتا
ہے۔ یہاں ان دونوں طرح دیکھنے کی نفی فرما دی گئی۔
ع۳ اور فرمایا گیا کہ ہمارے عبدِ محبوب نے ہم کو ایسا صاف دیکھا عقل و دماغ کی قوت کے ساتھ بصر و نظر
سے دیکھا۔ کہ دل نے تصدیق کی تکذیب نہ کی۔ ہم دنیا میں دن رات چلتے پھرتے ہزاروں ایسی چیزیں دیکھتے
ہیں کہ آنکھ کچھ دیکھتی ہے دل کہتا ہے ایسا نہیں ہے۔ مثلاً کوئی شخص آگ کی چنگاری تیز گھمائے تو آنکھ
دیکھتی ہے کہ آگ کا پورا چکر ہے اور اتنے علاقے میں چاروں طرف آگ کی لکیر ہے مگر دل تکذیب کرتا ہے
فرمایا گیا کہ معراج کے دیدار میں ایسا کوئی شعبدہ نہ تھا بلکہ سب کچھ حقیقت تھا۔ اس لیے کہ لَقَدْ رَاٰی
مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی۔ عبدِ محبوب نے یقیناً۔ یقیناً اپنے رب کی سب سے بڑی نشانیاں دیکھیں
کبریٰ کائنات میں کون ہو سکتا ہے۔ کبریٰ کا تعلق اکبر سے ہے دونوں اسم تفضیل کے صیغے ہیں جب
اکبر صرف اور صرف اللہ ہی ہے تو کبریٰ بھی اسی کی ذات کا دیدار ہے اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی
وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی ہمارے محبوب نبی نے تو اپنے معبود حقیقی سچے خالق مالک اللہ کو دیکھا اور
حقیقتِ باری وجودِ الٰہی۔ قوت وطاقت خالق تعالیٰ پر یقین بڑھتا چلا گیا۔ کیا تم نے بھی اپنے جھوٹے
معبودوں کو کبھی غور سے دیکھا ہے۔ اگر کبھی عقل کی آنکھوں دل کی تصدیق سے دیکھ لیتے تو اپنے ہی
ہاتھوں سے ان کو توڑ پھوڑ کر پھینک دیتے۔ اور سچے معبود کو دیکھتے ہوئے محبوب کی آخری گواہی
کے دامن میں آ جاتے۔ کتنے صاف اور واضح الفاظ میں رب تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کی اسرا۔
معراج۔ اور عروج لامکانی۔ اور رویتِ ذات کا ذکر قرآن مجید میں بیان فرما دیا۔ کہ بغیر کسی گہری شرح و
تفسیر کے صرف ترجمے سے ہی تمام ثبوت مہیا ہو جاتے ہیں۔ جن کا انکار کسی ذی عقل کے لیے
ممکن نہیں۔ جتنی وضاحت واقعۂ معراج کی قرآن مجید میں بیان ہوئی اتنی کسی اور چیز کی وضاحت نہ ہوئی

معراج کے متعلق اسلامی عقیدوں کا بیان

قرآن کریم کی اسی وضاحت کی بناء پر فقہاء اسلام فرماتے ہیں کہ شبِ معراج میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ

تک جانا قطعی یقینی ثابت ہے اس کا منکر کافر ہے۔ اس کا ماننا فرض ہے۔ ۲ قربِ الٰہی اور عرش سے اوپر لامکان میں جانا آیت کی وضاحت اور اقتضاء النص سے ثابت ہے اس لیے ان کا ماننا واجب ہے اس کا منکر گمراہ و گمراہ گر ہے یعنی ضال و مضل ہے۔ ۳ مسجد اقصیٰ سے آسمانوں تک جانا قرآن مجید کے اشارۃ النص سے ثابت ہے اور احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اس لیے اس کا ماننا لازم ہے اور منکر فاسق ہے ۴ امامت انبیاء اور ملاقات انبیاء احادیث کی خبرِ واحد سے ثابت ہے۔ اس لیے اس کا ماننا مستحب ہے اور انکار کرنا حماقت ہے۔

معراج شریف کا ثبوت احادیث و روایات سے

جس طرح معراج پاک کی وضاحت قرآن مجید میں بہت اہتمام اور شان سے نرالے انداز میں بیان فرمائی گئی ہے۔ اسی طرح احادیث اور راویان کی کثرت بھی معراج کو عظیم طریقے سے ثابت فرماتی ہے۔ چنانچہ معظلین صحابہ نے اس کو روایت فرمایا۔

۱ فاروق اعظم ۲ صدیق اکبر۔ ۳ عثمان غنی ۴ علی مرتضیٰ ۵ عبداللہ ابن مسعود ۶ عبداللہ بن زبیر ۷ عبداللہ بن عمر ۸ عبداللہ بن عباس ۹ ابوذر غفاری ۱۰ انس بن مالک ۱۱ مالک بن صعصعہ ۱۲ ابوہریرہ ۱۳ ابوسعید خدری ۱۴ شداد بن اوس ۱۵ ابی بن کعب ۱۶ عبدالرحمٰن بن قرظ ۱۷ ابو حبہ ۱۸ ابولیلیٰ ۱۹ جابر انصاری ۲۰ حذیفہ بن یمان ۲۱ بریدہ اسلمی ۲۲ ابوایوب انصاری ۲۳ ابوامامہ ۲۴ سمرہ بن جندب ۲۵ ابوالحمراء ۲۶ صہیب رومی ۲۷ اسامہ بن زید ۲۸ ابودرداء ۲۹ بلال بن سعد ۳۰ ابوسفیان ۳۱ حضرت ام ہانی ۳۲ حضرت سیدہ کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۳۳ حضرت اسماء بنت صدیق اکبر۔

(از تفسیر ابن کثیر جلد سوم ص ۲۴)

اس کے علاوہ بھی صحابہ کرام کی کثیر تعداد نے بالتفصیل واقعۂ معراج کو اپنی تصدیق و تائید کے ساتھ روایت فرمایا۔ اس کثرت رواۃ کی بنا پر حقیقت معراج جسمانی حدِ تواتر کو پہنچ گئی ہے۔ اور تواتر کا انکار بھی کفر ہے۔ اب ہم تمام روایت کا مجموعہ و خلاصہ پیش کرتے ہوئے۔ ایک مکمل حدیث پاک مسلم شریف سے پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ مسلم شریف جلد اول ص ۹۱ تا ص ۹۶ پر ہے۔ حدثنا شیبان بن فروخ۔ انہوں نے حدیث بیان کی کہ حماد بن مسلمہ نے فرمایا کہ خبر دی ہم کو ثابت البنانی نے وہ حضرت انس رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو براق کا گھوڑا دیا گیا۔ جس کا ایک قدم انتہاءِ نظر پر پڑتا ہے (یعنی آسمان تک) اس پر میں سوار ہوا اور بیت المقدس آیا۔ اور براق کو اسی جگہ باندھا جہاں انبیاءِ کرام اپنے گھوڑے باندھا کرتے تھے پھر میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے دو رکعت نماز پڑھائی۔ پھر مسجد بیت المقدس سے باہر نکلا تو جبرئیل امین نے دو پیالے پیش کئے ایک خمر کا ایک دودھ کا۔ میں نے دودھ کا پیالا اختیار اور پسند کیا۔ تو جبرئیل نے عرض کیا کہ آپ نے اللہ کی فطرت پسندیدہ کو پسند کیا۔ پھر جبرئیل امین نے ہمارے ساتھ آسمان پر معراج کی تو جبرئیل نے خصوصی دروازے کو کھٹ کھٹایا دوسری طرف سے پوچھا گیا تو کون ہے جبرئیل نے جواب دیا میں جبرئیل ہوں۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے فرمایا میرے ساتھ محمد مصطفیٰ ہیں پوچھا گیا کیا آج ان کی آمد ہے فرمایا ہاں اُن کی آج آمد ہے۔ تو دروازہ کھول دیا گیا۔ اچانک دیکھا تو وہاں حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام پہلے ہی موجود ہیں۔ انہوں نے مرحبا فرمایا اور مجھ کو دعا دی پھر ہم نے دوسرے آسمان پر معراج کی اسی طرح خصوصی دروازہ کھٹ کھٹایا اور وہی سوال جواب ہوا فوراً کھلا۔ تو عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن ذکریا علیہم السلام کو حاضر و ناظر پایا۔ انہوں نے بھی مرحبا فرمایا اور دعا دی۔ پھر تیسرے آسمان پر معراج ہوئی اور اسی طرح کھٹکھٹایا اور سوال جواب ہوا دروازہ کھلا تو یوسف علیہ السلام ملے جن کو تمام جہان کے حسن کا آدھا حسن دیا گیا ہے۔ انہوں نے بھی مرحبا کہا اور دعا دی۔ پھر چوتھے آسمان پر معراج ہوا تو اسی خصوصی دروازے کو سوال و جواب کے بعد فوراً کھولا گیا۔ وہاں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے بھی مرحبا کہا اور دعا دی اُن کے بارے ہی رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۔ پھر پانچویں آسمان پر معراج ہوئی تو اسی طرح دروازہ کھلوایا گیا۔ تو وہاں ابراہیم علیہ السلام ملے وہ بیت المعمور سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے اس بیت المعمور میں ہر دن ستر ہزار فرشتے حاضری دیتے ہیں ابھی تک دوبارہ کسی کی باری نہیں آئی۔ پھر جبرئیل میرے ساتھ سدرہ تک گئے۔ تو دیکھا کہ سدرہ بیری کے پتے ہاتھی کے کان برابر ہیں اور بیر کا پھل مٹکے کے برابر اور بیری کو ایسی خوبصورتی سے ڈھکا گیا ہے کہ کوئی مخلوق اس کا حسن بیان نہیں کر سکتی۔ پھر اس کے بہت بعد کے واقعات میں اللہ کریم نے مجھ کو وحی بھیجی جو کسی کو نہ بتائی نہ بتائی جا سکتی ہے نہ کسی کو خبر ہے۔ یہ میرے اور اللہ کے بھید ہیں۔ پھر اُس کے بعد مجھ کو پچاس نمازیں فرض دی گئیں دن رات میں۔ پھر جب میں (لامکان سے) اترا تو پھر موسیٰ علیہ السلام ملے اور پوچھا آپ کی اُمت پر کیا فرض کیا گیا۔ میں نے کہا پچاس نمازیں۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا یہ بہت زیادہ ہیں آپ واپس جائیے

اور آپ کی امت طاقت نہ رکھے گی۔ میں نے اپنی امت کو آزمالیا ہے۔ میں پھر رب کی بارگاہ میں گیا اور تخفیف کے لیے التجاکی تو رب کریم نے اپنے کرم و لطف سے پانچ کم فرمادیں میں واپس لوٹا تو موسیٰ علیہ السلام نے پھر تخفیف چاہی میں پھر گیا تو اس طرح نو دفعہ کے چکر میں پانچ پانچ ہو کر پینتالیس کم ہوئیں اور رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد یہ دن رات کی پانچ نمازیں تعداد میں اور ادا میں ہیں لیکن ایک نماز دس نمازوں کے برابر ہے (ثواب میں) لہٰذا ثواب میں پچاس ہی ہیں۔ اور آپ کی امت پر تا قیامت ایک کرم یہ رہے گا جو صرف نیکی کا ارادہ کرے مگر کر نہ سکے تو اس کو ایک ثواب اور جو نیکی ادا بھی کرے تو دس نیکیوں کا ثواب۔ اور جو گناہ کا صرف ارادہ کرے اور باز رہے تو کوئی نہ لکھا جائے گا۔ اور اگر کر لے تو ایک ہی لکھا جائے گا۔ جب یہ خوشخبریاں لے کر میں پھر واپس آیا تو موسیٰ علیہ السلام ابھی وہیں کھڑے تھے پوچھا کیا ہوا میں نے پانچ نمازوں کا سنایا تو عرض کی کہ پھر واپس جائیے یہ بھی زیادہ ہیں۔ میں نے کہا اے موسیٰ اب مجھ کو بار بار تخفیف کراتے جھجک اور شرم آتی ہے مسلم شریف کی یہ مفصل حدیث جس کا ترجمہ لفظاً لفظاً مکمل سنایا گیا معراج جسمانی کے بارے میں ہے اس لیے کہ اس میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور نماز جسم و روح کے ساتھ ہی ادا ہوتی ہے، اس کے علاوہ بہت سی احادیث میں دوسری روحانی معراجوں کا ذکر ہے ان میں بیت المقدس کا ذکر نہیں۔

معراج کی رات میں کتنے انبیاءِ کرام کی ملاقات ہوئی علیہم الصلوٰۃ والسلام

اس میں سب کا اتفاق ہے کہ آسمانوں پر آٹھ انبیاءِ کرام نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و ملاقات فرمائی۔ جس کا ذکر ابھی حدیث پاک میں گزرا۔

ع ۱ آدم علیہ السلام ع ۲ حضرت عیسیٰ ع ۳ حضرت یحییٰ ع ۴ حضرت یوسف ع ۵ ادریس علیہ السلام ع ۶ ہارون علیہ السلام ع ۷ موسیٰ علیہ السلام ع ۸ حضرت ابراہیم علیہم السلام۔ اور یہاں ان انبیاء نے مرحبا مرحبا کہا اور دعا دی۔ لیکن اکثر مفسرین محدثین فرماتے ہیں کہ بیت المقدس میں تمام انبیاء تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے نبی کریم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ مقتدی و امتی بنے۔ پھر چند انبیاءِ کرام نے بطریقۂ وعظ تقریر اپنا تعارف پیش فرمایا۔ ع ۱ سب سے پہلے جبریل علیہ السلام نے سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نعتیہ تعارف پیش کیا اور خاتم النبیین کے لقب سے

ذکر کیا ۱۔ آدم علیہ السلام ۲۔ نوح علیہ السلام ۳۔ پھر ابراہیم علیہ السلام ۔ ۴۔ پھر موسیٰ علیہ السلام ۵۔ پھر داؤد علیہ السلام ۶۔ پھر سلیمان علیہ السلام ۔ ۷۔ پھر عیسٰی علیہ السلام ۸۔ یوسف علیہ السلام ۹۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۰۔ پھر دوبارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں نبی پاک کی نعت بیان فرمائی ۔

واقعۂ معراج کی تاریخ

کتب تاریخ کے اعتبار سے معراج شریف ہجرت سے ایک سال قبل ہوئی نبوّت کے تیرھویں ہجرت ہے اور گیارہویں سال معراج ہے ۔ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ کی عمر تقریبًا چھ سال تھی اور آپ کا نکاح اسی سال دو ماہ بعد شوال کے مہینے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا ۔ اور آپ کی رخصتی مدینہ منورہ بعد ہجرت پندرہ سال کی عمر میں ہجرت کے ساتویں سال ۔ بعض تاریخ دان لکھتے ہیں کہ ہجرت کے پہلے سال بعمر نو سال ہوئی ۔ ہجرت کے وقت آپ کی عمر نویں سال میں تھی ۔ معراج شریف ماہ رجب کی ستائیس تاریخ والی آدھی رات کو ہوئی ۔ نبی کریم کی مکی زندگی پاک بعد نبوت تیرا سال ہے اور مدنی حیاتِ طیبہ دس سال ہے ۔ امام ابن جوزی اپنی کتاب الوفا ص ۲۲۸ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے لکھتے ہیں کہ معراج واقعۂ طائف اور وفات خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد تبلیغِ نبوّت کے گیارہویں سال چھ ماہ بعد یعنی بارہویں سال کے رجب میں ہوئی

قرآن مجید میں تذکرۂ معراج

قرآنِ مجید میں معراج شریف کا ذکر تین جگہ آتا ہے ۔ ۱۔ سورۃ اسریٰ کی پہلی آیت جس کی یہ تفسیر ہم لکھ رہے ہیں ۲۔ اسی سورۃ اسریٰ (سورۃ بنی اسرائیل) کی آیت ۶۰ کی اس عبارت میں وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ ۳۔ سورۃ نجم کی پہلی بیس آیتیں جن کا ترجمہ بھی کچھ پہلی سطوروں میں پیش کیا ۔ ان تینوں مقامات میں خاص طور پر زیادہ زور کسی چیز کے دیکھنے پر دیا گیا ہے ۔ اور طرزِ بیانی میں ایسا طریقہ ایسے الفاظ استعمال بیان فرمائے گئے ہیں کہ مجبورًا ماننا پڑتا ہے کہ سمیع و بصیر نبی عبد محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اپنی

آنکھوں سے رب تعالیٰ اللہ جل مجدہٗ کو اس طریقے سے صاف صاف دیکھا کہ دل نے تکذیب نہ کی تصدیق کی اور تصدیق و تکذیب ہمیشہ دوسرے کی کیجاتی ہے۔ نہ کہ اپنی۔ چونکہ قرآن کریم نے دیدار الٰہی پر بہت زور دے کر تذکرہ فرمایا ہے۔ اس لیے صحابہ کرام۔ تابعین۔ تبع تابعین۔ مجتہدین۔ فقہا علماء صوفیاء۔ اولیاء۔ کی اکثریت یہی فرماتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھوں سے رب تعالیٰ کا دیدار کیا۔ ہم انشاء اللہ اگلے سطور میں دلائل سے رویتِ باری کو ثابت کریں گے۔ اس لیے کہ کچھ لوگ رویتِ باری تعالیٰ کے منکر بھی ہیں۔ اور وہ اپنے دلائل میں چند روایتیں پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رویت سے مراد۔ حضرت جبرئیل کو دیکھنا ہے۔ بہر کیف قرآن مجید میں ان تینوں جگہ میں کہیں بھی جبرئیل کا تذکرہ نہیں ملتا۔

معراج کی رات تمام ملائکہ کو ان کی مخصوص ذمہ داریوں سے چھٹی دی گئی تھی

تفسیر روح المعانی پارہ ۲۷ ص۴۷ پر۔ اور تفسیر دُرِّ منثور جلد ششم ص۱۲۶ پر ہے کہ شب معراج فرشتوں نے دیدارِ مصطفیٰ کی تمنا کی تو رب تعالیٰ نے تمام ملائکہ کو سدرہ کے پاس بھیج دیا۔ سب دیدار کرتے تھے اور سبحان اللہ۔ سبحان اللہ کہتے تھے۔ الیواقیت والجواہر ص۳۵ پر علامہ شعرانی سے منقول ہے اسی طرح مدارج النبوت جلد اوّل میں ہے لامکان پہنچنے کے وقت نبی کریم کو کچھ تنہائی محسوس ہوئی تو صدیق اکبر کی آواز سے مشابہ غیبی آواز آئی کہ یا محمد قف اِنَّ رَبَّکَ یُصَلِّی۔ ترجمہ اے ساری کائنات کے تعریف کئے ہوئے نبی محمد ذرا ٹھہرو بیشک آپ کا رب صلوٰۃ فرماتا ہے۔

اسراءٗ کا لغوی اور اصطلاحی ترجمہ

منکرینِ معراج اپنے دلائل میں یہ بھی کہتے ہیں کہ مسجد حرام سے اقصٰی تک جانا خواب میں ہوا۔ اور اسراء کے معنیٰ ہیں خواب میں سیر کرانا۔ جواب۔ لغوی اعتبار سے یہ دلیل غلط ہے۔ اس لیے کہ قرآن مجید میں یہ لفظ بہت جگہ استعمال ہوا ہے اور سب جگہ بحالتِ بیداری میں رات کو چلنا مراد ہے۔ ۱۔ حضرت لوط کو فرمایا گیا فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ۔ ترجمہ۔ اے لوط علیہ السلام۔ اپنے خاندان

کو رات کے کسی حصّے میں نکال کرلے جاؤ ۔ ۲ حضرت موسیٰ کو فرمایا گیا ۔ فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا ۔
ترجمہ ۔ فرعون سے بچا کر میرے تمام بندوں بنی اسرائیل کو رات کو نکال کر لے جاؤ ۔ ان دونوں آیتوں میں
اسریٰ کا معنی بحالتِ بیداری ہی نکالنا اور جانا ہے ۔ ۳ قاضی عیاض ؓ نے شفا شریف میں فرمایا ۔
اِنَّہٗ لَایُقَالُ فِی النَّوْمِ اَسْرٰی ۔ ترجمہ ۔ خواب کے لیئے اسریٰ کا لفظ استعمال ہی نہیں کیا جا سکتا ۔
۴ لفظ سُبْحَانَ الَّذِیْ ۔ انتہائی اہم اور حیران کُن واقعے میں بولا جاتا ہے ۔ اور خواب
میں کہیں جانا یا آسمانوں پر اُڑنا کوئی حیران کُن نہیں ۔ جبکہ بحالتِ بیداری جانا ہی تعجب ناک ہے ۔ اور
عام انسانوں کے لیے محال و ناممکن ۔ ۵ بِعَبْدِہٖ فرمانے سے بھی بحالتِ بیداری جسماً جانا ثابت ہوا کیونکہ
عبد جسم و روح دونوں کا نام ہے ۔ خواب کے افعال کو لفظ خواب دیکھنا کہا جاتا ہے ۔ نہ کہ حقیقتاً آنا جانا
کیونکہ وہ صرف روح کا فعل ہے ۔

معراج کا اعلان

۲۷ ستائیس رجب صبح چاشت کے وقت طلوعِ آفتاب کے ایک گھنٹے بعد تقریباً ۔ حطیم کعبہ میں
کھڑے ہو کر نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا ۔ اُس وقت حرم کعبہ میں ۲۷ ستائیس سرداران
مکہ جمع تھے ۔ اُس زمانے میں مکے میں ۲۷ ستائیس قومیں آباد تھیں ۔ اور ہر قوم کا سردار اس وقت وہاں
اتفاقاً موجود تھا ۔ اور اِن کے علاوہ ملکِ شام کے ۲۷ ستائیس تاجر بھی تھے جو سفر بیت المقدس سے چند
دن پہلے مکے میں پہنچے تھے ۔ ابوجہل نے ازراہِ تمسخر کہا ۔ اے محمد کوئی نئی خبر سناؤ ۔ تو نبی کریم رؤف رحیم
صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پہلے حمدِ الٰہی کی پھر اپنے نبی ہونے کا ذکر کیا ۔ اور پھر گزشتہ رات کا تمام
واقعہ و معراج اور سیرِ بیت المقدس تک کا مختصر لفظوں میں ذکر فرما دیا ۔ تو سب حیران زدہ نظروں سے ایک
دوسرے کو دیکھنے لگ پڑے ۔ شامی تاجروں نے اور کچھ اہلِ مکہ نے مسجدِ اقصیٰ کو دیکھا ہوا تھا ۔
انہوں نے بڑھ چڑھ کر سوالات کیئے ۔ باری تعالیٰ نے تمام حجابات اٹھا دیئے نبی کریم کی نظروں کے سامنے
مسجدِ اقصیٰ آگئی آپ نے ہر سوال کا ٹھیک ٹھیک جواب دیا ۔ حالانکہ کفار جانتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کبھی بیت المقدس نہیں گئے نہ کبھی مسجدِ اقصیٰ دیکھی ۔ اس لیے سب مزید حیرت میں ڈوب کر لاجواب
ہوئے اکثر تو مسلمان ہو گئے ۔ مگر ابوجہل اور سردارانِ مکہ مذاق و تکذیب کرنے لگے ۔

معراجوں کی تعداد

مفسرین و شارحین فرماتے ہیں کہ آقاءِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو چونتیس ۳۴ دفعہ معراج اور عروج کی سعادت نصیب ہوئی۔ گیارہ دفعہ خواب میں۔ گیارہ دفعہ نمازیں۔ اور گیارہ دفعہ بحالت بیدار عالم بیٹھنے اور چلنے پھرنے میں۔ ان کا ذکر احادیثِ مختلفہ مشہورہ میں ہے۔ اور ایک دفعہ جسمانی سیر و سیاحت اور روانگی کی معراج بحالتِ بیداری۔ لامکان تک۔ قرآن مجید کی آیت میں تین جگہ فقط اسی معراج کا ذکر ہے۔ اور بیت المقدس میں جانا اسی معراج کا حصّہ ہے۔

شقِ صدر کتنی بار ہوا

اکثر عُلَما محدثینِ مؤرخین شارحین کا اتفاق اس بات پر ہے کہ آقاءِ دو عالم احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینۂ اقدس ایک ہی دفعہ بعمر پانچ سال بچپن شریف وادیِ حلیمہ میں چاک کیا گیا علم و حکمت نور و معرفت شفقت و رحمت سے بھر دیا گیا اور نفسِ امّارہ نکال دیا گیا۔ لیکن اس کے علاوہ بھی ایسی روایات ملتی ہیں جن سے معراج کے موقعے پر ابتداءِ معراج میں شقِ صدر اور قلب مبارک آبِ زمزم سے دھونے کا ذکر ملتا ہے انہی روایات کی بنا پر کچھ عُلَما فرماتے ہیں کہ شقِ صدر چار مرتبہ ہوا۔ ۱ حضرت حلیمہ کی رہائش کے وقت ۲ مکّہ مکرمہ میں کوہ صفا کے پیچھے جب آپ کی عمر شریف دس سال تھی ۳ غارِ حرا کے پاس جب آپ کی عمر شریف بیس سال تھی ۴ شبِ معراج آدھی رات کو کعبہ معظمہ کے پاس۔ مگر محققین عُلَماء فرماتے ہیں کہ ظاہراً بیداری میں صرف ایک بار پہلی دفعہ ہی شقِ صدر ہوا۔ باقی تین دفعہ خواب میں ہوا۔ اسی لیے بیت المقدس والی معراج کی حدیث پاک میں شقِ صدر کا ذکر نہیں۔ اور خواب والی معراج کی احادیث میں شقِ صدر کا ذکر ملتا ہے۔

معراج پاک میں اللہ کے تحفے

پچاس نمازیں دو۔ دو رکعت فرض ۔ ۲ غسل جنابت سات مرتبہ فرض ہوا ۳ ناپاک کپڑا سات مرتبہ

دھونے سے پاک ہوگا۔ ۴ سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں۔ ۵ گناہ گار امت کی بخشش کا وعدۂ کریمانہ۔ ۶ شریعت۔ طریقت۔ حقیقت۔ معرفت کے تمام علوم ۷ ختم نبوت کا تاج معراج میں ہی پینتالیس نمازیں۔ اور چھ غسل اور چھ غسل معاف ہو گئے۔ شب معراج نبی کریم اللہ تعالیٰ کے مقام صفات سے گزرے۔ تو جس صفت سے آپ گزرتے گئے وہی صفت شان عطائی سے آپ کو ملتی رہی مثلاً مقام کریم رحیم عزیز رؤف سے آپ گزرے تو آپ کو بھی کریم رؤف عزیز بنا دیا گیا اسی قرآن و حدیث میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے چوبیس عدد صفاتی نام عطا فرمائے گئے جو اللہ تعالیٰ کے بھی نام ہیں اور نبی پاک کے بھی یہ بھی معراج کا ہی ایک تحفہ ہے۔ ان ناموں کی فہرست پھر کسی جگہ درج کی جائے گی۔

معراج کرانے کی حکمتیں اور مقصود۔ وجہ

ویسے تو ہزارہا حکمتیں اور مقاصدِ عظیمہ و جلیلہ ہیں معراج کرانے میں۔ لیکن اصل اور حقیقی حکمت مقصد معراج پر بلانے کا صرف اور صرف دیدارِ الٰہی کرانا تھا اور اپنی ذات کو بے حجاب دکھانا تھا۔ اس کے علاوہ جنت دوزخ لوح و قلم عرش و کرسی انبیاء کرام۔ اور جبریل و میکائیل کو و ملائکہ کو دیکھنا محض ضمنی چیز تھی اس لیے کہ۔ یہ تمام چیزیں اور ملاقاتیں نظارتیں بصارتیں سب کچھ کئی مرتبہ زمین پر بھی حاصل ہو چکیں تھیں۔

۱ چنانچہ بخاری جلد اول اور مسلم جلد اول باب صلوٰۃ الکسوف صفحہ ۱۰۲ میں ہے کہ بحالت نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت دیکھی بلکہ وہاں کے پھلوں کے گچھے کو پکڑ لیا اور توڑنا چاہا۔ اور جہنم کو دیکھا اور پیچھے کو ہٹے۔ یہ ہی حدیث پاک بخاری شریف جلد اول کتاب الاذان باب رفع الیدین میں بھی ہے۔ ابو داؤد شریف میں بھی ہے ۲ ایک دفعہ آپ نے جہنم کو دیکھا اور فرمایا وہاں عورتیں زیادہ تھیں۔ ۳ ابو داؤد شریف باب قرأۃ فی الکسوف میں رَأَیْتُ فِی جَهَنَّمَ اَخَا بَنِیْ دَعْدَعٍ سَارِقَ الْحَجِیْجِ یعنی جہنم میں اخا دعدع کو دیکھا جو حاجیوں کی چوری کرتا تھا ۴ بخاری کتاب الجنائز باب مَا یُحْذَرُ زُهْرَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا۔ فرمایا کہ میں اپنے حوض کوثر کو یہیں سے دیکھ رہا ہوں اور زمین کے خزانوں کی چابیاں مجھ کو دی گئیں ۵ بخاری شریف جلد دوم ص ۱۰۴۶ باب الفتن۔ ایک دن آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک ٹیلے پر تشریف لے گئے اور فرمایا کیا تم لوگ وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھتا ہوں صحابہ نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ۔ فرمایا میں تمہارے گھروں میں بارش کی طرح فتنے گرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔

ع۶ ترمذی شریف بابُ مَا جاءَ فِی الغُلولِ صہ ۱۹۱ ۔ غزوۂ ذاتِ الرقا میں ایک شخص مسلمانوں میں سے قتل ہوگیا۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ فلاں شخص شہید ہوگیا فرمایا نہیں ۔میں اس کو ایک عباء کی خیانت اور چوری کی وجہ سے جہنم میں دیکھ رہا ہوں ۔ ع۷ بخاری کتاب الجنائز جلد اول صہ ۱۸۲ پر ہے ۔ ایک دفعہ دوپہر کو گھر سے نکلے تو فرمایا میں عالمِ برزخ میں یہودیوں کے عذاب کی آواز سن رہا ہوں ع۸ اُمّ المومنین صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ میں نے جہنم کو دیکھا جس میں شعلے ایک دوسرے کو کاٹ رہے تھے ۔اور اس میں عمرو بن عامر کو دیکھا جو اپنی آنتیں گھسیٹ رہا ہے ۔ ع۹ مشکوٰۃ شریف بابُ المعجزات میں ہے ۔ اللہ نے تمام زمین کے کناروں کو میرے سامنے کردیا تو میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا ع۱۰ زرقانی اور مواہبِ لدنیہ جلد اول صہ ۲۰۱ پر ہے ۔میں نے تاقیامت ساری کائنات کو اپنی ہتھیلی کی طرح دیکھ لیا ع۱۱ بخاری شریف کتاب الاعتصام میں ہے ۔کہ فرمایا آقائے کل دانائے سبل فخرِ رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس طرح آدم علیہ السلام پر اُن کی ساری اولاد تاقیامت ذرّوں کی شکل دکھائی گئی مجھ کو میری ساری امّت اور تاقیامت مومن وکافر دکھا دیئے گئے ۔ ع۱۲ مشکوٰۃ شریف بابُ المساجد میں ۔آپ نے فرمایا کہ آج میں نماز پڑھ رہا تھا تو رب تعالیٰ کی آواز مجھ کو آئی اور میں نے اللہ کی آواز سنی ۔رب تعالیٰ نے فرمایا اے محمد کیا تم جانتے ہو کہ مَلَئِ اعلیٰ کے فرشتے کس بات میں جھگڑتے ہیں عرض کیا نہیں یاربَّ العالمین ۔ تو رب تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھ دیا جس کی ٹھنڈک ولذت میں نے اپنے سینے کے اندر تک محسوس کی۔ اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کچھ میں نے جان لیا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا ۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کَثِیْرًا ۔

غرض کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی زمین پر رہتے آیاتِ الٰہیہ کی ہر چیز کو دیکھ لیا ۔ اور یہ عالمِ اعلیٰ وبالا کی ہر چیز تو ابراہیم اور موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام نے دیکھی ۔ لوحِ محفوظ تو اولیاءُ اللہ نے کئی مرتبہ دیکھا ۔اگر معراج بھی فقط انہی چیزوں جنت و دوزخ کو دیکھنے کے لیے ہو ۔ تو اتنا اہتمام کر کے بلانے کی ضرورت نہ تھی ۔ ماننا پڑے گا کہ معراج وعروج کا اصل مقصد وحکمت لامکان پر بلاکر دیدارِ الٰہی کرانا تھا ۔ باری تعالیٰ کا دیدار ہی ایسی چیز ہے جس کا نظارہ زمین کے کسی علاقے پر بحالتِ بیداری نہیں ہوسکتا تھا ۔ باقی تمام اشیاء وملائکہ کو ہر حالت میں زمین پر ہی دیکھا جا سکتا تھا ۔ بلکہ نبی کریم نے کئی دفعہ دیکھا بھی جیسا کہ ہم نے ابھی ثابت کردیا۔ اس لیے صرف اللہ تعالیٰ کو دیکھنے شرفِ زیارت کرنے کے لیے عالمِ لامکان میں تشریف لے گئے ۔میں پوچھتا ہوں اُن منکرینِ دیدار سے جو رویت میں جبرئیل جبرئیل کی رٹ لگاتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام کو کیا زمین پر کھڑے ہوکر نہیں دیکھا جاسکتا ۔ کونسی آیت میں لکھا ہے کہ زمین

پر جبرئیل امین کی اصلی شکل کو نہیں دیکھا جا سکتا۔ نیز تفسیر کبیر جلد ہفتم صہ ۳۲۷ پر ہے۔ کہ کسی حدیث شریف سے یہ ثابت نہیں کہ سورۃ والنجم میں جس دیکھنے کا ذکر ہے وہ جبرئیل علیہ السلام کی شکل دیکھنا ہے۔ مخالفین اور منکرین رویت باری تعالیٰ والے لوگوں نے خود ہی اپنے وہم وخیال سے یہ بات بنا ڈالی ہے ہم کہتے ہیں کہ واقعی نبی کریم نے جبرئیل علیہ السلام کو اصلی شکل میں دیکھا مگر معراج جسمانی کی رات میں نہیں بلکہ دوسرے کسی موقعے پر۔ میری اس بات کو توڑنے کے لیے بھی مخالفین کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے وَاللہُ وَرَسُولُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

معراج کی دوسری حکمت ۔ رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ترجمہ ہم نے آپ کے ذکر کو بلند فرمایا۔ بلند وہ ہوتا ہے جس سے کوئی اونچا نہ ہو۔ اس لیے عملی ثبوت کے لیے لامکان پر بلایا۔ اور عرش ولامکان۔ ملائکہ۔ حور وغلمان میں اپنے حبیب مکرم کا چرچہ اور تذکرہ وذکر مشہور فرمایا۔

تیسری حکمت ۔ رب تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا۔ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ ترجمہ اے پیارے حبیب نبی اکرم کو پیدا نہ کرتا تو کائنات میں کچھ پیدا نہ کرتا۔ افلاک جمع ہے فلک کی اور فلک ہر جہان اور ہر طبق اور ہر کرے کو کہا جاتا ہے لہٰذا وہ تمام افلاک معراج کی شب دکھلائے گئے تاکہ نبی کریم اپنی مملوکہ اشیا کو دیکھ لیں۔

چوتھی حکمت ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات اور سارے جہانوں کے لیے رحمت ہیں اس لیے سارے جہانوں کو دیکھنا آپ کے لیے ضروری ہے۔

پانچویں حکمت ۔ سارے ملائکہ وانبیاء کی خصوصیات آپ کو عطا فرمائی گئیں اس کے علاوہ خصوصیات بھی آپ کو دی تھیں کیونکہ آپ کو سرور کائنات اور سردار انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بنایا گیا۔

چھٹی حکمت ۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ کریم سے کلام کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ لیکن فرق ہے۔ انبیاء کرام کو دو طرح کلام سنایا گیا۔ ۱ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا ۔ ترجمہ۔ تمام انسانوں میں سے کسی سے باری تعالیٰ کلام نہیں فرماتا مگر جس بشر سے کلام فرماتا ہے تو صرف وحی کے ذریعے ہی۔ ۲ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا ۔ یا اپنا فرشتہ بھیج کر۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تین طریقے سے کلام فرمایا۔ ۱ اِلَّا وَحْيًا بھی۔ ۲ فرشتہ بھیج کر۔ ۳ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۔ بغیر وحی۔ بغیر فرشتہ بلا واسطہ بغیر رویت کے پردے میں سے صرف آواز سے کلام فرمایا۔ آقائے دو عالم حضور اقدس چونکہ حضرت کلیم سے افضل ہیں اس لیے آپ کو تینوں قسم کے کلام تو زمین پر ہی سنا دیئے۔ چوتھی قسم کا کلام آپ

کو خصوصی طور پر سنانا تھا اُس کے لیے زمین ناکافی تھی اس لیے لامکان پر بلا کر بلا حجاب کلام سنایا۔

ساتویں حکمت۔ ذاتِ محمدؐ مصطفیٰ کمالاتِ قدرت اور کارخانۂ فطرت کا بے مثل اعلیٰ نمونہ ہیں اور نمونہ سب کو دکھایا جاتا ہے اور جس کو دکھانا مقصود ہو اس کو اونچی بلندی پر بٹھایا جاتا ہے تاکہ سب دیکھیں۔ اس لیے معراج کی انتہائیوں پر بلایا۔ کہ عرشیو فرشیو لوح و قلم اور سمواتِ سبع کے رہنے والو دیکھو میرے محبوب کو جی بھر کے دیکھو۔ کون ہے تم میں سے اُس کی مثل۔

آٹھویں حکمت۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (الخ) اللہ خریدار۔ مومنین اپنی جانوں مالوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بیچنے والے۔ اور ذاتِ نبی کریم۔ اس خریداری کے وکیلِ اعظم۔ لہٰذا آپ کو پہلے صدیق و فاروق عثمان و علی وغیرھم صحابہ اور مومنینِ تاقیامت کے جان و مال کا سودا مال دکھادیا گیا۔ پھر معراج میں بلا کر اُس کی قیمت جنّت اور اس کی چیزیں دکھادیں۔

نویں حکمت۔ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے شاہد یعنی گواہ ہیں۔ اور آپ کی ذات پر گواہی کو ختم کرنا تھا۔ ختم الرّسل بنانا تھا۔ اس لیے شبِ معراج میں بلا کر ہر چیز کے علاوہ اپنی ذات کا بھی مشاہدہ و دیدار کرادیا تاکہ دیکھی ہوئی گواہی ہو جائے۔ اور پھر کسی گواہ یا گواہی کی ضرورت نہ پڑے۔

دسویں حکمت۔ معراج کے پہلے حصّہ میں براق کی طاقت کا مظاہرہ کرایا گیا۔ مسجدِ حرم سے اقصیٰ تک۔ آسمانوں پہ انبیاءِ کرام کی طاقت کا مظاہرہ ہوا کہ انبیاءِ کرام مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھ کر وداع کر کے آسمانوں پر براق سے پہلے پہنچ گئے۔ سدرہ سے آگے لامکان تک نبیِّ مکرّم محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت کا ثبوت فرمایا گیا۔ کہ انبیاءِ کرام کے علاوہ جبرئیل و میکائیل براق و رفرف سب پیچھے رہ گئے۔

جبرئیل رُکے تو بُراق تھکے رفرف بھی اب آگے چل نہ سکے
رب اُدْنُ حبیبی منیؔ کہے تیرے قُربِ خدا کا کیا کہنا

اس کے علاوہ اور بھی لاکھوں حکمتیں ہیں جن کا علم بندوں کو نہیں ہو سکتا۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اللہ تعالیٰ کو لامکان میں دیکھنے کا بیان

دیدار کے ثبوت کے دلائل۔ مخالفین کے دلائل۔ ان کے اعتراضات۔ اور مخالفین کے تمام دلائل اور اعتراضات کے جوابات

پہلی دلیل۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا۔ ہم نے اپنے بندے کو معراج کرائی اس لیے

کرایا تاکہ ہم اپنی عظیم نشانیاں اپنے بندۂ محبوب کو دکھائیں تحت الثریٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک تو نبی کریم نے زمین پر رہتے ہوئے بھی کئی دفعہ دیکھ لیا تھا۔ معراج میں بلانے کی وجہ صرف وہ نشانیاں دکھانی تھیں جو زمین پر نہیں دیکھی جا سکتی تھیں اور وہ سدرہ سے اوپر تھیں وہ لامکان ہے۔ وہاں کوئی مکان نہیں مکانی اور مخلوقی نشانیاں تو سب سدرہ تک ہی رہ گئیں۔ لازمًا ثابت ہوا کہ وہ دیدار الٰہی کی نشانیاں اور آیت ہیں جو دکھائی گئیں۔

دوسری دلیل: - اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ - بیشک وہ محبوب بندہ ہی وہاں تنہا سمیع سننے والا اور بصیر دیکھنے والا تھا۔ چونکہ اس آیت میں مخاطب جمع متکلم خود باری تعالیٰ ہی ہے لہٰذا غائب کی ضمیر اِنَّهٗ یقینًا عبد کی طرف راجع۔ اور ھُوَ کی ضمیر نے حصر پیدا کیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ عبدہٗ وہاں پہنچا جہاں وہ تنہا سمیع و بصیر تھا جب کہ سدرہ تک تو بے شمار سمیع بصیر موجود ہیں۔ حرم کعبہ سے بیت المقدس مسجد اقصیٰ اور اقصیٰ سے سدرہ تک حصر درست نہیں حصر کے لیے وہ مقام چاہیئے جہاں ایک ہی سمیع و بصیر ہو۔ وہ مقام سدرہ سے آگے لامکان ہے۔ ایسی خلوت میں سمیع نے سنا اور بصیر نے دیکھا کیا سنا کیا دیکھا؟ لازمًا ثابت ہوا کہ اللہ کو دیکھا اور اللہ کی باتیں سنی۔

تیسری دلیل: - مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی - تمہارے تا قیامت ساتھی نہ غلط ہوئے نہ بھولے نہ بھٹکے۔ مسجد حرم سے سدرہ تک تو ملائکہ اور جبریل ساتھ ہیں وہاں تک تو بھولنے کا اندیشہ ہی نہ تھا۔ ہمیشہ اکیلا آدمی بھولتا بھٹکتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سدرہ سے آگے جا کر تنہا ہوئے اس لیے شانِ لامکانی کے اظہار کے لیے فرمایا گیا مَا ضَلَّ۔ (الخ) اور پھر لامکان پر جانے کا مقصد بجز دیدار الٰہی کچھ نہیں۔ رویت باری تعالیٰ کی قرآن مجید سے۔

چوتھی دلیل: - مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی - دل نے نہ جھٹلایا جو ہمارے بندے نے دیکھا۔ تصدیق ہمیشہ دوسرے کی۔ کی جاتی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ دل دیکھنے والا نہیں بلکہ آنکھوں کے دیکھنے کی تصدیق کرنے والا تھا۔ یہاں دیکھنے والے کو عبد کہا گیا یہ لفظ بتا رہا ہے کہ معبود کو ہی دیکھا۔

پانچویں دلیل: - اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی کیا تم لوگ ہمارے اس بندے کے دیکھنے میں شکوک اور اختلاف اور جھگڑے کرتے ہو۔ آج تک کسی نے جبریل کے دیکھنے میں کوئی جھگڑا نہیں کیا۔ جھگڑا صرف دیدار الٰہی میں ہی کرتے چلے آرہے ہیں غیر تو غیر خود مسلمان بھی اس لیے یہی دیدار یہاں مراد ہے۔

چھٹی دلیل: - وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی - اور اس عبدہٗ نے اترتے ہوئے دوسری دفعہ دیکھا۔ اترنا تو لامکان سے ہوا وہاں تک جبریل کی پہنچ نہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ کو ہی دوبارہ دیکھا۔

ساتویں دلیل:۔ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى۔ البتہ بیشک عبد محبوب نے بہت ہی بڑی رب تعالیٰ کی آیت کو دیکھا۔ لفظ کبریٰ سے ثابت ہوا کہ اکبر کو دیکھا۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيرًا۔ یہاں تک قرآن مجید کے لفظوں سے رویتِ باری کے دلائل پیش کئے گئے جس کا کوئی اور مطلب کرنا آیت کی تحریف کرنا ہے اب احادیث سے دیدارِ الٰہی کو ثابت کیا جاتا ہے۔

آٹھویں دلیل:۔ ابھی تک ہم نے قرآن مجید سے دلالۃً اقتضاءً۔ اشارۃً اللہ کے دیدار مبارک کے دلائل پیش کئے اب حدیث پاک سے عبارۃً دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ احادیث کی مشہور معتبر کتاب مشکوٰۃ شریف باب المساجد فصل ثانی صـ ۶۹ پر ہے۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِشٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْاَعْلٰى (الخ) ترجمہ صحابی پاک حضرت عبدالرحمٰن ابن عائش سے روایت ہے۔ فرمایا انہوں نے کہ فرمایا آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ میں نے اپنے رب کریم جل مجدہٗ کو بہت اچھی صورت میں دیکھا اور اللہ نے فرمایا کہ اے پیارے نبی یہ بتاؤ کہ مَلَأِ اعلیٰ کے فرشتے کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں (آخر تک) کس طرح صاف لفظوں میں دیدارِ الٰہی کا ثبوت اور ذکر ہے۔

نویں دلیل:۔ ترمذی شریف جلد دوم صـ ۱۶۳ تفسیر سورۂ نجم فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَخْبَرَنَا بَنُوْ هَاشِمٍ فَقَالَ كَعْبٌ اِنَّ اللّٰهَ قَسَّمَ رُؤْيَتَهٗ وَكَلَامَهٗ بَيْنَ مُحَمَّدٍ وَّمُوْسٰى فَكَلَّمَ مُوْسٰى مَرَّتَيْنِ وَرَاٰهُ مُحَمَّدٌ مَرَّتَيْنِ (الخ) ترجمہ۔ ابن عباس۔ بنو ہاشم۔ اور حضرت کعب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام اور اپنی رویت کو تقسیم فرمایا موسیٰ علیہ السلام کو دو مرتبہ کلام سنایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو دفعہ دیدار کرایا۔

دسویں دلیل:۔ صحابہ کی اکثریت دیدارِ الٰہی کی قائل ہے چنانچہ اکابر صحابہ کی تعداد کو ترمذی دوم کے حاشیہ صـ ۱۶۳ پر شمار کیا ہے۔ ۱۔ ابن عباس ۲۔ ابوذر غفاری ۳۔ کعب احبار ۴۔ حسن بصری تابعی۔ ۵۔ ابن مسعود ۶۔ ابوہریرہ ۷۔ امام حنبل ۸۔ وَحَكَى اَصْحَابُ ۹۔ حسن اشعری ۱۰۔ وَجَمَاعَةٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ اَنَّهٗ رَاٰهُ وَوَقَفَ بَعْضُ مَشَائِخِنَا وَقَالَ لَيْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلٌ وَاضِحٌ وَلٰكِنَّهٗ جَائِزٌ۔ وَرُؤْيَتُهٗ لِلّٰهِ تَعَالٰى فِي الدُّنْيَا جَائِزٌ یعنی ان ناموں کے علاوہ صحابہ کی بہت بڑی جماعت نے فرمایا کہ نبی پاک نے اللہ کو دیکھا ہے۔ اور ایک شخص مشائخ میں سے خاموش ہے۔ مگر ان کا بھی قول ہے کہ اگرچہ دیدار کے لیے کوئی واضح دلیل تو مجھ کو نہیں ملی مگر دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو سکتا ہے۔

گیارہویں دلیل:۔ مسلم شریف جلد اوّل صـ ۹۹ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ رَاَيْتَ رَبَّكَ قَالَ نُوْرٌ اَنّٰى اَرَاهُ۔ اس حدیث کی تین قرأتیں ہیں ۱۔ یہی جو پڑھتے

لکھی ہے۔ قَالَ نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ۔ ترجمہ حضرت ابی ذرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ فرمایا۔ وہ نور ہے بیشک میں نے اس کو دیکھا ہے ۲ قَالَ نُوْرَانِیٌّ اَرَاہُ۔ فرمایا وہ نورانی ہے میں نے اس کو دیکھا ہے ۳ قَالَ نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ اس تیسری قرأت کے ترجمے دو ہیں۔ پہلا ترجمہ۔ فرمایا کہ وہ نور ہے کسی جگہ یا کسی طرح بھی میں نے اس کو دیکھا یعنی جس وقت بھی میں نے اس کو دیکھا وہ نور ہی ہے یعنی اس وقت میں نے اس کو خود نور ہی پایا۔ دوسرا ترجمہ۔ فرمایا نور ہے میں کس طرح اسکو دیکھ سکتا ہوں۔ مگر یہ ترجمہ ترکیب نحوی کے اعتبار سے اس لیے غلط ہے کہ نور سے پہلے کوئی لفظ پوشیدہ نہیں مانا گیا حالانکہ پوشیدہ ماننا ضروری ہے۔ کہ وہ نور ہے یا وہاں نور ہے۔ اگر لفظ وہ پوشیدہ مانا جائے اور کہا جائے کہ وہ نور ہے میں کس طرح دیکھ سکتا ہوں۔ تو ثابت ہوا کہ نور کو دیکھنا محال نہیں کیونکہ بہت سے نور دیکھے جا سکتے ہیں۔ نیز ساتھ ہی ابوذر غفاریؓ کی دوسری روایت ہے کہ قَدْ سَاَلْتُہٗ فَقَالَ رَاَیْتُ نُوْرًا۔ جب میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا آپ نے رب کو دیکھا ہے تو فرمایا کہ میں نے نور دیکھا۔ بہرکیف بہت ہی دلائل کثیرہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو خوب اچھی طرح آنکھیں کھول کر دیکھا۔ اب ہم منکرینِ دیدار کے دلائل سوال و جواب کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ منکرین کی دو قسمیں ہیں ۱ معراجِ جسمانی کے منکر ۲ اور صرف رویتِ باری تعالیٰ کے منکر۔ یہاں دونوں قسموں کے منکروں کے سوالات اور دلائل بیان کئے جائیں گے۔ پہلا اعتراض وسوال۔ جسمانی معراج ناممکن اور محال ہے۔ کسی بشر و انسان کی طاقت نہیں کہ آسمانوں پر جا سکے۔ جواب۔ آپ کا سوال درست ہے واقعی کوئی عام بشر آسمانوں پر نہیں جا سکتا۔ آپ کی یہی بات معراج جسمانی کی دلیل بن گئی۔ اس لیے کہ معراج جسمانی معجزہ ہے اور قدرت کی عجیب تر نشانی ہے۔ اس لیے قرآن مجید نے اس کی اہمیت کو ثابت کرنے کے لیے سُبْحَانَ الَّذِیْ سے شروع فرمایا۔ معجزہ ہوتا ہی وہی ہے جو عام بشر کی طاقت سے محال ہو۔ اسی لیے باری تعالیٰ نے فرمایا۔ اَسْرٰی۔ یعنی جانے والا خود نہیں گیا بلکہ اللہ تعالیٰ لے گیا۔ ڈاکٹر اقبال لکھتا ہے۔

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہیں گردوں

کتنا غلط ہے یہ شعر اور کتنا غلط سبق ملا ہے کہ جس واقعے کو باری تعالیٰ بہت حیران کن اور تعجب ناک اہمیت والا قدرت کا کمال بیان فرما رہا ہے۔ اقبال اس کو عام بشریت کے لیے معمولی اور بہت آسان قرار دیتا ہے۔ معراج۔ انسان کے لیے ناممکن اور محال ہے یہ تو نبی کریم عبدِ محبوب کی خصوصیت ہے۔

اور معجزہ۔ **دوسرا سوال**۔ اللہ تعالیٰ کو کسی وقت کسی جگہ دیکھنا ناممکن ہے۔ زمین آسمان۔ جنت لامکان۔ قبل قیامت بعد قیامت دیکھنا محال ہے۔ کوئی آنکھ اس کو نہیں دیکھ سکتی کبھی بھی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (سورۃ انعام پ آیت ع) **جواب**۔ تمام اہلسنّت کا ابتدا سے آج تک یہ عقیدہ رہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے دیدار کرانے پر ہر جگہ قادر ہے زمین پر بھی اُس کا دیدار ممکن اور آسمان و لامکان پر بھی۔ جاگتے سوتے بھی۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالتِ بیداری صرف لامکان پر ہی دیدار فرمایا۔ اور کسی نبی فرشتے نے کبھی بھی اللہ کا دیدار نہیں کیا۔ مگر ممکن ہے اگرچہ وقوع ثابت نہیں۔ یہ خصوصیت صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ثابت۔ چنانچہ۔ سورۃ اعراف آیت ع۱۴۳ میں۔ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ۔ ترجمہ۔ حضرتِ موسیٰ نے عرض کیا اے میرے رب مجھ کو اپنا دیدار کرا میں تجھ کو دیکھوں گا۔ فرمایا اے موسیٰ تم دیکھ نہ سکو گے ہاں لیکن تم پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرے رہے تو عنقریب مجھ کو دیکھ لوگے۔ اس آیت میں دو جگہ ثابت ہوا کہ اللہ کو دیکھنا محال اور ناممکن نہیں ع۱ اگر ناممکن ہوتا تو حضرت موسیٰ سوال ہی نہ کرتے کیونکہ ناممکن کا سوال کرنا حرام اور حرام کا مرتکب ہوتا گناہِ عظیم ہے نبی حرام کام کر ہی نہیں سکتا۔ ع۲ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ۔ عنقریب دیکھ لوگے اگر دیدارِ الٰہی ناممکن ہوتا تو سَوْفَ تَرٰىنِیْ نہ فرمایا جاتا۔ یہ تو دنیا اور زمین پر دیدار کے ممکن ہونے کی دلیل ہے۔ قیامت میں بہت سے مومن رب کا دیدار کریں گے۔ چنانچہ سُورۃِ قیامت .. آیت ع۲۲ و ع۲۳ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔ اس قیامت کے دن بہت سے چہرے تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف آنکھوں سے دیکھیں گے۔ معترض کا لَا تُدْرِكُهُ والی آیت سے دلیل پکڑنی غلط ہے۔ حضرتِ عکرمہ نے حضرت عبداللہ بن عباس سے اسی دلیل سے اعتراض کیا تھا تو آپ نے جھڑکا اور فرمایا تھا کہ لَا تُدْرِكُهُ سے اللہ کو دیکھنے کا انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ لَا تُدْرِكُهُ کا معنیٰ ہے۔ اللہ کو کسی کی نظر۔ بصر گھیر نہیں سکتی یعنی پورا نہیں دیکھ سکتی۔ تمام منکرین کے پاس رویت کے خلاف بس یہی ایک آیت ہے۔

تیسرا سوال۔ اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ دیدارِ الٰہی کا انکار کرتی ہیں۔ اور آپ لوگ جانتے ہو تو کیا عائشہ صدیقہ غلط ہیں۔ **جواب**۔ یہی سوال امام احمد بن حنبل سے ہوا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ عائشہ صدیقہ سے زیادہ معتبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے نبی کریم تو فرمائیں رَاَیْتُ رَبِّیْ۔ اور صدیقہ انکار کریں تو عائشہ صدیقہ کی بات کس طرح مانی جا سکتی ہے۔ **چوتھا اعتراض**۔ مسجدِ اقصیٰ تک جانا بھی خواب میں

ہوا وہ کر جسمانی ۔ دلیل یہ ہے کہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں ۔ [illegible]
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ ایک دوسری روایت اِن لفظوں سے مروی ہے [illegible]
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ ۔ ترجمہ ۔ ع۱ معراج کی رات میں نے نبی کریم کا جسم شریف گم نہ پایا ع۲ شب معراج جسم پاک گم نہیں پایا گیا ۔ **جواب** ۔ اکثر محدثین فرماتے ہیں کہ یہ روایت جھوٹ بنائی گئی ہے ۔ بھلا ام المومنین قرآن مجید کی صریح آیت اسرا کا کس طرح انکار کرسکتی ہیں ۔ اور عبد کا معنی کس طرح بھول سکتی ہیں ۔ کچھ لوگوں نے یہ جواب دیا کہ یہ روایت تو معراج کی دلیل ہے ۔ ام المومنین کا فرمان یہ ہے کہ شب معراج جسد مبارک روح مبارک سے گم اور جدا نہ ہوا بلکہ جسم وہیں پہنچا جہاں روح پہنچی ۔ خیال رہے کہ عائشہ صدیقہ معراج کی رات ایک قول میں پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں ان کے نزدیک معراج بعثت کے پانچویں سال ہوئی اور اسی سال شوال میں آپ کی ولادت ہوئی معراج کے تین ماہ بعد ۔ لیکن مشہور قول میں معراج گیارہویں سال ماہ رجب میں ۔ اس وقت عائشہ صدیقہ رض کی عمر پانچ سال کچھ ماہ تھی ۔ لہٰذا عائشہ صدیقہ یہ کس طرح کہہ سکتی ہیں کہ لیلۃ معراج میں نبی کریم کا جسم مبارک حجرے میں ہی رہا ۔ اس وقت تو نہ حجرہ تھا نہ عائشہ صدیقہ ۔

پانچواں اعتراض ۔ اہلسنت کے پاس دیدار باری تعالیٰ کی جتنی روایتیں ہیں ان سب میں رُؤیت رائیت ۔ رأی کے ہی صیغے آئے ۔ اور رُؤیت کے معنی ہیں خواب میں دیکھنا ۔ ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ خواب میں دیکھا ۔ **جواب** ۔ کتنا غلط اور کم علمی کا اعتراض ہے دیکھو اللہ کے کلام پاک میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے دیدار الٰہی کی تمنا کی ۔ وہاں الفاظ اس طرح ہیں ۔ اَرِنِیْ ۔ لَنْ تَرَانِیْ ۔ فَسَوْفَ تَرَانِیْ ۔ اے اللہ مجھ کو اپنا دیدار کرا ۔ جواب آیا تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکو گے ۔ اگر پہاڑ پر ٹھہرے رہے تو عنقریب مجھ کو دیکھ لوگے ۔ یہاں سب رُؤیت کے ہی صیغے ہیں ۔ کیا یہاں خواب میں ہی دیکھنے کا ذکر ہے ۔ کیا موسیٰ علیہ السلام خواب میں نہیں دیکھ سکتے تھے ۔ جب کہ خواب میں امام اعظم نے رب تعالیٰ کو سو مرتبہ دیکھا تھا ۔ اور پھر اگر یہ معراج خواب ہوتی تو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حطیم کعبہ میں معراج کا اعلان فرمایا تو ابوجہل اور کفار مکہ تعجب کرتے ہوئے تکذیب ۔ ہنسی مذاق ۔ اور گستاخی سے انکار نہ کرتے نہ بیت المقدس کی نشانیاں پوچھتے ۔ نہ نبی کریم ان کو بتاتے ۔ نہ وہ حیران ہوتے خواب میں دیکھ لینا تو کوئی کمال نہیں ۔ **چھٹا اعتراض** ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ۔ معراج میں دیکھنے کی دل نے تصدیق کی ۔ ثابت ہوا کہ یہ قلبی معراج تھی اور قلبی دیکھنا خواب ہوتا ہے ۔ **جواب** ۔ یہ الفاظ ہی معراج جسمانی اور رویت بیداری اور دید بصارت کی دلیل ہے ۔ اس لیے کہ دل تصدیق کرنے والا ہے اور تصدیق غیر کی ہوتی ہے ۔ خود باری تعالیٰ نے بتا دیا کہ دل نے کیا تصدیق کی ؟

فرمایا کہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی جو آنکھ نے دیکھا دل نے اسی کی تصدیق کی۔ **ساتواں اعتراض۔**
فتح الباری شرح بخاری میں ہے کہ انس بن مالک فرماتے ہیں فَاسْتَیْقَظَ وَھُوَ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ دوسری
روایت میں خود نبی کریم نے فرمایا بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ۔ ترجمہ ع۱ حضرت انس نے معراج کا پورا واقعہ سنا کر
فرمایا کہ جب نبی کریم بیدار ہوئے تو آپ مسجد حرام میں تھے ع۲ معراج کے وقت میں سویا ہوا تھا ثابت
ہوا معراج خواب ہوئی نہ کہ جسمانی۔ **جواب۔** ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ معراج چونتیس۳۴ دفعہ ہوئی۔ معترض
کی پیش کردہ یہ روایتیں واقعی معراجِ روحانی اور خواب کا ذکر کرتی ہیں۔ لیکن معراج جسمانی حضرت اُمِّ ہانی
کے گھر سے ہوئی۔ نیز ان روایتوں میں بیتُ المقدس جانے کا ذکر نہیں۔ اُمِّ ہانی والی معراج میں بیتُ المقدس
جانے کا ذکر ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار نے بہت زیادہ اعتراض سوال اور مذاق کئے
تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے کائنات والو۔ اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ۔ بیشک میں وہ
کچھ دیکھ سکتا ہوں جو تم میں کوئی نہیں دیکھ سکتا اور وہ کچھ سُن سکتا ہوں جو تم میں کوئی نہیں سن سکتا۔

آٹھواں اعتراض۔ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جب کوئی کہتا ہے کہ نبی کریم نے اللہ کو دیکھا تو میرے
رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ دیدارِ الٰہی ناممکن ہے۔ **جواب۔** ہم نے ابھی قرآن پاک کی آیت
لَنْ تَرَانِیْ۔ سے ثابت کر دیا کہ دیدارِ الٰہی جائز اور ممکن ہے۔ اُمّ المومنین کا یہ فرمانا کہ میرے رونگٹے
اس ذکر سے کھڑے ہو جاتے ہیں یا اس لیے ہے کہ وہ دیکھنے سے مراد اِدراک لے رہی ہیں۔ اور یہ
واقعی ناممکن ہے۔ یا اس لیے ہے کہ دیدارِ الٰہی اتنا مشکل ہے کہ موسیٰ علیہ السّلام صرف تجلّی دیکھ کر بیہوش
ہو گئے۔ اور ہم جیسے ذکر سن کر کانپ جاتے ہیں بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ تو اُسی کا حوصلہ ہے جس
نے دیکھا۔ حضرتِ عائشہ کی یہ اپنی ایک طرز بیانی ہے ورنہ اِس سے اِنکار ثابت نہیں ہوتا۔ بعض نے
جواب دیا کہ اُمّ المومنین کی مراد زمین پر رہکر دیدارِ الٰہی ناممکن ہے۔ ہاں لامکان پر جا کر درست ہے۔
بعض نے جواب دیا کہ یہ عقیدہ صرف عائشہ صدیقہ کا اپنا ہے۔ اسی لیے وہ اس عقیدے کے خلاف
بات سننا گوارہ نہیں کرتیں اور غصّے یا انتہائی ناگواری سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔
ورنہ یہ بات کسی اور نے نہ کہی۔ مخالفین اور منکرین کے پاس صرف عائشہ صدّیقہ اور عبداللہ بن مسعود کی
تین روایتیں ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ چونکہ دونوں قسم کی روایتیں ملتی ہیں رویت کی بھی نا دیکھنے کی بھی اور دیکھنے
والی کثیر ہیں لہٰذا مطابقت کی صورت بنانی زیادہ درست و مناسب ہے۔ اور مطابقت اس طرح ممکن
ہے کہ اُمّ المومنین کی روایتیں اس بنا پر ہیں کہ رویتِ الٰہی کا احاطہ کوئی نہیں کر سکتا۔ اور کوئی شخص اپنی مرضی
سے اپنی قوتِ اختیار سے نہیں دیکھ سکتا۔ جیسا کہ عام طور پر ہم اپنی مرضی سے ہر چیز کو دیکھ سکتے ہیں۔

لیکن باوجود نحن اقرب ہونے کے کوئی اپنی مرضی سے اس کو نہیں دیکھ سکتا ہاں جس کو وہ اپنا جمال دکھلائے اور دیکھنے کی قوت بخشے۔ ان کے لیے دیدار الٰہی ثابت ہے۔ اگر ہماری بیان کردہ یہ مطابقت پیدا نہ کی جائے تو ام المومنین پر چند الزام پڑتے ہیں۔ ۱ ام المومنین نے قدرت الٰہی کا انکار کیا۔ ۲ صریحی آیت کے اقتضا کا انکار کیا ۳ کثیر صحابہ کرام کے اقوال کا انکار کیا۔ ۴ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریحی فرمان کا انکار کیا۔ ۵ اپنی عمر سے پہلے یا چھوٹی بچپنے عمر کی حقیقت کا بلاوجہ انکار کیا ۶ عائشہ صدیقہ کو لاتدرکہ اور فسوف ترانی کا مطلب معلوم نہ ہو سکا۔ اور علم قرآن سے ناواقف رہیں معاذ اللہ۔

معراج کا مہینہ اور تاریخ اور سال

مؤرخین و محدثین کا اس میں اختلاف ہے کہ معراج کب ہوئی۔

۱ مشہور و معتبر یہ ہے کہ بعثت کے گیارہویں سال ماہ رجب ستائیس تاریخ کو آدھی رات کے وقت معراج شروع ہوئی دنیوی لحاظ سے آسمانوں کے اٹھارہ یا اٹھائیس سال گزار کر اسی رات تشریف لائے اور بوالیسی سدرۃ المنتہیٰ سے براق پر سیدھا خانہ کعبہ میں نزول فرمایا۔ ایک قول ہے کہ جنت کو جاتی دفعہ دیکھا اور دوزخ آتی دفعہ دیکھا ۲ ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے معراج ہوئی ۳ پانچ سال پہلے ہوئی ۴ بعثت کے پانچویں سال یعنی ہجرت سے آٹھ سال پہلے۔ ۵ سترہ ربیع الاول میں ہوئی یا انیس تاریخ ۶ گیارہ ربیع الآخر کو ہوئی ۷ ستائیس رمضان شب قدر میں ہوئی۔ ۸ ۱۲ شوال کو ہوئی ۹ صحیح یہ ہے کہ پیر کی رات کو ہوئی ۱۰ جمعہ کی رات کو ہوئی (از روح البیان جلد پنجم ص۱۰۶ ماثبت من السنۃ۔ ص۱۹۱) تمام عرب و عجم میں شب معراج کی فضیلت مشہور ہے۔ اور نبی کریم کے لیے یہ رات شب قدر سے افضل ہے۔ دنیا میں ہر جگہ یہ رات نہایت اہتمام سے عبادت و نوافل ذکر و اذکار کے ساتھ منائی جاتی ہے۔ اور مسلمان اس کو عظیم رات سمجھتے ہیں اور ہر جگہ ستائیسویں رجب کی رات ہی منائی جاتی ہے۔ معراج سے واپسی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے جنگل میں سے گزرے تو تین جگہ پر آپ نے تین قافلے دیکھے۔ ۱ مقام روحا پر بنی دوان کا قافلہ تھا۔ یہاں آپ کو پیاس لگی تو آپ نے براق سے اتر کر اہل قافلہ سے پانی طلب فرمایا انہوں نے دیا آپ نے پیا۔ اور آگے روانہ ہوئے۔ اہل قافلہ کو اس وقت آپ کی شخصیت سے کچھ ہیبت آئی اس کا ذکر

بائبل عہد نامہ قدیم میں بھی آتا ہے۔ چنانچہ یسیاہ باب ۲۱ آیت ۱۴ صفحہ ۶۷۶ پر ہے اے ددانیوں کے قافلو تم عرب کے جنگل میں رات کاٹو گے۔ وہ پیاسے کے پاس پانی لائے۔ پھر مقام بطیحا کے پاس سے گزرا تو قافلے والوں کا ایک اونٹ براق سے بدک کر بھاگا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی پھر تیسرا قافلہ مقام تنعیم میں ملا ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا غرضکہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک چیز کا نشان بتا دیا جنہوں نے مانا وہ مسلمان ہو گئے نہ ماننے والے پھر بھی کافر ہی رہے۔ روایت میں آتا ہے کہ لامکان پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باری تعالیٰ کے مقامات کی زیارت فرمائی اور ہر مقام پر اللہ ربّ العزت نے اپنے محبوب کو اُسی صفت کا حُلّہ عطا فرمایا۔ اور اس صفت کی قدرت وہمّت بھی عطا فرمائی۔ اور اپنے اُن صفاتِ ذاتیہ کے ناموں کو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لقب عطا فرمایا۔ اسی لیے وہ تمام القاب قرآن مجید میں مختلف جگہ پر اللہ تعالیٰ کے لیے ارشاد ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی چنانچہ۔ آسمائے صفاتیہ میں اللہ تعالیٰ کا اسم پاک بھی قَوِیٌّ ہے (پ ۲۸ سورہ مجادلہ رکوع ع۳) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک بھی (پ ۳۰ آیت ع۱۹ سورہ تکویر) ع۲ وَلِیٌّ۔ (اللہ تعالیٰ کے لیے پ ۶ سورہ مائدہ رکوع ع۱۲) نبی کریم کے لیے (پ ۶ سورۃ مائدہ ع۱۲) ع۳ حَقٌّ۔ اللہ کے لیے) پ ۲۳ سورۃ ص ع۱۳) نبی کریم کے لیے پ ۱۵۔ ع۶ شَہِیدٌ اللہ کے لیے پ ۴ سورۃ العمران رکوع ع۱ نبی کریم کے لیے پ ۵ سورۃ نساء رکوع ع۳ ع۷ ہادی۔ اللہ کے لیے پ ۱۹ سورۃ فرقان رکوع ع۱ رسول کریم کے لیے پ ۲۵ سورۃ شوریٰ آیت ۵۲۔ ع۸ نُورٌ۔ اللہ کے لیے (پ ۱۸ سورہ نور رکوع ع۱۱) نبی کریم کے لیے (پ ۶ مائدہ رکوع ع۷) ع۹ رحیمٌ اللہ کے لیے (پ ۲ بقرہ رکوع) نبی کریم کے لیے (پ ۱۱ سورہ توبہ رکوع ع۵)۔ ع۱۰ رؤفٌ اللہ کے لیے (پ ۲ رکوع ع۱) نبی کریم کے لیے (پ ۱۱ توبہ رکوع ع۵) ع۱۱ اَوّلٌ۔ فی الحقیقۃ اللہ کے لیے ع۱۲ آخرٌ۔ فی الحقیقہ۔ اللہ کے لیے (پ ۲۷ سورۃ حدید رکوع ع۱۷) یہی دونوں لقب مخلوق میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی۔ ع۱۳ ظاہرٌ ع۱۴ باطنٌ حقیقت میں اللہ کے لیے اور باعتبارِ مخلوق کے نبی کریم کے لیے (پ ۲۷ سورۃ حدید رکوع ع۱۷) ع۱۵ کریمٌ اللہ تعالیٰ کے لیے۔ پ ۱۹ سورۃ نمل رکوع ع۱۸۔ نبی کریم کے لیے پ ۲۹ سورۃ الحاقہ رکوع ع۶ ع۱۶ عزیزٌ پ ۲۸ سورۃ مجادلہ رکوع ع۳ اللہ تعالیٰ کے لیے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پ ۱۱ سورۃ توبہ رکوع ع۱۷ قریبٌ پ ۲ سورۃ بقرہ رکوع ع۶ اللہ تعالیٰ کے لیے۔ نبی پاک کے لیے پ ۲۲ سورۃ احزاب آیت ع۶۔ اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ننانوے نام بھی قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جَلَّ مَجْدُہٗ کے نام پاک بھی ننانوے مرقوم ہے واقعاتِ معراج میں

جو آیت احادیث وارد ہوئی ہیں اُن سے چند فوائد و مسائل حاصل ہوتے ہیں۔ فائدہ اور ثبوت یہ حاصل ہوا کہ آسمانوں کے دروازے ہیں۔ ملائکہ کے لیے علیحدہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علیحدہ خصوصی دروازے علیحدہ ہیں۔ فلاسفہ اور سائنسدانوں کا انکار بیہودہ اور کفریہ ہے۔

مسئلہ ۱ یہ حاصل ہوا کہ اگر کوئی شخص دروازے پر جا کر ے اور اندر سے پوچھا جائے کہ کون ہے تو فقط۔ میں۔ کہنا جائز نہیں۔ بلکہ اپنا پورا نام بتایا جائے۔ جیسا کہ حضرت جبرائیل علیہ السّلام نے پوچھنے والے فرشتے سے کہا۔ اَنَا جِبْرَائِیْلُ۔ صرف اَنَا نہ فرمایا۔ یہ فائدہ اور یہ مسئلہ حدیث معراج سے حاصل ہوا۔ **مسئلہ**۔ جو شخص اپنی تعریف سن کر اللہ کی حمد کرے اور شکر گزار بندہ اور عاجز بن جائے مغروریت اور فخر پیدا نہ ہو تو اُس کے سامنے اُس کی حقیقی تعریف کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ شبِ معراج بیت المقدس میں انبیاءِ کرام علیہم السّلام نے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ان کے سامنے فرمائی۔ یہاں تک کہ اظہارِ شکر کے لیے خود اپنی تعریف اور تمام اپنے اوصاف بیان کرنا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ نے اپنا تعارف فرمایا۔ **مسئلہ**۔ خانہ کعبہ سے ٹیک لگاتا اس کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھنا جائز ہے اسی طرح چلتے پھرتے کعبے معظمہ کی طرف پیٹھ ہو جانا بھی جائز ہے۔ یہ مسئلہ حدیثِ معراج سے مستنبط ہوا کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام بیت المعمور کی طرف پیٹھ لگائے بیٹھے تھے۔ جس کی خبر ہم کو ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی۔ اسی طرح قبر سے ٹیک لگانی بھی جائز ہے۔ کیونکہ بہر حال قبر سے کعبہ معظمہ افضل ہے۔ **چند اعتراض** بھی کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض**۔ آیتِ معراج میں فرمایا گیا ثُمَّ دَنَا۔ جس کا ترجمہ کیا جاتا ہے پھر رب تعالیٰ قریب آگیا۔ بخاری اور مسلم شریف نے دَنَا کی ضمیر فاعلی کا مرجع رب تعالیٰ کو ہی قرار دیا شریک ابن نمر کی حدیث میں حالانکہ رب تعالیٰ کا قریب ہونا دور ہونا محال ہے۔ یہ جسم کے خواص ہیں اور اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے۔ لہٰذا یہ ترجمہ اور شریک بن نمر کی روایت غلط ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ جبرئیل قریب آگئے۔

جواب۔ اس کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ دَنیٰ کی ضمیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور معنیٰ یہ ہے کہ نبی پاک صاحبِ لولاک اور زیادہ قریب ہو گئے۔ یہی معنیٰ ہم نے اپنی تفسیر میں شامل اور اختیار کیا ہے۔ اب تو کوئی اعتراض باقی ہی نہیں رہا دوسرا یہ کہ مسلم بخاری والی حدیث اور معنیٰ مطلب بھی صحیح ہے محال یا ناممکن نہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جسمانی قرب اور بُعد سے پاک و منزّہ ہے لیکن مجازًا اور رمزًا اللہ تعالیٰ کے لیے قریب آنا دور ہونا۔ اُترنا۔ آنا فرمانا۔ اللہ کے ہاتھ ہوتا جیسے الفاظ استعمال کرنا جائز ہے ان کی حقیقت رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ دیکھو قرآن مجید میں رب تعالیٰ

نے فرمایا یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ اور حدیث پاک میں ارشاد ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَنْزِلُ مِنْ سَمَاءِ الدُّنْیَا۔ اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف اترتا ہے۔ نیز حدیث پاک میں ہے کہ جو بندہ رب تعالیٰ کی طرف ایک قدم چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی طرف دس قدم آتا ہے۔ جو مطلب و معانی ان آیت میں کیا جائے گا وہی ثُمَّ دَنیٰ میں ہو سکتا ہے۔ **تیسرا جواب**۔ یہ کہ۔ حضرت جبرائیل کا قریب ہونا تو کسی طور درست نہیں۔ بلکہ دَنیٰ کی ضمیر کا مرجع جبرئیل امین کی طرف پھیرنا محض جہالت اور ہٹ دھرمی نادانی اور آیت کی تحریف ہے۔ اس لیے کہ یہاں فرمایا گیا ثُمَّ اور لفظِ ثُمَّ سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلے وہ قرب نہ تھا جواب ہوا۔ حالانکہ جبرائیل تو بیت الحرم سے ہی قریب چلے آرہے ہیں۔ بلکہ سدرہ پہ تو جبرئیل دور ہو گئے یہاں سے تو قرب کی نفی ہو رہی ہے اس لیے ماننا پڑے گا کہ یہاں قربِ ربانی ہی مراد ہے خواہ عبد کی طرف سے ہو یا معبود کی طرف سے

دوسرا اعتراض۔ اللہ تعالیٰ کے دیدار کے لیے اتنی دور لامکان پر کیوں بلایا گیا۔ زمین پر ہی دیدار کیوں نہ کرا دیا گیا جس طرح کہ زمین پر ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دفعہ جنت دوزخ۔ لوح و قلم کو دیکھا۔

جواب۔ اللہ تعالیٰ کے لیے تو سب کچھ ممکن ہے جہاں چاہے اپنا ظہور فرما دے مگر بندے کی آنکھ میں یہ طاقت نہیں کہ بلا حجاب اُس کو دیکھ سکے نیز نبی کریم کی ہی یہ شان ہے اور ہمت و طاقت ہے کہ دیدار الٰہی کی برداشت کر سکیں۔ آپ کے علاوہ زمین کی کوئی چیز دیدار تو درکنار تجلیات کی جھلک بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین پر ہی دیدار کرایا جاتا تو نبی پاک تو واقعی دیدار الٰہی سے مشرف ہو جاتے مگر باقی مخلوق زمین و زمین والے تباہ و برباد اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔ دیکھو شانِ نبوت کہ جب طور پر تجلی پڑی تو پہاڑ کے سخت پتھر بھی ٹکڑے ٹکڑے ریزہ ریزہ ہو کر جل گئے۔ مگر جسم موسیٰ علیہ السلام صرف بیہوش ہوا۔ ثابت ہوا کہ نبی کی طاقت پہاڑ والی سے زیادہ ہے۔ دو وجہ سے نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو لامکان پر بلا کر دیدار کرایا گیا۔ پہلی یہ کہ تجلیاتِ ذات کی وسعتوں کو زمین آسمان لوح و قلم عرش و کرسی جنت و دوزخ کوئی مقام متحمل و برداشت نہیں کر سکتا تھا اس لیے سدرہ سے بھی وراء الورا لامکان پر دیدار ہوا۔ دوسری وجہ یہ کہ شاید زمین پر رہتے ہوئے بصارتِ مصطفیٰ میں بھی دیدار کی برداشت نہ ہو۔ کیونکہ زمین پر تقاضاءِ بشریت غالب ہوں۔ لہٰذا وہاں بلا کر دیدار کا شرف بخشا جہاں نورانیتِ مصطفیٰ کا غلبہ ہوا بلا تشبیہ یوں سمجھو کہ نصف النہار پر سورج کو صاف آسمان سے کوئی نظر نہیں دیکھ سکتی۔ تو سورج کو دیکھنے کے لیے اس

چوٹی اور اس بلندی پر پہنچ جاؤ جہاں سے صبح کا سورج نظر آتا ہے یا اس جگہ پہنچ جاؤ جہاں سورج ہلکے بادلوں کے حجاب میں ہو۔ پس سورج کو دیکھنے کے لیے جانب سحر کی چوٹی پر چڑھنا پڑتا ہے اور رب کے دیدار کے لیے لامکان کی وسعتوں تک بلندی پر جانا پڑتا ہے۔ دیدار آفتاب کیلئے کسی بادل کا پردہ ہونا چاہیئے اور دیدار خالق تعالیٰ کے لیے حجاب نور ہونا چاہیئے۔ **تیسرا اعتراض۔** یہاں آیت پاک میں لیلاً کو نکرہ کیوں فرمایا گیا۔ اَللَّیْلَ معرّف باللام۔ کیوں نہ فرمایا گیا۔ تاکہ لیل کی عظمت ثابت ہو جاتی۔ **جواب۔** اس لیے کہ معرفہ فرمانے میں ساری رات مراد ہو جاتی جو خلاف حقیقت تھی۔ کیونکہ معراج شریف پوری رات نہیں ہوئی تھی بلکہ رات کے تھوڑے سے درمیانی حصے میں ہوئی تھی۔ اس چیز کی وضاحت اور اظہار کے لیے لیلاً نکرہ فرمایا گیا۔ **چوتھا اعتراض۔** یہاں فرمایا گیا مِنْ آیٰتِنَا۔ مِنْ بعضیت کا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سب آیتیں نشانیاں نہیں دکھائی گئیں بلکہ بعض آیتیں دکھائی گئیں۔ لیکن جب ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا تو بتایا گیا کہ ہم نے ابراہیم خلیل اللہ کو مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ سب کے سب دکھا دیئے۔ ثابت ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کا مقام و مرتبہ بہت زیادہ ہے **جواب۔** اس کے چند جواب دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں مِنْ تبعیضیہ نہیں ہے بلکہ مِنْ بیانیہ ہے۔ ہم نے اپنی تفسیر میں اسی قول کو اختیار کیا ہے اس صورت میں کوئی اعتراض نہیں پڑ سکتا۔ **دوسرا جواب۔** یہ دیا گیا کہ آیت سے مراد لامکان کی آیات ہیں جو آسمانوں زمین کے ملکوت سے بلند بھی ہیں اور زیادہ بھی بلکہ ملکوت آسمانی اور زمینی تو ان آیات کبریٰ کے رہ گزر میں پڑے ہیں۔ گویا کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیارے نبی کریم کی آیات کا صرف راستہ دکھایا گیا یعنی اسے خلیل اور کلیم ہمارا محبوب جن راستوں سے گزر کر ہماری آیتیں دیکھنے آئے گا تم ان راستوں کی زیارت کر لو اور اسے کلیم جن آیات کو ہمارا محبوب مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کی شان سے دیکھے گا تم کو ان آیات کی فقط جھلک دکھائی جاتی ہے۔ معترض نے جن ملکوت کا ذکر کیا ہے وہ میرے آقا نے تو گزرتے گزرتے اچٹتی نگاہوں سے دیکھ لیے آیات تو ابھی بہت بلندیوں پر ہیں **تیسرا جواب۔** یہ دیا گیا کہ جو ابراہیم علیہ السلام کو دکھایا گیا ان کا نام ملکوت ہے جو محبوب کو دکھایا گیا ان کا نام آیات ہے اور ملکوت کی وہ شان نہیں جو آیات کی ہے۔ اس لیے کہ ملکوت سے بُعد کا اشارہ ہے اور آیات سے قُرب کا اشارہ۔ آیت کا معنی ہے نشان اور نشان ہمیشہ نشان والے کے قریب ہوتا ہے کیونکہ نشان۔ نشان والے کے ملنے کا پتہ ہے ملکوت میں یہ بات نہیں۔ نیز ملکوت کی جغرافیائی نشاندہی کر دی گئی کہ وہ آسمان و زمین کے علاقے میں ہیں اور پتہ لگ گیا کہ ان ملکوت کو ابراہیم کے علاوہ بھی بہت

سے ملائکہ و انبیاء کرام آتے جاتے دیکھ سکتے ہیں مگر آیت کا جغرافیہ نہ بتایا گیا کہ وہ کہاں ہیں لہٰذا ان کو کوئی کیا دیکھ سکتا ہے بجز عبد محبوب کے **چوتھا جواب** ۔ یہ کہ ملکوت بھی تمام نہیں بلکہ بعض ہیں ۔ اس لیے کہ اضافت چیز میں کمی کو ثابت اور ظاہر کرتی ہے ۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام کو صرف آسمانوں اور زمین کے ملکوت دکھلائے گئے ۔ اس کے علاوہ بھی رب تعالیٰ کے کروڑ ہا ملکوت ہیں **پانچویں جواب** ۔ یہ کہ مِنْ تبعیضیہ سے یہ ثابت ہوا کہ بعض آیات وہ ہیں جو صرف دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں ان کے علاوہ ہزارہاں وہ نشانیاں بھی ہیں جن کو ہمارے محبوب نے سنا ۔ چکھا ۔ سونگھا ۔ اور محسوس فرمایا ۔

پانچواں اعتراض ۔ یہاں آیت پاک میں اَسْرٰی کیوں فرمایا گیا ۔ اس آیت سے معراج ثابت کی جاتی ہے ۔ اور اسریٰ معراج نہیں ہے ۔ **جواب** ۔ اَسْرٰی کا لغوی معنیٰ ہم نے تفسیر نحوی میں بیان کر دیا ہے یعنی سیر کرانا ۔ اور سیر عام ہے ہر طرح اور ہر طرف چلنے کو خواہ زمین پر دائیں بائیں آگے پیچھے جانا ہو یا اوپر کی جانب بشکلِ پرواز یا بشکلِ معراج اس لیے معراج کو اسریٰ کہنا بالکل درست ہے ۔ اسی طرح سفر بھی ہر طرف جانے کو کہدیا جاتا ہے ۔ سیر اور سفر خواہ ریل ۔ موٹر اور گھوڑے اونٹ پر ہو یا ہوائی جہاز پر یا بحری پر ۔ لیکن معراج کو رب تعالیٰ نے سیر کہا سفر نہ کہا اس کی چند وجہ اور چند اشارے ہیں ۔

ع۱ سفر غیر کی ملکیت میں ہوتا ہے سیر اپنی ملکیت میں ع۲ سفر میں تھکاوٹ ہوتی ہے سیر میں تراوٹ اور سکون ع۳ سفر میں منزل پر پہنچنا مقصود ہوتا ہے ۔ سیر میں ہر چیز دیکھنا مقصود ہوتا ہے معراج کو سیر فرمانے سے تین چیزیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ ساری کائنات نبی پاک کی ملکیت ہے حضور اقدس کہیں لامکان تک جا کر بھی مسافر نہ بنے ۔ شریعت میں اٹھاون میل تک جانے سے بندہ مسافر بن جاتا ہے لیکن اگر کسی کا گھر یا ملکیت رقبہ سو میل لمبا ہو تو وہ سو میل تک اپنے رقبے میں جانے سے مسافر نہ بنے گا ۔ نبی کریم کا ویسے حیاتِ طیبہ میں زمین پر دور دراز جانا اور اس کو سفر کہنا مجازاً اور شرعی مسائل سمجھانے کے لیے تھا ۔ یہاں مجاز کا ظہور ہے مگر معراج میں حقیقت کا ظہور ہوا ۔ دوم یہ کہ نبی کریم انتہائی قوت والے ہیں کہ اتنی دراز مسافت بھی نبی پاک کے لیے سیر ہی تھا نہ تھکاوٹ نہ نقاہت مثلِ سیر تر و تازہ ہی رہے سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کچھ دکھا دیا کہ سیر دکھانے کے لیے کرائی جاتی ہے ۔

ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ ۗ إِنَّهُ كَانَ

سنو اسے اُن کی نسلو جن کو لادا تھا ہم نے ساتھ حضرت نوح کے کہ بیشک وہ نوح تھے

اے اُن کی اولاد جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا بیشک وہ بڑا شکر گزار

عَبْدًا شَكُورًا ③ وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَاءِيلَ

بندے ہر وقت شکر کرنے والے اور فیصلہ بھیج دیا ہم نے۔ طرف بنی اسرائیل کے

بندہ تھا اور ہم نے بنی اسرائیل کو

فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَ

میں کتاب کہ یقیناً تم ضرور فساد ڈالو گے میں۔ زمین دو مرتبہ اور

کتاب میں وحی بھیجی کہ ضرور تم زمین میں دوبارہ فساد مچاؤ گے اور

لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ④ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا

کچھ دنوں کے لیے بڑے بھی بن بیٹھو گے بہت بڑا بننا۔ تو جب آیا وعدہ تھا پہلا اُن دونوں میں سے

ضرور بڑا غرور کرو گے۔ پھر جب اُن میں پہلی بار کا وعدہ آیا ہم نے تم پر اپنے

بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ

بھیجا ہم نے تم پر اپنے ان عبادت کرنے والوں کو جو سخت جنگ کے ماہر تھے

بندے بھیجے سخت لڑائی والے تو وہ شہروں کے اندر تمہاری تلاش کو

فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ ۚ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا ⑤

تو چھین کر پکڑا انہوں نے گھروں کے اندر سے اور تھا وعدہ تقدیر میں پورا کیا ہوا

گھسے اور یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہونا تھا۔

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق - چونکہ بیت المقدس سے یہود و بنی اسرائیل کا خاص لگاؤ تھا اور موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ رب تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر بہت کرم نوازیاں فرمائیں تھیں اس لیے پچھلی آیتوں میں بیت المقدس اور موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہوا اور اب ان آیات میں بنی اسرائیل کے فساد اور سرکشی ناشکری کا ذکر فرمایا گیا۔ **دوسرا تعلق** - پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہوا جو پہلے صاحبِ کتاب نبی تھے اور جنہوں نے کفر فرعونی کے ذلت آمیز طوفان اور کئی مرتبہ عذابِ الٰہی کی لہروں سے اور دریائے نیل کے پانی سے بنی اسرائیل کو بچایا۔ اور فرعونیوں کو ڈبویا۔ اب ان آیات میں۔ پہلے صاحب شریعت نبی حضرت نوح کا ذکر ہو رہا ہے جن کے ذریعے رب تعالیٰ نے طوفانِ عظیم کے پانی سے نوعِ انسانی کو بچایا اور تمام کافروں کو ڈبویا۔ **تیسرا تعلق** - پچھلی آیت میں بہت اہتمام سے رب تعالیٰ نے اپنے ایک خاص بندے محمد مصطفیٰ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جن سے معراج میں کلام فرمایا۔ اور کلیم اللہ حضرتِ موسیٰ کا ذکر فرمایا جن سے طور پر کلام فرمایا۔ اب ان آیات میں اپنے ایک اور نبی حضرت نوح کو بھی بندہ کہہ کر مذکور فرمایا جا رہا ہے۔ جن سے رب کریم نے طوفانِ کشتی میں کلام فرمایا۔

تفسیر نحوی ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا ۔ وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ ۔ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا۔

ذُرِّیت - اسم جنسی - جمع کے لیے مستعمل ہے - بمعنی نسل خواہ چھوٹی اولاد ہو یا بڑی۔ ذرءٌ یا ذرٌّ۔ ذرٌّ سے بنا ہے بحالتِ نصب ہے یا اس لیے کہ حرفِ ندا پوشیدہ ہے اور یہ منادیٰ مضاف ہے۔ یا اس لیے کہ مفعول بہ اوّل ہے اَلَّا تَتَّخِذُوا کا اور وکیلاً اس کا دوسرا مفعول اگرچہ لفظی عکس ہے مگر معنوی جو بعد میں ہے وہ پہلا ہے۔ مگر پہلی ترکیب زیادہ قوی۔ دراصل تھا کُونُوا یا ذُرِّیَّۃَ - مَنْ۔ اسم موصول مضاف الیہ ہے ذرّیت کا۔ یا دراصل تھا۔ اِسْمَعُوْا یَا ذُرِّیَّۃَ۔ ہم نے اپنے ترجمہ میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ یہ آسان بھی ہے اور تکلفات سے مبرّا بھی۔ حَمَلْنَا۔ بابِ ضَرَبَ کا ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم متعدّی بیک مفعول۔ حَمْلٌ سے بنا ہے بمعنی سوار کرنا۔ اٹھانا۔ چڑھانا۔ لادنا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ مخاطب اللہ تعالیٰ ہے مَعَ۔ اسم ظرفِ مکانی مضاف ہے۔ نُوح۔ اسم معرفہ عَلَمی اسم مفرد جامد نَوحٌ مصدر ہے بمعنی رونا۔ آہ و زاری کرنا۔ عَلَم ہو کر حاصل مصدر ہوا۔ بعض فرماتے ہیں یہ لفظ حضرت نوح علیہ السلام کا ذاتی نام ہے بلا صفت بچپن شریف سے رکھا گیا۔ بعض نے فرمایا

یہ صفاتی نام ہے آپ دعا میں روتے بہت تھے اس لیے آپ کا نام یہ ہوگیا ۔ تو یہ اس قول کے مطابق مصدر بمعنیٰ اسم فاعل ہے ۔ مضاف الیہ ہے مَعَ کا ۔ مرکب اضافی ظرف ہے حَمَلْنَا کا ۔ یا ظرف ہے کُونُوا پوشیدہ کا یعنی ہوجاؤ تم نوح کے ساتھ عقیدہ عمل اتباع میں ۔ لیکن ہماری ترکیب میں مَعَ کا تعلق پوشیدہ سے نہیں ۔ حَمَلْنَا اپنے فاعلی ظرف سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا ۔ موصول صلہ مل کر مضاف الیہ ہے ذریۃ کا یہ مرکب اضافی منادیٰ ہے یا حرفِ ندا پوشیدہ کا وہ قائم مقام اُدْعُوْ کا ہو کر اِسْمَعُوْا فعل پوشیدہ کا مفعول ہوا اِنَّ حرفِ مشبہ ۂ ۔ ضمیر واحد مذکر غائب اس کا مرجع نوح ہیں منصوب متصل کیونکہ اسم ہے اِنَّ کا ۔ کَانَ فعل ماضی مطلق ناقصہ ھُوَ پوشیدہ اس کا اسم ہے عَبْدًا ۔ اسم مفرد جامد ۔ بمعنیٰ عبادت کرنے والا موصوف شَکُوْرًا ۔ بروزن فَعُوْلٌ اسم مبالغہ ہے بمعنیٰ بہت شکر کرنے والا ۔ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی بھی صفت غیر خصوصی ہے ۔ جتنی بھی غیر خصوصی صفات ہیں وہ لفظاً اگرچہ بندے کی طرف بھی نسبتِ صفاتی ہوجاتی ہیں مگر سینکڑوں فرق ہوتے ہیں ۔ اسی طرح یہاں بھی جب لفظِ شکور صفتِ باری تعالیٰ ہوگی تو بمعنیٰ بہت شکر قبول کرنے والا ۔ بحالتِ فتحہ ہے صفت تابع ہے ۔ یہ مرکب توصیفی خبرِ کان ہے ۔ جملہ فعلیہ ناقصہ ہوکر خبر ہوئی اِنَّ کی ۔ وہ جملہ اسمیہ مکمل ہوکر اِسْمَعُوْا پوشیدہ کا مفعول بہ ہوا اور وہ جملہ فعلیہ مکمل ہوا ۔ واؤ سرِ جملہ ۔ قَضَیْنَا ۔ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق جمع متکلم مثبت معروف قَضْیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ فیصلہ کرنا ۔ اطلاع بھیجنا ۔ یہاں دوسرے معنیٰ ہیں اِلیٰ حرفِ انتہاءِ غایت کے لیے بَنِیْ ۔ جمع مذکر سالم ہے بِنْ (ابن) کی دراصل بَنِیْنَ تھا مضاف ہونے کی بنا پر نونِ اعرابی گر گیا ۔ بحالتِ کسرہ اِلیٰ سے ۔ اِسْرَائِیْلَ اسم غیر منصرف ہے نام عجمی ہے ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذاتی نام ہے ۔ مضاف الیہ ہے بَنِیْ کا اس لیے مجرور ہے ۔ مرکبِ اضافی جار مجرور متعلق اوّل ہے ۔ فِیْ جارہ ظرفیہ مکانیہ ۔ الف لام عہدی ۔ کِتٰب اسم مفرد جامد حاصل مصدر ثلاثی بمعنیٰ مکتوب ۔ مراد توریت ہے ۔ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے ۔ لام قسمیہ ہے ۔ لَتُفْسِدُنَّ لام تاکید با نون تاکید ثقیلہ مضارع بمعنیٰ مستقبل باب افعال کا جمع مذکر حاضر ۔ مصدر ہے اِفْسَادٌ ۔ فساد کرنا ۔ گڑ بڑ مچانا ۔ برائی پھیلانا ۔ فَسَدٌ سے بنا ہے فِیْ جارہ ظرفِ مکانی کے لیے ۔ الف لام عہد خارجی ۔ اَرْضِ ۔ اسم مفرد جامد مؤنث لفظی ہے ۔ بمعنیٰ زمین مراد ہے علاقہ مَرَّتَیْنِ ۔ اسم تثنیہ ہے واحد ہے مَرَّۃٌ ۔ جمع مؤنث سالم ہے مَرَّاتٌ ۔ مَرٌّ سے بنا ہے آخر میں ۃ مصدر کی ہے بعض کے نزدیک ۃ وحدت کی ہے ۔ مگر صحیح پہلا قول ہے مَرٌّ لازم ہے مَرَّۃٌ متعدی ہے بمعنیٰ گزرنا ۔ واحد کا معنیٰ ایک دفعہ گزرنا ۔ اسم جامد ہوکر واحد تثنیہ جمع ہوا بمعنیٰ مرتبہ ۔ بار ۔ دفعہ ۔

ظرف زمانی ہے۔ لَتُفۡسِدُنَّ کا۔ اور وہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ لَتَعۡلُنَّ۔ لام تاکید با نون تاکید ثقیلہ مضارع بمعنیٰ مستقبل۔ دراصل تھا لَتَعۡلُوۡنَنَّ۔ واؤ جمعیت کی نون ثقیلہ سے گر گئی۔ اور ما قبل کا ضمہ علامتِ جمع ہوا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ عُلُوٌّ سے بنا ہے بمعنیٰ۔ بڑا سمجھنا خود کو۔ بڑا بننا۔ اترانا۔ غرور کرنا۔ بڑی بغاوت کرنا۔ یہاں ہر معنیٰ درست ہے۔ عُلُوًّا۔ اسم مصدر مفعول مطلق ہے اسی اپنے فعل کے ہم معنیٰ ہے اسی لیے بحالتِ نصب ہے موصوف ہے کَبِیۡرًا۔ صفت تاکیدی ہے۔ بروزنِ فعیل مبالغہ ہے بمعنیٰ بہت بڑائی والا۔ ترجمہ بہت بڑائی والا غرور کرنا۔ یہ مرکب توصیفی مفعول مطلق۔ لَتَعۡلُنَّ جملہ فعلیہ ہو کر۔ معطوف ہوا ما قبل کا۔ پورا جملہ عاطفہ مفعول بہٖ ہوا قَضَیۡنَا کا۔ وہ جملہ فعلیہ خبریہ مکمل ہوا۔ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ اُوۡلٰىهُمَا بَعَثۡنَا عَلَيۡكُمۡ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِىۡ بَاۡسٍ شَدِيۡدٍ فَجَاسُوۡا خِلٰلَ الدِّيَارِ‌ ؕ وَكَانَ وَعۡدًا مَّفۡعُوۡلًا۔ واؤ استینافیہ۔ اِذَا ظرفیہ شرطیہ زمانیہ جَآءَ۔ باب ضرب کا فعل ماضی مطلق صیغہ واحد مذکر غائب جَیۡئٌ سے بنا ہے بمعنیٰ آنا۔ بہر حال متعدی ہے۔ وَعۡدُ۔ مرفوع ہے فاعل ہے جَآءَ کا۔ اسم مفرد حاصل مصدر معرب نکرہ تنوین سے مانع مضاف ہونا ہے۔ اُوۡلٰی۔ اسم تفضیل مؤنث اس مذکر اَوَّلُ ہے۔ دراصل تھا۔ اَوۡاَلُ۔ اس کا مادہ مصدر اَوۡلٌ ہے بمعنیٰ پہلے ہونا۔ اُولیٰ ہونا وَعۡدُ کا صفت مضاف الیہ ہے۔ وَعۡدُ کا معنیٰ عہد۔ فیصلہ۔ مقرر شدہ قانون یا بات۔ یہاں مراد آخری معنیٰ ہے۔ هُمَا۔ تثنیہ مذکر غائب یا مؤنث غائب مرجع مرتین ہے مجرور ہے مضاف الیہ ہے اُولیٰ کا یہ ڈبل مرکب اضافی فاعل ہے جَآءَ کا۔ اور وہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی۔ بَعَثۡنَا۔ باب فتح کا ماضی مطلق جمع متکلم۔ مخاطب اللہ تعالیٰ۔ بَعۡثٌ سے بنا ہے بمعنیٰ۔ زندہ کرنا۔ اٹھانا۔ بھیجنا۔ متعدی ہے۔ لازم بھی ہوتا ہے بمعنیٰ جی اُٹھنا۔ زندہ ہونا۔ عَلیٰ جارہ قرب مکانی کے لیے بمعنیٰ عِنۡدَ کُمۡ ضمیر جمع مذکر حاضر مرجع ہے بنی اسرائیل۔ جار مجرور متعلق ہے بَعَثۡنَا کا۔ عِبَادًا جمع مکسر کثرت ہے عَبۡدٌ کی۔ ایک قرأت میں عَبِیۡدًا ہے جمع مکسر قلت۔ عَبۡدٌ اسم حاصل مصدر ہے بمعنیٰ عبادت گزار فرماں بردار۔ ماتحت۔ مملوک پہلے معنیٰ میں صرف اللہ کا عبد ہو سکتا ہے دوسرے معنیٰ میں نبی پاک کا عبد ہو سکتا ہے۔ تیسرے معنیٰ میں ہر شخص مومن کافر۔ امیر غریب کا عبد ہو سکتا ہے جیسے پہلے زمانے میں لونڈی غلام ہوتے تھے اسلام نے اس کو ختم کیا۔ یہاں مراد مخلوق ہے نہ کہ عبادت گزار۔ بحالتِ نصب ہے کیونکہ مفعول بہٖ ہے بَعَثۡنَا کا لام ملکیت کا نَا ضمیر جمع متکلم کا مرجع باری تعالیٰ عَزَّ اسمہٗ ہے۔ جار مجرور متعلق ہے مخصوص اسم مفعول پوشیدہ کا یا مَعِیۡنٌ پوشیدہ کا وہ جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہوئی عِبَادًا کی مرکب توصیفی مُبۡدَلُ مِنۡهُ ہوا۔ اُولِیۡ۔ اسم ملکیت ہے۔ جمع جنسی ہے مذکر ہے اس کا مؤنث ہوتا ہے اُوۡلَاتِ۔ بحالتِ فتحہ ہے کیونکہ بدل تابع

عِبَادًا مفتوح کا۔ ہمیشہ مضاف ہوتاہے اسم ظاہر کا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا واحد ذُو ہے۔ مگر امام نحو حضرت حکیم الامت بدالیوتی نعیمی اس کو غلط قرار دیتے ہیں کیونکہ ذُو کی جمع ذُوُو ہے۔ اولی اسم مکبّرہ ہے۔ ذُو کے افراد میں شامل ہو کر مضاف ہے بَأس۔ اسم مفرد جامد بمعنی طاقت۔ قوت۔ دلیری۔ دبدبہ۔ سختی۔ آفت۔ شدید جنگ لڑائی۔ یہاں بمعنی طاقت ہے۔ موصوف ہے شدید۔ اسم صفت مشبہ مبالغہ تاکیدی کے لیے یعنی بہت ہی شدید سخت قوت۔ صفت ہے۔ اس لیے مجرور ہے یہ مرکب توصیفی مضاف الیہ اُولیٰ کا۔ اور یہ مرکب اضافی بدل ہو کر۔ مفعول بہ ہے بَعَثْنَا کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر جزاء اوّل ہے اِذَا جَاءَ کا۔ فَ جزائیہ جَاسُوْا۔ باب نصر کا ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب جَوْسٌ سے بنا ہے بمعنی بلا اجازت داخل ہونا۔ ہمت سے گھسنا۔ ھُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع عِبَادًا ہے خِلٰلَ اسم ظرف مکانی۔ مصدر ثلاثی بروزن فعالٌ۔ خَلَلٌ سے بنا ہے بمعنی بیچ میں ہونا۔ اگر خُلَّلٌ سے ہو تو بمعنی دوستی ہے وہ خِلَال جو خُلَّلٌ سے بنا ہے وہ جمع خلیل بمعنی دوست کی۔ اسم جامد ہے مضاف ہے۔ الف لام استغراقی ہے دِیَار جمع مکسر کثرت واحد ہے دار بمعنی چار دیواری والا گھر۔ خواہ چار دیواری اینٹوں کی ہو یا کپڑے کی یا پتوں درختوں کی۔ یا مٹی کی اس کی جمع قلت اَدْوَار ہے۔ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے جَاسُوا۔ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزاء دوم ہے اِذَا جَاءَ کی۔ پہلی جزا کا نام جزاءِ عملی ہے دوسری جزا کا نام جزاءِ انجامی یا جزاءِ عاقبت ہے۔ شرط اپنی دونوں جزاؤں سے مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہوا۔ واؤ سر جملہ کَانَ۔ فعل ماضی مطلق بمعنی ماضی بعید تامّہ صیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل اس میں پوشیدہ ضمیر ھُوَ ہے جس کا مرجع وَعْدٌ ہے وَعْدًا اسم مفرد بمعنی فیصلہ ذُوالحال ہے۔ مَفْعُوْلًا۔ اسم مفعول ہے صیغہ واحد مذکر بمعنی کیا ہوا۔ حال ہے۔ ذوالحال حال مل کر مفعول بہ ہے۔ ایک ترکیب میں کَانَ ناقصہ ہے۔ ھُوَ مستتر فاعل ہے۔ وَعْدًا خبر ہے۔ یہ جملہ فعلیہ تامّہ یا ناقصہ ہو کر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۔ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۔ وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔

اسے اُن لوگوں کی تا قیامت اولاد جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا۔ بیشک نوح بہت ہی ہر لمحے ہر گھڑی شکر کرنے والے تھے۔ نوح علیہ السلام تا قیامت ہر انسان کے جدّاعلیٰ ہیں۔ اور ذُرِّيَّةَ مَنْ فرمانا یا اَیُّھَا النَّاس کے مرتبے اور ہم معنی ہے۔ تا قیامت ہر انسان کو خطاب ہے۔ اس لیے کہ طوفان نوحی میں صرف وہی انسان زندہ بچے تھے روئے زمین پر جو کشتیٔ نوح میں سوار ہوئے تھے۔ اور آئندہ نسل انسانی حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں ۱ سام ۲ حام ۳ یافث کی ہی اولاد اب تک

ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ سام کی ساری اولاد میں حضرت ابراہیم اور بعد کے سارے انبیاءِ کرام علیہم السّلام تشریف لائے۔ محققین فرماتے ہیں کہ دنیا میں صرف ایک سو چالیس قومیں ہوئیں اور یہی تاقیامت جاری ہیں۔ حضرت نوح علیہ السّلام کے پانچ بیٹے تھے ایک جوانی میں کنوارہ فوت ہوا۔ ایک طوفان میں غرق ہوا۔ اور تین بیٹے مومن صحابی ہوئے۔ صرف ان کی نسل سے دنیا آباد کی گئی اسی وجہ سے نوح علیہ السّلام کو آدمِ ثانی کہا جاتا ہے۔ کشتی کے باقی سواروں کی نسل نہ چلی۔ دنیا میں تین قومیں بہت زیادہ تعداد میں ہوئیں۔ ۱ بنی اسرائیل ۲ بنی اسماعیل موجودہ سید حضرات۔ ۳ یافث کے پوتے مہران کی اولاد یاجوج و ماجوج۔ حضرت نوح علیہ السّلام کے پوتے ایک سو چالیس ہوئے جن کے ناموں پر دنیا کی قومیں بنیں بعد میں اُن کی شاخ در شاخ ہزاروں کی تعداد میں پھیلے اور شعبے اور برادریاں بنتی چلی گئیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ فرمایا یہ جا رہا ہے۔ کہ اسے تاقیامت کافرو منکرو تم کفر اور ناشکری کیوں کرتے ہو تم سب کے جدِّ اعلیٰ ابوالبشر ثانی حضرت نوح تو ہر وقت قول فعل قلب و نظر عمل کردار سے رب تعالیٰ کا شکر ہی کرتے تھے۔ ایک لقمے پر کہتے تھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ وَلَوْ شَاءَ اَجَاعَنِیْ۔ ایک ایک گھونٹ پر فرماتے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سَقَانِیْ وَلَوْ شَاءَ اَظْمَئَنِیْ۔ جب بھی لباس پہنتے خواہ کیسا ہی تو کہتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَلْبَسَنِیْ کَسَانِیْ وَلَوْ شَاءَ لَاَعْرَانِیْ تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھ کو کھلایا اگر چاہتا تو بھوکا رکھتا۔ جس نے مجھ کو پلایا اگر چاہتا تو پیاسا رکھتا۔ جس نے مجھے پہنایا اگر چاہتا تو ننگا رکھتا۔ اس کے علاوہ کردارِ شریعت سے بھی شکر ہی کرتے تم کیوں ان کے راستے پر نہیں چلتے۔ اور ایسے نبی محمد رسول اللہ کی شریعت ابدی پر عمل و ایمان نہیں لاتے جس نبی نے ابھی ابھی اپنے اللہ کو دیکھا ہے جس کی شکر گزاری میں نوح علیہ السّلام نے خلوت و جلوت زندگی کے ہر زمانے میں نمازیں پڑھیں۔ بلکہ بعد وفات بھی بیتُ المقدّس میں ہمارے اس محبوب بندے کے پیچھے نمازِ شکر و اتباع ادا فرمائی اور ہمارا یہ محبوب بندہ جو ابھی ابھی ہماری ذات و صفات اور ہماری کروڑہا نشانیاں اور جنت و دوزخ بلکہ غیبِ ملکوتِ سماوات والارض کی تمام پوشیدہ چیزیں دیکھ کر آیا ہے اسی کی زبانی قرآن کی بیانی وہ حقائق واقعاتی سنو جس کا ذکر صدیوں پہلے ہم نے بذریعہ وحی صُحفِ موسیٰ اور توریتِ موسیٰ میں بھیج دیا تھا۔ بنی اسرائیل کی طرف۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

آج موجودہ بائبل کی کتاب ارمیاہ۔ یسعیاہ۔ زبور۔ احبار۔ حزقی ایل کی سطروں میں بھی یہ تمام باتیں لکھی ہوئی

ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں یہاں کیا گیا۔ یہ غیبی اور مکتوبی خبر مکے کی سرزمین میں ایک اُمی لقبی شخص کی زبانی سننا اس بات کا عظیم ثبوت ہے کہ یہ قرآن کلامِ الٰہی ہے۔ اسی لیے جب یہ آیت نازل ہوئیں اور یہود و نصاریٰ نے سنیں تو بہت سے اسرائیلی مسلمان ہو گئے۔ تورات میں لکھا تھا کہ اے بنی اسرائیل تم آنے والے زمانوں میں دو مرتبہ بہت سخت فساد اپنی زمین علاقہ میں مچاؤ گے اور ہر طرح بہت سے انبیاء اولیاء کے سمجھانے کے باوجود بہت بڑا غرور تکبر گھمنڈ سرکشی نافرمانی کرو گے اور اس کی سزا میں اللہ کی طرف سے تم پر زمینی عذاب و سزاءِ ذلت آئے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا تھا کہ جب برادرانِ یوسف علیہ السلام نے اپنے آبائی وطن فلسطین کو ہمیشہ کے لیے مکمل طور پر چھوڑ کر علاقہِ مصر میں سلطنت و حکومت کے ذریعے رہائش اختیار کی اور نیکیوں عبادتوں کی وجہ سے ان کو ہزاروں سال تک بہت عزت و نعمت کی حیاتِ طیبہ عطا ہوئی پھر ان میں گمراہی گناہ فسق و فجور بے غیرتی۔ ظلم۔ فرقے بازی اور بدکاری کی بیماریاں پیدا ہوئیں تو اُن پر فرعونِ موسوی کو مسلط کیا گیا جس نے تقریباً تین سو سال تک بنی اسرائیل کو سخت ذلیل رکھا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے جب بنی اسرائیل کو مصر سے نکالا تو حکم خداوندی ہوا کہ جاؤ اپنے رب تعالیٰ کے حکم سے اپنے آبائی علاقے فلسطین کو بذریعے جہاد قومِ جالوت سے پاک کرو اور فتح کر کے اس میں سے کفر و شرک کو نکال کر شمع توحید اور ہدایتِ نبوت سے بقعۂ نور بنا دو۔ قومِ جالوت بہت دراز قد اور شہزور تھی۔ اس کے پانچ گروہ تھے۔

۱ قوم حطی ۲ فریذی ۳ فلسطی ۴ کنعانی ۵ حموری یبوسی۔ سردارانِ بنی اسرائیل نے کچھ جاسوس اُن کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے بھیجے۔ جنہوں نے واپس آ کر ان کی شہزوری کا تذکرہ کیا تو بنی اسرائیل بزدل ہو گئے اور موسیٰ علیہ کا حکم جہاد ماننے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ یا موسیٰ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا۔ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ۔

(سورہ انعام آیت ۲۶) اے موسیٰ ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے جب تک وہ قوم وہاں ہے۔ تم اور تمہارا رب جنگ کرو ہم تو یہیں بیٹھیں گے۔ تب اُن کو مقامِ تیہہ میں چالیس سال تک قید کیا گیا۔ پھر جب چالیس سال بعد منّ و سلویٰ سے اکتا کر انہوں نے سبزیاں اور دالیں مانگیں تو ان کو مصر اور فلسطین میں جانے کی اجازت ملی۔ لیکن امیری اور دولت کھیتی باغات کی فراوانی کی بنا پر قوم بنی اسرائیل پھر سرکش بے غیرت ظالم نافرمان ہو گئی اور بجائے دیگر کفار مشرکین کو درست اور مومن بنانے کے خود بھی کفار کی طرح مشرک بننے لگے۔ ان مشرک قوم کے مخصوص [illegible] بت ۲ بعل۔

کی پرستش کرنے ان پر قربانیاں چڑھانے لگے۔ بعل ایک پانچ سر والا بت تھا جس کی پوجا وہاں
کا بادشاہ بک کیا کرتا۔ اسی لیے اس شہر کا نام بعلبک ہے۔ اور جب ان بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے
انبیاء کرام تشریف لائے تو ان پیاروں محبت کرنے والے انبیاء کرام کی انہوں نے سخت مخالفت
کی اسی مخالفت کا ذکر یہاں وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (الخ) میں ہو رہا ہے۔ اور دو خصوصی واقعات
کی طرف اشارہ ہو رہا ہے۔ پہلا واقعہ اور بنی اسرائیل کی سرکشی نافرمانی کا ظہور اس وقت عروج پہنچا
جب ان ہی لوگوں نے زمین پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جو پہلے نبی مبعوث ہوئے حضرت
شعیا علیہ السلام ابن امصیا کو شہید کیا۔ یہ نبی توریت کی تبلیغ فرماتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی بشارتیں سناتے تھے اور کفار ان بنی اسرائیل کو کفر و گناہ سے باز رہنے کی ہر وقت تلقین فرماتے
رہتے تھے ایک دفعہ اسرائیلیوں نے سخت غصے میں آپ پر قاتلانہ حملہ کیا آپ نے ایک درخت کی
کھوہ میں پناہ لی درخت قدرت الٰہی سے بند ہو گیا۔ دشمنوں نے آرے سے درخت کو کاٹ دیا
جس سے آپ شہید ہو گئے کُل چار نبی شہید کیے گئے اُن میں یہ پہلے تھے اس قتل اور کفر شرک گناہ
کے بدلے ان کو قتل عام کی سزا ملی اور یکے بعد دیگرے رومی بادشاہ آدکس انٹی اُسی کو جالوت کہا گیا
ہے اور پومپی بادشاہ۔ اور شاہ روم ٹیٹس نے ایسے سخت حملے کئے کہ بنی اسرائیل کو اُدھیڑ کر رکھ دیا یہ
تینوں بادشاہ قوم عمالقہ سے تھے انہوں نے بنی اسرائیل کی حکومت تباہ ملک اور ملکیت ویران لاکھوں
اسرائیلی قتل ہوئے اور ہزاروں ذلت کی غلامی میں چلے گئے صدیوں بعد پھر رحمت الٰہی نے دستگیری فرمائی
اور حضرت طالوت۔ حضرت داؤد اور سلیمان علیہم السلام نے اپنی حکومتیں قائم فرمائیں اور ان کو چین
نصیب ہوا حضرت سلیمان کے بعد پھر بنی اسرائیل شرک کفر اور ظلم و گناہ میں مبتلا ہو گئے۔ اور دوسری
دفعہ یہ فساد مچایا کہ حضرت ذکریا علیہ السلام اور ارمیاہ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کو شہید کیا۔ ایک
روایت ہے کہ عزیر علیہ السلام کو قتل کیا گیا اور ارمیاہ علیہ السلام کو صرف قید کیا گیا اور قید میں ہی فوت
ہوئے زخمی بھی کیا گیا (معاذ اللہ) اس قتل کے عذاب میں بخت نصر (بنوکدنذر) بابل شہر کا بادشاہ حملہ آور
ہوا اور بے انتہا تباہی مچائی یہاں تک کہ ہیکل سلیمانی کو بھی بالکل بنیادوں سے اُکھیڑ دیا یہ دوسرا
واقعہ عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو ستاسی [۵۸۷] سال پہلے ہوا ایک روایت کے مطابق ہے دو سو سال پہلے
حضرت طالوت کی بادشاہت ایک ہزار بیس [۱۰۲۰] سال پہلے ہوئی اور داؤد علیہ السلام کی حکومت ایک ہزار
سال قبل مسیح سلیمان علیہ السلام کی سلطنت نو سو اکسٹھ سال قبل مسیح ہوئی اور پہلا فساد دو ہزار سال
قبل مسیح برپا کیا۔ مرتین کی تفسیر میں مفسرین کے چند اقوال اور بھی ہیں مگر صحیح تر یہی قول ہے جو یہاں

ہم نے نقل کر دیا۔ فِی الْاَرْضِ سے مراد علاقائی زمین شام۔ یروشلم۔ بیت المقدس اور فلسطین ہے
بنی اسرائیل نے جب پہلی مرتبہ اور دوسری مرتبہ انبیاء کرام کو شہید کر دیا اور کچھ دنوں تک ان کو کچھ
نہ ہوا تو ان کو غرور اور ظلم دیگر اہلِ ایمان پر حد سے بڑھ گیا۔ اسی کا ذکر ہے وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا (الخ)
میں فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُولٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ
وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۔ تو جب بنی اسرائیل کی پہلی بدبختی سرکشی ظلم قتلِ شعیا
علیہ السلام کے خمیازے میں عذابِ الٰہی کے وعدے کا وقت آ گیا۔ تو زمین ہی کے بندوں کے سخت
قوت طاقت اور جابر طبیعت والے لشکر بنی اسرائیل پر مسلّط کر کے چڑھا دیئے جنہوں نے ان کے
گھروں میں گھس گھس کر ایک ایک کو چن چن کر نہایت بیدردی سے قتل کیا۔ اس طرح اللہ کے پیارے نبی
مظلوم محسن مخلص کے قتل کا بدلہ لیا گیا۔ اور یہ وعدہ ضروری پورا ہونا تھا۔ اس ہلاکت خیز حملوں سے
کئی مظلوموں بیچاروں کی جان بچی تھی۔ یہاں عِبَادًا لَّنَا یعنی ہمارے بندے۔ فرمانے میں دو قول ہیں
۱۔ وہ بادشاہ اور لشکری مومن تھے دینِ ابراہیمی پر تھے۔ اور حضرت شعیا کی شہادت کی خبر سن کر یہ
حملہ کیا تھا۔ ۲۔ یہ بادشاہ اور لشکر کافر ہی تھا مگر چونکہ یہ حملہ عذابِ الٰہی تھا جو ان کفار کے ہاتھوں آیا
اس لیے لغوی اعتبار سے ان کو عِبَادًا لَّنَا فرمایا گیا۔ کیونکہ اصل میں سب ہی رب کے بندے ہیں یعنی
ہمارے حکم کے پابند ہو کر حملہ آور ہوئے اسی لیے ان لشکروں نے بنی اسرائیل سے نہ کچھ لوٹا اور
اور نہ ان کو لونڈی غلام بنایا۔ نہ مالِ غنیمت جمع کیا۔ بلکہ قتل و غارت ہی کیا۔ جو بنی اسرائیل باقی بچ گئے
تھے ان کو بیابانوں جنگلوں کی طرف دھکیل دیا۔ یعنی عام بادشاہوں کی طرح ملک گیری لوٹ مار کے لیے
حملہ نہ کیا تھا۔ خالی بستیوں کو آگ لگا کر فنا کر دیا۔ اس میں چند قول ہیں کہ یہ کون لوگ تھے کون بادشاہ
تھا چنانچہ پہلا قول ہے کہ یہ موصل کے بادشاہ سنجاریب اور اُن کی فوج تھی یہ مومن تھے ۲۔ یہ جالوت اور اس
کا لشکر تھا۔ اسی کو آگے چل کر کافی زمانے کے بعد طالوت کے لشکر میں موجود جرنیل حضرت داؤد
علیہ السلام نے گھمانی میں پتھر رکھ کر مار اور قتل کیا تھا۔ ۳۔ یہ نینوی کا لشکر تھا اور یہ بھی کافر تھے۔
واللہ ورسولہ اعلم بالصواب۔

فائدے

ان آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔
پہلا فائدہ۔ بزرگوں کی اولاد ہونا تب ہی فائدے مند ہے جب کہ بندے کے
اپنے بھی عمل درست ہوں۔ ظالم۔ بدکار اور خاص کر انبیاء عظام علیہم السلام کی بارگاہ کا مردود کبھی
بھی بزرگ زادگی یا پیغمبر زادگی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ یہ فائدہ۔ وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فرمانے

سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ۔** بدعملی کی وجہ سے ظالم بادشاہ مسلط ہوتے ہیں۔ ظالم و جابر حکام کا تسلط یا داش عمل میں قہر الٰہی ہے۔ یہ فائدہ۔ بَعَثۡنَا عَلَیۡکُمۡ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ۔** اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کا بدلہ خود لیتا ہے۔ یہ فائدہ عِبَادًا لَّنَا۔ کی تفسیر سے حاصل ہوا۔

چوتھا فائدہ۔ یہ ضروری نہیں کہ کفار قوم پہ عذاب آسمان سے ہی آئے۔ زمین کے بادشاہی اور لشکروں کے حملوں کی شکل میں بھی اللہ کا عذاب آسکتا ہے۔ لہٰذا جنگ بدر کو اور اس کے بعد بہت سے غزوات کو کفار پر عذاب الٰہی کہا جاسکتا ہے۔ یہ فائدہ جَآءَ وَعۡدُ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے ان بادشاہوں کے حملوں اور قتل عام کو اپنا وعدہ فرمایا جس طرح کہ آسمانی عذاب کو وعدہ کہا گیا۔

احکام القرآن

ان آیت پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ شرعی قانون کے مطابق کسی بھی یقینی خبر کو قضاء الٰہی یا فیصلہ کہنا جائز ہے۔ یہ مسئلہ ایک پیش گوئی کو وَقَضَیۡنَا کہنے سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ۔** کوئی غیر مسلم کافر اگر اچھا کام کرے تو اس کو اچھا بندہ کہنا جائز ہے۔ اور اس کی اچھی خصلتوں کی تعریف توصیف کرنا جائز ہے۔ یہ مسئلہ عِبَادًا لَّنَا کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ۔** مجرم کو پکڑنے کے لیے اس کے گھر پر چھاپہ مارنا یا بلا اجازت گھر میں داخل ہو کر مجرم کو پکڑنا جائز ہے۔ یہ مسئلہ فَجَاسُوۡا (الخ) فرمانے اور اس فعل کے مرتکبین کو عِبَادًا لَّنَا۔ فرمانے سے مستنبط ہوا۔

چوتھا مسئلہ۔ قتل کا بدلہ ہر شریعت میں قصاص ہے اور قصاص قاتل کو قتل کر دینے کا نام ہے اور قصاص جاری کرنا واجب ہے یہ مسئلہ فَجَاسُوۡا خِلٰلَ الدِّیَارِ۔ کی تفسیر سے مستنبط ہوا۔

پانچواں مسئلہ۔ تمام سزائیں حدود اور تعزیرات صرف حکومت ہی نافذ کر سکتی ہے خواہ وہ حکومت قائم ہو یا مسلط ہو کافر ہو یا مسلمان۔ یہ مسئلہ کَانَ وَعۡدًا مَّفۡعُوۡلًا سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاسکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَقَضَیۡنَا۔ جس کا ترجمہ ہے ہم نے اس بات کا فیصلہ کر دیا کہ بنی اسرائیل دو دفعہ فساد کریں گے تو جب یہ فیصلہ الٰہیہ ہی ہو گیا تو پھر یہ تقدیر کا مسئلہ بن گیا۔ کسی کا کوئی اختیار نہ رہا اُس پر عذاب کیوں آیا۔

جواب:۔ یہاں قَضَیۡنَا کا معنیٰ فیصلہ کر دینا مراد نہیں بلکہ بمعنیٰ خبر دینا ہے۔ یعنی ہم نے پیشین گوئی فرمائی

تھی اب چاہیئے تھا کہ یہ بچنے کی کوشش کرتے یا کم از کم اس فساد کو اچھا نہ کہتے۔
دوسرا اعتراض ۔ فساد تو بادشاہوں نے مچایا کہ قتلِ عام کیا بچوں بوڑھوں عورتوں کی ہلاکت کی۔ مکانوں مسجدوں عبادت گاہوں کو توڑا اکھاڑا۔ اور بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ پہلے حملوں میں توریت کو بھی جلایا۔ تو اس کو بنی اسرائیل کا فساد کیوں قرار دیا گیا۔ وہ تو مظلوم ہوئے۔
جواب ۔ بنی اسرائیل کا فساد یہ تھا کہ انہوں نے انبیاءِ کرام کو قتل و شہید کیا۔ یہ ہی سب سے بڑا فساد و ظلم تھا بادشاہوں کا حملہ تو اس کی سزاءِ عام تھی۔ بارگاہِ الٰہیہ میں سب سے بڑا فساد اور زمین کی بربادی انبیاءِ کرام کی گستاخی ہے۔ **تیسرا اعتراض** ۔ اِن فساد مچانے والے بنی اسرائیل پر پچھلی قوموں کی طرح آسمانی عذاب کیوں نہ آیا۔ ان کو بادشاہوں کے ذریعے قتلِ عام سے کیوں ختم کرایا گیا۔
جواب ۔ اس لیے کہ یہ عذابِ الٰہیہ قصاص کی شکل میں تھا کیونکہ سب بنی اسرائیل نے اپنی مرضی۔ اور تعاون اور تائید سے اللہ کے نبیوں کو قتل و شہید کیا۔ اگرچہ فعلِ قتل چند لوگوں نے ہی کیا تھا۔ اور یہ ہی فقہ کا قانون ہے کہ قتل میں جتنے بھی ملوّث ہوں گے سب کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ اور پہلی قوموں۔ (عاد و ثمود و قومِ لوط) نے اگرچہ کفر تو کیا نافرمانی بھی کی مگر قتلِ انبیاءِ اُن سے سرزد نہ ہوا۔ اس لیے ان پر آسمانی عذاب آیا۔ کسی حکومت اور سلطنت کو ان پر مسلّط نہ کیا گیا۔
چوتھا اعتراض ۔ اِن بنی اسرائیل پر دوسرنگی بادشاہتوں اور حکومتوں کو کیوں چڑھایا گیا۔ خود نیک بنی اسرائیل نے ہی مجرم بنی اسرائیل کو قتل کیوں نہ کر دیا۔ جس طرح کہ بچھڑے کی پرستش سے توبہ کے وقت فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ہوا۔
جواب ۔ اِس کی چند وجہ ہیں۔ عل یہ کہ یہ سزا و عذاب ایک قسم کا قصاص بھی تھا۔ اور قصاص شرعی اعتبار سے صرف مسلّط حکومت اور بادشاہ کے حکم سے ہی جاری ہو سکتی ہے۔ دوم یہ کہ یہ بنی اسرائیل قتل کرنے کے باوجود بھی اپنی نافرمانی تکبّر اکڑ اور عُلُوًّا كَبِيْرًا میں تھے۔ وہ کب نیک بنی اسرائیل کے آگے جھکتے۔ جب کہ پہلے اسرائیلی اپنی غلطی پر نادم ہو چکے تھے۔ سوم یہ کہ پہلے بنی اسرائیل بچاریوں کی سزا خود موسیٰ علیہ السّلام نے جاری فرمائی اور نبی کی ذات پاک سب سے بڑی حکومت اور عدالت ہوتی ہے۔ تو آپ نے خود بنی اسرائیل کے نیک لوگوں کو سزا دینے پر مقرر کر دیا۔ لیکن یہاں تو بنی اسرائیل انبیاءِ کرام کے قاتل بنے ہیں اس لیے رب تعالیٰ نے دوسری حکومتوں کو مسلّط فرما دیا۔ چہارم یہ کہ وہ جرم صرف مرتد ہونے کا تھا جو حقُ اللہ ہے مگر یہ جرم قتل کا تھا اور کفر بھی حقّ اللہ بھی حق العباد بھی۔ واللہ اعلم۔
اس کی تفسیر صوفیانہ آیت سے کے بعد ہے۔

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ

پھر لوٹا دیا ہم نے تم کو دوسری دفعہ مضبوطی میں پر اُن لوگوں کے اور مدد کی ہم نے تمہاری

پھر ہم نے اُلٹ کر تمہارا حملہ کر دیا اُن پر اور تم کو مالوں اور بیٹوں

بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ﴿٦﴾

مال و دولت اور بیٹوں کے ذریعے اور بنایا ہم نے تم کو بہت خاندان والا

سے مدد دی اور تمہارا جتھا بڑھا دیا

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۟ وقف وَاِنْ

اگر تم نے کوئی نیکی کی ہے تو تم نے بھلائی کی ہے لیے جانوں اپنی کے اور اگر

اگر تم بھلائی کرو گے اپنا بھلا کرو گے اور اگر

اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۭ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ

گناہ کئے تم نے تو اپنی ہی جانوں کے لیے مصیبت ہے تو جب آیا آخری وعدہ

برا کرو گے تو اپنا - پھر جب دوسری بار کا وعدہ

لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ

البتہ برا سلوک کریں گے تمہاری ذاتوں سے اور قابض ہو جائیں گے دشمن لوگ تمہاری مسجد

آیا کہ دشمن تمہارا منہ بگاڑ دیں اور مسجد میں داخل ہوں

كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا

بیت المقدس پر جیسے قابض ہوئے تھے پہلے لوگ پہلی مرتبہ اور سب فنا کر دینگے۔

جیسے پہلی بار داخل ہوئے اور جس چیز پر قابو پائیں تباہ کر کے

تَتۡبِيۡرًا ⑦

جس پر قابو پائیں گے فنا کرنا

برباد کر دیں

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق۔ پچھلی آیات میں بنی اسرائیل کے فسادوں اور شرارتوں کا ذکر فرمایا گیا اب ان آیات میں اُن کی معافی اور اُن پر انبیاءِ کرام کے صدقے انعامات کرنے کا ذکر ہے۔
دوسرا تعلق۔ پچھلی آیات میں یہود اسرائیلی کے گناہوں کی بنا پر اُن کو مغلوب اور مقہور کرنے کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں بنی اسرائیل کی آئندہ نسلوں کی بنا پر اُن کو کفار پر غالب کرنے اور ہر طرح مضبوط کرنے کا ذکر ہے۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیات میں گناہگاروں کے گناہوں کے دنیوی وبال کا ذکر ہوا اب ان آیات میں نیکوں کی نیکیوں کا دنیوی فائدے کا ذکر ہو رہا ہے۔

تفسیر نحوی ثُمَّ رَدَدۡنَا لَكُمُ الۡكَرَّةَ عَلَيۡهِمۡ وَاَمۡدَدۡنٰكُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّبَنِيۡنَ وَجَعَلۡنٰكُمۡ اَكۡثَرَ نَفِيۡرًا۔
ثُمَّ حرفِ عطف مفید یعنی معطوف بنانے والا۔ عطف پچھلے کلام پر۔ رَدَدۡنَا۔ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق جمع متکلم رَدٌّ سے بنا ہے بمعنیٰ پھیرنا۔ لوٹانا۔ رد کرنا۔ مخاطِب اللہ تعالیٰ ہے۔ لام جارّہ یعنی جر دینے والا۔ تعدیہ (مفعولیت) کا کُمۡ ضمیر مخاطب جمع مرجع۔ بنی اسرائیل۔ الف لام خصوصیت کا۔ کَرَّةً۔ اسم مفرد مصدر۔ مضاعف ثلاثی ہے کَرٌّ سے بنا ہے۔ آخر میں تاءِ مصدریہ ہے۔ بمعنیٰ لوٹنا۔ جب یہ نکرہ ہو تو بمعنیٰ دوبارہ زندہ ہونا آخرت میں جانا ہوگا۔ جب معرّف بلام ہو تو مراد ہے۔ لوٹ کر غلبہ پانا۔ بار بار حملے کرنا۔ اِسی سے ہے تکرار کسی بات یا کام کا بار بار کرنا۔ اسی سے ہے کرار بار بار حملہ کرنا۔ یہاں چونکہ معرفہ الف لام سے ہے اِس لیے بمعنیٰ لوٹ کر غلبہ پانا مراد ہے۔ علیٰ جارّہ فوقیت کا ھِمۡ ضمیر مذکر غائب مرجع عِبَادًا۔ واوٗ عاطفہ۔ اَمۡدَدۡنَا۔ بابِ اِفعال کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع متکلم مَدٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے اِس کا مصدر ہے اِمۡدَادٌ بمعنیٰ۔ طاقت زیادہ کرنا۔ دراز کرنا تعاون کرنا۔ یہاں پہلے معنیٰ مراد ہیں۔ کُمۡ ضمیر مفعول بہٖ ہے مرجع بنی اسرائیل۔ بِ جارّہ سببیہ۔ اَمۡوَالٍ جمع مکسّر منصرف ہے معطوف علیہ واوٗ عاطفہ بَنِيۡنَ جمع مذکر سالم ہے بحالتِ جر ہے۔ معطوف سب عطف مجرور متعلق ہے اَمۡدَدۡنَا کا۔ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ

واؤ عاطفہ جَعَلْنَا ۔ باب فَتَحَ کا ماضی مطلق صیغہ متکلم کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مفعول بہ ہے جَعْلٌ سے بنا ہے متعدی بدو مفعول ہے بمعنیٰ حالت بدلنا ۔ پھیرنا ۔ اَکْثَرَ ۔ اسم تفضیل جمع مذکر کَثْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ زیادہ ہونا ۔ بحالت فتحہ ہے کیونکہ مفعول بہ دوم ہے ۔ ممیز ہے ماقبل کا نَفِیْرًا اسم جمع ہے مکسر کثرت کے لیے ۔ بروزن بعیر بَعِرٌ کی جمع اِس کا واحد ہے نَفَرٌ بمعنیٰ ایک فرد جیسے عبید جمع ہے عبد کی ۔ یا یہ مصدر ہے بمعنیٰ اسم فاعل یعنی نفیر بمعنیٰ نافر ترجمہ ہے ساتھ جانے والے ۔ یا صفت مشبہ ۔ مصدری معنیٰ ہیں ہمراہ ہونا ۔ کسی کے ساتھ نکلنا ۔ جانا ۔ اگر یہ اسم جامد ہو تو معنیٰ ہے خاندان قبیلہ ۔ گروہ ۔ یہاں مراد قبیلہ کنبہ ۔ تمیز ہے اَکْثَرَ کی ۔ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ لِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۔ اِنْ حرف شرط ۔ اَحْسَنْتُمْ ۔ باب افعال کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع مذکر حاضر ظاہر خطاب بنی اسرائیل سے ہے اصلاً سب لوگوں کو ۔ اَنْتُمْ مستتر کا مرجع اسرائیلی ہیں مصدر ہے اِحْسَانٌ بمعنیٰ نیکی کرنا حُسْنٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بھلائی کرنا ۔ بہر حال متعدی ہوتا ہے ۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے ۔ اَحْسَنْتُمْ ۔ ماضی مطلق ۔ فعل با فاعل ضمیر مستتر پوشیدہ لام حرف جر ملکیت کا مگر صحیح یہ ہے کہ نفع کا ہے ۔ پہلی صورت میں مطلب یہ ہے کہ جو نیکی کرے وہ ہی اس کا مالک ہے ۔ دوسری صورت کا یہ ہے کہ اُس کو ہی اُس کا نفع ہے ۔ اَنْفُسٌ جمع ہے نَفْسٌ کی ۔ جمع قلت ہے ۔ خیال رہے کہ جمع قلت مکسر وہ ہے جس کے اوّل ہمزہ ہو ۔ اُس کے چار وزن ہیں ۔ اَفْعُلٌ ۔ اَفْعَالٌ اَفْعِلَةٌ ۔ اِن میں ہمزہ ظاہر ہے ۔ فِعْلَةٌ اِن میں ہمزہ مقدر ہے ۔ جمع مکسر کثرت کے بہت سے سماعی اور قیاسی وزن ہیں ۔ انفس جمع قلت ہے ۔ جمع منتہی الجموع جمع مکسر کی ہوتی ہے خواہ قلت ہو یا کثرت ۔ جمع سالم کی نہیں ہوتی خواہ مذکر ہو خواہ مؤنث ۔ کُمْ ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ ہے ۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر جزا ۔ شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ ہوا ۔ واؤ ابتدائیہ ۔ اِنْ شرطیہ ۔ اَسَاْتُمْ باب افعال کا ماضی مطلق جمع مذکر حاضر سُوْءٌ سے مشتق ہے اِس کا مصدر ہے اِسْوَاءٌ اور اِسَاءَةٌ بمعنیٰ برائی کرنا ۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی اور فَ جزائیہ لام نفع کا یا ملکیت کا ھَا ضمیر واحد غائب کا کا مرجع نَفْسٌ یا اَنْفُسٌ ۔ ھَا ضمیر دونوں کے لیے مستعمل ہے کیونکہ ظاہراً غیر ذوی العقول ہے ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ اَسَاْتُمْ کا ۔ بقرینہ اَحْسَنْتُمْ وہ جملہ فعلیہ ہو کر جزا شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہوا ۔ فَ تعقیبیہ اِذَا شرطیہ ظرف زمانی جَآءَ فعل ماضی مطلق باب ضرب کا جَیْئٌ سے بنا ہے بمعنیٰ آنا ۔ زمانہ ماضی ہی کا ذکر ہے وَعْدَ ۔ اسم حاصل مصدر جامد ہے بمعنیٰ فیصلہ ۔ عہد ۔ مقرر شدہ کام ۔

یہاں ہر معنیٰ درست ہے۔ مضاف ہے۔ الف لام عہدی آخرت۔ اسم فاعل مؤنث۔ بمعنیٰ پیچھے ہونا آخیر ہونا۔ مراد قیامت ہے مضاف الیہ ہے۔ مرکب اضافی فاعل ہے جاءَ۔ جملہ فعلیہ ہوکر شرط ہوئی لام کے جزائیہ ناصبہ۔ لِیَسُوْءٗا بابِ نَصَرَ کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب سُوْءٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بُرا سلوک بُرا برتاؤ کرنا۔ برائی پہنچانا۔ بگاڑنا۔ یہاں ہر معنیٰ مناسب ہے۔ بمعنیٰ مستقبل ہے صرف حکایتًا۔ اصلاً یہ سب کچھ قصّہ ماضی کا تذکرہ ہے۔ وُجُوْہَ۔ اسم جمع مکسّر ہے وَجْہٌ کی بمعنے ذات شخصیت۔ بحالتِ نصب ہے مضاف ہے کُمْ ضمیر جمع مذکر مجرور متّصل مضاف الیہ ہے مرجع اسرائیلی یہ مرکب اضافی مفعول بہٖ ہے وہ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ ہوا۔ لِیَسُوْءٗا کا فاعل ھُمْ ضمیر جمع غائب مستتر کا مرجع عِبادًا ہے ایک قرأت میں لِنَسُوْءَ جمع متکلم تب فاعل اللہ تعالیٰ ہے ایک قرأت میں لِیَسُوْءَ واحد مذکر غائب ہے تب فاعل وَعْدُ ہے یا نفیر ہے یا بعثت ہے یعنی بری بیہودہ خاندانی حیثیت یا وہ بعثت واؤ عاطفہ لام کے جزائیہ ناصبہ یَدْخُلُوا۔ فعل مضارع مثبت معروف جمع مذکر حاضر غائب۔ بابِ نَصَرَ سے ہے دراصل تھا یَدْخُلُوْنَ لامِ ناصبہ نے نون اعرابی گرادی اور یہ ہی اعراب نصبی ہے۔ دَخْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ اندر جانا یا اندر آنا۔ الف لام عہدی یا جنسی۔ یا استغراقی بحالتِ فتحہ ہے مَسْجِدَ۔ کیونکہ ظرفِ مکانی ہے۔ اسم ظرف ہے بابِ نَصَرَ کا۔ بمعنیٰ سجدہ گاہ۔ عبادت کی جگہ۔ مراد یا گھریلو مسجد ہے یا بیت المقدس یا عام مکمّل مسجد۔ یہ جملہ فعلیہ ہوکر مشبّہ بہٖ ہوا۔ کَمَا۔ یہ لفظ متّصل بسیط ہے دو حرفوں سے۔ ۱ ک حرفِ تشبیہ۔ حرفِ جر ہے۔ کبھی تشبیہ۔ کبھی تعلیل۔ کبھی جلدبازی کے لیے۔ کبھی زائدہ ہوتا ہے۔ کبھی مِثْلُ کے معنیٰ میں تو اُس وقت اس کو اسمی حرف کہا جاتا ہے۔ یہ تفریق صرف تفسیری ہے عملی نہیں عملی ہر قسم میں جرّ ہوگا۔ اور یہ تفریق اکیلے منفرد کے لیے ہے۔ جب کبھی اِس کے بعد ما آجائے جیسے دوسرا حرف یہاں مَا ہے۔ تو وہ مَا۔ یا کافّہ ہوگا جیسے یہاں اِس صورت میں کَ لغو ہوگا یعنی جرّ دینے والا عمل ختم ہوجائے گا۔ یا زائدہ یا موصولہ یا مصدریہ۔ اِن تین صورتوں میں بھی عمل باقی رہتا ہے۔ اور مَا کو یا مابعد کو کسرہ دیتا ہے یہاں مَا کافّہ ہے۔ اور کَمَا پورا لفظ تشبیہی بن گیا۔ دَخَلُوْا بابِ نَصَرَ کا فعل ماضی مطلق جمع مذکر غائب ھُمْ مستتر اِس کا فاعل کا مرجع عِبادًا یا نفیرًا ہے۔ دَخْلٌ سے مشتق ہے۔ ہٗ۔ ضمیر واحد مذکر غائب منصوب متّصل کا مرجع مسجد ہے مفعول فیہ ہے دَخَلُوْا کا۔ اَوَّلَ۔ اسم تفضیل مذکر ہے بمعنیٰ پہلے والا۔ بہت پہلے والا سب سے پہلے معنیٰ کے اعتبار سے اسم تفضیل معنوی ہے۔ دوسرے معنیٰ میں تفضیل ظاہری ہے مضاف ہے مَرَّۃٍ۔ اسم حاصل مصدر جامد بمعنیٰ ایک بار۔ مضاف الیہ ترجمۃً اضافت ہے پہلی بار۔ پہلی دفعہ۔

یہ مرکب اضافی ظرفِ زمانی ہے دَخَلُوا کا۔ اور جملہ فعلیہ ہو کر مشبہ۔ دونوں مشبہ بہ اور مشبہ جڑ کر معطوف علیہ ہوا واؤ عاطفہ۔ لامِ جزائیہ ناصبہ یُتَبِّرُوا۔ بابِ تفعیل کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب۔ مصدر ہے تَتْبِیْرًا تَبْرٌ سے بنا ہے۔ بمعنی ہلاک کرنا۔ ویران کرنا۔ تباہ و برباد کرنا باب تفعیل میں متعدی بیک مفعول ہوتا ہے مادہ لازم ہے بمعنی ہلاک وغیرہ ہونا۔ ھُم جمع ضمیر اس کا فاعل ہے مرجع عبادًا یا نفیرا ہے۔ مَا۔ اسم موصول عَلَوْا۔ بابِ نَصَرَ کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب۔ عُلُوٌّ یا عُلیٌ سے بنا ہے بمعنی غالب آنا قابو پانا۔ فتح کر لینا۔ یہاں تینوں معنیٰ میں ہے۔ ھُم مستتر اس کا فاعل۔ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مل کر مفعول بہ ہوا۔ تَتْبِیْرًا۔ مصدر ہے باب تفعیل کا۔ بحالتِ نصب ہے کیونکہ مفعول مطلق ہے یُتَبِّرُوا۔ کا۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا۔ سب عطف مل کر جزا ہوئی اِذَا جَاءَ کی۔ شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا۔ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا۔

اے بنی اسرائیل پھر تمہارے سنبھل جانے نیک پاک طیب طاہر بن جانے کے بعد ہم نے تمہارے لیے پھر پہلے جیسی عزت۔ عظمت انعامات طاقت بادشاہت۔ سرداری۔ تمہارے پاس لوٹا دی۔ ان ظالم جابر دشمن مخالف قوموں پر۔ اس طرح کہ پہلے خورس بادشاہ نے تمہاری حمایت عزت کرتے ہوئے تم کو تمہارے وطنِ آبائی میں دوبارہ آباد کیا تم کو غلامیت سے آزادی دی۔ زمینوں جاگیروں کا مالک بنایا۔ اور تم نے باغ اور کھیتیاں لگائیں۔ دولت کی فراوانیاں ہوئیں۔ اور بیشمار مال و دولت کے خزانوں سے ہم نے تمہاری امداد فرمائی تم کو نیک پاک طیب طاہر ستھرے حسین۔ جمیل صحت اور طاقت والے بیٹے دیئے۔ اور ہم نے ہی تم کو بہت بڑے بڑے خاندانوں برادریوں اور لشکروں فوجوں۔ لونڈی غلاموں والا بنا دیا۔ اور تم نے سمجھ لیا کہ اگر تم نے اپنی زندگی میں کچھ نیکی بندگی۔ عبادتِ الٰہی کی تھی تو آج اُس کا فائدہ تم کو ہی اتنی عظمتوں فضیلتوں کے ساتھ حاصل ہوا اور یہ نیکیاں اچھائیاں تم نے اپنے لیے ہی کی تھیں۔ اور اگر تم نے پہلے کی طرح پھر برائیاں کیں تو پہلے کی طرح ان بدکاریوں ظلموں کا وبال عذاب ذلّت و خواری کی شکل اِن ہی جانوں اور نفسوں کے لیے ہے۔ اور اپنی ان ہی جانوں کے لیے مصیبت جمع کرو گے۔ بنی اسرائیل کی ان نیک اعمالیوں کی بنا پر رب تعالیٰ نے پہلے خسرو یعنی خورس بادشاہ کا دل اسرائیلیوں کی محبت میں پھیرا پھر ان کے اپنی برادری قبیلے کا بادشاہ حضرت

طالوت کو بادشاہ بنایا گیا جنہوں نے پے درپے جہاد کر کے قوم جالوت کو ختم کیا پھر طالوت کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام پھر سلیمان علیہ السلام نے بادشاہی فرمائی۔ ان زمانوں میں بنی اسرائیل بہت نیک پاک متقی بنے رہے اور ایمانداری یہاں تک عروج اور فروغ پہ پہنچی کہ اولیاء کاملین سے زمین بھر گئی آصف بن برخیار رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے لاکھوں اولیاء اللہ ملک فلسطین میں موجود رہے۔ ایمانی غیرت کا یہ حال تھا کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد کسی فلسطینی علاقے میں ایک رومی گورنر انیٹی اوکس چہارم نے قربان گاہ موسوی کے مقابل یونانی دیوتا کوہ اولمپس کے دیوتاؤں کے سردار دیوتا زیس کی قربان گاہ بنائی اور اس مندر پہ ہر شخص سے جبراً قربانی اور چڑھاوا لیا جاتا۔ بنی اسرائیل پر بھی جبر و قہر کیا جانے لگا تو ایک بوڑھے اسرائیلی نے اس کفریہ حکم سے انکار کرتے ہوئے نہ صرف اپنے ایک بزدل مرتد اسرائیلی کو قتل کیا بلکہ حکم دینے والے شامی کمشنر کو بھی وہیں قتل کر دیا اور اپنے پانچ بہادر مومن بیٹوں۔ جوکن۔ سمعن یہوداہ۔ الیعزر۔ جونتھان کو لے کر اپنی پہاڑی عبادت گاہ پر رُشد وہدایت کی تعلیم میں مشغول ہو گیا۔ بنی اسرائیل کے لیے یہی وہ مبارک زمانہ تھا جس کے متعلق باری تعالیٰ نے فرمایا وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ۔ اور بیشک میں نے فضیلت دی تم کو تمام جہانوں پر۔ جسمانی فضیلت اس طرح کہ اس دور کے اقوام عالم پر قوت طاقت دولت عزت۔ ثروت۔ نصرت۔ خاندانی کثرت۔ صحت مند آل اولاد کی فراوانی۔ اور روحانی فضیلت یہ کہ توفیق عبادت۔ راہ شریعت طریقت معرفت کی آسانی۔ اور ولایت کبریٰ کی باریابی۔ انبیاء کرام کی فرماں برداری اطاعت واتباع۔ اور نعت خوانی۔ یہی سب سے بڑی انسانی زندگی کی خوش بختی ہے جسے اللہ نصیب کرے فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِیَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِیَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِیُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِیْرًا پھر جب تم بنی اسرائیل بہت دولت مند بن گئے تو تم کو پچھلی غربت و ذلت کا زمانہ بھول گیا۔ اور تم میں غرور تکبر ناشکری بددیانتی خیانت۔ بے حیائی۔ بدکاری۔ فسق و فجور۔ ظلم و جبر۔ عبادت میں سستی کاہلی۔ بے رغبتی۔ انبیاء کرام کی گستاخی بے ادبی نافرمانی کی بیماریاں پیدا ہو کر کفر و شرک تک پہنچ گئیں اور تم نے پھر اللہ تعالیٰ کے انبیاء کرام حضرت ذکریا اور ان کے بیٹے حضرت یحییٰ کو شہید کیا تو پھر ہمارے عذاب ہماری سزا و پکڑ کا دوسرا وعدہ آ گیا۔ اور بخت نصر مجوسی کافر نے تم پہ ایسا سخت حملہ کیا کہ ذلت و خواری سے تمہارے چہرے بگاڑ دیئے۔ اور دشمن کے لشکر تاخت و تاراج کرتے ہوئے تمہاری عبادت گاہ ہیکل سلیمانی بیت المقدس میں اسی طرح بربادی توڑ پھوڑ قتل عام کرتے ہوئے دندناتے داخل ہو گئے جس طرح پہلے زمانوں میں حضرت شعیا علیہ السلام کے قتل و شہید کرنے کے عذاب و سزا میں دشمن تمہاری عبادت گاہوں۔ گھروں بستیوں

میں داخل ہو گئے تھے۔ اور پہلے کی طرح اب پھر دوسری بار دشمن نے جس پر بھی قابو پایا اس کو ہلاک فنا و برباد کر دیا۔ یہ سب کچھ تمہاری بدکاریوں کی وجہ سے ہوتا رہا ہے۔ اسرائیلیات میں اور اسلامی تواریخ میں یہ دوسری بار کی ذلت آمیزی بنی اسرائیل کو تقریبًا دو صدی قبل مسیح پیش آئی اور پھر آج تک بنی اسرائیل دنیا میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں بنی اسرائیل کو سب سے زیادہ دراز مدت حضرت عزیر علیہ السلام نے تبلیغ فرمائی آپ کی عمر شریف تقریبًا چھ سو سال ہوئی ہے اور زندگی پاک کا اکثر حصہ سیاحت اور چل پھر کر تبلیغ میں گزرا یہودیوں نے آپ کو ابن اللہ کہنا شروع کر دیا جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام کی تبلیغ سے بھی بنی اسرائیل نے کچھ زیادہ اثر قبول نہ کیا اور تو دان کو بھی (ایک روایت کے مطابق) اور حضرت ذکریا کو حضرت مریم کے ساتھ ناجائز تہمت لگا کر قتل کر دیا اور ان کے بیٹے یحییٰ کو بھی شہید کیا تب یہ قتل و غارت اور دائمی ذلت کا عذاب آیا جو آج تک قائم ہے۔ جب ہیروڈ ڈائنٹی کی بادشاہت کا زمانہ تھا اس وقت [illegible] مسیح علیہ [illegible] مبعوث ہوئے۔ بنی اسرائیل نے ان کی بھی نافرمانیاں کیں حضرت مسیح نے جس طرح اپنے خطبات میں اس وقت کے بدکار اسرائیلیوں کو خطاب فرمایا وہ آج بھی انجیل متی اور دیگر اناجیل میں مرقوم ہے متی باب ۲۴ میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو ان کی بدکاریوں پر ان لفظوں سے جھڑک فرمائی۔ اے ریاکار فقیہو۔ اور فریسیو تم پر افسوس اے اندھے راہ بتانے والو اے احمقو۔ اور اندھو۔ اے سانپو۔ اے افعی کے بچو وغیرہ وغیرہ۔ انبیاء کرام کے یہ تمام خطبات ثابت کر رہے ہیں کہ بنی اسرائیل ہر قسم کی برائی سے کس طرح لتھڑے ہوئے تھے اور گستاخی کی رہی سہی کسر انہوں نے آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بدعہدی کر کے پوری کر دی تو آخر ان بے دینیوں کا خمیازہ تو بھگتنا ہی تھا اس لیے کہ اگر کوئی اچھائی کرے تو اپنے فائدے کے لیے کرتا ہے اور کوئی برائی کرے تو اپنے ہی نقصان کرتا ہے۔

فائدے

ان آیات پاک سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ توبہ اور نیکیوں کی وجہ سے دنیا میں بندوں کو نعمتیں برکتیں اور عزتیں ملتی ہیں۔ یہ فائدہ ثُمَّ رَدَدْنَا میں ثُمَّ فرمانے اور اس کے بعد اِنْ اَحْسَنْتُمْ کی پوری آیت فرمانے سے حاصل ہوا۔ کہ بنی اسرائیل نے جب انبیاء کرام کے دامن میں پناہ پکڑی ہر وقت استغفار توبہ کی تب ان پہ کرم خداوندی ہوا۔ **دوسرا فائدہ۔** دنیا میں بھی نیکی اور برائی کا بدلہ کسی نہ کسی شکل میں مل جاتا ہے۔ یہ فائدہ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اور فَلَهَا فرمانے سے حاصل ہوا لہٰذا ہر شخص کو برائیوں اور فاحش کی

بدعاؤں سے بچنا چاہیئے۔ **تیسرا فائدہ**۔ ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہماری مسجدوں اور عبادت گاہوں اور دینی کتابوں کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ جس کا وبال ہم پر ہی پڑتا ہے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کے ساتھ پہلے اور اس دوسرے واقعے میں ہوا۔ یہ فائدہ اور سبق و عبرت وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ**۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ شریعت کے ہر امر اور نہی کی فرمانبرداری کریں۔ خاص کر زکوٰۃ ادا کریں اور زنا وغیرہ بدکاری سے بچیں اس لیے کہ زکوٰۃ نہ دینے سے قحط سالی اور بدکاری سے قتل و غارت بڑھتا ہے۔ یہ مسئلہ وَاِنْ اَسَاتُمْ کے اِشَارَۃُ النَّصِّ سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ**۔ اولاد اپنے والدین کی ملکیت نہیں ہو سکتے۔ جیسے کہ لونڈی غلام ملکیت ہو جاتے ہیں۔ یہ مسئلہ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ کے عطف فرمانے سے مستنبط ہوا کیونکہ معطوف علیہ اپنے معطوف کا غیر ہوتا ہے ثابت ہوا کہ مال۔ اولاد کا غیر ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض**۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ اَحْسَنْتُمْ دو دفعہ فرمایا گیا اور اَسَاتُمْ ایک دفعہ۔ **جواب**۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ اللہ کی رحمت زیادہ ہے اور غضب تھوڑا۔ اَحْسَنْتُمْ میں رحمت ہی رحمت ہے اس لیے اظہار زیادتی کے لیے دو دفعہ ارشاد ہوا۔ اَسَاتُمْ میں غضب الٰہی مضمر ہے لہٰذا اس کے اظہار کی کمی کے لیے ایک دفعہ فرمایا گیا **دوسرا جواب**۔ یہ کہ اچھائی کو ہر شخص پسند کرتا ہے۔ اس لیے فرمایا گیا کہ کسی کے لیے اچھائی کروگے تو تم کو بھی اس کی وجہ سے اچھائی ہی ملے گی۔ لیکن برائی کسی کو بھی پسند نہیں۔ اور نہ ہی برائی کسی اور کو ایصال کی جا سکتی ہے اس لیے فرمایا گیا کہ برائی لوٹ پھیر کر اُسی کی طرف آئے گی جو کرے گا۔ **دوسرا اعتراض**۔ یہاں۔ اِنْ اَسَاتُمْ فَلَهَا۔ کیوں فرمایا گیا۔ چاہیئے تھا کہ اِنْ اَسَاتُمْ فَعَلَيْهَا۔ فرمایا جاتا جس طرح کہ ایک آیت میں فرمایا گیا وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا۔ **جواب**۔ امام رازی نے اس کے چند جواب دیئے ہیں۔ ۱۔ یہ لام بمعنی علیٰ ہے اور معنی یہی ہیں کہ فعلیہا جیسا کہ وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ۔ اور يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ۔ میں لام بمعنی علیٰ ہے۔ ۲۔ یہاں فَلَهَا اس لیے فرمایا گیا کہ یہاں ایک عبارت پوشیدہ ہے جو دراصل ہے۔ فَلَهَا رَجَاءُ بِالرَّحْمَةِ وَبِالتَّوْبَةِ۔ یعنی اگر تم نے برائی اور گناہ کیے تو اس گناہ کے لیے توبہ اور رحمت و استغفار کی امید ہے۔ ۳۔ فَلَهَا فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ نیکی تو تقسیم ہو سکتی ہے مگر گناہ اور

برائی صرف خاص اسی جان کے لیے وبال ہے جو کرے۔ اور یہ لام تخصیص کا ہے۔ بمعنی علی نہیں۔ واللہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

تیسرا اعتراض۔ آپ کی تفسیر نے بتایا کہ اللہ کا یہ دوسرا وعدہ بنی اسرائیل کی ذلت کا تا قیامت جاری ہے۔ حالانکہ دنیا میں یہودی بہت مالدار ہیں اور اب علاقہ فلسطین میں ان کی حکومت بھی قائم ہو گئی ہے۔

جواب۔ دولت مندی سے ذلت ختم نہیں ہوتی۔ اور ان کی حکومت کوئی حکومت نہیں یہ تو امریکہ کے قدموں اور سہارے پر فلسطین کے تھوڑے سے حصہ پر کھڑی ہے آج امریکہ خلاف ہو جائے یا ساتھ چھوڑ دے تو چند دن میں ختم ہو جائے امریکہ نے بھی چند عرب حکومتوں کو بیوقوف بنا کر ان کی ریاست بنا ڈالی۔

تفسیر صوفیانہ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَفْعُولًا۔

اے جسد ناسوتی تو اس نوح عقل کی نسل ذریت ہے جس کو ہم نے عقل عرفانی کے ساتھ کشتی شریعت میں سوار کر کے حکمت عملیہ کے طوفانوں میں بھیجا اور منزل قرب تک پار لگایا بیشک نوح عقل نعمتوں کے استعمال کا بندۂ بارگاہ ہے۔ اور معرفت منعم کا شاکر ہے۔ اعضاء ظاہری و باطنی کے اسرائیلیات کے لیے لوح صدر مومن میں ہم نے خبر یقینی دیدی تھی کہ یہ اپنی شقاوت باطنی سے زمین قالب میں دو مرتبہ نزول جلال اور عروج جمال کے عرصے میں ایک مرتبہ مقام نفس میں اس کے امارہ ابلیسی ہونے کی وجہ سے طلب شہوات ولذات میں فساد جسمانی مچائیں گے اور نافرمانی قلب منور اور انوار پر ظلمات کو غالب کر کے قوت کمالیہ کو روک کر اور قوت فکریہ کو اپنے ناجائز مطالبات میں عروج کر کے انتہائی غرور و تکبر دکھائیں گے اور دوسری مرتبہ مقام قلب میں۔ جب کہ قلب نبوت کو فضائل سے زینت دی گئی تھی اور بندۂ مومن کے دل کو نور نبوت میں منور کیا گیا تھا اور جسد مخلصین کو بہجت کمالات سے ظاہر کیا گیا تھا اس وقت نفسانیت نفس نے ظہور کمالات میں فساد شقاوت و بدعملی لگایا اور اپنے قلوب کو تجلیات شہود توحید کے فضائل سے حجاب میں رکھا حالانکہ حجابات نوریہ اقوی ہیں حجابات ظلمانیہ سے رقیت۔ لطافت میں۔ اور ان قوتوں کا تصور ہی کمالات ہے جن سے واقف ہونا موجب معرفت ہے۔ اور خبر دیدی گئی تھی کہ یہ نفوس رذیلہ مقام فطرت میں ہیئتہ عقلیہ کی سلطنت و

کمالاتِ الٰہیہ کے گھمنڈ میں بہت مغرور ہو جائیں گے ۔ پھر جب راندۂ درگاہی کا پہلا وبالِ ذلت آیا۔ تو ہم رب کائنات نے تم پر اسے اسرائیلیاتِ نفسانیہ۔ صفاتِ قلبیہ کے مخلص بندوں اور انوارِ ملکوتیہ کے روحانی لشکر اور آراءِ عقلیہ کے شہ زوروں کو مبعوث کر دیا۔ جو سلطنتِ قہر کے اُولی بأس شدید ہیں۔ پھر وہ عملِ ریاضت اور مشقّتِ عبادت سے تمہارے گوشۂ خلوت کے شرارت خانوں اور وسواسِ خباثت کے گھروں میں گھس کر تم کو ہلاکتِ حرمانی سے تباہ برباد کر کے رکھ دیں گے ۔ جسم انسانی میں نفس کے پانچ گھر ہیں ۔

۱ ہیئۃ بدنیہ ۲ رذالتِ نفسانیہ ۳ مدرکاتِ حسیہ ۴ لذتِ بہیمیہ ۵ خواہشاتِ سبعیہ شہوانیہ ۔ غلبۂ قلبی کا یہ وعدہ یقیناً قوتِ کمال سے استعدادِ عقل کی ہمت پر پورا کیا ہوا ہے
ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ۔ إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ
اے روحِ انسانی ہم نے پھر تم کو توفیقِ عبادت دے کر تم کو مشاہدات کی قوت دی اور کدورتِ نفسانی پر غلبہ بخشا اور اموالِ معرفت اور علومِ نافعہ کی دولت ۔ حکمتِ عقلیہ و شرعیہ کے کھیتوں باغوں سے اور ہمتِ قلبی کے چمن سے امداد فرمائی ۔ اور فضائلِ خلقیہ کی اولاد ۔ ہیئتِ نورانیہ کے مضبوط ارادوں کے فرزندوں سے تائید و مدد فرمائی اور اے روحِ ملکوتی والو تمہارے لیے ربِ کائنات نے اخلاقِ حسنہ اور فضائلِ ملکوتی کے گروہ اور جتھے بنائے ۔ یہ تو ہمارے کرم اور بندہ نوازیاں ہیں لیکن ان سے فائدہ حاصل کرنا ۔ اور ان کو اپنے پاس باقی رہنے دینا تمہارے اختیار میں دیا گیا ہے اے روح و قلب اس دنیاءِ ناسوتی میں وقت عمر ۔ صحت ۔ توفیق اللہ تعالیٰ کی عظیم امدادیں ہیں اس سے فائدہ حاصل کرنا یہ ہے کہ ہر لمحہ نیکی اور اچھائی میں گزارو ۔ اگر تم بھلائی کرو گے کمالاتِ خلقیہ اور آراءِ عقلیہ کو حاصل کر کے ۔ تو اپنی جانوں کے لیے ہی کرو گے ۔ کہ اس کا فائدہ معرفتِ ربانی حصولِ ایمانی قربِ رحمانی انوارِ یزدانی تم کو حاصل ہوتے رہیں گے ۔ اور اگر تم راہِ سعادت سے ہٹ گئے اور ہیئتِ بدنیہ کی بُری عادتیں ۔ اکتسابِ رذائل کے پیچھے پڑ کر حجابِ ظلمات میں پھنس گئے ۔ اور سوءِ عملی کج خلقی میں گرفتار ہوئے تو اس کی شقاوت اور حرمان نصیبی کا وبال اسی کی نفسِ رذیلہ پر ہے ۔
لیکن بہت سے نفس و نفسیات نے جب اُس راہِ سعادت اور منزلِ عشقِ الٰہیہ کو قبول نہ کیا تو پھر دوسری مرتبہ اُن نفوسِ رذیلہ کے لیے ۔ فَذَا ءِ فِي التَّوْحِيدِ کا وعدہ جبر آگیا ۔ ہم نے پھر اپنے مخصوص و مخلص مقامِ قرب کے حاضر باش انوارِ قدس اور تجلیاتِ جلال اور صفاتِ الٰہیہ والے

قہر کے بادلوں کے لشکر بھیجے۔ اور عظمت و کبریائی کے سلاطین و شہنشاہ مسلط کر دیئے تاکہ تمہارے وجود خواہشات و نفسیات کے چہروں کو عشق الٰہی کی آگ سے جلا کر بگاڑ دیں اور تم پر ان کے قہر کی بنا پر کمالات دنیوی کا فقدان ہو جائے اور امیدوں حسرتوں تمناؤں کا خاتمہ۔ یہاں تک کہ تمہاری مسجد قلب میں داخل ہو کر تمام کثافتوں۔ شقاوتوں کو برباد کر دیں۔ جس طرح پہلے مقام نفس میں قہر و جبر کا حملہ ہوا تھا۔ اور اُس کے اثراتِ ابدیہ سے تمہارے علوم و فضائل بدل گئے تھے وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا۔ یہ قوتیں گوشۂ جسمانی کے کسی حصے کو نہیں چھوڑیں گی بلکہ جس پر ظہورِ کمال۔ قربِ جلال اور فضیلت صفات سے غلبہ پائیں گے۔ اسی کو دیدارِ حیرانگی خاطرِ قلبی میں صفاتِ ربوبیت کے ذریعے وادیِ ہلاکت میں پہنچائیں گے (محی الدین ابن عربی) صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں کہ بدی کا بدلہ لینے کا جذبہ انسان میں بہت جلد پیدا ہو جاتا ہے۔ ہر انسان میں رب تعالیٰ نے دو قوتیں ودیعت فرمائی ہیں ایک قوتِ بھلائی و احسان دوسری قوتِ برائی و گناہ۔ اس جگہ آیتوں میں ان دونوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ع۱ اَحْسَنْتُمْ اور ع۲ اَسَأْتُمْ۔ اثر نیکی کا زیادہ ہوتا ہے مگر انسانی فطرت بدی کی طرف مائل ہوتی ہے اس لیے اگر کوئی نیکی کرے تو کبھی بھی اس کے بدلہ چکانے کا خیال نہیں آتا آتا بھی ہے تو سالوں بعد مگر کوئی برائی کرے تو دل چاہتا ہے کہ ابھی اُس کو مزہ چکھا دو۔ بلکہ چاہت ہوتی ہے کہ دشمن سے انتقام برابری سے نہیں۔ بڑھ چڑھ کر لیا جائے۔ اسی طرح دشمن انسان برے انسان کو نہیں ستاتا۔ مارتا بلکہ شریف انسان کی عزت و عظمت سے حسد کرتے ہوئے اُس پر ظلم کرتا ہے۔ ظلم ابتدا ہے۔ انتقام اس کا نتیجہ ہے۔ ظلم ایک تلوار ہے انتقام اُس کا زہر ہے۔ تکبر وہ دشمنی ہے جو بغیر کسی انتقام کے پیدا ہوتی ہے۔ اے بندو تین عادتوں سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ ظلم۔ تکبر۔ اور انتقام سے۔ جس میں انتقام لینے کی خصلت ہوگی اُس کے زخم ہرے رہیں گے۔ بدی کے دو کانٹے ہیں ایک مخالفت۔ اور ۲ غصہ۔ بدی ایک جھاڑی ہے جس کے زہریلے پھل انتقام ہیں۔ دنیا کا ہر پھل کھانے والے کو نقصان پہنچاتا ہے مگر یہ پھل خود درخت کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اِن آیات میں تصوف کے یہی راستے سمجھائے جا رہے ہیں۔ جو شخص زیادہ مصائب برداشت کرنے کا حوصلہ رکھتا ہے راہِ معرفت میں وہی اہم شخصیت ہے۔ جو بندہ حق کے سامنے مغلوب ہو گیا وہی بارگاہِ سرمدی کا مطلوب بن گیا۔ مغلوبیت کے پانچ نشان۔

ع۱ محنت۔ ع۲ استقبال ع۳ دنیاداری۔ خیال رہے کہ دنیا پرستی حرام ہے دنیاداری عین ایمان طریقۂ انبیاءِ کرام علیہم السلام ہے ع۴ خیرات ع۵ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ۔ یہی وہ نشانِ خمسہ ہیں جو

اہلِ معرفت کے حواسِ خمسہ پر جاری ہیں۔ یہ خصائل منزلِ مراد کے سفرِ لاہوتی کو آسان کرنے والے ہیں۔
وَاللّٰہُ وَرَسُولُہٗ اَعْلَمُ۔

عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ ج وَاِنْ

قریب ہے کہ رب تمہارا رحم فرمائے تم پر اور اگر

قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے اور اگر

عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ

آمادہ ہوئے سرکشی پر تو ہم بھی آمادہ ہوں گے عذاب پر اور بنا رکھی ہے ہم نے دوزخ لیے کافروں کے

تم پھر شرارت کرو تو ہم پھر عذاب کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کا

حَصِيْرًا ﴿۸﴾ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ

جیل۔ بیشک یہ قرآن ہدایت دیتا ہے اُس کو

قید خانہ بنایا ہے۔ بیشک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے

هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ

جو سیدھا رہے اور دیتا ہے خوشخبری ان مومنوں کو جو

جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو جو

يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ﴿۹﴾ لا

عمل کرتے ہیں نیک اِس کی کہ بیشک لیے اُن کے بدلہ ہے بہت بڑا۔

اچھے کام کریں کہ اُن کے لیے بڑا ثواب ہے

وقف لازم

وَّاَنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ اَعۡتَدۡنَا

اور بیشک وہ جو ایمان نہیں لاتے آخرت پر تیار کر رکھا ہے ہم نے

اور یہ کہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے

لَہُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿۱۰﴾

لیے ان کے عذاب دردناک

اُن کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق۔
پہلا تعلق - پچھلی آیت میں بنی اسرائیل پر رحم کرنے کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ اسے لوگو ہم نے اُن کے ذرا نیک ہو جانے پر کتنا بڑا کرم اُن پر کیا۔ اب ان آیات میں آئندہ پھر رحم وکرم فرمانے کا وعدہ فرمایا جارہا ہے بشرطیکہ بندہ بن کر رہیں۔ **دوسرا تعلق** - پچھلی آیت میں بنی اسرائیل کے توریت کی نافرمانیوں کا ذکر ہوا تھا۔ اب ان آیات میں قرآن مجید کو ماننے کا اور اُس کے فائدے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ **تیسرا تعلق** - پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ کافروں کو دنیوی سزا یہ ملتی ہے کہ دشمنوں کے دلوں میں اُن کا اور اُن کی عزت والے مقامات مساجد وغیرہ کا کوئی احترام باقی نہیں رہتا۔ اب ان آیات میں فرمایا جارہا ہے کہ سرکشوں گناہ والوں کی عزت میدان محشر میں بھی کچھ نہ ہوگی۔ دنیا و آخرت کی عزت تو صرف غلامان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

تفسیر نحوی عَسٰی رَبُّکُمۡ اَنۡ یَّرۡحَمَکُمۡ وَاِنۡ عُدۡتُّمۡ عُدۡنَا وَجَعَلۡنَا جَہَنَّمَ لِلۡکٰفِرِیۡنَ حَصِیۡرًا۔
عَسٰی - فعل مقاربہ صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِس کے بارے میں تین باتیں سمجھ لو۔ ایک یہ کہ یہ فعل ہے مگر غیر متصرفہ ہے یعنی اِس کا صرف ماضی مطلق معروف چودہ صیغے ہوتے ہیں بعض کے نزدیک صرف نو صیغے ہوتے ہیں پانچ صیغے۔ جمع غائب۔ تثنیہ مؤنث غائب۔ جمع مؤنث غائب تثنیہ مذکر غائب۔ جمع متکلم۔ نہیں ہوتے مگر یہ غلط ہے شعراءِ عرب کے کلام میں چودہ صیغے وقتاً فوقتاً مستعمل ہے ہاں البتہ قرآن مجید میں صرف عَسٰی اور عَسَیۡتُمۡ آیا ہے۔ عَسٰی تقریباً اٹھائیس

جگہ اور عَسَیْتُمْ دو جگہ ۔ اس کی باقی بحثیں یعنی ماضی مطلق مجہول باقی پانچ ماضی مضارع امر نہی اسم فاعل اسم مفعول نہیں ہوتے ۔ اس لیے کہ اس میں رجاء دو قسم کی پائی جاتی ۔

ع ا رجاء طمع یعنی خوشی کی امید ع ۲ رجاء اشفاق یعنی خوف کی امید ۔ دوم یہ کہ یہ زمانے کے لحاظ سے فعل ہے کیونکہ یہ ماضی بمعنیٰ مستقبل ہوتا ہے ۔ اور معنیٰ کے اعتبار سے حرف ہے کیونکہ امید ہے اور حرف متصرفہ نہیں ہوتا بلکہ یہی نہیں اس کے علاوہ جتنے بھی انشائیات ہیں (بجز امر نہی عقود) تمنی ۔ ترجی ۔ عرض ۔ قسم ندا ۔ تحضیض ۔ سب میں حرفیت پائی جاتی ہے ۔ سوم یہ کہ عسٰی فعل مقاربہ اپنی حرفیت کی بنا پر ناقص ہے اس لیے فاعل مفعول پر عمل ہرگز نہیں کر سکتا بلکہ اسم اور خبر پر عمل کرتا ہے یہی حال تمام ناقص فعلوں کا ہے ۔ اسم فاعل کے مشابہ ہوتا ہے اس لیے مرفوع ہوتا ہے خبر مفعول بہ کے مشابہ ہوتی ہے لہٰذا منصوب ہوتی ہے یہ ماضی بمعنیٰ مستقبل اس لیے ہے کہ ترجی یعنی امید مستقبل ہی کی ہوتی ہے ۔ رَبُّ ۔ اسم مفرد مذکر معرب ۔ مضاف ہے کُمْ ضمیر مضاف الیہ ۔ اس کا مرجع اسرائیلی ۔ مرکب اضافی اسم ہے عسٰی کا ۔ اَنْ ناصبہ مصدریہ یَرْحَمْ ۔ باب سَمِعَ کا مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر مستتر کُمْ ضمیر مفعول بہ ۔ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر خبر ہوئی عسٰی کی اور وہ اسم خبر سے مل کر جملہ خبریہ ناقصہ فعلیہ ہو گیا ۔ واؤ سر جملہ اِنْ شرطیہ عُدْتُّمْ ۔ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق جمع حاضر عَوْدٌ اجوف واوی سے بنا ہے بمعنیٰ لوٹنا ۔ دوبارہ کرنا ۔ پچھلی حالت پر پھرنا ۔ یہاں مراد سابقہ کی مثل سرکشی کرنا ۔ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوا ۔ عُدْنَا اسی ماضی کا صیغہ جمع متکلم نَحْنُ ضمیر فاعل ہے پوشیدہ ہے اس کا مرجع ۔ ذات مجید جَلَّ جلالہٗ ۔ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہوئی ۔ شرط و جزا مل کر شرطیہ ہو گیا ۔ واؤ استینافیہ ہے ۔ ایک قول میں حالیہ ہے اور مابعد حال ہے عُدْنَا کا ۔ جَعَلْنَا ۔ باب فَتَحَ کا ماضی مثبت معروف جمع متکلم فاعل نَحْنُ ضمیر متکلم مرجع اللہ تعالیٰ جَعْلٌ سے بنا ہے ۔ جَعْلٌ اپنے سات معنیٰ میں مشترک ہے یہاں تیار کرنا ۔ متعدی بدو مفعول ہے جَهَنَّمَ اسم مفرد جامد غیر منصرف عجمی عَلَم ہے ۔ بحالت نصب ہے مفعول بہ اول ہے بعض کے نزدیک یہ لفظ منصرف ہے عجمی نہیں عربی ہی ہے ۔ نام ہے دوزخ کا ۔ لام مشابہت ملکیت کا یا نفع کا ۔ کافرین ۔ جمع مذکر سالم ہے کافر کی بت پرستی کا معنیٰ مراد ہے ۔ حَصِیْرًا صفت مشبہ مبالغے کے لیے حَصْرٌ سے بنا ہے ۔ بمعنیٰ روکنا ۔ قید کرنا ۔ خاص کرنا ۔ یہاں قید کرنا مراد ہے ۔ مبالغے کا ترجمہ ہوا بہت ہی سخت جکڑنے والا قید کرنے والا ۔ قید خانے کو حصیر اسی معنیٰ میں کہتے ہیں ۔ بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہ دوم ہے جَعَلْنَا کا ۔ وہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا ۔ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ

هِیَ اَقْوَمُ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا - اِنَّ حرفِ مشبہ ھٰذَا اسم اشارہ قریبی۔ الف لام عہدِ خارجی قرآن۔ بروزنِ فُعلانٌ یا فُعّالٌ یا قَرءٌ بمعنیٰ پڑھنا سے بنا ہے تب الف نون زائدہ ہے یا قَرْنٌ سے بنا ہے تب نون مادہ کی اصلیہ ہے قرآن نام ذاتی ہے اُس کتاب الٰہی کا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی مشار الیہ ہے۔ ھٰذَا کا دونوں مل کر اسم اِنَّ ہوا یَهْدِیْ باب ضَرَبَ کا مضارع واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر واحد پوشیدہ اس کا فاعل جس کا مرجع قرآن ہے۔ لام جارہ مفعولیت کا۔ اَلَّتِیْ اسم موصول مؤنث مراد ہے شریعت چونکہ لفظ شریعت لفظاً مؤنث ہے اس لیے اَلَّتِیْ مؤنث آیا۔ هِیَ ضمیر واحد مؤنث غائب مرفوع منفصل مرجع ہے اَلَّتِیْ۔ اَقْوَمُ۔ اسم تفضیل مذکر۔ قَوْمٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ۔ کھڑا ہونا۔ سیدھا ہونا۔ مضبوط ہونا۔ یہاں آخری معنیٰ مراد ہے یعنی بہت مضبوط۔ بحالتِ رفع خبر ہے هِیَ مبتدا کی۔ جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ جار مجرور متعلق ہے یَهْدِیْ کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ یُبَشِّرُ۔ باب تفعیل کا مضارع مثبت معروف واحد مذکر غائب۔ مصدر ہے تَبْشِیْرٌ۔ بمعنیٰ خوشخبری سنانا۔ الف لام استغراقی مُؤْمِنِیْنَ جمع مذکر سالم واحد ہے مومنٌ باب افعال کا اسم فاعل بحالت فتحہ ہے۔ مفعول بہ ہے یُبَشِّرُ کا موصوف ہے مابعد کا۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر یَعْمَلُوْنَ باب فَتَحَ کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب هُمْ ضمیر مستتر فاعل ہے جس کا مرجع ہے اَلَّذِیْنَ۔ اس سے مراد ہیں مومن لوگ۔ عَمَلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ اعمالِ جوارح یعنی اعضاءِ ظاہری سے کام کرنا۔ خیال رہے کہ اعضاءِ ظاہری کے کاموں کا نام ہوتا ہے عمل۔ اور اعضاءِ باطنی کے کاموں کا نام ہوتا ہے عقیدہ۔ جس طرح عمل کی بہت سی قسمیں ہیں اور ہر عضو کے عمل کا علیحدہ نام ہے۔ مثلاً پاؤں کا عمل چلنا۔ ہاتھ کے عمل کا نام پکڑنا۔ کسی کا نام سننا۔ وغیرہ۔ اسی طرح عقیدے کی بھی بہت سی قسمیں ہیں۔ مثلاً یقین دل کا عقیدہ۔ وہم۔ گمان۔ خیال۔ تصوّر۔ وغیرہ۔ یہاں عمل ظاہری مراد ہے خواہ کسی عضو کا ہو۔ مگر ہو۔ اَلصّٰلِحٰتِ۔ الف لام استغراقی صالحات۔ جمع مؤنث سالم صالحۃٌ کی۔ اسم فاعل مؤنث ہے۔ صَلُحٌ سے بنا ہے بمعنیٰ درست ہونا۔ قابل ہونا۔ لائق ہونا۔ نیک اور بھلائی والا ہونا۔ یہاں مراد نیک اعمال ہیں۔ بحالتِ فتحہ ہے۔ کیونکہ مفعول بہ ہے یَعْمَلُوْنَ کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مل کر صفت ہوئی مُؤْمِنِیْنَ کی مرکب توصیفی مفعول بہ اوّل ہوا یُبَشِّرُ فعل متعدی بدو مفعول کا اَنَّ حرفِ تحقیق۔ لام جارہ نفع کا تشبیہ ملکیت کے لیے۔ هُمْ۔ ضمیر جمع غائب مجرور متصل مرجع مُؤْمِنِیْنَ ہے جار مجرور متعلق ہے ثابتٌ یا مخصوصٌ پوشیدہ عامل کا۔ وہ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر مقدم ہے

اَنَّ کی ۔ اَجْرًا ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ ثواب ۔ بدلہ موصوف ہے ۔ کَبِیْرًا صفت مشبّہ ۔ کبُرٌ سے بنا ہے ۔ بمعنیٰ بڑا ہونا ۔ زیادہ دیر تک رہنا ۔ قائم رہنا ۔ ترجمہ ہے بہت زیادہ ہونا ۔ یہ اللہ کی بھی صفت ہے مگر غیر خصوصی اسی سے متکبّر یہ خصوصی صفت ہے باری تعالیٰ کی ۔ کسی مخلوق کو نہیں کہہ سکتے ۔ بحالتِ نصب ہے کیونکہ صفت ہے ۔ مرکّب توصیفی اسم مؤخّر ہے اَنَّ کا ۔ وہ جملہ اسمیہ تحقیقیہ ہو کر مفعول بہ دوم ہوا یُبَشِّرُ کا ۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا یَھْدِیْ کا اور سب عطف مل کر خبر ہے اِنَّ کی اور جملہ اسمیہ ہو کر مکمل ہوا ۔ وَاَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۔ واوٗ عاطفہ ہے اور مابعد کا عطف ہے ما قبل اَنَّ لَھُمْ پر ۔ اور آگے اس کا تعلّق یُبَشِّرُ سے ہے ۔ بشارت یہاں مومن اور کافر دونوں کو ہے مگر مومن کو بشارت استحسانی حقیقی ہے اور کافر کو بشارت استہزائی مجازی ہے ۔ یا دونوں بشارتیں مومن کو ہی ہیں ایک اپنے انعام کی دوم دشمن کی ذلّت کی اور مطلب یہ کہ مومنوں کو دو چیزوں کی بشارت ہے ۔ اپنی ذات کے لیے اجر کبیر کی اور کفّار کے لیے عذاب الیم کی ۔ اس معنیٰ میں ۔ دونوں بشارتیں حقیقی ہیں کیونکہ کافر کو عذاب مومن کے لیے باعث سرور ہے ۔ اسی لیے اَنَّ مفتوحہ آیا کیونکہ درمیان کلام میں آ گیا ۔ ہمزہ کا فتحہ چونکہ خفیف ہے اس لیے درمیان میں اَنَّ حرف تحقیق پر فتحہ ہی آتا ہے ۔ ثقیل چیز شروع میں لائی جاتی ہے ۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر ۔ لَا یُؤْمِنُوْنَ باب افعال کا مضارع منفی معروف صیغہ جمع مذکر غائب مصدر ہے اِیْمَانٌ بمعنیٰ اسلام قبول کرنا ۔ ھُمْ ضمیر اس کا فاعل مرجع ہے اَلَّذِیْنَ ب جارّہ بمعنیٰ علی الف لام حرفی زائدہ یا اسمی بمعنیٰ اَلَّذِیْ ۔ اٰخِرَۃ اسم فاعل مؤنّث مراد قیامت ۔ جار مجرور متعلّق لَا یُؤْمِنُوْنَ کا ۔ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا ۔ موصول صلہ اسم ہے اَنَّ کا ۔ اَعْتَدْنَا ۔ باب افعال کا ماضی مطلق ۔ جمع متکلّم مخاطب اللہ تعالیٰ مصدر متعدّی ہے اِعْتَادٌ ۔ بمعنیٰ تیار کرنا ۔ عَتَدٌ سے بنا ہے یہ لازم ہے بمعنیٰ تیار ہونا ۔ لام جارّہ نسبت کا مشابہ ملکیت ھُمْ ضمیر مجرور مرجع ہے اَلَّذِیْنَ ۔ متعلّق ہے اَعْتَدْنَا کا عَذَابًا ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ اخروی سزا ، بد عملی اور بد عقیدگی ۔ موصوف ہے اَلِیْمًا ۔ صفت مشبّہ ہے اَلَمٌ سے مشتق ہے ۔ مبالغے کے لیے ہے ۔ بمعنیٰ بہت ہی دکھ تکلیف ۔ درد دینے والا ۔ بحالتِ نصب ہے کیونکہ صفت ہے ۔ مرکّب توصیفی مفعول بہ ہے اَعْتَدْنَا کا ۔ جملہ فعلیہ ہو کر خبر اَنَّ ہوئی ۔ اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہوا اَنَّ لَھُمْ پر ۔

تفسیر عالمانہ

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَ یُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ

عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یَّرْحَمَكُمْ وَ اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا وَ جَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا

الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا ۔ بہت ہی قریب ہے تمہارا رب کہ رحم کرے
تم پر تمہاری اتنی شرارتوں فتنوں فسادوں ظلم و کفر کے باوجود اور تم کو پھر پہلے کی طرح روحانی ایمانی
عرفانی دولتوں سے نوازے اور دینوی عزت ، وقار قوت و طاقت کے ساتھ ساتھ اپنی دوستی محبت
اور ولایت عظمیٰ کا تمغہ و تاج عطا فرمائے ایک موقعہ سنبھلنے سنورنے کا تم کو اور دیا جا رہا ہے سابقہ
زمانوں میں تم بنی اسرائیل نے اپنے انبیاء کرام کی اتنی گستاخیاں بے ادبیاں کیں سواب زمانہ آگیا ہے
محبوب عالمین راحت عاشقین آفتاب دو عالم محمد رسول اللہ کا ان کی اطاعت سب سے زیادہ قیمتی
ہے ۔ اس کے بعد کسی اور دروازے کا امکان ہی نہیں ۔ اب خوش بختی اور بدبختی کا یہی معیار ہے
ہم دیکھتے ہیں کہ اس موقعہ غنیمت سے تم کیا اور کتنا فائدہ اٹھاتے ہو ۔ اب تو دین دنیا کی سب دولتیں
عظمتیں عزتیں ولایتیں اسی محبوب ازلی ابدی قدیمی کے دامن سے وابستہ ہیں ۔ یہی وہ محبوب
ہے جس کی محبوبیت قدیمی ہے ؎

شعر

دونوں عالم کا تمہیں منظور گر آرام ہے
اُن کا دامن تھام لو جن کا محمد نام ہے

لیکن اگر تم نے یہاں بھی اپنی بدباطنی سے اور خبث ظاہری سے پھر وہی وطیرہ ۔ چال چلن اختیار کیا
اور اپنی پرانی باپ دادوں والی عادتوں کی طرف لوٹے اور رحم و کرم کے آخری سہارے کو بھی چھوڑ
دیا ۔ منہ موڑ لیا ۔ تو پھر ہم بھی اپنے جبر و قہر سزاء و عتاب کے لیے سابقہ طریقوں کو تم پر لوٹیں گے
اور ہماری پسندیدہ جماعتیں اچھی اور طاقتور قومیں پھر تم پر غالب اور مسلط ہو جائیں گی ۔ اور یہ آخری
اور تیسری باروالی ذلت تم پر قیامت تک اس طرح جاری رہے گی کہ پھر وہاں سے سیدھا جہنم
ہی کا راستہ ہو گا ۔ کافروں کے لیے تو جہنم ہی ہم نے بنائی ہے جو دائمی قیدخانہ اور ذلت کا پنجرہ ہے ۔
اے اہل کتاب یہود و نصاریٰ اور صابیو ۔ ایک وہ وقت تھا جب صحف آدم و ابراہیم وغیرہم !
علیہم السلام مرکز ہدایت الٰہیہ تھے پھر وہ دور آیا جب توریت پھر زبور پھر انجیل اپنے اپنے وقتوں
زمانوں میں سیدھی راہ کی ہدایت کا مرکز رہیں مگر اب تا قیامت بیشک یہ قرآن مجید ہی عرش و فرش
مشرق مغرب کی تمام اقوام کے لیے دینی دنیوی روحانی مادی ترقی تمدن کے سیدھے مضبوط
راستوں پر چلانے کے لیے ہدایت کا ملہ ہے ۔ اب یہ قرآن کریم ہی کائنات انسانیت کے لیے ازلی ابدی
مرشد و رہنما ہے ۔ یہی قرآن مقدس انسانوں کی دنیا کو درست کرنے والا اور یہی دین کو رفعت لامکانی
بخشنے والا ہے یہی ارواح کو جلا بخشنے والا ہے یہی اجسام کو حسن و زینت دینے والا ہے تمہارے

حالات راستے یہی صحیح کرنے والا ہے۔ عزتوں دولتوں کو واپس لوٹانے والا بھی یہی قرآن پاک ہے۔ اور یہی قرآن پاک دین دنیا۔ اول آخر ظاہر باطن ابتدا اور انتہا کی خوشخبری سناتا ہے اہل ایمان وعرفان کو جو اس قرآن مجید کے مطابق اسی کی شریعت طریقت کے مطابق نیک پاک طیب طاہر منزہ معطر سچے کام کرتے ہیں۔ اتنی عظیم اور پُر بہار خوشخبری کہ اے محنت مشقت ریاضت عبادت کرنے والو بیشک تم جیسے ایمان والوں کے لیے بارگاہِ قدس کے جمال ورحمت میں بہت ہی بڑا اجر و ثواب ہے اور تمہارے معمولی اعمالِ صالحہ کی بڑی قدر ومنزلت ہے وَاَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۔ اور یہ بھی خوشخبری ہے کہ بیشک وہ ظاہری باطنی ایمان کے دشمن لوگ جو اُخروی زندگی قیامت اور جزا سزا پر ایمان نہیں لاتے اسی لیے مطمئن ہو کر ہر طرح کا کفر شرک ظلم بدکاری سرکشی تکبر۔ فسق وفجور ہر وقت نہایت دیدہ دلیری سے کرتے رہتے ہیں اُن ہر قسم کے کتابی غیر کتابی یہود ونصاریٰ اور مجوسی۔ بت پرست کفار کے لیے ہم نے بہت ہی درد تکلیف اور مصیبت والا عذاب تیار کر دیا ہے۔ لہٰذا اے ایمان والے پیارے مخلص بندو تم ان کے ظلم وتکبر ایذار سانی پر کچھ دنوں کے لیے صبر کرو۔ پھر ہمیشہ کے لیے تم کو راحتیں ہیں اور تمہارے ستانے اور کفر شرک کرنے کی بنا پر ہمیشہ کے لیے ان ظالموں کو سزا کا عذاب ہے خیال رہے کہ ان آیت میں پانچ سابقہ واقعات کی طرف اشارہ فرمایا گیا۔

(۱) ہم نے اپنے پیارے نبی کو معراج اور دیدار کرایا اور اپنی تمام نعمتوں سے نوازا لہٰذا اگر تم چاہتے ہو کہ تم پر رحم فرمایا جائے تو ہم عنقریب اس وقت تم پر رحم فرمائیں گے جب تم رحمت عالمین کے دامن میں آجاؤ۔

(۲) تم بنی اسرائیل نے اپنے سابقہ دولتمندی کے زمانے میں انبیاءِ کرام اور نیک لوگوں پر بہت ظلم کیا تھا جس کا بدلہ ذلت اور قتل وغارت کی شکل میں ہر دفعہ دیا گیا۔ اب آخری نبی کا زمانہ ہے اگر پھر ایسا کیا جیسا پہلے ظلم وکفر کیا تھا تو پھر اس سے زیادہ تکلیف وعذاب دیئے جاؤ گے۔

(۳) اے بنی اسرائیل تمہاری قوم کے عظیم نبی موسیٰ اور داؤد اور عیسیٰ علیہم السّلام کو آسمانی کتابیں دی گئیں۔ خاص کر حضرت موسیٰ کو توریت دی اس وقت اس میں ہی سب انسانوں کے لیے ہدایت اور نور تھا اور اب سب کے لیے قرآن پاک میں ہدایت ہے۔

(۴) تمہارے ہی جدِّ اعلیٰ حضرتِ نوح علیہ السّلام تھے جو بہت شکر گزار تھے۔ اب شکر گزار ہمارے وہ بندے ہیں جو ہمارے محبوب ابدی کے دامن میں آکر اہل ایمان ہوئے اور اعمالِ صالحہ سے ہر حال

میں شکرِ الہٰی بجالائے۔ اب عبد شکور بننے کا واحد طریقہ یہ ہی ہے کہ ان کا دامن تھام لو جن کا محمد نام ہے۔

ف۵ اے بنی اسرائیل اب تم اپنے باپ دادوں کی طرح بری حرکتیں نہ کرنا۔ ورنہ پھر دنیا کی ذلت کے علاوہ آخرت کا عذاب بھی تیار ہے یہ آخری مہلت ہے اب نہ کوئی دوسرا نبی تشریف لائے گا نہ کوئی کتاب نہ شریعت۔ نہ اس کو چھوڑ کر کوئی ہدایت آئے۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ بندہ اپنی توبہ کے ذریعے ہی اللہ کی دائمی نعمتوں اور قلبی خوشیوں سے مستفیض ہو سکتا۔ زاری اور عاجزی کی طرف ہی رحم و کرم آتا ہے یہ فائدہ عَسٰی رَبُّکُمْ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا کہ دیکھو تمہارے باپ دادوں پر بھی رحم کیا گیا تھا مگر کسی نیک نسبت اور توبہ کے بعد۔ اسی طرح تم پر بھی اسی طریقے کو اپنانے سے رحم ہوگا۔ **دوسرا فائدہ**۔ نبوت کی گستاخی سب سے بڑا کفر ہے۔ یہ آگ جہانوں کو جلا ڈالتی ہے اللہ تعالیٰ سب کو اس سے بچائے۔ دیکھو یہود و نصاریٰ رب کے حضور بڑے نیک بنتے عبادت کرتے تھے مگر گستاخی رسالت کا دنیوی وبال یہ آیا کہ قتل و ذلیل ہی ہوتے رہے بنی قریظہ قتل کئے گئے۔ بنی نضیر رسوا کر کے شہر بدر کئے گئے یہ فائدہ اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا۔ فرمانے اور بعد میں اس کے نتیجے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ**۔ دنیا کے عذاب آخرت کے عذاب آخرت کے عذاب کے علاوہ ہیں۔ دنیوی عذاب اخروی عذاب کا جزوی یا کُلّی بدلہ نہیں ہے۔ اور اللہ کی ہر سزا کو عذاب الہٰی ہی کہا جاتا ہے اگرچہ انسانوں کے ہاتھوں ہی وارد ہو نیز عذاب کوئی بھی کسی طرح کا بھی ہو۔ اس کے بعد پھر مہلتِ ایمانی نہیں ملتی۔ یہ فائدہ بھی عُدْنَا فرمانے اور اس کے بعد جہنم کے ذکر سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ**۔ ہر مومن کو بقدر طاقت ہر نیکی کرنی چاہیئے کیونکہ مومن کو اس کا دنیا میں بھی عزت، نیکنامی اور روحانیت کی شکل میں فائدہ ہے اور آخرت میں بھی فائدہ ہے۔ یہ فائدہ اَجْرًا کَبِیْرًا اور یُبَشِّرُ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں

پہلا مسئلہ۔ لفظِ عسیٰ اصلاً موضوعًا تو امید کے لیے ہے مگر بہت جگہ یقین کے لیے آجاتا ہے یہاں بھی عسیٰ یقین کے لیے اور معنی اس طرح ہے کہ عَسٰی رَبُّکُمْ یقیناً تم پر عنقریب رحم فرمائے گا تمہارا رب تعالیٰ۔ لہٰذا امام اعظم کا مسلک کہ اگر کسی بھی عقد کے انعقاد کی محفل میں ایک شخص کہتا ہے کہ عنقریب ایسا کر دوں گا تو وہ وعدہ اور عہد ہوتا ہے اس طرح وہ منگنی یا وعدے

کی محمل کہلائیں گی۔ بخلاف حرف تقریبی سَ کے یا سَوف کے کہ ان حرفوں سے وعدہ یا منگنی درست نہیں۔ اسی طرح اردو میں عسیٰ کا ترجمہ ہوگا عنقریب کردوں گا اور سوف یا سین کا ترجمہ ہوا ہو سکتا ہے کہ عنقریب ایسا کردں۔ محفل منگنی میں سین یا سَوف سے منگنی نہیں ہوگی کیونکہ اس میں شک ہے لفظِ عسیٰ بولنے سے ہو جائے گی کیونکہ اس میں یقین ہے

دوسرا مسئلہ۔ غیر مسلم پڑوسیوں پر صرف انسانی ہمدردی کے تحت رحم دلی سے پیش آنا جائز ہے بشرطیکہ وہ غیر مسلم شر پسند یا متعصب نہ ہو اور مسلمان کی ہمدردی کو کمزوری پر محمول نہ کرے لیکن کفار سے اعتماد کی دوستی حرام ہے۔ یہ مسئلہ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ (الخ) فرمانے اور اس کی تفسیر سے حاصل ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ قانونِ نحو یہ کے مطابق وَاَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ (الخ) کا عطف ہے اَنَّ لَھُمْ پر اس بنا پر یُبَشِّرُ یعنی خوشخبری کا تعلق اَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ سے بھی ہوا حالانکہ یہاں تو عذابِ الیم کا ذکر ہے بھلا عذاب بھی کبھی خوشخبری ہو سکتا ہے۔

جواب۔ امام رازیؒ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ کفار پر عذاب اہلِ ایمان کے لیے خوشخبری ہے نہ کہ خود کفار کے لیے اس لیے کہ ظالم کی ہلاکت کی خبر سے مظلوم و مجبور کو خوشی ہوتی ہے۔

دوسرا اعتراض۔ یہ آیت کریمہ بھی اور اس سے پہلی آیت میں بھی دور سے بنی اسرائیل یہود و نصاریٰ کا ذکر چلا آرہا ہے عَسٰی رَبُّکُمْ۔ اور اَنْ یَّرْحَمَکُمْ اور اِنْ عُدْتُّمْ۔ میں خطاب بنی اسرائیل سے ہی ہے۔ تو یہاں لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ۔ کیوں فرمایا گیا۔ یہود و نصاریٰ تو آخرت کے منکر نہیں ہیں وہ تو قیامت جنت دوزخ کو مانتے ہیں بلکہ عذابِ قبر کو بھی مانتے ہیں۔

جواب۔ اس کے چند جواب دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ یہودیوں عیسائیوں کے مختلف فرقے ہیں ان میں اکثر فرقوں کا عقیدہ ہے کہ قیامت صرف روح پر طاری ہوگی جسم پر نہیں اس لیے یہ منکرینِ قیامت ہوئے دوم یہ کہ آخرت اور قیامت کو ماننا یہ ہے کہ مکمل طور پر ہر چیز کو مانا جائے اپنی من مرضی سے قیامت کا نقشہ بنا لینا اور تصوراتی قیامت کھڑی کر دینا یہ ایمان نہیں۔ یہودی کہتے ہیں۔ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا اَیَّامًا مَّعْدُوْدَات۔ ہمیں صرف چند دن آگ پہنچے گی۔ کبھی کہتے ہیں صرف یہودی ہی جنتی ہیں۔ کبھی کہتے ہیں جنت دوزخ ابھی بنی نہیں بعد میں بنے گی غرض کہ یہودی عیسائی صرف نام سے تو قیامت کو مانتے ہیں حقیقتاً نہیں مانتے۔ (تفسیر کبیر) سوم یہ کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب ایمان اور ماننا صرف ایمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر موقوف ہے۔ آپ کو چھوڑ کر کوئی ماننا ماننا ہی نہیں۔ نہ کوئی صحیح مان سکتا ہے۔ یہ جواب سب سے بہتر ہے۔

تفسیر صوفیانہ

عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا۔ یہ بات یقینی ہے کہ عنقریب اسے اجسامِ ناسوتی تم پر تمہارا پروردگار قہرِ فنا کے بعد بقاءِ حیات کا رحم فرمائے۔ تجلیاتِ صفات محو کرنے کے بعد لذاتِ انوار کا رحم کرے۔ اور فنا کے بعد تمہارے قلب کی بقا ہو۔ اور مقامِ قرب میں تم کو مبعوث فرمائے۔ اور ایسا ثواب بخشے کہ کسی آنکھ نے نہ دیکھا ہو نہ کان نے سنا نہ دِل گمان ہی کر سکے۔ لیکن اگر پھر تمہاری انانیتِ فنا نے ظہور کیا۔ تو ہم پھر قہرِ فنا اور حجابِ لقا کا۔ اور ضعفِ حیات و ضعفِ ممات کا مزہ چکھا دیں گے۔ اور کوئی بھی تا قیامت پھر بچانے والا نہ ملے گا۔ اور ہم نے ہی طبیعت کے جہنم کو محجوبین کا قرینِ انوار کے لیے محرومیوں کا قید خانہ بنایا ہے۔ اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا کَبِیْرًا۔ بیشک یہ قرآن سالکینِ معرفت کو حقیقت و طریقت روحانیت و وجدانیت کے خفیہ اور شاندار چھوٹے اور مضبوط راستے کی ہدایت دیتا ہے۔ اور راہِ مراد کے طلب گاروں کو تین طرح تقسیم فرماتا ہے پہلا گروہ سابقین مرشدین کا دوسرا گروہ اصحاب یمین کا یہ دونوں مبارک گروہ ہیں تیسرا اصحابِ شمال کا یہ بدنصیب اور محجوبینِ انوار ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ اللہ کا راستہ رسول اللہ ہیں۔ اقوم سابقین کا گروہ ہے اور یہ قرآن مجید بشارت و خوشخبری دیتا ہے اصحاب یمین مومنین کو جو مرشدین و سابقین کی تقلید و تائید کے نیک اعمال کرتے رہتے ہیں۔ بیشک جنہوں نے تزکیۂ روح۔ تجلیۂ قلب کے صالح عمل کئے اور جزم و علم و تحقیق سے اس پر ہمیشگی قائم رکھی ان کے لیے ہی افعال و صفات۔ انوار و تجلیات۔ قربِ لذات کا اجرِ کبیر ہے۔ جبروت و لاہوت۔ قدوس و ملکوت کے جہانوں میں۔ وَّاَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۔ اور بیشک وہ بدنصیب اصحابِ شمال جو مقاماتِ قلب کی آخری منزلِ جمال اور ذلتِ نفس کے آخری منزل قہر جلال کو نہیں مانتے نہ پرواہ کرتے ہیں نہ توجہ۔ نہ کثافتِ جسمانیہ ظلماتِ بدنیہ میں علمِ نور سے محجوب ہیں اور وہمیاتِ طبعیہ میں محبوس ہیں۔ اُن کے لیے سجینِ طبیعت کا عذاب ہے سفلیاتِ دنیا کی زنجیروں میں محبتِ فنا سے مقید ہیں۔ تعلقات اور رشتوں کے طوق گلوں میں پڑے ہوئے ہیں لذتوں شہوتوں کی وجہ سے محرومی کے سانپ اور حرام غذاؤں کے بچھوؤں کے دور میں مبتلا ہیں

یہ عالم دنیا ہی اُن کے لیے عذاب الیم ہے۔ مومنین صالحین کی نو نشانیاں ہیں۔
ع۱ وہ اللہ کو پہچانتا ہے ع۲ وہ نیک و بد کو جانتا ہے ع۳ اپنے سے بڑے اولی الامر کی اطاعت کرتا ہے۔ ع۴ والدین کا حق تسلیم کرتا ہو ع۵ صلہ رحمی کے حقوق محبت سے ادا کرتا ہو ع۶ غصہ پر قابو ہو ع۷ صدقہ وخیرات کرتا رہتا ہو۔ ع۸ گناہوں سے پرہیز اور مصیبتوں میں صبر کرتا ہو۔ ع۹ ہر وقت ہر حال میں شاکر ہو۔ مظلوم کی بد دعا سے ہمیشہ پرہیز کرو کیونکہ وہ بہت جلدی قبول ہوتی ہے مومن کا آخرت مقام عشق ہے اور عشق کی ایک مخصوص خوشبو ہوتی ہے ایمان والے اسی خوشبوئے یار سے مست رہتے ہیں۔ اہل شمال لوگ دنیا کے پیچھے اپنے قیمتی اوقات برباد کرتے ہیں۔ عبادتِ الٰہیہ سے دور رہتے ہیں دولت کی آلائشوں میں ڈوبے رہتے ہیں۔ عاقبت خراب خدا تعالیٰ سے دور۔ لیکن مومن کی ہر ادا خدا کا پیار لاتی ہے۔ کثرت عبادت مومن کی معراج ہے۔ معصیت سے دوری اجر کبیر ہے۔ محبت اور رضا عمل صالح ہے۔ عذاب الیم سے بچنے کا ذریعہ اتباع رسول کریم ہے۔ اے راہ طلب کے مسافر پہلے اپنے آپ کو پہچان تو سالک کے رزق بلا تمثیل انسان کے ارادے کے مشابہ ہے جس طرح ارادے کا اثر پہلے دل پر ہوتا ہے پھر وہ عمل کی صورت میں اعضا پر تقسیم ہو جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے روحانی وجسمانی رزق پہلے عرش پر ظاہر ہوتے ہیں پھر فرش پر تقسیم ہو جاتے ہیں۔ اہل معرفت فرماتے ہیں کہ بندے کا ارادہ مثل روح القدس ہے اسی کی تائید سے بندہ مقام صالحین تک جا کر اجر کبیر کا رزق پاتا ہے۔ یہی بشارت قرآن حکیم ہے۔ اللہ کی حقیقی معرفت صرف انبیاء کرام کو ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علوم کا معدن اجسام انبیاء ہیں۔ اسی لیے رب تعالیٰ کی تمام قدرتوں اور قانونوں کا ظہور ان کے ہی طیب جسم پر ہوتا ہے۔ نافرمان پر بھی اللہ تعالیٰ رحم فرماتا ہے کہ اُس کو مصائب دنیا کے غضب میں جکڑ کر دنیا کو ہی جہنم بنا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ دنیاءِ جسمانی کے تمام کفارِ نفسانی فنا ہو جاتے ہیں اور بندہ نکھر کر کندن بن جاتا ہے۔ ان آیات میں پندرہ چیزوں کا ذکر کیا گیا۔
ع۱ اللہ کی ربوبیت ع۲ رحم الٰہی۔ ع۳ بندے کی سرکشی وظلم ع۴ اللہ کا قہر ٹوٹنا۔ ع۵ جہنم۔ ع۶ کافر۔ ع۷ حصیر (قید خانہ) ع۸ قرآن ع۹ ہدایت ع۱۰ بشارت ع۱۱ مومن ع۱۲ عمل صالح۔ ع۱۳ اجر کبیر ع۱۴ آخرت ع۱۵ عذاب الیم۔
ع۱ مومن بندہ اپنے اعمال سے اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرتا ہے ع۲ عجز سے قابل رحم بنتا ہے۔ ع۳ سرکشی سے بندہ مردود ہو جاتا ہے ع۴ غفلت سے قہر ٹوٹتا ہے ع۵ اور گناہوں سے جہنم بن جاتا ہے ع۶ ناشکری کفر ہے ع۷ دنیوی لذات وخواہشات حصیر ہے ع۸ بندۂ عملی قرآن ہے ع۹ قلب ہدایت

ہے ۱۰ اتباعِ نبوت بشارت ہے ۱۱ ارادہ مومن ہے ۱۲ ارادہ پورا کر لینا عمل صالح ہے۔ کافر کی نیت وسوسہ ہے مومن کی نیت ارادہ ہے ۱۳ توفیق اجرِ کبیر ہے ۱۴ عشقِ الٰہی مومن کی آخرت ہے ۱۵ عشقِ دنیا بد بخت کافر کی آخرت ہے۔ حجاب محرومی عذاب الیم ہے۔ اے بندے! جسم پر حکومت تیری ہے اور تجھ پر حکومت رب کی ہے اپنی حکومت سے اس کی حکومت کو پہچان سے جب اجرِ کبیر دینے والا وہی اللہ ہے تو شکر و حمد بھی اسی کی ہونی چاہیئے۔ یہ ہی مقصد ہے۔ عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ فرمانے کا۔

وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَ

اور طلب کر لیتا ہے انسان ناسمجھی سے شر کو جیسے عقلمند کی دعائیں بھلائی کے لیے اور

اور آدمی برائی کی دعا کرتا ہے جیسے بھلائی مانگتا ہے اور

كَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ

ہے انسان جلد بازی والا۔ اور بنایا ہم نے رات اور دن کو

آدمی بڑا جلد باز ہے اور ہم نے رات و دن کو

اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ

دو نشانِ قدرت تو کبھی مٹایا ہم نے نشانیوں کو رات کی اور بنا دیا ہم نے اس کو نشانی

دو نشانیاں بنایا تو رات کی نشانی مٹی ہوئی رکھی اور دن کی نشانیاں

النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ

دن کی دکھائی دینے والی تاکہ تلاش کرو تم رزق کو طرف سے رب اپنے کے

دکھلانے والی کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو

وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَ

اور تاکہ علم بتاؤ تم سالوں کی گنتی اور حساب کا اور

اور برسوں کی گنتی اور حساب جانو اور

كُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿۱۲﴾ وَكُلَّ اِنْسَانٍ

ہر چیز کو جدا کر دیا ہے ہم نے اچھے طریقے سے جدا کرنا۔ اور ہر انسان

ہم نے ہر چیز خوب جدا جدا ظاہر فرما دی۔ اور ہر انسان کی

اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ

چپکا دی ہے ہم نے اس کے ساتھ اس کی قسمت میں گردن اس کی اور نکالیں گے ہم لیے اس کے دن

قسمت ہم نے اس کے گلے سے لگا دی اور اس کے لیے قیامت کے دن

الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾

قیامت کے ایک نامۂ اعمال کھلا ہوا۔

ایک نوشتہ نکالیں گے جسے کھلا ہوا پائے گا

تعلق

ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق - پچھلی آیت میں انسانوں کی دو خصلتوں کا ذکر ہوا۔ ۱ ایمانی خصلت۔ ۲ کفریہ خصلت۔ اب ان آیت میں انسان کی مختلف وقتوں میں مختلف خصلتوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ یہ سب اتار چڑھاؤ اس کی جلد بازی کا نتیجہ ہے۔ **دوسرا تعلق** پچھلی آیت میں کفر و ایمان کے مختلف زمانوں میں غالب اور مغلوب ہونے کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں رات و دن کا ذکر فرما کر کفر و ایمان کی تمثیل و تشبیہ بیان فرمائی جا رہی ہے۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں کفر و ایمان کا ذکر کرکے عجیب حکمت الہیہ کا پتہ دیا گیا جس سے کفر والے عاجز ہیں۔ اب ان آیات میں رات و دن کا ذکر

کر کے ان وقتوں کی شاندار حکمت اور فائدے کا ذکر کیا گیا جس سے رات میں غافل ہونے والے بے خبر ہیں۔ گویا کہ رات مثل کفر کے ... دن مثل ایمان کے اور رات والے مثل کافروں کے ہیں اور دن والے مثل مومنوں کے۔ **چوتھا تعلق۔** پہلی آیت میں قرآن مجید کا ذکر ہوا جو دینی ایمانی نعمت کے حصول کا ذریعہ ہے اور ظاہر و پوشیدہ محکم و متشابہ دو قسم کی آیات ہیں یہ قرآن مجید اپنی ان آیتوں کے سبب سے پوری انسانی زندگی پر حاوی اور غالب ہے اب یہاں اس زندگی اور زمانے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو دنیوی نعمتوں کے حصول کا ذریعہ ہے اس میں بھی دو پہلو ہیں۔ پوشیدہ رات اور ظاہر دن بتایا جا رہا ہے کہ دین ہو یا دنیا دو ہی چیزیں زندگی پر غالب ہیں۔

شانِ نزول

اس کے شانِ نزول میں دو قول ہیں۔

ع۱ نضر ابن الحرث کافر نے کہا کہ اے اللہ اگر محمد مصطفیٰ سچے ہیں تو میری گردن توڑ دے دوسرے کافروں نے کہا کہ اگر یہ دینِ اسلام سچا ہے تو وہ عذاب ہم پر جلدی نازل فرما جس کا ذکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کرتے رہیں۔ تب یہ آیت نازل ہوئیں۔

ع۲ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قیدی سودہ بنت زمعہ کو دیا اور فرمایا کہ اس کی حفاظت کرنا (بقول تفسیر کبیر) یا عائشہ صدیقہ کو دیا (بقول تفسیر مظہری)۔ قیدی بھاگ گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غصے سے فرمایا اے سودہ یا اے عائشہ۔ خدا تیرے ہاتھ کاٹ دے۔ تب یہ آیت نازل ہوئیں۔ اور نبی کریم نے رب کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ میری بددعاؤں کو بھی دعا بنا دے مگر پہلا قول درست ہے۔

تفسیر نحوی

وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ۚ وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُوْلًا ۔ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۔ واؤ ابتدائیہ۔ یَدْعُ۔ باب نصر کا مضارع مثبت معروف اصل میں یَدْعُوْ تھا واؤ پر ضمہ ثقیل تھا واؤ کو ساکن کر دیا جب اس کو اگلے معرف باللام سے جوڑا گیا تو یہ واؤ گر گیا کیونکہ دو ساکن جمع نہیں ہو سکتے۔ یہ خلاف قیاس حذف ہے۔ دَعْوٌ سے بنا ہے بمعنی دعا مانگنا۔ بلانا۔ مانگنا۔ مطالبہ کرنا۔ یہاں طلب و دعا مراد ہے۔ الف لام جنسی اِنْسَانُ۔ بمعنی آدمی اسم جنسی مفرد جامد ہے۔ خیال رہے کہ جامد سے وہ الفاظ مراد ہوتے ہیں جو مشتق نہ ہوں خواہ فعل یا اسم۔ مصدر اپنے مصدری معنی میں نہ ہو۔ اس طرح جامد کی دو قسمیں ہو گئیں۔

ع۱ غیر مشتق۔ ع۲ حاصل مصدر۔ انسان پہلی قسم کا جامد ہے بحالت رفع ہے فاعل ہے رب جامد

تعدیہ۔ الف لام عہدِ ذہنی شَرّ اسم جامد مفرد بمعنیٰ برائی۔ ہر نقصان دہ چیز شر ہے خواہ دینی ہو یا دنیوی خیر کا مقابل یہ جار مجرور متعلق ہے یَدْعُ کا۔ دُعَاءَ۔ مصدر مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مرجع انسان ہے مجرور متصل فاعل مضاف الیہ ب بارہ مفعولیت (تعدیہ) کی۔ الف لام عہدی خَیْر اسم مفرد جامد بمعنیٰ بھلائی۔ ہر مفید چیز خیر ہے شر کا مقابل۔ جار مجرور متعلق ہے دُعَاءَ مصدر کا۔ یہ سب مل کر شبہ جملہ ہو کر تشبیہی حال ہوا یَدْعُ کے فاعل انسان کا۔ تشبیہی اس لیے کہ یہاں کاف جارّہ پوشیدہ ہے دراصل تھا کَدُعَاءِہٖ۔ واؤ ابتدائیہ کَانَ۔ فعل ماضی ناقصہ۔ اَلْاِنْسَانُ اُس کا اسم اسی لیے مرفوع ہے عَجُوْلًا۔ اسم مبالغہ بروزنِ فَعُوْل عجلت سے بنا ہے بمعنیٰ جلدی کرنا۔ جلد باز بحالتِ نصب ہے خبر کَانَ افعالِ ناقصہ میں چونکہ حرفیت کا ملاپ ہوتا ہے اس لیے یہ ناقص ہوتے ہیں فاعل مفعول پر عمل نہیں کر سکتے اس لیے ان کا فاعل اسم بن جاتا ہے اور ان کا مفعول بہ خبر ہو جاتی ہے۔ یہ کَانَ اسم خبر سے مل کر فعلیہ ناقصہ جملہ ہو گیا۔ واؤ ابتدائیہ۔ جَعَلْنَا۔ ماضی مطلق جمع متکلم جَعْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ اختیار کرنا یا مقرر کرنا یا مقدر کرنا۔ بعض حُمقا نے اس کا ترجمہ کیا ہے پیدا کرنا یہ قطعاً غلط ہے۔ اگر پیدا کرنا معنیٰ ہوتا تو متعدی بدو مفعول نہ ہوتا۔ الف لام استغراقی لَیْلٌ اسم مفرد جامد اس کی جمع ہوتی ہے لَیَالِیْ یا لَیَایِلْ۔ شعرا لوگ ضرورتِ شعری کے لیے غیر قیاسی جمع اَلْیَال بھی استعمال کرتے ہیں مؤنث ہے لَیْلَۃٌ۔ اِس کا لغوی ترجمہ ہے اندھیرا۔ سیاہی۔ معطوف علیہ واؤ عاطفہ الف لام استغراقی نَہَار یا اسم جنسی ہے لہٰذا اس کی جمع کوئی نہیں۔ یا اسم مفرد جامد ہے تو اُس کی جمع ہے اَنْہُر یا نُہُر۔ بمعنیٰ روشن دن۔ شرعی نہار فجرِ صادق سے غروبِ آفتاب تک اِس کا نصف ضحوۂ کبریٰ ہوتا ہے لغوی نہار طلوعِ آفتاب سے غروبِ آفتاب اِس کا نصف۔ نصف النہار کہلاتا ہے۔ معطوف ہے یہ دونوں عطف مل کر مفعول بہ ہیں جَعَلْنَا کا آیَتَیْنِ۔ اسم تثنیہ بحالتِ نصب مفعول بہ دوم ہے جَعَلْنَا کا۔ اس کا واحد ہے آیَۃٌ بمعنیٰ نشانی مراد ہے نشانِ قدرتِ الٰہیہ یہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ واؤ سرِ جملہ۔ مَحَوْنَا۔ ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم مخاطِب اللہ تعالیٰ ہے باب نَصَرَ سے ہے مَحْوٌ ناقص واوی سے مشتق ہے۔ بمعنیٰ مٹانا۔ اثر ختم کرنا۔ اسی سے ہے ماحی بدعت خلافِ سنت کو مٹانے والا۔ یہ لغوی حقیقی معنیٰ مجازاً بہت طرح مشترک ہے۔ آیَۃَ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ علامت نشانی ٹکڑا۔ حصہ۔ یہاں بمعنیٰ حصہ ہے ہے۔ مضاف ہے۔ الف لام عہد خارجی یعنی کچھ راتیں۔ (گرمیوں کی) لَیْل بمعنیٰ رات مضاف الیہ ہے ہماری اس تفسیر سے یہ اضافتِ بیانیہ ہے ایک قول میں یہ اضافتِ حقیقیہ ہے اور مراد چاند سورج ہیں یعنی رات کی آیت چاند اور دن کی آیت سورج مرکب اضافی مفعول بہ ہے مَحَوْنَا کا وہ جملہ فعلیہ ہو گیا۔

واؤ۔ سر جملہ ۔جَعَلْ۔ ماضی معروف ثبت ۔ جَعلٌ سے مشتق ہے ۔ متعدی بدو مفعول ہے ۔ آیۃَ النَّہَارِ مرکب اضافی مفعول بہ اوّل ۔ مُبْصِرَۃً ۔ باب افعال کا اسم فاعل صیغہ واحد مؤنث مصدر ہے اِبْصَارٌ بمعنیٰ دکھانا ۔ بَصَرٌ سے بنا ہے اسی سے ہے بصارت بمعنیٰ آنکھوں سے دیکھنا ۔ یہ لازم معنوی ہے یعنی دیکھنے کی قابلیت ہونا ۔ ھِیَ ضمیر مؤنث غائب اس کا فاعل جس کا مرجع آیۃً ہے ۔ جملہ اسمیہ ہو کر معلول ہوا یا مسبب ۔ لام کَیْ ناصبہ تعلیلیہ تَبْتَغُوْا باب افتعال کا مضارع ثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ دراصل تھا تَبْتَغِوُوْنَ ۔ نونِ اعرابی نصب سے گر گئی ۔ پہلی واؤ پر ضمہ ثقیل (بوجھل) تھا ضمہ ماقبل کو دیا دونوں واؤ ساکن جمع ہوئے پہلا گر گیا کیونکہ اصلی مادے کا تھا ۔ دوسرا واؤ نہیں گر سکتا کیونکہ علامت جمع ہے بَغْوٌ سے بنا ہے بمعنیٰ سخت کوشش سے تلاش کرنا ۔ ڈھونڈنا ۔ پسند سے حاصل کرنا ۔ یا بَغْیٌ سے مشتق ہے تب دراصل تَبْتَغِیُوْنَ ہوگا اَنْتُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے ۔ فَضْلًا ۔ اسم مفرد جامد ۔ لغوی ترجمہ ہے زیادتی ۔ کسی چیز کا بڑھنا ۔ خواہ مرتبے اور درجہ اور شان میں ۔ یا وزن اور حجم اور جسم میں ۔ مجازی معنیٰ ہیں ۔ مہربانی ۔ مال ۔ طاقت ۔ حسن ۔ علم ۔ حکومت ۔ احسان ۔ عقل ۔ یہاں مراد حلال رزق (مال) ۔ مفعول بہ ہے تَبْتَغُوْا کا مِنْ جارہ ابتداءِ غایت کے لیے ۔ رب اسم صفاتی مفرد جامد ۔ صفت خصوصی ہے ۔ شریعتِ اسلامیہ میں کسی مخلوق کو رب نہیں کہہ سکتے ۔ بمعنیٰ پروردگار ہے مضاف ہے کُمْ ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ ہے ۔ مرجع ذہنی مراد انسان ہیں ۔ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہوا تَبْتَغُوْا کا ۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر علت ہوئی ۔ یا مسبب ہوا ۔ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ واؤ عاطفہ عطف ہے مابعد کا ماقبل علت پر ۔ لام کَیْ ناصبہ تعلیلیہ ۔ تَعْلَمُوْا ۔ باب سَمِعَ کا مضارع ثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر عِلْمٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ جاننا ۔ واقف ہونا ۔ مُطّلع ہونا ۔ سمجھنا ۔ یہاں مراد سمجھنا اور سیکھنا ہے ۔ بعض نحات نے فرمایا کہ یہ دونوں تعلیلی فعل یعنی لِتَبْتَغُوْا اور یہ لِتَعْلَمُوْا ۔ امر حاضر معروف ہیں ۔ اور حکم دیا جاتا ہے ضرور تلاش کرو اور ضرور سیکھو ۔ مگر پہلا قول زیادہ قوی ہے ۔ عَدَدَ ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ گنتی ۔ شمار ۔ مضاف ہے ۔ الف لام استغراقی سِنِیْنَ ۔ جمع مذکر سالم مجرور ہے کیونکہ مضاف الیہ ہے اس کا واحد ہے سَنَۃٌ بمعنیٰ سال (بارہ مہینے) مرکب اضافی معطوف علیہ واؤ عاطفہ الف لام عہدی یا زائدہ معرفہ کا حساب ۔ اسم مصدر ثلاثی ہے بروزنِ فِعَالٌ ۔ بمعنیٰ گنتی کو سمجھنا ۔ گنتی کرنے کا طریقہ ۔ بعض نے لفظ حساب کو تاکید اور تکرار بنایا کیونکہ ان کے نزدیک دونوں کا ترجمہ ہے گنتا ۔ مگر یہ غلط ہے بلکہ عدد کا ترجمہ گنتا ہے ۔ اور حساب کا معنیٰ گنتی کرنے کا طریقہ یہ عطف مفعول بہ ہوا تَعْلَمُوْا کا ۔

جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہوا لِتَبْتَغُوْا پر دونوں مل کر علت ہوئی جَعَلْنَا کی۔ معلول علت مل کر جملہ فعلیہ تعلیلیہ ہوگیا۔ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا۔ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ۔ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا واؤ سر جملہ كُلَّ اسم تاکیدی مضاف ہے شَيْءٍ اسم مفرد جامد معرب نکرہ ہے مجرور ہے کیونکہ مضاف الیہ ہے كُلَّ کا مرکب اضافی مفعول بہ مقدم ہے فَصَّلْنَا باب تفعیل کا۔ ماضی مطلق ثبت معروف جمع متکلم۔ مخاطب اللہ تعالیٰ۔ فَصْلٌ سے بنا ہے بمعنی جدا کرنا۔ الگ الگ کرکے بیان کرکے چھان کرنا۔ کھول کر بیان کرنا۔ ظاہر کرنا۔ یہاں ہر معنی بن سکتے ہیں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مرجع تاکیدی ہے كُلَّ شَيْءٍ منصوب متصل۔ اس لیے تابع تاکید ہے۔ یہ تاکید اپنے موکد سے مل کر مفعول بہ ہوا تَفْصِيْلًا۔ مصدر ہے باب تفعیل کا۔ بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول مطلق ہے۔ فَصَّلْنَا کا۔ مفعول مطلق ہمیشہ تاکید کے لیے آتا ہے صرف اپنے فعل کی۔ اسی لیے اپنے ہی فعل کا مصدر ہوتا ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہوکر مکمل ہوا۔ واؤ سر جملہ۔ كُلَّ اسم تاکیدی مضاف ہے اِنْسَانٍ۔ اسم مفرد جامد معرب نکرہ متمکن۔ مراد ہے آدمی۔ اسم جنس ہے مضاف الیہ ہے۔ مرکب اضافی موکد ہے۔ اَلْزَمْنَا۔ باب افعال کا ماضی مطلق جمع متکلم۔ مصدر ہے اِلْزَامٌ۔ بمعنی۔ چپکانا۔ لگانا۔ لٹکانا۔ واجب کرنا۔ جما دینا۔ لُزُوْمٌ سے بنا ہے۔ بمعنی یقینی ہوتا۔ ضروری ہونا۔ نَحْنُ ضمیر جمع متکلم مستتر فاعل ہے ہٗ ضمیر واحد غائب منصوب کیونکہ تاکید ہے اپنے مرجع كُلَّ اِنْسَانٍ کا۔ موکد تاکید جڑ کر مفعول بہ ہوا طٰٓئِرَ اسم فاعل مذکر طَيْرٌ اجوف یائی سے بنا ہے بمعنی اڑنا ترجمہ ہے اڑنے والا۔ مجازاً اعمال کو طائر کہا گیا اس لیے کہ بندہ عامل اس کی طرف تیزی سے مثل اڑنے کے پہنچ جاتا ہے یا اس لیے کہ اعمال بارگاہِ ربوبیت میں مثل اڑنے کے جاتے ہیں۔ یہاں مراد اعمال نامہ ہے۔ مضاف ہے ہٗ ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ مرجع الانسان ہے یہ مرکب اضافی مفعول بہ کی تفسیر یا عطف بیان یا بدل اشتمال ہے۔ میرے نزدیک یہ پہلی ترکیب درست فِيْ جارہ ظرف مکانی کے لیے عُنُقِ اسم مفرد جامد بمعنی گردن مضاف ہے ہٖ ضمیر مضاف الیہ مرجع انسان ہے۔ مرکب اضافی مجرور ہوکر متعلق ہے اَلْزَمْنَا کا۔ جملہ فعلیہ ہوکر مکمل ہوا۔ نُخْرِجُ۔ باب اِفعال کا مضارع جمع متکلم مخاطب اللہ تعالیٰ بمعنی مستقبل خبریہ ہے۔ مصدر ہے اِخْرَاجٌ بمعنی نکالنا۔ باہر کرنا۔ خُرُوْجٌ سے بنا ہے۔ لام جارہ تعدی کا ہٗ مجرور متعلق ہے نُخْرِجُ کا يَوْمَ اسم مفرد جامد بمعنی دن۔ زمانہ مدت۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ مضاف ہے الف لام عہدی۔ قیامت۔ مصدر ہے آخر میں ۃ مصدریہ ہے۔ قَوْمٌ سے بنا ہے بمعنی کھڑا ہو۔ قائم ہونا منعقد ہونا۔ مراد میدانِ محشر۔ مرکب اضافی ظرف ہے نُخْرِجُ کا۔ كِتٰبًا مصدر ثلاثی ہے بمعنی مکتوبا یعنی لکھا ہوا یہاں اسم جامد ہے یعنی اعمال نامہ موصوف ہے يَلْقٰى باب سمع

کا مضارع مثبت معروف بمعنی مستقبل صیغہ واحد مذکر غائب لَقِيَ سے بنا ہے بمعنی پالینا۔ هُوَ ضمیر مستتر فاعل ہے جس کا مرجع انسان ہے۔ ہُ ضمیر منصوب مفعول بہ ہے۔ یلقی کا۔ مَنْشُورًا اسم مفعول نَشْرٌ سے بنا ہے۔ بمعنی کھلا ہوا۔ بکھرا ہوا۔ بحالت نصب ہے حال ہے ہُ ضمیر مفعول بہ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہوئی کتبا کی مرکب توصیفی مفعول بہ ہے۔ نُخْرِجُ کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا ۔ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِتَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ (قرآن مجید) تو واقعی مضبوط اور اقوم چیز کی ہی ہدایت دیتا ہے مگر یہ انسان ہی اتنا جلد باز اور کمزور ارادے کا مالک ہے کہ خود اپنے لیے ہی کبھی کبھی گھبراہٹ یا پریشانی یا ضد بازی میں اسی جوش و خروش سے بد دعائیں مانگنے لگ جاتا ہے جس جوش و فریاد سے اپنے لیے دعائیں اور خیر کی التجائیں مانگتا ہے۔ حالانکہ اے انسانو غور کرو کہ ہم نے دنیوی زندگی کے لمحات کو بھی ایک جیسا کسی کی مرضی پر نہ رہنے دیا بلکہ پوری زندگی کو دو حصوں میں تقسیم فرما کر رات اور دن بنا دیا۔ یہ دونوں قدرت کی نشانیاں ہیں۔ جو بتا رہی ہیں کہ اے جلد بازی سے گھبرانے والے زندگی کی دو حالتیں ہیں راحت کی رات مشقت کا دن یا مصیبتوں کا اندھیرا اور سہولتوں کا سویرا۔ تیری جلد بازیوں سے کچھ تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ پس ہم نے رات کی نشانی کو چھپا اور مٹا ہوا کر دیا۔ تاکہ ان حالات کا بھی انسان عادی ہو جائے اور دن کی نشانی کو ظاہر ظہور روشنی اور بصارت والا بنایا تاکہ تم دینی دنیوی ایمانی روحانی جسمانی ہر طرح اپنے رب تعالیٰ کے فضل حاصل کرتے رہو۔ رات کی فضیلتیں رات میں اور دن کی دن میں۔ اگر یہاں اضافت بیانیہ ہو تو مراد ہے کہ رات خود ہی نشانی اور آیت ہے اسی طرح دن بھی خود ہی نشانی ہے اور اگر اضافت لفظی ہو تو معنی ہوں گے رات کی نشانی یعنی چاند اور دن کی نشانی یعنی سورج چاند تو صرف چمک اور ضیا ہے لیکن سورج نور ہے۔ چاند کبھی ہلال کبھی بدر کبھی محاق یہ قمر کی تین حالتیں ہیں محونا کی تفسیر میں چند قول ہیں۔ یا مراد ہے رات کی سیاہی یا مراد ہے چاند کا گھٹنا بڑھنا یا مراد ہے لوگوں کا آرام کرنا یا مراد ہے چاند کے جسم میں داغ دھبے یا مراد ہے چاند کی چاندنی کا تھوڑا اور ٹھنڈا ہونا۔ ساری کائنات میں ایک ہی چاند ہے ایک ہی دن ہے ایک ہی سورج ہے اور ایک ہی رات ہے ۔ لہٰذا ساری زمین پر طلوع بھی ہے غروب بھی فجر صادق بھی ہے فجر کاذب بھی۔ مغرب بھی ہے عشاء بھی

شفق بھی ہے اور فجر کا خیطِ ابیض بھی ہے خیطِ اسود بھی بعض جُہلاءِ دیوبند نے کہا ہے کہ برطانیہ میں بعض موسموں میں وقت عشا نہیں ہوتا۔ کچھ بیوقوف کہتے ہیں کہ دنیا کے ایک خطے میں چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے کی رات ہوتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ برطانیہ کے کچھ موسم گرما کے مہینوں میں فجر کی خیطِ ابیض نہیں ہوتی۔ مگر یہ باتیں سب غلط ہیں۔ کہیں بھی چھ مہینے کا دن رات نہیں ہوتا میں نے خوب تحقیق کر لی ہے۔ اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ گرمیوں کے کچھ دنوں میں شفق غائب نہیں ہوتی یا طلوعِ سحر کی سفید لکیر نہیں ہوتی۔ بستروں میں لیٹے لیٹے یہ کہدینا تو آسان ہے مگر برطانیہ کے اونچے مکانوں اور سمندر کے کناروں اونچی چٹانوں پر راتیں جاگ کر گزارنے اور صاف موسموں میں تحقیق و تفتیش اور محنتوں سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ دنیا کے ہر دن ہر موسم میں خیطِ ابیض بھی خیطِ اسود بھی شفق کا وجود بھی اور ہر چوبیس ۲۴ گھنٹے میں دن بھی ہے اور رات بھی۔ اگر ایسا زمینِ دنیا کے کسی حصہ میں نہ ہوتا تو وہ قرآن مجید جو ساری کائناتِ ارضی و سماوی کے لیے ایک ہی واحد آخری رہنما اور اَقوَم ہے وہ ایک ہی خیطِ ابیض کا ذکر نہ فرماتا بلکہ آبادی کے اُن ملکوں اور اُن خطوں کا بھی لحاظ رکھتے ہوئے طلوعِ فجر و شروعِ عشا کا کوئی اور بھی قانون وضع فرما دیتا۔ اور صرف اٰیَةَ الَّیْلِ وَاٰیَةَ النَّهَارِ ہی نہ ہوتیں بلکہ کچھ اور بھی بیان فرمایا جاتا۔ مگر چونکہ انسانی فطرت صرف جذباتی اور جلد بازی کی ہے اس لیے محنتِ شاقہ سے گھبراتی ہے دین دنیا میں سہولت کی متلاشی ہے کسی معاملے میں ذرا سی دیر لگ جائے یا تکلیف آجائے یا مَن مرضی کے خلاف کچھ ہو جائے تو پریشانی۔ گھبراہٹ یا ضد بازی میں اپنے لیے یا اپنے گھر والوں بال بچوں کے لیے یا اپنے مخالف کے لیے بد دعاؤں میں مشغول ہو جاتا ہے ذرا بھی انتظار کی زحمت گوارہ نہیں کرتا۔ کہنے لگتا ہے یا اللہ ایسی زندگی سے تو مجھ کو موت ہی دیدے یا گھبرا کر خود کشی کر لیتا ہے۔ یا مخالف کی ہلاکت کی بد دعائیں کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح اپنے لیے جلدی جلدی اچھی دعائیں مانگتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ دعائیں جلدی پوری ہو جائیں۔ میرا یہ بھی بن جائے وہ بھی بن جائے میں ہی دنیا میں ہر طرح سب سے اونچا ہو جاؤں۔ مگر یہ سب کچھ اس کی جذباتی اور اس کے لیے نقصان دہ حرکتیں ہیں۔ جلد بازی سے کام نہیں چلے گا دنیوی زندگی تو آیۃُ اللیل اور آیتُ النہار کے تسلسل و حساب سے ہی تقدیرِ الٰہی کے ماتحت گزرے گی اُس کیلئے۔ لہٰذا اُسی کے بھروسے پر اُس کے فضل کے متلاشی بنے رہو اور دن رات کی راحت و محنت کرتے ہوئے فضل و نعمتِ دین و دنیا کماؤ۔ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ وَكُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا ۝ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ وَنُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا

اور تاکہ زمین کے گرد گھومتے ہوئے اسی رات دن سورج ستارے اور چاند کے چکر سے پوری عمر کے سال مہینے دن کی گنتی اور اپنے ہر وقت ہر موسم ہر سفر حضر کا حساب سیکھ لو۔ اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کے لیے آسمانوں کو حساب اور گنتی کا عظیم ٹائم ٹیبل نقشہ اوقات اور جنتری بنا دیا کہ چاند سورج ستاروں سے علاوہ کروڑوں فائدوں کے انسانی نظام الاوقات کا حساب کتاب بھی انہی سے حاصل کیا جاتا ہے محققین فرماتے ہیں کہ کائناتِ زمین کے تمام اوقات منٹ گھنٹے سیکنڈ سورج کی اس رفتار سے بنائے گئے ہیں جو وہ ہر چوبیس گھنٹے میں مکمل کرتا ہے۔ سورج زمین کے آس پاس پوری گردش میں رات و دن بناتا ہے۔ زمین چونکہ خربوزے کی طرح گول ہے اس لیے جب سورج چلتا ہے تو اس کی روشنی آدھے حصے میں پڑتی ہے۔ اور سورج کی رفتار سیکنڈوں کے طریقے سے بڑھتی ہے۔ اس لیے اہلِ حساب نے زمین پر لکیریں اور خطوط قائم کیے انسان کے جسم کے اعتبار سے اوپر نیچے کی لکیروں کو طول کہا گیا اور دائیں بائیں کو عرض کہا گیا۔ اور ہر خطۂ زمین کو بلد کہا گیا۔ آفتاب کے طلوع کو مشرق اور جس جگہ کھڑا ہونے والا انسان جب سورج کو جس وقت غائب پائے وہ سمت اور وقت مغرب ہوا۔ جس راستے پر سورج کی اوپر کی زمین رہی وہ جنوب اور سورج کے نیچے حصے کی گزرگاہ شمال کہلایا۔ دائیں بائیں اور اوپر نیچے کی لکیروں سے جو خانے بن گئے ان کو درجہ اور ڈگری کا نام دیا گیا۔ پوری زمین پر اس طرح کے تین سو ساٹھ ۳۶۰ خانے ڈگری (درجے) بنائے گئے۔ ہر ایک خانہ اتنا بڑا بنایا گیا ہے کہ سورج ایک خانے کو اپنی روشنی اور ہٹتے ہوئے اپنے اندھیرے سے دو سو چالیس ۲۴۰ سیکنڈ میں یعنی چار منٹ میں طے کرتا ہے۔ زمین پر یہ خانے سب پہلے حضرت داؤد علیہ السلام نے بنائے اس علم کو ترقی مامون رشید کے زمانے میں دی گئی اسی زمانے میں گھڑی ایجاد ہوئی اور پہلی گھڑی دھوپ میں رسیوں اور کیلوں سے بنائی گئی اس پہلی گھڑی میں صرف آٹھ گھنٹے دھوپ کے بنائے گئے اور چار نمازوں کا وقت مقرر کیا گیا۔ اور بتایا گیا کہ جب سورج پندرہ خانے اگلے دھوپ سے طے کر لے تو گویا ایک گھنٹہ گزر گیا۔ اس علم اور حساب کے اصطلاحی لفظ تقریباً بارہ ہیں۔

۱ بلد ۲ عرض بلد ۳ طولِ بلد ۴ مشرق ۵ مغرب ۶ شمال ۷ جنوب ۸ خطِ استوا یعنی صفر درجہ۔ عرض بلد کی لائنوں میں بالکل درمیانی لائن خطِ استوا ہے اس کا اوپر کی جانب بنا ہوا خانہ صفر درجہ ہے۔ اور ان خانوں کو پوری زمین پر چار جگہ بنایا گیا ہے اس ہی صفر درجے سے پوری زمین چار حصوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ اور ہر حصے میں نوے خانے ہیں۔ جن کو نوے ڈگری کہا جاتا ہے۔ پہلا زمینی حصہ سورج کی اور سردی کی آمد۔ تیسرا علاقہ بلاد مغرب ہے یعنی سردی کا موسم۔ چوتھا علاقہ قطب جنوبی اس

میں برسات وغیرہ اور پھر آخری خزاں - پھر گرمی کا شروع یہ چار سڑکیں سورج کی شاہراہیں ہیں - ان اطراف سے ہی جب سورج گزرتا ہے تو مشرق مغرب تبدیل ہوتے ہیں - سائنسدانوں کے تین نظریات قطعاً غلط ہیں -

۱ زمین کا پھرنا اور چکر لگانا قطعاً غلط ہے ۲ کسی جگہ چھ ماہ کا دن چھ ماہ کی رات - ۳ کسی جگہ مشرق مغرب نہ ہونا قطعاً غلط ہے اور ناممکن ہے - میں نے ہر اعتبار سے بہت تحقیق کی ہے دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں ہے ۹ ڈگری یا خانہ (درجہ) ۱۰ قطب شمالی ۱۱ قطب جنوبی ۱۲ خطوط اور لائنیں ان ہی تجربوں مشاہدوں اور محنتوں سے - اصطلاحوں کی بنیاد پر نظام الاوقات - جنتری - اور قطب نما بلکہ جغرافیے بنائے گئے یہی ہے لِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِيۡنَ وَالۡحِسَابَ. زمین کے گول ہونے کی وجہ سے آدھی زمین پر رات رہتی ہے اور آدھی زمین پر دن رہتا ہے - اور یہ تبدیلی ہر سیکنڈ ہو رہی ہے - اسی لیے زمین کے چاروں حصوں پر ہر چھ گھنٹے بعد لوٹ کر وہی پہلا وقت آ جاتا ہے - یعنی یا مشرقی ساعتیں یا مغربی حالات - سورج کی اسی رفتار اور زمین کی ان ہی ڈگریو خانوں کے حساب سے دنیا کے ہر شہر کا مقامی اور معیاری مرکزی اور علاقائی وقت بنایا جاتا ہے - اور یہ سب خالق کائنات کی تعلیم ہے چنانچہ ارشاد ہوا کہ اور دنیا جہان آخرت کی ہر چیز ہم نے بالکل ہر طرح تفصیل سے بیان فرما دی ہے - انسان کو صرف معمولی غور و فکر کی ضرورت ہے - اگر دنیا کے نظام و اوقات کے علوم رب تعالیٰ نہ بیان فرماتا تو انسان کو کبھی ان کا شعور تک نہ ہوتا - اور یہ سب علوم انبیاء کی طرف نازل ہوئے اُن سے مسلمانوں نے اُن سے غیر مسلموں نے حاصل کیے سائنسدان تو بیچارے بہت بعد کی پیداوار ہیں - اگر مجھ کو رب تعالیٰ نے توفیق عطا کی تو انشاء اللہ تعالیٰ علم توقیت اور نظام شمسی و قمری و نجوم پر حضرت حکیم الامت والد محترم علیہ الرحمۃ و الرضوان کے تمام اقوال و نظریات جمع کر کے ایک ضخیم و مفصل کتاب تصنیف کروں گا اس پارے کی تفسیر کی تکمیل کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ - دنیا کے علوم انسان کی عقل میں مثل خزانہ و دیعت و امانت الٰہیہ ہیں - تاکہ دنیوی حساب و اعداد معلوم کر سکے لیکن آخرت کے حساب و کتاب اور معلومات کے لیے ہر انسان کی گردن میں غائبانہ طور پر ایک نامۂ اعمال لٹکا دیئے گئے جس میں ازلی ابدی تقدیر کے علاوہ جو کچھ وہ اپنی زندگی میں کر رہا ہے لکھے جا رہے ہیں اولیاء اللہ کو وہ اعمالنامے نظر بھی آجاتے ہیں - اس کو طائر اس لیے کہا گیا کہ اہل عرب پرندوں سے اپنی قسمت کی فال نکالتے تھے اور ان کو اُڑا کر تقدیر معلوم کرتے تھے یعنی پرندہ مغرب کو اُڑا تو یہ ہوگا مشرق کو اڑا تو یہ ہوگا - وغیرہ وغیرہ - اس بنا پر ہر فال کو طائر کہہ دیا گیا - اسی محاورے کو یہاں استعمال فرمایا گیا کہ تمہاری قسمت اور تقدیر پرندوں

کے اُڑنے میں نہیں ہے بلکہ ہر انسان کے گلے میں ازل سے تیار شدہ تقدیر اور قسمت کی تحریر ڈال دی گئی ہے اگر تم چاند سورج اور دن رات سے دنیوی حساب و اعداد جمع و تحریر کر لیتے ہو تو اخروی حساب و اعداد بھی تیار ہو رہا ہے اس کی بھی فکر کرو اور زندگی کے رات دن میں اپنی اعمالنامے کو ستھرا، نورانی چمکدار بنالو کیونکہ اس کو ہم قیامت کے دن ظاہر نکال کر سامنے کر دیں گے ۔ یہی وہ نامۂ اعمال ہے جس کو قیامت کے دن ہر انسان و جنات اپنے سامنے کھلا ہوا پائے گا ۔ اے میرے رب ہم مسلمانوں پر وہ وقت تو ہی آسان فرمانے والا ہے ۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے ۔

پہلا فائدہ ۔ صحیح مسلمان وہی ہے جو خوشی غمی تنگی ترشی ہر حال میں اپنے آپ کو شریعت کے قابو میں رکھے ۔ غصے میں آکر اپنے آپ کو یا کسی مسلمان کو بد دعائیں دینا ٹھیک نہیں نہ ہی مایوس ہونا جائز ہے ۔ مایوسی ہی انسانوں کو بد دعاؤں اور خودکشیوں پر آمادہ کرتی ہے یہ فائدہ وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ فرمانے سے حاصل ہوا ۔ **دوسرا فائدہ** ۔ تمام کائنات میں مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے ۔ یہ موسم وغیرہ اُس کی صفات قدرت کا پرتو اور مظہر ہیں ۔ یہ فائدہ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ کے جمع متکلم سے حاصل ہوا ۔ یعنی رات ۔ دن ۔ گرمی ۔ سردی ۔ بہار ۔ خزاں ۔ اور ان کا آنا جانا گھٹنا بڑھنا زندگی پر اثر نہیں کرتا بلکہ یہ تو صرف اثر انداز ہیں مؤثر حقیقی تو کوئی اور ہی ہے ۔ **تیسرا فائدہ** ۔ ملائکہ اور اولیاء اللہ انسان کے نامۂ اعمال اور تقدیر و تقسیم اور ازلی قسمت کو جانتے ہیں ۔ یہ فائدہ طَائِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا ۔ اس لیے کہ گردن والی چیز اسی لیے گردن میں ڈالی جاتی ہے تاکہ کوئی دیکھے ورنہ ڈالنا بیکار ۔ آنکھ والا تو دیکھ لیتا ہے خود اپنی گردن والا اور اندھا نہیں دیکھ سکتا اولیاء اللہ آنکھ والے ہیں ۔ اور ملائکہ تو خود لکھنے والے ہیں اس لیے وہ بھی جانتے ہیں ۔ جب اولیاء اللہ اور فرشتوں کے علم کی یہ شان ہے تو پھر انبیاء کرام علیہم السلام کی کیا شان ہو گی ۔

احکام القرآن

ان آیات پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں ۔

پہلا مسئلہ ۔ کسی بھی انسان کے لیے بد دعا کرنی گناہ ہے ۔ ہاں مظلوم کے لیے جائز ہے کہ ظالم کو بد دعا دے ۔ یہ مسئلہ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ کی تشبیہ سے مستنبط ہوا یعنی جس طرح خوشی کی حالت میں انسان اپنی مرضی اور اپنے خیالات سے دعائیں کرتا ہے اور دعائیں دیتا ہے اسی طرح اپنی رضی سے غم کی حالت اور جلد بازی میں بغیر کسی وجہ کے بد دعائیں نہ کرے عام معمولی ظلم پر

بھی ایسا نہ کرے بلکہ صبر ہی بہتر ہے۔ بہت سختی کی حالت میں اگر بد دعا نکل گئی بلا اختیار تو جائز ہے گناہ نہیں۔ **دوسرا مسئلہ**۔ مسلمانوں کو کاروبار۔ تجارت کرنا فرض ہیں۔ بیکار بیٹھ رہنا حرام ہے یہ مسئلہ۔ لِتَبْتَغُوْا (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ**۔ نماز پنجگانہ اور تہجد کے نفل پڑھنا مسلمان پر ضروری ہیں کیونکہ جس طرح جسمانی غذائیں حاصل کرنا مسلمان پر لازم ہیں اسی طرح روح کی پرورش بھی فرض ولازم ہے۔ اور نمازیں روحانی غذائیں ہیں اسی لیے پروردگارِ عالم نے فرمایا۔ لِتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ فضل عام ہے جسمانی اور روحانی غذا کو اسی لیے رات دن میں فضل کی تلاش کا حکم ہے۔ **چوتھا مسئلہ**۔ فقہاءِ کرام فرماتے ہیں کہ شرعی اعتبار سے رات کے تین حصے ہیں۔ ۱ شام یعنی غروبِ آفتاب سے غروبِ شفق تک۔ ۲ عشاء یعنی غروبِ شفق سے صبح کاذب تک ۳ فجر کاذب۔ یعنی طلوعِ فجر صادق تک۔ اور شرعی دن نو ۹ حصے ہیں۔

۱ فجرِ صادق یعنی سحر ۲ صبح یعنی طلوعِ آفتاب ۳ وقتِ اشراق۔ جب آفتاب آٹھ ڈگری (درجوں) تک بلند ہو جائے۔ گھڑی سے تقریباً آدھا گھنٹہ طلوعِ آفتاب کے بعد۔ ۴ چاشت جب سورج ۲۰ درجے (عرض بلد کے خانے) اوپر آجائے ۵ دوپہر (ضحیٰ) سورج کے ۴۵ درجے بلند ہونے کے بعد۔ گھڑی کے تقریباً تین گھنٹے بعد ۶ دوپہر۔ ضحوۂ کبریٰ۔ فجرِ صادق سے غروب آفتاب تک کا آدھا۔ ۷ نصف النہار۔ طلوعِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک کا آدھا ۸ ظہر یعنی عصر ۹ مغرب کا وقت۔ تمام زمین پر ہر علاقے میں دن رات کے یہ ہی حصے ہر چوبیس ۲۴ گھنٹے میں یقیناً ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہر جگہ شفق بھی روزانہ ہوگی اور شفق غائب بھی روزانہ ہوگی مغرب کا وقت بھی روزانہ ہوگا اور عشاء کا وقت بھی اسی طرح روزانہ فجرِ صادق کا خیطِ ابیض ظاہر ہوگا۔ بعض جہلاءِ دیوبند نے برطانیہ میں مشہور کر رکھا ہے کہ موسم گرما کے تین مہینے مئی جون جولائی میں نہ شفق غائب ہوتی ہے نہ فجرِ صادق کا دھاگہ سفید ظاہر ہوتا ہے۔ حالانکہ میں نے یہاں ہر مہینہ میں تجربہ کیا ہے۔ ہر دن پورے سال شفق بھی غائب ہوتی ہے اور خیط ابیض بھی نمودار ہوتا ہے۔ دیوبندی حضرات نے بغیر تحقیق وتفتیش یہ مشہور کر دیا ہے کہ ان مہینوں میں عشاء کا وقت شروع ہی نہیں ہوتا لہٰذا مغرب کے ساتھ ہی عشاء پڑھ کر سو جاؤ۔ یہ نری جلدبازی اور جہالت ہے۔ ہماری تحقیق میں یہاں برطانیہ میں شفق کو سرخی کا نام دیا جائے۔ اس لیے کہ امام محمد امام یوسف اور امام شافعی سامام مالک کے نزدیک شفق اُس سرخی کا نام ہے جو غروبِ آفتاب کے بعد آسمان کے مغربی کنارے پر کچھ دیر رہتی ہے پھر سفیدی اور پھر سیاہی پھیلتی ہے۔ ان ائمہ کی دلیل وہ حدیث پاک ہے جو مؤطا امام مالک میں درج

ہے۔ اور مبسوط کبیر میں امام محمد نے اور ہدایہ جلد اوّل میں بھی مذکور ہے۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الشَّفَقُ الْحُمْرَۃُ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے فرمایا کہ شفق سرخی ہے۔ کتاب الدرایہ نے فرمایا کہ یہ حدیث دار قطنی نے اپنی سنن میں تحریر فرمائی۔ اور اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔ بیہقی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ ابن عساکر مشہور راوی نے روایت کیا ہے۔ امام اعظم کے نزدیک شفق سفیدی کا نام ہے۔ ان کے دلائل میں لغت کے علاوہ احادیث بھی موجود ہیں۔ میں نے برطانیہ میں نہایت دیانتداری اور محنت سے راتیں جاگ جاگ کر اندازہ لگایا ہے اور مشاہدہ کیا ہے کہ برطانیہ کی چھوٹی راتوں میں سرخی رات کے ساڑھے گیارہ یا گیارہ بیس پر غائب ہو جاتی ہے اور رات کے ڈیڑھ بجے کناروں کی سفیدی ختم ہو جاتی ہے۔ اگرچہ سارے آسمان پر غیر معمولی سفیدی پھیلی رہتی ہے۔ اور تقریباً دو بیس پر فجر صادق کی سفید لکیر عجب شان سے اس پھیلی ہوئی سفیدی میں ہی نظر آجاتی ہے۔ لہٰذا ان علاقوں میں صاحبین کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے ہم رات گیارہ بیس اور تیس پر عشاء پڑھتے رہے ہیں اسی طرح فجر صادق کے ظہور سے چند منٹ پہلے روزہ بند کرتے رہے ہیں جب کہ ہم پاکستان اور ہندوستان میں امام اعظم کے مسلک پر سفیدی کے غائب ہونے پر عشاء شروع کرتے رہیں۔ بہر حال یہ کہنا حماقت ہے کہ کسی موسم میں عشاء شروع نہیں ہوتی یا فجر صادق کا دھاگہ نہیں ہوتا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ کافر اپنے لیے یا دوسروں کے لیے بددعائیں مانگتے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ کسی کو بددعا دینی کفریہ کام اور گناہ ہے۔ تو پھر انبیاء کرام مثلاً نوح علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی اپنی قوم کو ہلاکت کی بددعا کیوں دی۔

جواب۔ حضرت نوح علیہ السلام کا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ۔ کہنا بددعا نہیں تھی بلکہ بارگاہ الٰہی میں شکایت اور مجرم کو سزا کا مطالبہ تھا جس طرح کوئی بھی مظلوم یا مجبور حاکم عدالت میں مقدمہ کر کے درخواست کرتا ہے کہ فلاں مجرم کو سزا دی جائے یہی نوعیت شکایت موسوی کی ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کسی کو فرمانا کہ تو ایسا ہوگا تو یہ بھی بددعا نہیں بلکہ پیشگوئی ہے۔ ایک موقعے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بے اختیاری میں بددعا دی تھی تو فوراً اس سے رجوع فرمایا لیا تھا۔ حضرت زینب نے کوفے کے میدان میں یزیدی شیعوں کو کہا تھا کہ تم قیامت تک اسی طرح روتے پیٹتے رہو گے جس کا ظہور آج تک ہو رہا ہے تو یہ بھی بددعا نہ تھی بلکہ غیبی پیشین گوئی تھی۔ نیز اس آیت کریمہ میں

شانِ نزول کے اعتبار سے آپ اپنے آپ کو بد دعا دینا ہے نہ کہ دوسروں کو اور پھر بد دعا کرنا یا بد دعا دینا زیادہ سے زیادہ گناہ ہو سکتا مگر کفر کسی صورت نہیں ہے۔ اگرچہ کفّار کا فعل ضرور ہے مگر بعض مسلمان بھی پریشانی میں ایسا کرتے رہتے ہیں خاص کر عورتیں۔ تو ان سب کو یہاں منع کیا گیا ہے۔

دوسرا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ یہاں رات اور دن کو آیَتَیْنِ فرمایا گیا لیکن حضرت عیسیٰ اور مریم کو ایک آیۃً فرمایا گیا حالانکہ رات اور دن بھی دو چیزیں ہیں اور حضرت عیسیٰ اور مریم بھی دو چیزیں ہیں بلکہ حضرت عیسیٰ تو اکیلے ہی بہت سی آیتیں ہیں۔ مردے زندہ کئے۔ بچپن میں لوگوں سے گفتگو فرمائی اندھوں کوڑھیوں کو اچھا کیا مٹی سے پرندہ بنایا زندہ کر کے اڑایا۔ اور ایک آیت حضرت مریم ہیں کہ بغیر خاوند حاملہ ہو کر بچہ جنا۔ وغیرہ وغیرہ۔

جواب۔ امام رازی نے اس کے دو جواب دیئے ہیں ایک یہ کہ۔ مردے زندہ کرنا۔ پرندے بنا کر اڑانا۔ یہ حضرت عیسیٰ کے معجزات ہیں یہ آیت نہیں وہاں ذکر ہے خود حضرت عیسیٰ کے آیت ہونے کا۔ اور خود حضرتِ مریم کے آیت ہونے کا۔ اور وہ ایک ہی چیز ہے یعنی بغیر باپ کے ولادت اور بغیر خاوند کے ولادت اس لیے دونوں حضرات ایک آیت ہی ہوئے بخلاف چاند سورج اور دن رات کے کہ یہ دونوں ہر لحاظ سے دو مختلف ہیں صفت نوعیت جنسیت اور کارکردگی میں علیحدہ علیحدہ ہیں اس لیے یہاں آیتین فرمایا گیا۔ جواب دوم یہ ہے کہ وہاں بھی دو آیتوں کا ذکر ہے مگر اختصار کے لیے کچھ عبارت پوشیدہ ہے دراصل ہے وَجَعَلْنٰهَا اٰيَةً وَّ ابْنَهَا اٰيَةً ۔ اس صورت میں اعتراض نہیں پڑتا

تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا مُبْصِرَةً ۔ یعنی دیکھنے والا۔ تو چاند سورج مبصرۃً کیسے ہوا جب کہ وہ نہیں دیکھ سکتا دیکھنا تو انسان کا عمل و فعل ہے۔

جواب۔ یہاں مُبْصِرَةً کا معنیٰ دیکھنے والا نہیں ہے بلکہ بمعنیٰ واضح اور روشن و ظاہر ہونے والا ہے جیسا کہ ایک جگہ ارشاد باری ہے نَاقَةً مُبْصِرَةً ۔ یعنی قوم ثمود کو ہم نے بیّن اور کھلی واضح نشانی اونٹنی دی۔

چوتھا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ. حساب میں تو سب عدد وغیرہ شامل ہو گئے تھے پھر عدد کو علیحدہ کیوں ذکر کیا گیا۔

جواب۔ ہر علم کا کوئی نہ کوئی موضوع ہوتا ہے۔ جیسے طب کا موضوع بدن انسان نحو کا موضوع کلمہ کلام۔ منطق کا موضوع تصوری تصدیقی معلومات۔ علم حساب کا موضوع ہے عدد۔ اور ہمیشہ موضوع

اپنے علم سے جدا ہوتا ہے جز نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہاں عدد کو بطور موضوع بیان کیا گیا اور حساب کو بطور علم۔ صرف حساب کے ذکر کر دینے سے عدد اس میں شامل نہیں ہوتا۔

پانچواں اعتراض۔ تو پھر عدد کو پہلے کیوں ذکر کیا گیا اور حساب کو بعد میں کیوں۔

جواب۔ اس لیے کہ عدد گنتی کو کہتے ہیں اور گنتی ہمیشہ تھوڑوں سے زیادہ کی طرف جاتی ہے۔ تو عدد سے مراد دن ہفتے اور مہینے ہیں اور حساب سے مراد سال اور مدتیں ہیں اور چونکہ دن مہینے پہلے ہیں سال اور مدتیں بعد میں ان ہی سے بنتی ہیں اس لیے عدد کا پہلے ہونا عین درست ہوا۔

چھٹا اعتراض۔ آپ نے کہا دنیا میں کسی جگہ بھی چھ مہینہ کا دن اور رات نہیں ہوتی حالانکہ علامہ شامی نے فرمایا ہے کہ بلغاریہ میں چھ مہینہ کا دن چھ ماہ کی رات ہوتی ہے۔ اسی طرح بہار شریعت میں ہے کہ برطانیہ کے بعض علاقوں میں چند ماہ کی چھوٹی راتوں میں وقت عشاء آتا ہی نہیں۔ تو ہم آپ کی بات تسلیم کریں یا علامہ شامی اور صاحب بہار شریعت کی۔

جواب۔ اُن بزرگوں کے پاس آپ جیسے لوگوں نے سُنی سُنائی باتوں کا سوال بھیج دیا اور انہوں نے یقین کر کے شرعی مسئلہ بیان فرما دیا۔ تحقیقِ حال نہ انہوں نے کی اور نہ ان کے پاس وسائل تھے نہ ہی اُس زمانے میں وطن سے دور جانے اور آباد ہونے کا اتنا رواج تھا کہ مُلک مُلک اور دنیا بھر کے علاقوں کا پتہ لگتا۔ آج دنیا کے ہر خطے میں تقریباً ہر جگہ مسلمان آباد ہیں اور ہر شخص کو ٹیلیفونوں کی سہولت حاصل ہے گھر بیٹھے پوری دنیا کا پتہ لگایا جا سکتا ہے تقریباً دنیا کے ہر ملک میں میرے دوست آباد ہیں میں نے تمام سے رابطہ کیا اور برطانیہ خود آ کر آباد ہوا یہاں کے دن رات صبح شام رات و دن سردی گرمی خود دیکھنے کا موقعہ ملا۔ شفق اور فجر صادق کے لیے خود تفتیش کی دنیا کے علاقوں میں بسنے والے احباب سے رابطہ کر کے سویڈن بلغاریہ وغیرہ کی معلومات حاصل کیں مگر کسی نے بھی چشم دید گواہی یا تصدیق نہ کی بلکہ بعض علاقوں کے متعلق یہ ضرور بتایا گیا ہے کہ وہاں چھ چھ ماہ کالے بادلوں کے اندھیرے چھائے رہتے ہیں۔ مگر سورج ضرور طلوع و غروب ہوتا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ کم از کم ایک گھنٹے ہی نکلے روزانہ۔ اس لیے سنی سنائی بات کے مقابل تجربے اور مشاہدے کو ترجیح ہونی چاہیئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تفسیر صوفیانہ وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا۔ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِتَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ۔ اور نفس امارہ کا پیروی کرنے والا مرد حریص

طلب و عقل کی راہ سے اُکتا کر اسی طرح راہِ معرفت سے دوری کی خواہش و چاہت کرتا ہے جس طرح اپنے غلط و بیہودہ راستوں کی تمنا کرتا ہے اور نفس پرست آدمی ازل کا پھٹکارہ ہوا جلد بازی کرنے والا ہے حالانکہ ہم نے ظلمتِ بدن کی رات اور نورِ روح کے دن کو مسافرانِ راہِ قرب کے لیے دو آیتیں اور قدرت کی نشانیاں بنایا ہے تاکہ بندہ اُن کے ذریعہ ان کی معرفت سے معرفتِ ذات حاصل کر لے اور اپنے اندر صفاتِ حمیدہ پیدا کرے۔ اور ہم نے ہی ظلمۃِ جسمانی کی رات کو انوارِ قدس سے محو کر دیا اور فساد و فنا میں پہنچایا۔ اور ہم نے ہی انوارِ روح کو ضیاءِ قرآنی افکارِ حدیثی سے اَبدِ باقیہ کا بنتہ بنا دیا۔ جو اپنے کمالاتِ عبودیت سے منیر ہے تاکہ اے قلب و جگر والے بندو تم اپنے رب کریم کے فضل و حقائق کو رات کی خلوتوں دن کی جلوتوں میں تلاش کرتے پھرو۔ اور اس راہِ سلوک کی منزلِ قرب کے مرتبوں کی گنتی اور مقاماتِ جمال و جلال کی گنتی جان سکو اور اعمال و اخلاق اور احوال کا محاسبہ کر سکو اور حسناتِ ابدیہ کی تعداد سے سیئاتِ رذیلہ و خبیثہ کو مٹا سکو۔ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنْشُورًا اور قلبِ انسانی میں ہم نے علوم و حکمت انعام و اکرام کی پوری تفصیل ظاہر فرما دی یہ جسم فطری قرآن و حدیث کی آماجگاہِ مفصلہ ہے۔ اور ہم نے گردنِ قالب میں سعادت و شقاوت۔ اسبابِ خیر و شر کے اَعمال نامے جو ذاتِ حوادث سے لازم و ثابت ہیں ہمہ وقت ساتھ لٹکا دیئے ہیں۔ اور نفس و عقل کے لیے قیامتِ صغریٰ کے حجاب و مشاہدہ کے محشر میں قبرِ جسمانی سے ہم ہی ان کو ظاہر کر دیں گے ایسی کتابِ باطن جس میں سعادتُ شقاوت کے پیچیدہ و پوشیدہ راز ظاہر ہوں گے (محی الدین ابن عربی) صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں کہ کافر انسان ایک زہریلے کیڑے کی طرح ہے جس میں بدعادتوں بداخلاقیوں مایوسیوں کے زہریلے ڈنگ اور کانٹے دار پیر ہیں۔ حسد کینہ۔ ریاکاری۔ حرص۔ مکر۔ فریب۔ عداوت۔ جاہ و حشم کی طلب۔ دنیا کی دوستی۔ جلد بازی یہ اس کے زہر ہیں۔ کافر کا جسم صحبتِ دنیوی کا پورا نمونہ ہے۔ اسی لئے ہر آدمی دنیا سے جنت یا دوزخ لیکر مرتا ہے۔ مومن کا سینہ جنت ہے۔ فاسق کا سینہ اعراف ہے اور کافر کا سینہ جہنم ہے۔ دنیا کی محبت کافر کا خزانہ ہے اور اللہ رسول کی محبت مومن کا خزانہ ہے دنیوی زندگی جلد بازی اور بدعادتوں کے لیے نہ بنائی گئی بلکہ یہ دن رات کے چوبیس گھنٹے علومِ الٰہیہ حاصل کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں کامیاب زندگی اُس شخص کی ہے جو اپنی تمام زندگی میں تین کام کرے ۱؎ تمام نمازیں جمعہ اور نوافل پڑھے ۲؎ کسبِ حرام سے بچے اور کسبِ حلال سے روزی حاصل کرے ۳؎ دن رات کے کسی حصہ میں علم ضرور حاصل کرے۔ خوش قسمت انسان وہ ہے جس کو گوشۂ تنہائی نصیب ہو۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ

پڑھ لے نامۂ اعمال اپنا کافی ہے تو خود ذات اپنی آج - پر اپنے

فرمایا جائے گا کہ اپنا نامہ پڑھ آج تو خود ہی اپنا

حَسِيْبًا ؕ ﴿۱۴﴾ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ

حساب لینے والا جس نے ہدایت کو قبول کیا تو فقط ہدایت چاہتا ہے

حساب کرنے کو بہت ہے - جو راہ پر آیا وہ اپنے ہی بھلے کو

لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ

لیے اپنی ذات کے اور جو گمراہ ہوا تو فقط گمراہی پڑتی ہے اسی پر

راہ پر آیا اور جو بہکا تو اپنے ہی برے کو ۔ بہکا اور کوئی بوجھ

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا

اور نہیں بوجھ اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ - اور نہیں تھے ہم

اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی اور ہم

مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ وَاِذَآ

عذاب دینے والے یہاں تک کہ بھیجتے رہے ہم رسول کو - اور جب

عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں ۔ اور جب

اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا

ارادہ کیا ہم نے اس کا کہ ہلاک کریں ہم کسی بستی کو ایمان کا حکم دیتے ہیں ہم اُس کے سرداروں کو

ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں اس کے خوشحالوں پر احکام بھیجتے ہیں

فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا

تو وہ نافرمانی کرتے ہیں پس ثابت ہو جاتا ہے اُس پر فیصلہ پھر ہلاک کیا ہم نے

پھر وہ اس میں بے حکمی کرتے ہیں تو اس پر بات پوری ہو جاتی ہے تو ہم اُسے تباہ کر کے

تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾

تباہ کر کے اُن کو

برباد کر دیتے ہیں

تعلق اِن آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق - پچھلی آیات میں ہر انسان کے گلے میں اُس کے نامۂ اعمال کی کتاب لٹکانے کا ذکر ہوا تھا اِس آیت میں اُس کی وجہ بتائی جارہی ہے کہ انسان خود پڑھ لے اور حساب اپنا کرے۔
دوسرا تعلق - پچھلی آیتوں میں بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے رات و دن کو پیدا فرمایا جس سے زمانے کی مختلف حالتوں کا پتہ لگتا تھا اب ان آیت میں بتایا جارہا ہے انسان کی بھی دو حالتیں ہیں ایک گمراہی یعنی رات اور ایک ہدایت یعنی دن یہ ایک شاندار سبق آموز تمثیل ہے۔ **تیسرا تعلق** - پچھلی آیات میں میدانِ قیامت کی حالت بیان ہوئی تھی کہ ہم نے ہر انسان کے پاس اُس کا نامۂ اعمال بھیجا کہ اُس کو سمجھ لے۔ اب اِن آیات میں عالمِ دنیا کا نقشہ کھینچا جارہا ہے کہ ہم نے ہر انسان کے پاس اپنے انبیاءِ کرام بھیجے تاکہ اُن کی بات سمجھ کر اپنے نامۂ اعمال درست کرے۔

شانِ نزول حافظ الحدیث ابن عبد البر نے حضرتِ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ایک دفعہ حضرتِ خدیجہ نے بارگاہِ نبوت میں عرض کیا یارسول اللہ مشرکین کے نابالغ بچے آخرت میں کدھر ٹھکانہ ہوگا جنت یا دوزخ آپ نے پھر یہی سوال کیا تو نبی الانبیاء نے فرمایا اللہ بہتر جانتا ہے۔ تب یہ گیارہ آیتیں نازل ہوئیں از آیت ۱۵ تا آیت ۲۵ جس میں اولاد کا ماں باپ سے دنیا و آخرت کا تعلق بتایا گیا۔ کہ دنیا میں اولاد یہ سلوک کرے کہ ہر طرح ماں باپ کا بوجھ اٹھائے مگر آخرت میں کوئی کسی کا بوجھ اُٹھائے گا ایک قول یہ ہے کہ ولید بن مغیرہ کافر سردارِ مکہ نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خوب نافرمانی اور گستاخی کرو اس کا گناہ مجھ پر آئے دو تب یہ آیتیں نازل ہوئیں اور فرمایا گیا کہ قیامت میں

کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا یہ سب دنیا میں کہنے کی باتیں ہیں لہٰذا کوئی شخص کسی کے کہنے سے کوئی گناہ یا کفر نہ کرے نہ مطمئن ہو۔ عذاب اس کو بھی لازمی ہو جائے گا جو گناہ کرے گا۔

تفسیر نحوی

اِقْرَاْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا. مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا. وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى. اِقْرَاْ۔ باب ضَرَبَ امر حاضر معروف واحد حاضر۔ قَرْءٌ بنا ہے بمعنی زبان سے پڑھنا۔ کتاب اسم مصدر ثلاثی۔ بمعنی مکتوب مراد ہے نامۂ اعمال۔ مضاف ہے کَ۔ ضمیر واحد مذکر حاضر مجرور متصل مرکب اضافی مفعول بہ ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر۔ کَفٰی۔ باب ضرب کا ماضی مطلق مثبت معروف واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر اس میں مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع کتاب ہے کَفْیٌ سے بنا ہے ناقص یائی ہے۔ بِ جارہ بمعنی لام جارہ نَفْس اسم تاکیدی جامد بمعنی دن۔ لیکن معرف باللام ہو کر خصوصی ہو گیا بمعنی آج دن۔ بحالت فتحہ ہے ظرف ہے کفیٰ کا۔ علیٰ جارہ استعلائیہ کَ ضمیر مجرور متصل متعلق دوم ہے کفیٰ کا حَسِیْبًا۔ صفت مشبہ۔ حَسْبٌ سے بنا ہے۔ لغوی ترجمہ غور و فکر والا گمان کرنا۔ اصطلاحی معنی ہے کافی ہونا۔ مجازی معنی ہے گروہ میں شامل ہونا صفت مشبہ چونکہ مبالغہ کے لیے ہوتی ہے اس لیے حسیب کا ترجمہ علیحدہ علیحدہ کر کے ہر چیز کو دیکھنا اندازہ لگانا۔ اور خوب زیادہ جانچ پڑتال کرنی اسم فاعل کے معنی میں ہوتی ہے اور اسم مفعول کے معنی میں بھی یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں تمیز ہے کفیٰ کے فاعل کی یہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ مَنْ اسم موصول بحالت رفع مبتدا ہے یا شرطیہ ہے اِهْتَدٰى۔ باب اِفتعال کا ماضی مطلق مثبت معروف دراصل تھا اِهْتَدَیَ۔ یٰ کا فتحہ ثقیل تھا لہٰذا یٰ کو الف سے بدل دیا۔ مصدر ہے اِهْتِدَاءٌ۔ هُدًی سے بنا ہے بمعنی توفیق ملنا۔ ہدایت پانا۔ اسلام قبول کرنا۔ یہاں ہر معنی مناسب ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل جس کا مرجع مَنْ ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر شرط ہوئی یا مبتدا ہے فَ جزائیہ یا زائدہ۔ اِنَّمَا۔ حرف کافہ اور حرف تحقیق۔ دونوں متصل ہو کر لفظ حصر ہوا۔ یَهْتَدِیْ۔ باب افتعال کا مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر مستتر فاعل ہے مرجع مَنْ ہے هُدًی سے بنا ہے۔ بمعنی اعمال ہے۔ لام جارہ نفع کا نَفْسِ اسم مفرد جامد بمعنی ذات ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور متصل ضمیر نفسی ہے ترجمہ ہے اپنے مضاف الیہ ہے مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے یَهْتَدِیْ کا۔ جملہ فعلیہ ہو کر۔ جزا ہوئی بعض کے نزدیک خبر ہوئی۔ سب مل کر جملہ شرطیہ یا جملہ اسمیہ خبریہ ہوا واؤ عاطفہ۔ یا ابتدائیہ مَنْ موصولہ۔ ضَلَّ۔ باب نَصَرَ یا ضَرَبَ کا ماضی مطلق مثبت معروف فعل مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنی گمراہ ہونا۔ بے توفیق ہونا۔ سرکش رہنا۔ اس کے اور بھی بہت معنی ہیں مگر یہاں ان ہی معنی میں مناسب ہے۔ ھُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ ہوا

موصول صلہ مل کر شرط ہوئی۔ فَ جزائیہ۔ اِنَّمَا لفظِ حصر۔ یَضِلُّ باب ضَرَبَ کا مضارع معروف واحد مذکر غائب زمانۂ حال ھُوَ ضمیر فاعل عَلٰی جارّہ برائے فوقیت ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مجرور متصل مرجع نفس ہے۔ جار مجرور متعلق ہے یَضِلُّ کا جملہ ہو کر جزا۔ شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ ہوگیا۔ واؤ سر جملہ۔ لَا تَزِرُ۔ باب ضَرَبَ کا مضارع منفی۔ صیغہ واحد مؤنث غائب۔ ھِیَ ضمیر مؤنث مستتر مرجع ہے نَفْسٌ۔ اگرچہ یہ لفظاً مذکر ہے مگر معنیً مؤنث آیا۔ نفس سے مراد ذات اور شخصیت ہے اِس کی تانیث کا اعتبار کیا گیا۔ وَازِرَۃٌ اسم فاعل مؤنث فاعل ہے لَا تَزِرُ کا۔ یہ دونوں فعل فاعل وِزْرٌ مثال واوی سے بنے ہیں۔ بمعنیٰ بوجھ یا ذمہ داری۔ یہاں مراد بوجھ ہے اِسی سے ہے وزیر بمعنیٰ ذمہ داری لینے والا۔ وِزْرَ۔ اسم مصدر یا مادّہ۔ بمعنیٰ بوجھ اُٹھانا یہاں اسم جامد ہے بمعنیٰ بوجھ۔ مضاف ہے۔ اُخْرٰی اسم تفضیل مؤنث ہے آخَرُ سے بنا ہے۔ یہاں معنیٰ ہے دوسرا ہونا بحالت کسرہ ہے۔ مضاف الیہ ہے۔ مرکب اضافی مفعول بہ ہے لَا تَزِرُ کا۔ جملہ ہوگیا۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا۔

واؤ ابتدائیہ مَا كُنَّا فعل ماضی مطلق بمعنیٰ ماضی بعید۔ جمع متکلم۔ نَحْنُ ضمیر جمع متکلم مستتر اس کا اسم۔ مُعَذِّبِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر باب تفعیل سے ہے مصدر ہے تعذیبٌ عَذْبٌ سے بنا ہے بمعنیٰ تکلیف دینا۔ کڑوا ہونا۔ کڑوا کرنا۔ میٹھا ہونا۔ یہاں مراد سزاءِ اُخروی یعنی عذاب دینا ہے۔ معطوف علیہ ہے یہ جمع یا تو مَا كُنَّا کی مناسبت کی وجہ سے ہے یا۔ یہاں مِنْ تبعیضیہ پوشیدہ ہے۔ حَتّٰی حرفِ عطف بمعنیٰ اِلٰٓی اَنْ (یہاں تک) نَبْعَثَ باب فَتَحَ کا مضارع مثبت معروف زمانۂ حال ہے۔ بَعْثٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بھیجنا۔ جمع متکلم ہے مخاطب اللہ تعالیٰ ضمیر متکلم مستتر اس کا فاعل ہے۔ رَسُوْلًا۔ اسم مبالغہ بروزنِ فَعُوْل۔ رُسُلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بھیجنا پیغام کے ساتھ اصطلاحِ شریعت میں رسول وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے دینوی قوموں کی درستی کے لیے اپنے اٹل قانون کے ساتھ بھیجے۔ بحالتِ نصب ہے مفعول بہ ہے نَبْعَثَ کا۔ یہ مضارع منصوب ہے حَتّٰی میں پوشیدہ اَنْ ناصبہ کی وجہ سے۔ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا معطوف علیہ معطوف مل کر خبر ہے مَا كُنَّا کی۔ وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہوا۔ واؤ سر جملہ اِذَا حرفِ شرط۔ اَرَدْنَا۔ باب اِفعال کا ماضی مطلق معروف جمع متکلم مصدر ہے اِرَادَۃٌ اور اَرْیَادٌ ہے۔ رَیْدٌ مادّہ ہے بمعنیٰ چاہنا۔ پسند کرنا۔ یہاں پہلے معنیٰ میں ہے۔ فاعل ضمیر پوشیدہ ہے اَنْ ناصبہ۔ نُهْلِكَ۔ باب اِفعال کا۔ مضارع مثبت معروف جمع متکلم۔ مصدر اِہْلَاکٌ ہے ہَلْکٌ سے بنا ہے بمعنیٰ مار ڈالنا۔ فنا کرنا۔ قَرْيَةً۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ بستی۔ شہر۔ گاؤں۔ مفعول بہ ہے نُهْلِكَ کا۔ جملہ فعلیہ ہو کر مفعول بہ ہے اَرَدْنَا کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی اَمَرْنَا۔ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم ایک قرأت میں اَمَّرْنَا ہے باب تفعیل کا ماضی مطلق معروف اس کا معنیٰ ہے ہم نے امیر بنا دیا حاکم اور بادشاہ بنا کر مسلط کر دیا بستی کے

دولت مندوں کو تو انہوں نے ظلم و کفر شرک سے بستی میں گناہ پھیلا دیئے غریبوں کو لوٹا اور مارا۔ مُتْرَفِیْ۔ اسم جمع مذکر سالم۔ دراصل تھا مترفین نونِ جمع مذکیری اضافت کی وجہ سے گر گئی۔ بابِ اِفعال کا اسم مفعول ہے مصدر ہے اِتْرَافٌ۔ تَرَفٌ سے بنا ہے۔ بمعنی امیر ہونا۔ خوشحال ہونا۔ عیش پرست ہونا یہاں ہر معنی درست ہے مراد ہے امیر لوگ۔ ھَا ضمیر۔ واحد مؤنث غائب مضاف الیہ ہے مرجع قَرْیَۃً ہے۔ مرکب اضافی مفعول بہ ہے اَمَرْنَا کا جملہ فعلیہ ہو کر جزا۔ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ فَ عاطفہ تعقیبیہ فَسَقُوْا۔ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع مذکر غائب۔ فِسْقٌ سے بنا ہے۔ بمعنی گناہگار ہونا نافرمان ہونا فسق کا لغوی ترجمہ ہے نکلنا۔ گناہ کو فسق اس لیے ہی کہتے ہیں کہ اللہ کی اطاعت سے نکل جاتا ہے۔ ایذا و تکلیف دینے کو بھی فسق کہا جاتا ہے۔ حدیث پاک میں تین جانوروں کو فاسقات کہا گیا ہے۔ وہاں ایذا ہی مراد ہے فِیْ بمعنی عَنْ مجاوزت ھَا ضمیر کا مرجع اَمْرٌ ہے جار مجرور متعلق ہے فَسَقُوْا کا۔ ھُمْ مستتر فاعل کا مرجع مُتْرَفِیْ ہے۔ جملہ فعلیہ ہو کر شرطِ عاطفہ ہوئی۔ فَ جزائیہ۔ حَقَّ۔ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق۔ حُقُوْقٌ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے۔ بمعنی ثابت ہونا لازم ہونا۔ لائق ہونا۔ ضروری ہونا۔ لازم ہے عَلٰی جارہ ھَا ضمیر مجرور مرجع قَرْیَۃٌ ہے۔ الف لام عہد ذہنی قَوْلٌ مفرد جامد بمعنی بات۔ فیصلہ۔ قانون۔ حکم۔ یہاں ہر معنی مناسب ہے فاعل ہے حَقَّ کا۔ جملہ فعلیہ ہو کر جزاء اول ہے۔ فَسَقُوْا شرط کی۔ فَ عاطفہ جزائیہ۔ دَمَّرْنَا۔ بابِ تفعیل کا ماضی مطلق جمع متکلم۔ مصدر ہے تَدْمِیْرٌ بمعنی ہلاک کرنا۔ فنا کرنا۔ اکھیڑنا پھینکنا۔ ھَا ضمیر واحد غائب کا مرجع قریۃ ہے مفعول بہ ہے دَمَّرْنَا کا منصوب متصل ہے۔ تَدْمِیْرًا۔ بابِ تفعیل کا مصدر ہے۔ دَمْرٌ سے بنا ہے بمعنی ہلاک ہونا۔ بحالتِ نصب ہے کیونکہ مفعولِ مطلق ہے۔ جملہ فعلیہ ہو کر جزاءِ دوم ہوئی فَسَقُوْا کی جملہ شرطیہ ہو کر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ قیامت کے دن ہر انسان سے اسی کے گلے میں پڑے ہوئے طائر دا عمالنامے کے بارے میں کہا جائے گا۔ یا خود باری تعالیٰ فرمائے گا اور ہر شخص اس دن اللہ تعالیٰ کی آوازِ مقدس خود اپنے کانوں سے سنے گا جیسا کہ روایتوں میں آتا ہے۔ یا یہ حکم فرشتوں کی جانب سے ہو گا کہ پڑھ لے اپنا نامۂ اعمال لکھی ہوئی کتاب آج تو خود ہی اپنے دنیوی اعمال نیکی بدی کے حساب اور اندازے لگانے اپنی حیثیت معلوم کرنے کے لیے کافی ہے۔ دنیا میں اگرچہ یہ کتاب ہر شخص کے گلے میں پڑی رہی اور انتہائی قریب رہی مگر یہاں کسی کے لیے اس کی کتاب ظاہر نہیں ہوئی اگرچہ بعض اولیاء اللہ اپنی کرامت خداداد سے لوگوں کی یہ کتاب پڑھ لیتے ہیں مگر اپنی کتاب نہیں پڑھ سکتے کیونکہ یہ امتحان گاہ ہے۔ دنیا میں اپنی کتاب نظر نہ آنے کے متعلق مفسرین کرام نے

چار وجہ بیان فرمائی ہیں۔

(۱) یہ کتاب جسم لطیف ہے اور انسان جسم کثیف ہے وہ لطائف کو نہیں دیکھ سکتا۔ جنات بھی اپنے لطائف کو نہیں دیکھ سکتے اس لیے کہ اگرچہ جنات بھی اجسام لطیف ہیں مگر عالم روحانیت کی لطافت بہت کثیر ہے۔ ہاں جو ولی اللہ ذکر الٰہی سے اپنے روحانیت کو مقام عروج پر پہنچا دے گا اس کی لطافت مثل فرشتوں کے ہوگی اس کو سب کچھ نظر آجاتا ہے یہانتک کہ وہ ملائکہ کو بھی دیکھ سکتا ہے۔ اسی لیے اولیاء اللہ پیٹھ والی کتاب اعمال دیکھ لیتے ہیں۔

(۲) دنیا دار العمل ہے اس لیے یہاں وہ اعمال نامہ پوشیدہ کر دیا گیا جو حساب آخرت کے لیے ہے۔

(۳) چونکہ یہ اعمال نامہ دنیا کی آخری سانس تک نامکمل ہے مرنے کے بعد جب بندے کے اعمال ختم ہو جائیں گے تب یہ مکمل ہوگا۔ اور حساب ہمیشہ آخر میں ہوتا ہے اس لیے تکمیل سے پہلے دیکھنا بیکار ہے

(۴) دنیا میں جسم انسانی ہر روح پر غالب ہے یہاں روح اندھی ہے جسم کے ماتحت ہے بندہ اپنے اعمال دیکھتا چلتا پھرتا کھاتا پیتا۔ قوت جسمانی سے کر رہا ہے۔ آخرت میں روح جسم پر غالب ہوگی اور ہر کام روح کی طاقت سے ہوگا۔ اس لیے وہاں ہر وہ چیز نظر آجائے گی جو قوت جسم سے نظر نہیں آتی۔ اسی لیے ہر شخص سے فرمایا جائے گا اِقْرَءْ کِتَابَکَ۔ اور یہ حکم سن کر ہر شخص پڑھے گا اگرچہ دنیا میں ان پڑھ جاہل گنوار ہو۔ جو شخص دنیا میں دین کی ہدایت پالے شریعت۔ نیک اعمال۔ عشق الٰہی۔ محبت مصطفائی۔ تقویٰ طہارت اور عبادت صالحہ کی تو اس نے اپنے ہی لیے ہدایت پائی کہ اس ہدایت اور اعمال کا اس کو ابدی فائدہ ہے اگرچہ اس کے اعمال اور وجود سے ہزاروں کو فائدہ ہے خیال رہے کہ یہ آیت پاک ایصال ثواب یا ختم درود کے خلاف نہیں۔ اس لیے کہ ہدایت والا آدمی ہی کسی کو ایصالِ ثواب کر سکتا ہے اور ہدایت والے کو ہی کسی کے ایصال کا ثواب کا فائدہ پہنچ سکتا ورنہ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْھَا۔ وہ شخص جو قہر الٰہی سے گمراہ ہو گیا تو اس کی ضد ہٹ دھرمی کی گمراہی کا وبال نقصان مصیبت اسی کے جسم اور روح پر دنیا و آخرت میں پڑے گا دنیا میں اس طرح کہ تمام عبادتیں برباد اعمال نامہ سیاہ گناہ قائم سب بے اعتمادی بددیانتی کی ذلت و رسوائی ملتی رہے گی آخرت میں اس طرح کہ نہ اپنے عمل کام آئیں نہ کسی کا ایصال ثواب کام آئے گمراہ کے لیے بہت بے بسی بیکسی کا وقت ہے یہانتک کہ اس دن کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا جو بوجھ اٹھائے ہوں گے وہ ان کے اپنے ہی گناہوں کا ہوگا۔ اور جو خوش قسمت نیکیوں کے خزانے لیے ہوں گے وہ اعمال ان پر روشنی نور اور ہلکے پھلکے پھولوں کی طرح ہوں گے۔ اولاً تو ہر شخص کو اس کے اعمال کا فائدہ یا نقصان قبر سے ہی شروع ہو جاتا ہے پھر میدان محشر میں بھی اپنے اپنے حساب کے مطابق فائدہ اور نقصان ہوگا کہ بدکار کافر و فاسق اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوں گے اور نیک لوگ نور کے تاج و تخت پر ہوں

گے۔ اس دن کفار حسرت سے اپنے مومن رشتے داروں کو دیکھیں گے اور تمنا کریں گے کہ کاش یہ کفر توڑ بوجھ ہم
سے کوئی اٹھالے یا کم کر دے پھر جہنم میں یہی بوجھ اور گناہ بکھر کر مختلف عذابوں اور سانپ بچھو کی شکل میں عذاب
دائمی بنا دیئے جائیں گے۔ اور یہ سب عذاب صرف نافرمانئ انبیا کی وجہ سے ہیں اس لیے کہ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ
حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۔ ہم اس وقت تک کسی کو عذاب نہیں دیتے جب تک اس کے پاس اپنے کسی
نبی محترم کو نہ بھیج دیں وہ نبی اکرم ان کو ہر چیز ہر دکھ بیماری۔ عذاب۔ ثواب۔ عبادت۔ گناہ۔ شریعت طریقت
معرفت حقیقت۔ حلال حرام۔ شرک و کفر۔ ہدایت و گمراہی۔ ظلم و رحم۔ دیانت و امانت۔ شرم و حیاء۔ پاک و پلید
غرض کہ ہر اچھائی برائی دینی دنیوی بتاتے ہیں مگر گمراہ اور کفار ہر کام میں ان کی نافرمانی کرتے ہیں اس لیے
عذاب کے مستحق ہوتے ہیں۔ محققین فرماتے ہیں کہ دنیا میں کوئی ایسی قوم نہیں گزری از اول تا آخر۔ جس کے پاس
کوئی نبی محترم نہ آیا ہو۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے دنیا میں اب تک ایک لاکھ چوبیس ہزار ہی قومیں ہوئی ہیں اور
ہر قوم میں ایک نبی اکرم تشریف لایا اسی لیے مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ انبیاء کرام ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔
پہلے نبی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آخری نبی آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسی اعتبار سے پوری مسلم قوم
تا قیامت ایک ہی قوم ہے۔ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا
الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ۔ اور یہ ہمارا ازلی ابدی قانون ہے کہ جب کوئی بستی والے جبر بد معاشی فسق
فجور گناہ سرکشی کفر طغیان شرک و بدعت کے عادی ہو جائیں نیک بننے کی طرف بالکل نہ آئیں سمجھ عقل کے
باوجود لذتِ گناہ میں عیاش بنے رہیں اس بنا پر ہم اس بستی کی ہلاکت بربادی تباہی کا ارادہ فرمالیں تو وہاں
کے سرداروں امیروں کو اپنا حکم اپنے رسولانِ محترم انبیاء کرام۔ علماء۔ اولیاء کے ذریعے پہنچاتے ہیں۔ اس لیے
کہ امرا اور سرداروں کا فرمانبردار بن جانا ساری بستی کا تابع فرمان بننا ہے غریب اور مزدور لوگ تو امیروں کے
نوکر غلام ماتحت ہوتے ہیں وہ تو وہی کرتے ہیں جو بستی کے امیر سردار کرتے ہیں۔ پھر اگر یہ امرا اپنی عیاشی
لذت پرستی کی بنا پر قانونِ الٰہی کی پابندیوں۔ شرعی عبادتوں۔ دینی راستوں کو تمانعو دسے اور ذکرِ الٰہی
کی خلوتوں کو پسند نہ کریں انبیاء کرام علیہم السلام کی اطاعت سے دور نکل جائیں اور اس بستی میں کفر فسق نافرمانی
گستاخی کے طوفان مچادیں تب ہمارا قانونی حق و انصاف کا فیصلہ اس بستی پر نافذ اور جاری ہو جاتا ہے۔ مگر
یہ ایک دم فوری نہیں ہوتا بلکہ بہت مہلت اور ڈھیل کے بعد ہوتا ہے اور پھر ایسا ہوتا ہے کہ دَمَّرْنٰهَا
تَدْمِيْرًا ۔ آناً فاناً پوری بستی یا پورا محلہ یا پورا گھر یا پورا خاندان تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے۔ ہم اس کو فنا کر دیتے
ہیں کہ جانور بچے بوڑھے عورتیں مرد سامان دکان سب کچھ ہلاک ہو جاتا ہے کہ بچے کھچے لوگ سوچتے ہی رہ جاتے
ہیں کہ ہائے یہ طوفان یہ سیلاب کیوں آیا۔ آگ کیوں لگ گئی طاعون و بیماری کے ذریعے سب کے سب کیوں مر

گئے کسی نامعلوم دشمن نے رات کو سوتے ہوئے سب کو کیوں قتل کر دیا۔ اپنی حقیقی بدحالی بے غیرتی بے حیائی قانونِ الٰہی کی نافرمانی پر نگاہِ عبرت سے غور نہیں کرتے۔ اے میرے رحیم کریم اللہ مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو اپنی ہر ہلاکت سے بچالے۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ ۔ قیامت میں کوئی بے پڑھا نہ ہوگا دنیا میں اگرچہ کوئی ان پڑھ جاہل ہو یہ فائدہ اِقْرَأْ کے عمومی حکم سے حاصل ہوا نیز تمام انسانوں کی زبان اور لغت قبر و حشر میں عربی ہوگی جنت میں بھی عربی ہی رہے گی مگر جہنمیوں کی زبان بدل جائے گی جہنم میں جاکر۔ **دوسرا فائدہ** ۔ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ دن رات اپنا اور اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا رہے ان شاء اللہ اس کا حساب قیامت میں آسان ہوگا یہ فائدہ کَفٰی بِنَفْسِكَ سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ** ۔ قیامت میں ایک کی نیکی تو دوسرے کے کام آسکتی ہے مگر ایک کا گناہ دوسرے کو نہ اٹھانا پڑے گا۔ یہ فائدہ لَا تَزِرُ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ گناہ کو وزر اور نیکی کو ثِقل کہتے ہیں۔ **چوتھا فائدہ** ۔ صرف رب تعالیٰ کی نافرمانی پر عذاب نہیں آیا کرتا بلکہ انبیاء کرام کی گستاخیوں پر عذاب الٰہی آتا ہے یہ فائدہ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔

پانچواں فائدہ ۔ جس بندے کو رب تعالیٰ دینی یا دنیوی سرداری عطا فرمائے اس کو اپنی زندگی بہت احتیاط سے گزارنی چاہیئے۔ خواہ وہ عالم یا پیر ہو یا چوہدری سردار ہو۔ یہ فائدہ اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ ۔ کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ کسی مسلمان سے یہ کہے کہ تو فلاں گناہ یا کفر شرک کرلے اس کا عذاب مجھ پر ہے۔ اور یہ بھی نہ کہے کہ فلاں کام میں اگر گناہ ہو تو مجھ پر ہو تو کرلے۔ اور اگر کوئی احمق ایسا کہہ بھی دے تو بھی دوسرے شخص کو وہ گناہ یا شبہ گناہ ہرگز اس کے کہنے سے کرنا نہ چاہیئے قیامت میں کرنے والے کو کرنے کا عذاب ضرور ملے گا۔ اور کرانے والے کو گناہ یا کفر کرانے کا عذاب ہوگا اس گناہ کا عذاب حکم دینے والے کو نہ ہوگا اگرچہ دنیا میں اس نے اپنے ذمے یہ عذاب لے لیا ہو۔ یہ مسئلہ لَا تَزِرُ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ** ۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کفار کے نابالغ فوت شدہ بچے جنت میں جائیں گے۔ یہ مسئلہ بھی لَا تَزِرُ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ بچے بیگناہ ہیں ماں باپ کے کفر کی بنا پر ان کو جہنم میں نہ بھیجا جائے گا۔ والدین کے کفر کا بوجھ بیگناہ بچوں پر نہ ڈالا جائے گا۔ ہاں البتہ حرامی اولاد چار یا سات نسلوں تک جنت میں نہ جائے گی کیونکہ وِلادۃً ناپاک ہے ان کے نیک اعمال کا بدلہ اعراف میں دیا جائے گا۔ ان کو بیگناہی کی بنا پر جہنم میں بھی نہ ڈالا جائے گا (جامع صغیر و حاشیہ کنز الحقائق)

تیسرا مسئلہ - اللہ تعالیٰ کا دین شریعتِ نبوت کا نام ہے - انبیاءِ کرام علیہم السلام کے اعمال و اقوال ہی قانونِ الٰہی اور ان کی تعلیم کا نام صراطِ مستقیم ہے - **چوتھا مسئلہ** - اگر کوئی قتل کر دے اور اس سے دیت کا مطالبہ کیا جائے تو صرف قاتل کے ذمے ہی دیت واجب ہے قاتل کے وارثوں پر دیت نہ پڑے گی - یہ مسئلہ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ الخ) سے مستنبط ہوا (حنفی مسلک)

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض - یہاں فرمایا گیا عَلَیْكَ حَسِیْبًا - یعنی اے بندے آج تو خود ہی اپنے حساب کے لیے کافی ہے - دوسری جگہ ارشاد ہے وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِیْنَ ہم تو دہی حساب کے لیے کافی ہیں - اس فرق کی وجہ کیا ہے - ؟ **جواب** - اس آیت میں حساب بمعنیٰ اندازہ لگانا ہے کہ بندہ اپنے اعمال کو دیکھ کر اپنے انجام اور جہنمی یا جنتی ہونے کا خود ہی اعمالنامہ پڑھ کر اندازہ لگائے اور اپنے خلاف خود ہی گواہ بن جائے - اور اس آیت میں حساب بمعنیٰ فیصلہ کرنا ہے - یعنی اعمالنامے کا سچا فیصلہ صرف رب تعالیٰ ہی فرما سکتا ہے - اور وہی کافی فیصلہ فرما دے گا - **دوسرا اعتراض** - حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس میت پر نوحہ کیا جائے اس میت کو عذاب ہوتا ہے - اس نوحے اور رونے پیٹنے کا - مگر یہاں آیتِ پاک نے فرمایا کہ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا - تو فوت شدہ کو بعد میں نوحہ کرنے والوں کے گناہ کا بوجھ اور عذاب قبر میں کیوں ہوتا ہے۔

جواب - تفسیر کبیر نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ روایت بناوٹی ہے نبی کریم کا فرمان نہیں - مگر یہ جواب کمزور ہے اور اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کی طرف ایسی کمزوریات کی نسبت کرنا غلط ہے صحیح جواب یہ ہے - کہ اس نوحے اور ماتم کوٹنے پیٹنے کا عذاب میت کو ہو گا جو میت کی خواہش اور وصیت کی وجہ سے کیا جائے - اور عذاب اسی وصیت اور خواہش کا ہوتا ہے نہ کہ پیٹنے اور نوحے کا - اس کا عذاب تو پیٹنے والے کو ہی ہے حدیث پاک میں یہ ہے کہ نوحے کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے نہ کہ نوحے کا عذاب - یہی حال ہر گناہ کا ہے - **تیسرا اعتراض** - یہاں فرمایا گیا کہ کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا - یعنی کسی کا گناہ دوسرے پر نہ ڈالا جائے گا - حالانکہ حدیث پاک میں ہے - جس کا قرض مار لیا یا جس کی غیبت کر کے دنیوی نقصان پہنچایا تو قیامت میں مقروض اور غیبت کرنے والے کی نیکیاں قرض خواہ اور اس مظلوم کو دی جائیں گی جس کی غیبت کی ہو یا ظلم کیا ہو گا اور اگر اس ظالم کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے لہٰذا بوجھ تو اٹھایا اور ڈال دیا گیا یہ آیت کے خلاف ہو گیا - (مسئلۃ الرازی) **جواب** - آیت کا مطلب ہے کہ کوئی اپنے اغنیا اور دوستی یا رشتہ داری یا نما

میں گناہ لے لینے کا وعدہ کر لینے کی بنا پر کسی کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ اور حدیث پاک میں ہے کہ عذاب کے طریقے پر دوسرے کے گناہ ڈال دیئے جائیں گے یہ گویا عذاب اس کے اُس ظلم کا ہے جو اُس نے کیا اور مظلوم پر رحمت کرنے کے لیے۔ **چوتھا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا کہ جس بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں اس کے امیروں کو دین کا حکم دیتے ہیں وہ نافرمانی کرتے ہیں تو ساری بستی کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اس کی کیا وجہ کہ گناہ صرف امیروں نے کیا اور ہلاک سب بستی جس میں بچے۔ بیگناہ اور جانور بھی تھے **جواب**۔ اس کے چند جواب ہیں پہلا یہ کہ لِلْاَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ۔ اکثریت کا حکم جاری کر دیا جاتا ہے۔ **دوسرا جواب**۔ یہ کہ نیک لوگوں کو نکال لیا جاتا ہے۔ **سوم** یہ کہ امر نا سے مراد عام حکم ہیں نماز روزہ وغیرہ جو سب امیر غریب پر فرض تھے اس پر امیروں نے بھی عمل نہ کیا اپنی سرداری کے غرور میں اور غریبوں نے عمل نہ کیا امیروں کی ماتحتی کی وجہ سے اور دیکھا دیکھی۔ نہ بچوں کو حلال روزی کھلائی نہ دین سکھایا نیز بچے اور جانور مثل مال کے ہیں ان کی تباہی سے والدین اور مال والوں کو مزید دکھ ہوتا ہے اس لیے سب کو ہلاک کرنا عین مصلحت ہے۔

تفسیر صوفیانہ

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ؕ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۔ اے اہل حوالوح قلبی پہ ضمیر کی تحریروں کو پڑھ لے آج منزل قبض و بسط میں اپنے محاسبے کے لیے تو خود کافی ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ ہر انسان کے اندر ایک خفیہ خانہ ہے جس کی تاریں عقل کے مخزن تک جاتی ہیں جب انسان کوئی بھی نیک و بد کام کرتا ہے تو اس خانے میں تڑپ اور گرمی پیدا ہوتی ہے اور نیکی پر تادم آخرت خوشی محسوس کرتا ہے اور گناہ پر نادم و مغموم ہوتا ہے انسان کا یہ اندر خود سمجھتا ہے کہ میں کس حال میں ہوں اس لیے کہ جس نے رب تعالیٰ کی طرف سے قرب و کشف۔ مراقبے مجاہدے اور سفر وادیٔ انوار کی ہدایت پائی تو وہ اسی کے مطلب و عقل کے لیے ہے اور جو اپنی خباثت نفسی کی بنا پر ظلمات کی وادی میں گمراہ ہوئے اور منزل عشق سے دُھتکارے گئے تو وہ گمراہی شقاوت قلبی کثافت عقلی کی شکل میں اُسی پر وار دہے۔ عالم ناسوت میں غفلت سُستی۔ کدورت بدی بخیلی کا کوئی بوجھ کسی کا دوسرا کوئی اٹھانے والا نہیں۔ راہ طلب میں مودت و مشقت کے قدم خود ہی اُٹھانے پڑیں گے۔ اور ہم کسی کو حرمان و حجاب کا عذاب نہیں دیتے جب تک کہ قالب عبدیت میں رسول عقل اور پیغمبر معرفت کو مبعوث نہ فرما دیں اسی لیے ہر عاقل کو اُس کی عقل سلیم کے مطابق مدارج قرب طے کرائے جاتے ہیں اور بچے۔ دیوانے کو مکلف نہیں بنایا جاتا۔ اور جو اُس کی راہ میں مجذوب و مجنوں ہو جائیں ان کو عذاب

ظلمت میں نہیں ڈالا جاتا۔ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا۔ اور جب بستی جسم کو ترک عبادت کی بیماریوں کے ذریعے ہم ہلاک و برباد اور تباہ اور ویران کرنے کا ارادہ فرما لیتے ہیں تو عقل و شعور پر مجاہدوں ریاضتوں کی صعوبتوں کو نازل فرماتے ہیں یا عقل و شعور جسمانی کو بے توفیقی کی سلطنت اور امیری دے دیتے ہیں تو وہ اپنے پورے علاقہ جسمانی میں بد عقیدگی کے فسق کرتے ہیں تب ان پر محرومی و بدبختی کا فیصلہ نافذ ہو جاتا ہے۔ پھر ہم اس کو ابدی غفلت کی ہلاکت سے ہلاک کر دیتے ہیں کہ وہ ظاہراً اگرچہ زندہ نظر آتا ہے مگر حقیقتاً مردہ ہی ہوتا ہے امام حسنؓ نے فرمایا کہ سب سے بڑا فسق جو سارے جسم کو خراب کرتا ہے وہ دنیوی غصہ ہے۔ غصہ ایک چنگاری ہے جو دل میں سلگتی لہٰذا اے بندے جب غصہ آئے تو ختم کرنے کی کوشش کر بزرگوں نے فرمایا کہ غصہ ختم کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے بیٹھا ہو تو لیٹ جائے یا تکیہ لگائے پھر بھی نہ اترے تو ہاتھ منہ دھوئے۔ سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ سبز گنبد کا تصور کر کے درود شریف پڑھے لیکن نماز کے علاوہ نماز والا درود شریف پڑھنا منع ہے اس لیے کہ درود شریف وہ پڑھنا چاہیئے جو صلوٰۃ وسلام والا ہو۔ امام نووی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ سلام کے بغیر درود شریف پڑھنا منع ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے دونوں کا یکدم حکم دیا ہے۔ صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ اور لفظ تسلیماً سے سلام کی زیادہ تاکید فرمائی ہے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا بِصَلٰوةٍ وَّسَلَامٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلَّمْ

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ

اور کتنے ہی ہلاک کر دیئے ہم نے اپنے اپنے زمانوں کے لوگوں کو حضرت نوح کے بعد

اور ہم نے کتنی ہی سنگتیں نوح کے بعد ہلاک کیں

وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا

اور کافی خبر ہے تیرے رب کو اپنے بندوں کے گناہوں کی درانحالیکہ وہ ہر طرح خبر رکھنے والا

اور تمہارا رب کافی ہے اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار

بَصِيْرًا ﴿١٧﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا

دیکھنے والا ہے — جو چاہتا تھا جلدی اپنی اچھائیوں کا

دیکھنے والا — جو یہ جلدی والی چاہے ہم اُسے اِس میں

لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا

بدلہ ہم نے جلدی دے دیا اُس کو اِسی دنیا میں جتنا ہم نے چاہا

جلد دے دیں جو چاہیں جسے چاہیں پھر اُس کے لیے

لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿١٨﴾

لیے جس کے چاہتے ہیں ہم پھر بنا دیا ہم نے لیے اُس کے دوزخ کہ گھسے اُس میں برائی کیا ہوا دھکا دیا ہوا

جہنم کر دیں کہ اُس میں جائے مذمت کیا ہوا دھکے کھاتا

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ

اور جس نے ارادہ کیا آخری بدلے کا اور محنت کی لیے اُس کے مناسب

اور جو آخرت چاہے اُس کی سی کوشش کرے اور ہو

مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿١٩﴾

حالانکہ وہ مومن رہے تو یہی ہیں وہ کہ ہو گئی محنت اُن کی قدر کی ہوئی

ایمان والا وہ تو انہیں کی کوشش ٹھکانے لگی ! !

تعلق

اِن آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق - پچھلی آیاتِ کریمہ میں میدانِ محشر کے نامۂ اعمال اور تحریر پڑھنے کا تذکرہ ہوا کہ وہاں ہر شخص کو اپنے اعمال کی تاریخ و تحریر پڑھنی پڑے گی۔ اِن آیات میں اشارۃً پچھلی اُمتوں کی تاریخی ہلاکتوں کا بیان پڑھنے کا حکم دیا جا رہا ہے **دوسرا تعلق** - پچھلی آیت میں ہدایت

کے فائدے اور گمراہی کے نقصان کا ذکر ہوا تھا۔ اب اِن آیات میں جلدبازی کے نقصان کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ اور سمجھایا گیا کہ جلدبازی کا نتیجہ بھی گمراہی ہوتا ہے۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت پاک میں رب تعالیٰ کے ارادے کا ذکر ہوا۔ اب اِن آیات میں اچھے بُرے بندوں کے ارادوں کا ذکر ہو رہا ہے

تفسیر نحوی وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ۔ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ۔ واوٗ ابتدائیہ۔ کَمْ اسم مقداری ہے جامد ہے بمعنیٰ کتنا۔ کتنی ۔ کتنے ۔ اسم جنسی مبنی اصل ہے۔ اس لیے واحد جمع مذکر مونث یہ سب کے لیے اسی طرح سے ہے کمّی یاءِ نسبت کے اور کمیت یاءِ نسبت اور تاءِ مصدریہ کے ساتھ بمعنیٰ مقدار والا ۔ مقدار بتانا۔ سوالِ خبری کے لیے آتا ہے (نہیں سوال کے لیے) ہمیشہ ممیز بن کر آتا ہے لیکن تمیز کبھی ظاہر ہوتی ہے کبھی پوشیدہ یہاں بعد میں تمیز پوشیدہ ہے اصل میں تھا کَمْ قَرْيَةً اَهْلَكْنَا ۔ باب اِفعال کا ماضی مطلق جمع متکلم مصدر ہے اِهْلَاكٌ ۔ هُلْكٌ سے بنا ہے بمعنیٰ برباد۔ فنا۔ ویران کرنا۔ یہاں ہر معنیٰ مناسب ہے۔ مِن جارہ بیانیہ ہے یا تبعیضیہ۔ الف لام عہدِ خارجی قُرُوْنِ ۔ جمع مذکر ہے قَرْنٌ واحد کی۔ اِس کی تثنیہ ہے قرنین۔ بہت سے معنیٰ میں مشترک ہے اسم جامد ہے۔ اصلی ترجمہ ہے ملنا۔ جڑنا۔ مجازی معنیٰ ہے۔ زمانہ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیر القرون قرنی (الخ) ترجمہ سب زمانوں میں اچھا زمانہ میرا ہے ایک زمانے کی مدت ایک صدی ہوتی ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ غیب جاننے والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن بسر مازنی کے سر پر ہاتھ مبارک رکھ کر فرمایا تھا کہ یہ ایک قرن تک زندہ رہے گا تو صحابہ کرام نے ان کی زندگی گننا شروع کر دی جس دن زندگی پوری سو سال ہوئی تو اسی دن ان کا انتقال ہو گیا۔ قرن کی مدت میں چند اقوال اور بھی ہیں (مظہری) عورت کی مینڈھیاں بالوں کی۔ سینگ جیسا کہ مشہور حدیث پاک میں ہے کہ غیب جاننے والے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالوہاب نجدی اور ابن تیمیہ اور ابن قیم وغیرہم وہابیوں کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔ يَخْرُجُ مِنْهُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ ۔ ترجمہ۔ نجد سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔ شارحینِ کرام اِس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ مِنْهُ سے مراد تو علاقہ نجد ہے اور یَخْرُجُ میں اسماعیل دہلوی وغیرہ ہندوستانی وہابی بھی شامل ہیں۔ اس لیے کہ اسماعیل دہلوی عبدالوہاب ہی کا شاگرد تھا جو نجد سے پڑھ کر ہندوستان کی طرف نکلا۔ کنارہ۔ یہاں مراد ہے زمانہ۔ یعنی زمانے کے لوگ مِن جارہ زائدہ۔ بَعْدِ ۔ اسم ظرفِ زمانی معرب نکرہ ہے مضاف ہے نُوْحٍ ۔ اسم مفرد جامد۔ علم ذاتی یا صفاتی ہے ایک رسولِ اکرم علیہ السلام کا۔ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق دوم ہے۔ اَهْلَكْنَا کا۔ کَمْ ممیز ظاہر تمیز پوشیدہ مل کر مفعول بہ مقدم ہوا۔ جملہ ہو گیا۔ واوٗ سر جملہ۔ كَفٰى ۔ بابِ ضَرَبَ کا ماضی مطلق مثبت معروف۔ كَفْيٌ سے بنا ہے

ناقص یائی ہے۔ بمعنی۔ پورا ہونا۔ کافی ہونا۔ ھُوَ ضمیر اس کا فاعل ہے پوشیدہ ہے جس کا مرجع یا خبراً
پوشیدہ ہے یا کِفَایَتٌ ذہنی مرجع ہے۔ بِ جارّہ تعدیہ کی زائدہ ہے فرّاء نحوی کہتے ہیں کہ جس فاعل کی مدح
یا ذم مقصود ہو اُس پر بِ جارّہ آجاتی ہے اس کی بہت مثالیں ہیں۔ (تفسیر کبیر) رَبّ اسم جامد بمعنی پروردگار
مضاف ہے کَ ضمیر واحد مذکر مرجع ہے ذاتِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ مرکّب اضافی مجرور ہو کر
متعلق اول ہے تعلق فاعلی ہے۔ بِ جارّہ تعدیہ کی ذُنُوْبِ جمع مکسّر کثرت ہے ذَنْبٌ کی۔ جامد مشترک ہے بمعنی
لغوی پیچھے رہنے والا۔ اصطلاحی معنی ہے گناہ صغیرہ اور کبیرہ مضاف ہے عِبَادِ جمع مکسّر کثرت ہے۔ عبد
کی جمع ہے بمعنی بندہ۔ مخلوق۔ آدمی۔ لوگ۔ یہاں مراد انسانی مخلوق ہے جنّات بھی مراد ہیں ہٖ ضمیر واحد
مذکر غائب مرجع ہے رَبّ تعالیٰ۔ مضاف الیہ ہے۔ یہ دوسری مرکّب اضافی مجرور ہو کر متعلق دوم ہے
تعلق مفعولی سے کفیٰ کا خَبِیْرًا صفتِ مشبّہ خبرٌ سے بنا ہے بَصِیْرًا صفتِ مشبّہ بَصُرَ سے بنا ہے۔ دونوں
کا ترجمہ ہے بہت طرح ہر وقت خبر رکھنے والا اور دیکھنے والا۔ یہ دونوں حال ہیں رَبّ تعالیٰ کے۔ اس
لیے منصوب ہیں۔ معرب نکرہ ہیں کفیٰ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا
لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا۔ مَنْ اسم موصول مذکر خاص ہے
عقل والوں کے لیے کَانَ يُرِيْدُ ماضی استمراری بمعنی مضارع بھی ہو سکتا ہے تب یہ انشائی ہوگا۔ اگر ماضی اپنے
معنی میں ہے تب خبریہ ہوگا۔ باب اِفعال سے ہے۔ رَوْدٌ یا رَیْدٌ سے مشتق ہے مصدر ہے اِرَادَۃٌ۔ اور
اِرْیَادٌ۔ بمعنی چاہنا۔ پسند کرنا۔ الف لام اسمی بمعنی اَلَّتِیْ۔ عَاجِلَةَ اسم فاعل مؤنث عَجَلٌ سے بنا ہے بمعنی جلدی
کرنا۔ جلدی ہونا۔ متعدّی بھی مستعمل ہے اور لازم بھی مراد ہے موجود دنیا اور دنیا کی چیزیں۔ مفعول بہ ہے فعل
کا۔ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی۔ عَجَّلْنَا۔ باب تفعیل کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع متکلم مصدر ہے تعجیلٌ اس مصدر
میں شدّت یا زیادتیِ فعل پیدا ہوتی ہے۔ نَحْنُ ضمیر جمع متکلم فاعل ہے مرجع اللہ تعالیٰ لَہٗ جار مجرور متعلق ہے
عَجَّلْنَا کا۔ فِیْ جارّہ ظرفیہ مکانیہ۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ مرجع ہے عاجلۃٌ یعنی دنیا۔ جار مجرور متعلق دوم
ہے عَجَّلْنَا کا۔ مَا موصولہ نَشَآءُ۔ ضَرَبَ کا مضارع معروف ہے شَیْءٌ سے بنا ہے بمعنی چاہنا پسند کرنا۔ لام
جارّہ نفع کا مَنْ اسم موصول نُرِیْدُ۔ باب اِفعال کا مضارع معروف جمع متکلم۔ نَحْنُ ضمیر منفصل اس کا فاعل فعل
فاعل جملہ فعلیہ ہو کر موصول۔ پھر یہ مجرور متعلق ہے نَشَآءُ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مل کر مفعول بہ ہے
عَجَّلْنَا کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ۔ ثُمَّ عاطفہ جَعَلْنَا۔ باب فَتَحَ کا ماضی متکلم جمع۔ جَعْلٌ سے بنا ہے بمعنی
مقرر کرنا۔ لام جارّہ مفعولیت کا یا ملکیتِ تشبیہی کے لیے۔ ہٗ ضمیر واحد غائب کا مرجع مَنْ ہے۔ جار مجرور متعلق
ہے جَعَلْنَا کا ظاہراً جَهَنَّمَ۔ اسم مفرد غیر منصرف عجمی عَلَم ہے (نام ہے) دوزخ کے ایک حصہ کا یا پوری دوزخ کا

مفعول بہ دوم ہے جب کہ معنوی اور حکمی مفعولِ اوّل ہے لَہٗ جو ظاہرًا متعلق ہے یَصْلٰی باب سَمِعَ کا مضارع
معروف واحد غائب صَلْیٌ سے بنا ہے بمعنٰی داخل ہونا۔ لازم بھی ہوتا ہے متعدّی بھی۔ لغوی ترجمہ ہے آگ
میں بھوننا۔ یا بُھننا۔ مجازی ترجمہ۔ ہلاکت میں پڑنا۔ یا ڈالنا۔ دھوکہ دینا۔ خوشامد کرنا۔ تپانا۔ اگر یہ لازم ہے
تو اس میں پوشیدہ ضمیر ھُوَ کا مرجع مَنْ ہے۔ اگر متعدّی ہے بمعنٰی برا ہونا یا بُرا کرنا ذلیل۔ خوار۔ رُسوا ہونا۔
یا کرنا۔ لازم بھی ہوتا ہے متعدّی بھی بحالتِ نصب ہے حال ہے یَصْلٰی کی ھُوَ ضمیر کا۔ مَدْحُوْرًا باب
نَصَرَ کا اسم مفعول واحد مذکّر دَحْرٌ سے بنا ہے بمعنٰی ہانکنا۔ تیز بھگانا۔ دھکّے دینا۔ لازم بھی ہوتا ہے بمعنٰی دھکّے
کھاتے ہوئے جانا۔ متعدّی بھی ہوتا ہے بمعنٰی دھکّے دیتے ہوئے لے جانا۔ حالِ دوم ہے ھُوَ ضمیر مستتر کا۔
اگر ھُوَ کا مرجع مَنْ ہے۔ تو دونوں حال کا ترجمہ ذلیل ہوتے ہوئے دھکّے کھاتے ہوئے اور اگر مرجع اللہ تعالیٰ
ہے تو معنٰی ہے ذلیل کر کے دھکّے دے کر۔ یَصْلٰی۔ جملہ فعلیہ ہو کر حال ہے لَہٗ کی ہٗ ضمیر کا۔ جَعَلْنَا جملہ فعلیہ
ہو کر معطوف۔ سب عطف مل کر جزا۔ شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا
وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا۔ واؤ سر جملہ مَنْ اسم موصولہ شرطیہ بمعنٰی جو بھی یا جس کسی
نے اَرَادَ۔ بابِ افعال کا ماضی مطلق صیغہ واحد مذکّر غائب۔ مصدر ہے اِرَادَةٌ۔ ھُوَ پوشیدہ ضمیر اس کا
فاعل ہے جس کا مرجع مَنْ ہے۔ الف لام عہدی ہے آخرت۔ اسم فاعل مؤنث ہے مگر یہاں اسم جامد
ہے کیونکہ نام ہے میدان محشر کا۔ یا عالم جنت کا اور اسی قول کو ترجیح ہے۔ مفعول بہ ہے اَرَادَ۔ جملہ فعلیہ
ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ وَسَعٰى۔ واؤ عاطفہ سَعٰى۔ بابِ فَتَحَ کا ماضی مطلق واحد غائب۔ سَعْیٌ سے بنا ہے
بمعنٰی۔ لپک کر چلنا۔ دوڑنا۔ کوشش کرنا۔ کمانا۔ یہاں بمعنٰی کوشش ہے۔ ھُوَ۔ ضمیر مستتر فاعل ہے مرجع
مَنْ لام جارّہ تخصیص کے لیے ھَا ضمیر واحد غائب مرجع آخرت سَعْیَ۔ اسم مصدر ہے بمعنٰی کوشش کرنا مضاف
ہے ھَا ضمیر کا مرجع آخرت ہے مرکب اضافی یا مفعول مطلق ہے یا مفعول بہ۔ اس دوسری صورت میں سَعْیٌ
حاصل مصدر ہے بمعنٰی عمل۔ اور ترجمہ ہے کوشش کی اُن کے عمل کی۔ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا۔ اَرَادَ کا وہ
جملہ ہو کر شرط ہوئی صلہ موصول مل کر۔ واؤ حالیہ ھُوَ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا ہے۔ مرجع مَنْ ہے۔ مُؤْمِنٌ۔
اسم فاعل واحد مذکّر۔ باب افعال سے ہے مصدر ہے اِیْمَانٌ۔ بمعنٰی متقی مسلمان۔ اَمْنٌ سے بنا ہے۔
بحالتِ رفع ہے خبر ہے مبتدا خبر اسمیہ انشائیہ ہو کر حال ہوا اَرَادَ کے فاعل ھُوَ ضمیر کا۔ یہ سب جملہ فعلیہ
شرط ہوئی۔ فَ جزائیہ۔ اُولٰٓئِكَ۔ اسم اشارہ بعیدی جمع مذکّر کے لیے ہے۔ یہ لفظ بسیط ہے دو اسم جوڑ
کر بنا ہے۔ ۱ اُولَآءِ۔ ۲ كَ ضمیر۔ اُولَاء علیحدہ ہو یا اس سے پہلے ھَا تنبیہی لگا ہو تو اشارہ قریبی
کے لیے ہوتا ہے اگر ضمیر حاضر مذکّر یا مؤنث تثنیہ یا جمع لگی ہو تو بعید کے لیے ہوتا۔ اور ضمیر یہاں بے معنٰی

ہوتی ہے صرف مخاطب ذہنی کی بنا پر لگائی جاتی اور چونکہ ذہنی مخاطب دور ہوتا ہے اس لیے یہ اشارہ بعیدی ہے۔ کَانَ فعل ماضی ناقصہ۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ سَعْیٌ اسم مصدر بمعنی کوشش کرنا یا حاصل مصدر بمعنی عمل۔ مضاف ہے۔ ھُمْ ضمیر جمع غائب مرجع ہے مَنْ۔ جو عمومیت کے معنیٰ میں ہے اس لیے ھُمْ جمع آئی مجرور ہے مضاف الیہ ہے متصل ہے کیونکہ سَعْیُ مضاف سے (اپنے عامل سے) جڑی ہے مرکب اضافی اسم ہے کَانَ کا۔ مَشْکُوْرًا۔ اسم مفعول۔ باب نَصَرَ کا۔ واحد مذکر۔ شُکْرٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ قدر کرنا۔ عزت کرنا۔ احسان مند ہونا۔ شکریہ ادا کرنا۔ اظہارِ نعمت کرنا۔ یہاں پہلے معنیٰ مراد ہیں۔ بحالت نصب ہے خبر ہے کَانَ کی۔ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر مشار الیہ ہوا۔ اور جزا ہوئی شرط پھر یہ جملہ شرطیہ انشائیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِنْ بَعْدِ نُوحٍ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا۔ اور اے کفارِ مکہ کیا تم اس چیز کا ہوش نہیں کرتے اور عبرت کا خوف نہیں کرتے کہ ہم نے نوح کے بعد کتنے ہی زمانوں کی بستیاں اور بستیوں کی قومیں ہلاک کر دیں اس طرح کہ نام و نشان بھی مٹ گیا۔ خیال رہے کہ آج تک آسمانی عذاب سے مکمل طور پر چھ قومیں ہلاک ہوئیں مختلف زمانوں میں۔

۱ قومِ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام ۲ قومِ ثمود ۳ قومِ عاد ۴ قومِ ھود ۵ قومِ لوط ۶ قومِ فرعون باری تعالیٰ ہر وقت ہر جگہ ہر شخص کے ہر ظاہری ہر باطنی اچھے اور برے عمل سے ہر طرح مکمل طور پر خبر بھی رکھنے والا ہے اور دیکھنے والا یاد رکھنے والا بھی کافی ہے جو منافق یا آپ کی امت جو بھی دنیا پرست اپنی اچھائیوں بھلائیوں اور انسانی ہمدردیوں عبادتوں۔ ریاضتوں مشقتوں جہادوں کی شمولیت وغیرہ اعمالِ خیر سے موجودہ دنیا میں ہی بدلہ اور اجر کا ارادہ رکھتا ہے۔ تو ہم ایسے بیوقوف کم عقل نادانوں میں سے جس کو چاہتے ہیں دنیا میں ہی جو چاہتے ہیں دیدیتے ہیں۔ اس طرح کہ کسی باطل انسان کو عزت کسی کو شہرت کسی کو لیڈری۔ سرداری۔ کسی کو عیش و آرام اور غفلت کسی کو دنیا کی واہ واہ اور نعرے بازی۔ کسی کو دنیوی کامیابیاں اور چھوٹے موٹے گروہ اور جماعتیں اور حمایتی چاپلوسی مل جاتے ہیں سو اُن کی دینی دنیوی خدمات کا یہیں دنیا میں حساب برابر کر دیا جاتا ہے۔ پھر مرنے کے بعد قبر سے ہی ہم نے ایسے بدنصیب کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے۔ اس طرح کہ دنیا میں کتنا ہی بزرگ اور رہنما شمار ہوتا ہو یا سردارِ قوم اور ہر دلعزیز بنا پھرتا ہو مگر مرتے ہی نہ فاتحہ نہ درود نہ ذکر نہ تذکرہ نہ قبر پر رونقیں نہ عرس۔ ڈھول اڑ جاتی ہے بھولا بسرا نَسْیًا مَنْسِیًّا ہو جاتا ہے۔ اس کے بیہودہ خود غرضی اور ارادوں کی طرح اس کی خدمات بھی فنا اور برباد بلکہ نقصان دہ ہو جاتی ہیں اور وہی

زندگی میں تعریفیں کرنے والے اور اس کے دروازے سے کھانے والے دنیوی دوست اس کی تمام اچھائیوں کو اس کی خود غرضی اور مطلب پرستی پر محمول کرتے ہیں۔ یہ تو مرے بعد جہنمی ہونے کی نشانیاں ہیں۔ لیکن آخرت میں۔ یَصْلٰی هَا مَذْمُوْمًا مَدْحُوْرًا۔ گرے گا اس جہنم میں فرشتوں اور اہل ایمان کی زبانوں سے برائیں اور لعنت ملامت سنتا ہوا۔ یہی اچھے کام جو دنیا کے لیے اس نے کیئے تھے وہی قیامت اور میدان محشر میں اس کے لیے برائی ظلم اور لعنت ملامت و عذاب کا سبب ہو جائیں گے وبال بن جائیں گے اسی بنا پر مَدْحُوْرًا۔ اللہ کی رحمت۔ شفقت۔ معافی۔ شفاعت۔ محبت۔ مغفرت نفرت۔ جنت سے دور۔ دُرکارہ پھٹکارہ ہوا ہو گا۔ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا۔ اور جس بندے میں تین خصلتیں ہوں۔ پہلی یہ کہ دینی دنیوی ہر چھوٹے بڑے کام میں فقط آخرت کا ارادہ کرے۔ کسی طرح کسی وقت بھی دنیا طلبی شہرت۔ عزت۔ دولت کا ارادہ نہ ہو ہر عمل سے اللہ رسول کی محبت کی طلب ہو۔ کافر اور غیر مسلم سے بھی اگر حسن سلوک کرے تو اس لیے کہ آقا رسول اللہ کا حکم ہے۔ اور اگر کوئی غیر مسلم ہندو سکھ مرزائی عیسائی وغیرہ تم سے اچھائی کرے تو اس کا اچھا بدلہ کرو۔ اور اگر کوئی غیر مسلم پوچھے بھی کہ تم یہ سلوک اور انسانی ہمدردی ہم سے کیوں کرتے ہو تو صرف یہی کہے کہ ہم کو ہمارے نبی آقا۔ اور ہمارے مذہب اسلام۔ قرآن کا یہی حکم ہے۔ غرض کہ ہر اچھائی بھلائی اور نیکی خیر خواہی۔ شادی بیاہ۔ خوشی۔ غمی۔ تجارت امارت۔ سلطنت وزارت اور دینی دنیوی رسم و رواج سے فقط آخرت کا ارادہ طلب ہو۔ دوسری خصلت یہ کہ اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت کے لیے شریعت کے راستے پر اپنی انتہائی کوشش اور لگن سے ہمہ تن مشغول ہو جائے اپنی دولت عزت قوت عقل فکر غور و تدبر۔ علم اور مرتبہ سب اسلام کے لیے خرچ کر ڈالے۔ اگر گھر گھر اور بستی بستی تبلیغیں کرنے کا شوق ہے تو پہلے دینی علم پڑھنے حاصل کرنے میں انتہائی محنت مشقت کرے۔ اس لیے کہ جاہل آدمی کی تبلیغ شیطنیت ہے۔ اسلام قرآن کے لیے سخت محنت عبادات ریاضت مشقت کرے۔ اگر دنیا کا طالب حصول دنیا میں عقل و محنت سے ایک قدم دوڑتا ہے تو یہ آخرت کے لیے گیارہ قدم دوڑے ہر وقت دل میں آخرت کی فکر ہو۔ اپنی ہر چیز لباس۔ خوراک۔ رہائش اور تمام ضروریات زندگی پر سیرت مصطفیٰ اور صورت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا نقشہ بنائے۔ کوشش کرے کہ حیات دنیوی کا ہر لمحہ شریعت اسلامیہ کے چمن کی سدا بہاری میں رہے۔ اور اپنے آپ کو پوری زندگی پابند شریعت کر دے۔ تیسری خصلت یہ کہ۔ قلب و جگر شعور دماغ میں ایمان کی مضبوط جڑیں تمام اعمال و افعال سے پہلے ہی قائم ہو جائیں اس کی عبادات ریاضت کی کوششیں اعمال صالحہ کے ارادے

اور راہِ سعادت کی طرف دوڑ اس حال میں ہو کہ وہ بندہ پہلے سچا پکا مخلص مومن بن چکا ہو۔ تب یہ لوگ اس مقامِ قبولیت پر ہوں گے کہ ایسے خوش بختوں کی ہر کوشش پر نیکی۔ عبادت بلکہ کھانا پینا سونا جاگنا۔ تجارت و امارت دینی دنیوی کام بارگاہِ الٰہیہ میں قابل قدر۔ عزت و تکریم کے لائق اور باعث ثواب ذریعۂ محبت خداوندی ہوں گے۔ اے میرے اللہ کریم مجھ کو اس سعادت کا حصہ دار بنا۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ سب سے زیادہ بدبخت وہ شخص ہے جو انبیاءِ کرام اولیاء اللہ اور ان کے علما کا دشمن ہو اس لیے۔ کہ ان کی بات رب تعالیٰ کی بات ہوتی ہے اور ان کی مخالفت باعث ہلاکت ہوتی ہے جتنی سابقہ قومیں ہلاک ہوئیں وہ اسی وجہ سے ہوئیں کفار مکہ اور تا قیامت گستاخان انبیاءِ کرام و اولیاء کو اسی چیز سے ڈرایا جا رہا ہے۔ یہ فائدہ کَمْ اَهْلَكْنَا کی تاریخی تفسیر سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ۔ اولیاء اللہ اور انبیاءِ کرام کو لوح و قلم اور لوگوں کے اعمال کا علم ہوتا ہے۔ اور فرشتوں کا لکھنا انہیں پیارے بندوں کو بتانے سکھانے اور پڑھانے کے لیے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ بلا واسطہ سب کچھ جانتا ہے یہ فائدہ۔ وَكَفٰى بِرَبِّكَ (الخ) سے حاصل ہوا۔

تیسرا فائدہ۔ دنیا میں رہ کر دنیا کے لیے کام کرنا گناہ ہے اگرچہ عبادت ہو۔ اور آخرت کے لیے کام کرنا نیکی ہے اگرچہ تجارت ہو یہ فائدہ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ۔ کی پوری آیت سے حاصل ہوا۔

چوتھا فائدہ۔ صرف زبان سے مسلمان بننا اور خود کو شکر گزار اور نیک سمجھنا فضول اور بیہودہ ہے۔ نیک مسلمان بننے کے لیے اللہ کے راہ میں محنت اور کوشش کرنی پڑتی ہے اور سختی جھیلنی پڑتی ہے۔ یہ فائدہ۔ وَسَعٰى (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکامُ القرآن ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ ہر مسلمان کو دنیوی کاروبار کے لیے ہر وقت ہر ملک میں حرام حلال کی معلومات اور تحقیق و تفتیش اشد ضروری بلکہ فرض اسلامی ہے اگر شریعت کا خیال رکھے بغیر کوئی تجارت کی جائے گی تو وہ دنیا پرستی اور ارادۂ عاجلہ کے زمرے میں شمار ہو گی مسلمان کے لیے ایسی تجارت ممنوع ہے۔ اگرچہ حرام کام نہ ہو۔ اسلام میں سزا و جزا کا تعلق نیت پر ہے۔ یہ مسئلہ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ (الخ) سے مستنبط ہوا۔

دوسرا مسئلہ۔ تمام اعمال کا دارومدار ایمان پر ہے ایمان کے بغیر کوئی ارادہ کوئی سعی محنت مشقت ریاضت عبادت قبول نہیں یہ مسئلہ وَهُوَ مُؤْمِنٌ میں واؤ حالیہ فرمانے سے مستنبط ہوا۔

تیسرا مسئلہ۔ دینی کاموں میں محنت مشقت کرنی فرض ہے صرف قلبی ارادہ اور آرام طلبی کافی نہیں۔ آرام دہ طریقے سے عبادت کرنے کا وہ ثواب نہیں جو محنت اور زیادہ خرچ

کرکے عبادت کرنے کا ہے۔ لہٰذا بلا وجہ اور بلا عذر بیٹھ کر نفلی عبادت اگرچہ جائز ہے مگر زیادہ ثواب کھڑے ہوکر ہی ہے اسی طرح حج قربانی خیرات و صدقات میں زیادہ خرچ کرنے والے کو زیادہ ثواب ملے گا۔ اور دین کے راستے میں خرچ کرنا اسراف نہیں ہوتا۔ یہ مسئلہ وَسَعٰی لَہَا فرمانے سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاسکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ جو اپنی نیکیوں اچھائیوں سے دنیا طلبی کا ارادہ کرے ہم اس کو دنیا دے دیتے ہیں پھر آخرت میں مذموم مدحور ہوکر جہنم میں گرے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص اس دنیا میں ترکِ دنیا اور زاہد بن کر رہے گا وہ تو دائمی جہنم سے بچے گا لیکن جس نے مال دولت حکومت سلطنت جمع کرنے کا ارادہ کیا وہ دائمی جہنمی ہے۔ حالانکہ بہت سے مسلمان اور نیک لوگ بھی اپنی تجارت وغیرہ سے حصولِ دولت اور دنیا طلبی کرتے ہیں اسی لیے مسلمانوں میں بھی بڑے بڑے دولت مند اور سلاطین گزرے ہیں۔ اور ان کو نیک اور جنتی لوگوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب۔ اس کے تین جواب ہیں۔ پہلا یہ کہ دنیا طلبی کا اس طرح ہمہ وقتی پختہ اور مضبوط ارادہ ہو کہ آخرت کا یقین ہی مٹ جائے۔ قیامت پر ایمان ہی نہ ہو جیسے کفار اور منافقین یہاں اسی قسم کے ارادے کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس لیے یَصْلٰىهَا اور مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا بالکل درست ہے۔ دوم یہ کہ یَصْلٰىهَا سے مراد دائمی جہنم نہیں بلکہ اس کے برے ارادے اور برے ارادے کے ذریعے حرام و بدکاری کی طلب کا جو گناہ ہے اس کے بدلے کی عارضی جہنم پھر باقی نیکیوں کی وجہ سے ایمان کی بنا پر جنت کا داخلہ ہو جائے گا۔ مسلمان اگرچہ کتنا ہی لالچی اور طالبِ دنیا بن جائے پھر بھی آخرت کے لیے بہت کچھ کرلیتا ہے سوم یہ کہ دنیا صرف خدا تعالیٰ سے غافل ہونے کا نام ہے۔ یعنی دنیا کی طلب میں اللہ تعالیٰ اور اس کی سزا جزا کو بالکل ہی بھول جائے حرام و حلال کی پرواہ نہ کرے نہ کسی وقت آخرت کی تیاری میں لگا رہے ایسا غافل شخص جو بھی ہو اپنا ایمان برباد کرلیتا ہے۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا عَجَّلْنَا لَهٗ۔ یعنی جو بھی دنیا طلبی کا ارادہ کرے ہم اس کو دنیا دیدیتے ہیں۔ حالانکہ دیکھا گیا ہے بہت سے لوگوں کو طلب کے باوجود کچھ نہیں ملتا زندگی بھر باوجود محنت مشقت کرنے کے نہایت عقل و فکر سے کاروبار کرکے ننگے بھوکے اور غریب ہی رہتے ہیں تو پھر اس آیت کا معنی کیا ہے؟

جواب۔ اس اعتراض کا جواب تو آیت کے اندر ہی موجود ہے۔ کہ فرمایا گیا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ یعنی یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک کو ہی دیں بلکہ نُرِيْدُ۔ جس کو ہم دنیا چاہتے ہیں دیدیتے ہیں۔ اگرچہ ہر دنیا پرست

ہی راتوں رات امیر کبیر بننا چاہتا ہے۔ لِمَنْ نُرِیْدُ میں لفظ مَنْ موصولہ بدل البعض ہے اور عَجَّلْنَا لَہٗ میں ہٗ ضمیر مُبْدَلْ مِنہُ ہے اس کا مرجع مَنْ کَانَ کا مَنْ ہے۔ اور ترکیبی ترجمہ اس طرح ہے کہ وہ تمام لوگ جو اپنے نیک اعمال سے عاجلہ یعنی دنیا طلبی کا ارادہ کرتے ہیں ان میں سے جن بعض کو ہم دینے کا ارادہ کرلیں تو جو ہم چاہتے ہیں عَجَّلْنَا اُس کو موجودہ دنیا میں ہی دے دیتے ہیں پھر انہی بعض کے لیے جہنم بنا دیتے ہیں۔ اب اس ترکیبی جواب سے معترض کا سارا خدشہ ختم ہو گیا۔ اور بات واضح ہو گئی کہ دنیا پرست کو دنیا میں پوری من مانی نہیں کرنے دی جاتی بلکہ کسی کو بالکل مایوسی کسی کو تھوڑا کسی کو زیادہ دے کر وہیں کا وہیں معاملہ ختم کر دیا جاتا ہے۔ اور آخرت میں ان کے لیے کچھ بھی نہیں

تیسرا اعتراض۔ ایمان اللہ کی مخلوق نہیں بلکہ بندے کا اپنا پیدا کردہ ہے اس لیے جس طرح اللہ تعالیٰ کے دینے پر ہم بندے اُس کا شکر کرتے ہیں اسی طرح بندے کے ایمان لانے پر اللہ بھی محض اپنے کرم سے بندے کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ چنانچہ یہاں فرمایا گیا۔ سَعْیُهُمْ مَّشْكُوْرًا۔ مَشْكُوْرًا۔ کا معنیٰ ہے شکریہ ادا کیا ہوا۔ یعنی اللہ کی طرف سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے (معتزلی خارجی)

جواب۔ معاذ اللہ معاذ اللہ۔ یہ اعتراض انتہائی جاہلانہ اور کفریہ ہے۔ ایمان اللہ تعالیٰ کی ہی مخلوق و پیدائش ہو ہی اللہ ایمان کو بندے کے قلب میں پیدا کرتا ہے۔ مَشْكُوْرًا کا معنیٰ شکر گزاری نہیں بلکہ قابلِ احترام اور قابلِ قدر باعثِ ثواب ہے۔ اور وہ بھی ایمان نہیں بلکہ سَعْیُهُمْ کا یہ درجہ ہے۔

تفسیر صوفیانہ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرًاۢ بَصِیْرًا مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِیْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِیْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ یَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا۔ اے روحِ کائنات رحمۃ عالمیان تجھے معلوم ہے کہ نوحِ قلب کے ظہورِ وجود کے بعد قالبِ انسانی کے کتنے ہی وارداتِ دنیوی اور جاریاتِ نفسانی کو ہم نے فنا کر دیا۔ اور تیرا پروردگارِ عالم اپنے تمام بندگانِ ناسوتی و لاہوتی کے تمام افعالِ نیک و بد اور اسرارِ مخفیہ سے و نقائصِ خفیہ و ظہوریہ سے کافی و وافی ہر طرح خبر رکھنے والا ہے۔ راہِ سلوک میں جو شخص بھی بے سلوکی اور نا خلفی کرتا ہے۔ عجلتِ شیطانی سے۔ صرف ظاہری طلب کرتا ہے۔ اور اسی عالم کے لیے سب کچھ ریاضت کرتا ہے۔ ہم اُس کے لیے جس کو ہم اپنے دروازۂ انوار سے دور کرنا چاہتے ہیں جتنا ہم ارادہ کرتے ہیں۔ جلدی اسی عالمِ فنا میں عزت و مرتبت عطا فرما دیتے ہیں۔ مقامِ قدس میں اُس کا پھر کوئی حصہ باقی نہیں رہتا۔ اس عالمِ فنا کے بعد فراقِ نار کی ابدی جہنم میں اس کو پورا ٹھکانے لگا دیتے ہیں۔ فناءِ ابدی کے ذلیل اور [illegible] میں بھٹکتا پھرتا ہے [illegible] کام سے شیطانیت

ہی ظاہر و غالب ہوتی ہے۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ ظاہری مکر و فریب دنیا کے لیے جبّہ و دستار کا لبادہ ہے جس میں علماء سوء طالبانِ خیراتِ دنیا مبتلا ہے اور باطنی مکر و فریب گودڑی اور تسبیح و مرقع ہے۔ وہ حماقتیں ہیں اور یہ ملامتیں ہیں اور دونوں ہی جہنم کا راستہ ہیں ظاہر کی مدعتیں باطن کی مذمتیں ہیں اور ظاہری دعوتیں باطن میں مدحورًا ہیں۔ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا۔ اور جو بندۂ مخلص اپنی تزکیۂ قوّتِ روح اور سلامتیِ فطرت کے ذریعے آخرتِ دائمی کا ہی ارادہ کرے۔ اور اصلِ ایمان کو مضبوط کر کے عملِ صالح کی شرطوں پر نیّتِ خیر سے قائم رہا اپنی آخری سانس تک اس کی اس محبوبانہ اداؤں کوششوں کو شکرِ محبّت آفرین شفقت کی نظر سے دیکھا اور قبول کیا جائے گا۔ اس لیے کہ طلبِ حقیقی اور ارادہ خلوص و ریاضتِ صافیہ استعدادِ مطلوب و مقصود کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ اور یہ قانونِ فطرت ہے کہ جب مطلوب کی رہنمائی کرنے والی استعداد اور قوّت مل جاتی ہے۔ تو پھر بالفعل حاصل ہونا کچھ مشکل نہیں ہوتا۔ اور انعام مقبولیت و ثوابِ محبوبیت کا غیب سے مشاہدے میں آنا مقدّر ہے۔ اور اس انعام مشاہدے کے لیے سعی بہیم حق ہے۔ بندے کا کام کوششِ طلب ہے جب بندۂ سالک پُر خلوص کوشش میں ہمہ تن لگ جاتا ہے تو پھر اس کا حق بن جاتا ہے کہ اس کی کوشش مقامِ شکر تک پہنچے۔ یہاں سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا۔ اسی اظہارِ حق کے لیے فرمایا گیا۔ مگر شرطِ اوّل وہی ایمانِ غیبی و یقینی ہے۔ اس ایمانِ سرّی کے بغیر کوششِ طلب ہو ہی نہیں سکتی۔ بندہ جب اپنے قلب و قالب کو سلوکِ جبروتی کی منزل پر چلاتا ہے تو اس میں بِالْقُوَّہ استعداد کی بے شمار صلاحیتیں اور صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور یہ صلاحیتیں بلا امتیاز اور بلا خصوصیت کے پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن بندے کے لیے یہ مقام انتہائی نازک اور کٹھن ہوتا ہے اگر بندے کی یہ سب محنتیں دنیوی جاہ و مرتبت کے لیے ہوں تو بھی محنت ضائع نہیں جاتی اس کے آئینۂ دل کی اس پیدا شدہ جلا میں دنیا کی ہر چیز جھلملا جاتی ہے۔ اور شیطانی شعائیں جادوئی قوتیں ابلیسی مکاشفات حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور وہ انسان ان فضاؤں کے نیچے نیچے بہت کچھ حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن جب بندہ یہ سب محنتیں مشاہداتِ جمالِ کبریا کے لیے کرتا ہے تو اس کا قلب انوارِ الٰہیہ کی تجلیات سے معطر و منور ہو کر ولایتِ الٰہیہ کا وارث بن جاتا ہے۔ نشان و علامت دونوں کے یہ ہیں کہ اگر بندہ نقشۂ نبوّت اور اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کے عین مطابق بنتا ہے تو سمجھ لو اس کی سَعْی مَشْکُوْرًا ہے اور اگر نفس پرستی دنیا طلبی شریعت کی مخالفت ہے تو سمجھ لو کہ یہ جبّہ و دستار مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ہے (معاذ اللہ)

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ

ہرایک کو ہم مدد دیتے ہیں۔ یہ جہان وہ جہان سے بخشش رب آپ کے

ہم سب کو مدد دیتے ہیں اُن کو بھی اور ان کو بھی تمہارے رب کی عطا سے

وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾ اُنْظُرْ

اور نہیں ہے بخشش آپ کے رب کی سے روکی ہوئی۔ دیکھو

اور تمہارے رب کی عطا پر روک نہیں۔ دیکھو ہم نے

كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَ

کس طرح بلندی دی ہم نے بعض کو اُن کے اوپر بعض اور

اُن میں ایک کو ایک پر کیسی بڑائی دی اور

لَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾

البتہ وہ جہان۔ بہت بڑا ہے کئی طریقوں سے اور بہت بڑا بلندی میں بھی

وبیشک آخرت درجوں میں سب سے بڑی اور فضل میں سب سے اعلیٰ ہے

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ

نہ بنا اے کافر اللہ کے ساتھ ساتھ دوسرا ورنہ قیامت میں بیٹھ رہے گا

اے سننے والے اللہ کے ساتھ دوسرا خدا نہ ٹھیرا کہ تو بیٹھ رہے گا

مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ ع وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا

برائی کیا ہوا ذلیل کیا ہوا اور فیصلہ فرمادیا رب نے آپ کے کہ نہ

مذمت کیا جاتا بیکس اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اُس کے سوا کسی کو

ع ۲
۲۱
۲

تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا

عبادت کرو تم مگر اسی کی اور ماں باپ سے احسان

نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو

اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَكَ الۡكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوۡ

یا تو پہنچ جائیں موجودگی میں تیری بڑھاپے کو ایک اُن میں سے یا

اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو

كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنۡهَرۡهُمَا

وہ دونوں تو نہ بات کر اُن دونوں سے سخت اور نہ جھڑک اُن کو

پہنچ جائیں تو اُن سے ہوں نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا

وَ قُلۡ لَّهُمَا قَوۡلًا كَرِیۡمًا ﴿۲۳﴾

اور بات کر اُن دونوں سے ایسی بات جو بہت ادب اور تعظیم کی ہو

اور اُن سے تعظیم کی بات کہنا

تعلق

اِن آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں مختلف بندوں کے مختلف ارادوں کا ذکر ہوا۔ اب ان آیتوں میں ہر شخص کو اُس کے ارادے کے مطابق ملنے کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیتوں میں دنیوی مختلف حالتوں کا ذکر ہوا تھا اب ان آیات میں دنیوی مختلف درجوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں نیک لوگوں کی کوشش محنت اور محبت کا ذکر ہوا کہ نیک بندوں کو کس چیز سے اُلفت ہے۔ اب ان آیات میں نیکیوں کی دو قسموں کا ذکر ہو رہا ہے کہ ایک نیکی حقوق اللہ یعنی عبادتِ الٰہی ہے اور یہی مقدم ہے۔ اور دوسری قسم حقوق العباد ہے جس میں سب سے زیادہ تقدم تعظیم و توقیر والدین کی ہے۔ چوتھا تعلق۔ آیت ۱۳ میں فرمایا گیا کہ ہر شخص کے گلے میں اُس کا نامۂ اعمال یعنی طائر لٹکا ہوا ہے

دنیا میں نظر نہیں آتا قیامت میں وہ منشور یعنی ہر شخص کو نظر آنے والا ہوگا۔ اب ان آیتوں میں دنیا کے مختلف مزاج و عادات و خصائل کے لوگوں کا ذکر کیا گیا تاکہ ان خصائل کے ذریعے اُن کے اچھے برے (طائر) اعمال نامے کا دنیا میں ہی کچھ نہ کچھ نشان و پتہ چل جائے اس لیے دو قسم کے انسانوں کا ذکر فرمایا گیا۔

۱ طالبِ دنیا ۲ طالبِ مولیٰ تعالیٰ و آخرت۔

تفسیر نحوی

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۔ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۔ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ۔

كُلًّا۔ اسم تاکیدی۔ نکرہ معرب لفظاً واحد ہے معنیً جمع ہوتا ہے اسی لیے اِس کا موکّد جمع بھی ہوتا ہے واحد بھی کبھی معرّف باللام بھی ہوتا ہے مگر قرآن مجید میں معرّف نہیں ہے۔ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے مگر مضاف الیہ محذوف منوی بھی ہوتا ہے۔ جیسے یہاں کہ دراصل تھا كُلَّهُمَا۔ کُل چار طرح مستعمل ہے ۱ کُلِ انفرادی بمعنیٰ ہر ایک یہاں اِسی معنیٰ میں ہے۔ ۲ کُلِ فردی بمعنیٰ ایک پورا ۳ کُلِ مجموعی بمعنیٰ سب ۴ کُلِ اجتماعی بمعنیٰ تمام اکھٹے۔ نُمِدُّ۔ بابِ افعال کا مضارع معروف جمع متکلّم مصدر ہے اِمْدَادٌ مَدٌّ سے بنا ہے بمعنیٰ۔ قوّت دینا۔ ہاتھ بٹانا۔ تعاون کرنا۔ ساتھ دینا۔ دراصل تھا نُمْدِدُ۔ بروزنِ نُكْرِمُ مخاطِب اللہ تعالیٰ۔ هٰٓؤُلَآءِ۔ اسم مبنی مفرد معنیً جمع ہے اسم اشارہ قریبی کے لیے دو لفظوں سے جُڑ کر بنا ہے۔ ۱ هَا حرفِ تنبیہ ۲ اُولَاءِ اسم اشارہ قریبی۔ بحالتِ فتحہ ہے معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ۔ هٰٓؤُلَآءِ بدلِ کُل ہے كُلًّا کا پھر سب معطوف ہے دونوں مل کر مفعول بہٖ نُمِدُّ کا مِنْ جارّہ سببیّہ عَطَآءِ اسم مصدر ثلاثی بمعنیٰ دینا۔ مضاف ہے رَبِّ۔ اِسم مفرد جامد بمعنیٰ پروردگار۔ متکلّم کے بعد غائب سے تذکرہ اظہارِ ربوبیت اور بلا معاوضہ عطا کو بیان کرنا ہے۔ كَ ضمیر کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ دوہری (ڈبل) مرکّب اضافی مجرور ہو کر متعلّق ہے۔ نُمِدُّ کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمّل ہوا۔ واؤ ابتدائیہ۔ مَا كَانَ ماضی مطلق منفی ناقصہ عَطَآءُ رَبِّكَ۔ ڈبل مرکّبِ اضافی اسم ہے مَحْظُوْرًا۔ اسم مفعول صیغہ واحد مذکر۔ بابِ نَصَرَ سے ہے حَظْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ روکنا۔ منع کرنا پنجرہ بنانا باڑا یا باڑھ بنانا۔ اس معنیٰ سے متعدّی ہے یہاں بمعنیٰ روکنا ہے متعدّی ہے ترجمہ روکا ہوا۔ لازم بھی ہوتا ہے تب بمعنیٰ پھنسنا ہے۔ خبر ہے مَا كَانَ کی۔ وہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر مکمّل ہوا۔ اُنْظُرْ۔ بابِ نَصَرَ کا امر حاضر معروف صیغہ واحد مذکر حاضر اَنْتَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے جس کا مرجع ہے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا عام مسلمان یا عام انسان۔ كَيْفَ۔ اسم مبنی مبہم غیر متمکّن ہے بحالتِ فتحہ محلّی حکمی ہے کیونکہ اپنے مابعد

مظروف سے مل کر ظرف مجازی ہے اُنظُرْ کا۔ کیف دو قسم کا ہوتا ہے ۱ شرطیہ بمعنیٰ جیسے یا جس طرح ۲ استفہامیہ بمعنیٰ کیسے یا کس طرح۔ یہاں کیف سوالیہ ہے۔ اگر اُنظُرْ میں خطاب کا مرجع پہلا ہو تو یہ سوال اظہارِ شان اور تعجب کے لیے ہے اگر مرجع مسلمان ہو تو سوال تنبیہ کے لیے۔ اگر مرجع عام مسلمان ہو تو یہ استفہام (سوال) توبیخ کے لیے بہر صورت حقیقتاً سوال یعنی پوچھنا مراد نہیں۔ فَضَّلْنَا باب تفعیل کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع متکلم۔ مصدر ہے تفضیلٌ۔ بمعنیٰ بزرگی دینا۔ متعدی ہے فَضْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بزرگ ہونا لازم ہے۔ نَحْنُ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے جس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ بَعْضُ۔ اسم مفرد جامد۔ بمعنیٰ کوئی۔ کسی۔ کچھ۔ اصلاً نکرہ غیر معین ہوتا ہے اگر مضاف ہو تو بالتبع معرفہ ہوتا اکثر واحد کے لیے ہوتا ہے۔ مگر زیادتی بھی قلیل طور پر ہو جاتی ہے۔ تو تک کُلٌّ کا مقابل ہے۔ یہاں بمعنیٰ کچھ لوگ ہے۔ مضاف ہے هُمْ ضمیر جمع غائب مضاف ہے۔ مرکب اضافی مفعول بہ ہے فَضَّلْنَا کا علیٰ جارہ استعلائیہ۔ بَعْضٍ مجرور متعلق ہے فَضَّلْنَا کا جملہ فعلیہ ہو کر مظروف ہوا ظرف مظروف مل کر۔ ظرفِ مجازی ہوا اُنْظُرْ کا۔ اور وہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ واؤ نہر جملہ۔ لام مفتوحہ ابتدائیہ تاکیدیہ یا لامِ کے بمعنیٰ یقیناً۔ الف لام عہدی آخِرَۃُ بمعنیٰ اگلا جہان (عالمِ بہشت) مبتدا ہے۔ اَکْبَرُ اسم تفضیل واحد مذکر کبیرٌ یا کِبْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بڑا ہونا ہر مقابل سے ہر اعتبار سے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی بھی صفت غیر مخصوص ہے۔ ترجمہ ہے ہر لحاظ سے بہت بڑائی والا۔ ممیز ہے۔ دَرَجٰتٍ جمع مؤنث سالم ہے درجہ کی بمعنیٰ مرتبہ بلندی۔ مقامِ بزرگی۔ اونچائی۔ یہاں مراد مرتبہ ہے۔ اس کے اعراب میں دو قول ہیں۔

۱ بحالتِ کسرہ تمیز مضاف الیہ ہے اکبر ممیز مضاف کی ۲ بحالتِ فتحہ ہے تمیز ہے اور اکبر ممیز ہے۔ اضافت نہیں جیسے اگلی عبارت میں اکبر میں دونوں جگہ تنوین سے تانع غیر منصرف ہوتا ہے کیونکہ وزنِ فعل اور وصف ہے۔ یہ ممیز تمیز معطوف علیہ ہوا واؤ عاطفہ۔ اَکْبَرُ ممیز تَفْضِیْلًا۔ باب تفعیل کا مصدر ہے بمعنیٰ بزرگی۔ بڑائی دینا۔ بحالت نصب ہے تمیز ہے ممیز تمیز مل کر معطوف ہوا۔ اور دونوں مل کر خبر مبتدا ہوا پھر سب جملہ اسمیہ ہو کر مکمل ہو۔ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا۔ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔ لَا تَجْعَلْ۔ باب فتح کا فعل نہی حاضر معروف واحد حاضر اَنْتَ اس کا فاعل مرجع ہے کافر۔ مَعَ۔ اسم ظرف مکانی ہمیشہ مضاف ہوتا ہے اَللّٰہُ مضاف الیہ۔ مرکب اضافی ظرف ہوا لَا تَجْعَلْ کا اِلٰهًا۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ معبود موصوف ہے آخَرَ اسم تفضیل واحد مذکر بحالت فتحہ ہے کیونکہ تابع (صفت) اِلٰهًا کی۔ مرکب توصیفی مفعول بہ دوم ہے

لَا تَجْعَلْ کا۔ مفعول بہ اوّل مع اللہ ہے حکماً مفعول بہ ہے ظاہرًا مفعول فیہ (ظرف) فَ تعقیبیہ ابتدائیہ۔ تَقْعُدَ باب نَصَرَ کا مضارع مثبت معروف۔ منصوب ہے فَ کی وجہ وہ فَ جزائیہ ہے اس میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ لَا تَجْعَلْ سے پہلے اِنْ شرطیہ پوشیدہ ہے۔ معنوی شرط ہے فَ بمعنیٰ ورنہ ہے۔ اَنْتَ اس میں فاعل ضمیر ہے مَذْمُوْمًا مَخْذُوْلًا دونوں اَنْتَ کے حال ہیں۔ مَذْمُوْمًا اسم مفعول واحد مذکر۔ ذَمٌّ سے بنا ہے مضاعف ثلاثی ہے۔ بمعنیٰ برائی کرنا۔ برائی پہنچانا۔ مخذولًا اسم مفعول خَذْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ذلیل کرنا۔ جملہ فعلیہ ہو کر حکماً جزا ہوئی شرط وجزا مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ واؤ ابتدائیہ قَضٰی باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق واحد غائب کا صیغہ قَضْیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ حکم کرنا۔ لفظ قَضٰی قرآن مجید کی مختلف آیات میں چھ طرح مستعمل ہے۔

۱۔ حکم فرمانا جیسے یہی آیت ۲۔ عہد اور وعدہ کرنا۔ جیسے اِذْ قَضَيْنَا اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ۔ ۳۔ فارغ ہونا جیسے اِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ ۴۔ فیصلہ کرنا۔ جیسے فَاقْضِ مَا اَنْتَ قَاضٍ ۵۔ پیدا کرنا جیسے فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۶۔ ارادہ کرنا جیسے۔ اِذَا قَضٰى اَمْرًا۔ اور ایک قول میں یہاں بمعنیٰ فیصلہ کرنا ہے رَبُّكَ یہاں كَ ضمیر کا مرجع یا کافر ہیں یا عام مسلمان۔ یا یہ جملہ علیحدہ ہے اور خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ مرکب اضافی فاعل قَضٰی کا۔ اَلَّا۔ دراصل ہے۔ اَنْ لَا۔ اَنْ حرفِ ناصبہ لَا تَعْبُدُوْا۔ باب نَصَرَ کا نہی حاضر معروف اِلَّا حرف استثنا متصل ہے یا منقطع مفرغ اس لیے کہ اس کا مستثنیٰ منہ۔ اَحَدًا محذوف ہے دراصل تھا اَلَّا تَعْبُدُوْا اَحَدًا اِلَّا اِيَّاهُ۔ متصل اس لیے کہ اَحَدًا اور اِيَّاهُ نسبتِ عبادت میں شامل ہیں منقطع اس لیے کہ اَحَدًا سے مراد جھوٹا معبود ہے اور اِيَّاهُ کا مرجع اللہ تعالیٰ سچا معبود سچے اور جھوٹے میں اتصال کیسا۔ زیادہ صحیح یہی ہے۔ سب مستثنیٰ مفعول بہ ہے۔ لَا تَعْبُدُوْا جملہ فعلیہ ہو کر مفعول بہ ہے قَضٰی کا۔ لیکن پہلے معطوف علیہ واؤ عاطفہ بِ جارہ معنٰی کی الف لام استغراقی وَالِدَيْنِ تثنیہ ہے والد کی مراد ہے حقیقی ماں باپ بحالتِ کسرہ ہے۔ یہ جار مجرور متعلق فعل محذوف ہے اَحْسِنُوْا کے اِحْسَانًا۔ بابِ افعال کا مصدر ہے بمعنیٰ بھلائی کرنا۔ بحالتِ نصب ہے کیونکہ مفعول مطلق ہے۔ فعل پوشیدہ اپنے فاعل متعلق اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا اَلَّا کا۔ اِيَّاهُ میں۔ اِيَّا حرف زائد ہے حصر کے لیے اور ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب منصوب متصل۔ صرف مشابہتِ اتصال کے لیے اِيَّا لایا گیا۔ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۔ اِمَّا۔ یہ دو لفظ ہیں ۱۔ اِنْ شرطیہ ۲۔ مَا زائدہ تاکیدیہ۔ يَبْلُغَنَّ۔ باب نَصَرَ کا فعل مضارع مثبت معروف با نونِ ثقیلہ۔ مَا تاکیدیہ کی وجہ سے لام تاکید نہیں آیا۔ بعض نحات کے نزدیک مَا تاکیدیہ کے بعد نون تاکید کا آنا واجب ہے بعض کے نزدیک جائز۔ (تفسیر معانی) بُلُوْغٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پہنچنا۔ عِنْدَ اسم ظرفِ مکانی مضاف ہوتا ہے۔ كَ ضمیر مخاطبہ کا مرجع عام انسان یا مسلمان مرکب اضافی ظرف ہے

الف لام جنسی۔ کِبَرَ۔ اسم حاصل مصدر جامد بمعنی عمر کا بڑا ہونا۔ مراد ہے انتہائی بڑھاپا۔ بحالت فتحہ ہے مفعول فیہ ہے۔ اَحَدُ۔ اسم عددی ہے پہلا عدد ہے بمعنی ایک ھُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب مجرور متصل مضاف الیہ اَحَدُ کا۔ مرکب اضافی معطوف علیہ ہے۔ کِلاَ۔ اسم تاکید مفرد لفظی ہے اور تثنیہ معنوی۔ اس کا مؤنث کِلتَا ہے ہمیشہ مضاف ہوتا ہے جب مضاف الیہ اسم ظاہر ہو تو تینوں اعراب۔ رفع۔ نصب۔ جر میں کِلاَ الف کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ جب مضاف الیہ ضمیر ہو تو بحالت رفع کِلاَ ہوگا۔ اور بحالت جر و نصب کِلَی ہوتا ہے۔ یہاں مرفوع کیونکہ اَحَدُ کا تابع ہے ھُمَا مضاف الیہ دو تو ھُمَا کا مرجع وَالِدَیْنِ ہے۔ مرکب اضافی معطوف ہے اَحَدُ پر۔ دونوں مل کر فاعل ہے یَبْلُغَنَّ کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی ف جزائیہ۔ لَاتَقُلْ باب نصر کا فعل نہی معروف صیغہ واحد مذکر حاضر اَنْتَ ضمیر مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع عام انسان مخاطب۔ قَوْلٌ اجوف واوی سے بنا ہے۔ لام جارہ تعدیہ کا۔ ھُمَا ضمیر تثنیہ مرجع ہے وَالِدَیْنِ۔ جار مجرور متعلق لَاتَقُلْ کا۔ اُفٍّ۔ اسم صوتی ہے۔ آواز والی پھونک کا نام کیفیت ہے۔ کان کی میل جو کھجلی پیدا کرے اور اَلتُّف ناخن کی میل کو کہتے ہیں اُف مجازاً ہر اُس آواز کو کہتے ہیں جو کان میں سنائی دے کر تکلیف پیدا کرے یا رنج۔ یا غم یا گھٹن۔ یا افسردگی۔ افسوس پیدا کرے۔ ایک قول اسم مبنی اصل ہے ہمیشہ اسی وزن پر رہتا ہے اور ایک قول میں کبھی اُفًّا بھی ہوتا۔ ایک قول میں اُفِّیْ سے تعلیل ہوا ہے لفظ اُف میں سات قرأتیں ہیں ۱ اُفْ ۲ اِفْ ۳ اُفِّ ۴ اُفَّ ۵ اُفًّا ۶ اُفِّیْ ۷ اُفَّہٗ۔ یہاں مراد معمولی نفرت کا اظہار ہے۔ مَحَلاً منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے۔ معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ۔ لَاتَنْہَرْ۔ باب فتح کا فعل نہی حاضر معروف واحد مذکر اَنْتَ پوشیدہ فاعل ہے ھُمَا مفعول بہ۔ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے یا اُف پر۔ لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ عطف لَاتَقُلْ پر ہے۔ واؤ عاطفہ قُلْ۔ باب نصر کا امر حاضر معروف واحد مذکر اَنْتَ فاعل لام جارہ تعدیہ کا ھُمَا ضمیر غائب کا مرجع وَالِدَیْنِ۔ جار مجرور متعلق ہے قُلْ کا۔ قَوْلاً اسم مصدر۔ جامد (حاصل مصدر) بمعنی بات۔ کلام موصوف۔ کَرِیْمًا۔ صفت مشبّہ۔ بمعنی اسم فاعل کَرَمٌ سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے۔ کرم والا۔ محبت والا۔ اخلاقِ حسنہ والا۔ منصوب ہے۔ کیونکہ صفت ہے۔ مرکب توصیفی مفعول بہ ہے۔ مفعول مطلق نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ وہ مصدر ہے اور مصدر موصوف نہیں ہو سکتا۔ قُلْ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا لَاتَقُلْ پر۔ سب عطف جملہ عاطفہ انشائیہ ہو کر جزا ہوئی۔ شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہو کر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۔ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ۔ لَا تَجْعَلْ

مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۔ کائناتِ عالم میں جتنی بھی انسانی غیر انسانی مسلم غیر مسلم ۔ کافر مومن طالبِ دنیا طالبِ مولیٰ شاکر غافل اچھی بری مخلوق ہے اُن سب کو ہم حیاتِ دنیا میں ہر طرح سے عیش و آرام کی تندرستی و صحت شفاء و علاج کی پوری مدد دیتے ہیں خواہ یہ ہمارے قربِ عبادت میں آنے والے نیک بندے ہوں یا دہ ہماری محبت و عبادت سے دور ہٹنے والے دنیا میں پھنسنے والے بھٹکنے والے ہوں ۔ اے حبیبِ کریم صلی اللہ علیکَ وسلم آپ کے ہی رب تعالیٰ کی عطاؤں کے یہ وسیع و عریض دسترخوان زمانے میں بچھے ہوئے ہیں ۔ فرمانبردار اور نافرمان کو ملتا ہی رہے گا ۔ آپ کے رب کی یہ عطائیں آپ کی محبت اور رحمتِ عالمینی کی وجہ سے ہیں تا قیامت کسی پر یہ نعمتوں دولتوں آل اولاد عزت عظمت فضیلت امیری شان و شوکت تندرستی کے انعامات بند نہیں ۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں دنیا میں ہر طرح کی نعمت ہر انسان کو مکمل ازل و حضور سے مل رہی ہے اس کی وجہ صرف پیارے نبی کی رحمتِ عالمینی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ ہر موقعے پر اپنی ربوبیت کی نسبت رَبُّكَ فرما کر اپنے حبیب کی طرف فرما دیتا ہے ۔ ہر عطا کی کوئی وجہ ہوتی ہے ۔ اگر رازقِ کائنات کے رزق ملنے کا سبب اور علت خود مرزوق ہی ہو تو کوئی بندہ بھی رزق کا مستحق نہ بن سکے نہ نیک نہ بد نہ اچھا نہ برا ۔ کیونکہ کسی بھی نیک کی نیکی اس درجے کی نہیں ہو سکتی کہ رب تعالیٰ کی کسی ایک نعمت کا ہی حقدار بن سکے چہ جائے کہ کسی کافر کو نعمتیں ملیں یہ تو اس کریم رحیم مولیٰ تعالیٰ کی عظیم شفقت و محبت ہے کہ سب سے پہلے اپنے رحمۃ عالمین نبی مکرم کو پیدا فرما دیا تاکہ اُن کی محبت کائناتِ مخلوقیہ کو تمام نعمتیں ملنے کا ذریعہ بن جائے اللہ کی دنیوی نعمتیں اللہ کی جانب سے اپنے حبیب کے قدموں کی بکھیر ہے لہٰذا ہر شخص لے اور کھائے پیئے موج اڑائے کوئی محظور و ممنوع اور روکا ہوا نہیں اور اے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ نے ہماری ان عطاؤں کا اندازہ لگانا ہے تو ذرا اپنی بے مثل آنکھوں سے تا قیامت لوگوں کو اُنظُرْ نگاہیں اٹھا کر دیکھئے نظارہ فرمائیے کہ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۔ کس طریقے سے ہم نے اس دنیا جہان میں تمام انسانوں میں بلا امتیاز مذہب اور بلا تفریق حق و باطل بعض بہت سوں کو بعض بہت سوں پر دنیوی اور بالا امتیاز خصوصی دینی فضیلت دی ۔ دنیوی اس طرح کہ کسی کو امیر حاکم وزیر بادشاہ تاجر ۔ صنعت کار بنا دیا اور کسی کو غریب محکوم رعایہ مزدور بنا دیا ۔ اس انتخاب میں انسانی کوشش عقل اور تجربہ محنت ناکام ہے اس لیے کہ ۔

بناداں آنچناں روزی رساند

کہ دانا اندراں حیراں بماند

محققین ! فرماتے ہیں کہ اُنظُرْ میں صرف آقاء دو عالم حضور اقدس محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی خطاب ہے اس لیے

کہ آنکھوں کی نظر اور بینائی سے دیکھنے کا حکم ہے اور اہلِ فضیلت تو دنیا میں مختلف مقامات پر بکھرے پڑے ہیں تو بجز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس انسان کی طاقت ہے جو اپنی آنکھوں کی نظر سے اہلِ جہان کے تمام فضیلت والوں کو دیکھ سکے یہ تو رب تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں کو ہی طاقت بخشی ہے کہ اپنی نگاہوں سے آگے پیچھے اوّلین وآخرین کو دیکھ سکتے ہیں اور موجود و مفقود اور معدوم کو بھی دیکھ لیتے ہیں اسی لیے اُنْظُرْ فرمایا گیا ورنہ لفظِ اُنْظُرْ کہنا بیکار ہو جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ تا قیامت مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا ۔ اسی معنی میں تمام مسلمان نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کو حاضر و ناظر مانتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہاں اُنْظُرْ فرما کر اس عقیدے کو درست قرار دیا۔ دنیا میں انسانی فضیلت سات طرح سے حاصل ہوتی ہے:۔

ع۱ عقل و خرد کے ذریعے عام طور پر ع۲ پڑھنے پڑھانے اور نوکری ملازمت سے ع۳ فن کاری اور کارسازی کاریگری سے ع۴ وراثت سے ع۵ خاندانی مدارج اور بڑائی سے ع۶ تجارت سے۔

ع۷ محض عطاءِ ربّانی بغیر کسی ظاہری وسیلے۔ یہ دنیا مرکزِ عقلیات ہے اس لیے ہر عقل والا اپنی دنیوی فضیلت جائز اور ناجائز حلال و حرام طریقے سے بڑھا سکتا ہے یہاں تک کہ ایک ظالم کافر بھی دنیوی اعتبار سے ایک انتہائی متقی بندے نیک انسان سے زیادہ دنیوی فضیلت حاصل کر لیتا ہے یہ سب کچھ ہوتا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے مگر ذرائع مختلف اسی فضیلتِ دنیوی کا یہاں ذکر ہو رہا ہے۔ اور البتہ آخرت قبر حشر نشر جنّت درجوں میں دنیا سے کئی کروڑ درجے بڑی ہے اور عزت و شرافت کی فضیلت میں بھی بہت ہی بڑی ہے۔ خیال و گمان سے بھی وراء اے انسان زندگئ دنیوی کو دنیا کی دوڑ دھوپ میں برباد کرنے والے اگر اُخروی درجوں اور ابدی فضیلتوں کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو۔ لَا تَجْعَلْ ۔ اپنے عقیدے سے اپنے عمل اپنے کردار اپنے خیالات و ہمیات اور اپنی عبادات اپنی چال ڈھال گفتار غرض کہ کسی حالت کسی صورت میں بھی اللہ کے سوا کسی اور کو معبود نہ سمجھ۔ ایسی پاکیزہ زندگی بنا کہ ہر ہر عمل ہر ہر بات سے توحیدِ الٰہی کے پھول کھلتے رہیں۔ فَتَقْعُدَ ۔ ورنہ۔ یعنی اگر تو نے اپنی کسی حالت سے توحیدِ باری کے خلاف اظہار کیا اور کسی بھی طریقے سے کسی غیر خدا کو معبودیت کا درجہ دیا تو دنیا جہان کی بدبختیوں برائیوں کے ساتھ دنیا اور قبر حشر میں پڑا رہ جائے گا۔ اس طرح کہ ہر مومن اور ہر فرشتے کی طرف سے تجھ کو برائی پہنچتی ہی اور اللہ کے دردناک عذاب کی وجہ سے مَخْذُوْلًا یعنی ذلیل بیٹھا رہ جائے گا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ لَا تَجْعَلْ میں خطاب نبی کریم کو ہے مگر نسبت عام لوگوں کی طرف ہے۔ تو ترجمہ اس طرح ہے کہ اے نبی نہ بننے دو تم اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ورنہ اپنے مقصد میں بُرے بن کر بیٹھے رہو گے اور ناکام ہو کے

کفار کی نگاہ میں محترول ہو جاؤ گے ۔ یعنی ہمہ تن کوشش ہوش فکر کے ذریعے شرک سے لوگوں کو بچاتے رہو ۔ وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ۔ اور اے پیارے نبی آپ کے رب تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام اور کتب و صحف کے ذریعے ساری کائناتِ عالم کو حکم دے دیا ہے کہ اے مخلوق مت عبادت کرو تم مگر اسی اللہ خالق تعالیٰ کی ۔ اس لیے کہ معبود صرف وہی ہو سکتا ہے جو خالق ہو ۔ اور تمام کائنات کو جسم اور روح کو پیدا کرنے والا ہو ۔ خیال رہے کہ کسی کو ذاتی مالک اور ذاتی قوت طاقت والا سمجھ کر اس کی انتہائی تعظیم کے طریقے پر اس کے حکم کو ماننا اُس کو سجدہ کرنا عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا چونکہ نہ کوئی خالق ہے نہ کوئی ذاتی کُلی مالک نہ کسی کی طاقت قوت ذاتی ہے اس لیے کسی کی عبادت جائز نہیں ۔ دنیا میں منہ اور عقیدے سے توحید ماننے والے تو بہت ہیں مگر عبادت میں توحید قائم رکھنا صرف مسلمانوں کا ہی عمل ہے ۔ دنیا کے ہندو سکھ ۔ عیسائی ۔ یہودی وغیرھم سب ہی کہتے ہیں کہ ہم اللہ واحد کو مانتے ہیں مگر عبادت میں شرک کرتے ہیں ۔ یہاں رب تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مقبول بندہ وہی ہے جو اپنی عبادت و عمل اور گفت و شنید کو بھی شرک سے بچائے اور اللہ کی ربوبیت کی صدق دل سے تعظیم کرے ۔ یہاں تک کہ جس جس شخص سے ربوبیتِ الٰہی کا ظہور ہو اُس کو بھی معظم و مکرم تسلیم کرے ۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور پرورش مخلوقیت بہت وسیلوں سے ظاہر ہوتی ہے جن میں سب سے پہلا وسیلہ اور ذریعہ والدین ہیں جس سے ہر انسان و حیوان کو واسطہ لازمی ہے ۔ اسی لیے باری تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی عبادت کے حکم کے بعد فوراً فرمایا وَبِالْوَالِدَیْنِ ۔ اے انسان اگر تو اللہ کی صحیح عبادت اور فرماں برداری کرنا چاہتا ہے تو اُس کے اوّلین حکموں میں سے والدین کے ساتھ اچھا سلوک اور احسان کرنا ہے خاص کر اُس وقت جب کہ تیری موجودگی میں ان دونوں والدین میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے اور بڑی محتاجی کمزوری کو پہنچ جائیں تو اے بندے اپنی جوانی میں مست ہونے والے تیرا فرض یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کسی کو کسی وقت کسی حالت کسی بات میں اُف بھی نہ کہنا لفظِ اُف عربی زبان میں اظہارِ نفرت کے وقت بولا جاتا ہے اور اپنے جسم و جگہ سے خاک دھول جھاڑنے کے لیے بھی پھونک کی آواز تقریباً اسی قسم کی نکالی جاتی ہے مقصدِ کلام یہ ہے کہ ہلکا سا نفرت والا لفظ بھی مت بول ۔ اور دوسری یہ بات ذہن نشین رکھ لے کہ اگر بڑھاپے میں وہ تجھ کو برا بھلا کہیں یا تیری مرضی کے خلاف کوئی کام کریں یا اپنی نادانی سے کوئی کام بگاڑ دیں تو تو نے ان کو ہرگز جھڑکنا نہیں نہ چیخنا دھاڑنا اور جوانی کا زور دکھانا ۔ نہ ان کو اپنے سے جدا کرنا نہ جلد جدا ہونا نہ بے یار و مددگار چھوڑنا ۔ بلکہ عاجز

ذلیل مسکین خادم نوکر بن کر اُن کی ساری زندگی خدمت کرنا ہے اور خود اُن کی خدمت اپنے ہاتھوں سے کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ ان کو نوکروں اور دوسروں کے رحم و کرم پر مت ڈالنا اور تیسری بات یہ کہ ہر موقعے پر ان سے بہت محبت ادب تہذیب سے کرم و لطف والی باتیں کرنی ہیں اور اپنے عمل کردار گفتار۔ خدمت۔ شیریں بیانی سے ان کو ہنسانا کھلانا اور خوش رکھنا ہے۔ اسلام کی یہ ایسی پاکیزہ اور حُسنِ معاشرہ کی شاندار تعلیم ہے جس نے چمن اسلام میں بادِ بہاری چلادی۔ کسی مذہب اور معاشرے میں اس اہتمام سے حقوق العباد کی آبیاری نہیں کی گئی۔ آج دنیا کی حکومتیں بوڑھے والدین اور اپاہج لوگوں کی پرورش کے لیے پریشان ہیں۔ اولاد کو والدین کے حقوق و خدمت کا پتہ ہی نہیں۔ والدین کو اپنے بچوں بیٹوں پوتوں میں رہنے کی حسرت و تمنا ہی رہتی ہے عبادت اور توحید باری تعالیٰ کا تعلق والدین کے ساتھ احسان سے چار طرح ہے اس لیے رب تعالیٰ نے یہاں اپنی عبادت کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا شدت سے ذکر فرمایا اور دوسری آیت میں اپنے شکر کے ساتھ والدین کے شکر کا ذکر فرمایا۔ اَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ۔ پہلی وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ رب ہے اور والدین مربی ہیں دوم یہ کہ رب تعالیٰ کی ربوبیت کا پہلا مظہر والدین ہیں سوم یہ کہ عالم ارواح سے صرف اللہ کا تعلق ہے اس کے بعد والدین کا تعلق ہے کہ ان کے ذریعے ہی روح منتقل ہوئی چہارم یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی خالقیت و ربوبیت میں واحد و یکتا اور والدین اپنی تربیت میں واحد یکتا بے مثل ہیں اسلام کا انسانیت پر یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ ادھر قرآن مجید نے بار بار صلہ رحمی قرابتداری اور والدین سے محبت و سلوک کا حکم دیا ہے اور اُدھر آقاء کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث طیبات میں ہر طرح والدین کی خدمت اور اس کے اجر و ثواب کا پُرزور لفظوں میں ذکر فرمایا۔ جیسا کہ بخاری۔ مسلم۔ صحاح ستہ۔ اور مسند امام اعظم و دیگر کتب احادیث میں بیشمار احادیث وارد ہیں۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ دین دنیا کی سب نعمتیں رب کی طرف سے ملتی ہیں۔ بندے کا کوئی زور نہیں۔ بندے کا اختیار صرف اچھے برے طریقے اختیار کر لینے میں ہے۔ زہر کھائے یا تریاق۔ حرام لے یا حلال شیطان کی مانے یا ایمان کی یہ فائدہ عَطَاءِ رَبِّكَ (الخ) اور كَيْفَ فَضَّلْنَا (الخ) سے حاصل ہوا

دوسرا فائدہ۔ جس طرح دنیا میں لوگ دنیوی اعتبار سے مختلف ہیں اگرچہ کاروبار ایک ہی قسم کے ہیں اسی طرح آخرت میں ہر نیک کے مختلف مدارج ہوں گے اگرچہ عبادات ایک ہی قسم کی ہیں۔ یہ فائدہ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (الخ) اور اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ کی جمع سے حاصل ہوا تیسرا فائدہ۔ عمل میں حقوق اللہ مقدم ہیں

حقوق العباد مؤخر ہیں ۔ لیکن معانی میں حقوق العباد مقدم یہ فائدہ اَلَّا تَعْبُدُوْا کو وَبِالْوَالِدَیْنِ پر مقدم کرنے اور احادیث میں حقوق العباد کی اہمیت بیان فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ**۔ رب تعالیٰ کی عبادت وَالدین اور تمام مخلوق کی اطاعت پر غالب ہے لہٰذا اگر فرض یا واجب نماز پڑھ رہا ہو اور والدہ یا والد آواز دیں تو نماز نہ توڑے بلکہ پوری کرے اور سلام پھیر کر جائے اور بات سنے اور اگر کہیں دور کام کے لیے بھیجنا چاہتے ہوں تو ان سے عرض کرے کہ بقیہ نماز پوری کر کے جاؤں گا پھر سنت موکدہ پڑھ کر پہلے والدین کا کام کرے پھر نفل پڑھے۔ اگر نفل پڑھ رہا ہو اور والدہ آواز دے تو نماز نفل توڑ کر والدہ کی بات سنے لیکن والد کی آواز دو رکعت نفل پوری کر کے سلام پھیر دے اور سنے اطاعت کرے یہی حکم سنت غیر مؤکدہ کی چار رکعت کا ہے۔ یہ مسئلہ تَعْبُدُوْا کو مقدم کرنے سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ**۔ وَالدین کافر ہوں تب بھی اُن سے اچھا سلوک اور خدمت گاری کرے۔ اسلام نے مذہبی تعصب اور انسانی نفرت کو ختم فرمایا ہے اتنی فراخدلی کسی مذہب نے نہیں دکھائی۔ یہ مسئلہ وَبِالْوَالِدَیْنِ کے اطلاق سے مستنبط ہوا۔

تیسرا مسئلہ۔ فرماں برداری کی تین قسمیں ہیں۔

عا عبادت عا اتباع عا اطاعت عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی۔ اتباع صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اطاعت ہر بزرگ و حاکم کی جائز ہے۔ یہ مسئلہ اِلَّآ اِیَّاہُ کے حصر سے مستنبط ہوا۔ **چوتھا مسئلہ**۔ وَالدین کی خدمت تین قسم کی ہے عا مستحب عا ضروری ہر حال میں عا واجب۔ اگر والدین صحت مند جوان اور دولت مند ہوں تو ان کی جسمانی اور مالی خدمت مستحب ہے۔ اگر بیمار یا بوڑھے یا غریب ہوں تو ان کی جسمانی اور مالی خدمت واجب ہے۔ لیکن اطاعت اور فرمانبرداری بہرحال ضروری ہے اگرچہ وَالدین کافر ہوں ہاں خلافِ عقل اور خلافِ دین اور نقصان دہ امر میں اطاعت منع ہے۔ یہ مسئلہ احساناً کا پہلے ذکر فرما کر پھر اِمَّا یَبْلُغَنَّ۔ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ **پانچواں مسئلہ**۔ والدین کو نام لے کر پکارنا یا ان کو کڑکڑا کر کے بولنا جو اہلِ زبان کی تہذیب کے خلاف ہو یا غصیلے انداز میں بات کرنا اگرچہ عادتاً ہی ایسا لہجہ بنائے سب حرام ہے غرض کہ اپنی لغوی زبان کے لہجے رواج کے شریفانہ مہذبانہ اور ادب و احترام کے خلاف بات جب کہ والدین کی دل آزاری ہونا جائز ہے۔ یہ مسئلہ فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ **چھٹا مسئلہ**۔ وَالدین میں سے کسی کو بھی اپنے کاروبار۔ گھربار کی دیکھ بھال کے لیے ملازم اور نوکر نہ رکھے اگرچہ وَالدین خواہش کریں۔ ہاں اگر ان کی دیکھ بھال ضروری ہو تو دست بستہ ان

سے عرض کرے اور گھر بار کاروبار کا مالک سمجھے۔ کوئی چیز توڑ پھوڑ بھی دیں تو بیٹے کو بھی باز پُرس کا کوئی حق نہیں۔ بیٹے کو ہر وقت چاہیئے کہ جو چیز والدین پسند کرتے ہوں وہ کام اور وہ چیزیں اتنی کثرت سے اپنے والدین کو دے کہ والدین خوشیوں اور پھولوں میں خود کو محسوس کریں۔ یہ مسئلہ وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔
پہلا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا۔ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا۔ آپ کے رب کی عطا کسی بھی انسان سے بند نہیں۔ حالانکہ دیکھا جاتا ہے کہ کوئی آدمی خزانوں میں بھرپور مست ہے اور کوئی ننگا بھوکا غریب ہے۔

جواب ۔ یہاں یہ بتایا جا رہا ہے کہ کسی کا رزق اس کے گناہوں نافرمانیوں اور کفریات کی بنا پر بند نہیں کیا جاتا اور اس دنیا میں نیکیوں اور اللہ کی رضا کی بنا پر کسی کو دنیوی عزت دولت نہیں دی جاتی۔ رہا یہ کہ کوئی غریب ہے کوئی امیر تو اس کی بڑی وجہ تو ازلی تقدیر ہے جو عین حکمتِ الٰہیہ ہے۔ اور چھوٹی چھوٹی وجہیں اپنی غفلتوں بے عقلیوں ناتجربہ کاریوں کی بنا پر بیشمار ہیں۔ اور پھر امیری غریبی تو دولت میں ہے لیکن اس کے علاوہ اعضاء ظاہری باطنی اور چاند سورج ہوا پانی کی نعمتیں تو کافر مومن پر یکساں ہیں کسی پر کوئی بند نہیں۔ **دوسرا اعتراض** ۔ یہ کیا بات ہے کہ کفار و فساق پر دنیوی رزق بند نہیں مگر توفیق ہدایت کثرتِ ظلم و کفر و فسق کی بنا پر بند ہو جاتی ہے۔

جواب ۔ اس کی تین وجہ ۱ اس لیے کہ رزق بند کرنے سے موت واقع ہوتی ہے اور موت سے زندگی و مہلتِ ایمان ختم ہو جاتی ہے تو کل قیامت میں کفار اپنے کفر و شرک پر یہ عذر کر سکتے ہیں کہ ہم تو مر گئے تھے اس لیے ایمان کیسے قبول کرتے اگر زندہ رہتے تو مومن بن جاتے اس لیے ان کو مکمل ہر طرح کا رزق دیا گیا تاکہ لمبی عمریں پائیں اور مہلت حاصل کر لیں ۲ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ حلیم ہے اور مار ڈالنا گناہوں کی وجہ سے رزق بند کر لینا یہ سزا ہے اور جلدی سزا شانِ حلیمی کے خلاف ہے نیز یہ دنیا جہان دارِ سزا نہیں ہے ۳ سوم یہ کہ رزق بند کرنا بخیلوں کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ رب عالمین ہے بخیل سے پاک ہے۔ نیز رزق دینا عدل ہے اور عدلِ الٰہی عام ہے ہدایت و توفیق فضل ہے اور فضل کے لیے بندے کا طالب بننا چاہیئے۔ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ **تیسرا اعتراض** ۔ یہاں آیت میں عِنْدَكَ کیوں فرمایا گیا یعنی تیرے پاس بوڑھے ہوں۔ **جواب** ۔ یہ بتانے کے لیے کہ والدین اور بیٹے کے درمیان یہ قانون اس وقت ہیں جب کہ بیٹا جوان امیر صحت مند زندہ موجود ہو اور والدین بوڑھے

غریب محتاج ہوں اور ان کا اس بیٹے کے علاوہ کوئی کفیل نہ ہو۔ لیکن اگر یا تو بیٹا ہی خدمت کے لائق نہ ہو یا والدین کسی اور کی کفالت میں ہوں اور اس بیٹے کے حاجت مند نہ ہوں تب یہ قانون بیٹے پر جاری نہیں اور اپنے والدین کی خدمت نہ کرکے گناہگار نہ ہوگا ان آیات کی تفسیر صوفیانہ آیت ۲۵ کے بعد ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ

اور جھکا دے لیے اُن دونوں کے نرمی کے بازو رحم کے لیے

اور اُن کے لیے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيرًا ﴿۲۴﴾

اور دعاؤں میں عرض کرتا رہ اے میرے رب رحمت میں لے ان دونوں کو جیسا کہ تربیت کی ان دونوں نے میری بچپن میں

اور عرض کر اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے چھٹپن میں پالا

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا

رب تمہارا زیادہ جاننے والا ہے اُس کو جو ہیں دلوں تمہارے ہے اگر تم

تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اگر تم

صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾

اچھے بنے رہے تو بیشک وہ توبہ کرنے والوں کو بہت بخشنے والا ہے۔

لائق ہوئے تو بیشک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ

اور دے تو برادری والوں کو اُس کا حق اور مسکین اور راستے کے

اور رشتے داروں کو ان کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو

السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿٢٦﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ

حاجتمند کو بھی اور نہ فضول خرچی کر بے فائدہ کرنا ۔ بیشک فضول خرچی

اور فضول نہ اڑا ۔ بیشک اڑاتے والے

كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ

والے ہیں بھائی شیطانوں کے اور ہے شیطان

شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان

لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿٢٧﴾

رب اپنے کا بہت بڑا ناشکرا

اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق - پچھلی آیت میں حقوق العباد کے ضمن والدین کی عظمت وعزت کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اُس کی دو نوعیتیں تھیں ۱ قولی ۲ عملی اور قلبی۔ اس لیے پہلے قولی عظمت کا ذکر فرمایا گیا کیونکہ یہ مقدم ہے اور اب عملی عزت کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ **دوسرا تعلق** - پچھلی آیتوں میں دو حکم ارشاد فرمائے گئے تھے جن پر عمل کرنا ہر بندے اور خاص کر مومنوں کے لیے بہت ہی ضروری تھا۔ اب اِن آیات میں اُن حکموں کو عملی طور پر ماننے کے فائدے مند نتیجے کا ذکر ہو رہا ہے **تیسرا تعلق** - پچھلی آیات میں حقوق العباد کے پہلے درجہ کے اہم حق کی ادائیگی کا حکم دیا گیا تھا۔ اب اِن آیات میں حقوق العباد کی دوسری اور تیسری قسم کا ذکر ہے۔
شانِ نزول - روایتوں میں ہے کہ مسکین صحابہ جو بعد میں مدنی زندگی میں اصحاب صفہ کہلائے آقاء دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی حاجات بیان کرتے تھے اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی حاجت روائی مشکل کشائی فرماتے رہتے تھے۔ جن میں حضراتِ بلال و صہیب۔ سالم و خباب۔ مہجع رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل تھے۔ ایک دفعہ آقاءِ کائنات سب کچھ بانٹ کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ یہ حضرات مانگنے کے لیے

حاضر ہوئے نبی کریم نے منع فرمایا تب یہ تین آیتیں نازل ہوئیں ان آیت ۲۶ تا ۲۸ جس میں دینے والوں کو دینے کا طریقہ بتایا گیا اور لینے والوں کو خرچ کرنے کا طریقہ بتایا گیا کہ فضول خرچی منع ہے یہ مکی زندگی پاک کا واقعہ ہے مدینے پاک میں کبھی ایسی ممانعت فرمانا ثابت نہیں۔

تفسیر نحوی

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيرًا ۔ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ ۔ واؤ سرجملہ ۔ اِخْفِضْ ۔ باب ضَرَبَ کا امر حاضر معروف واحد مذکر صیغہ خَفْضٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ۔ نیچے کرنا ۔ جھکانا ۔ کسرہ (جر) کا اعراب لگانا ۔ بچھانا ۔ سایہ کرنا ۔ یہاں عین مناسب جھکانا ہے جس میں تقریبًا باقی معنیٰ بھی آجاتے ہیں ۔ اَنْتَ ضمیر فاعل مستتر ہے ۔ لام جارہ نفع کا هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب مجرور متصل ہے مرجع وَالِدَیْن ہے ۔ جار مجرور متعلق ہے ۔ جَنَاحَ ۔ اسم مفرد جامد ۔ جیم کے فتحہ سے اس کا تثنیہ جَنَاحَیْن ہے اور جمع ہے اَجْنِحَہ کی بمعنیٰ پر (پرندہ کا) بازو یا ہاتھ انسان کا کروٹ ۔ پہلو ہر چیز کا ۔ یہاں مراد ہاتھ ہے مگر استعارہ دل سے ہے یا طبیعت و اَخلاق مراد ہے ۔ الف لام عہدِ خارجی ذُلِّ ۔ اصلاً مصدر ہے مگر یہاں حاصل مصدر جامد ہے ۔ مصدری ترجمہ ہے ۔ ذلیل ہونا ۔ عاجز ہونا ۔ نرم ہونا یہاں مراد نرم ہونا ہے ۔ اسی سے ہے ذُلُولٌ ۔ جامد کا ترجمہ ہے عاجزی ۔ نرمی ۔ ذلت خواری یہاں عاجزی نرمی کے معنیٰ میں ہے ۔ مضاف الیہ ہے مرکب اضافی مفعول بہٖ ہے مِن جارہ سببیہ ۔ یا بیانیہ یا بمعنیٰ بِ جارہ ۔ الف لام عہدِ خارجی ۔ رَحْمَۃ ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ محبت ۔ شفقت ۔ پرورش تربیت ۔ ادب ۔ یہاں بمعنیٰ ادب اور محبت ہے رحمت کا اصلی اور لغوی ترجمہ ہے محبت ۔ مجازی معنیٰ مہربانی ۔ بھلائی وغیرہ اور منقولی ترجمہ اوپر بیان ہوئے ۔ رحمتِ عالمین کا معنیٰ تمام جہانوں کی تربیت ۔ جار مجرور متعلق دوم ہے ۔ اِخْفِضْ کا ۔ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ۔ واؤ سرجملہ ۔ قُلْ ۔ باب نَصَرَ کا امر حاضر معروف واحد مخاطب عام مسلمان ہے ۔ اَنْتَ مستتر اس کا فاعل ہے فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا رَبِّ اصلاً یَا رَبِّیْ ہے ۔ یا ندائیہ پوشیدہ یاءِ متکلم کو اختصار کے لیے حذف کر دیا ۔ مگر ترکیبًا موجود ہیں ۔ اس طرح کہ یا حرف ندا قائم مقام اَدْعُوْا رَبِّ مضاف اِس کا مضاف الیہ ضمیر واحد متکلم محذوف منوی مرکب اضافی منادی مفعول بہٖ اَدْعُوْا معنوی کا (اَدْعُوْ ۔ مضارع معروف واحد متکلم ہے) جملہ فعلیہ ندائیہ ہو کر ندا ہوئی ۔ اِرْحَمْ ۔ باب فَتَحَ کا امر حاضر معروف ۔ اَنْتَ مستتر کا مرجع اللہ تعالیٰ هُمَا ضمیر تثنیہ مؤنث غائب منصوب متصل مفعول بہٖ ہے اِرْحَمْ کا ۔ مرجع وَالِدَیْن ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر مشبّہ ہوا کَمَا ۔ دو لفظ ۱ ۔ کاف تشبیہی ۲ ۔ مَا کافہ ۔ اب کَمَا پورا تشبیہ کے لیے ہے ۔ رَبَّیَا ۔ باب تفعیل کا ماضی مطلق صیغہ تثنیہ مذکر غائب ۔ مصدر ہے تَرْبِیَۃٌ اور تَرْبِیَۃٌ رَبْبٌ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنیٰ پرورش کرنا نون وقایہ ۔ یْ ضمیر متکلم واحد منصوب ہے

کیونکہ مفعول بہ ہے رَبَّیَا کا۔ صَغِیْرًا۔ صفت مشبہ مبالغہ کے لیے۔ صِغَرٌ سے بنا ہے بمعنی بچہ ہونا۔ چھوٹا ہونا۔ مبالغہ میں آکر ترجمہ ہوا بہت ہی بچہ ہونا۔ بہت ہی بچپن۔ بحالتِ نصب ہے مفعول فیہ ہے یا حال یاءِ متکلم مفعول بہ کا۔ جملہ فعلیہ ہوکر مشبہ بہ ہوا۔ اور پھر دونوں مل کر مقولہ ہوا قُلْ کا اور جملہ قولیہ ہو کر تمام ہوا۔ رَبُّ اسم صفاتی ہے اللہ تعالیٰ کا کُمْ ضمیر جمع حاضر۔ یہ نئی عبارت ہے اس لیے یہاں طرزِ تکلم بدل گیا۔ یہ مرکب اضافی مبتدا ہے۔ اَعْلَمُ واسم تفضیل مذکر ھُوَ ضمیر اس میں پوشیدہ ہے اس کا فاعل ہے بِ جارہ مفعولیت (تعدیہ) کا مَا موصولہ فِیْ جارہ ظرفیہ مکانیہ نُفُوْسِ۔ جمع ہے نَفْسٌ کی بمعنی دل۔ باطنی چیز۔ لغوی ترجمہ ہے خُفیہ۔ مجازاً ہر باطنی اور غیر محسوس چیز کو نفس کہدیتے۔ مشترک مجازی ہے آٹھ معنی میں۔ سانس گھونٹ۔ دل۔ باطنی فراست یا سرکشی۔ شخصیت۔ خفیہ۔ عورت کا خون (نفاس)۔ عقل وغیرہ۔ مضاف ہے کُمْ ضمیر مضاف الیہ مرکب اضافی مجرور ہوکر موجودٌ پوشیدہ کا متعلق ہوکر صلہ ہوا موصول صلہ مجرور متعلق ہے اَعْلَمُ کا وہ جملہ اسمیہ ہوکر خبر ہوئی مبتدا کی۔ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہوگیا۔

اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا۔ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا۔ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا۔ اِنْ شرطیہ۔ تَكُوْنُوْا فعل مضارع مثبت معروف ناقصہ مجزوم ہے اِنْ سے لہٰذا نونِ اعرابی آخر سے گر گئی۔ اس کا مجہول نہیں ہوتا۔ صیغہ جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا اسم ہے۔ صٰلِحِيْنَ اسم فاعل صیغہ جمع مذکر واحد ہے صَالِحٌ صُلْحٌ سے بنا ہے بمعنی نیکیاں کرنا۔ اچھے کام کرنا۔ بحالتِ فتحہ ہے خبر ہے ناقصہ کی اور وہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہوکر شرط ہوئی۔ فَ جزائیہ اِنَّ حرفِ تحقیق ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مرجع اللہ تعالیٰ۔ كَانَ فعل ماضی مطلق ناقصہ ہے ھُوَ ضمیر مستتر اس کا اسم ہے۔ لام جارہ نفع کا۔ اَوَّابِيْنَ۔ اسم مبالغہ۔ جمع مذکر سالم واحد ہے اَوَّابٌ۔ اَوْبٌ مہموز الفا اور اجوف واوی سے بنا ہے۔ بمعنی رجوع کرنے والا۔ فریاد کرنے والا۔ معافی مانگنے والا۔ مبالغہ میں ترجمہ ہوگا۔ بہت ہی ہر وقت ہر حال ہر کام میں اللہ رسول کی مدد چاہنے والا۔ خفیہ اور تنہائی میں مغفرت مانگنے والا۔ محبتِ الٰہی کے ساتھ شریعت وطریقت پر چلنے والا کثرت سے نفل پڑھنے والا۔ احادیث میں چاشت کے نوافل کو بھی صلوٰۃ اَوَّابِیْن کہا گیا ہے اور بعد مغرب قبل عشا نوافل کو بھی صلوٰۃ اَوَّابِیْن کہا گیا ہے۔ مجرور ہے متعلق كَانَ ناقصہ کا غَفُوْرًا اسم مبالغہ غَفْرٌ سے بنا ہے بمعنی بخشنا۔ مٹانا۔ چھپانا۔ ترجمہ ہے بہت ہی بخشنے والا۔ خبر ہے كَانَ کی اور وہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہوکر خبر ہے اِنَّ کی۔ یہ جملہ اسمیہ ہو کر جزا بمعنی شرط۔ جزا مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہوگیا۔ واوٗ ابتدائیہ۔ اٰتِ۔ باب ضَرَبَ کا امر حاضر معروف صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اَنْتَ مستتر فاعل ہے۔ ذَا اسم نکرہ ملکیت کے لیے بمعنی قرابت دار۔ رشتے دار۔ برادری۔

لفظاً واحد ہے مگر معنیً جمع ہے۔ مجرور ہے مضاف الیہ ہے ذَا کا۔ مرکب اضافی معطوف علیہ ہے۔ حَقَّہٗ۔ مرکب اضافی حَقَّ۔ اسم مفرد جامد بمعنی حصہ۔ قابلیت۔ اِستحقاق (مستحق ہونا) ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ہے قُربیٰ۔ مفعول بہٖ دوم ہے لفظِ معترضہ کیا گیا دو وجہ سے ایک یہ کہ حصہ صرف اہل قرابت کا ہوتا ہے نہ کہ مساکین وغیرہ کا دوم یہ کہ اس میں ضمیر ہے جس کا مرجع صرف قربیٰ ہے۔ اوّل میں نہیں آسکتا ضمیر کی وجہ سے اور آخر میں نہیں آسکتا باقی معطوف کی وجہ سے۔ تاکہ حقیقت (حصہ داری) میں وہ شامل نہ ہو جائیں واؤ عاطفہ۔ الف لام جنسی مِسْکِیْن۔ اسم مفرد جامد نکرہ۔ مصدر میمی سے حاصل مصدر ہے سُکُنٌ سے بنا ہے۔ بمعنی ٹھیر جانا۔ ترجمہ کمزوری کی وجہ سے ٹھیر جانے والا۔ دنیوی کاروبار میں نہ شامل ہو سکے۔ مراد ہے انتہائی غریب نادار۔ معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ اِبْن۔ اسم مفرد جامد بمعنی بیٹا۔ مضاف ہے۔ الف لام جنسی سَبِیْل اسم مبالغہ سُبُلٌ سے بنا ہے۔ بمعنی بہت کھلا راستہ مراد ہے راہ سفر۔ مضاف الیہ ہے۔ مرکب اضافی کا ترجمہ ہے راستے کا بیٹا۔ مراد ہے مسافر۔ معطوف ہے ماقبل پر۔ سب عطف ذَا الْقُرْبیٰ سے مل کر مفعول بہٖ ہے۔ آتِ کا اور وہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا واؤ سرِ جملہ۔ لَا تُبَذِّرْ۔ باب تفعیل کا فعل نہی حاضر معروف واحد مذکر۔ اَنْتَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل جس کا مرجع عام مسلمان۔ مصدر ہے تَبْذِیْرٌ۔ بَذْرٌ سے بنا ہے بمعنی پھینکنا۔ ضائع کرنا۔ بلا سوچے سمجھے خرچ کرنا۔ یہاں ہر معنی مناسب ہے تَبْذِیْراً مصدر مفعول مطلق ہے۔ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ اِنَّ حرفِ تحقیق۔ الف لام اسمی بمعنی۔ اَلَّذِیْنَ مُبَذِّرِیْنَ باب تفعیل کا اسم فاعل صیغہ جمع مذکر بمعنی فضول خرچی کرنے والے مفتوح ہے کیونکہ اسم اِنَّ ہے۔ کَانُوْا فعل ماضی مطلق جمع مذکر غائب ناقصہ ہے۔ ھُمْ مستتر اس کا اسم ہے اِخْوَانَ۔ اَخٌ کی جمع ہے بمعنی ہم مثل۔ یہ لغوی معنی ہے۔ مجازی اور اصطلاحی معنی کثیر ہیں۔ نطفے میں ہم مثل سگا بھائی۔ قرابت میں ہم مثل رشتے دار کام میں عادت میں۔ عمل میں۔ یہاں مراد عادت میں ہم مثل ہونا۔ الف لام استغراقی شَیٰطِیْن۔ جمع مکسر قلت یا کثرت شَیْطَانٌ کی بمعنی سرکش گروہ مضاف الیہ ہے اِخْوَانَ کا۔ مرکب اضافی خبر ہے کَانُوْا کی وہ فعلیہ ناقصہ جملہ ہو کر خبر ہوئی اِنَّ کی وہ جملہ اسمیہ ہو گیا۔ واؤ سرِ جملہ کَانَ فعل ناقصہ صیغہ واحد مذکر ماضی مطلق مثبت الف لام عہدی شَیْطٰنُ۔ شَطْنٌ سے یا شَیْطٌ سے بنا ہے یا شَطْرٌ سے بنا ہے بمعنی۔ ۱ دور ہونا ۲ ہلاک ہونا ۳ سرکش ہونا۔ مراد ہے ابلیس۔ لام جارّہ تعدیہ کا رَبِّ اسم مفرد جامد بمعنی پالنے والا۔ مبالغہ ہے ہٖ ضمیر کا مرجع شیطان ہے۔ مجرور متصل مضاف الیہ ہے ربّ کا۔ مرکب اضافی مجرور متعلق کَانَ کا شَیْطٰنُ اس کا اسم ہے کَفُوْراً۔ اسم مبالغہ کُفْرٌ سے بنا ہے بمعنی بہت ہی ناشکرا یا بہت بڑا کافر۔ منصوب نکرہ ہے۔ خبر ہے کَانَ کی۔ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو گیا۔ بقاعدۂ نحو۔ کَانَ تین قسم کا ہے۔ ۱ کَانَ ناقصہ یہ اصلی ہے۔ ناقصہ

اس لیے کہ خبر کے بغیر مکمل نہیں ہوتا ۲۔ کان تامہ جب خبر کے بغیر پورا ہو جائے۔ ۳۔ کان زائدہ جس کی ضرورت نہ ہو صرف خوبصورتی کلام کے لیے لایا جائے۔

تفسیر عالمانہ

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ إِن تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا۔

اور اے بندۂ مومن اپنے بوڑھے کمزور عمر رسیدہ والدین کے لیے اپنی تمام عاجزی نرمی محبت الفت مسکینی کے عقل فکر سوچ سمجھ عزت دولت والے بازو اور پر سایہ فگن کر دے یعنی اپنی عقل فکر دولت وغیرہ سب کچھ اپنے والدین کی خدمت میں لگا دے اور اگر ہو سکے تو اپنے بیوی بچوں کو بھی ان کی خدمت گاری میں مشغول کر دے اور ہر وقت اسی فکر میں رہے کہ والدین کس طرح راضی رہیں گے اور اس خدمت گزاری میں کبھی دل پر اکتاہٹ۔ تھکاوٹ۔ غفلت نفرت۔ کسل مندی بھی مت لانا۔ بلکہ مِنَ الرَّحْمَةِ نہایت رحم دلی سے ساری عمر ایک جیسا خوشدلی سے سلوک رکھنا اور اپنی سعادت۔ خوش بختی سمجھنا کہ رب تعالیٰ نے جنت اور اللہ رسول کی رضا حاصل کرنے کا موقعہ عطا فرمایا ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھنا۔ باری تعالیٰ نے یہاں بیٹے کی خدمت گزاری کے لیے جَنَاحَ الذُّلِّ تین وجہ سے فرمایا۔ ایک یہ کہ جناح عربی محاورے اور لغت میں پرندے کے ان پروں کو کہتے ہیں جن سے وہ اڑتا ہے جب وہ اڑتا ہے تو ان کو کھول لیتا ہے ان میں ہر قسم کی ہوائیں فضائیں بھر جاتی ہیں۔ اور وہ بہت مضبوط ہو جاتے ہیں سارے جسم کی طاقت ان بازوؤں اور پروں میں ہوتی ہے ان کے ذریعے وہ ہزار ہا بلندیوں پر پہنچ جاتا ہے اور جب وہ پرندہ نیچے زمین وغیرہ پر بیٹھتا ہے تو اپنے ان ہی بازوؤں کو سکیڑ کر عاجز مسکین بن جاتا ہے۔ اشارہ فرمایا جا رہا کہ اے انسان تو اپنی عقل فکر عزت کے ذریعے کتنا ہی اونچا پرواز کر جائے بادشاہ وزیر رئیس بن جائے مگر والدین کے لیے ایسی عاجزی کر کہ سرداری کی ٹوپی بادشاہی کا تاج ان کے قدموں میں رکھ دے دوم یہ کہ پرندہ جب اپنے انڈوں بچوں کی حفاظت کرتا ہے تو ان پر اپنے پر پھیلا دیتا ہے۔ اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ اے بندے تو بھی اپنے ان والدین کے لیے ایسا ہی ہو جن کو تیری حفاظت کی اب ضرورت ہے۔ سوم یہ کہ جس طرح پرندہ تمام کام اپنے پروں کی قوت سے انجام دیتا ہے اسی طرح انسان اپنے بازوؤں سے ہی سب کچھ کماتا ہے تو جس کی طرف بازو بچھا دیئے گویا سب کچھ اسی کو دے دیا تو اشارۃً بتایا گیا کہ تو اے فرزند سب کچھ اپنے والدین کا سمجھ جَنَاحَ الذُّلِّ کی اضافت۔ ایسی ہے جیسی حاتم جود۔ یعنی سبب کی اضافت مسبب کی طرف۔ کہا جاتا ہے فلاں تو سخاوت کا حاتم ہے جَنَاحَ الذُّلِّ کا ترجمہ ہوا عاجزی کے پر۔ جب پرندہ اڑتا ہے تو اس کو طیران

کہا جاتا ہے اور اُس کے نیچے آنے کو خفضان کہا جاتا ہے۔ عربی محاورے میں قلبی محبت اور عاجزانہ خدمت کو پر بچھانا کہا جاتا ہے اُسی محاورے کا یہاں لحاظ رکھا گیا ہے مقصد یہ ہے کہ والدین کی خدمت فرض ہے کسی پر احسان نہیں۔ اسی لیے کوئی اولاد کبھی بھی یہ نہ سمجھے کہ ہم نے والدین کی خدمت کر کے ان کا حق والدیت اتار دیا خواہ کسی طرح اور کتنی ہی خدمت کرے خواہ سعادت مندی کی انتہا کر دے اور پیٹھ پر بٹھا کر سات حج کرا دے بلکہ ہر وقت یہ ہی خیال کرے کہ میری ساری عمر کی خدمت بھی والدین کے لیے کافی نہیں لہٰذا۔ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا۔ اے میرے رب کریم رحمٰن ورحیم۔ تیری ہی ذاتِ پاک سب کو کفایت فرمانے والی ہے میں اپنی خدمت گزاری سے ان والدین کی محتاجی کمزوری کو دور نہیں کر سکتا۔ تو میرے ان دونوں والدین پر ایسا ہی ان کی اس آخری عمر میں رحم وکرم اور ربوبیت فرما جس طرح ان دونوں نے میری پہلی عمر میں میری تربیت اور پرورش فرمائی کہ میری خوراک میری صحت میری تندرستی میری رہائش میرے لباس میری تہذیب میرے تمدن میری تعلیم میرے حسن اخلاق اور میرے ہر قسم کے آرام عیش و خوشی کا پورا پورا خیال رکھا۔ انہوں نے اپنی زندگی اپنے عیش و آرام میری خوشیوں میری مسکراہٹوں پر قربان کر دی تھیں۔ اے میرے اچھے اللہ میں ان کو کیا دے سکتا ہوں تو ہی میرا اور ان کا سچا رب اور حقیقی مربی ہے۔ تو ہی ان کو دنیا جہان کی خوشیاں عطا فرما۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس دعا سے دعاءِ بخشش مراد ہے مگر یہ درست نہیں اس لیے کہ یہاں ارْحَمْهُمَا کو رَبَّيَانِي سے تشبیہ دی جا رہی ہے یعنی جس طرح والدین نے میرے بچپن اور بلوغت سے پہلے پہلے میری دنیوی مشکلات کو حل کیا اور مجھے بیماریوں درد و تکالیف سے حتی المقدور بچانے کی کوشش کی اور بچا لیا اے اللہ آج تیری بارگاہ مقدس میں میری التجا اور فریاد ہے کہ اسی طرح ان کی بھی اس دنیوی بڑھاپے کی تکالیف کو دور فرما اور بیماریوں سے بچا اور دنیوی رحم کی دعا ہر کافر و مومن والدین کے لیے شرعاً مطلقاً جائز ہے کیونکہ دنیوی رحم وکرم کی دعا ہر شخص کیلئے مانگنا جائز ہے۔ کافر ہو یا مسلمان۔ لیکن اُخروی رحم یعنی بخشش کی دعا کافر والدین اور دیگر کفار کے لیے مانگنی جائز نہیں جیسا کہ قرآن پاک کی دوسری آیت سے ثابت ہے۔ اسی لیے اُن بعض مفسرین کو یہاں بہت قیدیں لگانی پڑیں کسی نے فرمایا یہ آیت منسوخ ہے کسی نے فرمایا یہ آیت مخصوص ہے۔ کسی نے فرمایا آیت مقید ہے اور کافر کے لیے رحم سے مراد اُس کو ہدایت ملنا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ آیت نہ مخصوص ہے نہ منسوخ ہے نہ مقید۔ مفسرین کے اقوال غلط اور كَمَا رَبَّيَانِي کے تشبیہی جملے کے خلاف ہے۔ بلکہ یہ آیت مطلق ہے اور رحم سے دنیوی رحم مراد ہے جس کی دعا ہر مومن کافر کے لیے جائز ہے۔ لیکن یہ ظاہری خدمت اطاعت اور گڑگڑا کر دعائیں بھی کسی یقینی قبولیت کی نشانی نہیں بن سکتیں اسی لیے کہ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ

تمہارا پروردگار جلّ مجدہٗ ۔ تم میں سے ہر ایک کی اندرونی قلبی کیفیت کو بخوبی اور سب سے زیادہ جاننے والا ہے کہ کون خوشی دلی سعادت مندی اُلفت محبت سے وَالدین کی خدمت گزاری کرتا ہے اور کون تنگ دلی نفرت حقارت سے رو پیٹ کر والدین کی دیکھ بھال کرتا ہے یا کون اللہ تعالیٰ کے حکم کی بنا پر کرتا ہے اور کون صرف دنیا کی مُنہ دکھلائی کی بنا پر کرتا ہے یا کون وَالدین کی فرمانبرداری اطاعت خدمت کرتا ہے اور کون نافرمانی ظلم و تشدد کرتا ہے اور وَالدین سے دور ہو جاتا ہے جیسا کرو گے قیامت میں اس کا خمیازہ ویسا ہی پا لوگے بلکہ دنیا میں بھی اگلی گھر سے آدمی کو اُس کی اولاد کی طرف سے ویسا ہی بدلہ مل جاتا ہے ۔ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ۔ اگر تم لوگ اپنی صحت دولت جوانی قوت طاقت عزت کے زمانے میں بھی اپنے وَالدین اور تمام اہلِ حقوق لواحقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق نیک لائق فائق اور درست ٹھیک ٹھیک بندوں کی طرح زندگی بھر چلتے رہے اور اپنی کسی حرکت یا بدخلقی سے معاشرے کو خراب نہ کیا تو بیشک وہ اللہ تعالیٰ اُن تمام لوگوں کو بخشنے والا ہے جو بارگاہِ الٰہیہ میں انکساری ندامت سے اپنے بڑے چھوٹے گناہوں کی معافی مانگیں اور سچی نیت سے توبہ کریں ۔ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۔ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا اے بندۂ مومن ۔ اللہ کی طرف سے صحت جوانی دولت کی نعمتیں پانے والے تیرے ذمے صرف وَالدین کے حقوق ہی نہیں ۔ وَالدین کے لیے تو تجھ پر خدمت اور حقوق کی ادائیگی اور طرح کی دلجوئی فرض ہے ۔ لیکن اس کے علاوہ اپنے تمام اہلِ وراثت قرابت والوں اور صلہ رحمی کے مستحق رشتے داروں ۔ اور قریبی پڑوس میں رہنے والے غیر برادری کے مسکینوں اور اجنبی پریشان حال مسافروں کو بھی وہ چیز ضرور دے جو اُن کے حالات کے مطابق اُس وقت اُن کا حق بنتا ہے بس فقط یہی تیرے مال دولت کے خرچ کرنے کے مقام ہیں رب تعالیٰ نے مسلمان کو صرف اسی لیے دولت اور سرمایہ دیا ہے تاکہ وہ اس کو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے اُن راستوں پر خرچ کرے اُن جگہوں اور لوگوں پر خرچ کرنا ہی حق خرچ کرنا ہے حق خرچ کرنا ہے اللہ کے دین کی عزت عظمت اور زیبائش اور زیب و زینت رونق عبادت کے لیے خرچ کرنا بھی حق ہے ان کے علاوہ دنیا پرستی ۔ غلط رسم و رواج اور دکھلاوے اور نام نمود کے لیے دولت لٹانی ناجائز اور ناحق خرچ کرنا ہے ۔ اسی سے منع کیا جا رہا ہے کہ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۔ خبردار اے مسلمان تو اپنی دولت کو بری جگہ ۔ دین کے خلاف باطل طریقے سے مت خرچ کر ۔ کیونکہ غلط خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں ۔ کفر شرک بدعت اور اللہ رسول کی ناپسندیدہ جگہ شیطانی تماشوں میں خرچ کرنا اور اہلِ حق کو نہ دینا شیطانی ہی کام ہیں ۔ ابلیس ہی بندے

کو وسوسہ دیتا ہے کہ رشوت۔ سود جوئے اور تماشوں میں دولت لٹاؤ۔ اور ابلیس اپنے رب تعالیٰ کا بہت ہی ناشکرا ہے۔ اسی طرح جو اس کے وسوسوں کی پیروی کرے گا وہ بھی اسی ہی جیسا اس کا بھائی ہے۔ سب سے بڑی رب تعالیٰ کی ناشکری یہ ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے اعضاء صحت تندرستی جوانی۔ دولت۔ عزت۔ طاقت وقوت کو اللہ کے خلاف اور باطل جگہ خرچ کیا جائے۔ انسان دنیا میں اپنا مال و دولت چودہ طریقوں سے استعمال کرتا ہے۔

(۱) تنفیق۔ یعنی زکوٰۃ۔ عشر۔ قربانی حج صدقہ۔ خیرات۔ والدین اور اہل قرابت پر خرچ جن کا رب تعالیٰ نے قرآن و حدیث میں حکم دیا ہے۔ بس یہی طریقہ حق ہے باقی تیرہ طریقے باطل ہیں جن کو باری تعالیٰ نے مختلف آیات و حدیث میں منع۔ حرام اور ناپسند فرمایا ہے۔

(۲) تکنیز۔ یعنی مال کی زکوٰۃ عشر اور فطرہ وغیرہ نہ دینا۔

(۳) تسریف۔ ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا۔

(۴) تفریط۔ ضرورت سے کم خرچ کرنا۔

(۵) غلو۔ بے تحاشہ خرچ کرنا۔ یعنی لٹانا برباد کرنا۔

(۶) تعبیر۔ کسی کی دیکھا دیکھی دنیا سازی کے لیے خرچ کرنا۔

(۷) توازن۔ جتنا لینا اتنا دینا۔

(۸) تبخیل۔ نہ کھانا نہ کھانے دینا۔

(۹) تقلیل۔ خود کھانا دوسروں کا حق نہ دینا۔

(۱۰) تبلسیط۔ ہر ایک کو دینا حقدار کو بھی ناحق کو بھی یعنی اچھے برے راستے پر خرچ کرنا۔

(۱۱) تمسیک۔ کڑھ کڑھ کر اور تنگ دلی سے خرچ کرنا۔ حقدار کو ستا ستا کر دینا۔

(۱۲) تحسیر۔ خوشی سے خرچ نہ کرنا۔ مجبوراً۔ اور مارے باندھے کے خرچ کرنا۔

(۱۳) توسیط۔ درمیانی روش سے خرچ کرنا۔

(۱۴) تبذیر۔ باطل راستے میں خوش دلی سے خرچ کرنا۔ خیال رہے کہ اللہ کے راستے میں بے تحاشہ خرچ کرنا اور سب مال لٹانا بھی حق ہے۔

لطیفہ۔ کسی شخص نے جشن عید میلاد النبی میں بہت مال خرچ کیا جھنڈیاں اور چراغاں کیا اور غریبوں کو روپیہ کپڑے اور کھانا بانٹا۔ تو ایک وہابی صاحب نے کہا۔ لَا خَیْرَ فِی الْاِسْرَافِ۔ فضول خرچی میں کوئی نیکی اور بھلائی نہیں۔ بزرگوں نے جواب دیا۔ لَا اِسْرَافَ فِی الْخَیْرِ بھلائی اور نیکی میں فضول خرچی ہوتی ہی نہیں

سکتی۔ سبحان اللہ کیا پیارا جواب ہے اور اس آیت کی جامع مانع مختصر تفسیر۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ والدین کی وہ پرورش جو انہوں نے اولاد کی بچپن میں کی وہ الفت محبت شفقت۔ قلبی توجہ اور محنت مشقت میں اس پرورش سے کہیں زیادہ اور مشکل اور سچی لگن والی ہے جو بیٹا اپنی جوانی اور دولت سے والدین کی کرتا ہے۔ یہ فائدہ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا۔ دعائیہ حکم سے حاصل ہوا۔ خیال رہے کہ والدین اور اولاد کی تربیت میں چار طرح فرق ہے ایک یہ کہ والدین اپنی قدرتی محبت کی بنا پر اولاد کو پالتے ہیں مگر اولاد بناوٹی محبت سے۔ یہاں تک کہ جانور بھی اپنے بچوں کو پالتے ہیں اپنے والدین کو نہیں پالتے۔ دوم یہ کہ والدین کی تربیت کا حق ادا نہیں ہو سکتا کہ وہ پیٹ اور نطفے اور لوتھڑے اور طفلگی سے شروع ہے۔ اولاد کی تربیت کا بدلا دیا جا سکتا ہے سوم یہ کہ والدین بچے کی زندگی اور بقا کی نیت اور دعاؤں سے پرورش کرتے ہیں والدین کے سامنے اولاد کی اگلی زندگی ہوتی ہے۔ مگر اولاد اپنے بوڑھے والدین کی موت کی نیت سے خدمت کرتی ہے بلکہ بعض اوقات موت کی دعائیں مانگتی ہے۔ والدین کبھی اولاد کے لیے موت کی دعا نہیں مانگتے بلکہ آخری سانس تک زندگی چاہتے ہیں۔ چہارم یہ کہ والدین کو پرورش کا حکم دینے کی ضرورت نہیں اولاد کو دینے کی ضرورت ہے اسی لیے ان آیت میں بار بار سخت تاکید و وعید سے حکم دیا گیا۔ **دوسرا فائدہ۔** سادات کی مالی خدمت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے کیونکہ وہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہیں یہ فائدہ۔ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ (الخ) کی آیت کے مطلق ہونے سے حاصل ہوا۔ کیونکہ دنیا میں ہر مسلمان کے ایمانی اہل قرابت صرف سید حضرات ہی ہیں **تیسرا فائدہ۔** اگر اولاد کے دل میں ادب و احترام اپنے والدین کا پورا پورا ہو اور خدمت گزاری کا شوق بھی ہو مگر کسی سخت مجبوری کی وجہ سے خدمت نہ کر سکیں تو گنہگار نہ ہوں گی یہ فائدہ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ (الخ) سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ۔** اللہ تعالیٰ نے جس کو بھی مال دولت دی ہے وہ اس کے اکیلے کے لیے نہیں دی بلکہ ہر امیر انسان پر بیشمار حقوق ہیں گویا کہ امیر آدمی کو رب تعالیٰ نے غربا اور اہل حقوق کا بینک بنایا ہے

احکام القرآن

ان آیات کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ دنیوی امداد اور بیماری محتاجی کے لیے کافر والدین کے لیے رحم کی دعا مانگنی جائز ہے۔ لیکن کفار کے لیے مغفرت اور بخشش کی دعا مانگنی قطعاً ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے یہ مسئلہ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا (الخ) سے مستنبط ہوا۔ جیسا کہ تفسیر عالمانہ میں وضاحت کر دی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ۔

دوسرا مسئلہ۔ جو لوگ نئے مسلمان بنے ہوں اور ان کے وَالِدَین کافر ہوں زندہ یا فوت ہو چکے ہوں۔ وہ نو مسلم مرد یا عورت اپنی نماز میں۔ التحیات میں تشہد کے بعد۔ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ ۔ والی دعا قطعاً نہ پڑھیں۔ بلکہ ایسے نو مسلموں کو یہ دعا سکھائی ہی نہ جائے۔ اس لیے کہ اس میں وَالِدَین کی مغفرت کی دعا شامل ہے۔ جو کافر وَالِدَین کے لیے مانگنی حرام ہے غالباً صحابہ کرام سے اسی لیے یہ دعا نماز میں ثابت نہیں ہے یہ مسئلہ بھی۔ رَبِّ ارْحَمْهُمَا۔ و الی ۔ آیت سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ۔** کافر زندہ موجود وَالِدَین کے لیے یہ دعا مانگنی جائز ہے کہ یا اللہ تو والدین کو اس زندگی میں ہی اسلام کی سچی ہدایت و توفیق عطا فرما۔ کیونکہ یہ دعا ذیوی زندگی اور ایمانی روحانی صحت کے لیے ہے لہٰذا یہ بھی خدمت گزاری میں شامل ہے اور یہی بحث یہی ہے **چوتھا مسئلہ۔** مسلمان والدین کے فوت ہونے کے بعد بھی ان کو ہر طرح کا آرام پہنچانا ہر مسلمان اولاد کا فرض ہے۔ لہٰذا قبر پر بعد دفن اذان دینا۔ اور کبھی کبھی یا ہر جمعہ کو والدین کے قبور پر تا عمر جانا فاتحہ پڑھنا۔ ان کا تیجہ۔ دسواں۔ چالیسواں کرانا۔ اور اپنے نیک اعمال کر کے ان کو قبر و حشر کی خوشیاں دینی اور ثواب بخشنا یہ سب کچھ بھی خدمت گزاری میں شامل ہے۔ غرض کہ جس چیز سے ان کو فائدہ پہنچے دنیا اور قبر حشر میں وہ کام کرنا اولاد پر لازم و ضروری ہیں۔ یہاں تک کہ وَالِدَین کے دوستوں سہیلیوں سے بھی اچھا سلوک کرے۔ یہ مسئلہ وَاخْفِضْ لَهُمَا (الخ) سے مستنبط ہوا

پانچواں مسئلہ۔ موجودہ زمانے کے گداگروں کو کچھ دینا ناجائز ہے یہ لوگ جھوٹے مسافر بن جاتے ہیں۔ اسی لیے بزرگ فرماتے ہیں جو شخص اپنی جس حاجت کا ذکر کرے تو دینے والے کو چاہیئے کہ یا اپنے کسی ذریعے سے وہ حاجت پوری کر دے پیسے نہ دے تاکہ جھوٹے لوگ ناجائز فائدہ اٹھا کر گداگری کی لعنت میں نہ پڑے رہیں۔ یہ مسئلہ حَقَّهٗ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا جَنَاحَ الذُّلِّ ۔ جَنَاحْ ۔ ایک مضبوط ظاہری عضو کا نام ہے اور ذُلٌ بمعنیٰ عاجزی ہے اور عاجزی انکسار اور لاغری قلبی صفت کا نام ہے۔ اعضاءِ ظاہری واندرونی (باطنی) جسم کے ہوتے ہیں نہ کہ صفاتِ کے تو پھر یہاں جَنَاحَ الذُّلِّ کیوں فرمایا گیا ؟

جواب۔ امام رازی نے اس کے دو جواب دیئے ہیں ایک یہ کہ یہ اضافتِ حقیقیہ نہیں ہے جس سے نسبت واقعی ثابت ہو۔ بلکہ اضافتِ صفاتیہ ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں بہادری کا شیر ہے اور فلاں حسن کا خزانہ ہے یا سخاوت کا حاتم ہے یہی یہاں مقصود ہے اور جَنَاحُ الذُّلِّ کے حکم دینے کا سبب یہ ہے کہ عاجزی مثل پروں کے عام پھیلی ہوئی ہونی چاہیئے ۔ دوم یہ کہ یہ تمثیلی اشارہ ہے اور استعارۃً لفظِ جناحِ ذُلّ کے لیے استعمال فرمایا گیا۔ جیسے کہ قوتِ الٰہیہ اور تائیدِ الٰہیہ کے لیے یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ۔ فرمایا گیا ۔ یا توجہ

ربوبیت کے لیے ینظر اللہ فرمایا گیا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ آنکھ ہاتھ وغیرہ سے پاک ہے۔
دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ رَبَّیَانِیْ صَغِیْرًا۔ اے اللہ ان پر ایسا رحم فرما جس طرح انہوں نے مجھ پر بچپن میں پرورش کا رحم فرمایا۔ والدین نے اولاد پر کیا رحم کیا اپنی لذتِ شہوت کے لیے صحبت کی اور ہزار مصیبتوں تکلیفوں۔ بیماریوں کے لیے ایک معصوم جان کو دنیا میں لے آئے۔ اور اگر وہ بچہ برا بن گیا تو جہنم کا مستحق ٹھیرا۔ یہ والدین کا احسان نہیں یہ تو ظلم ہے۔ (عام بد دماغ جوان لوگ)
جواب۔ والدین نے تو احسان ہی کیا ہے کہ دنیا کی رونقوں دولتوں اور ایمانی عرفانی بہاروں میں اولاد کو لائے پھر اولاد کی خاطر ہزار ہا رنج غم تکلیفیں برداشت کیں پھولوں کی طرح بچوں کو رکھا اچھی صحبت اچھی تعلیم کی کوشش کی ہر طرح ہنر سکھایا پیسہ لٹایا۔ اب آگے بیماری تکلیفیں اس کی قسمت جنتی یا دوزخی بننا تو والدین کی تربیت کے بعد۔ بلوغت میں جا کر اولاد کی اپنی مرضی پر منحصر ہے۔ واللہ ورسولہٗ اعلم بالصواب۔

تفسیر صوفیانہ

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا۔ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا۔

ہماری ہی بارگاہ سرمدی سے ہر اپنے پرائے دوست دشمن۔ فرماں بردار نافرمان کو اور ہر ادھر ادھر کے طالب دنیا و طالب آخرت کو امداد ملتی ہے اے قلب محبوب یہ سب تیرے رب سبحانہٗ وتعالیٰ کی عطاء فیضانی ہے۔ اس بازارِ دنیا میں تیرے رب کے تمام ظاہر و باطن خزانے کھلے اور بکھرے ہوئے ہیں کسی پر کوئی روک رکاوٹ نہیں اپنے اپنے نصیب کا ہر شخص پا رہا ہے۔ اور مَا کَانَ۔ نہیں ہے تیرے ربِّ کائنات کے انعامات کسی سے بھی روکے ہوئے۔ اس دارِ فنا میں کوئی طالب دنیا ہے کوئی طالب آخرت۔ کوئی طالب عقبیٰ۔ کوئی طالب مولیٰ ہے۔ کوئی طالب حرام ہے کوئی طالب حلال۔ کوئی طالب خلوص ہے کوئی مبتلا ریاکاری۔ کسی کو عشقِ الٰہی کسی کو محبتِ تباہی۔ کسی کی دوڑ دارِ بقا کی طرف کسی کی دارِ فنا کی طرف۔ ہر شخص کو اس کی چاہت و خوشی کا حصہ مل جاتا ہے۔ اس کی عطا میں ہر طلبگار کا حصہ میسر ہے۔ اسی قانونِ ازلی کے مطابق کسی کو اعلیٰ کسی کو ادنیٰ کسی کو عزت کسی کو ذلت۔ کسی کو مقبولیت کسی کو محرومیت۔ کسی کو مسعودیت کسی کو مقہوریت۔ کسی کو مجنونیت کسی کو مجذوبیت۔ کسی کو محبوبیت کسی کو مہجوریت۔ حیاتِ دنیا میں طالب مولیٰ محمود بن جاتا ہے اور طالب دنیا مردود بن جاتا ہے۔ راہِ طلب کا مخلص مرحوم ہوتا ہے اور منزلِ شوق کا مفتیر مذموم ہوتا ہے۔ راہِ معرفت کو دنیا طلبی کے لیے اختیار کرنے والا مخذول ہو جاتا ہے۔ اے اسرارِ مخفیہ کے شناسا قلبِ محبوب دیکھو ہم نے عالمِ ناسوت میں فنا و بقا کی کیسی کیسی فضیلتیں دی ہیں بعض کو بعض پر۔ کہ کوئی مغبون ہے کوئی منصور کوئی ممنونیت کی فضیلت پا گیا اور کسی نے مامونیت کی۔ اے ظاہر

پرستو۔ باطل کی طرف دوڑنے والو منزلِ مراد کی آخرت انوار و مشاہدات کے درجوں میں کہیں زیادہ بڑی ہے اور فضیلت قُرب عظمت محبوبیت میں بہت ہی بڑی ہے۔ اے معرفتِ الٰہیہ کے مشاہدات پر ایمان لانے والو ہر وقت ذکر خفی و ذکرِ جلی۔ لِسانی وسِرّی اور سِرّ الاسرار کے ذکر سے اپنے رب تعالیٰ کی عطاؤں کی طرف راغب ہو جاؤ تاکہ تم ولایتِ کبریٰ کی آخری منزل تک پہنچنے میں کامیابی و کامرانی پاؤ اور بس اللہ کی طرف ہی دوڑو۔ اور اللہ کی طرف دوڑنا یہ ہے کہ اس کے محبوب نبی اللہ کی عطاؤں کے تقسیم کرنے والے سید الکونین کے آستانۂ عرشیہ کی طرف آجاؤ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کو ہر وقت نظرِ حکمت سے دیکھنے والا ہے ان کی طلب اور ارادوں کو پورا فرمانے والا ہے۔ کس کو کیا دینا ہے یہ اُسی کی حکمت و عطا ہے۔ اے اللہ کے بندو اس عالمِ فنا کے امتحان میں معتوب و مقبول سب ہی موجود ہیں تم اُن سے دوستی نہ لگاؤ کہ جن پر اللہ نے دنیا دے کر غضب کیا اور وہ بدنصیب منزلِ عشقِ الٰہیہ کی آخرت سے اس طرح مایوس اور غافل ہو گئے جس طرح کافر اسرارِ طریقت خلوتِ مشاہدہ کے اہلِ قبور قلبی سے ناواقف ہو گئے اے منزلِ معرفت کی طرف چلنے والے مسافرو اور ہم قدم ساتھیو تم لذۃِ دنیا اور دنیا والوں کی طرف نہ دیکھو اُن کی طلب جیسی طلب نہ کرو اس لیے کہ دنیا مردار ہے اور اُس کے طالب آوارہ کتے ہیں۔ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۔ اے راہِ آخرت کے مسافر اس حیاتِ دنیا میں تیرے لیے ہزاروں مصیبتیں حاجتیں ضرورتیں مشکلیں موجود ہیں کامل ایمان اور سچی توحید یہ ہے کہ تیرا یقین اس بات پر مضبوط ہو کہ تیری ہر چیز اللہ ربُّ العزّت معبودِ حقیقی کے قبضے میں ہے تیری تقدیر ازل سے لکھی گئی ہے۔ تقدیر سے کسی کو مفر نہیں اور اس سے زیادہ کسی کا مقر نہیں۔ لہٰذا اللہ کے ساتھ کسی اور چیز کو بھی اپنی حاجات کا الٰہ رازق خالق دیوتا دیوی۔ اپنی عبادت و سجدہ ریزی کا مستحق و لائق نہ سمجھ۔ اللہ کی منشا کے بغیر حکم الٰہی کے مقابل کوئی بھی تیرا نفع یا نقصان حاجت روائی مشکل کشائی نہیں کر سکتا۔ اللہ کے خلاف کسی کو حاجت روا مشکل کشا رزق دینے والا سمجھنا کفّار کا طریقہ ہے۔ دنیا کے تمام سچے مشکل کشائی حاجت روائی کرنے والے انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام اور اولیاءِ عظام و دیگر دنیا والے انسانی ہمدردی والے سب اللہ ہی کی مرضی سے اور اُس کی عطا کے وسیلے بن کر لوگوں حاجتمندوں عاجزوں مسکینوں کی مشکل کشائی کرتے ہیں وہ اگرچہ عارضی مشکل کشا ہیں مگر حقیقی دائمی مشکل کشا اللہ ہی ہے اس لیے شریعت طریقت معرفتِ حقیقت کا ظاہری باطنی الٰہ وہی اللہ ربُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے۔ اگر مقامِ عرفانی میں کسی کو بھی معبودیت کے لائق ذرہ بھر یا ایک ساعتِ قلیل کے لیے سمجھ لیا۔ فَتَقْعُدَ۔ مقامِ حیرت میں بیٹھا رہ جائے گا۔ شرکِ معرفت اور کفرِ خفی کا مذموم ہو کر اور ظلماتِ حجاب کا مخذول و ذلیل ہو کر۔ اس میدان کا موحّد و شہسوار

صرف وہی حق پرست ہے جو لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا ھُوَ اور لَا مَسْجُوْدَ اِلَّا ھُوَ ہو بلکہ اہلِ معرفت کی آخری منزلِ توحید۔ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا ھُوَ۔ اور پہلی منزل۔ لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا ھُوَ۔ ہوتی ہے۔ جو طالب مراد اس راستے سے ہٹا وہ عُرفا کے نزدیک مذموم مخذول ہوا۔ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۔ اور اے طلب محبوب تیرے روح و جسم اور ظاہر و باطن کے پالنے والے اِلٰہ العٰلمین نے تاقیامت اہلِ سلوک کے لیے حکمِ ازلی جاری اور قائم فرمادیا ہے کہ اے عقل و دماغ۔ روح و مزاج۔ نفس و ضمیر اعضاءِ باطنی حیاتِ ناسوتی کے زمانے میں ہر سِرّ و خفی میں خلوت و جلوت میں کسی کی عبادت نہ کرو مگر اس ہی رَبُّ الْاَرْوَاح کی اور عالَمِ اَرواح سے عالَمِ اجسام تک اسی سے تعلّق جوڑو۔ اس کی محبّت عبادتِ ایمانی ہے۔ اس کے علاوہ کسی کو معبود اور منزلِ سفر کا مقصود و مطلوب نہ سمجھو کوئی دیوی دیوتا نہ محبّت کرتا ہے نہ کرسکتا ہے۔ نہ کسی کی محبّت کام آسکتی ہے بس اُسی ربّ کائنات کی محبّت ازلی ابدی فائدہ دینے والی ہے۔ اے مسافرِ راہِ ازل اس رازِ مخفی کے اشارے پر غور فرما کہ حیاتِ لاہُوتی میں سب سے زیادہ محبّت والی وہ دو ہستیاں جو عالَمِ روح سے تجھ کو عالَمِ جسمی میں لانے کا وسیلہ بنے ان کی محبّت و شفقت اور پرورش۔ ربوبیت و شفقتِ الٰہیہ کا نمونہ و نشان ہے مگر مرورِ زمانہ سے ایک وقت آتا ہے کہ ان کی محبت بھی محتاجی میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اولاد کی ساری امیدیں والدین سے ٹوٹ جاتی ہیں اور کہنا پڑتا ہے کہ اے وَالِدَیْن سے پلنے اور پرورش پانے والی اولاد اب تو اپنے وَالِدَیْن کو پال۔ احسان کر جب کہ ایک یا دونوں عمرِ فنا کو پہنچیں۔ کائنات میں سب سے زیادہ محبّت وَالِدَیْن کی ہے جب وہ ہی ختم ہوگئی تو یہ جھوٹے بُت اور دیوی دیوتا کب کسی کی مدد کرسکتے ہیں۔ بس رب تعالیٰ ہی ہے جس کی محبّت ازلی قدیم ہے اس لیے اسی کو اِلٰہ مانو (محی الدین ابن عربی) صوفیا و عُرَفا فرماتے ہیں کہ بندے کی روح مثلِ والدہ ہے اور جسم مثلِ والد ہے۔ اور عقل۔ دماغ شعور۔ فکر۔ تخیّل۔ ضمیر۔ نفس۔ قلب مثلِ اولاد ہے۔ قبلِ بلوغت اولاد کا بچپنہ ہے بعدِ بلوغت والدین کا بڑھاپا جسم کو شریعت پر چلانا والد کی خدمت گزاری ہے اور روح کو راہِ معرفت پر لانا گویا والدہ کی خدمت گزاری ہے۔ اے بندۂ مومن اپنے رب کا حکم قضیٰ اپنے عقل دماغ کو سنا کہ حیاتِ دنیوی کو غنیمت شمار کر اپنے روح کو تزکیہ روحانی ریاضتِ عرفانی سے پاک و طاہر کر دے اور اعمالِ شریعت سے عبادتِ حقیقت سے جسم کو مزیّن کر کے دونوں پر احسان کر دے دنیا کی عیاشیوں نے دونوں کو بوڑھا کر دیا گناہوں اور معصیت سے بچا۔ گناہِ صغیرہ کا اُف بھی نہ کر اور گناہِ کبیرہ شرک کفر کی جھڑکیوں تکلیفوں مصیبتوں نافرمانیوں میں نہ ڈال صاحبِ رسول کے پیارے کلماتِ انوار و مشاہدات کے

نجات اور قربِ الٰہی کی بشارت سے قولاً کریمًا بول۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا۔ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ اِنْ تَكُونُوا صٰلِحِينَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِينَ غَفُورًا۔ اے عقل وقلب کی اولاد اپنے روح وجسم کے لیے عبادت کے نوریا منت ومشقت کے سُرور اور مشاہدات سے تذکیۂ نفس کے پَر پھیلادے رحمۃٌ عالمین کی اِتّباعِ حَسَنَہ سے۔ اور اپنے رَبِّ سُبحانَہٗ وتعالیٰ سے ہر ساعت وہر حالت میں اپنے جسم وروح دونوں کے لیے لسانِ صدق وبیان عجز سے عرض کرتا رہ کہ اے کائناتِ سرمدی وعالمین فنا وبقا کے رب کریم میرے جسم وروح پر قربِ انوار کا رحم فرما۔ جس طرح ان دونوں نے اپنے گہوارۂ عاطفت میں مجھ کو راہِ سلوک کی پرورش عطا کی اور قوّتِ عصمت وطاقتِ فکر اور تدبیرِ فہم تخیّل اَسرارِ معرفت کی منزل پر لگایا۔ اے اولادِ عقلی وابناءِ فہمی بناتِ ذکری تمہارا پرورشِ روحانی فرمانے والا رب تمہارے اَسرار وارادوں کو بہت جاننے والا ہے جو تمہاری روح کی گہرائیوں۔ نفس وضمیر کی پنہائیوں میں چھپنے والے ہیں اے قالب وقلب، روح وعقل نفس وضمیر اگر تم سب راہِ مراقبہ کے خلوت نشین اور اِصلاحِ اَعمال کے پردہ نشین ہو گئے تو بیشک یقینًا وہ رحیم وکریم میدانِ معرفت اور منزلِ شوق۔ وادیٔ عشق کے پُر خلوص اَوّابین کو مشاہداتِ جمال کے پردوں میں اَبدی شفقت سے ڈھکنے والا ہے۔ اور حجاباتِ ظلمت کو توڑنے والا ہے۔ دنیاءِ ناسوت کا شہنشاہ وہ ہے جو زمین پر قابض ہو لیکن عالمِ لاہوت وعلاقۂ جبروت کا بادشاہ وہ ہے جو عقل وقلب پر قابض ہو۔ اے بندو تمہارا سفر عالمِ اَرواح سے شروع ہو چکا ہے اے صالحینِ معرفت اللہ کے لیے اللہ میں مائل اور مشغول ہو جاؤ۔ اس لیے کہ بیشک اللہ ذاتِ وحدہٗ لاشریک ہی مومن کا مقصود ہے۔ اے عارفین سالکین آخرت میں فکر وذکر کرو کیونکہ قربِ جمال کی آخری منزل ہی مدارج کی بلندی ارادوں کی ترقّی ہے۔ اہلِ حکمت فرماتے ہیں کہ دنیا کا طالب جاہل ہے اور آخرت کا طالب عاقل ہے اور مولیٰ کا طالب کامل ہے۔ دنیا کا طالب مردود ہے عقبیٰ کا طالب محمود ہے۔ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا اِخْوَانَ الشَّيٰطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهٖ كَفُورًا۔ اے اَعمالِ صالحہ کے دولت والو اور مغفرت کے خزانے والو۔ اپنے اَعضاءِ ظاہری کے رشتے وقرابت کا حقِّ خلقت وپیدائش ادا کرو۔ اور وادیٔ طلب کے مسکین قوموں کو حقِّ مسافرت پورا دو۔ دنیا میں اپنے قوموں کو راہِ سَعادت کی طرف خوب چلاؤ یہی اُن کا حق ہے اور تمہارے ارادے وہم وخیالات وادیٔ حیرت کے مسافر ہیں اِن کی نیّت نیک ان کا حق ہے وہ ان کو پہنچاؤ۔ اور اپنی کسی چیز کو بھی ناحق اور حق سے دور استعمال نہ کرو۔ ایک آن بھی غفلت کو گزرنا جرم ہے۔ بیشک، اپنے اوقات قیمۃ کو بری

صحبتوں ۔ بدراہوں ۔ غفلتوں سستیوں حماقتوں گناہوں میں گزارنے والے مُبتدِین طریقت ہیں اور ایسے بدخصلت وبدنصیب شیطانِ نفس کے ساتھی اور قرابتِ اعمال کے بھائی ہیں ۔ روح وبدن قلب وعقل کا شریعت وطریقت اور منزلِ مقصود حیاتِ دنیوی کو چھوڑنا ہی شیطانیت ہے اور اور اللہ کی ہزارہا نعمتیں قوتیں مہلتیں برتنے والا شیطان اور نفس خبیث اپنے رب کا ہر وقت کھلا ناشکرا ہے ۔ علماءِ شریعت کے نزدیک گناہ ناشکری ہے لیکن علماءِ معرفت کے مشرب میں ہر وہ کام ناشکری اور کفرانِ نعمت ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں نہ ہو ۔ اگرچہ عبادتِ ظاہری ہو یا وادیٔ معرفت کی راہ نوردی ہو ۔ وہ وظیفہ خوانی تسبیح رانی چلہ کشی جو نقشِ قدم مصطفیٰ عَلَیْہِ التَّحِیَّۃُ وَالثَّنَا سے ہٹ کر یا مخالف ہو وہ سب وِرد وظائف جبّہ ودستار پیری مریدی ناشکریٔ ابلیس میں شمار ہے دنیا طلبی ناشکری ہے ۔ دین کی طلب شکرِ خداوندی ہے ۔ اصل شکر نبیٔ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اتباع اور اطاعت کا نام ہے ۔ اس لیے کہ دنیا کا طالب دنیا کا مغرور ہے عقبیٰ کا چاہنے والا مسرور اور طالبِ مولیٰ دونوں جہان میں منصور ہے ۔ دنیا کا طالب ہالک اور فنا ہے عقبیٰ کا طالب سالک اور بقا ہے لیکن مولیٰ کا طالب مالکِ بحر وبر ہے ۔ دنیا کا طالب ذلیل ہے ۔ عقبیٰ کا طالب جلیل صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۔ مولیٰ تعالیٰ کا طالب خلیلِ بارگاہ ہے ۔ اے میرے اللہ مجھ کو بھی اپنا اور اپنے حبیب کا سچا طالب بنا ۔

وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ

اور اگر بے توجہ ہو تو کسی دن ان حاجتمندوں سے ملنے کی امید میں رحمت کی دولت طرف سے

اور اگر تو اُن سے منہ پھیرے اپنے رب کی رحمت کے انتظار

رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿٢٨﴾

رب اپنے کے آس لگائی تو نے جس کی تو کہہ اُن سے ایسی بات جو بہت نرم ہو ۔

میں جس کی تجھے امید ہے تو اُن سے آسان بات کہہ

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ

اور نہ بنا تو دینے والے ہاتھ کو اپنے بندھا ہوا طرف گردن کے اپنے کنجوسی سے اور نہ

اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور

وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا

کھولدے تو اس کو تمام کھولن کہ بیٹھ رہے تو ملامت کیا ہوا

نہ پورا کھولدے کہ تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا

مَّحْسُورًا ﴿٢٩﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن

تنگی دیا ہوا ۔ بیشک رب تیرا کھولتا ہے رزق کو لیے جس کے

تھکا ہوا بیشک تمہارا رب جسے چاہے رزق کشادہ دیتا

يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا

چاہے اور اندازے سے دیتا ہے۔ بیشک وہ ہے سے بندوں اپنے پورا خبر والا

اور کستا ہے ۔ بیشک وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا

بَصِيرًا ﴿٣٠﴾ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ

سمجھنے والا اور نہ قتل کرو تم اولاد کو اپنی خوف سے

دیکھتا ہے اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے ڈر سے

إِمْلَاقٍ ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۚ إِنَّ

غریب ہونے کے ہم رزق دیتے ہیں ان کو اور تم کو ۔ بیشک

ہم انہیں بھی روزی دیں گے اور تمہیں بھی ۔ بیشک

قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْأً كَبِيرًا ﴿٣١﴾

قتل	اُن کا	ہے	جرم	بہت	بڑا۔
اُن کے	قتل	بڑی	خطا	ہے۔	

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق - پچھلی آیتوں میں حقوق والوں کو اُن کے حق دینے کا ذکر ہوا اب ان آیات میں اُن دینے والوں کا ذکر ہے جو کسی وقت عارضی طور پر دینے سے تنگ دست ہو جائیں۔

دوسرا تعلق - پچھلی آیت میں فضول خرچی کرنے والوں اور دنیوی حلال دولت برباد کرنے کی برائی کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں۔ مسلمان کو خرچ کرنے کا صحیح طریقہ بیان کیا جا رہا ہے۔ **تیسرا تعلق** - پچھلی آیت میں دینے والے امیروں اور لینے والے مسکینوں مسافروں کا ذکر ہوا تھا۔ اب ان آیتوں میں فرمایا جا رہا ہے کہ امیر غریب بنانے والا رب تعالیٰ ہے۔ لہٰذا کسی کو حقیر سمجھ کر مغرور نہ ہو۔

شانِ نزول - خزائن العرفان میں ہے کہ ایک مومنہ صحابیہ کے سامنے ایک یہودیہ نے حضرتِ موسیٰ کی سخاوت کا بہت تذکرہ کیا اُن صحابیہ نے فرمایا کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے بھی زیادہ سخی ہیں اور اُس کو سمجھانے کے لیے اپنے بیٹے کو نبی کریم کی خدمت میں بھیجا کہ کچھ عطا فرماؤ۔ اتفاق سے اُس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ بھی نہ تھا مگر آپ نے اپنی قمیص ہی اتار دی وہ لے گیا یہودیہ تو بہت حیران ہوئی مگر نبی کریم گھر میں ہی نماز تک جلوہ افروز رہے صحابہ کو پتہ چلا تو ایک صحابی نے اپنی چادر خدمتِ اقدس میں پیش کی تب یہ دو آیتیں ۲۹ تا ۳۰ نازل ہوئیں۔

ایک قول یہ ہے کہ اصحابِ صُفّہ حضرات بلال خبیب یاسر۔ ابوہریرہ صہیب رضی اللہ عنہم اپنی حاجات آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کرتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی مشکلیں حاجتیں حل فرمایا کرتے تھے کبھی کبھی خانہ مقدس میں کچھ نہ ہوتا تھا تو آپ خاموشی اختیار فرماتے تھے جس سے صحابہ کرام کو اندازہ ہو جاتا اور وہ اپنے سوال پر نادم ہو کر لوٹتے تھے۔ تب ایک یہ تیسری آیت نازل ہوئیں کہ آپ خاموشی نہ فرمایا کریں بلکہ اپنی دلربا گفتگو سے نوازا کریں آپ کی نظرِ رحمت اور رحمت و تسلی والی باتیں بھی کروڑوں نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہے۔ اور بھی اقوال مذکور ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تفسیر نحوی

وَاِمَّا تُعۡرِضَنَّ عَنۡهُمُ ابۡتِغَآءَ رَحۡمَةٍ مِّنۡ رَّبِّكَ تَرۡجُوۡهَا فَقُلۡ لَّهُمۡ قَوۡلًا مَّيۡسُوۡرًا ۔ وَلَا تَجۡعَلۡ يَدَكَ مَغۡلُوۡلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبۡسُطۡهَا كُلَّ الۡبَسۡطِ فَتَقۡعُدَ مَلُوۡمًا مَّحۡسُوۡرًا ۔

واؤ استینافیہ ۔ اِمَّا ۔ اصل میں ۔ اِنۡ شرطیہ اور ما تاکیدیہ ہے ۔ تُعۡرِضَنَّ ۔ باب افعال کا فعل مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر بانون ثقیلہ لام تاکید اول میں ماتاکیدیہ کی وجہ سے نہیں آیا ۔ ماتاکیدیہ جملہ کو انشائیہ بناتا ہے اور لام تاکیدیہ جملہ کو خبریہ مستقبل بناتا ہے ۔ یہاں شرطیہ کی وجہ انشائیہ ہونا لازم ہے لہٰذا ماتاکیدیہ کا آنا ہی ضروری تھا ۔ مصدر ہے اِعۡرَاضٌ بمعنیٰ سامنے نہ آنا ۔ یعنی منہ پھیرنا بے توجہ ہونا ۔ کنی کتر انا ۔ غفلت برتنا ۔ یہاں ہر معنیٰ مناسب ہے عَرۡضٌ سے بنا ہے بمعنیٰ سامنے لانا لازم بھی ہوتا ہے متعدی بھی اور بقاعدۂ نحو متعدی کیا جائے تو نفی کی مشابہت پیدا ہو جاتی ہے ۔ یہاں بھی ایسی ہی کیفیت ہے کہ سامنے لانے کو جب باب افعال میں لایا گیا تو معنیٰ ہو گیا کہ دوسرے نے رُخ پھیر لیا ۔ عَنۡ جارہ مجاوزت زوالی کے لیے هُمۡ ضمیر جمع غائب مرجع ہے قربیٰ وغیرہ ۔ اِبۡتِغَآءَ ۔ باب افتعال کا مصدر ہے بمعنیٰ چاہنا ۔ تلاش کرنا ۔ ڈھونڈنا انتظار اور امید کے ساتھ کوشش کرنا ۔ یہاں آخری معنیٰ مراد ہیں ۔ بَغۡیٌ سے بنا ہے ۔ مصدر مضاف رَحۡمَةٍ اسم مفرد مؤنث لفظی ۔ بمعنیٰ مہربانی احسان نعمت الٰہی ۔ رزق حلال ۔ بحالت جر ہے مفعول مضاف الیہ ہے اور موصوف مابعد کا مِنۡ جارہ ابتداء غایت کے لیے رَبِّ بمعنیٰ پروردگار كَ ضمیر واحد حاضر مضاف الیہ ۔ یہ مرکب اضافی مجرور متعلق اِبۡتِغَآءَ کا تَرۡجُوۡ ۔ باب نَصَرَ کا مضارع مثبت معروف واحد مذکر ۔ زمانہ حال ہے رَجُوٌّ یا رَجَاءٌ سے بنا ہے ۔ بمعنیٰ امید کرنا ۔ تَرۡجُوُ تھا ۔ واؤ پر ضمہ بوجھل (ثقیل) ہوا ساکن کر دیا ۔ اس کا فاعل اَنۡتَ ضمیر پوشیدہ ہے هَا ضمیر مفعول بہ ہے مراد رَحۡمَة ۔ جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہوئی ۔ اِبۡتِغَآءَ مصدر اپنے سب معمولات سے مل کر شبہ جملہ ہو کر مفعول لہٗ ہوا تُعۡرِضَنَّ کا ۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی ۔ فَ جزائیہ ۔ قُلۡ باب نَصَرَ امر حاضر معروف واحد مذکر حاضر اَنۡتَ پوشیدہ اس کا فاعل لام جارہ تعدیہ کا هُمۡ ضمیر کا مرجع مساکین وغیرہ جار مجرور متعلق ہے قُلۡ کا ۔ قَوۡلًا اسم مصدر اجوف واوی موصوف ہے ۔ مَّيۡسُوۡرًا ۔ اسم مفعول واحد مذکر باب ضرب سے ہے یُسۡرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ آسان کرنا ۔ نرم ہونا ۔ نرمی کرنا ۔ ترجمہ ہے نرم اور آسان بات ۔ صفت ہے ۔ فراخ دلی بھی معنیٰ ہے عُسۡرٌ کا مقابل یہ مرکب توصیفی مفعول مطلق ہے قُلۡ کا ۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر جزا اور شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ ہوا ۔ واؤ سرجملہ ۔ لَا تَجۡعَلۡ فعل نہی واحد مذکر حاضر جَعۡلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ڈالنا ۔ يَدَ ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ ہاتھ ۔ حقیقی لغوی ترجمہ ہے طاقت ۔ قبضہ ۔ حمایت ۔ مجازاً مناسبت کی وجہ سے ہاتھ کو يَدٌ کہا جاتا ہے دو کو يَدَيۡنِ جمع کو اَيۡدِیۡ ۔

یہاں مراد ہاتھ ہے مضاف ہے کَ ضمیر حاضر مضاف الیہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے مَغْلُوْلَۃً۔ اسم مفعول صیغہ واحد مؤنث۔ غَلٌّ سے بنا ہے لغوی ترجمہ بندھنا۔ باندھنا۔ غولٌ ہتھکڑی کو اور گلے کے طوق کو انہی معنی میں کہتے ہیں ھِیَ ضمیر مستتر فاعل ہے اصطلاحًا اور مناسبتًا کنجوس کو بھی کہدیتے یہاں ترجمہ لغوی ہے اور مراد کنجوسی ہے۔ اِلٰی جارہ انتہاءِ غایت کے لیے عُنُقٌ۔ اسم مفرد جامد بمعنی گردن۔ مضاف ہے کَ ضمیر مضاف الیہ مرکب اضافی مجرور۔ جار مجرور متعلق ہے مغلولۃً۔ یہ جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے یَدَ کا یا اَنْتَ مستتر کا۔ اگر ترجمہ ہو کنجوس تو اَنْتَ کا حال ہے اگر مصدری ترجمہ ہے (بندھا ہوا) تو یَدَ کا حال ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہوگیا۔ واؤ ابتدائیہ۔ لَا تَبْسُطْ۔ باب نصر کا فعل نہی واحد حاضر اَنْتَ مستتر فاعل بَسْطٌ سے بنا ہے۔ بمعنی کھولنا۔ پھیلانا۔ لمبا کرنا۔ ہاتھ ڈالنا۔ ہاتھ پکڑنا۔ ہاتھ بڑھانا۔ بہت دینا۔ یہاں اسی معنی میں ہے ھَا ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے مرجع ہے ہاتھ۔ کُلَّ اسم تاکیدی مضاف ہے الف لام عہدی بَسْطِ مصدر کھولنا کے معنی میں مضاف الیہ ہے مرکب اضافی حال ہے یا تاکید ہے لَا تَبْسُطْ کی یا اَنْتَ کا حال ہے۔ جملہ فعلیہ ہوگیا۔ فَ تعقیبیہ جزائیہ۔ تَقْعُدَ مضارع معروف مثبت صیغہ واحد مذکر حاضر باب نصر سے ہے بحالتِ فتحہ ہے فَ جزائیہ کی وجہ سے کیونکہ اس میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے (جامی) مَلُوْمًا۔ اسم مفعول لَوْمٌ اجوف واوی سے مشتق ہے بمعنی ملامت کرنا۔ طعنہ دینا۔ بحالتِ نصب ہے حالِ اول ہے اَنْتَ ضمیر حاضر مستتر کا جو فاعل ہے تَقْعُدَ کا مَحْسُوْرًا۔ اسم مفعول واحد مذکر حَسْرٌ سے بنا ہے بمعنی۔ حیران ہونا۔ سوکھنا۔ حسرت کرنا۔ تھک جانا۔ پریشان ہونا۔ گم شدہ چیز پر افسوس کرنا۔ یہاں حسرت کے معنی ہیں۔ حالِ دوم ہے۔ تَقْعُدَ کے فاعل کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہوگیا۔ اِنَّ رَبَّکَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ۔ اِنَّہٗ کَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیْرًا بَصِیْرًا۔ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ۔ نَحْنُ نَرْزُقُھُمْ وَاِیَّاکُمْ۔ اِنَّ قَتْلَھُمْ کَانَ خِطْاً کَبِیْرًا۔ اِنَّ حرفِ مشبہ۔ رَبَّکَ مرکب اضافی اسم اِنَّ ہے۔ یَبْسُطُ۔ باب نصر کا مضارع مثبت معروف واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع ہے رَبُّکَ۔ الف لام استغراقی یا جنسی۔ رزق بمعنی مال و دولت سامانِ زندگی۔ مفعول بہ ہے لام جارہ نفع کا مَنْ موصولہ یَشَآءُ۔ باب فتح کا مضارع معروف واحد مذکر غائب شَیْءٌ سے بنا ہے بمعنی چاہنا۔ ھُوَ ضمیر فاعل فعل با فاعل فعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مجرور جار مجرور متعلق ہے یَبْسُطُ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ واؤ عاطفہ یَقْدِرُ۔ باب ضرب کا مضارع مثبت معروف واحد مذکر ھُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل۔ قَدْرٌ سے بنا ہے بمعنی۔ طاقت رکھنا۔ تقدیر بنانا اندازہ کرنا۔ اندازہ رکھنا تنگی پیدا کرنا۔ یہاں ہر معنی مناسب ہیں مگر آخری معنی زیادہ مناسب ہیں۔ فعل با فاعل جملہ ہو کر معطوف ہوا۔

پھر سب مل کر خبر اِنَّ ہو کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ اِنَّ حرف مشبہ کا ضمیر اسم ہے اِنَّ کا منصوب متصل ہے مرجع اللہ تعالیٰ۔ کَانَ فعل ماضی ناقصہ ھُوَ ضمیر اس کا اسم بِ جارّہ مفعولیت (تعدیہ) کا عِبَادِ جمع مکسّر کثرت۔ عَبْد کی بمعنیٰ مخلوق۔ ہٖ ضمیر واحد غائب مجرور متصل۔ اس لیے کہ مضاف الیہ اور اپنے عامل مضاف سے جڑی ہوئی ہے مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلّق ہے کَانَ کی۔ خَبِیْرًا۔ صفت مشبّہ مبالغہ خُبْرٌ سے ترجمہ ہے ہر وقت ہر شخص ہر مخلوق کی خبر رکھنے والا ہر حالت کی۔ بحالتِ نصب سے خبر اوّل ہے بصیرًا بَصَرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ دیکھنا۔ سمجھنا۔ ترجمہ ہے۔ ہر حال کو ہر شخص کے ہر وقت دیکھنا جاننا۔ خبر دوم ہے کَانَ کی جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر خبر ہوئی اِنَّ کی۔ وادٗ سرِ جملہ۔ لَا تَقْتُلُوْا۔ باب نَصَرَ کا قتلٌ سے فعل نہی حاضر معروف بمعنیٰ جان سے مارنا اَنْتُمْ ضمیر جمع پوشیدہ فاعل ہے خطاب عام کو ہے۔ اَوْلَادَ۔ جمع مکسّر کثرت وَلَدٌ کا بمعنیٰ اپنے بیٹے بیٹیاں۔ نسل۔ ذریّت۔ مضاف ہے کُمْ ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ ہے۔ مرکّب اضافی مفعول بہ اوّل ہے۔ خَشْیَۃَ۔ اسم مصدر حاصل مصدر۔ بمعنیٰ تعظیم اور دبدبہ کا خوف۔ مضاف ہے۔ اِمْلَاقٍ۔ باب افعال کا مصدر ہے۔ مَلْقٌ سے بنا ہے بمعنیٰ غریب ہونا تنگدست ہونا۔ مضاف الیہ ہے مرکّب اضافی مفعول بہ دوم ہے لَا تَقْتُلُوْا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ نَحْنُ ضمیر جمع متکلم مرفوع منفصل مبتدا ہے نَرْزُقُ باب نَصَرَ کا مضارع مثبت معروف رِزْقٌ سے بنا ہے بمعنیٰ روزی دینا۔ دنیوی زندگی کا سامان دینا۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب منصوب متصل مفعول بہ ہے نَرْزُقُ کا مرجع ہے اولاد معطوف علیہ واؤ عاطفہ اِیَّاکُمْ۔ اِیَّا حرف زائد صرف ضمیر متصل سے جڑنے کے لیے ہے کیونکہ ضمیر متصل علیحدہ نہیں آسکتی اور عطف کی واؤ عاطفہ کے فاصلے کی بنا پر عامل سے جڑ بھی نہیں سکتی۔ کُمْ ضمیر منصوب متصل جمع مذکر۔ مرجع ہے صاحبِ اولاد لوگ معطوف ہے ھُمْ پر دونوں مل کر مفعول بہ ہوئے نَرْزُقُ کا جملہ فعلیہ ہو کر خبر مبتدا۔ وہ جملہ اسمیہ خبریہ ہوگیا۔ اِنَّ حرفِ تحقیق۔ قَتْلَ۔ اسم مصدر مادہ بمعنیٰ جان سے مار ڈالنا۔ مضاف ہے ھُمْ ضمیر جمع غائب مضاف الیہ ہے مرجع اولاد ہے مرکّب اضافی اسم اِنَّ۔ کَانَ فعل ماضی ناقصہ ھُوَ ضمیر واحد مذکر غائب اس کا اسم جس کا مرجع قتل ہے خِطْاً۔ اسم مفرد جامد۔ حاصل مصدر ہے بمعنیٰ غلطی۔ لغزش۔ موصوف ہے کَبِیْرًا۔ صفتِ مشبّہ۔ ترجمہ بہت بڑا۔ صفت ہے خِطْاً کا۔ اس توصیف سے خِطْاً کا ترجمہ ہوگیا سخت بڑا گناہ لفظ خِطْاً میں تین قرأتیں اور بھی ہیں۔

۱۔ خِطَاءً ۲۔ خَطَاً ۳۔ خَطْاً۔ معنیٰ سب ایک ہیں یعنی جان بوجھ کر گناہ کرنا۔ غلطی کرنا۔ اگر اس کو باب افعال میں لایا جائے تو معنیٰ ہوتا ہے اِخْطَاءٌ یعنی بھول چوک سے غلطی کرنا۔ برادرانِ یوسف علیہ السلام نے کہا تھا اِنَّا کُنَّا خٰطِئِیْنَ۔ یعنی ہم نے جان بوجھ کر سمجھتے ہوئے غلط کام کیا تھا۔ یہ مرکّب توصیفی خبر کَانَ

ہے وہ جملہ اسمیہ ہوکر خبر اِنَّ۔ اور وہ جملہ اسمیہ ہوکر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ

وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا

اور اے بندۂ مومن والدین کی خدمت تو ہر حال میں تجھ پر لازم ہے امیر ہے تو مال سے اگر غریب ہے تو اپنی خدمتِ جسمانی کام کاج اٹھانا بٹھانا کھانا کھلانا۔ اُن کے لیے محنت مزدوری کرنا ضروری ہے۔ لیکن دیگر قرابتدار اور یتیم مسکین مسافر اگر اپنی حاجتیں ضرورتیں لے کر تیرے پاس آئیں اور تو خود غریب مفلس ہو ان کی وقتی ضرورت کی چیزیں تیرے پاس نہ ہوں۔ اور شرمندگی سے تو اُن سے اعراض کرتا ہو۔ اپنا بھرم رکھتے ہوئے اپنی غربت بھی نہ ظاہر کرنا چاہتا ہو اور اپنی رب تعالیٰ کی اُس رحمت برکت نعمت دولت کے چاہنے اور ملنے کے انتظار میں آس و امید لگائے ہوئے ہو جو پہلے کبھی تیرے پاس تھی اور تو سخاوتیں بخششیں خیرات و صدقات میں مشہور تھا۔ اور اسی شہرت کی بنا پر دور و نزدیک سے سائلین تیرے پاس آتے ہیں تو اب تنگ دلی افسوس اور شرمندگی سے اپنی غربت کا اظہار مت کر۔ بلکہ قُلْ لَّهُمْ۔ ایسے سائلین اور حاجتمندوں سے بہت ہی محبت شفقت پیار اور دلجوئی سے میٹھی نرم اور حوصلہ افزائی کی گفتگو اور باتیں فرما۔ یا آئندہ کے لیے رب تعالیٰ کے بھروسے پر وعدہ فرما دے تاکہ تیری تسلی آمیز میٹھی باتوں سے اس پریشان حال کی دلجوئی ہو۔ اور جب تجھ کو اللہ تعالیٰ نعمتوں دولتوں سے امیر اور رئیس بنا دے اور تجھ کو زکوٰۃ صدقات خیرات کے علاوہ اہلِ حق کے وہ حقوق دینے پڑیں جو رب تعالیٰ نے ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے تو لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً۔ نہ کنجوسی بخیلی سے اپنے ہاتھوں کو اپنے گلے کا طوق بنا کر دولت پر اور حقوق العباد پر قبضہ جمالے اور نہ اسراف و تبذیر سے ہاتھ کو اتنا کھول دے کہ ہر اچھی بری۔ تماشوں۔ عیاشیوں میں یا بلا سوچے سمجھے ہر جھوٹے سچے کو دیتا لٹاتا اور خون پسینے کی حلال دولت برباد کرتا پھرے اور پھر خالی ہاتھ جھاڑ کر دنیا والوں کے سامنے نادم۔ شرمندہ محتاج ہوکر لوگوں کی ملامتیں طعنے بازیاں بُری بھلی باتیں سننے کے لیے سب کے سامنے پڑا رہ جائے۔ اور محسُورتنگدست مفلس مثل تھکے ماندے کے بیٹھا غیروں کا منہ تکتا رہ جائے اور حیاتِ دنیوی کے کمال و زوال کے سفر میں پیچھے رہ جائے منزلِ عروج و ترقی تک نہ پہنچ سکے۔ کامیاب بندہ تو وہ ہے کہ جب ہماری دولت کو خرچ کرنے لگتا ہے تو نہ اسراف کرتا ہے نہ تبذیر۔ نہ اقتار کرتا ہے نہ بخیلی۔ وہ اپنی دنیا سازی میں بھی اللہ رسول کی بتائی ہوئی سچی پیاری اور بہترین تعلیم کے ذریعے اقوامِ عالم کے سامنے ہر اعتبار سے معاشرے میں باعزت و وقار سے قوام ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ لفظ قعود جس سے یہ تَقْعُدَ فعل مشتق

جو لے مجازاً سات معنیٰ میں مستعمل ہے۔ نادم اور تھکا ہونا ۔ گھبرانا ۔ پیچھے رہ جانا ۔ محتاج ہونا ۔ کسی غیر کا آسرا لینا ۔ غریب ہو جانا ۔ یہاں ان ہی معنیٰ میں آیا ہے اگرچہ چلتا پھرتا ہو ۔ اِنَّ رَبَّكَ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یَقۡدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیۡرًۢا بَصِیۡرًا وَ لَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ خَشۡیَةَ اِمۡلَاقٍ ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُهُمۡ وَ اِیَّاكُمۡ ؕ اِنَّ قَتۡلَهُمۡ كَانَ خِطۡاً كَبِیۡرًا ۔ اے پیارے نبی ہم نے اپنے بندوں کو آپکے اُمتیوں کو اپنے قرآن مجید اور آپ کے عمل و فرمان کردار و سیرت کے ذریعے تا قیامت زندگی اور باعزت وقت گزارنے کے بہترین مضبوط شاندار باوقار طریقے بتا دیئے ہم نے ہی دنیا میں کچھ بندوں کو دینے والا اور کچھ بندوں کو حالات یا فطرت یا عادت کے لحاظ سے لینے والا بنایا ۔ لیکن کوئی شخص بھی خواہ وہ کتنا ہی امیر ہو اور سخی داتا ہو یا کتنا ہی غریب محتاج فقیر ہو نہ کسی کو دے دے کر دولت مند بنا سکتا ہے نہ کسی سے مانگ مانگ کر چھین کر لوٹ کر اُس کو غریب بنا سکتا ہے ۔ اس لیے کہ بیشک آپ کا رب اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رزق بے حساب بے شمار کشادہ فرما دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے بے حد تنگ رزق فرما دیتا ہے اور یہ رب تعالیٰ کی بخیلی یا غفلت نہیں جیسا کہ ڈاکٹر اقبال نے گمراہی کا عقیدہ بنا لیا ۔ لکھتا ہے ۔

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم
بخیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے

اور ایک رباعی میں لکھتا ہے ۔

مرید فاقہ مستے گفت با شیخ
کہ یزداں را ز حالِ ما خبر نیست
بہ ما نزدیک تر از شہ رگِ ماست
ولیکن از شکم نزدیک تر نیست

از پیام مشرق ۔ اس کا ترجمہ حکیم ذوقی الہ آبادی نے اس طرح کیا ہے ۔ مرید فاقہ کش بولا کہ اے شیخ ۔ خدا کو کچھ ہماری کب خبر ہے ۔ وہ شہ رگ سے تو ہے نزدیک مانا ۔ مگر وہ پیٹ سے تو دور تر ہے (معاذ اللہ) کتنا ۔ گستاخانہ نظریہ ہے اور اس آیت کریمہ کے خلاف ہے اللہ تعالیٰ بخیلی کنجوسی ۔ غفلت اور بے خبری جیسے تمام عیوب سے پاک ہے ۔ کیونکہ بیشک وہ رب تعالیٰ ازل سے ابد تک اپنے تمام بندوں کے ہر حال ہر کیفیت ہر مصلحت سے خبر رکھنے والا ہے اور ہر بندے کی ہر حکمت کو جاننے والا دیکھنے والا ہے ۔

اے نبی حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے رب تعالیٰ کو جانتے پہچانتے ہیں رب وہ ہے جو اپنے

مربوب کو عالمِ ارواح ۔ والدہ کے پیٹ بچپن جوانی بڑھاپے قبر حشر اور ابدالاباد تک ہر طرح پالنا جانتا ہے
مربوب کی تمام مہمات حاجات ضرورت کو ہر نوعیت کیفیت سے جانتا ہے کس کو کیا اور کتنا دینا ہے
اور کون دولت حکومت عزت سنبھال اور برداشت کر سکتا ہے کون نہیں کر سکتا ۔ کس کے لیے کیا
مفید اور کیا نقصان دہ ہے ۔ کون علم کا مستحق کون جہالت کے قابل کس کو کیا بنایا جائے تو نظام دنیا
قائم رہ سکتا ہے ان تمام حکمتوں کو وہی اللہ تعالیٰ جانتا ہے لہٰذا اے بندو یہ عقیدہ پختہ بنالو کہ دنیا میں
لوگوں کے امیری غریبی سے مختلف حالات بخیلی کی وجہ سے نہیں بلکہ مصلحتِ انسانیت کی رعایت و
نظامت کی وجہ سے ہے ۔ اور جب یہ عقیدہ بنالیا تو ہمارا یہ حکم بھی سن لو کہ ۔ وَلَا تَقْتُلُوا ۔ اے
والدین اگر بڑھاپے میں تمہاری خواہش و حاجت ہے کہ تمہاری اولاد تم کو عزت و محبت سے پالے
تو تم پر بھی یہ فرض ہے کہ اپنی اولاد کو ولادت کے بعد بچپن نابالغی اور قریب بلوغت کسی طریقے سے
بھی قتل نہ کرو ۔ نہ بے پروائی کر کے نہ بھوکا رکھ کر نہ جان سے مار کر نہ زندہ گاڑھ کر نہ دربدر پھرا کر نہ نفرت
کر کے بیٹے ہوں یا بیٹیاں سب رب کی عطا ہے غریب ہو جانے کے خوف سے نہ کوئی کسی کو غریب
کر سکتا ہے نہ امیر ۔ بلکہ ہم ہی رزق دیتے رہے ہیں شروع سے اور دیتے رہیں گے اُن کو بھی اور تم کو بھی
بیشک اولاد کا قتل تو بہت ہی عظیم بڑا سخت برا ناقابلِ معافی گناہ ہے ۔ خیال رہے کہ اولاد نام ہے
روح اور جسم والے زندہ بچے کا جس کی ابتدا والدہ کے پیٹ میں حمل میں جان پڑنے کے بعد ہوتی ہے
اہلِ عرب اور آج بھی بہت سے جہالت میں پھنسے ہوئے قبیلے بلکہ بہت سے پڑھے لکھے لوگ
لڑکیوں سے سخت نفرت کرتے ہیں اور طرح طرح کی ایذائیں تکلیفیں دے کر ان کو مارنے یا ناعمر ذلیل رکھنے
کی حرکتیں اور کوششیں کرتے ہیں زندہ دفن کر دینا یا شیر خوار بچی کو جنگل اور کوڑے کے ڈھیر پر پھینک
دینا ایک ہی قسم کی حرکت ہے ۔ ایسی ظالمانہ حرکتوں کی دو ہی وجہ ہوتی ہیں یا یہ کہ والدین کو اس لیے غریب
ہو جانے کا خوف ہوتا ہے کہ بیٹی کو جہیز کہاں سے دیں گے ۔ عرب قبیلے اکثر خانہ بدوش ہوتے ہیں
وہ لڑکوں بیٹوں کو اس خیال سے پال لیتے ہیں کہ یہ جوان ہو کر سفر حضر یا چوری ڈکیتی مار کٹائی لوٹ مار لڑائی
جھگڑے میں ہمارا ساتھ دے گا لیکن لڑکی کو ہم کہاں کہاں اٹھائے پھریں کھلائیں پلائیں اور بڑی ہونے پر
دوسروں کے حوالے کر دیں ۔ یا شرم و غیرت کی وجہ سے لڑکیوں کو مار ڈالتے ہیں کہ اگر ہمارے دشمن کا بس
چلے گا تو وہ ہماری جوان لڑکیوں کو اٹھا لے جائیں گے ۔ یا ہم کو دامادی کا طعنہ سننا پڑے گا ۔ موجودہ دور
میں بھی بہت سے علاقوں اور قبیلوں میں یہ جاہلانہ خیالات موجود ہیں ۔ ان آیت میں ان دونوں قسم کے
خیالات اور اُن خیالات کی بنا پر ظلم و قتل سے منع فرمایا گیا ۔ کہ اگر تم نے غریبی کے خوف سے اولاد کو

کو قتل کیا تو گویا تم نے اللہ تعالیٰ پر بدگمانی کی جو سراسر کفر ہے۔ اور اگر تم نے بیٹوں کی غیرت کی وجہ سے قتل بنات کیا تو تم نے جہان میں تخریب کاری کی جو سراسر ظلم ہے پہلی صورت اس لیے حرام ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے خلاف ہے۔ دوسری صورت کا قتل اس لیے حرام ہے کہ شفقت و مروت کے خلاف ہے۔ بیٹی کو ہمیشہ سے کمزوری کی نشانی سمجھا گیا حالانکہ بیٹیاں اللہ کریم کی رحمت ہوتی ہیں۔ یہ اسلام کا کتنا بڑا عظیم احسان ہے انسانیت پر کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم نسوانیت کی شان و مرتبہ بیان فرما کر ان کے تمام حقوق کی تا قیامت حفاظت فرما دی۔ لہٰذا عورتوں کو بھی چاہیئے کہ اسلام کا احسان مانیں اور انسانیت ہی کے جامے میں رہیں اور اپنے جائز مقام پر ہی ٹھہری رہیں۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے

پہلا فائدہ ۔ بال بچوں والے آدمی کو اپنی اور اپنی اولاد کی ضروریات کا خیال رکھنا زیادہ ضروری ہے تاکہ حقوق العباد صحیح طرح سے ادا ہوتے رہیں خیرات و صدقات کا حکم ان ضروریات کے بعد ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جن کے دین میں صرف شریعت ہی تھی وہ اپنی ضروریات کو پورا کر کے بچا ہوا مال خیرات کرتے تھے لیکن آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ شریعت معرفت و حقیقت کے رسول کریم تھے وہ ضرورت کی چیز بھی مانگنے والے کو دیتے تھے۔ حضرت آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ایک اُس صحابیہ کے مانگنے پر وہ قمیص بھی اُتار کر دیدی تھی جو آپ کے جسم پر تھی اس کے علاوہ کوئی کُرتہ آپ کے پاس نہ تھا اور مجبور ہو کر گھر میں تشریف فرما رہے تھے یہاں تک کہ نماز کے وقت ایک صحابی نے اپنی چادر حاضر بارگاہ کی تو آپ اوڑھ کر مسجد میں نماز کے لیے تشریف لائے یہ صحابیہ بنت انصاری تھیں جن کی ایک یہودیہ عورت سے سخاوتِ موسوی پر بات ہو رہی تھی اور یہودیہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت دیکھ کر حیران ہو گئی تھی یہ سخاوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام فنا فی الرسول حضرات کے لیے جائز ہے جس طرح کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے تمام مال خیرات کرنا ثابت ہے۔ لیکن دیگر اہلِ شریعت حضرات و عوام کے لیے منع ہے یہ فائدہ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً (الخ) کے شرعی وجوبی حکم سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ ۔ اللہ تعالیٰ کی کسی بات اور طریقے پر اعتراض تو درکنار بدگمانی بھی نہ کرنی چاہیئے ورنہ کفر کا اندیشہ ہے یہ فائدہ خَبِيرًا بَصِيرًا فرمانے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ** ۔ قانونِ شریعت میں سب اولاد حقوقِ پرورش میں برابر ہے۔ کوئی ماں باپ کسی اولاد کی وجہ سے غریب نہیں ہو سکتے یہ فائدہ خَبِيرًا بَصِيرًا ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیتِ کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ کسی بھی سائل اور مانگنے والے کو جھڑکنا منع ہے اگرچہ وہ پیشہ ور بھکاری ہی ہو۔ نرمی سے سمجھانا چاہیئے۔ یہ مسئلہ قَوْلًا مَّیْسُوْرًا (الخ) سے مستنبط ہوا

دوسرا مسئلہ۔ تمام اولاد کو پرورش میں برابر درجہ دینا واجب ہے دنیوی کسی کی کسی پر کوئی فضیلت نہیں۔ میراث میں جو بیٹے کو دوگنا حصہ ملتا ہے وہ اس لیے کہ بیٹے پر والدین کی اور بہت اہلِ قرابت کی مالی خدمت فرض ہے اُس کے بدلے اور تعاون کی وجہ سے زیادہ وراثت ملی نہ کہ فضیلت کی بنا پر۔ یا اس لیے کہ بیٹے نے باپ کے بعد خود اپنے والد کی جگہ اور لوازمات سنبھالتے ہوئے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا ہے۔ یہ اہم ذمہ داریاں بیٹی پر لازم نہیں۔

تیسرا مسئلہ۔ برتھ کنٹرول یا عزل کرنا۔ یا نطفہ ضائع کرنا۔ یا حمل کا بے جان لوتھڑا علقہ اور مضغہ گرانا یا کسی مجبوری کی بنا پر عورت یا مرد آپس کی مرضی اور مشورے سے حمل نہ ٹھیرنے کی منصوبہ بندی نس بندی کرالیں تو یہ بالکل جائز ہے عزل کی صورت میں احادیث پاک سے اس کا جائز ہونا ثابت ہے جب کہ خشیتِ املاق یا شرم و ندامتِ جاہلانہ کی بنا پر نہ ہو بلکہ کسی خطرناک بیماری وغیرہ کی وجہ سے ہو۔ یہ مسئلہ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ نطفہ یا حمل۔ علقہ اور مضغہ (لوتھڑا) وغیرہ اولاد نہیں ہے اور نہ ہی بے جان حمل کو گرانا۔ قتل ہے ہاں البتہ جب حمل میں مکمل جان پڑ جائے تب وہ اولاد ہے۔ اور اُس کو پیٹ سے مار کر نکلوانا قتل ہے۔ اسی طرح بعد ولادت کسی طرح سے ہلاک کرنا بھی قتل اولاد ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا نَرْزُقُهُمْ وَاِیَّاكُمْ۔ رزق دینے میں پہلے اولاد کا ذکر کیا پھر والدین کا۔ لیکن سورۃ انعام آیت ۱۵۲ میں فرمایا گیا نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِیَّاهُمْ۔ وہاں والدین کا ذکر پہلے ہے اولاد کا بعد میں اس کی کیا وجہ۔؟

جواب۔ یہاں اُن لوگوں کا ذکر ہے جو فی الواقعہ امیر ہیں لیکن ان کو غریب ہونے کا خطرہ ہے اگر اولاد کو پالیں گے تو غریب ہو جائیں گے اس لیے پہلے اولاد کے رزق کا ذکر ہوا کہ تم بے فکر ہو تمہارا رزق نہ گھٹے گا۔ خواہ کتنی ہی اولاد تمہاری پرورش میں ہو جائے ہم ہی اُن کو رزق دیں گے ان کی قسمت اُن کے ساتھ ہوگی۔ اور یہ رزق جو تمہارے پاس ہے وہ بھی درحقیقت ہم نے ہی تم کو دیا ہے تمہاری کیا حیثیت ہے کہ دولت لے سکو۔ اور وہاں اس آیت میں اُن لوگوں کا ذکر ہے جو غریب ہیں اور موجودہ طرح

کی وجہ سے فکر مند ہیں۔ ان کو آئندہ کی فکر مٹانے کے لیے تسلی دی جا رہی ہے کہ اولاد ہونے کی صورت میں ہم تم کو بھی رزق دیں گے اور ان کو بھی۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ فرمایا گیا یعنی غریبی کا خطرہ اندیشہ۔ اور وہاں مِنْ إِمْلَاقٍ فرمایا گیا۔ یعنی موجودہ غریبی لہٰذا فرق واضح ہے۔

دوسرا اعتراض۔ اسلام نے گداگری سے منع فرمایا ہے تو پھر یہاں منگتوں کے ساتھ حوصلہ افزا اور میٹھی گفتگو اور دینے کا وعدہ کیوں ذکر فرمایا۔

جواب۔ یہاں پیشہ ور اور بد خصلت موٹے مسٹنڈے غیر مستحق گداگروں کا ذکر نہیں بلکہ مستحق لاغر محتاج حقیقی سچے مفلس معذور مسافر اور حقدار لوگوں کا تذکرہ ہے۔ لہٰذا اعتراض کوئی نہیں۔

تفسیر صوفیانہ

وَإِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّن رَّبِّكَ تَرْجُوهَا فَقُل لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا۔ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا۔ بندۂ عارف کے لیے منزلیں دو ہی ہیں۔ اوّل منزلِ معرفتِ الٰہیہ دوم منزلِ قربِ الٰہیہ۔ ان منزلوں پر پہنچنے کے لیے دو ہی مرکبِ سفر ہیں پہلا مرکبِ سفر شریعت ہے دوسرا مرکبِ طریقت ہے۔ دو ہی زادِ سفر ہیں تقویٰ اور تذکیہ۔ مسافرِ میدانِ مشاہدات کے لیے دو صراطِ مستقیم اور شاہراہِ اعظم ہیں۔ قرآنِ مجید اور احادیثِ مبارکہ۔ اے منزلِ شوق کے مسافر اگر کبھی عبادت و ریاضت کی نعمتیں اعمالِ صالحہ کی دولتیں۔ تقوے اور تذکیے کا زادِ سفر۔ اپنے اعضاءِ رئیسہ و جوارحِ ظاہری کو نہ دے سکے اور مشاہداتِ انوار کی طلب اور چاہت میں مراقبۂ خلوت میں حجابات اٹھنے کی امید میں بیٹھا ہوا اداءِ حقوقِ جسمانی سے اعراض کرتا ہو۔ تو ان کو ذکرِ لسانی تلاوتِ قرآنی نغماتِ ایمانی کے نرم و دلگداز اقوال سے محظوظ فرما۔ اس راہ میں ایک جیسی ریاضت و مشقت کا تسلسل اور استقامت قائم رکھ نہ اتنا ترکِ دنیا ہو کہ گردنِ افلاس پر ہاتھ بندھ جائیں نہ اتنی مشغولیت ہو کہ مقصدِ حیات سے دور اعمالِ اصلیہ سے مفرور ہو کر اہلِ طریقت کے مسافروں کی نظرِ بصیرت میں ملوم ہو جائے اور منزلِ مراد پر پہنچنے والے خوش بخت عارفین کی بارگاہوں میں محسور ہو جائے۔ ؎

بندۂ راہ مسافر تھک نہ جانا میں
لذتِ صحرا نوردی دوریِ منزل میں ہے

إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۝ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۚ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا۔ بیشک تیرا رب پالنے والا ہی روح و جسم کا رزق جس کے لیے چاہتا ہے کشادہ فرما دیتا ہے اور اندازے کے مطابق تنگ کرتا ہے۔ مشاہدے مکاشفے۔

انوار و تجلیات شریعت و طریقت اور راہِ سعادت کی توفیق کا رزق اور جن ذکر سے روحانی غذائیں عبادت کی شیرینیں سب اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں ۔ بیشک وہ غافلین و عارفین جاہلین و عاقلین بندوں کو اچھی طرح ۔ بصیر ۔ دیکھنے والا ہے اور ہر حال و عمل کی خبر رکھنے والا ہے ۔ اے راہِ معرفت میں خلوت و تنہائی کے قدم رکھنے والو اپنی شہوت و لذت کی خواہشات اولاد کو قطع و برید کر کے قتل نہ کرو ۔ بحرِ مکاشفہ میں خلل پڑنے کے خوف سے ۔ ہم نیکبختی اور درستی کا رزق ان کو بھی دیں گے اور تم کو بھی بیشک صوفی و عارف بننے کے لیے ان جسمانی قوتوں کو ضائع کرنا ۔ بیکار کرنا اور آلۂ تناسل وغیرہ کو کم دینا ۔ صرف خیالات و عبادات کو درست کرنے کی نیت سے ۔ بہت بڑی غلطی گناہ کبیرہ اور بے فائدہ کام ہے ۔ اللہ کی رضا سب سے بڑی دولت ہے جو انسان اپنے کو بہتر سمجھتا ہے وہ اپنی عبادت کو برباد کرتا ہے اس لیے کہ خود کو بہتر سمجھنا جہالت ہے اور جہالت سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں غرور کا سبب بھی یہی ہے ۔ آدمی چار قسم کی باتیں کرتا ہے ۔

۱ نقصان کی ۲ فضول ۳ مفید ۴ بیکار ۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے گناہ اس کی زبان میں پوشیدہ ہیں اور سب سے زیادہ نیکیاں خاموشی میں ہیں ۔ آدمی میں جتنی زیادہ شہوت ہوگی اور وہ اس کو جس قدر زیادہ مغلوب کرے گا اتنا ہی اس کو ثواب ملے گا ۔ اور سلوک کی منزلیں آسان ہوتی جائیں گی ۔ انسان پر سب سے زیادہ غلبہ شہوت کا ہوتا ہے ۔ ثواب اُس کو ہوتا ہے جو اللہ کے لیے شہوت اور گناہ چھوڑے ۔ اللہ کا سب سے اچھا رزق دانائی ہے اور دانائی و عقلمندی یہ ہے کہ انسان میں قوتِ علم سب سے زیادہ ہو تاکہ انسان خود ہی نیکی بدی میں فرق کر سکے ۔ دانا وہ ہے جو اپنی شہوانی قوت سے گھبرا کر اس کو فنا نہ کرے بلکہ درست کرے ۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ

اور نہ قریب جاؤ تم زنا کے بیشک وہ ہے بہت بڑی بے غیرتی اور

اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور

سَآءَ سَبِيْلًا ﴿٣٢﴾ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ

بُرا طریقہ ۔ اور نہ قتل کرو تم کسی اس جان کو کہ

بہت ہی بری راہ اور کوئی جان جس کی

حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا

حرام کیا اللہ نے جس کو مگر قانونی حق سے۔ اور وہ جو قتل کیا گیا ظلم سے

حرمت اللہ نے رکھی ہے ناحق نہ مارو اور جو ناحق مارا جائے

فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ

تو بیشک بنایا ہم نے لیے اس کے وارث کے قانونی حق پس نہ زیادتی چاہیے وہ

تو بیشک ہم نے اس کے وارث کو قابو دیا ہے تو وہ قتل میں حد سے

فِّي الْقَتْلِ ۗ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿٣٣﴾ وَلَا

وارث۔ میں قاتل کے قتل ۔ کیونکہ ہوا وہ والی مدد دیا ہوا ۔ اور نہ

نہ بڑھے ضرور اس کی مدد ہونی ہے ۔ اور یتیم کے

تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ

قریب جاؤ یتیم کے مال کے مگر اس طریقے سے جو

مال کے پاس نہ جاؤ مگر اس راہ سے جو سب سے

اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ وَاَوْفُوْا

بہت درستی کرنے والی ہو۔ یہاں تک کہ پہنچ جائے یتیم سمجھداری کو اپنی اور پورا کرو تم

بھلی ہے یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچے اور عہد

بِالْعَهْدِ ۚ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ﴿٣٤﴾

وعدے کیونکہ وعدہ ہوگا قیامت میں پوچھا ہوا۔

پورا کرو بیشک عہد سے سوال ہونا ہے

تعلق اِن آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں غربت کے خوف سے اپنی حلال اولاد کو مارنے سے رکنے کا حکم دیا جارہا تھا۔ اب اِن آیات میں اُس بے غیرتی کے گناہ سے بچنے کا حکم دیا جارہا ہے جس گناہ سے اولاد حلالی نہیں رہتی حرامی ہو جاتی ہے۔ اور ساری عمر لوگوں کی زبان سے اُس کو ذلت کے زخم کھانے پڑتے ہیں جس کی وجہ سے معاشرے میں وہ حرامی بچہ اپنے بڑھاپے تک بے موت کے قتل ہوتا رہتا ہے۔ **دوسرا تعلق** پچھلی آیت میں ناحق اور ظلماً قتل سے روکا گیا تھا۔ اب اِن آیات میں شرعی مجرم کو شرعی جرم کی شرعی پابندیوں سے مار ڈالنے کی اجازت کا ذکر فرمایا جارہا ہے **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ ہر شخص کو اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے۔ اب اِن آیات میں بتایا جارہا ہے کہ کسی کے رزق کو خاص کر یتیم کے رزق کو نہ کھاؤ۔

شانِ نزول۔ روایتِ مشہورہ میں ہے کہ کفارِ عرب غربت اور شرم کی وجہ سے اپنی لڑکیوں کو زندہ گاڑ دیتے تھے۔ مگر زنا وغیرہ سے شرم نہ کرتے تھے۔ ان کو اِن دونوں کاموں سے روکنے کے لیے دس آیتیں نازل ہوئیں از آیت ۳۱ تا ۴۰ جس میں قتلِ اولاد۔ زنا۔ قتلِ عام۔ مقتول کے ورثا کی زیادتی اور یتیم ہو جانے والوں کے مال کھانے۔ وعدوں کو پورا نہ کرنے آنکھ دل زبان کان وغیرہ اعضا کی سرکشیوں سے روکا گیا۔ گویا دس آیتوں میں دس کاموں سے روکا گیا۔

تفسیر نحوی وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰىٓ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّى الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۔ واؤ سر جملہ۔ لَا تَقْرَبُوا۔ باب نصر کا فعل نہی صیغہ جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ اس کا فاعل مرجع عام مسلمان یہ نہی کسی خاص گروہ کے لیے نہیں بلکہ تا قیامت ہر ایمان والوں کے لیے ہے اسی طرح اکثر اوامر و نواہی اگرچہ واحد حاضر ہی کا صیغہ ہو جن بد نصیبوں نے بعض نواہی واحد حاضر کا مرجع نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بنایا وہ گمراہ ہیں۔ الف لام جنسی ہے زِنٰی۔ زَنٰی سے بنا ہے

ایک قول اسم مقصور کا ہے اور ایک قول میں باب مفاعلہ کا دوسرا مصدر ہے بروزن قتالٌ دراصل تھا زنائی۔ کیونکہ بدکاری دونوں طرف سے ہوتی ہے بمعنیٰ غیر منکوحہ عورت سے قبل میں بدکاری کرنا۔ ترکیب نحوی میں مفعول بہ ہے۔ اِنَّ حرفِ تحقیق ہ ضمیر اس کا اسم کَانَ فعل ماضی مطلق واحد مذکر غائب ناقصہ ھُوَ پوشیدہ اسم ہے جس کا مرجع زِنٰی ہے فَاحِشَۃً اسم فاعل مؤنث مگر یہاں جامد ہے۔ چونکہ نکرہ مفرد ہے بمعنیٰ سخت برائی۔ بے غیرتی۔ بدخصلت ہے۔ اگر معرّف باللام ہو تو اکثر زنی ہی مراد ہوتا ہے۔ مگر یہاں معرّف نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ لفظِ زنا پہلے آگیا۔ بحالتِ نصب ہے خبرِ کانَ ہے وہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ سَاءَ فعل ذم بمعنیٰ واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر اس میں مستتر ہے وہ مخصوص بالذم ممیز ہے سَبِیْلاً۔ اسم صفت مشبّہ یا مصدر ہے بحالتِ نصب ہے تمیز ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا۔ سب عطف مل کر خبر ہوئی اِنَّ کی وہ جملہ اسمیہ ہو گیا واؤ ابتدائیہ۔ لَا تَقْتُلُوْا۔ باب نَصَرَ کا فعل نہی صیغہ جمع مذکر حاضر قَتْلٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ جان سے مار ڈالنا۔ اَنْتُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل۔ الف لام جنسی۔ نَفْسَ اسم مفرد جامد۔ بمعنیٰ انسان۔ اَلَّتِیْ اسم موصول واحد مؤنث لفظِ نفس چونکہ لفظاً مؤنث ہے اس لیے اَلَّتِیْ مؤنث آیا۔ حَرَّمَ۔ باب تفعیل کا ماضی مطلق مصدر ہے تحریمٌ بمعنیٰ سخت ناجائز ممنوع حُرْمٌ سے بنا ہے بمعنیٰ روکنا ٹوکنا۔ منع کرنا۔ منع ہونا۔ اَللّٰہُ اس کا فاعل۔ اِلَّا حرفِ استثنا بمعنیٰ لٰکِنْ لغو ہے عملاً صرف استدراک کے لیے۔ بِ جارہ سببیہ الف لام عہدِ خارجی حَقِّ اسم مفرد جامد مشترک ہے بہت معنیٰ میں یہاں مراد استحقاق ہے یعنی وہ کسی جرم کی بنا پر قانوناً قتل کے قابل ہو قتل کا مستحق ہو۔ مجرور ہے بِ سے متعلق ہے حَرَّمَ کا مطلب ہے کہ حرام فرمایا اللہ نے لیکن اس مجرم کا قتل حق کی وجہ سے حرام نہ کیا۔ یا متعلق لَا تَقْتُلُوْا کا تو یہ اِلَّا استثنا متصل ہے نفس مستثنیٰ منہ ہے۔ اور بعد اِلَّا اُقْتُلُوْا پوشیدہ ہے۔ اور اس کا متعلق ہو کر پھر استثنائی تعلق ہے۔ لَا تَقْتُلُوْا سے۔ واؤ ابتدائیہ۔ مَنْ اسم موصول شرطیہ۔ قُتِلَ۔ فعل ماضی مطلق مجہول ھُوَ ضمیر مستتر نائب فاعل کا مرجع ہے مَنْ۔ مَظْلُوْمًا۔ اسم مفعول واحد مذکر ظُلْمٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ ناحق۔ بحالتِ نصب ہے نائب فاعل کا۔ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی۔ فَ جزائیہ قَدْ جَعَلْنَا ماضی قریب جمع متکلم جَعْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ مقرر کرنا۔ قانون سازی کرنا۔ لام جارہ نفع کا وَلِیّ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ وارث۔ قریبی رشتے دار۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب مرجع ہے مَنْ۔ مضاف الیہ ولی کا مرکب اضافی مجرور متعلق ہے جَعَلْنَا کا سُلْطَانًا۔ بروزنِ فُعْلَانٌ اسم مبالغہ ہے الف نون زائد ہیں منصرف ہے کیونکہ ایک ہی سبب ہے عَلَمِیّت موجود نہیں بمعنیٰ قانون۔ اسی لفظ کو اس بادشاہ کے لیے بولتے ہیں جو بہت اچھا منصف اور قانون ساز ہو۔

مشترک ہے کثیر معنیٰ میں مفعول بہ قَدْ جَعَلْنَا کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر جزا۔ شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔
فَ حرفِ زائد تعلیلیہ یا فقط تحسینیہ۔ لَا یُسْرِفْ۔ بابِ اِفعال کا فعل نہی واحد غائب ھُوَ ضمیر واحد مذکر غائب مرجع ہے نکرہ عمومی ذہنی بمعنیٰ کوئی۔ مصدر ہے اِسْرَافٌ سَرَفٌ سے بنا ہے بمعنیٰ حد سے بڑھنا۔ حد توڑنا۔ فضول خرچی کرنا۔ یہاں پہلے دو معنیٰ مناسب ہیں۔ فِیْ جارہ ظرفیہ مکانیہ الف لام استغراقی قَتْل مصدر ہے بمعنیٰ اقتل کرنا ہے بمعنیٰ مار ڈالنا۔ جار مجرور متعلق ہے لَا یُسْرِفْ کے وہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ یا علت ہے قَدْ جَعَلْنَا کی اور یہ اُس کا معلول۔ وہ مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا۔ اِنَّ حرفِ مشبہ ٗ ضمیر واحد مذکر مرجع ہے مظلومًا اسم اِنَّ ہے کَانَ ناقصہ ھُوَ پوشیدہ اِس کا اسم۔ مَنْصُوْرًا اسم مفعول واحد مذکر۔ بمعنیٰ مدد کیا ہوا خبر ہے کَانَ کی۔ وہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی وہ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مکمل ہوا۔

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۖ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا

واؤ سر جملہ۔ لَا تَقْرَبُوْا۔ فعل نہی قُرْبٌ سے بنا ہے بمعنیٰ قریب جانا۔ نزدیک ہونا بہر حال متعدی ہوتا ہے اَنْتُمْ مستتر فاعل ہے۔ مَالَ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ لغوی جھکاؤ۔ مَیْلٌ سے بنا ہے جھکنا۔ ٹیڑھا ہونا۔ محبت کرنا۔ اسی سے ہے مَائِل۔ مراد ہے دولت۔ یا ہر قیمتی چیز مال ہے۔ خواہ تھوڑی قیمت ہو یا زیادہ۔ اِس کی پوری تحقیق ہمارے فتاویٰ العطایا جلد اوّل اور کتبِ فقہ میں مرقوم ہے۔ دولت کو مال یا اس لیے کہا جاتا ہے کہ ہر انسان اِس کی طرف جھکتا ہے۔ یا لینے کے لیے یا دینے کے لیے۔ اور محبت بھی کرتا ہے۔ یا اس لیے کہ دولتِ دنیا میں فطرتًا میلان یعنی زوال اور فنا ہے۔ یا اس لیے کہ دولتِ دنیا ہمہ وقت اِدھر اُدھر جھکتی رہتی ہے۔ مضاف ہے۔ الف لام جنسی یَتِیْم۔ صفتِ مشبہ مبالغے کے لیے لغوی ترجمہ ہے اکیلا۔ مجازی معنیٰ ہیں سست عاجز۔ کمزور۔ یُتْمٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ اکیلا ہونا۔ سست ہونا وغیرہ۔ اصطلاح میں باپ کے فوت ہونے کے بعد نابالغ اولاد کو یتیم کہا جاتا ہے۔ وہی یہاں مراد ہے موتیوں میں یتیم وہ ہے جو سیپی میں علیحدہ ہوا اکیلا ہو اس کو دُرِّ یتیم کہا جاتا ہے جانور کا چھوٹا بچہ وہ یتیم ہوتا ہے جس کی شیر خوارگی میں ماں مر جائے۔ مضاف الیہ ہے مرکب اضافی مفعول بہ ہے لَا تَقْرَبُوْا کا۔ اِلَّا۔ حرفِ استثنا مفرغ۔ کیونکہ مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ دونوں محذوف ہیں۔ دراصل اس طرح عبارت تھی۔ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ بِحَالٍ اِلَّا بِحَالِ الَّتِيْ (الخ) یہ حذف فصاحتِ لسانی کی بنا پر ہے۔ اَلَّتِیْ۔ اسم موصول مؤنث اس لیے کہ حال محذوف سے مراد خصلت ہے (طریقہ) ہِیَ ضمیر مبتدا مرفوع منفصل واحد مؤنث اس لیے کہ صلہ ہے اَلَّتِیْ مؤنث کا اَحْسَنُ اسم تفضیل مذکر بمعنیٰ بہت ہی اچھا یہ مذکر اس لیے ہے کہ قوتِ عمل اور زیادتی کی کثرت کا اظہار مقصود ہے۔ بحالت رفع خبر مبتدا ہے۔

جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مجرور ہے پوشیدہ اِقْرَبُوْا امر کے وہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ حَتّٰی حرفِ عطف بمعنٰی اِلٰی اَنْ غایت استثناء کے لیے یعنی اچھے طریقے قریب جانے کی بھی حد اور مدت ہے یَبْلُغَ فعل مضارع باب نَصَرَ کا۔ صیغہ واحد مذکر غائب بحالتِ فتحہ ہے حَتّٰی کے پوشیدہ اَن ناصبہ کی وجہ سے بُلُوْغٌ سے بنا ہے۔ پہنچنا ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے جس کا مرجع یتیم ہے اَشُدَّ باب نَصَرَ کے مادہ شَدَدٌ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے۔ یہ لفظ انتہائی دشوار ہے ترکیبًا بھی اشتقاقًا اور کمیت میں بھی۔ ترکیبًا اس طرح کہ صحیح فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ یہ مفعول بہ ہے یا مفعول فیہ ہے یا حال۔ ہم نے مفعول بہ بنایا ہے۔ اشتقاقًا اس لیے کہ علماءِ نحات کے اس کے بارے میں پانچ قول ہیں۔

۱ لفظًا اور معنًا واحد ہے۔ ۲ یہ جمع ہے لفظًا بھی اور معنًا بھی مگر اس کا واحد نہیں ہوتا۔ جیسے ابابیل۔ مذاکیر۔ کہ جمع تو ہیں مگر واحد و تثنیہ نہیں خیال رہے کہ تثنیہ خاص ہے واحد سے جس لفظ کا واحد ہوتا ہے اسی کا تثنیہ ہوتا ہے ۳ یہ جمع ہے اور اس کا واحد شَدٌّ ہے۔ اَصْلاً ہے اَشْدُدٌ جیسے کَلْبٌ جمع اَکْلُبٌ ۴ یہ جمع شِدٌّ کی ہے ۵ یہ جمع ہے شِدَّةٌ۔ جیسے نِعْمَةٌ کی جمع اَنْعُمٌ۔ ہم نے اسی کو تسلیم کیا۔ کمیت میں اس طرح کہ کتنی عمر کو اَشُدٌّ کہا جاتا ہے اس میں سات قول ہیں۔

۱ امام اعظم کے نزدیک پچیس سال سے چالیس سال تک ۲ بلوغت کی ابتدا تقریبًا بارہ یا چودہ سال ۳ اٹھارہ سال۔ ۴ تیس سال ۵ پینتیس سال ۶ چالیس سے شروع ہوتی ہے ۷ باسٹھ سال۔ یہ لفظ معنًا میں مختلف فیہ ہے۔

۱ بعض نے کہا اس کا معنی ہے۔ زورِ جوانی۔ ۲ بعض کے نزدیک معنی ہے نوجوانی۔ ۳ قوت عقل ۴ تمیز داری کا ملکہ۔ ۵ شعور ۶ فراستِ طبعی۔ ۷ شرافت۔ غرض کہ یہ لفظ علم نحو میں متشابہات سے ہے۔ یَبْلُغَ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا۔ ہٗ ضمیر مضاف الیہ کا مرجع یتیم ہے۔ اِلَّا معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مستثنٰی ہوا۔ لَاتَقْرَبُوْا کا اور وہ جملہ فعلیہ استثنائیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ۔ اَوْفُوْا۔ باب افعال کا امر حاضر معروف جمع مذکر۔ اَنْتُمْ ضمیر مستتر (پوشیدہ) اس کا مصدر ہے اِیْفَاءٌ بمعنی پورا کرنا۔ وَفْیٌ لفیف مفروق سے بنا ہے۔ بمعنی پورا ہونا۔ بَ جارہ تعدیہ کی الف لام استغراقی عہد خارجی اسم مفرد جامد بمعنی وعدہ۔ جار مجرور متعلق ہے اَوْفُوْا کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو گیا۔ اِنَّ حرفِ تحقیق اَلْعَھْدَ اس کا اسم۔ کَانَ فعل ماضی ناقصہ ھُوَ مستتر اس کا اسم لہٰذا مرفوع ہے۔ مَسْئُوْلًا۔ اسم مفعول ہے باب فَتَحَ کا صیغہ واحد مذکر۔ سُؤَالٌ سے بنا ہے مہموز العین ہے۔ ترجمہ ہے پوچھا ہوا۔ زمانہ مستقبل ہے کَانَ کی خبر ہے اس لیے منصوب ہے۔ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر خبر ہوئی اِنَّ کی اور وہ جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا - وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا - اور اے حیاتِ دنیا میں عزت و آبرو آل اولاد گھر بار اور معاشرے میں اونچا شریفانہ مقام و مرتبہ چاہنے والو۔ والدین اور اولاد کے سابقہ بیان کردہ حقوق والے حکم کے بعد یہ حکم اور قانونِ الٰہیہ بھی تسلیم کرو کہ زنیٰ کے قریب بھی نہ جاؤ بیشک وہ زنا اور اُس کے اَسباب اور ابتدائی ذریعے انسان کو مرد و عورت کو ذلیل اور بے حیا بے غیرت بنانے والا ہے۔ اور دنیا و آخرت۔ موت و حیات قبر و حشر میں بُرا راستہ ہے۔ اس طرح کہ چند منٹ کی لذتِ شہوانیہ شیطانیہ کے لیے ہزار ہا خرابیاں اور برائیاں پیدا کر دیتا ہے۔

۱ نسب خراب ۲ اولاد حرامی ۳ فتاویٰ بحر الرائق جلد ہشتم ۲۲۴ پر ہے حرامی اولاد کی چار نسل تک جنت میں نہیں جا سکتی اگر نیک ہو تو اعراف میں رکھا جائے گا ۴ وراثت تباہ ۵ قومیت برباد ۶ اولاد میں بے غیرتی ۷ بزدلی ۸ بے باکی بے حیائی گستاخی ۹ بہت قسم کی خطرناک بیماریاں زنا کاری سے پیدا ہوتی ہیں ۱۰ نحوست ۱۱ حرامی اولاد کبھی ولی اللہ نہیں بن سکتی۔ ۱۲ حرامی کی امامت جائز نہیں ۱۳ علم کا نور نہیں ملتا ۱۴ عورت کی عظمت تباہ ۱۵ زانی۔ مزنیہ اور ان کی ناجائز اولاد کے چہرے کا نور و رونق نہیں ہوتی ۱۶ والدہ ہونے کا مقدس رشتہ ذلیل ہو جاتا ہے ۱۷ بیٹی ہونے کی پاکیزہ عظمت برباد ۱۸ مقدس عورت۔ بازاری چیز بن جاتی ہے۔ ۱۹ سیرت و اخلاق تباہ ہو جاتے ہیں ۲۰ کردار و عمل کا حسن برباد ۲۱ صحت ختم ۲۲ پدری شفقت سے محرومی ۲۳ معاشرے میں کبھی عزت نہیں ہو سکتی ۲۴ قدرتی؛ ذلت و رسوائی حاصل ہوتی ہے۔ ۲۵ زنا کاری سے علاقے میں فتنہ و فساد بربادی بڑھتی ہے قتل عام ہوتا ہے ۲۶ حقِ زوجیت برباد ہو جاتا ہے ۲۷ الفتِ زوجیت کی ٹھنڈی بہار اُجڑ جاتی ہے ۲۷ کسی کی ماں بہن۔ بیٹی کے مقدس رشتے کو ذلیل کر دیا جاتا ہے۔ ۲۸ گھر بار اور گھر ستی امور خانہ داری پاکیزہ ماحول برباد ہو جاتا ہے ۲۹ جانور اور انسان کا فرق مٹ جاتا ہے ۳۰ قبر کی تنگی ۳۱ مرتے وقت کلمہ نصیب نہیں ہوتا ۳۲ حدیث پاک میں ہے کہ تین کام کرتے وقت ایمان قلب و قالب سے نکل جاتا ہے۔ شراب نوشی۔ چوری ڈکیتی اور زنا کے وقت ۳۳ آخرت میں ذلت کا عذاب ۳۴ زنا مقصدِ حیات کے خلاف ہے۔ اور صرف شہوت رانی ہے۔ نکاح سے پوری زندگی جسمانی و روحانی قائم ہے ۳۵ حدیث پاک میں ہے کہ حکومت اسلامیہ کو تین اشخاص کا خون کرنا جائز ہے۔ شادی شدہ زانی۔ ہذیلیے رجم۔ مرتد اور قاتل۔ جس بدکاری سے اتنی خرابیاں

پیدا ہوں وہی ہے سَاءَ سَبِیْلًا۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اصل زنا مرد و عورت کی فرج داخلی کا نام ہے۔ لیکن حکمی زنا دیگر اعضا کا بھی ہے مثلاً آنکھ کا زنا شہوت سے دیکھنا۔ ہاتھ کا زنا لمس (جسم کا چھونا) منہ کا زنا شہوت سے چومنا۔ اسی طرح کان ناک دل دماغ پیروں کا بھی زنا ہے۔ زنا کے اسباب نو ہیں۔

ع۱ بے پردہ عورتوں کا اجنبی لوگوں میں چلنا پھرنا ع۲ اجنبی سے خلوت میں بیٹھنا ملنا جلنا۔ اسلام میں پوری عورت پردہ ہے یعنی پورا جسم۔ چہرہ اور بال۔ لٹکے ہوئے بال بھی پردہ ہیں غرض کہ ہر وہ حصّہ جس کو دیکھ کر شہوت پیدا ہوتی ہے اس کا پردہ کرنا عورت پر فرض ہے ع۳ بھڑکیلا فیشنی لباس پہن کر اجنبی کے سامنے آنا۔ چومنے چاٹنے اور بوس وکنار کا رواج ڈالنا۔ ع۴ مخلوط تعلیم ع۵ فلم اور ڈرامے اور تصویریں دیکھنا ع۶ گانے ناچ اور طبلے سارنگی سننا ع۷ چست لباس پہننا ع۸ سرخی پوڈر لگا کر عام محفلوں میں آنا ع۹ دکانوں میں کاروبار عورتوں کے ہاتھ میں دینا جب کہ غیر مرد بھی گاہک ہوں۔ شریعت میں اجنبی ہر وہ شخص ہے جس سے نکاح جائز ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اب وہ خطرناک زمانہ ہے کہ بہن بیٹی کو بھائی اور باپ سے بھی دور رہنا چاہیئے اور ایک مکان میں تنہائی باپ بیٹی کی بھی منع ہے (اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہ) زنا بھی چونکہ مثل قتل نسل و خاندان کی تباہی ہے اس لیے قتل اولاد کے بعد حرام ہونے کے بعد زنا کی حرمت کا ذکر فرمایا گیا ساھ اے بندو عام مسلمانوں کو بھی قتل نہ کرو اور ان غیر مسلموں کو بھی قتل نہ کرو جن کا قتل اسلام نے منع فرمایا ہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ۔ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ۔ میں خود اپنی جان بھی شامل ہے اور آیت سے خودکشی کی حرمت بھی ثابت ہے۔ شریعت اسلامیہ میں معاشرے کا سب سے بڑا جرم قتل کرنا ہے۔ اسی لیے اس کی سزا قاتل کا قتل ہے۔ اس کی پانچ۵ وجہ ہیں۔

ع۱ انسانیت اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اس لیے اس کی روح اور جسم کی حفاظت ہر شخص پر فرض ہے یہاں تک کہ ملائکہ اور جنات پر بھی۔ ع۲ انسان عبادت کے لیے پیدا کیا گیا لہٰذا اس کو عبادت کی مہلت ملنی چاہیئے۔ گنہگار اور کافر کو بھی مہلت ضروری ہے کہ کسی وقت بھی وہ سچی توبہ کرے قتل یا خودکشی اس مہلت کو ختم کرنا ہے اس لیے عظیم ظلم ہے ع۳ قتل سے زمین میں فساد۔ غداری اور بغاوت جنم لیتی ہے حکومت کی خلاف ورزی کی عادت اور رواج پیدا ہوتا ہے یہ سب چیزیں تو حرام ہیں اس لیے ان کا موجب اور سبب اکبر قتل بھی حرام ہوا ع۴ قتل سے بہت نقصان۔ کئی خاندانوں کا ہے۔ قاتل۔ اور مقتول کا۔ دینی اور دنیوی بھی اور قتل سے روحانی نقصان بھی ہے کیونکہ انسانی جسم خزائنِ الٰہیہ کا مخزن ہے۔ عقل۔ علم۔ حفظ۔ تجربات و مشاہدات اس میں خزانے ہیں ایک قتل سے اتنے نقصان ہوئے اور نقصان کرنا حرام ہے لہٰذا قتل حرام ہوا۔ ع۵ قتل سے اس کی پوری نسل کو ختم کر دیا جاتا ہے

جو مردیا عورت کے نطفوں میں پوشیدہ ہے۔ لہٰذا۔ حَرَّمَ اللّٰهُ۔ اللہ کریم حکیم و خبیر نے اس کو ازل سے ابد تک ہر دین ہر شریعت میں حرام فرمادیا بلکہ لادین لوگوں کی عقلوں کو بھی اللہ نے بتادیا کہ یہ فطرتاً اور قانوناً منع ہے۔ ہاں اَلْبتہ جن لوگوں نے ایسے جرم کر لیے جن کی بنا پر وہ مجرم لوگ آئندہ بھی دنیا میں فساد ہی کا باعث بنیں گے تو ان کو دنیا سے ختم کرنا حق اور جائز بلکہ لازم و فرض ہے۔ حدیث پاک اور قرآن مجید کی دیگر آیات سے پانچ قسم کے انسانوں کا قتل کر دینا واجب ثابت ہے۔ مگر یہ قتل کا جائز ہونا عارضی جرم کی وجہ سے ہے اس لیے اس کا ثبوت ضروری۔ اور مکمل ثبوت تو صرف حکومتِ وقت کی ذمے داری ہے اس لیے یہ قتل کی سزا بھی حکومت ہی دے سکتی ہے۔

پہلا شخص جس کا قتل حکومت پر واجب ہے۔ قاتل۔ اس کا قتل کر دینا اس لیے واجب ہے تاکہ یہ نہ پھر آئندہ کسی کو قتل کرے۔ قتل میں نفسیاتی لذت ہے۔ ایک دفعہ کوئی کسی کو قتل کر دے تو پھر اس کا دل قتل کرنے کو چاہتا رہتا ہے اگر قاتل آزاد چھوڑ دیا جائے تو کئی بیگناہوں کو قتل کرتا ہے بلکہ پیشوَر اور اُجرتی کرائے کا قاتل بن جاتا ہے جس کا تجربہ ہے۔ جلادوں کی مدت ملازمت جب پوری ہوجاتی ہے تو حکومت اس کو نوکری سے علیحدہ سبکدوش کر کے جلد ہی کسی نہ کسی بہلنے سے مروا دیتی ہے۔ اور اسی لیے ہم نے قصائیوں کو دیکھا ہے کہ اگر وہ کبھی اپنا کام ذبح کرنے کا چھوڑ بھی دیں تب بھی کسی نہ کسی جانور کو ذبح کرتے ہی رہتے ہیں۔ میدانِ محشر میں اور جنت میں صرف وہی شہید دنیا میں دوبارہ آنے کا ارادہ اور خواہش کرے گا جس نے میدانِ جنگ میں کفار کو قتل کیا ہوگا زخم کھائے اور لگائے ہوں گے۔ اس لیے قاتل کو قتل کرنا پہلا فرض۔

دوسرا[۲] شخص مرتد۔ اس کو قتل کرنا بھی واجب ہے اس لیے کہ جب یہ اسلام سے منکر ہوا اور دوسرے دین میں گیا تو یہ شیطانی تخریب کا رادہ اللہ سے لوگوں کو برگشتہ کرنے والا بن گیا یہ تجربہ ہے کہ کفر میں جاکر انسان تربیتِ شیطانی کی بنا پر بہت چست و چالاک ہوجاتا ہے جس مسلمان نے کبھی اسلامی زندگی میں مسجد کی جھاڑو بھی نہ دی ہو وہ غلط فرقوں اور کفر میں جاکر بہت بڑا پیچہ بن جاتا ہے مرتد سے صرف ایک نقصان نہیں بلکہ معاشرے کی بہت سی خرابیاں ہیں اس کے وجود سے۔ اس کی دیکھا دیکھی اور خفیہ کفر سازی سے بہت لوگوں کا ایمان برباد ہو سکتا ہے بدیں وجہ قرآن و حدیث میں بہت جگہ واضح طور پر مرتد کی سزا قتل بیان فرمائی گئی۔

تیسرا[۳] شخص۔ شادی شدہ زنا کار۔ اس کو سنگسار کر کے قتل کرنا واجب ہے اس لیے کہ جائز اور صحیح طریقہ اختیار کرلے کے بعد اور تمام جائز طریقوں سے گزر کر پھر گندی اور ملعون زندگی کا راستہ پکڑا۔

اور اپنے منحوس فعل قبیح سے معاشرے میں وہ برائیاں پیدا کیں جو زنا سے لازمًا پیدا ہوتی ہیں
اخلاقی طور پر اس کا جرم اس زانی سے زیادہ ہے جو غیر شادی شدہ ہو۔ اسی لیے سزاؤں میں فرق ہے
نیز غیر شادی شدہ کی اصلاح تو نکاح کے ذریعے ہو سکتی ہے مگر شادی شدہ زانی اور مزنیہ عورت کی صلاح
تقریبًا ناممکن۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ زنا اور بھیک مانگنے کی عادت نہیں جاتی۔ زانی مرد کو اپنی بیوی کی طرف
رغبت نہیں رہتی اسی طرح زانیہ عورت کو اپنے خاوند کی چاہت نہیں رہتی ایک زناکار عورت سے
سارے محلے کی بچیاں تباہ و برباد ہو سکتی ہیں۔ ان ہی وجوہ سے ایسے زناکار مرد و عورت کا قتل و سنگسار
کر دینا ہی درست ہے۔ رجم زانی کے مکمل دلائل ہمارے فتاویٰ العطایا میں دیکھئے۔

چوتھا شخص۔ غدار۔ یہ شخص فتنہ پرور ہوتا ہے اور مذہب حکومت عوام۔ اور امن و سلامتی
کا دشمن فساد فی الارض کا برپا کرنے والا ہوتا ہے۔ اس کا قتل جہان کا امن ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ
نے اس کا قتل بھی حکومت کے لیے جائز فرمایا۔

پانچواں شخص باغی۔ اس کی دو قسمیں ہیں ۱ حق پر ہونے والا ۲ غلطی پر ہونے والا۔
غلطی پر ہونے والے باغی کو مہلت دے کر قتل کرنا جب کہ اس سے کفار کی جاسوسی اور اسلامی
نظریات واشاعت و ترویج میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہو جیسا کہ صدیق اکبر کے عملی کردار سے ثابت ہے
کہ آپ نے مانعین زکوٰۃ کے باغیوں اور جھوٹے نبی مسیلمہ کذاب کے مرتدوں کو قتل کیا۔ اِلَّا بِالْحَقِّ میں یہ
پانچ قسم کے لوگ شامل ہیں جن کے خون اور قتل اس آیت نے جائز و حلال فرمائے اس کے علاوہ
امام شافعی اور دیگر ائمہ بھی بعض قتلوں کو جائز قرار دیتے ہیں۔ مثلًا۔ لوطی کا فعل کرنے والا۔ اور وہ جادوگر
جو اپنے جادو کے ذریعہ لوگوں کو مار دیتا ہو۔ اور جانوروں کے ذریعے کسی کو قتل کرا دیا۔ یا بوجھ اٹھوا کر مروا
دیا۔ امام شافعی فرماتے ہیں ان سب صورتوں میں بھی قتل مجرم واجب اور حلال ہے۔ لیکن امام اعظم فرماتے
ہیں واجب نہیں (تفسیر کبیر) اور چونکہ ظلمًا قتل کی صورت میں مقتول مظلوم ہے۔ اس لیے قانون الٰہیہ
ہے کہ جو شخص بھی مظلوم ہو کر قتل کیا جائے۔ امیر ہو یا غریب۔ کالا ہو یا گورا فاسق ہو یا نیک۔ مسلمان عالم
ہو یا ذمی کافر۔ حاکم ہو یا محکوم۔ مالک ہو یا نوکر۔ آقا ہو یا کسی کا غلام۔ اس کے والی وارث کے لیے ہم
نے دعویٰ کرنے کی قوت طاقت اور سلطنت و اختیار۔ وحق شرعی دیا ہے کہ چاہے تو قصاص لے
لے کر حکومت سے کہے کہ میں نے قتل کا بدلہ قتل ہی لینا ہے تاکہ قاتل کی طرف سے باقیوں کی جان کا
خطرہ ٹل جائے یا قاتل اور اس کے لواحقین کی التجا اور سچی معافی آئندہ کے لیے ابدی توبہ۔ پُر خلوص صلح محبت
کے وعدے لینے کے بعد مقتول کی شرعی دیت مانگ لے یعنی خون کی قیمت (خون بہا)۔ اے قاتل ان تکلیفوں

مصیبتوں فسادوں عذابوں سے بہتر ہے کہ تو اپنے ذہن دماغ عقل فکر اور عملی اقدام کو اس قتل جیسے ظالمانہ کام میں مصروف ہی نہ کر۔ یہ تفسیر ایک قول کے مطابق اور لَا تُسْرِفْ کی قرأت کی صورت میں ہے لیکن قرأۃ مشہورہ کی صورت میں یہ حکم فرمایا جارہا ہے کہ مقتول کا والی وارث اگر قاتل کا قصاص اور قتل ہی مانگتا ہو دیت پر صلح نہ کرے تو وارث اور اس کے کہنے سے کوئی حاکم کوئی جلاد قتل میں کسی قسم کی زیادتی و اسراف نہیں کر سکتا۔ نہ اس طرح کہ ایک قاتل کے بجائے دو یا تین کا قتل کرے۔ نہ اس طرح کہ قاتل کے بجائے دوسرے کا قتل چاہے یا کرے جس طرح زمانۂ جاہلیت میں امیر غریب کے مقتول میں فرق کرنے کے لیے ایسے ظالمانہ فیصلے ہوتے تھے۔ نہ اس طرح اسراف کرے کہ قاتل کو قتل کرنے کے بعد پھر اس کے جسم پر غصہ نکالے اور اس کو مثلہ کرے ناک کان کاٹے۔ خبردار اللہ تعالیٰ کے کسی قانون کی کوئی شخص کبھی ذرّہ بھر خلاف ورزی نہ کرے۔ یہ اس رب کریم کی کیا کم مہربانی ہے کہ تمہارے خون اور جان کو مکرّم و مشرّف بنا دیا کہ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا۔ بیشک وہ مقتول آخرت میں اور اس کا والی وارث دنیا میں ہر طریقے سے مدد کیا ہوا بنا دیا گیا۔ کہ قاتل کی ہر جگہ ہر قانون میں ذلّت و رسوائی ہو رہی ہے اور مقتول اور اس کا وارث دنیا میں و آخرت میں قابل امداد۔ رحم اور ہمدردی کے لائق شرافت و فضیلت کا پیکر سمجھا جارہا ہے۔ لہٰذا وُرثا کو بھی چاہیے کہ اس عزت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں نہ قاتل اور اس کے وارثوں پر کسی قسم کی زیادتی کریں شرعی فیصلہ پورا ہو جانے کے بعد اور مقتول کے یا کسی کے بھی یتیم پر ظلم نہ کریں۔ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ۔ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا اور۔ اے وہ لوگو جب تمہارے پاس اماناً کسی یتیم کا مال رکھا جائے یا تم کسی یتیم کے منتظم امور ہو تو ہرگز ہرگز کسی یتیم کے مال کے قریب بھی مت جانا۔ کتنی ہی تم کو محتاجی غریبی آجائے خواہ وراثت کا حصہ ہو یا دیت کا یا امداد کا اس امانت میں خیانت قطعاً مت کرنا۔ ہاں مگر ایسے طریقے سے جس میں یتیم کے لیے بہت اچھے فائدے اور مال کی زیادتی کا ذریعہ ہو۔ یہ حفاظت اور مالی ترقی کی ذمے داری تم وارثوں قرابتداروں اور ذمہ داروں پر اس وقت تک ہے یہاں تک کہ وہ یتیم بچہ اپنی لیاقت قابلیت سمجھداری اور عقلمندی والی عمر کو پہنچ جائے خواہ عقل بلوغت سے خود بخود آجائے یا علم فہم اور کاروباری تجربے سے آسکے۔ بارگاہِ الٰہیہ میں سب سے زیادہ اہمیت بقاءِ انسانیت کی ہے قتل و زنا کی حرمت۔ والدین اولاد کی تربیت کی فرضیت سب اسی بقاء نسل انسانی کے لیے ہے۔ اپنی اولاد کی تربیت تو جانور بھی کر لیتے ہیں مگر غیر کی اولاد و نسل کی پرورش کی ذمہ داری صرف مسلمانوں پر رب تعالیٰ نے فرض فرمائی ہے اس ذمے میں سب سے اوّل یتیم کے مال کی حفاظت ہے اس لیے کہ مال و دولت سے جان و جسم

کی حفاظت ہے اور عالمِ انسانیت میں سب سے زیادہ کمزور محتاج ضعیف اور قابلِ رحم اور لائقِ پرورش مستحقِ شفقت ہے۔ کیونکہ چھوٹا اور نازک بچہ بھی ہے اور پدری سائے کے نہ ہونے کی بنا پر بے آسرا بھی ہے۔ اسی سبب سے قرآنِ مجید میں بہت جگہ یتیم کے مال کی حفاظت اور اہمیت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں بھی کثیر مرتبہ آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و کردار عمل و فرمان سے یتیم کی حفاظت اور تربیت کا حکم فرمایا بلکہ یتیموں کو پال کر اُن کی سچی اور صحیح سرپرستی فرما کر قیامت تک کے لیے عملی نمونہ پیش فرمایا۔ اے بندو اپنے عہد کو بہت ہی شدت سے پورا کرو۔ بلاشک قیامت کے دن دیگر اعمال کے ساتھ وعدوں کا بھی حساب کتاب ہوگا۔ اور عہد کے بارے میں یا خود عہد کو مجسم کر کے اُس سے پوچھا جائے گا کہ تجھ کو دنیا میں کس نے پورا کیا اور کس نے توڑا۔ یا عہد کرنے والوں کو بلا کر پوچھا جائے گا کہ تم نے عہد کر کے کیوں توڑا۔ اور عہد کیوں کیا تھا۔ عہد کی گیارہ قسمیں ہیں۔

۱ اللہ تعالیٰ سے عہد۔ توحید و عبادت و اُس کے انبیاء کی اتباع و اطاعت کا اور عالمِ ارواح کا قَالُوْا بَلٰی والا عہد اور توبہ و منّت ۲ آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد شریعت و طریقت معرفت و حقیقت پر عمل کرنے اور صحابہ کرام کی اطاعت و عزت کرنے کا ۳ عام دنیوی لوگوں سے دن رات دینی دنیوی وعدے کرنے ۴ فردِ واحد سے عہد ۵ جماعت و گروہ سے عہد ۶ حکومت سے حلف نامہ اور عہد ۷ حاکم سے عہد ۸ محکوم سے عہد ۹ گھریلو اور ازدواجی تعلقات کے لیے بیوی سے عہد ۱۰ والدین سے عہد ۱۱ اولاد اور اہلِ قرابت سے عہد۔ ان تمام کا پورا کرنا بحکمِ قرآنی فرض اور واجب ہے۔ اس آیت کے اطلاق سے تمام عہد اس میں شامل ہو گئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وعدہ اور عہد۔ انسانی زندگی کے لیے ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ زندگی کا پورا محورِ ایفاءِ عہد کے بل بوتے پر چل رہا ہے۔ خالق و مخلوق کے درمیان پورا نظامِ کائنات وعدوں کی وفاداری کا نام ہے اسی طرح عہد شکنی یا وعدے سے غفلت اور بے پرواہی برتنا پوری کائناتِ عالم کا فساد ہے۔ وعدہ پورا کرنا ایک عظیم عبادت ہے جس میں حقوقُ اللہ بھی ہیں اور حقوقُ العباد بھی۔ بلکہ اصل ایمان وعدہ وفائی ہے اور اصلِ کفر عہد شکنی اور وعدہ خلافی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے عہد کا نام عقیدۂ ایمان ہے۔ نبی پاک سے عہد عمل و حُسنِ کردار ہے۔ حکومت سے عہد کا نام میثاق ہے۔ حاکم سے عہد اطاعت ہے۔ محکوم و رعایہ سے عہد کا نام عدل ہے۔ رشتے داروں سے عہد صلہ رحمی ہے۔ والدین سے عہد احسان و خدمت ہے اولاد سے عہد شفقت ہے عوام سے عہد عقود ہیں۔ مثلاً خرید و فروخت شرکت۔ منگنی نکاح قسم یمین صلح۔ اقرار۔ جماعت سے عہد پابندیٔ منشور ہے۔ فردِ واحد سے عہد کا نام معاملہ ہے (از تفسیر کبیر۔ خازن

مظہری ۔ مدارک ۔ تفسیر فتح القدیر ۔ صفوۃ التفاسیر ۔ جلالین ۔ سید قطب)

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے ۔

پہلا فائدہ ۔ زنا قتل سے بھی بدتر گناہ ہے کیونکہ قتل میں ایک جرم ہے اور زانی بیک وقت تین جرم کر رہا ہے ۱ گناہ کبیرہ ۲ بے حیائی پھیلانا ۳ نسل انسانی کو خراب کرنا نیز قتل صرف ہاتھ سے ہوتا ہے اور زنا پورے جسم سے ۔ اسی لیے قتل کی سزا قتل یا دیت یا والی وارث کی طرف سے معافی ہے لیکن زنا کی سزا سارے جسم کو سنگسار کرنا ہے ۔ اس کی معافی کوئی نہیں دے سکتا ۔ یہ فائدہ لَا تَقْرَبُوا (الخ) کو لَا تَقْتُلُوا ۔ سے پہلے ذکر کرنے سے حاصل ہوا ۔

دوسرا فائدہ ۔ قصاص حقُّ العبد ہے ۔ والی وارث چاہے تو معاف کر سکتا ہے ۔ اگرچہ دعویٰ عدالت میں چل رہا ہو ۔ لیکن وہ جرائم جو حقُّ العبد بھی ہوں اور حقُّ اللہ بھی یا جو صرف حق اللہ ہوں ان کو کوئی معاف نہیں کر سکتا نہ عوام نہ عدالت نہ حاکم نہ بادشاہ ۔ ہاں البتہ وہ جرائم جو حق العبد بھی ہوں حقُّ اللہ بھی وہ عدالت میں دعوے سے پہلے حق والا بندہ معاف کر سکتا ہے جیسے چوری ڈکیتی مگر زنا ۔ حقُّ العبد نہیں اس لیے کسی وقت کوئی معاف نہیں کر سکتا نہ عدالت سے پہلے نہ بعد ۔ قتل صرف حق العبد ہے ۔ یہ فائدہ لِوَلِيِّهٖ سُلْطَانًا (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا ۔

تیسرا فائدہ ۔ قصاص یعنی خون کے بدلے خون لینے کی صورت میں مقتول کے وارثین کی طرف سے حاکم وقت قاتل کو قتل کرنے کے لیے کوئی بھی طریقہ اختیار کر سکتا خواہ پھانسی یا تلوار سے یا بندوق سے یا بجلی سے یا اونچی جگہ سے گرا کر ۔ فقط اتنا خیال رکھا جائے گا کہ قاتل فوراً مر جائے تڑپ اور سسک کر جان نہ نکلے ۔ یہ ضروری نہیں کہ وہی طریقہ اختیار کیا جائے جو قاتل نے مقتول کے قتل کرنے میں استعمال کیا تھا ۔ یہ فائدہ فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۔ فرمانے سے حاصل ہوا ۔ بہتر اور سنت یہ ہے کہ قاتل کو تلوار ہی سے قتل کیا جائے امام شوکانی نے تفسیر فتح القدیر میں فرمایا قتل کے بارے میں یہ پہلی آیت ہے جو مکے شریف میں نازل ہوئی اور اہل عرب کے جاہلانہ قصاص سے مسلمانوں کو بچایا اور منع فرمایا گیا ۔ اس آیت نے امیر غریب کے قصاص کا فرق مٹا دیا سب کا ایک جیسا صرف قاتل کے قتل سے قصاص مقرر ہوا ۔

چوتھا فائدہ ۔ یتیم صرف نابالغی کے زمانے تک ہے ۔ بعض فقہا نے فرمایا کہ عقلمندی آنے تک یتیمی قائم رہتی ہے یعنی جب تک یتیم بچہ عقلمند نہ ہو جائے اور اپنے مال دولت کو سنبھالنے کے قابل نہ ہو جائے اس وقت تک اس کو یتیم کہا جائے گا لہٰذا یتیم دیوانہ خواہ کتنا ہی بڑا ہو جائے یتیم ہی مانا جائے گا جب تک علاج سے درست نہ ہو جائے ہاں اگر بالغ ہونے کے بعد دیوانہ یا نیم دیوانہ ہوا ہے تو اس کو یتیم نہ کہا جائے گا ۔ یہ فائدہ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۔ سے حاصل ہوا ۔

صحیح تندرست بالغ اولاد کو یتیم نہیں کہا جائے گا۔ خواہ والد کے مرنے کے وقت ہی وہ بالغ ہو یا بعد میں بالغ ہوا ہو۔ ان احکام میں لڑکا اور لڑکی برابر ہیں۔ حَتّٰى يَبْلُغَ کا حکم عام ہے ہر اولاد یتیم کے لیے

پانچواں فائدہ۔ اسلام میں صرف صحیح اور جائز عہد کا احترام ہے ناجائز وعدے کا توڑنا ہی ضروری ہے بلکہ ناجائز وعدہ کرنا ہی گناہ ہے۔ یہ فائدہ۔ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ۔ کے امر وجوبی سے حاصل ہوا۔ اس لیے کہ رب تعالیٰ ناجائز اور حرام کام کا کبھی حکم نہیں دے سکتا۔

احکام القرآن

ان آیتِ پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ جس طرح مسلمان پر بیگناہ اور بغیر جرم کسی مسلمان کا خون کرنا جان سے مارنا حرام ہے اسی طرح وہ غیر مسلم ذمیّ کافر جو مسلمانوں کی حکومت اور پناہ میں رہتے ہیں ان کا بلا جرم قتل مسلمانوں پر حرام ہے یہی امامِ اعظم کا مسلک ہے۔ یہ مسئلہ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا (الخ)۔ سے مستنبط ہوا امام شافعی علیہ الرحمۃ کا مسلک ہے کہ ذمیّ کو قتل کرنے سے مسلمان کا نہ قصاص ہے نہ دیت ہے اس لیے کہ ذمّی مشرک ہے اور مشرک کا خون حلال ہے لیکن امام اعظم کی دلیل یہ آیت ہے کہ قُتِلَ مَظْلُوْمًا میں ہر وہ شخص داخل ہے جو مسلمانوں کی حفاظت میں ہو اور قانوناً بیگناہ و بےجرم (از تفسیر کبیر) امام شافعی کی دلیل صرف قیاسی ہے اس لیے کمزور ہے۔

دوسرا مسئلہ۔ حضرت امیر معاویہؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ باغیانہ لڑائیوں میں حق پر تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مولی علی شیرِ خدا سے اُس وقت عرض کیا تھا کہ حضرت معاویہ اس لڑائی میں حق پر ہیں آپ لڑائی چھوڑ دیں اور اُن کا مطالبہ مان لیں ورنہ سارے علاقے پر معاویہؓ بن سفیانؓ کا قبضہ ہو جائے گا اور حضرت امام حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں نے حضرت معاویہ کی مدد کی۔ یہاں تک کہ اپنی خلافت بھی امیر معاویہ کو دے دی اور اپنے والد کے لشکر کی مدد نہ کی اور دونوں بزرگوں نے اس آیت سے استنباط کیا۔ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا۔ اور پھر ایسا ہی ہوا کہ حضرت علی شہید کر دیئے گئے اور امام حسن کے بعد بہت جلدی سارے علاقے پر امیر معاویہؓ کی سلطنت اور خلافت قائم ہو گئی۔ کیونکہ حضرت معاویہ کا مطالبہ خونِ عثمانِ غنی کا قصاص لینا ہے۔ آپ ہی حضرت ذو النورین کے والی وارث تھے۔ اس لیے آپ کا مطالبہ جائز اور بغاوت حق بجانب تھی، اسی لیے امام حسنؓ اور ابن عباس نے حضرت علی کو سمجھایا تھا مگر اُس پر عمل نہ کیا گیا (از تفسیر کبیر) مگر میں کہتا ہوں کہ امیر معاویہ کی یہ جنگیں اور دیگر لڑائیاں کرانا اور دو طرفہ مسلمانوں کا اتنا خون کرانا سخت غلط تھا۔ مطالبے کے لئے اور شکل بھی اختیار کی جا سکتی تھی۔ بغاوت اسی لیے اسلام نے منع فرمائی ہے کہ اس سے مطالبے پورے نہیں ہوتے بلکہ حکومت کے لیے الجھاؤ اور پریشانیاں

پیدا ہو جاتی ہے۔ **تیسرا مسئلہ** ۔ ہر وہ چیز جو کسی گناہ کا سبب بن جائے وہ بھی شریعت میں حرام ہے لہٰذا بے پردگی ۔ عورتوں کی کھلے عام فیشن پرستی ۔ ناچ گانا ۔ ڈھول باجہ سب اس لیے ہی حرام ہوئے ہیں کہ زنا کے اسباب ہیں ۔ عورت کا مکمل پردہ اور چہرہ ڈھکنا ۔ راستے میں نگاہیں نیچی کرنا سب اس لیے ہی فرض ہوئے ہیں کہ کسی طرح انسان زنا سے بچے ۔ یہ مسئلہ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی فرمانے سے مستنبط ہوا ۔ یعنی زنا کے قرب سے بھی روک دیا گیا چہ جائیکہ فعل زنا ۔ **چوتھا مسئلہ** ۔ حربی کافر کو قتل کرنا شرعاً حلال ہے قتل والا گناہ لازم نہ آئے گا نہ شرعی قصاص اور دیت واجب ہو ۔ یہ مسئلہ اِلَّا بِالْحَقِّ کے استثنا سے مستنبط ہوا ۔ ہاں معاہد اور حلیف اور ذمی کو قتل کرنا بلا جرم حرام ہے۔
پانچواں مسئلہ ۔ مقتول کے قصاص میں قاتل کو قتل کرنے سے پہلے اور بعد میں مثلہ کرنا حرام ہے ۔ یہ مسئلہ فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ سے مستنبط ہوا جیسا کہ تفسیر میں بتا دیا گیا ۔ **چھٹا مسئلہ** ۔ یتیم کے مال کو صحیح ایمان داری سے تجارت میں لگانا جائز ہے ۔ یہ مسئلہ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ سے مستنبط ہوا ۔ اسی طرح صرف حفاظت کے لیے کسی محفوظ ادارے میں جمع کرانا جائز ہے ۔ جب کہ خرد برد کا اندیشہ نہ ہو ۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔
پہلا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا ۔ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی (الخ) اتنی لمبی عبارت کیوں ارشاد ہوئی فقط لَا تَزْنُوْا ۔ کہہ دینا کافی تھا یا اگر مزید وضاحت مطلوب تھی تو لَا تَزْنُوا الزِّنٰی ۔ فرمایا جاتا ۔ **جواب** ۔ اس کا جواب تفسیر عالمانہ میں زنا کے نقصانات و اسباب کے ضمن میں دیا جا چکا ہے ۔ کہ صرف زنا سے بچنا ہی ضروری نہیں بلکہ زنا کے تمام اسباب و ذرائع سے بچنا بھی انتہائی ضروری ہے ۔ اسباب زنا اگرچہ زنا نہیں مگر قرب زنا ہے۔ **حکایت** ۔ اعلیٰحضرت احمد رضا خاں مجدد ملت نے چھوٹی سی بچپنے کی عمر میں ایک کنجری (رنڈی طائفہ) کو دیکھ کر کرتے سے اپنی آنکھیں ڈھک لی تھیں تو کنجری (ناچنے اور برا کرانے والی) نے دیکھ کر ہنس کر کہا کہ واہ میاں صاحبزادے نیچے سے ستر کھول دیا اور اوپر سے آنکھیں بند کر لیں ۔ تو آپ نے اپنی توتلی زبان بچپن کی زبان میں فرمایا کہ آنکھیں سبب ہیں برائی کا ۔ جب آنکھ دیکھتی ہے تو دل مائل ہوتا ہے اور جب دل مائل ہوتا ہے تو ستر راغب ہوتا ہے یہ کلام اس آیت کی تفسیر ہے (سبحان اللہ) اس لیے فرمایا گیا لَا تَقْرَبُوْا ۔ یعنی اسباب گناہ کو ہی بند کر دو۔
دوسرا اعتراض ۔ احادیث پاک اور قرآن مجید کی دوسری آیات سے ثابت ہے کہ سب سے بڑا جرم قتل ہے کفر و شرک کے بعد اَکْبَرُ الْکَبَائِرِ ۔ گناہ جرم قتل ناحق ہے ۔ تو یہاں پہلے زنا سے منع کیا گیا

بعد میں قتل سے منع فرمایا گیا۔ اس کی کیا وجہ؟ چاہیئے تھا کہ پہلے لَا تَقْتُلُوْا۔ فرمایا جاتا پھر لَا تَقْرَبُوْا۔ ہوتا۔ جواب۔ یہاں جرم کی حیثیت بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ خلقتِ انسانی کی کیفیت اور اہمیت کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ ولادت سے انسان وجود میں آتا ہے اور قتل کے ذریعے وجود سے خارج ہوتا ہے۔ زناکر کے زانی اور زانیہ نے وجودِ انسانی کو ہی خراب کر دیا اور وجودِ انسانی کا تقدس پامال کر دیا۔ اس لیے زنا سے رکنے کا پہلے حکم دیا گیا۔ قتل سے رکنے کا بعد میں کیونکہ وہ وجود میں آنے کے بعد کیا جاتا ہے وجودِ انسانی کے تقدس و طہارت پر قتل کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

تیسرا اعتراض۔ عام لغت واحادیث میں مردِ بدکار کو تو صرف زانی کہا جاتا ہے لیکن بدکار عورت کو زانیہ بھی کہا جاتا ہے اور مزنیہ بھی اس کی کیا وجہ ؟

جواب۔ زانی اور زانیہ وہ ہے جو خوشی برضاؤ رغبت زنا کرے اور کروائے مگر مزنیہ وہ ہے جس سے جبراً زنا کیا جائے۔ مرد سے چونکہ جبراً زنا کیا ہی نہیں جا سکتا نہ کروایا جا سکتا ہے اس لیے اس کو مزنی نہیں کہا جاتا وہ صرف بہر صورت زانی ہی ہو گا اس لیے کہ بغیر رضا جبر کرنے سے اس کا آلہ تناسل آمادہ ہی نہ ہو گا۔ اور اگر ابتداءً اس پر کسی عورت نے جبر کیا بھی اور کسی طرح سے اس کا آلہ تناسل آمادہ ہو گیا تو بس وہی اس کی رغبت و رضا ہے اب خواہ عورت اُس پر بیٹھے یا مرد عورت پر بیٹھے۔ اسی لیے قرآن مجید نے زنا کی سزا بیان فرماتے ہوئے اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ کہا نہ کہ المزنیۃ۔ واللّٰہُ اَعلم بالصواب۔

تفسیر صوفیانہ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِیْلًا. وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۔ اے مسافرینِ راہِ معرفت اپنے اعضاءِ ظاہری آنکھ کان ناک ہاتھ پاؤں کو دنیا کی لذات و شہوات سے اتنا دور کر دو کہ خیالات کے قریب بھی مت جاؤ اہلِ تصوف کے نزدیک دنیا کی لذتیں نسلِ اعمالِ صالحہ کو ختم کرنے والی ہیں اس لیے وہ زناءِ خفیہ ہے۔ اور بیشک وہ بدخصلتی کا فحش ہے۔ اور ظلمت کا بُرا راستہ ہے۔ بندے کے اعمالِ اخروی اُس کی نسل اولاد ہیں کیونکہ یہی مقصدِ حیات ہیں فاسق و بدکار کفار مشرکین نامحرم عورتیں ہیں ان کی صحبت مثلِ حرام کاری ہے۔ اور قلبِ روشن کی خواہشات مراقبات کا گلا نہ گھونٹو۔ محبتِ اولیا صحبتِ صلحا۔ قربتِ اتقیا۔ اور بیعتِ مرشدین کا خاتمہ اور قتلِ فنا ترکِ موالات نہ کرو یہ ربِّ کائنات اللہ سبحانہٗ نے حرام کر دیا۔ ہاں اِلَّا بِالْحَقِّ۔ جو چیزیں راہِ حق میں رکاوٹ بنیں اُن سے دور ہونا اُن کے مکرو فریب کو قتلِ فنا کر کے واصل باللہ اور منزلِ بقا میں پہنچنا لازم ہے۔ قلبِ منور کی جو خواہشِ ایمانی بھی ظلمِ نفسانی جفاءِ شیطانی کی وجہ سے ختم کی جائے گی تو بیشک ہم نے

قلب ایمانی وَلی جسمانی کو سلطانِ قالب بنا دیا ہے۔ اِس کو اختیارِ تسلّط و سلطانی ہے کہ خواہشاتِ نفس اور قاتلِ ایمانیات کو قتل و فنا کر ڈالے لیکن مجاہدات کی تلوار سے نفس کو مثلہ نہ کرے۔ بیشک مومن کا دل دنیا آخرت قبر و حشر میں تائیدِ غیبی سے مدد کیا ہوا ہے۔ اے محنت کرنے والی عقل دنیا کے لیے اتنی محنت کر جتنا دنیا میں رہنا ہے لا تُسْرِفْ۔ زیادہ نہ کر۔ آخرت کے لیے اتنی محنت کر جتنا وہاں رہنا ہے لا تُسْرِفْ۔ کمی نہ کر۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اُتنی عبادت کر جتنا تو اس کا محتاج ہے بہت افضل ہے وہ بندہ جس کو مشاہدات انوار کا ایک لمحہ ہی مل جائے۔ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۚ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ ۖ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا۔ عالمِ جسمانیات میں قلب مسعود یتیم ہے قلب کی خواہشات اُس کی دولتِ ایمانی اور مالِ عرفانی ہے۔ عقل و دماغ اُسی یتیم کا وارث و محافظ و مشیر ہے۔ اے عقل دولتِ قلبی کو دنیا میں ضائع اور خرچ نہ کر۔ ہاں راہِ سعادت دانشِ معرفت اور حکمتِ کاملہ شریعت و طریقت میں لگانے کے لیے دولتِ قلب کو اُس وقت تک خرچ کر سکتا ہے جب تک کہ قلب منوری اپنی راہِ معرفت کو تہہ کر کے مقامِ بقا تک نہ پہنچ جائے اے عقل و شعور۔ اور قلب منور اپنے راہِ عرفانی کے وعدوں کو جلدی پورا کر بیشک منزلِ قرب میں مجاہدات و عبادات کے وعدوں کی پوچھ گچھ ضرور ہونی ہے۔ بندے کی دو ۲ قسمیں ہیں ایک بندۂ حق دوم بندۂ حقیقت۔ بندۂ حق وہ ہے جو اللہ کی رضا کی پناہ پکڑ لے اس کی ناراضگی کے غضب سے اور ازل و ابد کے وعدے پورے کرے۔ اسی لیے وہ افضل بندہ ہے۔ جو بندہ قرآن و حدیث کا متبع نہ ہو اُس کی پیروی اور بیعت حرام ہے کیونکہ وہ یتیم معرفت کا مال کھانے والا ہے اور وعدوں کی خلاف ورزی کرنے والا۔ انسانیت صورت میں ہے لیکن عبدیت سیرت میں ہے قلبِ مومن خدا تعالیٰ کے بھیدوں کا معدن و مخزن ہے اور یہی یتیم قلب کی دولت ہے۔ اللہ کے وعدے کی مخالفت غفلت ہے اور مولیٰ تعالیٰ سے غافل ہونا جہنم میں جلنے سے سخت تر ہے۔ معرفت کا پہلا سبق فنا ہونا ہے۔ کیونکہ فنائیت کے بغیر بقا حاصل نہیں ہو سکتی۔

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا

اور پورا کرو تم ناپ تول کو جب بھی ناپ لو تم ۔ ترازو اٹھاؤ تم

اور ناپو تو پورا ناپو اور برابر ترازو

بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ

انصاف سے سیدھی ۔ وہ تجارت اچھی ہے اور

سے تولو یہ بہتر ہے اور

اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۵﴾ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ

بہت درست ابتدا والی ۔ اور نہ معلومات لینا پھر اس کی کہ نہیں ہے لیے تیرے

اس کا انجام اچھا اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا

بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ

جس کا جاننا ضروری یقیناً سننا اور آنکھوں دیکھنا اور دلی ارادے

تمہیں علم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل

كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾ وَلَا

یہ تمام ہو گا ان کا پورا حساب کتاب ۔ اور نہ

ان سب سے سوال ہوتا ہے ۔ اور زمین میں

تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ

چل میں زمین انتہائی مغرور ہو کر بیشک تو ہرگز نہ چیر سکے گا

اتراتا نہ چل ۔ بیشک ہرگز زمین نہ چیر

الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ

زمین کو اور ہرگز نہ پہنچ سکے گا تو پہاڑوں کے برابر بلندی میں تمام

ڈالے گا اور ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو نہ پہنچے گا ۔ یہ جو

ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾

وہ کام کہ تھے گناہ اس کے۔ پاس رب کے تیرے بہت ناپسندیدہ

یہ جو کچھ گزرا ان میں کی بری بات تیرے رب کو ناپسند ہے

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیت کریمہ میں عہد کے پورا کرنے کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں ناپ تول کے پورا کرنے کا ذکر ہے۔ عہد پورا کرنا قولی امانت داری ہے اور ناپ تول پورا کرنا مالی امانت داری ہے

دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ وعدے کے بارے کل قیامت میں سوال ہوگا یہ زبان کا حساب کتاب تھا اب ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ کان آنکھ اور دل کا بھی حساب کتاب ہوگا لہٰذا ان چاروں کو درست رکھو۔

تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں تین قسم کے ظالموں اور تین قسم کے مظلوموں کا ذکر ہوا یعنی زانی۔ قاتل۔ اور یتیم کا مال کھانے والا۔ اور مزنیہ۔ مقتول۔ یتیم۔ ظلم کی بنیاد چونکہ غرور و تکبر ہے اس لیے اب ان آیت میں غرور سے بچنے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔

تفسیر نحوی وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۔ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۔ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۔ وَ۔ ابتدائیہ۔ اَوْفُوا۔ باب افعال کا امر حاضر معروف جمع مذکر۔ ایفاءٌ مصدر وَفْیٌ سے بنا ہے واؤ کو ی سے بدل دیا۔ بمعنی پورا کرنا۔ الف لام جنسی کَیْلٌ مادہ مصدر اجوف یائی ہے بمعنی ناپنا۔ برتن سے۔ مفعول بہ ہے اَوْفُوا فعل فاعل اور مفعول سے جڑ کر جزاءِ مقدم ہوئی اِذَا حرف شرط ظرف زمانی۔ کِلْتُمْ باب سمع یا ضرب کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع حاضر۔ کَیْلٌ سے بنا ہے بمعنی ناپنا۔ برتن میں چیز ڈال کر۔ اَنْتُمْ ضمیر مستتر فاعل ہے فعل یا فاعل جملہ فعلیہ ہو کر شرط مؤخر ہوئی۔ واؤ عاطفہ۔ عطف ہے اَوْفُوا پر۔ زِنُوا۔ باب ضرب کا امر حاضر معروف جمع مذکر وَزْنٌ سے مشتق ہے بمعنی تولنا ترازو سے۔ بِ جارہ۔ سببیہ۔ الف لام جنسی قِسْطَاسِ یا قُسْطَاس یا قِسْطَاس۔ مشہور پہلا ہے۔ لفظ رومی ہے یا عبرانی یا سُریانی بمعنی ترازو۔ الف لام اسمی لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ عربی لفظ ہے اور دو لفظوں سے مرکب ہے ۱ قِسْط۔ بمعنی عدل انصاف ۲ طاس بمعنی ترازو کے پلڑے۔

مرکب ہونے کے بعد ایک حذف ہو گئی۔ اب اس کا معنی ہے۔ میزان عدل انصاف کی ترازو۔
جنہوں نے اس کو عجمی مانا ہے وہ اس کو مفرد لفظ کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ عجمی لفظ جب عربی میں مستعمل
ہو تو۔ اس کو معرف باللام بھی کر دیا جاتا ہے اور اعراب سے بھی معرب کیا جاتا ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ
بِالصَّوَابِ وَرَسُوْلُہٗ۔ مُسْتَقِیْم۔ باب اِستفعال کا اسم فاعل صیغہ واحد مذکر۔ مصدر ہے اِسْتِقْوَامٌ اور اِسْتِقَامَۃٌ
بمعنی درست۔ صحیح۔ مضبوط۔ سیدھا رکھنا یا رہنا اسم فاعل کا ترجمہ ہے۔ سیدھی ہونے والی یا رہنے
والی۔ صفت ہے، قسطاس کی مرکب توصیفی مجرور متعلق ہے زِنُوْا کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ
معطوف مل کر جزا ہوئی شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ ہوئی۔ ذٰلِکَ۔ اسم اشارہ بعیدی یہ تین لفظوں کا مجموعہ
ہے ع۱ ذا اسم اشارہ ع۲ لام بعیدی ع۳ کَ ضمیر خطابی لغو۔ صرف اظہار خطاب کے لیے تاکہ پتہ لگے
کہ کسی کو بتایا جا رہا ہے۔ مشار الیہ ماقبل ناپ تول کا اسلامی قانون۔ محلاً مرفوع ہے مبتدا ہے۔ مبہم
مبنی ہے۔ خَیْرٌ۔ مادہ مصدر اجوف یائی بمعنی اچھا ہونا۔ مفید ہونا۔ بھلا ہونا۔ معطوف علیہ واؤ عاطفہ
اَحْسَنُ اسم تفضیل واحد مذکر حُسْنٌ سے بنا ہے بمعنی بہت خوبصورت۔ شاندار۔ خیر مقابل ہے
شر کا۔ اور حسن مقابل قبیح کا۔ ممیز تَاْوِیْلاً۔ باب تفعیل کا مصدر ہے اَوْلٌ سے بنا ہے۔ بمعنی پہلے جیسے
ہونا۔ یعنی جس طرح اچھائی اور دیانتداری۔ نیکی کی تھی تو انجام بھی اسی پہلے جیسے اچھا ہی ملا۔
منصوب نکرہ معرب ہے کیونکہ تمیز ہے اَحْسَنُ کی۔ ممیز تمیز مل کر معطوف ہوا خیر پر۔ دونوں جڑ کر
خبر مبتدا اور وہ جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ واؤ سر جملہ۔ لَاتَقْفُ۔ باب نصر کا فعل نہی حاضر معروف صیغہ
واحد مذکر حاضر۔ قَفْوٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی پیچھے جانا۔ پیچھے پڑنا۔ پیچھے لگنا۔ یہاں ہر معنی
درست ہے اسی سے ہے کوہ قاف یعنی زمین کا آخری پچھلا پہاڑ۔ اور اسی سے شعروں کا قافیہ
یعنی ہر شعر میں ردیف کے پیچھے آنے والا لفظ دراصل مضارع تھا۔ تَقْفُوْ۔ لاءِ نہی سے جزم ہوا تو
لام کلمہ واؤ گر گئی اور ضمہ علامت واؤ ماقبل پر آگیا۔ اَنْتَ مستتر اس کا فاعل ہے۔ مَا اسم موصول مبہم مبنی
ہے۔ یا معرب غیر متمکن ہے۔ لَیْسَ فعل ناقصہ منفی ماضی مطلق مگر یہاں تامہ ہے۔ لام جارہ متعدی کا۔
کَ ضمیر مخاطب۔ مرجع عام مسلمان جار مجرور متعلق اول سے بہ ب جارہ تعدیہ کی ہ ضمیر واحد مذکر غائب
مرجع ذہنی۔ عِلْمٌ اسم مفرد جامد بمعنی سمجھ۔ قوت فہم۔ فاعل ہے۔ لیس کا۔ اور وہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔
موصول صلہ مل کر مفعول بہ ہوا لَاتَقْفُ کا وہ جملہ فعلیہ ہو گیا۔ اِنَّ حرف مشبہ۔ الف لام استغراقی سَمْع
اسم مفرد حاصل مصدر بمعنی کان کا وہ پردہ جس کو باری تعالیٰ جل مجدہٗ خالق قدیر نے سننے کے لیے بنایا ہے نظر نہیں
آتا بہت نازک ہے۔ اس کی غیبی حقیقت سے عقل انسانی عاجز ہے کل کو جزء کا نام دیا گیا ہے۔ یعنی کان کا وہ پردہ جو

قوت سننے کی رکھتا ہے۔ مراد کان ہے۔ واؤ عاطفہ۔ الف لام استغراقی بَصَرَ مفرد جامد بمعنیٰ آنکھ کی باطنی روشنی مراد ہے آنکھ۔ واؤ عاطفہ۔ الف لام استغراقی فُؤَادُ بمعنیٰ دِل تمام عطف اسم اِنّ ہے کُلُّ اسم تاکیدی مضاف ہے اُولٰئِکَ۔ اسم اشارہ بعیدی۔ جمع۔ ترجمہ ہے وہ تمام۔ اس کا مشار الیہ ماقبل اسم اِنَّ۔ مضاف الیہ ہے۔ مرکب اضافی مل کر مبتدا ہوا۔ کَانَ ماضی مطلق ناقصہ۔ ھُوَ ضمیر مستتر اس کا اسم جس کا مرجع اسم اِنَّ کا ماقبل دِل اور کان آنکھ والا انسان ہے عَنْ جارّہ بمعنیٰ بَ جارّہ تعدیہ کی یا سببیہ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر۔ مرجع کان آنکھ دِل وغیرہ۔ مَسْئُوْلًا۔ باب فَتَحَ کا اسم مفعول واحد مذکر سُئِلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پوچھنا۔ محاسبہ کرنا (جواب طلبی کرنا)۔ خبر ہے کَانَ ناقصہ کی۔ یہ سب جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی۔ عَنْہُ جار مجرور متعلق کَانَ کا۔ اور مطلب یہ ہے کہ۔ آنکھ والے کان والے۔ دل والے سے اس کے کان۔ آنکھ دِل کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ کہ تو نے دنیا میں ان کو کس طرح استعمال کیا۔ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا۔ كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا۔ وَاوُ لَا تَمْشِ۔ فعل نہی حاضر معروف صیغہ واحد مذکر مخاطب اَنْتَ ضمیر مستتر کا مرجع ہر مغرور انسان یہ تمام آیت۔ قانونیہ ہیں۔ اس لیئے خاص مخاطب نہیں ہوتا۔ مَشْیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ چلنا خواہ پیدل یا سواری پر فِی جارّہ بمعنیٰ علیٰ جارّہ فوقانیہ۔ الف لام جنسی ارض اسم مفرد جامد مؤنث لفظی بمعنیٰ زمین۔ مَرَحًا۔ مصدر میمی ہے رَحْوٌ سے بنا ہے مگر ایک قول میں مَرَحٌ مادّہ ہے اور میم اصلی ہے۔ بمعنیٰ لغوی اپنی ذات پر خوش ہونا۔ اصطلاحی ترجمہ ہے مغرور ہونا۔ اکڑنا۔ بڑا بنا۔ بحالت نصب ہے کیونکہ حال ہے اَنْتَ مستتر فاعل کا۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر معلول ہوا۔ اِنَّ حرفِ تحقیق کَ ضمیر مخاطب اسم اِنَّ۔ لَنْ تَخْرِقَ۔ باب ضَرَبَ کا مضارع نفی تاکید بلَنْ بمعنیٰ مستقبل واحد مذکر حاضر کا صیغہ خَرْقٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ چیرنا۔ پھاڑنا۔ بگاڑنا گھڑ لینا۔ جھوٹ بولنا۔ تہہ کرنا۔ زمین کو تہہ کرنا مسافت یا سیاحت سے۔ یہاں مراد چیرنا ہے۔ الف لام جنسی ارض بمعنیٰ زمین مفعول بہ ہے۔ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لَنْ تَبْلُغَ۔ باب نَصَرَ کا نفی تاکید بلَنْ مستقبل بُلُوْغٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پہنچنا۔ الف لام جنسی جبال جمع مکسّر کثرت ہے جَبَلٌ کی بمعنیٰ پہاڑ۔ بحالت نصب ہے ظرف ہے یا مفعول بہ طُوْلًا۔ اسم مفرد حاصل مصدر جامد بمعنیٰ لمبا ہونا۔ نکرہ معرب متمکن ہے۔ مفعول فیہ لَنْ تَبْلُغَ کا یا تمیز ہے جبال کی یا حال ہے اَنْتَ پوشیدہ فاعل کا۔ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا۔ سب عطف مل کر خبر اِنَّ اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر مکمل ہوا۔ کُلُّ اسم تاکیدی مضاف ہے ذَالِکَ اسم اشارہ بعیدی مضاف الیہ ہے کُلُّ نکرہ ہے ذَالِکَ مبنی مبہم ہے۔ محلًّا مجرور

ہے ۔ مرکب اضافی بتدا ۔ کَانَ فعل ماضی مطلق بمعنیٰ بعد ۔ صیغہ واحد مذکر غائب ناقصہ سَیِّئُہٗ صفت مشبہ ۔ سُوْءٌ سے بنا ہے بمعنیٰ برائی ۔ گناہ کبیرہ ۔ نقصان دِہ اس کا مقابل ہے حَسَنَۃٌ ۔ مؤنث لفظی ہے سَیِّئَۃٌ ۔ جمع مؤنث سالم ہے سَیِّئَاتٌ ۔ مضاف ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مرجع ہے سابقہ قانونِ ممنوعہ ۔ مرکب اضافی اسم کَانَ ۔ عِنْدَ اسم ظرفِ مکان ۔ معرب اسم متمکن ہے بمعنیٰ پاس نزدیک قریب ۔ مضاف رَبِّکَ مضاف الیہ ہے ۔ یہ دوہری (ڈبل) مرکب اضافی ظرف ہے کَانَ کا مَکْرُوْھًا اسم مفعول واحد مذکر ۔ باب نَصَرَ کا کُرْہٌ سے مشتق ہے ۔ بمعنیٰ سخت ناپسند ۔ قبیح اور مکروہ در نوں کا ترجمہ ہے ناپسندیدہ ۔ مگر تین طرح فرق ہے ۔

۱ مکروہ شرعی ناپسند قبیح طبعی ناپسند ۲ مکروہ باطنی ناپسند ظاہراً اچھا لگتا ہو ۔ قبیح ظاہری ناپسند ۔ ذاتاً برا صفاتاً بھی برا ۳ مکروہ جس کو کرنے والا قانونی مجرم ہو ۔ قبیح جس کو کرنے والا اخلاقی مجرم ہو بحالت نصب ہے کیونکہ خبر کَانَ ہے ۔ یہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہوکر خبر ہے بتدا کی ۔ بتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا ۔ اعلیٰحضرت مجددِ ملت کے ترجمہ میں کَانَ بمعنیٰ ماضی قریب ہے اور یہ عین صواب ہے ۔

تفسیر عالمانہ

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کی بارگاہِ عالیہ سے تمام بندگانِ خدا کو بہت سے نظامی قانونی معاشرتی اصلاحی حکموں کے ضمن میں وعدوں کو پورا کرنے کا بھی حکم دیا گیا ۔ اس لیے کہ وعدہ ایک عظیم امانت ہے ۔ لہٰذا جتنی چیزیں بھی دنیا میں امانت ہیں وہ سب ہی بہت اہم ہیں ایک تاجر جب تجارت کی دکان کھولتا ہے تو اس کی دکان میں سودوں کی شکل میں قوم کی امانتیں ہوتی ہیں ۔ حکم فرمایا جارہا ہے کہ اگر تم نے ہمارے ایفاءِ وعدے والا حکم مان لیا ہے تو پھر اپنے ہی دینی دنیوی بھلے کی خاطر یہ حکم اور قانون بھی مانو کہ جہاں کہیں بھی ہو اپنے مسلمانوں میں یا غیر مسلموں میں ۔ وطن میں یا پردیس میں مالکِ تجارت کی حیثیت سے ہو یا ملازم کی حیثیت سے جب ناپنے والے سودے اور اشیاء بیچو تو ذرّہ ذرّہ ماشہ رتّی ناپ پورا کرو ۔ وزن والے سامان کی تجارت خرید و فروخت کرو تو سیدھی سچی مکمل درست عدل والی ترازو سے وزن کرو ۔ وہ ناپ تول کا پورا کرنا ہر انسان کے لیے دنیا میں فائدہ مند ہے اس طرح کہ اس سے عزت ۔ اعتماد بھروسہ وقار ۔ دیانت امانت میں اضافہ ہوگا اور تجارت میں فروغ یعنی زیادتی ترقی ۔ اس لیے کہ جب تمہاری ناپ تول

اور صاف ستھرا حساب کتاب لین دین کھرا سودا ۔ سچا علاقے ۔ بستی ۔ شہر ۔ ملک میں مشہور ہو کر دنیا والوں کے منہ میں تذکرہ دینے گا ۔ تو ہر شخص قلب وجگر سے تمہارا ہی خریدار بننے کی کوشش کرے گا یہ وہ نفع ہے جو ہر محنتی ایماندار دیانت والا ۔ تاجر مسلم غیر مسلم حاصل کر سکتا ہے لیکن اے مسلمانو قرآن واسلام تو یہ تم کو حکم دے رہا ہے کہ تم یہ اخلاق کردار اختیار کرو اس لیے کہ صرف تمہارے لیے اس میں دوہرا فائدہ ہے دنیا میں مالی منفعت اور آخرت میں اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ۔ بہت ہی اچھا نتیجہ ۔ آقاء کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایمان دار اور مسلمان تاجر دکاندار قیامت اور جنت میں صدیقین اور شہداء اور انبیاء کرام کے ساتھ ہوں گے ۔ یعنی انبیاء علیہم السلام کی غلامی میں جگہ پائیں گے ۔ یہ اُن تاجروں ۔ بیوپاریوں اور دکانداروں کی شان ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے خوف اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور حکم سے فقط اپنی ذاتی دیانت داری کی بنا پر اچھے کاروبار ستھری خالص کھری اشیاء کو صحیح اور پورے ناپ تول سے فروخت کریں اور ناجائز منافع ۔ ذخیرہ اندوزی ۔ ملاوٹ شدہ چیزیں اور قیمتیں کھا کھا کریں بچنے ۔ چند دن کے جھوٹے عارضی اور تھوڑے سے فائدے کے لیے اپنی دائمی ذلت اُخروی تباہی سے بچیں ۔ لیکن جب لوگ اللہ تعالیٰ کے اس فرمانِ عالی پر کان نہ دھریں تو حکومتِ وقت کا فرض ہے کہ اس قانونِ الٰہیہ پر جبراً عمل کرائے ۔ اور بار بار لوگوں کے کاروبار ناپ تول کے آلات باٹ ۔ گز میٹر پیمانے دیکھتا رہنے کا قانون بنائے بلکہ اگر ضروری ہو تو اس ظلم کو ختم کرنے کے لیے حکومت خود چیزیں فروخت کرے اور اشیا کی قیمتیں ۔ پیمانے بنا کر تاجروں کو دے خلاف ورزی کرنے پر سخت عبرت ناک جسمانی سزا مقرر کرے یا اس کو تجارت سے ہٹا دے پھر جو لوگ حکومت کے خوف صحیح سامان اور پوری ناپ تول کریں گے ان کو دنیوی فوائد تو شاید حاصل ہو جائیں مگر اُخروی فائدہ اور انجامِ بخیر میسر نہ ہو سکے گا ۔ اور اے بندۂ مومن سچی بندگی اور حق پرستی یہ ہے کہ لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ ۔ نہ پیچھے لگ اس چیز کے اور نہ دخل اندازی کر اس بات میں جس کا تجھ کو پتہ تک نہیں نہ تیرے علم میں وہ ہے ۔ بے علمی کے پیچھے لگنا آٹھ طرح سے ہوتا ہے ۔

۱ کوئی مسئلہ کسی شخص یا کسی عالم کو معلوم نہیں اور وہ صرف شرمندگی مٹانے کے لیے اپنے اندازے یا ظن وگمان خیال وہم سے مسئلہ بتا دے یا غلط بات کر دے اور سننے والے اس کی عالمانہ شکل وصورت کی طرف دیکھ کر یقین اور عمل کر لیں ۔ یہ بہت سخت گناہ ہے قیامت میں ایسے خطیبوں اماموں کو سخت عذاب کا سامنا ہے ۔ آج کل یہ عام بیماری ہے بے علم نام نہاد مولویوں کو اپنے جبہ ودستار بچانے کے لیے ایسے بہت سے بیہودہ کام کرنے پڑتے

ہیں۔ ع۲ بغیر کچھ دیکھے سنے چند پیسوں کی لالچ میں کسی کے خلاف اور کسی کے حق میں گواہی دینا جیساکہ عام طور پر کچہریوں میں کرائے پر گواہ بن جاتے ہیں ع۳ یا کسی کی دشمنی میں یا کسی کے رعب خوف اور دباؤ میں آکر جھوٹی گواہی دینا۔ ع۴ کسی پاکدامن۔ نیک محسنہ عورت کو کسی برائی کی تہمت لگانا ع۵ کسی کی جھوٹی غیبت کرنا۔ اگرچہ سچی غیبت بھی حرام ہے ع۶ کسی کی جھوٹی چغلی یا جھوٹی شکایت کرنا ع۷ کسی صحیح اور سچے مسئلے کی صرف ضد ہٹ دھرمی اور اپنی بات رکھنے کے لیے مخالفت کرنا۔ یا کسی حلال کو حرام اور حرام کو حلال کہنا بلا دلیل اور بلا قیاس شرعی جس طرح کہ دیوبندی اور وہابی حضرات کی رَوِش ہے ع۸ اپنی رائے سے اپنی مَن مرضی اور پسند سے قرآن مجید کی تفسیر اور حدیث پاک کی شرح کرنا۔ یہ سب گمراہی کی عادتیں ہیں جس طرح کافر مشرک کفر شرک پر صرف اس لیے اَڑے رہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کے نقشِ قدم پر ہی چلنا ہے نہ کوئی سمجھ نہ کوئی علم۔ ان سب باتوں سے ان آیت میں رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو روکا ہے چونکہ ان عیوب اور تخریب کاریوں میں انسان کان آنکھ اور دل سے ملوّث ہوتا ہے اس لیے باری تعالیٰ نے بہت وضاحت سے انجام بتا دیا کہ بیشک کان اور آنکھ اور دل یہ تمام اَعضا کل قیامت میں اپنے تمام اَعمال اَفعال کے بارے میں پورے پورے حساب کتاب کے وقت پوچھے جائیں گے۔ اِس طرح کہ بندے سے پوچھا جائے گا کہ تو نے اپنے اِن اَعضا کو دنیا میں کس جگہ کہاں استعمال کیا۔ اور اِن اعضا کے ذریعے جو ہماری ہی عطا کردہ نعمتیں تھیں۔ کفر شرک فسق و فجور۔ ظلم۔ غیبت چغلی۔ اور کسی مظلوم کا نقصان کیوں کیا اور اپنے سننے بولنے۔ دیکھنے۔ سوچنے۔ سمجھنے کے ذریعے دُنیا زمین میں گمراہی اور فساد کیوں مچایا اور اس طرح بھی کہا تھم پھر کان آنکھ اور دل سے براہِ راست پوچھا جائے گا کہ تم سے دنیا میں تمہاری روح اور قوّتِ باطنی نے اچھے کام لیے یا بُرے۔ اور جو اعمال زبان بتا رہی ہے کیا تم نے وہ کام کئے تھے۔ اے کان کیا تو نے قرآن و حدیث کے امر و نہی شریعت و طریقت کے قانون سنے تھے اور اے آنکھ کیا تو نے اللہ کے قرآن و حدیث کو دیکھا تھا اور اے دِل کیا تو نے اسلام کو سمجھنے کی طرف اپنی قوّت طاقت خرچ کی تھی۔ اے بندے آج ہی اُس سخت کڑے امتحان کے بارے میں سوچ لے اور عاجز مسکین بندہ بن جا۔ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ۔ كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا اور اے بندے مت چل زمین کے اوپر تکبر غرور اکڑ اور عظمت فخر اور کبریائی کے گھمنڈ سے تو کبھی بھی ہرگز اپنے پیر پٹخنے اور زمین پر زور سے رکھنے سے زمین میں سوراخ تک نہیں ڈال سکتا نہ زمین کو چیر سکتا ہے اور نہ ہرگز تو کبھی قدموں کو چلنے کے لیے اٹھاتے وقت پہاڑوں

کی بلندی تک پہنچ سکتا ہے۔ اے مغرور بندے تو سوچ تو سہی تیرے نیچے بھی جماد یعنی زمین ہے اور تیرے اوپر بھی بلند جمادات ہیں اور تو دونوں کے آگے ہی عاجز ہے پھر تکبر کس شوخی اور بلبوتے پر دکھا رہا ہے۔ انسان کی پوری زندگی کی صرف پانچ حالتیں ہیں۔

ع۱ پہلی حالت لیٹنا۔ پیدا ہوتا ہے تو صرف لیٹ سکتا ہے۔ دوسری حالت بیٹھنا۔ ذرا سی قوت آتی ہے تو بیٹھنے لگتا ہے۔ تیسری حالت کھڑا ہونا۔ ذرا زیادہ قوت آئی تو کھڑا ہونے لگتا ہے۔ چوتھی حالت چلنا۔ جب رب تعالیٰ نے بندے کو پوری قوت دی تو چلنے اور بھاگنے لگتا ہے انسان کی آخری حالت بھی لیٹنا ہے۔ انسان کی پہلی تین حالتوں میں تو تکبر غرور ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی طرح پانچویں حالت بھاگنا اس میں بھی تکبر کا اظہار نہیں۔ آدمی اپنی تمام زندگی کو ان ہی پانچ حالتوں میں گزار دیتا ہے خواہ کسی مرتبے اور مقام کا ہو۔ لیٹنے۔ سونے بیٹھنے کھڑے ہونے بھاگنے میں مغروریت نہیں ہو سکتی۔ غرور و تکبر کا اظہار صرف چلنے میں کیا جاسکتا ہے اس لیے فرمایا گیا۔ لَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا چلنے میں دو حالتیں ہوتی ہیں ع۱ قدم اٹھانا ع۲ قدم رکھنا۔ غرور و تکبر کی بھی دو ہی حرکتیں ہیں ع۱ نیچوں پر ظلم کرنا اپنے آپ کو ان سے اعلیٰ سمجھنا۔ اور اونچوں کی برابری کا دعویٰ کرنا اور بلاوجہ خود کو بڑا سمجھنا حالانکہ انسان ان دونوں میں سے کسی مقام پر بھی اپنی خودی سے نہیں پہنچ سکتا نہ نیچوں سے اونچا خود ہو سکتا ہے نہ اونچوں کے برابر خود ہو سکتا تو پھر غرور کے خیالات میں بیہودہ کیوں اکڑا پھرتا ہے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ تو بندہ ہے بندہ بن کر چل تو مٹی اور پتھر کے درمیان محصور ہے تو کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اللہ کے بندے اپنے چلنے پھرنے میں مَرَحًا نہیں ہوتے بلکہ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا ہوتے ہیں یعنی عاجز و مسکین اور بندگی کرنے والے۔ اس لیے کہ كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ اس طرح کے تمام کام جو ان میں سے بُرے ہیں تیرے رب کے نزدیک بہت ہی ناپسند ہیں۔ وہ اللہ تیرا خالق مالک ہے تیرے کام اور تیری پسندیدہ چیزیں تو اپنے رازق مالک کے پسند کے مطابق ہونے چاہئیں نہ کہ ابلیس و شیطان اور نفس امارہ کے مطابق۔ تو کیسا بندہ ہے کہ حق بندگی و طریقۂ زندگی کو بھولا ہوا ہے۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ نے بندے کو دو قسم کے علم کی روشنی سے نوازا ہے ایک علم حواس کی روشنی اور دوم علم فؤاد کی روشنی۔ علم فؤاد کی روشنی دو قسم کی ہے بدیہی اور کسبی بندے کو چاہیئے کہ دنیوی زندگی میں ان روشنیوں کو جائز طریقے سے استعمال کرکے قبر حشر کی روشنی حاصل کرے نہ کہ جہنم کی یہ فائدہ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ ۔ اعضاء ظاہری اور قلبی اعمال یعنی افعال وعقائد پر پکڑ ہے مگر قلبی خیالات اور وسواس پر پکڑ نہیں ۔ یہ فائدہ ۔ عَنْہُ مَسْئُوْلًا سے حاصل ہوا ۔ **تیسرا فائدہ** ۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ جب تک ممکن ہو اپنے اعضاء سے دینی دنیوی اچھے ہی کام کریں اور عقلی قلبی خیالات اور عقائد کا بھی آقائے کائنات کے عشق ومحبت کے پیمانے اور ترازو ۔ میں محاسبہ کرتے رہیں اس لیے ضروری ہے کہ بُری محفلوں مجلسوں سے بچیں تاکہ دل دماغ کا رجحان غلط نہ ہونے پائے ۔ یہ فائدہ ۔ عَنْہُ مَسْئُوْلًا ۔ فرمانے سے حاصل ہوا ۔ **چوتھا فائدہ** ۔ چلنے میں ہر مسلمان کو چاہیئے کہ بہت ہی احتیاط کرے جس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم کو مکمل اختیار کرے انشاء اللہ تعالیٰ عاجزی ۔ مسکینیٔ طبع ۔ نرمی انکساری ۔ تواضع ۔ وقار ساری دولتیں مل جائیں گی ۔ یہ فائدہ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ ۔ کے وجوبی حکم سے حاصل ہوا ۔ ؎

تیرے کرم سے اے کریم کون سی شی ملی نہیں
جھولی ہی میری تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

پانچواں فائدہ ۔ شیخی اور غرور میں کبھی کوئی نفع وفائدہ نہیں بلکہ ہزارہا نقصان ہیں ۔ غرور کا سر ہمیشہ نیچا ہی رہتا ہے ۔ باغ پھل پھول اور بیلیں ہمیشہ عاجز زمین میں لگتے ہیں نہ کہ مغرور وسرکشی آگ وطوفان میں یہ فائدہ اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا ۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں ۔

پہلا مسئلہ ۔ پورا ناپنا تولنا فرض ہے لیکن کچھ نیچا تولدینا مستحب ہے ۔ حدیث پاک میں ہے زِنْ وَارْجِحْ ۔ دیتے وقت کچھ نیچا تول کر دے مگر لیتے وقت پورا تولنا فرض اُشَد ہے ۔ اس میں برکت ہوتی ہے یہ مسئلہ وَاَوْفُوا الْکَیْلَ کے حکم شدید سے مستنبط ہوا ۔

دوسرا مسئلہ ۔ بغیر علم فتویٰ دینا مسئلہ بتانا یا اخبار ورسائل سے دیکھ کر وعظ کر دینا سخت گناہ وجرم ہے ۔ یہ مسئلہ لَا تَقْفُ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا ۔ **تیسرا مسئلہ** ۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ ہر اس چیز پر بیٹھنا منع ہے جس سے تکبر اور غرور یا رعونت فرعونیت پیدا ہو لہذا شیر چیتے ہاتھی کی کھال پر بیٹھنا ۔ یا ریشم کا لباس پہننا حرام ہے کیونکہ تکبر وسرکشی پیدا ہوتی ہے ۔ یہ مسئلہ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اور اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ (الخ) سے مستنبط ہوا ۔ **چوتھا مسئلہ** ۔ بری چیزوں اور بلا وجہ اپنی یا کسی کی شرمگاہ کو دیکھنا ناجائز ہے یہ مسئلہ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ ۔ سے مستنبط ہوا ۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ قیاس کرنا گناہ ہے کیونکہ قیاس ظن اور وہم وخیال سے پیدا ہوتا ہے اور قرآن مجید میں اس کی ممانعت ہے چنانچہ ارشاد ہے لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ یعنی جب تک علم نہ ہو کوئی شخص ظن وگمان سے کوئی مسئلہ نہیں بتا سکتا اگر بتائے گا تو گناہگار۔ اور مسئلہ ناقابل قبول ہوگا۔ علم صرف قرآن وحدیث سے حاصل ہوتا ہے۔ شریعت علم یقین کا نام ہے نہ کہ وہمیات کا (وہابی غیر مقلد)

جواب۔ اولاً تو قیاس اور ظن سے علم ہی حاصل ہوتا ہے چنانچہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ۔ جب تمہارے پاس مہاجر عورتیں آئیں تو ان کے ایمان کا امتحان لے لیا کرو۔ پورا اللہ کے پاس علم ہے ان کے ایمان کا ثابت ہوا کہ مسلمانوں کو ظن کرنے کا حکم دیا گیا اور ظن پر عمل کرنا جائز قرار دیا گیا پورے علم کو رب تعالیٰ نے اپنے ہی پاس نسبت فرمایا۔ کیونکہ امتحان سے ظن ثابت ہوتا ہے اور ظن سے علم ہوا۔ یعنی تم ظن اور امتحان سے ان کے ایمان کا علم حاصل کر لو اگرچہ زیادہ اور پورا علم اللہ کو ہے۔ لیکن اگر ظن سے علم اور یقین حاصل نہ بھی ہو تب بھی ظن کرنا اور ظن وقیاس سے مسائل بتانا اور ان پر عمل کرنا بالکل جائز ہے علم فقہ اور فقہ پر فتویٰ دینا بھی جائز ہوا۔ دیکھو جنگل میں مسافر اپنے ظن اور اجتہاد سے ہی قبلہ معلوم کرتا ہے اور اس کے اس ظن پر عمل کرنا اس کے لیے فرض ہے۔ ظن سے ہٹ کر صحیح سمت پر بھی نماز پڑھے گا تو نہ ہوگی۔ یہ آیت کریمہ ظن اور قیاس کی نفی نہیں کرتی بلکہ جہالت اور لاعلمی نادانی کی نفی کرتی ہے۔ قیاس کے متعلق تو احادیث میں بھی کثیر ثبوت موجود ہیں اس کے لیے ہماری کتاب جاء الحق دیکھو۔

دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ کو مضاف کیوں کیا گیا جب کہ سَيِّئَةً مفرد کہنا زیادہ درست تھا۔ جب کہ ایک شاذ قرأت بھی اسی طرح ہے۔

جواب۔ ان آیت میں رب تعالیٰ نے کچھ کرنے کا حکم فرمایا اور کچھ کاموں سے منع فرمایا۔ اب ناپسندیدگی کا ذکر ہے لہٰذا اضافت کر کے یہ بتایا جا رہا ہے کہ سب کام برے نہیں بلکہ ان کے بعض صرف وہ کام برے ہیں جن سے منع کیا جا رہا ہے۔ جنہوں نے کہا ہے کہ یہ سَيِّئَةٌ مفرد ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا تعلق پچھلے تمام حکموں سے نہیں بلکہ صرف لَا تَقْفُ سے ہے۔

تیسرا اعتراض۔ یہاں پہلے فرمایا گیا سَيِّئُهٗ پھر فرمایا مَكْرُوْهًا۔ حالانکہ دونوں کا معنی ایک ہے۔

جواب۔ اس کے جواب دو طرح دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ لفظ مکروہ تاکید کے لیے ہے دوم یہ کہ یہ عبارت تقدیم وتاخیر والی ہے یعنی جو سیئہ ہے وہ مکروہ ہے اور جو مکروہ ہے وہ سیئہ ہے۔ نیز سیئہ اور

مکروہ کا ترجمہ و معانی ایک نہیں بلکہ سیئۃ کا ترجمہ ہے گناہ اور مکروہ کا ترجمہ ہے ناپسندیدہ۔

تفسیر صوفیانہ

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۔ قالبِ انسانی میں حقوقِ اعضائی اشیاءِ معرفت ہیں اور ضمیر و عقل اُس کے پیمانے ہیں۔ شعورِ قلبی میزانِ عمل ہے۔ اے انوار و مشاہدات کے بازار میں مریدانِ خریداران کو حقوقِ جسمانی کے سودے بیچنے والو۔ زندگی کے ہر لمحے ہر دن میں پیمانہ ضمیر کو بلا ریا و نمود ہر ایک خریدارانِ بیعت کو پورا حصۂ معرفت عطا کرو جب بھی خلافتِ بیعت کا پیمانہ اُٹھاؤ اور میزانِ مرشدی کو استحقاقِ مستقیم کی ترازو سے صحیح وزن فرماؤ۔ تاکہ اماناتِ قرب لاہوتی غیر مستحق کو نہ پہنچا دیں۔ راہِ منزل کے مسافرانِ طریقت کے لیے یہ اچھا زادِ راہ ہے اور مقبول ذیشان انجام بالخیر ہے۔ اے مرید با صفا ان راہوں میں اتباعِ پیشوا کو لازم پکڑ۔ بے علمی جہالت سے خواہشات اور زندگیِ دنیا کے پیچھے نہ پھر۔ راہِ معرفت کے میدان میں سب سے زیادہ کان آنکھ اور دل کو مراقبہ خلوت میں مشغول رکھ۔ بیشک کان اور آنکھ دل پورا حساب دینے والے ہیں اے مسافرِ وادیِ حیرت تجھ سے ان سب اعضا کے بارے میں سوال ہوگا منزلِ محبوب کو پانا کچھ آسان نہیں ہے ؎

کس نہ دانست کہ منزل گہہِ محبوب کجا است

ایں قدر ہست کہ بانگِ جرس می آید

اس دریاءِ ناپیدا کنار کی منزل کا کسی تیراک و شناور کو علم نہیں ہے۔ بس ایک صوتِ سرمدی ہے جو عشاق کے کانوں میں نغماتِ معرفت کا رس گھول رہی ہے لہٰذا اے طالبِ صادق اپنے کانوں کو اُدھر ہی لگائے رکھ اپنی آنکھوں کو جلوۂ محبوب کے انتظارِ پُر کیف میں پھیلائے رکھ اور دل کو اُدھر ہی متوجہ رکھ ہر عشق کا وعدہ اور مقامِ قربِ جمال جلالِ یار کا مسئول ہے۔ تو خوش ہو کہ تجھ کو صُمٌّ بُكْمٌ عُمْىٌ بہرہ گونگا اندھا نہیں کیا گیا بلکہ تیرے کان آنکھ دل دماغ کو کسی انتظار کی لذت سے روشناس فرمایا لہٰذا خلوت کا مراقبہ کر کیونکہ گوشہ نشینی سے ایمان سلامت اور دل آسودہ رہتا ہے۔ وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ۔

اور اے راہِ معرفت کی وادیِ زمین اور ارضِ جسمانی کی سیر کرنے والے۔ زمینِ معرفت علاقۂ مشاہدات میں ریا کاری کی اکڑ سے مت چل بیشک تو فقط اپنی عبادت شفقت اور مجاہدات سے اسرارِ الٰہیہ کی زمینِ مخفی کو پھاڑ کر ظلمات کے پردے نہیں ہٹا سکتا اور نہ ہی تو مقامِ قرب کے پہاڑوں تک بلند ہو سکتا ہے۔

یہ تمام خیالاتِ متکبرانہ اور اعمالِ خودی۔ تیرے قلب و قالب جسم و جان کے رب تعالیٰ کی بارگاہِ قدس میں ناپسندیدہ اور دوری و محرومی کا سبب ہے۔ اس راہ میں عاجز و صابر بن اس لیے کہ تکلیف پر شکایت نہ کرتے ہوئے صبر کرنا بندگی کی بہترین علامت ہے بلکہ اپنے حصہ ایثار سے دوسروں کی میزبانی فرما کیونکہ مہمان نوازی نوافلِ غروری سے بہتر ہے۔ اکڑ و غرور زمین کا اندھیرا ہے عاجزی انکساری زمین کا نور چمک و چاندنی ہے۔ تو زمین کا اندھیرا نہ بن زمین کی روشنی اور چاندنی بن جا۔ اولیا صوفیا سے زمین کو وہی زینت ہے جو ستاروں سے آسمان کو ہے عاشق کی آہیں پہاڑوں کا نکھار ہیں۔ قلب مومن فتوحات کا مرکز ہے دماغ فصاحت کا ضمیر صدق کا مرکز۔ بصر مشاہدات انوارِ غیوب کا مرکز ہے اور سمع فتوح رحمانی کا اعضاءِ ظاہری ان مرکزوں سے خیراتِ ایمانی و عرفانی۔ شریعت طریقت حقیقت انوار و تجلیات اعمال و افعال سعادت و سخاوت کے سودے خریدنے والے ہیں مگر ان کے راستوں میں نفسانی ڈاکو شیطانی قزاق بیٹھے ہیں۔ مرشدِ رحمانی کا کام اور ذمے داری ہے کہ مرید خلوص کو دارِ فنا کے جنگلات غاروں غاروں سے نکال کر دارِ بقا تک لیجائے اور چلمن محبوب سے وابستہ کردے۔ وہاں ہر چیز کی پوچھ گچھ اور حساب و کتاب ہو جائے گا۔ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ

وہ قانون اس سے ہیں جو وحی کی طرف آپ کے۔ رب نے آپ کے سے بہت مناسبت

یہ ان وحیوں میں ہے جو تمہارے رب نے تمہاری طرف بھیجی حکمت کی باتیں

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِىْ

اور اے بندے نہ بنا تو ساتھ اللہ کے معبود دوسرا کہ ڈالا جائے تو میں

اور اے سننے والے اللہ کے ساتھ دوسرا خدا نہ ٹھیرا کہ تو جہنم

جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾ اَفَاَصْفٰىكُمْ

دوزخ ملامت کیا ہوا دھکے دیا ہوا۔ کیا پس چن دیئے

میں پھینکا جائے گا طعنہ پاتا دھکے کھاتا کیا تمہارے رب نے

رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

رب نے تمہارے تم کو سب بیٹے اور بنالیا فرشتوں کو

تم کو بیٹے چن دیئے اور اپنے لیے فرشتوں سے

إِنَاثًا ؕ إِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ ع

بیٹیاں بیشک تم البتہ بولتے ہو بڑی کرخت بات۔

بیٹیاں بنائیں ۔ بیشک تم بڑا بول بولتے ہو

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ

اور البتہ بیشک ہر طرح بیان کیا ہم نے ۔ میں اس قرآن تاکہ نصیحت پکڑیں

اور بیشک ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان فرمایا کہ وہ سمجھیں

وَمَا يَزِيْدُهُمْ إِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ

حالانکہ نہ زیادہ ہوئی اُن کو مگر نفرت ۔ فرماؤ تم اگر ہوتا

اور اس سے انہیں نہیں بڑھتی مگر نفرت تم فرماؤ اگر اُس کے ساتھ

مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ إِذًا لَّابْتَغَوْا إِلٰى

اُس کے ساتھ کوئی معبود جیسا یہ کہتے پھرتے ہیں تب تو وہ البتہ تلاش کر لیتے طرف

اور خدا ہوتے جیسا یہ بکتے ہیں جب تو وہ عرش کے

ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾

عرش والے کے کوئی راستہ

مالک کی طرف کوئی راہ ڈھونڈ نکالتے

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق - پچھلی آیتوں میں انسان کے معاشرے اور آخرت کو سنوارنے کے متعلق کچھ نصیحتیں بیان فرمائی گئیں تھیں اب ان آیات میں اُن نصیحتوں کی عظمت اور شان بیان فرمائی جا رہی ہے کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے۔

دوسرا تعلق - پچھلی آیت میں انسان کا انسان کے ساتھ جو غرور ہو سکتا ہے اُس کا ذکر کیا گیا تھا۔ اب ان آیت میں۔ بدبخت انسان جو رب تعالیٰ کے ساتھ غرور کر سکتا ہے اُس کا تذکرہ ہے کہ یا کسی غیر کو خدا بنا لے یا خود خدائی کا دعویٰ کر بیٹھے۔ **تیسرا تعلق** - پچھلی آیتوں میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ بری باتوں کو ناپسند فرماتا ہے۔ اب ان آیت میں اُن کی نشان دہی کی جا رہی ہے۔ یعنی کفریہ عقائد کفریہ اقوال اور کفریہ طبیعت۔

شانِ نزول - ایک دفعہ آقائے کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے بڑی شاندار تقریر مبارک میں مخلوق الٰہیہ کی تسبیح تہلیل اور نبی پاک پر صلٰوۃ و سلام کا ذکر فرمایا۔ تب یہ تائیدی طور پر سات آیتیں نازل ہوئیں از آیت ۳۹ تا ۴۵ ایک روایت میں ہے کہ جب تَبَّتْ یَدَا نازل ہوئی تو نبی پاک کی کافرہ چچی ابولہب کی بیوی سارا یہ ایک پتھر لے کر آئی نبی پاک اور صدیق اکبر خانہ کعبہ کے پاس تشریف فرما تھے وہ آ کر بولی اے ابوبکر تمہارے نبی کہاں ہیں میں اُن کو پتھر مارنے آئی ہوں انہوں نے میری ذلت کی ہے۔ اور پھر چلی گئی۔ صدیق اکبر نے حیران ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ اس نے آپ کو نہیں دیکھا فرمایا میرے درمیان فرشتے نے پردہ کر دیا تھا۔ تب یہ آیت نازل ہوئیں۔

تفسیر نحوی ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَیْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِیْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا - اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِیْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ۔ ذٰلِكَ اسم اشارہ بعیدی بحالتِ رفع مبتدا ہے مِنْ جارہ بیانیہ یا تبعیضیہ مَا موصولہ اَوْحٰی۔ بابِ افعال کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب مصدر ہے اِیْحَاءً وَحْیٌ سے بنا ہے بمعنی پیغامِ الٰہی بالواسطہ یا بلا واسطہ مراد ہے قرآن مجید اور احادیث پاک اِلٰی جارہ انتہائے غایت کے لیے كَ ضمیر حاضر کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا عام مسلمان رَبُّ اسم مفرد جامد صفاتی نام اللہ کا كَ ضمیر حاضر مضاف الیہ مرکب اضافی فاعل ہے اَوْحٰی کا مِنْ جارہ بمعنی مع الف لام استغراقی حِكْمَةٌ اسم مصدر آخر میں تاء مصدریہ۔ بمعنی معرفت پانا۔ عقلمند ہونا۔ جامد ہے بمعنی عقل۔ سمجھ۔ علم فہم۔ مجرور ہے۔ جار مجرور متعلق دوم ہے اَوْحٰی کا پہلا رحمًا جار مجرور متعلق مقدم سوم ہے۔ جملہ فعلیہ ہو کر

خبر ہے مبتدا کی اور وہ جملہ اسمیہ ہو گیا۔ واؤ ابتدائیہ۔ لَا تَجْعَلْ۔ باب فَتَحَ کا فعل نہی۔ واحد مذکر حاضر جَعْلٌ سے بنا ہے۔ اَنْتَ اس میں پوشیدہ ضمیر حاضر مذکر مرجع ہے عام انسان۔ اور یہ جملہ ما قبل کلام سے بالکل علیحدہ ہے۔ مَعَ اسم ظرف مضاف ہے اَللّٰہِ مضاف الیہ۔ مرکب اضافی ظرف مکانی ہوا لَا تَجْعَلْ کا اِلٰهًا اسم مفرد نکرہ متمکن معرب موصوف ہے آخَرَ اسم تفضیل مذکر ہے۔ اُخْرٌ سے بنا ہے بمعنی بہت پیچھے والا مراد ہے دوسرا۔ مفتوح ہے صفت ہے اِلٰهًا کی۔ مرکب توصیفی مفعول بہ ہے لَا تَجْعَلْ کا۔ فَ حرف عاقبت۔ تُلْقٰی۔ باب اِفعال کا مضارع مستقبل مجہول صیغہ واحد مذکر حاضر اَنْتَ ضمیر پوشیدہ نائب فاعل فِیْ جارہ ظرفیہ مکانیہ جَهَنَّمَ اسم مفرد عجمی فارسی سے عربی میں مستعمل ہوا۔ غیر منصرف ہے کیونکہ عَلَم ہے جہنم پورے دوزخ کا یا کسی طبقے کا۔ ایک قول میں سُریانی لفظ ہے متغیر ہو کر آیا ہے جِهْنَامٌ سے۔ بحالت کسرہ ہے فِیْ سے جار مجرور متعلق ہے تُلْقٰی۔ اس کا مصدر ہے اِلْقَاءٌ لُقِیٌّ سے بنا ہے بمعنی پھینکنا ڈالنا۔ گرنا۔ گرانا۔ مادہ لازم ہے اِفعال نے متعدی بنایا مَلُوْمًا اسم مفعول ہے باب نَصَرَ کا لَوْمٌ سے بنا ہے بمعنی طعنہ دیا ہوا۔ ملامت کیا گیا۔ ذلیل رسوا۔ بحالت نصب ہے حال اول اَنْتَ نائب فاعل کا۔ مَدْحُوْرًا۔ اسم مفعول باب نَصَرَ کا واحد مذکر کا صیغہ دَحْرٌ سے بنا ہے بمعنی دھکے دینا۔ حال دوم اَنْتَ ذوالحال کا۔ تُلْقٰی اسب سے مل کر جملہ خبریہ ہو گیا۔ اَ ہمزہ سوالیہ توبیخی یا انکاری فَ تحسینیہ زائدہ۔ اَصْفٰی۔ باب اِفعال کا ماضی مطلق مثبت معروف مصدر ہے اِصْفَاءٌ صَفْوٌ یا صَفِیٌّ سے بنا ہے دراصل تھا اَصْفَوَ واؤ کو الف سے بدلا گیا بمعنی چن لینا۔ برگزیدہ کرنا۔ پسند کی چھانٹ کرنا۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر منصوب متصل مفعول بہ ہے۔ رَبُّ بمعنی پروردگار۔ مضاف کُمْ مضاف الیہ ان دونوں کُمْ ضمیر کا مرجع وہ کفار ہیں جو کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں (معاذ اللہ) یہ مرکب اضافی فاعل ہے بِ جارہ۔ الف لام اسمی بَنِیْنَ۔ جمع مذکر سالم ہے اِبْنٌ کی بحالت جر ہے بِ سے جار مجرور متعلق ہے اَصْفٰی کا وہ جملہ فعلیہ ہوا واؤ سر جملہ۔ اِتَّخَذَ۔ باب افتعال کا ماضی مطلق مثبت معروف۔ دراصل تھا۔ اِئْتَخَذَ۔ اَخْذٌ سے بنا ہے مہموز الفا۔ بمعنی لینا۔ بنانا۔ پکڑنا۔ پیدا کرنا۔ گھڑ لینا یہاں پیدا کرنے کے معنی میں ہے۔ مصدر ہے اِتِّخَاذٌ۔ هُوَ ضمیر مستتر۔ فاعل ہے جس کا مرجع اَللّٰہ ہے مِنْ جارہ تعدیہ کا۔ الف لام استغراقی مَلٰٓئِکَةِ جمع مکسر ہے مَلَکٌ کی بمعنی فرشتہ۔ جار مجرور متعلق ہے اِتَّخَذَ کا اِنَاثًا۔ جمع مکسر ہے اُنْثٰی کا۔ بمعنی عورتیں۔ یعنی لڑکیاں بیٹیاں۔ مفعول بہ ہے اِتَّخَذَ کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو گیا۔ ایک ترکیب میں اِنَاثًا مفعول بہ اول ہے اور مفعول دوم اَوْلَادًا ہے جو پوشیدہ ہے اس ترکیب میں اِتَّخَذَ بمعنی جَعَلَ ہو گا نہ کہ خَلَقَ۔ کیونکہ خَلَقَ کبھی بھی متعدی بدو مفعول نہیں ہو سکتا

اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا۔ اِنَّ حرفِ مشبّہ کُمْ اِس کا اسم۔ لام کے مفتوحہ تَقُوْلُوْنَ باب نصر کا مضارع حال مثبت معروف اَنْتُمْ ضمیر فاعل قَوْلًا مصدر موصوف عَظِيْمًا صفت مشبّہ بمعنیٰ بہت بڑی بہت سخت۔ بڑا بول۔ حد سے گزری ہوئی بات۔ صفت ہے۔ مرکّب توصیفی یا مفعول بہ یا مفعول مطلق جملہ فعلیہ ہو کر خبر اِنَّ۔ اور وہ جملہ اسمیہ۔ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا۔ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا۔ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا۔ واوُ۔ ابتدائیہ۔ لام کے زائدہ تاکیدیہ۔ قَدْ صَرَّفْنَا۔ باب تفعیل کا ماضی مطلق جمع متکلم مخاطِب اللہ تعالیٰ۔ تصریفٌ مصدر ہے صَرْفٌ سے بنا ہے لغوی معنیٰ ہے پھیرنا اصطلاحی معنیٰ ہے پھیر پھیر کر سمجھانا بیان کرنا مثالیں دے کر بتانا کھول کر وضاحت سے ظاہر کرنا۔ یہاں ہر معنیٰ مناسب ہے فِیْ جارّہ ظرفِ مکانی هٰذَا اسم اشارہ قریبی۔ الف لام زائدہ قرآن بروزنِ فُعلانُ یا فَعَالُ۔ قَرْنٌ یا قَرْءٌ کا اسم مبالغہ ہے بمعنیٰ بہت ملانے والا اسم فاعل کے معنیٰ میں یا بہت پڑھا ہوا اسم مفعول کے معنیٰ میں۔ عَلَم ذاتی ہے آخری کتاب الٰہی کا۔ مجرور مشار الیہ ہے اسم اشارہ و مشار الیہ متعلق ہے صَرَّفْنَا کا۔ لام کے تعلیلیہ يَذَّكَّرُوْا۔ يَتَذَكَّرُوْنَ تھا۔ باب تَفَعُّلٌ کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب تَ۔ کا ذال میں ادغام کر دیا تَ کو ذال بنا کر مخرج ہم مثل ہونے کی بنا پر۔ آخر سے نون اعرابی بحالتِ فتحہ گر گئی لام کے میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ اِس کا فاعل ہے مراد کفارِ مکہ یہ جملہ فعلیہ ہو کر علت ہوئی صَرَّفْنَا کی یعنی مفعول لہٗ ہوا۔ واؤ حالیہ مَا يَزِيْدُ۔ باب ضَرَبَ کا فعل مضارع منفی بِمَا غیر قیاسی۔ کیونکہ اشارۃً کیفیہ ماضی کو بیان کرتا ہے صیغہ واحد غائب زِیْدٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بڑھنا۔ زیادہ ہونا۔ ھُمْ ضمیر موجودہ مفعول فیہ یا بہ۔ اِلَّا حرفِ استثنا مفرّغ کیونکہ مستثنیٰ مِنْہُ شَیْءٌ فاعل مَا يَزِيْدُ کا پوشیدہ ہے (محذوف) نُفُوْرًا اسم مبالغہ نَفْرٌ سے بنا ہے۔ نَفْرَتٌ مصدر ہے۔ بمعنیٰ بیزار ہونا۔ منہ پھیرنا۔ دور بھاگنا۔ نہ ماننا یہاں ہر معنیٰ مناسب ہے۔ بحالتِ نصب مستثنیٰ ہے۔ مَا يَزِيْدُ جملہ فعلیہ ہو کر حال ہوا۔ قَدْ صَرَّفْنَا۔ کا اِس کا مفعول بہٖ اَمْثِلَۃٌ وَقِصَصًا پوشیدہ ہے۔ صَرَّفْنَا متعدّی بیک مفعول ہوتا ہے۔ سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ قُلْ۔ باب نَصَرَ کا امر حاضر معروف صیغہ واحد مذکر حاضر اَنْتَ پوشیدہ فاعل جس کا مرجع نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم ہیں فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ لَوْ حرفِ شرط کَانَ تامّہ مَعَ اسم ظرفِ مکانی مضاف ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مرجع اللہ تعالیٰ مجرور ہے کیونکہ مضاف الیہ متصل ہے کیونکہ اپنے عامل مضاف مَعَ سے جڑی ہے۔ مرکّب اضافی ظرف ہوا کَانَ کا اٰلِهَةٌ۔ جمع مکسّر ہے اِلٰہٌ کی۔ آخر میں تَ وحدتِ جنسی کے لیے ہے نکرہ ہے۔ لہٰذا یہ ترجمہ بھی درست ہے

معبودوں کا ایک گروہ۔ حِیْنَئِذٍ۔ برائے توبیخ۔ جیسا کہ ہم نے ترجمہ کیا ہے۔ وہ وحدت مبنی ہے نہ کہ فردی۔ اعلیٰحضرت کے ترجمہ میں لفظی جمع ہے۔ بحالتِ رفع ہے فاعل ہے کَانَ کا۔ یہ جملہ فعلیہ تامہ مشبّہ ہوا۔ کَمَا۔ حرفِ تشبیہ۔ یَقُوْلُوْنَ۔ بابِ نَصَرَ کا۔ صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر مستتر فاعل جس کا مرجع ہے کفارِ مکہ۔ یہ مضارع استمراری ہے۔ کیونکہ کثرتِ اقوال مراد ہے فعل یا فاعل جملہ فعلیہ ہو کر مشبّہ بہ ہوا دونوں مل کر شرط ہوئی۔ اِذًا مفاجاتیہ بمعنی اچانک۔ یہاں برائے جزا ہے۔ اصلاً یہ اِذْ ہوتا ہے یہاں اتّصالِ مابعد کی وجہ سے حرکت دی گئی۔ ایک قول میں یہ حرفِ جزا ہے فَ جزائیہ کے قائم مقام اصلاً تھا اِذَنْ۔ نون کو الف سے بدل دیا گیا خفت کے لیے۔ لام کَیْ ناصبہ اَبْتَغَوْا۔ باب افتعال کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب مثبت معروف اِبْتَغَيُوْا تھا یٰ پر ضمہ ثقیل تھا لہٰذا یٰ اور ضمہ کو گرا دیا۔ مصدر ہے اِبْتِغَاءٌ۔ بمعنی تلاش کرنا۔ کوشش کرنا چاہنا۔ پسند کرنا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں ھُمْ ضمیر مستتر فاعل ہے جس کا مرجع اٰلِهَةٌ ہے۔ اِلٰی جارّہ انتہا غایت کے لیے ذِیْ اسم مکبّرہ بحالتِ جر ہے اس لیے ذِیْ۔ یٰ کے ساتھ ہوا۔ بقاعدۂ نحو تمام اسماءِ مکبّرہ کا اعراب حروفِ علّت سے ہوتا ہے بموافقتِ اعرابِ حرکت۔ مضاف ہے۔ الف لام عہدِ ذہنی عَرْش اسم مفرد جامد۔ بمعنی تختِ شاہی۔ مراد ہے عرشِ اعظم۔ مرکّب اضافی مجرور متعلّق ہے اِبْتَغَوْا کا۔ سَبِيْلًا۔ اسم مفرد مبالغہ صفت مشبّہ بمعنی کھلا راستہ مفعول بہ ہے۔ اِبْتَغَوْا کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر جزا شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو کر مقولہ ہوا قول کا۔ وہ جملہ قولیہ ہو کر مکمل ہوا۔

تفسیرِ عالمانہ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِیْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا۔ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِیْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِیْمًا۔ اے ہمارے بندے وہ تمام احکام امر اور نہی جو بھی پچھلی چند آیات میں سنائے گئے ان ہی قرآنی قوانین میں سے ہیں جو تیرے ربِ حکیم نے تیری طرف ایک عظیم الشان معرفتِ الٰہیہ کی حکمت سے وحی فرمائے۔ خیال رہے کہ رب تعالیٰ نے یہاں آیت ۲۲ سے آیت ۳۹ تک بائیس ۲۲ حکم نازل فرمائے پُر نور حکمت سے بھرے ہوئے احکام جن میں گیارہ ۱۱ امر ہیں یعنی کرنے والے اور گیارہ ۱۱ نہی ہیں یعنی نہ کرنے والے۔ ابتداء میں بھی شرک اور کفر کی ممانعت ہے اور آخری حکم بھی شرک اور کفر سے ممانعت توحیدِ باری تعالیٰ کا اقراری و ایمانی حکم ہے ترتیب اس طرح ارشاد ہوئی۔ ۱ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔ اس حکم کی آیت قرآنِ مجید میں چار جگہ اور بھی ہیں ۲ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ۔ اس مضمون کی آیت آٹھ جگہ اور ہیں ۳ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا۔ اس حکم کو آٹھ جگہ اس کے

علاوہ بھی بیان فرمایا گیا ۴ فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ ۔ ۵ وَلَا تَنْهَرْهُمَا ۶ وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۷ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ ۸ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا ۹ وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى یہ امر مسلمانوں کو قرآن مجید میں پانچ جگہ اس کے علاوہ اور بھی دیا گیا ہے ۱۰ وَالْمِسْكِيْنَ مسلمانوں کو مساکین کی خدمت کرنے کا قرآن مجید میں اٹھارہ ۱۸ جگہ حکم دیا گیا ہے ۱۱ وَابْنَ السَّبِيْلِ مسافر کی امداد کا قرآن پاک کی مختلف آیات والفاظ میں آٹھ جگہ حکم فرمایا گیا ۱۲ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۔ اس حکم کو قرآن پاک نے تین دفعہ مختلف جگہ ارشاد فرمایا ۱۳ فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۱۴ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً ۱۵ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ ۔ یہ حکمت ممانعت قرآن پاک میں دو مرتبہ ارشاد ہوا ۱۶ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ یہ حکم ممانعت بھی دو جگہ ارشاد ہوا ۔ ۱۷ فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۔ اسراف کی برائی اور ممانعت میں مختلف طریقوں کی بیس ۲۰ آیات مختلف سورتوں میں ارشاد ہوئیں ۱۸ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۔ یہ حکم قرآن کریم میں سترہ ۱۷ بار نازل ہوا ۱۹ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ ۔ یہ حکم چھ ۶ دفعہ ارشاد ہوا ۲۰ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ یہ حکم تین ۳ بار اس کے علاوہ ارشاد ہوا ۲۱ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ یہ حکم مختلف آیتوں اور لفظوں میں چھ جگہ ارشاد ہوئے ۲۲ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۔ یہ حکم ممانعت تین جگہ ارشاد ہوا ۔ کیا شان ہے ان گیارہ گیارہ حکموں کی کہ رب تعالیٰ نے معراج کی سورت میں بارہویں والے شب اسراء کے دولہا کے صدقے میں انسان اور مسلمان کی اخلاقی زندگی کی بائیس ۲۲ معراجوں کی نعمتیں بکھیر دیں ۔ یہی امر و نہی کی گیارہ منزلیں مومن صادق کی معراج ملکوتی اور عروج لاہوتی ہیں اے بندے یہی تیرے ابدی روشن مستقبل کے بائیس زمانے ہیں ان میں تو نے اپنے اخلاق حسنہ کے قدموں سے چل کر توحید عرش اور لا امکان وحدت کے قرب میں جانا ہے یہ بائیس ۲۲ احکام مقام عبدیت کا بیت المقدس ہے اور حرم حکمت کے بائیس دروازے ہیں ۔ یہ گیارہ امر شریعت کا سدرۃ المنتہیٰ ہے اور گیارہ ممنوعات معبود حقیقی ۔ اور الٰہ واحد کا لامکان ہے ۔ لہٰذا وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ ۔ آخر میں پھر حکم دیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کے ساتھ کسی دوسرے شخص یا وجود یا جسم کو معبود نہ سمجھنا ۔ تیری ساری ایمانیات ۔ عبادات احکامات ۔ ممنوعات ۔ عملیات فکریات ۔ تدبرات ۔ عقلیات ۔ اداء حقوق و خدمات ۔ امانات دیانات ۔ رفتار حیات سب کچھ اسی توحید کے پردوں میں ہونا چاہیئے ۔ تیرے ہر عمل قول ذکر فکر سے پہلے اصل توحید باری تعالیٰ تیرے دل میں قائم ہو اور تیرے ہر کردار اقوال کے آخر بھی وحدانیت کے پھول مہکتے ہوں توحید ایمانی سے باہر ہو کر کوئی عمل و اخلاق قبول اور پسندیدہ نہ ہوگا بلکہ تو اپنے سارے اعمال و اخلاق نرم تعلیوں انسانی ہمدردیوں عبادات کی مشقتوں کے ساتھ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ ۔ پس پھینک دیا جائے گا ہر طرف سے لعنت ملامت

کیا ہوا۔ اور ہر نعمت رحمت۔ عزّت۔ حرمت۔ نصرت۔ عظمت سے دور بھگایا ہوا۔ دھکّے دے کر ہٹایا ہوا۔ جو بد بخت انسان توحیدِ الٰہی اور رسالتِ مصطفائی سے دور ہوئے وہ دنیا میں مذموم یعنی۔ قابلِ نفرت گندے پلید ہیں ہر طرح سے بُرے اور قبر میں۔ مَلُوْم۔ یعنی لعنت ملامت اور جھڑک کے لائق۔ اور محشر میں مخذول یعنی بیکس بے بس بیچارے کمزور محتاج لاغر بے یار و مددگار۔ اور جہنّم میں مدحور۔ یعنی ہر خیر سے دور دنیا میں دو قسم کے بندے ہیں ایک آستانۂ نبوّت اور بارگاہِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر اور دوسرا اُس آستانۂ مقدّس سے دور۔ جو عاجز و حاضر ہے وہ مومن ہے جو بھٹکا ہوا وہ کافر ہے۔ کافر مذموم ہے مومن مبرور کافر ملوم ہے مومن مقبول کافر مخذول ہے مومن مضبوط۔ کافر مدحور ہے مومن مغفور مذموم وہ جس کے کام کو بُرا کہا جائے۔ مبرور جس کے کام کو اچھا کہا جائے۔ ملوم وہ ہے کہ جس کو جھڑکا جائے تو نے کیوں ایسا نقصان دہ اور اپنے لیے بُرا کام کیا۔ مقبول وہ ہے جس کے ہر کام کو کہا جائے کہ بہت اچھا اور فائدہ مند کیا۔ مخذول وہ ہے جو کام کر کے نڈھال و کمزور ہو جائے مضبوط وہ ہے جو کام کر کے تر و تازہ ہو جائے مدحور وہ ہے جس کے کام پر اس کو ذلیل کر کے دھکّے دیئے جائیں مغفور وہ ہے جس کے کام پر اس کو رحمت و عزّت کی چادروں میں چھپا لیا جائے یہ احکام توریت میں بھی موجود تھے اور تمام انبیا علیہم السّلام نے ہر دین و ملّت میں اس کی با اہتمام تبلیغ و ترویج فرمائی۔ یہ سب احکام مُحکَم جاری ساری ہیں تا قیامت نہ اس میں نسخ ہے نہ تبدیلی نہ بُطلان۔ وَالدین ہونا والدہ ہونا بیٹا بیٹی اولاد ہونا یہ سب انسان کی صفات ہیں کیونکہ انسان ہی پرورش پانے اور پرورش لینے کا محتاج ہے۔ خالق تعالیٰ ان تمام چیزوں سے پاک اور سُبحان ہے مگر کفّار نے قسم قسم کے مختلف بیہودہ عقیدے بنا لیے کسی نے کسی کو خدا کا بیٹا کسی نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہنا شروع کر دیا چونکہ فرشتے لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل پردہ نشین عورتوں کے چھپے رہتے ہیں اسلئے ان کو بیٹی کا لقب دیا گیا۔ اے کم عقل بیہودہ عقیدے والو کیا یہ سمجھے بیٹھے ہو کہ تمہارے لیے تمہارے ربّ نے تمہاری مرضی خوشی چاہت پسند کے مطابق بیٹے چن رکھے ہیں جو طاقت و قوّت ہمت و جوانمردی والے ہیں جن سے تمہاری عزت و عظمت میں اضافہ ہو سا ور اپنے لیے ربّ نے فرشتوں کو بیٹیاں بنا ڈالا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کو شریک سمجھنا بہت بڑی سرکشی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ خالق مالک کیلیے اولاد ماننا خاص کر کمزور ترین صنف نازک بیٹیاں تسلیم کرنا نہایت بڑی جہالت ہے اس لیے کہ جس کی اولاد ہوتی ہے اس کا جسم ہوتا ہے جس کا جسم ہوتا ہے وہ اجزاء سے مرکّب ہوتا۔ اور جو مرکّب ہوتا ہے وہ قدیم نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ رب تعالیٰ کو یہ کفّار بھی قدیم مانتے ہیں۔ اس لیے فرمایا گیا اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِیْمًا۔ اے کفّارِ مکّہ اور دیگر تا قیامت ان کے ہم مذہب کافر بیشک تم بہت بڑی جہالت اور بیوقوفی کی باتیں کرتے ہو۔ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّكَّرُوْا وَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا۔ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا یَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا۔

اور البتہ بیشک ہم نے بہت وضاحت سے کھول کھول کر مختلف لفظوں طریقوں بیانوں سے ظاہر کیا سمجھا دیا اس قرآن مجید میں ۔ توحید و رسالت ۔ نبوت ۔ وعدہ ۔ وعید ۔ نذارت بشارت ۔ قصص ۔ عبرت ۔ حکمت عبادت ۔ مثالیں ۔ صفات ۔ عادات ۔ دنیا ۔ آخرت ۔ معاشرت ۔ قہر ۔ عذاب ۔ کفر ۔ ایمان ۔ اسلام فنا ۔ بقا ۔ عمل ۔ جزا ۔ ارضیات ۔ فلکیات ۔ خالقیت ۔ مخلوقیت ۔ عبدیت ۔ معبودیت ۔ کمال ۔ زوال ۔ علم ۔ جہالت ۔ نور ۔ ظلمت ۔ دانائی ۔ نشانات حماقت ۔ تحت الثریٰ ۔ عرش عُلیٰ ۔ حق ۔ باطل ۔ ظاہر و باطن ۔ ربوبیت مربوبیت ۔ رازقیت مرزوقیت ۔ یہ تمام حکمتیں فطرتیں قرآن کریم میں ہم نے ہی اس لیے بیان فرمادیں تاکہ دنیا والے اس قرآن مجید سے ایمان و عرفان کی نصیحتیں قبول کریں ۔ پڑھیں اور تذکرے کریں ۔ اپنی زندگی کے ہر معاملے میں تعلیم قرآن کو ہی مشعل راہ بنائیں اور اس قرآنی روشنی سے دل و دماغ کو چمکائیں اور ایسی شان والی ازلی ابدی نعمت ملنے پر جہان بھر میں خوشیاں منائیں مگر ان کفار کے قلوب گندے دماغوں میں نہ زیادہ ہوئی مگر نفرت کی گندگی ہی ۔ اسی لیے اس قرآن مجید کو کبھی جادو کہا ۔ کبھی کہانت ۔ کبھی حیلہ کہا ۔ کبھی شعر و شاعری ۔ کبھی افسانہ کہا ۔ کبھی اساطیر اولین ۔ کبھی باطل کہا ۔ کبھی قصے کہانیاں ۔ حالانکہ چاہیے تھا کہ یہ قرآن مجید سے خضوع خشوع ۔ خشیت و خوف ایمان و ایقان حاصل کرتے ۔ مگر ان بدنصیبوں نے قرآن اور صاحب قرآن جیسے معجزوں کو چھوڑ کر ۔ چاند سورج ۔ ستاروں ۔ پتھروں ۔ درختوں ۔ جانوروں لکڑیوں ۔ دھاتوں ۔ مورتیوں ۔ آگ ناگ دھول مٹی کو معبود بنالیا ۔ اے پیارے نبی حبیب محترم تجھ پہ کروڑوں درود اور لاکھوں سلام ہوں ذرا ان سے فرمائیں اگر اس اللہ کی معبودیت کے ساتھ کسی اور کی معبودیت بھی واقعتاً ہوتی ۔ جیسے کہ یہ کافر کہتے پھرتے اور عقیدے بنائے پھرتے ہیں ۔ تب تو وہ دیگر معبود اس عرش والے معبود کے ساتھ جنگ و جدال مقابلہ مقاتلہ کرنے کے لیے کوئی راستہ ۔ کوئی ذریعہ ۔ کوئی حیلہ بہانہ تلاش کرتے جس طرح بادشاہ لوگ دوسرے بادشاہوں پر حملہ کرتے ہیں یا چھوٹے چھوٹے بادشاہ کسی بڑے بادشاہ پر مل کر حملہ کرتے ہیں اور بڑے بادشاہ پر غلبہ پانے کا ارادہ کرتے ہیں یا جیسے کہ یہ کافر کہتے ہیں کہ ہم ان بتوں کے وسیلے سے اس بڑے عرش والے معبود کا قرب حاصل کرتے ہیں ۔ مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِیُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَی اللّٰهِ زُلۡفٰی فرمایا جارہا ہے کہ اے کافر و منکرو اگر تمہارے یہ بت وغیرہ ذرہ بھر بھی معبود ہوتے تو ان دونوں کاموں طریقوں میں کوئی کام ضرور ہوتا مگر نہ تو کبھی حملے کا راستہ بنا ۔ نہ ہی یہ کوئی قرب الٰہی حاصل کر سکا نہ ان میں سے کوئی عرش تک آسکا تو پھر تم ان کی شرکیہ اور بناوٹی عبادت کر کے اللہ کا قرب کس طرح حاصل کرسکتے ہو جب کہ یہ جھوٹے معبود ہی قرب نہ حاصل کر سکے ۔ تو اے کم عقلو بھٹکتے پھرنے والو آج ہی اس حبیب کریم رؤف و رحیم کے دامن رحمت میں آجاؤ ۔ جو ہمارے عرش اور لامکانی قرب تک راستہ بنا گیا

ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ ۔ حکمت ہر اُس علم کو کہا جاتا ہے جو انسان کی عقل اور سمجھ میں آجائے اور جو سمجھ میں نہ آسکے وہ قدرت ہے۔ بندے کو چاہیئے کہ اپنے دل و دماغ کو تعلیم نبوت کے نور کے ذریعے پاک صاف اور چمکدار بنائے تاکہ وہاں اللہ کی طرف سے حکمت کی شعاعیں آئیں۔ یہ فائدہ مِنَ الْحِكْمَةِ فرمانے سے حاصل ہوا۔ گندے دل اور بے علمی کے زنگ آلودہ دماغ میں حکمت کے چشمے نہیں آتے۔ **دوسرا فائدہ** ۔ مومن دنیا و آخرت میں مذموم۔ ملوم۔ مخذول۔ مدحور نہ ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اس لیے کہ مومن آستانہ مصطفیٰ سے توحید کی دولت کو اپنے قلب و جگر کی جھولی میں لے لیتا ہے۔ یہ فائدہ فَتُلْقٰى کی ف جزائیہ سببیہ سے حاصل ہوا۔ دھکے اور ذلتیں کمزوریاں اور ملامتیں صرف مشرکوں کے لیے ہیں **تیسرا فائدہ** ۔ قرآن کریم ہر مزاج کے مطابق احکام بیان فرماتا ہے تاکہ کسی پر سختی دشواری اور بوجھ نہ ہو۔ اس لیے قرآن کریم تا ابد عالمگیری قوت قانون رکھتا ہے یہ فائدہ، وَلَقَدْ صَرَّفْنَا سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ ۔ اللہ تعالیٰ کے دربار گاہ میں سب اولاد یکساں درجہ رکھتی ہے کوئی اعلیٰ و ادنیٰ نہیں۔ لڑکی ہو یا لڑکا۔ بیٹی ہو یا بیٹا۔ بیٹی کو ذلیل حقیر یا ادنیٰ سمجھنا گناہ ہے اور کفار کا طریقہ جس کی رب تعالیٰ نے ان آیات میں تمثیلاً مذمت فرمائی۔

دوسرا مسئلہ ۔ قرآن مجید کے کسی حکم سے منہ پھیرنا یا اعتراض کرنا یا۔ کسی حکم پر منہ برا کرنا۔ یا عمل میں سستی غفلت کرتے ہوئے آنکھیں چرانا۔ یا کسی حکم پر شکوہ شکایت کرنا۔ اور دل میں تنگی پیدا کرنا۔ سب گناہ عظیم ہے اور طریقہ کفار ہے یہ مسئلہ اِلَّا نُفُوْرًا۔ فرمانے سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض ۔ اسی سورت کی آیت ۲۲ میں فرمایا گیا۔ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا۔ اور آیت ۳۹ میں فرمایا گیا۔ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِىْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا۔ دونوں آیتوں کا حکم ممانعت ایک جیسا ہے مگر۔ انجام میں وہاں مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا اور یہاں مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا۔ اس اختلاف کی کیا وجہ۔؟

جواب ۔ وہاں دنیا کے حالات اور شرکیہ بد عملی کا دنیوی نتیجہ مذکور ہوا۔ لیکن یہاں اُخروی سزا کا ذکر ہے

دوسرا اعتراض۔ اَفَاَصْفٰکُمْ الخ کے تفسیری اشارے سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار بیٹیوں کو سخت بری اور ذلیل چیز سمجھتے ہیں۔ لیکن دیکھا گیا ہے کہ ہندو اپنی تمام مورتیوں کو عورت اور مؤنث کا ہی نام دیتے ہیں اور اُن کا احترام کرتے ہیں۔ جیسے کالی دیوی۔ گنگا۔ جمنا۔ پاربتی پیپل والی۔ وغیرہ اس مشاہدے سے تو ثابت ہوتا ہے کہ کفار لوگ مؤنث کا احترام کرتے ہیں۔

جواب۔ اس کے دو جواب۔ اوّلاً یہ کہ یہ آیت کفار مکہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو لڑکیوں سے بمقابلہ بیٹے کے نفرت کرتے تھے۔ اور دنیا میں بہت سے کفار اب بھی یہ حرکت کرتے ہیں۔ مگر کفار کے نظریات مختلف ہیں کسی کا کچھ عقیدہ کسی کا کچھ۔ دوم یہ کہ یہاں صرف بیٹی کا ذکر ہے ہر عورت کا ذکر نہیں۔ آج بھی صرف اپنے گھر بیٹی پیدا ہونے پر افسوس کرتے ہیں۔ کسی کی بیٹی یا ماں بہن بیوی سے نفرت نہیں بلکہ عزت و محبت کی جاتی ہے۔ رہا کفار کا دیوی۔ اور گنگا جمنا کو مؤنث سمجھنا وہ عورت ہونے کی بنا پر نہیں بلکہ ان میں روحانی قوت ملتے ہیں اور اُس روح اور قوت کو مؤنث سمجھتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے شاعر ہندی میں غزل لکھتے ہیں تو اپنے آپ کو مؤنث بناتے ہیں وہاں بھی اپنی روح مراد ہوتی ہے۔ اور لفظ روح کو ہندی۔ اردو میں مؤنث ہی لکھا۔ بولا جاتا ہے مثلاً۔ ع۔ میں تیری بھکارن ہوں تیرے در پہ رہوں گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(تفسیر کبیر۔ خازن۔ مدارک مظہری۔ تفسیر فتح القدیر۔ صفوۃ التفاسیر۔ سید قطب۔ خزائن العرفان۔ جلالین۔)

تفسیر صوفیانہ

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِىْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۔ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ۔ چمن معرفت کے یہ وہ الہامات اور پیغامات الٰہیہ ہیں جو اے قلب مشکور تیرے رب مطلوب اور معبود مقصود نے تیری طرف القا فرمائے شعور یزدانی کی حکمت مکاشفات سے لہٰذا اے دل مرکز خواہشات الہیہ کے علاوہ کسی کو بھی اپنی التجاؤں فریادوں دعاؤں اور تڑپتی جبینوں مچلتی اداؤں کا مسجود و معبود نہ بنا۔ ورنہ محرومیت کے نار فراق کے جہنم راہ سلوک کے سفر میں ناکامی نامرادی کے دوزخ میں ہمراہیوں کی ملامت و لعنت کا ملوما اور اہل منزل کے خوش نصیبوں کے دھکوں دُرکاروں کا مدحورا بنا پڑا رہے گا۔ اے وادی طلب منزل شوق میں پیچھے رہ جانے والو بد نصیبو بیوقوفو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہاری غفلت و کسلت کے باوجود انعامات انوار دولت سرمدی کے ابناء بقا تمہارے لیے چن لیے گئے اور تمہارے رب نے تمہارے ہی لیے سب کچھ منتخب کر ڈالا ہے۔ اور

کیا اس ربّ کائنات نے ملائکہ، اسرارِ غیبی کو حجاباتِ ضعف و ظلمات کا پردہ نشین بنایا ہے۔ اے نفوسِ رذیلہ بیشک تم زبانِ حال سے مقالاتِ سرکشی اور فتنۂ شیطانی کے بول بولتے ہو۔ بدبخت اور مغضوب ہے وہ شخص جو بُرا کر کے اچھا سمجھے۔ اور اپنے کانٹوں کو پھول گمان کرے بد زبانی کو حُسنِ مقالی تصوّر کرے۔ انسان میں دو بشری قوتیں ہیں۔ ۱ قوّتِ غضب ۲ قوّتِ شہوت۔ عارف وہ ہے کہ اس کی قوّتِ غضب شریعت اور عقل کے ماتحت ہو یہی قوّتِ غضب کی خوبی ہے اور اُس کی قوّتِ شہوت عدلِ ایمانی کے ماتحت ہو۔ یہی اس کی خوبی ہے ہر انسان میں جانوروں کی خصلتیں پیدا کی گئی ہیں ۱ غصہ کتے کی خصلت ہے ۲ مکاری لومڑی کی مثل ہے ۳ ایذا بچھو کی مثل ہے۔ ۴ نقصان دہی کوے کی خصلت ۵ شہوت مثل گدھے گھوڑے کے ۶ کینہ مثل اونٹ کے۔ نفسِ انسانی گھوڑا ہے اور عقل مثل کتا ہے یہ گھوڑا اور کتا جب تک فرماں بردار نہ ہو اسرارِ معرفت کا شکاری نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہلاک کر دے گا۔ یہی حال شہوت اور غصے کا ہے غفلت اور غضب کا ہے شہوت کی زیادتی بھی اور کمی بھی بُری ہے۔ شہوت کی زیادتی سے چار نقصان ۱ حرص ۲ حسد ۳ نجاست ۴ بے غیرتی۔ شہوت کی کمی سے بھی چار نقصان ۱ غفلت ۲ سستی ۳ نامردی ۴ اکتاہٹ

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا۔ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا۔ اور البتہ بیشک ہم نے اپنے اس محبوبِ ازلی کے سینۂ قرآنِ منور میں حکمت معرفت بلاغت و فصاحت انوار و تجلیات مکاشفات مشاہدات کے بیانِ ایمانی اور قانونِ ایقانی کے مختلف کیفیاتِ اسرار سے پھیر پھیر کر بیان فرمائے تاکہ اہلِ طلب خزائنِ معرفت اور نصیحتِ ازلیہ عبدیہ کے خزانوں سے اپنی جھولیاں بھر لیں مگر بدنصیب شقاوت کی عادتِ نفسانی و خصلتِ شیطانی سے اہل اللہ کی نفرت ہی پیدا ہوئی۔ اے محبوبِ سرّی تو فرما کہ اگر عاشقینِ طریقت کے لیے کوئی اور دوسرا بھی معبود و مسجودِ خلائق ہوتا جیسا کہ اہلِ نفس طغیان و سرکشی سے کہتے ہیں۔ تو وہ معبودانِ باطل بھی محبوبِ حقیقت بن کر معبودِ عرشی سینۂ مصطفیٰ قلبِ مجتبیٰ تک سیرِ معراج کا راستہ بنا لیتے۔ مگر نفس پرستوں نے فقط دنیاءِ سفلیہ کی طرف راستہ بنایا اور حیاتِ دنیا کو ہی مطمحِ مقصود بنایا۔ اور جو آدمی اپنے کو فقط دنیا کا بنا لے وہ بدبخت ہے آخرت کو یاد کرنے والا نیک بخت ہے لیکن دونوں کو پورا کرنے والا کامل ہے کیونکہ صَرَّفْنَا فِي هٰذَا کے خزانے اتباعِ سنّتِ محبوب کی دولتیں حاصل کرنے والا ہے۔ تعلیمِ مصطفیٰ سے ہی معرفت کی منزلیں طے ہو سکتی ہیں سالکِ طلب میں صدقۂ جسمانی دینا پڑتا ہے اور جو حرام جسم سے صدقہ دیتا ہے وہ ایسا ہے جیسے کہ ناپاک کپڑے کو گندے پانی سے پاک کیا جائے۔ جو آدمی حرام غذائیں کھاتا ہے حرام لباس پہنتا ہے

تو اُس کو اَعضاءِ باطنی اور اعضاءِ ظاہر بددعائیں دیتے ہیں۔ اے بندو ہم نے اپنے محبوب کے کے دہانِ قرآنی سے ہر حکم اور طریقت و معرفت کے سارے راستے۔ صَرَّفْنَا۔ تفصیل و تصریف سے بیان کر دیئے ہیں۔ ہر راستے کا حرام و حلال جائز و ناجائز سمجھا دیا ہے اب جو اپنی حیاتِ دنیا کو حرام بنائے گا اور اعضاءِ باطنی کو غذاءِ حرام اور اعضاءِ ظاہری کو حرام سے ملبوس کرے گا وہی بحرِ ظلمات کے آتش میں ابدی ہوگا۔ جو آدمی حلال چیزیں غذائیں حاصل کرے گا اُس کو اس کے ظاہری باطنی اعضاء دعائیں دیتے ہیں۔ حلال کی تین قسمیں ہیں۔

۱ حلال طیب ۲ حلال غیر طیب ۳ حلال اکمل حرام کی بھی تین قسمیں۔ ۱ حرام پلید ۲ حرام پاک ۳ حرام خبیث حلال مال کو حرام بنانے کے بھی تین طریقے ہیں ایک یہ کہ شریعت کے خلاف باہمی رضا مندی سے لین دین جیسے سودی کاروبار ۲ مال والے کی بلا رضا مندی مال لینا جیسے چوری ڈکیتی وغیرہ۔ سوم یہ کہ کسی کو دھوکہ فریب سے راضی کر لینا او سال لے لینا جیسے یتیم اور بیوہ کو ورغلا کر ان کی دولت وراثت لینا۔

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا

پاک ہے وہ اللہ اور بلندی والا ہے اُس سے جو وہ کہتے ہیں برتری

اُسے پاکی اور برتری اُن کی باتوں سے بڑی برتری

كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ

بہت بڑی۔ کہ تسبیح پڑھتے ہیں اس کے لیے کل ساتوں آسمان اور

اُس کی۔ پاکی بولتے ہیں ساتوں آسمان اور

الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۚ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ

پوری زمین اور جو کچھ اُن میں ہے۔ اور نہیں کوئی چیز

زمین اور جو کوئی اُن میں ہیں اور کوئی چیز نہیں

اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ

مگر تسبیح پڑھتی ہے اُس کی حمد کی اور لیکن تم نہیں سمجھتے ہو

جو اُسے سراہتی ہوئی اُس کی پاکی نہ بولے ہاں تم اُن کی

تَسْبِيْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾

اُن کی تسبیح کو۔ شان یہی ہے کہ ہے وہ حلم والا تمہاری گستاخیوں پر بخشنے والا توبہ والوں کو

تسبیح نہیں سمجھتے بیشک وہ حلم والا بخشنے والا ہے

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ

اور جب بھی تم نے تلاوت کی قرآن مجید کی بنا دیا ہم نے درمیان آپ کے اور درمیان

اور اے محبوب تم نے قرآن پڑھا ہم نے تم پر اُن میں کہ

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا

اُن لوگوں کے جو نہیں ایمان لاتے پر آخرت کے پردہ

آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک چھپا ہوا پردہ

مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً

چھپا ہوا۔ اور بنا دیا ہم نے پر دلوں کے اُن کے موٹے پردے

کر دیا۔ اور ہم نے اُن کے دلوں پر غلاف ڈال دیئے

اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِذَا

اس سے کہ سمجھیں اُس قرآن کو اور کانوں میں اُن کے سخت بہرا پن ہے۔ اور جب بھی

کہ اسے نہ سمجھیں اور اُن کے کانوں میں ٹینٹ اور جب

ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا

ذکر پاک کیا تم نے رب کا اپنے میں قرآن - توحید اُس کی پھر گئے وہ

تم قرآن میں اپنے اکیلے رب کی یاد کرتے ہو وہ پیٹھ

عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾

پر پیٹھوں کے اپنی نفرت کرتے ہوئے۔

پھیر کر بھاگتے ہیں نفرت کرتے

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق - پچھلی آیت کریمہ میں کافروں کے ایک بہت ہی بڑے اور احمقانہ عقیدے کے ساتھ اُن کی اس قسم کی باتوں کو سخت بدتمیزی کی بات فرمایا گیا تھا کہ دیکھو کافر اپنی زبانوں کو کہاں استعمال کر رہے ہیں۔ اب ان آیات کریمہ میں باری تعالیٰ اپنی شان بیان فرماتے ہوئے دیگر تمام آسمان زمین کی مخلوق کی زبان زبانی تسبیح کا ذکر فرما رہا ہے کہ دیکھو اس تمام مخلوق کی زبان کیسی اچھی جگہ استعمال ہو رہی ہے۔ **دوسرا تعلق** پچھلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ قرآن مجید تو سمجھنے نصیحت حاصل کرنے کے لیے نازل ہوا ہے مگر ان کافروں کو اس قرآن مجید سے اور زیادہ نفرت ہونے لگتی ہے۔ اب اس کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ اُن کے دلوں پر بہت موٹا پردہ ہے **تیسرا تعلق** - پچھلی آیت میں قرآن مجید نہ سمجھنے کا ذکر ہوا تھا اب فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی باتیں کیسے سمجھتے ان کی فہم انسانی میں تو مخلوق آسمانی و زمینی کی تسبیح نہیں آسکتی۔

تفسیر نحوی سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۔ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۔ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۔ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۔ سُبْحٰنَ - مصدر ہے بروزن فُعلان سَبَّحَ سے بنا ہے بمعنی پاکیزگی بیان کرنا۔ تسبیح پڑھنا - حمد کرنا۔ مضاف ہے۔ ہٗ - ضمیر واحد غائب مجرور متصل مرجع اللہ تعالیٰ ہے مرکب اضافی مفعول مطلق ہے پوشیدہ فعل سُبْحَتْ کا۔ واؤ حرف جملہ تَعٰلٰى - باب تفاعل کا ماضی مطلق مثبت معروف عُلُوٌّ سے بنا ہے تَعَالُوٌ مصدر ہے بمعنی بلند ہونا۔ صیغہ واحد مذکر غائب عَنْ جارہ مجاوزت زوالی کے لیے مَا موصولہ يَقُوْلُوْنَ باب نصر کا مضارع معروف جمع مذکر غائب ضمیر مستتر

فاعل جس کا مرجع ہے کفارِ مکہ عُلُوًّا مصدر موصوف کبیرًا صفت مشبہ مبالغہ ترجمہ ہے بہت بڑائی والا صفت ہے یہ مرکب توصیفی مفعول مطلق ہے تعالیٰ کا یَقُوْلُوْنَ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مل کر مجرور متعلق ہے تعالیٰ کا وہ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا تُسَبِّحُ۔ بابِ تفعیل کا مضارع معروف صیغہ واحد مؤنث غائب مصدر ہے تسبیحٌ۔ بمعنیٰ حمد وثنا کہنی۔ لام جارّہ مفعولیت کا۔ ہٗ۔ ضمیر کا مرجع باری تعالیٰ۔ الف لام استغراقی۔ سَمٰوٰتُ جمع مؤنث سالم سَمَاءٌ کا یہ مؤنث لفظی ت تانیث مقدرہ ہے موصوف ہے الف لام تعیینی سَبْعُ اسم عددی ہے بمعنیٰ سات صفت ہے۔ مرکب توصیفی معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ الف لام استغراقی اَرْضُ اسم مفرد مؤنث بمعنیٰ زمین۔ واؤ عاطفہ مَنْ موصولہ۔ فِیْ جارّہ ظرفِ مکانی ھِنَّ۔ ضمیر جمع مؤنث غائب مجرور متصل متعلق ہے موجودٌ پوشیدہ کا۔ وہ جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر معطوف ہوا سب معطوف مل کر فاعل ہوا تُسَبِّحُ کا اور وہ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔

واؤ ابتدائیہ۔ اِنْ نافیہ۔ مِنْ بیانیہ شَیْءٌ اسم مفرد جامد بمعنیٰ چیز نکرہ عمومی ہے یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ موجودٌ کا۔ اِلَّا حرفِ استثنا متصل کیونکہ وجودِ شی ہی سے مستثنیٰ ہے۔ یُسَبِّحُ باب تفعیل کا مضارع مثبت معروف ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل جس کا مرجع ہے شَیْءٌ۔ بِ جارّہ ملابست کی یا معیّت کی۔ حَمْدٌ حاصل مصدر ہے بمعنیٰ ثنا۔ شکر۔ تعریف۔ ہٖ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ مضاف الیہ ہے حَمْدٌ کا۔ مرکب اضافی جار مجرور متعلق ہے یُسَبِّحُ کا جملہ فعلیہ ہو کر مستثنیٰ۔ سب مل کر جملہ فعلیہ استثنائیہ ہوگیا۔ واؤ عاطفہ لغو۔ لٰکِنْ حرفِ استدراکیہ عطف کا۔ لَا تَفْقَهُوْنَ بابِ فَتَحَ کا مضارع منفی بِلَا۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ فِقْہٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ مشاہدہ کرنا۔ غائب یا مجہول تک پہنچنا۔ سمجھنا۔ شعور ہونا۔ یہاں ہر معنیٰ درست ہے۔ اَنْتُمْ اس کا فاعل تَسْبِیْحٌ مصدر ہے بابِ تفعیل کا مضاف ہے ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مرجع ہے اشیاءِ ذہنی۔ مضاف الیہ ہے۔ مرکب اضافی مفعول بہ ہے۔ فعل فاعل متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا یُسَبِّحُ کا۔ اِنَّ حرفِ تحقیق ہٗ اسم مرجع اللہ تعالیٰ۔ کَانَ فعل ناقصہ ھُوَ پوشیدہ ضمیر اس کا اسم مرجع اللہ تعالیٰ۔ حَلِیْمًا۔ صفتِ مشبہ حِلْمٌ سے بنا ہے بمعنیٰ وقار اور بردباری کرنا۔ ڈھیل دینا۔ نرمی کرنا اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسماءِ الٰہیہ میں سے ہے بحالتِ نصب ہے غَفُوْرًا۔ صیغہ مبالغہ بمعنیٰ اسم فاعل یعنی بخشنے والا۔ منصوب ہے۔ یہ دونوں خبریں ہیں کَانَ کی۔ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی۔ اور وہ جملہ اسمیہ خبریہ ہوگیا۔ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَکَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا

واؤ استینافیہ اِذَا حرفِ شرط۔ قَرَاْتَ فعل ماضی صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اَنْتَ ضمیر فاعل ہے مرجع۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اَلْقُرْاٰنَ مفعول بہ ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی جَعَلْنَا جمع متکلم ماضی جَعْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ کر دینا

ڈالنا۔ رکھنا۔ بَیْنَ اسم ظرف مکانی مضاف ہے کَ ضمیر مضاف الیہ مرکب اضافی معطوف علیہ بَیْنَ مضاف الَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر۔ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ مضارع منفی بلا باب افعال سے ہے ایمانٌ مصدر ہے بمعنی اسلام لانا۔ ماننا۔ تسلیم کرنا۔ بِ جارہ بمعنی علیٰ فوقانیہ اَلْاٰخِرَتِ بمعنی قیامت۔ جار مجرور متعلق لَا یُؤْمِنُوْنَ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مضاف الیہ ہے بَیْنَ کا پھر معطوف ہو کر سب عطف ظرف ہوا جَعَلْنَا کا۔

حِجَابًا اسم مفرد جامد جمع حُجُبٌ ہے موصوف ہے مَسْتُوْرًا۔ اسم مفعول ہے سَتْرٌ سے بنا ہے بروزن مرطب بمعنی چھپنا۔ صفت ہے مرکب توصیفی مفعول بہ ہے جَعَلْنَا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہوئی۔ شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہوا۔ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا۔ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِى الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا۔ واؤ سر جملہ جَعَلْنَا فعل ماضی جمع متکلم اللہ تعالیٰ مخاطب جَعْلٌ متعدی بدو مفعول ہے۔ بمعنی ڈالنا۔ عَلٰى جارہ فوقیت کا۔ قُلُوْبِ جمع مکسر منصرف ہے واحد قَلْبٌ بمعنی دل۔ لغوی ترجمہ حرکت کرنا۔ پھر جانا۔ بدل جانا۔ اسی مناسبت سے دل کا نام رکھا گیا۔ مضاف ہے هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب بمعنی اُن کفار کے دلوں پر۔ جار مجرور متعلق ہے جَعَلْنَا کا اَكِنَّةً۔ اسم جمع مکسر کثرت۔ واحد ہے كِنَانٌ۔ جامد ہے بمعنی غلاف۔ موصوف ہے یا ذوالحال ہے۔ اَنْ ناصبہ مصدریہ يَفْقَهُوْهُ۔ باب فتح کا مضارع مثبت معروف مگر معنوی منفی ہے۔ یعنی نہ سمجھیں۔ فِقْہٌ سے بنا ہے بمعنی حواس خمسہ سے کسی چیز کا مشاہدہ کرنا۔ هُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل مرجع کفار مکہ۔ هٗ ضمیر واحد غائب منصوب متصل مفعول بہ ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر صفت یا حال ہوئی مرکب توصیفی یا ذوالحال مل کر مفعول بہ دوم ہوا جَعَلْنَا کا واؤ عاطفہ عطف ہے عَلٰى قُلُوْبِ پر۔ فِىْ جارہ اٰذَانِ جمع ہے اُذُنَ کی جامد ہے بمعنی کان۔ هِمْ ضمیر مضاف الیہ مرکب اضافی معطوف ہے مجرور ہو کر عَلٰى پیا اور وہ سب مل کر متعلق مفعولیت ہوا جَعَلْنَا کا مفعول اوّل کے درجے میں۔ وَقْرًا۔ اسم مفرد جامد بہت معنی میں مشترک ہے۔ یہاں بمعنی ڈاٹ ہے۔ بحالت نصب ہے معطوف ہے اَكِنَّةً کا۔ واؤ سر جملہ۔ اِذَا حرف شرط ظرف زمانی۔ ذَكَرْتَ۔ باب نصر کا ماضی مطلق صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اَنْتَ اس کا فاعل رَبَّكَ مرکب اضافی مفعول بہ ہے ذَكَرْتَ کا۔ یہ ذِكْرٌ سے بنا ہے بمعنی یاد کرنا۔ حمد و ثنا کرنا۔ آیات حمد کی تلاوت کرنا۔ فِىْ جارہ ظرفیہ مکانیہ الف لام تخصیصی اسمی۔ قرآن اسم ذاتی ہے آخری کتاب اللہ کا۔ جار مجرور متعلق ہے ذَكَرْتَ کا وَحْدَ۔ مصدر مضاف هٗ ضمیر واحد مذکر غائب مفعول مضاف الیہ اسم عددی ہے بمعنی ایک ہونا۔ اکیلا لاشریک ہونا۔ مرکب حال رَبَّ کا یا تمیز ہے ذَكَرْتَ کی۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی۔ وَلَّوْا۔ باب تفعیل کا ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب اس کا مصدر تَوَلِّیٌ اور تَوْلِیَۃٌ ہے بمعنی منہ پھیرنا۔ پیچھے مڑنا۔ نفرت کر جانا۔ پیٹھ دکھانا۔ وَلْیٌ یا وَلْوٌ سے مشتق ہے بمعنی لغوی

سامنے ہونا۔ علیٰ جارّہ بمعنی الیٰ۔ اَدْبار جمع ہے دُبُر کی بمعنی پیٹھ۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مرجع کفارِ مکہ
مضاف الیہ ہے ادبار کا۔ مرکب اضافی مجرور متعلق وَلَّوْا کا۔ نُفُوْرًا بروزن فُعُوْل اسم مبالغہ اسم مفعول کے
معنیٰ میں ہے۔ یا بروزنِ شہود اسم فاعل کے معنیٰ میں ہے نَفْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ۔ نفرت کرنا۔ بدکنا۔
دور بھاگنا۔ بحالتِ نصب ہے نکرہ معرب متمکن ہے۔ حال ہے وَلَّوْا کے فاعل کا۔ وَلَّوْا اپنے تمام
معمولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہوئی شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۔ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۔ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۔ کفار و مشرکین جو کچھ بھی اپنی مذہبی بدعقیدگی کی بنا پر اللہ کے متعلق بیہودہ باتیں
کہتے ہیں اللہ رب تعالیٰ ان تمام چیزوں سے پاک منزہ ہے اپنی ذات میں بھی پاک ہے اور اپنی صفات
میں بھی پاک بے عیب ہے جس طرح اُس کی ذات قدیم ہے اسی طرح اُس کی تمام صفات بھی قدیم ہیں۔
کائناتِ عالمین کی عقل و شعور سے بھی بہت عُلُوًّا عالی مرتبت خیال و گمان سے وَرَاءُ الْوَرٰی۔
جہت و مکان سے سمتِ اربعہ سے کَبِیْرًا۔ بہت ہی بلندیوں والا ہے۔ نہ وہاں کمزوری ہے نہ محتاجی
نہ اُس کی ذات و صفات میں کبھی فنا نہ کمی بیشی کفار اللہ تعالیٰ سُبْحَانَہٗ وَعُلیٰ کے بارے میں چار باتیں کہتے ہیں
۱۔ اللہ واحد معبود نہیں بہت سے دیوی دیوتا اور بُت مورتیں بھی معبود ہیں۔ ۲۔ اللہ نے اپنی
بیٹیاں بنائی ہیں اللہ ان کا والد ہے۔ ۳۔ فلاں یا فلاں اللہ کا بیٹا ہے ۴۔ اللہ خود تو قدیم ہے مگر
اُس کی صفات قدیم نہیں۔ اِس آیتِ کریمہ میں چار لفظوں سے ان چاروں کفریہ باتوں کا جواب دیا گیا۔
۱۔ سُبْحٰنَہٗ۔ وہی اکیلا پوری کائنات کا معبود ہے اس لیے کہ عبادت کے لائق وہی ہو سکتا ہے جو ہر
عیب سے پاک ہو۔ اور یہ شان کسی کی بھی نہیں سوائے اللہ کے اس لیے وہی فقط معبود ہے۔ ۲۔
تعالیٰ۔ ہر چیز کا مالک اور قابض ہے۔ لڑکیاں بیٹیاں اولاد وارث ہوتی ہے اور ان پر باپ کی ملکیت
نہیں ہو سکتی۔ نیز بیٹیاں جنی جاتی ہیں۔ پیدا نہیں کی جاتیں۔ اولاد جننے میں والد اپنی بیوی کا محتاج ہے۔
لیکن اللہ تمام مخلوق کا خالق ہے اور محتاجیوں سے تعالیٰ ہے یعنی مبرا منزہ اور پاک ہے ۳۔ عُلُوًّا۔
ہمیشہ غالب اور قوت والا ہے کبھی بوڑھا اور کمزور ہونے والا نہیں۔ والد کو اسی لیے بیٹوں کی ضرورت
ہے کہ چند دن بعد اُس نے بوڑھا ہونا ہے اس کی تمام صفات کمالیہ نے ختم ہونا ہے ۴۔ کبیرًا۔
جس طرح اس کی ذات قدیم ہے اسی طرح تمام صفات خالقیت مالکیت رازقیت اور کلام الٰہی سب
ازلی ابدی اور قدیم ہے یہی وجہ ہے کہ یُسَبِّحُ لَہٗ تمام آسمان ساتوں کے سات اور پوری زمین اور اُس کا

ذرہ ذرہ ڈھیلا ڈھیلا۔ اور جو بھی ذَوِی الْعُقُوْل مخلوق آسمانوں زمین میں ہے۔ فرشتے۔ جنات اور انسان مسلمان اپنی زبانِ قال اور الفاظ سے بھی اور اپنی بناوٹ شکل وصورت مضبوطی خوبصورتی کی زبانِ حال سے بھی اپنے خالق تعالیٰ کی ہر وقت تسبیح اور صنّاعی کے منہ بولتے گیت گاتے ہیں۔ کافر بھی اگرچہ مُنہ سے حمد وشکر وعبادت کی تسبیح نہ کہے مگر اس کا جسمانی وجود۔ عقل ودماغ قلب وقالب کی ہر ادا ہر طرح صنعتِ الٰہیہ کے اعترافی زبان اور مخفی الحان سے تسبیح بیان کر رہی ہے۔ کیونکہ بندے کی مفعولیت ہی کسی فاعلیت کا اقرار ہے۔ بندے کی ذات وصفات کی فنا۔ اپنے بنانے والے کی ذات وصفات کے بقا کا اعتراف ہے۔ اور۔ بس فقط یہی تین قسم کی مخلوق ہی جن کو تم ذوی العقول کہتے ہو سمجھتے ہو تسبیح نہیں پڑھتی بلکہ عالمین کی ہر ہر چیز ہی اُس ربّ کائنات خالق سمٰوات کی حمد بھری تسبیحیں پڑھتی ہے۔ جمادات ہو یا حیوانات۔ لکڑی پتھر ہو۔ یا دھات نباتات۔ آگ پانی ہو یا ہوائیں فضائیں۔ ہرے درخت اُگے ہوئے ہوں یا لکڑی کے خشک ستون۔ سب اپنی اپنی لغت زبان و الفاظ میں بلند آواز سے اللہ کی تسبیح ہر وقت پڑھ رہی ہیں۔ اور لیکن اے انسانو تمہاری عقل فہم تمہارا علم اِدراک دماغ ومزاج اتنا ناقص ہے کہ تم اپنی آنکھوں کانوں شعوروں کے باوجود ان کی تسبیح بولنے کو نہ سن سکتے ہو نہ دیکھ سکتے ہو اور اگر محض سن بھی لو تو معنیٰ مطلب کو سمجھ نہیں سکتے۔ یہ دروازوں کی چرچراہٹ چھتوں کڑیوں کی کڑکڑاہٹ ہواؤں کی کھڑکھڑاہٹ پانی کی سرسراہٹ۔ جڑی بوٹیوں گھاس پتّوں کی پھرپھراہٹ بادلوں کی گڑگڑاہٹ۔ پہاڑوں میں پتھروں چٹانوں کی دھڑدھڑاہٹ جنگل میں درندوں کا غرّانا۔ چراگاہوں میں چرندوں کا ڈکرانا۔ فضاؤں میں پرندوں کا چہچہانا تالابوں جوہڑوں میں مینڈکوں کا ٹرّانا۔ سب اُسی معبودِ حقیقی ربّ کائنات اللہ سُبْحَانَہٗ وتعالیٰ کی تسبیح وحمد کے ترانے ہیں اے عام لوگو تم اس کو نہ سُنتے ہو نہ توجّہ دیتے ہو نہ سن کر سمجھ سکتے ہو۔ تم تو اپنے انسانوں کی بولیاں نہیں سمجھ پاتے۔ اپنی مادری زبان کے علاوہ ایک ایک بولی لغت زبان۔ سیکھنے لکھنے پڑھنے بولنے میں کتنا وقت کتنی محنت کرنی پڑتی ہے۔ ساری زندگی صَرف کر ڈالنے سے بمشکل چند بولیاں سیکھی جا سکتی ہیں وہ بھی تب جب کہ ذہن اچھّا اور شوق سچّا ارادہ پکّا ہو۔ ہاں البتہ اللہ کے خاص اور نیک بندے جن کو اللہ نے علمِ لدنی عطا فرمایا ہے وہ ہر مخلوق کی تسبیح وتہلیل حمد وثنا کے بولوں کو سن اور سمجھ لیتے ہیں۔ ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ درخت کا ہر پتّہ پتّہ۔ پکے ہوئے کھانے کا ہر ٹکڑا۔ بہتے پانی کی ہر لہر مٹی کا ہر ڈھیلا جانوروں کی ہر بولی۔ تسبیحِ رب تعالیٰ اور حمدِ الٰہی ہے۔ وہ تو خشک ستونِ حنّانہ کی عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں رونے سسکیاں بھرنے کو بھی سن لیتے ہیں۔ چڑیوں کی چوں چناہٹ اونٹوں ہرنیوں کی فریادیں

لغتِ عربی میں تو تھیں ان کی اپنی بولی میں تھیں مگر یا نتے سمجھنے والوں نے جان لیں۔ ان خاص اہلِ ایمان لوگوں کو علم ہے کہ جب پتہ درخت سے گر یا ئے شاخ اور گھاس خشک ہو جائے پانی بہنے سے بند ہو جائے ٹھہر جائے۔ مٹی کا ڈھیلا گیلا ہو جائے پرندوں کا چہچہانا ترک جائے پرندے ڈکرانا چھوڑ دیں نیا کپڑا نیا لباس تسبیح بولتا ہے جب تک میلا نہ ہو۔ کنکھر پتھر جب اپنی جگہ سے اٹھا لیا جائے تو ان کی تسبیح خوانی اُس وقت ختم ہو جاتی ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم تو مکے پاک کی ایک پہاڑی پتھر کے اس صلوٰۃ وسلام کو بھی سمجھ و سُن لیتے ہیں جو آتے جاتے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا کرتا تھا۔ یہ کفّار اگر اللہ کی تسبیح و تہلیل حمد و شکر سے دور کفریات و لغویات سے قریب ہونے کے باوجود اللہ کے رزق زندگی تندرستی دینوی جاہ و مرتبے پا رہے ہیں اور کائنات عالم کی اس زبانِ حال کی تسبیح خوانی پر توجّہ نہیں دیتے تو یہ اُن کو ایک عارضی ڈھیل ہے اس لیے کہ بیشک وہ ربِّ عالمین حلیم ہے مہلت دینے والا ہے اور جو خوش نصیب بندہ اِس حلم اور مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سچّی توبہ کے دروازے پر آ جائے تو ربّ کائنات اَسّی سالہ کفریات کو بھی بخشنے والا ہے۔ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا۔ وَّجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤی اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا۔ اے نبیِ مکرّم یہ سُفہاءِ کفّار ہماری بن دیکھی ذات وصفات کی حقیقتِ باطنی کو کس طرح مانیں گے جب کہ تم جیسے محبوب نبی اور ہمارے قرآن جیسے معجزہ کلام کو دیکھتے ہوئے نہیں مانتے بلکہ سننا سمجھنا گوارہ نہیں کرتے کبھی مذاق اڑاتے ہیں کبھی تالیاں بجاتے ہیں کبھی شور مچاتے ہیں۔ اور کبھی سخت ضد میں آکر قرآن خوانی کے وقت آپ کو اور سننے والے صحابہ کرام کو ایذائیں دینے کی کوشش کرتے ہیں اور اسی لیے بہت دفعہ جب کبھی آپ نے قرآنِ مجید پڑھا تو ہم نے آپ کے درمیان اور اُن کفّار کے درمیان اور مشرکین کے درمیان جو خبیث آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایسا پردہ قائم فرما دیا جو خود بھی انکی نظروں آنکھوں۔ بصیرتوں سے چھپا ہوتا ہے اور آپ کو بھی چھپانے والا ہے یا اس طرح کہ آپ کا جسم مبارک ہی اس شان کا لطیف ہو گیا کہ ان کی نظرِ کثافت آپ کو دیکھ نہ سکی اور آپ کی لطافتِ جسمانی کو ہی فروغ دے کر پردہ بنا دیا۔ یا اس طرح کہ اپنے نورانی قدرت کا پردہ کھڑا کر دیا۔ اور یا اس طرح کہ کسی فرشتے کو درمیان میں مقرر کر دیا جو اُن کی باطنی بینائی کو بند کر دے کہ دنیا کی ظاہری نگاہ تو قائم رہے مگر جسم مصطفےٰ دیکھنے والی بینائی معدوم ہو جائے تینوں قول درست ہیں۔ اور یہی نہیں بلکہ کبھی کبھی ان کافروں کے دلوں کو بھی ظلمات کے ایسے پردوں میں ہم نے لپیٹ دیا کہ وہ باوجود عربی اہلِ زبان ہونے کے باطنی معانی و

معارف تو در کنار ظاہری قرآنی الفاظ کا بھی مطلب نہیں سمجھ سکتے۔ اور پھر کبھی بعض موقعوں پر ایسا بھی ہوا کہ ان کے کانوں میں ہم نے انتہائی سخت قسم کی اپنی قدرت کی ڈاٹ ٹھونکدی کہ وہ آپ کو ظاہر دیکھتے ہوئے بھی آپ کی قرآن خوانی اور بلند آواز کی تلاوت کو نہیں سُن سکتے یہاں تک کہ نضر بن کنانہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آج کی محفل میں نبی کریم کے صرف ہونٹ ہلتے تو دیکھے میرے کان کچھ سن نہیں سکے اس پر دیگر کفار نے بھی ایسا ہی کچھ کہا (تفسیر کبیر) قرآن مجید میں پردے کے لیے چھ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

۱۔ اَکِنَّۃٌ ۲۔ حِجَابٌ ۳۔ غِشَاوَۃٌ ۴۔ مَسْتُوْرٌ ۵۔ غُلُفٌ ۶۔ غِطَاءٌ۔

ان سب میں فرق یہ ہے۔ اَکِنَّۃٌ وہ پردہ ہے جو تہہ در تہہ کسی چیز کے آس پاس لپیٹ دیا جائے تاکہ اُس چیز میں کوئی چیز نہ جا سکے۔ حجاب وہ پردہ ہے جو کسی کے سامنے اس طرح پھیلا دیا جائے کسی شخص پر اس طرح ڈال دیا جائے کہ وہ شخص تو سب کو دیکھے مگر اس کو کوئی دیکھے کوئی نہ دیکھے۔ جس کو اردو میں چلمن کہتے ہیں غِشَاوَۃٌ وہ پردہ ہے جو اُس پر ڈالا جائے۔ جس کو نہ دکھانا اور نابینا کرنا مقصود ہو۔ مَسْتُوْرٌ۔ وہ پردہ ہے جو نظر نہ آئے۔ غُلُفٌ۔ وہ پردہ ہے جو کسی قیمتی اور محترم چیز پر ڈالا جائے تاکہ اس پر کسی خراب اور ناپسندیدہ چیز کا اثر اور غبار نہ پڑے۔ غِطَاءٌ۔ وہ پردہ ہے جو ایسا مضبوط اور موٹا ہو کہ دو طرفہ کسی کو کچھ نظر نہ آئے جن کے درمیان ہو وہ کوئی ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکے۔ قرآن مجید میں مختلف بیانات و مضامین ہیں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مجالس پاک میں مختلف وقتوں میں بیان فرماتے ان محفلوں میں کفار بھی بیٹھتے تھے بلکہ ان کو بلایا جاتا تھا۔ وہ کفار کبھی کچھ آیات سن کر پریشان ہو جاتے کبھی قرآنی فصاحت بلاغت سے حیران ہو جاتے اور کبھی پیارے نبی آقاء کائنات صلی اللہ علیہ وسلم قرآنی آیت میں اپنے معبود کریم جَلَّ مَجْدُہٗ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی کی توحید بہت جھوم جھوم کر تلاوت فرماتے اس وقت آپ پر اور تمام صحابہ کرام پر عجیب پُر کیف وجدانی کیفیت طاری ہوتی اس وقت جو کفار کا حال ہوتا یہاں اگلی آیت میں ذکر فرمایا گیا کہ اے پیارے محبوب ازلی ابدی جب تم اپنے رب کریم کا قرآنی آیت کی تلاوت میں ذکر کرتے ہو کہ وہ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ ہے اس کے سوا کوئی عبادت و سجدوں کے لائق نہیں بس اُس کی پوجا پرستش کی جائے وہی خالق مالک رازق ہے۔ تو یہ کفار کچھ دیر تو سنتے اور کڑھتے رہتے ہیں کہ ہمارے بتوں کا ذکر کیوں نہیں کرتے۔ پھر نفرت کرتے بڑ بڑاتے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ ہر چیز ہر وقت تازندگی اپنی زبان اور بولی سے اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے۔ اور اصل تسبیح زبانِ قال کی ہے۔ سوائے کافر جن اور انسانوں کے۔ جانوروں میں گدھا اور کتا تسبیح نہیں پڑھتا (از تفسیر فتح القدیر صـ۲۳۲) بعض نے کہا کہ گرگٹ کبھی تسبیح نہیں پڑھتا غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ گدھا شیطان کو دیکھ کر بولتا ہے اس کے علاوہ بالکل کسی وقت نہیں بولتا اور کتے کی خلقت میں شیطان ابلیس کا تھوک شامل ہے اور گرگٹ دشمنِ انبیاء کرام ہے اسی لیے اس کے مارنے کا حکم ہے۔ یہ فائدہ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ (الخ) فرمانے اور مِنْ تبعیضیہ سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ۔ عام انسان تو جمادات حیوانات نباتات کی بولیاں نہیں سمجھتے مگر حیوانات جمادات نباتات انسان کی بولیاں سمجھتے ہیں۔ زمین ہمارے اعمال کو جانتی ہے بہت سے جانور قیامت میں ہمارے خلاف گواہی دیں گے۔ فاروق اعظم کے حکم پر زمین نے بڑھیا کا تیل نکال دیا۔ دریا نیل جاری ہوگیا۔ یہ فائدہ لَا تَفْقَهُوْنَ۔ جمع مذکر حاضر فرمانے سے حاصل ہوا۔ یعنی صرف تمہارے انسانوں کے سمجھنے کی نفی ہے۔

تیسرا فائدہ۔ تمام وظائف میں درود شریف کی طرح سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمُ۔ پڑھنا سب سے زیادہ اعلیٰ وظیفہ ہے یہ فائدہ سُبْحٰنَهٗ تُسَبِّحُ لَهٗ اور اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ فرمانے سے حاصل ہوا۔ روایت میں ہے کہ تمام حیوانات جمادات نباتات کا ذکر اللہ یہی تسبیح ہے۔ اسی ہی کے ورد سے ان کو رزق ملتا ہے حدیث پاک میں ہے کہ اُسی جانور کو شکاری شکار کرتے ہیں جو اپنی یہ تسبیح بھول جائے اور ترک کردے خواہ مچھلیاں ہوں یا ہوائی پرندے یا جنگلی جانور۔

(از تفسیر کبیر۔ خازن مدارک مظہری)

چوتھا فائدہ۔ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں سات کا عدد بہت پیارا اور متبرک ہے۔ اسی لیے سات آسمان زمینیں سات ستارے سات سمندر۔ سعی اور طواف کے چکر سات حمدوں کی رمی میں سات کنکر۔ تلاوت قرآن مجید کی منزلیں سات۔ قرأتیں سات جنت اور جہنم کے دروازے سات۔ جنت کے دریا سات اور سات ہی جہنم کے چوکیدار انسان کے چہرے آنکھ کان کے سوراخ سات سجدے کے اعضا سات۔ جنت اور جہنم کے نام سات اور ان دونوں کے طبقے سات اصحاب کہف سات۔ جیل یوسفی کی مدت سات سال ایوب علیہ السلام کی بیماری کی سات سال حضرت عائشہ کا نکاح بعمر سات سال۔ شہید کی قسمیں سات۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سات چیزوں کی قسم فرمائی۔

(واللہ اعلم بالصواب)

احکام القرآن ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔
پہلا مسئلہ۔ کسی جانور کے چہرے اور منہ پر لکڑی یا ڈنڈا وغیرہ مارنا جائز نہیں فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی فرمان ہے (از تفسیر مظہری حاشیہ) امام اعظم کا یہی مسلک ہے اس لیے کہ ہر جانور اپنے منہ سے رب تعالیٰ کی تسبیح پڑھتا ہے یہ مسئلہ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ**۔ جب بھی رب تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر و تذکرہ ضرور کرنا چاہیئے۔ ضروری اور لازم ہے۔ دیکھو رب تعالیٰ نے یہاں ان آیت میں پہلے اپنا ذکر فرمایا۔ سُبْحٰنَہٗ سے۔ حَلِیْمًا غَفُوْرًا تک پھر ساتھ ہی اپنے پیارے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا۔ وَاِذَا قَرَاْتَ سے تا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا یہ مسئلہ آیت کی اس ترتیب سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ**۔ ہر مسلمان کو تقویٰ اختیار کرنا فرض ہے خاص کر علما واعظین اور مفسرین حضرات کے لیے اس لیے کہ تقوے اور پاکیزگی کے بغیر قرآن مجید سمجھ نہیں آتا یہ مسئلہ وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِہِمْ اَکِنَّۃً (الخ) سے مستنبط ہوا۔ کفار دنیا کی ہر چیز سمجھتے سنتے دیکھتے تھے مگر قرآن کریم نہیں سمجھ پاتے تھے اس لیے کہ کفر شرک اور گناہوں کی ڈاٹیں اور پردے پڑ گئے تھے اے میرے کریم رحیم مولیٰ مجھ کو بھی کامل واکمل متقی بنا دے۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔
پہلا اعتراض۔ اللہ کے ذکر کے ساتھ کسی اور کا ذکر کرنا غلط ہے اور اسی طرح کی خواہش کرنا طریقۂ کفار ہے۔ دیکھو یہاں فرمایا گیا کہ جب نبی اللہ فقط اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو کافر لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں کیونکہ ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے بتوں کا دیوی دیوتا کا بھی ذکر کیا جائے۔ یہی تفسیر لفظ وَحْدَہٗ کی ہے۔ لہٰذا سنی لوگوں کا ہر وعظ و تقریر میں اللہ کے ذکر کے ساتھ نبیوں ولیوں کا ذکر لے بیٹھنا سخت گناہ ہے اسی طرح عوام سنیوں کی یہ خواہش بھی گناہ ہے صرف اللہ کا ذکر کرنا چاہیئے اس کے ساتھ کسی نبی ولی پیر فقیر کا ذکر جائز نہیں (وہابی دیوبندی)
جواب۔ کفار کی خواہش بتوں اور اپنے جھوٹے معبودوں کے ذکر کی اور توحید کی مخالفت کی تھی۔ جس کا یہاں تردیدی ذکر ہے۔ لیکن اہلسنت علما اور عوام اس ذکر کی خواہش اور وعظ کرتے ہیں۔ جن کا ذکر رب تعالیٰ نے بہت ہی محبت سے قرآن مجید میں کئی جگہ فرمایا۔ بلکہ اذان تکبیر کلمہ طیب کلمہ شہادت۔ التحیات میں اپنے نام کے ساتھ رکھا۔ قرآن مجید میں آصف بن برخیا کا ذکر سلیمان علیہ السلام کی سلطنت عظیم اور تخت سلیمانی اور ہواؤں کا تابع فرمان ہونے کا ذکر کیا جا رہا ہے؟ مگر یہی کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ

کو اپنے ذکر کے ساتھ ان محبوبوں کا ذکر پیارا ہے۔ لہٰذا اہلسنت کی خواہش تو عین اللہ کی خواہش کے مطابق ہے۔

دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا عُلُوًّا کَبِیْرًا۔ عُلُوًّا۔ کے معنیٰ بھی بڑا اور کبیر کے معنیٰ بھی بڑا تو پھر دو لفظ بلاوجہ کیوں استعمال کئے گئے؟

جواب۔ اس لیے کہ بعض کفار اللہ کی ذات میں شرک کرتے ہیں اور بعض کفار صفات میں۔ اور بعض کفار دونوں میں سب کی تردید فرمانے کے لیے دو لفظ استعمال کئے گئے عُلُوًّا سے ذات کی بلندی اور بڑائی۔ کَبِیْرًا سے صفات کی بڑائی مراد ہے (تفسیر کبیر) لہٰذا بلاوجہ نہیں بعض نے کہا کہ عُلُوًّا سے ظاہر بلندی اور بے عیب ہونا مراد ہے اور کَبِیْرًا سے باطنی کبریائی مراد ہے۔

تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ جو بھی زمین میں ہیں وہ سب اللہ کی تسبیح پڑھتے ہیں حالانکہ کفار تسبیح نہیں پڑھتے۔ اور اگر جواباً کہا جائے کہ یہاں مجازی تسبیح مراد ہے تو پھر لَا تَفْقَهُوْنَ۔ والی بات غلط ہو جاتی ہے۔ کیونکہ زبانِ حال والی تسبیح تو سب سمجھتے ہیں اور اگر کہا جائے دونوں تسبیحیں مراد ہیں تو یہ ایک لفظ تُسَبِّحُ سے دونوں مختلف معنیٰ کس طرح مراد لیے جا سکتے ہیں۔

جواب۔ ہم نے تفسیر عالمانہ میں اس کا مکمل وضاحت سے جواباً حل پیش کر دیا ہے۔ تُسَبِّحُ کا معنیٰ ہے کہ ہر چیز اپنی شان کے لائق تسبیح کرتی ہے کوئی قال سے کوئی حال سے کوئی زبان سے کوئی جان سے کوئی عمل سے۔ اور خواص ہر تسبیح کو سمجھتے ہیں عوام مومن صرف حال کی زبان کو سمجھتے ہیں اور کفار کسی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ نہ قال کی نہ حال کی کیونکہ ان پر ظاہری باطنی پردے پڑے ہیں

چوتھا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا حِجَابًا مَّسْتُوْرًا۔ یہ مناسب نہیں لگتا چاہیئے تھا کہ کہا جاتا حجاباً ساتراً

جواب۔ مستوراً ہی نہایت مناسب ہے تین وجہ سے ۱۔ ساتراً کے معنیٰ ہیں خود ظاہر ہو کر دوسرے کو چھپالے مگر مستوراً وہ ہے جو خود بھی پوشیدہ ہو اور دوسرے کو بھی چھپا دے اور یہ حجاب دنیا کے آنکھوں سے واقعی پوشیدہ ہیں ۲۔ مستور بروزنِ مرطوب ہے یعنی ذُوسَتر۔ اور اس میں ساتر کے معنیٰ بھی آگئے ۳۔ یہ مستور بمعنیٰ ساتر ہے اور عربی میں کئی دفعہ مفعول بمعنیٰ فاعل ہوتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِیْرًا۔ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْهِنَّ وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا۔ پاک ہے وہ رب جلیل اُن تمام بدگمانیوں سے جو کفار و منکرین غافلین اور اہلِ شقاوت اپنے وہم و گمان خیالات و تصورات سے کرتے ہیں اور بلند و بالا ہے وہ معبودِ خلیل اُن تمام

تصدیقات وصفات سے جو محبوبین مومنین طالبین عاشقین ذکر وفکر۔ شکر وصبر۔ فہم ونظر سے فریادو مناجات دعاؤں التجاؤں میں زبانِ صدق سے عرض فرماتے ہیں اُن تمام سے جو بھی کہتے ہیں۔ ازل سے عُلُوًّا ہے ابد تک کبیرًا ہے۔ بلندیِ قرب کے لطائف روحانیت کے ساتوں آسمان اُسی کی دیمومیتِ کمالِ عُلُوّ اور تاثیر وایجاد کی تسبیحیں پڑھتے ہیں اور زمینِ عبدیت علاقہ جمعیت اُسی کی ربوبیت دوام وثباتِ خلّاقیت رزّاقیت کی تسبیحیں پڑھتی ہے اور جو کچھ بھی عالمِ لاہوت وناسوت میں ہے اُسی کی تربیتِ قدیمی شفقتِ رحیمی قبولیتِ عبادات اور ثواب طاعات کے گیت الاپتے ہیں لیکن اے انسانو تم ہزارہا فصاحت وبلاغت علم وعقل کے باوجود اہلِ درد کی عابدینِ سحر کی تسبیحوں کو نہیں سمجھ سکتے بیشک وہ واجبُ الوجود اپنے علم وقدرت میں بندے کی لاعلمی بے فکری نارغبتی پر حلم فرمانے والا ہے اور اقرارِ لغزشی تسلیم ترکِ تسبیح کرنے والے تائبین کی مغفرت وبخشش فرمانے والا ہے۔ اے توبہ کر کے بخشش اور مغفرت کو چاہنے والے آ اور صدقِ دل سے آستانۂ معبود ومطلوب پر دامنِ طلب پھیلا دے اے بندے اہلِ دنیا کے باغات ومکانات پر نگاہ مت ڈال۔ کائنات کے تسبیح پڑھنے والوں کے ٹھکانوں پر پہنچنے اور سمجھنے کی فکر کر۔ وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا۔ وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا۔ اور اے محبوب جب تم اپنے قلبِ مزکّی کی گہرائیوں اور عشقِ الٰہی کی پہنائیوں سے تلاوتِ قرآن فرماتے ہو تو تمہارے درمیان اور تا قیامت اہلِ نفس وہوا کے درمیان برزخِ کبریٰ کے مخفی حجابات ہم نے قائم فرما دیئے وہ اہلِ شقاوت جو تمناءِ وصل کے آخری صبحِ دھور پر یقین استقامت نہیں رکھتے اس لیے کہ قوتِ روحانیت کے ادراک اور فہم میں اُن کی نظریں قاصر اور کمزور ہیں اور اسرارِ جسمانیات پر اُن کی ہمتیں انتہائی پست ہیں اُن پر جہالت کے پردے اندھاپے ونابینائی کورچشمی کے حجابِ ظلمات پڑے ہیں۔ اور اُن کے دلوں کو موٹے اندھیروں کا غلاف ہم نے لپیٹ دیا اور اُن کے باطنی کانوں کو فنا کی مہر لگا دی تاکہ بدنی کثافتوں میں لتھڑے رہیں اور قاریِ یزدانی کی آوازِ عرشی کو نہ سمجھ سکیں اور اے لسانِ عرشِ لامکانی جب بھی تو نے مشاہداتِ قرآن میں توحیدِ الٰہی کا تذکرہ فرمایا تو سب نفوسِ شیطانیہ شقاوتِ ازلیہ کی طبیعتِ نافرہ سے دور ہٹ گئے اور قلبِ غیبی کی صراطِ اسرار سے پیٹھ پھیر گئے۔ تلاوتِ قرآن مجید کے چار مدارجِ روحانی ہیں۔

۱ پرہیزگار کی تلاوت ۲ صالحین کی تلاوت ۳ صدیقین کی تلاوت ۴ نبیّیں کی تلاوت۔ معبودِ مومن ذکرِ الٰہی ہے اور ذکرِ الٰہی کے لیے زبانِ مصطفیٰ ہے۔ یہی عید سب سے بڑا تحفۂ اہدیہ ہے۔

عید عجیب چیز ہے۔ عید کے دن چھ کام ہوئے جنت بنائی بیت مجتبیٰ جنت میں بنایا گیا عید کے دن ہی اس جنتی عید گھر میں درخت طوبیٰ لگایا گیا سدرۃ المنتہیٰ عید کے دن پیدا کیا گیا۔ زمین پر پہلی بار مدینہ منورہ میں مقام روضہ کی زیارت کرنے جبریل عید کے دن آئے۔ حضرت آدم علیہ السلام پر پہلی وحی عید کے دن نازل ہوئی۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖۤ اِذْ

ہم سب کچھ جاننے والے ہیں اُس کو کہ کیوں سُن رہے ہیں وہ اس کو جب کہ

ہم خوب جانتے ہیں جس لیے وہ سنتے ہیں جب

يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰۤى اِذْ يَقُوْلُ

کان لگاتے ہیں طرف آپ کی اور جب وہ سب خفیہ مشورے کرتے ہیں جب کہ ظاہر

تمہاری طرف کان لگاتے ہیں اور جب آپس میں مشورہ کرتے ہیں جب کہ ظالم

الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾

ظالم کہتے ہیں منافقوں کو کہ نہیں اتباع کی تم نے مگر اُس مرد کی طرف جو جادو کیا گیا ہوا ہے

کہتے ہیں تم پیچھے نہیں چلے مگر ایک ایسے مرد کے جس پر جادو ہوا

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا

دیکھو اے محبوب کیسے بنائے انہوں نے لیے آپ کے بھونڈے لفظ تو یہ سب گمراہ ہو گئے تو قیامت میں نہ

دیکھو انہوں نے تمہیں کیسی تشبیہیں دیں تو گمراہ ہوئے کہ راہ

يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا

پائیں گے یہ ایمان کا راستہ اور بولے کیا جب ہو جائیں گے ہم ہڈیاں

نہیں پا سکتے اور بولے کیا جب ہم ہڈیاں

الربع

وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾

اور چورا کیا ہم ہا ہم یقیناً البتہ اٹھائے ہوئے ہوں گے نئی پیدائش میں۔

اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے کیا سچ مچ نئے بن کر اٹھیں گے

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں کافروں کے نہ سمجھے نہ سننے کا ذکر ہوا تھا۔ اب ان آیت میں رب تعالیٰ کے ہر بات ہر ایک بات سننے کا ذکر ہے۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ ان پر ایسے پردے ہیں جو ان کو نظر نہیں آتے۔ اب ان آیت میں اُس کے ایک دنیوی زندگی کے نقصان کا ذکر ہو رہا ہے کہ راستہ نہیں پاتے۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیتوں میں مخلوقِ الٰہیہ کی خفیہ تسبیح و عبادت کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں کفّار کی خفیہ سازشی گناہوں اور کفریات کا ذکر ہو رہا ہے۔

شانِ نزول۔ مشرکین مکہ نے نبی کریم اور صحابہ کو بہت ایذائیں دیں یہاں تک کہ فاروق اعظم جیسے غصہ والے صحابہ برداشت نہ کر سکے اور نبی پاک سے اجازت مانگنے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ ہم کو اجازت دو تاکہ ہم ان کفار کو ذرا مزہ چکھا دیں۔ تب یہ چھ آیات نازل ہوئیں از آیت ع۴۸ تا ع۵۳ اور نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی صبر کرو ان جیسی بدکلامی بھی نہ کرو۔ ابھی وقت نہیں آیا ایک قول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مولیٰ علی شیر خدا سے فرمایا کہ دعوت منعقد کرو اور مکے کے تمام سردارانِ قریش کو دعوت میں بلاؤ۔ چنانچہ علی مرتضیٰ نے دعوت کی اور جب سب سرداران کفر آ گئے تو آپ نے محفل کا آغاز تلاوتِ قرآن کریم سے فرمائی۔ کفار پہلے تو سنتے رہے پھر سرگوشیں کرنے لگے اور مذاق و دل لگی کرنے لگے۔ تب یہ آیت نازل ہوئیں (تفسیر کبیر) بعض نے کہا کہ عتبہ کافر نے کفار کی دعوت کی تھی اور حضور نبی کریم خود وہاں پہنچ کر قرآن مجید سنانے لگ گئے تھے۔ تب یہ آیات نازل ہوئیں۔ مگر یہ صحیح نہیں۔

تفسیر نحوی نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا۔ نَحْنُ۔ ضمیر جمع متکلم مرفوع منفصل۔ مبتدا ہے اَعْلَمُ اسم تفضیل واحد مذکر۔ بِ جارہ تعدیہ کی۔ مَا موصولہ۔ يَسْتَمِعُوْنَ باب افتعال کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب۔ ھُمْ مستتر فاعل ہے۔ بِ جارہ بمعنی اِمْنِ جارہ ہٖ ضمیر واحد غائب کا مرجع مَا موصولہ۔ اِذْ اسم ظرفیہ

زمانیہ ۔ یَسْتَمِعُوْنَ مضارع مثبت مصدر ہے اِسْتِمَاعٌ ۔ سَمْعٌ سے بنا ہے بمعنیٰ سننا ۔ کان لگا کر سننا ۔ غور سے سننا ۔ اِلَیْکَ جار مجرور متعلق ہے یَسْتَمِعُوْنَ کا ۔ کَ ضمیر کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۔ جار مجرور متعلق ہے یَسْتَمِعُوْنَ کا جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا اِذْ ظرفیہ هُمْ ضمیر مبتدا نَجْوٰی اسم حاصل مصدر ۔ بمعنیٰ اسم فاعل یعنی خفیہ آہستہ باتیں کرنے والا ۔ اسم جنسی ہے اس لیے جمع کیلئے ہے اسی سے مناجات یعنی آہستہ آہستہ دعا مانگنا اسی سے ہے نجات ۔ یعنی خاموشی سے کسی جگہ سے یا کسی بندے سے دور ہو جانا بچ جانا ۔ یہاں مراد ہے سرگوشی کرنا ۔ بحالت رفع ہے تقدیری اعراب ہے کیونکہ اسم مقصورہ ہے ۔ خبر ہے هُمْ ضمیر کی ۔ مبتدا خبر مل کر ذوالحال ہوا یا موصوف یا عطف بیان سے معطوف علیہ ۔ اِذْ ظرفیہ زمانیہ ۔ یَقُوْلُ ۔ فعل مضارع ۔ صیغہ واحد مذکر غائب ۔ الف لام اسمی ظّٰلِمُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت رفع ہے کیونکہ فاعل ہے یَقُوْلُ کا ۔ بقاعدۂ نحوی فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد کا صیغہ ہوتا ہے ۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا ۔ اِنْ حرف نافیہ تَتَّبِعُوْنَ ۔ باب افتعال کا مضارع حال جمع مذکر حاضر ۔ مصدر ہے اِتِّبَاعٌ ۔ بمعنیٰ پیروی کرنا ۔ نقش قدم پر چلنا ۔ اَنْتُمْ ضمیر جمع مذکر مستتر فاعل ۔ متعدی بیک مفعول ہوتا ہے اس کا مفعول بہ مستثنیٰ کے قرینے سے پوشیدہ ہے دراصل اِنْ تَتَّبِعُوْنَ رَجُلًا ہے یہ پوشیدہ مفعول بہ مستثنیٰ منہ ہے ۔ اِلَّا حرف استثنا متصل مفرغ رَجُلًا اسم مفرد جامد ۔ بمعنیٰ مرد ۔ لغوی ترجمہ ہے قوت والا پاؤں والا پیدل چلنے والا ۔ اسی مناسبت سے انسانی مذکر کو رَجُلًا کہا جاتا ہے اس کی جمع مکسر ہے رِجَالًا ۔ موصوف ہے مَسْحُوْرًا اسم مفعول واحد مذکر ۔ باب نصر ۔ سِحْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ جادو کرنا ۔ ویران کرنا ۔ عاشق بنانا ۔ صبح کرنا ۔ کھانا خراب ہونا ۔ بھوک پیاس لگنا ۔ اسی لیے بھوکے کو مَسْحُوْرًا اور صبح کو سحر اور آخری رات کے کھانے کو سحری کہا جاتا ہے یہاں بمعنیٰ جادو کرنا وہی معنیٰ اصل ہیں ۔ ترجمہ ہے جادو کیا ہوا نکرہ ہے بحالت نصب ہے کیونکہ صفت ہے رَجُلًا کی ۔ مرکب توصیفی مستثنا ہوا ۔ مستثنیٰ منہ اس سے مل کر مفعول بہ ہوا ۔ تَتَّبِعُوْنَ جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ہوا قول کا ۔ وہ سب مل کر معطوف ہوا بیانیہ یا حال یا صفت ۔ وہ معطوف ہوا اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ کا معطوف علیہ معطوف مل کر ظرف ہوا پہلے فعل یَسْتَمِعُوْنَ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا ۔ موصول صلہ مل کر مجرور متعلق اَعْلَمُ کا پھر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا ۔ اُنْظُرْ کَیْفَ ضَرَبُوْا لَکَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ۔ اُنْظُرْ ۔ باب نصر کا امر حاضر معروف واحد مذکر ۔ اَنْتَ مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع ہے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ۔ نَظْرٌ سے بنا ہے ۔ بمعنیٰ آنکھ سے دیکھنا غور کرنا ۔ خیال کرنا ۔ یہاں خیال کرنا مراد ہے ۔ کَیْفَ ۔ اسم مبنی غیر متمکن ۔ مبہم ۔ ہمیشہ ظرف مجازی ہوتا ہے ۔ کبھی شرطیہ ہوتا ہے کبھی سوالیہ یہ سوالیہ ہے سوال تعجب کے لیے قائم مقام مفعول مطلق ۔ ظرف مقدم

ہے ضَرَبُوْا۔ بابِ ضَرَبَ کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب ضَرْبٌ سے بنا ہے بمعنی بیان کرنا۔ لگانا۔ مارنا یہاں پہلے معنی مراد ہیں ھُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع کفار مکہ۔ لام جارہ نیفعت کا کَ ضمیر بنی ہے مرجع نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ متعلق ہے ضَرَبُوْا کا۔ الف لام عہدی اَمْثَال جمع مکسّر ہے مَثَل اسم تشبیہی ہے یہاں الزامات اور اتہامات کو مثل کہا گیا مجازًا حقیقت لغویات بیان کرنے کے لیے کہ کفار کی تمام لغویات صرف مثل ہی ہے حقیقت کچھ نہیں بحالتِ نصب ہے کیونکہ مفعول بہٖ ہے ضَرَبُوْا کا۔ یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر مفعول بہٖ ہوا اُنْظُرْ کا وہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ فَ تعقیبیہ یا تحسینیہ یا زائدہ ضَلُّوْا۔ بابِ نَصَرَ کا۔ ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے ضَلٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنی۔ گمراہ ہونا۔ حیران کھڑا ہونا وارفتہ ہونا۔ یہاں پہلے معنی میں ہے۔ فَ حرفِ عطف برائے تعقیب اور واؤ حالیہ کے معنی میں ہے۔ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ۔ باب استفعال کا مضارع معروف منفی ھُمْ مستتر فاعل ہے مرجع کفار مکہ مصدر ہے اِسْتِطَاعٌ۔ یا اِسْتِطَاعَۃٌ طَوْعٌ یا طَیْعٌ۔ سے بنا ہے بمعنی۔ طاقت رکھنا۔ قوت پانا۔ پسند سے کوئی کام کرنا۔ توفیق پانا چار قوتوں کے مجموعے کا نام استطاعت ہے۔

۱۔ قوتِ فاعلی یعنی کرنے والے کی قوت ۲۔ قوتِ مفعولی۔ کہ جس کو بنانا یا کرنا چاہتا ہے اس کی صنعت و تصور حاصل ہو ۳۔ قوتِ مادی۔ یعنی جس خام مال سے بنانا چاہتا ہے وہ حاصل ہو۔ مثلًا اینٹ مٹی ریت سیمنٹ وغیرہ (میٹریل MaTaul) ۴۔ قوتِ سببی یعنی آلات جن کے ذریعے کام کیا جائے۔ جیسے کاتب کے لیے قلم۔ سَبِیْلًا۔ اسم مفرد جامد ہے یا مصدر ہے بروزنِ تکمیل یا صفت مشبّہ ہے بروزنِ حریم۔ اس کی جمع ہے سُبُلٌ۔ اسم جنسی ہے لفظًا مذکر مگر مؤنث کے لیے بھی مستعمل ہے بمعنی بڑا راستہ۔ بحالتِ نصب ہے نکرہ معرب ہے۔ مفعول بہٖ ہے۔ جملہ فعلیہ ہو کر تعقیبی حال ہوا۔ ضَلُّوْا کے فاعل کا۔ استطاعتِ سبیل میں قوت فاعلی بندہ ہے قوتِ مفعولی اسلام ہے قوتِ مادی شریعت ہے۔ قوت سببی اصولِ شریعت یعنی قرآن مجید حدیث پاک اور فقہ اور قیاس ہے۔

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا واؤ سر جملہ۔ قَالُوْا فعل ماضی جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر فاعل مرجع کفار ہے۔ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ ءَ ہمزہ استفہام انکاری کے لیے ہے اِذَا ظرفیہ بھی ہو سکتا ہے شرطیہ بھی۔ مگر ہماری یہاں ترکیب میں اِذَا شرطیہ ہے كُنَّا فعل ماضی مطلق ناقصہ صیغہ جمع متکلم۔ مثبت ہے۔ نَحْنُ ضمیر متکلم مستتر اسم ہے۔ عِظَامًا۔ اسم حاصل مصدر جامد ہے یا مصدر ہی ہے بمعنی ہڈی ہونا۔ ہڈی رہ جانا۔ یا اسم جمع مکسر ہم وزنِ رِجَالٌ۔ بمعنی ہڈیاں۔ عَظْمٌ سے بنا ہے لغوی

ترجمہ ہے مضبوط ہونا۔ سخت ہونا عَظْمٌ۔ اَعْظَمُ۔ تَعْظِیْمٌ۔ مُعَظَّمٌ سب اِسی سے مشتقات ہیں۔ معطوف علیہ ہے واؤ سے رُفَاتًا۔ اسم مفرد صیغہ مبالغہ ہے بروزنِ لُکَاب مُرَادٌ لُعَابٌ وغیرہ۔ رُفْتٌ سے بنا ہے لازم ہے۔ بمعنی ریزہ ریزہ ہونا پرانا ہو کر۔ معطوف ہے۔ دونوں مل کر خبر ہے کُنَّا کی۔ یہ جملہ فعلیہ ناقصہ انشائیہ ہو کر شرط ہوئی۔ ہمزہ سوال انکاری جزائیہ کے لیے اِنَّا دراصل ہے اِنَّ نَا اِنَّ حرفِ تحقیق نَا ضمیر جمع متکلم متصل منصوب اسم ہے اِنَّ کا۔ لام کے مفتوحہ۔ مَبْعُوْثُوْنَ اسم مفعول صیغہ جمع مذکر ہے بابِ فَتَحَ بَعْثٌ سے بنا ہے نَحْنُ اس میں پوشیدہ اس کا فاعل۔ خَلْقًا مصدر بمعنی مخلوق ہے۔ موصوف ہے جَدِیْدًا۔ بروزنِ فعیل صفت مشبہ بمعنی بہت ہی نیا۔ مبالغہ کے لیے ہے۔ جَدٌّ مضاعف ثلاثی سے مشتق ہے۔ لغوی ترجمہ ہے کاٹنا چھانٹنا۔ اسی معنی سے ہے مجدِّد اور تجدید۔ صفت نکرہ ہے خَلْقًا موصوف نکرہ ہے۔ مرکب توصیفی حال ہے مَبْعُوْثُوْنَ کے فاعل نَحْنُ مستتر کا سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی۔ وہ جملہ اسمیہ انشائیہ ہو کر جزا ہوئی شرط جزا مل کر مقولہ ہوا قول کا۔ اور وہ جملہ قولی ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِهٖۤ اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْكَ وَ اِذْ هُمْ نَجْوٰۤى اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا۔ اے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہم ہی سب سے زیادہ جاننے والے ہیں کہ یہ کفارِ مکہ کیوں اور کس طریقے یا کس حال و کیفیت سے اس قرآنِ مجید کی تلاوت سنتے ہیں جب بھی کبھی آپ کے قریب آپ کی محفلِ پاک مجلسِ مبارک میں بیٹھ کر آپ کی طرف نہایت خاموشی انہماک اور ظاہرًا مخلصانہ توجہ سے کان لگائے سنتے نظر آتے ہیں احادیث میں ہے کہ کفارِ مکہ چار طریقوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلوں میں آیا کرتے تھے۔

ع۱ پڑھے لکھے اور سردار قسم کے لوگ بہت احتیاط اور خاموشی سے بیٹھا کرتے ع۲ اور اپنے غلاموں نوکروں کو کبھی کبھی شور و غل مچانے کے لیے بھیج دیا کرتے تھے ع۳ کبھی کبھی نوجوانوں کو غریب مسلمانوں کی ایذا رسانی کے لیے بھیجا کرتے ع۴ اور کبھی کسی شخص کو باہر سے مہمان بلا کر مناظرے کے لیے محفل میں لے آیا کرتے تھے۔ قرآن مجید میں مختلف جگہ کفار کی ان بیہودہ حرکتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ باہر کے مہمان اور مناظر تو اکثر آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشاداتِ عالیہ مقدسہ سنتے ہی سو جان و دل سے فدا و قربان ہو کر مسلمان ہو جایا کرتے تھے جس سے ابوجہل اور اس کے ساتھی بہت شرمندہ اور مصائب و خاسر ہوتے۔ پھر وہ کچھ عرصے تک ظاہرًا اچھے دبے بن کر آتے اور قرآن کریم کی تلاوت اور تفسیر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر مبارک سنتے لیکن باطن اور خفیہ طور پر اپنے ساتھیوں اور ہمراہیوں

سے وہیں محفل میں ہی یا محفل برخاست ہونے پر باہر جا کر آہستہ آہستہ ایک دوسرے سے مذاق اڑاتے اور قرآن پاک کے خلاف برے بھلے الفاظ کہتے۔ اللہ کریم اسی طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرماتا ہے اے پیارے نبی ہم اُس وقت بھی ان کو جانتے ہیں جب یہ خفیہ اور آہستہ سرگوشی میں بکواسیات کہتے جاتے ہیں۔ جس وقت یہ خُبَثَاءِ کفر گستاخانِ نبوّت دنیا و آخرت میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے۔ غریب مسکین مسلمانوں سے اُن کو ورغلانے کے لیے کہتے ہیں اے نادان کم عقل مسلمانو تم تو نرے ایک ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جس پر شدید جادو کیا گیا ہوا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ مَسْحُورًا بمعنیٰ ساحر ہے۔ یعنی یہ شخص جس کو تم نبی اور مُرسَل رسول کہہ رہے ہو وہ نبی رسول نہیں بلکہ جادو جانا ہوا ہے اور جادو کرنے والا ہے۔ تم پر اس نے جادو کر دیا ہے۔ (معاذ اللہ) کفارِ مکہ کبھی تو یہ باتیں چپکے چپکے محض محفل میں ہی نو مسلموں سے کرتے تھے یا محفل کے بعد باہر نکل کر یا یہ باتیں ان لوگوں سے کرتے تھے جو زبانِ پاک کی تلاوت اور تقریر سن کر متاثر نظر آتے تھے۔ اور یا آپس میں کافر یہ باتیں کرتے تھے۔ بہر حال کہنے والے ظالم کافر ہی ہوتے تھے مگر سننے والے افراد میں تین مذکورہ بالا قول ہیں۔ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا۔ اے پیارے محبوب نبی تمام کائنات کے لیے رحمۃ و کرم کرنے والے ہر اپنے پرائے کا بھلا چاہنے والے سب کے ایمان لانے پر حریص و خواہشمند۔ گستاخیاں سن کر دعائیں دینے والے خون کے پیاسوں کو قبائیں دینے والے تا قیامت ہر مخلوق پر جود و فیض فرمانے والے رسولِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم ذرا غور تو فرمائیے کہ کفار و گستاخ تم جیسے رؤف و رحیم ہستیٔ پاکباز کے لیے کیسی کیسی بُری باتیں بنا۔ اور جھوٹی مثالیں بیان کرنے لگ پڑے۔ کہ ابوجہل نے کہا یہ نبی مجنون ہے۔ ابولہب نے کہا یہ کاہن ہے حُوَیطِب ابن عبد العزیٰ نے کہا یہ شاعر ہے اُمیّہ ابن خلف نے کہا یہ ساحر ہے (جادوگر ہے) عتبہ نے کہا یہ مسحور ہے۔ نضر نے کہا اس پر جنات اور شیطان کا سایہ ہے۔ حارث نے کہا یہ مخدوع ہے یعنی دھوکا کھایا ہوا۔ اس کو فلاں عجمی لوہار پڑھاتا ہے۔ اور دھوکا دیتا ہے غلط باتیں سکھا کر۔ پھر کسی نے کہا یہ ہم جیسا بشر ہے۔ کسی نے کہا اللہ کے دربار میں اس کی کچھ قدر و عزت نہیں۔ کوئی بولا۔ اس کو بڑے بھائی سے زیادہ مت سمجھو۔ کسی نے کہا اس کو تو پیٹھ پیچھے کی خبر نہیں۔ کسی نے کہا۔ اگر اس کا خیال نماز میں آجائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے اور اگر گدھے بیل کا خیال آجائے تو نہیں ٹوٹتی۔ کوئی گستاخ بولا کہ شیطان کا علم اس کے علم سے زیادہ ہے۔ کسی نے کہا یہ نبی کسی کا نفع نقصان نہیں کر سکتا کہیں سے منافی آواز آئی کہ یہ نبی غیب نہیں جانتا۔ کوئی منمنایا کہ ہم اس کو نور نہیں مانتے۔ کسی کے اندر سے ابلیس بولا کہ یہ

نبی حاضر و ناظر نہیں ہے۔ اَلتحیّات کا سلام بدلدو یَا نَبِیُّ سَلَامٌ عَلَیْکَ - نہ پڑھو یہ بدعت ہے۔ ایک بولا کہ شیطان تو حاضر و ناظر ہو سکتا ہے لیکن نبی حاضر و ناظر نہیں ہو سکتا۔ کسی نے اس نبی کی دشمنی میں گستاخی کی جھوٹی خوابیں بنا ڈالیں۔ کسی نے اپنی تحریفات میں لکھ دیا کہ اس نبی کا علم ایک بشر سے زیادہ نہیں ہے (معاذ اللہ معاذ اللہ معاذ اللہ) غرض کہ ابو جہل کی ذریت میں سے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ سب کا منہ توڑ جواب اے روح کائنات جانِ عالمین تمہارے ربِ جبار قہار نے یہ دیا کہ۔ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا۔ پس یہ سب تا قیامت جتنے بھی بیہودہ جہلا اور گستاخ ہیں اور ہوں گے بہت دور کے گمراہ ہیں۔ اور کچھ بھی کریں حج روزہ نماز۔ لمبے سجدے کعبے کا طواف اور غلاف کعبہ میں چھپ چھپ کر روئیں مدرسے بنائیں کتابیں پڑھائیں تبلیغیں سنائیں۔ گرم پتھروں پر ماتھے رگڑ کر مہرابیں بنائیں۔ اور کسی شکل میں آ جائیں۔ لمبی داڑھیاں رکھ کر سر منڈا کر مونچھوں پر استرا پھرا کر لمبے کرتے۔ گھٹنوں تک پاجامہ پہن کر۔ پٹکے اور پگڑیاں باندھ کر لائیں چوڑی اور سینے پر ہاتھ باندھ کر۔ گڑگڑاتے دعائیں مانگتے روتے دھوتے رہیں فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا۔ اللہ تعالیٰ کی قبولیت۔ محبوبیت۔ معرفت و قرب۔ شریعت و طریقت روحانیت پاکیزگی طہارت دین کی سمجھ۔ قرآن کریم کی فہم۔ حدیث پاک کی فراست۔ مسائل کی فقاہت۔ انوارِ الٰہیہ کی دولت و مشاہدے کا راستہ کبھی بھی ہرگز ہرگز نہیں پا سکتے۔ اگرچہ کتنی ہی محنت کریں۔ اس لیے کہ اے پیارے نبی تمہارے گستاخ ہیں جب تمہارے نہیں تو ہمارے نہیں۔ ہم نے تو آپ کو یہ ساری شانیں۔ طاقتیں۔ قوتیں۔ عزتیں۔ دولتیں۔ ملکیتیں اور اپنے خزانوں کی چابیاں دی ہیں۔ مگر یہ ہر چیز کا ہی انکار کر رہے ہیں سے

یہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سربسر!
اسے تجھ کو کھائے تپِ سقر تیرے دل میں کس سے بخار ہے

اور ابو جہل وغیرہ اپنی ان گستاخیوں کا استدلال یہ پیش کرتے ہیں کہ۔ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا۔ اور ان سب قسم کے گمراہوں نے اپنے اپنے مختلف لفظوں میں بات ایک ہی کہی کہ کیا جب ہم سب مر کر قبر کی مٹی میں مل جائیں گے اور ہماری صرف ہڈیاں رہ جائیں گی گوشت پوست دل دماغ سب کچھ مٹی اور کیڑے کھا جائیں گے۔ اور زمانہ گزرنے کے ساتھ ہماری ہڈیاں بھی کمزور اور بھربھری خستہ ہو کر ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گی یا اتنی کمزور نازک کہ ہاتھ لگانے سے ٹوٹیں۔ تو کیا ایسی یقینی حالت ہو جانے کے بعد بھی ہم سب پھر بھلا اٹھائے جا سکتے ہیں نئی زندگی کے ساتھ۔ اسی طرح کے نئے خوبصورت جسم کے ساتھ نئی پیدائش میں کیسی عجیب پاگل پنے کی باتیں ہیں۔ اور جو

شخص ایسی مجنونانہ غلط اور جھوٹی باتیں کہہ کر آخرت اور قیامت اور حشر نشر حساب وکتاب سزا و جزا جنت و دوزخ پر ایمان لانے کا حکم دے اس کو ہم اور ہمارے جیسے عقلمند دانشور پڑھے لکھے لوگ مجنون اور دیوانہ ۔ عقل پھرا نہ کہیں تو اور کیا کہیں ۔ اور ایسے مجنون کو ہم نبی کیسے مان لیں اور پھر ہمیں حیرانگی تعجب عرب و عجم کے اُن لوگوں پر ہے جن کو ہم کل تک بڑا ذی عقل فہم و فراست والا سمجھتے تھے وہ بھی بے عقل بن کر اس پر ایمان لاتے چلے جا رہے ہیں اور ایسے الٹی الٹی باتیں کرنے والے شخص نبی بنتے دیکھو حاضر و ناظر ۔ مختارِ کل ۔ مشکل کشا ۔ حاجت روا ۔ رحمۃ عالمین راحۃ عاشقین ۔ اور نہ جانے کیا کیا مانتے چلے جا رہے ہیں اور اس نبی کی زبانی قرآن و حدیث کی لسانی باتیں سن سن کر کہہ رہے ہیں کہ قبر میں نئی زندگی ہے ۔ قبر والے سنتے بولتے اور عطا کرتے ہیں ۔ اور الٹا ہم کو قرآن سنا سنا کر کہہ رہے ہیں کہ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ۔ کہ قبر والوں کی امداد و عطا سے مایوس ہونا کفار کا کام ہے تو د آمَنَ السُّفَهَاءُ ۔ لیکن ہم کو بیوقوف کہہ رہے ہیں ہم تو ان نو مسلموں کو سمجھا سمجھا کر عاجز آ گئے ہیں ہم نے تو اپنی تقریروں جلسوں کتابوں تحریروں مدرسوں تدریسوں اور حکومتوں اور سخت قانون کے ذریعے زور لگا کر دیکھ لیا ۔ روپیٹ کر سمجھایا ۔ نبی کے آستانے سے روکا ۔ ذکر و صلوٰۃ و سلام سے مگر یہ ملتے ہی نہیں اپنی ہر غلط بات ہی ہر غلط عقیدہ ہی قرآن و حدیث سے دکھا دیتے ہیں ۔ یہی باتیں ہیں جن کی بنا پر ہم اس نبی کو مجنون (معاذ اللہ) اور اس کے عاشقوں عقیدتمندوں کو سفہاء (بیوقوف) کہتے ہیں ۔ خیال رہے کہ قرآن مجید میں زیادہ اہمیت سے چار باتوں کا ذکر فرمایا گیا ۔

ع۱ توحید باری تعالیٰ ع۲ انبیاء کرام علیہم السلام اور آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور شان اعلیٰ کا ذکر ۔ ع۳ مسئلہ تقدیر ع۴ قیامت حشر و نشر اور قبر و حشر کی نئی زندگی ۔ کفار ان چاروں ۔ کے منکر ہیں ۔

فائدے ان آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے ۔

پہلا فائدہ ۔ تا قیامت جو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی طرح بھی گستاخی کرے وہ ظالم اور گمراہ اور اللہ کے راستے سے دور ہے یہ فائدہ الظّٰلِمُوْنَ اور مَسْحُوْرًا فرمانے سے حاصل ہوا جب کہ مسحورا کی ایک تفسیر کی جائے بمعنی کھانے پینے والا ہم جیسا بشر ۔

دوسرا فائدہ ۔ نبی کریم کی بارگاہِ ربُّ العزت میں وہ شان ہے کہ رب تعالیٰ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو گستاخیوں کا خود جواب دیتا ہے ۔ دیکھو کفار نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر کاہن شاعر مسحور وغیرہ کہا تو رب تعالیٰ نے ان سب کفار کو ظالم اور گمراہ فرمایا یہ فائدہ ضَلُّوا (الخ)

فرمانے سے حاصل ہوا- تیسرا فائدہ - دنیا میں سب سے زیادہ بد بخت و بد قسمت بد نصیب شخص وہ ہے جو گستاخ نبوت ہو- ہر دشمن کی اُخروی نجات ممکن ہے- مگر نبی کریم کے ذاتی دشمن کی دنیوی اُخروی قبر و حشر کی نجات قطعًا ممکن نہیں- یہ فائدہ اور عبرت کا سبق- فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا فرمانے سے حاصل ہوا- اور یہ بات تجربے اور مشاہدے میں ہے کہ گستاخ نبوت و رسالت کو مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھنا نصیب نہیں ہوتا- بلکہ صورتیں شکلیں مسخ ہو جاتی ہیں- (اللہ تعالیٰ ہم کو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم چاند و سورج سے زیادہ حسین پھولوں سے زیادہ خوبصورت مسکراہٹوں والے سراج منیر کا نعت خوان سدا بہار غلام بنا دے)۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ- مذاق دل لگی اور کھیل تماشے کے لیے یا نفسانی خواہشات کے لیے قرآن کریم پڑھنا یا نعت خوانی کرنا یا محض تماشے کے لیے وعظ تقریر کی محفلوں میں جانا گناہ عظیم اور طریقۂ کفار ہے- حضرت حکیم الامت والد محترم فرمایا کرتے تھے کہ قوالی اور ڈھول باجے کے ساتھ نعت خوانی یا قرآن خوانی کی حرمت اس آیت سے مستنبط- یہ مسئلہ نَحْنُ اَعْلَمُ (الخ) سے مستنبط ہوا- دیگر آیات کے علاوہ اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ موجودہ قوالی حرام ہے- حرمت قوالی کے مکمل دلائل اور بیان ہمارے فتاوی العطایا جلد دوم میں مطالعہ فرمائیے۔

دوسرا مسئلہ- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گھٹیا اور ہلکے عام قسم کے لفظ استعمال کرنا حرام اور گناہ ہے- صرف رسول کہنا- یا اپنے جیسا بشر کہنا بھی گناہ اور ناجائز ہے- یہ مسئلہ- ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ (الخ) سے مستنبط ہوا- **تیسرا مسئلہ**- قرآن و حدیث کا مسئلہ- انکار کی نیت سے پوچھنا یا پہلے غلط بات پر عمل شروع کر دینا پھر صرف دل لگی کے لیے مسئلہ پوچھنا- یہ سخت حرام ہے یہ مسئلہ قَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا (الخ) سے مستنبط ہوا- فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ تحقیق حال کے لیے مسئلہ جائز بلکہ ضروری ہے مگر بلا علم مسئلے کا انکار کرنا اور جھگڑے نحث انکار ضد ہٹ دھرمی کے لیے مسئلہ پوچھنا یا کسی مسئلے پر اعتراض کرنا طریقۂ کفار ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض - یہاں فرمایا گیا- اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا- مسحور آدمی کی اتباع کرتے ہو- یہ بات کفار خفیہ طریقے سے آپس میں کرتے تھے- اور وہ کافر ہی ہوتے تھے جیسا کہ اِذْ هُمْ نَجْوٰٓى- سے ثابت ہے- حالانکہ کفار تو نبی کریم کی اتباع نہیں کرتے تھے پھر یہ کیوں فرمایا گیا؟

جواب۔ اس کا جواب تفسیر عالمانہ میں واضح کر دیا گیا۔ اس کے بارے میں چند قول ہیں کہ یہ کفار کس سے گفتگو کرتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپس میں یہ گفتگو کرتے تھے لیکن اس طرح کہ اگر تم اس نبی کی اتباع کرو گے تو گویا تم ایک مسحور آدمی کی پیروی کرو گے تَتَّبِعُوْنَ۔ فعل مضارع بمعنی مستقبل ہے ان تمام اقوال سے اعتراض ختم ہو جاتا ہے۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ اُنْظُرْ۔ اے نبی تم دیکھو یہ آپ کے لیے کس طرح غلط مثالیں بناتے ہیں۔ چاہیئے تھا کہ نبی کریم اللہ کے حضور شکایت عرض کرتے کہ یا اللہ یہ کیسے کیسے نازیبا الفاظ میرے لیے بناتے ہیں۔ مگر ایسا نہیں۔ یہ شکایت اللہ نے کیوں فرمائی شکایت تو چھوٹا بڑے کے سامنے کرتا ہے نہ کہ اس کا الٹ۔

جواب۔ یہ شکایت نہیں بلکہ اظہارِ ناراضگی ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شکایت عرض نہ کرنا آپ کا صبر علم اور تحمّل ہے اور بروں کی ایسی باتیں برداشت کرنا ہی بزرگوں کی عادت کریمہ ہے۔ اور رب تعالیٰ کا اظہارِ ناراضگی فرمانا۔ محبوب کریم کی شان و عزّت بتاتا ہے۔

تیسرا اعتراض۔ یہاں بھی اور دیگر بہت سی آیات میں بھی قیامت پر ایمان لانے کی بہت اہمیت بیان کی گئی ہے۔ آخر کیوں۔ قیامت پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے قیامت تو ایک واقعہ ہے جو یقیناً اپنے وقت پر ہو ہی جانا ہے ہزاروں واقعات یقیناً ہو ہی جاتے ہیں بلکہ ہر واقعہ ہی رب تعالیٰ کے پروگرام ازلی کے تحت ہو رہا ہے مگر ان پر ایمان لانا ضروری نہیں تو قیامت پر کیوں ضروری ہے؟ کیا یہ کافی نہیں کہ اللہ رسول پر ایمان ہو بندہ نماز پڑھے روزہ رکھے تمام اسلامی احکام صحیح طریقے سے ادا کرے اور جب قیامت آجائے تو سزا اور جزا مل جائے اگر ایک شخص سچا پکا متقی نیک باعمل ہو تو صرف قیامت پر ایمان لانے سے اس کے یہ اچھے عمل اور اللہ رسول پر ایمان بیکار کیوں گیا۔

جواب۔ مفسرین نے اس کے بہت سے جواب دیئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو دو زندگیاں ملی ہیں ۱ دنیوی ۲ اُخروی۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح اُس کی تمام صفات پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ باری تعالیٰ کی کچھ صفات کا تعلق دنیوی زندگی سے ہے اور کچھ کا تعلق اُخروی زندگی سے مثلاً صفتِ عدل۔ صفتِ سزا دینا۔ اور جزا دینے کی عذاب ثواب دینے کی صفت۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو قیامت پر ایمان لانے سے صرف اسی واقعہ کو مان لینا مراد نہیں بلکہ جو کچھ قیامت میں ہونا ہے اور باری تعالیٰ کی جس جس صفت سے ہونا ہے ان تمام کا ماننا ایمان بالقیامت ہے۔ نیز محبتِ الٰہی سے تو کوئی کوئی ایمان لاتا۔ ڈر اور خوف سے بہت لوگ ایمان لاتے ہیں۔ نیز صرف عشق اور محبتِ الٰہی ہی ایمان و اعمال کے لیے کافی نہیں خوفِ الٰہی بھی ایمان کا ایک حصّہ ہے۔ اور قیامت

پر ایمان خوف الٰہی کا ایک ذریعہ ہے اس لیے ایمان بالقیامت کا اہتمام سے ذکر فرمایا گیا۔

تفسیر صوفیانہ

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِهٖۤ اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْكَ وَ اِذْ هُمْ نَجْوٰۤى اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۔

کشمکش نفسانی کے اُس وقت کو ہم ہی خوب جانتے ہیں جب اسے قلب عرش بہ نفوس امارہ تیری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور خواہش قلبی کو سنتے ہیں اور جب خلوت شیطانی سے قلب مسعود کے خلاف خفیہ وسوسے ڈالتے ہیں اور عقل و شعور کو قلب منور کے حکموں اور ارادوں سے روکتے ہیں جب بدبختی اور شقاوت کا ظلم کرنے والے کہتے ہیں کہ اے دل کے کہنے پر چلنے والو عقل و شعور اعضاء باطنی اور سمع و بصر ہاتھ و پاؤں تم تو فقط ایک سحر لاہوتی میں سحرزدہ شخصیت کے پیچھے لگے ہو۔ اے زمین جسمانی کے مسافر اس سفر ناسوتی میں نفس امارہ تیرا دشمن ہے اور عقل دماغی دوست ہے بندۂ عارف کو ایسے دشمن سے ایک بار مگر ایسے دوست سے ہزار بار ڈرنا چاہیئے کیونکہ دوست کی دشمنی سخت خطرناک ہے۔ دل ایک بچہ ہے جو دیکھتا ہے وہی مانگ لیتا ہے۔ دشمن مچھر سے بھی چھوٹا ہو تو اس کو ہاتھی سمجھنا چاہیئے۔ اے نفس حریص خدا تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق اور بتائے ہوئے صراط مستقیم پر راضی ہو۔ ورنہ اللہ کے ملک سے باہر نکل جا اور عبادت کر ورنہ اس کا رزق چھوڑ دے اور دوسرے مالک کو تلاش کر لے جو زیادہ دیتا ہو۔ اے نفس قلب سے خوش رہ اور ہمدردی کر ورنہ زبان اور تعلق بند کر دے۔ اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ۔ وَ قَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ۔ غور تو فرما کہ اس عالم بدنیت میں نفس و شیطان نے دل اور دل والوں کے لیے کیسی کیسی برائی کثافت اور ظلمت ہجران کی مثالیں بنا ڈالیں ہیں۔ پس راہ معرفت اور منزل قرب سے یہ اہل نفوس ہی بھٹکے ہوئے ہیں یہ ازل کے بدنصیب وصل یار کی گھڑیاں کبھی نہیں پا سکتے۔ آستانہ محبوب عرش لامکانی کی معراج تک کبھی راہ پانے کی طاقت نہیں حاصل کر سکتے۔ یہی وہ وادی فنا کی ظلمتوں والے ہیں جو اہل بقا اور حیات ابدی عرفانی کے منکر ہیں۔ انہوں نے ہی کہا کہ کیا جب ہم قبور فنا میں ہجر کی موت سے محرومی کی ہڈیاں کمزوری کی خاک و دھول ہو جائیں تو کیا ہم کو منزل عتاب و عقاب سزا و جزا کی دوسری زندگی ملے گی فنا کے بعد بقا نصیب ہو گی یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ قساوت عقلی کے پانچ نشان ہیں۔

۱ توبہ کے ارادے سے گناہ کر لینا ۲ علم سیکھ کر عمل نہ کرنا ۳ عمل میں خلوص نہ ہونا ۴ کھا کر بھی شکر الٰہی اور شکریہ میزبانی نہ کرنا ۵ قبروں پر جا کر عبرت نہ پکڑنا۔ نفس امارہ اپنے دس نشان اور مثالیں جسم و جان کو دیتا ہے یہی بدترین خصائل ہیں ۱ امیروں سے کنجوسی ۲ غریبوں اور فقیروں سے تکبر ہونا۔

۳ عورتوں کی بے شرمی ۴ بڑھاپے میں دنیا کی محبت ۵ جوانی میں سستی ۶ حکمرانوں کا ظلم ۷ مجاہدین کی بزدلی ۸ زاہدین کی خوش پسندی ۹ عابدوں کی ریاکاری ۱۰ علماء کی لالچ۔ یہ خصلتیں بندے کو دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا کرنے والی ہیں۔ اے صوفی باصفا ان خصلتوں سے بچ تا کہ نفس تجھ کو ہلاک نہ کر دے۔

قُلْ كُونُوا حِجَارَةً أَوْ حَدِيدًا ﴿٥٠﴾ أَوْ خَلْقًا مِّمَّا

تم فرماؤ اے نبی کہ تم شدید پتھر ہو جاؤ یا قوی لوہا یا کوئی ایسی مخلوق ہو جاؤ جو

تم فرماؤ کہ پتھر یا لوہا ہو جاؤ۔ یا اور کوئی مخلوق جو تمہارے

يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ ۚ فَسَيَقُولُونَ مَن يُعِيدُنَا ۖ

تمہارے دل گردے میں بڑی لگتی ہو۔ تو عنقریب کہتے پھریں گے کہ کون ذات ہم کو دوبارہ پیدائش میں لوٹا سکیگا

خیال میں بڑی ہو تو اب کہیں گے ہمیں کون پھر پیدا کرے گا

قُلِ الَّذِي فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُونَ

تم جواباً فرماؤ کہ وہی ذات جس نے تم کو پہلی دفعہ بناڈالا تھا تو آپ کی طرف دیکھتے ہوئے

تم فرماؤ وہی جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تو اب تمہاری طرف مسخرگی سے

إِلَيْكَ رُءُوسَهُمْ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هُوَ ۖ قُلْ

سر ماریں گے اور کہیں گے کہ اچھا کب ہوگا یہ۔ تم فرماؤ

سر ہلا کر کہیں گے یہ کب ہے۔ تم فرماؤ شاید

عَسَىٰ أَن يَكُونَ قَرِيبًا ﴿٥١﴾ يَوْمَ يَدْعُوكُمْ

بس عنقریب ہی ہوگا جس دن تم سب کو وہ اللہ بلالے گا

نزدیک ہی ہو جس دن وہ تمہیں بلائے گا تو

فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ

پھر تم اُس کی حمدیں گڑگڑاتے ہوئے حاضری بھرو گے اور وہم کرو گے کہ ہم تو دنیا میں

تم اس کی حمد کرتے چلے آؤ گے اور سمجھو گے کہ نہ

اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾

بہت ہی تھوڑا ٹھیرے تھے

رہے تھے مگر تھوڑا

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں رب نے فرمایا کہ اللہ ہر شخص کی ہر بات سننے والا جاننے والا ہے۔ اب ان آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ اگر یہ بہت زیادہ بڑھ بڑھ کر باتیں کرنے والے کفار ایسی مخلوق بن جائیں جو بالکل باتیں نہیں کر سکتے مثلاً لوہا پتھر وغیرہ جمادات تب بھی اللہ تعالیٰ سب کو جانتا ہے اور بدل کر نئی مخلوق پہلے جیسی بنا سکتا ہے۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا کہ کفار ہدایت کا راستہ نہیں پا سکتے اب ان آیت میں اُس کی ایک وجہ بیان ہو رہی ہے کہ وہ اپنی شیطانی عقل کے ہی پیچھے لگے ہوئے ہیں اور عقلی سوالات ہی کرتے رہتے اور کرتے رہیں گے اور جو صرف سوالات کا شوقین ہو وہ نرا ضدی مغرور اور جاہل ہوتا ہے اور مغرور۔ ضدی جاہل ہدایت کی راہ نہیں پا سکتا۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں کفار کی خفیہ سازشی گناہوں اور کفریات کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں کفار کی ظاہر ظہور علانیہ ایمانیات اور حمد کا ذکر ہو رہا ہے جو وہ قیامت میں کریں گے لیکن وہاں کا ایمان اور حمد و اقرار فائدے مند نہ ہوگا۔ یعنی دنیا کا کفر نقصان دہ اور آخرت کا ایمان لانا اور حمد کرنا نقصان دہ ہے۔ پہلی آیت میں ایک نقصان دہ چیز کا ذکر ہوا۔ یہاں دوسری نقصان دہ چیزوں کا ذکر ہو رہا ہے۔

تفسیر نحوی قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا۔ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ۔ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا۔ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ۔ قُلْ فعل امر ہے باب نصر سے واحد حاضر کا صیغہ ہے قَوْلٌ اجوف واوی سے مشتق ہے اس کا فاعل اَنْتَ ضمیر پوشیدہ ہے جس کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ فعل فاعل

جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ کُوْنُوْا۔ فعل اَمر معروف شرطیہ یا فرضیہ یہ کَانَ بمعنیٰ صَارَ ہے یعنی پھیر دیئے جاؤ اور معنیٰ ہیں اگر تم ایسا ہو جاؤ تو بھی یا فرضِ محال تم ایسا ہو جاؤ تو بھی وہ تم کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ یہ کَوْنٌ سے مشتق ہے فعل ناقصہ ہے صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اَنْتُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا اسم ہے۔ حِجَارَةً۔ یہ مصدر ثلاثی ہے بروزنِ تِجَارَةً۔ زِرَاعَةً۔ فِعَالَةً۔ اس کا مادّہ اشتقاق میں تین قول ہیں۔

ع۱ یہ حَجَرٌ سے ہے بمعنیٰ حرام ہونا۔ اس کی جمع ہے حُجُوْرٌ۔ ع۲ حُجْرٌ بمعنیٰ روکنا منع کرنا۔ سخت شدّت والا ہونا۔ اس معنیٰ میں اسم مشتق ہو تو جمع ہے اَحْجَارٌ۔ یہاں یہی معنیٰ زیادہ درست ہیں ع۳ حُجْرٌ۔ بمعنیٰ دور کرنا نقصان پہنچانا۔ اس کا مشتق ہو تو جمع حُجُرَاتٌ۔ یہاں مراد ہے پتھر ہونا۔ یہ لفظ یہاں مشتق حاصل مصدر ہے اسی سے ہے حُجْرہ بمعنیٰ سب سے علیحدہ خلوت میں چلے جانا۔ حِجَارَةً زبر اور نصب کی حالت میں ہے کیونکہ خبر ہے کُوْنُوْا کی۔ اَوْ۔ حرفِ عطف اختیار یہ حَدِیْدًا۔ اسم مشتق ہے بروزنِ لَحِیْم شَحِیْم۔ حَدٌّ مضاف ثلاثی سے مشتق ہے بمعنیٰ سخت ہونا شدّت و قوّت والا ہونا۔ لوہے کو اسی معنیٰ میں حدید کہتے ہیں کہ وہ ساری دھاتوں میں بھاری وزنی اور سخت ہوتا ہے۔ حدبندی کو بمعنیٰ حَدّ اسی معنیٰ میں کہتے ہیں کہ وہاں سخت ممانعت ہوتی ہے۔ یہاں بمعنیٰ لوہا ہے اسم واحد ہے ادواب بابہ ہے اس کی جمع کبھی حِدَاد بھی آتی ہے اور اَحِدّاء بھی حدائد بھی۔ بحالتِ نصب ہے بوجہ عطف اَوْ عاطفہ خَلْقًا۔ اسم مصدر بمعنیٰ اسم مفعول یعنی مخلوقٌ خَلْقٌ سے بنا ہے بحالت نصب ہے معطوف ہے حِجَارَةً اپنے دونوں معطوفوں سے مل کر خبر ہوگی کُوْنُوْا کی مِمَّا۔ دراصل ہے مِنْ۔ مَا۔ حرف جار اور مَا موصولہ یہ متعلق مقدّم ہیں یَکْبُرُ فعل مضارع معروف کا۔ یہ کِبَرٌ سے بنا ہے واحد غائب کا صیغہ ہے اس کا فاعل هُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا مرجع ہے مَا موصولہ یہ بابِ نَصَرَ سے ہے فِیْ حرفِ جر بمعنیٰ ظرفیت صُدُوْرٌ اسم جمع مکسّر ثلاثی ہے اس کا واحد ہے صَدْرٌ اسم جامد ہے لیکن مصدر بھی استعمال ہوتا ہے اور اس کے پورے مشتقات ہوتے ہیں بمعنیٰ صادر ہونا نکلنا اور کسی چیز کا بن ٹھن کر باہر آنا۔ جب یہ جامد ہو تو اس کا ترجمہ ہے سینہ۔ لیکن مراد سینے کے اندرونی خصوصی اعضاء بھی لیے جاتے ہیں۔ اور کبھی کبھی اندرونی باطنی اعضا کے افعال مراد ہوتے ہیں۔ یہاں یا تو اندرونی اعضا دل گردہ دماغ بذاتِ خود مراد ہیں جس کو محاورۃً قوّتِ باطنی کے لیے بول دیا جاتا ہے۔ یہی ترجمہ ہم نے اختیار کیا ہے اور یا مراد دل دماغ کے افعال ہیں یعنی خیالات و تصوّرات اعلیٰ حضرت نے ترجمہ میں یہی معنیٰ اختیار فرمائے ہیں۔ لفظِ صُدُوْر بحالتِ جر ہے اور مضاف ہے کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ مرکّب اضافی جار مجرور ہو کر متعلق ہے یَکْبُرُ کا فَسَیَقُوْلُوْنَ ف تعقیبیہ سابقہ قول اور مقولہ کے بعد اگلا کلام ہونا مراد ہے۔ سین حرفِ تقریب یَقُوْلُوْنَ۔ فعل مضارع مثبت معروف بمعنیٰ مستقبل قَوْلٌ سے مشتق ہے۔ هُمْ ضمیر جمع غائب پوشیدہ اس کا فاعل ہے جس کا مرجع کفّارِ مکّہ ہیں۔ یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ مَنْ اسم موصولہ سوالیہ بمعنیٰ کون۔ یُعِیْدُ۔ بابِ اِفعال کا مضارع معروف صیغہ واحد

غائب اس کا مصدر ہے اِعَادَۃٌ ۔ بمعنیٰ لوٹانا ۔ اس کا مادہ اشتقاق ہے عَوْدٌ بمعنیٰ لوٹنا ۔ استقبالیہ معنیٰ میں ہے ۔ ھُوَ ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہے جس کا مرجع مَنْ موصولہ ۔ نَا ۔ ضمیر جمع متکلم متصل منصوب ہے مفعول بہ ہے یُعِیْدُ کا یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا مَنْ موصولہ کا ۔ صلہ موصول مل کر سوال ہوا ۔ قُلْ ۔ فعل امر حاضر اَنْتَ اس میں پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل ہے ۔ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر قول ہوا ۔ اَلَّذِیْ ۔ اسم موصول مذکر اسماء کنایات میں سے مبہمات والا ہے ہمیشہ مبنی ہوتا ہے ۔ فَطَرَ ۔ فعل ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مذکر اس کا فاعل ھُوَ مستتر جس کا مرجع اَلَّذِیْ ہے ۔ فِطْرٌ سے مشتق ہے ۔ بمعنیٰ ابتدا سے بغیر کسی نمونے اور نقشے اور نقل کے کسی چیز کو ہر طرح ظاہر و باطن سے پیدا کرنا ۔ یہ کام کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا اس لیے وہی صرف فاطر ہو سکتا ہے ۔ پیدائشی عادت کو فطرت اسی معنیٰ میں کہتے ہیں کسی شی کو نیست سے ہست کرنا ۔ اس کو فطرت کہتے ہیں کُمْ ضمیر بارز منصوب متصل فَطَرَ کا مفعول بہ ہے ۔ اَوَّلَ ۔ اسم تفضیل ہے اَوْلٌ یا وَوْلٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ بہت پہلے ہونا مضاف ہے بحالت نصب ہے کیونکہ ظرف زمانی ہے فَطَرَ کا ۔ مَرَّۃٍ اسم جامد ہے بمعنیٰ پہلی مرتبہ ۔ بحالت کسرہ ہے مَرٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے مَرٌّ ہوا ادغام سے بمعنیٰ گزرنا اس کے آخر تاء وحدت لگا دی ترجمہ ہوا ایک گزرنا ۔ یعنی ایک دفعہ گزرنا پھر یہ لفظ صرف دفعہ مرتبہ اور بار کے لیے اسم جامد ہو کر ہر چیز اور ہر کام کے لیے مستعمل ہو گیا ۔ اس لیے اس کا تثنیہ بھی بنایا گیا مَرَّتَیْنِ اور جمع بھی بنایا گیا مَرَّاتٍ فَسَیُنْغِضُوْنَ ف حرفِ تعقیب بمعنیٰ ثُمَّ ۔ یعنی پھر کبھی ۔ سین حرفِ تقریب بمعنیٰ عنقریب ۔ یہ سب حروف عاملہ نہیں ہیں یُنْغِضُوْنَ باب افعال کا مضارع مثبت معروف اس کا مصدر ہے اِنْغَاضٌ ۔ بمعنیٰ ہلانا ۔ ہلاتے رہنا ۔ نَغْضٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ہلنا ۔ ہلتا رہنا ۔ لازم ہے ۔ افعال میں آکر متعدی ہوا ۔ یہاں مراد ہے اثبات میں سر ہلانا اِلٰی جارہ کَ ضمیر مذکر حاضر مجرور متصل مرجع ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۔ رُءُوْسَ اسم جامد جمع مکسر ہے اس کی واحد ہے رَاْسٌ بمعنیٰ سر ، کھوپڑی ۔ منہ چہرہ ۔ گردن تک پورا حصہ مضاف ہے ھُمْ ضمیر جمع غائب مضاف الیہ مرجع ہے کفار مکہ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہوا یُنْغِضُوْنَ کا عاطفہ یہ عطف ہے یُنْغِضُوْنَ پر اور سب جملے مل کر جوابیہ جملہ ہوا قُلْ کے مقولے کا ۔ یَقُوْلُوْنَ فعل مضارع مستقبل ۔ یا بمعنیٰ حال یعنی اور کہتے ہیں ۔ مَتٰی اسم ظرفیہ سوالیہ بمعنیٰ اکب ۔ یہاں فعل یَکُوْنُ تامہ پوشیدہ ہے ۔ اس کا فاعل ھُوَ ضمیر ظاہر ہے ۔ مَتٰی اس کا ظرف مقدم ہے ۔ یَکُوْنُ اپنے فاعل اور ظرف سے مل کر مقولہ ہوا قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ قولیہ ہوا ۔ قُلْ عَسٰۤی اَنْ یَّکُوْنَ قَرِیْبًا ۔ یَوْمَ یَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَ تَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا ۔ قُلْ فعل امر با فاعل مضمر جملہ فعلیہ ہوکر قول ہوا ۔ عَسٰی فعل مقاربہ صرف ماضی مطلق کی گردان ہوتی ہے اگلی عبارت قریبًا تک اس کا اسم ہے ۔ اَنْ ناصبہ مصدریہ یَکُوْنَ ۔ فعل مضارع مثبت ناقصہ بمعنیٰ مستقبل یعنی ہوگا ۔ ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا اسم ہے ۔

قریبًا۔ اسم صفت مشبہ اس کی خبر ہے قُرْبٌ سے بنا ہے۔ بروزنِ فعیل۔ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر اسم ہوا عسیٰ وہ جملہ فعلیہ مقاربہ ہو کر مقولہ ہوا۔ یَوْمَ۔ اسم ظرفِ زمانی جامد ہے۔ بمعنیٰ مطلقًا دن۔ اگر اس کو الف لام لگا کر اَلْیَوْمُ کیا جائے تو معنیٰ ہوتا ہے۔ آج۔ یہاں یہ مضاف ہے اور اگلا جملہ فعلیہ اس کا مضاف الیہ اس لیے اب معنیٰ ہوا۔ اس دن۔ یعنی بلانے کے دن۔ یَدْعُوْ۔ فعل مضارع مستقبل صیغہ واحد مذکر غائب دَعْوٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ بلانا۔ اسی سے ہے دعوت۔ ھُوَ ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہے کُمْ ضمیر منصوب متصل اس کا مفعول بہ ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ مرکب اضافی ظرف ہے یکون کا۔ فَ تعقیبیہ اپنے ہی معنیٰ میں ہے۔ تَسْتَجِیْبُوْنَ باب استفعال کا مضارع معروف مثبت جمع مذکر حاضر کا صیغہ اس کا مصدر اِسْتِجَابَۃٌ اور اِسْتِجْوَابٌ بمعنیٰ قبول کرنا اور بات ماننا مادہ ہے جَوْبٌ اجوف واوی بمعنیٰ جواب دینا ھُمْ اس کا پوشیدہ فاعل مرجع ہے کفار قیامت میں حاضر ہونے والے ب۔ حرفِ جر زائدہ ہے یا حالیہ حَمْدِ مصدر مضاف ہٖ ضمیر مفعول مضاف الیہ مرکب اضافی جار مجرور ہو کر متعلق ہے۔ تَسْتَجِیْبُوْنَ کا۔ واؤ عاطفہ تَظُنُّوْنَ۔ فعل مضارع مستقبل ظَنٌّ سے مشتق ہے باب نصر سے ہے۔ ھُمْ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل ہے۔ ظَنٌّ کے معنیٰ ہیں۔ وہم۔ گمان کرنا۔ سب سے ناقص گمان وہم ہوتا ہے اور سب سے کامل گمان یقین ہوتا ہے۔ اِنْ نافیہ۔ لَبِثْتُمْ فعل ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر حاضر لُبْثٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ ٹھہرنا۔ رکنا۔ رہنا۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر مستثنیٰ منہ ہوا۔ اِلَّا۔ حرفِ استثنا متصل۔ قَلِیْلًا۔ صفت مشبہ ہے۔ بروزن فعیل قَلَّ مضاعف ثلاثی سے مشتق ہے بمعنیٰ۔ تھوڑا ہونا۔ بحالتِ نصب ہے مستثنیٰ ہے اس نے سابقہ نفی کو توڑا۔ مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے مل کر جملہ استثنائیہ ہو کر مفعول بہ ہوا تَظُنُّوْنَ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا۔ سب عطف مل کر جملہ فعلیہ معطوفہ ہو کر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ

قُلْ کُوْنُوْا حِجَارَۃً اَوْ حَدِیْدًا اَوْ خَلْقًا مِّمَّا یَکْبُرُ فِیْ صُدُوْرِکُمْ فَسَیَقُوْلُوْنَ مَنْ یُّعِیْدُنَا۔ قُلِ الَّذِیْ فَطَرَکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ فَسَیُنْغِضُوْنَ اِلَیْکَ رُءُوْسَھُمْ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھُوَ۔ اے پیارے محبوب نبی فرما دیجئے کہ ہو جاؤ تم یا بن جاؤ تم۔ یہ امر الزامی نہیں بلکہ تعجیزی ہے یعنی فرضِ محال اگر تم خود کو پتھر کا بنا لو یا لوہے کا۔ یا یہ امر تخیری ہے۔ یعنی اگر تم لوہے کی طرح وزنی قوت والی دھات بنا دیئے جاؤ جن کا روح اور جان سے کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا۔ بوسیدہ پرانی بھربھری ہڈیوں میں پھر کبھی روح رہی ہوتی ہے اور وہ ہڈیاں روح کے ذریعے ہی پلتی بڑھتی ہیں مگر لوہا پتھر تو جان و روح سے قطعاً دور ہے غیر نامی جسم ہے۔ یا ایسی مخلوق بنجاؤ جو عقلِ انسانی اور نظر جسمانی میں بہت بڑی لگتی ہے مثلاً پہاڑ۔ چٹان۔ آسمان زمین اور سمجھو کہ شاید ہماری شدت یا قوت یا بڑائی۔ اور پھیلاؤ کی وجہ سے ہم پر کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکتا اور ہم کو پھر دوبارہ انسانیت میں نہیں لا سکتا۔ اور اسی خیال باطل کی بنا پر کہیں گے کہ کون ہم کو پہلی حالت زندگی حیات انسانی

کی طرف لوٹا سکتا ہے یا کون لوٹائے گا۔ یہ تعجب اور سوال انسانی عقل کی کمزوری کی علامت کے سبب ہوتا ہے ورنہ تھوڑے سے تدبر سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ پہلی پیدائش اور خلقت زیادہ دشوار محسوس ہوتی ہے دوسری بار سے۔ انسان کی پہلی خلقت نطفے کے ایک خورد بینی کیڑے سے ہوئی جو عام نظر سے دیکھا بھی نہیں جا سکتا۔ یہی نطفہ ناچیز بڑھتے بڑھتے ایک دراز قد جسیم شہیم انسان کی شکل بنا دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اے نبی ان کم عقل کفار کو دعوتِ غور و فکر دیتے ہوئے ارشاد فرمائیے کہ وہی ذاتِ باری تعالیٰ جل سبحانہٗ جس نے تم کو پہلے بالکل ہی نیست سے ہست کر دیا عدم سے وجودِ ہستی میں پیدا فرما دیا۔ جس خالق تعالیٰ نے پہلی مرتبہ پیدا کیا جب کچھ بھی نہ تھے۔ اب تو مرنے کے بعد بھی تمہارے جسم کا بہت سا حصہ موجود ہے۔ بوسیدہ ہڈیاں خاک کا بنا ہوا جسم۔ اس کے ریزے ذرے یا جلی ہوئی راکھ اب تو فکری طور پر بھی کچھ مشکل نہیں لگتا۔ ان دلائل فطرت کو سن کر فَسَيُنْغِضُونَ پس عنقریب سر ہلائیں گے۔ اثبات میں اوپر نیچے لاجواب اور پھیکی شرمندگی کے ساتھ یا دائیں بائیں نفی میں مذاق اور انکار کرتے ہوئے محض ڈھٹائی سے ورنہ ان دلائل کا جواب آج تک کسی کافر کے پاس نہیں ہے۔ یہ سر ہلانا آپ کی طرف دیکھتے ہوئے ہے کہ اچھا یہ بتاؤ کہ وہ ہمارا زندہ ہونا کب ہوگا۔ انسانی فطرت ہے کہ وہ ہر ممکن و ناممکن چیز کو اپنے معیارِ قدرت سے سوچتا ہے۔ جس کو خود کر سکے سمجھتا ہے کہ بس فقط اتنا ہی دوسرے کر سکتے ہیں اور جس کو خود نہ کر سکے سمجھتا ہے اس کو کوئی نہیں کر سکتا۔ اسی بد خیالی نے کفر و شرک پیدا کیا اور اسی نے گستاخیٔ نبوت اور مخالفتِ ولایت کی بد عقیدگی و گمراہی پیدا کی اسی معیار سے معجزات۔ کرامات و قدرتِ الٰہیہ کا انکار ہوتا رہا۔ اسی بدگمانی کو انسانی ذہنوں سے مٹانے کے لیے رب تعالیٰ نے انبیاء کرام کو مظہرِ صفاتِ الٰہیہ بنایا اور اولیاء اللہ کو مظہرِ معجزاتِ انبیا بنایا علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ ہر باطل فرقہ اور منکرینِ شانِ نبوت و ولایت موجود قدرتیں کرامتیں دیکھ کر عبرت و ایمان نہیں لاتے بلکہ اپنی نفسانی شیطانی خواہشات کے پیش نظر ہر اگلی بات اور ہر نئی سے نئی چیز کا مطالبہ کرتے ہیں اسی فطری کمزوری کی بنا پر کہتے ہیں مَتٰى هُوَ۔ جلدی بتائیے یہ عجیب بات اور قدرتوں حیرتوں کا نظارہ کب ہوگا۔ ہم بھی تو دیکھیں۔ قُلْ۔ اے محبوب فرما دیجئے۔ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے کا وقت بہت ہی قریب آچکا ہو اور پھر یہ ایمان لانے کا وقت اعمالِ صالحہ کرنے کا زمانہ اور یہ موجودہ زندگی کے لمحات اور عملی زندگی کا موقعہ نہ مل سکے گا اس زندگی کی جلدی نہ مچاؤ وہ تو آنی ہی ہے پہلے اس زندگی کو تو سنوار لو آج حمدِ الٰہی اتباعِ مصطفائی کے نغمے گا لو تا کہ دوسری زندگی کے لیے مفید ہو سکیں ورنہ جس دن وہ رب تعالیٰ تم کو اپنے حضور قبروں سے اٹھا کر بلائے گا اور تمہاری راکھ خاک مٹی اور بوسیدہ ہڈیوں ذروں۔ ریزوں کو دوبارہ اسی طرح اسی شکل اسی جسم اسی رنگ ڈھنگ کا لباس بشری پہنا کر اسی

کمال گوشت اور قد کاٹھ کی انسانیت دے کر مقام حشر کی طرف بھگائے گا دوسرے نفخہ صور کے وقت۔ اسرافیل کی آواز کے ذریعے فَتَسْتَجِيبُونَ۔ تو تم سب مومن کافر نیک و بد نئے پرانے زبانِ حال اور زبان قال سے اُس خالق مالک رازق حبیب وجلیل کی حمد پڑھتے ہوئے اُس کے بلاوے کو چار و ناچار قبول کرو گے مومن تو اس لیے کہ موجودہ زندگی میں ہی ہر وقت اُن کی عادت نماز صلوٰۃ کلمہ کلام تسبیح و تہلیل ورد وظائف حمد و نعت دعاؤ مناجات پڑھنے کی تھی اُن کے تو رگ رگ اور دل دماغ میں اللہ رسول کا ذکر سمایا ہوا تھا اُس دن قبروں سے اُٹھتے ہی وہی پرانی عادت غنچوں اور کلیوں کی طرح اُن سے پھوٹ پڑے گی اور اُن کا اُس انداز حمد و نعت سے میدانِ محشر کی طرف جانا جلوسِ عید میلاد کا نقشہ پیش کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن کفار۔ منافقین۔ گستاخین فاسقین کی حمد یا تو زبانِ حال سے ہو گی کہ وہ اُس دن حسرت سے ہر چیز کا اقرار کر لینے کو تڑپتے مچلتے ہوں گے اور یا ان کی وہ روحانی و نورانی جبلت جو ہر انسان کے اندر امانتِ الٰہیہ ہے اور دنیا میں زندگی بھر کفار نے اپنے کفر کے اندھیرے گھٹاٹوپ پردوں میں اُس کو چھپائے رکھا اُس دن نئے جسم میں خود بخود غالب آجائے گی اور کفار کی زبان سے بھی حمد و تسبیح سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ کے لفظوں میں ادا ہوتی رہے گی اور یا اس دن اپنے کفر کی حالتِ زار۔ مومنوں کی شان۔ اللہ کے تمام وعدوں کی سچائی انبیاء کرام علیہم السلام کی خبروں کی حقانیت دیکھ کر روتے گڑگڑاتے ہوئے حمدِ باری تعالیٰ کریں گے مگر یہ کوئی حمد بھی اُس دن ان کو مفید نہ ہو گی بلکہ مزید نقصان دِہ ہو گی کہ فرشتوں کی لعنت ملامت کا باعث بنے گی۔ اے سرکشو، اور اُخروی زندگی کے منکرو دنیا کی عیش و عشرت میں پھنسنے والو اور لمبی زندگی چاہنے والو آج تم دنیا کو بہت کچھ زیادہ دراز سمجھ رہے ہو مگر اُس دن يَظُنُّوْنَ گمان کرو گے مدتِ قیامت کی درازی دیکھ کر یا عذاب اور تکلیف دیکھ کر یا جہنم کی ابدی زندگی کی خبر سن کر کہ ہائے ہائے اے ہمارے کافر ساتھیو ہم تم عیش و مستی کی غفلت والی دنیا میں نہیں ٹھہرے تھے مگر بہت ہی تھوڑا۔ ہم کتنے احمق بیوقوف اور بدقسمت تھے کہ اسی عارضی فانی اور تھوڑی سی زندگی پر ہی مر مٹے تھے۔

فائدے

ان آیت سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

پہلا فائدہ۔ اگرچہ ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے مگر روح اور جان حقیقی طور پر حیوانات میں پائی جاتی ہے اور مجازی زندگی جسم نامی میں ہوتی ہے لیکن جمادات پتھر لوہے میں کوئی زندگی نہیں نہ حقیقی نہ مجازی یہ فائدہ كُوْنُوْا حِجَارَةً الخ فرمانے سے حاصل ہوا کہ عدم زندگی کے لیے لوہے پتھر کا ذکر کیا گیا۔

دوسرا فائدہ۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ غفلت کی زندگی چھوڑ کر حمد و تسبیح عبادت اور ذکر الٰہی کی زندگی اختیار کریں۔ کیونکہ قبروں سے اُٹھ کر سب سے پہلے یہ حمد و ذکر ہی کام آئے گا۔ کفار جب اپنے خالق کو بھول گئے تو اپنے لوٹانے

والے کے بھی منکر ہو گئے ۔ اور تین سوالات کرتے رہے ۔
۱ کون زندہ کرے گا ۲ کیسے زندہ کرے گا ۔ ۳ کب زندہ کرے گا ۔ یہاں تینوں کا جواب دیا گیا ۔ یہ فائدہ بحمدہٖ فرمانے سے حاصل ہوا ۔
تیسرا فائدہ ۔ حمد الٰہی سب سے بابرکت عبادت ہے کہ آخرت میں سب عبادتیں ختم ہو جائیں گی مگر رب تعالیٰ کی حمد وہاں بھی ہوگی لیکن وہاں تشریعی یا فرض واجب کوئی کام نہ ہوگا بلکہ لذت اور غذا کے مثل ہوگا ۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں ۔
پہلا مسئلہ ۔ ہر صیغہء امر وجوب کے لیے نہیں ہوتا بلکہ فقہ حنفی کے مطابق اصول فقہ کے بیان کردہ امر کے سولہ معنیٰ درست ہیں ۔ دیکھو یہاں ۔ کُوْنُوْا ۔ صیغہء امر ہے لیکن نہ وجوبی ہے نہ تکلیفی بلکہ تعجیزی یا تحقیری ہے لہٰذا امام شافعی کا فرمان درست نہ ہوا کہ امر صرف وجوبی اور الزامی ہی ہوتا ہے یہ مسئلہ کُوْنُوْا فرمانے سے مستنبط ہوا ۔
دوسرا مسئلہ ۔ لفظِ عسیٰ خبر کے لیے بھی آتا ہے اور ترنک کے لیے بھی لہٰذا اگر کوئی شخص اپنے اقرار میں یا طلاق ۔ اور نکاح ۔ خرید و فروخت میں یا کسی وعدے میں عسیٰ کا لفظ استعمال کرے تو حنفی مسلک میں وہ اقرار اور انعقاد یا وعدہ نہ ہوگا یہ مسئلہ قُلْ عسیٰ فرمانے سے مستنبط ہوا ۔ اردو میں عسیٰ کا ترجمہ ہے شاید اور عنقریب ۔
تیسرا مسئلہ ۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآلہٖ وبارک کو قیامت کا پورا پورا علم ہے کہ کب اور کیسے ہوگی اور بہت سی احادیث سے بالوضاحت ثابت ہے ۔ یہاں عسیٰ فرمانا عام بندوں کے اعتبار سے ہے یہ مسئلہ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ اور تَظُنُّوْنَ ۔ کے جملہ خبریہ سے مستنبط ہوا ۔ لہٰذا جو بدبخت یہ کہے کہ نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم نہیں ہے وہ گمراہ اور فاسق گنہگار ہے اور گستاخ ہے ۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں ۔
پہلا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وہ حمد کو قبول کریں گے ۔ حالانکہ پہلے یَدْعُوْکُمْ میں بلانے کا ذکر ہے تو چاہیئے تھا بحمدہٖ نہ ہوتا بلکہ بِدَعْوَتِهٖ یا بِاَمْرِهٖ ۔ ہوتا ۔
جواب ۔ یہاں بؔ جارہ مفعولیت کی نہیں بلکہ بمعنیٰ ساتھ ہے یعنی وہ حمد کے ساتھ امر کو قبول کریں گے حمد کرتے عاجز ہوتے گڑگڑاتے ہوئے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا بحمدہٖ کا معنیٰ ہی بامرہٖ ہے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اہل قبور سروں سے مٹی جھاڑتے اور سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ پڑھتے اٹھیں گے ۔ بعض کہتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ پڑھتے اٹھیں گے (مسئلۃ الرازی)
دوسرا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا ۔ اَنْ یَّکُوْنَ قَرِیْبًا ۔ قیامت قریب ہی ہے ۔ چودہ سو سال تو گزر چکے ہیں اس

فرمان کو۔ ابھی تک تو آثار بھی نہیں آئے تو قریب کیسے ہوا اور یہ فرمان کیونکر ٹھیک ہوا؟

جواب۔ یہ اعتراض اوّلاً امام رازی کے زمانے کیا گیا اس وقت چھ سو سال گزرے تھے اب بھی حالانکہ بدستور یہ اعتراض قائم ہے کوئی بھی کر سکتا ہے اسی لیے ہم نے اپنے زمانے سنہ ہجری لکھ کر اعتراض قائم کیا۔ اس کا جواب امام رازیؒ نے یہ فرمایا کہ قریب ہونا دنیا کی پوری مدت کے اعتبار سے ہے نبی کریم کے زمانے میں دنیا کی زیادہ مدت جو حضرت آدم سے شروع ہوئی ہزاروں سال گزر چکی تھوڑی باقی ہے اس لیے قریبًا کہنا بالکل درست ہے۔ دوسرا جواب یہ ہو سکتا ہے مقصد قیام دنیا پورا ہو چکا ہے یعنی نبوت کا سلسلہ اب تو صرف قیامت کا ہی انتظار ہے جس میں اس سلسلے کا نتیجہ ظاہر ہونا ہے۔ یعنی قریب ہے انتظار میں بجز اس کے اب کسی اور کا انتظار نہیں رہا۔

تیسرا اعتراض۔ حِجَارَةً اَوْحَدِیْدًا کے بعد اَوْخَلْقًا مِّمَّا یَکْبُرُ الخ کیوں فرمایا گیا نے حیات اور نا قابل زندگی ہونا تو حجر و حدید فرمانے سے ہی معلوم ہو گیا تھا۔

جواب۔ کفار کی ناقص عقل بعض اوقات بعض پتھروں میں زندگی مان لیتے ہیں اور ان کو دیوی۔ دیوتا، مورتی اور مہاراج کہنے لگ جاتے ہیں اس لیے فرمایا گیا کہ ان کے علاوہ جس کو تمہارے دل دماغ بے جان اور انتہائی نا قابل حیات سمجھتے ہیں فرض کر لو۔ وہ مخلوق وہ چیز تم بن جاؤ تب بھی رب تعالیٰ خالق سُبْحَانَهٗ تم کو پہلی حالت کی طرح پیدا کر سکتا ہے یا تم بذات خود موت ہی بن جاؤ جو زندگی کی ضد ہے تب بھی تم کو تبدیل کر کے زندگی بنا سکتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ

قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْحَدِیْدًا اَوْخَلْقًا مِّمَّا یَكْبُرُ فِیْ صُدُوْرِكُمْ فَسَیَقُوْلُوْنَ مَنْ یُّعِیْدُنَا قُلِ الَّذِیْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَیُنْغِضُوْنَ اِلَیْكَ رُءُوْسَهُمْ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ۔ اے قلب محبوب اپنے اعضاء باطنی اور قوت نفسانیہ کو خبردار فرما دے کہ بیشک غفلت کی شدت میں مثل پتھر ہو جاؤ یا گناہ اور نافرمانی کی قوت میں لوہا بن جاؤ یا مکاری اعمال کا کوئی بڑا حیلہ فساد۔ شرارت کا پہاڑ کھڑا کر دو جو تمہاری نظر میں بہت کچھ ہو۔ پھر مغروریت دماغی سے کہتے پھرو کہ کون ہماری ذلتوں شرارتوں کو ختم کر کے تذکیہ، روحانی اور قلب نورانی کے میدان محشر اور مقام حساب کتاب میں قیامت صغریٰ برپا کر سکتا ہے۔ اے انوار باطنی قلب مذکی تو ہی فرما اور زبان فطرت سے کلمات الٰہیہ سے تو ہی بتا کہ وہی ذات وحدت جس نے تم کو عالم امر میں انوار کے جھمگٹوں میں پہلی مرتبہ تاج وجود خلعت پیدائش عطا نیست سے بقاء ہست بخشا۔ تو میدان قلبیہ کی طرف اپنی توجہ باطنی کرتے ہوئے اے قلب فطرت قلم قدرت یہ نفوس سرِ ذلیلہ تیری طرف اپنے دماغی خیالات عقلی تصورات کو جھکاتے ہوئے کہیں گے کہ یہ خیالات و گمانات کی نوری تبدیلی کب ہو گی۔ گناہ مثل پتھر ہے اور کفر مثل لوہا ہے لیکن معصیت بدیکبر فی صدور کم ہے تمام

اشرار پر حاوی ہے۔ انسان پر تعجب ہے کہ اپنی خواہشات پر بیشمار خرچ کرتا ہے اور اللہ کی راہ میں ایک درہم ایک روپیہ خیرات کرنے سے غریبی کا ڈر رکھتا ہے اور مثل بہرے پتھر کے بخیل ہو جاتا ہے۔ امام شعرانی فرماتے ہیں کہ لوگوں سے کم ملو تاکہ دو طرفہ پردہ قائم رہے کثرتِ ملاقات سے نظروں میں حقیر ہو جاتا ہے۔ تین چیزیں مثل سانپ بچھو اور موذی ہیں۔

ف ۱ بُرے دوست ف ۲ دنیوی دولت ف ۳ دنیا پرستی۔ ان کا تعویذ شریعت کا راستہ ہے اور راہِ طریقت معرفت وہ زندگی ہے جو غفلت کی موت کے بعد ہے جو شریعت کے تعویذ کو اور طریقت کے وظیفے کو مضبوطی سے سنبھال کر پاس رکھے گا وہ موذیاتِ نفسانی سے بچا رہے گا۔ اے غافل تو اپنے بھائی کی میت پر روتا ہے جو زندہ نہیں ہو سکتا۔ اور اپنے مردہ دل پر نہیں روتا جو تیرے رونے سے ہی زندہ ہو جائے گا اپنی آرزوؤں کو دل کی دل میں ہی مار ڈال۔ دل کو ان کے اندر مت مار۔ کہ دنیا پر ہی مر مٹے۔ دنیا بہت جلدی فنا ہونے والی ہے۔ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا اے نقارۂ سرمدیہ آواز دے دے نفوسِ ابلیسیہ کو کہ بہت ہی جلدی ہے کہ تمہاری آخرت قریب ہو جائے وہ مشاہدۂ ازلیہ قدیمہ کا روشن یوم مراد ہے جب کہ بلانے والا منزلِ مقصودِ ذاتی کی طرف بلائے گا۔ تو تم سب اہلِ نفس و عقل۔ ہوا و ہوس ذکرِ سرّی کی حمدیں پڑھتے چلے آؤ گے اور یقینِ کامل سے گمانِ باطنی کرو گے کہ دنیا عیش و مستی میں صرف تھوڑی ہی مدت ٹھہرے رہے اس لیے کہ بے ادبی گستاخی باطل کے شور کی مثل ہے اور احترام قلب و شکر حق کا زور ہے۔ اور یہ اٹل حقیقت ہے کہ جس میں ادب نہیں اس میں سب بیماریاں ہیں۔ اے بندے عشقِ انتقام اور کینے بدلے کو بھول جا کیونکہ یہ زخم باطنی کو ہرا رکھنے والا ہے۔ سب کی آخرت ایک دن آنے والی ہے۔ انتقام کو منتقم حقیقی ازلی ابدی قدیم کی طرف چھوڑ دے۔ اور بندۂ صابر بن جا کہ یہی کامیابی ہے۔

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ

اور اے نبی تم فرما دو میرے بندوں کو کہ وہ سب بولا کریں وہ کلام جو بہت خوبصورت اچھا ہو۔ کیونکہ

اللہ میرے بندوں سے فرماؤ وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو بیشک

الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ

شیطان ہی اُن کے درمیان جھگڑے کراتا ہے بیشک شیطان

شیطان ان کے آپس میں فساد ڈال دیتا ہے بیشک شیطان

لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ

انسان کا کھلا دشمن ہے ۔ تمہارا رب ہی سب سے زیادہ

آدمی کا کھلا دشمن ہے ۔ تمہارا رب تمہیں خوب جانتا

اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ؕ وَمَآ

تم کو جاننے والا ہے اگر وہ چاہے تو تم پر ہمیشہ رحم ہی کرے اور اگر چاہے تو تم کو سزائیں دے ۔ اور اے نبی

ہے وہ چاہے تو تم پر رحم کرے چاہے تو تمہیں عذاب کرے اور

اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۵۴﴾ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ

ہم نے آپ کو ان پر ذمے داری نہیں دی ۔ اور آپ کا رب ہی اُن تمام کو پوری

ہم نے تم کو ان پر کروڑا بنا کر نہ بھیجا اور تمہارا رب خوب جانتا ہے

بِمَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا

طرح جاننے والا ہے جو تمام آسمانوں و زمین میں ہیں ۔ اور البتہ بیشک ہم نے ہی کچھ

جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں اور بیشک ہم نے نبیوں میں

بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾

انبیاء کرام کو کچھ انبیاء عظام پر فضیلت بخشی اور ہم نے ہی داؤد کو زبور عطا کی

ایک کو ایک پر بڑائی دی اور داؤد کو زبور عطا فرمائی

تعلق ان آیت کریمہ کا پچھلی آیت کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق - پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ اے پیارے حبیب نبی۔ کافروں سے فرمائیے۔ اب یہاں فرمایا جارہا ہے کہ اے پیارے نبی مومنوں اور ہمارے مخلص پیارے بندوں سے فرمائیے۔ اُمّت دو ہی قسم کی ہوتی ہے۔
۱۔ اُمّتِ دعوت جس میں تمام دنیا کے انسان تاقیامت داخل ہیں ۲۔ اُمّتِ اجابت اُس میں صرف اہل ایمان داخل ہوگئے۔ پچھلی آیت میں امت کی ایک قسم کا ذکر ہوا اب یہاں اُمّت کی دوسری قسم کا ذکر ہو رہا ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ اُمّت ۲ قسم کی ہے۔ **دوسرا تعلق** - پچھلی آیتوں میں کافروں کی بری اور کفریہ باتوں کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں مسلمانوں کو اچھی ایمان والی باتیں کرنے اور بری کافروں گستاخوں جیسے اور ان جیسی باتیں کرنے سے منع فرمایا جارہا ہے کہ وہ کافروں کا وطیرہ تھا اور یہ ایمان والوں کا شیوہ ہے۔
تیسرا تعلق - پچھلی آیت میں بڑی چھوٹی مخلوق کے ابتدائً فرمانے کا ذکر ہوا تھا اور بتایا گیا تھا کہ باری تعالیٰ سب کو دوبارہ بھی پیدا فرما سکتا ہے۔ اب ان آیت میں بتایا جارہا ہے کہ خالق تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کو ہر وقت ہر حالت میں جانتا ہے خواہ زمین میں موجود اور مرمٹ چکی ہوں یا آسمانوں فضاؤں میں اڑتی بکھرتی پھریں یا عرش کرسی پر موجود ہوں۔ **چوتھا تعلق** - پچھلی آیت میں قرآن مجید کی شریعت کا ذکر ہوا۔ یہاں زبور شریف کی طریقت اور مناجات کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔
شانِ نزول - تفسیر خزائن العرفان میں صدر الافاضل مراد آبادی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ کفارِ مکہ جب قحط شدید میں مبتلا ہوئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ کتے بلے اور مردار تک کھا گئے۔ تو نبی کریم رؤف و رحیم کو مشکل کشا حاجت روا جانتے مانتے ہوئے فریاد لائے اور آپ سے قحط دور کرنے کی التجائیں کیں تب یہ آیت نازل ہوئیں۔ ان آیت ۵۶ تا آیت ۵۷ میں بتایا کہ مصیبت کے وقت اللہ رسول کے پاس آتے ہو اور اللہ رسول کو پکارتے ہو لیکن آسانی کے وقت بتوں کو پوجتے اور ان سے مانگتے ہو۔ اے کافرو کم عقلو۔ اسی رب تعالیٰ کو حقیقی واحد معبود مانو۔ جس کے حضور مصیبتوں میں فریاد لاتے ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ کفار مکہ غریب مسلمانوں کو گالیاں دیا کرتے تھے تو ایک دفعہ غریب مسلمانوں نے بارگاہ نبوت میں شکایت کی اور جواباً اسی قسم کی باتیں کرنے کی اجازت مانگی تب یہ آیت کریمہ ۵۳ نازل ہوئی جمہور علما فرماتے ہیں یہ آیت منسوخ ہے آیت سیف سے جس طرح ہم نے اپنے فتاویٰ العطایا جلد دوم میں آیت منسوخہ کی پوری فہرست میں اس کو شامل کیا ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ منسوخ نہیں کیونکہ یہ صرف گفتگو کا حکم ہے جو تاقیامت جاری ہے۔ اور جو آگے وجہ بیان ہو رہی ہے وہ بھی اسی کی تائید کر رہی ہے جب شیطان تاقیامت فسادی تو قولِ حسن کا حکم بھی تاقیامت جاری ہے۔

تفسیر نحوی

وَقُلْ لِعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۔ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ۔ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ۔ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ۔ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ

واؤ ستر جملہ قُلْ فعل امر حاضر اَنْتَ ضمیر حاضر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہے اس کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لام جارہ تعدیہ کا۔ عِبَادِ جمع ہے عبد کی لغوی ترجمہ عبادت کرنے والا صیغہ مبالغہ حاصل مصدر جامد اصطلاحی ترجمہ ہے ہر قسم کا بندہ۔ فرماں بردار یا نافرمان۔ یہاں مراد ہے مومن مسلمان تا قیامت۔ یْ۔ ضمیر متکلّم واحد جس کا مرجع ہے اللہ تعالیٰ جل سُبْحَانَہٗ۔ یہ مرکّب اضافی مجرور ہو کر متعلّق ہے قُلْ کا جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اگلا جملہ اس کا مقولہ ہے۔ یَقُوْلُوْا۔ فعل مضارع مثبت معروف بمعنیٰ امر غائب صیغہ جمع مذکّر غائب۔ لام امر پوشیدہ ہے اس لیے آخر سے نون اعرابی گر گئی۔ ھُمْ ضمیر مستتر اس میں فاعل ہے اَلَّتِیْ اسم موصول مؤنّث کیونکہ اس کا موصوف قول ہے جو غیر ذوی العقول سے ہے۔ ھِیَ ضمیر واحد مؤنّث غائب مرفوع مبتدا ہے اَحْسَنُ اسم تفضیل مذکّر واحد حُسْنٌ سے بنا ہے بمعنیٰ اچھا ہونا پیاری باتیں کرنا۔ بااخلاق ہونا بحالت رفع ہے خبر مبتدا ہے جملہ خبریہ یا انشائیہ ہو کر مفعول بہٖ ہے یَقُوْلُوْا کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر مفعول بہٖ ہوا قُلْ کا یا مقولہ ہوا۔ اور جملہ فعلیہ قولیہ ہو کر مکمّل ہوا۔ اِنَّ حرفِ تحقیق الف لام استغراقی۔ شیطان سے مراد سارے چھوٹے بڑے شیطان ہیں یَنْزَغُ۔ باب فَتَحَ کا مضارع مثبت معروف بمعنیٰ حال واحد مذکّر غائب نَزْغٌ سے۔ بنا ہے لغوی ترجمہ ہے فسادی ہونا وسوسہ ڈالنا بَیْنَ اسم ظرف اسم متمکّن مضاف ہے ھُمْ ضمیر مضاف الیہ مرکّب اضافی ظرف ہوا یَنْزَغُ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہوئی اِنَّ کی اَلشَّیْطٰنَ بحالتِ نصب ہے کیونکہ اسم اِنَّ ہے مفرد اور جامد ہے۔ اِنَّ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ اِنَّ حرفِ مشبّہ بالفعل الف لام عہدی ہے۔ لفظِ شیطان اسم صفاتی ہے ابلیس کا شَطْنٌ سے بنا ہے بمعنیٰ مغرور۔ سرکش۔ غدّار۔ باغی۔ یا شَیْطٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ہلاک ہونا یا شَطْطٌ سے بنا ہے بمعنیٰ جلایا ہوا ہونا۔ دور ہٹایا ہوا ہونا۔ بحالتِ نصب ہے اسمِ اِنَّ ہے۔ كَانَ فعل ماضی ناقصہ ھُوَ ضمیر مستتر اس میں ہے مرجع شیطٰن ہے۔ لام جارہ الف لام جنسی۔ اِنْسَانِ مجرور ہے۔ مراد ہے ہر آدمی عورت و مرد بچہ جوان بوڑھا نیک و بد۔ نبی ولی عالم جاہل جار مجرور متعلّق ہے كَانَ کا۔ عَدُوًّا اسم مفرد جامد بمعنیٰ دشمن موصوف ہے مُبِیْنًا۔ باب افعال کا اسم فاعل واحد مذکّر ہے صفت ہے اس کا مصدر ہے اِبْیَانٌ بمعنیٰ صاف بیان کرنا۔ ظاہر ظہور کھلا دشمن یہ مرکّب توصیفی خبر ہے كَانَ کی وہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی۔ اِنَّ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا رَبُّ اسم مفرد جامد بمعنیٰ پروردگار مضاف ہے۔ كُمْ ضمیر جمع حاضر مضاف الیہ یہ مرکّب اضافی مبتدا ہوا۔ اَعْلَمُ۔ علم سے مشتق ہے اسم تفضیل مذکّر ہے بمعنیٰ بہت ہی جاننے والا۔ بْ جارہ تعدیہ کی كُمْ ضمیر مجرور متّصل متعلّق ہے اَعْلَمُ کا یہ جملہ اسمیہ بن کر خبر مبتدا ہوئی اور جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔ اِنْ حرف شرط۔ یَشَاءْ۔ باب ضَرَبَ کا فعل مضارع

صیغہ واحد مذکر غائب۔ شَیْءٌ سے مشتق ہے بمعنی چاہنا۔ پسند کرنا ھُوَ ضمیر اس میں پوشیدہ فاعل ہے مرجع ہے رَبُّ یہ جملہ فعلیہ شرط ہوگیا۔ یَرْحَمْ۔ مضارع مثبت معروف رحمٌ سے بنا ہے۔ بمعنی ہر طرح کی نگاہداشت کرنا۔ کُمْ ضمیر۔ مفعول بہ یہ جملہ فعلیہ ہوکر جزا ہوئی سب مل کر جملہ شرطیہ ہوگیا پھر معطوف علیہ ہوا اَوْ حرف عطف تردیدی۔ اِنْ۔ حرفِ شرط۔ یَشَأْ۔ فعل مضارع جملہ فعلیہ باب ضَرَبَ کا مضارع مجزوم اس میں پوشیدہ ضمیر ھُوَ اس کا فاعل ہے مرجع رب تعالیٰ یُعَذِّبْ۔ باب تفعیل کا مضارع۔ مجزوم ہے جزا ہونے کی وجہ سے۔ یہ شرط جزا مل کر معطوف ہوا معطوف علیہ معطوف مل کر مفعول فیہ ہوا اَعْلَمُ کا۔ یعنی رب تعالیٰ تم کو اس بات میں بہت جاننے والا ہے کہ چاہے تو رحم کرے چاہے تو عذاب کرے۔ اَعْلَمُ اپنے اسم اور متعلّق اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر خبر مبتدا۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوگیا اَرْسَلْنَاكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا۔ واؤ سر جملہ مَا اَرْسَلْنَا۔ باب افعال کا ماضی مطلق منفی معروف صیغہ جمع متکلم مخاطب فاعل اللہ تعالیٰ ہے رَسْلٌ سے بنا ہے اِرْسَالٌ مصدر ہے متعدّی ہے بمعنی بھیجنا۔ كَ ضمیر واحد حاضر مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ منصوب متّصل ہے کیونکہ مفعول بہ ہے۔ عَلَیْهِمْ جار مجرور متعلق ہے مَا اَرْسَلْنَا کا۔ ھِمْ کا مرجع انسان ذہنی استغراقی۔ وَكِیْلًا۔ بروزن فعیلًا صفت مشبّہ۔ بمعنی ذمہ دار جواب دہ۔ اُردو میں اس کو کرُوڑا کہتے ہیں۔ لفظ وکیل عام ہے بہت معنی میں جس میں ایک معنی یہ ہے۔ جواب دہ یعنی کرُوڑا۔ صرف یہی معنی یہاں مراد ہے اس معنی میں نہ ہم اللہ تعالیٰ کو وکیل کہہ سکتے ہیں نہ رسول پاک کو۔ بحالتِ نصب ہے۔ حال ہے كَ کا وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا۔ واؤ سر جملہ۔ رَبّ اسم جامد بمعنی پالنے والا۔ اللہ تعالیٰ کی خصوصی صفت ہے اس لیے کسی اور کو کہنا جائز نہیں ہے۔ بحالت رفع ہے مبتدا مضاف ہے اس لیے تنوین (دو پیش) نہیں آسکتے كَ ضمیر مخاطبہ کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اَعْلَمُ اسم تفضیل مذکر۔ بحالتِ رفع خبر ہے رَبُّكَ مبتدا کی۔ بِ جارّہ تعدیہ کی مفعول بہ کے درجے میں مابعد اسم کو کردیتی ہے مَنْ موصولہ فِیْ جارّہ السَّمٰوٰت اسم جامد جمع جنسی اس کا واحد ہے سَمَاءٌ بمعنی آسمان یا بلندیاں یا فضائیں۔ یا فلکیات۔ واؤ عاطفہ۔ الف لام استغراقی بمعنی تمام ظاہر باطن زمین۔ اَرْضٌ اسم جامد مؤنث لفظی اس میں تاءِ تانیث پوشیدہ ہے دراصل ہے اَرْضَۃٌ۔ معطوف ہے سموات پر سب عطف مجرور ہے فِیْ جارّہ سے متعلق دوم ہے اَعْلَمُ کا۔ وہ جملہ اسمیہ ہوکر خبر اور مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مکمل ہوا۔ واؤ ابتدائیہ قَدْ فَضَّلْنَا فعل ماضی قریب مثبت معروف صیغہ جمع متکلم مخاطب فاعل باری تعالیٰ جَلَّ سُبْحَانَہٗ۔ بَعْضَ اسم جامد مفرد بمعنی چند یا کوئی۔ کسی یا کچھ لفظًا واحد ہے معنًا جمع ہے۔ بعض نحات کہتے ہیں کہ حکمًا جمع قِلّت ہے تین سے دے کر دس تک کے لیے مستعمل ہے مگر صحیح قول یہ ہے کہ جماعت کے یا جسم کے آدھے سے کم حصّے کو کہتے ہیں۔

اسی سے ہے بَعُوضٌ بمعنیٰ مچھر بحالت نصب مفعول بہ ہے قَدْ فَضَّلْنَا کا۔ تنوین (دو زبر) اسے مانع اضافت ہے اَلنَّبِيِّيْنَ۔ الف لام استغراقی بمعنیٰ تمام۔ نَبِيِّيْنَ اسم جمع مذکر سالم کثرت اس کا واحد ہے نبی نبوۃ سے مشتق ہے بمعنیٰ غیب کی خبر دینا۔ اصطلاحًا اسم جامد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا پیغام لانے والے بے مثل انسان یہ خصوصی عطائی صفت ہے کسی غیر نبی کو نبی کہنا کفر ہے علیٰ جارہ بَعْضٍ اس کا مجرور متعلق ہے قَدْ فَضَّلْنَا کا۔ یہ سب فعل فاعل مفعول بہ۔ متعلق مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ واؤ سے جملہ آتَيْنَا ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم اس کا فاعل رب تعالیٰ۔ اَتْیٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ دینا۔ متعدی بدو مفعول ہوتا ہے۔ دَاوٗدَ۔ اسم مفرد جامد غیر منصرف ہے کیونکہ عجمی اور عَلَم ہے۔ عبرانی لفظ ہے عبرانی میں اس کا ترجمہ تھا۔ عجز اور مسکینیت کرنے والا۔ نرم و گداز طبیعت والا۔ یہ نام ہے دوسرے صاحب کتاب نبی مرسل پیغمبر علیہ السّلام کا۔ بحالتِ نصب ہے مفعول بہ اوّل ہے آتَيْنَا کا۔ زَبُوْرًا۔ اسم جامد عبرانی لفظ ہے یا بروزنِ فَعُوْل عربی لفظ ہے بمعنیٰ مفعول مزبور اس کی تین قرأتیں ہیں۔ ۱ زَبور یہی مشہور ہے ۲ زُبور ضمہ سے ۳ زِبور کسرے سے یعنی لکھی ہوئی کتاب۔ عبرانی یا سریانی لغت میں نازل ہوئی تھی اس کا ترجمہ ہے کھجور کے پتے۔ لمبی پتھر کی سلیں۔ کثرتِ استعمال سے چمڑے۔ پتھر یا درخت کی چھال پر لکھی عبارت کو زبور کہا جاتا رہا۔ یہاں مراد ہے کلامِ الٰہی کی دوسری مُنَزَّلٌ مِنَ اللہ کتاب جو قدرتی موٹی جلی پر لکھی ہوئی نازل ہوئی تھی۔ بحالتِ نصب ہے۔ کیونکہ مفعول بہ دوم ہے آتَيْنَا کا۔ آتَيْنَا اپنے فعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۚ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ۚ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۔ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ۚ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ

اس آیت کی دو طرح تفسیریں کی گئی ہیں ایک یہ کہ پیارے حبیب نبی میرے مخلص محبوب اہل ایمان بندوں کو فرما دیجئے کہ کفار کی گستاخانہ باتیں کڑوی کسیلی ذلّت آمیز گفتگو گالی گلوچ سبّ و شتم سن کر نہ غم زدہ ہوں نہ طیش میں آکر جوابًا بُری اور غلیظ باتیں کریں نہ گالی کا جواب گالی سے دیں بلکہ نہایت پاکیزہ ستھری بااخلاق میٹھی ایمانی باتیں کفّار اور دشمنوں سے کریں اس کی تین وجہ ہیں ایک یہ کہ کفار گندے تو ان کی گفتگو بھی گندی غلیظ بری جو شخص جیسا ہوتا ہے ویسی ہی اُس کی گفتگو ہوتی ہے جو اندر بھرا ہوتا ہے وہی اس کے اندر سے نکلتا ہے۔

تا مرد سخن نہ گفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد

جھات کسی سے کرو اچھی ہو بھلی ہو کڑوی نہ ہو کھٹی نہ ہو مصری کی ڈلی ہو۔

لیکن مومنوں کی شان یہ ہے کہ سینے میں قرآن مجید ہے دل میں صاحب قرآن ہے صلی اللہ علیہ وسلم زبان پر

تلاوتِ قرآن اور دماغ میں حدیث و تفسیر ہے اس لیے گفتگو بھی چمنِ مصطفٰی کے پھولوں جیسی ہونی چاہیئے
دوسری وجہ یہ کہ سخت گفتگو سے شیطان آپس میں نفرت اور دشمنی ڈالتا ہے کدورتیں اور دوریاں زیادہ بڑھتی ہیں
محبت والفت کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں تیسری وجہ یہ کہ اے مسلمان تو برائے وصل کردن آمدی۔ نے برائے
فصل کردن آمدی۔ تم تو بچھڑوں کو ملانے۔ بگڑوں کو بنانے روتوں کو ہنسانے۔ اور کفر و طغیان سے جہنم میں گرنے
والوں کو تعلیم محمد مصطفٰی اور اخلاقِ احمدِ مجتبٰی کے ذریعے کافر کو مومن بنا کر بچانے والے ہو۔ شرکیات و فسقیات
سے ہٹا کر شرعی عبادات میں پہنچانے والے تم نے کائناتِ عالم پر چھا کر اپنے عمل و کردار۔ اقوال و کلام سے
کفرستان کو اسلامستان بنانا ہے۔ صرف شیطان ہی تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے جو تمہارے اس راہ سعادت
میں رکاوٹیں پیدا کرتا ہے۔ اس کی دشمنی تم سے پرانی قدیمی چلی آرہی ہے ایسی دشمنی کہ دنیا میں ہر برائی پر وسوسہ
دینے والا ساتھی آگے پیچھے دائیں بائیں سے تمہارے قریب آنے والا ہمراہی لیکن قیامت میں ہر مقام پر تم
سے بیزار و باغی اے مسلمانو پیارے محبوب کے صحابیو مخلصو عابدو۔ زاہدو۔ ہمارے عشق میں آہ سحر گاہی
کرنے والو نہ گھبراؤ۔ تمہارا رب تعالیٰ تم کو تمہارے حالات کو مصائب و آلام کو تم سے زیادہ جاننے والا ہے یہ
اُس کی حکمت ہے کہ اگر چاہے اور جب تک چاہے اِن کفار کی تکلیفوں سے تم کو بچا کر تم پر رحم فرمائے۔
یا چاہے تو کائناتِ عالم کو بلال و یاسر۔ ابو ذر و سلمان کی ثابت قدمی عشقِ الٰہی الفتِ محمدی کی صداقت و امانت
دکھلانے کے لیے کفارِ مکہ و طائف کے ہاتھوں ایذاؤں تکلیفوں کا عذاب دے۔ یا توفیقِ ذکر و شکر صبر و رضا
کا تمہارے دلوں پر رحم کرے اور کفار کی سبّ و شتم بری باتوں سے تمہارے جسموں پر عذاب کرے۔ یا زبانِ مصطفٰی
سے نغمۂ توحید سنا کر تمہاری روح و دماغ پر رحم فرمائے یا چاہے تو دشمن کفر و نفاق کی برائیاں فریب کاریاں
طعنے بازیاں سنا کر تمہارے قلب و عقل کو جسمانی عذاب دے۔

دوسری تفسیر۔ اے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرما دیجئے میرے گمراہ اور بھٹکے ہوئے اُن بندوں سے
جو ابھی کفر شرک کی گندگی میں پڑے ہوئے ہیں کہ انسان بنو اور وہ باتیں کیا کرو جو عقل و فہم۔ تہذیب و تمیز۔ ایمان
عرفان۔ دین و دنیا کے نزدیک اچھی ہوں کفر کو چھوڑ کر ایمان کی ضلالت کو چھوڑ کر ہدایت کی۔ بتوں کو چھوڑ کر اللہ
معبود سُبحانہٗ و تعالیٰ کی۔ شیطان کو چھوڑ کر رحمٰن کی انکارِ قیامت کو چھوڑ کر اقرارِ قیامت قبر و حشر کی فنا موت
کی چھوڑ کر اگلی زندگی کی اس جہان کی عیاشیاں چھوڑ کر اگلے جہان کے دائمی عیش کی باتیں کیا کرو۔ یہ نہ کہو کہ پھر ہم
کو کوئی زندہ نہیں کر سکتا۔ بلکہ قولِ حسن اسی بات پر ایمان لانا ہے کہ جو خالق تعالیٰ پہلے پیدا کر سکتا ہے وہ دوبارہ
بھی بنا سکتا ہے پیدا کرنے سے بنانا زیادہ آسان ہے۔ یہ شرک کفر اور غلیظ باتیں گالی گلوچ ظلم و تشدد شیطان
ہی ان کافروں کے درمیان ڈالتا ہے اور نفرتوں کے فساد پھیلاتا ہے بیشک ابلیس و شیطان تمہارا کھلا ظاہر ظہور

پرانا دشمن ہے کچھ عقلمند بنو اور جلدی دامنِ نبوت میں قرآن و حدیث کے قلعے میں آکر اس ازلی دشمن سے بچو یہ شیطان صرف تمہارا ہی نہیں بلکہ ہر انسان کا دشمن ہے کہ کفار کو جہنم میں پہنچانا چاہتا ہے اور مسلمانوں کو مصیبت میں پھنسانا چاہتا ہے۔ اے کافرو۔ اللہ تعالیٰ کو کسی آن غافل نہ سمجھو تمہارا رب تم کو تم سے بھی زیادہ جاننے والا ہے تمہاری ہر ہر حرکت کو جانتا ہے اور تم پر اس کا پورا قابو ہے۔ چاہے تو تم کو ایمان دے کر تم پر دائمی رحم فرمائے یا چاہے تو تمہاری سختیٔ قلب کی بنا پر تم کو کفر پر ہی مرنے دے اور قبر و حشر میں عذاب دے۔ مفسرین کے نزدیک پہلی تفسیر قوی و مناسب ہے۔ اس لیے کہ قرآن مجید کی کچھ اپنی اصطلاحات ہیں ان میں ہی لفظ عِبَادِیْ۔ عِبَادُنَا اور عِبَادُاللہ یہ سب اس قسم کے خطابات اصطلاحاتِ قرآنیہ میں صرف مسلمانوں کے لیے ہی بولے جاتے ہیں کفار کے لیے لفظ کفار یا لفظِ انسان سے خطاب ہوتا ہے واللہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔ جنہوں نے دوسری تفسیر فرمائی وہ کہتے ہیں کہ ساری کائنات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّتِ دعوت ہے جن میں کفار بھی داخل ہیں اس لیے کفار کو عبادی کہا گیا یا عبادی بمعنیٰ مملوک بندے ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۔ اور اے ہمارے محبوب نبی ساری کائنات کے مالک و مختار رسولِ مکرّم ازلی ابدی کتاب قرآن مجید کے مُرسَل ہم نے تم کو ان لوگوں پر ان کے اعمال افعال اقوال کردار پر کسی قسم کا آپ کو جواب دِہ بنا کر نہیں بھیجا۔ اور آپ کا رب تعالیٰ تو اُن تمام کو ہر وقت ہر حال میں شروع سے ہی بہت جاننے والا ہے جو لوگ بھی آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی گہرائیوں میں جہاں کہیں بھی ہیں کہ کب کس نے کیا کیا اُس کے اس کرنے کی جزا سزا کیا ہے۔ اور اس نے یہ کیوں کیا یہ آپ سے نہیں پوچھا جائے گا کسی شخص کو کیا درجہ مرتبہ عزت و شان دینی ہے یہ بھی رب تعالیٰ ہی بہتر اور خوب جانتا ہے مشرکین کہتے ہیں کہ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آمنہؓ کے یتیم کو رسول بنا دیا جائے اور بلالؓ و صہیبؓ کو یاسر و عمارؓ کو اللہ کا پیارا ولی اللہ اور جنت کے قابل بنا دیا جائے اور ہم سردار اتنی عزت دولت عظمت شان و شوکت اور خوبصورت اللہ کے مردود اور جہنمی بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ اس راز کو بھی آپ کا رب ہی جاننے والا ہے کہ کس کو اپنا نبی رسول محبوب بنانا ہے اور کون اُس کے ولی بننے کے قابل کون پیارے بننے کے لائق ہیں کس کا انجام کیا ہوگا کون جنتی ہے کون دوزخی یہودی کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی رسول نہیں آیا اور سب سے زیادہ افضل صرف حضرتِ موسیٰ ہیں حالانکہ البتہ بیشک ہم نے کچھ انبیاءِ کرام علیہم السلام کو کچھ دوسرے انبیاءِ کرام علیہم السلام پر کئی وجہ سے فضیلت دی کہ کسی کو صَفِیُّ اللہ۔ کسی کو نَجِیُّ اللہ۔ کسی کو خلیلُ اللہ کسی کو سلطان کسی کو بادشاہ۔ کسی کو صرف شریعت کسی کو صرف طریقت اور پھر کسی کو روح اللہ بنایا

چوتھے آسمان پر بلایا۔ اور کسی کو محبوب ازلی ابدی سردار مرسلین بنا کر عرش و کرسی لوح و قلم بلکہ لامکان تک بلا کر صاف ظاہر ظہور جاگتے دیکھتے مَا زَاغَ الْبَصَرُ کی قوت سے اپنا دیدار کرایا۔ اور اے پیارے حبیب یہ یہودی اور اُن سے سُن کر یہ مشرکین مکہ آپ کی نبوت اور کتاب قرآن مجید کا اس دلیل کے ذریعے انکار کس طرح کر سکتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کے بعد کوئی کتاب اللہ کی طرف سے نہیں آئی حالانکہ ہم نے حضرت موسیٰ کے بہت عرصے بعد اپنے داؤد کو بہت بڑی ایک سو پچاس سورتوں والی کتاب زبور عطا فرمائی۔ یہ ہمارا قانون ہے کہ کتاب اور صحیفہ اور اپنا ظاہری کلام صرف انبیاء کرام کو دیتے ہیں پس ثابت ہو گیا کہ داؤد علیہ السلام نبی بھی تھے اور ان پر تورات کے بعد کتاب زبور بھی نازل ہوئی تھی اور یہ یہودی حضرت داؤد کی نبوت بھی مانتے ہیں اور زبور کتاب کو بھی تو پھر آپ کی نبوت اور کتاب کا کس طرح انکار کر سکتے جب کہ زبور میں صرف حمد الٰہی اور دعائیں تھیں اور نعت مصطفیٰ بشارت احمد مجتبیٰ تھی۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام بار بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتیں لوگوں کو سناتے تھے۔ اس بات کو یہودی آج بھی جانتے سمجھتے ہیں زبور میں کوئی شرعی قانون حلال و حرام عبادت و ریاضت کی فرضیت مذکور نہ تھی۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ یہ آیت قُلْ لِّعِبَادِیْ لفظوں میں اگرچہ مختصر ہے مگر شریعت و طریقت کی جامع ہے عبادات عقائد اور معاملات کے تقریباً تمام احکام اس میں موجود ہیں اس کی وضاحت احادیث میں ہے یہ بلاغت قرآنی کی شاندار نشانی ہے۔ **دوسرا فائدہ**۔ قرآن مجید کی تلاوت کلمہ طیبہ کا ورد اور تلقین ذکر الٰہی کی کثرت دنیوی زندگی کا سب سے اچھا عمل ہے یہ فائدہ ہِیَ اَحْسَنُ کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ**۔ حضور اقدس آقاء کائنات کفار کے ذمہ دار نہیں اور نہ ہی کفار کے کفر کے بارے میں کل بروز قیامت آپ سے سوال ہو گا جیسے کہ دنیا میں استادوں یا کسی کارخانے کے اعلیٰ افسروں سے شاگردوں اور مزدوروں کی کارکردگی کے بارے میں سوال ہوتا ہے۔ محشر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار سے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ لیکن اہل ایمان سے آپ کا تعلق واسطہ بھی ہو گا اور آپ اپنی ذمہ داری سے گنہگاروں کی شفاعت بھی کرائیں گے۔ یہ فائدہ وَکِیْلًا فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ نبی کریم آقاء کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں انتہائی ادب و احترام والے کلمات و اقوال بولنے چاہئیں جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہتے اور لکھتے ہیں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں یا آپ کے نور ہونے کا انکار کرتے ہیں نعت خوانی

سے روکتے صلوٰۃ وسلام کو ٹوکتے ہیں وہ مثل کفار حرام کام کرتے ہیں اور جہنمی ہیں۔ یہ مسئلہ یَقُوْلُوا الَّتِیْ الخ فرمانے سے مستنبط ہوا۔

دوسرا مسئلہ - چغلی کھانا اور چغلخوری کرنا سخت حرام کام اور شیطانی کام ہے۔ یہ مسئلہ یَنْزَغُ بَیْنَھُمْ سے مستنبط ہوا کہ دیکھو شیطان ادھر ادھر سے غصہ دلاکر گالی گلوچ بد کلامی کراکر آپس میں لڑائی اور نفرت کدورت پیدا کرتا ہے۔ بالکل یہی کردار چغلخور کرتا ہے۔

تیسرا مسئلہ - کسی بھی مسلمان کو جائز نہیں کہ مرنے سے پہلے کسی کافر یا گناہگار کو دوزخی کہے یا اپنے آپ کو یا کسی کو یقینی جنتی کہے۔ یہ مسئلہ رَبُّکُمْ اَعْلَمُ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ انجام کار کا کسی کو علم نہیں۔ کیا معلوم جو آج کافر یا گناہگار ہے وہ مرنے سے پہلے مسلمان اور متقی ہو جائے۔ اسی طرح کسی کا نام لے کر لعنت کرنی بھی اسی وجہ سے منع ہے ہاں البتہ عام لفظوں سے کہہ سکتے ہیں کہ جو کفر کرے گا وہ جہنمی ہوگا یعنی جو کفر پر مرے گا۔

چوتھا مسئلہ - آقاء دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جائز ہے کہ دنیوی زندگی میں ہی جس کو چاہیں جنت کی یقینی بشارت دیں اور فرمائیں کہ فلاں شخص جنتی ہے۔ جیساکہ حضرت سراقہ کو اُن کے زمانۂ کفر میں جنت کی بشارت دیدی اور اسی طرح عشرہ مبشرہ کو جنتی فرمایا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس کو چاہیں دنیا میں ہی جہنمی فرمادیں جیساکہ اُبَیّ ابن خلف اور عُتبہ۔ عُتَیبہ اور ابی لہب کی بیوی کو زبانِ نبوت نے جہنمی کہہ دیا۔ یہ مسئلہ قُلْ لِّعِبَادِیْ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ یَقُوْلُوْا کی نسبت صرف عِبَادِی کی طرف ہے نہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور اَحْسَنُ سے مراد یہ بھی ہے کہ کفار کو جہنمی نہ کہو۔ نیز اس لیے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے انجام سے خبردار ہیں بلکہ اللہ کی تقدیر پر اختیار بخشے گئے ہیں تقدیر بدل سکتے ہیں جنت دے سکتے ہیں پوچھو حضرت ربیعہ سے دوزخ سے بچا سکتے ہیں پوچھو ابوطالب سے۔ جہنم میں پھینک بھی سکتے ہیں۔ دیکھو انجام کلمہ گو منافقین کا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض - یہاں فرمایا گیا وَلَقَدْ فَضَّلْنَا۔ ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی۔ اور مسلم بخاری کی احادیث میں ہے کہ نَھَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ التَّفْضِیْلِ بَیْنَ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ السَّلَام ان دونوں میں مطابقت کیونکر ہو؟

جواب - اس آیت میں حقیقتِ حال کا ذکر ہے کہ خالق تعالیٰ نے خود ہی انبیاءِ کرام کو جو فضیلت بخشی ہے بس وہی حق اور واقعی ہے اسی کا چرچہ کرو بیان کرو۔ اور حدیث پاک میں خود ساختہ اور بناوٹی اور غلط فضیلتوں

کا ذکر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ یہودیوں نے موسیٰ علیہ السلام عزیر علیہ السلام کے لیے آخری نبی آخری کتاب اور سب سے افضل نبوت اور ابنیت کی جھوٹی اور کفریہ باتیں کیں اور عیسائیوں نے مسیح علیہ السلام کے لیے بہت غلط قسم کی فضیلتیں بناڈالیں یا معنی یہ ہے کہ یہ فضیلتیں اللہ کی عطا اور بخشش ہے تم اس کو ذاتی تعصب اور دنیوی وجاہتوں کے لیے استعمال نہ کرو نہ جھگڑے اور تفریق کا باعث بناؤ۔ قرآن مجید میں بھی اس چیز کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ ۔ یہی حال اولیاء اللہ اور ان کی شان و کرامات کا ہے۔ کہ وہاں بھی کوئی بندہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ سکتا ورنہ گمراہی کا اندیشہ ہے۔

دوسرا اعتراض۔ یہاں ان آیت میں فضیلت کا ذکر کرنے کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر خصوصیت سے کیوں فرمایا گیا؟

جواب:۔ اس کی دو وجہ ہیں ایک یہ کہ یہودی اور یہودیوں سے سن کر مشرکین مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا انکار کرتے تھے اور دلیل میں یہ کہتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد نہ کوئی نبی تشریف لایا اور نہ کوئی آسمان سے اللہ نے کتاب نازل فرمائی لہٰذا قرآن مجید کتاب اللہ کی طرف سے نہیں اور محمد پاک رسول اللہ نہیں (معاذ اللہ) حالانکہ یہی یہودی آج تک حضرت داؤد علیہ السلام کو نبی بھی مانتے چلے آرہے اور زبور کو کتاب اللہ بھی مانتے ہیں۔

بخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کے کہ یہودی نہ حضرت عیسیٰ کو نبی مانتے ہیں نہ انجیل کو کتاب اللہ تسلیم کرتے ہیں اسی لیے ان کے پولوس یہودی نے عیسائی مذہب کو خراب کرنے کے لیے اپنے آپ کو عیسائی بنایا جھوٹی خوابیں گھڑ کر شریعت کی مخالفت کی مسیح کو ابن اللہ جیسا کفریہ عقیدہ جاری کیا اور پوری طرح سچی صحیح عیسائیت کو بگاڑا آج وہی غلط عیسائیت عیسائیوں میں جاری ہے کو پولوس نے بدعمل اور دہریہ بنا دیا۔ اس لیے یہاں داؤد علیہ السلام کا خصوصیت سے ذکر کرکے یہودی دلیل کو توڑا گیا اور مسیح و انجیل کا ذکر نہ کیا گیا۔ اس کا پورا با حوالہ بیان ہماری کتاب اسلامی ناول میں مطالعہ فرماؤ۔ دوم یہ کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے بیک وقت اور بیک زمانہ بہت سی خصوصی فضیلتیں عطا کیں جو حضرت موسیٰ کو نہ ملیں۔ ۱ رسالت۔ ۲ نبوت ۳ مرسلیت ۴ زبور ۵ بادشاہت ۶ علم کتاب ۷ علم جعفر ۸ علم رمل ۹ حکمت و طبابت ۱۰ حضرت آدم کے بعد زمین پر خلافت ۱۱ علم خطابت ۱۲ علم قضا اس لیے یہودی کے دعوے کو توڑا گیا۔

تیسرا اعتراض۔ تو پھر صرف کتاب زبور کا کیوں ذکر کیا گیا باقی خصوصیت کا ذکر کیوں نہ فرمایا گیا۔

جواب:۔ اس لیے کہ یہودی ان خصوصیات کو مانتے تھے وہ صرف کتاب اترنے کے منکر تھے یا اس لیے

کہ دیگر خصوصیات دنیوی تھیں لیکن کتاب دینی خصوصیت ہے اور فضیلت دینی شان والی ہوتی ہے نہ کہ دنیوی۔

چوتھا اعتراض - یہ کیا وجہ ہے کہ یہاں زَبُوْرًا نکرہ ہے مگر اس سے پہلے ایک آیت
وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ میں معرفہ ہے۔

جواب - اس لیے کہ یہاں زبور دینے کا ذکر ہے اور دینے میں کُلیت ہوتی ہے یعنی ہم نے پوری زبور دی۔ یہ کلیت اور کُلیت نکرے سے ثابت ہوتی ہے کیونکہ نکرہ عام ہوتا ہے۔ اور وہاں دوسری آیت میں خاص بات یعنی ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے کا ذکر ہے اور لکھنا بعضیت کو چاہتا ہے کیونکہ کوئی ایک بات تھوڑی جگہ میں لکھی جاتی ہے نہ کہ ساری کتاب میں اس لیے فِیْ ظرفیہ بولا گیا ظرفیت بھی بعضیت کو چاہتی ہے۔ لہٰذا الزَّبُوْر معرفہ فرمانا بہت درست ہے کیونکہ معرفہ کی تخصیص میں بعضیت ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ اس کی تفسیر صوفیانہ آیت ۶۰ کے بعد ہے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا

فرما دو اب پکارو جن کو تم نے معبود سمجھا اس اللہ کے علاوہ یہ پھر

تم فرماؤ پکارو انہیں جن کو اللہ کے سوا گمان کرتے ہو تو وہ

يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾

بھی ملکیت نہیں رکھتے مصیبت دور کرنے کی تم سے اور پھیرنے کی

اختیار نہیں رکھتے تم سے تکلیف دور کرنے اور نہ پھیر دینے کا

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ

یہی لوگ جن کو کفار پوجتے ہیں یہ تو اپنے رب کی طرف قرب کا وسیلہ

وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ تو آپ ہی اپنے رب کی طرف

الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ

ڈھونڈتے رہیں. کہ کون زیادہ مقرب بنتا ہے۔ اور ہر وقت اس اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں

وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اس کی رحمت کی امید رکھتے

وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ

اور نیک لوگ اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ بیشک تمہارے رب کا عذاب

اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک تمہارے رب کا عذاب

مَحْذُورًا ۝٥٧ وَإِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ

خطرناک ہے ۔ اور نہیں ہے کوئی اہل بستی مگر ہم

ڈر کی چیز ہے۔ اور کوئی بستی نہیں مگر یہ کہ ہم

مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ مُعَذِّبُوهَا

ہلاک کرنے والے ہیں اس کو قیامت کے دن سے پہلے ایک دفعہ یا ہم اس کو عذاب کرنے والے ہیں

اسے روز قیامت سے پہلے نیست کریں گے یا اسے سخت

عَذَابًا شَدِيدًا ۚ كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ

انتہائی سخت عذاب ۔ وہ فیصلہ کتاب میں

عذاب دیں گے ۔ یہ کتاب میں

مَسْطُورًا ۝٥٨

لکھا ہوا ہے

لکھا ہوا ہے

تعلق

ان آیات کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ اے میرے حبیب میرے بندوں کو فرما دیجئے کہ شیطان سے بچو۔ شیطانی لوگوں سے دور ہو جاؤ۔ اب ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کفار سے فرمائیے کہ اپنے شیطانوں کو پکار کر دیکھو وہ تمہاری ذرہ بھی مدد نہیں کر سکتے۔
دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے سب پر ہر طرح کی قدرت والا ہے وہ جس پر چاہے رحم کرے۔ معاف کرے یا سزا دے۔ اب ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ کفار کے جھوٹے معبودان باطل بت وغیرہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ کسی کو نفع نقصان نہیں دے سکتے۔
تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں یہودیوں کی اُن دو باتوں کی تردید فرمائی گئی تھی جو وہ کہتے پھرتے تھے کہ ۱۔ اللہ نے توریت کے بعد کوئی کتاب نہ اتاری تردید میں فرمایا گیا کہ توریت کے بعد داؤد علیہ السلام کو زبور دی گئی ۲۔ یہودی کہتے تھے کہ سب نبی ایک درجہ کے ہیں صرف موسیٰ علیہ السلام سب سے زیادہ ہیں۔ تردید میں ذکر کیا گیا کہ غلط ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر درجوں فضیلت دی اب ان آیات میں یہود کی تیسری بات کا تردیدی جواب دیا جا رہا ہے کہ جو وہ کہتے پھرتے کہ فلاں ابن اللہ ہے فلاں اللہ کا بیٹا ہے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ وہ تو اللہ کے پیارے مقبول بندے تھے مگر ان کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ان کا اپنا اپنی جانوں پر ظلم ہے۔
شان نزول۔ بخاری شریف نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ عرب کی ایک جماعت کچھ صحرائی جنات کی پوجا کرتی تھی وہ مخصوص جنات مسلمان ہو گئے۔ مگر یہ کفار اپنی اسی لاعلمی میں ان کو پوجتے رہے تب یہ ایک آیت ۵۷ نازل ہوئی جس میں ان کو شرم دلائی جا رہی ہے کہ وہ جنات تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی غلامی میں آکر خود ہی قرب الٰہی کے لیے وسیلہ ڈھونڈ رہے ہیں اے کم عقلو نادانو تم کس کو پوج رہے ہو۔ تب وہ کفار شرمندہ تائب و خاسر ہوئے اور کچھ اُن میں سے مسلمان ہو گئے۔

تفسیر نحوی

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ۔ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ۔ قُلْ فعل امر حاضر اَنْتَ ضمیر اس میں پوشیدہ۔ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ قول ہوا۔ اُدْعُوْا باب نَصَرَ کا امر حاضر صیغہ جمع دَعْوٌ سے بنا ہے بمعنی بلانا۔ پکارنا۔ عبادت کرنا۔ پوجنا یہاں ہر معنی درست ہے اس میں اَنْتُمْ ضمیر اس کا فاعل ہے۔ اَلَّذِيْنَ اسم موصول مبہمات اسموں میں سے

ہے بحالتِ نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے اُدْعُوْا کا۔ جمع مذکر ہے مبنی اصل ہوتا ہے۔ زَعَمْتُمْ ماضی مطلق جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ اس کا فاعل مرجع کفار ہے۔ زَعْمٌ سے بنا ہے بمعنیٰ باطل دعوے کرنا۔ وہم گمان کرنا۔ بتانا۔ سمجھنا۔ مِنْ حرفِ جر زائدہ دُوْنَ اسم مفرد جامد معرب ہوتا ہے بہت معنیٰ میں مشترک ہے۔ ایک معنیٰ ہے مقابل بھی یہاں مراد ہے اس کا مضاف الیہ ہٖ ضمیر مجرور متصل واحد مذکر غائب مرجع اللہ تعالیٰ یہ مرکب اضافی مجرور ہوکر متعلق ہے زَعَمْتُمْ کا یہ سب جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا اَلَّذِیْنَ موصول صلہ مل کر مفعول بہ ہوا اُدْعُوْا کا یہ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ ہوا۔ فَ حرف عطف لَایَمْلِكُوْنَ باب ضَرَبَ کا مضارع معروف منفی بلا صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر اس میں پوشیدہ جس کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے۔ کَشْفَ اسم مصدر مضاف بمعنیٰ کھولنا دور کرنا۔ پردہ ہٹنا۔ اسی سے ہے مکاشفہ ایک روحانی مقام کا نام ہے اَلضُّرَّ۔ الف لام عہدِ خارجی ضُرّ اسم جامد مفرد مفعول مضاف الیہ۔ بمعنیٰ تکلیف تنگی مصیبت۔ کشف کا یہاں معنیٰ ہے دور کرنا۔ عَنْ جارّہ مجاوزت زوال کے لیے یعنی علیحدہ کر کے ختم کرنا۔ کُمْ ضمیر مجرور متصل یہ جار مجرور متعلق ہے کَشْفَ مصدر مضاف کے یہ سب مل کر شبہ جملہ ہوکر معطوف علیہ ہوا واؤ حرفِ عطف جمع کے لیے لا حرفِ عطف مناسبت اور تعیّن کے لیے۔ تَحْوِیْلًا۔ باب تفعیل کا مصدر ہے حَوْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پھیرنا۔ لوٹانا۔ روک لینا۔ بحالتِ نصب ہے۔ معطوف ہے کَشْفَ کا۔ سب عطف مل کر مفعول بہ ہے لَایَمْلِكُوْنَ کا بعض نے فرمایا لَاتَحْوِیْلًا کا عطف لَایَمْلِكُوْنَ پر ہے اور یہاں ایک لَایَمْلِكُوْنَ اور پوشیدہ ہے مگر یہ تکلفات ہیں۔ جہاں تک ہوسکے پوشیدگیوں سے بچنا چاہیے۔ یہ جملہ فعلیہ ہوکر اُدْعُوْا پر عطف ہوا۔ وہ جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ ہوا قول کا۔ اُولٰٓئِكَ۔ اسم موصول جمع یَدْعُوْنَ باب نَصَرَ کا مضارع دُعْوٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پکارنا۔ بلانا۔ پوجنا۔ فعل حال ہے۔ ھُمْ ضمیر اس میں پوشیدہ فاعل ہے جس کا مرجع تاقیامت تمام مشرکین کفار ہیں۔ یہ جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا اَلَّذِیْنَ کا یہ موصول صلہ مل کر مفعول بہ ہے وَاقِعٌ پوشیدہ اسم فاعل کا یہ جملہ اسمیہ ہوکر صفت ہے اُولٰٓئِكَ کی یہ موصوف مل کر مبتدا ہوا۔

یَبْتَغُوْنَ۔ باب افتعال کا مضارع مثبت معروف جمع مذکر غائب کا صیغہ اِبْتِغَاءٌ مصدر ہے بمعنیٰ تلاش کرنا۔ بَغْوٌ یا بَغْیٌ سے بنا ہے اسی سے ہے بغاوت بمعنیٰ مخالفت تلاش کرنا۔ اِلٰی جارّہ۔ رَبِّ۔ اسم مفرد جامد مضاف ہے ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ اس کا مرجع اُولٰٓئِكَ ہے یہ مرکب اضافی جار مجرور مل کر متعلق ہے یَبْتَغُوْنَ کا اَلْوَسِیْلَةَ الف لام عہد ذہنی۔ وَسِیْلَةَ اسم مفرد جامد یا صفت مشبہ مؤنث بروزنِ فَعِیْلَةٌ وَسْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ کسی چیز کا ذریعہ بننا۔ کسی کا ساتھی بننا۔ سبب یا علت بننا۔ سہارا پکڑنا۔ بحالتِ نصب ہے کیونکہ پچھلے فعل کا مفعول بہ ہے۔ ترکیبًا اگلے لفظ کا موصوف ہے اَیُّ اسم استفہامی مذکر بمعنیٰ کون مضاف ہے معرب ہوتا ہے ھُمْ ضمیر مضاف الیہ مرکب اضافی مبتدا ہے۔

اَقْرَبُ ۔ اسم تفضیل مذکر قربٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ نزدیک ہونا بحالتِ رفع ہے کیونکہ خبر ہے اَیُّھُمْ کی مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہو کر صفت ہوئی وسیلہ کی موصوف صفت مل کر مفعول بہ ہوا۔ یَبْتَغُوْنَ کا۔ یہ جملہ فعلیہ حالیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ واؤ ۔ عاطفہ۔ یَرْجُوْنَ باب ضَرَبَ کا مضارع معروف مثبت جمع مذکر غائب رَجْیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ امید کرنا ۔ آرزو و خواہش کرنا ۔ ھُمْ ضمیر اس میں پوشیدہ فاعل ہے جس کا مرجع اَلَّذِیْنَ یعنی مقبول بندے ۔ رحمت بمعنیٰ حمایت کرنا بخشش و توجہ کرنا ۔ ہٗ ضمیر غائب کا مرجع اللہ تعالیٰ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہوا یَرْجُوْنَ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ حالیہ معطوف علیہ ہوا واؤ عاطفہ یَخَافُوْنَ باب فَتَحَ کا مضارع مثبت معروف ھُمْ پوشیدہ فاعل عذاب اسم مفرد جامد بمعنیٰ سزا دنیوی یا اُخروی اللہ کی طرف سے ۔ ہٗ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے یَخَافُوْنَ کا وہ جملہ فعلیہ معطوف ہوا سب عطف مل کر معطوف ہوا یَبْتَغُوْنَ کا یہ سب عطف مل کر خبر ہوئی اُولٰٓئِکَ مبتدا کی۔ وہ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مکمل ہوا۔ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۔ اِنَّ حرف تحقیق عذاب اسم جامد بمعنیٰ اللہ کی طرف سے سزا۔ مضاف ہے رب اسم جامد بمعنیٰ مالک اور پالنے والا مضاف ہے کَ ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ یہ ڈبل مرکب اضافی اسم اِنَّ ہے ۔ کَانَ فعل ماضی ناقصہ ۔ ھُوَ ضمیر واحد مذکر غائب اس میں پوشیدہ ہے اس کا مرجع عَذَابَ ہے مَحْذُوْرًا ۔ اسم مفعول باب نَصَرَ کا ۔ صیغہ واحد مذکر حذرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ڈرنا ۔ بچنا ۔ احتیاط کرنا ۔ خوفناک ہونا ۔ خطرناک ہونا ۔ قابلِ احتیاط ہونا ۔ بحالتِ نصب ہے خبر ہے کَانَ کی ۔ یہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر خبر اِنَّ ہوئی ۔ اِنَّ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مکمل ہوا۔

وَاِنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِیْدًا كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۔ واؤ سرجملہ ہمیشہ اس کے بعد نئی عبارت نیا کلام شروع ہوتا ہے ۔ اِنْ حرف نفی شرطیہ ۔ ہمیشہ استثنا سے پہلے آتا ہے ۔ مِنْ حرف جر بیانیہ تبعیضیہ ۔ قَرْیَةٍ اسم مفرد جامد مؤنث لفظی بمعنیٰ بستی ۔ اس کی تنوین یعنی دو زیر تنکیری ہیں ترجمہ ہے تمام بستیوں میں سے کوئی بستی بھی نہیں ۔ اِلَّا ۔ مگر۔ حرف استثنا مفرغ ۔ کیونکہ اس کا مستثنیٰ ظاہر نہیں ہے پوشیدہ ہے دراصل تھا اِلَّا قَرْیَةً نَحْنُ بعض نے کہا مستثنیٰ مفرغ نہیں ہے کیونکہ ھَا ضمیر قَرْیَةٍ کی جگہ مستثنیٰ موجود ہے نَحْنُ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا ہے مُھْلِکُوْ باب افعال کا اسم فاعل اس کا مصدر ہے اِہْلَاکٌ ۔ ہُلْکٌ سے بنا ہے بمعنیٰ مرنا ۔ مصیبت میں پڑنا ۔ فنا ہونا ۔ ذلیل و تباہ حال ہونا ۔ یہ لازم ہے افعال میں آکر متعدی ہوا بمعنیٰ فنا کرنا صیغہ جمع مذکر ۔ دراصل تھا مُھْلِکُوْنَ ۔ یہ مضاف ہے ھَا ضمیر کا ۔ اس لیے نونِ اعرابی گر گئی اور الف فاصلہ صرف حشو اور بھراؤ کے لیے لگا دیا جو نون کے قائم مقام ہے ۔ ھَا مجرور متصل مفعول مضاف الیہ ہے ۔ قَبْلَ اسم ظرف زمانیہ بحالت نصب ہے معرب ہے

مضاف ہے یوم اسم زمانی بمعنیٰ دن ۔ علم وقت مراد ہے یعنی زمانہ مضاف الیہ ہے اس لیے مجرور ہے مضاف ہے اَلْقِیٰمَۃِ ۔ اسم مصدر ہے آخر میں تاءِ مصدریہ ہے ۔ لفظی ترجمہ کھڑا ہونا یا کھڑا کرنا۔ اصطلاحًا مرنے کے بعد اُٹھنے کے وقت اور پورے حساب کتاب کے زمانے کو قیامت کہتے ہیں ۔ مضاف الیہ ہے ڈبل مرکب اضافی ظرف ہوا مُھْلِکُوْ کا۔ یہ اسم فاعل جمع مذکر مضاف اپنے پوشیدہ ضمیر نَحْنُ جمع متکلم فاعل ھَا مفعول مضاف الیہ اور ظرف سے مل کر معطوف علیہ ہوا۔ اَوْ عاطفہ اختیاریہ۔ مُعَذِّبُوْا باب تفعیل کا اسم فاعل جمع مذکر مضاف ہے نون اعرابی اضافت کی وجہ سے گر گئی ۔ نَحْنُ ضمیر جمع متکلم اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہے ھَا ضمیر کا مرجع قریۃ مفعول مضاف الیہ ہے ۔ عذابًا موصوف شَدِیْدًا ۔ بمعنیٰ ہمیشہ بہت سخت رہنے والا۔ صفت ہے مرکب توصیفی مفعول مطلق ہے مُعَذِّبُوْا کا۔ سب مل کر معطوف ہوا مُھْلِکُوْ پر۔ سب عطف مل کر خبر ہوئی نَحْنُ مبتدا کی وہ سب جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مستثنیٰ ہوا۔ مستثنیٰ منہ اپنے استثنا و مستثنیٰ سے مل کر جملہ استثنائیہ ہو گیا۔ کَانَ ۔ فعل ماضی ناقصہ ۔ ذٰلِكَ اسم اشارہ بعید کے لیے بحالتِ رفع اسم ہے کَانَ کا یہ ہمیشہ مبنی ہے اس کا مشارالیہ غائب ذہنی ہے یعنی فیصلۂ ربانی تقدیری حکم فِیْ جارّہ ظرفیہ الف لام عہد ذہنی کتاب سے مراد ہے لوحِ محفوظ اسم صفت مشبّہ ہے بمعنیٰ مکتوب یعنی لکھی ہوئی عبارت اصطلاحًا اُس جگہ کو بھی کہہ دیتے ہیں جس پر کچھ لکھا گیا ہو۔ یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے ۔ مَسْطُوْرًا ۔ باب نصر کا اسم مفعول سَطْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ لائن بنانا خواہ جانداروں کی یا درختوں کی یا حرفوں لفظوں کی یہاں یہی آخری معنیٰ مراد ہیں ۔ اصطلاحی ترجمہ ضابطہ مابطہ ذمّہ داری اور سلیقہ پیدا کرنا اٹل ہونا ۔ یہاں سب معنیٰ مناسب ہیں بحالتِ نصب ہے خبر ہے کَانَ کی۔ اس کا نائب فاعل ھُوَ ضمیر مستتر ہے اسم مفعول اپنے نائب فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر ہوئی کَانَ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا اے پیارے نبی۔ ان قحط زدہ مردے کتے بلّے لاشیں کھانے والے روتے بلکتے اُن کفار سے فرما دیجئے جو کہتے ہیں کہ ہم چونکہ اللہ کی عبادت کا حقہ نہیں کر سکتے اس لیے ہم اللہ کے مقرب اور شریک بتوں کی یا جنات کی یا فرشتوں کی یا عیسیٰ علیہ السلام و مریم و عزیر علیہ السلام کی یا کچھ خاص نیک بندوں کی عبادت کرتے ہیں یہ رب کے شریک ہیں ان کے ذریعے ہم کو بھی قربِ الٰہی نصیب ہو گا۔ اور ہمارے یہ معبود ہمکو ہر طرح کی مصیبت سے بچالیتے ہیں ۔ آپ ان کے اس عقیدے اور دعوے کے جواب میں آپ ان سے فرمایئے کہ اب قحط کی مصیبت میں میرے

آستانۂ رحمت اور نبوت کے دروازے نبی کی چوکھٹ پر فریاد رسی کے لیے کیوں آئے ہو ان ہی کو پکارو جن کے متعلق تم نے خودساختہ جھوٹے وہم اور باطل خیالات بسے گمان بنائے اختیار و پسند کر لیے کہ یہ ہی ہمارے معبود ہیں اللہ کے علاوہ تفسیر کبیر۔ مدارک خازن۔ صفوۃ التفاسیر۔ تفسیر فتح القدیر وغیرہ میں لکھا ہے کہ شروع سے تاقیامت نو ۹ طرح کے کفر و کفار ہوئے اور ہوں گے۔

۱۔ سب سے پہلے تصویروں اور فوٹوؤں کو پوجنے اور اُن کی عزت کرنے والے گھروں مندروں عبادت خانوں میں لگانے سجانے والے۔ یہ قوم حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں پیدا ہوئی۔ تصویروں کی پوری تاریخی تفصیلی بیان ہم نے اپنے فتاویٰ العطایا جلد اوّل میں کی ہے۔

۲۔ پتھر مٹی لوہے پیتل کی مورتیوں کو پوجنے اور ان کے سامنے باقاعدہ سجدہ کرنے والے کفار۔ یہ قوم ثمود میں ہوا۔

۳۔ انسانوں کے سامنے بادشاہوں اور بزرگوں کے لیے سجدہ کرنے والے یہ فرعونِ مصر کی ایجاد ہے۔ نمرود نے صرف دعوئے خدائی کیا مگر اپنے آپ کو سجدہ نہیں کرایا فرعون نے دونوں کام کرائے۔

۴۔ جانوروں کی پرستش یہ بنی اسرائیل کی گمراہ قومِ سامریہ کی ایجاد ہے۔

۵۔ صرف عقیدے و زبان سے کسی کو معبود یا الٰہ کہنا یا خدا سمجھنا یا ابن اللہ ماننا یہ یہودیوں اور عیسائیوں کی ایجاد ہے کہ یہودیوں نے حضرت عُزیر علیہ السلام کو اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور شریک مانا عقیدے اور زبان سے عملی عبادت نہیں کی۔

۶۔ فرشتوں کے خیالی تصور کر کے ان کو خدا کی بیٹیاں کہنا اور ان کو شریک اور الٰہ سمجھتے ہوئے ان کی عبادت اور سجدے کرنا۔ یہ کفارِ عرب کی ایجاد ہے۔

۷۔ جنات کی عبادت کرنا اور اُن کو غیبی معبود سمجھنا۔ یہ کفارِ مکہ کا طریقہ تھا۔

۸۔ ان ہی جنات کے خیالی بُت بنا کر پوجنا یہ ہندوستان کے کفار کا طریقہ ہے۔

۹۔ درختوں کو پوجنا یہ بھی ہندوؤں کا طریقہ ہے۔ اس آیتِ کریمہ میں کفارِ مکہ سے خطاب ہے اور زعمتم سے بُت اور جنات مراد ہیں۔ اگلی آیت میں تاقیامت ہر طرح کے کافر مشرک مراد ہیں۔ فرمایا یہ ہے کہ جن بتوں اور جنات کو تم معبود سمجھتے ہو وہ تو تمہاری اس قحط کی مصیبت اور دوسری کسی بھی مصیبت و تکلیف کو ذرہ بھر دور نہیں کر سکتے اور نہ تکلیف پھیر کر تمہارے دشمنوں کو دے سکتے ہیں۔ اس کا بڑا ثبوت تو یہی ہے کہ تم خود اب اس پریشانی میں اپنے بتوں مندروں کو چھوڑ کر انبیاء کرام اولیاء عظام کے آستانوں پر آ گئے۔ دوسرا ثبوت یہ ہے کہ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ

رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا یعنی وہ جنات جن کو یہ کفار مکہ اور کچھ دیگر کافر لوگ ابھی تک پوجھ رہے ہیں اور جن کو یہ کافر اپنا معبود اور حاجت روا مشکل کشا ۔ مضبوط اور طاقت و قوت کا سرچشمہ سمجھے ہوئے ہیں اب وہی ہمارے پیارے نبی کی ذات اقدس اور ہماری توحید و وحدانیت پر سچا ایمان لاکر اپنے رب تعالیٰ کی قرب رحمت و بخشش کی طرف وسیلے تلاش کر رہے ہیں کہ مسلمان ہوکر آستانہ نبی پر پہنچ کر اطاعت مصطفیٰ عشق مجتبیٰ کے خزانے لے کر کون ان پاکیزہ لوگوں میں زیادہ مقرب بارگاہ بنتا ہے ۔ اور اے وہ لوگو جو ہمارے محبوب انبیاء اور فرشتے علیہم السلام کا اور ملائکہ کو اندھی عقیدت و محبت میں ۔ دل سے محبت عمل سے مخالفت ظاہراً دوستی حقیقتاً دشمنی کرتے ہوئے ان کو معبود و ابن اللہ بنا بیٹھے یہ سب انبیاء کرام اور فرشتے تو اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں کبھی ابنیت و شرکت کا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ ہر وقت اپنے رب تعالیٰ کی رحمت کے ہی امیدوار ہیں ۔ اور یہ نیک لوگ بزرگ اولیاء اللہ جن کو یہ کفار اپنی جہالت سے معبود سمجھ رہے ہیں یہ تو وہ مخلص بندے ہیں جو ہر وقت اپنے رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں اپنے لیے یا اپنی غافل گناہگار قوم کے لیے ۔ بیشک اے محبوب آپ کے رب کا عذاب ہر قوم ہر امت ہر نافرمان بدکار کے لیے انتہائی خطرناک ہے اور ایسے لوگوں کے لیے بچنے کے لائق ہے ۔ اس آیت کریمہ میں مختلف عقیدے والے تمام کفار کے خود بنائے اور سمجھے ہوئے باطل معبودوں کا ذکر ہے ۔ کہ وہ جنات جن کو پوجتے ہیں وہ تو مسلمان ہو گئے ہیں ۔ اور فرشتے و انبیاء کرام اپنے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ہی شروع سے امیدوار ہیں ۔ اور بزرگ نیک اولیاء اللہ جن کی خیالی تصویریں فوٹو بنا کر تم نے پرستش شروع کر دی وہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہتے تھے ۔ اور سچے امتی پکے مومن کی شان ہی یہ ہے کہ عبادت و ریاضت اور ذکر الٰہی کرنے کے باوجود ساری زندگی امید اور خوف عذاب بھی رکھیں ۔ لیکن گروہ معصومین یعنی انبیاء کرام اور ملائکہ کو صرف امید رحمت ہوتی ہے ۔ خوف عذاب سے مطمئن ہوتے ہیں ۔ جہاں کہیں انبیاء کرام کے خوف کا ذکر آتا ہے وہاں ہیبت الٰہی کا خوف مراد ہوتا ہے نہ کہ خوف عذاب ۔ بخلاف کفار کے کہ ان کو نہ امید رحمت ہوتی ہے نہ خوف عذاب نہ ہیبت الٰہی ۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کہتے تھے کہ اگر عذاب کی خبر سچی ہے تو ہماری بستیاں تباہ و ہلاک کیوں نہیں ہو جاتیں ۔ ان کے ہی جواب میں فرمایا جا رہا ہے کہ مت جلدی کرو تم تو فقط ایک دو بستی کا ذکر کر رہے ہو مگر قانون قطرت و قدرت یہ ہے کہ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا اور روئے کائنات پر زمین و آسمان کی کوئی بھی ایسی بستی یعنی اہل بستی ۔ نہیں ہے جس کو ہم قیامت کے دن سے پہلے ایک دفعہ ہلاک نہ فرما دیں اس طرح کہ میدان قیامت سے پہلے پہلے سب کو یعنی انسانوں جنوں اور فرشتوں کو موت سے

وفات دے کر مار ڈالیں یا تا قیامت ہونے والے ہر قسم کے کفار کو ظاہراً زمین پر اور باطناً قبر میں اور بوقت موت ایسا عذاب دیں جو شدید تر ہے۔ یہ فیصلۂ تقدیر اٹل ہے۔ لوح محفوظ یا قرآن مجید میں جگہ جگہ یا کتاب توریت اور انجیل میں یا زبانِ نبوت کی کتابِ الٰہیہ میں لکھا جا چکا ہے۔ خیال رہے کہ دنیا میں تقریباً چالیس علاقے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس سے لے کر قیامت تک عالم وجود میں رہیں گے۔ اور قیامت سے پہلے مختلف طریقوں سے وہاں کے باشندوں کو وہ ہلاکت پہنچے گی۔ جس کا یہاں ذکرِ اجمالی فرمایا گیا ہے چنانچہ تفسیر ضحاک میں ہے۔

(۱) مکہ مکرمہ سب سے پہلے یہ بستی والے ہلاک ہوں گے حبشے کی فوج سے۔ (۲) پھر آخر میں مدینہ منورہ کے باشندے ہلاک ہوں گے بھوک اور قحط سے۔ (۳) پھر بصرہ غرق سے (۴) کوفہ ترکیوں کے لشکر سے (۵) تمام پہاڑ ہلاک و تباہ ہوں گے آسمانی بجلی زمینی زلزلوں سے (۶) خراسان مار کٹائی خانہ جنگی سے (۷) بلخ آندھیوں سے (۸) بدخشاں اس کو کچھ قومیں ویران کر دیں گی۔ (۹) علاقۂ ترمذ۔ اس کو طاعون سے ہلاک کیا جائے گا۔ (۱۰) صغانیاں (۱۱) وشجردیہ دونوں علاقے غیر قومیں قتل کر دیں گے (۱۲) سمرقند پر بنو قنطور کا غلبہ ہوگا اور تمام باشندوں کو قتل کر دیں گے (۱۳) علاقۂ شاش (یعنی پشاور مردان وغیرہ (۱۴) اسپجات (۱۵) خوارزم (۱۶) بخاری یہ چاروں علاقے بھوک و قحط سے ہلاک ہوں گے (۱۷) مرو کا علاقہ یہاں کے لوگ اپنے علما اور نیکوں کو ہلاک کریں گے پھر خود بھی مختلف بیماریوں سے ہلاک ہوں گے (۱۸) ہرات یہ سانپ بچھو اور کیڑے کوڑوں سے ہلاک ہوں گے۔ (۱۹) نیشاپور بارشوں کے سیلاب اور بجلیوں کے گرنے سے ہلاک ہوں گے (۲۰) علاقۂ رَی ان پر دیلم اور طبریہ کی قومیں غالب ہوں گی۔ (۲۱) آرمینیہ (۲۲) آذربیجان (۲۳) افغان ان تینوں بستیوں کو قوم ستابک کے گھوڑے اور لشکر ہلاک کریں گے (۲۴) ہمدان کو قوم دیلم (۲۵) اور دیلم کو آندھیاں طوفان (۲۶) حلوان ان کو رات کو سوتے میں بندر اور خنزیر بنا دیا جائے گا (۲۷) مصر کو ذلیل کی بیماریاں ہوں گی وہ اس سے ہلاک ہوں گے (۲۸) دمشق (۲۹) افریقہ (۳۰) رملان تین بستیوں کو بھی وبا سے ہلاکت ہوگی (۳۱) سجستان ان کو تیز آندھی سے ہلاک کیا جائے گا (۳۲) کرمان (۳۳) اصبہان (۳۴) فارس ان کو چیخ چنگھاڑ سے ہلاک کیا جائے گا کہ اولاً ان کے دل پھٹ جائیں گے (۳۵) فرنگی ان کو سیلاب سے ہلاکت ہوگی (۳۶) سپین (اسپین) (۳۷) روس (۳۸) جرمن۔ زمین کے پوشیدہ خزانوں سے غالباً بارودی چیزیں ایٹم بم وغیرہ مراد ہے (۳۹) اور ہندوستان (۴۰) یمن آسمانی کڑکی اور زمینی ظالم بادشاہوں سے ہلاک ہوں گے اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا ہر چیز کو فنا ہے۔ بقا صرف اللہ رسول کو ہے۔ **فائدے**: ان آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ اللہ تک جانے کیلئے وسیلہ پکڑنا لازم ہے اور وسیلہ پکڑنے والا ہی کامل مومن ایمان عرفان شریعت طریقت

معرفت اور توحید والا ہے وسیلے کا انکار اور وسیلے سے ہٹنا کفر اور شرک کی نشانی ہے یہ فائدہ۔ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ فرمانے سے حاصل ہوا۔ دیکھو باری تعالیٰ نے اپنے سچے اہل ایمان لوگوں کی نشانی یہی بتائی کہ وہ قربِ الٰہی کے لیے وسیلہ پکڑتے ہیں۔

دوسرا فائدہ۔ بہت سے کفار نے جن کو الٰہ یا ابنُ اللہ کہنا شروع کر دیا اور یا جھوٹا معبود بنالیا وہ بھی اللہ تعالیٰ کے قرب و رضا کے لیے وسیلہ ڈھونڈتے اور اختیار کرتے ہیں جس طرح مومن جنات اور حضرت عیسٰی علیہ السلام آقاء کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا اور قیامت میں وسیلہ پکڑیں گے۔ یہ فائدہ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ (الخ) کی تفسیر اور شانِ نزول سے حاصل ہوا۔

تیسرا فائدہ۔ خوف اور امید دونوں چیزوں کا نام کامل ایمان ہے انبیاءِ کرام اور ملائکہ عظام کو یہ دونوں چیزیں حاصل ہیں بلکہ بدرجۂ اتم ہیں۔ اگرچہ نوعیتِ خوف مختلف ہے۔ انبیاءِ کرام کو خوفِ عذاب نہیں ہوتا بلکہ خوفِ ہیبتِ الٰہی ہوتا ہے۔ اسی طرح ملائکہ کو خوفِ قرب و ہیبت ہوتا ہے۔ یہ فائدہ۔ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ (الخ) کی تفسیر سے حاصل ہوا۔

احکامُ القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ کوئی شخص کسی شخص کو کفر یا شرک یا گناہ فسق و فجور کرنے کی اجازت یا حکم نہیں دے سکتا۔ کسی بھی برائی کا حکم دینا شریعت اسلامیہ میں سخت ترین جرم ہے بلکہ بعض فقہاءِ کرام فرماتے ہیں کہ جب شرعی برائی کا کوئی اچھا سمجھتے ہوئے حکم دے وہ اسی زمرے میں شمار ہوگا مثلاً کفر کو اچھا سمجھ کر کسی کو کفر کرنے کا حکم دے تو حکم دینے والا کافر ہو جائے گا۔ اسی طرح گناہ کبیرہ یا صغیرہ کا حال ہے۔ لیکن توبیخ جھڑک یا لعن طعن کرنے کے لیے کفر کرنے کا حکم دے تو گناہ اور شرعی جرم نہیں یہی امام اعظم فرماتے ہیں اور اس کا استنباط اس آیت قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ (الخ) سے فرماتے ہیں کہ یہ امر ایجابی نہیں بلکہ توبیخی ہے۔

دوسرا مسئلہ۔ دین دنیا کے ہر معاملے میں وسیلہ ڈھونڈنا اور اختیار کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے اور عملِ آخرت کے لیے ضروری ہے سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی انبیاء اولیاء ملائکہ علماء صلحاء نے وسیلہ پکڑا اور سب سے پہلا وسیلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے جو قربِ الٰہی کا آخری مقام ہے۔ ہاں البتہ مِنْ حیث الدرجات وسیلے کی کیفیت نوعیت اور وجہ مختلف ہے۔ یہ مسئلہ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ (الخ) سے مستنبط ہوا۔

تیسرا مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ کا خوف [illegible] ایمان کی تکمیل ہے اور

خوفِ الٰہی بھی عبادتِ الٰہیہ ہے انبیاءِ کرام کو خوفِ ہیبت ہوتا ہے ملائکہ کو خوفِ صمدیت کیونکہ رب تعالیٰ ہر شے سے بے نیاز ہے اولیاء اللہ کو خوفِ قہاری نیک لوگوں کو خوفِ جباری فاسقین کو خوفِ ہلاکت کافرین کو خوفِ عذاب مجرمین کو خوف سزا ہونا چاہیئے۔ یہ مسئلہ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ (الخ) سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ کے بعد وَلَا تَحْوِیْلًا۔ کہنے کی ضرورت نہیں تھی اس لیے کہ کشف کا معنیٰ ہے دور کرنا مٹانا۔ اور تحویل کا معنیٰ ہے ایک جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنا۔ تو جب کشف ہی کی طاقت کی نفی ہو گئی تو تَحْوِیْلًا کی نفی خود بخود ہو گئی لہٰذا لَا تَحْوِیْلًا کہنے کی ضرورت نہ تھی (محمد رازی)

جواب۔ ضرورت تھی اس لیے کہ کشف کے معنیٰ تو ہیں صرف دور کرنا مٹانا۔ مگر تحویل کے یہ معنیٰ بھی ہیں کہ اسی مصیبت کو آرام اور اسی کڑوے کو میٹھا بنا دینا۔ نہ مٹانا نہ دور کرنا۔ جیسے کہ کچھ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کنواں کھاری اور کڑوا ہے دعا فرمایئے ہمارے لیے کوئی میٹھا کنواں نکل آئے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دھن ڈال کر اسی کو میٹھا کر دیا یہ ہے تحویلا (محمد رازی) تو آیت میں معنیٰ یہ ہیں کہ بُت اور دیوی دیوتا نہ تو مصیبت دور کر سکتے ہیں اور نہ مصیبت کو راحت بنا سکتے ہیں۔

دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ کافر جن کو پوجتے ہیں وہ مصیبت دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتے حالانکہ کفار تو فرشتوں کو بھی پوجتے ہیں اور وہ نفع نقصان دیتے ہیں تو پھر ہر کافر کے لیے لَا یَمْلِكُوْنَ۔ کیونکر درست ہوا۔ اور کیا دلیل ہے کہ فرشتے اور وہ نبی جن کو کافر پوجتے ہیں وہ مدد نہیں کرتے اگر یہ کہا جائے کہ کفار فرشتوں سے فریادیں کرتے ہیں مگر کوئی فرشتہ ان کی بات قبول نہیں کرتا جس سے ثابت ہوا کہ لَا یَمْلِكُوْنَ رہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اس طرح تو مسلمانوں کی بہت دعائیں اللہ بھی قبول نہیں کرتا تو کیا وہ بھی لَا یَمْلِكُوْنَ۔ میں شامل ہے (آریہ)۔

جواب۔ اس آیت میں لَا یَمْلِكُوْنَ۔ سے مراد فرشتے یا انبیاء اولیاء نہیں نہ یہ بزرگ ہستیاں اس میں شامل ہیں مفسرین نے اس آیت میں انبیاء کرام اور فرشتوں کو شامل مانا ہے وہ غلطی پر ہیں اس لیے کہ کسی دور میں انبیاء کرام یا فرشتوں کی پرستش نہیں ہوئی انبیاء کرام کو ابن اللہ اور ملائکہ کو بنت اللہ ضرور کہا گیا مگر ان کی پوجا آج تک کسی نے نہ کی پوجا صرف بتوں کی اور درختوں جانوروں کی ہوتی ہے یا فرعون نے خود اپنی زندگی میں اپنے آپ کو خدا کہا کر سجدے کرائے مرے بعد اس کو بھی کسی نے سجدہ نہ کیا نہ کسی کافر نے کبھی کسی قبر کو پوجا۔ اسی لیے قبر کی عزت جائز ہے اور بت تصویر فوٹو اور مخصوص درختوں کی آگ کی عزت حرام ہے۔ اسی طرح چاند سورج

ستاروں کی عزت حرام ہے۔

تیسرا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ ۔ اُدْعُوا امر ہے۔ اور حکم دیا گیا کہ بتوں کو پوجو۔ حالانکہ بت پرستی کفر ہے تو کفر کا حکم کیوں دیا گیا امر تو وجوب کے لیے آتا ہے۔

جواب ۔ اس کا جواب ہم نے یہیں احکام القرآن میں دے دیا کہ یہ حکم طعن اور جھڑک کے لیے ہے نہ کہ وجوب کے لیے ہر امر وجوب کے لیے نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ جاؤ اب کس منہ سے مصیبت میں اللہ کے دروازے پہ آئے ہو۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ

اور نہیں روکا ہم کو اس سے کہ بھیج دیں ہم معجزات کو مگر اس چیز نے کہ جھٹلایا

اور ہم ایسی نشانیاں بھیجنے سے یونہی باز رہے کہ انہیں

بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً

ان کو پہلوں نے ۔ کہ دی ہم نے ثمود کو قدرتی اونٹنی نظر آتی ہوئی

اگلوں نے جھٹلایا ۔ اور ہم نے ثمود کو ناقہ دیا آنکھیں کھولنے کو

فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿۵۹﴾

تو انہوں نے ظلم کیا اُس پر ۔ اور نہیں بھیجتے ہم آیتوں کو مگر خوف کے لیے

تو انہوں نے اس پر ظلم کیا ۔ اور ہم ایسی نشانیاں نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کو

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا

اور یاد کیجئے جب ہم نے کہا آپ کو کہ بیشک آپ کا رب گھیرے ہے لوگوں کو ۔ اور نہیں

اور جب ہم نے تم سے فرمایا [illegible] تمہارے [illegible] ۔ اور

جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ

کیا ہم نے اس دیدار کو جو دکھایا ہم نے آپ کو مگر آزمائش لوگوں کے لیے

ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش

وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ

اور اس درخت کو بھی فتنہ بنایا جس کو لعنت کی گئی مذکور ہے قرآن میں اور ڈراتے رہتے ہیں ہم ان کفار کو

کو اور وہ پیڑ جس پر قرآن میں لعنت ہے

فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴿۶۰﴾ ع

تو نہیں زیادہ ہوئی ان میں مگر بھاری سرکشی

اور ہم انہیں ڈراتے ہیں تو انہیں نہیں بڑھتی مگر بڑی سرکشی

تعلق ان آیت کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق - پچھلی آیت میں داؤد علیہ السلام کو کلام الٰہی میں سے ایک پوری کتاب عطا فرمانے کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں اپنے انبیاء و رسل کو دیگر آیات قدرت عطا فرمانے کا ذکر ہو رہا ہے۔ گویا کہ طریقہ تبلیغ کے مختلف ذریعے ہونے کے ساتھ ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کی مختلف فضیلتوں کا بھی ثبوت دیا جا رہا ہے کہ ہم نے کسی کو کلامِ الٰہی دیا تاکہ اس سے ہدایت دی جائے اور کسی نبی اکرم کو اونٹنی کا معجزہ دیا تاکہ قوم یہ معجزات دیکھ کر قدرتِ الٰہی دیکھے اور ہدایت پائے۔

دوسرا تعلق - پچھلی آیت میں فرمایا گیا کہ نیک بندے وسیلہ اختیار کرتے ہیں بلا وسیلہ رب تک پہنچنے کی بے فائدہ کوشش نہیں کرتے۔ اب ان آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ کون رب تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ بن سکتے ہیں اور کون نہیں بن سکتے یعنی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں پانے والے معجزات حاصل کرنے والے ہی اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کا وسیلہ ہیں۔ **تیسرا تعلق** - پچھلی آیت میں بتایا گیا تھا کہ نیک لوگ ان وسیلوں کو تلاش کرتے ہیں جو سب سے زیادہ اللہ کے قریب ہو۔ اب ان آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ معراج کے دولہا حبیب کریم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نے معراج کرا کے دنیا والوں کو یہ بھی بتایا ہے کہ قرب الٰہی کے سب سے اعلیٰ و افضل وسیلہ عظمیٰ اور

مُقَرَّبُ اِلَی اللّٰہِ محمد مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ ہی ہیں۔ سب انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین ان ہی کے وسیلے سے مقرب ہوئے۔

شانِ نزول۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ مشرکین مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا تھا کہ صفا مروہ پہاڑ کو سونا بنا دیں اور دوسرے پہاڑوں کو سرزمینِ مکہ سے ہٹا دیں۔ تو رب تعالیٰ نے یہ آیتیں ۵۸ تا ۵۹ نازل فرمائیں۔

تفسیر نحوی وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ۔ وَاٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا۔ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ۔ واؤ سر جملہ۔ مَا مَنَعَ باب فَتَحَ کا ماضی مطلق منفی معروف مَنْعٌ سے بنا ہے صیغہ واحد مذکر غائب متعدی بدو مفعول ہے بمعنی روکنا۔ منع کرنا باز رکھنا علیحدہ کرنا۔ اس میں نَا ضمیر جمع متکلم ہے منصوب متصل مفعول بہ اول ہے ایک قول میں مَنَعَنَا جمع متکلم ہے اعلحضرت کا ترجمہ اسی قول پر ہے۔ اَنْ ناصبہ مصدریہ نُرْسِلُ۔ باب افعال کا مضارع مثبت معروف اس میں پوشیدہ نَحْنُ ضمیر جمع متکلم۔ رِسْلٌ سے مشتق ہے بمعنی بھیجنا پہنچانا۔ اس کا مصدر ہے اِرْسَالٌ۔ ب زائدہ ہے یا ملابست کی الف لام عہدی یا اسمی ہے آیت جمع ہے آیۃٌ کی بمعنی نشانِ قدرت یہ مجرور جار متعلق ہے نُرْسِلُ کا فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مفعول بہ دوم ہوا مَا مَنَعَ کا۔ اِلَّا حرفِ استثنا مفرغ یا منقطع اَنْ حرف تشبیہ لغو یہاں کا ضمیر شان پوشیدہ ہے۔ كَذَّبَ باب تفعیل کا ماضی مطلق مثبت معروف مصدر ہے تَكْذِیْبٌ كِذْبٌ سے بنا ہے بمعنی جھٹلانا۔ یا کسی کو جھوٹا کہنا۔ ب جارہ تعدیہ کی ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مرجع ہے آیت یہ جار مجرور متعلق ہے كَذَّبَ کا۔ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْنَ۔ اَوَّلُوْنَ اسم تفضیل جمع مذکر اَوَّلٌ یا وَؤُلٌ سے بنا ہے بمعنی پہلے ہونا بحالت رفع ہے فاعل ہے كَذَّبَ کا مراد ہے پہلی قومیں یعنی کافر اُمتیں یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مستثنیٰ اور فاعل ہوا مَا مَنَعَ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ اٰتَیْنَا فعل ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم مصدر ہے اِیْتَاءٌ بمعنی دینا اَتْیٌ سے بنا ہے فعل با فاعل ہے۔ ثَمُوْدُ مفرد جامد غیر منصرف ہے کیونکہ عجمی و علم ہے۔ ثمود بن عابر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی نسل و اولاد کا نام ہے یا یہ اسم مفرد مشتق عربی ہے۔ ثَمْدٌ سے مشتق ہے بمعنی بارش کے چھوٹے چھوٹے تالاب۔ لفظ ثمود بروزنِ فعول۔ قوم صالح کا منقولی نام ہے اور ترکیب نحوی میں اٰتَیْنَا کا مفعول بہ اول ہے۔ اَلنَّاقَةَ میں الف لام عہدِ خارجی ہے۔ نَاقَةَ اسم مفرد جامد مؤنث بمعنی اونٹنی مفعول بہ دوم ہے۔ مُبْصِرَةً باب افعال کا اسم فاعل ہے اس کا مصدر ہے اِبْصَارٌ واحد مؤنث کا صیغہ ہے بَصَرٌ سے بنا ہے بمعنی دیکھنا یا بَصِرَ سے بنا ہے بمعنی سوچنا سمجھنا غور کرنا اسی سے ہے بَصِیْرَت مفعول لہٗ ہے اٰتَیْنَا کا

جملہ فعلیہ ہوگیا فَ حرف تعقیب یعنی بعد میں کرنے والا کہ یہ کام بعد میں ہوا۔ ظَلَمُوْا۔ فعل ماضی مطلق ظُلْمٌ سے بنا ہے بمعنیٰ نقصان کرنا۔ بَ جارّہ علیٰ کے معنیٰ میں ہے ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب اس کا مرجع نَاقَۃٌ ہے یہ جار مجرور متعلق ہے ظَلَمُوْا کا۔ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوگیا۔ واؤ ابتدائیہ ہے جملہ مَا نُرْسِلُ۔ باب افعال کا مضارع منفی معروف جمع متکلم اس کا مصدر ہے اِرْسَالٌ بمعنیٰ بھیجنا۔ بَ جارّہ تعدیہ کی یا زائدہ ہے الف لام عہد ذہنی آیٰت جمع آیَۃٌ کی بمعنیٰ نشانات الٰہیہ جار مجرور متعلق ہے مَا نُرْسِلُ کا۔ اِلَّا حرف استثنا لغو مابعد کے ادراک کے لیے یا وضاحت کے لیے تَخْوِیْفًا باب تفعیل کا مصدر ہے خَوْفٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ڈرانا متعدی ہے۔ لیکن خوفٌ مصدر لازم ہے بمعنیٰ ڈرنا۔ مفعول لہٗ ہے مَا نُرْسِلُ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مکمل ہوا۔ واؤ سر جملہ استینافیہ اِذْ حرف ظرفیہ زمانی کے لیے اس کے پہلے یا بعد میں اُذْکُرْ یا اُذْکُرُوْا۔ جمع کا صیغہ پوشیدہ ہوتا ہے قُلْنَا فعل ماضی مطلق جمع متکلم یہاں نَحْنُ پوشیدہ ہے اس کا فاعل مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ لَکَ جار مجرور متعلق ہے قُلْنَا کا یہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر قول ہوا۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل رَبَّ اسم مفرد جامد بمعنیٰ اسم فاعل یعنی پالنے والا۔ اسم صفاتی خصوصی ہے اللہ تعالیٰ کا کَ ضمیر واحد مذکر کا مرجع یا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یا عام انسان۔ یہ مرکب اضافی اسم ہوا اِنَّ کا اَحَاطَ۔ باب افعال کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب اپنے ہی معنیٰ میں ہے اور گزشتہ حقیقت کی خبر دی جا رہی ہے۔ ایک دوسرے قول میں یہ ماضی بمعنیٰ مستقبل ہے اور خبر ہے آئندہ کی یقینی خبر بتانے کے لیے ماضی بول دیا جاتا ہے ھُوَ ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہے مرجع اللہ تعالیٰ اس کا مصدر اِحَاطَۃٌ۔ اور اِحْوَاطٌ۔ حَوْطٌ یا حِیْطٌ سے بنا ہے اسی سے ہے حِیْطَانٌ۔ بمعنیٰ گھیرنا۔ حیطان وہ باغ جس کے آس پاس چار دیواری ہو۔ خالی چار دیواری کو احاطہ کہا جاتا ہے۔ علم توقیت کے دائرے کا نام محیط ہوتا ہے۔ بَ جارّہ تعدیہ کی۔ الف لام استغراقی بمعنیٰ اتمام۔ نَاس اسم مفرد جامد بمعنیٰ انسان لفظًا واحد ہے معنیٰ جمع اس میں تغیر لفظی نہیں ہوتا۔ یہ جار مجرور متعلق ہے اَحَاطَ کا۔ یہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر اِنَّ اور وہ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ ہوا مل کر جملہ قولیہ ہو کر مکمل ہوا۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَۃً لِّلنَّاسِ۔ وَالشَّجَرَۃَ الْمَلْعُوْنَۃَ فِی الْقُرْاٰنِ وَنُخَوِّفُہُمْ فَمَا یَزِیْدُہُمْ اِلَّا طُغْیَانًا کَبِیْرًا۔ واؤ سر جملہ۔ مَا جَعَلْنَا فعل ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم فاعل اللہ تعالیٰ باب فَتَحَ جَعْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بنانا۔ تبدیل کرنا پھیرنا۔ اَلرُّءْیَا۔ الف لام عہد ذہنی رُءْیَا اسم مفرد جامد بمعنیٰ خواب۔ رَاْیٌ مصدر مہموز العین اور ناقص یائی سے بنا ہے۔ یا لفظ رُءْیَا اسم تفضیل مؤنث ہے بروزن فُعْلٰی۔ اسی مصدر سے ہے رُؤْیَتٌ۔ لغوی ترجمہ ہے جاگتے میں دیکھنا۔ اچھی نگاہ سے دیکھنا۔ پورا مشاہدہ کرنا۔ نگاہ بھر کر دیکھنا۔ آنا فانا دیکھنا۔ خواب میں دیکھنے کو رُءْیَا اسی لیے کہہ دیا جاتا ہے کہ

کہ وہ بھی غیر اختیاری اور آنًا فانًا ہوتا ہے۔ عام اصطلاح میں رات میں دیکھنے کو رویت کہا جاتا ہے جو جاگتے میں دیکھا جاتے۔ بعض نے فرمایا کہ یہاں مراد معراج کی رات لامکان پر اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا ہے بنظر جسمانی لفظ رُؤیا اگرچہ مؤنث ہے مگر لفظ مؤنث ہونے کی صورت میں مذکر کے لیے مستعمل ہے۔ اَرَیْنَا۔ باب افعال کا ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم فاعل ضمیر مستتر کا مرجع ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ رُؤیٰ سے مشتق ہے کَ ضمیر واحد حاضر منصوب متصل مفعول بہ ہے اَرَیْنَا۔ کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ اِلَّا حرفِ استثنا مفرغ۔ متصل ہے جَعْلٌ سے۔ مستثنیٰ منہ مطلق ہے یہاں بھی ایک جَعَلْنَا پوشیدہ ہے اصل میں ہے اِلَّا جَعَلْنٰا فِتْنَۃً۔ لفظِ فتنہ۔ اسم مشتق ہے فَتْنٌ سے مشتق ہے۔ یہ مؤنث لفظی ہے۔ لغوی ترجمہ ہے سونے کو آگ میں بہت زیادہ تپانا پگھلانا اصطلاحًا یہ آٹھ معنیٰ میں مشترک ہے۔

۱ آزمائش میں ڈالنا ۲ آفت مصیبت ۳ لاقانونیت ۴ عذر کرنا یا عذر چاہنا ۵ دکھ تکلیف عذاب ۶ خرابی ۷ کسی چیز میں مبتلا ہونا ۸ کسی کو کسی پر مسلّط کرنا اسم متمکن ہے بحالتِ نصب ہے یہاں آزمائش کے معنیٰ میں ہے مفعول بہ ہے پوشیدہ جَعَلْنَا کا۔ لام جارہ نَاسٌ۔ اسم مفرد جامد جنسی ہے ظاہرًا مراد کفارِ مکہ ہیں۔ یا عام انسان تاقیامت مراد ہیں۔ یہ جار مجرور متعلق پوشیدہ جَعَلْنَا کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر مستثنیٰ منہ ہوا واؤ عاطفہ یہ عطف ہے رُؤیا پر۔ یہاں مستثنیٰ منہ معطوف علیہ معطوف کے درمیان میں ہے الف لام عہدِ ذہنی یا خارجی ہے شَجَرَۃَ۔ اسم مفرد جامد واحد مذکر ہے آخر میں ۃ وحدت کی ہے نہ کہ تانیث کی۔ شَجَرٌ بھی ہوتا ہے اور کبھی آخر میں تاءِ تانیث بھی لگائی جاتی ہے تب اس کی جمع شَجَرَاتٌ ہوتی ہے شَجَرٌ مذکر لفظی جمع اَشْجَارٌ ہے۔ جمع کے وقت تاءِ وحدت گرا دی جاتی ہے۔ معرب ہے بحالتِ نصب ہے لغوی ترجمہ ہے۔ جھگڑنا اُلجھنا۔ اختلاف ہونا۔ اصطلاحی ترجمہ شاخیں ہونا یعنی پودے درخت نباتات جڑی بوٹیاں یہ سب شجر ہی کہلاتے ہیں یہاں مراد پودہ ہے نسلِ انسانی جسمانی و روحانی کو شجرۂ حسب نسب و سلسلہ اسی شاخ در شاخ ہونے کے بنا پر کہتے ہیں۔ ترکیب میں موصوف ہے۔ الف لام اسمی بمعنیٰ اَلَّذِیْ اَلْمَلْعُوْنَۃَ اسم مفعول باب فَتَحَ سے واحد مؤنث لَعْنٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ ذلیل کرنا۔ قابلِ رحم نہ سمجھنا۔ رحمت و محبت سے دور کرنا۔ نقصان دہ یا تکلیف دہ ہونا اس میں ہیَ ضمیر مؤنث واحد پوشیدہ نائب فاعل ہے جس کا مرجع شَجَرَۃَ ہے فِیْ جارہ ظرفیہ مکانیہ الف لام عہدِ خارجی قرآن۔ بروزنِ فُعْلَان صفت مشبہ ہے نام ہے اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب کا یہ جار و مجرور متعلق ہے ملعونۃ کا وہ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صفت ہے شَجَرَۃَ کی یہ مرکب توصیفی معطوف ہے رؤیا پر اور مفعول بہ ہے مَا جَعَلْنَا فعل فاعل صلہ موصول مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ واؤ سرِ جملہ نُخَوِّفُ باب تفعیل مضارع حال ہے یا مستقبل استمراری خوفٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ڈراتے رہتے ہیں یا ڈراتے رہیں گے اس کا مصدر ہے

تَخْوِیْفًا بمعنی ڈرانا۔ یا خبردار کرنا اس میں فاعل نَحْنُ جمع متکلم کی ضمیر ہے اس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے هُمْ ضمیر اس کا مفعول بہ مرجع کفار ہیں یا عام یا کفارِ مکہ یہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر فعلیہ ہو کر شرط ہوا۔ کیونکہ نُخَوِّفُ سے پہلے اِذَا شرطیہ پوشیدہ ہے یعنی جب بھی ہم ڈراتے ہیں فَ جزائیہ مَا یَزِیْدُ۔ مَا نافیہ۔ یَزِیْدُ باب ضَرَبَ کا مضارع معروف زَیْدٌ سے مشتق ہے بمعنی بڑھنا۔ هُمْ ضمیر مفعول فیہ یعنی ان میں مرجع وہی کفار ہیں۔ یہ فعل اپنے پوشیدہ هُوَ ضمیر فاعل اور هُمْ مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مستثنیٰ منہ ہوا۔ هُوَ ضمیر کا مرجع ذہنی ہے شَیْئٌ یعنی کچھ بھی۔ اِلَّا حرفِ استثنا۔ طُغْیَانًا اسم صفت مشبہ بمعنی بہت سرکشی اور فساد مچانا یہاں اسم جامد یعنی فساد طَغْیٌ سے بنا ہے۔ موصوف ہے کَبِیْرًا صفتِ مشبہ کِبْرٌ سے بنا ہے بمعنی بہت بڑا۔ صفت تابع ہے طُغْیَانًا کا یہ مرکب توصیفی مستثنیٰ ہو کر سب جملہ استثنائیہ ہو کر جزا ہوئی شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو کر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ۔ وَاٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا۔ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ

اور اے پیارے محبوب نبی ان جنم کے کم عقلوں سے یہ بھی فرما دیجئے کہ نہیں روکا ہم کو کسی نے اس بات سے کہ تمہارے نئے نئے مطالبوں کی آیتیں معجزے اور نشانیاں ہم زمین پر بھیجیں۔ مگر اس بات نے کہ ان ہی جیسی ہماری آیتوں اور قدرت کی نشانیوں کو تمہارے پہلے باپ دادوں نے جھٹلا دیا حالانکہ انہوں نے بھی اپنے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام سے اسی طرح قسمیں کھا کھا کر ایمان لانے کے وعدے کئے تھے وہی مطالبے اور وعدے تم کر رہے ہو۔ اس کے علاوہ ہر بات میں تم موجودہ کافر بھی اپنے اُنہی باپ دادوں کے مقلد بنے رہتے ہو اور مطالبات پورے ہو جانے کی صورت میں تم نے بالکل اُسی طرح ان معجزات و آیات کو جادو جادو کہہ کر جھٹلانا و عدۂ ایمانی سے پھر جانا ہے تو ضابطۂ الٰہیہ قدیمیہ کے مطابق پہلے کفار کی طرح تم کو بھی آسمانی زمینی عذاب سے ہلاک کرنا لازمی ہے مگر ہم اپنے حبیب کریم کے صدقے میں تم کو ہلاک نہیں بلکہ غور و فکر کی مہلت دینا چاہتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے اکثر مسلمان ہو جائیں گے اور بہت سوں کی نسلیں مومن مسلمان صحابی بن جائیں گی اس لیے ہلاک نہیں کیا جائے گا۔ کفارِ مکہ نے تو اب نئے دو مطالبے کئے ہیں ایک یہ کہ مکے کے پہاڑ سونے کے بن جائیں ع ۲ اور اگر یہ نہیں ہوتا تو ان کو دور ہٹا دیا جائے تاکہ کھلی میدانی زمینوں میں ہم اہلِ مکہ کھیتی باڑی اور باغات لگا سکیں اگر ایسا ہو گیا تو ہم نبی پر ایمان لے آئیں گے۔ حالانکہ ابھی کچھ زمانہ پہلے ان کے قریبی علاقہ میں قوم ثمود کو ان کے مطالبے پر اونٹنی کا عظیم معجزہ ظاہر ظہور ہم نے دیا تھا تو اُن لوگوں نے ایمان لانے کا وعدہ توڑ کر اپنے نبی مکرم صالح علیہ السلام کی اطاعت و فرمانبرداری

چھوڑ کر اسی اونٹنی پر سخت ظلم کیا اور اس کے ذریعے اپنے آپ پر دائمی عذاب کا ظلم کر لیا کہ اس کو ہلاک کر کے نبی مکرم کا انکار اور اللہ تعالیٰ کا کفر کر کے پھر جو اُن کا دنیوی انجام ہوا اس سے کوئی بھی بے خبر نہیں۔ تاریخی کتابوں کے علاوہ یہ خود کفارِ مکہ بھی آتے جاتے سفر و حضر میں ٹھہرنے رکنے قیام و روانگی میں اُس اُجڑی بستی کو دیکھتے دیکھتے ہی رہتے ہیں۔ اور بھی ایسے بہت سے عبرتناک انجام بدکار قوموں کے گزر چکے ہیں مگر وہ اُن سے دور ہوئے ہیں جانتے اُن کو بھی ہیں انجام ان کا بھی اپنے بڑے بوڑھوں سے سنتے رہتے ہیں مگر پھر بھی اسی تمسخر مذاق بازی ہنسی دل لگی سے فضول و بیہودہ مطالبے کر رہے ہیں تو کیا یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انبیاءِ کرام کے معجزات۔ قدرتِ الٰہیہ کی نشانیاں ایسے ہی بیکار کھیل تماشے اور شعبدہ بازی کے لیے آجاتی ہیں کہ جب چاہا مطالبہ کر دیا اور جب چاہا کفر و انکار کر دیا۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں بلکہ وَمَا نُرْسِلُ (الخ) نہیں بھیجتے ہم اپنے کسی نشانِ قدرت۔ آیت۔ معجزے اور انبیاءِ کرام کو مگر انتہائی خطرناک جہنم اور اُس کے دائمی عذاب سے ڈرانے کے لیے۔ عبرت دلانے اور غور فکر کی مہلت دینے کے لیے انجام بتانے اور اہلِ عقل کو مومن بنانے کے لیے۔ اے پیارے محبوب نبی اب یہ کفار اپنے مطالبے منظور نہ ہونے کی صورت میں اور آپ کی طرف صاف صاف جواب سننے کے بعد آپ کو زیادہ ستانے کے لیے مذاق و تمسخر اڑائیں گے منصوبے بنائیں گے مگر آپ بالکل فکر مند نہ ہونا ہم نے تو پہلے ہی آپ کو کہہ دیا ہے۔ (یا ازل میں یا عالمِ ارواح میں یا دنیوی ابتدائی زندگی میں) آپ کو یاد ہی ہے کہ اِنَّ رَبَّكَ۔ بیشک آپ کا رب تعالیٰ رضاً۔ علماً۔ قدرتاً۔ قوتاً۔ حکمتاً تمام انسانوں کو ہر طرف سے مکمل طور پر گھیرے ہوئے ہے یا آئندہ جنگِ بدر فتح مکہ وغیرہ میں مسلمانوں سے اِن کا گھیراؤ فرما دے گا اور یہ کافر خود تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

آپ اپنے کریم رحیم قادر و قیوم رب کی رحمت و حمایت۔ نصرت و کرامات میں مزے سے کھل کر بلا جھجک بے دھڑک حسبِ سابق و مطابق دستور۔ ہر اُس بات کلام اور وحی و قانون۔ عذاب و بشارت کی تبلیغ۔ باطل کی تکذیب فرماتے رہیئے جس کے لیے آپ کو رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ سب دشمن دوست رب تعالیٰ کے قابو میں ہیں کوئی آپ کا ذرہ نقصان نہیں کر سکتا۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِي أَرَيْنٰكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْاٰنِ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا ۔ یہ کفار آئے دن نئے نئے مطالبے اور صداقتِ نبوت پر بار بار اپنی مرضی کے معجزات مانگتے ہی چلے جا رہے ہیں حالانکہ چلتے پھرتے ان لوگوں نے ہمارے نبی کے ہزاروں ہی معجزے دیکھ لیے چاند چرتا پتھروں کو کلمہ پڑھتا۔ خود ان کے بتوں کی گواہی صداقت جلی کھجوروں کو اگاتے گٹھلی کے درخت بنتا۔ جسم کو بے سایہ اور بادلوں کو ان پر سایہ کرتا دیکھ لیا یہ سب کچھ ان لوگوں کے لیے بہت بڑی آزمائش کے معجزے تھے اس کے بعد اے پیارے محبوب نبی ہم

نے تمہارے اس شب معراج کے ساری کائنات عرش و فرش لوح و قلم مکان لامکان بلکہ دیدار اللہ رحمٰن کو دیکھنے کو اور جنت کو ملاحظہ فرمانے اور اسی معراج میں جہنم کو دیکھنے اور اس میں درخت زقوم کو ان مکہ کے لوگوں کے لیے ایک بڑی کٹھن اور آزمائش ہی بنایا ابھی پتہ لگ جاتا ہے کہ نبی پاک کے معجزے پر یہ نئے معجزے کا مطالبہ کرنے والے اور ایمان کا وعدہ کرنے والے۔ ایمان لاتے ہیں یا نہیں اور کتنے مسلمان ان کے جھانسے میں آکر معراج سے اور جہنم میں درخت زقوم ہونے سے منکر ہوکر یا سر تسلیم نہ خم کرتے ہوئے مرتد ہو جاتے ہیں یا ثابت قدم رہتے ہیں۔ اسی سے اندازہ ہو جائیگا ان کے اگلے وعدوں کا۔ ابتداء کفر سے ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے کہ جب کبھی ہم ان کو عذاب و کفر سے اور جہنم دائمی سے اپنے انبیاء کرام ان کے معجزات اپنی قہر و غضب یا مطالبوں کی نشانیاں بھیج کر سمجھاتے رہے مگر ان ازلی بدبختوں کی سرکشی ہی بڑھتی رہی۔ اس آیت کریمہ میں مفسرین کے رویا۔ اور فتنہ و شجر ملعونہ کے بارے میں مختلف قول ہیں۔

۱ رویا سے مراد شب معراج کا تمام دیدار اور آنکھوں دیکھا حال مراد ہے۔ اور یہی درست ہے چنانچہ محدث عبد الرزاق اور سعید بن منصور۔ امام احمد حنبل۔ بخاری شریف ترمذی۔ نسائی۔ ابن جریر۔ ابن منذر۔ ابن ابی حاتم۔ طبرانی۔ مستدرک حاکم۔ ابن مردویہ۔ بیہقی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے یہ ہی بیان فرمایا ہے نیز واقعہ معراج ہی کفار مکہ کے لیے اور بعض نو مسلموں کے لیے ایک آزمائشی معجزہ اور عظیم فتنہ تھا کہ ابو جہل وغیرہ نے ہنسی مذاق اڑا کر مزید کفر کمایا اور نو مسلم منافقین نے سوالات و وہمیات سے ارتداد بنایا مرتد ہو گئے۔

۲ بعض نے کہا۔ رویا سے مراد خواب کی معراج ہے مگر یہ غلط ہے اس لیے کہ خواب کی معراج فتنہ و آزمائش نہیں ہو سکتی۔ ۳ بعض نے فرمایا کہ رویا سے مراد لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا۔ والی خواب فتح مکہ مراد ہے لیکن یہ اس لیے غلط ہے کہ اس وقت تو سب اہل مکہ مسلمان ہو گئے تھے فتنہ کیسا ۴ بعض نے کہا یہ وہ خواب ہے جو بدر کے ہلاک شدگان کفار کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ فلاں یہاں قتل ہوگا فلاں یہاں۔ مگر یہ بھی کسی کے لیے آزمائش نہ تھی۔ نیز یہ واقعہ بدر ہجرت کے بعد کا ہے اور رویا ہجرت سے پہلے ہوا کیونکہ یہ سورت مکی ہے ۵ بعض نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان بن حکم کی اولاد کو خواب میں دیکھا تھا کہ وہ منبر نبوی پر بندروں کی شکل میں ناچ رہے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خواب سے رنج ہوا تھا۔ مگر یہ خواب بھی ابو جہل کفار مکہ کے لیے آزمائش نہیں ہو سکتی۔ نیز یہاں معجزوں اور آیتوں کا ذکر ہے۔ اور کفار کی نظر میں کوئی خواب معجزہ نہیں ہو سکتی۔ فتنہ کے بارے میں بھی چند اقوال ہیں۔

۱ فتنہ سے مراد آزمائش ہے ۲ فتنہ سے مراد نبی کریم کو رنج و تکلیف پہنچنا ہے۔

۳ فتنہ سے مراد۔ جنگ بدر ہے۔ مگر پہلا قول درست ہے۔ شجر ملعونہ سے مراد بعض نے کہا تھوہڑ کا درخت

ہے جو جہنم میں بھی موجود اور اُگتا ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ جہنم میں زقوم (تھوہڑ) کا درخت ہے جو کفار کی خوراک ہوگی تو ابوجہل کافر وغیرہ تکذیب کرتے ہوئے کہنے لگے کہ یہ نبی عجیب ہیں کبھی کہتے کہ جہنم میں دنیا سے ستر گنا تیز بھڑکتی آگ ہے جو پتھروں کو جلا دے گی اور ساتھ ہی یہ کہتے ہیں کہ وہاں درخت ہیں۔ بھلا آگ میں بھی کبھی درخت اُگ سکتا ہے۔ اس جاہل کو یہ پتہ نہیں تھا آگ جبکہ پرانی ہو جائے تو اس میں اون والے بڑے کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں جن کو عربی اور ترکی میں سمندل کہتے ہیں۔ اور شتر مرغ انگارے کھا جاتا ہے لوہے کے سرخ گرم ٹکڑے کھا جاتا ہے۔ آج ہماری آنکھوں نے ایسے شیشے کے برتن دیکھ لیے جو آگ میں نہ پھٹے نہ پگھلیں۔ اسی قسم کے شیشے سے جاپان نے کپڑے تیار کر لیے جو آگ میں نہیں جلتے۔ سمندل کی اون سے ترک میں اب بھی تولیے بنائے جاتے ہیں جو آگ میں نہیں جلتے۔ تو جب سمندل اور اس کی اون کے تولیے۔ شتر مرغ اور جاپانی شیشے کے کپڑے نہیں جلتے تو اگر زقوم کا درخت بھی نہ جلے تو کیوں حیرانی اور فتنہ بنے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دسترخوان سے ہاتھ مبارک پونچھ لیے تو وہ بھی تندور کی بھڑکتی آگ میں نہ جلتا تھا۔ نیز جہنم کا صرف ایک ہی طبقہ تو نہیں وہاں تو زمہریر بھی ہے ہر جگہ آگ ہی نہیں دوسرے عذاب بھی ہیں۔ تھوہڑ کا درخت دوسری جگہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور پھر یہ تو قدرت الٰہی ہے کہ جو آگ پتھر کو جلا دے وہ کفار کے جسم کو صرف عذاب دے جلائے نہیں۔ کبھی ابوجہل وغیرہ کفار کہتے کہ زقوم تو اچھی چیز ہے ایک لغت میں مکھن اور کھجور کو ملانے کا نام زقوم ہے ابوجہل کہتا کہ اے میرے ساتھیو تم مسلمانوں کے کہنے سے مت ڈرو زقوم تو بڑی اچھی چیز ہے۔ ۲؎ بعض نے کہا شجر ملعونہ سے مراد شیطان ہے ۳؎ بعض نے کہا شجر ملعون سے مراد بنی امیہ ہیں۔ ملعونہ کہنے میں چند قول ہیں۔

۱؎ یہ اس لیے ہے کہ اس کو ملعون کافر کھایا کریں گے ۲؎ اس لیے ملعون ہے کہ بہت بدمزہ اور نقصان دہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز اور ہر جڑی بوٹی میں کسی نہ کسی بیماری کی شفا ہے مگر زقوم (تھوہڑ) میں کوئی شفا نہیں بیماریاں ہیں ۳؎ اور اہل عرب ہر بدمزہ اور نقصان دہ کھانے کو ملعون کہہ دیتے ہیں یہاں عربی محاورے کے اعتبار سے مَلْعُوْنَۃ فرمایا گیا ۳؎ بعض نے کہا یہ شیطانی شکل کی طرح بدصورت ہے اس لیے ملعون کہا گیا۔ ۴؎ بعض نے کہا کہ چونکہ یہ اصل میں دوزخ کا پودا ہے اور دوزخ و دوزخ کی ہر چیز اللہ کی رحمت سے دور ہے اس لیے یہ ملعونہ ہے۔ لعنت کے لغوی معنیٰ ہیں رحمت سے دور۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ ایمان لانے یا بیعت کرنے کے لیے کسی بھی قسم کی شرط یا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے ایمان کو عقیدت سے قبول کرنا چاہیے اور پیر مرشد کو شریعت کی حقیقت کی ترازو سے بیعت کے لیے پسند کرنا

چاہیے یہ فائدہ وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُّرْسِلَ الخ فرمانے سے حاصل ہوا۔
دوسرا فائدہ۔ دین اسلام شریعت طریقت قرآن پاک حدیث مبارکہ میں سے کسی چیز کی بے ادبی گستاخی یا بہالت سے انکار ظلم عظیم ہے جو اس پاکیزہ چیز پر بھی ہے اور ظالم کے خود اپنے اوپر بھی یہ فائدہ فَظَلَمُوْا بِهَا۔ فرمانے اور اس کی تفسیر سے حاصل ہوا۔ لہٰذا ہر مسلمان کو اس حرکت سے بچنا چاہیے اور موجودہ زمانے کے گستاخ ٹولے سے دور رہنا چاہیے۔ تیسرا فائدہ۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو لامکان تک معراج جسمانی ہوئی اور آپ نے تمام غیوب کائنات کو اپنی جاگتی آنکھوں سے دیکھا یہ فائدہ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ کی تفسیری روایات وعقائد و اقوال سے حاصل ہوا۔ آج کل کے جو گستاخ معراج جسمانی کا انکار کرتے ہیں اور رویہ کا معنی خواب کرتے ہیں وہ قرآن و حدیث سے جاہل اور ان کی بات غلط ناقابل قبول ہے۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔
پہلا مسئلہ۔ اللہ کو ماننے کے لیے یا اس کی عبادت نماز روزہ تقویٰ پرہیزگاری کے لیے کوئی شرط لگانی کہ اگر ہماری یہ ضرورت پوری ہوگی تب ہم نمازی بنیں گے یا ہم کو یہ نظر آئے تب ہم اس کو مانیں گے یہ حرام ہے اللہ تعالیٰ پر ایمان عقیدہ اور اس کی عبادت فرضیہ نفلیہ واجبہ پر عمل تو ہر انسان۔ مسلمان پر ویسے ہی لازم وضروری ہے شرطیں اور قیدیں لگانا کیسے جائز ہو سکتا ہے اس کی نعمتیں استعمال کرتے وقت بلا روک ٹوک شرط قید کے دھڑا دھڑ ہر وقت لگے رہتے ہیں کوئی شرط نہیں لگاتے۔ یہ مسئلہ وَمَا مَنَعَنَا الخ فرمانے سے مستنبط ہوا۔
دوسرا مسئلہ۔ ہر مسلمان پر اولیاء اللہ کا ادب کرنا فرض ہے اولیاء اللہ کی بے ادبی دین اسلام بلکہ رب تعالیٰ کی بے ادبی ہے اس لیے کہ اولیاء کاملین زمین پر اللہ کی نشانیاں اور آیتیں ہیں۔ یہ مسئلہ فَظَلَمُوْا بِهَا سے مستنبط ہوا کہ اونٹنی کی بے ادبی کو شرعی جرم لائق عذاب فرمایا گیا یہ حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ تھی۔ بلکہ تاقیامت اولیاء اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہیں نیز گستاخ بے ادب آدمی کبھی ولی اللہ نہیں ہو سکتا اگرچہ پڑھ پڑھ کر ملّا اور عامل وزاہد عابد بنا پھرے۔
تیسرا مسئلہ۔ ایذا دینے والی چیزوں کو ملعون کہنا جائز ہے۔ اسی طرح کفار کی مخصوص اشیا کو ملعون کہنا بھی جائز ہے اگرچہ وہ نباتات جمادات یا حیوانات ہوں احادیث میں بچھو اور مرغیات پر لعنت فرمائی گئی ہے یہ مسئلہ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فرمانے سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔
پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ ہم کو آیات بھیجنے سے صرف اس چیز نے منع کیا۔

اللہ تعالیٰ منع کئے جانے سے پاک ہے تو یہاں کیوں فرمایا گیا مَا مَنَعَ ۔
جواب ۔ یہاں مَنَعَ بمعنیٰ ترک ہے یعنی ہم نے آیتیں بھیجنا اس لیے چھوڑ دیا کہ کفار نے تکذیب کی اور ہلاکت کا عذاب آگیا ۔ دُوسرا اعتراض ۔ جو آیتیں اور قدرت کی نشانیاں کفار نے مانگی تھیں یعنی پہاڑوں کا سونا بننا یا ہٹ جانا وہ تو پہلے کبھی آئی ہی نہیں تو پھر اُن کی تکذیب کب ہوئی کس نے کی ۔
جواب ۔ یہاں جنس نشانی اور آیتوں کے آنے کا ذکر ہے وحدتِ نوعی مراد نہیں ۔ کسی بھی آیت و معجزے کا انکار عذاب کا سبب ہوتا ہے ۔ معجزے اگرچہ مختلف ہوتے رہے مگر ان کا آیت ہونا اور نزول من اللہ ہونا ایک ہی ہے تیسرا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا اور وہ درخت جس پر قرآن مجید میں لعنت کی گئی ۔ حالانکہ لعنت تو کسی آیت میں مذکور نہیں تو پھر مَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ ۔ کیوں فرمایا گیا ؟ (محمد رازی)
جواب ۔ اس کے پانچ جواب ہیں ۔
پہلا یہ کہ لفظ ملعون کا تعلق قرآن سے نہیں بلکہ یہاں لفظ مذکور پوشیدہ ہے اور ترجمہ ہے کہ درختِ ملعونہ مذکور ہے قرآن میں یہ جواب ہم نے ترجمے میں بھی دیا ہے ۔
دوم یہ کہ ملعون سے مراد کافر ہیں نہ کہ درخت ۔
سوم یہ کہ ملعون سے مراد مذموم ہے اور قرآن مجید میں دوسری جگہ اس درخت کو طعام اثیم اور ایک آیت میں اس درخت کو رُءُوسِ الشَّیٰطِیْن فرمایا گیا ۔ چہارم یہ کہ ملعون سے مراد نقصان دہ ہے اور اس کے نقصان کا ذکر قرآن پاک میں ہے پنجم یہ کہ ملعون سے مراد اس کی ملعون جگہ ہے یعنی جہنم مراد ہے ۔ اور اس کا ذکر قرآن میں اس طرح ہے اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِیْٓ اَصْلِ الْجَحِیْمِ واللہ و رسولہ اعلم ۔

تفسیر صوفیانہ

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۔ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ۔ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ۔ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ ۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ۔ اور اے پیارے محبوب عرش و فرش کے نبی مختار میرے عشق میں مخمور اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کا وعدہ یاد رکھنے والے میرے عبادتِ ظاہری و باطنی کرنے والے مخلص و مسکین عاجز بندوں سے اپنی زبانِ حکمت کے لفظوں سے فرما دیجئے کہ ہر حال و ہر سانس میں ذکرِ الٰہی کے حسین ترین نغمے بولتے رہیں کیونکہ وادیِ حیرت میں ہر طرف سے بھٹکانے والا شیطان اِن اعضاءِ ظاہری و باطنی میں خلاف و نفاق کے کانٹے ڈالتا ہے بیشک شیطانِ نفس ۔ انسانِ معرفت کا کھلا دشمن ہے اسے راہِ قُرب میں چلنے والے مسافرو تمہارا مقصودِ کائنات پروردگار تم کو بہت جاننے والا ہے اگر چاہے تو مقامِ مشاہدہ کی توفیق کے بدولت ... تم پر رحم فرمائے یا اگر اختیار

فرمائے تو ریاضتوں مشقتوں میں ڈال کر وادیِ حیرت میں تم پر دوریِ منزل کا عذاب حجاب ڈال دے اور یا اگر چاہے تو دامنِ محبوب میں بسا کر حفاظتِ دائمی کا رحم فرمائے۔ چاہے تو دور و محجوب رکھ کر نارِ عشق کا عذاب دے اور اے محبوب ہم نے تم کو دریاءِ انوار سے دور ہونے والوں کا جوابدہ نہ بنا کر بھیجا۔ بندوں کے چار عمل ریاضت و مشقت اور خوبصورت حسن ہیں۔

۱ غصے میں خطا بخشنا ۲ مفلسی میں سخاوت کرنا ۳ خلوت میں پاک دامن رہنا ۴ امید اور خوف کے بغیر سچی بات کہنا۔ بارہ[۱۲] چیزیں بے مثال ہیں۔

۱ اللہ تعالیٰ کا رحم ۲ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ۳ خدا تعالیٰ کا عذاب ۴ نبیِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت ۵ رب تعالیٰ کی بخشش و غفاریت ۶ نبیِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت و ستاریت ۷ علما کی عقل ۸ فضلا کی حکمت ۹ صوفیا کی عبادت ۱۰ حکام کی عدالت ۱۱ مجاہدین کی شجاعت ۱۲ اہلِ کرم کی سخاوت۔ عبادی کے پیارے لقب والوں کی چھ نشانیاں ہیں۔

۱ جلدی مسجد میں آنا ۲ جلدی توبہ کرنا ۳ جلدی قرض ادا کرنا ۴ بیٹی کی شادی جلدی کرنا ۵ مہمان کی اچھی میزبانی کرنا ۶ میت کی جلدی تجہیز و تکفین و تدفین کرنا۔ یہی وہ اعمال ہیں جن سے دنیا کا نظام و قیام و بہار قائم ہے اہلِ طریقت کے نزدیک سچا بندہ وہ ہے جس کا ایمان ہو کر وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا۔ اور اے بندۂ مخلص تیرا ربِ کریم سمواتِ فطرت اور زمینِ قدرت سمواتِ عقلیات اور زمینِ نکریات۔ سمواتِ اعمال اور زمینِ اعتقاد۔ سمواتِ مکاشفات اور زمینِ حجابات۔ سمواتِ انوار اور زمینِ اسرار میں جو کچھ ہے اُن سب کو ہر طرح ہر وقت بخوبی جانتا ہے۔ اور البتہ بیشک اپنی اس حکمت و قدرت و علم سے ہم نے نفیلت بخشی علم و عرفانِ غیوب و اسرار کے خزائنِ الٰہیہ کے وارثین محبوبین غیب کی خبریں دینے والے بعض انبیاء کو بعض پر اپنے لامکانِ قدس میں مشاہداتِ ذات سے۔ اور ہم نے حمد و نعت کی زبورِ عشق قلبِ داؤد کو عطا فرما دی۔ (روح البیان) عشق نار ہے محبت نور ہے جن کو نورانی ہاتھوں سے نورانی کاغذ پر تحریر فرمایا گیا عشق پاک کرنے والی آگ ہے اور محبت پاکیزگی کا نام ہے بندوں میں افضل وہی ہے جو اپنے نفس کو مار سکے اور خود تکلیف اُٹھا کر دوسروں کو آرام پہنچائے گرتے ہوؤں کو بچائے اور گرے ہوؤں کو اٹھائے بے کسوں کی امداد اور بیکسوں کی شفقت کرے یہ اخلاقی فرائض ہیں۔ غیر مسلموں سے بھی حسنِ سلوک کرو صرف اس لیے کہ رسول اللہ کا فرمان اور حکم ہے غیر مسلموں کو بتاؤ کہ ہمارے آقا نبی کا یہ ہی حکم ہے۔ نفیلت سرمدی ابدی پا لینے کی صرف یہی راہِ مصطفیٰ ہے۔

شعر۔ مپندار سعدی کہ راہ صفا
توان یافت جز در پے مصطفیٰ

اے داؤدِ قلب زبورِ عشق کی تلاوت فرما۔ کیونکہ جب کوئی دل خدا تعالیٰ کی یاد میں لگ جاتا ہے تو اس کو عشق حقیقی مل جاتا ہے جو کسی عشق مجازی کو ابھرنے نہیں دیتا۔ سارے غموں کا علاج یادِ الٰہی ہے اس سے زیادہ مجرب کوئی چیز نہیں۔ یادِ الٰہی تعلیم مصطفیٰ کا نام ہے۔ اور تعلیم مصطفیٰ حدیث و قرآن ہے فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹ کر دونوں جہان کا حرمان ہی حرمان ہے۔ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا اے قلب مسعود نفس و نفسانیت کو بتا دے کہ جن خواہشوں شہرتوں رشتوں برادریوں رسموں باطل رواجوں۔ اور دنیوی ساز و سامان کو تم نے اللہ کے مقابل گمان کر لیا اور اس کے صراطِ مستقیم راہِ شریعت و طریقت کے علاوہ ٹیڑھی راہوں کو سچا اور مضبوط راستہ سمجھ لیا۔ یہ تو ظلماتِ حجاب کو کھولنے کی ہمت و طاقت نہیں رکھتے۔ اور نہ منبسط کو کشف ہیں۔ قبض کو شرح میں ظلمات کو انوار میں کثافت کو سعادت میں شقاوت کو شرافت میں بدلنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ اور نہ ہی راہ عشق کے مصائب کو پھیر دینے کے مالک و مختار ہیں راہ کٹھن ہے منزل دور ہے امانتِ الٰہیہ کا بوجھ بھاری ہے۔ راہ مار بہت ہیں۔ بیابانِ سلوک کا سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے۔

شعر۔ شب تاریک بیم موج گرداب چنیں حائل
کجا دانند حالِ ما سبکسارانِ ساحلہا

اے نادان مسافر واس دنیوی عیش و عشرت کے متوالو آنکھیں کھولو ہوش سنبھالو جن کمزوروں کو تم نے سہارا سمجھا۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا۔ یہ جن کو تم بحر ظلمات کے گرداب بلا میں تیراک ملاح سمجھ کر غرقابی دنیوی کے وقت بلاتے پکارتے فریادیں کرتے ہو اور جس برادری و گروہ اور عوامی طاقت پر ناز کرتے ہو یہ تو خود اتنے کمزور بے بس لاغر بے آسرا ہیں کہ موت کی نزع قبر کے اندھیرے منکر نکیر کے حساب اور عذابِ گور سے بچنے کے لیے بشمع محبوب ازلی کی نورانی کرنوں۔ زلفِ حبیب اور ابردئے مصطفیٰ کی جنبش تائید کے وسیلے تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ کہ کون ان میں سے منزلِ معرفتِ الٰہیہ کے زیادہ قریب ہونے والا سا اور مشاہدۂ جمال کی رحمت کی بھیک کے امیدوار بنتے ہیں۔ اور غفلتِ اعمال غلطی افکار سستی کردار۔ نقصِ عبادت قلتِ ریاضت کمی ذکر۔ گناہ فکر کے عذاب دوری منزل سے ڈرتے کانپتے ہیں۔ اے گمگشتگانِ راہِ سعادت کے کم [illegible] کے لیے خطرناک اور بندگانِ

لاہوتی کے لیے ڈرنے کی چیز ہے۔ اہل معرفت وہ ہے جو پہلے حقوق العباد یعنی اپنے قلب و قالب کے حقوقِ خفی و جلی پورے کرے اور کعبۂ دل کا حصار و طواف کرے اس سے پہلے ظاہری حج کے لیے جانا بھی گناہ اور ظلم ہے۔ صوفی وہ ہے جو شیطان اور اُس کے دوستوں سے بچے۔ شیطان کے پانچ دوست ہیں ۱ حریصِ دنیا ۲ بخیلِ دولت ۳ بددل ۴ سخت دل ۵ جلدباز۔

(از غوث اعظم جیلانی) شیطان کے چھ دشمن ہیں۔

۱ بے طمع عالم ۲ بے ریا زاہد ۳ محبت کی عبادت ۴ اللہ کے لیے دوستی کرنے والے ۵ اللہ کے لیے دشمنی کرنے والے ۶ حلال روزی کھانے والے۔ بھرا پیٹ ابلیس کا اکھاڑا ہے اور فاقے والا پیٹ ابلیس کا قید خانہ ہے۔ روزے دار پیٹ اہل طریقت کا چمن ہے اور ابلیس کی نفرت گاہ (از خواجہ حسن بصری) اے غافلو تم بھی ڈرو۔ اے عابدو تم بھی خوف کرو۔ اے زاہدو تم فکر کرو۔ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا۔ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا۔ اور کائناتِ تجلیات میں کوئی بھی ایسی بستیٔ مسافرانِ طریقت نہیں ہے مگر اس کے رہنے والے گوشۂ دل کی تنہائیوں میں خلوت نشینوں کو قربِ جمال کی قیامت اٹھنے کے دن سے پہلے بحرِ عشق کے گرداب کربِ بلا میں فنا فِی الذَّات۔ کے مقام پر خودی و بیخودی کی ہلاکت ہم دینے والے ہیں۔ یا شقاوت نفسانی کو محرومی و بُعدِ رحمت۔ اور حجابِ ظلمات کا عذابِ شدید و غلیظ پہنچانے والے ہیں یہ فیصلۂ سرمدیہ کتابِ معرفت کے اوراقِ دھریہ میں لکھا جا چکا ہے اور تقدیرِ ازلی کے تمام ارادے لکھے جا چکے ہیں۔ سعید و شقی۔ عزیز و غبی۔ بخیل و غنی۔ شفیق و رمی سب کو میدانِ عمل میں پہنچا دیا گیا ہے مُهْلِكِيْنَ طریقت اہل عقل ہیں۔ معذّبین شقاوت نادان ہیں۔ اور نادان بیوقوف کے پانچ نشان ہیں۔

۱ جاہل کو دوست بنانا ۲ عقل والوں سے نفرت کرنا ۳ عورت کو راز دار بنانا ۴ دوسروں کی دنیوی اور اُخروی کمائی پر ناز کرنا ۵ نالائق اور بے تمیز کو اختیار دینا۔ اے عقل والو میدانِ معرفت میں کانوں کو استعمال کرو تاکہ صوتِ سرمدی اور نغماتِ عرشی کو سُن سکو۔ آنکھیں کھولو تاکہ مشاہداتِ انوار سے بہرہ مند ہو۔ قدموں کو بڑھاؤ ہاتھوں کو پھیلاؤ مگر زبان کو بند رکھو۔ تاکہ محرومی و نامحرمی سے اَمن میں رہو۔ زبان نقطہ چین ہے۔ نقطہ چینی آسان مگر اصلاحِ نفس اور تزکیۂ روح مشکل ہے۔ عقلمند وہ ہے جو دنیا سے کنارہ کرے اس سے پہلے کہ دنیا اُس سے کنارہ کرے۔ اور حاضریِ بارگاہِ الٰہیہ سے پہلے خوشنودیِ مولا و رضائے ذات حاصل کرے۔ طالب صادق کو چاہیئے کہ مرشد کے حرم سرا اور خلوت خانۂ محبوب کے لائق بن جائے اچھی بیوی وہ ہے جو نامحرم کو نہ دیکھے اچھا مرید وہ ہے جو جلوۂ پیر کے سوا کسی کو نہ دیکھے اچھی بیوی کو نامحرم نہیں

دیکھ سکتا اچھے مرید کو شیطان نہیں پکڑ سکتا - اچھی بیوی اپنے گھر کی محافظ اچھا مرید اپنے قالب کا محافظ
اچھی بیوی وہ جس کی اولاد کثرت سے ہو اچھا مرید وہ جس کے مراقبات مکاشفات و مشاہدات زیادہ ہوں۔
وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۔ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا
بِهَا ۔ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ طبیعت انسانی حیات دنیوی
میں کائنات دھر پر چھ قسم کی ہے۔

۱ طبیعت ایمانی ۲ طبیعت عرفانی ۳ طبیعت وجدانی ۴ طبیعت نفسانی ۵ طبیعت طغیانی
۶ طبیعت شیطانی۔ طبیعت ایمانی والے شکم مادر میں ایمان کی دولت سے مزین ہوتے ہیں۔ طبیعت عرفانی
والے راہ سعادت کے شہ سوار شروع دن سے ہوتے ہیں طبیعت وجدانی والوں کو صرف ایک جھلک کی
ضرورت ہوتی ہے ازلی خوش بختی سے منزل پا لیتے ہیں۔ لیکن طبیعت نفسانی والے شکوک و شبہات
کے کانٹوں جھاڑیوں میں پھنسے ہوتے ہیں اور طرح طرح کے مطالبے کرتے ہیں اور بیابان طریقت میں
قدم تو رکھتے ہیں مگر قدم قدم پر شعبدوں کی تمنا کرتے ہیں۔ طبیعت طغیانی میں انکار اور تکذیب کی عادت بد
ہوتی ہے۔ طبیعت شیطانی آیات و نشانات قدرت کو ہٹانے۔ مٹانے اور ختم کرنے کی خواہش میں لگی رہتی
ہے۔ اسی لیے یہ تینوں خصلتیں مشاہدات یار کے جلووں سے محروم تمنا رہتی ہیں اُن پر منزل انوار تک پہنچنے
کے دروازے بند کر دیئے جاتے۔ ان کی محنت رائیگاں اور دل پُر ارمان ہی رہ جاتے ہیں ایسے راہ نوردوں
کے لیے فرمایا جا رہا ہے کہ اور نہیں چھوڑا ہم نے آیت قدرت و عبرت کے بھیجنے کو مگر صرف اس لیے
کہ نفوس رذیلہ کے پہلے اہل شقاوت نے وادی حیرت میں قدوم طلب کے انکار خفی سے تکذیب طبعی کر
کے اپنی ہلاکت فنا کا سبب بنایا۔ اور ہم نے ثمود امارہ کو شریعت کے پانی پینے والا طریقت و معرفت کے
لبن خالص دینے والا ناقہ قرآن دیا تو اُن خباثت کے باطن والوں نے بداعمالی اور کورچشمی کا اس پر ظلم کیا
اس کی وجہ سے اپنی جانوں پر لعنت ابدیہ کا ظلم کمایا اور وادی عرفان کے یہ نشانات اسرار۔ بیانات رموز تو
فقط اس لیے ہم بھیجتے ہیں تاکہ راہ نوردان سلوک ڈر ڈر کر قدم رکھیں۔ خوف ہیبت الٰہی ہی مسافران راہ طلب
کا زادِ راہ ہے۔ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ
اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ۔ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا
طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۔ اور اے قلب محبوب یاد کر جب ہم نے تجھ کو عالم ازل میں فرمایا کہ بیشک تیرے
رب کائنات نے تجھ کو نفس و نفوس۔ شرور فطور سے بچا کر اپنے انوار کے جھرمٹ میں گھیر لیا ہے اور اغیار باطن
کے فتنہ و فساد سے محفوظ کر لیا ہے اور نظارہ عرش کے وہ دیدار جو ہم نے قلب کو عطا فرمائے اور وہ تجلیات

مخصوصہ ہو لا مکانِ مشاہدہ میں نظرِ جسمانی سے دکھائیں اُس کو امتحان گاہ نا سوتی کے اہلِ باطل ظاہرین کور باطن انسانوں کے لیے صرف فتنہ اور آزمائش ہی بنایا۔ اور آرائشِ دنیا۔ خواہشاتِ نفسانیہ طبعِ رذیلہ سلسلہٴ شیطانیہ کے شجرِ ملعونہ جس کو سینہٴ انسانیت میں اُگایا اور قرآن روح میں ذکر فرمایا۔ وہ بھی ایک آزمائش اور فتنہٴ راہ سلوک ہے۔ اور ہم غرورِ علمیت تکبرِ فکریت سے مسافرانِ راہ طلب کو ڈراتے رہتے ہیں۔ مگر اہلِ شقاوت کی نفسانی سرکشی ہی زیادہ ہوتی ہے اس لیے کہ ازلی بدبخت کبھی بھی منزلِ مراد نہیں پاسکتا۔ اگر غرور و فریب علم ہوتا تو اس کے سنیا فتہ سب سے زیادہ ہوتے۔ انسان ہی سب سے زیادہ قانونِ الٰہی کو توڑنے والا ہے۔ اہلِ دل فرماتے ہیں کہ دنیاءِ تصوّف میں عورت شجرِ ملعونہ ہے جو معرفت والوں کے لیے فتنہ ہے۔ شراب خمر اور عورتِ دنیا مرد کو بیوقوف بناتی ہے۔ حسین اور نیک عورت اللہ کی صنعت کا نمونہ ہے زمین کی عزت ہے فرشتوں کی زیارت گاہ ہے اور فطرت کی عجیب چیز ہے اور قدرت کی آیت ہے ندرت کا خزانہ ہے۔ اے عالمِ کمال میں آنے کے خواہش مندلو گو تجربہ کرتے رہو کیونکہ عمل و فکر کا تجربہ ہی پہلا مرشد اور بہترین استاد ہے لیکن اس کی اُجرت کثیر ہے۔ ساری زندگی کے اَعمالِ حسنہ اس کے تجرباتِ فلاح کا نچوڑ ہے۔ اے بندۂ خدا جو کچھ عبادت اللہ کے لیے کرے گا وہ اخلاص ہے جو عبادت مخلوق میں ناموری کے لیے کروگے وہ ریا ہے جس بندے میں محبت غالب ہوگی اس میں درد و غم زیادہ تر ہوگا۔ اہلِ معرفت غربت کے طالب ہوتے ہیں کیونکہ اسلام غریبوں سے ہی شروع ہوا اور قریبِ قیامت غرباء میں ہی رہ جائے گا۔ مومن کا ایمان ہے کہ اللہ قلب و قالب سے قریب ہے فہم و فکر سے باہر ہے نیک اَعمال ایمان کو روشن کرتے رہیں اور نیک عقیدے ایمان کو زیادہ کرتے ہیں۔ بُرے اعمال ایمان کو گدلا کرتے ہیں اور بُرے عقیدے ایمان کو کم کرتے رہتے ہیں۔ بُرا وہ ہے جس کو اپنے اَعمال پیارا اور اپنے مقام پر فخر و غرور ہو۔ اور اپنے کام اچھے لگیں توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ بندوں کے حقوق حُسنِ اخلاق سے ادا کر کے بھی معذرت و معافی طلب کی جائے۔ کیونکہ دولت دے کر احسان نہیں بنتا بلکہ بلا قصور و کوتاہی معافی مانگنا احسان بنتا ہے۔ اس لیے کہ اپنی چیز دینے سے احسان ہے۔ دولت رب تعالیٰ کی امانت ہے اور معذرت معافی و عاجزی اپنی چیز ہے۔ اے انسان اہل و عیال تیری رعایہ ہیں تجھ سے اُن کے بارے میں سوال ہوگا۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

اور جب کہا ہم نے تمام فرشتوں کو فورًا آدم کو عزت کا سجدہ کرو

اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ

تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ اُس نے کہا کیا میں اُس شخص کو سجدہ کروں

توان سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے۔ بولا کیا میں اسے سجدہ کروں

لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ۚ﴿۶۱﴾ قَالَ اَرَءَيْتَكَ

جس کو تو نے مٹی جیسے گھٹیا چیز سے پیدا کیا ہے ۔ پھر بولا اے اللہ ذرا غور تو کر کہ

جسے تو نے مٹی سے بنایا بولا دیکھ تو

هٰذَا الَّذِیْ كَرَّمْتَ عَلَیَّ ۫ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ

یہ وہ شخص ہے جس کو تو نے فضیلت و عزّت دی مجھ پر البتہ اگر تو آخر

جو یہ تو نے مجھ سے معزز رکھا اگر تو نے مجھے قیامت

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ

قیامت کے دن تک مجھ کو باقی رکھے تو البتہ ضرور اس کی اولاد کو در غلاتا پھروں گا میں

تک مہلت دی تو ضرور میں اس کی اولاد کو پیس ڈالوں گا

اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ

سوائے تھوڑوں کے ۔ فرمایا جا مہلت ہے۔ تو جو ان میں سے تیری

مگر تھوڑا ۔ [illegible] تیری پیروی

مِنْهُمْ	فَاِنَّ	جَهَنَّمَ	جَزَآؤُكُمْ	جَزَآءً
پیروی کرے گا	تو بیشک	تم سب کی	پوری	سزا
کرے گا	تو بیشک	سب کا بدلہ	جہنم	ہے

مَّوْفُوْرًا (۶۳)
جہنم ہو گی
بھرپور سزا

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق - پچھلی آیت پاک میں معراج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوا تھا جو کافر انسانوں کے لیے ایک سخت عجیب آزمائش تھی اب ان آیت میں سجدۂ آدم علیہ السلام کا ذکر ہے جو سب سے بڑے ازلی کافر ابلیس وشیطان کے لیے آزمائش تھی۔ **دوسرا تعلق** - پچھلی آیت میں ایک انسانی آزمائش کا ذکر تھا اب ان آیت میں اس چیز کا ذکر ہے کہ جو اس امتحان وآزمائش میں ناکام رہے گا وہ جہنم میں جائے گا۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں جہنمیوں کی خوراک شجر ملعونہ کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں خوراک کھانے والے جہنمیوں کا ذکر ہو رہا ہے۔

شانِ نزول - جب آقاء کائنات صلی اللہ علیہ وسلم معراج پاک سے واپس تشریف لائے اور رب تعالیٰ کی اجازت سے معراج پاک کا اعلان فرمایا تو کفار نے مذاق اڑایا اور معین نومسلم منافق مرتد ہو گئے اور دل لگی مذاق سے بیت المقدس کا نقشہ پوچھنے لگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ کے کرم سے سب کچھ بتا دیا تو کفار آپ کو جادوگر کہنے لگے اس پر یہ گیارہ آیتیں نازل ہوئیں از آیت ۶۰ تا آیت ۷۰۔

تفسیر نحوی وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۔ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ۔ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ۔ واؤ سر جملہ - اِذْ - اسم ظرف زمانی ہے کبھی یہ حرف بھی ہوتا ہے اس وقت یہ مفاجات یعنی اچانک کے معنیٰ میں ہوتا ہے - اِذْ کے بعد ہمیشہ کوئی امر پوشیدہ ہوتا ہے یہاں اُذکُرْ فعل امر واحد مذکر حاضر پوشیدہ ہے اور معنیٰ ہے کہ اے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

آپ اُس وقت کو یاد کرو اِذْ جب کہ۔ قُلْنَا ۔ فرمایا تھا ہم نے۔ یہ فعل ماضی مطلق ہے قَوْلٌ سے مشتق ہے بمعنی کہنا فرمانا ۔ یہاں صیغہ جمع متکلم فاعل اللہ تعالیٰ ۔ لام جارہ تعدیہ یعنی متعدی اور مفعول بہ بنانے والا۔ لِلْمَلٰٓئِكَةِ ۔ جمع مکسر کثرت ہے ۔ اس کی واحد ہے مَلَكٌ ۔ لام جارہ کے بعد الف لام استغراقی ہے بمعنی تمام فرشتے اُسْجُدُوْا ۔ باب نَصَرَ کا امر حاضر معروف جمع مذکر سَجْدٌ سے مشتق ہے بمعنی زمین سے لگ جانا ۔ زمین پر گر جانا ۔ پیشانی لگانا یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں ۔ لام جارہ سمتیت کا بمعنی اِلٰی (طرف) یا بمعنی مفعولیت یعنی آدم علیہ السلام کو ۔ اٰدَمَ ۔ اسم مفرد جامد غیر منصرف کیونکہ عَلَم اور عجمی ہے یہ جار و مجرور متعلق ہے اُسْجُدُوا کا ۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ہوا قُلْنَا جملہ فعلیہ قول کا ۔ قول مقولہ مل کر شرط ہوئی ۔ فَ ۔ حرف جزا ۔ سَجَدُوْا باب نَصَرَ کا ماضی مطلق ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اس میں پوشیدہ ہے فاعل ہے مرجع ہے ملٰٓئکۃ ۔ یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مستثنیٰ منہ ہوا ۔ اِلَّا حرف استثنا متصل ہے یا منقطع ہے ۔ ابلیس ۔ یہ اسم مفرد جامد ہے ۔ ایک قول میں یہ مشتق ہے بَلَسٌ سے بمعنی حیران ہونا ۔ غمگین اور مایوس ہونا ۔ پھندا ڈالنا ۔ پھنسانا ۔ نام ہے شیطان کا بروزن اِفْعِیْلٌ اِکْلِیْلٌ ۔ چونکہ یہ عجمی عَلَم کی وجہ سے غیر منصرف ہے اس لیے یہ جامد ہے ۔ اگر یہ مشتق ہے تو عجمی نہیں بلکہ عربی لفظ ہے پہلا قول صحیح ہے کیونکہ سب نحوی علما اس کو غیر منصرف مانتے ہیں ۔ یہ مستثنیٰ متصل ہوا مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ منقطع ہے اس لیے کہ ابلیس اصلاً ملٰئکہ میں سے نہیں ہے یہ تو جنات سے ہے ۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزا ہوئی پھر شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا ۔ قَالَ فعل ماضی قَوْلٌ سے مشتق ہے اس کا فاعل ھُوَ ضمیر پوشیدہ جس کا مرجع ابلیس ہے یعنی ابلیس نے کہا ۔ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ قولیہ خبریہ قول ہوا ۔ ءَ ہمزہ سوالیہ انکاری اَسْجُدُ مضارع معروف واحد متکلم سَجْدٌ سے مشتق ہے بمعنی ماتھا لگانا ۔ یہاں مراد ہے زمین سے لگ جانا عبادت کے لیے یا تعظیم کے لیے اس کا فاعل اَنَا ضمیر مستتر ہے جس کا مرجع ابلیس ہے ۔ لام حرف جر ۔ یا بمعنی اِلٰی جارہ یا بمعنی مفعولیت یعنی آدم کی طرف یا آدم کو ۔ مَنْ موصولہ مجرور ہے مراد ہے آدم نام ذاتی ہے اللہ کے پہلے نبی اور پہلے انسان کا ۔ خَلَقْتَ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق واحد مذکر حاضر اَنْتَ پوشیدہ اس کا فاعل ہے جس کا مرجع اللہ تعالیٰ خَلْقٌ سے مشتق ہے بمعنی پیدا کرنا یہ ہمیشہ متعدی بیک مفعول ہوتا ۔ طِیْنًا اسم مفرد جامد بمعنی مٹی نکرہ معرب متمکن ہے ایک ترکیب میں حال ہے خَلَقْتَ کے مقدر مفعول بہ کا ۔ یعنی پیدا کیا تو نے درآنحالیکہ مٹی سے ۔ جس کو مٹی بنایا تو نے ۔ مرجع مَنْ ہے ۔ دوسری ترکیب میں یہاں مِنْ جارہ پوشیدہ ہے یعنی مٹی سے پیدا کیا تو نے تیسری ترکیب میں طِیْنًا تمیز ہے اسی مَنْ مفعول بہ کی یا تمیز ہے خَلَقْتَ کی ۔ تمیز نے کیفیت کے ابہام کو دور کیا ۔ خَلَقْتَ فعل اپنے فاعل اور تمیز سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر صلہ ہوا مَنْ موصولہ کا وہ صلہ موصولہ مجرور متعلق ہوا اَسْجُدُ کا وہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو

کر مقولہ ہوا ۔ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ مکمل ہوا ۔ قَالَ یہ دوسرا کلام ہے ۔ قال کا فاعل بھی ابلیس ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا ۔ أَ ۔ ہمزہ سوالِ ایجابی یعنی ایسا ہونا چاہیئے ۔ رَءَیْتَ ۔ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق صیغہ واحد مذکر حاضر اَنْتَ فاعل مرجع اللہ تعالیٰ رَئْیٌ سے بنا ہے ۔ ہفتقسام میں سے مہموز العین اور ناقص یائی ہے جب رَأْیٌ کے مشتقات پر ہمزہ سوالیہ آئے تو بمعنیٰ دیکھنا اس کے علاوہ غور کرنا ۔ رائے دینا ۔ مشورہ دینا ۔ سمجھانا ۔ متعدّی بیک مفعول بھی ہوتا ہے اور بدو مفعول بھی یہاں بدو مفعول ہے كَ ۔ ضمیر منصوب متّصل ہے کیونکہ اپنے عامل سے جڑی ہے اور پہلا مفعول بہ ہے اَرَءَیْتَ کا ۔ اِس کو مفعول بہ نفسی کہتے ہیں یعنی سمجھا تو اپنے آپ کو یا اپنے دل سے مشورہ سے یا بمعنیٰ خود ہی سوچ ۔ غور کر ۔ هٰذَا اسم اشارہ قریبی ۔ اَلَّذِیْ اسم موصول واحد مذکر مراد ہے حضرت آدم ۔ کَرَّمْتَ ۔ تَکْرِیْمٌ باب تَفْعِیْلٌ سے بنا ہے ماضی مطلق واحد مذکر حاضر مرجع اللہ تعالیٰ متعدّی بیک مفعول ہوتا ہے بمعنیٰ عزّت والا کرنا ۔ عزّت والا بنانا ۔ کَرَمٌ سے بنا ہے بمعنیٰ عزّت والا ہونا یہ لازم ہے باب تفعیل نے متعدّی بنایا ۔ عَلَیَّ ۔ دو لفظ ہیں ۔

۱ عَلٰی جارّہ فوقیت کا ۔ ۲ یَ ضمیر واحد متکلّم مرجع ابلیس ۔ یعنی مجھ پر ۔ یہ جار مجرور متعلّق ہے کَرَّمْتَ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر صِلہ ہوا اَلَّذِیْ کا ۔ موصول صِلہ مشارالیہ ہے هٰذَا کا اور یہ سب مفعول بہ دوم ہوا سب جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مقولہ ہوا ۔ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ انشائیہ اور خبریہ بن کر مکمل ہوا بعض نُحات کے نزدیک كَ ضمیر صرف اَنْتَ پوشیدہ کی تاکید کے لیے ہے اور اَرَءَیْتَ کا مفعول اوّل هُوَ ضمیر مستتر ہے مفعول دوم هٰذَا ہے واللہ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب ۔ لام قَسَمِیَہ ۔ اِنْ حرفِ شرط اَخَّرْتَ ۔ باب تفعیل کا ماضی مطلق واحد مذکر حاضر ۔ اُخُوْرٌ سے مشتق ہے پیچھے آنا پیچھے ہونا لازم ہے باب تفعیل میں متعدّی بیک مفعول ہوا یعنی آخر تک کرنا ۔ مراد ہے لمبی زندگی تا قیامت ملنا ۔ نِ ۔ دراصل ہے نِیْ ۔ نون حرفِ وقایہ ۔ بمعنیٰ بچانے والا ۔ اس نون نے اَخَّرْتَ کی تَ کا نصب بچایا ۔ اگر یہ نون نہ ہوتی تو اَخَّرْیْ ہو جاتا ۔ اور یہ غلط ہوتا ۔ یْ ۔ ضمیر واحد متکلّم مرجع ہے خود ابلیس یعنی اگر مجھ کو لمبی عمر تا قیامت آخر تک دی تو نے ۔ تُوْ کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے ۔ اِلٰی جارّہ انتہاءِ غایت کے لیے یَوْمِ ۔ اسم ظرفِ زمانی بمعنیٰ دن مطلق وقت ۔ یعنی زمانہ ۔ اَلْقِیٰمَۃِ ۔ الف لام عہدِ خارجی ۔ قیامت مصدر ہے مگر یہاں حاصل مصدر اسم مفرد جامد بمعنیٰ میدانِ محشر ۔ یوم مضاف قیامت مضاف الیہ مرکب اضافی مجرور جار مجرور متعلّق ہے اَخَّرْتَ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر قسم ہوئی ۔ لامِ کَ حرف جوابِ قسم کا ۔ اَحْتَنِکَنَّ باب افتعال کا مضارع مستقبل با نون تاکید ثقیلہ واحد متکلّم اس کا فاعل پوشیدہ اَنَا ضمیر ہے جس کا مرجع ابلیس ہے ۔ مصدر ہے اِحْتِنَاکٌ حِنْکٌ سے بنا ہے ۔ بمعنیٰ پیسنا ۔ رگڑنا ۔ مٹانا ۔ دھکا دے کر بُری طرح گرانا ۔ ہانکنا یا لگام دے کر کھینچتے پھرنا مراد ہے ورغلانا ۔ انتہائی غصّہ میں بولا جاتا ہے ۔ ذُرِّیَّتَ ۔ اسم مفرد جامد جنسی بمعنیٰ

ذرّہ۔ نطفہ۔ اور اولاد مراد ہے انسانی نسل آئندہ تا قیامت آنے والی چھوٹی چیونٹی کو بھی ذُرّت اسی معنیٰ میں کہتے ہیں۔ یہ مرکب اضافی مستثنیٰ منہ ہوا۔ اِلّا حرفِ استثنا متصل۔ قَلِیْلًا اسم صفت مشبہ بروزن فعیلًا بمعنی بہت ہی تھوڑے نصب ہے مستثنیٰ ہے سب مل کر مفعول بہ ہوا لَاَحْتَنِکَنَّ۔ کا وہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جواب قسم ہوا۔ قسم جوابِ قسم مل کر جملہ قسمیہ انشائیہ ہو کر مکمل ہوا قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا۔ قَالَ فعل ماضی ھُوَ ضمیر پوشیدہ فاعل مرجع اللہ تعالیٰ فعل فاعل مل کر قول ہوا۔ اِذْهَبْ۔ باب فتح۔ واحد مذکر حاضر اَنْتَ مستتر فاعل مرجع ابلیس ذَهْبٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ جانا۔ نکلنا۔ بھاگنا۔ یہ امر توبیخی یا تذلیلی ہے۔ ترجمہ ہے دور دفع ہو جا۔ توبیخ اور تذلیل کے یہی معنیٰ ہوتے ہیں۔ یہ فعل فاعل مل کر مقولہ اوّل ہوا۔ فَ حرفِ تاکید ابتدائیہ مَنْ اسم موصول تَبِعَ باب سَمِعَ کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب تَبِعٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پیچھے چلنا۔ نقشِ قدم لینا پیروی کرنا۔ ھُوَ پوشیدہ اس کا فاعل جس کا مرجع ہے مَنْ۔ مراد ہے عام انسان تا قیامت لفظاً واحد ہے معنًی و باطنًا جمع ہے۔ کَ۔ ضمیر منصوب متصل واحد حاضر مرجع ہے ابلیس مفعول بہ ہے تَبِعَ کا مِنْ جارّہ تبعیضیہ۔ ھُمْ۔ ضمیر جمع مذکر کا مرجع معنوی و باطنی مَنْ ہے کیونکہ یہاں مَنْ کی عمومیت مراد ہے۔ یہ جار مجرور متعلق ہے تَبِعَ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔ مَنْ موصولہ شرطیہ کی وجہ سے فَ۔ حرف جزا اِنَّ حرفِ مشبّہ بالفعل کیونکہ فعل جیسا عمل کرتا ہے۔ جَهَنَّمَ اسم مفرد جامد۔ عجمی غیر منصرف کیونکہ عجمی علَم ہے ایک جہان کا نام ہے۔ مفتوح بوجہ اسم اِنَّ جَزَآءُ اسم مفرد جامد حاصل مصدر ہے بمعنیٰ بدلہ مضاف ہے کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ہے مجرور متصل مرجع مخاطب ابلیس اور اُس کے فرماں بردار یہ مرکب اضافی۔ ترکیبًا یا یہ موصوف جَزَآءً کا۔ پہلی ترکیب میں یہ مرکب بھی بحالتِ نصب ہے اِعراب حکائی سے اگرچہ صرف لفظ جَزَآءُ مرفوع ہے بوجہ اِنَّ کی خبر ہونے کے۔ جَزَآءً موصوف مَوْفُوْرًا اسم مفعول وَفْرٌ سے مشتق ہے۔ بمعنیٰ بھرنا۔ پورا کرنا۔ پورا ہونا۔ لازم بھی ہوتا ہے بمعنیٰ پورا ہونا کبھی متعدی ہوتا ہے بمعنیٰ پورا کرنا اسی سے ہے وَفْرَہ وہ بال جو کانوں تک آ جائیں بحالتِ نصب ہے صفت ہے جَزَآءً کی یہ مرکب یا حال ہے یا تمیز ہے۔ بعض نحویوں کے نزدیک یہ مرکب توصیفی مفعول مطلق ہے اور جَزَآءُ مصدر مضاف ہے کُمْ مفعول مضاف الیہ (تفسیر جمل) بہرکیف یہ سب مل کر خبر اِنَّ اور اِنَّ سب سے مل کر جملہ اسمیہ جزا ہوئی مَنْ تَبِعَ کی شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو کر مقولہ دوم اور پھر سب قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو کر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا

اور اے پیارے نبی اور تا قیامت آنے والے تمام مومن مسلمانو اس چیز کو یاد رکھیئے کہ کفارِ زمانہ کی یہ طغیان اور نبی پاک سے حسد مسلمانوں سے دوری اور تکبر قرآن وحدیث سے بغاوت اسلام سے نفرت کفر وشرک سے محبت اور دلچسپی اس لیے ہے کہ پہلے ابتداءِ دنیاءِ انسانیت میں جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ تم سب ایک دم مل کر ہمارے پہلے نبی خلیفۃُ الارض حضرت آدم کو سجدہ کرو۔ تو سب فرشتوں نے اسی وقت حضرت آدم کو زمین پر گر کر سجدہ کیا تھا۔ سوائے ابلیس شیطان کے کہ اُس نے کہا تھا ءَاَسْجُدُ۔ کیا میں اِس شخص کو سجدہ کروں جس کو تو نے ایک حقیر چیز مٹی سے پیدا کیا۔ اے ربِ کائنات تو خود غور فرما کہ کیا یہی وہ گھٹیا مٹی کا مجسمہ ہے جس کو تو نے مجھ جیسی عالِم کامل عبادت گزار زاہد بحر وبر شخصیت پر فضیلت دی اور مجھ سے زیادہ اِس کو عزت والا مکرّم بنا دیا۔ اچھا خیر اب میری اِس سے تا قیامت دشمنی ہے۔ اور وہ دشمنی دوستی کے روپ میں اس طرح ظاہر ہوتی رہے گی کہ البتہ اگر اے ربِ کائنات تو نے مجھ کو آخرِ دنیا کے وقت قیامت کے دن تک لمبی زندگی دے کر مؤخر کیا تو البتہ یقیناً ضرور میں اس کی آئندہ نسلی ذریت اور اولاد بیٹے بیٹیوں کو کفر شرک بدعت گناہ فسق اور گستاخی بے ادبی کی ہواؤں خزاؤں طوفانوں کے ذریعے جڑوں سے اکھیڑ کر رکھ دوں گا۔ اس طرح کہ یہ انسان اپنے اصلی مقام سے ہٹے اور کٹے درخت کی مثل اپنے مقصدِ پیدائشِ ایمان عرفان قرآن۔ عبادت ریاضت ولایت خلافت سے دور بے پھل کے پودے کے مشابہ بیکاری ذلت وخواری کے مقام پر جا گرے گا۔ اور میں بدبختی کی چکی میں اُس کو پیس کر رکھ دوں گا سوائے تھوڑے لوگوں کے جو اپنی خوش نصیبی سے اور فضلِ ربِ کریم سے میرے قابو اور پُرفریب جال میں نہ آسکیں گے۔ تا قیامت یہ سب کفار وکفریات اور برائیاں خرابیاں نیکوں سے حسد بغض تکبر غرور شیطان کے اسی قولی کاروائی کے مطابق ہے۔ اور اے محبوب کریم یہ صرف آپ کے ساتھ یا آپ کے صحابہ ومومنین کے ساتھ ہی نہیں ہو رہا۔ یہ تو حضرت آدم کی ذات سے حسد تکبر شروع کر رکھا ہے آپ مغموم ومتفکر نہ ہوں۔ مفسرین کرام کے اقوالِ مختلفہ کے مطابق صحیح تر یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کو یہ سجدہ تحیۃ اور عزت افزائی کا تھا۔ آدم علیہ السلام کو قبلہ نہیں بنایا گیا تھا اس لیے کہ پورے قرآن مجید میں اس سجدۂ آدم کا سات سورتوں میں تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ ۱۔ سورۃ بقرہ آیت پ۱ ۳۴۔ دوم سورۃ اعراف آیت پ۸ ۱۱ سوم سورۃ پ۱۴ الحجر آیت ۳۱ چہارم سورۃ اسرای پ۱۵ یہی آیت ۶۱ پنجم سورۃ کہف پ۱۵ آیت ۵۰ ششم سورۃ پ۱۶ طٰہٰ آیت ۱۱۶ ہفتم سورۃ صٓ آیت پ۲۳ ۷۲۔ ان تمام مقامات پر لِآدم ہے۔ اِلیٰ آدم نہیں۔ یعنی حضرت آدم کو سجدہ ہوا تھا نہ کہ آدم کی طرف۔ دیکھو مکے کی مسجد حرم میں کعبے کو قبلہ بنایا گیا تو اِلی المسجد الحرام کا حکم ہوا۔ نیز آسمانی زمینی عرشی فرشی تمام فرشتوں نے بیک دم زمین پر پیشانی رکھ کر سجدہ کیا۔

ابلیس پہلے نیک اور مقبولِ بارگاہ اور مثلِ ملائکہ عابد وزاہد تھا۔ صرف حسد وتکبر کی وجہ سے سجدۂ آدم سے منکر ہو کر کافر ہوا۔ یہ سجدہ حضرت آدم کو مکمل زندہ فرمانے کے بعد جنتی تخت پر بٹھا کر ہوا۔ یہاں ابلیس کی تین حرکتیں بیان ہوئیں ایک عمل کہ فرمایا گیا اِلَّآ اِبۡلِیۡسَ ۔ یعنی ابلیس شیطان نے سجدے کا عمل نہ کیا۔ دوم یہ قول کہ ءَاَسۡجُدُ کیا میں آدم کو سجدہ کروں سوم یہ قول کہ اَرَءَيۡتَكَ ۔ تو غور فرما کہ تو نے مجھ پر اس کو کیوں فضیلت دی جب کہ اس کی اصل مٹی گھٹیا ہے اور میری اصل یعنی آگ اعلیٰ ہے اور ہمیشہ ادنیٰ کو اعلیٰ کے سامنے جھکایا جاتا ہے نہ کہ اس کا الٹ۔ یہ سوچ بھی ابلیس کی اپنی تھی ورنہ اللہ نے نہیں فرمایا تھا کہ مٹی آگ سے حقیر ہے یا کبھی آگ کی فضیلت بیان کی گئی ہو نہ نار کی فضیلت وشرافت کہیں ثابت وظاہر ابلیس کے تکبر نے ہی اس کو آگ کا افضل ہونا سمجھایا اور ہر متکبر کا یہی حال ہے کہ وہ اپنی ہر چیز کو خود بخود دوسروں سے افضل سمجھنے لگتا ہے۔ یہ تو مٹی اور نار کا مقابلہ سمجھ لیا اس لیے اس نے اپنی نسبت سے آگ کو اچھا کہہ دیا ورنہ ہو سکتا ہے اُس کے دل میں یہ بھی ہو کہ آگ نور سے بھی افضل ہے اور میں ابلیس ملائکہ سے بھی افضل ہوں۔ ان ہی وجوہ سے اس کی اس قسم کی کسی بات کو ذرہ برابر کوئی اہمیت نہیں دی بلکہ قَالَ اذۡهَبۡ فَمَنۡ تَبِعَكَ مِنۡهُمۡ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمۡ جَزَآءً مَّوۡفُوۡرًا ۔ رب تعالیٰ نے فرمایا جا دور ہو تجھے آخر دنیا تک مہلت ہے اور کھلا اختیار ہے اپنی ذلیل اور ملعون زندگی میں جو چاہے کر اپنی جسمانی قوتوں ناری طاقتوں عقلی وسوسوں جھوٹے فریب سے ورغلانے اکسانے پھسلانے سے جو چاہتا ہے کرتا پھر لیکن تو اور تیرے سارے پیروکار اتنا سوچ لیں کہ جو بھی قیامت تک تیری پیروی اتباع کرے گا تو تم سب کی جزا سزا اور پورا پورا بدلہ جہنم ہی ہو گی اور وہ تم کو پورا دیا جائے گا نہ بدلے میں بذات خود کسی لحاظ سے کمی یا کمزوری ہو گی۔ نہ پورا ملنے میں کمی یا دیری ہو گی۔

فائدے

ان آیاتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ ملائکہ کا سجدہ آدم علیہ السلام ہی کو سجدہ تھا آدم علیہ السلام قبلہ نہ بنائے گئے تھے۔ ورنہ شیطان کو اعتراض نہ ہوتا اس لیے کہ اس سے پہلے تمام ملائکہ اور ابلیس اپنے قبلہ بیت المعمور کی طرف سجدہ کرتے تھے اگر حضرت آدم بھی قبلہ ہی بنائے گئے ہوتے تو عارضی تبدیلیٔ قبلہ ہوتی جو ابلیس کے لیے قابلِ اعتراض بات نہ تھی اعتراض تو مسجودِ آدم ہونے پر تھا۔ یہ فائدہ لِاٰدَمَ فرمانے سے حاصل ہوا نیز اگر آدم علیہ السلام قبلہ ہوتے تو اِلٰی آدم ہوتا لِاٰدَمَ نہ ہوتا۔

دوسرا فائدہ۔ آگ کسی حیثیت میں بھی مٹی سے افضل نہیں ہے نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا کوئی حکم یا بیان نازل ہوا ہے یہ ابلیس کی اپنی منطق اور سوچ ہے کہ اس نے آگ کو مٹی سے افضل سمجھا یہ فائدہ

خلقت طینًا کے قول سے اور اس کے تفسیری بیان سے حاصل ہوا۔
تیسرا فائدہ۔ دنیا میں کسی شخص کو کسی چیز کا انعام مل جانا یا کسی کی کوئی خواہش یا جائز نا جائز دعا قبول ہو جانا اس شخص مقبولیت کی نشانی نہیں ہے نہ ہی کسی کو اسی بات سے اپنے متعلق دھوکہ کھانا چاہیئے کہ میں بڑا مقبول ہوں یہ فائدہ قَالَ اذْهَبْ (الخ) فرمانے حاصل ہوا۔ دیکھو ابلیس نے لمبی عمر کی دعا مانگی تو اس کی یہ دعا فورًا قبول ہوئی اور بلکہ مزید اس کو ہر جگہ حاضر ناظر ہونے کی قوت وسوسے ڈالنے کے طریقے معلومات کثیر بھی مل گئے۔ حالانکہ ابلیس کی مردودیت تو مشہورِ عالم ہے۔

احکام القرآن

ان آیت مبارکہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔
پہلا مسئلہ۔ جس چیز کو اللہ تعالیٰ حلال اور جائز فرما دے وہ اس وقت جائز و حلال ہی ہے جب تک کہ خود باری تعالیٰ حکم تبدیل نہ فرمائے خواہ وہ حکم عارضی اور وقتی ہو یا دائمی اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس کو حلال فرمادیں وہ حلال ہی ہے نبی کریم کا حلال فرمانا بھی اللہ ہی کا حلال فرمانا ہے۔ دیکھو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے دار الحرب میں کافر حربی سے سود لینا جائز قرار دیا تو وہ تا قیامت جائز ہی رہے گا کوئی مولوی مُلّا پیر صوفی یا مجتہد امام اس کو حرام نہیں کر سکتا۔ یہ مسئلہ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ۔ سے مستنبط ہوا
دوسرا مسئلہ۔ شریعتِ الٰہیہ میں سجدے تین قسم کے ہیں ۱۔ سجدۂ عبادت۔ یہ سجدہ اللہ کے سوا کسی کو کرنا کفر ہے کبھی کسی نبی علیہ السلام کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں ہوا جو شخص کسی چیز یا کسی شخص کو سجدۂ عبادت کرے گا وہ فورًا مشرک کافر ہو گا اگرچہ ایک آن کے لیے کرے۔
۲۔ سجدۂ تحیۃ اور عزت یہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کرنا حرام ہے۔ آدم علیہ السلام سے لے کر تا قیامت ہر شریعت میں حرام ہی رہا۔ ہاں جس کو اللہ تعالیٰ بذاتِ خود حکم دے کر یا انبیاءِ کرام کے ذریعے وحی سے جائز فرما دے تو وہ ہی فقط جائز ہو گا۔ جیسے یہ حضرت آدم علیہ السلام کا سجدہ یا جانوروں کا سجدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا جیسے کہ ایک جنگلی بندر کا سجدہ اعلیٰ حضرت بریلوی کو جب کہ خود اعلیٰحضرت ایک مرتبہ تلاوت فرما رہے تھے اپنے مکان کی چھت پر (از ملفوظات)
۳۔ سجدۂ تعبیری کسی نبی علیہ السلام کی کسی خواب کی تعبیر پوری کرنے کے لیے سجدہ کرنا۔ جیسے کہ والدین اور برادرانِ یوسف کا سجدہ کرنا یوسف علیہ السلام کو یہ سجدہ نہ عبادت کا تھا نہ تحیۃ کا بلکہ تعبیرِ خواب کو پورا کرنا تھا جس کی وضاحت خود یوسف علیہ السلام نے فرما دی کہ فرمایا ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ۔ یعنی اے تا قیامت لوگو یہ سجدہ عبادت یا تحیۃ وعزت و تعظیم نہیں بلکہ فقط تعبیرِ خواب اور وہ بھی اس لیے کہ نبی کی خواب وحی الٰہی

ہوتی ہے۔ اس پر عمل ضروری ہے یہ مسئلہ فَسَجَدُوا (الخ) سے مستنبط ہوا۔

تیسرا مسئلہ۔ جس چیز کو اللہ تعالیٰ خاص بندے کے لیے عارضی طور پر حلال فرمادے اس پر کسی کو قیاس کرنا حرام ہے۔ یہ مسئلہ لِلْمَلٰئِکَۃِ اور لِاٰدَمَ کی قیود فرمانے سے مستنبط ہوا۔ لہٰذا چونکہ حضرت آدم کو سجدہ کرنا صرف ایک مخصوص وقت کے لیے جائز ہوا تھا وہ بھی صرف فرشتوں کے لیے اس سجدے پر آئندہ کسی وقت قیاس نہیں کیا جا سکتا نہ اب فرشتے حضرت آدم کو اپنی مرضی سے سجدہ کر سکتے ہیں نہ کوئی انسان حضرت آدم کو یا ان کی قبر کو سجدہ کر سکتا اب سب کے لیے وہ سجدہ حرام ہے خود حضرتِ آدم کے لیے بھی جائز نہ تھا کہ اپنے آپ کو فرشتوں یا انسانوں سے سجدہ کراتے نہ اس کی کوئی مثال ملتی ہے۔ اسی طرح حضرت یوسف کا سجدہ بھی عارضی اور وقتی تھا اس کے بعد حضرت یعقوب و برادران کو جائز نہ رہا کہ پھر کبھی حضرت یوسف کو سجدہ کریں نہ کبھی یوسف علیہ السلام نے مطالبہ کیا نہ ان گیارہ بھائیوں اور والدین کے علاوہ کبھی کسی دوسرے شخص نے حضرت یوسف کو سجدہ کیا نہ کبھی کسی اور نبی نے اپنے زمانے میں اپنے کسی اُمتی سے سجدہ تحیۃ کروایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ تمام شریعتوں میں سجدۂ تحیۃ و تعظیمی حرام رہا ہے۔ اس لیے ان دو مخصوص اور انتہائی عارضی وقتی سجدوں پر قیاس کر کے اب کسی پیر فقیر یا قبر کو سجدہ کرنا حرام قطعی ہے اور کرنے کرانے والا مردود و گمراہ ہے۔ یہ حکم تو کسی مسلمان کو سجدہ کرنے کا ہے لیکن اگر کسی مسلمان سیاسی لیڈر وغیرہ نے سیاست میں آکر یا کسی بیمار پریشان نے محتاجی یا عقیدت محبت میں آکر خود یا کسی کے کہنے سے بت کو سجدہ کر دیا خواہ تحیۃ کا ہو یا محبت کا یا سیاست کا اگرچہ عبادت کا نہ ہو تب بھی وہ کرنے والا کافر ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی مسلمان نے خواب میں دیکھا کہ میں کسی بزرگ یا قبر کو سجدہ کر رہا ہوں یا کوئی مجھ کو کر رہا ہے تو تعبیری طور پر اس خواب کو عمل میں لانا حرام ہے کیونکہ یہ نبی کی خواب نہیں ہے۔

چوتھا مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سجدۂ آدم کا حکم تحیۃ و تعظیم و عزت افزائی کے لیے فرمایا تھا۔ ورنہ سجدۂ عبادت کا حکم دینا اللہ کے لیے بھی محال بالذات ہے اس لیے کہ سجدۂ عبادت معبود سمجھ کر ہوتا ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ سجدۂ آدم کا حکم صرف ملائکہ کو دیا گیا تھا ابلیس ملائکہ میں سے نہیں تو سجدے کا حکم اس پر کب آیا۔ اور انکارِ سجدہ سے یہ کیوں مجرم و کافر ہوا؟

جواب۔ باعتبار ذاتی خلقت اور پیدائشی لحاظ کے ابلیس واقعی فرشتہ نہیں ہے کہ فرشتے نور سے اور ابلیس نار سے پیدا کئے گئے مگر ... مقام ... ابلیس ... قوت طاقت اعمال

افعال عبادات اور صحبت معیت و درجات کی بنا پر فرشتہ بنا دیا گیا تھا اس لیے سجدے کے حکم میں شامل تھا۔
دوسرا اعتراض ۔ ابلیس کو اتنی طاقت اتنی معلومات اور انسانوں کو وسوسہ ڈالنے کی ہمت اور اتنی لمبی عمر کیوں دی گئی جب کہ اس سے نقصان ہی ہو رہا ہے ؟
جواب ۔ بندوں کو عبرت دلانے اور کھرے کھوٹے کا امتحان کرنے کے لیے دنیا امتحان گاہ ہے یہاں بندے کو ناکام کرانے والے بھی ہیں اور کامیابی دینے والے بھی اور اچھے برے اعمال میں بندے کو اختیار بھی دیا گیا ہے ۔
تیسرا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا کہ شیطان نے کہا ۔ میں سب انسانوں کو گمراہ کروں گا اِلَّا قَلِیۡلًا ۔ سوائے تھوڑے انسانوں کے ۔ ابلیس کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ آئندہ پیدا ہوتے والی نسل آج جن کا نشان وجود بھی نہیں ان میں سے کچھ تھوڑوں کو میں گمراہ نہ کر سکوں گا ۔ یہ مطلب تو ہو نہیں سکتا کہ شیطان از راہ ہمدردی یا ترس بعض کو خود ہی چھوڑ دے نہ ورغلائے اس کی مراد تو یہی تھی کہ میں تو سب کو ہی ورغلاؤں گا مگر کچھ لوگ گمراہ نہ ہو سکیں گے ۔ تو یہ اس کو کیسے معلوم ہوا ؟ (تفسیر کبیر)
جواب ۔ ابلیس کو تین طریقے سے معلوم ہو گیا تھا ۔
۱ جب فرشتوں نے کہا فِیۡهَا مَنۡ یُّفۡسِدُ ۔ یعنی اے اللہ تو اس مخلوق کو بنائے گا جن میں کچھ فسادی اور خون ریز ہوں گے اس سے ابلیس نے اندازہ لگایا تھا کہ کچھ نیک بھی رہیں گے ۔ ۲ ابلیس نے زمین کی مختلف التاثیر مٹی سے اندازہ لگایا تھا کہ اچھی بری ۔ بنجر ۔ سرسبز مٹی سے پیدا ہونے والے آدمی کا مزاج بھی ایک جیسا نہیں ہو سکتا ۔ ۳ بعض نے کہا کہ شیطان کو غیبی طاقت بھی دی گئی ہے جیسا کہ دیوبندی حضرات کہتے ہیں کہ شیطان کا علم قرآن سے ثابت ہے مگر نبی کا علم ثابت نہیں (صراط مستقیم) معاذ اللہ ۔
چوتھا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمۡ ۔ فرمانا چاہیے تھا جَزَآءُكَ وَجَزَآؤُهُمۡ ۔
جواب ۔ یہ بتانے کے لیے کہ اے ابلیس تجھ کو تیرے گناہوں کا بھی عذاب ہوگا اور ان تمام کفار و فساق کے گناہوں کا بھی جو تیرے کہنے پر چل کر برے بنیں گے اور ان کو صرف اپنے اپنے گناہ کا عذاب ہوگا ۔

تفسیر صوفیانہ

وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ ؕ قَالَ ءَاَسۡجُدُ لِمَنۡ خَلَقۡتَ طِیۡنًا ۚ قَالَ اَرَءَیۡتَكَ هٰذَا الَّذِیۡ كَرَّمۡتَ عَلَیَّ ۫ لَئِنۡ اَخَّرۡتَنِ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ لَاَحۡتَنِكَنَّ ذُرِّیَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِیۡلًا ۔ اور اے عالم ناسوت میں رہنے والو یاد کرو اپنی اس شان و عزت کو جب کہ ہم نے اپنے مدبرات امر عالم جسمانیت کے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ سب ایک دم روح کائنات کے حضور سجدے میں گر جاؤ تو سب گر گئے سجدے میں سوائے نفس امارہ ابلیس اندرونی کے ۔ اس نے کہا

کیا میں اس روح کے آگے سر تسلیم خم کر دوں جس کو تو نے طین جسدی سے متعلق کر دیا ہے اے خالق عالم جسمانیات مجھ کو بتا کہ اس کمزور ہوائی روح کو مجھ نفس امارہ پر کس وجہ سے تو نے افضلیت بخشی۔ البتہ اگر عالم رنگ و بو میں تو نے مجھ کو پھلنے پھولنے زندہ رہنے کا موقعہ بخشا تو میں اسی روح کے تمام پودوں کو وادی ظلمات میں تباہ و برباد کر دوں گا۔ مگر علاقہ قلبی کے تھوڑے سے حصے کو میں بھی تباہ و برباد نہ کر سکوں گا۔ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا۔ فرمایا جا قہر کی وادیوں میں بھٹکتا پھر۔ تو اے نفسِ امارہ ہم شکلِ ابلیس اے شیطانِ باطنی اعضاءِ ظاہری و باطنی میں جس نے بھی تیری اتباع کی اور اس دنیا میں تیرے پیچھے لگا تو بیشک یقیناً تم پورے قالب کی ایک ساتھ جزاو سزا محرومیتِ قرب کی جہنم ہے اور یہ پوری مکمل سزاءِ نفرت ہے۔ اس لیے کہ دنیا مومن کے لیے مسافر خانہ ہے زاہد کے لیے پل اور راہِ گزر ہے۔ فاسق کے لیے عشرت کدہ ہے۔ کافر کے لیے وطن ہے اپنی اپنی سمجھ میں جس نے بھی دنیا کو جیسا سمجھا تو دنیا اس کی ویسی ہی ہو گی یہ دنیا تو تجارت کے لیے بنائی گئی ہے مومن آخرت کی حلال تجارتیں کر لیتا ہے بدکار۔ کفر شرک فسق غفلت لعنت زحمت کے شیطانی سودے جمع کر لیتا ہے۔ دنیا کی غمی لازمی ہے اور خوشی عارضی ہے اپنے آپ کو عقلمند اور دانا نہ سمجھو بلکہ یہ اندازہ لگاتے رہو کہ تم میں نادانیاں کیا ہیں اور انسان اپنی نادانی سے اور ابلیس کی پیروی سے پانچ۵ چیزوں کی تلاش میں غلطی کرتا ہے۔

۱۔ دولت مندی و امیری اور غنا کو مال میں ڈھونڈتا ہے حالانکہ وہ قناعت میں ہے۔
۲۔ راحت و سکون کو دولت میں ڈھونڈتا ہے حالانکہ وہ اطمینانِ قلبی میں ہے۔
۳۔ اطمینانِ قلبی کو دنیوی باتوں کھیلوں تماشوں میں ڈھونڈتا ہے حالانکہ وہ ذکرِ الٰہی میں ہے۔
۴۔ لذت کو نعمتوں میں ڈھونڈتا ہے حالانکہ وہ تندرستی میں ہے۔
۵۔ رزق کو زمین پر تلاش کرتا ہے حالانکہ وہ آسمانی تقدیر میں ہے۔

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ

اور پھسلا دے تو جس پر طاقت پالے اُن میں سے

اور ڈگا دے اُن میں سے جس پر قدرت پائے

بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ

اپنی خفیہ آواز کے ذریعے اور چڑھالا تو اپنے سواروں کو

اپنی آواز سے اور اُن پر لام باندھلا اپنے سواروں

وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ

اور اپنے پیدلوں کو اور شریک ہو جا لوگوں کے مالوں

اور اپنے پیادوں کا اور اُن کا ساجھی ہو مالوں

وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ

اور اولاد میں اور ان سے خوب جھوٹے وعدے کرتا رہ اور نہیں ہیں

اور بچوں میں اور انہیں وعدہ دے اور شیطان اُن میں

الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿٦٤﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ

شیطان کے سب وعدے مگر دھوکہ۔ بیشک اے ابلیس میرے خالص

وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے۔ بیشک جو میرے بندے ہیں اُن پر

لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿٦٥﴾

بندوں پر تیری کوئی طاقت غالب نہیں آسکتی۔ اور تیرا رب اپنے بندوں کے لیے کافی محافظ ہے

تیرا کچھ قابو نہیں اور تیرا رب کافی ہے کام بنانے کو

رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ

اے بندو تمہارا رب وہ ہے جو دوڑاتا ہے تمہارے لیے کشتیوں جہازوں کو سمندر میں

تمہارا رب وہ ہے کہ تمہارے لیے دریا میں کشتی رواں کرتا ہے کہ

لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ

تاکہ تم تلاش کرو اس اللہ کے فضل و رزق کو بیشک وہ اللہ تم پر ہمیشہ ہی

تم اُس کا فضل تلاش کرو بیشک وہ تم پر

رَحِیْمًا ﴿۶۶﴾

بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے

مہربان ہے

تعلق اِن آیات مطہرات کا پچھلی آیت کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں شیطان کی اُن باتوں کا ذکر ہوا جو اُس نے رب تعالیٰ سے کیں۔ اب یہاں اُن باتوں کا ذکر ہے جو رب تعالیٰ نے ابلیس سے فرمائیں۔ گویا یہ آیت پچھلی آیت کا تتمہ ہیں
دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں شیطان کا لمبی عمر مانگنے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کا ذکر تھا اب اِن آیت میں اس کو اختیار دیئے جانے کا ذکر ہو رہا ہے۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں شیطانی بندوں اور اُن کے آخری ٹھکانوں کا ذکر ہوا۔ اِن آیت میں اللہ کے نیک بندوں کا ذکر اور اُن پر رب تعالیٰ کے رحم و کرم کا ذکر ہو رہا ہے۔ **چوتھا تعلق**۔ پچھلی آیت میں انسانوں کی گمراہی۔ اور گناہوں خطاؤں کے اصل مرکز منبع یعنی شیطان اور اُس کی جبلی خصلتوں کا ذکر ہوا تھا اب اِن آیت میں نیک بندوں کے اچھے کاموں نیکیوں کی توفیق اور اصل مرکز اور کفایت و فضلِ ربانی کا ذکر ہو رہا ہے اور رب تعالیٰ کی دنیوی قابلِ بھروسا انعامات و توکل و کرم نوازیوں کا ذکر ہو رہا ہے۔

تفسیر نحوی وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا۔
واؤ سر جملہ (ابتدائیہ) اِسْتَفْزِزْ۔ فعل امر حاضر معروف اَنْتَ پوشیدہ اس کا فاعل مخاطب مرجع ہے ابلیس باب استفعال سے ہے اِسْتَفْزِزْ فَزٌّ۔ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنی گرانا۔ پھسلانا۔ گھبرانا۔ ورغلانا مَنْ موصولہ بحالت نصب ہے بوجہ مفعولیت اِسْتَطَعْتَ۔ باب استفعال کا ماضی مطلق مثبت معروف اس کا مصدر ہے اِسْتِطَوَاعٌ اور اِسْتَطَاعَةٌ طَوْعٌ سے بمعنی [illegible] اختیار پانا۔ موقع میسر آنا۔

اس میں بھی اَنْتَ پوشیدہ فاعل مخاطب ہے جس کا مرجع ابلیس ہے۔ مِنْ۔ جارۂ تبعیضیہ ھُمْ۔ ضمیر کا مَنْ ہے چونکہ مَنْ معنوی جمع جنسی عمومی ہے اسی لیے اس کا مرجع ھُمْ ضمیر جمع غائب ہوا یہ جار مجرور متعلق اول ہے اِنِ اسْتَطَعْتَ کا۔ بَ۔ جارہ سببیہ۔ صَوْتِ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ آواز۔ مراد ہے ورغلانا یا دھوکا فریب دینا مضاف ہے۔ کَ۔ ضمیر واحد حاضر مجرور متصل مرجع ابلیس ہے مضاف الیہ یہ مرکب اضافی جار مجرور متعلق دوم ہے اِسْتَطَعْتَ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر صلہ ہوا مَنْ کا یہ موصول صلہ مل کر مفعول بہ ہوا اِسْتَفْزِزْ کا۔ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ واؤ سر جملہ۔ اَجْلِبْ۔ باب افعال کا امر حاضر معروف صیغہ واحد مذکر۔ اِجْلَابٌ مصدر ہے جَلْبٌ سے بنا ہے بمعنیٰ شور مچا کر پریشان کرنا۔ ہانکنا۔ کھینچنا۔ جمع کر کے لیجانا۔ اصلاً جانوروں کے لیے مستعمل ہے۔ منقول اصطلاحی میں بُرے آدمیوں اور مجرموں کو لے جانے کے لیے بھی بول دیا جاتا ہے یہاں اسی معنیٰ میں ہے۔ علیٰ جارہ فوقیت کا یا بمعنیٰ عِنْدَ ھِمْ ضمیر جمع کا مرجع مَنْ سابقہ موصول ہے مراد عام انسان یہ جار مجرور متعلق اول ہے اَجْلِبْ کا۔ بَ۔ حرف جر متعدی اور مفعولیت کا بمعنیٰ کو۔ خَیْلِ۔ اسم مفرد جامد جنسی ہے اسی لیے جمع مراد ہے۔ لغوی ترجمہ ہے گھوڑے مگر مراد ہے سوار۔ مضاف ہے۔ کَ۔ ضمیر مجرور متصل واحد مذکر حاضر نفسی بمعنیٰ اپنے۔ واؤ عاطفہ رَجِلِ اسم جمع مکسر اس کا واحد ہے رَاجِلٌ بمعنیٰ پیدل چلنے والا مضاف ہے۔ کَ۔ ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی معطوف ہوا بِخَیْلِکَ۔ معطوف علیہ اپنے اس معطوف سے مل کر متعلق دوم ہے یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ وَ۔ سر جملہ۔ شَارِکْ۔ باب مُفَاعَلَۃٌ کا امر حاضر معروف واحد مذکر اَنْتَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ابلیس۔ ھُمْ۔ ضمیر منصوب متصل مفعول فیہ۔ فِیْ۔ حرف جر ظرف مجازی کے لیے الف لام استغراقی۔ اَمْوَالِ۔ جمع مکسر ہے اس کا واحد مال ہے لغوی ترجمہ ہے جس کی طرف طبیعت جھکے دل راغب و مائل ہو اصطلاحی ترجمہ ہر وہ چیز جو نفع دے وہ مال۔ عرفِ عام میں دولت روپیہ سونا چاندی ساز و سامان کو مال کہتے۔ شریعت اسلامیہ میں مال کی گیارہ ۱۱ قسمیں ہیں۔

۱ حلال ۲ حرام ۳ محفوظ ۴ معصوم ۵ محترم ۶ قیمتی ۷ ثمن ۸ مبیع ۹ نفع والا ۱۰ نقصان والا ۱۱ نصاب۔

یہاں مراد حرام و ناجائز مال ہے۔ الف لام استغراقی یا عہدی ہے واؤ عاطفہ۔ الف لام عہدی۔ اَوْلَادِ۔ اسم جمع مکسر کثرت اس کا واحد ہے وَلَدٌ۔ بمعنیٰ اولاد مذکر مؤنث۔ نسل۔ بچے۔ سب عطف مل کر مجرور ہو کر متعلق سوم ہے شَارِکْ کا وہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مکمل ہوا۔ واؤ سر جملہ۔ عِدْ۔ باب ضَرَبَ کا امر حاضر واحد مذکر وَعْدٌ مثال واوی سے بنا ہے بمعنیٰ وعدہ دینا۔ متعدی ہے اَنْتَ فاعل کا مرجع ابلیس ہے ھُمْ۔ ضمیر منصوب

متصل کا مرجع مَنْ ہے سابقہ۔ یہ فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مکمل ہوا۔ یہ چاروں
امر ۱ اِسْتَفْزِزْ ۲ اَجْلِبْ ۳ شَارِكْ ۴ عِدْ۔ تو نہی یا تذلیلی ہیں وجوبی یا استحبابی نہیں۔ واؤ۔
ہر جملہ۔ مَا يَعِدُ۔ باب ضَرَبَ کا مضارع معروف منفی واحد مذکر غائب ھُمْ۔ ضمیر مفعول بہ کا مرجع مَنْ سابقہ
ہے۔ اَلشَّيْطٰنُ الف لام عہد خارجی۔ شَيْطٰن اسم مفرد مشتق یا جامد ہے ابلیس کا صفاتی نام ہے بحالت
رفع فاعل ہے مَا يَعِدُ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مستثنیٰ منہ ہوا۔ اِلَّا۔ حرف استثنا مفرغ متصل
غُرُوْرًا۔ اسم مبالغہ ہے یا مصدر ہے۔ بروزنِ قبول فعول شکور۔ غَرٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنیٰ
دھوکہ کھانے والا۔ دینے والا۔ ڈرانے والا۔ لالچ دینے والا۔ یہ سب استثنا مل کر جملہ استثنائیہ ہو کر مکمل
ہوا۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ وَکَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا۔ رَبُّکُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَکُمُ الْفُلْکَ فِی الْبَحْرِ
لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ عِبَادٌ جمع ہے عَبْدٌ کی جمع
کثرت ہے۔ بمعنیٰ متقی مومن مسلمان مضاف ہے عَبْد کا معنیٰ عبادت کرنے والا کسی کو معبود سمجھ کر اُس
کو حاکم بالذات سمجھ کر حکم ماننا عبادت کہلاتی ہے عَبْدٌ مصدر سے مشتق ہے۔ عِبَادُ مضاف ہے ی۔ ضمیر
واحد متکلم مجرور متصل مرجع اللہ تعالیٰ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی اسم ہے اِنَّ حرفِ مشبہ کا۔ لَیْسَ۔
فعل ناقصہ ماضی مطلق۔ اس کا صرف ماضی مطلق ہے اس کا صرف ماضی مطلق ہی پوری گردان سے ہوتا ہے۔
لام حرف جر مفعولیت اور تعدیہ کا۔ کَ۔ ضمیر واحد حاضر مرجع ابلیس مجرور متصل ہے جار مجرور متعلق ہے
ثابتًا پوشیدہ اسم فاعل سے عَلَیْھِمْ دوسرا جار مجرور متعلق دوم ہے ثابتًا پوشیدہ کا یہ ثابتًا اپنے ھُوَ
ضمیر پوشیدہ فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر خبر مقدم ہوئی لَیْسَ کی سُلْطٰنٌ۔ اسم حاصل مصدر۔ یہ چند
معنیٰ میں مشترک ہے یہاں مراد طاقت ہے سَلْطٌ سے بنا ہے بمعنیٰ غلبہ پانا مسلط ہونا۔ بحالت رفع ہے
مؤخر اسم ہے لَیْسَ کا۔ وہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر خبر اِنَّ ہوا۔ وہ اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مکمل ہوا۔ وَ۔
ہر جملہ۔ کَفٰی۔ باب ضَرَبَ فعل ماضی مطلق مثبت معروف کَفْیٌ ناقص یائی سے مشتق ہے یہ ہمیشہ متعدی
بیک مفعول ہوتا ہے بمعنیٰ پورا ہونا ضروریات کُلّی کا ذمّہ دار ہونا۔ یہاں ھُمْ ضمیر منصوب منفصل مستتر ہے
دراصل تھا کَفَاھُمْ مرجع عِبَاد ہے مفعول بہ ہے۔ بِرَبِّکَ۔ ب جارّہ زائدہ لغو ہے۔ رَبّ بمعنیٰ پروردگار
مضاف ہے کَ۔ ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع اس میں تین قول ہیں۔
۱ ابلیس مخاطب ہے ۲ عام انسان مراد ہے ۳ یہ علیحدہ کلام ہے اور خطاب نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم سے ہے یہ مرکب اضافی جار مجرور متعلق ہے کَفٰی کا۔ وَکِیْلًا۔ بروزنِ فعیل وَکْلٌ سے مشتق ہے
صفتِ مشبہ ہے بمعنیٰ بہت محافظ۔ ذمے دار ہر چیز کی سپرد داری لینے والا مبالغے کے لیے منصوب

ہے تمیز ہے گُفِیٰ کے فاعل کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مکمل ہوا۔ رَبُّ اسم مفرد جامد بمعنیٰ پالنے والا کُمْ ضمیر کا مرجع عام انسان یہ مرکّب اضافی مبتدا ہے اَلَّذِیْ اسم موصول مذکر واحد یُزْجِیْ۔ باب افعال کا مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب مصدر ہے اِزْجَاءٌ۔ زَجْوٌ۔ ناقص یائی سے بنا ہے بمعنیٰ چلانا۔ نرمی سے کام کرنا۔ حقیر اور پست ہونا۔ آسانی سے ہونا۔ یہاں پہلے معنیٰ مراد ہیں لَکُمْ لام جارّہ نفعیہ کا کُمْ ضمیر جمع کا مرجع عام تمام انسان ہیں یہ جار مجرور متعلق ہے یُزْجِیْ کا اَلْفُلْکَ۔ الف لام استغراقی یا جنسی۔ فُلْکَ۔ اسم جنسی ہے اس کی جمع اور واحد ایک ہی شکل پر ہوتی ہے۔ اہلِ عرب فرق کرنے کے لیے کہہ دیتے ہیں فُلْکٌ واحد بروزنِ قُفْلٌ یعنی ایک تالا۔ اور فُلُکٌ جمع بروزنِ اُسُدٌ۔ یعنی بہت سے شیر۔ یہاں جنسی جمع مراد ہے یعنی سب کشتیاں۔ مفعول بہ ہے یُزْجِیْ کا۔ فِیْ جارّہ ظرفیہ اَلْبَحْرِ الف لام جنسی بَحْرِ اسم مفرد جامد۔ لغوی ترجمہ ہے گہری جگہ۔ اصطلاحًا۔ پانی کے قدرتی ذخیرے کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد ہے سمندر یا دریا۔ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے یُزْجِیْ کا۔ لام کَیْ۔ اس میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے تَبْتَغُوْا۔ باب افتعال کا مضارع مثبت معروف تعلیل اَنْ ناصبہ پوشیدہ کی وجہ سے نونِ اعرابی گر گیا۔ دراصل تھا تَبْتَغُوْنَ۔ اس کا مصدر ہے اِبْتِغَاءٌ بَغْیٌ۔ سے بنا ہے بمعنیٰ ڈھونڈنا۔ تلاش کرنا۔ چاہنا۔ پسند کرنا۔ ناقص یائی ہے کُمْ ضمیر جمع حاضر مذکر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہے مِنْ جارّہ تبعیضیہ یا زائدہ یا بیانیہ یا تعدیہ کا ہے فَضْلِ اسم مفرد جامد مضاف ہے۔ بمعنیٰ زیادتی ہونا۔ بڑھنا بلاوجہ مفت کوئی چیز دینا۔ کرم کرنا۔ رحم کرنا مجازی ترجمہ پالینا حاصل کرلینا۔ اسی سے ہے فضول یعنی ضرورت سے زائد۔ ہماری اردو اصطلاح میں فضول بمعنیٰ باطل ہے مگر عربی میں ایسا نہیں ہے۔ اِسی سے ہے فضیلت یعنی عزت دینا۔ یہاں مراد نعمت ہے۔ ہٖ۔ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ تعالیٰ رب تعالیٰ۔ مضاف الیہ ہے۔ یہ مرکب اضافی جار مجرور ہو کر متعلق ہے لِتَبْتَغُوْا۔ کا۔ وہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر علت ہوا۔ اور تمام جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر علت ہوا۔ یُزْجِیْ۔ جملہ ہو کر معلول تھا۔ اپنی علت سے مل کر صلہ۔ اَلَّذِیْ موصول اپنے صلہ سے مل کر خبر مبتدا۔ یہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مکمل ہوا۔ اِنَّ حرف مشبّہ۔ ہٗ ضمیر اس کا اسم۔ اس کا مرجع رَبُّکُمْ ہے۔ کَانَ فعل ماضی مطلق ناقصہ ھُوَ اس میں پوشیدہ ضمیر اس کا اسم ہے مرجع رَبُّکُمْ۔ بِ جارّہ یا بمعنیٰ لام جارّہ نفعیہ یا بمعنیٰ علیٰ اِستعلائیہ۔ یعنی تمہارے نفع کے لیے یا تم پر۔ یہ جار مجرور متعلق ہے کَانَ ناقصہ کا۔ رَحِیْمًا۔ اسم صفت مشبّہ۔ بمعنیٰ بہت زیادہ ہر وقت، ہر ایک پر کرم کرنے والا ترس فرمانے والا۔ منصوب ہے کیونکہ خبر ہے کَانَ کی۔ کَانَ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر۔ خبر ہے اِنَّ کی وہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا -

اور اے ابلیس اپنے انجام کو سوچتے سمجھتے ہوئے آج ہی سے اپنے کام میں جُٹ جا اور اولادِ آدم میں سے جس کو پھسلانے کی طاقت رکھتا ہے اس کو جس طرح بھی پھسلا سکے گرا سکے اس کو مقامِ عبدیت سے گرانے کی کوشش کر کے دیکھ لے اپنے اچھے بُرے سریلے بے سُرے ۔ وہمیات و نظریات وسوسے سازو سامان گانے باجے ڈھول و قوالی طبلے سارنگی کی آواز سے اور چڑھا کر لے آن آنے والی نسلِ انسانی پر اپنے تیز مضبوط شیطانی گھوڑا سوار لشکروں کو اور ہر انسان کے ساتھ رہنے والے پیدل چھوٹے چھوٹے شیطانوں کو یا دیگر جنات شیطنی کے تیز رفتار ہر جگہ حاضر موجود ہو جانے والے لشکروں کو اور بدخصلت مکار فریبی بدمعاش اپنے انسانی ساتھیوں کو یا خود ہی ہر روپ میں ہر شکل میں ان کے پاس آجا ۔ اور اپنا زور فریب ورغلانے بھٹکانے میں لگا کر دیکھ لے ۔ کبھی جُبّہ و دستار میں کبھی شیخ نجدی کی صورت میں ۔ کبھی مولویانہ وعظ و تقریر میں کبھی تسبیح و مرقع کے دلق و گدڑی کے بھیس میں ۔ کبھی ناچ رنگ کی نغمہ و سرود کی محفلیں سجا کر کبھی مدارس و مساجد مزار بنا کر کبھی پیر کبھی فقیر کبھی صوفی کبھی رند کبھی شاعر کبھی جاہل کبھی غمخوار بن کر کبھی مکار بن کر کبھی گستاخِ نبوت کے آوازے لگاتا ہوا کبھی بے ادبی ولایت کی پٹّیاں پڑھاتا ہوا کبھی ظاہر شکل میں آکر کبھی دل میں وسوسے ڈال کر غرض کہ ہر طرح سے زور دکوشش لگا کر بندوں کو بھٹکا کر دیکھ لے کوئی حسرت دل میں نہ چھوڑنا یہی نہیں بلکہ ان کے مالوں تجارتوں میں بھی شریک ہو کر دیکھ لے کر چوری ڈکیتی سود ۔ رشوت ۔ ملاوٹ ۔ ذخیرہ اندوزی ظلم و تعدی چور بازاری فاسد تجارتیں لوٹ کھسوٹ گرہ کٹی ہر قسم کی حرام کمائی بھی سکھا دے اور حرام راستوں پر خرچ کرنے پر بھی اُکسا ورغلا ۔ اور تجارتوں میں اس طرح پھنسا دے کہ نماز روزہ عبادت ریاضت وظیفہ ذکرِ الٰہی شب بیداری آہِ سحر گاہی فکرِ آخرت یادِ موت جمعہ و عیدین سب چھوٹ جائے ہائے دولت ہائے گاہک ہائے دکان ہی رہ جائے غرض کہ اس طرح شیطان لوگوں کے مال و دولت میں شریک بن جائے کہ معلوم ہو کہ ابلیس ہی بڑا حصہ دار ہے محنت انسان کرے طریقہ شیطان کا اپنائے ملکیت انسان کی رہے مگر خرچ شیطان کرے ۔ دولتِ انسانی کا اصل مقصد یعنی سرمایۂ آخرت زکوٰۃ صدقات خیرات گیارہویں شریف بارہویں شریف ختم درود محفلِ میلاد جلوس و جشنِ عید میلاد پر شرک و بدعت کے فتوے لگا کر بند کرا دے لیکن کھیل تماشے کنجر بازی حرام رسمیں شادی بیاہ بیٹیوں کے ناجائز جہیز میں خوب دولت لٹوائے برباد کرائے اور اسلام کے عظیم حکم حقِ مہر کے لیے کم سے کم کا وسوسہ ڈالے اور اے ابلیس لوگوں کے مال میں ایسا شریک ہو جا کہ ان کی عقلوں پر

گمراہی کے پتھر رکھ دے اور ان کی اولاد میں بھی شریک ہو کر دیکھ لے اس طرح کہ اولاً ابلیس شیطان انسان کے ذہن میں ہوس زر پیدا کرتا ہے اور انسان لالچی رشوت جُوا سود حرام خوری کا عادی بن جاتا ہے پھر شیطان کسی کو رشوت و سود خور و جواری ظالم بنا دیتا ہے اور کسی کو سود و رشوت دہندہ اور جوئے میں ہارا ہوا مظلوم بنا دیتا ہے اور باوجود قرآن و حدیث انبیاء اولیاء علما اور نیک لوگوں کے منع کرنے کے یہ ظالم و مظلوم اپنی اپنی مرضی و خوشی سے ہنستے ہی چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ ان میں درندگی اور حیوانیت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ ناجائز خوراک کا اثر و نفس امّارہ کے غلبے کی بنا پر ہوتا ہے۔ مرد و عورت میں شیطانی شہوت بڑھ جاتی ہے کنوارے مرد و عورت نکاح و شادی کا انتظار و اہتمام اور ترغیب نہیں کرتے اور خاوند بیوی ایک دوسرے پر اکتفا نہیں کرتے چاروں طرف سے زنا۔ حرام کاری کا بازار گرم ہو جاتا ہے اولاد حرامی پیدا ہوتی ہے جن کو شیطان اپنے پھندے میں پھنسا کر کے پہلے انبیاء علیہم السلام کا گستاخ بے ادب بناتا ہے پھر قرآن حدیث اسلام شریعت کا منکر و منحرف اور عبادات سے غافل و منکر کر کے کسی کو گمراہ کسی کو مرتد کسی کو کافر کسی کو فاسق و فاجر گنہگار بنا دیتا ہے اور اس طرح ابلیس انسانی اولاد میں شریک بن جاتا ہے اس وقت دنیا میں جتنے بھی گستاخ نبوت انبیاء کرام کو اپنے جیسا سمجھنے والے انبیا کی شان و معجزات نہ ماننے والے ان کی قدرت و علم کے منکر ہیں وہ سب اسی قسم کی ناجائز اور ابلیس کی مشترکہ اولاد ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خاوند بیوی نے صحبت سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھی تو شیطان وطی میں شریک ہو کر اپنا بھی نطفہ ڈال دیتا ہے جس سے اولاد سرکش مغرور والدین کو مارنے ستانے اور نافرمانی کرنے والی ہوتی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اولاد سب درست و حلالی ہے مگر ابلیس اُن میں سے بعض کو بری صحبتوں میں بٹھا کر شرابی بے نمازی فاسق فاجر۔ بدعقیدہ اور کافر بنا دیتا ہے یہ ابلیس کے شریک ہونے کے مختلف جال ہیں مگر پہلے مالوں کو خراب کرتا ہے اس لیے یہاں اموال کا ذکر پہلے ہوا اور پھر ارشاد باری ہوا کہ اے ابلیس جا تجھ کو ڈھیل ہے کہ تو جس طرح چاہے اولاد آدم سے جھوٹے اور غلط وعدے کر لے اپنی سچائی کے دوسروں کی تکذیب کے دنیا کی زندگی کے ہمیشہ باقی رہنے کے قبر حشر حساب کتاب جنت دوزخ کے نہ ہونے کے وعدے یا اس طرح کہ اے لوگو خود بھی اور اپنی اولاد کو بھی دنیا۔ تجارت کاروبار سکول و کالج میں مشغول رکھو عزت ملے گی دولت پاؤ گے افسری و حکومت ملے گی۔ لیکن مسجد مدرسہ خانقاہ علما صوفیا۔ اولیاء اللہ اور احادیث و فقہ و اسلامیات اور اسلامی لباس تہذیب سے دور ہو جاؤ ورنہ بے عزت ذلیل خوار و غریب ہو جاؤ مسجد کے لوٹے اور دو دو رکعت کے مفلس امام بن جاؤ گے یہ ہی ابلیس اور ابلیسی لوگوں کے وعدے ہیں دنیا پرستوں کو وقتی طور پر تو بڑے

اچھے اور سریلی شیطانی آوازوالے پسندیدہ لگتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا۔ شیطان کے سب وعدے ترے دہوکہ ہی رہیں کہ جو اس نے عزت ملنے کے راستے بتلائے سفر کرائے پیسے خرچ ہوئے وہ دنیا و آخرت کی ذلتیں خواریاں و عذاب تھے اور جس کو ابلیس نے ذلت و غربت کا نام دیا وہ ہی دائمی ابدی قبر و حشر بلکہ رہتی دنیا میں بھی احترام و شان و عزت تھی۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِیْلًا۔ اے ابلیس تو کتنے ہی حیلے بہلانے شرکت فریب جھوٹے وعدوں کا جال بچھا دے لشکر دوڑا دے پیدل چلا دے مگر میرے مخلص بندوں عابدوں زاہدوں عاشقوں عالموں ولیوں اور راتوں کو اُٹھ کر میری یاد میں رونے والوں صبح کو آہیں بھرنے والوں ظہر و عصر میں یاد کرنے والوں مغرب و عشا میں فریاد کرنے والوں ذکر کی محفلوں میں تڑپنے پھڑکنے والوں اور ساری زندگی میرے محبوب نبی کے دامن میں سمٹ جانے والوں پر تیری کوئی طاقت قوت ہمت وسوسہ ورغلاہٹ حیلہ بہانہ وعدہ وعید کبھی بھی مسلّط نہیں ہو سکتا۔ اور تیرا رب جس کو تو با وجود نافرمانی کے اپنا رب تسلیم کرتا ہے وہ رب تعالیٰ اپنے تمام مخلص بندوں کو ہر وقت ہر حال میں کافی وکیل ہے تجھ سے اور تیرے لشکروں حیلوں فریبوں شرکتوں سے بچانے والا توفیقِ عبادت و سعادت دینے والا تیرے ہزاروں سالوں کی محنتوں کو ہمارا ایک اشارہ ہی مٹانے والا کافی ہے ہم اپنے بندوں کو اپنی حفاظت و عصمت میں رکھتے ہیں ان کے اپنے نفس و ذات کے سپرد نہیں چھوڑتے اور پھر تجھ کو اختیار دینے کے باوجود ہم نے تجھ کو یہ اختیار نہیں دیا کہ تو ہمارے کسی بھی بندے کو جبرًا ہاتھ پکڑ کر اٹھا کر گمراہی میں لے جائے ایسا تسلّط تیرا کسی بندے پر نہیں ہو سکتا خواہ بندہ نیک ہو یا بد جائز ہو یا ناجائز بلکہ تُو تو عام گھٹیا بندوں کے سامنے بھی نہیں آسکتا۔ صرف باطنی ذہنیت میں وسوسہ ڈال سکتا ہے اب یہ بندے کی کمبختی ہے کہ تیرے پیچھے تیرے کہنے پر چل پڑے۔ اے بندو اب تم بھی ذرا غور کرو کہ۔ رَبُّكُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ۔ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا۔ تمہارا رب وہ ہے جو تمہاری ہزار نافرمانیوں کے باوجود تمہاری تجارت تمہارت سیر و سیاحت مال برداری کے لیے سمندروں میں چھوٹی بڑی دستی اور مشینی ہر قسم کی کشتیاں تیزی سے دوڑائیں اور طوفانوں ہواؤں سے ہر موسم میں تم کو بچاتا ہوا پانی کو پست و نرم کرتا ہوا بڑے بھاری جہاز چلا دیئے صرف اس لیے تاکہ اس کے فضل حلال طیّب مال دولت اور خوراک حاصل کرتے رہو۔ بیشک وہ رب تعالیٰ تمہاری کوتاہیوں کو نظر انداز کرتا ہوا تم پر بہت ہی رحم فرمانے والا ہے تم کو چاہیئے کہ اپنے ہی دنیوی اُخروی فوائد کثیرہ کے لیے شیطان سے بچتے رہو رحمٰن کے بندے بنتے رہو۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ ابلیس باوجود بہت طاقتور جن ہونے کے اور آگ سے پیدا ہونے کی بنا پر بھی کسی انسان کو جبراً پکڑ کر گمراہ یا بے دین اور اپنا متبع نہیں بنا سکتا نہ پیار محبت سے کسی کو بہلا پھسلا سکتا ہے نہ اپنی جناتی طاقت یا شکل و صورت سے کسی انسان کو ڈرا کر دھمکا کر اپنے پیچھے چلا سکتا ہے صرف خفیہ آواز سے ورغلانے کی اجازت ملی ہے یہ فائدہ بِصَوْتِكَ فرمانے سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کے مخلص نیک بندوں پر شیطان کی کوئی طاقت کام نہیں آتی اس لیے کہ سچے بندے اولیاء اللہ تمام کے تمام رب تعالیٰ کی حفاظت میں محفوظ ہوتے ہیں اور دامن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ان کی حفاظت فرمائی جاتی ہے بلکہ بہت سے بزرگانِ دین تو ابلیس سے زیادہ طاقت والے ہیں۔ ایسے بہت سے واقعات حکایات وروایات موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے نیک بندوں نے ابلیس کو قید کر دیا۔ گرفتار کر کے پکڑ کے باندھ دیا اور ابلیس میں اپنے آپ کو چھڑانے کی طاقت نہیں ہوئی نہ کھلنے کی پھر ان بزرگوں نے خود ہی شیطان کو کھولا تو وہ آزاد ہوا۔ یہ فائدہ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ فرمانے سے حاصل ہوا۔

تیسرا فائدہ۔ کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر نیک پاک متقی اور شیطان سے بچا ہوا نہیں ہو سکتا۔ نہ کسی کو اس کے اعمالِ صالحہ بچا سکتے ہیں نہ علم نہ عمل نہ ذات نہ صفات اس لیے ہر وقت مسلمانوں کو رب تعالیٰ سے توفیقِ خیر کی دعا مانگتی چاہیئے۔ یہ فائدہ رَبِّكَ وَكِيلًا۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ کہ رب کریم سبحانہ وتعالیٰ نے ہم کو اپنے نفسوں کے سپرد نہ کیا بلکہ اپنی وکالت وحفاظت کو ہمارے لیے کافی بنایا۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔

احکام القرآن

ان آیات کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ اگرچہ ان آیات سے ثابت ہو رہا ہے کہ شیطان ابلیس ہر انسان کو بچپن سے جوانی اور بڑھاپے بلکہ موت تک ورغلاتا ہے اور انسان نہ اس کو دیکھتا ہے نہ اس سے بچ سکتا ہے مگر جو مسلمان بھی اس کی فرمانبرداری کرتے ہوئے شرعی جرم اور ترکِ عبادت کرے گا وہ مجرم قابلِ سزا فاسق گناہگار ضرور ہوگا۔ یہ مسئلہ بِصَوْتِكَ (الخ) سے مستنبط ہوا اس لیے کہ انسان شیطان کے ہاتھوں بے بس نہیں ہے ابلیس صرف اپنی مخفی آواز سے ہی بہکا سکتا ہے زبردستی کسی پر نہیں کر سکتا۔ معافی صرف بے بس اور مجبور انسان کو ہو سکتی ہے۔

دوسرا مسئلہ۔ حلال تجارت کرنا ہر مسلمان پر فرض و لازم ہے یہاں تک کہ سمندر کی مشقتوں میں سفر کر کے بھی روزی کماؤ کاروبار و تجارتیں کرو یہ مسئلہ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ سے مستنبط ہوا۔

مِنْ فَضْلِهٖ سے مراد حلال روزی ہے نہ کہ حرام تجارتیں۔

تیسرا مسئلہ۔ مسلمان پر لازم ہے کہ محنت خود کرے اور بھروسہ اللہ کی رحمت پر کرے جو لوگ تجارتی محنتیں نہیں کرتے وہ بھی گناہگار ہیں اور جو لوگ اللہ کے رحم و کرم پر بھروسہ نہیں کرتے اور توجہ نہیں دیتے وہ بھی گناہگار و گمراہ ہیں۔ یہ مسئلہ لِتَبْتَغُوْا کے امر لزومی اور مِنْ فَضْلِهٖ اور اس کے بعد بِکُمْ رَحِیْمًا فرمانے سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ کیا ابلیس اپنے کانوں سے اللہ کی یہ باتیں سن رہا تھا اور جواب دے رہا تھا۔ یا نہیں اگر اپنے کانوں سے سن رہا تھا تو کیا اس کو بھی کلیم اللہ کہا جا سکتا ہے اور اگر اپنے کانوں سے نہیں سن رہا تھا تو کیا اس کو معلوم تھا کہ اللہ کی طرف سے باتیں ہو رہی ہیں یا یہ بھی پتہ نہیں تھا۔ اگر معلوم تھا تو اس نے اتنی باتوں اور انکار کی جرأت و ہمت کیسے کی اور اگر یہ علم نہیں تھا تو پھر ابلیس نے اَرَءَیْتَكَ میں کس کو خطاب کیا۔

جواب۔ کچھ مفسرین نے فرمایا کہ غیبی ہاتف کی ایک طرف سے آواز آ رہی تھی اور ابلیس اس طرف منہ کر کے جواب دے رہا تھا مگر اللہ کی آواز نہ تھی نہ اس کو کلیم اللہ کہا جا سکتا ہے۔ کلیم اللہ تو خصوصی طور پر صرف موسیٰ علیہ السلام ہی ہیں جیسے کہ اللہ کو دیکھنے والے صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کسی بھی نبی اور فرشتے کو کلیم اللہ نہیں کہا جا سکتا مگر نبی کریم تو جامع کمالاتِ مخلوق ہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ گفتگو جبرئیل امین نے وحی کے انداز میں پیغام رسانی کے طریقے پر ابلیس سے کی کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے اور ابلیس نے بذات خود رب تعالیٰ کو خطاب عرض کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ یعنی میرے بندوں پر تیرا قابو نہیں ہے۔ حضرتِ آدم کو جنت سے نکلوا دیا۔ بڑے بڑے اولیاء اللہ کو اپنے مرتبے سے گرا دیتا ہے اور قابو کس طرح ہوتا ہے؟ (معتزلی)

جواب۔ سُلْطٰنٌ کے معنی یہ بھی کیے گئے ہیں کہ ابلیس کسی پر زبردستی نہیں کر سکتا نہ سامنے آ کر کسی کو ڈرا دھمکا سکتا ہے اور یہ بھی کیے گئے ہیں کہ ابلیس کسی کا ایمان نہیں چھین سکتا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جھوٹی قسمیں کھا کر دھوکہ دیا تھا وہاں تو درغلانا بھی ثابت نہیں۔ نیز کسی ولی اللہ کو بہکانا تو یہ شاذ و نادر

لیکن یہاں اکثریت کا ذکر ہو رہا ہے۔

تفسیر صوفیانہ

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ انسان آٹھ قسم کے ہیں۔

۱ اہل نار ۲ اہلِ ظلمت ۳ اہلِ بصارت ۴ اہلِ بصیرت ۵ اہلِ نفس ۶ اہلِ عقل۔ ۷ اہلِ قلب ۸ اہلِ انوار۔ اور ابلیس کے جال بھی آٹھ قسم کے ہیں۔

۱ صوتِ باطنی ۲ خیلِ صحبتِ بد ۳ رجلِ یارانِ بد ۴ اموالِ دنیا ۵ اولادِ ناجائز ۶ جھوٹے وعدے ۷ حرصِ دنیا ۸ شہوت ابلیس کی کتاب اور تلاوت فحش گانے اور شاعری وشعر ابلیس کے پیغامبر کاھن وجادوگر۔ ابلیس کی غذائیں بغیر ذکر اللہ بسم اللہ کے کھانے اور حرام روزیاں۔ ابلیس کا پانی شراب اور نشہ والی چیزیں ابلیس کے ٹھکانے شراب خانے اور ناچ گھر تماشہ گاہیں۔ ابلیس کی محفلیں بازار۔ ابلیس کی خفیہ پولیس عورتیں ابلیس کی آواز طبلہ سارنگی۔ ان ہی جالوں سے پکڑتا ہے اسی تمام ابلیسی قوتوں کا یہاں ذکر ہے کہ اسے ابلیس پھسلا دے تو جس اہلِ نار و اہلِ ظلمت کو ان انسانوں میں اپنی استطاعت سے اپنی فقط آواز کے ذریعے کہ یہ بدنصیب انسان فقط معمولی آواز پر مرمٹیں گے لیکن اہلِ بصارت پر اپنے اموالِ دنیا اور شہوتوں کے سوار لشکروں سے حملہ کر۔ اور اہلِ بصیرت کو اپنے پیدل بری محفلوں اور برے دوستوں کے جھگڑے سے قابو کر اور اہلِ نفس کو مالِ دنیا سے اور ناجائز اولاد سے خراب کر اہلِ عقل کو جھوٹے وعدوں سے گمراہ کر اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ۔ بیشک میرے اہلِ قلب اور اہلِ انوار بندوں پر تیرے کسی جال کا زور نہیں چل سکتا۔ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا۔ اس لیے کہ سالکانِ راہِ طریقت کا محافظ خود مشاہدِ جمال ربِّ ذوالجلال مقامِ معرفت کے سفرِ عشق میں کافی ہے۔ رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا۔ تمہارا قربِ معرفت اور مقصودِ سلوک کا رب وہی ہے جو تمہاری کشتیٔ اعمال کو بحرِ معرفت اور سمندرِ مشاہدات میں چلاتا ہے تاکہ تم اے مسافرانِ عشق ومستی اپنے اس رب تعالیٰ کے قربِ جمال لذتِ مشاہدات کے فضل وادیٔ نور میں تلاش کرو۔ وہ خالق بحروبر تم جیسے عاشقانِ مست والست پر ازلِ قدیم سے رحم فرمانے والا ہے۔

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ

اور جب کبھی پہنچا تم کو طوفانی شدید خوف سمندر میں تو

اور جب تمہیں دریا میں مصیبت پہنچتی ہے تو اس کے سوا۔

مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى

وہ سب بھول گئے جن کو تم اللہ کے علاوہ پوجتے ہو۔ پھر جب وہ اللہ بچا کرلے آیا تم کو

جنہیں پوجتے ہیں سب گم ہو جاتے ہیں پھر جب وہ تمہیں

الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾

خشکی کی طرف تو فوراً اللہ سے پھر گئے تم اور دنیا میں انسان کتنا ناشکرا ہو گیا ہے

خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو منہ پھیر لیتے ہیں اور انسان بڑا ناشکرا ہے

اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ

کیا تم خشکی میں مطمئن ہو بیٹھے ہو اس سے کہ دھنسا دے تم کو اللہ خشکی کے کسی حصے کے ساتھ ہی

کیا تم اس سے نڈر ہوئے کہ وہ خشکی ہی کا کوئی کنارہ تمہارے ساتھ دھنسا دے

اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا

یا بھیجے تم پر پتھروں والی آندھی پھر نہ پاؤ تم

یا تم پر پتھراؤ بھیجے پھر اپنا کوئی حمایتی

لَكُمْ وَكِيْلًا ﴿۶۸﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ

اپنے لیے کوئی مددگار۔ یا تم مطمئن ہو بیٹھے ہو اس سے کہ

نہ پاؤ۔ یا اس سے نڈر ہوئے کہ تمہیں دوبارہ

فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ

اللہ تم کو پھر لوٹا دے سمندری سفر میں دوبارہ پھر بھیجے تم پر کشتی توڑنے والا

دریا میں لے جائے پھر تم پر جہاز توڑنے والی آندھی

قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ

طوفان ہوا کا تو ڈبو دے تم کو اس وجہ سے کہ کفر کیا تم نے

بھیجے تو تم کو تمہارے کفر کے سبب ڈبو دے

ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿٦٩﴾

پھر نہ پاؤ تم اپنے لیے ہمارے مقابل کوئی بازپرس کرنے والا مددگار

پھر اپنے لیے کوئی ایسا نہ پاؤ کہ اس پر ہمارا پیچھا کرے

تعلق

ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق - پچھلی آیت میں رب تعالیٰ کی ان خاص کرم نوازیوں کا ذکر ہوا جو بندوں پر دریائی سمندری سفر کے دوران ہوتا ہے بے یار و مددگار مصیبت پڑنے پر ہوتی ہیں اور طوفانوں سے بچاکر سمندری نعمتیں اور تجارتیں دے کر پار لگا کر ہوتی ہیں۔اب ان آیات میں کافروں کا اپنے معبودوں کو چھوڑ کر ان طوفانی طغیانی مصیبتوں میں مسلمانوں کے سچے معبود کی بارگاہ میں رونے فریاد کرنے کا ذکر ہے۔

دوسرا تعلق - پچھلی آیت کریمہ میں ابلیس کی دھوکے بازیوں پر فریب وعدوں کا ذکر ہوا کہ شیطان کے تمام وعدے محض پُرفتور ہیں اب ان آیات پاک میں کفار کی چالبازیوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان کی بھی سب حرکتیں پُرکفور ہیں۔

تیسرا تعلق - پچھلی آیتوں میں دریا سے نجات پانے کے بعد ان ناشکروں کے پھر کفر میں جاتے مبتلا ہونے کا ذکر ہوا۔اب یہاں ان کی اس دھوکے بازی کا پردہ چاک کیا جا رہا ہے کہ رب تعالیٰ تمہاری ان فریب کاریوں سے غافل نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ تم کو دریا سے بچا رہا ہے وہ خشکی میں بھی تم کو ہلاک کر سکتا ہے یہ دھوکے بازی اور وقتی فریادیں دعائیں تم کو اس کے عذاب سے نہیں بچا

سکتیں سمندر کے طوفانوں سے بچا لیتا اور دنیوی نعمتیں دے دینا سفر کو آسان کر دینا یہ فقط اس کی دنیوی قانونی نظام کی رحیمیت کریمیت ہے۔

تفسیر نحوی

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا. اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا۔ واوٗ سر جملہ اِذَا حرفِ شرط ظرف زمانی کے لیے۔ مَسَّ۔ باب نصَرَ کا ماضی واحد مذکر غائب مَسٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے۔ بمعنیٰ چھو جانا۔ لگ جانا۔ پہنچنا متعدی ہے کُمْ۔ ضمیر مفعول بہ ہے مرجع ہے سب انسان الف لام عہد خارجی ضُرٌّ اسم مفرد جامد بمعنیٰ مصیبت تکلیف ضرر۔ نقصان بحالت رفع فاعل ہے مَسَّ کا۔ فِیْ۔ جارہ ظرف مکانی کے لیے اَلْبَحْر بمعنیٰ دریا۔ سمندر کو بھی کہدیتے ہیں یہاں مراد سمندر ہے کیونکہ طوفانی مشکلات زیادہ تر سمندر میں ہی آتی ہیں یہ جار مجرور متعلق ہے مَسَّ کا یہ جملہ فعلیہ خبریہ استمراریہ ہوکر شرط ہوا۔ ضَلَّ۔ باب نصَرَ کا ماضی مطلق ضَلٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے۔ بہت سے معنیٰ میں مشترک ہے یہاں مراد ہے دور ہونا یا گم ہونا علیحدہ ہونا یا بھول جانا۔ مَنْ اسم موصول مذکر واحد۔ تَدْعُوْنَ۔ باب نصَرَ سے مضارع مثبت معروف اَنْتُمْ ضمیر اس میں پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل ہے مرجع کفار ہے دُعُوٌّ سے بنا ہے بمعنیٰ پوجنا۔ یہ جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا مَنْ کا۔ یہ دونوں مل کر مستثنیٰ منہ ہوا۔ اِلَّا حرفِ استثنا یا متصل ہے یا منقطع اگر معبودت کے لفظ کا خیال ہو تو متصل ہے اگر اللہ کی غیریت کا لحاظ ہو تو منقطع۔ اِیَّا۔ حرفِ فیصل زائدہ ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مرجع اللہ تعالیٰ ہے منصوب ہے کیونکہ مستثنیٰ ہے اِلَّا سے مَنْ مستثنیٰ منہ اپنے اس مستثنا سے مل کر فاعل ہوا ضَلَّ کا وہ جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر جزا ہوئی مَسَّ کی شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہوگیا۔ فَ بمعنیٰ ثُمَّ تراخیہ لغو ہے یعنی اپنے اصل مقصد عطف کے لیے نہیں ہے۔ لَمَّا۔ حرفِ شرط ظرفیہ زمانیہ۔ نَجّٰی۔ باب تفعیل کا ماضی مطلق اس کا مصدر ہے تَنْجِیْۃٌ اور تَنْجِیَۃٌ۔ نَجْوٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بچانا علیحدہ کرنا یا علیحدہ ہونا اسی سے ہے مناجات یعنی گوشہ نشینی۔ کُمْ۔ ضمیر مفعول بہ۔ اِلٰی جارہ انتہاء غایت کے لیے الف لام جنسی۔ بَرّ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ خشکی یعنی سطح زمین یہ جار مجرور متعلق ہے نَجّٰی کا وہ جملہ فعلیہ ہوکر شرط ہوئی اَعْرَضْتُمْ باب افعال کا ماضی مطلق جمع مذکر حاضر اس کا مصدر ہے اِعْرَاضٌ بمعنیٰ منہ پھیرنا علیحدہ اور جدا ہونا۔ اَنْتُمْ ضمیر اس میں مستتر اس کا فاعل ہے عَرْضٌ سے بنا ہے بمعنیٰ مقابل آنا سامنے آنا یہ جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر جزا ہوئی۔ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہوگیا۔ واوٗ۔ ابتدائیہ بیان کیفیت کے لیے۔ کَانَ فعل ماضی مطلق ناقصہ۔ الف لام جنسی یا استغراقی اِنْسَانٌ اسم مفرد جامد جنسی بمعنیٰ آدمی کَانَ کا

اسم ہے اس لیے مرفوع ہے کَفُوْرًا بروزنِ فَعُوْلٌ شَکُوْرٌ اسم مبالغہ ہے کُفْرٌ سے بنا ہے بمعنی بہت ناشکری کرنے والا بحالتِ نصب کَانَ کی خبر یہ جملہ فعلیہ ناقصہ خبریہ ہوکر مکمل ہوگیا۔ اَ ہمزہ استفہام توبیخی یا انکاری فَ۔ حرفِ زائدہ ابتدائیہ۔ اَمِنْتُمْ باب سَمِعَ کا ماضی مطلق جمع مذکر حاضر اَمْنٌ سے بنا ہے بمعنی مطمئن ہونا۔ اس میں اَنْتُمْ ضمیر پوشیدہ ہے فاعل ہے۔ اَنْ ناصبہ یَخْسِفَ۔ باب ضَرَبَ کا مضارع مثبت معروف بحالتِ فتحہ ہے اَنْ کی وجہ سے خَسْفٌ سے مشتق ہے بمعنی زمین میں دھنسنا یہاں متعدی ہے یعنی دھنسانا بِ جارہ متعدی کرنے والا کُمْ ضمیر مجرور متعلق ہے یَخْسِفَ کا جَانِبَ اسم فاعل ہے باب ضَرَبَ کا واحد مذکر جَنْبٌ سے مشتق ہے بمعنی ایک طرف ہونا یا کرنا۔ کروٹ بدلنا۔ مضاف ہے۔ الف لام جنسی بَرِّ اسم مفرد جامد بمعنی خشکی مراد ہے سطح زمین یہ مرکب اضافی مفعول فیہ ہے یَخْسِفَ کا۔ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر معطوف علیہ ہوا اَوْ حرف عطف تردیدی یا تخییری۔ یُرْسِلَ باب اِفعال کا مضارع معروف اس کا مصدر ہے اِرسالٌ رُسُلٌ سے بنا ہے یہ مادہ و مصدر ہر دو متعدی ہوتے ہیں بمعنی بھیجنا چلانا یہاں مراد ہے برسانا۔ عَلٰی جارہ فوقیت مکانی کے لیے کُمْ مجرور یہ جار مجرور متعلق ہے یُرْسِلَ کا۔ حَاصِبًا باب فَتَحَ کا اسم فاعل مذکر حَصْبٌ سے مشتق ہے بمعنی پتھروں کی بارش بحالتِ نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے یُرْسِلَ کا۔ یہ سب مل کر معطوف ہوا یَخْسِفَ کا وہ سب مل کر پھر معطوف علیہ ہوا۔ ثُمَّ حرفِ عطف تراخی یعنی دیر کے لیے لَا تَجِدُوْا باب ضَرَبَ کا مضارع منفی بحالتِ نصب یَخْسِفَ کے تابع۔ عطفی ہونے کی وجہ سے اسی نصب کی وجہ سے نون اعرابی گرگئی دراصل تھا لَا تَجِدُوْنَ وَجْدٌ سے مشتق بمعنی پانا موجود کرنا حاصل کرنا۔ متعدی ہے صیغہ جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع مخاطبہ کفار ہیں لام جارہ نفع کا کُمْ مجرور متعلق ہے لَا تَجِدُوْا کا یہ ضمیر نفسی ہے بمعنی اپنے وَكِيْلًا اسم مشتق ہے صفت مشبہ ہے وَكْلٌ مثال واوی سے بنا ہے۔ ذمہ دار۔ جوابدہ۔ بچانے والا۔ تمام ضروریات پوری کرنے والا یہاں ہر معنی درست ہے لَا تَجِدُوْا کا مفعول بہ ہے وہ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہوا۔ سب معطوف مل کر مفعول بہ ہوا اَمِنْتُمْ کا اور وہ جملہ فعلیہ ہوگیا۔ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا۔

اَمْ۔ حرفِ عطف سوالیہ اَمِنْتُمْ باب سَمِعَ کا ماضی مطلق جمع مذکر اَنْتُمْ ضمیر جمع مذکر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع کفار ہیں اَنْ حرفِ ناصبہ يُعِيْدَ باب افعال کا مضارع معروف مثبت واحد مذکر غائب بحالتِ نصب ہے اَنْ کی وجہ سے اس کا مصدر ہے اِعْوَادٌ اور اِعَادَةٌ۔ عَوْدٌ اجوف واوی سے بنا ہے بمعنی لوٹنا باب افعال نے اس کو متعدی بیک مفعول بنایا بمعنی لوٹانا۔ اس کا فاعل هُوَ ضمیر پوشیدہ جس کا مرجع اللہ تعالیٰ

ہے ۔ کُمْ ضمیر اس کا مفعول بہ ہے ۔ فِیْ جارّہ ظرفیہ مکانیہ ۔ ہٖ ۔ ضمیر واحد مذکر غائب اس کا مرجع بحر سمندر دریا مجرور جار متعلق ہے یُعِیْدُ کا ۔ تَارَۃً اسم ظرف استمراری نکرہ معرب اسم متمکن موصوف ہے اُخْرٰی اسم تفضیل مؤنث بمعنیٰ دوسری ہونے والی ۔ آخر میں آنے والی ۔ پیچھے والی یہاں معنیٰ ہے دوسری دفعہ ۔ اُخْرٌ سے مشتق ہے یہ صفت ہے ۔ مرکب توصیفی ظرف ہے یُعِیْدُ کا ایک قول میں تَارَۃً اُخْرٰی ممیز تمیز ہے ۔ بعض نے کہا یہ دونوں حال ذوالحال ہیں ۔ تَارَۃً ذوالحال ہے بہرکیف اُخْرٰی مفتوح ہے ۔ یُعِیْدُ ۔ سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا ۔ فَ ۔ عاطفہ تعقیبیہ یُرْسِلَ ۔ باب افعال کا مضارع مثبت معروف اس کا مصدر ہے اِرْسَالٌ ۔ رُسُلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بھیجنا متعدی بیک مفعول ہے بحالتِ فتحہ کیونکہ عطف تابع ہے اَنْ یُّعِیْدَ پر عَلٰی جارّہ فوقیت کا کُمْ ضمیر مجرور متصل یہ جار مجرور متعلق ہے یُرْسِلَ کا ۔ اس کا فاعل ھُوَ پوشیدہ ضمیر ہے مرجع اللہ تعالیٰ ہے ۔ قَاصِفًا ۔ اسم فاعل ہے باب ضَرَبَ میں ہو تو متعدی باب سَمِعَ میں لازم ہوتا ہے یہاں باب سَمِعَ ہے قَصْفٌ سے بنا ہے بمعنیٰ (لازم) ٹوٹنا ۔ چنگھاڑنا ۔ گرجنا اور بمعنیٰ متعدی توڑنے کے قریب ہونا یا توڑنا ۔ بعض نے کہا یہ متعدی ہے باب ضَرَبَ سے ہے مِنَ حرفِ جر بیانیہ الف لام عہدی ۔ رِیْح ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ ہوا ۔ مجرور متعلق ہے قَاصِفًا کا ھُوَ ۔ ضمیر پوشیدہ قَاصِفًا کا فاعل اس کا مرجع نفسی رِیْح ہے یعنی ہواؤں میں ایک توڑنے والی ہوا ۔ یہ سب جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہ ہے یُرْسِلَ وہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ۔ فَ عاطفہ تعقیبیہ ۔ یُغْرِقَ باب افعال کا مضارع صیغہ واحد مذکر غائب اِن آیات میں پانچ صیغے ارشاد ہیں ۔

۱ یَخْسِفُ ۲ یُرْسِلُ ۳ یُعِیْدُ ۴ فَیُرْسِلُ ۵ یُغْرِقُ پہلے چار صیغوں میں دو قرأتیں ہیں ۱ صیغہ واحد غائب اِیَّاہُ کی مناسبت سے دوم صیغہ جمع متکلم نَخْسِفُ نُعِیْدُ وغیرہ کُمْ ضمیر کے خطاب کے اعتبار سے ۔ لیکن اس یُغْرِقُ صیغے میں تین قرأتیں ہیں ۔

۱ یُغْرِقُ ۲ نغرق ۳ تَغْرَقُ ۔ اس صورت میں تُغْرِقُ کا فاعل قَاصِفًا ہوگا جب کہ پہلی دونوں قرأتوں میں فاعل اللہ تعالیٰ ہے ۔ اس کا مصدر ہے اِغْرَاقٌ ۔ غَرْقٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ڈوبنا ۔ لازم ہے اغراق متعدی ہے بمعنیٰ ڈبونا ۔ اس میں ھُوَ واحد مذکر غائب کی ضمیر پوشیدہ ہے جس کا مرجع یا قَاصِفًا ہے یا اللہ تعالیٰ ۔ کُمْ ضمیر اس کا مفعول بہ ۔ بِ حرفِ جر سببیہ مَا اسم موصول مراد ہیں کفریات ۔ کَفَرْتُمْ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع مذکر حاضر یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَا کا موصول صلہ مجرور متعلق ہے یُغْرِقَ کا ۔ وہ جملہ فعلیہ پھر مابعد عبارت کا معطوف علیہ ہوا ۔ ثُمَّ ۔ حرفِ عطف تعقیب تراخی کے لیے ۔ لَاتَجِدُوْا باب ضَرَبَ کا مضارع منفی معروف صیغہ جمع مذکر حاضر مراد ہیں

کُفّار ۔ بحالت فتحہ ہے یُعِیْدَ پر عطف کی وجہ سے ۔ نون اعرابی گر گئی ۔ اصل میں لَاتَجِدُوْنَ تھا لَکُمْ ۔ لام جارّہ نفع کا یعنی پھر نہ پاؤ تم اپنے نفع کے لیے ۔ یہ متعلق اوّل ہے لَاتَجِدُوْا ۔ عَلٰی جارّہ مقابلہ اور غلبے کے لیے ۔ نَا ۔ ضمیر جمع متکلم مرجع اللہ تعالیٰ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے بِ جارّہ تعدیہ کا ۔ ہٖ ۔ ضمیر واحد غائب کا مرجع ایک پوشیدہ تَبِیْعًا ہے اور وہ پوشیدہ ہے اس تبیعًا ظاہر کی وجہ سے ۔ عبارت اس طرح تھی ثُمَّ لَاتَجِدُوْ تَبِیْعًا ۔ اب یہ ذہنی مرجع ہے ۔ یہ موجودہ تَبِیْعًا اسم مشتق صفت مشبہ اسم فاعل تَابِعٌ کے معنیٰ میں ترجمہ ہے پیچھے آنے والا ۔ پیچھے لگنے والا ۔ پیچھے پڑنے والا ۔ مجازی ترجمہ ہے مددگار ۔ یا مدعی یہ موجودہ تبیعًا ۔ مفعول لہٗ ہے یا حال ہے ہٖ کی ضمیر کا ۔ بِہٖ جار و مجرور ۔

ع۱ یا متعلق ہے لَاتَجِدُوْا کا ع۲ یا متعلق مقدم ہے تبیعًا کا ۔ ع۳ یا متعلق ہے ایک پوشیدہ فعل یُقَابِلُ کا ۔ مگر پہلی ترکیب آسان ہے ۔ اور پہلی ترکیب کا ترجمہ اس طرح ہے کہ ۔ پھر نہ پاؤ تم اپنے لیے ہمارے مقابل کسی مددگار کو مدد کرنے والا (مدد کرنے کے لیے) یا (مدد کرنے کی حالت میں) لَاتَجِدُوْا جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا ۔ سب معطوف ہے اَفَاَمِنْتُمْ کا وہ جملہ فعلیہ سوالیہ انشائیہ توبیخیہ ہو کر مکمل ہوا ۔

تفسیر عالمانہ

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ فَلَمَّا نَجّٰكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ۔ اور اے بتوں کو پوجنے والو اہلِ شرک کافرو ۔ کیا تم کو اپنی یہ بات یہ عادت یاد نہیں ہے کہ جب تم کو سمندری بحری سفر کے دوران نقصان دِہ طوفان پہنچے اور شدید خوف تو وہ سب بُت اور تمہاری مورتیاں اور جھوٹے معبود تمہاری یادوں تمہارے ذہنوں اور بناوٹی عقیدوں سے گم ہو جاتے ہیں جن جن کو تم پوجتے پرستش کرتے ہو ۔ ایک وہی ربِّ کائنات سچا حقیقی معبود اللہ ہی تم کو یاد رہ جاتا ہے اُسی سے بچنے کی فریادیں ہلاکت کے ڈوبنے سے پناہیں مانگتے ہوئے اس وقت اُسی کو پکارتے ہو خالص اسی کا نام جپتے ہو ۔ اسی کے نام کی مالائیں اور تسبیحیں پھیرنے لگتے ہو ۔ اسی کے آگے روتے گڑگڑاتے ہو ۔ اس مصیبت اور ہلاکت خیز گرداب بلا میں کوئی دیوی دیوتا شیطان یا جنات یاد نہیں آتا کیونکہ تمہارا عقل و شعور ہر وقت ہر حقیقت کو سمجھتا ہے ہر انسان کی فطری ذہنیت جبلی ضمیر جانتی ہے کہ بلاؤں طوفانوں سے فقط اسی کی ذات وحدہٗ لاشریک بچا سکتی ہے ایسے نازک موقعوں پر کسی بھی بُت مورتی تصویر ۔ دیوی دیوتا سے فریاد یا کسی کو ابن اللہ غیر اللہ سمجھ کر پکارنا نفع اور فائدہ نہیں دے سکتا اب تو صرف اور صرف اللہ اور اہلُ اللہ کا نام اور وسیلہ ہی کام آسکتا ہے ایسے حالات میں یہ سچا عقیدہ تمہارا کتنا پختہ ہو جاتا ہے ۔ لیکن جب اسی رحیم و کریم خالق

کا مُنات جل و عُلا نے تم کو ان طوفانوں سے نجات دی اور بچایا خشکی کی طرف اور ہزار ہا سہولتوں نعمتوں تندرستیوں کے ساتھ تم کو تمہارے گھروں وطنوں راحتوں آراموں بال بچوں میں پہنچا دیا تو پھر تم ایک دم سب کرم نوازیاں مہربانیاں اور اپنی حیرانیاں طوفانوں کی پریشانیاں بھول کر فوراً اس کریم رحیم وحدہٗ لاشریک خالق معبود کو اور اس کی یاد کو چھوڑ کر اسی کفر و کفران شرک و طغیان میں مبتلا ہو گئے اور ابلیس کے دھوکے فریب میں آکر اپنی اولاد اپنے مال میں شیطانوں اور دیوتاؤں دیویوں بتوں کو حصہ دار شریک سمجھنے لگ پڑے کہ کسی کا نام عبدالعزیٰ اور عبدالحارث عبدالمناط۔ بنتُ اللات عبد شمس عبد دار بنت خنّاس رکھ دیا اور کبھی اپنے مال میں مندروں مورتیوں کا حصہ نکال دیا کہ یہ کالی دیوی کا اور یہ پیپل والی کا اور کسی نے حیوانوں میں دیوتاؤں کو شریک حصّے دار سمجھا کہ یہ بحیرہ ہے یہ جانور سائبہ ہے یہ گائے وصیلہ ہے یہ بیل حام ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انسان دنیا کی آرام و راحتوں میں پڑ کر بہت ہی ناشکرا بے فکرا اور احسان فراموش ہو گیا ہے کہ کافر کفر کر کے فاسق گناہ کر کے نالائق عبادات میں سستیاں غفلتیں کر کے۔ کتنی ناشکری اور بے انصافی ہے کہ اپنے خالق مالک رب تعالیٰ کی ہزارہا نعمتیں صحتیں لے کر اس کے رحم و کرم سے فائدے پا کر اس کو مالک نہ کیا اور مصیبت میں ہائے اللہ ہائے اللہ پکارا۔ ظاہراً تو یہ آیت کفارِ مکہ اور ان کے سمندری سفروں کا حال بیان فرما رہی ہے مگر حقیقت میں تا قیامت کفار کی اسی قسم کی حالت ہے اور سفر و حضر میں اکثر ایسا ہی کچھ ہو رہا ہے۔ اور اسی بری عادت سے بچانے کے لیے دنیا پرست غافل مسلمانوں کو بھی متنبہ اور خبردار کیا جا رہا ہے اس طرح کی بے انصافیاں ناشکریاں کفرانِ نعمت آخر کیوں ہوتا ہے۔ اس کی وجہ اگلی آیت میں فرمائی گئی کہ اَفَاَمِنْتُمْ اے کفارِ زمانہ طوفانوں سمندری لہروں اور پانی کے عذاب سے بچ کر کیا تم بے خطر بے خوف نڈر اور مطمئن ہو بیٹھے ہو کہ جس اللہ نے سمندر کے طوفان کو ہٹا کر تم کو بچا کر پار لگا کر تم پر رحم فرمایا اب خشکی میں اس ذاتِ قادر و قیوم سے منہ پھیر کر کفر و شرک میں مبتلا ہو کر اُس کے عذاب سے بچ جاؤ گے! کیا تم نہیں جانتے کہ خشکی تری بحر و بر اس کے نزدیک برابر ہے چاہے تو خشکی میں زمین۔ وطن بلکہ گھر میں مع تمہارے ساز و سامان تم کو زمین کی جانب اسی جگہ دھنسا دے جیسے کہ قارون کو دھنسا دیا یا پتھر اڑانے اور برسانے والی آندھی بھیج کر تم کو پتھروں سے سنگسار کر کے دفنا دے جیسے کہ قوم لوط کو کیا۔ پھر تم اپنے مندروں گرجوں گردواروں کنیسوں بت خانوں میں کوئی بھی دیوی دیوتا۔ گائے پیپل بندر چوہا۔ راج مہاراج اپنے بچانے والا ذمے دار حمایتی۔ دوست ساتھی وکیل چیخ و پکار کے باوجود بھی نہ پا سکو۔ زینت پر اہی نہ سہی۔ یہ سمندری سفر کوئی ایک دفعہ ہی تھوڑا ہے آخر کبھی تو تم نے سمندری سفر کرنے میں

اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَكُمْ فِیْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ فَیُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَیْنَا بِهٖ تَبِیْعًا ۔ یا کیا مطمئن ہو چکے ہو تم کہ وہی اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب تمہاری تجارتی کاروباری ضروریات کے تحت تم کو پھر اُسی سمندر اور بحری سفر میں دوسری مرتبہ لوٹائے۔ تو کسی بھی موسم میں تم پر ہواؤں کا سخت طوفان کشتیاں جہاز توڑنے والا اُوٹ ٹوٹ کر رک رک کر چلنے والا۔ سنبھلنے کا موقعہ نہ دینے والا بھیجدے تو وہ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ باری جَلَّ جَلَالُهٗ تم سب کو چند لمحوں میں وہیں غرق فرما دے تمہارے کفر۔ ناشکری۔ بُت پرستی۔ شرک سرکشی کی سزا، دنیوی کے سبب سے پھر لے کافرو یہ بھی سوچلو کہ اتنے ہزاروں بتوں کے پوجنے سفر و حضر کا علیحدہ خدا بنانے اور ہر موسم ہر رزق کا علیحدہ دیوی دیوتا سمجھنے کے باوجود اس سمندری طوفانی غرقابی کی شکل میں تم اپنے لیے ہمارے مقابل اس سزا کی باز پرس اور تحقیق و تفتیش کرنے والا بدلہ لینے والا یا مدعی مددگار بھی نہ پا سکو۔ ان چیزوں کا اندازہ لگاؤ اور پھر بُت پرستی کی جرأت کرو۔ خیال رہے کہ دنیوی زندگی میں انسان کا تعلق دنیا سے فقط تین طرح سے۔

۱ زمین سے ۲ سمندر سے ۳ ہواؤں سے۔ لوگ سب سے زیادہ محفوظ جگہ اپنے لیے زمین کو سمجھتے ہیں۔ زندگی کا سہارا ہوا کو۔ اور سب سے خطرناک جگہ دریا سمندر کو پہلے بھی اور اب بھی اکثر و بیشتر سمندری سفر درپیش آتا ہی رہتا ہے اور طوفان بھی آتے ہی رہتے ہیں۔ وہی انسان جو زمین پر ہزار طرح کے ظلم کفر شرک گناہ اور بُت پرستیاں کرتا رہتا ہے اور ذرا بھی اپنے معبودِ حقیقی سچے اللہ جبّار و قہار سے اور اس کے عذاب سے نہیں ڈرتا اپنے گھر بار وطن خاندان اور علاقہ، زمین پر اپنے آپ کو بہت محفوظ سمجھتا ہے جب دریاؤں سمندروں کا سفر کرتا ہے تو ایسا عاجز مسکین غمناک ڈرنا بن جاتا ہے کہ ہر لمحے اللہ کو یاد کرتا ہے پکارتا ہے اور یہی حال اکثر دیگر بیماریوں مصیبتوں جنگلوں اور زمین پر مبتلا ہوتے وقت ہو جاتا ہے کہ سب دیوی دیوتاؤں کو بھول کر اللہ کی یاد کرتا ہے اور فریادیں کرتا ہے کہ اوپر والے سُن لے مندروں کو چھوڑ کر آستانوں مزاروں پر حاضری دیتا ہے۔ اور جب مصیبت ٹل جاتی ہے تو وہی شرک کفر گناہ فسق غفلت بھول۔ فرمایا جا رہا ہے کہ اے سمندر سے ڈرنے والو اللہ سے ڈرو اُس کے عذاب سے تم کو سوائے اُس کے اور کوئی نہیں بچا سکتا وہ چاہے تو زمین پر حاصِب یعنی آندھی بھیج کر تم کو ہلاک کر دے چاہے تو خاسف بھیج کر تم کو زمین میں دھنسا دے چاہے تو حاصب یعنی پتھر اُڑ کے دبا دے چاہے تو پھر سمندر میں ہی پہنچا کر قاصف یعنی جہاز توڑ کر طوفان سے ڈبو دے اور پہلی نافرمان قوموں پر اس قسم کے عذاب آتے بھی رہے ہیں چنانچہ قوم نوح کو قاصف سے

قومِ ثمود کو حاصف سے۔ قوم لوط کو حاصب سے قارون کو خاسف سے ہلاک کیا گیا۔ اور اس وقت کسی کافر کو کہیں سے بچا لینے والا وکیل و تبیع نہ مل سکا تو تم کو کہاں سے ملے گا۔ لہٰذا اے لوگو ہر حال میں ہر جگہ ہر وقت میں بس اُسی کے سچے عاجز مخلص مسلمان بنے رہو۔

فائدے

ان آیت مبارکہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ دنیا میں انسانوں پر مختلف وقتوں میں پانچ قسم کی تکلیفیں اور ہلاکتیں آتی رہیں گی خاص کر قریب قیامت۔

۱ حاصب ۲ حاصف ۳ قاصف ۴ غارق ۵ خاسف۔ مسلمانوں کو گناہوں کی کثرت سے اور کفار کو کثرتِ ظلم شرک کی بنا پر۔ یہ آیتیں مسلمانوں کے لیے بھی عبرت ہیں۔

دوسرا فائدہ۔ انسان کی تمام زندگی حضر ہو یا سفر بحری ہو یا برّی۔ آبادی ہو یا جنگل۔ اپنوں میں رہائش ہو یا غیروں میں سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو رہا ہے انسان کی تدابیر پروگرام منصوبے صرف ظاہری ہیں باطن میں سب قدرت کے شاہکار ہیں۔ اس لیے ہر وقت اس کی یاد میں رہنا مسلمان پر فرض و لازم ہے یہ فائدہ اَنْ یُّعِیْدَكُمْ فرمانے سے حاصل ہوا۔

تیسرا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کی سچی شکر گزاری صرف نیک متقی مومن مسلمان ہونا ہے دامنِ مصطفیٰ میں آکر عملی زندگی گزارنے کا نام حیاتِ شکور ہے۔ اس سے ہٹ کر سب انسان کفورًا ہیں یہ فائدہ۔ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ کسی لفظ کسی بات یا کسی عمل سے وقتی طور پر کسی کو دھوکہ دینا کسی بھی مقصد کے لیے مسلمان پر حرام ہے اور کفار کا طریقہ خواہ سننے اور دیکھنے والے کو دھوکہ لگے نہ لگے مرتکب و متکلم گناہگار ہو جائے گا یہ مسئلہ وَاِذَآ اَمَسَّكُمُ اور فَلَمَّا نَجّٰكُمْ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ کفار سمندر میں گھر کر صرف دھوکہ دہی کے لیے اللہ سے فریادیں کرتے ہیں دل میں اس وقت بھی ان کے بت ہی بھرے ہوتے ہیں۔ لہٰذا کالا خضاب لگانا حرام ہے کہ وہ بھی اپنی جوانی کا دھوکہ دینے کے لیے لگایا جاتا ہے۔ اور جس نے کالا خضاب لگایا ہو اس کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں کیونکہ وہ فاسق ہے کچھ لوگ اس کے جواز کے قائل ان کی تین دلیلیں ہیں اوّلاً یہ کہ امام حسنؓ و حسینؓ نے لگایا اُس کا جواب یہ ہے کہ صرف ایک دفعہ لگانا ثابت ہے وہ بھی میدانِ جنگ میں دشمن کفار کو جوانی دکھانے کے لیے اور یہ دھوکہ جائز ہے دوم یہ کہ فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ نیا نکاح کرنے کے لیے کالا خضاب لگا لینا چاہیے

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق نے ایک دفعہ ازراہ مذاق ایک بوڑھے میاں سے فرمایا تھا جو نکاح کا ارادہ رکھتے تھے۔ کہ پھر تم کو کالا خضاب لگا لینا چاہیئے۔ سوم یہ کہ حضرت اعلیٰ پیر مہر علی شاہ صاحب جواز کے قائل تھے اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی کسی تصنیف میں یہ جواز موجود نہیں ہے۔ ایک رسالہ مجالہ بر دو رسالہ جس کے مصنف مولانا محمد غازی گزرے ہیں وہ صفحہ پر کچھ کمزور سے قیاسی دلائل جواز میں پیش کرتے ہیں۔ اور اپنی اس کتاب و رسالہ کو مصدقہ حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ بتاتے ہیں مگر یہ کوئی جواز کی نسبت کرنے کا ثبوت نہیں ہے جب کہ ممانعت و حرمت میں استنباطی آیت کے علاوہ صاف صاف لفظوں میں بہت سی احادیث مبارکہ موجود ہیں۔

دوسرا مسئلہ۔ ہر وہ کام جو خدا تعالیٰ سے بندے کو دور۔ علیحدہ یا غافل کر دے وہ کفر یا گناہ ہے۔ لیکن جو کام خدا تعالیٰ کی یاد کو قائم کر دے وہ بالکل جائز ہیں۔ اس لیے کہ جب بندہ یہ نعرہ لگاتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی نسبت و نیت قلب میں راسخ ہوتی ہے یہاں تک کہ ہندوؤں سکھوں کے دل میں بھی مزارات پر حاضری کے وقت یہی خیال ہوتا ہے کہ ہم اللہ والوں کے پاس حاضر ہیں میں نے خود بدایوں کی چھوٹی سرکار بڑی سرکار کے مزار شریف پر ہندوؤں آریوں کو گڑگڑاتے دیکھا کہ ہے بزرگو تم بھگوان کے بندے ہو ہماری فریاد سنو وغیرہ وغیرہ یہ مسئلہ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۔ سے مستنبط ہوا کہ کافر بتوں کو خود معبود سمجھ کر پکارتا ہے اور مسلمان اولیاء اللہ کو بندہ سمجھ کر پکارتا ہے اس لیے مومن مسلمان کا یہ کام وسیلہ بن جاتا ہے اور وسیلہ جائز ہے آج کوئی حضرت عیسٰی کو ابن اللہ کہہ کر پکارے تو کافر ہو گا لیکن اللہ کا بندہ اور نبی سمجھ کر فریاد کرے تو بالکل جائز ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں تین چار قسم کے عذاب نازل فرمانے کا امکان مذکور ہوا مگر ایک آیت میں فرمایا گیا مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اب کسی پر عذاب نازل نہ فرمائے گا۔ ان دونوں آیت سے امکان کذب کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے (دیوبندی وہابی)

جواب۔ ان آیت میں عذاب کا ذکر نہیں ان مصیبتوں کی حالت و کیفیت ہونے کی صورت کے امکان کا تذکرہ ہے جو مسلمان پر بھی وارد ہو سکتی ہے اور کافر پر بھی بہت سوں پر بھی اور ایک پر بھی اجتماعًا بھی انفرادًا بھی اور ایسا اکثر ہوتا بھی رہتا ہے کئی کشتیاں جہاز ڈوب جاتے ہیں تو یہ ہلاکت عذاب الٰہی نہیں ہوتا۔ بِمَا كَفَرْتُمْ کا معنیٰ ابھی یہ ہے کہ یہ کفر ناشکری یا دھوکہ دہی کے معنیٰ میں ہے۔ یا مطلب ہے کہ تمہارے کفر کی بنا پر اس آفت سے دوبارہ نہ بچایا جائے گا۔ اگر یہ دھنسانا ڈوبانا اور آندھی سے ہلاکت

عذاب الٰہی ہوتا تو پہلے کیوں بچالیا گیا حالانکہ عقیدۃً اس وقت بھی کافر ہی تھے اگرچہ اللہ سے فریاد کر رہے تھے۔ اور ماکان اللہ (الخ) میں حسب سابق اجتماعی ہلاکتِ کفار والا عذاب مراد ہے۔ لہٰذا۔ اب کوئی اعتراض باقی نہ رہا امکانِ کذب جیسا باطل اور شیطانی نظریہ وعقیدۂ کفریہ ثابت نہ ہوا۔

دوسرا اعتراض۔ کسی بھی حالت حیثیت میں اللہ کے سوا کسی کو یاد نہیں کرنا چاہیئے ہر وقت سفر وحضر میں بس اللہ کو ہی یاد کرنا چاہیئے۔ یہ بریلوی لوگ جو یارسول اللہ یا غوثِ اعظم کہتے پکارتے رہتے ہیں یہ سخت گناہ اور گمراہی ہے یہ آیت ان ہی لوگوں کے لیے اور اس کام کو برا فرمانے کے لیے نازل ہوئی ہیں۔ (وہابی دیوبندی)

جواب۔ یہ بات سب سے بڑی غلطی اور جہالت کی ہے کہ بتوں کی آیت انبیاءِ کرام کے لیے اور کافروں کی آیت مسلمانوں کے لیے بنادینا یہ ان لوگوں کی پرانی عادت ہے۔ اگر یہ آیتیں بریلویوں کے لیے نازل ہوئی ہیں تو پھر ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام بریلوی ہی تھے ورنہ بتایا جائے کون مسلمان ایسا تھا جو سمندری سفر میں تو خدا کو یاد کرتا اور خشکی پر یا گھروں وطنوں میں اَعْرَضْتُمْ کا مصداق ہوتا اور اللہ کو چھوڑ دیتا۔ یہ آیات صرف بتوں اور کفار کے لیے نازل ہوئی ہیں۔ صحابہ کرامؓ تو سفر وحضر میں یارسول اللہ کی فریادیں کیا کرتے تھے ان آیات کے نزول کے بعد بھی ان کا یہی عمل رہا۔ کیا تم لوگ صحابہ کرام سے زیادہ قرآن کریم کو سمجھتے ہو۔؟

تفسیر صوفیانہ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا اے بحرِ گناہ کے طوفانوں سمندرِ ظلم کی لہروں میں پھنس جانے والے بدنصیبو ذرا سوچو کہ جب کبھی کلفتِ غم۔ مصیبتِ ناسوتی اور کثافتِ قلبی کی آفت تم کو پہنچی تو اس پریشانی کی گھڑی میں سوائے پروردگار رحیم وکریم کے کس کا ذکر تمہارے دلوں کا چین بنا کس کے محبوب نبی کی نعت خوانی تمہاری تڑپتی روح کا سہارا ہوئی۔ اُس وقت سب عیش وعشرت حرص وہوس۔ لذت ودولت۔ رشتے داریاں برادریاں۔ راہ ورسم سب کچھ بھول گئے کچھ یاد نہ آیا کوئی مدد کو نہ پہنچا کسی بھی طرف سے اطمینان نہ ملا ہمارے ہی ذکر اور یاد نے تم کو ظلماتِ شیطانی کی غرقابی سے بچایا۔ پھر جب اُس قدرتِ ازلی نے تم کو گناہ کی دلدل سے بچا کر وادیٔ معرفت کی خشکی پر پہنچایا تو تم اے بے انصافی کرنے والو اپنے اُس رحیم کریم مولیٰ تعالیٰ سے منہ پھیر گئے۔ اور بیابانِ غفلت میں بھٹکنے والا انسان کتنا ناشکرا ہے۔ کیا تم اس بات سے بے خوف ہوگئے کہ وہ قادر وقیوم انوارِ جلال کا رب قہار وادیٔ حیرت

میں ہی تم کو دبا دے اور تمہاری آرزوئیں بھی تمہارے ساتھ دفن ہو جائیں یا کہ بھیجے تم پر قہر محرومی کے پتھر برسانے والی ایسی کالی آندھی کہ اپنے لیے کسی کو بھی راہِ ہدایت مشاہدات کا مرشد و محافظ نہ پا سکو۔
اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا۔ اے کفرِ غفلت والو کیا تم اس بات سے بےخوف ہو بیٹھے ہو کہ وہی جبار قہار تم کو پھر دوبارہ تم سے نعمتِ مراد چھین کر نامرادی کے سمندر میں لوٹا دے اور تم پر عقل و دماغ ٹھکانے لگانے والی ہواءِ خواہشات کا طوفان بھیج دے تو تم کو غفلت کے پانی میں تمہاری نفسانیت کی وجہ سے ڈبو دے اور تمہاری کوئی ظاہری باطنی قوت مقابلہ نہ کر سکے اور کوئی ہاتھ۔ خیرات تم کو نہ اٹھا سکے صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ ہاتھ چار قسم کے ہیں۔
ع۱ اللہ کا ہاتھ عطا کا ہے ع۲ تقسیم کا ہاتھ مصطفیٰ کا ہے ع۳ دینے والا ہاتھ اہل اللہ کا ہے ع۴ لینے والا ہاتھ اہلِ ہوس کا ہے محنت اور شوق مومن کے بازو ہیں اپنی ہستی کو قائم رکھنے کے لیے جدوجہد کرنا فرض ہے عقل و صبر دو پیر ہیں۔ تقدیر روح ہے۔ انسان کی پانچ عادتیں ہیں۔
ع۱ کھانے کی لت یہ حیوانیت ہے۔ ع۲ فیشن کی لت یہ نسوانیت ہے ع۳ کھیل کی لت یہ طفلیت ہے ع۴ غفلت کی لت یہ مردیت ہے کہ مردہ غافل ہی ہوتا ہے ع۵ عبادت کی لت یہ صوفیت ہے

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِى

اور البتہ بیشک ابدی عزت والا بنایا ہم نے بنی آدم کو اور بحفاظت غالب کیا ہم نے ان کو

اور بیشک ہم نے اولاد آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی وتری

الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ

روئے زمین اور سمندر پر - اور ہر طرح برتنے کو پاک رزق دیئے ہم نے

میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزیں روزی دیں

وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا

اور جسمانی خوبصورتی و کمال سے فضیلت دی ہم نے اس تمام مخلوق پر جس کو پیدا کیا ہم نے

اور ان کو اپنی بہت مخلوق سے افضل

تَفْضِيْلًا ۧ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ

کمل فضیلت دینا۔ لہٰذا یاد کرو اس دن کو جب بلائیں گے ہم ہر انسان کو

کیا۔ جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ

بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ

اس کے پیشوا کے ساتھ پھر جو اپنا اعمالنامہ سیدھے ہاتھ میں دیئے جائیں گے

بلائیں گے تو جو اپنا نامہ داہنے ہاتھ میں دیا گیا

فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ

وہ تو اپنی تحریر کو خوب خوب پڑھیں گے اور ذرہ بھر ظلم نہ

یہ لوگ اپنا نامہ پڑھیں گے اور تاگے بھر اُن کا حق نہ دبایا

فَتِيْلًا ۝ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ

کئے جائیں گے۔ اور جو اس دنیا میں اندھا رہا تو وہ

جائے گا۔ اور جو اس زندگی میں اندھا ہوا وہ

فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝

آخرت میں بھی سخت اندھا اور بہت گمراہی کے راستے میں رہے گا

آخرت میں اندھا ہے اور بھی زیادہ گمراہ

تعلق اِن آیتِ کریمہ کا پچھلی آیتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے ۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیت میں انسان کی سفری حضری حالات کا ذکر ہوا اچھی بھی بُری بھی اور رب تعالیٰ کی قدرتوں کریمیوں کا تذکرہ تھا۔ اب اِن آیتوں میں اُن کرم نوازیوں کی وجہ اور انعاماتِ کثیرہ کا خلاصہ بیان ہو رہا ہے ۔

دوسرا تعلق پچھلی آیت میں انسانوں پر کچھ بحری برّی نجات و انعامات کا ذکر ہوا تھا اب اِن آیات میں کچھ کرامات کا ذکر ہو رہا ہے جو بصورتِ فضیلت ہے۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں کفار کے اُن پیشواؤں رہنماؤں کا ذکر ہوا جن کو وہ اپنا معبود سمجھتے تھے مگر مصیبت کے وقت اُنکو بھول جاتے تھے اب اِن آیات میں بتایا جا رہا ہے کہ قیامت میں ہر انسان کو اُس کے جھوٹے سچے پیشوا کے ساتھ اُٹھایا جائے گا ۔ اور حساب کے لیے بلایا جائے گا ۔

شانِ نزول ۔ قبیلہ بنی ثقیف کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ اگر آپ ہماری چار باتیں مان لیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے ورنہ نہیں ایک یہ کہ نماز میں سجدہ رکوع ختم دوم یہ کہ ہم اپنے بتوں کو اپنے ہاتھ سے نہ توڑیں گے سوم یہ کہ مسلمان ہونے کے بعد ایک سال تک ہم اپنے بتوں کے چڑھاوے کھالیں ۔ یہ وعدہ ہے کہ خود کچھ نہ چڑھائیں گے ۔ چہارم یہ کہ ہمیں آپ کوئی بہت بڑا اعزاز دیں تاکہ ہم دوسری قوموں پر فخر کرسکیں اور دوسرے اہل عرب شکایت کریں تو آپ اُن سے یہ کہیں کہ رب کا حکم اسی طرح ہے ۔ یہ باتیں سن کر آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید غصہ آیا اور فرمایا وہ نمازیں عبادتیں ہی نہیں جن میں رکوع سجدہ نہ ہو اور بتوں کو نہ توڑنا تمہاری مرضی پر ہے وہ تو ہم خود بھی توڑ سکتے ہیں لیکن بتوں کے چڑھاوے جاری رکھنا اور اُن کو کھانا حرام ہے ۔ ابھی آپ نے چوتھی بات کا جواب نہ دیا تھا کہ یہ پانچ آیتیں نازل ہوئیں ۔ از آیت ۱۷ تا ۷۵ (از کتاب اسبابُ النزول امام سیوطی)

تفسیر نحوی وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ واؤ سرِ جملہ لام کے تاکیدیہ یا تمیزیہ کَرَّمْنَا باب تفعیل کا ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم اِس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے مادہ کَرْمٌ ہے اور مصدر تکریمٌ ہے بمعنی عزت دینا۔ قابلِ عزت بنانا ۔ بَنِيْ جمع مذکر سالم ہے دراصل ہے بنین آخری نونِ جمع اضافت کی وجہ سے گر گئی اس کا واحد ہے اِبْنٌ ۔ بِنْوٌ اول کی ہمزہ عارضی ہے صرف ثلاثی بنانے کے لیے ۔ آدم ۔ یہ نام ہے دنیا

کے پہلے انسان نبی علیہ السلام کا یہ لفظ عربی ہے اَدَمٌ سے مشتق ہے اسم تفضیل ہے بمعنیٰ مٹی والا۔ مٹی کے رنگ والا۔ بنی آدم کا ترجمہ ہوا آدم کے بیٹے۔ مفعول بہ ہے کَرَّمْنَا کا۔ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ حَمَلْنَا باب ضَرَبَ ماضی مطلق جمع متکلم فعل با فاعل ھُمْ ضمیر اس کا مفعول بہ ہے حَمْلٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ لادنا۔ اٹھانا بوجھ بنانا سوار کرانا فِیْ جارہ ظرف مکانی کے لیے۔ الف لام جنسی۔ بَرّ اسم مفرد جامد بمعنیٰ خشکی جنگل۔ چٹیل میدان سطح زمین بحر کا مقابل یہاں ہر معنیٰ مناسب ہے واؤ عاطفہ الف لام جنسی۔ بحر اسم مفرد جامد بمعنیٰ سمندر یہ سب عبارت عطف مجرور اور متعلق ہے حَمَلْنَا کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ واؤ ابتدائیہ رَزَقْنَا باب نَصَرَ کا ماضی مطلق جمع متکلم فاعل اللہ تعالیٰ۔ ھُمْ مفعول بہ مِنْ تبعیضیہ یا بیانیہ ہے۔ الف لام استغراقی طَیِّبٰت جمع مؤنث سالم ہے طَیِّبٌ بمعنیٰ پاکیزہ حلال۔ جار مجرور متعلق ہے رَزَقْنَا کا وہ جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ فَضَّلْنَا موصولہ خَلَقْنَا باب نَصَرَ کا ماضی مطلق فاعل اللہ تعالیٰ۔ خَلْقٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پیدا کرنا ہمیشہ متعدی بیک مفعول ہوتا ہے فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مل کر مجرور متعلق ہے فَضَّلْنَا کا۔ تَفْضِیْلًا باب تفعیل کا مصدر ہے بحالت نصب ہے کیونکہ مطلق ہے فَضَّلْنَا کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مکمل ہوا۔ یوم اسم ظرف زمانی۔ بمعنیٰ دن۔ وقت۔ زمانہ۔ پہلا معنیٰ حقیقی یعنی لغوی ہے۔ دوسرے دو معنیٰ مجازی ہیں بحالت فتحہ ہے کیونکہ ظرف مقدم ہے۔ نَدْعُوْا۔ باب نَصَرَ کا مضارع مثبت معروف جمع متکلم دَعْوٌ سے بنا ہے مستقبل ہے بمعنیٰ بلانا۔ پکارنا۔ کُلَّ اسم تاکیدی موجبہ کلیہ کے لیے ہے مضاف ہے۔ اُنَاس جمع مکسر ہے اس کا واحد نَاسٌ ہے یا اِنْسٌ بمعنیٰ آدمی انسان مذکر مؤنث دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے نَدْعُوْ کا۔ بِ جارہ بمعنیٰ مَعَ (ساتھ) اِمَام اسم مصدر ہے بروزن فِعَالٌ۔ اَمٌّ مضاعف ثلاثی سے مشتق ہے یہاں اسم مفعول کے معنیٰ میں ہے یعنی چاہا ہوا۔ ارادہ کیا ہوا۔ مانا ہوا۔ جس کی اقتدا کی جائے۔ ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مرجع ہے۔ بنی آدم۔ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے نَدْعُوْا کا فعل اپنے فاعل۔ ظرف مقدم اور مفعول بہ۔ و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ استقبالیہ ہو کر مکمل ہوا۔ فَمَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ یَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا۔ فَ تعقیبیہ درمیان کلام کے لیے مَنْ موصولہ اُوْتِیَ باب افعال کا ماضی مطلق مجہول اِیْتٌ سے بنا ہے اس کا مصدر ہے اِیْتَاءٌ بمعنیٰ دینا۔ ھُوَ ضمیر مستتر نائب فاعل جس کا مرجع مَنْ ہے۔ کتاب صفت مشبہ بروزن فِعَال بمعنیٰ مکتوب اسم مفعول ترجمہ ہے لکھا ہوا مراد ہے اعمال نامہ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے یہ ضمیر نفسی کہلاتی ہے یعنی اپنا یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے اُوْتِیَ کا۔ بِ جارہ بمعنیٰ فِیْ۔ یَمِیْن اسم مفرد مشتق صفت مشبہ

بروزنِ فعیل کریم یُمنٌ سے بنا ہے بمعنیٰ طاقت والا۔ برکت والا ہونا یہاں اسم جامد ہے نام ہے داہنے اور سیدھے ہاتھ کا۔ مضاف ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر نفسی مضاف الیہ مرجع ہے مَنْ۔ ترجمہ ہے اپنے سیدھے ہاتھ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے اُوتِیَ سب مل کر جملہ ہو کر مَنْ کا صلہ ہو کر شرط ہوا۔ ف جزائیہ اُولٰئِکَ اسم اشارہ جمع ہے۔ یہ مبتدا ہے اس کا مشارالیہ مَنْ سابقہ عمومی جمع ہے یَقْرَءُوْنَ۔ باب فَتَحَ کا فعل مضارع مستقبل معروف صیغہ جمع مذکر۔ قَرْءٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پڑھنا حفظ یا دیکھ کر یہاں پڑھنا مراد ہے ھُمْ ضمیر جمع اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہے کِتٰبَھُمْ مرکب اضافی اس کا مفعول بہ ہے یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا واؤ حرفِ عطف۔ لَا یُظْلَمُوْنَ باب ضَرَبَ کا مضارع مجہول مستقبل جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر مستتر نائب فاعل اس کا مرجع اولٰئِکَ ہے۔ فَتِیْلًا۔ بروزنِ فعیلاً اسم مشتق ہے مشتق ہے مبالغے کے لیے۔ خیال رہے کہ مشتق اسم میں زیادتی کا معنیٰ پیدا کرنا مبالغہ ہے۔ یہ فَتْلٌ سے مشتق ہے چھوٹا ہونا۔ حقیر ہونا۔ تھوڑا ہونا۔ یہاں مراد ہے تھوڑا ہونا۔ لغوی معنیٰ کی نسبت سے دھاگے اور ڈورے کو فتیلہ کہا جاتا ہے۔ چراغ کی بتی اور کھجور کی گٹھلی کے دھاگے کو بھی فتیل کہا جاتا ہے۔ بحالت نصب ہے یا اس لیے کہ مفعول بہ ہے لَا یُظْلَمُوْنَ کا یا تمیز ہے ظلم کی یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا اَلْقُرْاٰنَ کے مکمل جملے کا۔ سب عطف جزا ہوئی۔ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ وَمَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِیْلًا۔ واؤ استینافیہ مَنْ موصولہ شرطیہ کَانَ فعل ماضی مطلق تامہ۔ صحیح یہ ہے کہ ناقصہ ہے ھُوَ پوشیدہ ضمیر اسم ہے اس کا مرجع مَنْ ہے۔ فِیْ حرفِ جر ظرفیہ مکانیہ هٰذِهٖ۔ قریبی اسم اشارہ۔ دو لفظوں سے مجرد کر متصلہ بسیط ہے۔ ۱۔ ھَا۔ حرفِ تنبیہ ۲۔ ذِهٖ اسم اشارہ۔ ھَا۔ نے قربت پیدا کی اس کا مشارالیہ مخفی ذہنی ہے۔ یعنی یہ دنیوی زندگی یہ جار مجرور متعلق ہے کَانَ کا اَعْمٰى عَمًى سے بنا ہے اسم تفضیل مذکر ہے بمعنیٰ پورا اندھا اسم مقصور ہے لہٰذا تقدیری اعراب فتحہ ہے۔ کَانَ کی خبر ہے۔ کَانَ اسم خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر شرط ہوئی۔ ف جزائیہ۔ ھُوَ۔ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا ہے مرجع ہے مَنْ موصولہ۔ فِیْ جارہ ظرفیہ مکانیہ۔ الف لام عہدی۔ آخرت اسم مشتق مگر جامد ہے مراد قیامت خیال رہے کہ جب کسی مشتق کو کسی مخصوص چیز کا نام رکھ دیا جائے تو وہ جامد بن جاتا ہے۔ یعنی میدانِ قیامت یہ جار مجرور متعلق ہے کَانَ پوشیدہ کا اَعْمٰى۔ اسی پوشیدہ کَانَ کی خبر ہے۔ یہ کَانَ کی خبر ہے۔ یہ کَانَ اپنے اسم ھُوَ ضمیر اور متعلق و خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر معطوف علیہ واؤ حرفِ عطف اَضَلُّ اسم تفضیل۔ ضَلٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے دراصل تھا ضَلَلٌ اور اَضْلَلُ۔ بہت معنیٰ میں مشترک ہے۔ یہ تمیز ہے سَبِیْلًا۔ بروزنِ فعیل مبالغے کا صیغہ ہے سُبُلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بہت کھلا اور ٹیڑھا میڑھا راستہ۔ تمیز ہے

اس لیے منصوب ہے۔ یہ ممیز تمیز مل کر معطوف ہوا اعمیٰ پر سب عطف مل کر مبتدا کی خبر ہوئی جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزا شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ۔ اور اے توحید و نبوت کے منکر کافرو ہمارے اس دائمی احسان عظیم کو یاد کرو کہ البتہ بیشک ہم نے بلا امتیاز تمام اولادِ آدم کو اپنی بارگاہ صمدیت کے لائق بن جانے کی توفیق اور سہولتیں دے کر دینی ایمانی لحاظ سے بہت ہی کثیر کرم کیا اور کائنات میں سب مخلوق زمینی و آسمانی سے زیادہ مکرم اور عزت دار بنایا۔ اس طرح کہ ابتدائی ۱ تخلیق میں ۲ جسمانی تفضیل میں ۳ روحانی تعلیم میں ۴ مدارج دنیا کی تشریف میں۔ اور اعمال صالحہ کے ذریعہ قبر حشر قیامت کی تکریم میں اولادِ آدم علیہ السّلام کو سب سے زیادہ اعلیٰ دار فع بنایا۔ یہ پانچ انعامات کسی مخلوق میں سے سوائے انسان کے کسی کو نہ ملے محققین فرماتے ہیں کہ دینی اعتبار سے ۱ بنی آدم کو تکریم والا اور مکرم بنایا ہے کہ کائنات میں فقط انسان کو رب تعالیٰ نے خاص اپنے دست قدرت سے بنایا اور خَلَقْتُ بِيَدَيَّ کا لباس عظمت پہنایا۔ دوسری تمام مخلوق کو کُنْ کہہ کر پیدا فرمایا اور کُنْ فَيَكُوْنُ کا نغمہ سنایا ۲ نبوت سے ابتدا فرمائی کہ حضرت آدم کو ہمارا جدِ امجد منتخب فرمایا ۳ انسانوں میں اپنے خاص ذی قوت و اختیار بندے انبیاءِ کرام مبعوث فرمائے ۴ اپنے محبوب کو بنی آدم میں ہی مِنْ اَنْفُسِهِمْ سے مبعوث فرمایا ۵ پھر کسی کو صفی نجی و خلیل و ذبیح و کلیم و مسیح بنایا اور کسی کو ولی غوث و قطب ابدال اوتاد بنایا ۶ اپنا کلام صحائف توراۃ و زبور انجیل و قرآن مجید عطا فرمایا ۸ حج و زکوٰۃ و زہد و عبادت صلوٰۃ و صوم کی دولتیں ۹ اور شریعت طریقت معرفت حقیقت روحانیت ایمانیت کے خزانے جمع فرمائے ۱۰ تقویٰ طہارت پاکیزگی صدقہ و خیرات کے اعمالِ صالحہ بتائے ۱۱ عشق و محبت مراقبہ مشاہدہ کی لذتیں عطا فرمائیں ۱۲ قبر حشر پلصراط جنت و دیدارِ نورانی کی نعمتیں فرمائیں۔ ۱۳ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا کا مقام عطا فرمایا ۱۴ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ کا انعام عطا فرمایا ۱۵ دنیا میں سعادت کا راستہ دکھایا ۱۶ آخرت میں عظمت کا تاج پہنایا اسی لیے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا فرمایا۔ اور دنیا کے اعتبار سے انسان کو صاحب تشریف اور اشرف المخلوق بنایا کہ فرمایا وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ اور ہم نے ہی تمام انسانوں کو بلا استحقاق تمام زمینوں ہواؤں خشک و تر موسموں بہار و خزاں کے زمانوں سفر و حضر کے دنوں میں اور دریاؤں سمندروں کے طوفانوں سکونوں لہروں بحروں میں ہر طرح کا غلبہ عطا فرمایا تاکہ ہاتھی اونٹ گھوڑے خچر پر سواری کر سکے سونا چاندی

ہیرے جواہرات۔ تیل و پٹرول پر مالداری کرسکے پرندوں چرندوں اور جنگلی درندوں کیڑے مکوڑوں پر قابو و قوت پاسکے۔ اور کشتی جہاز آبدوزوں سے سیر و سفر کا لطف اٹھا سکے وَرَزَقْنٰهُمْ۔ اور ہم نے ہی انسان کو زمین و آسمان بحر و بر کے ہر گوشے سے اچھے سے اچھا ہر قسم کا مزے اور لذت کا ہر قسم کے فائدے اور صحت و شفا کا رزق عطا فرمایا کہ کچھ بنا کر کھائے کچھ پکا کر کھانے کچھ کچا ہی رگڑ جائے۔ کچھ کھانے کچھ برتنے اور کچھ زینت و خوبصورتی اور سجانے کے لیے۔ اتنے وسیع انعامات کسی اور مخلوق کو نہیں ملے۔ فرشتے تو کھاتے ہی کچھ نہیں۔ جنات کھانے میں معمولی چیزیں ہڈیاں کو لے غلیظ و گندی اشیا استعمال میں لائیں۔ نباتات صرف پانی اور کھاد کی قوت پائیں حیوانات میں بعض صرف گوشت و خون۔ بعض صرف گھاس پھوس سبزیاں کھاسکتے ہیں پرندے دانے کھاتے ہیں مگر انسان گوشت خور بھی ہے سبزی خور بھی دانہ خور بھی۔ غرض کہ انسان ہی وہ مخلوق ہے کہ کائنات کے سارے رزق اس کے لیے ہیں۔ اور پھر ہر لذت میں اپنی پسند بنالیتا ہے میٹھا ہو یا پھیکا کڑوا ہو یا کسیلا۔ نمکین ہو یا مرچوں والا۔ بکسا ہو کھٹا۔ اور پھر ہر حالت میں کھالیتا ہے۔ گرم ہو یا ٹھنڈا۔ برف ہو یا اُبلتا۔ ہر چیز ہر مزہ ہر کیفیت ہر حالت ہر طریقہ انسان کے لیے مِنَ الطَّیِّبٰتِ ہے تمباکو سے لے کر پان تک نسوار سے لے کر چونے کتھے تک گھاس پات سے سبزی چھلکوں تک دانوں بیجوں سے جڑوں بوٹیوں تک کونسی چیز ہے جو انسان نے چھوڑی ہے۔ پاک ہے پروردگار جس نے اپنے بندوں کو رزق بھی عطا فرمایا اور کھانے کی قوت و طاقت ہمت و طریقہ سلیقہ بھی عطا فرمایا وَفَضَّلْنٰهُمْ۔ اور ہم نے ہی بنی آدم کو دنیا میں اپنی تمام مخلوق پر فضیلت دی۔ ایسی افضیلت جو بدنی جسمانی عقلی قلبی فکری فطری ہر اعتبار سے تفضیلاً یعنی جامع مانع اَحْسَن و اَکمل ہے موجوداتِ عالم میں چار قسم کی اشیاء کے نام ہیں۔

۱۔ ازلی ابدی قدیم یہ شانِ یکتائی۔ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ اللّٰهُ الْعٰلَمِيْنَ کی ہے ۲۔ لا ازلی و لاابدی جیسے زمین آسمان چاند سورج ستارے اور زمینی چیزیں حیوانات وغیرہ ۳۔ ازلی ہو ابدی نہ ہو یہ محال و ناممکن ہے۔ صرف نام ہی ہے ۴۔ ازلی نہیں۔ ابدی ہے۔ یہ انسان کی صفت و شان۔ اسی بنا پر تمام زمینی مخلوق پر اس کو فضیلت ہے فضیلتِ انسانی کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ نفسِ انسانی کی فضیلت اور ۲۔ بدنِ انسانی کی فضیلت۔ فضیلتِ نفسی کا نام تشریف اور اشرافیت ہے اسی فضیلت کی وجہ سے انسان اشرفُ المخلوقات ہوا یہ فضیلت سوائے انسان کے کسی کو نہ ملی نہ جمادات نباتات فلکیات کو نہ فرشتوں جنوں حیوانات کو اس فضیلت کی دو نوعیتیں ہیں ایک باطنی ایک ظاہری۔ باطنی کی ابتدا عقل سے ہوتی ہے۔ کہ دماغ انسانی سے عقل عقل سے فکر۔ فکر سے تدبر۔ تدبر سے نطق نطق

سے علم۔ علم سے فہم۔ فہم سے فراست۔ فراست سے صنعت سے مدارج کہ کوئی علوم شریعت سے عالم فاضل مجتہد محدث مفکر مفسر بن گیا کوئی علوم روحانی سے غوث و قطب ابدال و اوتاد بن گیا۔ کوئی علوم دنیوی سے عقلیاتِ دنیا کا ماہر ڈاکٹر حکیم فلاسفر منطقی فلسفی تجربہ کار سائنسدان بن گیا پھر کسی کو نبوت رسالت مرسلیت عطا ہوئی کسی کو وَلِیٌّ مِّنْ اَوْلِیَاءِ اللّٰہ۔ بنادیا گیا۔ انسان کے سوا نہ کسی کو یہ باطنی عقل و علم کے جوہر ملے نہ ظاہری بادشاہت وزارت امارت ملی۔ حیاتِ دنیوی کے تمام ظاہری مرتبے عہدے یہ ظاہری فضیلت ہے۔ یہ تمام فضیلتیں نفسِ انسانی کو ملیں جن کی وجہ سے بنی آدم تمام نفوسِ عالمین میں اشرف و اعلیٰ ہوگیا۔ اسی طرح بدنِ انسانی پر بھی اللہ تعالیٰ کی بیشمار فضیلتیں وارد ہیں۔ انسان کو چھ قوتیں خصوصی شانِ امتیازی سے عطا فرمائی گئیں۔

۱ قوتِ تولید ۲ قوت عاقلہ مدرکہ ۳ قوتِ حرکت ۴ قوتِ حساسیت ۵ نشوونما۔ ۶ قوتِ اغتذا یعنی غذا بنانا تیار کرنا۔ جسمِ انسانی بھی عجیب حسن و کمال مرقعہ ہے۔ اعضا ایسے نفیس کہ دوسری مخلوق جنات وغیرہ بھی اس پر عاشق ہو جاتے ہیں۔ سر سے پاؤں تک ہر عضو بے مثل ہے ہر ایک کا حسن تناسب تعامل قوت و طاقت علیحدہ اور انوکھی نرالی ہے۔ پورا سر عظیم خزانوں سے بھرا ہوا ہے عقل۔ ذہن دماغ۔ سماعت بصارت گویائی قوتِ حافظہ۔ زبان کی شیریں بیانی تکلم ترنم۔ چہرے کا حسن۔ ہاتھ بھی قدرت کا عجیب شاہکار ہیں حضرت حکیم الامت فرماتے تھے کہ انسانی ہاتھ اور اس کی بناوٹ حیران کن عطیۂ ربِّ کریم ہے۔ کہ یہی ہاتھ پنکھا بھی ہے چمٹا بھی۔ ہتھوڑا بھی۔ رسی بھی۔ قلم بھی۔ چاقو چھری اور قینچی بھی خنجر بھی بھالا بھی۔ چھانواں اور کھڑ کھنا بھی۔ جھاڑو بھی۔ کرین بھی۔ کنگھی بھی۔ گدی بھی اور دوسروں کو بچوں بیماروں کو اٹھا کر لے جانیوالی سواری بھی۔ چمچہ اور کفگیر بھی پانی کا پیالہ بھی کہ سب جانور منہ لگا کر کھائیں پئیں مگر بنی آدم ہاتھ سے کھائے پیئے تاکہ یہ سر صرف اللہ کے سجدوں میں جھکے اس کے سوا کسی کے لیے نیچا نہ ہو یہ غذا تک نہ گرے غذا اس تک پہنچے۔ اسی لیے ہاتھوں کے بغیر منہ لگا کر پانی وغیرہ پینا مکروہ ہے۔ یہ جانوروں کی خصلت ہے جانور کی ہر عادت سے انسان کو بچا کر فضیلت دی گئی۔ اس کے علاوہ ہر چیز میں حسن رکھا گیا ہے مرد کی داڑھی حسن ہے اور عورت کے دراز بالوں میں حسن درازیٔ قد میں حسن ہے صرف چٹے رنگ میں ہی حسن نہیں نقش و نگار میں بھی حسن ہے۔ بنی آدم کو یہ سب فضیلتیں ظاہری باطنی خوبیاں ہم نے ہی عطا کی ہیں اب ان کو جہنم کی ابدی آگ سے بچانا اے آدمیو تمہارا کام ہے اور اس کے لیے یاد رکھو اس دن کو جب بلائیں گے ہم ہر انسان کو اپنی بارگاہ میں دنیوی اعمال کے حساب و کتاب کے لیے اس کے پیشوا اور مقتدا قائد کے نام سے یا اس کے ساتھ کہ وہ دنیا میں

پیشوا رہنما بننے والا بھی ساتھ ہی ہو گا۔ خواہ کافر ہو یا مومن مرشد ہو یا گمراہ نیک ہو یا بد۔ امام کے بارے میں مفسرین کرام کے سات اقوال ہیں ایک یہ کہ امام سے وہ شخص مراد ہے جس کے پیچھے لوگ چلے۔ دوم یہ کہ انبیاء کرام مراد ہیں۔ سوم یہ کہ وہ مذہبی کتاب مراد ہے جس کو دنیا میں مانا۔ چہارم یہ کہ عقیدۂ قلبی مراد ہے پنجم یہ کہ اعمال مراد ہیں چھٹا قول یہ کہ امام سے مراد اُم ہے یعنی والدہ کے نام سے پکارا جائے گا۔ مثلاً حضرت فاطمہ زہرا کی اولاد۔ وغیرہ وغیرہ ہفتم یہ کہ اخلاق و عادات مراد ہیں مثلاً اے شہید و اے سخی اے کنجوس اے عادل وغیرہ۔ اور اس بلائے جانے سے پہلے فَمَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ یَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا۔ وَمَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِیْلًا۔

پس جو آدمی اپنا نامۂ اعمال اپنے سیدھے ہاتھ میں دیئے گئے یا اللہ کی طرف سے حکم آیا یا ملائکہ نے کہا کہ اس کو سیدھے ہاتھ میں پکڑ و یا خود بخود سیدھی طرف سے اس ہاتھ میں آگیا۔ روایات و اقوال میں مذکور ہے کہ کوئی شخص ہاتھوں کو تبدیلی کرنے پر قادر نہ ہو سکے گا جس ہاتھ میں ابتداءً آگیا پس سارا وقت اسی میں رہے گا۔ تو یہ خوش قسمت لوگ خوش ہو ہو کر اپنے اعمالنامے کو زور زور سے پڑھیں گے تاکہ دوسرے لوگ بھی سُن لیں اور میدانِ محشر میں کوئی بھی اچھے یا برے کسی قسم کے لوگ معمولی دھاگے کے برابر بھی اعمال میں اور اس کی جزا میں کمی زیادتی سے ظلم نہ کئے جائیں گے یعنی نہ اعمال میں الٹ پھیر ہو گا کہ کسی کی گناہ نیکیاں کسی دوسرے کی کتاب میں ڈال دیئے جائیں نہ ثواب و سزا میں ہیرا پھیری ہو سکے گی۔ اور جو بد قسمت اس حیاتِ دنیا میں۔ ضد۔ جہالت ہٹ دھرمی۔ تعصّب سے ہوش گوش عقل ضمیر دل دماغ کا اندھا بنا رہا حالانکہ اس کو بینائی کی آنکھیں روشن عقل زندہ ضمیر جاگتا دل سمجھتا دماغ دیا گیا ہے تو ایسا ما کارۂ خلائق واقعی قیامت میں آنکھوں کا اندھا ہو گا اور چیخنے چلاّنے گا روئے پیٹے گا کہ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا اے اللہ دنیا میں تو درست آنکھوں سے دیکھنے والا تھا میں محشر میں کیوں مجھ کو اندھا کر دیا تو نے۔ اور یہ ایسا اندھا پا ہو گا کہ اَضَلُّ سَبِیْلًا۔ ہر راستے میں بہت سخت بھٹکنے والا۔ دنیا کا اندھا تو پھر کچھ لکڑی لاٹھی کے سہارے عقل و شعور سے کام لے کر کسی نہ کسی طرح اپنی منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ مگر محشر کا اندھا گرتا پڑتا اور بھٹکتا ہی پھرے گا۔ کیونکہ وہاں کفار کی عقل و شعور نہ ہو گی نہ کوئی لکڑی لاٹھی کا سہارا اور غضب کی بھیڑ اور سب ہی اندھے اندھا دُھند دھکم پیل ہو گی۔ بعض نے کہا کہ یہ آنکھوں کا اندھا پن نہ ہو گا بلکہ سخت اندھیرے کا اندھا پن ہو گا جو بعد میں ختم ہو جائے گا اور نامۂ اعمال پڑھ سکے گا اور شرمندگی سے چھپائے گا۔ ایک قول ہے کہ وہاں محرومی کا اندھا ہو گا کہ اس کو انوار و انعامات و دیدارِ الٰہی سے دور رکھا جائے گا۔ مگر پہلا قول صحیح ہے رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ سے ثابت ہے آنکھوں

کا ہی اندھا ہوگا اگرچہ بعد میں قدرتِ الٰہی سے ٹھیک ہو جائے۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام کائناتِ مخلوقات پر افضل کرنے کے لیے بارہ نعمتوں سے نوازا۔

ع ۱ اپنے محبوب نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی آدم میں مبعوث فرمایا ع ۲ ابوالبشر حضرت آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا ع ۳ معاش و معاد یعنی دنیا و آخرت کے حاصل کرنے کی تدبیر تعلیم فرمائی۔ ع ۴ چہرہ اور اس کا حسن عطا فرمایا ع ۵ مردوں کو داڑھی عورت کو زلفیں عطا کیں ع ۶ اپنے کسے غیر پر مسلط ہونے سلطنت اور حکومت کرنے کا طریقہ سکھایا یعنی بادشاہ وزیر حاکم بننے کا سلیقہ سکھایا۔ ع ۷ عقل کی دولت ملی ع ۸ خوبصورت قد کی لمبائی ملی ع ۹ کھانے کی لذتیں ملیں ع ۱۰ ہاتھ سے کھانے کی قوت ملی ع ۱۱ بات چیت کر کے اپنا مدعیٰ بیان کرنے کا آداب سکھایا گیا ع ۱۲ نبوت اور کلام الٰہی کے ذریعے ہر طرح کا علم و ہدایت ملی۔ یہ فائدہ اِن آیت میں چار باتیں ارشاد فرمانے سے حاصل ہوا۔

ع ۱ کَرَّمْنَا ع ۲ حَمَلْنَا ع ۳ وَرَزَقْنَا ع ۴ فَضَّلْنَا۔

دوسرا فائدہ۔ دنیا میں ضرور ضرور کسی ولی اللہ کی بیعت کر لینی چاہیے تاکہ قیامت میں اس ولی اللہ کی جماعت میں اِس مرید کو اٹھایا جائے۔ حدیث پاک میں آتا ہے جو شخص بغیر بیعت کے فوت ہو گیا وہ جاہلیت یعنی شیطان کی موت مرا۔ (از مشکوٰۃ شریف ص ۳۲۰ باب الامارت فصل ثانی) اس سے بھی ثابت ہوا کہ بغیر مرشد والا شخص شیطان کے ساتھ بلایا جائے۔ یہ فائدہ یَوْمَ نَدْعُوا (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ قیامت میں کوئی شخص بے پڑھا نہ ہوگا۔ اور ہر شخص کی زبان عربی ہوگی اگرچہ دنیا میں اَن پڑھ ہو۔ بلکہ قبر میں ہی زبان عربی ہو جاتی ہے۔ خواہ مومن ہو یا کافر۔ یہ فائدہ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند مسائل فقہ مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ زمین یا نہر دریا ٹوٹی کوئیں ٹیوب ویل کی نالی سے منہ لگا کر پانی پینا مکروہ تحریمی ہے اسی طرح زمین سے منہ لگا کر کھانا بھی گناہ ہے کیونکہ یہ جانوروں حیوانوں کا طریقہ ہے اور جانوروں کا کوئی طریقہ اختیار کرنا مسلمان اور انسان کو جائز نہیں ہے لہٰذا کھڑے ہو کر کھانا پینا۔ یا جانوروں کی طرح کھڑے کھڑے پیشاب کرنا بھی بلا مجبوری حرام شرعی ہے یہ مسائل فَضَّلْنٰهُمْ (الخ) کی تفسیر سے مستنبط ہوئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جانوروں پر فضیلت دی ہے لہٰذا اس کی خلاف ورزی

حرام ہے۔ اور منہ سے زمین پر سے کچھ کھانا پینا یا کھڑے کھڑے یہ سب جانوروں کے طریقے ہیں۔

دوسرا مسئلہ ۔ مرد کو داڑھی اور عورت کو بال کٹانے یا منڈانے حرام ہیں۔ یہ مسئلہ بھی کَرَّمْنَا (الخ) اور فَضَّلْنَا (الخ) سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ خوبصورتی سے بھی انسان کو فضیلت دی گئی اور داڑھی بطریقۂ سنت اور عورت کی زلفیں لمبے بال یہ خوبصورتی و زینت ہے۔

تیسرا مسئلہ ۔ بحیثیتِ انسانیت تمام بنی آدم تمام مخلوق سے اشرف ہیں جن حیوان فرشتوں سے لیکن بحیثیت اعمال بہت سے انسان جانوروں سے بھی بدتر ہیں جیسے کفار اور بدکار فساق۔ و بدعقیدہ لوگ۔ اور بحیثیتِ قربِ الٰہی و مدارج انبیاء کرام تمام مخلوق سے افضل و مکرم و مقرب ہیں۔ اولیاءِ اخص الخاص چار فرشتوں کے سوا باقی تمام فرشتوں سے افضل ہیں عام نیک مسلمان عام ملٰئکہ سے افضل۔ یہ مسئلہ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا (الخ) فرمانے اور دیگر آیات و احادیث سے مستنبط ہوتا ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراضات کئے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ۔ یعنی انسان بنی آدم بہت سی مخلوق سے افضل ہے سب سے افضل نہیں۔ حالانکہ دوسری آیت دیگر احادیث اور تفاسیر سے ثابت ہے کہ انسان تمام مخلوق سے افضل ہے۔ بنی اسرائیل کو فرمایا گیا فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔ تمام جہانوں سے افضل کیا۔ تمام جہانوں میں ساری مخلوق شامل ہے۔

جواب ۔ تفسیر خازن نے فرمایا یہاں کثیر سے مراد کل ہے۔ امام رازی نے فرمایا۔ کثیر بول کر فرشتوں کو علیحدہ کیا گیا کیونکہ عام انسان میں تو کفار و فساق بھی ہیں لہٰذا عام انسان فرشتوں سے افضل نہیں بعض نے جواب دیا کہ افضلیت سے مراد اشرفیت نہیں بلکہ اکرمیت ہے۔ اور اکرمیت و مکرم ہونے میں سب بنی آدم سب مخلوق سے افضل نہیں بلکہ انسان کے علاوہ بہت سے جنات۔ اصحاب کہف کا کتا خرِ عیسیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بہت سے انسانوں سے افضل ہے۔

دوسرا اعتراض ۔ یہ کیوں فرمایا کہ اعمالنامہ صرف دائیں ہاتھ میں پکڑنے والے پڑھیں گے حالانکہ دیگر آیات و احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ کفار بھی اپنا نامۂ اعمال پڑھیں گے۔

جواب ۔ تفسیر خازن نے فرمایا پڑھنے سے مراد بلند آواز سے پڑھنا اور خوشی خوشی بار بار پڑھنا اور دوسروں کو سنانا ہے۔ کفار ایک بار تو پڑھیں گے مگر بالکل آہستہ یا صرف آنکھوں سے اور پھر اپنا اعمالنامہ چھپاتے پھریں گے شرمندگی اور غم سے۔ گویا نہ پڑھنے کی مثل یا مراد ہے سنانا یا مراد ہے زبان سے پڑھنا۔ اور دیگر آیات میں پڑھنے سے مراد ہے دیکھنا سمجھنا۔

تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ اصحاب یمین والوں پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ حالانکہ ظلم تو کسی پر بھی نہ ہو گا نہ مومن پر نہ کافر پر نہ اصحاب یمین پر نہ اصحاب شمال پر۔

جواب۔ اس کے تین جواب دیئے گئے ہیں ۱۔ ایک وہ جو ہم نے تفسیر عالمانہ میں واضح کر دیا کہ لَا یُظْلَمُوْنَ کا تعلق صرف اصحاب یمین سے نہیں بلکہ تمام بنی آدم سے ہے۔ ۲۔ دوم یہ کہ یہاں اعتقاد کا ذکر ہے کیونکہ صرف اصحاب یمین کا اعتقاد ہے کہ ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا اگرچہ کفار پر ظلم نہیں ہو گا اور اعمال کفریہ کی ہی سزا ہو گی مگر کفار سمجھیں گے کہ ہم پر ظلم ہو رہا ہے ان کا عقیدہ بد ہو گا۔ سوم یہ کہ یہاں لَا یُظْلَمُوْنَ کا تعلق اس لیے اصحاب یمین سے کیا کہ اس کا فائدہ اصحاب یمین کو ہو گا نہ کہ کفار کو۔ دیکھو عدل و انصاف اچھی چیز ہے مگر ظالم کو اس سے نقصان ہے مظلوم کو فائدہ۔

تفسیر صوفیانہ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا۔ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ اور البتہ بیشک ہم نے بنی آدم پر انبیاء کرام بھیج کر بہت کرم کیا کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے وسیلے سے کائنات انسانیت کو زبان معرفت کا نطق شریعت کی باتیں طریقت کی عقلیں اور معرفت عالم انوار کی تمیز و تہذیب سکھائی اور حدیث و قرآن کے بحر و بر میں ہم نے اسرار یزدانی کی کشتیوں سے ان کو سفر کرایا اور معاشِ کرامات اور پرواز لاہوتی ان کے لیے آسان کر دیا۔ اور سیر ملکوتی سے ہم نے لذت روحانیت کا طیب و ابدی رزق عطا کیا اور ملاءِ اعلیٰ و تحت الثریٰ کی کثیر ہا مخلوق سے ہم نے انسان کو افضلیت بخشی۔ اور مقام غوثیت۔ قطبیت ولایت صغریٰ و کبریٰ۔ محبوبیت۔ مقبولیت کی امامت بخشی اور منزل طلب میں نوازشیں تیار فرمائیں۔ قرب جبروتی کے دن مسافران راہ نورد کو ان کے مرشدان سلوک کے امام کے ساتھ ہم بلائیں گے اور حصۂ معرفت سے نوازیں گے تمام کی محبتوں سے اوپر محبت بنی آدم ہے۔ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا۔ پس خوش قسمت ہے وہ بندۂ منزل شوق جو اپنے عقل سلیم کے سیدھے ہاتھ میں پروانۂ قرب دیا گیا ہے ان ہی کو قوت خداداد ہے کہ وہ اس میدان ظلمت میں کتاب معرفت کو پڑھنے اور سمجھنے کی قوت رکھتے ہیں۔ اور کمال و اخلاق کے اعتبار سے وہ ذرہ برابر ظلم نہ کئے جائیں گے۔ میدان طلب میں صرف وہی اپنی کتاب انوار پڑھ سکتے ہیں جن کی آنکھوں میں سعادت الٰہیہ کی روشنی اور توفیق معرفت کی چمک ہو لیکن جن کی آنکھوں میں نفسانیت کا ناسور اور عقلوں میں خود غرضی کا فتور ہو وہ لاہوت و ناسوت ہر میدان میں بے نور و بے شعور ہیں۔ بلکہ جو

عالم ناسوتِ دنیا میں حق وحقانیت سے اندھے بنے رہے وہ عالم لاہوتِ آخرت میں زیادہ گمراہ اور منزلِ مراد سے دور ہوں گے کیونکہ دنیا، کسب وسفر میں تو سعادت وفلاح کی توفیق ملنے کی امید تھی مگر گمشتگانِ قلب وعقل ہو جانے کے بعد پھر فتح بابِ سعادت کی نہ امید ہے نہ فائدہ۔

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ

اور حالت یہ ہے کہ کفار مکہ نے قریبی ارادہ کر لیا تھا کہ آزمائش میں ڈال دیں وہ تم کو اس قرآن سے جو

اور وہ تو قریب تھا کہ تمہیں کچھ لغزش دیتے ہماری

اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ ق

ہم نے تمہاری طرف وحی کیا تا کہ تم کوئی ایسی بات لگا دیتے ہماری طرف جو وحی کے علاوہ ہو

وحی سے جو ہم نے تم کو بھیجی کہ تم ہماری طرف کچھ اور نسبت کر دو

وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾ وَلَوْلَآ اَنْ

اور اس وقت وہ کفار تو عارضی تم کو دوست بنا لیتے۔ اور اگر ہم نے

اور ایسا ہوتا تو وہ تم کو اپنا گہرا دوست بنا لیتے۔ اور اگر ہم

ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا

تم کو مضبوط نہ بنایا ہوتا تو البتہ بیشک قریب ہوتا کہ تم ان کی طرف تھوڑا سا مائل

تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم اُن کی طرف

قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾ قلے اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ

ہو جاتے تب ہم البتہ مزہ چکھا دیتے تم کو زندگی کی سختیوں کا

تھوڑا سا جھکتے اور ایسا ہوتا تو ہم تم کو دونی عمر اور

وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا

اور دو گنا عذاب موت کا پھر تم نہ پاتے اپنے لیے ہمارے سامنے

اور دوگنی سختیوں کا مزہ دیتے پھر تم ہمارے مقابل اپنا کوئی

نَصِيرًا ۝ ۷۵ وَإِنْ كَادُوا لَيَسْتَفِزُّونَكَ

کوئی سہارا ۔ اور حالت یہ ہے کہ قریب ہی ارادہ کر لیا تھا اُن کفار نے

مددگار نہ پاتے ۔ اور بیشک قریب تھا کہ وہ تمہیں اس زمین سے

مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِذًا

کہ پریشان کر دیں تم کو علاقہ سے تاکہ نکال سکیں وہ تم کو اس وطن سے

ڈگا دیں کہ تمہیں اس سے باہر کر دیں اور ایسا ہوتا تو

لَا يَلْبَثُونَ خِلَافَكَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ ۷۶

اور تب تو وہ بھی نہ ٹھیرتے آپ کے بعد مگر تھوڑے دن ہی

وہ تمہارے پیچھے نہ ٹھیرتے مگر تھوڑا

تعلق

ان آیت پاک کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا کہ مصیبت کے وقت یہ کافر لوگ کس طرح اللہ تعالیٰ کے حضور میں روتے گڑگڑاتے اور فریادیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر طرح فریادوں کو سنتا آرام و سکون دیتا مصیبت سے بچا لیتا ہے۔ اب اِن آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ یہ فریبی کافر ہمارے محبوب نبی کے دربار میں آکر بھی بری طرح اپنی فریادیں التجائیں آرزوئیں کرتے رہتے ہیں تاکہ رؤف و رحیم نبی پاک کا دل پسیج جائے اور ان کی فریبانہ التجاؤں پر سفارش فرما دیں مگر ہم اپنے محبوب نبی کو آگاہ فرما دیتے ہیں ۔ دوسرا تعلق ۔ پچھلی آیت میں بتایا گیا کہ اللہ کریم کسی پر ذرہ بھر ظلم نہیں فرماتا اب اِن آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ یہ کفار خود ہی دھوکہ فریب کی چالیں چل کر اپنے پر دنیا و آخرت میں ظلم کر

رہے ہیں۔

تیسرا تعلق۔ پچھلی آیتوں میں بتایا گیا کہ جو دنیا میں قلبی و روحانی اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہی ہوگا۔ اب ان آیتوں میں بتایا گیا ہے کہ جو شخص ان اندھوں کے کہنے سے ان کے راستوں پر چلے گا اس کو بھی زندگی و موت میں مصیبتیں ہی پڑیں گی اور دھکے کھاتا بھٹکے گا۔

شان نزول۔ ایک مرتبہ کفار مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ چونکہ آپ ہمارے دین اور بتوں کو برا کہتے ہیں اس لیے آپ ہمارا مکہ چھوڑ دیں اور خفیہ تدابیر بھی نکالنے کی بنائیں۔ تب یہ نو آیتیں از آیت ۷۶ تا آیت ۸۴ نازل ہوئیں۔

تفسیر نحوی

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا۔ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا۔ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا

واؤ سر جملہ ان شرطیہ کَادُوْا فعل مقاربہ ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب ھم ضمیر پوشیدہ اس کا اسم جس کا مرجع کفار مکہ۔ کَادُوْا تامہ ہے کیونکہ قرب کے معنیٰ میں ہے لہٰذا خبر کی ضرورت نہیں۔ اسم یہاں فاعل کے درجہ میں ہے یہ سب فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی۔ لام کے جزائیہ يَفْتِنُوْنَ باب ضرب کا مضارع مثبت معروف جمع غائب۔ فَتْن سے بنا ہے بمعنیٰ فساد ڈالنا۔ آزمائش کرنا یا آزمائش میں ڈالنا۔ سرکشی یا بغاوت پھیلانا۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر مستتر فاعل ہے۔ مرجع کفار مکہ۔ كَ۔ ضمیر واحد مذکر حاضر منصوب متصل مفعول بہ۔ مرجع نبی کریم کی ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم۔ عَنْ جارہ مجاوزت زوالی کے لیے یا بعد کے معنیٰ میں ہے۔ اَلَّذِيْ موصول مذکر۔ اَوْحَيْنَا باب افعال کا ماضی مطلق جمع متکلم اس میں نَحْنُ پوشیدہ ضمیر فاعل ہے مرجع اللہ تعالیٰ۔ اِلٰی جارہ انتہاءِ غایت کے لیے لِکَ ضمیر واحد حاضر کا مرجع نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ جار مجرور متعلق ہے اَوْحَيْنَا کا۔ یہ فعل باب افعال سے ہے مصدر اِیْحَاءٌ۔ وَحْیٌ مادہ ہے۔ وحی کا لغوی حقیقی معنیٰ ہے اللہ کا کلام کسی نبی کے پاس آنا یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ اَلَّذِيْ کا۔ وہ مجرور یہ جار مل کر متعلق ہے يَفْتِنُوْنَ کا۔ لام مکسورہ تعلیلیہ نصب دینے والا۔ تَفْتَرِيَ۔ باب افتعال کا مضارع حال معروف واحد مذکر حاضر اَنْتَ پوشیدہ اس کا فاعل اِفْتِرَاءٌ مصدر۔ فَرْیٌ ناقص یائی سے بنا ہے۔ اس کے چار معنیٰ غیبت کرنا۔ الزام لگا دینا۔ تہمت لگانا۔ خود ساختہ چیز کو کسی کی طرف منسوب کرنا۔ یہاں یہی معنیٰ ہیں۔ علیٰ جارہ استعلائیہ علت ہوئی يَفْتِنُوْنَ کی معلول علت مل کر جزا۔ اور اِنْ كَادُوْا۔ شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہو کر مکمل ہوا۔ واؤ ابتدائیہ اِذًا اسم ظرف مکانی یا زمانی یہاں زمانی لام کے اس میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا

ہے۔ اِتَّخَذُوْا۔ بابِ افتعال کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب مثبت معروف ماضی تمنائی کے ہم شکل۔ ھُم ضمیر اس میں مستتر جس کا مرجع کفار ہیں کَ ضمیر اس کا مفعول بہ اوّل اور خلیلاً اس کا مفعول بہ دوم ہے اسم مشتق صفت مشبہ بروزنِ فعیل خُلَلٌ خِلَّةٌ یا خِلٌّ سے بنا ہے بمعنیٰ مُحِب۔ گہرا دوست۔ لَاتَّخَذُوْا سب مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ بعض نے کہا یہ دوسری ترکیب میں ہے کہ واؤ عاطفہ ہے اور اذاً ظرف و مظروف کا عطف یَفْتِنُوْنَ پر۔ لَوْ۔ حرفِ شرط زمانۂ ماضی کے لیے ہوتا ہے جب کہ اِنْ شرطیہ مستقبل کے لیے ہوتا ہے۔ لَوْ کا استعمال شرط کے علاوہ پانچ طرح ہے۔

۱ کثرت سے قلت۔ یا سخت سے نرم۔ یا بڑے سے چھوٹے کام کی طرف تنزل کے لیے۔ ۲ آمادہ کرنے کے لیے ترجمہ ہوتا ہے۔ کیوں نہیں ۳ تمنائی کے لیے ۴ اَن مصدریہ کے معنیٰ میں ۵ واؤ وصلیہ کے معنیٰ میں ہوتا ہے۔ اگرچہ۔ لَا حرفِ نفی یہاں یَکُوْنُ فعل پوشیدہ ہے۔ دراصل ہے لَوْ لَا یَکُوْنُ اَنْ۔ ناصبہ مصدریہ ثَبَّتْنَا۔ بابِ تفعیل کا ماضی مطلق جمع متکلم مرجع اللہ تعالیٰ۔ کَ۔ ضمیر واحد مذکر حاضر منصوب متصل مفعول بہ ہے مرجع ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مصدر تَثْبِیْتٌ۔ اور مادہ ثَبْتٌ بمعنیٰ قائم کرنا قائم رکھنا مضبوط کرنا۔ طاقت بخشنا۔ جرأت و ہمت دینا۔ یہاں ہر معنیٰ مناسب ہے جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی۔ لام جزائیہ جواب شرط کے لیے (سببیہ) قَدْ حرفِ تحقیق۔ کِدْتَّ فعل مقاربہ ماضی بعید کے معنیٰ میں۔ مجدد بریلوی علیہ الرحمۃ کا ترجمہ اسی طرف راغب ہے اور اسی میں شانِ محاورہ ہے۔ دوسرے قول میں قَدْ کِدْتَّ ایک ہی فعل ماضی قریب ہے واحد مذکر حاضر اَنْتَ پوشیدہ اس کا فاعل ہے۔ تَرْکَنُ بابِ فَتَحَ کا مضارع واحد مذکر حاضر مگر خلاف قیاس ہے کیونکہ بابِ فتح میں حرف حلقی ہونا شرط و قانون ہے۔ اَنْتَ ضمیر یہاں بھی پوشیدہ فاعل ہے اور مرجع ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم۔ مادہ رُکُوْنٌ ہے بمعنیٰ جھکنا۔ نرم ہونا۔ رعایت کرنا۔ سہارا دینا۔ اِلیٰ جارّہ انتہا کے لیے ھِمْ مجرور متعلق ہے تَرْکَنُ کا۔ مرجع کفار ہے شَیْئًا اسم مفرد بمعنیٰ چیز تنوین تنکیری یعنی تھوڑی سی معمولی قَلِیْلًا۔ بروزن فعیل صفت مشبہ ہے قِلَّۃٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بہت تھوڑا سا۔ صفت ہے شَیْئًا کی مرکب توصیفی مفعول فیہ ہے تَرْکَنُ کا۔ یہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مفعول بہ ہے کِدْتَّ کا۔ ایک قول میں فعل مقاربہ ناقصہ ہوتا ہے لہٰذا اَنْتَ اسم ہے اور تَرْکَنُ کا جملہ خبر ہے اور یہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر جزا ہوئی۔ شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ ہوگیا۔ اِذًا۔ حرفِ جزا اصل اِذَنْ تھا کثرتِ استعمال کی وجہ سے نون تنوین سے بدلا گیا اس کا جملہ شرطیہ مقدر ہے۔ اصلاً اس طرح ہے اِنْ تَفْتَرِیْ عَلَیْنَا اِذًا۔ یعنی اگر افترا کرتے تم چکھاتے ہم یہ شرط سابقہ قرینے کی وجہ سے حذف کیا گیا۔ لام کُمْ تاکید کے لیے ہے اَذَقْنَا بابِ اِفعال کا ماضی مطلق جمع متکلم مخاطب اللہ تعالیٰ مادہ ذَوْقٌ اجوف واوی ہے لازم ہے بابِ افعال نے متعدی بدو مفعول کیا بمعنیٰ چکھانا۔ اس کا

مصدر اَذَاقَۃٌ اور اِذْوَاقٌ ہوتا ہے۔ یہاں معنیٰ ہے تھوڑے زمانے تک کوئی حالت طاری کرنا۔ کَ ضمیر کا مرجع نبی کریم ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ مذکرہ محال بالغیر یعنی فرضِ محال کا ہے۔ ضِعْفَ مفرد جامد بمعنیٰ دُگنا ہونا ضعیف ہونا۔ حاصل مصدر ہے۔ اصل لغوی معنیٰ ہے دگنا ہونا۔ تکلیف دگنی ہو تو تکلیف پانے والا کمزور وضعیف ہوتا ہے تو یہ مجازی وسببی معنیٰ ہوئے گویا کہ سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا۔ اعلیٰحضرت نے لغوی ترجمہ مراد لیا ہے ہم نے مجازی ترجمہ کرکے نتیجۂ عمل کا اشارہ کیا ہے۔ ضِعْفَ بحالت نصب ہے مفعول بہ دوم ہے اَذَقْنَا کا۔ مضاف ہے۔ الف لام عہدی حیات اسم مصدر ثلاثی ہے مصدر یہ حَیَوٰۃٌ سے بنا ہے۔ حقیقی یعنی لغوی ترجمہ ہے تڑپ۔ پھڑک۔ حرکت۔ اضطراب۔ مجازاً معنیٰ ہے زندگی۔ یہی اصطلاحی معنیٰ ہے مضاف الیہ ہے یہ مرکب معطوف علیہ ہوا۔ واؤ عاطفہ ضِعْفَ مضاف الف لام عہدی۔ مَمَاتِ۔ مصدر میمی ہے پہلی میم مصدریہ دوسری میم مادے کی دراصل تھا مَمْوَتٌ ماقبل کے فتحہ کی وجہ سے واؤ کو الف سے بدلا گیا لغوی ترجمہ ہے پگھلنا۔ بکھرنا۔ منتقل ہونا۔ اصطلاحی ترجمہ ہے روح کا جسم سے جدا ہونا۔ یہ مرکب اضافی معطوف ہے سب عطف مل کر مفعول بہ دوم ہوا اَذَقْنَا کا وہ سب جملہ ہوکر معطوف علیہ ہوا۔ ثُمَّ حرفِ عطف تعقیب کے لیے۔ لَاتَجِدُ۔ باب ضرب کا مضارع منفی بلاَ مستقبل واحد مذکر حاضر اس میں اَنْتَ ضمیر کا مرجع ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہے مراد فرضِ محالی ہے۔ وَجْدٌ مثال واوی سے بنا ہے بمعنیٰ پانا حاصل کرنا۔ لام حرفِ جر نفع کا۔ کَ ضمیر حاضر مذکر نفسی ترجمہ ہے اپنے لیے۔ عَلٰی جارہ۔ مقابلے کے معنیٰ میں۔ نَا۔ ضمیر مجرور متصل جمع متکلم مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ مجرور جار متعلق ہے لَاتَجِدُ کا نَصِیْرًا۔ صفت مشبہ مبالغے کے لیے نصر سے مشتق ہے یہ مادہ ایک قول سے باب کَرُمَ میں بھی گردان ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ دو زبانوں ۱ اوّل ۲ پنجم کا مضارع ہم وزن ہے اور اسم فاعل وصفت مشبہ مضارع سے ہی بنتا ہے لہٰذا نَصَرَ سے نَاصِرٌ اور نَصِیْرٌ دونوں بن جاتے ہیں۔ ترجمہ ہے ہمیشہ ہر حال ہر شخص کی بہت مدد کرنے والا چھڑا سکنے اور بچا سکنے والا نکرہ معرب ہے بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے لَاتَجِدُ کا یہ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہوا سب عطف مل کر جزا ہوئی شرطِ مقدر کی سب مل کر جملہ شرطیہ ہوگیا۔ وَاِنْ کَادُوْا لَیَسْتَفِزُّوْنَکَ مِنَ الْاَرْضِ لِیُخْرِجُوْکَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا یَلْبَثُوْنَ خِلٰفَکَ اِلَّا قَلِیْلًا۔ واؤ ابتدائیہ اِنْ شرطیہ۔ زمانۂ مستقبل کے لیے ہوتا ہے یعنی آئندہ زمانے میں اگر شرط پائی گئی تو جزا پائی جائے گی بخلاف لَوْ شرطیہ کے کہ وہ زمانۂ ماضی کی شرط کے لیے ہوتا ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو ویسا ہوتا۔ کَادُوْا فعل مقاربہ ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب لغتِ عربی میں پانچ فعل مقاربہ ہوتے ہیں۔

۱ عَسٰی ۲ کَادَ ۳ کَرُبَ ۴ اَوْشَکَ ۵ طَفِقَ سب ہی اسم کو رفع خبر کو نصب دینے کا عمل کرتے

ہیں اور سب ہی خبر کو اسم کے قریب کرنے والے ہوتے ہیں مگر کیفیاتِ قرب مختلف ہوتی ہیں چنانچہ عسٰی میں قُرب کی امید۔ کَادَ میں قُرب کا یقین ۔ طَفِقَ میں قُرب کا حصول ۔کَرُبَ میں قُرب کا شروع ابتدا ۔ اَوْشَکَ میں قُرب کی تیزی و جلدی ہوتی ہے ۔ اکثر سب ناقصہ ہوتے ہیں جب کہ ان کا اسم و خبر مرکب اضافی کے درجہ میں ہوتا ہو ۔ لیکن جب اُن کی خبر مفعول بہٖ کے درجے میں ہوں تو یہ تامّہ ہوتے ہیں ۔ عسٰی غیر متصرف ہے اس کی صرف ماضی مطلق کے پورے صیغے ہوتے ہیں باقی افعال کے ماضی مضارع امر نہی اسم فاعل اسم مفعول کی بھی گردانیں ہوتی ہیں ۔ جب یہ سب تامّہ ہوں گے تو عَسٰی بمعنٰی قَرُبَ ۔ کَادَ بمعنٰی ثَبَتَ ۔ طَفِقَ بمعنٰی اَخَذَ ۔ کَرُبَ بمعنٰی دَنٰی ۔ اَوْشَکَ بمعنٰی اَسْرَعَ ہوتا ہے یہاں کَادُوْا ناقصہ ہے ۔ ھُمْ پوشیدہ اس کا اسم ہے ۔ لام مفتوحہ ابتدائیہ ۔ یَسْتَفِزُّوْنَ باب استفعال کا مضارع مثبت معروف مراد زمانۂ ماضی ہے صیغہ جمع مذکر ۔ اس کا مصدر ہے اِسْتَفْزَازٌ فَزْزٌ ۔ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے مادّہ لازم ہے بمعنٰی پھسلنا مصدر متعدی ہے بمعنٰی پھسلانا قدم اکھاڑنا ۔ گھبرا دینا ۔ بھگانا ۔ ڈرانا یہاں ہر معنٰی بن سکتا ہے ھُمْ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل جس کا مرجع کفّارِ مکّہ ۔ کَ ۔ ضمیر مفعول بہٖ ۔ مِنْ جارّہ ابتداءِ غایت کے لیے اَلْاَرْضِ اسم مفرد معرفہ بمعنٰی مکّہ شریف یا پورا عرب علاقہ یا صرف حجازِ مقدّس یہ جار مجرور متعلق ہے یَسْتَفِزُّوْنَ کا وہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہوئی کَادُوْا کی وہ اسم خبر سے مل کر جملہ فعلیہ مقاربہ ناقصہ ہو کر شرط ہوئی ۔ یا علت ہوئی ایک قول ۔ لام کَیْ جزائیہ ۔ یُخْرِجُوْ ۔ باب افعال کا مضارع مجزوم ہے لام جزا سے اس پر سے نون اعرابی آخر سے گر گئی ۔ خُرُوْجٌ مادہ بمعنٰی نکلنا ۔ اِخْرَاجٌ مصدر بمعنٰی نکالنا ھُمْ ضمیر مستتر فاعل ہے مرجع اس کا کفّارِ مکّہ ۔ کَ ۔ ضمیر کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منصوب متّصل مفعول بہٖ ہے ۔ مِنْ جارّہ ابتداءِ غایت کے لیے ۔ هَا ۔ ضمیر واحد مؤنث غائب ۔ مرجع وہی علاقۂ مکّہ یا پورا عرب یا حجاز ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے لِیُخْرِجُوْا کا ۔ یہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزا ۔ اِنْ کَادُوْا ۔ شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہو کر مکمل ہوا ۔ دوسری ترکیب میں جزائیہ جملہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اِذًا حرف جزا ۔ لَا یَلْبَثُوْنَ باب ضَرَبَ کا مضارع منفی جمع مذکر ھُمْ مستتر فاعل مرجع کفّارِ مکّہ لَبْثٌ سے بنا ہے بمعنٰی ٹھیرنا ۔ موجود رہنا ۔ لازم ہے ۔ خِلَافَ اسم حاصل مصدر جامد ہے بمعنٰی بعد یا پیچھے ظرفِ زمانی مضاف ہے کَ ضمیر اس کا مضاف الیہ ان تمام جگہ حاضر مذکر کی ضمیروں کا مرجع ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۔ اِلَّا حرفِ استثنٰی مفرّغ متّصل کیونکہ لُبْث کی مدت کا استثناء ہے ۔ قَلِیْلًا ۔ قَلِیْلٌ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے ۔ اسم صفت مشبّہ ہے ۔ اسی سے قِلَّتٌ ۔ بمعنٰی تھوڑا ہونا کم ہونا ۔ یَلْبَثُوْنَ کا مستثنٰی ہے ۔ یہ فعل اپنے فاعل اور ظرف خِلٰفَکَ اور مستثنٰی سے مل کر معطوف ہوا لِیُخْرِجُوْا ۔ کا سب عطف جزا ہوئی کَادُوْا کی ۔ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ مکمل ہوا ۔

تفسیر عالمانہ وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِیْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِیَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ۔ اور اے ہمارے محبوب و معصوم نبی بیشک یہ کفارِ مکہ ابوجہل ابن ہشام امیہ بن خلف اور ان کے ساتھی سردارانِ حجاز اپنے حیلوں بہانوں فریبکاریوں جھوٹی التجاؤں فریادوں اور ہر قسم کی لالچ دینے۔ ایمان لانے کے غلط وعدوں۔ نیز بے جا دھمکیوں کے ذریعے کتنے قریب ہو گئے تھے کہ آپ کی نرم دلی رحمتِ عالمینی اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کے مومن بن جانے کی حرص و خواہش سے ناجائز فائدہ اٹھا کر آپ کو فتنوں اور آزمائشوں میں ڈال دیتے۔ اس کلام الٰہی اور قرآنِ مجید سے ہٹا کر جو ہم نے آپ کی طرف وحی فرمایا اور آپ کے قلب مبارک پر نازل فرمایا۔ اُن کفار کی یہ کتنی زبردست اور انوکھی شرارت تھی اور خبیثانہ حرکت کہ آپ اُن کے کہنے اور ایمان کے لالچ میں آکر ہم پر ایسی بات لگا دو جو وحی الٰہی سے بالکل غیر اور جُدا و مخالف ہو اور تب وہ چند لوگ آپ کو بہت اچھا گہرا دوست بنا لیتے۔ تفاسیر میں ہے کہ ایک مرتبہ سردارانِ مکہ جن میں ابوجہل ابن ہشام اُمیہ ابن خلف پیش پیش تھے بارگاہِ نبوی میں آکر بولے کہ اگر ہماری سات باتیں مانی جائیں تو ہم سچے دل سے ایمان لے آئیں گے۔ ایک یہ کہ ہمیں وہ نماز دی جائے جس میں سجدہ رکوع نہ ہو صرف قیام و التحیات ہو تاکہ ہم کو جھکنا نہ پڑے۔ دوم یہ کہ ہم اپنے بت اپنے ہاتھ سے نہ توڑیں۔ سوم یہ کہ ہم اپنے بتوں کے چڑھاوے ایک سال تک لے سکیں۔ چہارم یہ کہ ہم کو اسلام میں ایسی امتیازی حیثیت اور شان دی جائے جو کسی اور دوسرے عرب یا غیر عرب کو نہ ملے۔ پنجم یہ کہ جب ہم آیا کریں تو سب غریب مسلمانوں کو ہٹا دیا جایا کرے۔ ششم یہ کہ آپ جس طرح حجرِ اسود کو ہاتھ لگاتے ہیں اسی طرح صرف ایک مرتبہ ہمارے کسی بت کو ہاتھ لگا دیں۔ ساتویں یہ کہ اگر کوئی شخص آپ پر اعتراض کرے کہ آپ نے جو اعزاز اور شان اِن چند لوگوں کو دی ہے وہ کسی دوسرے اہلِ عرب کو کیوں نہیں دی تو آپ کہدیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اسی طرح نازل ہوا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے چار مطالبوں کی سختی سے تردید فرمائی پانچویں پر آپ خاموش ہو گئے کافر سمجھے شاید آپ نے یہ منظور فرما لیا ہے چھٹے اور ساتویں پر آپ اُٹھ کر چلے گئے فاروق اعظم نے ان کفار کو بہت برا بھلا کہا اور جھڑکا جس پر انہوں نے اپنی دوستی کا وعدہ اور بےشمار دولت دینے کی لالچ دی یہاں تک کہ اپنی خوبصورت لڑکیاں بھی نکاح میں پیش کرنے کی پیش کش کی لیکن آقائے دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ ٹھکرا دیا۔ اور کفار کی اس قسم کی حرکتیں کئی دفعہ ہوئیں۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ تم اگر چاند و سورج بھی مجھ کو لاکر دیدو تب بھی تمہاری کوئی بات نہیں مانی جائے گی اِن آیات میں اسی کا ذکر ہے کہ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ

لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ۔ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ۔

اے محبوب نبی اگر ہم نے ازل سے ہی تم کو معصوم نہ بنایا ہوتا اور قوتِ گناہ وخطا تم سے سلب کر کے تم کو مضبوط وثابت نہ کر دیا ہوتا۔ اور تم عام دنیا داروں کی طرح دنیا کے حریص وخواہشمند ہوتے۔ تو البتہ بیشک تم کفار کی لالچ اور فریب کاری میں آ کر تھوڑا بہت ان کی طرف مائل ہو جاتے اس لیے کہ ان کی فریب کاری مکاری ہی اس انداز کی تھی کہ بڑے بڑے رہنما۔ لیڈر قائد اور قوم کا بیڑا اٹھانے والے بک جاتے ہیں۔ اور جھوٹے دعویدار پھسل جاتے ہیں یہ تو سچے انبیاءِ کرام کی ہی شان ہے اور مرسلین برحق کی ہی پہچان ہے کہ ان کو رب تعالیٰ نے ابتداءِ آفرینش سے ہی معصوم بنا دیا ہوتا ہے اور معصوم کسی قسم کا گناہ کر ہی نہیں سکتا۔ معصوم سے گناہ محال اور ناممکن ہے تفسیر قرطبی۔ تفسیر فتح القدیر۔ تفسیر خازن اور صفوۃ التفاسیر میں حضرت عبد اللہ ابن عباس کا فرمان منقول ہے کہ معصوم ہونے کی وجہ سے آپ کا کفار کی بات کی طرف مائل ہونا محال ہے۔ چنانچہ فرمان ہے وَلَوْ حَرْفُ امْتِنَاعٍ لِوُجُوْدٍ اَنْ اِمْتَنَعَ الرُّكُوْنُ اِلَيْهِمْ لِعِصْمَتِهٖ تَعَالٰى (ص) یعنی لَوْلَا کا حرف امتناع وجود کو بتا رہا ہے کہ عصمت کی وجہ سے اُن کی طرف ذرا سا بھی مائل ہونا ممتنع اور محال تھا۔ کفار کی یہ چالیں اور آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے بچ جانا۔ اور ہر پیش کش کو پاءِ استحقار سے ٹھکرا دینا ہی آپ کی سچی نبوت اور محبوب رسالت پر دلیل ہے اگر ایسا نہ ہوتا۔ اور اے محبوب تم میں کسی قسم کی ذرا سی بھی کمزوری ہوتی تو تم کفار کی چالوں میں آ کر کچھ مائل ہو جاتے۔ تو وقتی طور پر کچھ دنوں کے لیے یہ کافر تمہارے دوست تو بن جاتے اور خوش ہوتے پھرتے۔ لیکن پھر دنیا دیکھتی کہ ہم تم کو کس طرح دنیوی زندگی کی سختیاں اور موت کے بعد قبر حشر کی سختیاں دوسروں سے دگنی چکھاتے پھر تم اپنے ان دنیوی نئے نویلے دوستوں میں سے ہمارے مقابل کسی کو بھی اپنا مددگار اور سہارا نہ پاتے۔ مگر ایسا تو نہ ہوا۔ نہ تم ان کی طرف جھکے نہ وہ تمہارے دوست بنے بلکہ ہم ہی تمہارے ازلی ابدی فرشی عرشی مکی مدنی عربی عجمی سفری حضری زمینی آسمانی ہر دور ہر زمانے میں ایسے ناصر ونصیر خالق و خلیل ہوئے کہ اپنے دوست کو عرش ولامکان پہ بلا کر سب دکھا دیا اور دیدیا۔ اور دن بدن ضعف الحیٰوۃ کے کرم انعام اور ذکر بلندی ہی ملی۔ ان تمام باتوں سے کیا ثابت ہوا؟ یہی کہ اے محبوب اب دنیا میں کائنات عالم کے لیے تم ہی رسول ہو تم ہی نبی ہو تم ہی مرسل اب صرف تمہاری شریعت تمہارا قانون تمہاری چمک تمہارا نور۔ تمہاری دمک تمہارا ہی ظہور بلکہ خالق کے بندے خلق کے آقا تمہیں تو ہو۔ اس سچے معبود کے تم ہی سچے اور کامل بندے ہو۔ اللہ ہی کی دوستی سچی اور پکی ہے دنیا کی کیا دوستیاں کیا رشتے داریاں۔ برادریاں۔ دنیا کی قوموں کا تو یہ حال ہے کہ وَاِنْ كَادُوْا

لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُونَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا اور اے سچے محبوب نبی آپ کی اس قوم اہلِ مکہ جس کے لیے آپ نے ہمیشہ رحمت کی دعائیں ہی فرمائیں انہوں نے آپ کی مخالفت اور دشمنی میں اتنی سخت نیّتیں بنا لیں ہیں اور اپنے ارادوں میں اسکے قریب ہیں کہ آپ کو اتنا پریشان کریں اور سختیاں تنگیاں پیدا کریں اس علاقہ سرزمینِ مکہ میں تاکہ موقع پاکر آپ کو اس وطن کی سرزمین سے نکال دیں۔ یہ شعبِ ابی طالب کے شرارت انگیز منصوبے غرباء مومنین پر ظلم وستم۔ اسلام و قرآن کی گستاخیاں وغیرہ عبادتِ الٰہیہ پر پابندیاں سب اسی استفزاز میں داخل تھیں لیکن اتنی قوتوں طاقتوں سرداریوں شرارتوں خباثتوں کے باوجود آپ کو نکال نہ سکے۔ اور اگر یہ ظاہر ظہور آپ کو نکالدیتے۔ جیساکہ پہلی کافر قومیں اپنے بعض انبیا علیہ السلام کے ساتھ یہ سلوک کر چکی ہیں تب تو یہ کفارِ مکہ بھی اس علاقے میں باعزت اور سہولت عیش ومستی کی زندگی گزارنے کیلئے چند گھڑیوں کچھ ساعتوں سے زیادہ نہ ٹھہرتے اور پچھلی امتوں کی طرح ان کو ہلاک کر دیا جاتا۔ یہ آیتِ کریمہ تفاسیر کے مطابق کفارِ مکہ کے ذکر میں ہے کہ سردارانِ مکہ نے نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو شہر مکہ سے نکالنے کی بہت کوشش حیلے بہانے۔ ستانا۔ ورغلانا ہر طرح رکاوٹیں ڈالنا شروع کیں مگر ان کی مکاریاں نہ چل سکی اور نہ نکال سکے۔ بعد میں رب تعالیٰ کے حکم سے ہجرت فرمائی۔ اس لیے عذاب الٰہی سے ہلاکت نہ ہوئی۔ ایک قول ہے کہ ہجرت اگرچہ رب تعالیٰ کے حکم سے ہی ہوئی مگر سبب کفار کی یہ شرارتیں اور ظلم وستم ہی تھا۔ اس لیے لَا يَلْبَثُونَ۔ کا ظہور جنگِ بدر اور فتحِ مکہ پر ہوا۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ ساری سورۃ بنی اسرائیل یعنی یہ سورۃ اسریٰ مکی ہے مگر یہ آیت اِنْ كَادُوا لَيَسْتَفِزُّونَكَ الخ مدنی ہے اور یہودِ مدینہ کا ذکر ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مدینہ پاک سے نکل جانیکی بہت باتیں شرارتیں وعدہ شکنیں کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم سچے نبی ہو تو انبیاء کرام کا علاقہ تو ملکِ شام اور فلسطین ہے تم وہاں جاؤ کبھی کہا کہ تم رومیوں سے ڈرتے ہوئے نہیں جاتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گستاخیوں کا جواب دیتے ہوئے جنگِ تبوک کا اہتمام فرمایا اور رومیوں پر مسلمانوں کا اتنا خوف طاری ہوا کہ بغیر جنگ ہی علاقہ شام وتبوک فتح ہوگیا۔ تبوک کا واقعہ سورۃ توبہ میں گزر چکا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (تفسیر کبیر۔ مدارک۔ خازن۔ جمل مظہری)

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔
پہلا فائدہ، کفار کی ہر چیز غیر یقینی اور عارضی ہے اعتباری مطلب پرستی سیاست بازی ابن الوقتی ہے کسی بھی مسلمان سے بہ پُرخلوص نہیں ہو سکتے یہ فائدہ وَ اِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا فرمانے سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: تمام انبیاء کرام معصوم ہوتے ہیں۔ اور معصوم گناہ پر قادر ہی نہیں ہوتے گناہ کر سکتے ہی نہیں، یہ فائدہ لَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ اب جو شخص یہ کہے کہ (معاذ اللہ) انبیاء کرام گناہ کر سکتے ہیں مگر کرتے نہیں۔ وہ جاہل گمراہ ہے تیسرا فائدہ: جو شخص بندۂ مومن مخلص بن کر اللہ کے راستے پر چل پڑے اللہ تعالیٰ اس کو دشمنوں کے شر سے بچاتا ہے۔ یہ فائدہ ان آیت کی تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل ہوا کہ وہ فرماتے ہیں کہ ان آیت میں امت تاقیامت کے علما مشائخ کو خطاب ہے کہ وہ دشمن کفار کے نرغے سے بچتے رہیں۔

احکام القرآن

ان آیت پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔
پہلا مسئلہ، کفار کی کسی لالچ یا فریب کاری میں آکر ان کی بات ان کے مطالبے ملتے یا ان کو اپنا لیڈر۔ قومی ہیرو بناتے ہوئے ان کی تعظیم کرنا سخت گناہ اور نقصان دہ ہے اس لیئے کہ کفار خواہ کسی لباس میں آئیں کیسا ہی منہ بنائیں، مسلمانوں کے لیے سراسر فتنہ ہیں۔ یہ مسئلہ اِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ اس کا تجربہ دیوبندیوں وہابیوں کے احراری ٹولے کی ان حرکتوں حماقتوں سے ہوا جو پاکستان کی آزادی و تقسیم کے وقت انہوں نے گاندھی جیسے مکار انسان کا ساتھ دے کر اور حمایت کر کے کہیں اور محسن قوم قائد اعظم کی مخالفت کرتے رہے۔ ہندو پاک کے مسلمانوں کو آج معلوم ہو رہا ہے کہ پاکستان بننا کتنا ضروری تھا اور پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ و دیگر علماء بریلویہ نے قائد اعظم کو کامیاب کرا کے کتنا عظیم کام کیا۔ دوسرا مسئلہ: جو شخص کسی گناہ کو اچھی طرح جانتا سمجھتا ہو۔ وہ اگر گناہ کرے تو اس کی سزا اور عذاب اور گناہ کا درجہ اس سے زیادہ ہے جو نادان یا لاعلم ہو۔ اگرچہ گناہ کرنے سے گناہگار، ہر سمجھدار ناسمجھ ہو جاتا ہے۔ اس لیئے علما اور خواص حضرات کو برائیوں سے زیادہ بچنا چاہیئے کیونکہ حرام و حلال کو مکمل سمجھتے ہیں یہ مسئلہ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا تیسرا مسئلہ۔ دینی مسائل چھپانا یا کسی کی رعایت کرتے ہوئے مسئلہ بتاتے ہوئے خاموشی اختیار کرنا یا نرم اور دبی دبی بات کرنا یہ بھی افترا میں شامل ہے اور حرام قطعی ہے، یہ مسئلہ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کہ کفار نے یہ ہی مطالبے کئے تھے کہ ہم نماز ایسی پڑھینگے اور ایک سال تک بتوں کے چڑھاوے کھائیں گے اور اپنے ہاتھ سے بت نہ توڑیں گے۔ ان باتوں پر خاموشی اختیار کر لینے کو افترا میں شمار کیا گیا یعنی اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے

ان مطالبوں کی سختی سے تردید نہ فرماتے تو یہ افترا ہوتا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ لَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ۔ کہ اگر اللہ آپ کو ثابت قدم رکھتا تو آپ کفار کی طرف مائل ہو جاتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام گناہ کر سکتے ہیں مگر کرتے نہیں۔ (ایک بیوقوف بدعقل مولوی) جواب: معترض کی بات کا معنی ہے کہ انبیاء کرام اپنی مرضی سے گناہ کر سکتے ہیں اور اپنی مرضی سے بچ سکتے ہیں اور بچتے ہیں۔ حالانکہ یہ آیت پاک لَوْ لَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ (الخ) بتا رہی ہے کہ وہ انبیاء کرام اپنی مرضی سے گناہ کر سکتے ہی نہیں کیونکہ ثَبَّتْنٰكَ ہم نے ان کو گناہوں سے بہت دور اور ثابت قدم کر دیا ہے گناہ کی طرف ان کے قدم اُٹھ سکتے ہی نہیں اور کسطرح کیا ہے! اسی عصمت کے ذریعے عصمت نے گناہ کا مادہ ہی ختم کر دیا۔ یہاں لَوْلَآ سے ناممکن کی طرف ہی اشارہ ہے۔ دوسرا اعتراض حدیث میں ہے جس نے کوئی بُرا کام ایجاد کیا اُس کو اپنے گناہ کا عذاب اور بوجھ بھی اٹھانا پڑے گا اور تا قیامت جتنے لوگ بھی اس بُرے کام پر عمل کرینگے اُن کا بوجھ بھی اس حساب سے تو عذاب کئی گنا ہو جاتا ہے۔ مگر یہاں فرمایا ضِعْفَ الْحَيٰوةِ دوگنا۔ تو یہ کس حساب سے فرمایا گیا۔ جواب حدیث پاک میں جرم کی بالکل بعینہ ایک نوعیت کا ذکر ہے لیکن یہاں جرم کی ایک نوعیت نہیں۔ ایک طرف صرف جرم کی رضا مندی ہے اور دوسری طرف جرم کا ارتکاب ہے۔ تیسرا اعتراض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم ہیں اور معصوم گناہ کرنے پر قادر ہی نہیں ہوتا تو پھر یہاں لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا۔ فرما کر اندیشہ کیوں بیان کیا گیا جواب اس کا جواب لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ میں دیدیا گیا کہ جرم صرف مائل ہونے کا ہوتا ہے نہ کہ عزم و ارادے کا۔ عصمت صرف عزم و ارادے سے مانع ہے نہ کہ کسی معمولی لغزش کے میلان سے لغزش اور لغزش کے میلان میں بھی بڑا فرق ہے گناہ تو بڑی دور کی چیز ہے۔

تفسیر صوفیانہ وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا۔ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا۔ ہر بدن انسانی میں اَمانتِ الٰہیہ عقل ضمیر کی روشنیاں موجود ہیں اور قلب امانت دار ہے نفس و نفسانیات دشمن ازلی بھی بدن کی تخریب کاری میں ہمہ وقت مشغول ہے الہامتِ اَسرار کے پیغامات وہ احکام ہیں جن کی ہدایات پر قلب کی سارے جسم پر حکومت ہے بندۂ مومن کی ہر وقت قبر کے کنارے تک نفس و شیطان سے عظیم جنگ چھڑی ہوئی ہے۔ سمجھایا جا رہا ہے کہ اے مومنِ اکمل یہ نفوسِ امارہ تجھے ہمارے مکاشفات سے ہٹانے کے لیے قریب ہی ہیں کہ تجھ کو فتنے میں مبتلا کر دیں اور تو نار کو نور سمجھ کر ہم پر کچھ زیادتی یا کمی کا اِفتراء مشاہدات و اَسرار تصور کرے اگر مسافرِ طریقت خواہشات دنیا کی ان دلگدازیوں عقل رُبائیوں میں لمحہ بھر کے لیے اُلجھ جائے تو اہلِ نفس کا دوست اور اَسرار یزدانی اس کے گہرے خلیل و رفیق بن جاتے ہیں اے بندۂ مومن اس ناسوتِ ظلم و کمینگی

اگر ہم تجھ کو راہِ معرفت میں مضبوط قدم نہ رکھیں تو یقیناً تو اپنی رقّتِ قلبی کی بنا پر تھوڑا بہت پرورشِ نفس پر مائل ہو جاتا
إِذًا لَّأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا وَإِن كَادُوا لَيَسْتَفِزُّونَكَ
مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِذًا لَّا يَلْبَثُونَ خِلَافَكَ إِلَّا قَلِيلًا۔

مومن و محبوب کی سزاو محبت یہ ہے کہ وادیِ حیرت میں نارِ فراق کا عذاب ہم چکھاتے ہیں حیاتِ عشق اور فناءِ خواہشات کی موت میں پھر اس سزاءِ قبض و بسط سے چھڑانے والا تجھ کو ہم سے زیادہ قریب کوئی نہ مل سکیگا۔ اور بے شک خواہشاتِ نفسانیات کے قریب ہے کہ اپنی بداعمالیوں کی بدولت اے قلبِ مسعود تجھ کو زمین عجز اور بقعۂ مکاشفات و مرکزِ عبادات سے دور نکال دیں۔ حالانکہ کیفیاتِ قلبی کے بغیر نفوسِ اجسامیہ بھی لذاتِ بدنی میں قائم نہیں رہ سکتے مگر حیاتِ ناسوتی کے چند دن صوفیا فرماتے ہیں کہ چونکہ مقامِ محبوبیت تمام مقامات سے بلند و بالا ہے اس لیے اس کی تمام ادائیں کیفیتیں سب سے زیادہ اعلیٰ ہیں محبوب کی خطائیں معاف نہیں کی جاتیں معافی میں غیریت ہے عتاب و سرزنش میں اپنائیت ہے، عذاب سات قسم کا ہے ۱ عذابِ عبرت ۲ عذابِ ہلاکت ۳ عذابِ مہلت ۴ عذابِ شفقت ۵ عذابِ محبت ۶ عذابِ عتاب ۷ عذابِ عشق۔ طالبِ صادق کے لیے عذابِ عشق ہی ضعف الحیاۃ اور ضعف الممات ہے۔ یہی وہ سزا ہے جس کے لیے کوئی نصیر نہیں۔ جس دل میں نارِ عشق نہیں وہ دل ویران ہے۔ فراقِ یار کی تڑپ اور غمِ معشوق دل کی رونقیں ہیں خوش نصیب ہیں وہ دل جن کو ضعف الحیاۃ اور ضعف الممات کی لذتیں چکھائی جاتی ہیں۔ وصالِ یار چہ خواہی خیالِ یار طلب۔

سُنَّةَ مَن قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِن
طریقہ ہمارے تمام رسولوں میں جو ہم نے تم سے پہلے
دستور ان کا جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے

رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ﴿۷۷﴾ ع
بھیجے ایک ہی جاری رہا اور تم ہمارے کسی طریقے میں تبدیلی نہ پاؤ گے۔
اور تم ہمارا قانون بدلتا نہ پاؤ گے۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى

قائم کر دیجئے نماز کو سورج ڈھلنے کی وجہ سے

نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کی اندھیری

غَسَقِ الَّيْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِؕ اِنَّ قُرْاٰنَ

رات کے گہرا ہونے تک اور فجر کی تلاوت کو بے شک فجر کی تلاوت

تک اور صبح کا قرآن بے شک صبح

الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَ مِنَ الَّيْلِ

مشاہدہ کی ہوئی ہے۔ اور رات کے کسی

کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور رات کے کچھ حصے میں

فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ﳓ عَسٰۤى اَنْ

حصہ میں جاگ کر اس نماز کو قائم کرو یہ خاص تمہارے لیے زائد ہے

تہجد کرو یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے قریب ہے کہ

يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ وَ

عنقریب بے جائے گا تم کو تمہارا رب حمد کئے ہوئے مقام پر اور

نہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ

پڑھتے رہو کہ اے میرے رب داخل فرما دے تو مجھ کو سچائی کے اندر اور

اور یوں عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے سچی طرح داخل کر

اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ

نکال لے جا تو مجھ کو سچائی کے راستے سے اور بنا دے تو میرے لیے

اور سچی طرح باہر لے جا اور مجھے اپنی طرف سے

مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾

اپنے پاس سے قوت مددگار

مددگار غلبہ دے

تعلق ان آیت پاک کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیتوں میں تین چیزیں مذکور ہوئیں ۱۔ کافروں کی مکر آمیز گفتگو اور ناجائز مطالبے ۲۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رحیمی کریمی والی نرم طبیعت کی بنا پر کفار کے چاپلوسی اور ایمان لانے کے فریبی وعدوں پر مائل ہونے کا اندیشہ ۳۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے محبوب نبی کو محفوظ رکھنا۔ اب ان آیت میں سابقہ انبیاء کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی حیات طیبات کا نقشہ کھینچا جا رہا ہے کہ ان کی زندگیوں زمانوں میں بھی یہ کٹھن لمحات آتے ہی رہے اور رب تعالیٰ اُن کی حفاظت فرماتا رہا۔ دوسرا تعلق، پچھلی آیت میں رب تعالیٰ کی حفاظت اور عزت افزائی کا ذکر ہوا۔ اب ان آیتوں میں اس کے شکر کرنے کی تلقین فرمائی جا رہی ہے کہ اے محبوب نبی نماز پڑھئے اس لیئے کہ شکر کا سب سے اعلیٰ و عمدہ طریقہ نماز پڑھنا ہے۔ نماز کے بغیر شکر نا ممکن ہے۔ تیسرا تعلق، پچھلی آیت طیبات ہیں۔ زندگی اور موت کے مختلف حصوں کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں شکر کے مختلف وقتوں کا ذکر ہو رہا ہے جن کا تعلق زندگی کے ہر موڑ سے ہے۔ کہ جب بندے کی تی کروٹ بدلے تو اُس کی ابتدا نماز جیسے ذکر الٰہی سے ہو۔

تفسیر نحوی سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا اس لفظ سُنَّةَ میں تین قول ہیں اور ترکیب میں بھی اس کے ترجمہ میں چار قول ہیں۔ یا یہ مصدر ہے اور آخر میں ت مصدریہ ہے مادہ سُنَنٌ مضاعف ثلاثی ہے ۲۔ یہ مصدر نہیں بلکہ مادہ ہے اور ت اصلیہ ہے درمیانی نون عین کلمہ مشدد ہے مبالغہ مصدری کے لیے ت لام کلمہ بروزن فُعْلٌ۔ رُکْبٌ ۳۔ یہ اسم جامد ہے نہ مادہ مصدر۔ بلکہ حاصل مصدر ہے ۱۔ یہ منصوب ہے اس لیے کہ مفعول مطلق ہے سَنَّ فعل پوشیدہ کا یہی امام رازی کا قول ہے ۲۔ یہ مفعول بہ ہے اُنْظُرْ

فعل پوشیدہ کا۔ ۲۔ یہاں حرف جر کاف حذف کیا گیا ہے دراصل تھا کَسُنَّۃِ مَنْ۔ جب حرف جر کو حذف کیا تو بقاعدۂ نحویہ فتحہ آیا اس لیئے کہ جار مجرور اصلاً مفعول بہ ہوتے ہیں حرف جر صرف تاکید کے لیے آتا ہے لہذا جب حذف ہو جائے تو لفظ اپنی اصلیت کی طرف لوٹ آتا ہے اور منصوب ہو جاتا ہے اس کا معنیٰ و ترجمہ ہے ۱۔ عادت ۲۔ قانون ۳۔ راستہ ۴۔ طریقہ۔ اگر اس کو جامد مانا جائے تو اس کی جمع سُنَن ہوتی ہے۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ مضاف ہے مَنْ موصولہ مضاف الیہ ہے اس کا مرجع رُسُل ہے یا اللہ تعالیٰ ہے قَدْ اَرْسَلْنَا باب افعال کا ماضی قریب۔ اس کا مصدر ہے اِرْسَالٌ مادہ ہے رُسُلٌ بمعنیٰ بھیجنا ہمیشہ متعدی ہوتا ہے جمع متکلم۔ قَبْلَ اسم ظرف زمانی مضاف ہے بمعنیٰ پہلے ہو چکنا مکانی بھی ہوتا ہے بمعنی آگے ہونا کَ ضمیر حاضر مرجع ہے ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس کا مضاف الیہ محذوف منوی ہو تو ضمہ پر ہی مبنی رہتا ہے جب ظاہر اضافت ہو تو یہ معرب ہوتا ہے یہ مرکب اضافی ظرف ہے مِنْ۔ جارہ بعضیت کا ہے یا بیانیہ ہے۔ رُسُل جمع مکسر ہے رسول کی۔ نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ہے مرجع اللہ تعالیٰ یہ مرکب اضافی جار مجرور متعلق ہے قَدْ اَرْسَلْنَا کا یہ فعل فاعل ظرف اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَنْ کا۔ اور موصول صلہ مضاف الیہ سُنَّۃً کا وہ مفعول مطلق ہوا فعل پوشیدہ کا۔ واؤ بر حلیہ۔ لَا تَجِدُ۔ باب ضَرَبَ کا مضارع مستقبل منفی بلا اَنْتَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم وَجْدٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ پانا لام جارہ بمعنیٰ فی طریقہ سُنَّتِ اسم مفرد جامد ہے یا مصدر۔ نَا ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے لَا تَجِدُ کا تَحْوِیْلًا۔ باب تفعیل کا مصدر بمعنیٰ پھرنا، بدلنا۔ اس پاس ہونا مفعول بہ ہے لَا تَجِدُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ اَقِمْ باب افعال کا امر حاضر معروف اَنْتَ مستتر فاعل مرجع ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم امر قانونی ہے نہ کہ تخصیصی اسی لیے سب مسلمانوں کو شامل ہے تا قیامت اس کا مصدر اِقْوَامٌ اور اِقَامَۃٌ مادہ قَوْمٌ ہے بمعنی قائم کرنا پورا کرنا طریقہ ادا کو ٹھیک کرنا الف لام استغراقی یا جنسی صَلٰوۃٌ۔ اسم جامد حاصل مصدر بمعنی نماز صَلْوٌ ناقص واوی سے بنا ہے۔ لغوی ترجمہ ہے ہلنا اوپر نیچے ہونا۔ مجازی ترجمہ ہے ہونٹ اور زبان ہلانا یعنی پڑھنا۔ ازل میں سب سے پہلے درود شریف کا نام صلوٰۃ رکھا گیا پھر منقول شرعی ہیں نماز مشہور کو صلوٰۃ کہا گیا۔ یہاں یہ ہی مراد ہے نکالتِ فتحہ ہے کیونکہ مفعول بہ ہے لام جارہ بمعنیٰ مِنْ۔ حرف مِنْ خود آسکتا نہیں اس لیے کہ لام نے علت وقت بتائی۔ دُلُوْک بروزن فُعُوْل مصدر ثلاثی ہے دَلْکٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ڈھلنا تین قسم کا ہے ۱۔ وقت ظہر جبکہ سورج وقت زوال نصف النہار پر آسمان سے نیچے ہو ۲۔ بعد تحقیق آخری عصر سورج کا مدار شفق غروب کی حدود میں آنا ۳۔ سورج کا شفق سے نیچے جانا یعنی غروب ہو جانا یہاں دُلُوْک اپنے تینوں معنیٰ کے ساتھ ہے اس لیے کہ لام بمعنیٰ مِنْ سے ابتداء غایت ہوئی اور اِلٰی جارہ سے پوری انتہا ہوئی۔ یہ مصدر مضاف ہے الف لام عہد خارجی شمس اسم مفرد مؤنث نقلی ہے کیونکہ اس کی تصغیر شُمَیْسَۃٌ ہوتی ہے جامد ہے فاعل مضاف الیہ ہے یہ جار مجرور پہلا متعلق ہے اَقِمْ کا۔ اِلٰی انتہاء غایت کے لیے۔ غَسَقٌ مصدر مادہ ہے

بمعنیٰ گہرا تیز سخت اندھیرا مراد ہے عشاء کا وقت چونکہ غایت مغیا کا غیر ہے لہٰذا دُلوک کی انتہا تیز اندھیری ہوئی غسق اس میں داخل نہیں۔ الف لام استغراقی لَیْلِ اسم جامد بمعنیٰ رات غروب آفتاب کے۔ بعد کا وقت یہ مرکب اضافی جار مجرور متعلق دوم ہے اَقِمِ کا واؤ عاطفہ عطف ہے صَلٰوۃ پر قرآن اسم مفرد مشتق قرءٌ سے بنا ہے بمعنیٰ نماز یہاں نماز کو قرآن کہنے کی وجہ یہ ہے کہ نماز فجر میں سب نمازوں سے زیادہ تلاوت ہونی چاہئے اسی لیے نماز فجر کی رکعات کو کم رکھا گیا ہے۔ نیز اِس نماز تلاوتِ قرآن مجید ہے۔ اَلْفَجْرِ۔ اسم مفرد معرفہ جامد بمعنیٰ وقتِ سحر لغوی ترجمہ ہے چرنا ظاہر ہونا۔ علانیہ کرنا۔ یہ مرکب میں اضافی معطوف ہے صَلٰوۃ کا اور سب عطف مفعول بہ ہے اَقِم کا سب ملکر جملہ فعلیہ ہوگیا اِنَّ حرفِ تحقیق قرآن بمعنی تلاوت یا وقتِ نماز فجر یا نمازِ فجر مراد ہے۔ مضاف ہے اَلْفَجْرِ۔ الف لام۔ دونوں جگہ استغراقی ہے مضاف الیہ ہے مرکبِ اضافی اسم اِنَّ۔ کَانَ فعل ناقصہ ھُوَ ضمیر مستتر اس کا اسم مرجع قرآن الفجر ہے مَشْهُوْدًا اسم مفعول واحد مذکر شَھُوْدٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ موجود ہونا حاضر ہونا۔ بحالت نصب ہے خبر کَانَ یہ فعلیہ ناقصہ جملہ ہوکر خبر اِنَّ۔ سب ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوگیا۔ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا۔ واؤ ابتدائیہ مِنْ جارہ تبعیضیہ۔ اَللَّيْل۔ اسم مفرد معرفہ جامد اسم زمانی ہے ترجمہ ہے رات یہ جار مجرور متعلق مقدم۔ فَ حرفِ زائدہ تحسینیہ تَهَجَّدْ۔ باب تفعّل کا امر حاضر معروف واحد مذکر اَنْتَ پوشیدہ اس کا مخاطب فاعل مرجع ہے ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مصدر ہے تَهَجُّدٌ تَهَجُّدٌ سے بنا ہے بمعنیٰ کچھ نیند کرنا۔ باب تفعّل میں آکر سلبیت پیدا ہوئی یعنی ترک نیند مراد ہے جاگنا۔ جس طرح اِثْمٌ کے معنیٰ ہیں گناہ کرنا اور تَاثُّم کے معنیٰ ہیں نیک ہونا۔ ترکِ گناہ، باب تفعّل میں ایسا ثبوت ہوتا ہے جس میں اصلاً نفی ہوتی ہے۔ ب جارہ بمعنیٰ فی ہ کا مرجع لیل یا بمعنیٰ مع اور ہ کا مرجع قرآن ہے نَافِلَةً مصدر ہے بروزن عاقبۃ نفلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ زیادہ ہونا۔ زیادہ کرنا۔ علاوہ ہونا منقول شرعی میں نفلی نماز کو کہتے ہیں مفعول لہٗ ہے لام حرفِ جر تخصیص کے لیے۔ کَ ضمیر کا مرجع ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ جار مجرور متعلق سوم ہے تَهَجَّدْ کا وہ سب ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوگا۔ عَسٰى فعل ماضی مطلق مقاربہ بمعنیٰ قریب اُمید کے لیے ہوتا ہے یہاں اُمیدِ حصول اور محبوبیت کے لیے ہے نہ کہ امیدِ خوف کے لیے ھُوَ۔ پوشیدہ اس کا اسم ہے۔ اَنْ ناصبہ مصدریہ يَبْعَثَ باب فتح کا مضارع مستقبل کیونکہ جملہ خبر ہے عَسٰى کی اور اَنْ کے ساتھ ہے کَ۔ ضمیر مفعول بہ منصوب متصل۔ رَبُّكَ یہ مرکب اضافی فاعل ہے يَبْعَثَ کا۔ بَعْثٌ سے بنا ہے بمعنیٰ لے جانا بھیجنا۔ مَقَامًا۔ اسم ظرف زمانی قَوْمٌ سے بنا ہے بمعنیٰ کھڑا ہونا ترجمہ ہے کھڑے ہونے کی جگہ۔ مَقَامًا موصوف مَحْمُوْدًا اسم مفعول واحد مذکر صفت ہے یہ مرکب توصیفی مفعول فیہ ہے يَبْعَثَ کا یہ سب ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر ہے عَسٰى کی۔ عَسٰى اپنے اسم خبر سے ملکر جملہ تقریبیہ ہوگیا واؤ مِسو جملہ قُلْ۔ فعل امر قولٌ سے بنا ہے بمعنی کہنا اَنْتَ پوشیدہ فاعل ہے مرجع ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم

بعض نے فرمایا یہ امر قانونی ہے تا قیامت ہر مسلمان کو یہ دعا مانگنے کا حکم استحبابی ہے۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ رَبِّ۔ اسم منادیٰ مضاف ہے اس کا مضاف الیہ یاءِ متکلم محذوف منوی ہے دراصل تھا یَارَبِّیْ یہ مرکب اضافی ذہنی مفعول بہ ہوا اُدْعُوْا پوشیدہ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر ندا ہوا۔ اگلی ساری عبارت جوابِ ندا ہے اَدْخِلْ بابِ افعال کا امر حاضر معروف صیغہ واحد مذکر اَنْتَ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع اللہ تعالیٰ۔ اِدْخَالٌ مصدر ہے بمعنی داخل کرنا اندر لے جانا۔ نون وقایہ۔ یٰ مفعول بہ ضمیر متکلم ہے مُدْخَلَ۔ اسم مصدر میمی دُخُوْلٌ سے بنا ہے مضاف ہے صِدْقٍ اسم حاصل مصدر جامد ہے بمعنی سچائی۔ اچھائی یہ مرکب اضافی یا مفعول مطلق ہے اَدْخِلْ کا یا مفعول فیہ یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ واؤ عاطفہ۔ اَخْرِجْ فعل امر بابِ افعال مصدر ہے اِخْرَاجٌ۔ خُرُوْجٌ سے بنا ہے بمعنی نکالنا علیحدہ کرنا۔ باہر لے جانا۔ اَنْتَ ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہے مرجع اللہ تعالیٰ، نون وقایہ یعنی اعراب بچانیوالی یٰ ضمیر واحد متکلم اس کا مفعول بہ، مُخْرَجَ۔ مصدر میمی مضاف ہے صِدْقٍ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول مطلق ہوا اَخْرِجْ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر آگے معطوف علیہ ہوا۔ واؤ۔ عاطفہ۔ اِجْعَلْ۔ بابِ فَتَحَ کا امر حاضر معروف۔ اَنْتَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع اللہ تعالیٰ۔ لام جارہ متعدی کا جیب یہ لام ضمیر واحد متکلم یا ظاہر اسم پر ہو تو مجرور ہوتا ہے (زیر والا) باقی ضمائر پر مفتوح ہوتا ہے۔ یٰ ضمیر واحد متکلم جار مجرور متعلق اول ہے مِنْ جارہ تبعیضہ ابتدا کے لیے۔ لَدُنْ۔ اسم مفرد جامد ظرفِ مکانی بمعنی پاس، قریب مبنی غیر متمکن ہے کبھی ظرف زمانی بھی ہوتا ہے بمعنی ابتدائی وقت مگر شاذونادر۔ مضاف ہے کَ۔ مضاف الیہ مرجع اللہ تعالیٰ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے اِجْعَلْ کا عربی میں لفظ لَدُنْ سات طرح مستعمل ہے ۱۔ لَدُنْ۔ یہی مشہور ہے ۲۔ لُدُنْ ۳۔ لَدَیْ ۴۔ لَدُ ۵۔ لَدُوْنَۃٌ ۶۔ لِدَانَۃٌ ۷۔ لِدُنْ۔ سُلْطَانًا۔ بروزنِ فُعْلَانٌ سَلْطٌ سے بنا ہے یا یہ حاصل مصدر ہے بمعنی قوت۔ طاقت دلیری۔ اگر صیغہ مبالغہ ہو تو معنی ہے طاقت دینے والا۔ یا مراد ہے تائید غیبی یا اپنا قلب یا فرشتہ یا حمایت الٰہیہ موصوف ہے۔ نَصِیْرًا۔ اسم صفت مشبہ۔ نَصْرٌ سے بنا ہے بمعنی مدد کرنا۔ یعنی ہر حال میں مدد کرنیوالا صفت ہے یہ مرکب توصیفی مفعول بہ ہے اِجْعَلْ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا سب عطف مل کر جوابِ ندا اور دونوں مل کر مقولہ ہوا قول کا۔

تفسیر عالمانہ

سُنَّۃَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا اے پیارے حبیب کریم ہمارا طریقہ تو ابتدا سے وہی طریقہ ہے ان تمام انبیاء کرام کے لیے جن کو ہم نے آپ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے ان کی اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجا اور کبھی بھی کسی قوم کے لیے بھی آپ ہمارے کسی طریقے کو تبدیل ہوتا نہ پاؤ گے اس لیے کہ کوئی بھی حادث کسی معین صفت اور معین وقت سے خود بخود خاص نہیں ہو سکتی ورنہ لازم آئیگا کہ یہ چیز شروع سے ہی ایسی ہو۔ اور نہ ممتاز ہو اپنے ہم شل سے بلکہ ہر مخصوص کو کوئی خاص کرنیوالا خاص کرتا

ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ وہی اُس چیز کے حصول کا اس وقت میں ارادہ فرماتا ہے۔ پھر قدرتِ الٰہیہ اس چیز کو اس وقت میں حاصل کرنے سے متعلق ہوتی ہے اور رب تعالیٰ کا علم اس چیز اور اُس کے حصول اور وقت سے متعلق و محیط ہے۔ یہی تینوں صفات الٰہیہ ۱ مخصص ہونا ۲ قدرت ہونا ۳ علم ہونا مؤثر ہیں کسی حادث کو ناس کرنے میں اگر حادث کسی دوسری چیز کا محتاج ہو حصولِ خصوصیت میں تو وہ شی کسی تیسری کا محتاج ہوگی اس طرح یا تسلسل لازم آئے گا یا دور اور دونوں ہی محال و ناممکن ہیں۔ اور اگر اس کو قدیم مان لیا جائے کہ شروع سے ہی ایسا ہی ہے تو پھر اس کا تغیر و تبدل ناممکن ہوگا کیونکہ قدیم ہونا وجود ہے اور تغیر تبدل ہونا عدم ہے اور جب ان صفاتِ مؤثرہ کا متغیر ہونا اس تخصیص میں محال ہوا تو پھر اُن چیزوں کا اور اس دستور و طریقوں کا متغیر اور تبدیل ہونا بھی محال ہوا۔ لِهٰذَا لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا۔ فرمانا عین درست ہوا۔ اور جب ہمارا یہ قانون نافذ ہوتا چلا آرہا ہے کہ جس قوم نے بھی اپنے مُرسل و مبعوث نبی کو شہید اور قتل کیا یا اپنے علاقے سے ان کو نکالا تو تھوڑے ہی عرصے بعد اُس قوم کفار کو بھی وہاں رہتے بستے نہ دیا گیا یا ہلاک کر دیا گیا عذابِ آسمانی سے یا کسی جنگ سے قتل کروا دیا گیا یا کسی وبا اور بیماری کے سبب وہاں سے نکال دیا گیا۔ یا اُسی نبی علیہ السلام کے امتیوں کو اُن ظالم کفار پر غلبہ دیا گیا۔ لہٰذا اے آخری تاجدار نبوت آپ بھی ان کفارِ مکہ کی دھمکیوں شرارتوں سے پریشان نہ ہوئیے اور نہ کسی صحابہ کو پریشان ہونے دیجئے۔ بلکہ نہایت اطمینان سے اپنی امت تا قیامت میں اُن تمام پانچ نمازوں کو قائم فرما دیجئے جو آپ کو معراج لامکاں میں دیدارِ الٰہیہ کے تحفہ میں عطا فرمائیں گئیں ان میں سے چار نمازیں سورج کے دوپہر ڈھلنے سے رات کے گہرا اندھیرا ہونے تک کہ جب سورج نصف النہار سے نیچے ہو تو فوراً ظہر کی نماز جس کی بارہ ۱۲ رکعتیں ہیں چار سنتِ مؤکدہ چار فرض اور دو سنتِ مؤکدہ اور دو نفل۔ پھر زیادہ نیچے ڈھلے تو عصر کی نماز جس کی آٹھ رکعتیں ہیں چار سنتِ غیر مؤکدہ۔ اور چار فرض۔ پھر جب بالکل ڈھل جائے یعنی غروب ہو جائے تو مغرب کی نماز جس کی سات رکعتیں ہیں۔ تین فرض۔ دو سنتِ مؤکدہ دو نفل پھر جب سورج کے نشانات یعنی سرخ اور سفید شفق بھی غائب ہو جائے اور رات کا ہر طرف اندھیرا پھیل جائے تو عشاء کی نماز جس کی سترہ رکعتیں ہیں، چار سنتِ غیر مؤکدہ چار فرض دو سنتِ مؤکدہ دو نفل تین وتر دو نفل اور فجر کی نماز میں بھی خوب تلاوت قرآن کو قائم و جاری فرما دیجئے۔ جس کی چار رکعتیں ہیں دو سنت مؤکدہ ضروریہ دو فرض۔ بے شک نمازِ فجر کی تلاوتِ قرآنی ہمارے خاص مشاہدے میں ہے اور کثرتِ ملائکہ کی حاضری کا وقت ہے۔ اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ سے کسی نے پوچھا کہ فجر کی رکعتیں کم کیوں رکھی گئیں تو آپ نے فرمایا کہ زیادہ تلاوتِ قرآن کے لیے۔ محققین فرماتے ہیں کہ جس طرح صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم فجر کے وقت دنیا میں تشریف لائے اسی طرح لوحِ محفوظ سے پہلے آسمان پر شبِ قدر میں اور پہلے آسمان سے تھوڑا تھوڑا نازل ہونے کی ابتدا کے وقت زمین کی طرف۔ غارِ حرا میں بھی پہلی سورت اِقْرَاْ فجر کے وقت ہی نازل ہوئی۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ جو لوگ

کا معنیٰ غروب ہے۔ اور اس آیت سے صرف تین نمازیں مغرب عشاء اور فجر ثابت ہوتی ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ دُلوک
اپنے لغوی معنیٰ کے اعتبار سے دونوں کو شامل ہے کیونکہ دُلوک کا لغوی ترجمہ ہے مائل ہونا۔ زائل ہونا۔ اور زوال
کی ابتدا ظہر ہے۔ وسط عصر ہے اور انتہا مغرب ہے۔ نیز کثیر احادیث میں اور بہت اقوالِ صحابۂ و تابعین رض
سے دُلوک کا معنیٰ دوپہری کا ڈھلنا کیا گیا ہے امام اعظم رض کا مسلک بھی یہی ہے۔ اس لیے صحیح یہی ہے کہ دلوک سے
سورج کا زوال مراد لیا جائے تاکہ اس میں سب زوال شامل ہو کر تین نمازیں ثابت ہوں۔ صرف غروب مراد لینے سے یہ
مقصد حاصل نہ ہوگا اور لغت و احادیث کی مخالفت بھی کرنی پڑے گی۔ ہمارے فلاسفہ نے فرمایا کہ آسمان کے تمام
کُرّے گیند کی طرح گول ہیں مگر زمین انڈے کی طرح گول ہے اور شمالاً جنوباً پانی پر پڑی ہوئی ہے یعنی اس کا طول یعنی لمبائی
ہے مغرب مشرق میں اس کا عرض یعنی چوڑائی ہے جانب شمال پہاڑوں کی وجہ سے انڈے کی طرح موٹی اور بڑی
ہے جانب جنوب چھوٹی ہے پوری زمین کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے نیچے کے دو حصے پانی میں اوپر کا ایک حصہ
آبادی دوسرا حصہ غیر آباد جنگلات اور ریگستان آبادی کے حصے کا نام ربع شمالی یا رُبعِ مسکون ہے۔ زمین کو سات
علاقوں میں تقسیم کیا گیا ہے جس کو اقالیم سبعہ کہا جاتا ہے۔ جزیرے ان کے علاوہ ہیں۔ خیال رہے کہ سات ہی
آسمان سات ہی سیارے اور سات ہی اقالیم ہیں۔ سات سیاروں کا زمین پر راج ہے زمین ہر وقت ان کے
شاہی دوروں کے گھیرے میں ہے ان میں سب سے تیز رفتار سورج ہے اور سب سے سُست رفتار چاند
ہے سورج کی رفتار سے زمین کے اوقات منٹ گھنٹے سیکنڈ اور رات و دن بنتے ہیں چاند کی رفتار سے زمین
کی تاریخیں ہفتے مہینے سال بنتے ہیں۔ اسلام میں عبادتیں بھی دو قسم کی ہیں ۱۔ وقتی جیسے نماز ۲۔ تاریخی جیسے روزہ
زکوٰۃ حج، قربانی فطرانہ تاریخی عبادات کا تعلق چاند سے ہے اور وقتی عبادات کا تعلق سورج سے ہے۔ سورج کی رفتار
سے سب وقت بنتے ہیں بلکہ صبح شام دوپہر وغیرہ یہ سب سورج کی رفتار کے نام ہیں۔ سورج کی رفتار کو سمجھنے اور
یاد رکھنے کے لیے فلاسفہ قدیم نے پوری زمین پر کچھ فرضی لکیریں اور خطوط کھینچ دیے ہیں۔ چوبیس خطوط شمالاً
جنوباً یعنی دائیں بائیں ان کو طولِ بلد کہا جاتا ہے۔ اور چوبیس لکیریں مشرق و مغرب میں ان کو عرضِ بلد کہا جاتا ہے
دو طرفہ لکیروں سے تمام زمین پر تین سو ساٹھ خانے بن جاتے ہیں ہر سمت کی درمیانی لکیر و لائن کا نام خطِ استواء ہے
اسی کو صفر درجہ عرضِ بلد اور صفر درجہ طولِ بلد کہا جاتا اس کو چھوڑ کر اگلی لائن سے ایک دو تین نمبر شروع ہوتے ہیں۔
اسی خطِ استواء سے کرہ ارض دو حصوں میں تقسیم ہوتا ہے طولاً بھی ۱۔ طولِ بلد مشرقی ۲۔ طول بلد مغربی۔ اسی طرح عرضاً
بلد کے بھی دو حصے ہیں ۱۔ عرض بلد شمالی ۲۔ عرض بلد جنوبی۔ اور ہر حصے میں نوّے خانے ہیں۔ طولِ بلد کے ایک
سو اسی خانے اور عرض بلد کے ایک سو اسی خانے اس طرح کل تین سو ساٹھ خانے بن جاتے ہیں۔ ان خانوں کا نام ہے
درجہ اور ڈگری۔ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو پہلے اس کی دھوپ زمین پر بلند ہوتی جاتی ہے مشرق جانب سے

پھر ڈھلتی جاتی ہے پھر ایک جگہ سے غائب ہوکر دوسرے اقلیم میں طلوع ہوجاتا ہے۔ آفتاب اپنی رفتار میں ایک درجہ کو چار منٹ میں طے کرتا ہے یعنی چار منٹ میں ایک درجہ دھوپ سے بھر جاتا ہے اور پندرہ درجے ایک ایک گھنٹے میں اس طرح تین گھنٹے میں سورج ۴۵ ڈگری بلند یا زائل ہوتا ہے ڈیڑھ گھنٹے میں ساڑھے ۲۹ ڈگری سورج چلتا ہے اور چھ گھنٹے میں نوے ڈگری بارہ گھنٹے میں ایک سو اسی درجہ اور چوبیس گھنٹے میں پوری زمین کے تین سو ساٹھ درجوں کا چکر مکمل ہوجاتا ہے۔ اس طرح سورج کی رفتار تین سو ساٹھ حصوں میں تقسیم ہوگئی ہر رفتار کا نام اس طرح ہے ۱ رابعہ ۲ ثالثہ ۳ ثانیہ اسی کو انگلش میں سیکنڈ کہتے ہیں ۴ دقیقہ یعنی منٹ ۵ ساعت یعنی گھنٹہ ۶ پہر ڈیڑھ گھنٹے کے بعد یہ نام ہوتے ہیں سحر ۷ صبح ۸ اشراق ۹ چاشت (عربی میں غدا) ۱۰ ضحوۂ صغریٰ ۱۱ ضحوۂ کبریٰ ۱۲ نصف النھار ۱۳ زوال ۱۴ دُلوک ۱۵ دلوکِ ظہر ۱۶ دلوکِ عصر ۱۷ دلوکِ غرب ۱۸ شفقِ احمر ۱۹ شفق ابیض ۲۰ غسق ظلمت اسی کو غسقِ لیل کہا جاتا ہے ۲۱ فجرِ کاذب۔ ڈیڑھ گھنٹے کے حساب سے یہ سولہ حالتیں ہوئیں۔ پھر تین گھنٹے کی رفتار سے سورج کے آٹھ نام ہوئے ۲۲ طلوعِ آفتاب ۲۳ غزالۃ (المعجم لغتِ عربی اُردو) ۲۴ ذُکاءُ۔ ۲۵ ضیاءُ ۲۶ شمیۃ ۲۷ عین سمائی ۲۸ عصیر ۲۹ غارِبُ پھر چھ گھنٹے کی رفتار کے بعد سورج کے چار نام ہیں ۳۰ صبح ۳۱ دوپہر ۳۲ شام ۳۳ رات۔ پھر سورج کے آدھے چکر کا نام ہے لیل ۳۴ دوسرے آدھے چکر کا نام ہے یوم ۳۵ مثلِ اوّل یعنی زوال کے سایہ کے علاوہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو ۳۶ مثلِ ثانی زوال کے سائے کے علاوہ ہر چیز کا سایہ دگنا ہو۔ ۳۷ سورج کے پورے چکر کا نام ہے نہار۔ اس طرح رفتارِ آفتاب کے سینتیس ۳۷ نام ہو گئے۔ علماء کرام نے سورج کی رفتار کو بیس حصوں میں تقسیم کیا ہے ہر حصہ اٹھارہ درجے کا جس کا وقت ایک گھنٹہ ۱۲ منٹ یا سوا گھنٹہ سورج غروب کے بعد اٹھارہ درجہ نیچے چلا جائے تو عشا شروع ہوتی ہے اور شفق غائب۔ اور سورج جب طلوع سے اٹھارہ درجے نیچا ہو تو صبح صادق ہوتی ہے۔ اور ہمیشہ ہر موسم میں جب سورج اٹھارہ درجے سے پہلے ہو تو صبح کاذب کی سفید لکیر بنتی ہے یعنی طلوع آفتاب سے تینتیس ۳۳ درجہ نیچا ہو تب علماءِ توقیت کے نزدیک نہار کی سات ۷ قسمیں ہیں اوّل نہارِ شرعی غروب آفتاب سے غروبِ آفتاب تک اسی کو چاند کی تاریخ کہا جاتا ہے فلاسفۂ اسلامیہ شمسی تاریخ بھی غروب آفتاب سے شروع مانتے ہیں نہ کہ بارہ ۱۲ بجے آدھی رات سے۔ دوم نہارِ عرفی طلوعِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک سوم نہارِ نجومی دوپہر نصف النہار تک چہارم نہارِ سائنسی نصفُ اللیل بارہ ۱۲ بجے رات سے بارہ ۱۲ بجے تک رات بجے۔ پنجم نہارِ حقیقی۔ فجر صادق سے غروب آفتاب تک۔ ششم نہارِ کوکبی۔ غروب کواکب تک۔ ہفتم۔ نہارِ وسطی۔ دن کے نوافل جائز ہونے کا وقت یعنی اشراق سے فرائض عصر پڑھنے تک وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔

اور اے پیارے حبیب رات کے کچھ حصے میں ضرور جاگ اٹھو اس نمازِ عشق و معرفت کی وجہ سے جو معراج کی رات بیت المعمور سدرۃ المنتہیٰ کے پاس خاص آپ کے لیے عطا ہوئی اور حیاتِ طیبہ مبارکہ میں آپ پر ایک زائد فرض ہوئی معراج کی بلند مقامی عطا فرمانے کے علاوہ عنقریب آپ کا رب تعالیٰ آپ کو محبوبیت اور محمودیت کے اعلیٰ مقام پر مبعوث اور قائم فرمائے گا۔ دنیا میں بھی آخرت میں بھی قبر میں بھی حشر میں بھی۔ دنیا میں اس طرح کہ ابھی تو یہ کفارِ مکہ بعض خبیث نفسوں کے اکسانے بھڑکانے ورغلانے کی وجہ سے آپ کے دشمن اور گستاخ بنے ہوئے ہیں مگر بہت جلدی ایسا ہونیوالا ہے کہ قلوبِ عالمین اور ارواحِ کائنات میں آپ کی مدحت سرائی ہوگی دنیا کے ہر شجر و حجر سے آپ کی شان ور نعت کے نغمے بلند ہوں گے آپ کی محمودیت کا وہ اونچا مقام ہوگا کہ روح کی گہرائیوں عشق کی پنہائیوں سے تا قیامت آپ کی نعت خوانی ہوتی رہے گی عرش و فرش کے اہلِ ایمان آپ کی محبت میں وارفتہ و سرشار ہوں گے یہی نہیں بلکہ جس شجر و حجر شہر و بیابان ملکو ملکوت کو آپ سے نسبت ہو جائے گی قیامت تک اس کے بھی قصیدے پڑھے جائیںگے اہلِ دنیا اپنی حکومت و امارت وزارت بادشاہت کے بل بوتے پر اجسام و املاک پر تو قبضہ جما سکتے ہیں لیکن قلبی محمود محبوب نہیں بن سکتے۔ چنگیز و ہلاکو جیسے لوگ ہلاکت کے شہسوار تو بن سکتے ہیں لیکن قلبی محبت و عشق کا مرکز نہیں بن سکتے یہ مقامِ محمود تو صرف اللہ ہی کی عطا ہے قبر میں دیدار کی جلوہ ریزی امتحانِ انسانیت کی کامیابی کے لیے کسی کی ابروئے چشم کی منتظری ہوتی ہے۔ اور میدانِ محشر میں تو مقامِ محمود کی شان ہی نرالی ہوگی کہ جب تڑپتی پھڑکتی انسانیت دیکھے گی مانگی کہ مسیح و صفی خلیل و نجی سبھی سے کہیں نہ بنی :: یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے۔ احادیث میں بہت سی شاندار و مشہور و متواتر ارشاداتِ نبوت ہیں جن سے شفاعتِ کبریٰ کا ذکر و ثبوت ملتا ہے عرش کے نیچے سجدہ ریزی شفاعت اور جنت کا دروازہ آپ کے لیے کھلنا۔ صدرِ محشر بنایا جانا۔ حساب و کتاب کو جلدی ختم فرما کر محفلِ نعت خوانی کا انعقاد ہونا۔ اس سے بڑھ کر مقام محمود کسکو نصیب ہو سکتا ہے یہی مقام محمود ہے دنیا کی سلطنت قلبوں کی محبوبیت عرش ولامکان کی سعودیت تا قیامت قرآن و حدیث کی حکومت و مقبولیت قبر کی جلوہ و دیدار محشر کی تخت نشینی ہر طرف مقامِ محمود کی بکھیر ہے۔ نمازِ تہجد کے بارے میں علماء کے تین قول ہیں۔ اوّل یہ کہ نمازِ تہجد نبی کریم پر تا حیاتِ ظاہری فرض تھی اور امت پر نفل و مستحب ہے۔ یہی قول زیادہ صحیح اور مستند و راجح ہے۔ دوم یہ کہ پہلے پہل یہ نماز آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی پھر نفل کر دی گئی۔ سوم یہ کہ نمازِ تہجد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر شروع سے نفل تھی مگر نفلِ مؤکد ہر قول پر اپنے اپنے دلائل ہیں۔ جن کا کچھ ذکر آئندہ سوال و جواب میں کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا۔ اے حبیب مکرم یہ

کفارِ مکہ آپ کو شہرِ مکہ سے نکالنے کی کتنی ہی کوشش کریں مگر نکال نہیں سکتے اِنکا ہر حیلہ ہر منصوبہ ناکام ہی رہے گا ہاں جب اللہ چاہے گا تو آپ کو یہاں سے نکال کر کسی بھی مقام محمود پر بھیجدے گا۔ لہٰذا آپ ہر وقت اپنے رب کریم کی بارگاہ میں یہی عرض کرتے رہئے کہ اے میرے رب میرے پالنے والے داخل فرما مجھ کو نصرت، عزت، عظمت، دولت کرامت کی صداقت والے مُدخل میں ہر طرح کی سچائی سے داخل کرنا سچائی اور صدق و صفا والے شہر طیب میں اور نکال لے مجھ کو اس شہر سے قوت ہمت جرأت کی صداقتیں عطا فرما کر سچائی اور مضبوطی کا نکالنا۔ اور اپنے پاس سے مجھ کو عطا فرما دائمی طاقت روشن دلیل مضبوط سلطنت ظاہری عدالت باطنی حکومت دینی بادشاہت قرآنی ریاست جو تا قیامت تعبیر ہو مُمِد و معاون ہو شریعت کے جاری کرتے ہیں شرک کے رد کرنے ہیں کفر کے مغلوب کرنے میں حدود اللہ کے قائم کرنے دین کے جاری کرنے میں۔ چونکہ یہ قوتیں بجز پروردگارِ عالم کوئی بھی نہیں دے سکتا اس لیے ہر وقت ہر مسلمان کو حکم ہے کہ اپنے رب تعالیٰ سے مانگتا رہے۔ مُدخلَ صدقٍ اور مُخرَجَ صدقٍ میں مفسرین کرام کے دس قول ہیں۔ ایک یہ کہ مجھ کو مدینہ منورہ میں داخل فرما اور مکہ مکرمہ سے نکال۔ دوم یہ کہ مجھ کو مکہ مکرمہ میں قوت کے ساتھ داخل فرما اور یہاں سے امن کے ساتھ نکال سوم یہ کہ مجھ کو دین کی آسانیوں میں داخل فرما اور دنیا کی اُلجھنوں فکروں مصیبتوں سے نکال۔ چہارم یہ کہ مجھ کو جنت کے مقامِ محمود میں داخل فرما اور دنیا کے مقامِ کرب و بلا سے باسہولتِ دینی نکال۔ پنجم یہ کہ مجھ کو بعد وفات قبر میں رحمت و برکت سے داخل فرما اور بروزِ قیامت کرامت اور رضا کے ساتھ نکال۔ ششم یہ کہ قلب و دماغ عقل و مزاج کی اطاعتوں میں داخل رہنے دے اور نفس و نفاس کی ممنوعات و شرارتوں سے نکالے رہنے دے۔ ہفتم یہ کہ قُربِ ہدایت میں داخل فرما دوریِ حجاب سے نکال لے ہشتم یہ کہ مجھ کو اپنی عبادت میں ذکر و فکر خلوص سے داخل فرما۔ اور پوری ادائگی کے بعد شاکر و شکر بنا کر شکر کی صداقت کے ساتھ نکال۔ نہم یہ کہ مجھ کو احکامِ الٰہیہ کی کٹھن ذمہ داریوں میں ہمت و لگن شوق و ذوق کی صداقت و صدق سے داخل فرما اور تکمیل و تعمیل کی سُرخروئی کے ساتھ صدقِ معاملہ میں نکال۔ دہم یہ کہ اے میرے کریم و اکرم رب مجھ کو توحید و تمجید تقدیس تنزیہہ تحلیل و تکبیر کے بحروں اور انوار کی لہروں میں داخل فرما اور ضیائے معرفت کے دلائل کے ساتھ وہاں سے خارج فرما اور جو بھی جس طرف سے جس طرح سے میرے مُدخلِ سعادت مخرجِ عبادت و ریاضت کی مخالفت کرے تو تُو میرے لیے اپنے پاس سے ہی قوت و طاقت والا مددگار مہیا فرما دے۔ تقویت و حجت کا سلطان اور قہر و قدرت کا نصیر عطا فرما۔ (تفسیر مظہری۔ کبیر، خازن مدارک تفسیر فتح القدیر، صفوۃ التفاسیر) وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

فائدے اِن آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: اللہ تعالیٰ کی تمام سنتیں قانون اور طریقے صرف انبیاء کرام کی وجہ سے دنیا میں نافذ ہوئے ہیں یہاں تک کہ صفاتِ باری تعالیٰ کا ظہور

بھی اجسامِ انبیا علیہم السلام پر ہوتا ہے گویا کہ ساری دنیا زمین و آسمان باری تعالیٰ جل سبحانہ نے شان و عظمتِ انبیا علیہم السلام کے لیے ہی بنائی ہے یہ فائدہ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا (الخ) فرما کر اپنے تمام قوانین و سنن کی نسبت مرسلینِ عظام کی طرف کرنے سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ شفاعت برحق ہے اور اس کا منکر گمراہ ہے۔ میدانِ محشر میں سب سے پہلے ذنوبِ کبائر کی شفاعت کا دروازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھولا جائے گا۔ اس کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام پھر اولیاء اللہ پھر علما حفاظ قرآء علی الترتیب شفاعت فرمائیں گے۔ پانچ گمراہ فرقوں نے شفاعت کا انکار کیا ۱۔ خارجیوں نے ۲۔ معتزلہ نے ۳۔ نجدیوں وہابیوں نے ۴۔ نیچریوں نے ۵۔ چکڑالوی منکر حدیث نے لیکن شفاعت بالکل درست عقیدہ ہے قرآن مجید کی تقریباً گیارہ آیتوں اور تقریباً چالیس حدیثوں سے ثابت ہے یہ فائدہ۔ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: اللہ تعالیٰ کے قانون کو دوسرا کوئی شخص نہیں بدل سکتا ہاں البتہ رب تعالیٰ خود بدل سکتا ہے حضرت ابراہیم کو آگ نے اور حضرت اسماعیل کو چھری نے نہ جلایا نہ ذبح کیا۔ یہ تبدیلی سنت و قانون خود مولیٰ تعالیٰ کی اپنی قدرت سے ہوئی یہ فائدہ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ۔ نیک لوگوں کے ساتھ رہنا اور ان کے ساتھ مل کر نیکی عبادت کرنا زیادہ مفید اور باعث ثواب ہے یہ فائدہ کَانَ مَشْهُوْدًا کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا کہ فرشتوں کی کثرت اور مشاہدہ کا اہتمام سے ذکر فرمایا۔ یہی کیفیت دیگر نیک بندوں کی کثرت سے ہے۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ عبادت کا فرض اور لازم و واجب ہونا محبوبیت مقبولیت کی نشانی ہے۔ جتنا بڑا کوئی زیادہ محبوب ہوگا اتنا ہی بڑا اس پر فرض عائد ہوگا۔ دیکھو پہلی امتوں پر ایک ایک نماز فرض تھی امتِ آدم پر فجر، امتِ ابراہیمی پر اور داؤدی پر ظہر امتِ یونس اور امتِ سلیمان پر عصر، امتِ یعقوب اور امتِ عیسیٰ پر مغرب، امتِ موسیٰ علیہم السلام پر عشاء، امتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پانچوں نمازیں اور خاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد بھی اس لیے فرمایا گیا۔ نَافِلَةً لَّكَ اور کسی پر آٹھویں دن لیکن امتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دن میں پانچ اور نوافل اسکے علاوہ اسلئے کہ عبادت الٰہیہ روحانی غذا اور قرب و معرفت کا وسیلۂ عظمیٰ ہے۔ یہ مسئلہ نَافِلَةً لَّكَ۔ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ تہجد کی نماز نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی۔ امت پر نفل مؤکدہ عَلَى الْكِفَايَه ہے کہ اگر محلے میں ایک بھی روزانہ پڑھ لیگا تو سب کو دینی دنیوی فائدے ہیں اور اگر کوئی بھی نہ پڑھے گا تو سب محبت الٰہیہ سے محروم رہیں گے۔ یہ مسئلہ بھی نَافِلَةً لَّكَ۔ سے مستنبط ہوا اصطلاحِ فقہا میں سنتِ مؤکدہ اور نفل مؤکدہ میں فرق یہ ہے کہ تارکِ سنتِ مؤکدہ گناہگار ہوتا ہے اور تارکِ نفل مؤکدہ محروم ہوتا ہے۔ تیسرا مسئلہ۔ عشاء کی نمازِ فرض و سنت دو رکعت پڑھ کر سونے والا جب بھی رات کے کسی حصے میں جاگے تو اس کے لیے تہجد کے نوافل

جائز ہوں گے اور درست ہوں گے۔ بغیر عشا پڑھے یا عشا کی نماز پڑھ کر نہ سویا تو تہجد درست نہ ہوگی۔ اسی طرح دن میں کسی وقت سو کر اٹھنے سے بھی تہجد نہیں ہوتی یہ مسئلہ وَمِنَ الَّیْلِ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ چوتھا مسئلہ، سورج چکر لگاتا ہے نہ کہ زمین سائنسدان کا عقیدہ باطل و غلط ہے یہ مسئلہ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا کیونکہ سورج کو ڈھلنے والا اقرار دیا گیا نہ کہ زمین کو۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا۔ یعنی اللہ کی کسی عادت کسی قانون میں تم تبدیلی نہیں پاؤ گے۔ یہ معنی نہیں ہے کہ کوئی دوسرا تبدیلی نہیں کر سکتا بلکہ معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود بھی تبدیلی نہیں فرماتا۔ حالانکہ تاریخ انسانیت میں بہت دفعہ اصل قانون سے تبدیلی کر دی گئی اس کی بہت سی مثالیں ہیں مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سنتِ الٰہیہ کے خلاف ہوئی اور تبدیلی پائی گئی۔ اسی طرح اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔ تو پھر لَا تَجِدُ سے مراد کیا ہے؟ جواب۔ اس کے تین جواب ہیں ایک یہ سُنَّتَنَا کی اضافت بتا رہی ہے کہ ہر سُنَّة کا یہاں ذکر نہیں بلکہ صرف اللہ کی ان سنتوں کا ذکر ہے جس کا تعلق انبیاء کرام کی ذات سے خصوصی طور پر ہو۔ مثلاً انبیاء کرام علیہم السلام کو ملتے تعظیم و ثنا کرنیوالوں کا اجر و ثواب و مقبولیت محبوبیت اور ان کو ستانے گستاخی کرنے نہ ماننے والوں کا کفر عذاب دُنیوی اُخروی اس میں کبھی کوئی تبدیلی اور عکس نہ ہوگا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مخلوق میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا نہ کوئی فرشتہ نہ بادشاہ نہ دیوی دیوتا جیسے کہ کفار کا باطل عقیدہ ہے۔ ہاں البتہ اگر خود باری تعالیٰ کسی سنت میں تبدیلی فرما دے تو یہ اس کی قدرت ہے وہ قادر قیوم ہے حضرت مسیح کی ولادت اُسی قدرت کی نشانی اور اظہار ہے۔ تیسرا جواب: یہ ہے کہ سب کام قانون اور قدیمی پروگرام کے تحت ہو رہے ہیں اور ساری کائنات کے پروگرام ازلِ قدیم میں بن چکے ہیں۔ اس میں کبھی کوئی تحویل و تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ کسی کو کیا ہونا ہے کس طرح پیدا ہونا مرنا جینا ہے سب کچھ لکھا جا چکا ہے سنت الٰہیہ مقرر ہو چکی ہے۔ مگر اس کو ہر شخص نہیں جانتا اور جو جانتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی ساری سنتوں کا پتہ ہے جس کو بتا دیا گیا ہے کہ کب کہاں کس کے ساتھ کیا ہوتا ہے جو دیکھ رہا ہے کہ اللہ کی سنتوں میں ماضی حال مستقبل کا کیا کچھ لکھا ہے اُسی سے خطاب ہے کہ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا۔ اے محبوب تم ہماری اُن ازلی قدیمی سنتوں میں کبھی کوئی اُلٹ پھیر اور تبدیلی نہ پاؤ گے جیسا تم عالمِ اسرار میں لکھا دیکھ چکے ہو ویسا ہی ہوتا رہے گا۔ یہ خطاب مادشاہے نہیں ہم اپنی لاعلمی نادانی سے جس کو تبدیلی سمجھ جاتے ہیں وہ در اصل تبدیلی نہیں بلکہ ازلی قدیمی بنا ہوا قانون وسنّت ہی ہے۔ بھلا جس کو شاہی بنے ہوئے قانون کا پتہ ہی نہیں کہ گرمی سردی بہار خزاں میں اوقاتِ کار و کیفیتِ کارکردگی کورٹ کچہری کی نوعیت کیا ہے وہ تو ہر نئے موسم کو تبدیلی ہی سمجھے گا مگر دربار شاہی کا عملہ جانتا ہے کہ تبدیلی نہیں بلکہ شروع سے مرتب پروگرام کا اجراء ہے۔ دربار الٰہیہ کے سب سے بڑے اہلِ کار تو آقائے کائنات

ہیں صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اسی لیے صرف اُن ہی سے خطاب ہے لَاتُحِدُ۔ دوسرا اعتراض۔ بہت سی تفسیروں میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد کی نماز بھی فرض تھی اور اسی آیت سے دلیل لی جاتی ہے حالانکہ یہاں ارشاد ہے نَافِلَةً لَّكَ ۔ اگر یہ نماز فرض ہوتی تو لَكَ نہ ہوتا عَلَيْكَ ہوتا کیونکہ فرض اور واجب ذمہ پر لازم ہوتی ہے اُس کے لیے علیٰ لایا جاتا جیسے عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ اور كُتِبَ عَلَيْكُمُ وغیرہ لَكَ بتا رہا ہے کہ فرض نہیں بلکہ نفل ہیں اور لفظ نَافِلَةً اپنے اصطلاحی معنیٰ میں ہے نہ کہ لغوی معنیٰ میں۔ (تفسیر مظہری) جواب اس آیت میں تہجد کی فرضیت نہیں بتائی گئی بلکہ فرضیت کی خصوصیت، کہ یہ فرض صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے اور خصوصیت بتانے کے لیے لام ہی آتا ہے۔ تہجد کی فرضیت فقہاءِ کرام کے نزدیک قُمِ الَّيْلَ سے ثابت ہے۔ نیز بہت سی احادیث سے بھی ثابت ہے کہ تہجد فرض تھی۔ اور اس فرض کی منسوخی کہیں ثابت نہیں۔ جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے تہجد فرض تھی بعد میں فرضیت منسوخ ہو گئی اور نفل کر دی گئی ان کے پاس قرآن وحدیث کی کوئی صراحتاً یا اشارۃً دلیل نہیں ہے صرف زبانی عقیدہ ہے نیز اگر یہاں نافلۃً کا اصطلاحی معنیٰ مراد ہوتا تو پھر پڑھنے کا حکم بھی نہ ہوتا لَكَ کی خصوصیت بھی نہ ہوتی اس لیے کہ نوافل کا حکم نہیں دیا جاتا اور یہ نماز نفل تو سب امت کے لیے ہے پھر خصوصیت کیوں اور نفل تو اشراق وچاشت کے بھی ہیں اس کا ذکر کیوں نہیں ہوا۔ تیسرا اعتراض۔ اگر تہجد کی نماز فرض ہوتی تو اس کی رکعتیں معین ہوتیں جس طرح کہ دوسری فرض اور واجب نماز کی رکعتیں مقرر ہیں لیکن تہجد کی نماز کی رکعات میں کوئی تعداد مقرر نہیں کوئی کہتا ہے۔ دو۲ رکعات۔ کوئی کہتا ہے چار۴۔ کوئی کہتا ہے آٹھ۔ کوئی بارہ۱۲۔ ثابت ہوا نفل نماز ہی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی نفل تھی۔ جواب: فقہاءِ کرام کا دو۲ یا چار۴ فرمانا امت کے لیے ہے۔ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس کی تعداد آٹھ۸ رکعت معین تھی اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ آٹھ۸ رکعت ہی نماز تہجد ادا فرمائی۔ اور نمازِ تہجد کے بعد وتر تین۳ رکعت ادا فرماتے تھے۔ جیسا کہ اُمُّ المومنین عائشہ صدیقہؓ اور دیگر اُمّہات المومنینؓ کی متعدد روایات سے ثابت ہے۔ بعض علماء نے جواب دیا ہے کہ اس نماز میں مطلقاً نماز فرض تھی خواہ دو۲ رکعت پڑھتے یا زیادہ تعدادِ رکعات فرض نہ تھی۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے صرف قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ فرما کر قیام فرض کیا۔ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ سے تعداد کا اختیار دیا گیا۔ یہ بھی خصوصی شان ہے کہ تعداد کا اختیار دیا گیا۔ بلکہ بزرگانِ دین تو فرماتے ہیں کہ ہر فرض نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تعینِ تعدادِ رکعات کا اختیار عطا فرمایا گیا تھا اور ہر فرض کی رکعات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مقرر فرمائیں کم وبیشی کا بھی تا عمر اختیار تھا اب امت کم وبیشی نہیں کر سکتی۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ چوتھا اعتراض حدیث پاک میں حضرت مغیرہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارکہ قیام لیل کی درازی کی وجہ سے سوج گئے تھے میں نے عرض کیا یا رسول آپ اتنی مشقت کیوں فرماتے ہیں آپ تو گناہوں سے

پاک و معصوم ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کیا میں عبداً شکوراً یعنی شکر گذار بندہ نہ بنوں اس سے ثابت ہوا کہ تہجد فرض نہ تھی نفل تھی صرف عبد شکور بننے کے لیے ادا فرمائی جاتی تھی (تفسیر مظہری) جواب۔ اس حدیث پاک میں ہی اس کا جواب موجود ہے حضرت مغیرہؓ کا سوال درازی قیام اور مشقت کا ہے نہ کہ اصل نماز کا۔ اصل نماز جلدی بھی پڑھی جا سکتی ہے اور دیر تک بھی کوئی شخص چاہے تو کسی رکعت میں سورۂ بقرہ شروع کر دے اور چاہے تو سورہ کوثر پڑھ کر مختصر کرتے۔ اور پاؤں مبارک پر ورم کا آجانا درازی قیام سے تھا نہ کہ اصل نماز سے۔ اور ہمارا کہنا ہے کہ نماز فرض تھی نہ کہ مشقت اور درازی قیام۔ اس لیے یہ ثابت نہ ہوا کہ تہجد نفل تھی۔ پانچواں اعتراض: جب رب تعالیٰ نے فرما دیا کہ اے نبی ہم آپ کو مقام محمود پر مبعوث کرینگے تو پھر نبی کریم نے اذان کے بعد دعا میں مقام محمود پر مبعوث ہونے کی تاقیامت ہر امتی سے دعا کیوں کروائی۔ جواب۔ امت کو ثواب دلانے کے لیے اور مقام محمود کا چرچہ کرانے کے لیے اس سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ ہر اذان کے بعد دعا مانگنی ضروری ہے اگرچہ خطبۂ جمعہ کی اذان کے دوران زبان پر پابندی ہے انگوٹھے چوم سکتا ہے اور خطبے میں زبان پر بھی پابندی ہے اور ہاتھ ہلانے پر بھی وہاں نہ انگوٹھے چومے نہ زبان سے کچھ پڑھے مگر اذان کے بعد خطبے سے پہلے مقتدی پر کوئی پابندی نہیں۔ اسلیے دعاءِ اذان ضرور پڑھے۔

سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ۝ أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلٰى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا

تفسیر صوفیانہ

ازلِ قدیم سے ہماری صفتِ خلاقی ہر نفسی و قلب کے لیے یہی مقرر و معین ہوئی اور عادۃً بالقوہ اسی طرح قائم رہی اور عالم فنا و بقا میں اے محبوب سالکین تو ہماری اس سنت عمومیہ وخصوصیہ میں کوئی بھی کسی کی طرح کی تبدیلی یا تغییری خواص ظاہری و باطنی سے محسوس تک نہ کرے گا۔ لہٰذا اپنے معبود کے حضور سنت عبدیت اور صفت عجز پوری حیات و موت میں یہی ہے کہ روحانیت و اسرار کی پانچ نمازیں قائم کرتا رہ ۱۔ نماز مواصلت مقام خفا میں ۲۔ نماز مشاہدہ مقام روح میں ۳۔ نماز مناجات مقام سریت میں ۴۔ نماز حضور و شہود مقام قلب میں ۵۔ نماز عجز و انکسار مقام نفس میں۔ پہلی نماز آفتاب انانیت اور خودی کے زوال کے بعد۔ اکڑ و غرور کے فنا سے کیونکہ قیام نفس میں نماز پوری نہیں ہو سکتی زوالِ انانیت سے وجودِ عبدیت کا ظہور و حدوث ہے۔ دوسری نماز حجاب مخلوق اور ترک ظلماتِ کثیفہ سے جمع خواہشات سے پہلے تفریق ماسوا اللہ کر کے تیسری نماز۔ آرزوؤں کے جمع ہو جانے کے بعد تفریق و جدائی عالم بقا میں چوتھی نماز لیل تغاساقی کے سخت گھبرا ہونے کی صورت میں پانچویں نماز قلبِ مسعود کی فجر صادق اور صبح الہامی کے وقت۔ پس پہلی نماز لطیف ہے دوسری نماز افضل ہے تیسری نماز اشرف ہے چوتھی نماز مشاہدہ یار ہے پانچویں نماز لقاء و وصلِ محبوب ہے

پہلی نماز ظہر ظہورِ قلب ہے دوسری عصر اسرار ہے عشق قہار ہے تیسری مغرب نفوسِ امارہ و ترک لذات ہے مگر اس کا وقت تھوڑا ہے چوتھی عشاء اسرار اور تذکیۂ ارواح ہے اسی میں شیطان کی تدجیر ہے باطن کی تنویر ہے قلب کی تطہیر ہے۔ پانچویں نماز تجلیاتِ انوار کی فجر مکاشفات ہے۔ اسی میں عبد و معبود کا قرآن ہے۔ صفاتِ روح و انوار قلب کا نزول و اجتماع ہے۔ خصائلِ نفس کا ذہاب و زوال ہے۔ اسی میں ثبات و اطمینان ہے۔ اے مسافرِ راہ طلب جب حملۂ ابلیسی و نفسانی کا خطرہ ہو تو یہ نمازیں قائم کر پہلی نمازِ عقل دوسری نمازِ روح تیسری نمازِ نفس چوتھی نمازِ بدنی پانچویں نمازِ قلب۔ عشقِ الٰہی کے غسل اور محبتِ مصطفیٰ کے وضو سے ان کو ادا کرنیکے بعد وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا۔ اور شبِ نفسانی کے کچھ حصہ معینہ مخصوصہ میں تعلقِ دنیا کی نیند سے بیدار ہو کر اپنے قلبِ منور۔ عرشِ وصل کی نمازِ تہجد بھی ادا فرما۔ یہ اعضاءِ ظاہری ہاتھ پاؤں کان و آنکھ۔ کام و دہن عقل و مزاج کی نماز نہیں بلکہ نَافِلَةً لَّكَ خاص تیرے لیے عطیہ کریمانہ ہے۔ اس لیے کہ تو ہی قالبِ مقبول اور جسمِ عبدیت کا سلطان ہے۔ اسی بدنِ انسانی میں مقامِ نفس کی علامت ہے اور اس مقام کو نمازِ عجز صلاۃِ اسرار۔ عباداتِ مخصوصہ کو زیادہ ضرورت ہے۔ باقی اعضاءِ ظاہری و باطنی کے مقامِ علیا ہیں۔ قلب کی سجدہ ریزی سے نفس کی ہلاکت و فنا ہے۔ سالکانِ معرفت کے لیے یہی نمازِ معراج وصل ہے۔ مقبولین کی راتیں اسی نماز میں گزر جاتی ہیں۔ تطویعِ نفوس اور تقویتِ قلوب یہیں سے میسر ہوتی ہے۔ اسی میں لامکانِ استقامت ہے۔ اے ربِ کائنات کے ذکر و خیال میں مست و مشغول رہنے والے مرشدِ سالکین قریب ہے کہ تیرا رب تعالیٰ تجھ کو دروازۂ مصطفیٰ کے مقامِ محمود تک پہنچا دے وہ آستانہ جو ساری کائنات کے لیے تعریف و ثنا والا ہے وہ عرش گاہِ فرشیاں اور قبلہ گاہِ عرشیاں ہے۔ ہر بندہ مخلص کے لیے ختمِ ولایت کا مقام محمود صوفیا فرماتے ہیں کہ لامکان تو احمد مجتبیٰ کے لیے مقامِ محمود ہے اور دروازۂ مصطفیٰ امتِ اجابت کے لیے مقامِ محمود ہے کہ یہیں سے ولایتِ کبریٰ کی خیراتیں تقسیم ہوتی ہیں یہی خیرِ خلقہ ہے یہی نورِ عرشہ ہے یعنی زینتِ فرشہ ہے۔ یہ آستانۂ محبوب ہی آنیوالے بھکاریوں کے لیے مُدْخَلَ صِدْقٍ ہے اور تاسحرِ تربیتہ سے خزانۂ معرفت کی جھولیاں بھر کر جانیوالوں کے لیے مُخْرَجَ صِدْقٍ ہے۔ اے قلبِ مدنی اپنے ہر قیام و رکوع و سجدہ و قعود میں عرض کرتا رہ کہ اے میرے ربِ مطلوب و مقصود داخل فرما مجھ کو بارگاہ وحدتِ ازلی میں عینِ حسن و رضا کے مدخل صدق و صفا میں کہ نہ ظہورِ انا و خودی کا طغیان ہو اور نہ توجہ الیٰ غیر کی بری نظر ہو نہ موجود غیر اللہ کا تصور ہو نہ دوئی کا خطرۂ نفس ہو قلعۂ توحید میں داخل فرما۔ اور منزل مراد سے لوٹنے کے وقت مجھ کو وحدتِ عشق سے کثرتِ اخلاص کی طرف نکال لے وجودِ حقانی کی طرف حسن و رضا کے مخرج میں بغیر

نفس اور اس کی صفات کی طرف مائل ہونے کے اور بغیر گمراہی کے ہدایت الٰہیہ وتوفیق ربانیہ کے بعد۔ اور بنادے میرے لیے اپنے قرب جمال سے ثابت قدمی اور راہ سلوک میں قوت وطاقت کی دلیل مضبوط۔ سلطان شریعت اور نصیر طریقت تاکہ فنا کے بعد بھی مقام بقا کی محمودیت حاصل کرسکوں (محی الدین ابن عربی)

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ

اور فرمادیجئے حق آگیا اور باطل دب گیا۔ بے شک

اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک

الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ وَنُنَزِّلُ مِنَ

باطل کو دبنا ہی تھا اور ہم نازل فرمارہے ہیں اُس

باطل کو مٹنا ہی تھا اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں

الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ

قرآن کو جو ہر بیماری کے لیے شفا اور ہر صحت کے لیے رحمت ہے

وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفاء اور

لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا

تاقیامت مومنوں کے لیے اور یہ قرآن ظالموں کا

رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی

خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ

نقصان ہی بڑھائے گا۔ اور جب بھی انعام کیا ہم نے انسان پر

بڑھتا ہے اور جب ہم آدمی پر احسان کرتے ہیں

اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ج وَاِذَا مَسَّهُ

تو اللہ سے علیحدگی کرلی اور سچائی سے ایک طرف ہٹ گیا اور جب پہنچی اس

منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف دور ہٹ جاتا ہے اور جب اُسے بُرائی

الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى

کو مصیبت تو ہو گیا مایوس۔ فرما دیجئے ہر انسان عمل کرتا رہے گا۔ اپنی

پہنچے تو نااُمید ہو جاتا ہے تم فرماؤ سب اپنے کینڈے پر

شَاكِلَتِهٖ ط فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ

ہی پیدائشی عادت کے مطابق۔ پس آپ کا رب ہی اس حقیقت کو جانتا ہے کہ کون

کام کرتے ہیں تو تمہارا رب خوب جانتا ہے کون

اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ ع

زیادہ ہدایت والے راستے پر ہے۔

زیادہ راہ پر ہے۔

تعلق

ان آیت کریمہ کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیت کریمہ میں نماز قرآن تہجد اور نوافل کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں اُن کی شان اور سچے لقب کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان عبادات اور قرآن و صاحبِ قرآن کو حق ہونے کا لقب و نام دیا گیا ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں اپنے حبیبِ کریم نبیِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ عبادات کرنے کا حکم ہوا کہ اے نبی مکرم آپ یہ یہ عبادات ادا فرمایئے۔ اب ان آیت میں اس حکم کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ یہ عبادات حق ہی تب بنیں جب پیارے رسولِ معظم نے ادا فرمائیں اگر یہ کام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ادا نہ فرماتے تو یہ کام اُمت کے لیے حق اور لازم نہ ہوتے تیسرا تعلق پچھلی

آیت میں اُن اعمال کا ذکر ہوا جو اللہ رسول کی مرضی کے مطابق ہیں۔ اب ان آیت میں کفار کے اُن اعمال کا ذکر ہو رہا ہے جو وہ اپنی مرضی یا اپنے باپ دادوں کی مرضی سے کرتے ہیں جس کا مزہ عنقریب وہ دنیا و آخرت میں چکھ لینگے

تفسیر نحوی

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۔ واؤ ابتدائیہ۔ قُلْ فعل امر حاضر معروف واحد مذکر اَنْتَ ضمیر مستتر فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ جَآءَ فعل ماضی مطلق صیغہ واحد مذکر غائب جَیْئٌ سے بنا ہے بمعنی آنا باب ضَرَبَ سے ہے۔ الف لام عہد ذہنی یا خارجی حَقٌّ اسم مفرد جامد آٹھ معنی میں مشترک ہے یہاں مراد ہیں دین اسلام یا قانونِ الٰہی یا نبی کریم یا شریعت۔ حق کا لغوی ترجمہ ہے ہمیشہ موجود رہنے والا قائم اور مضبوط مٹنے اور فنا نہ ہونے والا۔ باطل کا مقابل۔ ترکیب میں فاعل ہے جَآءَ کا یہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ واؤ عاطفہ زَهَقَ۔ باب فَتَحَ کا ماضی مطلق مثبت معروف الف لام عہدی۔ باطِل اسم فاعل باب نَصَرَ کا۔ بُطْلٌ سے بنا ہے بمعنی کمزور جھوٹا۔ عارضی۔ بیکار۔ گمراہی بے دینی۔ کفر۔ یہاں یہ سب معنیٰ بن سکتے ہیں۔ لغوی ترجمہ ہے علامت ہونا۔ اسی سے ہے بُطْلِ حُرِّیت یعنی آزادی کی علامت یہ فاعل ہے زَهَقَ کا وہ زُهُوْقٌ سے بنا ہے بمعنی پگھلنا۔ پھسلنا۔ مٹنا بھاگنا۔ ناکارہ ہونا۔ فنا ہونا جان نکل جانا۔ مرجانا یہ سب ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر عطف ہو کر مقولہ ہوا قُلْ کا۔ اِنَّ۔ حرف مشبہ بالفعل یہ مقولہ دوم ہے یا علیحدہ جملہ ہے اَلْبَاطِلَ ۔ الف ۔ لام ۔ عہدِ خارجی۔ بَاطِلَ بحالتِ فتحہ ہے اسم اِنَّ ہے کَانَ ناقصہ هُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا اسم ہے۔ زَهُوْقًا۔ بروزنِ فعول اسم مبالغہ بمعنیٰ بہت جلدی مٹنے والا بھاگنے والا قابلِ فنا کَانَ فعل ناقصہ کی خبر ہے۔ یہ سب جملہ فعلیہ ناقصہ انشائیہ یا خبریہ ہو کر خبر اِنَّ ہے وہ جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ دوم ہوا۔ یا کمل ہوا۔ واؤ سر جملہ یعنی ابتدائیہ استینافیہ نُنَزِّلُ باب تفعیل کا مضارع بمعنی حال جمع متکلم مثبت معروف۔ اس کا مصدر ہے تَنْزِيْلٌ ۔ تَنَزُّلٌ۔ سے بنا ہے۔ تنزیل متعدی ہے بمعنیٰ نازل کرنا اتارنا نُزُوْلٌ لازم ہے بمعنی اُترنا۔ نَحْنُ ضمیر جمع متکلم اس کا فاعل ہے۔ مِنْ حرفِ جر۔ بیانیہ سببیہ ہے۔ یا زائدہ یا بمعنیٰ فی ظرفیہ ہے۔ اَلْقُرْاٰنِ اسم معرف باللام۔ مراد ہے موجودہ کلام الٰہی۔ یہ جار مجرور متعلق ہے نُنَزِّلُ کا۔ مَا۔ موصولہ هُوَ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا ہے۔ شِفَآءٌ اسم حاصل مصدر بمعنیٰ نتیجہ کامیاب علاج یعنی بیماری سے اچھا ہونا۔ بیماری کو علاج سے ختم کرنا۔ مقابل ہے سقامٌ بمعنیٰ بیماری کے۔ اسکی جمع ہے اَشْفِيَةٌ ۔ معطوف علیہ ہے۔ واؤ عاطفہ۔ رَحْمَةٌ اسم حاصل مصدر جامد۔ آخر میں ۃ مصدریہ ہے۔ بمعنیٰ رحم۔ کرم فائدہ۔ سہولت۔ حفاظت۔ یہ معطوف ہے لام جارنہ نفع کا۔ الف لام اسمی بمعنیٰ اَلَّذِيْنَ ، مُؤْمِنِيْنَ۔

اسم جمع مذکر سالم۔ واحد ہے مُؤْمِنٌ بمعنیٰ ایمان والے۔ بحالتِ کسرہ ہے۔ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے نُنَزِّلُ کا یا متعلق ہے رحمۃ مصدر کا نُنَزِّلُ فعل سب ملکر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ واؤ بُسرِ جملہ۔ اگلی عبارت علیحدہ جملہ ہے لَا یَزِیْدُ بَابِ ضَرَبَ کا مضارع معروف منفی یا حال کا زمانہ ہے یا مستقبل کا زِیدٌ یا زُوْدٌ سے بنا ہے ھُوَ پوشیدہ اس کا فاعل ہے جس کا مرجع شَیْئٌ ذہنیہ ہے بمعنیٰ کچھ بھی نہیں۔ الف لام اسمی بمعنیٰ اَلَّذِیْنَ۔ ظَالِمِیْنَ۔ جمع مذکر سالم ہے واحد ظَالِمٌ اسم فاعل ہے ظُلْمٌ سے بنا ہے بمعنیٰ نقصان کرنا یہاں نقصان نفسی مراد ہے یعنی کفر کرنا شرک کرنا مفعول بہ ہے لَا یَزِیْدُ کا۔ اس لیے مفتوح ہے۔ اِلَّا۔ حرف استثنا مفرغ متصل ہے خَسَارًا۔ مصدر ثلاثی ہے خُسْرٌ سے بنا ہے بمعنی گھاٹا ہونا نقصان پڑ جانا۔ اس کی تین قسمیں ہیں ۱۔ خَسَارٌ بمعنی بالکل تباہی بربادی ہو جانا کچھ نہ بچنا ۲۔ خُسْرٌ بمعنیٰ عزت خراب ہونا ۳۔ خُسْرَانٌ بمعنیٰ نفع نہ ملنا راس المال یعنی لگایا ہوا مال واپس مل جانا۔ یہاں پہلے معنیٰ مراد ہیں کہ مال نفع عزت سب ختم ہو جائے مراد ہے اُخروی تباہی بربادی بحالتِ نصب ہے کیونکہ مستثنیٰ ہے اِلَّا ہے لَا یَزِیْدُ کے فاعل سے استثنا ہوا ہے یہ سب ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر مکمل ہوا۔ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَی الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَا بِجَانِبِهٖ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا۔ واؤ بُسرِ جملہ اِذَا حرفِ شرط ظرف زمانی اَنْعَمْنَا بابِ افعال کا ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم فاعل اللہ تعالیٰ اس کا مصدر ہے اِنْعَامٌ نِعَمٌ اور نِعْمَتٌ اس کا مادہ اشتقاق ہے بمعنیٰ نعمت اور رزق دینا مالدار کرنا عَلیٰ حرفِ جر استعلائیہ مراد ہے نازل کرنا۔ الف لام عہدی یا جنسی اگر عہدی ہو تو مراد ہے کافر غافل فاسق انسان اگر جنسی ہو تو مراد ہے عام انسان۔ انسان اسم جنسی ہے بمعنیٰ آدمی یہ جار مجرور متعلق ہے اَنْعَمْنَا کا وہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر شرط ہوئی۔ اَعْرَضَ بابِ افعال کا ماضی مطلق ھُوَ پوشیدہ اس کا فاعل یہ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ نَا۔ بابِ نَصَرَ کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب نَوْیٌ یا نَئْیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ منہ موڑنا۔ ایک طرف ہٹنا احسان نہ ماننا یا یہ باب فَتَحَ سے متعدی ایک مفعول ہوتا ہے۔ یہاں یہ اگلا جار مجرور مفعول بہ کے درجہ میں ہے خیال رہے کہ مفعول بہ بشکل جار مجرور تین قسم کا ہے ۱۔ بَ جارّہ سے جب کہ فاعل کا کام مفعول بہ کے لیے ہو ۲۔ عَنْ جارّہ سے جب کہ فاعل کے کام کو مفعول بہ سے ہٹایا اور دور کیا جاتا ہو۔ ۳۔ مِنْ سے جب کہ فاعل کا فعل مفعول بہ کا ہی فعل ہو۔ قرأت سبعہ کے اصول کے مطابق ساتوں قرأتیں یہاں سے علیحدہ ہیں۔ چنانچہ پہلی اور جمہور کی مشہور قرأت ہے نَاٰیٌ ۲۔ نَاْءَ ۳۔ نَاءَ ۴۔ نَاءِ ۵۔ نَایَ ۶۔ نَایِٔ ۔ سورۃ حٰمٓ سجدہ میں بھی اسی طرح مختلف اقوال ہیں بَ جارّہ متعدی کرنے والی۔ جانب اسم فاعل جَنْبٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ کروٹ بدلنا اپنے پہلو علیحدہ کرنا دوسری طرف ہونا۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع انسان مضاف الیہ مجرور

متصل ہے۔ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے نَا کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف اور سب عطف جزا ہوئی شرط وجزا مل کر جملہ شرطیہ مکمل ہوا۔ واؤ نیز جملہ اِذَا شرطیہ مَسَّ۔ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق واحد غائب مَسٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنیٰ چھو جانا۔ تھوڑا سا لگنا مراد ہے بہت تھوڑی چیز۔ ہٗ ضمیر منصوب متصل مفعول بہٖ ہے مرجع ہے اَلْاِنْسَان۔ الف لام عہد خارجی شَرٌّ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ برائی تکلیف مصیبت خیر کا مقابل بحالت رفع فاعل ہے مَسَّ کا یہ فعل اپنے مفعول بہٖ مقدم اور فاعل مؤخر سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر شرط ہوئی۔ کَانَ فعل ماضی ناقصہ ھُوَ ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا اسم یَؤُسًا۔ بروزن فَعُوْلٌ اسم مبالغہ یَئْسٌ سے بنا ہے بمعنیٰ نا امید ہونا۔ مبالغ کا معنیٰ ہے بے انتہا نا امید یعنی مایوس ہونے والا۔ بحالت نصب ہے خبر ہے کَانَ کی وہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر جزا ہوئی شرط وجزا ملکر جملہ شرطیہ انشائیہ ہو گیا۔ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا۔ قُلْ فعل امر معروف اس میں پوشیدہ اَنْتَ ضمیر اس کا فاعل جس کا مرجع ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا كُلٌّ۔ اسم تاکیدی مفرد مرفوع ہے کیونکہ مبتدا ہے مراد اَلْاِنْسَان۔ يَعْمَلُ باب سَمِعَ کا مضارع بزمانۂ حالیہ مثبت معروف عَمَلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ظاہری اَعضا کے کام اس میں پوشیدہ ھُوَ ضمیر اس کا فاعل جس کا مرجع كُلٌّ ہے عَلٰى جارہ استعلائیہ۔ شَاكِلَة باب نَصَرَ کا اسم فاعل صیغہ واحد مؤنث اس کا مذکر ہے شَاكِلٌ تَشَكُّل سے بنا ہے بمعنیٰ شکل وصورت بنانا۔ ہم مثل ہونا طریقہ ڈھنگ ہونا۔ عادت۔ اور چہرہ بنانا یہاں مراد ہے پیدائشی عادت یعنی فطرتی طور طریقہ۔ جبلّی عادت اور لفظ فطرت چونکہ مؤنث ہے اس لیے شَاكِلَة مؤنث آیا۔ ہٖ ضمیر کا مرجع كُلٌّ ہے یا اَلْاِنْسَان ہے شَاكِلَتِهٖ۔ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے يَعْمَلُ کا۔ وہ جملہ فعلیہ انشائیہ یا خبریہ ہو کر خبر ہے مبتدا كُلٌّ کی وہ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ فَ۔ عاطفہ رَبُّكُمْ۔ مرکب اضافی مبتدا۔ اَعْلَمُ اسم تفضیل مذکر واحد اس میں پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع رَبٌّ ہے۔ بِ جارّہ تعدیہ یعنی مفعول بنانے والی عِلْمٌ سے مشتق ہے اور بِ جارّہ کی وجہ سے متعدی بیک مفعول ہے مَنْ موصولہ۔ ھُوَ ضمیر واحد مذکر غائب مرفوع منفصل کیونکہ مبتدا ہے اس کا مرجع مَنْ موصولہ ہے۔ اَھْدٰى۔ باب ضَرَبَ کا اسم تفضیل مذکر ھُدًى سے بنا ہے بمعنیٰ ہدایت پانے والا۔ لازم ہے۔ منزل پانا۔ منزل تک پہنچنا۔ منزل کا راستہ مل جانا توفیق پا لینا سب معنیٰ بن سکتے ہیں ترجمہ ہے سب سے زیادہ نیکیوں والا۔ اس میں پوشیدہ ھُوَ ضمیر اس کا فاعل جس کا مرجع مَنْ ہے سَبِيْلًا، اسم مفرد نکرہ صفت مشبہ بمعنیٰ کھلا راستہ مراد ہے دین اسلام شریعت طریقت۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پاک۔ بحالت نصب ہے اس لیے کہ اَھْدٰى کا مفعول بہٖ ہے یہ جملہ اسمیہ انشائیہ ہو کر مبتدا ھُوَ کی خبر وہ جملہ اسمیہ انشائیہ ہو کر صلہ ہوا مَنْ کا وہ مجرور ہو کر بِ تعدیہ سے مفعول بہٖ کا درجہ پا کر متعلق ہے اَعْلَمُ کا یہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے

رکُم، ہنداکی۔ وہ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف کُلٌ پر سب عطف مل کر مقولہ ہوا قُل کا۔ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا
وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

تفسیر عالمانہ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَھُوْقًا وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا اور اے پیارے محبوب آخری نبی ساری کائنات کو سنا دیجئے کہ اب قیامت تک کے لیے پوری دنیا پر ہر طرح کی پوری قوتوں طاقتوں غلبوں اور پورے اختیارات کے ساتھ حق آ گیا۔ حق کے بارے میں مفسرین کے چند قول ہیں ۱ اس سے مراد ذاتِ پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۲ اسلام مراد ہے ۳ قرآن مجید مراد ہے ۴ توحیدِ باری تعالیٰ ۵ قانونِ الٰہی۔ مگر میں کہتا ہوں کہ سب ہی مراد ہیں اس لیے کہ۔ نور آیا نور لایا نور پہ نورانی رات۔ جب محبتِ الٰہی کے خزانوں کی چابیاں لے کر محمد رسول اللہ تشریف لے آئے تو سب کچھ ہی آ گیا۔ اور جب ہر طرح کا نورِ حق آ گیا تو زَھَقَ الْبَاطِلُ کفر شرک گمراہی ظلم کا باطل غلبہ شور فساد دبدبہ رعب ہلاک ہو گیا۔ اور ہزار حیلوں بہانوں ہوشربا سامانیوں کے باوجود مٹ گیا۔ بے شک یقیناً ہر چیز کے باطل کو مٹنا ہی ہوتا ہے اس لیے کہ باطل میں صرف وقتی شور ہوتا ہے مگر حق میں ابدی زور ہوتا ہے۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ پاک سے یہ نعرہ یہ فرمانِ ذی وقار اُس وقت لگوایا گیا جب کہ آپ شہر مکہ میں مقیم تھے ابھی ہجرت کا حکم نہیں ملا تھا۔ مسلمانوں کی بے سروسامانی غربت اور ظلم و ستم کی داستان کھلی تھی آئے دن مسلمانوں اور بانیِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو نکالنے کی سازشیں ہو رہی تھیں باطل کا شور و غوغا عروج پر تھا۔ ظاہراً مسلمانوں کے لیے بڑی سختی۔ کمزوری۔ مجبوری۔ بے بسی۔ بیکسی کا وقت تھا۔ ایسے وقت میں اس ظالمانہ کفر کی گھٹاؤں میں بجلی کا کوندا ہوتا ہے اور کوہِ صفا کی چوٹی سے ایک دُرِّ یتیم کمال جرأت و ہمت سے کافرانِ دنیا کو للکارتا ہوا کہتا ہے۔ اے دنیا کے باطل پرستو۔ نمرود و فرعون کے جانشینو۔ شداد و ہامان کے ہم نشینو۔ قیصر و کسریٰ کی سلطنت والو۔ دارا و سکندر کے تخت والو۔ ظلم و ستم کے حاشیہ بردارو جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَھُوْقًا یہ کیسی آواز تھی یہ کیسا نعرہ تھا۔ یہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی جس نے عرب کی زمین ساری ہلا دی۔ اس صوتِ لاہوتی سے اہلِ دانش نے جان لیا کہ یہ وہی حق ہے جس کی آمد سے بیت اللہ بھرے کو جھکا اور ہر بُت تھرتھرا کر گر گیا کسی کے محل کے کنگرے گر گئے کسی کا ہزار سالہ آتش کدہ بجھ گیا کیونکہ یہ سب باطل تھا اور باطل کا انجام مٹنا ہی ہے۔ اس آواز اور اعلان کو سن کر کوئی جہالت سے ابھرا۔ کوئی شرارت سے اکڑا کسی نے تمسخر اڑایا کسی نے غریب مسلمانوں کو ادر ستایا کہ کہاں ہے تمہارا حق جس سے ہمارا باطل مٹے گا۔ لیکن اہلِ حقیقت نے چند سالوں کے بعد دیکھ لیا کہ مکہ کے وہی مجبور مظلوم مہاجر مسلمان اپنے آقا کے ساتھ فاتحانہ حیثیت سے مکے میں داخل ہو رہے ہیں اِس شان سے کہ اک ماہِ مدن گورا سا بدن نیچی نظریں گل کی خبریں۔ ہار

مبارک میں چھڑی ہے اور زبان پر یہی کلمات طیبات ہیں کہ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۔
کعبہ کی دیواروں پر اندر اور باہر تین سو ساٹھ بت ہیں ۔ کچھ لکڑی لوہے اور تانبے کے جو مضبوط کیلوں سے ٹھکے ہوئے کچھ مٹی
کے پکائے ہوئے اور کچھ پتھر کے تراشے ہوئے کعبے کی دیواروں سے جوڑے اور لٹکائے گئے تھے لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چھڑی لگتی ہے اور
زبان سے یہ کلمات ادا ہوتے ہیں تو سب بت اوندھے منہ باری باری گرتے چلے جاتے ہیں کچھ بت رنگ سے تصویریں ہیں ان کو فاروق اعظم اور دیگر
صحابہ پانی سے دھو ڈالتے ہیں ۔ گرے پڑے بتوں کو تڑوا کر سڑک پر ڈلوا دیا جاتا ہے ۔ لیکن جو بت حضرت ابراہیم حضرت
عیسیٰ و مریم کے نام پر بنائے گئے تھے ان کو تڑوا کر دفن کروا دیا جاتا ہے نام اور نسبت کی وجہ سے ۔ (از بخاری مسلم
اور کتب تفاسیر) مفسرین فرماتے ہیں کہ باطل سے مراد کفر نہیں بلکہ کفر کا رعب دبدبہ چرچا اور شور و طغیانی ہے ۔ حق
کے آنے سے وہ باطل اور اس کا اندھیرا مٹ گیا اور اے پیارے نبی ہم اس حق کی تائید اور حمایت کے لیے
نازل فرما رہے ہیں اس پورے قرآن مجید کو اس کے ایک ایک لفظ ایک ایک حرف ایک نقطے ۔ زیر زبر
پیش اور شد و مد کو تا قیامت ہر مومن کے لیے شفا بھی اور رحمت بھی ۔ اس طرح کہ یہ قرآن پاک اور اس کی آیتیں
دم اور تعویذ کے طریقے پر جسمانی بیماروں کے لیے شفا ہے اور تندرستوں کے لیے عزت و عظمت دینے
والی رحمت ہے ۔ یہ قرآن کریم کفر شرک گناہ فسق گمراہی سے ہٹانے بچانے والی شفا ہے اور اولیاء اللہ کی محفلوں
آقائے کائنات کے آستانے اور قرب الٰہی کے مقام تک پہنچانے والی رحمت ہے ۔ گناہوں کو مٹانے والی شفاء
ہے عبادت کرانے والی رحمت ہر قسم کے ظاہری باطنی روحانی جسمانی میل کچیل دور کرنے والی شفا ہے اور قلب و قالب
عقل و دماغ ۔ فہم و فراست ۔ بصارت و بصیرت کو روشن اور پاکیزہ کرنے والی رحمت ہے ۔ غرضیکہ اللہ رسول کو ماننے
والوں ادب احترام اور عشق و محبت عقیدت و اُلفت ۔ اتباع و اطاعت کرنے والوں کے لیے شفاء اور رحمت
ہے اور یہی قرآن مجید کافرین فاسقین ملعونین مغضوبین مغرورین متکبرین حاسدین غافلین منکرین مشرکین ظالمین کے لیے
نرا نقصان ہی کرنے والا ہے یہ بدنصیب اس چشمۂ نور و ہدایت سے فائدہ نہیں لے سکتے جتنی ان کی سرکشی گستاخی
بے ادبی اور انکار و اصرار بڑھتا جاتا ہے ۔ اتنا ہی لَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۔ نقصان و عذاب ہی بڑھتا
جاتا ہے ۔ کچھ لوگوں نے اللہ رسول اور اسلام و قرآن کا جہالت سے انکار کیا کچھ لوگوں نے سب کچھ جانتے ہوئے
محض شرارت سے انکار کیا ۔ جہالت والے باطل ہیں کہ مٹ جائیں گے اور شرارت والے ظالم ہیں کہ ذلت
و خسارے کی چکی میں پڑے پستے اور ذلیل ہوتے رہیں گے ۔ قرآن کریم کے ایک نقطے کا بھی انکار کیا تو
اُتنا ہی کفر ہے جتنا سارے قرآن مجید کا انکار ۔ اور کفر ہی اصل خسارا ہے ۔ جب کافر آیتوں کا انکار گستاخی
کرتا چلا جاتا ہے تو اُس کا کفر یہ خسارا اور نقصان بڑھتا جاتا ہے ۔ اور ظالموں کی یہ نامعقول حرکتیں خسارہ آمیز
بیہودگیاں اس لیے ہیں کہ ۔ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ۔ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ

عَلٰی شَاکِلَتِہٖ فَرَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ ھُوَ اَھْدٰی سَبِیْلًا۔ اور جب بھی کبھی ہم نے کسی طرح کا بھی کافر غافل فاسق بدکار انسان پر انعام فرمایا۔ صحت تندرستی عزت خوب صورتی دولت آل اولاد اونچے خاندان قوت طاقت کا تو اُس نے غرور تکبر شیخی اکڑ پھکڑ کرتے ہوئے رشتے داروں غریب خاندان والوں حاجت مندوں ضرورت والوں حق داروں سے اعراض کرتے منہ موڑ نیکے علاوہ اپنے دینے والے پالنے والے سچے معبود خالق ومالک رب سے بھی چہرہ پھیر لیا نہ سجدہ نہ رکوع نہ شکر نہ فکر نہ احسان مندی نہ عبادت نہ ریاضت نہ اتباع نہ اطاعت سمجھتا ہے شاید یہ سب کچھ اس کی اپنی ہنر مندی عقل مندی محنت مشقت سے ملا ہے۔ حالانکہ اگر ایسا ہوا کرتا تو عقل والے اور محنت کش امیر ترین اور دولت والے ہوتے اور امیر آدمی اپنی دولت سے صحت خوبصورتی خرید لیا کرتے مگر سب جانتے ہیں کہ بناداں آنچناں روزی رساند کہ دانا اندراں حیراں بماند۔ کفار وفساق اس حقیقت پر غور نہیں کرتے اور حسد و غرور کی آگ میں جلتے رہتے ہیں اور جب قہر کی لاٹھی چلتی ہے اور زمانے کا نشر مصیبت تکلیف بیماری ذلت کمزوری۔ وبا۔ اموات پہنچتے ہیں تو ساری اکڑ غرور مٹ جاتی ہے اور انتہائی خستہ حال ناامید مایوس ہو کر رہ جاتا ہے۔ ہمارے درواز سے پر بھی نہیں گرتا نہ دعائیں نہ فریادیں نہ التجائیں نہ ہماری یاد نہ ہم سے فریاد۔ نہ آہ سحر گاہی نہ رات کی گویائی اے پیارے نبی فرما دیجئے ہر جن وانسان کو تا قیامت اعمال وافعال کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اس لیے ہر شخص اپنی اپنی دنیوی زندگی میں اپنی نیت اپنی نامیت اپنی جانب اپنی جبلت اپنے طریقے اپنے چلے اپنے مذہب اپنے عقیدے اپنی طبیعت اپنی کیفیت اپنی محفل صحبت اپنی ہدایت اپنی کیفیت مزاج کے مطابق سعادت وشقاوت کے اعمال کردار کرتا چلا جا رہا ہے کوئی بھی اپنی پیدائشی عادت اور تقدیر و قسمت سے ہٹ نہیں سکتا۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم سے کوئی کہے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو مان لو اور اگر کوئی کہے کہ فلاں بندہ اپنی عادت سے بدل گیا تو نہ مانو (خازن مظہری) دنیا میں تو ہر انسان بدتر سے بدتر بھی ہو وہ اپنے آپ کو اچھا ہی کہتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ فَرَبُّکُمْ اَعْلَمُ۔ پس تمہارا رب تعالیٰ ہی جانتا ہے ہر شخص کو کہ کون ہیں اس دنیا میں اور کہاں ہیں وہ جو نہایت صاف پاکیزہ اللہ کی ہدایت والے بہت زیادہ ٹھیک راستے ہر دن رات زندگی کی ہر گھڑی میں چل رہے ہیں۔ علما فرماتے ہیں کہ حیاتِ دُنیوی میں رنگ ونسل وعادت کے اعتبار سے انسان دس قسم کے ہیں ۱ گندمی ۲ سرخ ۳ سفید ۴ گورا ۵ کالا ۶ پیلا ۷ خوش طبع ۸ غمگین مزاج ۹ طیب ۱۰ خبیث۔ اتنی قسمیں ہی زمین کی تاثیر نہیں ہیں اور ان ہی تاثیر وں سے انسان کی خصلتیں ہیں اور ان ہی خصلتوں سے اعمال نامۂ انسانی ہے۔

فائدے ان آیت مبارکہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ ۔ ساری کائنات تمام انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین سے اونچا مقامِ محبوبیت ومقبولیت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔

یہ فائدہ جَآءَ الْحَقُّ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ جل سبحانہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حق فرمایا۔ یہاں حق سے مراد نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ہی ہے۔ اسلوب قرآنی کے مطابق قرآن مجید کے لیے نزول و تنزیل کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور جاء وغیرہ کا لفظ آقاء کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بولا جاتا ہے نبی پاک صاحب لولاک عرشیوں فرشیوں سب کے لیے اللہ کی طرف سے حق بن کر تشریف لائے دوسرا فائدہ اللہ کی بعض چیزوں میں دنیوی فائدہ ہیں بعض میں دینی۔ بعض میں جسمانی بعض میں روحانی مگر قرآن مجید میں ہر قسم کی شفائیں اور فائدے موجود ہیں۔ یہ فائدہ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ۔ فرمانے سے حاصل ہوا کہ یہ قرآن مجید اور اس کی ہر ہر آیت و لفظ بلکہ حروف متفرقہ بھی جسمانی شفا اور روحانی رحمت ہے۔ تیسرا فائدہ۔ آرام میں رب کو بھول جانا اور مصیبت آنے پر مایوس ہو جانا رونا پیٹنا اور بکواسیات کرنا کفار کی نشانی ہے۔ مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیئے۔ یہ فائدہ کَانَ یَؤُسًا کی پوری آیت فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ قرآن مجید کی آیت سے تعویذ لکھنا۔ آیتیں پڑھ کر دم کرنا اور سیپاروں کے ورقے کھول کر بزرگوں کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق شگون لینا بالکل جائز ہے۔ اور وہابیوں دیوبندیوں کا اس کو شرک و بدعت کہنا جہالت ہے۔ بلکہ اب تو وہ خود بھی دم درود کرنے کرانے لگ پڑے ہیں اور ان کو شفا نظر آنے لگ گئی ہے۔ یہ مسئلہ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ (الخ) کے فرمان اور اطلاق سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ جن چیزوں پر قرآن مجید پڑھ دیا جائے ان چیزوں کو استعمال کرنا کھانا پینا شریعت میں بالکل جائز ہے۔ جو لوگ اس کو ناجائز کہتے ہیں وہ ظالم ہیں اور نقصان میں ہیں یہ مسئلہ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ فرماتے سے مستنبط ہوا تیسرا مسئلہ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کی چیزوں انعاموں نیک لوگوں کی دعاؤں اولیاء اللہ کی برکتوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی حاجت روائیوں آقاء کل صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا سے مایوس ہونا گناہ اور حرام ہے یہ مسئلہ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ کَانَ یَؤُسًا سے مستنبط ہوا۔ یہاں تک کہ اہل قبور صاحب مزارات کی امداد سے مایوس ہونے کو بھی رب تعالیٰ نے سورۂ ممتحنہ آیت ۱۳ میں مغضوب علیہم اور بدکار لوگوں کی نشانی بتائی ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ کَانَ یَؤُسًا۔ یعنی جب انسان کو برائی اور مصیبت پہنچتی ہے تو بالکل نا امید ہو جاتا ہے۔ لیکن سورہ حٰم سجدہ کی آیت ۵۱ میں ہے۔ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِیْضٍ الخ اور جب انسان کو برائی و مصیبت پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی بڑی بڑی دعائیں مانگنے لگتا ہے۔ ایک ہی انسان کی حالت دعا میں بیان کرتے ہوئے یہ مختلف بیان کیوں

اور دونوں کی برائی فرمائی گئی حالانکہ دعائیں مانگنا تو اچھی بات ہے کہ ارشادِ نبوی ہے اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ۔ اس کی وجہ اور مطابقت کیا ہے؟ جواب اِس کے تین جواب دیئے گئے ہیں ایک یہ کہ یہاں دعا نہ مانگنے کا ذکر ہے اور وہاں صرف مصیبت میں دعا مانگنے اور اللہ رسول کو یاد کرنے کا ذکر اور راحت و آرام میں اللہ کو بھول جانے کا ذکر ہے اور یہ دونوں کام برے ہیں۔ دوم یہ کہ یہ مختلف ذکر مختلف لوگوں کی حالتوں و عادتوں کے اعتبار سے ہے یعنی کچھ کفار جو خدا تعالیٰ کو مانتے ہیں تو مایوس ہو کر بس دعائیں مانگنے لگتے ہیں جب مصیبت دور ہو گئی تو پھر اپنے بتوں کے پاس اور کچھ کفار جو خدا کو مانتے ہی نہیں دہریہ لوگ وہ دعا کس سے مانگیں کس منہ سے مانگیں۔ اُس آیت میں پہلے کفار کا ذکر ہے یہاں دہریہ کفار کا ذکر ہے سوم یہ کہ دو مختلف کیفیتوں اور مختلف مصیبتوں کا ذکر ہے جب کم مصیبت ہوتی ہے تو دعائیں نہیں مانگتے اسی کا یہاں ذکر ہے، شدتِ مصائب میں دعائیں مانگتے ہیں اُس کیفیت کا وہاں ذکر ہے (از تفسیر فتح القدیر امام شوکانی) دوسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ یعنی یہ قرآن مجید صرف مومنین کے لیے شفا اور رحمت ہے حالانکہ بہت سے غیر مسلموں کو تعویذات عملیات دم درود سے شفا مل جاتی ہے۔ تو پھر یہ خصوصی قید کیوں لگائی گئی۔ جواب۔ اس کے دو جواب۔ پہلا یہ کہ شفا مطلق ہے اور رحمۃ میں خصوصی قید ہے یعنی یہ قرآن شفا تو سب کے لیے ہے مگر رحمت صرف مومنوں کے لیے اس لیے کہ شفاء کا تعلق دنیا سے ہے اور رحمت کا تعلق آخرت سے۔ جواب دوم یہ کہ دونوں کا تعلق مومنوں سے ہے مگر یہاں مراد روحانی شفا ہے یا مطلب یہ ہے کہ اس کے پڑھتے سننے سے دل پر قدرتی اثر ہوتا ہے جس سے سب کو ایسی شفا اور رحمت ہوتی ہے کہ کفر و شرک کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں اور کفار مومن بن جاتے ہیں تیسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ۔ یعنی جب انسان پر انعام کیا جائے تو وہ اللہ سے غافل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ بہت سے انسان دولت میں بھی اللہ کریم کو بہت ہر وقت یاد کرتے ہیں زکوٰۃ فطرات صدقات دیتے ہیں۔ جواب۔ چونکہ پہلے کفار کا ہی ذکر دور سے چلا آ رہا ہے اسی لیے یہاں انسان سے مراد کفار ہی ہیں۔

تفسیر صوفیانہ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا محبوبِ عرش مکانی عالمِ اجسام میں اعلان فرما دے کہ واجب حقانی ذات لامکانی کی طرف سے وجود ثابت کا الباحق آ گیا کہ جس میں نہ کبھی تغیر ہے نہ کبھی تبدل ہے اور اس آفتابِ عالم تاب کے آنے سے وجودِ بشری امکانی کو زوال آ گیا کیونکہ بے شک وجودِ بشری کا باطل قابلِ فنا اور لائقِ تغیر ہی ہوتا ہے اس لیے کہ جس پر ازل میں فنا کا لبادہ پڑ گیا وہ ہی فنا ہوتا رہیگا

اور جس پر ازلِ تقدیری میں بقا کا سہرا باندھا گیا وہ ہر طاقت وقوت وثبات میں باقی رہنے والا ہے اس کی روح وجسم ظاہر و باطن کو بقا ہے حیوٰۃ دنیوی کے چند دن تو تُم فاسدہ اور خیالاتِ باطلہ کے حجاب ہم نے ڈال دئے تھے جن کو اب نورِ لامکانی محبوب عرشی کے آنے سے کھول دیا گیا۔ اور تا ابد نازل کرتے رہینگے ہم کلام سرمدی کی آیتوں کو ظہور صفاتِ اولیاءُ اللہ کے حساب سے مفصل کو مجمل کر کے ظاہر کو باطن کر کے کیونکہ یہ آئتیں مردانِ راہ کے امراضِ غیبی جہالتِ عقلی اور شک نفاق۔ اندھاپن حسد۔ بغض کھوٹ کی بیماریوں سے شفاء ہیں۔ اور یہی کلام وقرآن آیتِ فرقان اہل معرفت کے لیے کمال وفضل احکام ومعارف کی رحمتیں اور قربِ منزل کی راحتیں ہیں۔ لیکن یہی وہ آیت جو اہلِ سعادت کے لیے شفاء رحمت ہیں بدخصلت کے لیے حجاب وظلمت انکار وعناد ریائُ نفاق شک وجہالت کے نقصان اور زیادہ بڑھانے والے ہیں۔

سالکانِ طریقت کے لیے وادیِ حیرت میں یہ قرآن مجید ہی طبیب ورہنما ہے وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ. وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا. قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا اور جب بھی ہم نے انسان پر ظاہری عبادات کی توفیق اور باطنی مکاشفات کا انعام فرمایا تو اُسنے قرب وبقا کے راستے سے منہ پھیرا حالانکہ یہ مقامِ شکر تھا۔ اور بدن ونفس کو خواہشات ولذات کا آرام پہنچایا۔ اور جب وادیِ حیرت کا شر اور بیابانِ ظلمات کی مصیبتیں خود اپنی بدعملیوں غفلتوں کی بنا پر اس کو لگتی ہیں تو عقل موڑ دل توڑ کر مایوس ہو جاتا ہے حالانکہ یہ مقامِ صبر ہے۔ انسان کو دوٗ عبادتوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے یا شکر کے لیے یا صبر کے لیے جو لوگ یہ عبادتیں کرتے ہیں وہ راہِ معرفت اور وادیِ رضا کے مخلص ہیں اور ازلی خوش بخت ہیں ان کی نگاہیں قادر وقیوم کی خوشنودی پر لگی ہوئی ہیں لیکن ناشکری کا اعراض اور بے صبری کی مایوسی کرنیوالے ازلی فطری بدبخت قدرتِ قدیر سے پروردہ ہیں۔ ہر بندہ اپنی جبلتِ فطری پر میدانِ عمل میں چلنے والا ہے۔ تین ہی مقام ہیں تین ہی فطرتیں اور تین ہی قسم کے بندے ہیں ۱ مقامِ قلب اس پر شاکرین ہیں ۲ مقامِ فکر اس پر صابرین ہیں ۳ مقامِ نفس اس پر مایوسین خاسرینِ بدباطن ہیں پس تمہارا ربّ خبیر خالقِ علیم ہی بہتر جانتا ہے کہ کون شاکرین میں سے بننے والا ہے کون صابرین ہیں سے کون خاسرین میں سے بعض صوفیا فرماتے ہیں کہ نفوسِ ناطقہ بشریہ ماہیہ انسانیت سے مختلف ہے اور اعمال کا مختلف ہونا جوہر وماہیت کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہے اور یہی درست ہے اسی کا یہاں بیان ہے کہ یہ قرآن مثلِ سورج ہے کہ کسی کے لیے شفاء ہے کسی کے لیے رحمت ہے اور کسی کے لیے خسارا ونقصان ہر بندہ اپنے جوہرِ جبلّی کے مطابق سعادت وشقاوت کا راستہ اپنے لیے پسند کر لیتا ہے بعض صوفیا فرماتے ہیں کہ نفس ناطقہ بشریہ ماہیت جوہری کے مساوی اور

برابر و مطابق ہے اور اعمال و کردار کا اختلاف، مزاجِ انسانی کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہے۔ جس طرح سورج کہیں خار کہیں گل اُگاتا ہے کسی کو چکنا کسی کو کھُردرا کسی کو سفید کسی کو کالا سیاہ کر دیتا ہے اسی طرح قرآن مجید کی عالم تاب شعاعیں جب ارواحِ عالم پر پڑتی ہیں تو ہر روح اپنی استعدادِ فطری اور توفیقِ جبلّی کے مطابق اپنے اندر شعاعوں کو جذب کرتی ہے ان ہی قرآنی شعاعوں سے کوئی غوث و قطب سلیم الفطرت بن جاتا ہے کوئی رذیل خبیث ذلیل و قبیح ظاہر ہو جاتا ہے۔ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ

اور پوچھتے ہیں آپ سے جسمانی جان کے بارے میں فرما دو یہ

اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ روح میرے رب کے

اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا

میرے رب کا بھید ہے اور نہیں دیئے گئے تم عوام علم میں سے مگر

حکم سے ایک چیز ہے اور تمہیں علم نہ ملا مگر

قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ

بہت ہی تھوڑا۔ اور البتہ اگر ہم چاہیں تو لے جائیں اس قرآن کو

تھوڑا۔ اور اگر ہم چاہتے تو یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف کی اسے

اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا

جو وحی بھیجی ہم نے آپ کی طرف پھر تم نہ پاسکو اپنے لیے ہم پر غالب

لے جاتے پھر تم کوئی نہ پاتے کہ تمہارے لیے ہمارے حضور اس پر

وَكِيْلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّ فَضْلَهٗ

کوئی وکیل۔ لیکن رحمت ہے آپ کے رب کی طرف سے بے شک اُس کا فضل

وکالت کرتا مگر تمہارے رب کی رحمت بے شک تم پر

كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ

آپ پر تو بہت ہی بڑا ہے۔ فرما دو البتہ اگر سب انسان جنات

اس کا بڑا فضل ہے تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب

الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا

جمع ہو جائیں اس پر کہ لے آئیں اس قرآن کی مثل

اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں

الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ

تھوڑا سا تو کبھی نہ لا سکینگے اس کی مثل اگرچہ ان کے

تو اس کا مثل نہ لا سکینگے اگرچہ ان میں

لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾

بعض بعض کے ہر طرح مددگار ہو جائیں۔

ایک دوسرے کا مددگار ہو۔

تعلق ان آیتِ کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں کُفار کے مختلف اعمال کا تذکرہ ہوا جس سے اُن کی کم علمی کا ثبوت ہوا تھا اب اِن آیت میں کفار کے سوالات کا تذکرہ ہے جس میں اُن کی ظاہر ظہور کم علمی کو ثابت

کیا گیا۔ دوسرا تعلق - پچھلی آیت میں قرآن مجید کے نزول اور اس کے فائدوں کا ذکر ہوا جو خاص رب تعالیٰ کا عطیہ کریمانہ ہے اب ان آیات میں قرآن مجید جیسے انعام ابدی کا لوگوں سے چھین لیا جانے کا تذکرہ اور قدرت کا ذکر ہو رہا ہے تیسرا تعلق - پچھلی آیات میں قرآن مجید کے بے مثل فوائد کا ذکر ہوا اب ان آیات میں قرآن مجید کی بے مثل طاقت وقوت اور اس کے معجزے ہونے کا ذکر ہو رہا ہے کہ کائنات میں کوئی بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

شانِ نزول امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ کفارِ مکہ کے پاس کچھ یہودیوں نے آکر کہا کہ تم ان نبی سے روح کے بارے میں سوال کرو کہ روح کیا چیز ہے۔ کفارِ مکہ سوال کرنے کے لیے چل پڑے تو راستے میں یہودیوں نے دوسرا سوال بتایا کہ اگر وہ اس کا جواب نہ دے سکیں تو کہنا کہ ایسی کتاب جس کو تم قرآن کہتے ہو ہم بھی بنا سکتے ہیں۔ جب ان خبثا نے بارگاہ مقدس میں یہ باتیں کیں تب یہ چار آیتیں نازل ہوئیں از آیت ۸۵ تا آیت ۸۸ بعض روایت میں ہے کہ کفارِ مکہ نے خود یہود مدینہ سے جا کر کہا تھا کہ ہم کو کوئی ایسے سوالات بتاؤ جو ہم ان نبی سے پوچھیں اور وہ جواب نہ دے سکیں تو یہودیوں نے کہا تم ان سے تین سوال کرو۔ ایک یہ کہ اصحابِ کہف کون تھے۔ اصحاب کہف کتنے تھے۔ دوم یہ کہ ذوالقرنین کون تھے کہاں رہتے تھے سوم یہ کہ روح کیا ہے۔ جب قریش مکہ نے یہ سوال کیا تو آپ نے پہلے پہلے دو سوالوں کا مکمل جواب وضاحت سے فرمایا اور تیسرے پر فرمایا کہ تم اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ تب یہ آیت نازل ہوئیں۔ واللہ اعلم۔ ابن اسحاقؓ اور ابن جریرؒ نے عکرمہؓ کے واسطے سے حضرت ابن عباسؓ سے بھی اسی طرح روایت کیا (از تفسیر خزائن۔ وباب النقول سیوطیؒ)

تفسیر نحوی وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۔ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا۔

واؤ ابتدائیہ يَسْـَٔلُوْنَ باب فَتَحَ۔ کا مضارع مثبت معروف جمع مذکر غائب سَئَلَ سے بنا ہے ہمزہ عین ہے اس لیے کہ ہمزہ حرفِ حلقی ہے لہٰذا بابِ فَتَحَ میں آگیا بمعنیٰ پوچھنا زمانہ حال ہے عَنْ جارہ تجاوز و معنی کے لیے الف لام جنسی ہے رُوح اسم مفرد جامد دس معنی میں مشترک ہے ۱ جان، ۲ امر (حکم) ۳ سانس ۴ وحی، ۵ رحمت ۶ راز ۷ (بھید) ۸ حضرت جبریل کا لقب ۹ قرآن مجید کا صفاتی نام ۱۰ حضرت عیسٰی کا صفاتی نام۔ کیونکہ اپنی پھونک سے مردوں کو زندہ فرمایا کرتے تھے یہ آپ کا اس وقت معجزہ تھا جب قریب قیامت اتریں گے تو اپنی پھونک سے زندہ کفار کو مردہ کریں گے (ہلاک کریں گے) اس وقت آپ کی یہ کرامت ہوگی اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔ ۱۱ غیبی فیضانِ الٰہیہ۔ یہاں مراد جان جسمانی ہے یہ جار مجرور متعلق ہے

یَسْئَلُوْنَ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ قُلْ امر جوابی ہے اَنْتَ فاعل مرجع ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ قول ہوا الف لام عہدی رُوح بمعنی جسمانی جان جسم و جان کے تعلق کا نام زندگی ہے۔ بحالت رفع مبتدا ہے مِنْ جارہ بیانیہ اَمْر اسم مفرد جامد بمعنی حکم یا شان قوت قانون مجرور ہے مضاف ہے رَبّ۔ دراصل ہے رَبِّیْ بمعنی میرے رب یہ اضافت تخصیصی ہے نحویوں کے نزدیک اضافت سات قسم کی ہے۔ اضافت بیانیہ اضافت تشبیہ اضافت لامیہ۔ اضافت ملکیہ، اضافت ایجادی اضافت تعلیلی اضافت توصیفی یہاں اضافت تخصیصی ہے ایک قول میں ایجادی ہے یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے موجودٌ یا مُحْدَثٌ پوشیدہ اسم مفعول کا وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا۔ اور مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ ہوا قول کا اور دونوں ملکر جملہ قولیہ ہو گیا واؤ ابتدائیہ مَا اُوْتِیْتُمْ باب افعال کا ماضی مطلق منفی مجہول صیغہ۔ جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ ضمیر اس میں پوشیدہ نائب فاعل مرجع ہے عام انسان یا تمام کفار یا یہ موجودہ سوال کرنیوالے کفار۔ اس کا مصدر ہے اِیْتَاءٌ بمعنی دینا متعدی ہے۔ مادہ ہے اَتیٌ بمعنی پانا۔ آنا مِنْ جارہ تبعیضیہ کا الف لام جنسی اِلَّا حرف استثنا مفرغ متصل ہے قَلِیْلًا بروزن فعیل صفت مشبہ ہے قَلَلٌ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنی تھوڑا ہونا مستثنیٰ ہے علم کا اور چونکہ اِلَّا کے بعد ہے اس لیے بحالت نصب ہے یہ تمام استثنا مجرور ہے مِنْ سے جار مجرور متعلق ہے مَا اُوْتِیْتُمْ کا یہ سب ملکر جملہ فعلیہ ہو گیا واؤ اگر عاطفہ ہو تو یہ جملہ معطوف ہو گا مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ کے جملے پر اور معطوف علیہ معطوف دونوں ملکر مقولہ ہو گا قُلْ کا۔ اور وَلَئِنْ شِئْنَا علیحدہ عبارت ہے۔ واؤ سر جملہ لام ابتدائیہ مفتوحہ تاکیدیہ ہے بعض کے نزدیک قسمیہ ہے اِنْ حرف شرط یہ ہمیشہ مستقبل کے لیے آتا ہے شِئْنَا باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق جمع متکلم مخاطِب اللہ تعالیٰ جمع ہونا صرف وضاحت کلام کے لیے اللہ تعالیٰ کے لیے جمع غائب یا جمع حاضر کا صیغہ استعمال کرنا شرک خفی اور گناہ عظیم و بے ادبی ہے کیونکہ توحید کے خلاف ہے از تفسیر جمل دوم ص ۵۸۷ وہابیوں کی یہ عام عادت ہے پھر بھی کہتے ہیں ہم توحیدئے ہیں۔ یہاں ماضی بمعنی مستقبل ہے شَیٌّ سے بنا ہے بمعنی چاہنا یہ عبارت جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی لَنَذْهَبَنَّ۔ لام تاکید با نون تاکید ثقیلہ مستقبل جمع متکلم ذَھَبٌ بنا ہے لازم ہے بمعنی جانا تاکید کے دونوں حرفوں نے اس کو متعدی بنا دیا بمعنی کسی کو لیجانا بِ جارہ تعدیہ کی اَلَّذِیْ اسم موصول واحد مذکر اَوْحَیْنَا باب افعال کا ماضی مطلق جمع متکلم فاعل مخاطب باری تعالیٰ اس کا مصدر ہے اِیْحَاءٌ وَحْیٌ۔ سے بنا ہے بمعنی اللہ تعالیٰ کا کسی شخص پر اپنا کلام پیغام نازل کرنا اِلیٰ جارہ انتہاء غایت کے لیے کَ ضمیر کا مرجع ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ جار مجرور متعلق ہے اَوْحَیْنَا کا وہ سب ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا اَلَّذِیْ کا وہ جار مجرور متعلق ہے لَنَذْهَبَنَّ کا وہ جملہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ ثُمَّ حرف عطف تراخی کے لیے لَا تَجِدُ۔ باب ضَرَبَ کا مضارع منفی بلا زمانہ مستقبل وَجَدَ مثال واوی سے بنا ہے اَنْتَ ضمیر اس میں

پوشیدہ جس کا مرجع ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم لام جارّہ نفع کا لَ ضمیر مجرور متصل متعلق ہے لَا تَجِدُ کا بَ جارّہ مفعولیت کا ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب اس کا مرجع لَنَذْهَبَنَّ کا فعل وعمل ہے یعنی لے جانا یہ جار مجرور متعلق دوم ہے لَا تَجِدُ کا عَلٰی جارّہ تقابل کا بمعنٰی سامنے مقابل نزدیک نَا ضمیر جمع متکلم مرجع مخاطب اللہ تعالیٰ جار مجرور متعلق سوم ہے۔ وَكِيْلًا صفت مشبہ وَكْلٌ سے بنا ہے بمعنٰی ذمے دار سفارشی۔ بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے لَا تَجِدُ فعل اپنے فاعل تینوں متعلقوں مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف ہوا سب عطف مل کر جزا ہوئی شِئْنَا کی شرط وجزا مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہوگیا۔ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔

اِلَّا حرفِ استثنا منقطع ہے لفظاً کیونکہ مستثنٰی منہ وَكِيْلًا ہے۔ اور رحمۃً مستثنٰی ہے جو لفظاً ومعنًی وکیلا کا غیر ہے لیکن صفتاً اور منشا میں وکالت میں رحمت داخل ہے لہٰذا باطناً مستثنٰی متصل ہے۔ رَحْمَةً مصدر ہے ث آخر میں مصدریہ ہے مِنْ جارّہ ابتدا کے لیے بمعنٰی طرف سے رَبِّكَ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے ثَابِتَةً پوشیدہ اسم فاعل واحد مؤنث کا وہ جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہوئی رحمۃ کی یہ مرکب توصیفی مستثنٰی ہوا وکیلًا کا اِنَّ حرف تحقیق فَضْلَ اسم مفرد حاصل مصدر لغوی ترجمہ ہے زیادتی فراوانی کسی چیز کی دن بدن بڑھوتری۔ منقول شرعی میں اس کا ترجمہ ہے بلا استحقاق کسی کو دینا اللہ تعالیٰ کی ہر عطا ہر ایک پر اس کا فضل ہی ہے اچھی چیز کی زیادتی فضل ہے بری چیز کا حصول اور زیادتی فضول ہے فضل کی مثال علم عزت اور دولت وغیرہ فضول کی مثال بیماری غربت وغیرہ ہٗ ضمیر مضاف الیہ مرجع اللہ تعالیٰ یہ مرکب اضافی اِنَّ کا اسم ہے۔ كَانَ فعل ماضی ناقصہ عَلٰی جارّہ فوقیت کا كَ ضمیر کا مرجع ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ جار مجرور متعلق ہے كَانَ کا هُوَ پوشیدہ ضمیر اسم ہے كَانَ کا اُس کا مرجع فَضْلَ ہے۔ كَبِيْرًا اسم صفت مشبہ صیغہ مبالغہ ہے بمعنٰی بہت ہی بڑا۔ ہر حال میں بڑا بحالت نصب ہے کیونکہ كَانَ کی خبر ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ناقصہ خبریہ ہو کر خبر اِنَّ ہوئی وہ اسم خبر سے مل کر جملہ ہو کر مکمل ہوا۔ قُلْ فعل امر حاضر اس میں اَنْتَ ضمیر پوشیدہ جس کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ لام گئے مفتوحہ تاکید کے لیے ہے یا زائدہ ہے یا معناً قسمیہ ہے۔ اِنْ شرطیہ ہمیشہ ہر فعل کو بمعنٰی مستقبل کر دیتا ہے اِجْتَمَعَتِ باب افتعال کا ماضی مطلق واحد مؤنث غائب بمعنٰی مستقبل بوجہ اِنْ شرطیہ اس کا مصدر ہے اِجْتِمَاعٌ بمعنٰی ایک ساتھ ہونا اکٹھے ہونا لام استغراقی بمعنٰی تمام انسان اسم مفرد جنسی واؤ عاطفہ الف لام استغراقی جِنٌّ۔ اسم مفرد جنسی لغوی ترجمہ چھپی ہوئی پردہ ڈالا ہوا اسی سے ہے جنون مجنون جَنَّةٌ جِنَانٌ وغیرہ مراد ہے جنات کی مخلوق عطف ہے انس پر سب عطف ہے فاعل ہے اِجْتَمَعَتْ کا بقاعدۂ نحو یہ جب فاعل جنسی جماعت ہو یا مؤنث لفظی ہو یا جمع مکسر مذکر ہو تو فعل صیغہ مؤنث آتا ہے

علیٰ جارہ بمعنیٰ لام جارہ تعلیلیہ اَنْ ناصبہ مصدریہ یَاْتُوْا باب ضَرَبَ کا مضارع مثبت معروف بحالتِ فتحہ ہے اَنْ کی وجہ سے لہٰذا آخری نونِ اعرابی گرگئی دراصل تھا یَاْتُوْنَ اور الف آخر میں تفخیم کے لیے لایا گیا بَ جارہ تعدیہ کی مِثْلِ اسم مفرد تساوی تشبیہی مضاف ہے ہٰذا اسم اشارہ قریبی اَلْقُرْاٰنِ۔ الف لام عہد خارجی قرآن بروزنِ فُعلان مبالغہ کا صیغہ ہے بمعنیٰ بہت پڑھا ہوا پڑھا جانیوالا ازل سے تا ابد قبر حشر اور جنت میں بھی نام ہے اللہ تعالیٰ کے آخری کلام کا مُشارالیہ ہے ہٰذَا کا یہ دونوں ملکر مضاف الیہ ہے مِثْل کا مرکب اضافی جار مجرور ہوکر متعلق ہے یَاْتُوْا کا۔ وہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر مجرور ہوا جار مجرور متعلق ہے اِجْتَمَعَتْ کا اور وہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر شرط ہوئی لَا یَاْتُوْنَ مضارع منفی معروف زمانہ مستقبل صیغہ جمع مذکر غائب بَ جارہ متعدی کی مِثْلِہٖ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے فعل کا۔ واؤ وَصلیہ بمعنیٰ اگرچہ بزمانہ حال میں آتی ہے یعنی لَا یَاْتُوْنَ کے فاعل ہُم ضمیر مستتر کا حال ہے۔ لَوْ شرطیہ وصلیہ جزا کی تاکید کے لیے۔ کَانَ ناقصہ بَعْضُ اسم مفرد جامد بمعنیٰ کوئی کچھ جُز۔ حصہ کُل کا مقابل یعنی کوئی غیر معین شخص مضاف ہے ہُم ضمیر بارز ظاہر مضاف الیہ مرجع ہے تمام انسان اور جنات یہ مرکب اضافی کَانَ کا اسم ہے۔ لام جارہ متعدی بنانیوالا اور اپنے مجرور کو مفعول بہ کے درجہ میں کر دیتا ہے بَعْضٍ مجرور متعلق مقدم ہے ظَهِیْرًا کا۔ یہ صفت مشبہ ظَهْرٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ پیٹھ لگانا پشت پناہی کرنا مراد ہے خوب مدد کرنیوالا ہر طرح تعاون کرنے اور تعاون کی قدرت رکھنے والا بحالتِ نصب ہے اس میں ہُوَ پوشیدہ ضمیر کا مرجع بَعْضُ ہے۔ صفت مشبہ عامل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ اسمیہ ہوکر کَانَ ناقصہ کی خبر ہوئی کَانَ جملہ ناقصہ ہوکر حال ہے لَا یَاْتُوْنَ کے فاعل کا وہ جملہ فعلیہ جزا ہے اِجْتَمَعَتِ کی شرط و جزا مقولہ ہوا قُلْ کا وہ جملہ فعلیہ قولیہ انشائیہ ہوکر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا اور اے پیارے محبوب نبی یہ کفارِ مکہ یہودیوں سے پوچھ کر آپ سے سوال کرتے ہیں جسمانی جان کے بارے میں کہ اس کی حقیقت[1] ماہیت[2] کیا ہے۔ قدیم[3] ہے یا حادث[4]۔ فانی[5] ہے یا باقی[6]، لطیف[7] ہے یا کثیف[8]۔ مخلوق[9] ہے یا غیر مخلوق[10]۔ جوہر[11] ہے یا عرض[12]۔ بسیط[13] ہے یا مجرد[14] مرکب[15] ہے یا مفرد[16]۔ مادہ[17] ہے یا نفس[18]۔ صفت[19] ہے یا فعل[20] سعید[21] ہے یا شقی[22]۔ تابع[23] جسم ہے یا متبوع[24] جسم۔ اے نبی ان کو ان کی عقل استعداد کے مطابق پورا یہ جواب فرماؤ کہ روح اور یہ جسمانی جان میرے رب کا بھید اور راز دارانہ فعل اور مخفی مخلوق ہے جس کی حقیقت کو تم عام لوگ نہیں سمجھ سکتے اور تم اللہ کی طرف سے بہت ہی کم صرف دنیوی علم دئے گئے ہو۔ مخلوقِ الٰہی کی حقیقت کو نہیں پا سکتے بہت سی مخلوق کی فرشتہ ہوا یہاں تک کہ پھول کی خوشبو

چیزو نکا رنگ مزے کی لذت صرف محسوس کی جاسکتی ہے نہ اس کی حقیقت سمجھ آتی ہے نہ اُن کے لیے الفاظ ہی ملتے ہیں جو غیر کو سمجھائے جاسکیں کوئی نہیں بتاسکتا کہ خوشبو کیا ہے کیوں ہے۔ بغیر دیکھے ہر دکھائے ہرا پیلا رنگ کس طرح سمجھایا جاسکتا ہے۔ بغیر چکھائے میٹھا کڑوا کس طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح روح کی ماہیت کون سمجھ سکتا ہے عام بندے تو خود اپنی جسمانی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے کہ گوشت پوست ہڈی کیا ہے کس طرح بن گئی بڑی بڑی عقلیں تو گھاس پھوس بھوسے تنکے کی حقیقت کو نہیں جان سکے۔ یہ سب میرے رب تعالیٰ کے غیب اور اسرار ہیں۔ اور جب یہ دانشور ہماری مخلوق کو نہیں سمجھ سکتے تو ہمارے کلام قرآن و آیت کی حقیقت کو کیا سمجھیں یہ اپنی کم عقلی نادانی کج فہمی ضد بازی سے بکتے چلے جارہے ہیں کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں نبی نے خود بنالیا ہے۔ حالانکہ البتہ اگر یہ سب کلام جو ہم نے آپ کی طرف وحی کردیا ہے آپ کی عقل و دماغ سینے اور کاغذات سے اٹھالئے جائیں۔ الفاظ و آیت کو مٹا کر دیں۔ تو پھر تم کو ساری کائنات میں اس جیسا کلام نہیں ملسکتا اور نہ تم ساری دنیا جہان میں مُلک و ملکوت میں کوئی ایسا وکیل اپنے لئے پاسکو گے جو ہمارے مقابل اس جیسے کلام کا ایک لفظ بھی بنا دے۔ اگر یہ اے نبی تمہارا بنایا ہوا ہوتا تو تم پھر بنا کر دکھا دیتے اور وحی کے انتظار اور ایفاء وعدہ میں کبھی پریشان نہ ہوا کرتے۔ اور پھر اگر یہ کلام تم بھی بنا سکتے تو حدیث کی عبارتیں قرآن جیسی ہوتیں۔ مگر ایک لفظ کی ہی تبدیلی سے فوراً پتہ لگ جاتا ہے یہ حدیث ہے یہ قرآن ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں چار چیزوں کو روح فرمایا ہے ۱ قرآن مجید کو۔ ارشاد ہوا۔ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا سورۃ شوریٰ آیت نمبر ۵۲ ۲ جبرئیل علیہ السلام کو نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ سورۃ شعراء آیت نمبر ۱۹۳ سوم عیسیٰ علیہ السلام کو وَ كَلِمَتُهٗۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ سورۃ النساء آیت ۱۷۱ چہارم بدنی جان کو۔ یہی آیت ۸۵ یہاں روح سے کیا مراد اس کے بارے میں علماء اسلام کے آٹھ قول ہیں۔ بعض نے کہا۔ جبرئیل مراد ہیں۔ کسی نے کہا قرآن مجید کسی نے کہا روح ایک فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار منہ ہیں (تفسیر کبیر خازن) کسی نے کہا۔ روح ایک علیحدہ مخلوق ہے جو ہر فرشتے کے ساتھ نازل ہوتا ہے شکل انسانی ہے جسم لطیف ہے فرشتوں کو بھی نظر نہیں آتا۔ کسی نے کہا روح سے مراد مسفوح خون ہے۔ کسی نے کہا یہ نور ہے کسی نے کہا مراد علم ہے جو طیب اور باقی ہے کسی نے کہا روح سے مراد نفس ہے۔ مگر صحیح تر یہ ہے کہ مراد جان ہے اور جان اَمرِ ربی ہے۔ قرآن مجید میں لفظ امر ایک سو چون ۱۵۴ دفعہ بیس ۲۰ معنی میں مختلف جگہ مختلف آیات میں استعمال ہوا ہے۔ ۱ امر کا معنی حکم بھی قانون بھی فیصلہ بھی۔ راز بھی۔ معاملہ بھی۔ واقعہ بھی حصہ۔ حکومت۔ غلبہ۔ دین۔ ارادہ۔ رضا۔ عذاب۔ بات۔ اعمال۔ تدبیر۔ طریقہ عادت۔ فعل۔ چیز (شئی)۔ یہاں امر کا معنی ہے راز الٰہی یعنی خفیہ بھید۔ فلاسفۂ متقدمین نے انسانیت۔ آدمیت بدن۔ جسم۔ وجود۔ روح۔ نفس کی حقیقت کے بارے میں مختلف نظریات پیش کئے ہیں کسی نے کہا آدمیت

جسم کا نام ہے انسانیت قلب کا نام ہے روح خون کا نام ہے جسم ظاہر کا نام ہے۔ اور نفس مادّے کا نام ہے وجود بقا کا نام موت فنا کا نام ہے۔ سب اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان مجموعہ ہے روح جسم اور نفس کا جسم حیوانی میں چار خزانے ہیں ۱ شعور ۲ تحت الشعور ۳ احساس ۴ تصورات۔ جسم مادہ ہے اس میں یہ خزانے اس طرح ہیں جس طرح پھول کہ نفس اس میں عرق کی مثل ہے اور شعور مثل خوشبو ہے تحت الشعور بھوک لگانے والی قوت ہے۔ اور احساس اثرات دھر کو قبول کرنے والی قوت۔ جس طرح پھول کی نشوونما کے مختلف مدارج ہیں تصورات بھی بدن میں مختلف مدارج کا نام ہے۔ دنیا میں مخلوق چار قسم کی ہے ۱ جمادات ۲ نباتات ۳ حیوانات ۴ انسانات۔ حیوان انسان آٹھ صفات میں مشترک ہیں سردی۔ گرمی۔ رزق۔ حصول غذا۔ بڑھنا۔ مرنا۔ جینا۔ قوت تولید۔ نباتات میں دو صفات ہیں حصول غذا کہ وہ ہوا پانی اور کھاد سے غذا حاصل کرتے ہیں ۲ نشوونما۔ گویا قوت غازیہ۔ قوت نامیہ۔ قوت مولدہ یہ نفس ہے۔ جمادات میں یہ تینوں قوتیں نہیں ہیں۔ نباتات میں قوت حرکت و احساس نہیں ہے۔ یہ قوت حرکت و احساس حیوانات میں ہے دنیا کی آخری مخلوق انسان ہے۔ اس میں عقل فہم فکر ادراک کی خصوصی قوتیں ہیں۔ ان قوتوں کا نام نفس ناطقہ ہے اس سے انسان کلیات و نظریات و ضوابط بناتا ہے۔ نباتات۔ حیوانات۔ انسانات میں نفس موجود ہے۔ اس طرح نفس کی تین قسمیں ہو گئیں۔ نفس نباتاتی۔ نفس حیوانی۔ نفس ناطقہ۔ انسان حیوان۔ نباتات۔ جمادات میں مشترک چیز مادہ ہے۔ مادہ وہ ہے جس میں طول۔ عرض۔ عمق سطح خط۔ نقطہ اور تبدل تغیر ہو۔ وجود کی چار قسمیں ہیں۔ وجود مادی وجود غیر مادی۔ وجود مرکب۔ وجود مجرد۔ وجود مجرد کی دو قسمیں ہیں۔ مجرد عقلی۔ مجرد برزخی۔ جاگنے میں مجرد عقلی نظر آتی ہیں اور خواب میں مجرد برزخی دکھائی دیتا ہیں۔ وجود مجرد عقلی عناصر اربعہ آگ ہوا پانی مٹی سے مرکب ہوتا ہے یہ ترکیب ہی مادہ ہے۔ لیکن وجود مجرد برزخی میں مادہ نہیں ہے۔ مگر مادہ مثالیہ ہوتا ہے اسی لیے خواب کی اشیا میں طول و عرض نظر آتے ہیں۔ مجرد کی دو قسمیں ہیں ۱ محتاج مادہ۔ اسی کو روح کہا جاتا ہے ۲ غیر محتاج مادہ جیسے وجود باری تعالیٰ۔ مجرد محتاج مادے کی پیدائش کے بعد ظہور میں آتا ہے اور کس طرح آتا ہے یہ اَمْرِ رَبِّیْ ہے۔ یہی مجرد مادے کو چلاتا ہے۔ بڑھاتا ہے مدارج کی تکمیل تک لے جاتا ہے۔ جب تک مجرد اور مادہ جڑے رہتے ہیں تو انسانیت۔ حیوانیت کی بقا رہتی ہے اور یہی زندگی و حیات دنیوی کہلاتی ہے۔ جب دونوں جدا ہو جائیں تو حیوانیت انسانیت ختم ہو جاتی ہے۔ روح کو بقا مل جاتی ہے بدن کو فنا۔ اس بدن کا نام ہی آدمیت ہے۔ یہ تمام نظریات روح و جسم کی تعریف ہے حقیقت کو اللہ اور اللہ والے جانتے ہیں اَمْرِ رَبِّیْ کہہ دینا اسی بات کی نشاندہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روح کی حقیقت و ماہیت کو مکمل طور پر جانتے تھے یہ اَمْرِ رَبِّیْ۔ فرمانا۔ ان کفار کے سوال کا مختصر... جواب ... رب تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کو

کائنات کے سب علوم بخشنے کائنات کو یہ بتانے سمجھانے کے لیے کہ۔ اِلَّا رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ اِنَّ فَضۡلَهٗ كَانَ عَلَيۡكَ كَبِيۡرًا۔ قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰٓى اَنۡ يَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا يَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِهٖ وَلَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِيۡرًا اے حبیب رب کریم دنیا والے نہ ہمارا قوت کو سمجھتے ہیں نہ ہمارے نبی محمد رسول اللہ کی علمی قوت کو جانتے ہیں اپنے تھوڑے سے علم پر اکڑے پھرتے ہیں حالانکہ انبیا اولیا علما کے علم کے مقابل ان کی حیثیت کیا ہے اِن کا علم تو ان کی اپنی بیماری غم فکر کُند ذہنی بچپنہ بڑھاپا فنا ڈپر باد ختم و ستیاناس کر دیتا ہے۔ اللہ تو اس پر بھی قادر ہے کہ کائنات میں سب مخلوق سے زیادہ علم والے اپنے محبوب نبی کا دائمی ابدی ۔ اُمّی علم بھی اُن کے دل دماغ شعور و عقل بلکہ اُن کے کاغذوں سے ختم فرما دے اور پھر اے محبوب تم علم اور قرآن واپس لانے کے لیے کوئی بھی ذریعہ سبب اور سہارا نہ لاسکو نہ پاسکو مگر پھر تمہارے رب کی طرف سے ہی رَحۡمَةً وکیل بن کر آجائے اور پھر تمام علوم کا خزانہ حسب سابق تم کو واپس مل جائے۔ بعض نے فرمایا یہ اِلَّا مستثنیٰ منقطع کے لیے ہے تب یہ ترجمہ ہوگا کہ لیکن آپ کے رب تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے جو آپ کا علم اور قرآن مجید آپ کے دل دماغ سے کاغذ و تحریر سے حافظوں کے سینے سے اولیا کے قلبوں سے عالموں کی عقلوں سے قرآن و علم اٹھایا نہیں جاتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شک اُس اللہ کا فضل آپ پر ابتداءِ مخلوق سے آج تک اور تا قیامت ابدالآباد ہمیشہ ہی بہت بڑا رہا ہے کہ سب سے پہلے نبی تم کو بنایا سارے خزانوں کی چابیاں دیں قاسم رزقِ الٰہی کائنات کی ہر حاضر و غائب موجود معدوم غیب و شہادت چیز کا علم بخشا ہمیشہ تک ذکر بلند کیا۔ نبوت کا دروازہ بند ہوتا ہے تو تم پر اور شفاعت و جنت کا دروازہ کھلتا ہے تو تمہارے لیے دنیا میں عرش و لامکان تمہارے لیے قیامت میں مقامِ محمود بھی تمہارے لیے غرضکہ زمین و زماں تمہارے لیے مکین و مکاں تمہارے لیے چنین و چناں تمہارے لیے بنے دو جہاں تمہارے لیے۔ اور پھر ایسا قرآن تمہارے لیے کہ اس کی مثل کوئی چھوٹی سی آیت بھی نہ بنا سکے نہ انسانوں میں کوئی عجمی عربی فلسفی منطقی۔ فصیح و بلیغ شاعر و ماہر نہ کوئی یہودی عیسائی نہ مکے کا کافر نہ مدینے کا اہلِ کتاب نہ یمامہ کا مسیلمہ کذاب نہ قادیان کا خبیث انسان نہ کوئی فرشتہ اس جیسا کلام بنا سکے نہ کوئی نبی اس جیسا بنا سکے۔ اور نہ وہ جنات بنا سکیں جن کو یہ کافر اپنا معبود سمجھتے ہیں۔ اے پیارے نبی یہ لوگ کبھی کفار قریش کبھی یہودِ مدینہ منہ سے تو کہتے رہتے ہیں کہ ہم اس قرآن جیسا کلام بنا سکتے ہیں۔ آپ فرماؤ کہ البتہ اگر سارے انسان اور سارے جنات جمع ہو جائیں اس کوشش اور ارادے پر کہ اس قرآن پاک کی مثل و مشابہ فصاحت و بلاغت بناوٹ و بناوٹ میں چھوٹی سی عبارت ہی بنا لائیں تو قیامت تک نہ بنا سکینگے نہ دکھا سکینگے۔ اگرچہ ہر طرح کا پورا زور لگا کر ایک دوسرے کے مددگار ہو جائیں۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔
پہلا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کی بہت سی مخلوق ایسی ہے جس کی حقیقت کو انسان آج تک بلکہ تا قیامت نہیں سمجھ سکتا اگرچہ عقل و دانش کی کتنی ہی ترقیاں کر جائے۔ ان ہی اشیا میں روح انسانی اور اولیا اللہ کی کرامت اور انبیاء کرام علیہم السلام کی ذات بابرکات ہیں۔ لیکن انبیاء کرام کو ان اشیاء غیبیہ کا بھی علم ہوتا ہے یہ فائدہ قُلِ الرُّوْحُ کے بعد مَآ اُوْتِيْتُمْ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کی کسی کتاب صحیفے اور تورات و زبور و انجیل اور خاصکر عالم کائنات میں موجودہ قرآن مجید کی مثل کوئی انسان جنات اور فرشتہ کلام کا ایک فقرہ بھی نہیں بنا سکتا۔ یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی یہ قدرت نہیں دی گئی۔ یہ فائدہ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ کیونکہ جن کا لغوی ترجمہ ہے پوشیدہ مخلوق اور فرشتے بھی ہم سے پوشیدہ ہیں اس لیے وہ بھی جنات سے مراد لئے گئے ہیں۔ پہلے دور میں مسیلمہ کذاب نے اور اس دور میں مرزا غلام قادیانی نے حقیقت وحی کے نام سے ایک کتاب لکھی اور بعض عربی عبارتوں کو معاذ اللہ خدا کی وحی قرار دیا جس کو ہمارے بعض مفسرین محققین نے اغلاط کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔ ایسی بیہودہ اور نحو، صرف اور لغت کے اعتبار سے غلطیوں والی ہیں کہ عربی کا چھوٹا سا طالب علم بھی ان کی بیخ کنی کر سکتا ہے ہم یہاں اُن بیہودہ عبارتوں کو اپنی پاکیزہ کتاب میں لکھنا نہیں چاہتے۔ تیسرا فائدہ۔ اے مسلمانو مرتبہ غنیمت جان لو اس پیارے قرآن مجید کو جلدی جلدی اپنے قلب و جگر سے لگا لو خوب تلاش کرو نہ معلوم یہ کس وقت تم سے چھین لیا جائے لَنَذْهَبَنَّ کی خبر سنا دی گئی ہے۔ قریب قیامت اس نے اٹھالیا جانا ہے کہ حافظوں کے سینے سے عالموں کے دماغوں عوام کی فہم سے تحریری قرآن مجید کے ورقوں سے اچانک غائب کر دیا جائے گا جیسا کہ احادیث میں وارد ہے

احکام القرآن ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ شریعت میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کے متعلق بحث مباحثہ یا چھان بین کرید اور سوال جواب کرنے منع ہیں۔ ان میں سے تقدیر کا مسئلہ قدیم حادث کا تذکرہ اور روح کے متعلق گفتگو کرنا ہے۔ یہ مسئلہ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ (الخ) کے اس پورے بیان سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ: قانون شریعت کے مطابق جنس انسان دیگر تمام مخلوق سے افضل ہے یہاں تک کہ جنات سے افضل اور جن سے مطلقاً پوشیدہ مخلوق مراد ہو تو ملائکہ سے افضلیت ثابت ہو جاتی ہے یہ مسئلہ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ میں اِنْسُ کو جن پر مقدم فرمانے سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ قرآن مجید مخلوق ہے اس لیے کہ حادث ہے اور حادث اس لیے کہ متغیر ہے۔ یہاں ارشاد باری ہو لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْ۔ ترجمہ۔ یعنی اگر ہم چاہیں تو اس قرآن کو ہم مٹا ہی دیں۔ اور جو ختم ہو جائے وہ حادث ہے (معتزلی) جواب: یہ اعتراض صرف اس صورت میں پڑتا

ہے جب کہ لَنَذْهَبَنَّ ۔ کا ترجمہ غلط کیا جائے ۔ جیسے کہ معترض نے مٹا دینا غلط ترجمہ کیا۔ حالانکہ یہ ترجمہ نہیں ہے لَنَذْهَبَنَّ ذَهَبَ ۔ سے بنا ہے اور ذہب کا معنی ہے لے جانا ۔ کسی کا آنا جانا اس کو متغیر نہیں کرتا (تفسیر کبیر) دوسرا جواب یہ ہے کہ لَنَذْهَبَنَّ ۔ میں بھی الفاظِ قرآن مراد ہیں اور الفاظِ قرآن واقعی حادث ہیں ۔ دوسرا اعتراض یہاں کیوں فرمایا گیا لَنَذْهَبَنَّ ۔ کہ ہم قرآن مجید کو ختم کر دیں قرآن مجید تو کلام الٰہی ہے ۔ اور کلام متکلم کی صفت ہوتی ہے اور صفت موصوف کی مثل ہوتی ہے موصوف قدیم تو صفت بھی قدیم اور قدیم ختم نہیں ہو سکتا پھر ختم ہونے کے کیا معنی جواب ذَهَبَ کے معنی یہاں مٹانا نہیں بلکہ اسکا مطلب منتقل کرنا ایک جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنا اس جواب سے نزُول اور ذَہبُ کا فرق بھی معلوم ہو گیا کہ نزول میں کلام پہلی جگہ سے ختم نہ ہوا وہاں بھی رہا ۔ ذہب میں پہلی جگہ سے ختم کرنا مراد ہے ۔

تفسیر صوفیانہ

وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۔ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا إِلَّا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ ۔ اہل نفوس عالمِ ناسوت میں رہنے والے روح انوار کے بارے میں سوال کرتے ہیں فرما دیجئے کہ وہ اسرارِ غیبی کی مخلوق ہے اور تم عالم کثیف والے بدنیات و مادیاتِ ظواہر کا تھوڑا علم دیئے گئے ہو تمہارا علم حس و محسوس سے آگے نہیں بڑھ سکتا علومِ اسرار کو جاننے کے لیے غذاءِ کثیفہ و طعامِ لذیذہ کو ترک کرنا پڑتا ہے ۔ ریاضتیں اور مجاہدے کرنے والے مردانِ طلب جب اپنے جسموں کو بھوکا رکھ کر نفسانیت پر ذکر کی دو دھاری تلوار چلاتے ہیں تو ان کے اعضاءِ روحانیہ طاقت والے ہو جاتے ہیں اور ان کے اسرار معارفِ الٰہیہ سے چمک جاتے ہیں اور قلوبِ باطن پر لطائف کے الہامات نازل ہوتے ہیں ۔ اے منزلِ عشق کے مسافر اگر ہم چاہیں تو ان تمام اسرارِ الہامی اور پیغامات سرمدی کو تجھ سے چھین لیں اس لیے کہ جب بندہ کھانے پینے اور شہوات بدنیہ میں مشغول ہو جاتا ہے تو نطق و عقل اور فہم و معرفت سے محروم ہو جاتا ہے کیونکہ نفس بدن کا غیر ہے پھر اسے طالبِ ناقص تو ہمارے مقابل کوئی بھی مددگار نہ پا سکے گا سواء ہماری رحمت کے ۔ یہ تو تیرے رب کا تجھ پر بڑا فضل ہے کہ جسم نحیف پر اپنے انوار کا پرتو ڈال دیا اور امرِ رب کو بدنِ ہیبت میں مقید فرمایا ورنہ کس کی مجال تھی کہ ایسا کر سکے اور دوبارہ دے سکے قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا فرما دیجئے اے محبوبِ کائنات کہ اگر تمام انسان و جنات بھی عالمِ ظاہر میں جمع ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ سے کلامِ اسرارِ وحی انوار لینے کی التجائیں فرما دیں تمنائیں آرزوئیں کریں تو پھر بھی اماناتِ الٰہیہ والے ابدی کلام کو عرش سے فرش تک لوح سے قلب تک لا نہ سکیں نہ اس کی مثل بنا سکیں نہ اٹھا سکیں اگرچہ ان کے بعض بعض کے قوت بازو بن جائیں ۔ اے محبوبِ کل دائرۂ عالم کے قطبِ اول ۔ رب تعالیٰ نے فقط تم کو ہی اتنی طاقت و قوت ہمت و جرأت بخشی ہے کہ قرآن مجید جیسے کلام الٰہی اور رب تعالیٰ کی شریعت طریقت معرفت حقیقت اسرارِ انوار تجلیات و مشاہدات اور قربِ جلال کے خزانے اپنے قلب کے مخزنِ لاہوتی سینۂ جبروتی میں جمع فرمائے یہ امانتیں کوئی دوسرا اٹھا سکتا ہی نہیں ۔ ہمارے امرِ روحانی کی حقیقت کو ہمارا محبوب ہی جانتا ہے سینۂ محبوب سے ہی انوار کی خیراتیں بٹتی ہیں ۔ وادیِ معرفت کا راہ نما اور مسافرانِ طریقت کا ظہیر اکمل یہی رسولِ رب ہے ۔ اس کا علم کثیر ہے اس کے اخلاق عظیم ہیں اس پر رب تعالیٰ کا فضل کبیر ہے اس کی قوتِ تقسیم شہیر ہے اس لیے کہ رب تعالیٰ اس کا وکیل ہے فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ

اور البتہ بیشک ہم نے پھیر پھیر کر بیان کر دیں اس قرآن میں

اور بیشک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی

مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا

تمام مثالیں پھر بھی اکثر کفار نے ایمان سے انکار ہی کیا سوائے

مثل طرح طرح بیان فرمائی تو اکثر آدمیوں نے نہ مانا مگر

كُفُوْرًا ﴿٨٩﴾ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى

ناشکری کے ۔ اور کہا انہوں نے ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ

ناشکری کرنا اور بولے کہ ہم تم پر ہرگز ایمان لائیں گے یہاں تک کہ

تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿٩٠﴾ اَوْ

جاری کر دو تم ہمارے لیے زمین سے بڑا چشمہ ۔ یا

تم ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ بہا دو ۔ یا

تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ

تمہارے لیے کوئی باغ ہو کھجور کا اور انگور کا

تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو

فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿٩١﴾ اَوْ

تو جاری ہوں نہریں اس کے بیچ میں خوب جاری ہوتا ۔ یا

پھر تم اس کے اندر بہتی نہریں رواں کرو ۔ یا

تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا

گرا دو تم آسمان کو جیسے کہ تم کو یقین ہے ۔ ہم پر ٹکڑے کر کے

تم ہم پر آسمان گرا دو جیسا تم نے کہا ہے ٹکڑے ٹکڑے

اَوْ تَأْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾

یا اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کرو

یا اللہ اور فرشتوں کو ضامن لے آؤ

تعلق

ان آیت کریمہ کا پچھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے ۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیت میں قرآن مجید کی تین طرح شان اور بے مثلیت بیان ہوئی ۱ وہ شفا ہے ۲ وہ رحمت ہے ۳ اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا اب ان آیت میں قرآن مجید کی چوتھی شان بیان ہو رہی ہے کہ اس کی تمام تمثیلیں مثالیں بھی بے مثل ہیں ۔ دوسرا تعلق ۔ پچھلی آیت میں آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر رب تعالیٰ کے کروڑہا انعامات اور بڑے بڑے فضل کا ذکر ہوا اور سب سے بڑے انعام ابدی قرآن مجید کا ذکر ہوا یہ سب دنیوی دولتوں سے عظیم تر اور اصل سرمایہ ہے اب ان آیت میں کفار کے بیہودہ دنیوی چیزوں کے مطالبات کا تذکرہ ہے جس سے کفار کی گھٹیا ذہنیت کا پتہ چلا کہ ان کے نزدیک ان دائمی باقی دولت قرآنی کی قدر نہیں جو ہم نے اپنے حبیب کو دی باغوں وغیرہ کو نبوت کا ثبوت سمجھتے ہیں ۔ تیسرا تعلق ۔ پچھلی آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے تین ثبوت پیش کئے گئے ۱ ساری کائنات کا علم کم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کم نہیں ۲ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو رب تعالیٰ کا فضل ہے وہ کائنات میں سب سے بڑا ہے ۳ جو کلام الٰہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا وہ ہمیشہ دنیا میں غالب و موجود اور امت کے پاس رہے گا ۔ اب ان آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ کفار مکہ اتنے بڑے باقی و دائمی ثبوت کے ہوتے ہوئے پھر بھی دنیوی دولت کے فانی ثبوت مانگ رہے ہیں ۔

شانِ نزول

ابن جریر نے بواسطہ ابن اسحاق مصری عن عکرمہ عن ابن عباس روایت کیا کہ ایک دفعہ مکہ کے پندرہ بڑے سرداروں نے جن کے نام حسب ذیل ہیں ۔ ۱ عتبہ ۲ شیبہ ۳ ابوسفیان ۴ ابوجہل ۵ عقبہ بن ابو امیہ ۔ ۶ عبدالدار ۔ ۷ البختری ۔ ۸ اسود بن مطلب ۔ ۹ ربیعہ بن اسود

۱۰ ولید بن مغیرہ۔ ۱۱ ابن خلف۔ ۱۲ عاص بن وائل۔ ۱۳ ابن حجاج ۱۴ منبیہ ۱۵ ابولہب۔ نے بارگاہ رسالت میں آکر کہا کہ تم نے ہم کو بہت ذلیل و رسوا کر دیا اگر تم کو دولت کی ضرورت ہے تو ہم سے لو اور اپنی تبلیغ چھوڑ دو۔ اور اگر تم واقعی سچے ہو تو ہمارے مطالبے پورے کرو۔ تب یہ دس آیتیں نازل ہوئیں از آیت ۸۹ تا آیت ۹۸۔ جن میں اُن کے مطالبوں کا تردیدی ذکر ہوا۔

تفسیری نحوی

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا۔ واؤ سرجملہ لام تاکید قد صَرَّفْنَا باب تفعیل کا ماضی مطلق جمع متکلم مصدر ہے تَصْرِیْفٌ بمعنیٰ پھیرنا۔ گردان کرنا پھرانا۔ متعدی ہے یعنی طرح طرح سے بیان کرنا وضاحت کرنا۔ صَرْفٌ مادہ ہے بمعنیٰ پھرنا واضح ہونا لازم ہے۔ لام جارہ نفع کا الف لام استغراقی یا عہدی ناسِ اسم مفرد جامد جنسی جمع ہے بمعنیٰ انسان آدمی یہ جار مجرور متعلق اول ہے۔ فِیْ جارہ ظرفیہ مکانیہ هٰذا اسم اشارہ قریبی الف لام عہدی۔ قرآن معرفہ مشار الیہ۔ اشارہ و مشار الیہ مل کر مجرور متعلق دوم مِنْ جارہ بیانیہ۔ كُلِّ اسم تاکیدی مضاف ہے مَثَلٍ اسم تشبیہی مضاف الیہ سے مرکب اضافی مجرور متعلق سوم ہوا صَرَّفْنَا کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ فَ زائدہ ابتداءِ کلام کے لیے اَبٰی باب ضرب کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب اَبْیٌ۔ مہموز الفا اور ناقص یائی سے بنا ہے۔ بمعنیٰ سختی گستاخی اور نفرت سے انکار کرنا۔ اَكْثَرُ اسم تفضیل مذکر بمعنیٰ بہت زیادہ مضاف ہے اَلنَّاسِ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی فاعل ہے اِلَّا حرف استثنا خلافِ قیاس مفرّغ اس لیے کہ اَبٰی بھی فعل مثبت اور كُفُوْرًا بھی مثبت و قوی لہٰذا اَبٰی کو معنًا نفی کے درجہ میں مان کر استثنا کیا گیا ہے كُفُوْرًا بروزن فعول صیغہ مبالغہ ہے كُفْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ناشکری کرنا۔ کفرانِ نعمت مطلب ہے نہ ماننا کسی چیز کو مگر کفر کو یہ كُفُوْرًا مستثنیٰ ہے شَیْئًا پوشیدہ کا وہ مفعول بہ ہے اَبٰی کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ واؤ سرجملہ قَالُوْا فعل ماضی هُمْ ضمیر پوشیدہ فاعل ہے مرجع ہے اَلنَّاسِ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قول ہوا۔ لَنْ نُّؤْمِنَ مضارع مستقبل نفی تاکید بلن جمع متکلم باب افعال سے ہے اس کا مصدر ہے اِیْمَانٌ اَمْنٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ماننا مراد ہے دینِ اسلام قبول کرنا۔ لام جارہ بمعنیٰ عَلٰی جارہ كَ ضمیر حاضر کا مرجع ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم جار مجرور متعلق ہے لَنْ نُّؤْمِنَ کا یہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ ہوا حَتّٰى عاطفہ بمعنیٰ اِلَّا ہے یا اِلٰی ہے۔ تَفْجُرُ باب نصر کا مضارع مثبت معروف واحد مذکر حاضر فَجْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ چیرنا حَتّٰى میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے اس لیے مضارع منصوب ہے اس میں اَنْتَ پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم۔ لام جارہ نفع کا نَا ضمیر جمع متکلم مرجع اَلنَّاسِ ہے۔ یہ جار مجرور متعلق اول ہے مِنْ جارہ ابتداءِ غایت کا اَلْاَرْضِ معرف باللام یہ جار مجرور متعلق دوم ہے یَنْۢبُوْعًا اسم مفرد مشتق صفت مشبہ

بروزنِ یَفْعُوْلُ یَعْقُوْبُ یَعْسُوْبُ یَعْبُوْبُ۔ نَبْعٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ پانی رِسنا چشمہ پھوٹنا۔ جاری ہونا۔ مراد ہے چشمہ اس کی جمع مکسّر ہے یَنَابِیْع۔ باب فَتَحَ سے یَنْبُعُ مضارع سے معدول ہوا۔ مفعول بہ ہے تَفْجُرَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوگیا اور معطوف ہے لَنْ نُّؤْمِنَ کے جملے پر اور پھر عطف ہے اگلی عبارت پر اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا۔ اَوْ حرف تخییری تَكُوْنَ ماضی مطلق فعل تامہ منصوب ہے تَفْجُرَ پر عطف کی وجہ سے صیغہ واحد مؤنث غائب لام نَفَعَ۔ كَ ضمیر مجرور متصل واحد حاضر یہ جار مجرور متعلق ہے تَكُوْنَ کا جَنَّةٌ اسم مفرد جامد بمعنیٰ چار دیواری والا محفوظ پھلوں کا باغ بحالت رفع فاعل ہے تَكُوْنَ کا۔ مِنْ جارہ اضافت کا اس کو نحوی لوگ اضافتِ مِنْیہ کہتے ہیں۔ نَخِيْل صفت مشبّہ نَخْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ کھجور کے بہت سے گھنے درخت یا بہت کھجوروں والا درخت۔ نَخْلٌ کا لغوی معنیٰ ہے کھجور۔ ایک درخت کو نَخْلَةٌ کہتے ہیں نخل کی جمع ہے نخلات اور نَخْلَةٌ کی جمع ہے نَخِيْلٌ واؤ عاطفہ عِنَبٌ اسم مفرد جامد بمعنیٰ انگور جمع ہے اَعْنَاب انگور کی بیل کے لیے بھی یہی لفظ ہے یہاں جنسی جمع ہے مراد ہے بیلیں۔ یہ سب عطف مجرور متعلق ہے تَكُوْنَ کا یہ فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ تامہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ فَ۔ حرفِ عطف تعقیبیہ۔ تُفَجِّرَ باب تفعیل کا مضارع مثبت معروف متعدی ہے اَنْتَ ضمیر فاعل مرجع ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم الف لام عہد خارجی یا جنسی۔ اَنْهٰرَ جمع مکسّر ہے نَهْرٌ کی بمعنیٰ صاف پانی کی بڑی نالی قدرتی یا بناوٹی بحالتِ نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے۔ خِلٰلَ اسم مصدر بروزنِ فِعَال خَلٌّ سے بنا ہے بمعنیٰ بیچ میں ہونا گڑبڑ و فساد ہونا۔ اصلیت کے خلاف ہونا مضاف ہے هَا ضمیر کا مرجع جَنَّةٌ ہے مرکب مفعول فیہ تَفْجِيْرًا باب تفعیل کا مصدر بمعنیٰ پھاڑنا۔ چیرنا کھودنا جاری کرنا یہاں آخری معنیٰ مراد ہیں مصدر متعدی ہے فَجْرٌ مادہ لازم ہے بمعنیٰ ظاہر ہونا روشن ہونا۔ یہ مسبّب ہے اس کا سبب ذاتی کام ہے یعنی نہر بنانا کھودنا وغیرہ بحالتِ نصب ہے مفعول مطلق تُفَجِّرَ کا۔ یہ سب جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر اگلی عبارت پر عطف ہوا۔ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا۔ اَوْ حرفِ عطف اختیاری ہمیشہ دو کلموں یا دو جملوں کے بیچ میں آتا ہے تُسْقِطَ باب افعال کا مضارع بزمانہ مستقبل اَنْتَ ضمیر اس میں پوشیدہ فاعل ہے مرجع ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کا مصدر ہے اِسْقَاطٌ بحالتِ فتحہ ہے ماقبل کے عطف تابع ہونے کی بنا پر سَقَطٌ سے بنا ہے بمعنیٰ گرانا۔ ڈھانا۔ نیچے کرنا۔ اِسْقَاطٌ متعدی ہے اور اس کا مادہ سَقْطٌ لازم ہے بمعنیٰ گرنا۔ نیچے آنا۔ اَلسَّمَآءَ اسم مفرد معرّف باللام مراد ہے آسمانِ دنیا۔ یہ نیلا آسمان اسم خبر ہے كَمَا۔ حرفِ تشبیہ متصلہ ہے دو لفظوں سے ۱۔ کاف تمثیلی حرف جر ۲۔ مَا موصولہ۔ زَعَمْتَ فعل ماضی مطلق واحد مذکر باب فَتَحَ سے بنا ہے۔ اَنْتَ مستتر ضمیر فاعل مرجع ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ فعل با فاعل

جملہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مجرور متعلق ہے تُسْقِطَ کا۔ عَلیٰ جارّہ فوقیت کا نَا جمع متکلم کی ضمیر مجرور متصل جار مجرور متعلق دوم تُسْقِطَ کا۔ نا ضمیر کا مرجع اَلنَّاسِ ہے کِسَفًا۔ عدل تکراری ہے۔ کِسْفَۃٌ کا بمعنی ٹکڑے ٹکڑے ہونا جیسے کہ لفظ مَثْلَثَۃَ اور مَثْنیٰ وغیرہ عدل تکراری ہیں ثُلَاثَ ثُلَاثَ اور اِثْنیٰ اِثْنیٰ کی۔ کِسَفًا کے مجازی معنیٰ ہیں ۱ پھاڑنا ۲ پھٹنا ۳ کسی پردے کے پیچھے چھپانا۔ چھپنا ۴ ٹکڑے کرنا ۵ ٹکڑے ہونا چونکہ یہ مادّہ اور اس کے تمام مشتقات لازم بھی ہوتے ہیں اور متعدی بھی اس لیے حسب موقع قرینے کے اعتبار سے ترجمہ کیا جاتا ہے۔ اسی سے کسوف یعنی سورج گرہن لگنا۔ یہ لفظ قرآن مجید میں پانچ جگہ آیا ہے اس جگہ اور سورۃ روم آیت ۴۸ میں کِسَفًا ہے باقی جگہ کِسْفًا ہے مفتوح سین ہو تو جمع ہے یہاں جمع ہی ہے سین مجزوم ہو تو واحد ہے جیسے سِدْرَۃٌ اور سِدْرٌ بمعنی ایک بیری اور بہت سی بیریاں۔ بحالت نصب ہے حال ہے سَمَاءَ کا۔ یہ سب جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر اگلی عبارت کا معطوف علیہ ہوا۔ اَوْ حرف عطف تردیدی تخییری تَاْتِیَ باب ضَرَبَ کا مضارع مثبت معروف بزمانہ مستقبل صیغہ واحد مذکر حاضر اَنْتَ پوشیدہ ضمیر فاعل مرجع ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم۔ بِ جارّہ تعدیہ کی بمعنیٰ کو اَللّٰہِ۔ اسم ذاتی علم ہے حق تعالیٰ کا معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ الف لام استغراقی یا عہدِ ذہنی بمعنیٰ چند یا تمام۔ یا جنسی جمع ہے بمعنیٰ کوئی بھی کتنے ہی مَلٰئِکَۃِ اسم جمع مکسّر ہے واحد ہے مَلَکٌ بمعنیٰ فرشتے بحالت کسرہ ہے معطوف ہے اللہ پر یہ عطف مل کر مجرور ہوا جار مجرور مل کر متعلق ہے تَاْتِیَ کا۔ قَبِیْلًا۔ اسم مصدر ہے بروزنِ رفیق۔ رَفِیْل یا یہ صفت مشبہ ہے بروزنِ کریم۔ قَبْلٌ یا قُبُلٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے پہلے ہونا۔ ایک طرف ہونا۔ پشت پناہ ہونا۔ منقول اصطلاحی میں ترجمہ ہوا برادری۔ خاندان۔ گروہ۔ ٹولہ۔ رشتے دار۔ بحالت نصب ہے یا اس لیے کہ باللہ کا حال ہے یا تفسیری مفعول بہ ہے یا مَلٰئِکَۃِ کا بدل الکل ہے یا بدل الاشتمال ہے تَاْتِیَ کا معنیٰ ہے لاؤ تم فرشتوں یعنی اللہ کے پورے خاندان کو۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا ماقبل کا اور معطوف علیہ اگلی عبارت اَوْ یَکُوْنَ کا۔ یہ تمام افعالِ مضارع ۱ تَفْجُرَ ۲ فَتُفَجِّرَ۔ ۳ تُسْقِطَ ۴ تَاْتِیَ۔ ۵ اور اگلی آیت میں اَوْ یَکُوْنَ۔ حَتّٰی کے اَنْ پوشیدہ سے منصوب ہوئے پہلا فعل تَفْجُرَ معطوف علیہ متبوع ہے باقی چار فعل تابع عطفی ہیں۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

تفسیر عالمانہ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا ۔ اے حبیب کریم آپ کے لیے ہماری رحمت ہر طرح ہر آن وکیل و محافظ ہے اور آپ ساری کائنات کے لیے رحمت اور وکیل و محافظ آپ پر بھی ہمارا فضل ہے اور آپ کے صدقے و طفیل سے تمام مخلوق پر بھی ہمارا فضل و رحمت ہے اولیا علما اور تمام مسلمانوں پر اس طرح کہ یہ قرآن

تا قیامت موجود رہے گا اور کفار پر رحمت اس طرح کہ ہم نے اس قرآن کریم میں منکروں کافروں کو نہایت اچھے نرم دلگداز انداز میں سمجھانے سنانے کے لیے ہزاروں نصیحتیں لذتیں شفائیں کرامتیں عزتیں بھی بیان فرمائیں اور البتہ بیشک ہم نے بار بار پھیر پھیر کر مختلف انداز میں بیان کر دیا اس قرآن مجید میں شریعت ۔ طریقت ۔ عبرت ۔ احکام ۔ وعدے ۔ وعیدیں ۔ مثالیں ۔ ترغیب ۔ ترہیب ۔ امر ۔ نہی ۔ قصے ۔ کہاوتیں جنت ۔ دوزخ ۔ نار ۔ نور ۔ قیامت ۔ براہین ۔ حجۃ ۔ دلالت ۔ عبادت ۔ معجزات ۔ کھلے مطالبات اور نافرمانوں کا انجام ۔ فرماں برداروں کا ثواب ۔ نفس و شیطان کی دشمنی ۔ بری صحبت کی خرابیاں نیک لوگوں کی محفلوں کے فائدے دلائل اور واضح آیات ۔ قرآن مجید میں سب کچھ کھول کھول کر ذکر کر دیا ۔ سابقہ قوموں کے آسمانی اور غیبی عذاب اور اُجڑی بستیوں کا تذکرہ بار بار صرف اس لیے کیا گیا ہے تاکہ یہ منکر بھی مومن بن جائیں ۔ تو بجائے عبرت پکڑنے درست ہونے بندہ بننے کے اکثر لوگوں کثرت عوام زیادہ تر کفار نے اسلام قرآن اور اللہ رسول پر ایمان لانے سے انکار ہی کیا ۔ ہاں البتہ نافرمانی ناشکری حق سے فرار سچائی سے انکار خوب ڈٹ کر کیا ۔ اور بار بار مکے کے سرداروں نے مل جل کر جتھے بنا بنا کر یہی کہا کہ اے نبی ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک تم یا تو ہمارے مشورے مانو یا ہماری پیشکش قبول کر دیا ہمارے مطالبات پورے کرو ۔ کیونکہ تم نے اور تمہاری تبلیغ نے ہماری قوم میں مصیبت ڈال دی ہے گھر گھر جھگڑے کھڑے کر دیئے سکون یکجہتی ۔ قومی اتحاد رشتے داری کے بندھن ۔ بھائی چارہ برادر سازی ۔ خاندان بازی ملاپ اتفاق سب ہی ختم کر دیئے ۔ عجیب تفرقے بازی ڈال دیئے اے محمد ہم تم سے بہت دکھی ہیں اب ہمارا مشورہ یہ ہے کہ تم ہمارے بتوں کو جھوٹا اور باطل ۔ ہمارے دین کو خراب اور ہمارے باپ دادا کو اور بڑوں ۔ بزرگوں کو بیوقوف کہنا چھوڑ دو ۔ اور ہماری پیشکش یہ ہے ۔ کہ تم اپنی اس تبلیغ اور نصیحتوں سے چاہتے کیا ہو ؟ اگر تم دولت چاہتے تو ہم سب مل کر تم کو اتنی دولت دیتے ہیں کہ سب سے زیادہ امیر ہو جاؤ گے ۔ اور اگر تم بادشاہ بننا چاہتے ہو تو ہم تم کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں ۔ اگر تم کو کوئی ذہنی دماغی مرض بیماری لاحق ہے تو ہم اپنے خرچ پر تمہارا علاج کراتے ہیں تمہیں اچھی توراک دیتے ہیں ۔ اگر ہماری یہ پیشکش قبول نہیں تو پھر ہمارے یہ دس مطالبے پورے کرو تو ہم آپ پر سچے دل سے ایمان لے آئیں گے ۔ ایک یہ کہ مکے کے چھوٹے بڑے پہاڑ پہاڑیاں دور ہٹا دو تاکہ شام و عراق کی طرح ہم کو کھلی زمین ملے ۔ دوم یہ کہ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا ۔ یہاں تک کہ اس زمین مکہ میں جگہ جگہ ٹھنڈے میٹھے پانی کے چشمے نکال دو ۔ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۔ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۔ سوم یہ کہ اگر ہمارے لیے نہیں تو نہ سہی کم از کم اپنے لیے

ہی ایسا کر دو کہ تمہارے لیے ایک بہت وسیع کھلا چار دیواری میں چھپا ہوا محفوظ خوبصورت باغ ہو کھجوروں
کا۔ اور انگوروں کا۔ پھر ان باغوں کے بیچ بیچ درمیان درمیان میں چھوٹی چھوٹی خوبصورت نہریں ٹھنڈے
میٹھے پانی کی بہت ساری ہر طرف سے جاری ہو جائیں تاکہ ہم جب آپ پر ایمان لے آئیں تو ہم کو آپ
کے پاس آتے ہوئے شرم نہ آئے ہم شاندار باغوں اور نہروں میں آکر بیٹھا کریں۔ ہم کو آپ کی یہ چٹائیاں
گھاس پھوس پر بیٹھنا۔ غریبوں غلاموں یتیموں کے ساتھ بیٹھنا فاقے کرنا ستو اور باسی روٹیاں کھانا پیوند لگے
پرانے کپڑے پہننا قطعاً پسند نہیں۔ یہی چیزیں ہم کو ایمان لانے سے روکتی ہیں۔ آقائے دو عالم حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ باتیں سن کر فرمایا کہ تمہارے یہ مطالبے دنیا کی زندگی میں حاصل کرنے کی خواہش
کرنی بالکل کم عقلی ہے۔ اگر تم کو یہ چیزیں یہ شان و شوکت پسند ہیں تو پھر عارضی فانی چند روزہ کیوں مانگتے ہو۔ میں
تو یہی کہتا چلا آرہا ہوں کہ کلمہ پڑھ کر مومن مسلمان اور اللہ کے پیارے بن جاؤ میرے رب کریم جلّ سبحانہ نے یہ
سب چیزیں کئی ہزار درجے اچھی خوبصورت مضبوط و محفوظ بنا رکھی ہیں جو دائمی اور ابدی ہیں۔ تمہاری یہ باتیں
اور مطالبے تو ان نادان بچوں کی طرح ہیں جو اپنے مضبوط گھروں کمروں کو آرام دہ بستروں کو چھوڑ کر لکڑی کے
ٹکڑوں کے ریت اور مٹی کے گھروندے بنانے اور پسند کرنے لگ جائے اور دوپہر کی گرمی میں اپنے
بدصورت اور کمزور گھروندوں کو ہی بناتا سنوارتا اور چاہتا پسند کرتا رہے۔ نادان بچوں کی باتیں ماننے کے قابل
نہیں ہوتیں۔ کیا تم نے اپنے بڑوں اپنے پہلوں کا انجام نہ دیکھا سنا کہ جب ان کے اسی جیسے مطالبے مانے گئے
اور انہوں نے پھر کفر کیا تو پوری قوم اور بستی کو عذاب آسمانی سے تباہ و برباد کر دیا گیا۔ میں رحمۃ عالمین ہوں ایسا نہیں
کر سکتا اور ایسے مطالبات نہیں مان سکتا۔ اور اپنی قوم کو عذاب آسمانی سے تباہ نہیں کرا سکتا۔ میں بشیر و نذیر ہوں
میرا کام اور میری خواہش یہی ہے کہ تم سب مومن مسلمان ہو کر اللہ کے پیارے بن جاؤ اور آخرت قبر حشر کے عذاب
سے بچ جاؤ۔ اس انکار پر۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی عاتکہ بنت عبد المطلب کے بیٹے
عبد اللہ بن ابو امیہ نے کہا کہ اچھا اگر آپ یہ نہیں مانتے تو یہ کریں کہ آپ اکثر کہتے رہتے ہیں کہ اِنْ نَّشَاْ
نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ (سبا آیت ۹ ع ۱) اور یہی آپ کا گمان ہے تو پھر آپ ہم
پر آسمان کا ٹکڑا ہی گرا دیں۔ آپ نے فرمایا تمہارا یہ مطالبہ بھی ضدی بچوں اور نادانوں کی طرح ہے بھلا کوئی سمجھ
ذی عقل اپنی ہلاکت چاہتا ہے؟ تم بلاشبہ ایسے مطالبے کرتے رہے مگر میں ایسی ہلاکت مچانے کے
لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں اس دھرتی میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا۔ نہ میں اس بارے میں اپنے رب سے
کچھ عرض کر سکتا ہوں یہ اس کی مرضی ہے کہ تم کو کسی طریقے سے ہلاک کر دے یا باقی رکھے آسمان کے ٹکڑے
گرائے یا زمین میں دھنسائے میں تو ہر آن تمہاری عافیت ہی چاہوں گا۔ کفار نے جواباً کہا کہ اچھا پھر ہمارا

پانچواں مطالبہ یہ ہے کہ آپ اللہ کو ہمارے سامنے لے آئیں چھٹا مطالبہ یہ کہ بہت سے فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آئیں جو آپ کی تصدیق کریں اور ہم کو بتائیں کہ واقعی یہ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ مفسرین کرام نے لفظ قبیلاً کے چار معنی بیان فرمائے ۱ ضامن اور کفیل ۲ فوج لشکر قبیلا ۳ مقابل ۴ سامنے۔ یہ پانچ مطالبے جن کا ذکر از آیت ۹۰ تا آیت ۹۲ ہوا چونکہ انتہائی بیہودہ لغو اور گستاخانہ تھے اس لیے نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم افسردہ اور ناراض ہو کر محفل سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے تب ان گستاخوں نے اٹھتے اٹھتے باقی چار مطالبے کئے جن کا ذکر اگلی آیت ۹۳ میں آ رہا ہے۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ نزولِ قرآن کریم کا اصل مقصد اصلاحِ انسانیت ہے اس لیے انسانی زندگی کے تمام نشیب و فراز اتار چڑھاؤ کو قرآن مجید میں مختلف مثالوں سے سمجھا دیا گیا ہے قرآن پاک کے غیوبات و مخفی اشارے مثل روح ہیں اور روح امر ربی ہے قرآن مجید کے ظاہر قوانین مثل جسم ہیں اور جسم شریعت ربانی ہے یہ فائدہ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں۔

شعر

ظاہرِ قرآں چوں شخص آدمی است
کہ نقوشش ظاہر جانش خفی است

دوسرا فائدہ۔ مسلمانوں کو چاہیئے عجیب چیزیں دیکھنے اور دلچسپی لینے کی عادت نہ ڈالیں۔ ایسی عادت والے اکثر گمراہ اور کافر ہو جاتے ہیں۔ قرآن مجید نے شروع زمانوں سے زمانۂ اسلام تک ہر دور میں کفار کی یہی عادت بیان فرمائی ہے۔ یہ فائدہ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ سب سے بڑا اور نقصان دہ عیب اللہ تعالیٰ خالق مالک رازق کی ناشکری کرنا ہے۔ کفر فسق نافرمانی۔ غفلت۔ عبادت کی لاپرواہی سب کچھ ناشکری کی ہی مختلف شکلیں ہیں۔ یہ فائدہ اِلَّا كُفُوْرًا۔ سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ اولیاء اللہ سے کرامات کا مطالبہ کرنا جائز ہے اور بعض موقعوں پر حرام ہے۔ پیر و مرشد پکڑنے کے لیے صرف شریعت پر مکمل پابندی اور تقویٰ طہارت دیکھنا چاہیئے۔ اس لیے کہ عام آدمی کرامت معجزے۔ قدرت اور ارہاص شعبدے جادوگری میں فرق نہیں کر سکتا۔ اور گمراہ ہو جاتا ہے احادیث میں ہے کہ دجال بہت شعبدے دکھائے گا اور خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ اور اپنے شعبدوں کو قدرت اور خدائی طاقت کا نام دے گا۔ جن لوگوں کو تماشے اور عجیب و غریب چیزیں دیکھنے کا شوق ہو گا یا جو اس سے کچھ دکھلانے کا مطالبہ کریں گے وہ اس کے شعبدے دیکھ کر گمراہ و کافر ہو جائیں گے۔ یہ مسئلہ بھی وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ

سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ کسی مسلمان کو کبھی اس فکر میں نہیں رہنا چاہیئے کہ مجھ کو دعاؤں تعویذوں اور غیب سے رزق و روزیاں اور دولتیں ملی جائیں۔ بلکہ مقصد تخلیق کائنات یہ ہے کہ انسان خود عقل دماغ ہاتھ پیر کی محنت مشقت سوچ و فکر استعمال کرے۔ ہاتھ پیر توڑ کر غافل و سست کسلمند ہو کر بیٹھ رہنا شرعاً گناہ و ناجائز ہے۔ یہ مسئلہ حَتّٰی تَفْجُرَ (الخ) کے کفاری مطالبوں کی تردید اور برائی کرنے سے مستنبط ہوا۔

تیسرا مسئلہ۔ کسی کے لیے یا اپنے لیے بددعا کرنا شرعاً حرام ہے اگرچہ کتنی ہی پریشانیاں لاحق ہوں۔ یہ مسئلہ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ (الخ) کے کفریہ مطالبے کی تردید سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ قرآن مجید کے ہوتے ہوئے ہم کو کسی اور کتاب اور حدیثوں کی ضرورت نہیں ہے قرآن مجید خود فرماتا ہے وَلَقَدْ صَرَّفْنَا۔ ہم نے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال بیان فرما دی (چکڑالوی پرویزی منکرین حدیث) جواب۔ یہاں کفار کے لیے مثالوں کے تذکرے کا ذکر ہے اور مثالیں عبرت کے لیے ہوتی ہیں کفر چھڑانے کے لیے مگر مسلمان ہو جانے کے بعد احکام اور قوانین اور اس پر عمل کی ضرورت ہوتی ہے اگر تم لوگ واقعی اپنے کفر پر مُصر و مُعْتَر ہو تو تب تو تم کو احادیث مبارکہ کی ضرورت نہیں ہے اور نہ مسلمانوں کو تمہاری ضرورت لیکن مسلمانوں کو اسلام پر عمل کرنے کے لیے ہر دم ہر زمانے میں احادیث پر عمل کی اشد ضرورت ہے۔ بغیر احادیث کے قرآن کریم کی ایک آیت پر بھی عمل ممکن نہیں ہے۔ دوسرا اعتراض۔ کفار نے جب معجزات کا مطالبہ کیا تھا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کسی مطالبے کو کیوں پورا نہیں کیا۔ یا تو آپ عاجز تھے اور یا آپ تنگدل اور کنجوس تھے کہ ایک چیز ہوتے ہوئے بھی نہ دی جائے یہ اچھی عادت نہیں (آریہ ہندو) جواب۔ اس کے دو جواب ہیں پہلا یہ کہ معجزہ صرف نبوت کے ثبوت و صداقت کے لیے ہوتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ فرمایا اور قرآن مجید جیسے عظیم و ابدی معجزے نے آپ کی نبوت کو بہت شاندار طریقوں سے ثابت کر دیا۔ اب مطالبوں کی ضرورت نہ تھی پھر بھی مطالبے کرنے درست نہیں بلکہ مذاق بازی تھی جواب۔ دوم یہ کہ نااہلوں نالائقوں کو ان کے حسب مطالبہ دینا برا ہے۔ والدین اپنے نالائق بیٹوں کو نہیں دیتے اور اس نہ دینے سے عجز یا کنجوسی ثابت نہیں ہو سکتی۔ ورنہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض وارد ہوگا۔ نیز انبیاء کرام کے تمام معجزات اجازت باری کے پابند ہوتے ہیں منشاء باری تعالیٰ وہاں باغات اور نہروں کے حق میں نہیں تھی۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ۔ (الخ) یعنی کفار نے یہ کہا یہ کہا وغیرہ وغیرہ بہت سی کفار کی باتیں نقل کی گئی ہیں۔ اور اب ان ہی باتوں کو قرآن مجید کا حصہ بنا دیا گیا ہے تو اگر آج کفار یہ کہیں کہ انسانی باتوں کو بھی آیت قرآن بنا دیا گیا تو یہ انسانی کلام ہی ہوا اور پہلے کفار مکہ کا یہ کہنا درست ہوا کہ ہم بھی اس جیسا کلام بنا سکتے ہیں تو اس کا کیا جواب ہے ظاہراً ان الفاظ اور قرآن مجید کی دیگر آیات میں کچھ فرق بھی نظر نہیں آتا۔ جواب۔ تفسیر کبیر میں امام رازی نے یہ جواب فرمایا کہ فرق کلام ان کی چھوٹی سی عبارتیں نہیں لگ سکتا اس لیے رب تعالیٰ نے دس سورتیں بلکہ ایک سورت بنا کر لانے کا چیلنج

پورے قرآن کی مثل بنانے کا چیلنج فرمایا ہے۔ لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ اس تھوڑی سی عبارت میں بھی ہزارہا فرق ہیں اولاً تو یہ کہ باتیں اگرچہ کفار کی ہیں مگر قرآن مجید نے اپنی طرز میں اپنے الفاظ و حروف سے نقل فرمائیں۔ ثانیاً یہ کہ جس جگہ ان باتوں کو شامل و داخل فرمایا گیا یہ بھی بے مثل فصاحت ہے اس طرح کا سیاق و سباق بھی عام آدمی بلکہ پوری انسانیت کو میسر نہیں آسکتا۔

تفسیر صوفیانہ

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ فَأَبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ۔ وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنبُوعًا أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا اور البتہ بیشک اس قرآن قلب میں ہم نے پوری کائنات انسانیت کے لیے قرب و بُعد۔ جلال و جمال قہر و جبر۔ نور و ظلمت۔ صبر و شکر۔ سفر و حضر۔ عذاب و رحمت قبولیت و مردودیت۔ عنا و غنا۔ قبض و بسط۔ بقا و فنا۔ وصال و لقا۔ خطا و صواب۔ جزا و ثواب۔ عطا و سخا۔ جود و کرم۔ احکام و قوانین۔ مشاہدہ و مراقبہ۔ بشارت و نذارت دین و دنیا۔ امانت و دیانت۔ ظاہر و باطن۔ حق و باطل۔ شریعت و طریقت۔ حقیقت و معرفت۔ امر و اسرار۔ تدبیر و تقدیر۔ لاہوت و ناسوت کی تمام مثالیں پھیر پھیر کر بیان فرمادیں۔ اس طرح کہ حقائق قرآن انبیاء و مرسلین کے لیے لطائف قرآن اولیاء اللہ کے لیے۔ اشارت قرآن خواص کے لیے عبارت قرآن عوام کے لیے معانی قرآن علماء کے لیے الفاظ قرآن حفاظ و قرا کے لیے۔ بشارت قرآن مومنین کے لیے فرحت قرآن مخلصین کے لیے سوز قرآن عاشقین کے لیے لذت قرآن محبوبین کے لیے۔ ہدایت قرآن طالبین کے لیے سعادت قرآن متقین کے لیے عبرت قرآن فاسقین کے لیے۔ نذارت قرآن کافرین کے لیے۔ اس دنیاء دون کے خصائل رذیلہ والے اکثر اہل نفس نے معجزات و کرامات کے اس بے بہا خزانہ بے مثل کو ماننے اور فائدہ حاصل کرنے کے بجائے اپنی بدقسمتی سے ہر تذکیۂ نفس اور مراقبۂ روح سے انکار ہی کیا۔ عالم ناسوت کی ہر نعمت کو کھایا مگر تشکر منعم ادا نہ کیا۔ ہر حال میں کفر و فسق منافقت و مخالفت۔ غفلت و سستی۔ ابلیت و نفسانیت کے طریقہ پر کفران و ناشکری ہی کرتے رہے اور قوت روحانیہ سے منہ موڑ کر قوت نفسانیہ کے طالب بنے رہے اور کہا انھوں نے کہ اے مرشد قلب خزانۂ معرفت کے دعویدار ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ زمین قالب میں خواہشات نفسانیہ کے چشمے جاری نہ کردے یا تیرے لیے راحت دنیا عیش و فروانی کے باغات تماشہ گاہ عالم میں شہوات کے نخیل و عنب نہ ہوں جس سے بدن کو عیاشی ملے اور میدان طلب میں سامان دنیا کی بہتی ہوئی مزین نہریں نہ جاری ہوں ہم کو نہ کسب کمال کی حاجت رہے نہ ترقی و اقبال کی ضرورت پڑے نہ ہم کو عبادت کی محنت کرنی پڑے نہ ریاضت کی مشقت اٹھانی پڑے نہ خلوت لیل میں جاگنا پڑے نہ جلوت یوم میں چلنا پڑے۔ جہان رنگ و بو کی پوری عیاشیاں ہم کو مہیا فرما دے اس کے بغیر تیرے فرمان لاہوتی پیغام جبروتی اور دعوت قدوسی کی ہم اطاعت نہ کریں

گے۔ اے قلبِ جاں گداز تیری فطرتِ سلیمہ نے بدنِ انسانی میں منافرت کے بیج مخالفت کے دودھ سے اور مفارقت کے کانٹے پھیلا دیئے ہیں تیرے پیغامات سے ہماری عیش و عیاشی۔ عشرت و فحاشی سب کچھ ختم ہو کر رہ گئی ہے آخر تو چاہتا کیا ہے؟

ے از حیاتِ تو وجودم پاش پاش

از وجودِ تو حیاتم زار۔ زارا

اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا۔ یا آسمانِ قہر جلال سے ہم پر نامرادی کے ٹکڑے فنا کے طوفانِ ہلاکت گرادے جیسا کہ نافرمانوں کی سزاءِ قبض و بسط میں تیرا گمان ہے۔ یا نظارۂ ذاتِ انوار کا مولیٰ تعالیٰ اور عالمِ عرفان کے مقرب مدبراتِ امر فرشتے۔ ارادۂ اسرار کے ملائکہ وادیٔ حیرت میں ہمارے چشمِ تصورات میں بالمشافہ سامنے آجائیں۔ اپنے اس خالقِ ارضیات اور ملائکۂ الہامات کو ہمارے سامنے لے آ۔ یہی وہ مطالباتِ نفس امارہ ہیں جو ہر ساعت مدو جزر میں باطن انسانیت سے اٹھتے رہتے ہیں۔ اور مقام بشریت کو قربِ جلال کی منزل تک نہیں پہنچنے دیتے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ بندۂ فقیر کو سگِ نفسانی کے ذلیل و ماتحت کرنے کے لیے کتے کی دس خصلتیں اختیار کرنی پڑتی ہیں۔ ع۱ بھوکا رہتا ہے ع۲ تھوڑی پر قناعت کرتا ہے ع۳ رات کو کم کھاتا ہے ع۴ جب مرتا ہے تو کوئی میراث نہیں چھوڑتا ع۵ ادنیٰ اور گھٹیا جگہ پر راضی ہو جاتا ہے ع۶ اس کی جگہ پر کوئی قابض و غالب ہو تو برضا و رغبت چھوڑ دیتا ہے اور دوسری جگہ جا بیٹھتا ہے ع۷ اس کو ماریں پھر ٹکڑا ڈالیں تو عاجزی اور پیار سے آجاتا ہے ع۸ اس کا کوئی مقبوضہ مکان نہیں ہوتا ع۹ بھوکا ہو کر صابر رہتا ہے ع۱۰ کسی مکان سے چلا جائے تو پھر اس کی طرف توجہ نہیں کرتا نہ خواہش۔

بندے دس قسم کے ہیں ع۱ صابرین۔ ع۲ متوکلین ع۳ محبین ع۴ زاہدین ع۵ صادقین ع۶ واصلین ع۷ عاشقین ع۸ خاشعین ع۹ مساکین ع۱۰ راہبین۔ بے غم دل ایسا گھر ہے جو ویرانی سے بگڑ جائے۔ غم دل کی آبادی اور درستی ہے۔ سب سے زیادہ شر پر بگڑا ہوا عالم ہے۔ اور سب سے زیادہ فسادی ریاکار نام نمود کا نعرے باز پیر ہے۔ اور سب سے زیادہ نقصان دِہ فاسق و بیوقوف متکبر ہے اور سب سے زیادہ ذلیل و خراب حاسد فقیر ہے۔ ترکِ دنیا گھر بار چھوڑنا نہیں بلکہ حسد۔ بغض۔ کینہ۔ عداوت۔ غصہ چھوڑنا ہے حسد سے ہی پہلا گناہ ہوا۔ اور حسد سے ہی زمین پر پہلا قتل انسانی ہوا۔ فضول و بیہودہ مطالبے محرومی کی علامت ہے اور ترکِ مطالبہ محبوبیت کی نشانی ہے۔

اَوْ یَكُوْنَ لَكَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى

یا ہو آپ کے لیے ایک گھر سونے سے سجا ہوا یا آپ آسمانوں پر

یا تمہارے لیے طلائی گھر ہو یا تم آسمان پر

فِى السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ حَتّٰى

چڑھ جائیں اور صرف آپ کے آسمان پر چڑھ جانے سے ہی ہم ہرگز ایمان

چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھ جانے پر بھی ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک

تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ

نہیں لائیں گے یہاں تک کہ اتار کر لاؤ ہم پر

ہم پر ایک کتاب نہ اتارو جو ہم پڑھیں تم فرماؤ پاکی ہے

رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ ع وَمَا

ایسے خط جو ہم پڑھ سکیں فرما دیجئے اے نبی میرا رب

میرے رب کو میں کون ہوں مگر ایک آدمی اللہ کا بھیجا ہوا۔ اور کس

مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ

روکا لوگوں کو ایمان لانے سے باوجود اس کے کہ آ گئی ہدایت ان کے پاس مگر

بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روکا جب ان کے پاس

الْهُدٰۤى اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا

اس بات نے کہ بولے کافر کیا بھیجا اللہ ان کے پاس بشر کو۔

اللہ کی طرف سے ہدایت آ گئی مگر اس بدعقیدگی نے کہ بولے کافر کیا بھیجا اللہ نے ایک بشر کو رسول

رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ

رسول بنا کر بھیجا تم فرماؤ اگر ہوتے زمین میں فرشتے

بنا کر بھیجا تم فرماؤ اگر زمین میں فرشتے ہوتے

يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ

اطمینان سے رہتے بستے تو البتہ نازل کر دیتے ہم

چین سے چلتے تو ان پر ہم رسول

السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾

ان پر آسمان سے کسی فرشتے کو ہی رسول بنا کر

بھی فرشتہ اتارتے

تعلق ان آیتِ کریمہ کا پچھلی آیتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق پچھلی آیت میں کفارِ مکہ کی طرف سے ثبوتِ نبوت کے لیے کچھ دنیوی چیزوں کا مطالبہ کیا گیا تھا اب اِن آیت میں اُن ہی کفار کے کچھ دوسرے مطالبات کا ذکر ہے گویا کہ یہ آیت اُن پہلی آیت کا تتمہ ہیں۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں کفار کے اپنی ذہنیت سے یہ سمجھنے کا ذکر ہوا کہ بشر نبی نہیں ہو سکتا۔ اَب اِن آیت میں کفار کی اس ذہنیت کو توڑا جا رہا ہے اور خود زبانِ نبوت سے سمجھایا گیا کہ نبی ہوتا ہی بشر ہے اور یہ بشریت بھی بے مثل ہے کہ بشر ہو کر بھی مظہرِ صفاتِ الٰہیہ ہوتا ہے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں کفار کے اس کہنے کا ذکر ہوا کہ تم فرشتوں کو ضامن و گواہ بنا کر ہمارے پاس لاؤ وہ آپ کی نبوت کی گواہی دیں تو ہم مانیں گے اَب اِن آیت میں ان کو تسلی بخش جواب دیا جا رہا ہے کہ اگر تم لوگ فرشتے ہوتے تو تم لوگوں کے لیے نبی بھی فرشتے کو بنایا جاتا۔

تفسیر نحوی اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِی السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ اَوْ عاطفہ يَكُوْنَ فعل مضارع تامہ واحد مذکر غائب لام جارہ كَ ضمیر متصل یہ جار مجرور متعلق ہے يَكُوْنَ کا بَيْتٌ اسم مفرد جامد لغوی ترجمہ ہے رات گزارنا منقول اصطلاحی ترجمہ ہے کمرہ یا گھر کیونکہ وہاں رات گزاری جاتی ہے بحالتِ رفع ہے

فاعل ہے یکُوْنَ کا مِنْ جارّہ اضافت بنیہ کے لیئے زُخْرُفٍ اسم مفرد جامد لغت میں ہر ظاہری خوب صورت چیز کو زُخْرُف کہا جاتا ہے باطن میں خواہ بُری ہو یا اچھی۔ سونے کو بھی زُخْرُف کہہ دیا جاتا ہے اور مُلمّع اشیاء کو بھی سچی بات کو بھی اور فریبانہ باتوں کو بھی اس لئے کہ سونا اور سچی بات ظاہر باطن میں خوب صورت اور اچھی ہوتی ہے ملمع اور چمکدار چیزیں اور مکاری فریبی باتیں صرف ظاہراً اچھی ہوتی ہیں باطن میں بری۔ مِنْ زُخْرُفٍ مجرور متعلق دوم ہے یکُوْنَ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا اَوْ عاطفہ تَرْقٰی باب فَتَحَ کا مضارع مثبت معروف واحد حاضر اَنْتَ اس میں پوشیدہ فاعل ہے مرجع ذات پاک صلّی اللہ علیہ وسلم اُمّی ناقص یائی سے بنا ہے بمعنیٰ اوپر چڑھنا عربی لغت میں کسی چیز کے اوپر چڑھنے کے لیئے آٹھ لفظ مستعمل ہیں مگر سب میں چڑھنے کی نوعیت کیفیت مختلف ہے ۱ چنانچہ کسی چیز سے بلند ہونے کے لیئے رفعٌ ہے ۲ اور کسی چیز پر سوار ہونے بیٹھنے کے لیے رَکبٌ ہے ۳ کسی چیز تک پہنچنے کے لیئے چڑھنا عروجٌ ہے ۴ اپنے آپ کو ظاہر کرنے کے لیئے چڑھنا طلوعٌ ہے ۵ کسی چیز پر غالب آنے کے لیئے اس پر چڑھنا علوٌ ہے ۶ کہیں سے گزرنے کے لیے چڑھنا دَسعٌ ہے (از لغات معجم) ۷ سیڑھی پر چڑھنا صعودٌ ہے ۸ اور حیران کُن طریقے سے چڑھنا رُقیٌّ ہے۔ اسی لیے جادو منتر کو بھی اسی معنیٰ میں رُقْیَۃٌ کہتے ہیں فِیْ جارّہ ظرفیہ ہے یا بمعنیٰ علیٰ ہے اَلسَّمَآءِ معرّف باللام عہدی اسم مفرد جامد مراد ہے پہلا آسمان جو سب کو نظر آتا ہے یہ جار مجرور متعلق ہے تَرْقٰی کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا واؤ حالیہ یا عاطفہ لَنْ نُّؤْمِنَ نفی تاکید بلن فعل مستقبل متکلم باب افعال سے ہے مصدر ہے اِیْمَانٌ نَحْنُ جمع متکلم کی ضمیر اس کا فاعل مستتر ہے جس کا مرجع اَلنَّاسُ ہے لام جارّہ تعدیہ مفعول بہ بنانے والا یا بمعنیٰ اَعلیٰ رُقِیِّ اسم مصدر مادہ بمعنیٰ چڑھنا مضاف ہے کَ ضمیر مرجع ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم مضاف الیہ یہ مرکب اضافی جار مجرور ہو کر متعلق ہے لَنْ نُّؤْمِنَ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ حَتّٰی عاطفہ تُنَزِّلَ باب تفعیل مضارع صیغہ واحد مذکر حاضر اس کا مصدر ہے تَنْزِیْلٌ بمعنیٰ اتارنا مادہ ہے نُزُولٌ بمعنیٰ اترنا علیٰ جارّہ بمعنیٰ عِنْدَ نَا ضمیر جمع متکلم مجرور متصل یہ جار مجرور متعلق ہے تُنَزِّلَ کا کِتٰبًا اسم مفرد جامد بمعنیٰ مکتوب لکھی ہوئی موصوف ہے نَقْرَؤُہٗ باب فَتَحَ کا مضارع مثبت معروف جمع متکلم قَرْءٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پڑھنا ترجمہ ہے ہم پڑھ لیں یا ہم پڑھ سکیں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مرجع ہے کِتٰبًا یہ مفعول بہ ہے نَقْرَؤُہٗ کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے کِتٰبًا کی ایک ترکیب میں کِتٰبًا موصوف نہیں بلکہ یہ جملہ حال ہے عَلَیْنَا کی نَا ضمیر کا مگر پہلی ترکیب زیادہ درست ہے کِتٰبًا مرکب توصیفی مفعول بہ ہے تُنَزِّلَ کا وہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا لَنْ نُّؤْمِنَ کے جملے پر لَنْ نُّؤْمِنَ مضارع مفتوح ہے حرف لَنْ کی وجہ سے اور تُنَزِّلَ مفتوح ہے حتّٰی عاطفہ کے اَنْ ناصبہ پوشیدہ کی وجہ سے یہ سب عطف مل کر جملہ معطوفہ مکمل ہوا قُلْ فعل امر اَنْتَ ضمیر حاضر اس میں پوشیدہ فرمان ہے رب تعالیٰ کا اور حکم ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قول ہوا۔ سُبْحَانَ۔ اسم مصدر ہے بروزن فُعْلَانٌ

مضاف ہے رَبِّیْ مرکب اضافی بیاءِ متکلم بمعنیٰ میرا رب مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول مطلق ہے سُبْحٰنَ فعل پوشیدہ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ تعجبیہ ہو گیا۔ ھَلْ۔ حرف منفی سوال منشاءِ ثبوتی کے لیے کُنْتُ فعل ناقصہ ماضی مطلق واحد متکلم اس میں اَنَا ضمیر واحد متکلم کی پوشیدہ ہے اس کا اسم ہے۔ اِلَّا استثنا لغو کیونکہ اس سے استثنا پیدا نہیں کیا۔ بلکہ نفی کو توڑ کر حصر پیدا کیا۔ بَشَرًا اسم مفرد جامد بحالتِ نصب ہے کیونکہ حال مقدم ہے۔ رَّسُوْلًا۔ اسم مفرد جامد ذوالحال مؤخر ہے بعض کے نزدیک یہ دونوں اپنی جگہ موصوف صفت ہیں نہ کہ مقدم مؤخر بحالتِ فتحہ خبر ہے کُنْتُ کی جملہ فعلیہ ہو کر بیانِ تعجب ہوا تعجب اور بیانِ تعجب کے لیے دونوں مل کر مقولہ ہوا قول کا پھر یہ سب مل کر جملہ قولیہ ہو کر مکمل ہوا۔ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ واؤ سر جملہ مَا مَنَعَ باب فَتَحَ ماضی مطلق منفی واحد مذکر غائب ھُوَ اس میں مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع ذہنی ہے شَیْءٌ بمعنیٰ کسی بھی چیز نے منع نہیں کیا۔ اَلنَّاسَ اسم مفرد لفظی معرفہ جامد جنسی ہے مراد ہے تمام کافر لوگ ہر قسم کے انسان کے لیے بولا جاتا ہے بچہ ہو یا جوان یا بوڑھا، عاقل بالغ دیوانہ عورت مرد یہاں مراد بالغ انسان ہیں ذی عقل آدمی۔ بحالتِ فتحہ ہے کیونکہ مفعول بہ ہے مَنَعَ کا یہ فعل متعدی بدو مفعول ہوتا ہے مَنْعٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ روکنا ہٹانا۔ اَنْ ناصبہ مصدریہ ہے۔ يُّؤْمِنُوْا فعل مضارع باب افعال سے بحالتِ فتحہ ہے اَنْ کی وجہ سے اس لیے آخر سے نون اعرابی گر گئی دراصل تھا يُؤْمِنُوْنَ آخر کا الف تفخیم کے لیے لگایا جاتا ہے۔ اس میں ھُمْ ضمیر جمع غائب مستتر ہے اس کا فاعل ہے مرجع کفارِ مکہ یعنی اَلنَّاسَ مصدر ہے اِیْمَان بمعنیٰ اسلام قبول کرنا یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ مفعول بہ دوم ہوا مَا مَنَعَ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اِذْ حرفِ شرط بعض نے کہا اِذْ ظرفیت کے لیے ہے لہٰذا اگر یہ ظرفیہ ہے تو مَا مَنَعَ کا جملہ ابھی مکمل نہیں یہ اگلی عبارت اس کا ظرف ہو گی۔ اور اگر اِذْ شرطیہ ہے تو وہ جملہ جزا مقدم ہوا جَآءَ فعل ماضی مطلق باب ضَرَبَ سے مَجِیْءٌ سے مشتق ہے ھُمْ ضمیر کا مرجع اَلنَّاس ہے۔ بحالتِ نصب ہے یا اس لیے کہ مفعول معہٗ ہے یعنی اُن کے ساتھ آئے یا اس لیے مفعول لہٗ ہے بمعنیٰ انکے لیے یا ظرف ہے بمعنیٰ ان کے پاس بعض نے کہا یہاں عِنْدَھُمْ تھا بمعنیٰ ان کے پاس اَلْھُدٰى۔ اسم معرفہ مصدر قیاسی ہے بمعنیٰ راستہ ملنا۔ منزل پانا۔ توفیق ملنا۔ یہاں اسم جامد ہے بمعنیٰ ہدایت مراد ہے ذاتِ پاک صَلَّی اللّٰہُ علیہ وآلہٖ وسلم مبنی ہے۔ یا اسم مقصور ہے بحالتِ رفع ہے تقدیری اعراب فاعل ہے جَآءَ کا دہ جملہ فعلیہ انشائیہ یا خبریہ ہو کر شرط مؤخر ہے یا ظرف ہے۔ زیادہ صحیح ظرفیت ہے اِلَّا حرفِ استثنا مفرغ کیونکہ اس کا مستثنیٰ مِنْہُ شَیْءٌ ظاہر موجود نہیں ہے۔ اس لیے مفرغ ہے۔ یہ اَنْ ناصبہ نہیں بلکہ مخففہ ہے دراصل ہے اَنَّہٗ بعض نے کہا یہ اَنْ ناصبہ ہے اور ترجمہ جنے یہ کہ۔ قَالُوْا فعل ماضی جمع غائب ھُمْ پوشیدہ فاعل مرجع ہے اَلنَّاس یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر قول ہوا۔ اَ ہمزہ سوالِ انکاری کے لیے بمعنیٰ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بَعَثَ فعل ماضی

مطلق مثبت باب فَتَحَ سے بَعْثٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بہت اہم کام کے لیے کسی کو کہیں بھیجنا۔ اللہ اسم مفرد مرفوع ہے فاعل ہے بَعَثَ کا۔ بَشَرًا۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ ظاہری اور کھلی کھال والا بغیر بال والی کھال یہ انسان اور آدمی کا خصوصی اور صفاتی نام ہے کوئی جانور اس طرح کھلی اور ظاہر کھال والا نہیں ہوتا بجز انسان بھیس بھی ابتداءً بالوں سے ڈھکی ہوتی ہے۔ منصوب ہے مفعول بہ اول ہے بَعَثَ کا۔ یہ بَشْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ خوشی والا۔ اس لیے کہ صرف آدمی کی کھال پر ہی خوشی غمی اور خوف کا اثر آتا ہے۔ یہ دونوں صرف انسان کی خصوصی صفات ہیں اس لیے صرف اس کو ہی بشر کہا جاسکتا ہے۔ رَسُوْلًا بروزن فَعُول اسم مفرد صفت مشبہ بمعنیٰ قاصد پیغام لانے والا۔ شریعت میں وہ مرد انسان جس کو رب تعالیٰ نے اپنی صفات کا مظہر بنا کر اپنے قانون کی کلی اختیار کے ساتھ نافذ کرنے کے لیے پوری قوتیں طاقتیں اختیار معجزات اور کتاب یا شریعت دے کر زمین پر بھیجا ہو یہ مفعول بہ دوم ہے بَعَثَ کا بعض نے کہا یہ دونوں بَشَرًا رَّسُوْلًا حال ذوالحال ہیں۔ بعض نے کہا موصوف صفت ہیں۔ بعض نے کہا بدل الکل اور مُبدَل منہ ہے مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے بَعَثَ فعل فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ہوا۔ قول مقولہ مل کر مستثنیٰ ہوا شیٔ پوشیدہ کا پھر نافیہ سب سے مل کر جملہ فعلیہ مکمل ہوا۔ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۔ قُلْ فعل بافاعل قول ہوا اس میں امر خطابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ لَوْ حرف شرط بیان ماضی کے لیے كَانَ تامہ فِی جارہ ظرفیہ مکانیہ اَلْاَرْضِ اسم مفرد معرفہ بمعنیٰ زمین یہ جار مجرور مل کر متعلق تقدیمی ہے مَلٰٓئِكَةٌ فاعل ہے كَانَ تامہ کا متعلق کی تقدیم عَلَی الْفَاعِل سے حصر تاکیدی کا فائدہ ہوا یہ موصوف ہے یَمْشُوْنَ باب ضَرَبَ کا مضارع بمعنیٰ ماضی تمنائی شرطی نہ کہ حقیقی مَشْیٌ ناقص یائی سے بنا ہے ترجمہ ہے چلنا صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر جمع غائب پوشیدہ فاعل ہے اس کا مرجع ملائکہ مُطْمَئِنِّيْنَ باب افعال یا اِفْعِيْلَال کا اسم فاعل جمع مذکر اس کا مصدر ہے اطمینان اِطْمِئْنَانٌ یا اِطْمِيْنَانٌ طَمْنٌ سے بنا ہے بمعنیٰ قلبی سکون چین پانا اپنے ہر حال میں مگن رہنا محفوظ ہونا۔ خود کو محفوظ کرنا۔ خود کو محفوظ سمجھنا عام زندگی گزارنا۔ یہاں یہ آخری معنیٰ مراد ہیں بحالت فتحہ یَمْشُوْنَ کے فاعل ھُمْ مستتر کا یہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر صفت ہوئی مَلٰٓئِكَةٌ کی یہ مرکب توصیفی كَانَ کا فاعل یہ سب مل کر جملہ فعلیہ تامہ انشائیہ ہو کر شرط ہوئی۔ لام کے جزائیہ نَزَّلْنَا باب تفعیل کا ماضی مطلق معروف جمع متکلم نَحْنُ مستتر ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ یہ فاعل ہے۔ عَلٰی جارہ بمعنیٰ فِیْ ظرفیہ مکانیہ یا بمعنیٰ عِنْدَ ظرفیہ مکانیہ ھِمْ ضمیر مجرور متصل مرجع مَلٰٓئِكَةٌ ہے مِنْ جارہ ابتدا کے لیے مکانیہ بمعنیٰ طرف سے الف لام عہد خارجی سماء اسم جامد واحد ہے مراد دنیا کا یہ پہلا آسمان یہ جار مجرور متعلق ہے دوم نَزَّلْنَا کا مَلَكًا اسم جامد واحد ہے اس کی جمع ہے مَلٰٓئِكَةٌ یہ مفعول بہ اول ہے۔ رَسُوْلًا۔ بروزن فَعُول اسم مشتق مبالغہ ہے اسم مفعول کے معنیٰ میں ہے یعنی بھیجا ہوا رسول بنایا ہوا یہ مفعول بہ دوم ہے۔

نُّنَزِّلَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہوئی شرط و جزا مقولہ ہوا۔ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔

اے نبوت کا دعوی کرنے والے ہمارا ساتواں مطالبہ یہ ہے کہ یا ہو جائے بن جائے تمہارے لیے ایک بہت خوب صورت آراستہ پیراستہ ہر طرح سے سجا سجایا سونے سے بنا ہوا گھر محل نما مکان بادشاہوں جیسی رہائش گاہ عیش و آرام والا دولت خانہ۔ اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا تو پھر ہمارا آٹھواں مطالبہ یہ ہے کہ یا تم اپنے جادو منتر کے زور اور بل بوتے پر آسمانوں میں ہمارے سامنے پڑھو اگرچہ تم نے ابھی چند دن پہلے اپنی معراج کا ذکر کیا مگر ہم اس کو نہیں مانتے ہمارے سامنے پڑھو۔ پھر کچھ سوچ کر عبداللہ بن ابو امیہ نے کہا کہ اگر تم آسمانوں پر چڑھ بھی گئے جیسا کہ تمہاری سابقہ گفتگو اور معراج کے دعوے سے اندازہ ہوتا ہے مگر ہم پھر بھی ایمان تم پر نہیں لائیں گے اور تمہارے اس چڑھنے کو جادو کا کھیل ہی سمجھیں گے منتر جنتر تنتر کا گمان اور شعبدہ ہی سمجھیں گے۔ یہاں تک کہ وہاں سے اپنے اللہ کے پاس سے ہم سب موجودہ سرداران مکہ پر ہر ایک کے نام بنام لکھی ہوئی تحریر یہ کتاب کی شکل کا مضمون اتار کر لاؤ جس پر ہم میں سے ہر ایک کا نام فلاں بن فلاں کر کے لکھا ہو اور اس میں آپ کی تصدیق لکھی ہو کہ یہ ہمارا نبی ہے اور ہمارا دسواں مطالبہ یہ ہے کہ وہ کتاب ہم پڑھ بھی سکیں آسان زبان میں لکھی ہو۔ ہم کو کسی سے ترجمہ کرانے کی حاجت نہ پڑے۔ کفار مکہ اس قسم کے مطالبے کئی دفعہ کر چکے تھے اور آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کئی دفعہ ہر طرح سمجھا چکے تھے کہ اے کم عقلو تم ایسے فضول اور لایعنی مطالبے نہ کرو اور اپنے ایمان کو اس طرح بے ہودہ بے معنی لغو مطالبات پر معلق مت کرو۔ تم جو مطالبے اپنے نئے نئے لفظوں میں کر رہے ہو اگر ذرا حق فہمی سے غور کرو تو وہ تقریباً سب چیزیں معجزات کی شکل میں تم دیکھ چکے ہو۔ تم نے دنیا کے فانی باغ مانگے حالانکہ میں تم کو آخرت کے ابدی باغات کی بشارت دے چکا ہوں تم نے مکے کے پہاڑوں سے چشمے جاری ہونے کا مطالبہ کیا مگر تم میرے ہاتھ کی انگلیوں سے چشمے جاری ہوتے دیکھ چکے ہو۔ تم نے کہا آسمان ٹکڑے ہو جائے مگر تم نے تو میرے معجزے سے چاند ٹکڑے ہوتا دیکھا ہے تم نے کہا کہ فرشتے آکر میری تصدیق اور نبوت کی گواہی دیں مگر تم تو کنکروں پتھروں کھجوروں کی گٹھلیوں سے میرے کلمے سن چکے ہو۔ تم نے کہا کہ آسمان پر چڑھ جاؤ مگر میری معراج آسمانی ولا مکانی کی گواہی تو بیت المقدس کے در و دیوار دے چکے ہیں۔ تم نے کہا کہ ہمارے پاس کتاب لے کر آؤ مگر میں تو ایسی کتاب لے کر آیا جو اللہ تعالیٰ کا ابدی ازلی قدیمی کلام ہے اور تا ابد میرا معجزہ ہے۔ تم نے کہا وہ ہم پڑھ سکتے ہوں۔ اے کم عقلو میری لائی ہوئی کتاب تو وہ ہے جس کا نام ہی قرآن ہے تم ہی کیا تا قیامت ہر ملک ہر جن و بشر عربی و

بھی عرش و فرش پر اس کی تلاوت و قرأت سے مزین و منور و معطر ہوتے رہیں گے۔ اس کے باوجود لوٹ پھر کر وہی مطالبے مخلصانہ روش نہیں بلکہ احمقانہ سازش ہے یہاں رب تعالیٰ نے اِن کے اِن ہی مطالبوں کا ذکر فرما کر ایک تسلی بخش مکمل جواب آخری کا ذکر فرمایا کہ اے محبوب نبی ان کفار سے فرما دیجئے میرا رب تعالیٰ پاک ہے قادر و قیوم ہے تمہارے یہ سارے مطالبے آنِ واحد میں پورے کر سکتا ہے تم نے کہا وہ ہمارے سامنے آئے اے کور چشموں وہ اللہ تو تمہاری شہ رگ سے زیادہ قریب ہے وہ آنے جانے سے پاک و سُبحان ہے۔ تمہاری باقی خواہشیں مطالبے مجھ سے کیوں ہیں۔ یہ کام تو خالق مالک معبود ہی کر سکتا ہے میں نے کب کہا ہے کہ میں معبود ہوں میں نے کب دعویٰ کیا ہے کہ میں قادرِ مطلق ہوں کسی کے کانوں نے اس چالیس سالہ مکی زندگی میں میرا یہ دعویٰ سنا کہ کائنات کی زمین و آسمان کا مؤثرِ حقیقی اور قوتِ ذاتی کا مالک ہوں۔ میرا تو شروع دن سے یہی کہنا ہے کہ ھَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا میں صرف ایک بشر ہوں میری صفت بشریت ہے اور تمام کائنات جن و بشر کے لیے ہدایت کا رسول ہوں تمہاری عقلوں پر تعجب ہے کہ جو مطالبے تم کو اپنے خود ساختہ معبودوں سے کرنے چاہیئے وہ مجھ سے کرتے ہو۔ اپنے پیروں سے مسل مسل کر مٹی گوندھتے ہو ہاتھوں سے بت بنا کر آگ میں پکا کر خود ہی اس کو معبود بنا کر پوجنے لگ جاتے ہو۔ ان سے کوئی مطالبہ نہیں ان کو معبود سمجھنے پر کوئی شرط نہیں۔ اور نبی کی نبوت ماننے کے لیئے ایسے سخت اور بے ہودہ مطالبے حالانکہ تمہارے یہ جھوٹے معبود تو اپنے منہ سے مکھی نہیں اڑا سکتے جبکہ میں نے چاند توڑ دیئے سورج موڑ دیئے تمہارے یہ بت تو کسی کو قطرہ نہیں دے سکتے۔ مگر میں نے بادل برسا دیئے یہ مطالبے نبوت کی صداقت کی دلیل نہیں۔ نبوت کی صداقت دیکھنی ہے تو میرے پیغام میں دیکھو۔ میری سچائی میری انسانی صفات و اخلاق و عادات و کردار سے معلوم کرو۔ کفر کی ہمیشہ سے یہ بدخصلتی اور گندذہنی رہی کہ اس نے نبوت میں معبودیت کو تلاش کیا اور نبی سے معبودیت کے مطالبے کئے اور ہمیشہ محبت و عداوت دونوں ہی حال میں نبوت اور بشریت کو جدا سمجھا یہ اپنی جگہ درست ہے کہ نبی کو بشر کہہ کر پکارنا یا عام بشر کا درجہ دینا گستاخی اور حرام ہے مگر اس سے یہ کب لازم آیا کہ نبی کی انسانیتِ کاملہ کا ہی انکار کر دیا جائے کفر کی اسی بدعقیدگی کی وجہ سے

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا۔
قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا۔

اور اے نبی مکرم کافر لوگوں کو ایمان لانے سے حق کو قبول کرنے سے سچائی اور صداقت پاکیزگی کے راستے پر چلنے سے توحیدِ الٰہی کے ماننے سے صرف اسی بات نے روکے رکھا کہ ان کی نادانی نے دل و زبان سے ہمیشہ یہی کہا کہ کیا اللہ نے ایک انسانی بشر کو اپنا رسول بنا کر مبعوث کر دیا اب بھی یہی کہتے ہیں جبکہ اُن کے پاس محمد رسول اللہ

جیسی ہدایت آخری آگئی اور قرآن پاک جیسی کتاب پہنچ گئی۔ کفار کو بشر کے نبی ہونے پر حیرانی اور تعجب ہے مگر لکڑی پتھر کو خدا اور خالق مالک معبود بنانے پر تعجب نہیں۔ یہی وہ بدعقیدگی ہے جس نے انسان کو محبت میں بھی اندھا کر دیا اور عداوت میں بھی کہ اکثریت کفر نے تو انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو مانا ہی نہیں اور اگر مانا بھی تو ابن اللہ کہہ کر یا میرا اللہ یا اللہ کی جز کہہ کر اور کفارِ زمانہ آج تک یہی سمجھتے چلے آرہے ہیں کہ معبودیت تو پیپل اور گائے بندر میں بھی حلول کرگئی ہے مگر نبوت صرف کسی فرشتے کو ہی مل سکتی ہے اے پیارے آخری نبی تم فرماؤ کہ نبی کے آنے کا مقصد اس چیز کا تقاضا کرتا ہے کہ انبیاءِ کرام تو اپنی جنس اپنی اصل و نسل اور اپنی قوم میں ہی تشریف لائیں اس لیے کہ دنیا میں انسانی خرابیوں اخلاقی بے ہودگیوں زندگی کی ظاہر باطنی بدتہذیبیوں کو دور کرنے کے لیے انبیاءِ کرام کو بھیجا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے رسول کا کام صرف پیغامِ الٰہی پہنچانا ہی نہیں نبی صرف قاصد اور ایلچی نہیں ہوتا بلکہ وہ مختارِ کل بادشاہ ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی عملی قومی زندگی کا نمونہ اقوامِ عالم کے سامنے پیش کرکے پوری انسانیت کو سنوارنا ہوتا ہے۔ انبیاءِ کرام اپنی جنسی قوم کے لیے نمونۂ الٰہیہ ہوتے ہیں انسانی ضروریات کو ایک انسان ہی سمجھ سکتا ہے انسان ہی جان سکتا ہے کہ دن رات عبادت و ریاضت۔ تجارت و سخاوت۔ تہذیب و تمدن گھر بلو۔ آل اولاد خاندان برادری کے سچے اقوالِ شرعی قوانینِ الٰہی فرامین کیا ہیں۔ اس کو عملی طور پر قوم کے سامنے کس طرح پیش کرنا ہے عمل و عادات کا یہ اسوۂ حسنہ کوئی فرشتہ یا جن یا کوئی بھی مخلوق ہرگز پیش نہیں کرسکتی۔ شریعت طریقت حقیقت معرفت محبت والفت۔ نرمی و لطافت انس و پیار اخلاقِ حمیدہ خصائلِ شریفہ کے خزانے اور معاشرے کی پوری سمجھ بوجھ تو انسان کے قلبِ نبوت میں ہی جمع ہوسکتے ہیں۔ پوری کائناتِ انسانیت کے لازمی تقاضوں کو صرف نبی انسان اور بشر رسول ہی سمجھ سکتا ہے وہی کاملِ زندگی کے ساتھ پوری قوم کی اصلاح کا بوجھ اٹھا سکتا ہے۔ یہ ذمہ داری نہ فرشتہ پوری کرسکے نہ کوئی جنات۔ ہاں اگر زمین پہ فرشتے رہتے بستے ہوتے اور ان کا اطمینان سے چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا اور پوری زندگی گزارنا صرف زمین پر ہوتا۔ آسمانوں پہ نہ جاسکتے تو ہم البتہ ان پر آسمان سے کسی فرشتے کو ہی رسول بنا کر نازل فرما دیتے جو ان میں اسی طرح مستقل طور پہ رہائش رکھتا۔ مگر وہ صرف فرشتوں کا ہی ہادی ہوتا۔ کسی دوسری مخلوق کو ہدایت بالکل نہ دے سکتا۔ یہ تو ہمارے انسانی انبیاءِ عظام کی شان ہے کہ وہ عرشیوں فرشیوں جنات و ملائکہ کے ہادی و رسول بننے کی ہمت و طاقت رکھتے ہیں جو امانتِ الٰہیہ کائناتِ ارض و فلک میں کوئی نہ اٹھا سکا وہ ان انسانوں نے اٹھائی اور پھر ذاتِ مصطفیٰ تو سب سے ہی اعلیٰ و ارفع ہے وہ اللہ کی ہدایت کاملہ اور ساری مخلوق کے ابدی نبی ہیں۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ۔ انبیاء کرام اللہ کے نور بھی ہیں بشر بھی انسان بھی آدمی بھی پوری اور ہر طرح کی کاملیت ان میں موجود ہوتی ہے اسلئے یہ حضرات مقدسات

تمام کائنات کے نبی اور ہادی ہو سکتے ہیں اور تمام جنات فرشتوں اور انسانوں کی ضروریات پوری کر سکتے ہیں۔ لیکن کوئی فرشتہ یا جن انسانوں کا نبی اور ہادی نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ انبیاء کرام امت کو زندگی کے ہر شعبے میں ہر لحاظ سے سنوارنے آتے ہیں اور انسانی زندگی کے اتنے موڑ اور اتنے پہلو اور لوازمات ہیں جن کو فرشتے یا جنات درست نہیں کر سکتے۔ نہ قولاً نہ عملاً۔ اسی لیے نبی کا انسان ہونا شرط ہے۔ یہ فائدہ اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت فرمانے اور قُلْ لَّوْ كَانَ کے ارشاد باری تعالیٰ سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس کوئی ذاتی طاقت وقوت واختیار نہیں ہے۔ لیکن انبیاء کرام کے پاس عطائی اعتبار سے قوت وطاقت واختیار بے حد و بے مثال ہے یہ فائدہ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ کیونکہ بَشَرًا کہنے سے ذاتی کمالات وقدرتوں کا انکار مقصود ہے اور رَسُوْلًا کہنے سے عطائی قدرتوں طاقتوں اور اختیارات کا اظہار مقصود ہے یعنی تم عوام لوگ فقط بشر ہو اس لیے تمہارے پاس ان معجزات کی نہ ذاتی طاقت ہے نہ عطائی لیکن میں چونکہ اللہ تعالیٰ کا رسول بھی ہوں اس لیے عطائی قوتوں طاقتوں کا مالک ہوں۔ مگر عطا کرنے والے خالق تعالیٰ کی مرضی واجازت کے بغیر تمہارا کوئی مطالبہ پورا نہیں کر سکتا ہاں اگر اس کی اجازت ہوگی تو میں تمہارے مطالبے پورے کر سکتا ہوں اگر صالح علیہ السلام پہاڑ سے اونٹنی نکال سکتے ہیں تو میں پہاڑوں کو ہٹا سکتا ہوں اگر موسیٰ علیہ السلام لاٹھی مار کر ایک چھوٹے پتھر کی چٹان سے بارہ چشمے نکال سکتے ہیں تو میں ان پہاڑوں سے نہریں جاری کر سکتا ہوں یہ کوئی ایسا مشکل کام نہیں جس کے آگے اور جس کے لیے نبوت ورسالت عاجز ہو جائے۔ تیسرا فائدہ چونکہ دنیا میں دو قسم کے انسان بستے ہیں اس لیے باری تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام کو دو قسم کی شانیں عطا فرمائیں کچھ انسان کافر ہیں۔ اور کچھ انسان مومن ہیں جس نے انبیاء کرام کی بشریت کو دیکھا وہ کافر ہوا لیکن جس نے انبیاء کرام علیہم السلام کی رسالت کو دیکھا وہ مومن ہو گیا یہ فائدہ بھی بَشَرًا رَّسُوْلًا فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیت پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ دنیوی زندگی تعلیم نبوت اور دین اسلام۔ شریعت قرآن کے خلاف گزارنا حرام ہے یہ مسئلہ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ فرمایا گیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام زمین پر عملی اور قولی تبلیغ سے انسانی زندگی سنوارنے کے لیے آتے ہیں اگر زمین پر فرشتے رہائشی ہوتے تو انبیاء بھی فرشتے ہی ہوتے۔ ثابت ہوا کہ نبوت کے خلاف زندگی شیطانی ہے۔ دوسرا مسئلہ۔ مسلمان مرد یا عورت کو سونے چاندی کی کسی برتنے والی چیز کا استعمال کرنا قطعاً حرام ہے عورت کو صرف سونے چاندی کا زیور جائز ہے اور مرد کو صرف چار ماشے چاندی کی ایک نگینے والی انگوٹھی جائز ہے۔ اس کے علاوہ لوٹا گلاس ہر قسم کا برتن لباس اور گھر میں سونے کی دیوار غسل خانے۔ اور

بیت الخلاء کے قدمچے وغیرہ گھر کا فرش سب کچھ بنانا بنوانا برتنا ایسے ہی سونے چاندی کے گھروں میں رہنا شریعت میں حرام ہے یہ مسئلہ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ (الخ) فرماتے سے مستنبط ہوا کہ اگر یہ عیاشیاں مسلمانوں کو جائز ہوتیں تو باری تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کو ضرور عطا فرماتا آج کل جو عربی شہزادے برطانیہ وغیرہ ملکوں میں اپنے سونے کے گھر بنواتے ہیں وہ سب حرام کام ہیں۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ اگر فرشتے زمین پر رہتے تو ہم رسول بھی فرشتہ بھیجتے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زمین پر فرشتے نہیں رہتے حالانکہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ زمین پر بہت فرشتے رہتے ہیں۔ ہر آدمی کے ساتھ یا سٹھ فرشتے ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ مدبرات امر ملائکہ کروڑوں کی تعداد میں زمین پر ہی رہتے ہیں۔ تو یہ مطابقت کیونکر ہو۔ جواب۔ رہنے سے مراد مطمئنین ہو کر رہنا ہے یعنی گھر بار کو چہ و بازار، بیوی کا بچے بنا کر رہائشی طریقے پر رہنا۔ احادیث میں فرشتوں کی رہائش کا ذکر نہیں صرف آنے جانے اور ساتھ ہونے کا ذکر ہے برائے حفاظت انسان۔ دوسرا اعتراض۔ کفار مکہ نے اپنے مطالبات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئے تھے یا اللہ تعالیٰ سے یعنی کفار کو نبی کریم کی نبوت میں شک تھا یا اللہ کی قدرت و طاقت میں اور اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت میں شک تھا اور یہی درست ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو پھر رب تعالیٰ نے سُبْحَانَ رَبِّي کا اعلان بزبان نبوت کرا کر اپنا ذکر اور اپنی سبوحیت سبحانیت پاکیزگی کا ذکر کیوں فرمایا۔ جواب۔ کفار کو دونوں میں شک اور دونوں کا انکار تھا دونوں کی گستاخی کی تھی کہ کہا تھا اَوْ تَأْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا اسی گستاخی کا جواب سُبْحَانَ رَبِّي سے دیا گیا۔ اس کی مزید وضاحت تفسیر عالمانہ میں دیکھئے۔

تفسیر صوفیانہ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا اے قلب جسمانی اگر ہمارے پہلے مطالبے مقبول نہیں ہو سکتے تو اپنے لیے ہم سب سے دور ایک خلوت خانہ نور و سرور علیحدہ بنالے یا لطائف اسرار کے آسمانوں پر چڑھ جا اور صداقت مکاشفہ کی کتاب تقدیریں لے کر آ تا کہ ہم چشم عقل سے اسے دیکھ کر پڑھ لیں کہہ دے کہ میرا رب درود جسمانی سے پاک ہے میں تو صرف انوار الہامات کا تجلی گاہ اور مرکز تجلیات کا عرش ہوں۔ اسلام رب تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے حق میں کامل ترین و جامع و مانع پیام رحمت ہے انسانیت کی تمام ذہنی عقلی اخلاقی معاشرتی جسمانی روحانی انفرادی اجتماعی فطری جبلی ضرورتوں کا کفیل ہے اور ہر شعبۂ حیات میں ترقی کا ضامن ہے معرفت الٰہیہ کا پہلا سبق یہ عقیدہ ہے کہ دین الٰہی کسی قسم کی ترمیم و تغیر و تخفیف و اضافہ سے پاک ہے۔ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ

اللّٰہُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۔ بد باطن لوگوں کو اس ہدایت کاملہ کے آجانے کے بعد صرف اس شرارت نفسانی نے ایمان لانے سے روکا کہ عشق الٰہی اور مشاہدات جمال اور ذات وحدت الٰہ العٰلمین اپنی تجلیات والہامات اسرار کا مرکز و خزانہ جسم خاکی کو کس طرح بنا سکتا ہے۔ حالانکہ عشق ایک آگ ہے اور آگ کا ٹھکانہ وگہوارہ خاک ہی ہے۔ عشق الٰہی کی آگ عاشقوں کے سینے میں جلتی رہتی ہے۔ اہل ذوق فرماتے ہیں۔ عشق کی آگ ماسوا اللہ کو جلا ڈالتی ہے اور جس نے درگاہ الٰہی پر اپنی جان و آبرو عشق کی بھٹی میں ڈال دی اس کو دنیا و آخرت کی آگ نہیں جلا سکتی۔ تصوف کا دوسرا سبق معرفت تعلیم قرآن وحدیث ہے کیونکہ علم کے انوار مشاہدہ اور ملکہ ومقربین کی خلوت گاہیں یہیں سے مکاشفہ ہوتی ہیں علم لدنی سے وارثین علما پیدا ہوتے ہیں اور علماء ربانیین ہی جانشین نبوت ہیں۔ یہی بندگان اسرار کتاب الٰہی کا رشتہ مضبوط تھامنے والے اور محبوب رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی منزل مقصود ومطلوب کی راہ اختیار کرنے والے ہیں یہی اہل ضمیر طبقہ واحباب اور محفل اسرار کے مستحقین ہیں یہی صوفیا وفقہا کا طبقہ نور ہے ان ہی کے قلوب روشن میں انبیاء کی جلوہ گری ہے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓىٕكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَىٕنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۔ اے محبوب قلوب سلطنۃ عالم قالب کے ناسوتیوں میں اعلان فرما کہ اگر زمین بدنی میں رموز ذاتی و آسمان اسرار کے فرشتے اور مخلوق لطائف کی رہائش ہوتی تو قلب قالب بھی عالم امر کا رسول بنایا جاتا۔ مگر یہاں مادیات میں انسان بستے ہیں ان کے اجسام کثیفہ کو ہی لطیفہ معرفت بنانے کے لیے انبیاء بارگاہ قدس کو مبعوث کیا جاتا ہے۔ نفس امارہ کے کانٹوں کو مٹانے کے لیے نبوت کے سولہ سبق یاد کرتے پڑتے ہیں۔ ۱ نظر الی اللہ ۲ لا مقصود الا ہو ۳ ماسوا اللہ سے کوئی واسطہ ورابطہ نہ رکھے ۴ قناعت کا پیشہ اختیار کرے ۵ قلیل کو کثیر پر ترجیح دے۔ ۶ دنیوی ساز و سامان صرف ضرورت کا رکھے ۷ تونگری کی چاہت نہ ہو تنگدستی میں خوش باش رہے ۸ سیری سے نفرت بھوک سے رغبت ہو ۹ افراط زر سے بے رغبتی قلت مال سے محبت ہو ۱۰ رفعت وعزت سے دور عجز وانکسار سے قریب رہے ۱۱ صرف اللہ اور اس کے دوستوں سے حسن ظن رکھے ۱۲ تمام اسباب خلائق سے قطع تعلق کرے ۱۳ مخالفت نفس کے مجاہدے میں مشغول رہے کیونکہ قرآن مجید میں نفس کو امارہ اور حدیث میں نفس کو دشمن کہا گیا ہے ۱۴ قضاء الٰہی پر راضی رہے ۱۵ بلاء الٰہی پر صابر رہے ۱۶ عبادت میں خلوص نیت سے پیش قدمی کرے۔

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ

فرمادیجئے کافی ہے مدد اللہ کی گواہی کے لیے میرے درمیان اور تمہارے درمیان بیشک وہ

تم فرماؤ اللہ بس ہے گواہ میرے تمہارے درمیان بے شک وہ

كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ

ہے اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا اور دیکھنے والا۔ اور وہ شخص جس کو

اپنے بندوں کو جانتا دیکھتا ہے اور جسے اللہ راہ دے

اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ

اللہ ہدایت دے تو وہی ہدایت والا ہے اور جس کو وہ گمراہ کردے تو ہرگز تم نہیں

وہی راہ پر ہے اور جسے گمراہ کرے تو ان کے لیے اس کے مقابل کوئی

لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَنَحْشُرُهُمْ

پاؤگے ان کے لیے مدد کرنے والے اس کے مقابل اور محشر میں لائیں گے ہم

حمایت والے نہ پاؤ گے اور ہم انہیں قیامت کے دن

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا

ان کو قیامت کے دن ان کے چہروں کے بل اندھا اور گونگا

ان کے منہ کے بل اٹھائیں گے اندھے اور گونگے اور

وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ

اور بہرا کرکے ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جب کبھی بجھنے لگے گی

بہرے ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جب کبھی بجھنے پر آئے گی

زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ

زیادہ کر دیں گے ہم اُن کفار کے لیے شعلوں کو ۔ وہ جہنم ان کا بدلہ ہے اس وجہ سے کہ

ہم اسے اور بھڑکا دیں گے ۔ یہ ان کی سزا ہے اس پر کہ انہوں نے

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا

کفر کیا انہوں نے ہماری آیتوں کا اور کہا انہوں نے کہ کیا جب ہو جائیں گے ہم ہڈیاں

ہماری آیتوں سے انکار کیا اور بولے کیا جب ہم ہڈیاں

وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾

اور ریزہ ریزہ تو کیا واقعی ہم البتہ اٹھائے جائیں گے نئی پیدائش میں

اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا سچ مچ ہم نئے بن کر اٹھائے جائیں گے

تعلق ان آیت کریمہ کا پچھلی آیت کریمہ سے چند طرح تعلق ہے ۔ پہلا تعلق ۔ پچھلی آیت میں کفارِ مکہ کی بہت سی لغویات بے ہودہ مطالبات کا ذکر ہوا آقائے دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر طرح سمجھانے تبلیغ فرمانے کا تذکرہ ہوا لیکن کفار نے نہ مانا اِن آیتِ پاک میں کفارِ مکہ کے ایمان نہ لانے سے رنجیدہ ہونے والے پیارے حبیب کی دلجوئی و تسلی تشفی کرتے ہوئے فرمایا جارہا ہے کہ یہ گستاخ آپ کی نبوت طاقت اختیار معجزات نور ہونے اور علم غیوب کو نہیں مانتے تو نہ مانیں آپ کو سب طاقتیں دینے والا آپ کا رب تعالیٰ کافی ہے وہ ہر وقت آپ کے پاس ہے ۔ دوسرا تعلق ۔ پچھلی آیت میں کفار کی ان گستاخانہ باتوں کا ذکر ہوا جو وہ انبیاءِ کرام کو محض بشر سمجھ کر کہتے رہتے تھے ۔ اب اِن آیت پاک میں ان کی اس گستاخی کی سزاءِ اخروی کا تذکرہ ہے کہ وہ دنیا میں اپنی آنکھوں، کانوں اور زبانوں سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو صرف بشر ہی دیکھتے سمجھتے سنتے اور کہتے رہے لہٰذا قیامت میں ان کی یہ تینوں نعمتیں مٹادی جائیں گی ۔ تیسرا تعلق ۔ پچھلی آیت مطہرات میں کفار کے پاس بار بار ہدایت کے تشریف لانے اور کفار کے بار بار انکار ونفرت وضد بازی کا ذکر ہوا اب ان آیت میں اس کی سزاءِ اخروی کا ذکر ہے کہ جہنم کی آگ ان پر بار بار بھڑکائی جائے گی ۔

تفسیر نحوی قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۢ بَصِيْرًا ۔ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ

وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۔ قُلْ فعل امر قَوْلٌ سے بنا ہے قول کے تین معنی ہوتے ہیں ۱۔ بولنا ۲۔ کہنا ۳۔ بتانا ۔ پہلے دو لازم ہیں آخری معنی متعدی ہے۔ اَنْتَ پوشیدہ فاعل یہ فعل با فاعل قول ہوا۔ کَفٰی ماضی مطلق کَفْیٌ سے بنا ہے ۔ باب ضَرَبَ سے بِ جارہ بمعنی اِلٰی یعنی طرف سے اَللّٰہُ اسم مفرد جامد عَلَم ذاتی ہے خالق تعالیٰ کا تمیز ہے شَہِیْدًا صفت مشبہ شُہُوْدٌ سے بنا ہے یعنی حاضر ہونا گواہ ہونا ہر طرح مشاہدہ و ملاحظہ کرنا ممیز ہے تمیز ممیز مل کر مجرور متعلق ہے کَفٰی کا دوسری ترکیب میں بِ جارہ زائدہ فاعل پر داخل ہوئی لغو ہے معنی میں مذکر عمل میں فاعل کے درجہ میں متعلق ہے کَفٰی کا فاعل ہُوَ پوشیدہ ہے اس کا مرجع ذہنی ہے عَوْنٌ یا مدد یہ پہلی ترکیب ہی درست ہے بَیْنَ اسم ظرف مکانی معرب ہوتا ہے یاء متکلم مضاف الیہ یہ مرکب اضافی معطوف علیہ ہے بَیْنَکُمْ مرکب اضافی معطوف ہے سب عطف مل کر کَفٰی کا ظرف ہے کَفٰی جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ اول ہوا ۔ یا اگلی پوری عبارت علیحدہ جملہ ہے ۔ اِنَّ حرف تحقیق ہٗ ضمیر اس کا اسم منصوب متصل ہے مرجع اللہ تعالیٰ کَانَ ماضی مطلق ناقصہ بِ جارہ تعدیہ کا عِبَادِ جمع مکسر ہے عَبْدٌ کی یعنی مخلوق مضاف ہے ہٖ ضمیر مضاف الیہ مجرور متصل مرجع ہے اللہ تعالیٰ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے کَانَ کا خَبِیْرًا صفت مشبہ خُبْرٌ سے بنا ہے یعنی جاننا پہچاننا ترجمہ ہے ہر چیز کی ہر حالت کا ہر وقت پتہ رکھنا بحالت نصب خبر اول ہے کَانَ کی بَصِیْرًا صفت مشبہ بَصْرٌ سے بنا ہے اسی سے ہے بصیرت ۔ ترجمہ ہے ہر چیز کو ہر وقت ہر حالت میں ظاہر و باطن او حقیقت سے د... ہر حال کی خبر رکھنا بحالت نصب ہے خبر دوم ہے یا یہ موصوف صفت ہو کر ایک ہی خبر ہے یہ دونوں مبالغہ کی بنا پر صفات خصوصیہ میں سے ہیں ۔ اس معنی میں کوئی بندہ خبیر بصیر نہیں ہو سکتا کَانَ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی وہ جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ دوم ۔ واؤ یہ جملہ یا عاطفہ ۔ پہلی صورت میں یہ علیحدہ جملہ ہے اور عطف کی صورت میں یہ عطف ہے کَفٰی پر یا اِنَّہٗ پر ۔ مَنْ موصولہ شرطیہ مراد ہے عِبَاد مَنْ اسم لفظاً تو واحد ہے مگر کبھی استعمال جمع عمومی کے لیے ہو جاتا ہے جیسے یہاں یَہْدِیْ باب ضَرَبَ کا مضارع مثبت معروف بحالت جزم ہے مَنْ شرطیہ کی وجہ سے اَللّٰہُ اس کا فاعل ہے یہ اصل میں تھا یَہْدِیْ آخر سے یٰ لام کلمہ جزم کی وجہ سے گر گیا یَہْدِ رہ گیا ۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی ۔ فَ جزائیہ ہُوَ ضمیر مرفوع منفصل مرجع ہے مَنْ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْ مُہْتَدِیْ باب افتعال کا اسم فاعل واحد مذکر اس کا مصدر ہے اِہْتِدَاءٌ ھَدْیٌ سے بنا ہے آخر سے لام کلمہ یٰ گر گیا کیونکہ جزا ہے ۔ یہ قانون ہے کہ اگر شرط مجزوم تو جزا مجزوم ہوتی ہے ۔ بحالت رفع ہے خبر ہُوَ مبتدا ہے اسم فاعل ہُوَ ضمیر فاعل سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہوئی مبتدا خبر جملہ اسمیہ ہو گیا اور وہ جزا ہے مَنْ یَہْدِ کی دونوں مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا ۔ واؤ عاطفہ مَنْ موصولہ یُضْلِلْ باب افعال کا مضارع مجزوم بوجہ مَنْ شرطیہ مصدر ہے اِضْلَالٌ یعنی گمراہ کرنا کھلا چھوڑ دینا ۔ توفیق نہ ملنا ہدایت کا مقابل ضَلٰلٌ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے ہُوَ ضمیر پوشیدہ فاعل ہے مرجع اللہ تعالیٰ یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی فَ جزائیہ لَنْ تَجِدَ باب ضرب کا مضارع مستقبل نفی تاکید بلَنْ واحد مذکر حاضر ۔ اَنْتَ

مستتر فاعل ہے مرجع عام انسان یا ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لام جارہ نفع کا ھُمْ ضمیر جمع غائب مرجع کفارِ
مکہ یا عام کفار تا قیامت یہ جار مجرور متعلق ہے لَنْ تَجِدَ کا وَجْدٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پانا حاصل کرنا۔ اَوْلِیَاءُ جمع مکسر ہے وَلِیٌّ
کی اسم جامد ہے چار معنیٰ میں مشترک ہے ۱ مددگار یہاں اسی معنیٰ میں ۲ وارث ۳ ناظم منتظم ۴ محافظ۔ بحالت
فتحہ ہے کیونکہ مفعول بہ ہے تنوین سے مانع میں دو قول ہیں ۱ غیر منصرف جمع منتہی الجموع ہے ۲ اضافتِ معنوی
باطنی ہے مضاف الیہ پوشیدہ منوی ہے مِنْ جارہ معناً زائدہ ہے دُوْنِ اسم مفرد جامد سات معنیٰ میں مشترک
ہے یہاں بمعنیٰ مقابل ہے ہٖ ضمیر مضاف الیہ مرجع اللہ تعالیٰ یہ مرکب اضافی متعلق دوم ہے لَنْ تَجِدَ کا وہ جملہ فعلیہ خبریہ
ہو کر جزا ہوئی شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو کر عطف ہوا مَنْ یَّهْدِ پر یہ سب عطف مل کر مقولہ سوم ہوا۔ اور پھر سب مل کر جملہ
قولیہ ہو گیا۔ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ
بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا واؤ ابتدائیہ نَحْشُرُ باب نصر کا مضارع مثبت معروف
حَشْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ جمع کرنا سمیٹنا ھُمْ ضمیر جمع مفعول بہ اس کا مرجع ناس ہے یا عام کفار یَوْمَ اسم ظرف زمانی مراد
عام وقت قریب قیامت الف لام عہد خارجی یا ذہنی قیامت اسم حاصل مصدر مراد ہے میدان محشر یا مضاف الیہ
ہے یہ مرکب اضافی مفعول فیہ ہے۔ عَلٰی جارہ اپنے معنیٰ میں ہے یا بمعنیٰ مِنْ جارہ ابتدائیہ یا بمعنیٰ مَعَ پہلا قول زیادہ
مناسب ہے وُجُوْہِ جمع مکسر ہے وَجْہٌ کی بمعنیٰ چہرہ ہِمْ ضمیر جمع غائب مجرور متصل مرجع ہے کفار مضاف الیہ یہ مرکب اضافی
مجرور ہو کر متعلق ہے مَاشِیْنَ پوشیدہ اسم فاعل جمع کا بمعنیٰ چلنے والے یا چلتے ہوئے۔ عُمْیًا اسم مفرد جامد بمعنیٰ اندھا
یا یہ مصدر ہے بمعنیٰ اندھا ہونا واؤ عاطفہ بُکْمًا مصدر ہے بمعنیٰ بہرا ہونا نہ سننا سننے کی قابلیت ہی نہ ہونا واؤ عاطفہ صُمًّا
مصدر ہے بمعنیٰ گونگا ہونا نہ بول سکنا سب عطف مل کر حال ہے مَاشِیْنَ مقدرہ کے فاعل مقدرہ کا وہ اپنے فاعل
متعلق اور حال سے مل کر پھر جملہ اسمیہ ہو کر ھُمْ ضمیر ظاہر کا حال ہوا وہ نَحْشُرُ کا مفعول بہ ہو کر جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ مَاْوٰی اسم ظرف
صیغہ واحد مذکر اُوِیٌّ سے بنا ہے مہموز الفا اور لفیف مقرون۔ ترجمہ ہے پناہ لینا ٹھکانہ بنانا جگہ پکڑنا۔ یہاں ظرفیت
کا معنیٰ ہے ٹھکانا۔ سہارا۔ مضاف ہے ھُمْ ضمیر مضاف الیہ ہے مرجع ہے کفار تا قیامت یہ مرکب اضافی مبتدا ہے
جَهَنَّمُ اسم مفرد جامد عجمی متغیر ہے بمعنیٰ پوری دوزخ (علاقہ) موصوف ہے یا ذوالحال اگلی عبارت کا کُلَّمَا اسم متصلہ مرکبہ
یہ دو لفظ ہیں ۱ کُلّ تاکید یہ اسم ہے ۲ مَا تنکیریہ کُلَّمَا ہمیشہ ظرف زمانی عمومی ہوتا ہے اس لیے دائمی مفتوح ہوتا ہے
اکثر ماضی پر آتا ہے خَبَتْ باب نصر یا ضرب کا ماضی مطلق مؤنث خَبْوٌ ناقص واوی سے بنا ہے بمعنیٰ بجھنا ہلکا پڑنا
کمزور ہونا یہاں پہلے معنیٰ میں ہے کُلَّمَا میں شرطیت کے معنیٰ بھی ہیں اور ظرفیت زمانی کے معنیٰ بھی خَبَتْ کا فاعل
ہِیَ ضمیر مستتر جس کا مرجع جہنم ہے یہ جملہ فعلیہ خبریہ شرط ہوئی زِدْنَاھُمْ باب ضرب کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع متکلم
فاعل متکلم اللہ تعالیٰ زَیْدٌ مادہ۔ متعدی سے بنا ہے بمعنیٰ زیادہ کرنا کبھی لازم بھی ہوتا ہے بمعنیٰ زیادہ ہونا بڑھنا بڑھانا

ھُمْ ضمیر جمع مذکر منصوب متصل مفعول زِدْ ہے زِدْنَا کا مرجع کفار سَعِیْرًا مبالغہ صفت مشبہ سَعْرٌ سے بنا ہے بمعنی بھڑکنا۔ دہکنا۔ لازم ہے سعیر بمعنی مسعور یعنی بھڑکی ہوئی مراد ہے آگ۔ بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے خَبَتْ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر جزاء شرط و جزا مل کر صفت ہے جہنم کی یا حال ہے اس کا وہ خبر مبتدا ہو کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ ذٰلِکَ اسم اشارہ بعیدی اس کا مشار الیہ ماقبل عبارت کا پورا مضمون ہے بحالت رفع مبتدا ہے جَزَاءُ بروزن فَعَالٌ مصدر ثلاثی ہے جامد مصدر بمعنی بدلہ مضاف ہے ھُمْ مضاف الیہ کا مرجع کفار یہ مرکب اضافی سبب ہوا بِ جارہ سببیہ اَنَّ حرف مشبہ ھُمْ ضمیر منصوب متصل اس کا اسم ہے۔ کَفَرُوْا باب نصر کا ماضی مطلق کُفْرٌ سے بنا ہے بمعنی شرک و بت پرستی اور توحید و رسالت کا انکار کرنا بِ جارہ تعدیہ کا اٰیٰتِ جمع مکسر ہے اس کا واحد آیتٌ ہے بمعنی نشانی قدرت مراد قرآن مجید اور معجزات انبیاء کرام مضاف ہے نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے کَفَرُوْا کا جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ قَالُوْا فعل ماضی صیغہ جمع غائب بمعنی کہا انہوں نے ھُمْ پوشیدہ۔ اس کا فاعل فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر قول ہوا۔ اَ ہمزہ سوال انکاری کے لیئے ہے ترجمہ ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اِذَا ظرفیہ شرطیہ کُنَّا فعل ناقص صیغہ جمع متکلم نَحْنُ اس میں مستتر ضمیر متکلم جمع فاعل ہے مرجع منکرین قیامت کفار ہیں عِظَامًا۔ اسم جمع مکسر واحد ہے عَظْمٌ بمعنی ہڈی یا مصدر ہے بروزن عُجَاجٌ یعنی ہڈی ہو جانا۔ یا صیغہ مبالغہ ہے بروزن خِضَابٌ شرابٌ بمعنی نری ہڈی رہ جانا معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ رُفَاتًا۔ عدل ہے رُفَتٌ سے بروزن ثُلَاثًا ثُلُثٌ ثُلُثٌ سے معدولہ ترجمہ ہے تین تین ہونا۔ اسی طرح رُفَتٌ کا ترجمہ ہے ریزہ۔ رُفَاتًا کا ترجمہ ہے ریزہ ریزہ یا یہ مصدر ہے بروزن فُرَاخًا بمعنی راکھ ہونا بوسیدہ بھربھری ہڈی ہونا۔ معطوف ہے سب عطف مل کر کَانَ کی خبر ہے وہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر شرط ہوئی۔ اَ ہمزہ سوال تعجب کے لیے جواب شرط یعنی جزاء شرط ہے۔ اِنَّا۔ دو لفظ ہیں ۱ اِنَّ حرف مشبہ ۲ نَا ضمیر جمع متکلم اسم ہے اِنَّ کا۔ لام کے برائے تاکید اِنَّ تحقیقیہ مَبْعُوْثُوْنَ باب فتح کا اسم مفعول جمع مذکر بَعْثٌ سے مشتق ہے بمعنی اٹھایا جانا یہ ہمیشہ مادہ مصدر متعدی ہوتا ہے۔ خَلْقًا۔ اسم حاصل مصدر بمعنی پیدائش بحالت نصب ہے یا مفعول فیہ مبعوثون کا یہ حال ہے۔ مَبْعُوْثُوْنَ کے نائب فاعل نَحْنُ ضمیر پوشیدہ کا۔ یا یہ مادہ مصدر ہے بمعنی پیدا ہونا یا پیدا کیا جانا۔ مفعول مطلق ہے پوشیدہ خُلِقْنَا ماضی مجہول کا ترجمہ ہے ہم پیدا کیئے جائیں گے پیدا کیا جانا۔ مگر پہلی ترکیب زیادہ آسان ہے یہ موصوف جَدِیْدًا صفت ہے۔ جُدَدٌ سے مشتق ہے بمعنی نیا ہونا یہ مرکب توصیفی حال ہے یا مفعول فیہ مَبْعُوْثُوْنَ کا یہ سب جملہ اسمیہ ہو کر خبر اِنَّ وہ جملہ اسمیہ ہو کر جزاء شرط و جزا مل کر مقولہ ہوا۔ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو کر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ | قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ

وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۔ فرمادیجئے اے محبوب نبی سب جہانوں میں ہر وقت اللہ کی طرف سے مدد و تائید گواہی کے لیے کافی و شافی ووافی ہے میرے درمیان اور تمہارے درمیان اس طرح کہ میری سچی نبوت اور تمہاری احمقانہ تکذیب۔ میرے معجزے اور تمہارا نہ ماننا۔ میری حقانیت اور تمہارا بُطلان میری مکمل تبلیغ اور تمہاری طرف سے ہر بات کی تردید۔ میری نرمی اور تمہاری سختی میری طرف سے محبت کا سلوک اور تمہاری طرف سے گستاخانہ رویہ میری طرف سے دعوت ایمان واسلام اور تمہاری طرف سے نئے نئے فضول مطالبے میری طرف سے پُرخلوص اور ابدی فوائد والی نجات، اور تمہاری طرف سے عذاب کی جلد بازی۔ میرا یہ کہنا ہے کہ کفر و شرک سے زمین میں فساد نہ مچاؤ اور تمہارا یہ کہنا ہے کہ آسمان کو بھی ٹکڑے کر کے گرادو۔ میری طرف سے جنت کے سچے وعدے اور تمہاری طرف سے ایمان لانے کے جھوٹے قول و اقرار۔ تمہارے ان سارے مطالبوں اور اور ان پر ایمان لانے کو موقوف ومشروط کرنے کی ساری حقیقت کو اور خفیہ مشوروں کو آنکھ کے اشاروں دل کے ارادوں کو میرا رب خوب جانتا ہے۔ میرے اور تمہارے درمیان میرا خالق مالک رازق معبود اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کافی گواہ و شاہد اور ہر آن مشاہدہ فرمانے والا ہے بے شک وہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں۔ انبیاء اولیا مومن ومخلص نیک و بد کافر ومشرک۔ خیر خواہ بدخواہ۔ اچھے اور سچے مجھ سے۔ ہر آن ہر گھڑی ہر طرح مکمل خبیر بھی ہے بصیر بھی ہے مجھ کو تمہارے ایمان کی خواہش اور حرص محض انسانی ہمدردی کی بنا پر ضرور ہے مگر مجھ کو حاجت نہیں نہ ہی تمہارے ایمان سے مجھ کو ذاتی فائدہ نہ ہی تمہاری تائید سے میری کوئی خصوصی تصدیق ہو گی مجھ کو تو میرے رب کریم کی تصدیق و تائید ہی کافی ہے اس نے مجھ کو معجزات دیئے مجھ کو اپنا پیارا کلام قرآن مجید عطا فرمایا۔ مجھ کو نبوت رسالت مرسلیت اور محبوبیت سے نوازا اسی نے مجھ کو رحمت عالمین راحت عاشقین مختار کل حاجت روا مشکلکشا بنایا۔ اس نے مجھ کو صحابہ جیسے پُرخلوص جاں نثار غریب ومسکین ساتھی بخشے یہ سب ہدائتیں میرے رب کی ہیں اور جس کو وہ اللہ ہدایت دیتا ہے بس وہی دنیا جہان قبر وحشر کی ہدایت پانے والا ہے۔ تاقیامت دنیا میں جو بھی ہدایت۔ راست بازی اور نجات اُخروی کا طالب بنے گا اس کو رب تعالیٰ ضرور ہدایت دیتا ہے اپنا پیارا بناتا ہے۔ اور جو شخص دنیوی زندگی میں برائیوں۔ بدبختیوں کا خواہش مند ہو کہ صداقت سے نفرت، حماقت سے اُلفت، عزت سے نفرت ذلت سے الفت سچ سے نفرت جھوٹ سے الفت نجات سے نفرت عذاب سے الفت۔ عدل سے نفرت ظلم سے الفت۔ آخرت سے نفرت دنیا سے الفت اسلام سے نفرت کفر سے الفت۔ توحید سے نفرت شرک سے الفت۔ انبیاء کرام علیہم السلام سے نفرت۔ شیطین بدنام سے الفت۔ دیانت سے نفرت۔ بددیانتی سے الفت۔ صلح سے نفرت فسادات سے الفت۔ ہدایت سے نفرت ضلالت وگمراہی سے الفت تو پھر ایسے بدنصیب شخص کو اللہ ہدایت کی طرف مجبور نہیں کرتا بلکہ اس کے لیئے گمراہی کے راستے کھول

دیتا ہے اور گمراہی کی اندھیری دلدلوں میں بھٹکا دیتا ہے اور جس کو اللہ گمراہ فرما دے پھر اس کے لیے اے انسان تو کسی وقت بھی کہیں سے بھی کسی قسم کا بھی مددگار حاجت روا مشکل کشا ڈھونڈے سے بھی نہ پا سکے گا۔ نہ برادری خاندان کے والی وارث اس کی اُخروی مدد کر سکیں نہ اولیاء اللہ اس کی گمراہی دور کریں نہ علماء اُس کو عذاب سے بچا سکیں نہ انبیاء کرام اِس کو ہدایت دے سکیں۔ بھلا کس کی طاقت ہے کہ مِنْ دُوْنِہٖ۔ اللہ کے مقابل اس کو ہدایت دے سکے۔ جو خود گمراہ ہو اُس کی ہدایت کی ہر طرف سے امید کی جا سکتی ہے مگر جس کو اللہ جلّ جلالہٗ گمراہ کر دے اس کو پھر کوئی ہدایت کا راہ نہیں دے سکتا۔ بعض اردو مفسرین نے یہاں دُون کے معنیٰ سوا کئے ہیں یعنی اللہ کے سوا۔ یہ ترجمہ ٹھیک نہیں ہے۔ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ عُمْيًا وَبُكْمًا وَصُمًّا مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيرًا۔ ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا وَقَالُوا أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا
اور یہ کفار دنیا چونکہ اپنے طور طریقوں عادتوں خصلتوں غفلتوں اور کھانے پینے سوتے جاگنے میں جانوروں حیوانوں کی طرح ہی زندگی گزارتے رہے اس لیئے ہم ان تمام کفار کو میدانِ محشر میں قیامت کے دن جانوروں کی طرح ہی لا کر جمع کر دیں گے کہ دل کے اندھے زبانِ فہم کے گونگے اور عقل کے بہرے کر دیئے جائیں گے ان کا ابدی دائمی رہائشی مستقل پورا پکا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور وہاں بھی چین نہ پا سکیں گے بلکہ جب کبھی ان کفار و مشرکین کے جسموں کو جلا جلا کر جہنم کے شعلے ہلکے اور ماند پڑنے لگا کریں گے اور ان کے اجسام راکھ کا ڈھانچہ بن جایا کریں گے تو پھر ان کو اسی ڈھانچہ کے نئے جسم بنا دیا جایا کرے گا اور ہم ہر بار ان نئے پیدا شدہ جسموں کے ایندھن سے جہنم کے شعلوں کو زیادہ کرتے رہیں گے۔ مفسرین کرام نے کفار کے اوندھے منہ ہوتے کے بارے میں پانچ قول فرمائے۔ ایک یہ کہ جب قبریں پھٹیں گی تو کفار قبروں سے میدانِ محشر کی طرف الٹے چلتے ہوئے دیکھے جائیں گے جس طرح بندر ہاتھوں سے چلتا ہوا تماشہ دکھاتا ہے۔ اسی طرح فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کو الٹا چلنا ناجائز ہے کہ ٹانگیں اوپر ہوں اور ہاتھوں کو پیر بنا کر چلا جائے کیونکہ یہ کفار کی اُخروی سزا ہے۔
دوئم یہ کہ قبروں سے تو سیدھے چلتے آئیں گے میدانِ محشر میں پہنچ کر اس طرح بندروں کی طرح چلیں گے سوئم یہ کہ چوپایوں کی طرح چاروں ہاتھوں پیروں سے چلیں گے۔ چہارم یہ کہ سر پیر کی مثل ہوگا اور سر سے چلیں گے اچھل اچھل کر جیسے بچے ایک پیر سے چلتے ہیں۔ پنجم یہ کہ فرشتے ٹانگوں سے پکڑ کر میدانِ محشر میں گھسیٹتے ہوئے لائیں گے پھر حساب کتاب کے بعد میدانِ محشر سے جہنم میں اسی طرح لے جائیں گے ایک حدیث پاک میں ہے حضرت انس فرماتے ہیں کہ کسی نے عرض کیا یارسول اللہ منہ کے بل کس طرح چل سکتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اللہ تعالیٰ دنیا میں پیروں کے بل چلا سکتا ہے وہ وہاں چہروں کے بل چلانے پر قادر ہے۔ دوسری حدیث جو ابو داؤد، ترمذی، امام احمد، مسند احمد، نسائی، حاکم نے روایت کی حضرت ابو ہریرہ اور حضرت

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادِ پاک فرمایا کہ قیامت میں لوگ تین طریقے سے چل کر محشر میں آئیں گے ۱۔ سوار ہو کر ۲۔ پیدل قدموں اور پیروں سے ۳۔ چہروں کے بل۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا کہ اس طرح اوندھے چلنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کفار دنیوی زندگی میں ہر وقت دنیا میں پھنسے رہتے تھے اور زمین کی مٹی پتھر لکڑی لوہے کو ہی بت بنا کر پوجا کرتے تھے اسی زمین کے آگے منہ متھا رگڑا کرتے تھے اس لیے محشر میں بھی ان کا یہ شوق اچھی طرح پورا کیا جائے گا۔ اندھے گونگے۔ بہرے ہونے کے متعلق بھی مفسرین کے پانچ قول ہیں۔ ۱۔ پہلے پہلے سب کافر میدانِ محشر میں اندھے گونگے ہوں گے مگر حساب کتاب کے وقت ان کو آنکھ زبان کان دے دیئے جائیں گے ۲۔ کچھ کافر اندھے بہرے ہوں گے کچھ ٹھیک ہوں گے۔ ۳۔ صرف انبیاء اولیاء انوارِ الٰہی اور دیدارِ ذات نہ دیکھ سکیں گے باقی چیزیں دیکھیں گے کلام رحمت اور نبی کریم کی نعت خوانی نہ سن سکیں گے۔ اس لیے بہرے ہوں گے۔ اللہ سے کلام نہ کر سکیں گے نہ کوئی دلیل معافی دے سکیں گے ۴۔ جہنم تک پہلے درست ہوں گے اللہ تعالیٰ سے پانچ باتیں عرض کریں گے پھر ابدی دائمی ان کو اندھا گونگا بہرا کر دیا جائے گا ۵۔ بعض نے فرمایا کہ کفار دنیا کی شکل دل کے اندھے عقل کے بہرے اور سمجھ و فہم سے گونگے ہوں گے۔ اور اے پیارے نبی یہ خصوصی سزائیں عذاب اور ذلتیں کفار کو اس لیے ہوں گی کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا کھلم کھلا محض جہالت سے کفر و انکار کیا، اور ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ کیا جب ہم ادھڑی ہڈیاں اور بھر بھری خاک ہو جائیں گے۔ پھر دوبارہ نئی مخلوق بن کر اٹھائے جائیں گے کیسی عجیب غلط بات ہے۔

(نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ الْکُفْرِیَاتِ)

فائدے ان آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ کفر اگرچہ سب ایک ہی باطل دین ہے اور جہنم میں سب کی رہائش بھی دائمی ہے مگر نوعیتِ عذاب اور ذلتِ محشر مختلف ہے۔ جو کافر منکرین قیامت ہیں ان کا عذاب اوندھے منہ چلنا اور اوندھے منہ پھرنا اور اندھے گونگے بہرے ہونا ہے دوسرے کفار کا یہ عذاب نہیں جیسے اہل کتاب یہود و نصاریٰ وغیرہ یہ فائدہ بِاَنَّھُمْ کی بائیہ فرمانے سے حاصل ہوا جس میں عذاب کی وجہ بتائی گئی۔ دوسرا فائدہ قرآن مجید میں باری تعالیٰ عز اسمہ نے اپنا صفاتی نام بھی شہید ذکر فرمایا اور اپنے پیارے نبی محمد مصطفیٰ کا صفاتی نام بھی شہید مذکور فرمایا۔ رب تعالیٰ اس معنیٰ میں شہید ہے کہ اس نے اپنے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی کی گواہی دنیا و آسمان کی ہر چیز سے دلوائی بے جان کنکروں پتھروں اور جانوروں سے کلمہ پڑھوایا چاند و سورج بادل سے اطاعت کروائی تاقیامت اولیاء علماء کا پیدا ہونا۔ یہ سب رب تعالیٰ کی ہی ایسی مضبوط گواہی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کافی ہے۔ چند مٹھی بھر کافر اگر گواہی نہ دیں تو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا نقصان ہے۔ تیسرا فائدہ باری تعالیٰ کی جہنم آگ

بھی قائم ہے اور مسلسل بھڑک رہی ہے۔ نہ اس میں کبھی کمی آتی ہے نہ اس کو کبھی زیادہ کرنا پڑتا ہے لیکن قیامت کے بعد اس میں کمی اور زیادتی یہ خاص قدرتی بحکمِ الٰہی ہوتی رہے گی صرف اس لیے۔ تاکہ کفار کی تکلیف اور عذاب میں زیادتی ہو۔ کیونکہ جب آگ ہلکی پڑنے لگے گی تو ان کی تکلیف بھی کچھ کم ہو جایا کرے گی اور ختم ہو جانے کی امید بھی پیدا ہو گی پھر بھڑک اٹھنے پر جسمانی تکلیف کے علاوہ آس ٹوٹنے سے تکلیف زیادہ ہو گی۔ یہ فائدہ کُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِیْرًا سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیتِ کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ کی غیر خصوصی صفات والے اسماءِ پاک اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوق کے لیے بھی استعمال کرتے اور انسانی شخصیات کے ذاتی یا صفاتی نام رکھنے بھی جائز ہیں۔ یہ مسئلہ کَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا سے مستنبط ہوا۔ اس لیے کہ باری تعالیٰ کا صفاتی نام یہاں شہید فرمایا گیا۔ جبکہ سورۃ ۱۶ نحل کی آیت ۸۹ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید فرمایا گیا۔ وَجِئْنَا بِکَ شَهِیْدًا عَلٰی هٰۤؤُلَآءِ لیکن صفاتِ خصوصیہ والے اسماءِ پاک کے الفاظ کسی دوسرے کے لیے استعمال کرنے قطعاً ناجائز ہیں چنانچہ کسی کو یا رحمٰن وغیرہ کہنا یا نام رکھنا منع و ناجائز ہے۔ نہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کے لیے کہہ سکتے ہیں نہ کسی اور کے لیے۔ ہاں البتہ رحیم کریم داتا سخی وغیرہ انبیاء اولیاء علماء کو کہا جا سکتا ہے دوسرا مسئلہ۔ عالمِ برزخ اور قبر میں صرف کفار اور فساق کے اجسام و ابدان عِظام و رفات ہوں گے لیکن اولیاء اللہ کے اجسام تا قیامت اسی طرح سلامت با کرامت رہتے ہیں یہ مسئلہ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا (الخ) کے صیغۂ جمع متکلم سے مستنبط ہوا۔ اور اس کے علاوہ احادیثِ کثیرہ سے اس کا ثبوت بھی ہے اور بہت موقعوں پر چشم دید مشاہدہ بھی ہے۔ لہٰذا انبیاءِ کرام علیہم السلام کے متعلق عِظام و رُفات ہونے کا عقیدہ بنانا انتہائی حرام اور سخت گستاخی ہے۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ کفار محشر میں اندھے گونگے اور بہرے ہوں گے حالانکہ دوسری آیت میں ہے کہ کفار اپنا نامۂ اعمال پڑھیں گے اور میدانِ محشر میں اور جہنم میں فریادیں کریں گے روئیں چیخیں پکاریں گے اپنے لیڈروں رہنماؤں کو برا بھلا کہیں گے اور ان کی بے رخی و علیحدگی کی باتیں سنیں گے فرشتوں کی جھڑکیں سنیں گے۔ ان آیت میں مطابقت کیونکر ہو؟ جواب۔ مفسرین کرام نے اس کے مختلف جواب دیئے ہیں ایک یہ کہ کچھ کفار اندھے بہرے گونگے ہوں گے کچھ ٹھیک ہوں گے دوم یہ کہ پہلے پہلے اندھے بہرے ہوں گے پھر ٹھیک کر دیئے جائیں گے سوم یہ کہ اندھے اس طرح ہوں گے کہ نیک لوگوں کو نہ دیکھ سکیں گے نہ فرشتوں کو جس طرح آج ہم فرشتوں جنات کو نہیں دیکھ سکتے بہرے اس طرح کہ خوشخبری نہ سنیں گے گونگے اس طرح کہ زبانوں پر مہر ہوگی ہاتھ پیر خلاف گواہی دیں گے۔ چہارم یہ کہ دل کے اندھے بہرے گونگے جیسے کہ دنیا میں ہیں۔ مگر پہلا جواب درست ہے کہ وہ حقیقتاً اندھے بہرے ہوں گے

اور دنیا کی قلبی کیفیت ان کے اعضاء پر حقیقتاً طاری ہوگی۔ اسی لیے اوندھے منہ بھی ہوں گے کہ دنیا میں ان کے دل دنیا کی طرف جھکے تھے قیامت میں منہ اور سارے اعضاء پر یہ کیفیت طاری ہوگی (العیاذ باللہ) دوسرا اعتراض بیان فرمایا گیا۔ وَمَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ یعنی جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے تو بس وہی ہدایت پاتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہادی نہیں لیکن ابھی پہلے آیت ۹۴ میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى۔ ان کے پاس ہدایت آگئی جس سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا قرآن مجید بھی ہدایت دیتے ہیں۔ ان میں مطابقت کیسے ہے۔ **جواب**۔ یہاں ہدایت دینے کا ذکر ہے وہاں صرف ہدایت کا۔ جس طرح ہادی اور ہدایت میں لفظی اور صیغے بحث واشتقاق کا فرق ہے اسی طرح عمل و حمل کا بھی فرق ہے ہدایت تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی ہے مگر اس ہدایت کا ہادی رب تعالیٰ ہی ہے۔

تفسیر صوفیانہ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا۔ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا۔

فرمادے اے راہِ حقیقت کے پیشوا کہ میرے حق و صداقت پیغامات والہامات وحی واحکامات کی سچائی کے لیے میرے اختلاف واقرار دعوٰی تردید، ایمان وکفر، نور وظلمت کے درمیان خالق تعالیٰ علیم وخبیر کافی ووافی کامل واکمل گواہ ہے بے شک وہ ہی رب قدیر اپنے تمام بندوں رات کی تنہائیوں میں عبادت کرنے والے اور منزل شوق کی طرف بڑھنے والے مسافران حقیقت اور نام نمود والے بدخصلت سب سے باخبر اور حقیقتِ حال کو دیکھنے والا ہے۔ وہی ہدایات یافتہ منزلِ مشاہدۂ جمال ہے جس کو خود رب تعالیٰ توفیقِ ہدایت عطا فرمائے اور جن کو وادیِ حیرت کے ظلمات میں گمراہی دے دے ان کو ہدایت توفیق کا کوئی مددگار نہیں۔ جنگلات نامرادی میں ان کو معرفت سے اندھے گونگے بہرے کرکے ہم جمع کریں گے۔ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا۔ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا۔ ویرانۂ ظلمات میں جب بھی نارِ فراق اُن پر کم ہونے لگے گی تو قہر وملال کے ایندھن سے اس کو زیادہ بھڑکادیں گے اور قربِ منزل کی سب امیدیں توڑدی جائیں گی ایسے ریاکاروں کی مغرور معنی والی عبادتیں ریاضتیں سجدہ ریزیاں سب بے قدری سے برباد کردی جائیں گی یہی ان کا بدلہ ہے۔ عالمِ ناسوت کے مغرورین ومتکبرین اسی جزا کے مستحق ہیں اس وجہ سے کہ بے شک یہ بدخصال وادیٔ طلب میں سفر ریاضت کرتے ہوئے ہماری قدرت کی نشانیوں انبیاء اولیاء مجذوبین فقراء صوفیا علماء کی گستاخیاں انکار شان کفر کرامات کرتے رہے اور کبھی احسانات کا شکر نہ ادا کیا کہ ان کے ہی طفیل رب تعالیٰ نے اپنی نعمتیں ظاہری و باطنی تم پر پوری فرمائیں اور دو قسم کے علم دیئے ظاہری جس کا تعلق زبان وحواس سے ہے اس کا نام شریعت ہے ۲ علم طریقت۔ شریعت کی تکمیل کا نام طریقت ہے کیونکہ طہارت عبادت نماز روزہ زکوٰۃ حج وغیرہ جب ان کا اثر

ظاہر سے گزر کر باطن کے قلب و روح پر محیط ہو جائے تو اس کو علم باطن یعنی طریقت کہتے ہیں شریعت میں اعمال ہیں۔ طریقت میں مقامات مگر قلب کے اندھوں نے ان مقامات کا انکار ہی کیا۔ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۔ اور کہا کہ مقام قلب کی رفعتوں میں جب خواہشات لذات نفسیات اور اجسام عقل کا گوشت پوست فنا ہو کر ہڈی و خاک ہو جائے گا اور مقامات تصدیق۔ اخلاص۔ صبر۔ توکل۔ تقویٰ۔ محبت شوق۔ مجاہدہ قیام لیل صیام دھر کی مصیبتوں سے مجذوبین صراط اموات نفوس سے وادی فنا میں ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا منزل قرب میں پھر مشاہدۂ انوار سے نئی پیدائش خواہشات و لذات کی حیات بقا سے اٹھائے جائیں گے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ مگر ان منکرین طریقت و حقیقت نے یہ نا جانا کہ دنیا میں ہر چیز کا ایک ظاہر ہے ایک باطن۔ ہماری آیت کا بھی ایک ظاہر و باطن ہے اسی ظاہر اور باطن کا نام قرآن و حدیث شریعت۔ طریقت۔ مجذوبیت سالکیت۔ عبدیت و محبوبیت۔ جسمانیت روحانیت۔ مخلوقیت۔ مبعوثیت ہے ظاہر کا وجود پہلی خلقت ہے باطن کا وجود دوسری بعثت ہے ظاہر کی پوشیدگی موت سالک و مجذوب ہے اور باطن کا ظہور خلقاً جدیداً ہے دونوں کے اپنے اپنے مقام و مدارج۔ ہر ایک کا انکار کفر اشرار ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

کیا نہیں دیکھا ان کفار نے کہ بے شک وہ اللہ جس نے پیدا کیا سب آسمانوں

اور کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور

وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ

اور زمین کو قادر ہے اس پر کہ دوبارہ پیدا کر دے ان کے پہلے جیسے جسم

زمین بنائے ان لوگوں کی مثل بنا سکتا ہے

وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَاَبَى

اور بنا دی ہے اس اللہ نے ان کے لیے ایک ایسی مدت کہ نہیں ہے شک اس میں۔ پھر بھی ظالموں نے

اور اس نے ان لوگوں کے لیے ایک میعاد ٹھہرا رکھی ہے جس میں کچھ شبہ نہیں تو ظالم

الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ

ہر چیز کا انکار ہی کیا صرف ناشکری کرنے کے لیے فرما دیجئے اگر تم

نہیں مانتے بے ناشکری کئے۔ تم فرماؤ اگر تم لوگ

تَمْلِكُوْنَ خَزَآىِٕنَ رَحْمَةِ رَبِّیْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ

مالک ہو جاؤ میرے رب کی رحمت کے سب خزانوں کے تب تو تم سب کچھ ہی روکے چھپائے رکھو

میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو انہیں بھی روک رکھتے

خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾ ع

خرچ ہو جانے کے ڈر سے اور انسان تو فطرۃً ہی کنجوس ہے

اس ڈر سے کہ خرچ نہ ہو جائیں اور آدمی بڑا کنجوس ہے۔

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ

اور البتہ بے شک دیں ہم نے موسٰے کو نو نشانیاں کھلی

اور بے شک ہم نے موسٰی کو نو روشن نشانیاں دیں۔

فَسْــٴَـلْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِذْ جَآءَهُمْ

تو پوچھو بنی اسرائیل سے جب وہ موسٰی آئے تھے ان میں

تو بنی اسرائیل سے پوچھو جب وہ ان کے پاس آیا

فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰى

پس کہا تھا ان کو فرعون نے بے شک میں البتہ خیال کرتا ہوں تم کو اے موسٰی

تو اس سے فرعون نے کہا اے موسٰی میرے خیال میں تو تم پر

مَسْحُوْرًا (۱۰۱)

جادو گر

جادو ہوا

تعلق ان آیت پاک کا پچھلی آیت سے چند طرح ربط و تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں کفار کے اندھا بہرا گونگا ہونے کا ذکر ہوا تھا جس میں ان کی اخروی انتہائی بری حالت کا ذکر ہوا اب ان کی دنیوی حالت کا ذکر ہے کہ وہ جسم اور عقل کی آنکھوں سے دیکھ سکتے اور سمجھتے ہیں کہ آسمان و زمین کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہو سکتا ہے مگر دل کی آنکھیں یہاں بھی اندھی ہیں۔ **دوسرا تعلق** پچھلی آیت میں کفار کی حیرت و انکار کا ذکر ہوا تھا کہ ان لوگوں نے اپنی بدعقلی کی وجہ سے اخروی پیدائش کا انکار کیا تھا قدرت الٰہیہ کو نہ مانا اب ان آیت میں ان کی اس حیرت کو ختم کرتے ہوئے قدرت کے نشانی اور دلیل کو بیان کیا جا رہا ہے۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں کفار کے مطالبے اور نئی نئی بے ہودگیوں گستاخیوں کا ذکر ہوا تھا کہ وہ کفار آقاء کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دل پسند معجزات و نشانات کا مطالبہ کر رہے ہیں حالانکہ ہدایت گمراہی ان معجزات سے وابستہ نہیں بلکہ اللہ کے قبضہ و اختیار میں ہے اب ان آیت میں کفار کے ان مطالبات کو نہ ماننے کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ حضرت موسیٰ نے فرعون و فرعونیوں کو کتنے ہی معجزے دکھائے مگر وہ سب ان کو جادوگری ہی کہتے رہے۔

تفسیر نحوی اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَیْبَ فِیْهِ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ۔ اَ ہمزہ سوالِ عبرت کے لیے۔ سوال آٹھ قسم کا ہوتا ہے۔ سوال اقراری۔ سوال انکاری۔ سوال استفہامی۔ سوالِ طلبی۔ سوال تعجبی۔ سوال ممانعت۔ سوالِ تفسیری۔ سوالِ عبرت لَمْ یَرَوْا باب سَمِعَ یا فَتَحَ۔ کا فعل مضارع نفی جحد بلم صیغہ جمع مذکر غائب مادہ رائی ہے بمعنی دیکھنا اس کا عین کلمہ حرف حلقی ہے یعنی ہمزہ ھُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع کفار ہیں اَنَّ حرفِ تحقیق۔ اللّٰہ موصوف اَلَّذِیْ اسم موصول واحد مذکر خَلَقَ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب ھُوَ مستتر فاعل جس کا مرجع اللّٰہ ہے الف لام استغراقی عددی بمعنی تمام آسمان سَمٰوٰتِ جمع مؤنث سالم واحد ہے سَمَاءٌ واؤ عاطفہ الف لام استغراقی فردی بمعنی پوری کل۔ مؤنث لفظی ہے مؤنث وہ ہوتا ہے جس میں مؤنث کی نشانی ظاہر یا پوشیدہ ہو مگر اس کا مذکر کوئی نہ ہو اسی طرح مذکر لفظی وہ ہے جس میں علامت تانیث نہ ہو اور اس کا مؤنث نہ ہو تمام نباتات

جمادات صرف لفظاً مذکر یا مؤنث ہوتے ہیں حقیقی تانیث یا تذکیر صرف حیوانات کا خاصہ یعنی انسان جانور اور جنات۔ ملائکہ کو بھی لفظی مذکر کہا جاتا ہے یہ سب عطف مل کر مفعول بہ ہے خَلَقَ کا خَلْقٌ سے بنا ہے ہمیشہ متعدی بیک مفعول ہوتا ہے نہ لازم ہو سکتا ہے نہ متعدی بدو مفعول یہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مل کر صفت ہے اَللّٰہَ موصوف کی یہ مرکب توصیفی خبر اَنَّ قَادِرٌ اسم فاعل باب ضَرَبَ کا۔ صیغہ واحد مذکر قَدْرٌ اور قُدْرَتٌ سے بنا ہے بمعنیٰ طاقت والا ہونا غلبہ والا ہونا۔ کاریگر ہونا۔ قابو میں کر سکنا۔ بنا سکنا یہاں ہر معنیٰ مناسب ہے۔ اعلیٰ حضرت نے یہی آخری معنیٰ اختیار فرمائے علیٰ اجارہ فوقیت کا اَنْ ناصبہ مصدریہ یَخْلُقُ۔ باب نَصَرَ کا مضارع مثبت معروف اَنْ ناصبہ نے نصب دیا ہُوَ پوشیدہ فاعل ہے مرجع اللہ تعالیٰ مِثْلَ۔ اسم تساوی یا تشبیہ بمعنیٰ برابر یا مشابہ ہم شکل ہم رنگ مضاف ہے ھُمْ ضمیر جمع۔ مضاف الیہ یہ اضافت بیانیہ ہے مرکب اضافی مفعول بہ یَخْلُقُ جملہ فعلیہ ہو کر مجرور متعلق ہوا قَادِرٌ کا وہ پوشیدہ فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر [illegible] خبریہ ہو کر اَنَّ کی خبر اور وہ اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہ ہوا لَمْ یَرَوْا کا۔ وہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مکمل ہوا۔ واؤ ابتدائیہ جَعَلَ باب فتحہ کا ماضی مطلق واحد مذکر جَعْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ مقرر کرنا۔ بنانا۔ متعدی بدو مفعول ہے لَھُمْ۔ جار مجرور متعلق ہے جَعَلَ لیکن باطن اور حقیقت میں مفعول بہ اوّل ہے لام جارہ نے مفعول بہ کا درجہ دیا۔ اَجَلًا اسم مفرد جامد بمعنیٰ مدت موصوف ہے لَا حرفِ نفی جنس بعض کے نزدیک اسم نفی جنس ہے کیونکہ عامل فعلی ہے مگر یہ دلیل کمزور ہے کیونکہ حرف بھی ہر طرح کا عامل ہو سکتا ہے۔ رَیْبَ اسم حاصل مصدر بمعنیٰ کھٹکا [illegible] حاصل مصدر بمعنیٰ شک اسم ہے لائے نفی کا فِیْہِ۔ جار مجرور متعلق پوشیدہ موجودٌ اسم مفعول کا وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہوئی۔ لَا۔ اپنے اسم و خبر سے مل کر شبہ جملہ ہو کر صفت ہوئی۔ اَجَلًا کی یہ مرکب توصیفی مفعول بہ دوم ہوا جَعَلَ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ فَ۔ حرف تعقیب کلامی نہ کہ حقیقی واقعی کیفی۔ اَبٰی۔ باب سَمِعَ یا ضَرَبَ کا ماضی مطلق اَبْیٌ سے یا اِبَاءٌ سے بنا ہے بمعنیٰ انکار کرنا الف لام عہدی کا الظّٰلِمُوْنَ باب ضَرَبَ کا اسم فاعل جمع مذکر ظُلْمٌ سے بنا ہے بمعنیٰ نقصان کرنا اپنا یا کسی کا بحالت رفع ہے فاعل ہے اَبٰی کا یہ متعدی بیک مفعول ہے اس کا مفعول بہ شَیْئًا پوشیدہ ہے بمعنیٰ کچھ۔ اِلَّا حرفِ استثنا مفرغ متصل اس کا مستثنیٰ منہ پوشیدہ شَیْئًا ہے۔ کُفُوْرًا صفت مشبہ بمعنیٰ بہت ناشکرا ہر وقت ہر حالت میں ناشکری کرنے والا منصوب ہے کیونکہ مستثنیٰ ہے اِلَّا سے جو اِلَّا سے مستثنیٰ ہو وہ ہمیشہ منصوب ہوتا ہے۔ یہ سب استثنا مل کر مفعول بہ ہے اَبٰی کا وہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مکمل ہوا۔ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّیْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا۔ قُلْ۔ فعل امر خطاب ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قول ہوا۔ لَوْ حرف شرط یہاں کُنْتُمْ فعل ماضی ناقصہ جمع مذکر حاضر پوشیدہ۔ کیونکہ لَوْ کے بعد فعل ہونا ضروری ہے یہ ضمیر پر نہیں آتا اَنْتُمْ ضمیر جمع مذکر مرفوع منفصل مرجع کفار عام یا کفار مکہ اسم ہے کُنْتُمْ مستتر کا اَنْتُمْ ضمیر پوشیدہ فعل کا قائم مقام اور تاکید

ہے دراصل تھا لَوْ کُنْتُمْ۔ تَمْلِكُوْنَ ۔ فعل مضارع مثبت جمع مذکر حاضر مِلْكٌ سے بنا ہے۔ بمعنی مالک ہونا قابض ہونا۔ خَزَائِنَ اسم جمع مکسر اس کا واحد ہے خَزِیْنَہٗ۔ وہ مال سونا چاندی ناقابل فنا جو چھپا کر جمع کی جائے یا دفن کردہ دولت مضاف ہے رَحْمَتِ اسم مفرد جامد بمعنی نرم دل۔ شفقت۔ لطف۔ مہربانی۔ احسان نعمت یہاں آخری معنی مراد ہیں یہ مضاف ہے رَبِّ۔ اسم مفرد جامد مضاف ہے یْ ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ یہ سب اضافت جڑ کر مفعول بہ ہے تَمْلِكُوْنَ کا وہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر خبر ہے كُنْتُمْ پوشیدہ کی وہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر شرط ہوئی۔ اِذًا اسم برائے جواب شرط (یعنی جزا کے لیے بمعنی تب تو) لام کے تحقیق تاکیدی اَمْسَكْتُمْ باب افعال کا ماضی مطلق جمع مذکر حاضر اس کا مصدر ہے اِمْسَاكٌ یہ متعدی ہے کیونکہ باب افعال ہمیشہ متعدی ہوتا ہے ترجمہ ہے روک لینا۔ مادہ مَسْكٌ بمعنی رکنا یہ لازم ہے اَنْتُمْ ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہے۔ یہ فعل اَمْسَكْتُمْ اگرچہ باب اور لفظ کے اعتبار سے ظاہراً متعدی ہے لازم معناً ہے یعنی کنجوس ہونا بخیل ہونا۔ ترجمہ ہے۔ یقیناً کنجوس ہو جاتے تم یہ ماضی بیان مستقبل کے لیے ہے۔ خَشْيَةَ۔ اسم مصدر ہے آخر میں مصدر کی ۃ ہے یہاں حاصل مصدر ہے بمعنی خوف۔ ڈر فکر اندیشہ مضاف ہے۔ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْ اِنْفَاقِ باب افعال کا مصدر ہے لفظاً متعدی ہے بمعنی خرچ کر دینا۔ ضائع کرنا مٹانا نہ رہنے دینا یہاں سب معنی ہیں معناً یہ لازم ہے مضاف الیہ ہے اس لیے مجرور ہے یہ مرکب اضافی اگر اِنْفَاق کی لفظی متعدی کا لحاظ رکھا جائے تو مفعول لہٗ ہے اگر معنوی لازم کا لحاظ کیا جائے تو حال ہے اَمْسَكْتُمْ کے فاعل کا جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہوئی لَوْ اَنْتُمْ کی یہ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہو کر مقولہ اوّل ہوا واؤ نبر جملہ كَانَ ناقصہ الف لام جنسی یا عہدی۔ اِنْسَانُ اسم مفرد جنسی جامد بمعنی آدمی اسم ہے كَانَ کا قَتُوْرًا اسم صفت مشبہ قَتْرٌ سے بنا ہے بمعنی کنجوس۔ مراد ہے وہ بخیل جو نہ خود کھائے نہ غیروں کو کھلائے بلکہ بال بچوں تک کو ترسائے نہ ملائے بس لینے کی ہوس پائے۔ مقابل ہے اسراف کا مُسْرِفٌ وہ انسان جو فضول و بیجا خرچ کرے دولت برباد کرے قتور بھی حرام سرف بھی حرام بخیل بھی عربی لفظ ہے اس کا معنی ہے کہ خود تو خوب اچھا کھائے پیئے پہنے لیکن کسی بھی حقدار کو نہ دے نہ خیرات کرے۔ لفظ قَتُوْرًا كَانَ کی خبر ہے انسان سے مراد یا کفار ہیں یا فطری انسان كَانَ اپنی اسم خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر مقولہ دوم ہوا قُلْ اپنے دونوں مقولوں سے مل کر جملہ قولیہ انشائیہ ہو کر مکمل ہوا۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسْئَلْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ۔ واؤ نبر جملہ لام تحقیقی یا تاکیدی ابتدائیہ مفتوح ہے قَدْ اٰتَيْنَا باب افعال کا ماضی قریب ہے جمع متکلم فاعل کلام اللہ تعالیٰ ہے اِيْتٌ سے بنا ہے بمعنی دینا موسیٰ۔ اسم مفرد جامد مقصور عَلَم معرب معرّف ہے تینوں حالتوں میں تقدیری اعراب ہوتا ہے یہاں نصب ہے مفعول بہ ہے اٰتَيْنَا کا تِسْعَ اسم عددی معرب مضاف مميّز ہے۔ آیٰت جمع مؤنث سالم آیت کی مراد ہے معجزات یعنی ہر وہ عجیب حیران کن عاجز کر دینے والا کام یا چیز جو کسی نبی علیہ السلام کے ذریعے ظاہر ہو اگرچہ

عذاب الٰہی جو آیت موصوف ہے۔ بَیِّنَات جمع مؤنث سالم بَیِّنَۃٌ کی یا جمع مکسّر ہے بَیِّنٌ کی حاصل مصدر ہے۔ مبالغہ کے لیے ترجمہ ہے بہت ہی ظاہر۔ کھلا۔ واضح۔ صاف۔ یہ صفت ہے آیت کی یہ مرکب توصیفی مضاف الیہ اور مرکب اضافی تسع ممیز اور مرکب توصیفی تمیز مضاف الیہ پھر یہ مفعول بہ دوم ہوا آتینا کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا ف تعقیبیہ اِسْئَلْ باب فَتَحَ کا امر حاضر معروف اَنْتَ ضمیر فاعل مرجع ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم۔ بَنِی۔ جمع مذکر سالم ہے بَنِیْنَ نون جمع اعرابی اضافت کی وجہ سے گر گئی بَنِیْ رہ گیا۔ اس کا واحد ہے ابن۔ اسرائیل غیر منصرف اسم ہے دو سبب ایک عجمی دوم علم ہے حضرت یعقوب علیہ السلام کا۔ بنی اسرائیل کا ترجمہ ہوا اسرائیل کے بیٹے۔ اولاد۔ نسل۔ اب ایک قبیلے کا نام ہے۔ یہ عبرانی لفظ ہے بَنِیْ عربی لفظ ہے بحالت فتحہ ہے مفعول اول ہے اِسْئَلْ کا اِذْ۔ اسم ظرف زمانی بمعنی جب جَآءَ فعل ماضی ھُوَ ضمیر اس کا فاعل مرجع موسیٰ علیہ السلام جَیْءٌ سے بنا ہے بمعنی آنا۔ لازم ہے ھُمْ ظاہر ضمیر کا مرجع بنی اسرائیل ہیں مفتوح یا اس لیے کہ مفعول معہ ہے یعنی ان کے ساتھ یا اس لیے کہ مفعول فیہ ہے یعنی ان میں جاء فعل سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ظرفیہ ہو کر شرط مجازی ہوئی ف جزائیہ یا سببیہ قَالَ فعل لام جارّہ تعدیہ کا ہٗ ضمیر مجرور متصل مرجع حضرت موسیٰ فِرْعَوْنُ غیر منصرف عجمی اعلم ہے عبرانی لفظ ہے لقب ہوتا تھا بادشاہوں کا فاعل ہے قَالَ کا۔ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر قول ہوا اِنَّ حرف تحقیق۔ یٰ ضمیر واحد متکلم مرجع فرعون اسم ہے اِنَّ کا اس لیے مفتوح متصل ہے لَاَمْ گئے برائے تاکید تحقیق اَظُنُّ باب نَصَرَ کا مضارع معروف واحد متکلم اَنَا ضمیر اس میں پوشیدہ ہے فاعل متکلم ہے کَ ضمیر واحد مذکر حاضر منصوب متصل اس کا مفعول بہ ہے۔ ذوالحال ہے مَسْحُوْرًا اسم مفعول صیغہ واحد مذکر بمعنی جادو کیا ہوا سِحْرٌ سے بنا ہے یہ حال ہے کَ ضمیر کا دونوں مل کر مفعول بہ ہوا۔ ایک قول میں اَظُنُّ ظَنٌّ سے بنا ہے اور ظَنٌّ متعدی بدو مفعول ہوتا ہے اس لیے یہ حال نہیں بلکہ دوسرا مفعول بہ ہے اور کَ پہلا مفعول بہ ہے ظَنٌّ مضاعف ثلاثی ہے بمعنی گمان یا خیال کرنا وہم کرنا سمجھنا۔ ظن اور فہم اور خیال میں فرق یہ ہے کہ بے یقینی کی سمجھ ظن ہے یقینی کی سمجھ فہم ہے اور بین بین خیال ہے جب ظن بمعنی علم ہو تو متعدی بیک مفعول ہوتا ہے اور مسحورًا حال ہو گا۔ یہ ذوالحال حال منادیٰ ہوا۔ ندا منادیٰ مل کر جواب ندا مقدم اَظُنُّ سے مل کر خبر اِنَّ۔ یہ جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ ہوا قَالَ کا وہ جملہ قولیہ ہو کر جزا ہے شرط و جزا مل کر مفعول بہ دوم ہوا اِسْئَلْ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ۔ کیا ان دنیا بھر کے منکرین قیامت کفار نے دن رات چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے اپنی اس حیات دنیوی کے سفر و حضر میں دائیں بائیں آگے پیچھے اوپر نیچے آسمان اور آسمان کی چیزوں زمین اور زمین کی چیزوں کی طرف نظر دوڑاتے تھے یہ نہیں دیکھا سمجھا جانا اور محسوس کیا کہ بے شک

فقط اللہ تعالیٰ ہی وہ ہے جس نے ابتداء سے ہی بغیر کسی نمونے کے محض اپنی قدرت کے سازوسامان سے
اتنے بڑے بڑے آسمانوں اور اتنی بڑی اُلٹی زمین کو پیدا فرما دیا۔ یقیناً وہی اللہ ہر طرح کی قدرت و قوت ہمیشہ ہمیشہ
رکھنے والا ہے اس معمولی بات پر بھی کہ ان کافرین منکرین کو مرتے ریزہ ریزہ ہونے ہڈی اور خاک ہو جانے رہ
جانے کے بعد پھر دوبارہ اپنی قدرت کاملہ سے پیدا فرما دے پہلے بھی تو اسی خالق تعالیٰ نے ان کے جسم بدن ہڈی
گوشت پوست اسی مٹی سے پیدا فرمائے تھے۔ مفسرین یہاں قادرٌ کے دو معنی بیان فرماتے ہیں ایک یہ کہ وہ قادر
ہے اسی کو دوبارہ بنانے پر اور دوم یہ کہ وہ قادر ہے نئی مخلوق پیدا کرنے پر اس بات کی حقیقت اور اندرونی بھید
کو وہی جل سبحانہٗ، جانتا ہے کہ اس کھال ہڈی اور لحمیات کو کس طرح مٹی سے پیدا کیا۔ مٹی نے یہ شکل کس طرح اختیار کر لی
انسان تو ایک گھاس تنکے کی اصلی حقیقت کو نہیں جانتا جب خالق تعالیٰ نے بالکل ہی مٹی سے انسان کا ہر طرح
مکمل جسم پیدا فرما دیا تو دوبارہ فقط ہڈیوں پر گوشت چڑھا دینا تو اس سے زیادہ آسان ہے اور بکھری ہڈیوں راکھ
کے ڈھانچے اور ٹوٹے ریزوں کو جوڑنا تو سہل تر ہے۔ اس گھروندے کو دوبارہ مرمت کر کے اس میں اسی پہلی روح
کو داخل کر دینا اللہ کے نزدیک کیا مشکل ہے۔ اور جس طرح رب نے ہر چیز کے آنے جانے بننے بگڑنے۔ نئے
پرانے۔ بقا۔ فنا ہو جانے کے لیئے ازل سے ہی ایک وقت اور مدت مقرر و معین فرما دی ہے اسی طرح ان
کفار و منکرین کے لیے بھی ہر موت و حیات قبر و حشر قیامت و محشر کی اٹل مدت و میعاد رب تعالیٰ نے بنا ڈالی ہے۔
اور دن رات لوگوں کے مرنے جینے سے ان کو بھی اس بات کا قلبی اندازہ ہے کہ مولیٰ تعالیٰ کے اس پروگرام میں
کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ لیکن ان اندازوں، احساسوں عقلوں سمجھوں اور دید و شنید کے باوجود ان اپنی جانوں پر
ظلم کرنے والے کفار و فساق اور دنیا میں مست غافلوں نے ہر بات ہر چیز ہر حقیقت و اصلیت کا انکار ہی
کیا۔ اور ہر نعمت سہولت کا کفران و ناشکری ہی کی۔ بس ان کے تو ہر نبی سے یہی مطالبے یہی لالچیں حرص و خواہشات
ہوتی رہیں کہ ہم کو یہ مل جائے وہ مل جائے۔ یہاں باغات ہوں۔ یہاں نہریں ہوں ایسے کھیت ہوں ایسے کھلے میدان
ہوں موجودہ اتنی کثیر نعمتوں کا شکر ایک بھی نہیں ناشکری بدخصلتی حد سے زیادہ مطالبے عقل کے بھی خلاف
چاہتے ہیں سب کچھ ان کے ہی قبضے میں ہو جائے۔ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ
خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا۔ فرما دیجئے اے پیارے نبی ان بے ہودہ اور لالچ بھرے مطالبے کرنے والوں
سے کہ اگر تم ہی فرضِ محال میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک بن گئے ہوتے تب تو تم لوگ اپنی جبلی
عادت فطری خصلت اور پیدائشی محتاجی کی وجہ سے ہر چیز روک کر رکھ لیتے نہ کھاتے نہ کھلاتے نہ دیتے نہ
دلاتے اس ڈر خوف سے کہ ہائے کہیں یہ خزانے ختم نہ ہو جائیں اور اگر کبھی کسی کو دیتے بھی تو ہزار نخروں سے اور یا
اس کی تجارت ہی بنا لیتے خوب مہنگا بیچتے تاکہ غریب خرید ہی نہ سکتے یا اس

دینے میں بھی اپنے پرائے کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ یا اپنے نام و نمود مدحت و ثنا اور دکھلاوے ریا کے لیئے خرچ کرتے اور دیتے غرضیکہ ہر طرح کی کنجوسی سے اللہ کے رزق اور بندوں کی حاجتوں ضرورتوں میں قسم قسم کی رکاوٹیں کھڑی کرتے اور انسان ہے نہایت کنجوس بخیل ممسک۔ مفسرین نے فرمایا انسان سے مراد عام تا قیامت انسان ہیں بعض نے فرمایا عام کافر مراد ہیں اس لیئے کہ کافر عام طور پر کنجوس ہی ہو جاتے ہیں۔ بعض نے کہا انسان سے مراد یہاں پر سرداران مکہ ہیں کہ وہ حاجیوں اور زیارت کعبہ کے مسافروں سے لینے کے ہی عادی بنے دینے میں انتہائی کنجوس تھے اور یہ بات تجربہ شدہ ہے کہ جو لینے کا عادی ہو وہ دینے سے تنگ دل ہوتا ہے۔ گداگروں کو اور ہندو بنیا و تول کو دیکھ لو کہ جمع کر کر کے مر جائیں گے مگر کھل کر کھائیں گے نہ کھلائیں گے۔ اسی لیے اسلام نے گداگری کو حرام قرار دیا اور زکوٰۃ، فطرانہ قربانی حج صدقات خیرات عطیات نان نفقہ گیارہویں بارہویں تیجہ چہلم وغیرہ ختمات کو جاری فرمایا تاکہ مسلمان کو کنجوسی کی بیماری نہ لگے اور دینے دلانے کی عادت پڑی رہے۔ جو لوگ گیارہویں شریف وغیرہ ختم و صدقات اور ہر قسم کے عطیات کو بلا دلیل حرام حرام کی رٹ لگاتے پھرتے ہیں وہ دراصل ہندو ماحول کے پروردہ ہونے کی بنا پر ہندو ذہنیت ہی رکھتے ہیں اور اسی طرح اللہ کے رزق کی خیرات میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں جس کا ذکر یہاں فرمایا گیا ہے میرے رب کی کریمانہ فیاضی ہے کہ جس نے اپنے آسمانوں کو خزانوں کا ڈپو اور مستودع و مخزن بنا دیا اور اپنی زمین کو مخلوقات کا دستر خوان بنا دیا کہ دوست دشمن کافر مومن انسان حیوان سب کھائیں برتیں فیض پائیں اور بانٹنے والے نبی کو تمام خزانوں کی چابیاں دینے سے پہلے ہی رحمۃ للعالمین بنا دیا اب نہ خالق کی عطا میں کچھ رکاوٹ نہ مالک کی تقسیم میں، ہر شخص کائنات کو ضرورت سے زیادہ ہی مفت مل رہا ہے لیکن یہ بدنصیب کفار لالچی اب بھی مطالبے کیئے جا رہے ہیں، اور جھوٹے ایمان کے وعدے کر کے دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ ان سے پہلوں کے اتنے مطالبے اور آرزوئیں پوری کی گئیں وہ کب بندہ بنے۔ ان موجودہ یہودیوں، عیسائیوں کو معلوم ہے کہ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍ فَسْئَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا۔ اور البتہ بے شک اس سے پہلے ہم فرعون مصر کو بندہ بنانے قوم فرعون قبطیوں کو سمجھانے اور بنی اسرائیل کو ایمان پر قائم رکھنے کے لیے اپنے پیارے کلیم موسیٰ علیہ السلام کو بہت بڑی بڑی عجائبات قدرت کی نو نشانیاں نو معجزات اور دوسری شریعت کے احکام قانون عطا فرمائے۔ اسے ایمان کے خواہش مند یا اسے جھنجھٹے معجزات کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطالبہ کرنے والے ذرہ بنی اسرائیل قوم موسیٰ علیہ السلام ان موجودہ یہود و نصاریٰ سے پوچھ کر معلومات کر لو کہ جب موسیٰ ان فرعون و فرعونیوں کے پاس بھرے دربار شاہی میں آئے اور فرعون کو نہایت شان و وقار اور نڈر ہو کر فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا اولوالعزم نبی رسول و مرسل ہوں صاحب کتاب اور صاحب شریعت ہوں اے فرعون تیرا عقیدہ شرک تیرا دین کفر، تیرا

دعوئے خدائی وادّعاءِ معبودی اور لوگوں سے اپنے آپ کو اپنے بتوں کو سجدے کرانا سب کچھ غلط اور تیری حکومت ختم ہونے والی ہے تو کہا ان کو فرعون نے اے موسیٰ تجھ کو کیا ہو گیا ہے تو ہمارے پاس پلا بڑھا جوان ہوا پھر ہمارے ایک آدمی کو مار کر دور کہیں بھاگ گیا وہاں لوگوں کی بکریاں چراتا رہا۔ شاہی آرام چھوڑ کر وہاں گاؤں میں روکھی سوکھی کھاتا رہا اور اب آ کر ایسی بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے یقیناً تجھ پر کسی نے جادو کر دیا ہے تو مسحور ہو چکا ہے۔ اچھا اگر تو نبی ہے تو کوئی معجزہ دکھا موسیٰ علیہ السلام نے عصا اور ید بیضا کا جب معجزہ دکھایا تو بولا تو ضرور کہیں سے یہ جادو کے کھیل سیکھ کر آیا ہے اور تو مسحور یعنی جادو سیکھا ہوا ہے اور ساحر ہے۔ مفسرین نے مسحور کے معنیٰ میں دو قول بیان فرمائے ہیں ۱ لفظ مسحورا اپنے اسم مفعول کے معنیٰ میں ہے یعنی ان پر کسی نے جادو کر دیا ہے ۲ مسحور بمعنی ساحر یعنی اس نے اپنا سیکھا ہوا جادو ہم پر کر دیا۔ جیسے کہ مشئوم بمعنی شوم اور نحوست والا اور میمون بمعنی یُمن برکت والا۔ دونوں معنیٰ کے اعتبار سے مقصود ہے کہ اے موسیٰ تم مسحور ہو اقوال میں اور تم ساحر ہو افعال میں فَسْئَلْ میں چار قول ہیں۔ ایک یہ کہ اے نبی تم پوچھو دوم یہ کہ اے موسیٰ تم پوچھو۔ اس معنیٰ میں یہ امر پچھلے زمانے کی حکایت ہو گا سوم یہ کہ اے مکے کے رہنے والے منکر تو پوچھ۔ چہارم یہ کہ یہ فعل امر نہیں بلکہ فَسَأَلَ ماضی ہے اور معنیٰ یہ ہے کہ جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نشانیاں دیں تو انہوں نے وہاں مصر میں جا کر بنی اسرائیل سے ان کا حال احوال اور آئندہ کا ارادہ پوچھا واللہ و رسولہ اعلم بالصواب۔ تفسیر کبیر۔ خازن۔ مدارک مظہری فتح القدیر) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب تعالیٰ کی طرف سے ۹ نشانیاں ملیں اور نو ہی معجزے ملے اور نو ۹ ہی شرعی احکام ملے اور نو ہی بنی اسرائیل کو سہولتیں اور انعام ملے۔ اس میں مفسرین کرام کا اختلاف ہے کہ یہاں آیت سے کیا مراد ہے بعض نے فرمایا کہ بیّنات قدرت مراد ہیں۔ ۱ زبان کی لکنت دور ہونا ۲ آسمانی طوفان ۳ مکڑیوں کا عذاب ۴ جوؤں کا عذاب ۵ خون کا عذاب ۶ مینڈک کا عذاب ۷ ایک گھونسے تھپڑ سے قبطی کا مر جانا ۸ طور پر کلیم اللہ ہونا ۹ دریا میں راستہ بن جانا۔ بعض نے کہا کہ آیت سے مراد موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزے ہیں۔ پہلا عصا کا سانپ بن جانا دوسرا ید بیضا تیسرا بد دعا سے رزق اور پھلوں کا کم ہو جانا چوتھا ایک کافر خاوند بیوی کا ہم بستری کرتے ہوئے اور ایک گستاخ عورت کا روٹی پکاتے ہوئے پتھر بن جانا پانچواں طور پر ستر بنی اسرائیل کا مرنے کے بعد زندہ ہونا چھٹا فرعون پر رعب چھا جانا ساتواں جادوگروں کا مومن بن جانا آٹھواں پتھر سے چشمے جاری ہونا نواں آپ کی پیشگوئی اور غیبی خبر دینے سے قحط آ جانا۔ لیکن ابو داؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، مستدرک حاکم نے حسن صحیح حدیث روایت فرمائی کہ صفوان ابن عسال نے فرمایا ایک یہودی نے دوسرے یہودی سے کہا چلو اس نبی کے پاس کچھ باتیں پوچھیں تو دوسرے نے کہا کہ تم اس کو نبی نہ کہو ورنہ ان کی نظر میں چار آنکھیں ہوں گی (معاذ اللہ) خیر دونوں حاضر بارگاہ ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت موسیٰ کی نو ۹ آیتیں کیا تھیں تو نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے جواب فرمایا کہ اوّل شرک نہ کرو دوم چوری نہ کرو سوم زنا نہ کرو چہارم ناحق ظلماً قتل نہ کرو پنجم جادو نہ کرو ششم سود نہ کھاؤ ہفتم کسی پاکدامن عورت کو تہمت نہ لگاؤ ہشتم جنگ کے دن بزدلی سے پیٹھ دکھا کر نہ بھاگو نہم کسی بے گناہ مظلوم کو ظالم حاکم کے پاس سزا اور قتل کے لیے مت لے جاؤ۔ اور دسواں حکم صرف یہودیوں کے لیے کہ تم ہفتے کی عزت کرو اور اس دن کوئی دنیوی کام نہ کرو۔ یہ سن کر دونوں یہودیوں نے آپ کے ہاتھ اور پاؤں چومے اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد مقدس فرمایا کہ پھر تم ایمان کیوں نہیں لاتے تو دونوں نے عرض کیا کہ ہم کو اپنی قوم کا ڈر ہے وہ ہم کو قتل نہ کر دیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ آیت سے مراد وہ نو انعام اور نعمتیں ہیں جو فرعون کے غرق ہونے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی برکت و طفیل سے بنی اسرائیل کو ملے اوّل مقام طیبہ میں پہاڑوں کا سایہ ثانی بادلوں کا جمع رکھ کر ٹھنڈک پیدا کرنا ثالث مَنّ و سلویٰ اترنا رابع کپڑے میلے نہ ہونا۔ خامس بدن میلے اور پلید نہ ہونا سادس گرمی سردی کا موسم نہ آنا ایک جیسا موسم رہنا۔ سابع ہر قبیلے کا چشمہ علیحدہ ہونا۔ ثامن گائے کے ٹکڑے سے مقتول کا زندہ ہو کر قاتل کا پتہ دینا تاسع سارے جہانوں پر فضیلت پانا۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ یہ بات مشاہدات عالم میں سے ہے کہ جس نے بھی معجزہ طلب کیا وہ ہدایت نہ پا سکا اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے مطالبے پورے کرنے کی اجازت الٰہی نہ ملی۔ یہ فائدہ فَاَبٰی الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ ہر چیز قانون فطرت کے قبضے میں ہے اور ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے لہٰذا مسلمانوں کو کسی چیز میں جلدی نہیں کرنی چاہیے، جلد بازی کفار اور شیطانی لوگوں کا کام ہے۔ یہ فائدہ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا تیسرا فائدہ رب تعالیٰ کی ہر وہ قدرت جو کسی نبی علیہ السلام کے زمانے میں ان کی قوم پر نازل ہو وہ اُن نبی علیہ السلام کا معجزہ ہے خواہ وہ کسی کے لیے فائدہ مند ہو یا نقصان دہ عجیب اشیاء میں سے ہو یا عذاب آسمانی یا ناگہانی آفت۔ لہٰذا تا قیامت، ساری دنیا کے اندر جو بھی قدرتی چیز ظاہر ہو گی وہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہوں گی یہ فائدہ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ (الخ) سے حاصل ہوا۔ اس لیے کہ ان نو چیزوں میں کچھ وہ عذاب تھے جو فرعونیوں کو عبرت دلانے کے لیے آئے اور کچھ وہ جو ہلاک کرنے کے لیے بلاواسطہ اللہ کی طرف سے نازل ہوئے مگر سب کو آیت موسیٰ میں شمار فرمایا گیا۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ سیلاب نوحی اور طوفان لوطی نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کا معجزہ تھا اسی لیے ہم کہہ سکتے کہ موجودہ دور میں نئی ایجادات اور قدرتی ذخائر کا اخراج وغیرہ سب کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہیں۔

احکام القرآن ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ: بزرگوں کے ہاتھ پاؤں منہ لگا کر چومنے بالکل جائز ہیں یہ مسئلہ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا (الخ) کی تفسیر و شان نزول سے مستنبط ہوا کیونکہ تمام مفسرین نے

فرماتے ہیں کہ جب دو یہودیوں نے آپ سے نو آیت کے بارے میں استفساری سوال کیا اور آپ نے پوری نو آیتیں گن کر بتا دیں تو دونوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ بھی چومے اور پاؤں بھی اور آقائے محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع بھی نہ فرمایا۔ اگر نا جائز ہوتا جس طرح کہ وہابی غلط بیانی کرتے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سختی سے منع فرما دیتے دوسرا مسئلہ: انبیاء کرام سے معجزات طلب کرنا گناہ ہے۔ کفار کا طریقہ ہے۔ البتہ جھوٹے مدعی سے معجزے طلب کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جھوٹے کو کامل جھوٹا سمجھتے ہوئے اس کو ذلیل اور شرمندہ کرنے کے لیے مطالبہ کرنا جائز ہے بشرطیکہ اپنے دین پر اتنا کامل بھروسہ ہو کہ اگر وہ جھوٹا کوئی جادو یا شعبدہ بھی دکھا دے تو یہ مذبذب یا مائل نہ ہو جائے جیسا کہ حضرت اعلیٰ پیر مہر علی شاہ صاحب قبلہ نے مرزا قادیانی سے طلب کر کے اس کو ذلیل کیا اوّلاً تو مشاہدہ ہے کہ جھوٹے مدعی نبوت سے کوئی شعبدہ وغیرہ بھی سرزد نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ بہت محنت سے سیکھ کر آئے دوم صورت یہ کہ اس کو ذرا سا سچا یا غالباً سچا سمجھ کر معجزہ کا مطالبہ کرنا۔ پہلی صورت تا قیامت جائز ہے۔ مگر دوسری صورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف سے پہلے جائز تھی لیکن تشریف آوری کے بعد قطعاً حرام ہے اس لیئے کہ پہلے تو سچے انبیاء ہر جگہ ہر قوم میں آسکتے تھے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے نبوت بند ہو گئی اب کوئی مدعی ہو تو وہ جھوٹا اور خبیث ہی ہو گا۔ تیسرا مسئلہ: مسلمانوں کو چاہیئے کہ اگر رب تعالیٰ دولت دے تو اللہ کی راہ میں ختم درود میں عید میلاد، گیارھویں، بارھویں میں خوب خرچ کریں خاص کر زکوٰۃ فطرانہ قربانی خوب زبردست پابندی سے ادا کریں کیونکہ یہ دولت کنجوسی کے لیے نہیں دی جاتی بلکہ اس میں تو ہزاروں انسانوں کے حقوق شامل ہوتے ہیں، امیر آدمی تو مثل بینک اکاؤنٹ کے صرف اپنی تنخواہ کا حق دار ہے یہ مسئلہ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ کے وعیدی الفاظ اور جھڑک والی عبارت کے ارشاد فرمانے سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا لَوْ اَنْتُمْ نحوی قوانین کے مطابق یہ درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ حرف لَوْ ہمیشہ فعل سے خاص ہوتا ہے اسم پر نہیں آسکتا اس لیے کہ لَوْ نفی تعلیقی پیدا کرتا ہے یعنی اگر یہ ہے تو وہ ہے یہ نہیں تو وہ نہیں اور نفی ہمیشہ صفات کی ہوتی ہے نہ کہ ذات کی اسم کا تعلق ذات سے ہوتا ہے وہ ذات پر دلالت کرتا فعل کا تعلق ہے آثار۔ احوال اور صفات سے فعل ان پر دلالت کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ لَوْ فعل پر داخل ہو سکتا ہے اسم پر نہیں اب یا تو یہ قانون نحوی غلط ہے یا یہ عبارت (مرزائی) جواب۔ نہ قانون نحوی غلط ہے نہ یہ عبارت بلکہ تمہاری عقل و فہم غلط ہے خیال رہے کہ حرف لَوْ اسم مشتق اور عامل پر داخل نہیں ہوتا یہاں اَنْتُمْ اسم تو ہے مگر نہ یہاں عامل رہا ہے کیونکہ عامل صرف اسم مشتق ہی ہوتا ہے۔ بلکہ تَمْلِكُوْنَ کا معمول فاعل ضمیر ہے جس کا مرجع پوشیدہ ہے اور مبتدا ہے۔ یا یہاں ایک فعل پوشیدہ ہے تو گویا لَوْ فعل پر ہی داخل ہوا ہے۔ اَنْتُمْ صرف حصر کے لیے مقدّم ہوا۔ دوسرا اعتراض یہاں ہے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ کو مسحور یعنی جادو شدہ کہا جس سے ثابت ہوا کہ فرعون کو یہ معجزات دیکھ کر جادو کا گمان ہوا حقیقت حال کا پتہ نہ لگا تو پھر موسیٰ نے لَقَدْ عَلِمْتَ کیوں فرمایا؟ جواب۔ یہی بتانے کے لیے کہ اے فرعون تیرا مجھ کو مسحور بنایا ہر گز کہتا۔ یہ تیری ہٹ دھرمی اور ضد و عناد ہے ورنہ حقیقت کو تو جان چکا ہے [illegible] آیت [illegible] کے بعد ہوگی ان شاء اللہ)

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ

فرمایا موسیٰ نے بے شک تو نے جان ہی لیا ہے کہ نہیں نازل کر سکتا کوئی ان قدرتوں کو سوائے آسمانوں

کہا یقیناً تو خوب جانتا ہے کہ انہیں نہ اتارا مگر آسمانوں اور

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ

زمینوں کے رب کے عقلیں کھولنے والی نشانیاں اور یقیناً میں سچا گمان کرتا ہوں تجھ کو

زمین کے مالک نے دل کی آنکھیں کھولنے والیاں اور میرے گمان میں تو

یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ

اے فرعون لعنت و ہلاکت میں پڑا ہوا۔ تو ارادہ کر لیا فرعون نے کہ نکال ڈالے ان قوم موسیٰ کو

اے فرعون تو ضرور ہلاک ہونے والا ہے۔ تو اس نے چاہا کہ ان کو زمین سے

مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ

روئے زمین سے۔ پس ہم نے اسی کو اور اس کے تمام ساتھیوں کو

نکال دے۔ تو ہم نے اُسے اور اس کے ساتھیوں سب کو

جَمِیْعًا ﴿۱۰۳﴾ لا وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ

ڈبو دیا۔ اور کہا ہم نے اس غرق کے بعد بنی اسرائیل کو کہ

ڈبو دیا۔ اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرمایا

اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ

اب ایمان داری سے رہو تم اس علاقے میں پھر جب آئے گا آخرت کا وعدہ

اس زمین میں بسو پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا۔

جِئۡنَا بِكُمۡ لَفِيۡفًا ﴿۱۰۴﴾ وَبِالۡحَقِّ اَنۡزَلۡنٰهُ وَ

لائیں گے ہم تم سب کو اکٹھا محشر میں اور حفاظت و صداقت سے نازل کیا ہم نے اس قرآن کو اور

ہم تم سب کو کمال میں لے آئیں گے اور ہم نے قرآن کو حق ہی کے ساتھ

بِالۡحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا

صداقت و حفاظت سے ہی یہ اترتا رہا ہے اور نہیں بھیجا ہم نے آپکو مگر با اختیار بشارتیں دینے والا

اتارا اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا ...... مگر خوشی

وَّنَذِيۡرًا ﴿۱۰۵﴾

اور ڈر سنانے والا بنا کر۔

اور ڈر سناتا۔

تعلق ان آیتِ کریم کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت پاک میں حضرت موسیٰ کا فرعون کے پاس جانے اور اس کو چند معجزات دکھانے اور فرعون کا کفر یہ گستاخانہ باتیں کرنے کا ذکر ہوا تھا۔ اب ان آیت میں حضرت موسیٰ کا وہ کلام درج ہوا جو آپ نے فرعون کے بھرے دربار میں نہایت دلیری قوت طاقت اور بہادری سے فرعون کے سامنے تبلیغی طور پر ذکر کیا۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت پاک میں فرعون کی دنیوی حکومت کی وجہ سے شانِ نبوت کی گستاخی کا ذکر ہوا کہ چند روزہ دولت حکومت کے نشے اکڑ غرور میں کتنے گستاخ ہو جاتے ہیں۔ اب ان آیت پاک میں گستاخیوں کی دنیوی سزا کا ذکر ہو رہا ہے کہ فرعون کو کیسی عبرت ناک سزا ہوئی۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں اس سرکش انسان کا ذکر ہوا تھا جو خدا تعالیٰ کا منکر بلکہ خود خدا بنا ہوا تھا۔ اب ان آیت میں ان سرکش بنی اسرائیل کا ذکر ہوا جو ہر بات میں انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے منکر ہو کر علیحدہ اپنا خدا معبود بچھڑا ٹھیکر بنا بیٹھے۔

شانِ نزول بعض مؤرخین نے فرمایا کہ جب مشرکینِ مکہ کے مطالبات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلیم نہ فرمائے اور رد فرما دیئے تو یہودیوں نے ان مشرکین سے کہا کہ اگر ہماری یہ باتیں مانی جاتیں تو ہم یقیناً ایمان لے آتے تب یہ چھ آیتیں از آیت ۱۰۱ تا آیت ۱۰۶ نازل ہوئیں جس میں فرمایا گیا کہ حضرت موسیٰ کے معجزات دیکھ کر بھی ان

وقف لازم

پر تم لوگ ایمان نہ لائے اور بچھڑے کو خدا بنا بیٹھے تو اب کیا لاتے۔

تفسیر نحوی

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا اَنْزَلَ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا۔ قَالَ فعل ماضی هُوَ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل مرجع حضرت موسیٰ یہ جملہ فعلیہ ہوکر قول ہوا لام تاکیدیہ۔ قَدْ عَلِمْتَ ماضی قریب مثبت معروف واحد مذکر حاضر اَنْتَ ضمیر اس میں پوشیدہ فاعل مرجع فرعون مَا اَنْزَلَ ماضی مطلق منفی معروف بابِ افعال سے نُزُوْلٌ مادہ معنیٰ اترنا لازم ہے مصدر اِنْزَالٌ معنیٰ ہے اتارنا متعدی بیک مفعول ہو گیا۔ اِفعال اُن مصادر سے ہے جن کو متعدی بنانا پڑتا ہے لیکن عَلِمْتَ وغیرہ وہ مصادر ہیں جو خود بخود اصلاً ہی متعدی بیک مفعول ہیں۔ تقریباً کل تینتیس ۳۳ مصدر ہیں جو اصل متعدی ہوتے ہیں۔ مَا اَنْزَلَ کا فاعل هُوَ ضمیر پوشیدہ ہے جس کا مرجع ذہنی مَنْ موصولہ عمومیہ ہے بمعنی کسی نے مستثنیٰ منہ ہے هٰۤؤُلَآءِ اسم اشارہ جمع ہے مذکر مونث سب کے لئے بولا جاتا ہے اس کا مشار الیہ تسع آیات ہے یہ اسم مفعول ہے مَا اَنْزَلَ کا اِلَّا حرفِ استثنا مفرغ رَبُّ اسم مفرد صفاتی نام ہے باری تعالیٰ جلّ مجدہٗ کا مضاف السَّمٰوٰتِ تمام آسمان۔ جمع مؤنث سالم ہے سَمَآءٌ کی واؤ عاطفہ الْاَرْضِ اسم جامد بمعنیٰ تمام روئے زمین معطوف ہے یہ دونوں عطف مل کر مضاف الیہ مرکب اضافی مستثنیٰ ہے تمام استثنا مل کر فاعل ہوا مَا اَنْزَلَ کا۔ بَصَآئِرَ اسم جمع منتہی الجموع واحد ہے بَصِیْرَۃٌ بمعنیٰ عقل کی روشنی مفتوح ہے کیونکہ مفعول لہٗ ہے مَا اَنْزَلَ کا وہ جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر مفعول بہٖ ہوا قَدْ عَلِمْتَ کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ اوّل ہوا۔ واؤ دوسرا جملہ اِنِّیْ دراصل ہے اِنَّ یْ۔ اِنَّ حرف تحقیق یْ ضمیر واحد متکلم اس کا اسم۔ لام کہ برائے تحقیق و تاکید۔ اَظُنُّ صیغہ واحد متکلم باب نَصَرَ سے ہے ظَنٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنیٰ خیال کرنا گمان کرنا مضارع حال ہے كَ ضمیر کا مرجع فرعون منصوب متصل مفعول بہٖ اَظُنُّ کا اور ذو الحال ہے مَثْبُوْرًا کا۔ یٰفِرْعَوْنُ جملہ ندائیہ بیچ میں آیا حصر تاکیدی کے لئے اصل میں یہ پہلے تھا اور عبارت اس طرح تھی یٰفِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ مَثْبُوْرًا ...... اسم مفعول ثُبُوْرٌ سے بنا ہے لغوی معنیٰ ہے روکنا۔ روکا جانا مجازی معنیٰ ہلاک کرنا ہلاک ہونا یہاں معنیٰ ہیں ہلاک کیا جانا برباد ہونا سبی معنیٰ ہے بے عقل ہونا۔ اصطلاحی معنیٰ ہیں نیکی سے یا کسی اچھے کام سے روکا جانا اہلِ لغت فرماتے ہیں کہ اللہ کی توفیق سے روکا جانا ثُبُوْرٌ ہے اور اللہ تعالیٰ کے انعامات سے روکا جانا نَعْنٌ و لَعْنَۃٌ ہے مَثْبُوْرًا بحالتِ نصب ہے حال ہے۔ كَ ضمیر کا وہ دونوں مل کر مفعول بہٖ ہوا اَظُنُّ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جوابِ ندا۔ یَا حرفِ ندا قائم مقام اَدْعُوْ کے اَدْعُوْ فعل مضارع پوشیدہ اَنَا ضمیر متکلم فاعل فِرْعَوْنُ منادیٰ مفرد معرفہ ہے اس لئے ضمہ پر مبنی ہے۔ حقیقی اعراب ہے کیونکہ مفعول بہٖ ہے اَدْعُوْ پوشیدہ کا۔ منادیٰ جب مضاف نہ ہو۔ ظاہر نہ منوی تو ضمہ پر مبنی ہوتا ہے اگرچہ اسم متمکن معرب ہو۔ اَدْعُوْا اپنے فاعل اور مفعول بہٖ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر ندا ہوا اور اپنے جواب سے مل کر جملہ ندائیہ ہوکر خبر اِنَّ ہوئی اِنَّ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ دوم ہوا قول دونوں سے مل کر جملہ قولیہ ہوکر مکمل ہوا۔

ف تعقیبیہ اَرَادَ باب افعال کا ماضی مطلق ھو ضمیر پوشیدہ فاعل ہے مرجع فرعون اَنْ ناصبہ یَسْتَفِزَّ باب استفعال سے مضارع معروف اس کا مصدر ہے اِسْتِفْزَازٌ فَزٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے چار معنی میں مشترک ہے بھاگنا، نکالنا، تحقیر کرکے ذلت سے دھتکارنا، غلبہ پانا۔ قدم اکھیڑنا۔ ھُوَ پوشیدہ ضمیر مستتر فاعل ہے مرجع فرعون ھُمْ ضمیر مفعول بہ کا مرجع بنی اسرائیل ہے مِنْ جارہ تبعیضیہ ابتداء غایت کے لئے اَلْاَرْضِ بمعنی اپنا علاقہ سلطنت یعنی ملک مصر یہ جار مجرور متعلق ہے یَسْتَفِزَّ کا یہ جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر مفعول بہ ہے اَرَادَ کا وہ جملہ فعلیہ ہوکر مکمل ہوا۔ فَ۔ حرف تعقیب یہاں بمعنی ثُمَّ ہے برائے تراخی اَغْرَقْنَا۔ باب افعال کا ماضی مطلق معروف۔ جمع متکلم فعل با فاعل اِغْرَاقٌ مصدر بمعنی ڈبوکر ہلاک کرنا غرقٌ بمعنی ڈوبنا ہ ضمیر بارز کا مرجع فرعون یہ معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ۔ مَنْ موصولہ اسم عمومی جنسی مراد ہیں تمام فرعونی مَعَ اسم ظرف مکانی مضاف ہے ہٗ ضمیر واحد بارز مضاف الیہ مرجع فرعون یہ مرکب اضافی صلہ ہے موصول صلہ ذوالحال۔ جَمِیْعًا۔ اسم مصدر ہے یا صفت مشبہ ہے بمعنی تمام ہونا مراد ہے سب کے سب تمام کمل بحالت نصب ہے حال ہے۔ مَنْ مع کا۔ یہ دونوں مل کر معطوف سب عطف مل کر مفعول بہ ہوا اَغْرَقْنَا کا وہ جملہ فعلیہ ہوگیا۔ وَقُلْنَا مِنْ بَعْدِهٖ لِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا

واؤ سیر جملہ قُلْنَا فعل ماضی صیغہ جمع متکلم۔ فاعل اللہ۔ یہ فعل با فاعل ہوکر جملہ قولیہ کا قول ہوا مِنْ جارہ زائدہ بیانیہ۔ بَعْدِ اسم ظرف زمانی مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مرجع ہے اِغْرَاقٌ مجرور متصل کیونکہ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مجرور جار مجرور مل کر متعلق اول ہے قُلْنَا کا۔ لام متعدی کا۔ بَنِیْ دراصل تھا بَنِیْنَ جمع مذکر سالم بحالت کسرہ نون اعرابی اضافت کی وجہ سے گرگئی اسرائیل عجمی علم ہے اس لئے غیر منصرف۔ بحالت کسرہ ہے کیونکہ مضاف الیہ ہے غیر منصرف کو بحالت کسرہ نصب ہوتا ہے یہ مرکب اضافی مجرور ہوکر متعلق دوم ہے قُلْنَا کا یہ فعل فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ قول ہوا۔ اُسْكُنُوْا باب نَصَرَ کا امر حاضر جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ ضمیر جمع پوشیدہ اس کا فاعل مرجع بنی اسرائیل سَكَنٌ سے مشتق ہے بمعنی رہائش رکھنا۔ وطن بنانا۔ سکون سے رہنا۔ الف لام عہد خارجی اَرْضَ بمعنی زمین مراد ہے علاقہ مصر مفتوح ہے کیونکہ مفعول فیہ ہے اُسْكُنُوْا کا۔ وہ فعل فاعل مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر معطوف علیہ۔ فَ عاطفہ تعقیبیہ اِذَا حرف شرط ظرفیہ زمانیہ جَآءَ۔ فعل ماضی بمعنی مستقبل ماضی کو اظہار یقین کے لئے لایا گیا گویا آ ہی گیا۔ وَعْدُ۔ اسم مفرد جامد حاصل مصدر بمعنی فیصلہ۔ عہد وقت۔ میعاد۔ مدت۔ یہاں ہر معنی مناسب ہے مضاف ہے۔ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْ اٰخِرَةِ۔ اسم فاعل مؤنث یہ مرکب فاعل ہے جَآءَ کا۔ وہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر یا خبریہ ہوکر شرط ہوئی۔ جِئْنَا باب ضَرَبَ کا ماضی صیغہ جمع متکلم بَ جارہ تعدیہ کی كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مجرور متعلق ہے جِئْنَا کا اس ترکیب سے لَفِیْفًا کا ترجمہ ہے گھیرے ہوئے ہانکے ہوئے لپٹے ہوگے اس

معنیٰ میں یہ لازم ہے۔ اگر لَفِیْفًا حال ہو جِئْنَا کے فاعل کا تو ترجمہ ہو گا ہم گھیر کر لپیٹ کر ہانک کر لائیں گے اس معنیٰ میں یہ لَفِیْفًا متعدی ہے۔ یہ سب مل کر جزا ہوئی شرط و جزا مل کر معطوف ہے اُسْکُنُوْا کا۔ یہ سب عطف مل کر مقولہ ہوا۔ قُلْنَا اپنے مقولہ سے مل کر جملہ قولیہ ہو کر مکمل ہوا۔ واؤ ابتدائیہ بَ جارّہ بمعنیٰ مَعَ۔ الف لام استغراقی یا عہد ذہنی حَقِّ اسم مفرد۔ آٹھ معنیٰ میں مشترک ہے۔ یہاں معنیٰ ہیں سچا مکمل قانونِ الٰہیہ ۔ اَنْزَلْنَا باب افعال کا جمع متکلم فاعل اللہ تعالیٰ وہ ضمیر مفعول بہ مرجع ذہنی قرآن مجید بالحق جار مجرور متعلق مقدم ہے اَنْزَلْنَا کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واؤ دوسرا جملہ بَ حرف جار بمعنیٰ مَعَ ظرفیہ مکانیہ یعنی حق کے ساتھ اَلْحَقِّ اسم مفرد جامد بمعنیٰ مضبوطی سچائی یہ جار مجرور نَزَلَ کا متعلق مقدم ہے نَزَلَ باب نَصَرَ کا ماضی ہے ھُوَ مستتر اس کا فاعل مرجع ذہنی قرآن مجید نُزُوْلٌ سے بنا ہے لازم ہے بمعنیٰ اترنا۔ یہ سب مل کر علیحدہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مکمل ہوا۔ واؤ دوسرا جملہ۔ مَا اَرْسَلْنَا باب افعال کا فعل ماضی مطلق منفی جمع متکلم۔ فاعل مخاطِب اللہ تعالیٰ کَ ضمیر مخاطبہ کا مرجع ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم منصوب متصل کیونکہ مفعول بہ ہے۔ اِلَّا حرفِ استثنا مفرّغ اس لئے کہ مستثنیٰ منہ صفتاً اور حالاً پوشیدہ ہے مُبَشِّرًا باب تفعیل کا اسم فاعل ہے اس کا مصدر ہے تَبْشِیْرٌ ترجمہ ہے خوشی کی خبر سنانا جس سے چہرے کی کھال پر رونق آجائے سرور کے نشانات کھال پر ظاہر ہوں کھال کا سکڑنا چمکنا اصطلاح میں مسکراہٹ ہوتی ہے۔ ہنسنے کو اسی معنیٰ میں کھلکھلانا کہتے ہیں مادہ ہے بَشْرٌ یا بُشْرٌ یہ معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ نَذِیْرًا اسم صفت مشبہ نَذْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ڈرانا حقیقتاً دائمی متعدی ہوتا ہے معطوف ہے سب عطف مل کر مستثنیٰ ہوا۔ پوشیدہ مستثنیٰ منہ کا دونوں مل کر مفعول لہٗ ہوا فعل کا یا حال ہوا کَ ضمیر کا اور وہ ذوالحال دونوں مفعول بہ ہو گئے۔ اَرْسَلْنَا کا یہ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا

فرمایا ہمارے کلیم موسیٰ نے کہ اے فرعون زبان سے اگرچہ تو نے میری دینی شرعی مذہبی باتوں کو سن کر مجھ کو مسحور اور جادو زدہ کہدیا اور میرے قوت شوکت ہیبت والے معجزات دیکھ کر مجھکو ساحر جادوگر کہدیا مگر اتنی بہت سی قدرت الٰہیہ کی حیران کن آیتیں دیکھ کر پے در پے مصیبت کے ناگہانی عذاب دیکھ کر تیری عقل و دماغ اور دل نے سمجھ لیا اور دل کی گہرائیوں سے تو نے جان لیا کہ یہ مصیبتیں اور یک دم پورے ماحول ہر شخص اور تمام علاقے پر چھا جانے والے عذاب جادو نہیں ہو سکتے۔ ان آیتوں نشانیوں اور عذابوں کو آسمانوں اور زمین کے رب جلّ سبحانہٗ کے سوا کوئی نہیں اتار سکتا یہ امتحانی اور عبرت دلانے والے عذاب ذی عقل کی عقل اور آنکھوں والوں کی نگاہِ عبرت و حسرت کھول دینے کے لئے کافی ہے۔ مگر تو نے حسد۔ ضد۔ عناد۔ جہالت۔ سرکشی۔ غرور۔ تکبر۔ حب دنیا کی وجہ سے ابھی تک انکار و کفر کی راہ ہی پکڑی ہوئی ہے۔ اس لئے بے شک میں مکمل سچا اور پکا غالب یقینی گمان کرتا ہوں تجھ کو اے فرعون

تو بہت جلدی ہلاک اور لعنتی۔ بھلائی سے محروم ہونے والا ہے تیری خیر نظر نہیں آتی تیرا اخیر ہونے والا ہے۔ تیری یہ جبلی شرارتی خصلتیں معروف ممنوع عادتیں۔ ظلم و ہلاکت کے منصوبے۔ ناقص العقل فیصلے معجزات کی بے ادبی توحید سے انکار رسالت کی گستاخی۔ شر اور اہل شر کی حوصلہ مندی یہ سب حرکتیں تیرے مثبور ہونے کا یقین دلاتی ہیں۔ تیرا گمان میرے مسحور ہونے کا تو صرف زبانی ہے ورنہ تیرا اڑا ہوا دل سہما ہوا بدن مرعوب عقل، اڑا ہوا رنگ۔ دہشت زدہ چہرہ میرے مسحور ہونے کا قائل نہیں تیری یہ وہمی گمانی بات کچی ہے مگر تیری ہلاکت کے متعلق میرا گمان درست ہے کس کی عقل عصا کے معجزے ید بیضا کی قدرت دیکھ کر پھر ہر قبطی گھر میں پانی سالن میں دودھ گھی روٹی میں خون ہی خون دیکھ کر اس کو کسی جادوگر کا کھیل تماشا کہہ سکتی ہے۔ پھر لاکھوں گھروں بازاروں دکانوں بستروں صندوقوں کپڑوں میں مینڈک ہی مینڈک دیکھ کر ابکائیاں لے رہا ہو کہ ہر قبطی کے بدن میں جوئیں ہی جوئیں بھر جائیں اور گرتی پھیریں ہر چیز میں جوئیں ہی نظر آئیں کاٹیں خون چوسیں ابھی اس سے نجات ملی ہو کہ تمام کھیتی باڑی اور دودھ گوشت کے جانور اور گھوڑے گدھے خچر مرنے شروع ہو گئے ابھی ان کا صفایا ہوا ہی تھا کہ بد دعاء موسوی کی لگی ہوئی ناگہانی قدرتی آگ جدھر جدھر سے پھیلتی گزرتی گئی وہاں کی ہر شئی جان و بے جان کو راکھ کرتی چلی گئی۔ اس مصیبت سے امن آیا تو ٹڈی مکڑی کا ایسا بھرپور حملہ ہوا کہ سارے کھیت باغات پھول و پھل کو چاٹ کر فنا کر دیا۔ یہ عذاب گزرا تو بڑے بوڑھے قبطیوں نے کسی اندرونی بیماری سے دھڑا دھڑ مرنا شروع کر دیا اور اس سے بھی زیادہ آناً فاناً ہلاک ہو گئے۔ جتنے کہ فرعون نے ظلم سے اسرائیل کے نومولود بچے قتل کرائے۔ کیا ان ملک پر چھا جانے والی آیات قدرت کو کوئی جادو کہہ سکتا ہے۔ لَقَدْ عَلِمْتَ اے فرعون تو جان گیا ہے کہ یہ جادو نہیں بلکہ یہ آیات طاہرہ معجزات قاہرہ ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ عَلِمْتُ ہے یعنی حضرت موسیٰ نے کہا کہ میں نے جان لیا یہ قول کسائی نحوی کا ہے اور منسوب ہے مولیٰ علی کی طرف مگر حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ سے ثابت یہی ہوتا ہے کہ یہاں عَلِمْتَ ہے یعنی اے فرعون تو نے دل سے جان لیا۔ ان تمام حالات آلام و مصائب کو دیکھ کر اسی ہزار جادوگروں سے مقابلہ کرا کر اور ہر طرح شکست کھا کر فرعون نے آخر کار یہی ارادہ کیا کہ تمام بنی اسرائیل۔ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی پوری قوم کو روئے زمین سے نیست و نابود کر دیں تو اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتا ہم نے خود ہی اس کو اور اس کے تمام ساتھیوں کو بحر قلزم میں عجیب کرشمۂ قدرت سے غرق کر دیا۔ یہاں تک کہ روئے زمین پر ایک بھی قبطی اور فرعونی نہیں بچا سب ہلاک ہو گئے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ يَسْتَفِزَّ کا معنیٰ ہے مصر سے نکال دینے کا ارادہ مگر یہ درست نہیں اس لئے کہ نکلنا اور ہجرت کر جانا تو وہ خود بنی اسرائیل اور موسیٰ علیہ السلام چاہتے ہی تھے فرعون اور فرعونی بنی اسرائیل کو نکلنے نہیں دیتے تھے اسی لئے موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے تمام بنی اسرائیل چھپ کر راتوں رات نکلے تھے اور صبح کو فرعون نے دوبارہ پکڑنے گرفتار کر کے واپس لانے کے لئے پیچھا کیا اور سب ڈوب گئے اس لئے صحیح

تفسیر یہی ہے کہ فرعون نے روئے زمین سے ہی ختم کرنے نکال دینے کا ارادہ کر لیا یعنی قتل کرنا۔ وَ قُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا۔ وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ۔ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا۔ فرعون نے اپنی چندروزہ فانی زندگی میں کیا کچھ ظلم نہ کیا کون سی کسر اٹھا رکھی اس نے حضرت موسیٰ کی گستاخی انکار نبوت کرتے ہوئے کیا کیا مطالبے کئے موسیٰ علیہ السلام نے سب پورے کر دیئے اس پر جب بھی کوئی مصیبت کوئی آفت چلی تو حضرت موسیٰ کی دعاؤں سے ہی ٹلی مگر یہ تمام قدرتیں آیتیں معجزے دیکھنے کے باوجود اے کفارِ مکہ بالکل تمہاری طرح ضد ہٹ دھرمی حسد عناد پر قائم رہا تو انجام یہ ہوا کہ ان سب کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی نیک پاک مومن متقی فرمانبردار امت بنی اسرائیل کو کہا کہ اے ہجرت کر جانے والو ظلم سے گھبرا کر اپنا دین بچا کر اپنے گھروں کو چھوڑ کر چلے جانے والو جاؤ۔ واپس اپنے انہی گھروں علاقوں اور شہر میں سکون و عافیت کی زندگی گزارو۔ رہو بسو حکومت و شہنشاہی کرو۔ تقوے طہارت نبی کی اتباع اور اللہ کی عبادت میں ہر لمحہ مشغول رہو اور حفاظت الٰہیہ میں عیش و آرام کی زندگی گزارو۔ تم اللہ کے دین قانون مسائل احکام کی پابندی و حفاظت کرو تو مولیٰ تعالیٰ تمہارے جان مال عزت و آبرو کی حفاظت فرماتا ہے گا۔ اے کفارِ مکہ تم بھی اپنی کفریہ حرکتوں سے یہی کچھ نقشہ عمل بناتے چلے جا رہے ہو تو پھر یاد رکھو کہ موسیٰ و فرعون کا یہ واقعہ اسی لئے سنایا گیا ہے کہ ہم بھی پھر وہی تاریخ دُھرا دیں گے تم کو مغلوب و مقہور کر کے اسی مکے پر مہاجر و انصار پیارے نبی کے فرمانبردار اور اپنے حبیب محمد رسول اللہ کی تا قیامت سلطنت و حکومت قائم فرما دیں گے۔ پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا۔ تو تم سب کے پورے حساب و کتاب سزا و جزا کو جاری کرنے کے لئے تم سب لوگوں کو ہم قبروں سے میدانِ قیامت میں اکٹھا ایک گروہ کی شکل میں لائیں گے وہاں لا کر پھر وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ۔ کا آوازِ قیامت سنایا جائے گا تو تم سب نیک و بد، مومن کافر، فاسق و فاجر علیحدہ علیحدہ کر دیئے جاؤ گے۔ وعدۂ آخرت کے بارے میں یہاں مفسرین کے تین ۳ قول ہیں ایک یہی جو ہم نے بیان کیا دُوم یہ کہ بنی اسرائیل پر بخت نصر وغیرہ بادشاہ افواج کا حملہ تباہ بربادی کے بعد بنی اسرائیل کو اللہ کی مدد پہنچنا مراد ہے سوم یہ کہ وعدۂ آخرت سے مراد نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت کا زمانۂ حیات ہے اور بنی اسرائیل کا مسلمان ہو جانا اور نہ ہونے والے یہود و نصاریٰ کا ہلاک ہونا مراد مگر پہلا ہی قول درست ہے۔ لَفِیْفًا میں بعض نے کہا کہ لوگوں کا ایک ساتھ چلنا مراد نہیں بلکہ ٹوٹے اعضا خاک بنے بکھرے اجسام کا جمع ہو کر جڑ کر دوبارہ انسان بن جانا مراد ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اے کفارِ مکہ نئے نئے فضول مطالبے کرنے والو کیا تم اس معجزے اور قدرتِ الٰہیہ کے حیران کن عجیب شاہکار کی قدر نہیں کرتے کہ ساری کائنات عربی و عجمی کے لئے ہم نے اپنی رحمت، برکت قدرت اور حق کے

ساتھ نازل فرمادیا اس قرآنِ ازلی قدیمی کو سچائی، درستی، حفاظت۔ ہدایت کار دالا عرش سے اتارا آسمان دنیا پر جبرئیل کو دیا اور جبرئیل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو دیا اس طرح یہ قرآن حق ہاتھوں میں ہی اترتا رہا۔ حق تعالیٰ کا حق قرآن حق کے ساتھ۔ کائناتِ مخلوق کی سب سے بڑی حق ذات محمد رسول اللہ کے پاس نازل ہوا۔ اس لئے یہ باقی رہنے والا حق ہے۔ حق اندازے سے اترا عزت وحرمت اس کا حق ہے۔ یہ ہر فنا اور تغیر تبدل جوڑ توڑ ملاوٹ بناوٹ سے محفوظ ہے اس لئے اسی سے ہدایت لینا حق ہے۔ حق ہی مادہ حق، حق ہی غایت حق ہی قوام ہے حق ہی اہتمام ہے۔ یہ قرآن مجید حق اصل ثابت ہے جو پوری کائنات کے ناموسِ وجود میں موجود ہے جس سے ہستی وجود قائم ہے۔ لہٰذا دامنِ مصطفیٰ میں آکر اس قرآن مجید پر ایمان لاؤ۔ اے پیارے نبی آپ کی صداقت حقانیت کی اس سے بڑی اور کیا نشانی ہو گی کہ ہم نے آپ کو صرف اسی لئے فرشِ انسانیت پر بھیجا کہ آپ ہماری طرف سے پورے اختیار دیکر بھیجے گئے ہیں کہ جس کو چاہو آخرت کے خوف وڈر کی نذارت دو آپ با اختیار مبشر ونذیر ہو۔ آپ کی بشارت ونذارت کبھی رد نہیں ہو سکتی۔ آپ کی خوش خبری رب تعالیٰ کی خوش خبری ہے اور آپ کی پکڑ رب کی ہی پکڑ ہے۔ یہ ربیعہ کی جنت۔ سراقہ کے کنگن عشرہ مبشرہ کے ابدی انعامات اسی کا ثبوت ہیں۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے۔ **پہلا فائدہ** ۔ اب تا قیامت کائنات عالم میں صرف قرآن مجید اور ذات ونام پاک مصطفیٰ ہی اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا حق ہے اس لئے کہ حق وہ ہوتا ہے جو زائل اور ختم نہ ہو سکے اور قرآن مجید کی ہر چیز بعینہٖ موجود ہے اس کے بیان کردہ دلائل توحید۔ صفات جلال تقریر نبوت انبیاء عظام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام۔ اثباتِ حشر ونشر۔ قیامت شریعت سب کچھ باقی۔ نقص تحریف سے پاک۔ جاہلین ومعاندین کی شرارتوں دست درازیوں سے محفوظ اس لئے قرآن ہی حق ہے **دوسرا فائدہ** ۔ بِالْحَقِّ کو مقدم فرمانے سے حصر کا فائدہ حاصل ہوا۔ یعنی قرآن مجید کو صرف حق اور حقانیت اور اظہار حق کے مقصد کے لئے ہی اتارا گیا۔ **تیسرا فائدہ** ۔ آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکمل طور پر با اختیار شہنشاہ کائنات بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ جس کو جو چاہیں دنیا آخرت کی نعمتیں دیں جس کو چاہیں نہ دیں۔ جس کو دے دیں اس سے کوئی چھین نہیں سکتا۔ جس کو پکڑ لیں اس کو کوئی چھڑا نہیں سکتا جس کو دوزخ سے چھڑا لیں پھر اس کو کوئی پکڑ نہیں سکتا۔ یہ فائدہ اِلَّا مُبَشِّرًا۔ کی تفسیر سے حاصل ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے مُبشّر ہیں۔

احکام القرآن ان آیتِ کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ** ۔ فقہاء کرام متفقہ طور پر فرماتے ہیں کہ ایمان نام ہے اس بات کا کہ دل سے اللہ رسول اور تمام ایمانیات

کی تصدیق کی جائے اور زبان سے ان تمام کی صداقت کا اقرار کیا جائے یہ مسئلہ بہت سی احادیث کے علاوہ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا اَنْزَلَ (الخ) سے بھی مستنبط ہوتا ہے۔ اس طرح کہ فرعون دل میں موسیٰ علیہ السلام کو سچا نبی مان چکا تھا جس کا اظہار حضرت موسیٰ نے لَقَدْ عَلِمْتَ کہہ کر فرمایا۔ مگر اس کو مومن نہیں فرمایا بلکہ مَثْبُوْرًا فرمایا۔ اس لئے کہ زبان سے اقراری نہ تھا۔ **دوسرا مسئلہ**۔ انبیاء کرام عَلَیْهِمُ السَّلَام غیب عطائی جانتے ہیں۔ یہ مسئلہ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ اس لئے کہ یہاں ظن بمعنی یقین ہے اور آپ نے یہ ہلاکت فرعون اور ایمان کی توفیق نہ ملنے کی خبر کافی عرصہ پہلے نہایت کامل ظن اور یقین کے ساتھ سنا دی جو حرف بحرف صحیح ہوئی۔ **تیسرا مسئلہ**۔ ہر مسلمان پر لازم اور واجب ہے کہ بروں کی صحبت سے دور ہٹے اور نیک لوگوں کی مجلس اختیار کرے۔ یہ مسئلہ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا سے مستنبط ہوا۔ اس طرح کہ وہ قبطی جو مومن ہو چکے تھے اور فرعون سے ہٹ کر ظاہر ظہور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہو گئے ان کو غرق ہونے سے بچا لیا گیا جو فرعون کے ساتھ ہی رہے وہ سب غرق ہو گئے اگرچہ یہ غرقابی اور موت صرف کفار کے لئے عذاب بنی۔ اہل ایمان کے لئے بہ صرف موت اور ڈوبنا ہی رہا مگر بُرے کی سنگت نے مصیبت تو ڈال دی۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ **پہلا اعتراض**۔ احادیث میں آتا ہے کہ عذاب والی قوم کی بستی میں رہنا ممنوع اور نا جائز ہے۔ مگر یہاں فرمایا گیا کہ وَقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ ہم نے فرمایا کہ جاؤ واپس اسی بستی "فرعون" میں جا کر رہو آباد ہو جاؤ۔ یہ تعارض کیوں ہے اور صحیح مسئلہ کیا۔ حالانکہ مصر میں طوفانی ہوا۔ مینڈک۔ جوں۔ مکڑیوں اور خون کا عذاب آیا۔ پھر دریا میں غرقابی و ہلاکت کا عذاب آیا۔
جواب۔ اس کے دو جواب ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ ان بستیوں میں نہ رہنے کا حکم صرف ہماری شریعت اسلامیہ میں ہے۔ پہلی شریعتوں میں یہ حکم نہ تھا۔ مگر یہ جواب کمزور اور مشاہدے کے خلاف ہے۔ پہلی امتوں کا بھی ہلاک شدہ بستیوں میں آباد ہونا ثابت نہیں دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث پاک میں ان بستیوں سے روکا گیا ہے جن کے اندر ہی کفار کو عذاب دے کر ہلاک کیا گیا تھا۔ یہاں یہ بات نہیں کیونکہ مکڑی مینڈک کا عذاب ہلاکت کے لئے نہ تھا عبرت اور بچنے سنبھلنے مومن بننے کے لئے تھا اور دریا کا عذاب بستی سے باہر نکال کر دیا گیا اور سیلاب تو کبھی بستی کا عذاب نہ تھا بلکہ پوری روئے زمین کا تھا اور وہ بھی کفار کو وہاں سے بہا کر دور لے گیا تھا۔ اس بستی قرح میں کوئی کافر نہ مرا **دوسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا۔ تم سب کو اکٹھے کر کے لائیں گے لیکن احادیث میں ہے کہ کوئی سوار ہو کر کوئی پیدل کوئی منہ کے بل کوئی آہستہ میدان محشر میں جمع ہو گا۔ نیز یہ تو ظاہر ہے کہ سب اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے اور قبریں کوئی مغرب میں تو کوئی مشرق میں کوئی ہزاروں میل دور کوئی قریب تو پھر یہ لَفِیْفًا کہنا کیونکر درست ہوا۔ **جواب**۔ اہل لغت نے اس اعتراض کے چند جواب دیئے ہیں جن میں سب سے بہتر اور مضبوط پہلا جواب ہے لفیفاً کا وہی معنی لیا جائے تو اعتراض پڑتا ہی نہیں **پہلا جواب**

اہل لغت نے لَفِیْفًا کے چند معنی کئے ہیں ۱۔ سب کو کھال میں لائیں گے یعنی نئے جسم بنا کر بغیر لباس ننگے ہی میدان محشر میں لائیں گے کیونکہ لفیف لفٌ اور لفافۃ سے بنا ہے بمعنی کھال کا خلاف اور لفافہ ۲۔ جمع ہونا میدان محشر میں ہے نہ کہ آنے کے راستوں میں ۳۔ جمع کر کے لانے کا تعلق وقت اور زمانے سے ہے نہ کہ جگہ اور مقام سے یعنی یک وقت سب کو ہم لائیں گے اٹھائیں گے نہ کہ یک جگہ سے۔ پہلا جواب درست ہے اعلیٰ حضرت کا ترجمہ بھی یہ ہے۔ اس ترجمے کی صورت میں کوئی اعتراض نہیں پڑتا **تیسرا اعتراض**۔ اگر یہاں لفیفًا کے معنی درست ہیں جیسا کہ بہت سے مفسرین اور مترجمین نے فرمایا ہے تو پھر یہ اسی سورت کی آیت ۹۹ کے خلاف ہو جاتا ہے اس لئے کہ وہاں ارشاد ہے قَادِرٌ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ۔ یعنی رب تعالیٰ ان بندوں کی مثل اور مشابہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف کھال ہی نہیں بلکہ میدان محشر میں ہڈی گوشت پوست رنگ شکل صورت قد لمبائی چوڑائی سب ہی نئی پیدائش ہو گی۔ نیز یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ اصل نہ ہو گا بلکہ مثل مشابہ مخلوق ہو گی۔ یہاں کفار کہہ سکتے ہیں کہ وہ خالق تعالیٰ اصل بنانے پر قادر نہیں مثل بنانے پر قادر ہے (معاذ اللہ) لیکن لفیفًا کے ترجمے سے ثابت ہو رہا ہے کہ صرف کھال نئی ہو گی باقی جسم ہڈی گوشت وغیرہ سب کچھ پہلا اور اصلی ہو گا۔ اس کی مطابقت کیونکر ہو سکتی ہے۔ **جواب**۔ لفیفًا کا ترجمہ کھال کرنے کے باوجود آپ کا اعتراض غلط ہے اس لئے کہ یہاں لفیفًا سے کھال کا غلاف۔ لفافہ اور لباس مراد ہے۔ یعنی ننگے بدن ہوں گے کھال لباس ہو گا۔ اس کا تعلق پیدا کرنے سے نہیں۔ نیز اس آیت پر معترض نے غور نہیں کیا۔ وہاں فرمایا گیا اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ۔ یعنی ہر شخص کی اپنی مثل یہ اضافت بیانیہ بتا رہی ہے کہ ہر شخص کی ذات وہی اصل ہو گی لیکن وہ عرضیات ان عرضیات کے مثل پیدا کئے جائیں گے۔ اصل سے مراد روح اور مادہ بدن انسانی ہے جس کو انسان کا بیج کہا جاتا ہے۔ ان دونوں کو کبھی فنا نہیں نہ قبر میں نہ پانی آگ و ہوا میں مادہ انسانیت نہ ریزہ ہو نہ بوسیدہ نہ جلے نہ گلے اور عرضیات سے مراد رنگ شکل لمبائی چوڑائی اور حجم ہے۔ نیز مثل کے معنی صرف مشابہ ہی نہیں بلکہ مشابہ اور مطابق دونوں ہیں۔ میدان محشر میں سب نیک و بد کافر و مومن ان اجسام کے مطابق ہوں گے جو دنیا میں ان کے رنگ ڈھنگ شکل و قد تھے تاکہ پہچان اور گواہی تسلیم ہو سکے۔ پھر جنت میں خوب صورتی سے جنتیوں کے اور جہنم میں بد صورتی سے جہنمیوں کے قد بڑھ جائیں گے۔ **چوتھا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا کہ حضرت موسیٰ نے فرعون سے فرمایا۔ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ ترجمہ یعنی اے فرعون میں گمان کرتا ہوں کہ تو مثبور و مردود ملعون ہے۔ موسیٰ علیہ السلام تو اس کی ہلاکت کو جانتے تھے اور علم سے یقین حاصل ہوتا ہے تو آپ نے اَظُنُّ شک اور وہم کا صیغہ کیوں استعمال فرمایا۔ آپ کو فرمانا چاہئے تھا۔ اَتَیَقَّنُ میں یقین سے جانتا ہوں کہ تو ہلاک کیا جائے گا۔ **جواب**۔ دو وجہ سے یہاں اَظُنُّ فرمایا گیا اَتَیَقَّنُ نہ کہا گیا۔ اولاً اس لئے کہ ظن کا معنی یقین بھی ہوتا ہے۔ جیسے ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ۔

یعنی مومن بندے یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب تعالی سے ملنے والے ہیں۔ دوم اس لئے کہ ظن یعنی گمان غالب ہے اور چونکہ حضرت موسیٰ کی گفتگو فرعون کو ڈرانے اور بندہ بنانے کے لئے تھی اس لئے یقین کا لفظ نہ بولا گیا تاکہ اس کو مایوسی کا بہانہ یا حق سے راہ فرار کا موقعہ نہ ملے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ **وظیفہ**۔ تفسیر خازن اور دیگر بہت سی تفاسیر نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ محمد بن سماک مشہور بزرگ ولی اللہ سخت بیمار ہوئے تو ایک مرید آپ کا قارورہ ایک عیسائی طبیب کو دکھانے بغرض علاج لے کر جا رہا تھا راستے میں ایک بہت وجیہہ خوب صورت بزرگ ملے اور فرمایا کہاں جاتے ہو۔ مرید نے واقعہ عرض کیا تو بزرگ نے کہا کہ اللہ کے دوست کا علاج اللہ کے دشمن سے کرانا چاہتے ہو۔ اس کو پھینکو اور واپس جا کر ان سے کہو کہ تکلیف کی جگہ پر ہاتھ رکھ کر چند بار پڑھو۔ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ۔ امام محمد بن سماک نے ایسا ہی کیا تو فوراً شفا ہو گئی۔ لوگوں نے پوچھا وہ کون بزرگ تھے آپ نے فرمایا وہ حضرت خضر نبی علیہ السلام تھے اس وقت سے اب تک یہ بہت مجرب ہے کہ تقریباً گیارہ مرتبہ تکلیف کی جگہ پر ہاتھ رکھ کر یہ آیت پاک پڑھی جائے تو شفا ہوتی ہے۔ مگر ہر وظیفے کے لئے تقوےٰ اور پاک بازی کی شرط لازمی ہے۔ گندے بدکار انسان کو آیات قرآنیہ سے شفا نہیں ملتی۔

تفسیر صوفیانہ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ۔

واردات عرضیات کی قیامت صغریٰ کے منکروں نے کیا یہ نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ وہ ہے کہ جس نے مزاج آدمیت میں۔ عقل فہم ادراک علم تمیز شعور معرفت کے سات آسمان روحانیت پیدا فرمائے اور عجز عبادت انکسار ریاضت فکر تدبر اور ایمانیات وعقائد کی سات زمینیں پیدا فرما دیں۔ وہ خالق و مولیٰ قادر ہے کہ عالم اجسام کے فنا کے بعد عالم امر میں دوبارہ ان کی مثل کو اسی طرح پیدا فرما دے اور اس رب قدیر نے ان تمام عالم ناسوت والوں کے لئے واردات بقا۔ قبض وبسط حضوری بارگاہ قہر و جبر لطف و جمال کی ایسی مدتیں معین فرما دی ہیں کہ ان میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ مگر قالب انسانیت کے طبائع رذیلہ اور ظالمین خبیثہ نے ہر نعمت اسرار و مشاہدۂ ابرار کا کفر و کفران ہی کیا۔ اگر بندۂ طالب تاحیات دنیوی قرآن وحدیث کا متبع کامل ہو جائے اور شعبۂ زندگی کے ہر لمحے میں عالم قرآن پاک اور معلومات حدیث مبارکہ کے مطابق عمل کرے تو باری تعالیٰ عزاسمہٗ عقل آسمانی میں علم وعرفان کے ایسے ستارے ایسی روشنیاں اور قلب مطمئنہ میں ایسے شمس و قمر پیدا فرمانے چمکانے جگمگانے پر قادر ہے جو اس سے پہلے عالم دھر میں کسی کو میسر نہ تھے اور یہ کواکب علیہ اسی زمین جسمانیت کو نور و رونق بخشتے رہیں گے جس کے لئے پیدا کئے گئے اور نفوس انسانیت میں تزکیہ اور قلوب عارفین میں جلا پیدا کرتے رہیں گے۔ بندہ جب کثرت معاصی شہوات۔ لذات۔ حب جاہ و مراتب۔ حرص طمع ریاکاری۔ خود پسندی میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اعضاء

باطینہ کے تین حصوں پر زنگ و میل وسیاہی جم جاتی ہے۔ جب محبت الٰہیہ کی بارش سے انوارِ قدس کا نزول ہوتا ہے تو یہ تمام کدورتیں کثافتیں دھل جاتی ہیں اور اسرارِ غیب منکشف ہونے لگتے ہیں۔ ایسے عارفین مسعودین کی زبانیں حق عالیہ کی ترجمانی کرنے لگتی ہیں۔ اے سالکین راہ معرفت اللہ جل سبحانہ سے ڈرتے رہو اور امید بھی قوی رکھو۔ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّیْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا۔ فرمادیجئے کہ اے نفس وابلیس کے بندو لئیم السطبع اشل ہوا کے فرزندو اگر میرے رب کے اسرار کے خزائن رحمت پر تم قابض و مالک ہوجاؤ تو ظلمتِ اشرار میں امساکِ خباثت سے تمام حواس قالب کو محروم کرڈالو اور اندیشۂ فطرتی عادت جبلی کی بناء پر برکت وفضیلت سے منکر ہوکر خزائنِ الٰہیہ کے ختم ہو جانیکے ڈر سے روک کر رکھ لو۔ اس لئے کہ نفس خناس کے راستے پہ چلنے والے انسان ازلی بدبخت ممسک وبخیل ہیں ہر ایک کو خیر وخیرات سے روکنے والے اسی لئے صوفیا فرماتے ہیں کہ نالائقِ فطری اور احمقِ جبلی کو معرفتِ اسرار اور شریعتِ ابرار کا علم نہ پڑھاؤ نہ وادیِ عشق ومراقبہ میں اس کو داخلِ مریدی بناؤ کہ کہیں جبّہ ودستار رکھنے سے دنیا پرستی خواہشات ولذّات کی کاسہ لیسی نہ کرتا پھرے صحبتِ پاکِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ علیہ وسلم کے لئے رب تعالیٰ نے جن صحابہ کرام کو چن لیا تھا وہ عرش وفرش کے سب مکینوں سے افضل تھے شرافت وافضلیت کے سب خزانے ان کے ہی دامن میں ڈال دئے گئے تھے۔ صحابیت نبوی سے بڑھکر رحمت کا خزانہ کیا ہوسکتا ہے۔ اسی خزانے سے زُہد۔ تقویٰ توکّل عبادت صبر و رضا کے موتی ان کو بلا مشقت حاصل ہوگئے اسمِ صحابی سے بلند ورفیع کوئی اور نام نہیں ولایت کے تمام درجے صحابی کے ایک قدم میں طے ہو جاتے ہیں نہ ان کو مجاہدے کی ضرورت نہ مراقبے کی نہ خلوت کے چلّوں کی نہ ترک جلالی وجمالی کی ضرورت بارگاہِ رسالت میں بیٹھنا ہی ان کی چلّہ کشی اور چہرۂ مصطفیٰ کو دیکھنا ہی ان کے لئے تمام مشاہدات کی منزلوں کو طے کرکے مقامِ غوثیت قطبیت کو عبور کر جانا ہے جس کو صحابیت کے لقب سے نواز دیا گیا اس کو کسی اور لقب کی ضرورت نہیں ہے صدیقیت وفاروقیت عثمانیت وحیدریت ہی بارگاہ ذوالجلال کے وہ خزانے ہیں جن کی خیراتیں آج تک کونین میں بٹ رہی ہیں ان ہی آیتِ قدرت میں سے وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ فَسْــٴَـلْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا اور البتہ بے شک ہم نے موسیٰ قلب کو عالمِ بسط وکشادگی نو نشانیاں عطا فرمائیں۔ اے عالم جسمانیت عقل دیانت قلب موسیٰ کی باتیں آیتیں حواسِ باطنیہ کی اسرائیلیات سے پوچھے کہ جب کبھی قلب مدعی فرعونِ خنّاس کو بارگاہِ قدس میں عجز وانکسار سے جھکانے کے لئے فرعونِ باطنی کی طرف آیات الٰہیہ معجزاتِ اسرار لیکر متوجہ ہوا تو فرعون نفس نے تکبر وغرور سے یہی جواب دیا کہ بے شک اے قالب دھر میں عجیب وغریب تجلیاں وارد کرنے والے موسیٰ قلب میں اور میرے تمام قوائے باطنیہ تجھ کو فضول ومسحور سمجھتے ہیں تیری پند ونصائح

ترقی یافتہ دور میں جب عالم انسانیت رفعت مادیات کے اونچے مدارج پر پہنچ گئی ہے پرانے سجدوں عبادتوں میں جھکانا اور لگانا اور خدا و مذہب کی بات منوانا بوسیدہ اور پرانی باتیں ہیں اس زمانے میں ایسی باتیں ایک سحر زدہ ہی کر سکتا ہے۔ نفس ما ہم کمتر از فرعون نیست ولیک اورا عون ما را عون نیست یعنی ہمارا فرعون نفس امّارہ ہے فرق صرف یہ ہے کہ اس کے پاس قوت بادشاہی تھی ہمارے پاس بادشاہی نہیں ہے فرعون نفس کے چار وزیر ہیں۔ کذب بیانی کا ہامان۔ قارون حسد۔ فریب و مکر سامری اور ذبح فرزند ضمیر کے درباری قبطی صوفیاء فرماتے ہیں کہ ان کو ہلاک کرنے کے لئے قلب روشن کی چار قوتوں کی حفاظت ضروری ہے۔ صدیق کی صدیقیت یعنی الہام و فراست روحانی ۲ فاروق کی فاروقیت یعنی ترک شہوات و اجتناب شبہات اور تمسک بالحق۔ عثمان غنی کی غنائیت یعنی استقامت فی الدین و عمل اور تمکین شہادت اور مولیٰ علی کی حیدریت یعنی وجاہت و نصرت کی فقیری علم لدنی کی دولت عارفانہ۔ یہ علم لدنی آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم و ارشاد سے حضرت خضر نبی علیہ السلام نے عالم ظاہر میں۔ حضرت علی کو پڑھایا اور مولیٰ علی شیر خدا نے عالم باطن میں اویس قرنی کو پڑھایا۔ علم لدنی سے مکالمۂ الٰہی کی سعادت نصیب درویشاں ہوتی ہے۔ مگر اس نیک بختی کے لئے لباس فقر حیدری لازم ہے۔ لباس حیدری یہ ہے کہ اے مسافر راہ معرفت تو برقعۂ شریعت اوڑھ لے کہ تیری ذات سب سے چھپ کر ذات حق میں مشغول ہو جائے اور صفات ذات میں مصروف ہو جائے ہوائے نفس سے دور ہو جائے۔ تشفی کا کرتہ پہن لے تاکہ اپنے سے بدتر قلوب کی تشفی کر کے ان کا دامن مراد بھرنے کے لئے اپنے دامن میں خزینۂ رحمت جمع کر سکے علم اسرار و فہم لدنی کی قبا زیب تن کر لے تاکہ تمام علموں سے بے نیاز ہو جائے۔ اس قبائے لدنی میں چار جیبیں ہیں۔ ۱ رزق مقسوم کی جیب ۲ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی جیب ۳ موت کی جیب ۴ معلومات الٰہیہ کی جیب۔ یہ جیبیں ہر وقت بندے کی قبائے عبدیت میں لگی ہوئی ہیں مگر صرف عارف کی نگاہیں ان میں مشغول رہتی ہیں۔ شخص مجہول ان سے غافل و بے خبر ہے اس لئے یہ بیوقوف طلب رزق میں سرگرداں حقوق سے بے پرواہ موت سے بے خبر۔ خوف خدا شرم نبی سے بیگانہ۔ دن لہو میں کھونا تجھے اور رات بھر سونا تجھے۔ خوف خدا شرم نبی یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں۔ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ۔ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا۔ موسیٰ روح قلب نے فرعون نفس باطنی سے فرمایا کہ ظاہری منافقت کو چھوڑ دے جو تو نے باطنی حواس سے جان لیا ہے دربار ضمیر و ہوش میں اسی کو ظاہر کر جو اَلبتہ بے شک تو نے مشاہدات انوار۔ آیت کمالات کو جان لیا ہے کہ تمام واردات قلبیہ عسرت نفسانیہ یسرت عقلیہ عصائے شریعت۔ بیضائے طریقت یہ سب کیفیات اسرار خفیہ جلیہ۔ نہیں اتارے مگر ایک وَحدَہٗ لَا شَرِیک آسمان رفعت کردار اور زمین عجز و نیاز کے رب قدیر نے۔

بصیرتِ عقلیہ سلیمہ کے لئے عبرت اخروی بنا کر۔ اور اسے قالب انسانی کے باطنی فرعونِ نفس اس تکبر و سرکشی کی بنا پر تیری ہلاکتِ عبرت خیز کا مجھ کو یقینِ کامل ہے۔ اے بندۂ معرفت اقدامِ سلوک سے پہلے فرعونِ نفس سے علیحدہ ہو کر ظاہر و باطن کو ایک جیسا کرے ظاہر سے مراد اظہارِ معلومات ہیں اور باطن سے مراد نیت و ارادے ہیں۔ ان میں سے ایک کا وجود دوسرے کے بغیر ہے۔ ظاہر بغیر امتزاج باطن منافق ہے اور ظاہر کی شمولیت کے بغیر باطن زندقہ و بے دینی ہے۔ شریعت ظاہر ہے۔ طریقت باطن ہے۔ شریعت بغیر طریقت ناقص ہے اور طریقت بغیر شریعت ہوس ہے۔ قلبِ مومن مرشدِ کلیم ہے اور مرشد کی صحبت و محفل زندیق کو صدیق بنانے والی ہے علمِ حقیقت صدیقِ باطنی ہے اور علمِ شریعت فاروقِ باطنی ہے۔ علم حقیقت کے لئے بھی تین کتابیں ہیں۔ پہلی[1] کتاب علمِ ذاتِ حق یعنی اثباتِ توحید اور نفیِ تشبیہ و تشریک و اشراک دوسری[2] کتاب علم صفات تیسری[3] کتاب علمِ افعال و حکمت۔ علمِ شریعت کے لئے بھی تین کتابیں ہیں پہلی[1] قرآن مجید دوسری[2] حدیث پاک تیسری[3] اجماع امت یہ سب قلبِ محبوب کے دامن میں ہیں اِن ہی سے غفلت و نفرت کرتے ہوئے۔ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا۔ پس ارادہ کیا فرعونِ باطنی ابلیسی نے کہ ختم کر دے اپنی بداعمالیوں سے اور اپنی حسد بغض کینہ عداوت دشمنی منافقت مخالفت کی پھونکوں سے بجھا دے علومِ معرفت شریعت و طریقت کی شمعوں کو زمینِ جسمانیت کے باطن سے۔ لیکن ہم نے نفس و نفسانیت کو حرص و خواہشات کو قالبِ اولیاء اللہ کے علاقۂ معمر مشاہدات سے نکال کر بحرِ عصیان کے قعر مذلت میں غرق کر دیا۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ سینۂ اولیاء اللہ میں تین[3] علم روشن ہوتے ہیں پہلا[1] علم مِنَ اللہ دوسرا[2] علم مع اللہ تیسرا[3] علم باللہ۔ علم من اللہ علمِ عبدیت ہے یعنی فرائض واجبات اور احکامِ الٰہیہ کی معرفت۔ علم مع اللہ۔ علم مقامات و درجات و مشاہدات ہے اسی سے مقامات و مدارجِ اولیاء اللہ اور فضائلِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ یہ دونوں علم کسبی ہیں۔ درس و تدریس چلہ کشی مراقبہ مجاہدہ سے حصولِ مکاشفہ ہو جاتے ہیں۔ علم باللہ۔ معرفتِ معبودیت ہے یہ علم کسی بھی کسب و ریاضت سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ علم اوّلاً انبیاء کرام علیہم السلام کو بلا وسیلہ بارگاہِ قدس سے بعطاءِ الٰہی حاصل ہوا پھر آستانۂ نبوت سے جلیل القدر صاحبِ مراتب اولیاء اللہ کو اور ملائکہ مقربین مدبراتِ امر کو مرحمت ہوا۔ علم معرفت بغیر علمِ شریعت مقبول نہیں اور عملِ شریعت بغیر معرفت کچھ نہیں جس کو علمِ معرفت نہ ملا وہ موتِ جہالت کا مردہ ہے اور جس کو علمِ شریعت نہ ملا وہ نادانی و حماقت کا مریض ہے یہ علوم اہل معرفت کے لئے اشد لازم ہیں۔ یہ علوم مراقبہ مجاہدہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ اس لئے حواسِ ظاہری و باطنی کو بجود مراقبہ کے لئے خواہشات و لذات کے فتنوں کو غرق کر کے خلوت خانۂ یار سے مٹا دیا۔ وَقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا۔ اور فرمایا ہم نے غرقابی

نفسیات کے بعد اسرائیلیاتِ حواسِ جسمانیہ کو کہ عالمِ روحانیت کی بستی یعنی مکاشفات میں حصولِ علوم و مراتب میں واپس جاکر مراقبات و مجاہدات کی سکونتِ خلوت اختیار کرو۔ پھر جب صبحِ انجام کی آخرت نمودار ہو گی تو ہم جمع کر لائیں گے تم تمام حواسِ ظاہری و باطنی کو ایک آستانۂ انتقام و انعام پر اور چھانٹ کردی جائے گی عبادت کے اہلِ صفا اور خیانت کے اہلِ جفا میں۔ نفس کی غلاظت والوں میں اور قلب کی سعادت والوں میں عقل کی فراست والوں میں شعور کی حماقت والوں میں۔ اے بندو اگر بروزِ مشاہدہ جمالِ دیدار اور قربِ حق کے طالب ہو تو فقر و سکینیت اختیار کرو کیونکہ میدانِ محشر میں سب سے پہلے اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ رِدَائِیْ اور اَحِبَّائِیْ قُرْبِ لِقَائِیْ۔ کا ہی نعرہ بلند ہو گا۔ فقر اور سکینیت ہی سے مقامِ تصوف حاصل ہوتا ہے اور صوفی وہ ہے جس کا قلب صفائیٔ باطن سے مزین ہوا اور کدورت کی گندگی سے خالی اور پاکیزہ ہو۔ جس کو محبت صاف و پاک کردے وہ صافی ہے اور جس کو محبوب صاف کرے وہ صوفی ہے۔ صوفیِ صادق کی نشانی یہ ہے کہ وہ اپنے نفس سے فانی ہو کر ذاتِ حق میں زندہ و باقی ہو جائے اور مادیت سے گزر کر حقیقتِ اصلیہ تک رسائی حاصل کر چکا ہو۔ دنیا، مادیات و عقلیات ہیں وہ عوام سے پوشیدہ و پیچھے نظر آتے ہیں مگر بروزِ قیامت صوفیا، صادقین صفِ اول میں ہوں گے۔ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا۔ اور دنیا و آخرت میں قلوبِ عارفین پر ہم نے ہی اس کلامِ ازلی ابدی کو امانت ذات و صفات بنا کر اپنے ابدی محبوبِ حق کے ساتھ نازل کیا اور صاحبِ مراقبہ و مجاہدہ پر راہِ منزل میں رفعتِ لاہوتی سے ابدی ثابت و حق رہنے کے لئے ہی نازل ہوتا رہا ہے اور اے کائنات ابد بہ وادیِ بقا کے حق ہم نے ارض و سما میں تم کو صرف بشارتیں اور نذارتیں سنانے کے لئے بھیجا ہے۔ انوار و اسرار کی بشارتیں ظلمات و اشرار کی نذارتیں۔ اہلِ دل کے لئے خوش خبری سنانے والا اور اہلِ نفس کو ڈر سنانے والا۔ صوفیا، باطن کو بقا کی بشارت دینے والا اور متصوفِ ظاہر کو فنا کا خوف دلانے اہلُ اللہ کے لئے مبشر ہے اہلِ شیطان کے لئے نذیر ہے۔ وصل کی بشارت ہے فراق کی نذارت ہے۔ راہِ عشق اور وادیِ سلوک میں بندے تین۳ قسم کے ہیں ۱۔ متصوف جو دنیا طلبی کے لئے صوفیانہ لباس جبہ و دستار۔ فقر کی گدڑی پہن لے یہ بد بخت اہلُ اللہ کی نظر میں مکھی کی طرح حقیر ہوتا ہے اور دوسروں کے لئے بھیڑیا ۲۔ مرد صافی جو جذبۂ عشق سے منزلِ طلب اور وادیِ حیرت میں قدم رکھ دے اور خود کو خود صاف کرلے ۳۔ صوفی وہ مردِ عارف جو حجاباتِ ظلمات سے پار نکل کر منزلِ کشف و مشاہدہ پر پہنچ جائے۔ صوفی صاحبِ وصول ہوتا ہے وہ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ کے مقامِ فضل و کرم و انعام پر ہوتا ہے۔ صافی صاحبِ اصول ہوتا ہے کہ اصلِ صحیح پر قائم رہ کر احوالِ طریقت میں مشغول ہوتا ہے۔ وہ مقامِ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ پر فائز ہوتا ہے اور اور متصوف فضول ہوتا ہے کہ اس کی قسمت میں حقیقت سے محجوبی اور معانی سے محرومی ہوتی ہے۔

حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ صوفی جب گفتار میں آتا ہے تو اس کی زبان حق کی ترجمان ہوتی ہے اور جب خاموشیِ کردار میں آتا ہے تو اس کے اعضاء عاملین زبانِ حال سے قَطعِ مَا سِوَ اللّٰه کی شہادت رہتے ہیں۔

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى

اور آپ کو ہم نے قرآن دیا۔ جس کو مختلف احکام بنایا ہم نے اس کو تاکہ تم تلاوت کرو لوگوں پر

اور قرآن ہم نے جدا جدا کر کے اتارا کہ تم اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو

مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿۱۰۶﴾ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ

اس کو آہستہ اور نازل کیا ہم نے اس کو اتار کر۔ آپ فرمایئے تم لوگ اس پر ایمان لاؤ

اور ہم نے اسے بتدریج رہ رہ کر اتارا تم لوگ اس پر ایمان لاؤ

اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ

یا نہ لاؤ بے شک وہ لوگ جو اس نزولِ قرآن سے پہلے ہی

یا نہ لاؤ بے شک وہ جنہیں اس کے اترنے سے پہلے

قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ

علم دیئے گئے وہی جب تلاوت کی جاتی ہے تو گرتے چلے جاتے ہیں ٹھوڑیوں کے بل

علم ملا جب ان پر پڑھا جاتا ہے ٹھوڑی کے بل سجدے میں

سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ

سجدہ کرنے کے لئے۔ اور سجدوں میں کہتے ہیں کہ ہمارے رب کو پاکیزگیاں ہیں بے شک ہے

گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں پاکی ہے ہمارے رب کو بے شک ہمارے رب

وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا ﴿۱۰۸﴾ وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ

ہمارے رب کا وعدہ البتہ پورا کیا ہوا۔ اور گرتے جاتے ہیں ٹھوڑیوں کے بل

کا وعدہ پورا ہونا تھا۔ اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں

يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا ﴿۱۰۹﴾ السجدة

اور روتے جاتے ہیں اور یہ تلاوت سننا زیادہ کر دیتا ان کو عاجزی اور محبت الٰہیہ میں

روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کے دل کا جھکنا بڑھاتا ہے۔

تعلق ان آیت کریمہ کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے معجزات۔ فرعون سے مکالمے کا ذکر ہوا اب ان آیت میں قرآن مجید کا ذکر شان اور معجزہ ہونے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالم ارواح بلکہ اس سے بھی پہلے قرآن مجید کو جانتے سمجھتے اور پڑھتے تھے الف لام میم سے والناس تک کی پوری ترتیب سے بھی مکمل واقف تھے کہ دیکھو ہم نے تو اپنے کلام قرآن مجید کو علیحدہ علیحدہ نازل کیا مگر ہمارے حبیب نبی مکرم نے از اول تا آخر پورے قرآن مجید کو ترتیب آسمانی کے مطابق حرف بحرف جمع فرما دیا یہ آپ کا ایک معجزہ ہے دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں بنی اسرائیل کی نافرمانیوں کا ذکر ہوا تھا ان آیت میں اہل عرب اور کفار مکہ کی نافرمانیوں کا ذکر ہوا۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت پاک میں اس قبطی قوم کا ذکر ہوا۔ جو فرعون کو سجدہ کرتے تھے اب ان آیت مطہرات میں ان اہل ایمان مسلمانوں کا ذکر ہو رہا ہے جو صرف رب تعالیٰ کو اپنے معبود سبحانہ وتعالیٰ کو سچے مخلصانہ سجدے کرتے ہیں۔

تفسیر نحوی وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَىٰ مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا۔ قُلْ آمِنُوا بِهِ أَوْ لَا تُؤْمِنُوا إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا ۔ واؤ سر جملہ قرآن قرن سے مشتق ہے صیغہ مبالغہ ہے بر وزن فعلان بمعنی بہت زیادہ ملانے والا یا قرء سے بنا ہے بمعنی بہت زیادہ پڑھا جانے والا بحالت نصب ہے کیونکہ یہاں پوشیدہ فعل ہے اور مفعول بہ اول پوشیدہ ہے۔ دراصل ہے وآتیناک اور عطف ہے پہلے فعل وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ پر۔ یہ قرآنا اس کا مفعول بہ دوم ہے اس قرینے سے یہاں فعل مقدر مانا گیا نیز بقاعدہ نحو یہ شروع میں کبھی مفتوح منصوب اور مجرور لفظ نہیں آسکتے۔ فرقنا باب نصر کا

ماضی مطلق جمع متکلم فرقٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ مختلف ہونا یا کرنا جدا جدا کرنا۔ مراد ہے تھوڑی تھوڑی آیتیں اور احکام نازل کیا جانا۔ ایک قرءت میں ہے فَرَّقْنَا۔ باب تفعیل سے بمعنیٰ مختلف زمانوں اور اوقات میں اتارنا۔ اعلیٰ حضرت نے دوسرے معنیٰ اختیار فرمائے بمعنیٰ جدا کرنا۔ ہم نے پہلے معنیٰ اختیار کئے یعنی مختلف احکام اتارے ضمیر جمع متکلم مستتر اس کا فاعل ضمیر واحد غائب مفعول بہٖ فَرَقْنٰا سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معلول ہوا۔ لام کے تعلیلیہ اس میں اَنْ پوشیدہ ہوتا ہے تَقْرَءَهٗ۔ باب فتح کا مضارع صیغہ واحد مذکر حاضر قِرْءٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پڑھنا تلاوت کرنا۔ تلاوت اور قرءت میں فرق یہ ہے کہ تلاوت میں سنانا مقصود نہیں ہوتا اور قرءت میں سنانا مقصود بھی ہوتا اور قرءت میں سننا مقصود ہوتا ہے اس کے فاعل اَنْتَ ضمیر مستتر کا مرجع ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہے عَلٰی جارہ بمعنیٰ عند یعنی لوگوں کے پاس یا علیٰ بمعنیٰ لام تعدیہ یعنی لوگوں کو۔ اَلنَّاس اسم مفرد جنسی معرّف باللّام۔ مراد ہے موجودہ عربی عجمی امّتِ دعوت و اجابت علیٰ جارّہ بمعنیٰ حرفِ عَنْ جارّہ زوالیہ کسی چیز کو ختم کرنے کے لئے یہاں معنیٰ ہے جلدی نہ کرو مُکْثٍ۔ مصدر مادہ ہے بمعنیٰ ٹھہرنا انتظار کرنا آہستہ ہونا یا رہنا۔ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے تقرءہٗ کا وہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر علّت ہے فَرَقْنٰا کی علّت تعلول مل کر معطوف علیہ ہوا واؤ عاطفہ نَزَّلْنٰا باب تفعیل کا ماضی مطلق جمع متکلم ہٗ اس کا مفعول بہٖ مرجع قرآن مجید اس کا مصدر ہے تنزیلٌ بمعنیٰ اتارنا۔ تنزیلاً منصوب ہے کیونکہ مفعولِ مطلق ہے یہ سب جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف سب عطف ملکر پھر عطف ہے فَرَقْنٰا پر وہ سب عطف مل کر صفت ہے قرآنًا کی یہ مرکّب توصیفی فعل پوشیدہ کا مفعول بہٖ دوم ہوا سب جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ قُلْ امر اپنے فاعل اَنْتَ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قول ہوا۔ آمِنُوْا باب افعال کا امر حاضر جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہے مرجع کفارِ مکّہ۔ اس کا مصدر ہے اِیْمَانٌ۔ اَمْنٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ماننا قبول کرنا تصدیق کرنا۔ مومن بنا دینِ اسلام قبول کرنا یہاں مراد ہے مسلمان ہونا۔ بَ جارہ بمعنیٰ علیٰ یعنی اس پر ہٖ ضمیر کا مرجع قرآن مجید یہ جار مجرور متعلق ہے آمِنُوْا کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ۔ اَوْ۔ عاطفہ اختیاریہ۔ لَا تُؤْمِنُوْا فعل نہی معرّف باللّام صیغہ جمع مذکّر حاضر باب افعال سے ہے یہ فعل با فاعل مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف ہوا۔ یہ سب عطف مل کر مفعول۔ اِنَّ حرفِ مشبّہ۔ یہ سب عبارت یا قُلْ کی علّت ہے اور فرمان رب تعالیٰ کا تسلی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تب یہ علت معلول نہ ہوگا بلکہ علیحدہ جملہ ہوگا۔ یا یہ عبارت علت ہے اٰمنوا بہ اولا تؤمنوا کی تو یہ بھی مقولہ ہوا قل کا اور یہی ترکیب صحیح ہے یعنی نبی پاک کا فرمان ہے الذین اسم موصول جمع اُوْتُوْا باب افعال کا ماضی مطلق۔ مجہول اِیْتَاءٌ مصدر ہے بمعنیٰ دیا جانا ھُمْ پوشیدہ ضمیر غائب فاعل الف لام عہد خارجی علم اسم مفرد مصدر بمعنیٰ معلوم معلومات مفعول بہٖ ہے مِنْ جارہ زائدہ بیانیہ زائدہ کا معنیٰ ہے کہ نہ اپنے اصلی معنیٰ میں نہ کسی دوسرے حرف کے معنیٰ مضاف ہے ہٖ ضمیر واحد غائب مضاف الیہ ہے مرجع زمانہ ء نبوّت۔ یا نزولِ قرآن کریم کا زمانہ۔ یہ مرکّب اضافی مجرور متعلق ہے اُوْتُوْا کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ اِنَّ کا اسم۔ اِذَا ظرفِ زمانی شرطیہ یُتْلٰی۔ باب ضرب

کا مضارع۔ اس کا نائب فاعل ھُوَ پوشیدہ جس کا مرجع قرآن مجید عَلٰی جارہ بمعنی عند۔ ھِمْ ضمیر مجرور متعلق ہے یُتْلٰی کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط ہوئی۔ یَخِرُّوْنَ باب ضرب کا مضارع مثبت۔ جمع غائب خَرٌّ تشدید ہو کر خَرًّا سے بنا ہے بمعنی زمین سے لگنا۔ گرنا۔ جھکنا۔ ھُمْ ضمیر پوشیدہ فاعل ہے مرجع اَلَّذِیْنَ لام جارہ بمعنی مِنْ انتہا یہ غایت کے لئے یا بمعنی علیٰ فوقیت کا اَذْقَانِ جمع مکسر ہے ذَقْنٌ کی بمعنی ٹھوڑی۔ مراد ہے چہرہ سُجَّدًا صفت مشبہ بمعنی اسم مفعول یعنی بہت سجدہ کرتے ہوئے بحالت نصب کیونکہ حال ہے۔ یَخِرُّوْنَ کے فاعل ھُمْ ضمیر پوشیدہ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزا ہوئی اِذَا یُتْلٰی کی شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی وہ سب مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مکمل ہوا۔ وَیَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا۔ وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْکُوْنَ وَیَزِیْدُھُمْ خُشُوْعًا۔

واؤ عاطفہ عطف ہے یَخِرُّوْنَ پر یَقُوْلُوْنَ فعل مضارع حال ھُمْ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل یہ جملہ فعلیہ قولیہ ہوگیا۔ سُبْحٰنَ اسم مصدر بروزن فُعْلَان مضاف ہے رَبِّنَا۔ یہ مرکب اضافی بمعنی ہمارے رب کی شان مضاف الیہ ہے سُبْحٰنَ کا یہ مرکب اضافی مفعول مطلق ہے فعل پوشیدہ سَبَّحْتُ یا سَبَّحْنَا ماضی مطلق کا صیغہ جمع متکلم۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر معلول ہوا۔ اِنْ۔ حرف مشبہ تحقیقیہ یہاں مخفف ہے۔ دراصل تھا اِنَّہٗ اب یہ عملاً لغو ہے یعنی بیکار مگر معناً صحیح ہے کَانَ فعل ناقصہ۔ وَعْدُ۔ مضاف۔ رَبِّنَا۔ مرکب اضافی ترجمہ ہے ہمارے رب کا وعدہ یہ مضاف الیہ ہے وہ سب اضافت مل کر کَانَ کا اسم ہے۔ لام تاکید یہ مَفْعُوْلًا اسم مفعول صیغہ واحد مذکر بمعنی کیا ہوا۔ ہمیشہ متعدی ہوتا ہے فعل مصدر مادہ بنیادی سے بنا ہے۔ کَانَ کی خبر ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر علت ہوئی۔ معلول علت مل کر مقولہ ہوا یَقُوْلُوْنَ کا یہ جملہ قولیہ ہو کر معطوف ہے پہلے یَخِرُّوْنَ پر یہ عطف معطوف مل کر جزا ہوگی اِذَا یُتْلٰی کی۔ واؤ۔ ابتدائیہ۔ یَخِرُّوْنَ۔ باب ضَرَبَ کا مضارع جمع مذکر غائب خَرٌّ سے مشتق ہے بمعنی جلدی سے نیچے گرنا دوبارہ یَخِرُّوْنَ اس لئے ہے کہ پہلا یَخِرُّوْنَ بیانِ وجودِ سجدہ کے لئے اور یہ دوسرا یَخِرُّوْنَ کیفیتِ سجدہ کے لئے کہ خشوع اور بکا کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں۔ لِلْاَذْقَانِ۔ جار مجرور متعلق ہے یَخِرُّوْنَ کا ذَقْنٌ کا لغوی ترجمہ ہے۔ ملنا جڑنا مجازاً دو ہڈیوں کے جوڑ کو کہا جاتا ہے اصطلاحاً نیچے ہونٹ کی ہڈی اور جبڑے کو ذقن کہا جاتا ہے جہاں داڑھی کے بال اگتے ہیں مراد ہے پورا چہرہ یعنی جزء بول کر کل مراد ہے یہ جار مجرور متعلق ہے یَخِرُّوْنَ کا۔ یَبْکُوْنَ باب ضَرَبَ کا مضارع بُکٰی ناقص یائی سے بنا ہے متعدی ہے ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر حال ہے یَخِرُّوْنَ کے فاعل کا یہ سب جملہ فعلیہ خبریہ ہوگیا۔ واؤ سے جملہ یَزِیْدُ باب ضَرَبَ کا مضارع معروف واحد مذکر۔ زَیْدٌ سے بنا ہے متعدی ہے ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ہے خَرٌّ یا سجود یا قرآن کریم ھُمْ ضمیر بارز مرجع ہے اَلَّذِیْنَ منصوب متصل مفعول فیہ خُشُوْعًا اسم حاصل مصدر۔ بمعنی

عاجزی ہیبت الٰہیہ۔ خوفِ محبت مفعول بہ ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ مفعول فیہ ہے اور ھُم مفعول بہ ہے۔ پہلا ترجمہ ہے یہ جھکنا بڑھاتا ہے ان میں خشوع کو۔ دوسرا ترجمہ ہے یہ جھکنا یا سجدہ بڑھاتا ہے الکو خشوع میں۔ یہ سب ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا۔ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا۔ اور ہر کافر عجیب احمقانہ نظریات سے قرآن مجید کی حقانیت اور کلام الٰہی ہونے کا انکار کرتے ہوئے اعتراض اور سوال کرتا پھر رہا ہے کہ قرآن مجید ایک دم کیوں نہیں نازل ہوا جس طرح کہ یہودیوں کی توریت عبرانی میں زبرجد کی تختیوں پر لکھی ہوئی نازل ہوئی۔ زبور سریانی میں قدرتی کاغذ پر لکھی ہوئی اور پوری انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حفظ ہو کر نازل ہوئی یہ اعتراض یہودی۔ عیسائی اور کفار مکہ وغیرہم سب کر رہے ہیں کہ یہ قرآن تھوڑا تھوڑا آیت آیت سورۃ سورۃ بنا بنا کر سنائی جا رہی ہے اور سوچ سوچ کر بنائی جا رہی اور ایک حکم کے صحیح نہ بیٹھنے پر اس کو منسوخ کر کے پھر سوچ کر دوسرا حکم دیا جا رہا ہے جب کچھ دن بعد وہ بھی غلط محسوس ہوتا ہے تو پھر تیسرا حکم آجاتا ہے۔ بھلا! اس طرح خدا تعالیٰ کا کلام ہو سکتا ہے ؟ یہ یقیناً محمد صاحب کا اپنا کلام ہے ورنہ یہ کئی کئی دن کی سوچ و فکر اور تھوڑی تھوڑی باتیں عبارتیں آخر کیوں ۔؟ یہ اعتراض صرف اس بیوقوفی کی بنا پر کیا جا رہا ہے، کہ ان کفار اہل کتاب کی نہ تو اپنی پچھلی تاریخ پر نظر ہے اور نہ ہی انسان کی روزمرہ ضروریات اور حاجت و مشکلات پر نظر ہے نہ ہی انسانی کیفیت و حالات کے مختلف ہونے کی سوچ ہے اور نہ ہی پچھلے سابقہ انبیاء کرام اور ہمارے اس پیارے محبوب نبی ہر کائنات کی شان میں فرق کا پتہ ہے۔ تاریخی لحاظ سے ان کو پتہ ہونا چاہیئے کہ ہم نے تمام ایک سو چودہ صحیفے بھی بذریعہ الہام اور وحی تھوڑے تھوڑے کر کے ہی نازل کئے یہ یہود و نصاریٰ ان صحیفوں کو اللہ کا کلام مانتے ہیں تو قرآن مجید کو اس طریقۂ نزول کے مشترک ہونے کے باوجود کلام الٰہی مانتے ہوئے کیا تکلیف ہے ؟ نیز سابقہ انبیاء کرام اور ان کی کتابیں ایک تھوڑی سی مخصوص قوم معین مدت تھوڑے وقت تک چھوٹے سے علاقے کے لئے تشریف لاتے رہے مگر یہ نبی اور یہ قرآن تو بیک وقت ساری دنیا کی قوموں کے لئے تشریف فرما ہوئے یہ نبی رحمۃ عالمین ہیں اور یہ قرآن ھُدًی لِّلنَّاس ہے ان تمام وجوہ سے عین مصلحت اور حکمت و فوائد کثیرہ و حاجات عدیدہ و ضروریات مدیدہ کے مطابق ۔ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ (الخ) قرآن کریم کو ہم نے تھوڑا تھوڑا ۔ دنوں ہفتوں مہینوں کے وقفے وقفے سے بھیجا اور یہ تھوڑا تھوڑا بھیجنے کا طریقہ صرف نزول ارضی پر امت کے لئے اس لئے ہوا ہے کہ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ ۔ تاکہ لے پیارے رحمۃ عالمین آپ تا قیامت ذی عقل انسانوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر متفرق احکام سے پڑھو اور ضرورتِ شرعیہ و حاجت انسانیہ کے مطابق ان کو پیغام الٰہی سناتے رہو اور خاص انسانی سہولت کے لئے

حفظ۔ فہم۔ عمل۔ پڑھنے یاد کرنے کی آسانی کے لئے نَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا۔ ہم نے اس قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا ورنہ پہلے زمانوں میں ہمارا یہ قدیمی کلام مختلف مقامات پر پورا پورا ہی اترتا رہا۔ اس طرح کہ سب سے پہلے عالم انوار کے مقام اسرار میں سینۂ محمد مصطفیٰ پر علم القرآن کا پورا نزولِ باطنی ہوا۔ پھر یہ پورا قرآن مجید قلبِ مصطفیٰ سے بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِىْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ۔ پر پورا اسی موجودہ ترتیب سے پھر لیلۃ القدر میں۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔ کی خبر و بشارت کے مطابق فلکِ اعلیٰ سے فلکِ اسفل آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوا پھر آسمانِ دنیا سے لسانِ جبرئیل میں مکمل قرآن مجید نازل ہوا۔ پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا حسب موقعہ بذریعہ جبرئیل حکم الٰہی کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ بشریت اور قلب سے زبان پر اور زبان پاک سے صحابہ کرام کے دل دماغ اور فہم و زبان میں محفوظ ہوتا رہا پھر زبان صحابہ سے کاغذ وغیرہ پر جمع ہوتا رہا۔

قرآن مجید کے تشریف لانے کے تین مرحلے ہوئے نمبر ۱ نزولِ قرآن نمبر ۲ حفظ قرآن نمبر ۳ جمع قرآن۔ نزول قرآن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک اور حفظ قرآن صحابہ تک اور جمع قرآن موجودہ کاغذی شکل تک۔ کائنات انسانیت میں کون اندازہ لگا سکتا ہے کہ کتنی مخلوق اس قرآن مجید پر ایمان لا چکی ہے۔ ہمارے پیارے محبوب نے تو اب اظہار فرمایا ہے کہ کُنْتُ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الطِّيْنِ وَالْمَاءِ۔ میں ازل انوار میں مدتوں پہلے اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام ابھی تخلیق سے پہلے اپنی مٹی اور پانی کی صورت میں تھے کسی کو کیا خبر کہ ان قتانِ نبیٔ محترم کی رسول اول و آخر کی باطن کے زمانہ اولین میں کتنی امت تھی جو اس قرآن پر ایمان لا چکی تھی۔ اے اول و آخر کے قرآن والے اور ظاہر و باطن کی امت والے نبی تم فرما دو کہ اے مکے کے چند کافرو تمہاری حیثیت ہی کیا ہے اور تمہاری حیثیت کی قدر ہی کیا ہے اور تمہاری قدر کی وقعت ہی کیا ہے اور تمہاری وقعت کی پرواہ ہی کس کو ہے تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ۔ کچھ فرق نہیں پڑتا۔ تمہارے ایمان سے کچھ بڑھے گا نہیں اور تمہارے کفر سے اس قرآن پاک کا کچھ گھٹتا نہیں۔ اس قرآن مجید پر ایمان لانے والے کروڑوں عرشی فرشی ارضی سماوی سابقین کے علاوہ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ بے شک وہ نیک طبع پاک خصلت اچھی فطرت ستھری جبلت والے سچے اصلِ کتاب بھی ہیں جو اس تنزیلِ قرآن سے پہلے ہی توریت و زبور اور انجیل کا علم دے گئے اور اس ہی علم سابقہ کے ذریعہ اس آخری نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت اور قرآن مجید کی صداقت کا پتہ دے گئے۔ ان کے ایمان کی پختگی مضبوطی شرافت کیسی شاندار ہے اور خلوص و عجز کی کیسی پاکیزہ شکل ہے کہ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ جب ان کے سامنے قرآن مجید کی کسی بھی سورت کی تلاوت کی جائے اور کوئی بھی تلاوت کرے یا خود کریں تو اپنی ٹھوڑیوں اور چہروں کے بل اپنے اللہ کو سجدہ کرنے کے لئے زمین پر جھکتے ہی چلے جاتے ہیں اور اپنی کسی بھی شان۔ آن عزت و عظمت شوکت و سرداری ٹوپی پگڑی جبہ و دستار داڑھی اور مونچھ کی پرواہ کئے

بغیر اپنے پورے جسم کے ساتوں اعضاء دو پیر دو گھٹنوں دو ہاتھوں اور ایک چہرہ کے ناک ماتھے کو سجدہ کا نقشہ بناتے ہوئے خاک دھول لگ جانے کا خیال کئے بغیر زمین پر لگاتے اور ٹکاتے ہی چلے جاتے ہیں وَيَقُولُونَ سُبْحَانَ رَبِّنَا إِن كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا ۔ وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا ۔ (۱۰۹۔۱۰۹ سجدہ ۵) اور اپنے سجدوں میں پڑے پڑے عرض کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے رب جَلَّ وَعَلَا کو ہر اس عیب کمزوری سے پاکیزگی ہے جو یہ دنیا کے کفار مشرکین لادین اور دہریہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدعقیدگی سے کہتے رہتے ہیں۔ ہمارا پروردگار عالم وعدہ خلافی کے عیب سے بھی پاک ہے ہم کو اپنے رب تعالیٰ کے دنیا و آخرت حشر نشر جنت دوزخ سزا و جزا کے تمام وعدوں پر پورا یقین ہے۔ بے شک ہمارے رب کریم کے کل وعدے البتہ سچے کئے ہوئے ہیں اور جب یہ سابقہ کتب کے علم والے علماء اہل کتاب، ہمارا قرآن، ہمارا کلام ہمارے محبوب نبی کی زبان سے سنتے ہیں پھر تو قلب و جگر عقل و دماغ کی سوز و گداز والی کیفیت ہی جدا ہو جاتی ہے پھر ان کے سجدوں کی لذت ہی کچھ اور ہو جاتی ہے کہ چہروں کے بل گرتے جاتے ہیں اور مستیٔ عشق الٰہی محبت جمال مصطفائی میں روتے جاتے ہیں اور زبان مصطفیٰ کی تلاوت ان کے عاشقانہ مستانہ خشوع خضوع عاجزی نرمی ہیبت الٰہی خوف کبریائی دل کے سوز و گداز کو اور زیادہ بڑھا دیتی ہے۔ یہ بات ان کو توریت و انجیل کی تلاوت میں نہ ملتی تھی اس لئے کہ وہاں کلام الٰہی تو تھا مگر زبان مصطفیٰ نہ تھی۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ سات علماء اہل کتاب تھے جو صحابی مومن بنے ان کا ہی یہاں ذکر فرمایا گیا ۱ نجاشی شاہ حبشہ ۲ سلمان فارسی ۳ کعب احبار ۴ زھیر بن عمر بن نفیل ۵ عبداللہ بن سلام ۶ ابوذر غفاری ۷ ورقہ بن نوفل (از تفسیر خازن مدارک، مظہری تفسیر فتح القدیر، صفوۃ التفاسیر) کچھ مفسرین فرماتے ہیں قرآن مجید کی وحی پانچ پانچ آیتیں ہو کر نازل ہوئی اور اس کی دلیل میں بیہقی فی شعب الایمان کی یہ روایت بیان فرماتے ہیں۔ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ خَمْسَ آيَاتٍ فَإِنَّ جِبْرَئِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَنْزِلُ بِهِ خَمْسًا خَمْسًا۔ ترجمہ فاروق اعظم نے فرمایا کہ اپنی نمازوں میں کم از کم پانچ آیت ایک رکعت میں تلاوت کیا کرو۔ یا ایک محفل میں تلاوت کرو یا سبق وغیرہ پڑھو پڑھاؤ تو پانچ آیت پڑھنا بہتر ہے۔ کیونکہ جبرئیل علیہ السلام قرآن مجید کی پانچ پانچ آیت لے کر نازل ہوتے تھے لیکن یہ بات اکثریہ تو ہو سکتی ہے مگر کلیہ نہیں اس لئے کہ اسباب النزول للسیوطی میں بہت جگہ لکھا ہے کہ فلاں موقعہ پر ایک آیت نازل ہوئی فلاں واقعہ پر تین آیات نازل ہوئیں۔ آخری آیت وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا والی آیت بیکدم سات نازل ہوئی تھیں از آیت ۲۷۵ یا آیت ۲۸۱ اس طرح تفسیر خازن اور تفسیر ظلال القرآن صفحہ ۲۴۹ سید قطب نے فرمایا کہ سورۃ نور میں ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان پاکدامنی میں دس آیتیں نازل ہوئیں از آیت ۱۱ اِنَّ الَّذِيْنَ جَاءُوْا بِالْاِفْكِ

عَصَبَةٌ مِّنْكُمْ تا آیت ۲۱ لیکن تفسیر خزائن العرفان میں لکھا ہے کہ اٹھارہ آیات بیکوقت نازل ہوئیں اس لئے یہ روایت ونسبت کچھ متردّد و مترتیب معلوم ہوتی ہے واللہ ورسولہ اعلم بالصواب۔ خیال رہے کہ پورا قرآن اسی موجودہ ترتیب سے چار دفعہ منتقل ہوا جیسے کہ ہم نے اوپر بتایا یعنی پہلی مرتبہ سینۂ مصطفیٰ پر پھر ۲ لوح محفوظ پر پھر ۳ لوح محفوظ سے آسمان زمین پر پھر ۴ بعثتِ نبوی کے بعد آسمان دنیا سے جبریئل علیہ السلام کو ملا۔ یہ چاروں منتقلیاں قرآن مجید کی اسی ترتیب سے ہوئیں۔ اس ترتیب کو ترتیبِ قرآن بھی کہتے ہیں اور ترتیبِ تلاوت بھی کہتے ہیں۔ یعنی پہلی سورت الحمد شریف دوسری بقرہ وغیرہ وغیرہ آخری سورہ والناس مگر یہاں فرقنٰہ میں جس ترتیب سے تھوڑا تھوڑا اتارنے کا ذکر ہے، اس کی نوعیت اس کے علاوہ ہے۔ چنانچہ علماء اسباب النزول فرماتے ہیں کہ سب سے پہلی آیت اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ۔ نازل ہوئی اور آخری آیت آیت ربٰو کی بیکدم سات آیتیں نازل ہوئیں ان میں آیت ۲۸۱ سورۃ بقرہ شریف۔ وَاتَّقُوْا يَوْمًا سے وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ تک سورتوں میں پہلی سورت اِقْرَأْ۔ آخری سورت اِذَا جَآءَ۔ اسی طرح الاتقان اور تفسیر امام شوکانی صفحہ ۲۹ جلد اول میں ہے اور نازل ہونے کے لحاظ سے تمام قرآن مجید کی ترتیب اس طرح مندرجہ ذیل ہے۔ ہجرت سے پہلے نازل ہونے والی آیتوں سورتوں کو مکی کہا جاتا ہے اور ہجرت کے بعد نازل ہونے والی آیتوں سورتوں کو مدنی کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید کی تمام سورتوں کی ترتیب نزول کا نقشہ اور سورتوں کے نمبروار اسماء پاک

مکی سورتوں کے نام	ع۱ سورۃ علق	۲ سورۃ قلم	ع۳ سورۃ مزمل	ع۴ سورۃ مدثر	ع۵ سورۃ فاتحہ	ع۶ سورۃ لہب	ع۷ سورۃ تکویر	ع۸ سورۃ اعلیٰ	ع۹ سورۃ واللیل
ع۱۰ سورۃ فجر	ع۱۱ سورۃ والضحیٰ	ع۱۲ سورۃ الم نشرح	ع۱۳ سورۃ عصر	ع۱۴ سورۃ والعدیات	ع۱۵ سورۃ کوثر	ع۱۶ سورۃ التکاثر	ع۱۷ سورۃ ماعون	ع۱۸ سورۃ کافرون	ع۱۹ سورۃ فیل
ع۲۰ سورۃ فلق	ع۲۱ سورۃ ناس	ع۲۲ سورۃ اخلاص	ع۲۳ سورۃ نجم	ع۲۴ سورۃ عبس	ع۲۵ سورۃ قدر	ع۲۶ سورۃ شمس	ع۲۷ سورۃ بروج	ع۲۸ سورۃ والتین	
ع۲۹ سورۃ قریش	ع۳۰ سورۃ قارعہ	ع۳۱ سورۃ قیامت	ع۳۲ سورۃ ہمزہ	ع۳۳ سورۃ مرسلت	ع۳۴ سورۃ قٓ	ع۳۵ سورۃ بلد	ع۳۶ سورۃ طارق	ع۳۷ سورۃ قمر	
ع۳۸ سورۃ صٓ	ع۳۹ سورۃ اعراف	ع۴۰ سورۃ جن	ع۴۱ سورۃ یٰسین	ع۴۲ سورۃ فرقان	ع۴۳ سورۃ فاطر	ع۴۴ سورۃ مریم	ع۴۵ سورۃ طٰہٰ	ع۴۶ سورۃ واقعہ	
ع۴۷ سورۃ شعریٰ	ع۴۸ سورۃ نمل	ع۴۹ سورۃ قصص	ع۵۰ سورۃ اسرٰی	ع۵۱ سورۃ یونس	ع۵۲ سورۃ ہود	ع۵۳ سورۃ یوسف	ع۵۴ سورۃ حجر	ع۵۵ سورۃ انعام	

ع ۵۶ سورۃ نحل	ع ۵۷ سورۃ لقمان	ع ۵۸ سورۃ سبا	ع ۵۹ سورۃ زمر	ع ۶۰ سورۃ مومن	ع ۶۱ سورۃ حم سجدہ	ع ۶۲ سورۃ شوریٰ	ع ۶۳ سورۃ زخرف	ع ۶۴ سورۃ دخان
ع ۶۵ سورۃ جاثیہ	ع ۶۶ سورۃ احقاف	ع ۶۷ سورۃ ذاریات	ع ۶۸ سورۃ غاشیہ	ع ۶۹ سورۃ کہف	ع ۷۰ سورۃ صافات	ع ۷۱ سورۃ نوح	ع ۷۲ سورۃ ابراہیم	ع ۷۳ سورۃ انبیا
ع ۷۴ سورۃ مومنون	ع ۷۵ سورۃ سجدہ	ع ۷۶ سورۃ طور	ع ۷۷ سورۃ ملک	ع ۷۸ سورۃ حاقہ	ع ۷۹ سورۃ معارج	ع ۸۰ سورۃ نبا	ع ۸۱ سورۃ نازعات	ع ۸۲ سورۃ انفطار
ع ۸۳ سورۃ انشقاق	ع ۸۴ سورۃ روم	ع ۸۵ سورۃ عنکبوت	ع ۸۶ سورۃ مطففین	مدنی سورتوں کے نام	ع ۸۷ سورۃ بقرہ ۱	ع ۸۸ سورۃ انفال ۲	ع ۸۹ سورۃ آلِ عمران ۳	ع ۹۰ سورۃ احزاب ۴
ع ۹۱ سورۃ ممتحنہ ۵	ع ۹۲ سورۃ نساء ۶	ع ۹۳ سورۃ زلزال ۷	ع ۹۴ سورۃ حدید ۸	ع ۹۵ سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۹	ع ۹۶ سورۃ رعد ۱۰	ع ۹۷ سورۃ رحمٰن جل جلالہ ۱۱	ع ۹۸ سورۃ دہر ۱۲	ع ۹۹ سورۃ طلاق ۱۳
ع ۱۰۰ سورۃ بینہ ۱۴	ع ۱۰۱ سورۃ حشر ۱۵	ع ۱۰۲ سورۃ نور ۱۶	ع ۱۰۳ سورۃ حج ۱۷	ع ۱۰۴ سورۃ منافقون ۱۸	ع ۱۰۵ سورۃ مجادلہ ۱۹	ع ۱۰۶ سورۃ حجرات ۲۰	ع ۱۰۷ سورۃ تحریم ۲۱	ع ۱۰۸ سورۃ تغابن ۲۲
ع ۱۰۹ سورۃ صف ۲۳	ع ۱۱۰ سورۃ جمعہ ۲۴	ع ۱۱۱ سورۃ فتح ۲۵	ع ۱۱۲ سورۃ مائدہ ۲۶	ع ۱۱۳ سورۃ توبہ ۲۷	ع ۱۱۴ سورۃ نصر ۲۸			

اس مندرجہ بالا ترتیب سے تیئس ۲۳ سالہ دورِ نبوت میں یہ قرآن مجید نازل ہوا یعنی تیرہ ۱۳ سال مکہ مکرمہ اور دس سال مبارکہ بعد ہجرت مدینہ طیبہ میں وحی نازل ہوئی اگرچہ بعض مفسرین نے اٹھارہ ۱۸ سال یا بیس سال نزول کی مدت لکھی ہے اسی آیت کی تفسیر میں مگر یہ مدت غلط ہے احادیثِ مبارکہ سے تیئس ۲۳ سال حیاتِ طیبہ کی مدت ثابت ہے۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ نفلی عبادات میں سب سے بہتر اور بڑی عبادت قرآن مجید کی تلاوت ہے یہ سمجھنے میں آئے یا نہ آئے ترجمہ معلوم ہو یا نہ معلوم ہو ہر مسلمان بچے بوڑھے جوان عورت و مرد۔ ماؤں بہنوں بچیوں کو ہر روز اپنے اپنے گھروں میں کرنا چاہیے۔ اس کے دینی، دنیوی ظاہری باطنی بہت سے فائدے ہیں۔ یہاں تک کہ پڑھنے والے کے علاوہ سننے والوں کو بھی اس عبادت کا پہنچ جاتا ہے کہ اس کی آواز سے سوز و گداز اور عشقِ الٰہی کی لذت اور عاجزی انکساری خشوع و خضوع کے علاوہ ایمان کو جلا اور تذکیۂ نفس روح کو روشنی قلب کو ہدایت دماغ کو تازگی ملتی ہے حتیٰ کہ ان کے علاوہ کفار بھی مستفیض ہوتے دیکھے

گئے ہیں۔ یہ فائدہ اِنَّ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِہٖۤ اور اِذَا یُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ کے اطلاق سے حاصل ہوا۔ بشرطیکہ مسلمان لوگ تلاوت کے تمام آداب طریقوں اور قرآن مجید کی ضروری باتوں کا خیال رکھیں۔ ان ضروریات کی پابندی سے دینوی اخروی فائدے اور ثواب لیکن پابندیوں کو نظر انداز کر دینے سے دینوی نقصان اور اخروی عذاب کا اندیشہ ہے لہٰذا سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم کسی بڑے عالم دین سے حاصل کی جائے تاکہ وہ علم تجوید کے مطابق پہلے دن سے حروف کی صحیح ادائیگی سکھاتا ہوا تعلیم دے جید علماءِ کرام علم تجوید کے امام ہوتے ہیں اگر ایسا استاد دستیاب نہ ہو سکے تو کسی اچھے مضبوط قاری سے قرآن مجید پڑھا جائے اور پوری محنت و شوق سے غلطیاں ختم کرنی چاہئیں اس میں کسی کو شرم نہیں کرنی چاہئے۔ غلط قرآن مجید پڑھنا دین دنیا کی ذلت کا باعث ہے۔ اساتذہ کو چاہیئے کہ اوّلاً حروف پڑھنے کی مشق کرائے خاصکر الف۔ ع۔ ح۔ ہ ق ک ض کی ادائیگی بہت محنت سے شاگردوں کو پڑھائے تاکہ ہر حرف علیحدہ علیحدہ مخرج اور آواز سے اہلِ عرب کی مثل ادا ہو سکے۔ حرف ض میں وہابی لوگ اپنی جہالت اور ضد کی بنا پر سخت غلطی کرتے اور اس حرف کو اردو لہجے میں پڑھاتے ہیں ان کی دیکھا دیکھی بعض سُنّی قاری بھی جاہلانہ طریقہ اختیار کر لیتے ہیں حالانکہ عربی لہجہ اس کے خلاف ہے۔ اہلِ عرب ض کو دال کے آواز میں پُر کر کے بولتے ہیں نوکِ زبان کو گول کر کے۔ اس کے پورے دلائل ہمارے فتاویٰ العطایا جلد اوّل میں مطالعہ فرمائیے۔ دوم[۲] یہ کہ تلاوت کرتے وقت چھ[۶] چیزوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے جن میں کچھ کام فرض ہیں کچھ واجب اور کچھ مستحب علماءِ کرام نے اُن کے لیے عربی الفاظ وضع فرمائے ہیں ہر مسلمان کو یہ الفاظ یاد رکھنے اور روز مرہ اُن پر عمل کرنا ضروری ہے۔

۱ توقیر۔ یعنی ہر مسلمان پر فرض ہے کہ قرآنِ مجید کی تلاوت باوضو پاک لباس نہایت ادب خشوع خضوع وقار پاک جگہ جہاں کسی جاندار کی تصویر فوٹو نہ ہو۔ بیٹھ کر کرے دورانِ تلاوت کرتے یہ توقیر فرض ہے بات بالکل نہ کرے۔ اگر مجبوراً کرنی پڑ جائے تو دوبارہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ بِسْمِ اللّٰہِ۔ سے شروع کرے اور آگے پڑھے۔ بعض جاہل پیروں اور خبیث خطیبوں نے جاندار فوٹو موجودہ دور میں وڈیو۔ کیمرہ کی تصویروں کو تحریراً و تقریراً جائز کہنا شروع کر دیا ہے یہ سب جہنم کا راستہ ہے۔ دنیا کی عیاشیوں میں پڑ کر کب تک رسولِ پاک سے مقابلہ کریں گے۔ ۲ ترتیل۔ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ نہایت اطمینان سے ٹھہر ٹھہر کر لفظ پورا بنا کر زیر زبر شدّ مدّ کا خیال کر کے تلاوت کرے ۳ تبیین۔ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ تلاوت کرتے وقت ہر حرف پورا اور صاف منہ سے ادا کرے اگرچہ تیز پڑھے ۴ ترسیل۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ حرفوں لفظوں کو ہموار کر کے پڑھے ۵ تحسین۔ ہر مسلمان کو مستحب ہے کہ قرئتِ سبعہ کے مطابق عربی لہجہ اور طریقے سے تلاوت کرنے اور سیکھنے کی کوشش کرے ۶ تجوید۔ قرآن مجید کے تمام لفظوں حرفوں کو ہموار کر کے مخرج کے مطابق صفات کے

ساتھ ادا کرنا چاہیئے۔ یہ کوشش کرنا بہتر ہے۔ استاد کو چاہیئے کہ ہر چھوٹے بڑے شاگرد کو اس طریقے سے قرآن مجید پڑھانا شروع کرے۔ بعض چیزیں وہ ہیں جو تلاوت میں حرام یا مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی ہیں۔ ایسی غلطیوں سے ہر مسلمان کو بچنا چاہیئے اُن کے لیے بھی علماء کرام نے تقریباً چودہ ۱۴ عربی الفاظ وضع فرمائے ہیں۔ ان لفظوں کو حفظ کرنا ہر مسلمان کو ضروری ہے ۱ ترعید۔ تلاوت کرتے وقت راگ اور نغمہ بازی کرنا حرام ہے یعنی مراثیوں کی طرح سُریں اور طرزیں لگا کر قرآن مجید کو گانا۔ ۲ تعجیل۔ اس طرح جلد بازی سے تلاوت کرنا کہ صحیح طریقے زیر۔ زبر۔ شد۔ مد۔ ضمہ۔ وغیرہ حروف پورے ادا نہ ہوں توڑ موڑ کر لفظ نکلیں۔ یہ بھی حرام ہے۔ ۳ تطنین۔ جان بوجھ کر گنگنی آواز سے پڑھنا۔ یہ بھی حرام ہے۔ ۴ تہمیز۔ حرفوں لفظوں کو جھٹکا دے دے کر تلاوت کرنا۔ یہ بھی حرام ہے۔ ۷ ترقیص۔ علم تجوید کے بغیر لفظوں کو نچا نچا کر پڑھنا یہ بھی حرام ہے ۸ عنعنہ۔ عین کو ہمزہ کی طرح ق کو ک کی طرح۔ ض کو ظ یا ذال یا ز کی طرح پڑھنا۔ ح کو ہ کی طرح یہ مکروہ تحریمی ہے۔ اگر جان کر پڑھے تو حرام ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ ۹ رکزہ۔ بلاوجہ اور بلا ضرورت۔ حروف کو ادغام اور تشدید سے پڑھنا۔ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ ۱۰ تعویق۔ بلاوجہ لفظوں کے درمیان وقف کرنا۔ اور عبارت کو توڑنا۔ چھوٹے چھوٹے سانس لینا۔ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ ۱۱ ذبہ۔ پہلا لفظ پورا مکمل کئے بغیر دوسرا پڑھ دینا۔ مکروہ تحریمی ہے۔ ۱۲ تنفیش۔ اِعراب و حرکات پورا ادا نہ کرنا۔ یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ خیال رہے کہ عربی میں اعراب و حرکات یعنی زبر زیر پیش بہت اہم اور ضروری ہیں کیونکہ یہ حرفوں کی مثل ہیں۔ ان ہی سے فاعل مفعول و مجرور بنتے ہیں۔ ۱۳ تطویل۔ حرکات اور مد کو حد سے زیادہ کھینچنا۔ یہ مکروہ تنزیہی ہے ۱۴ تمضیغ۔ حرفوں لفظوں کو چبا چبا کر پڑھنا۔ یہ بھی مکروہ تنزیہی ہے۔ لیکن اگر جان کر ایسا کیا گیا تو حرام ہے بلکہ جتنی بھی مکروہ تحریمی و تنزیہی والی غلطیاں ہیں اگر کوئی جان کر ایسا کرے گا تو حرام ہے بلکہ کفر کا اندیشہ ہے۔ اس لیے کہ یہ گویا قرآن مجید سے مذاق ہے۔ تلاوت میں تیسری ضروری چیز۔ قرآن مجید کے انیس ۱۹ رموز بہت احتیاط سے یاد کرتے اور ان پر سختی سے عمل کرنا چاہیئے ۱ (آیت) ۲ ط ۳ ج ۴ ز ۵ ص ۶ صلے ۷ ق ۸ صل ۹ قف۔ یہ وقف کی علامت ہے وقف کی چھ ۶ قسمیں ہیں اوّل ۱ وقف النبی صلّی اللہ علیہ وسلم دوم ۲ وقف جبریل علیہ السّلام سوم ۳ وقف منزل۔ چہارم ۴ وقف غفران پنجم ۵ وقف اختلافی ان تمام کی رموز ت ہے ششم وقف لازم اس کی رمز م ہے ۱۱ س ۱۲ سکتہ ۱۳ لا ۱۴ ک ۱۵ مع ۱۶۔ یہ معانقہ کی رمز و نشانی ہے جس جگہ لفظ ناقص (جو اپنا مطلب خود نہیں دیتا) وہ ہو تو اس کو عبارت میں دو طرفہ جوڑنے کو معانقہ کہا جاتا ہے۔ لفظ ناقص وہ ہوتا ہے کہ اگر اس کو علیحدہ لکھا یا بولا جائے تو اس کا کوئی مطلب نہ نکلے۔ جیسے تمام ۱۸ جار مجرور فیہ۔ فی الجنّت وغیرہ اور اسم موصول اور مبہمات۔ معانقہ سارے قرآن مجید میں تئیس ۲۳ جگہ ہے اٹھارہ عدد علماء قرءت کے متاخرین

کے نزدیک اور سولہ عدد متقدمین کے نزدیک۔ معانقے کی علامت حاشیہ پر مع ہوتی ہے اور اندر اس جگہ عبادت میں ∴ ہوتی ہے ۱۸ ۰ یہ رمز ہے اس بات کی کہ حرف کو زیادہ لمبا نہیں کرنا اگر یہ نہ ہوتا تو لفظ کو بہت دراز کر کے پڑھا جاتا یہ قرآن مجید میں کل بائیس جگہ ہے ۱۹ ع یہ علامت ○ پر رکوع کے اختتام کی ہے۔ تمام قرآن مجید میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔ تیس پارے ہیں اس کو عربی میں جزء کہتے ہیں۔ ہر پارے کے چار حصے کئے گئے ہیں یہ حصے حروف کی گنتی کے حساب سے کئے گئے ہیں عربی میں ان حصوں کے نام ہیں۔ ربع۔ نصف۔ ثلاثہ۔ تتمہ۔ ہر سیپارے میں پہلا لفظ اس پارے کا نام ہے یہ نام یاد کرنے چاہئیں۔ حفاظ کی تلاوت کے لیے پورے قرآن مجید کو سات دنوں کی مطابقت میں سات منزلوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی منزل سورۂ فاتحہ سے شروع دوسری منزل مائدہ سورۃ ۵ سے شروع تیسری منزل یونس سورۃ ۱۰ سے شروع چوتھی منزل سورۃ اسریٰ ۱۷ سے شروع پانچویں منزل شعراء ۲۶ سے شروع چھٹی منزل سورۃ والصفت ۳۷ سے شروع ساتویں منزل سورت قٓ ۵۰ سے شروع اور والناس پر ختم۔ قرآن مجید کے رموز عبارت کے لفظوں پر اور آیت کے اختتام پر لکھے ہوتے ہیں۔ لیکن کچھ نشانیاں حاشیہ پر صفحات کے باہر باہر بھی لکھی ہوتی ہیں وہ کل پندرہ ہیں۔ ۱ ع۔ یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ تلاوت کا ایک رکوع ختم ہو گیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا عثمان غنی یا فاروق اعظم نے تراویح کی رکعت میں اتنا قرآن مجید پڑھ کر رکوع فرمایا تھا۔ اوپر کا نمبر سورۃ کے رکوع کا ہے نیچے کا نمبر سیپارے کے رکوع کا ہے بیچ کا نمبر یہ بتاتا ہے کہ اس سابقہ رکوع میں اتنی آیتیں گذریں ۲ ربع ۳ نصف ۴ ثلثہ ۵ مع۔ معانقے کی علامت ۶ وقف النبی ۷ وقف جبریل ۸ وقف منزل ۹ وقف غفران ۱۰ وقف اختلافی ۱۱ وقف لازم ۱۲ سجدہ۔ یہ نشانی ہے کہ اندر اسی سطر کی آیت پر سجدہ تلاوت واجب ہوگا۔ ۱۳ ہر صفحہ کے اوپر دائیں جانب پارے کا نام و نمبر ہوتا ہے ۱۴ اور بائیں جانب سورۃ کا نام نمبر لکھا ہوتا ہے۔ ۱۵ اور صفحہ کے نیچے منزل کا نمبر لکھا ہوتا ہے۔ قرآن مجید پڑھنے کی رفتار میں علماء تجوید و قرأت کے نزدیک تین قسم کی ہیں اول ترتیل۔ یہ سب سے بہتر ہے اسی کا قرآن مجید میں کئی جگہ حکم فرمایا گیا ہے۔ جس طرح محفلوں میں قاری اور علماء کرام پڑھتے ہیں دوسری تدویر۔ درمیانی رفتار تیسری حدر بہت تیز پڑھنا جس طرح تراویح میں پڑھا جاتا ہے۔ اگر بہت اچھی طرح سے قرأت و تجوید کے ساتھ قرآن پڑھنا جانتا ہو تو اس کو تینوں طرح پڑھنا جائز ہے لیکن اگر غلطی کا احتمال ہو یا سننے والے کو یَعْلَمُوْنَ تَعْلَمُوْنَ کے سوا کچھ سمجھ نہ آسکے تو ایسے شخص کو حدر پڑھنا گناہ ہے لیکن حدر پڑھنے کی صحیح حالت میں بھی تمام رموز کی پوری پابندی کرنا لازم ہے۔ خواہ پڑھنے والا قاری ہو یا حافظ عالم یا غیر عالم (عوام) بعض لوگ حدر میں طبعی وقف مطلق کی پرواہ نہیں کرتے یہ

ان کی غلطی ہے۔ حدیث و قرآن سے ثابت ہے کہ قرآن مجید سات قرأتوں سے تلاوت کرنا جائز ہے۔ اور جبرئیل امین نے سات اداؤں سے نازل کیا۔ اسی لیے سات اصولی ائمہ قرأت مشہور ہیں ۱ امام عاصم اور ان کے راوی ابوحفص ہیں۔ آج کل موجودہ قرآن کریم ان کی قرأت و روایت والا مشہور ہے ۲ امام قنبل کوفی ۳ امام حمزہ مصری ۴ کسائی بصری ۵ امام نافع مکی ۶ امام ابو عمر مدنی ۷ امام ابن ذکوان۔ شاذ قرأت کے اسماء۔ ۱ ابو محمد ۲ امام خلاد ۳ امام ابوشعیب ۴ ابن کثیر ۵ امام ابوبکر۔ غرض کہ یہ وہ ضروری باتیں ہیں جو تکمیل تعلیم قرآن کریم کے لیے ہر مسلمان کو سیکھنا یاد کرنا اور عمل کرنا اشد ضروری و لازم ہیں۔

دوسرا فائدہ۔ آقائے دو عالم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت سے قرآن مجید میں سوز و گداز پیدا ہوا۔ انجیل و توریت و زبور میں یہ بات نہ تھی گویا کہ زبان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹری قرآن کا چارج ہیں۔ یہ فائدہ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ۔ کو دوبارہ ارشاد فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ قرآن مجید کا تھوڑا تھوڑا ہو کر اترنا عام مسلمانوں اور عام امت دعوت و اجابت کے لیے ہے نہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نبی کریم تو پورے قرآن مجید اس کے معانی۔ الفاظ قانون و ہدایت سے اس وقت بھی واقف اکمل تھے جب کہ ابھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھی قرآن مجید کا علم نہ تھا یہ فائدہ۔ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ۔ ارشاد فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ سجدۂ تلاوت کھڑے ہو کر کرنا بہتر ہے۔ اگرچہ بیٹھ کر کرنا بھی جائز ہے۔ یہ مسئلہ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ۔ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ یَخِرُّوْنَ۔ کا معنی ہے زمین کی طرف گرنا۔ اور گرنا مکمل تب پایا جاتا ہے جب کھڑے ہو کر گرے۔ بیٹھ کر سجدۂ تلاوت کر لینے سے یَخِرُّوْنَ۔ کا پورا اظہار و ظہور نہیں ہوتا۔ دوسرا مسئلہ۔ علم قرأت اور علم تجوید نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ادائیگی کا نام ہے۔ لہٰذا تجوید و قرأت کے قواعد اصولیہ و فروعیہ میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اتباع کرنی چاہیئے۔ وہ قرأتیں شاذ و متروک ہیں جو ذرہ بھر بھی طریقۂ مصطفیٰ سے ہٹ گئیں اپنی عقل سے نئے نئے قاعدے گھڑنا ہرگز جائز نہیں۔ یہ مسئلہ لِتَقْرَاَهٗ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ کہ یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرأت فرمانے کا حکم ہے۔ تیسرا مسئلہ۔ سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے اور امام اعظم کا مسلک اس بارے میں زیادہ مضبوط و درست ہے۔ یہ مسئلہ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ (الخ) سے مستنبط ہوا اس لیے کہ اذا ظرفیہ شرطیہ عموم و تکرار کو چاہتا ہے اور معنی یہ ہوا کہ جب بھی سجدے کی آیت ان پر تلاوت کی جاتی ہیں تو سجدہ کرتے ہیں۔ کبھی بے پرواہی نہیں کرتے۔ اور یہ حکم اسی چیز کا تقاضہ کرتا ہے کہ یہ سجدہ کرنا لازم سمجھتے ہیں اور جو لازم ہو وہی واجب ہوتی ہے۔ اور چونکہ یہ دلیل اقتضاء النص سے حاصل ہوئی اس لیے ظنی ہوئی اور استدلال ظنیہ سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح

کتب اُصول فقہ میں لکھا ہے۔

سجدۂ تلاوت کے مسائل۔

ہم نے اپنے فتاویٰ جلد دوم میں سجدۂ تلاوت کے بہت سے مسائل لکھ دیئے ہیں۔ یہاں چند مسائل مزید بیان کئے جاتے ہیں ۱ تلاوت کے سجدوں کی تعداد میں چار قول ہیں اوّل یہ کہ سجدۂ تلاوت پندرہ ۱۵ ہیں۔ یہ قول سفیان ثوری وغیرہ کا ہے مراۃ شرح مشکوٰۃ نے فرمایا کہ امام مالک کا مسلک بھی یہی ہے۔ مگر دیگر کتب فقہ میں ایسا نہیں ہے۔ ان حضرات کے نزدیک پندرہ ۱۵ سجدے اس طرح بنتے ہیں کہ سورۂ حج میں دو سجدے اور سورۃ صٓ میں ایک سجدہ اور قصارِ مفصل یعنی سورۂ نجم۔ انشقاق۔ اقرأ کے تین سجدے بھی درست ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تلاوت کے سجدے چودہ ہیں۔ مگر اس طرح کہ سورۂ حج میں دو سجدے ہیں اور سورۂ صٓ میں کوئی سجدہ نہیں ہے۔ یہ مسلک امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ہے تیسرا قول۔ یہ ہے کہ تلاوت کے سجدے صرف گیارہ ہیں۔ اس طرح کہ سورۂ حج میں فقط ایک پہلا سجدہ ہے اور قصارِ مفصل کی تینوں مندرجہ سورتوں میں کوئی سجدہ نہیں ہے یہ مسلک امام مالک علیہ الرحمۃ کا ہے۔ مگر یہ تینوں مسلک درست نہیں ہیں اور جن روایت سے ان بزرگوں نے استدلال کیا ہے وہ محدثین کے نزدیک اتنی مضبوط نہیں۔ چوتھا قول۔ یہ کہ تلاوت کے سجدے چودہ ہیں۔ لیکن اس طرح کہ سورۂ حج میں ایک سجدہ پہلی آیت والا اور قصارِ مفصل کی تینوں سورتوں میں سجدہ ہے یہ امام اعظم کا مسلک ہے اور تین وجہ سے بہت درست اور مضبوط دلائل سے ہے۔ پہلی وجہ یہ کہ متعدد احادیث سے سورۂ حج کا پہلی آیت والا سجدہ اور سورۃ صٓ کا سجدہ ثابت ہے ہم نے فتاویٰ العطایا جلد دوم میں تفصیل سے ذکر کر دیا ہے۔ دوم یہ کہ قرآن مجید کے بیان اصلوب سے اور طرز بیان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ سورۂ حج کا دوسرا سجدہ تلاوت کا نہیں بلکہ وہاں نماز پڑھنے کا تذکرہ ہے۔ اس لیے کہ یہاں رکوع سجدے اور عبادت مکمل کرنے کا تذکرہ ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا (سورۂ حج آیت ۷۷) اس کے علاوہ جہاں جہاں سجدۂ تلاوت ہیں وہاں صرف سجدے کا ذکر ہے سوم یہ کہ مصحف عثمانی یعنی حضرت عثمان غنی کے لکھے ہوئے قرآن مجید میں صرف ان ہی چودہ جگہ سجدۂ تلاوت لکھا ہوا ہے جن آیات میں امام اعظم سجدۂ تلاوت کو واجب مانتے ہیں۔ نمعلوم امام شافعی اور امام حنبل نے سورۂ حج کی اس آیت ۷۷ کو سجدے کی آیت کیوں مان لیا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ قرآن مجید میں مصحف عثمانی کے مطابق صرف چودہ سجدے ہیں دیگر ائمہ ثلاثہ کے پاس اس دلیل عثمانی کا جواب نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ سجدۂ تلاوت کے حکم میں دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ کہ تمام سجدے۔ تلاوت والے

اور سننے والے پر واجب ہیں یہ امام اعظم کا مسلک ہے اس کے مضبوط دلائل ہمارے فتاویٰ میں دیکھئے۔ دوسرا قول یہ کہ تلاوت کے سجدے سنّت ہیں۔ یہ دیگر ائمۂ ثلاثہ کا مسلک ہے مگر دلائل صرف قیاسی ہیں اس لیے کمزور ہیں۔ سجودِ تلاوت کے واجب ہونے کے اسباب تین ہیں۔ ۱۔ تلاوت کرنا اگرچہ خود نہ سن سکے مثلاً بہرہ ہو یا بہت ہی آہستہ پڑھتا ہو۔ ۲۔ سننا یعنی قریب بیٹھا ہوا انسان عربی لفظوں میں آیت سنے اور اس کو یہ پتہ ہو کہ قرآن مجید کے الفاظ پڑھ رہا ہے اگرچہ متوجہ ہو کر نہ سنے سجدہ واجب ہو جائے گا لیکن بہرے انسان پر واجب نہ ہوگا۔ ۳۔ یہ کہ مقتدی ہو۔ تو اگرچہ نہ سنے مثلاً ظہر عصر کی نماز ہو یا بہرہ ہو یا سجدہ کی آیت تلاوت کرنے کے بعد فوراً ملا ہو۔ اور آیت نہ سنی ہو مگر نیت باندھتے ہی سجدہ واجب ہو گیا اور امام کے ساتھ سجدہ میں چلا جائے، سجودِ تلاوت بالکل اسی طرح نہایت احتیاط سے باطریقۂ احسن سات اعضاء پر کرنا واجب ہے جس طرح نماز کے سجدے۔ کہ سجدے میں پیروں کی انگلیاں کعبہ رخ دبا کر رکھے ۲ گھٹنے دو ہاتھ اور ناک ماتھا جما کر زمین سے لگائے ایک بھی غلطی ہو گئی تو سجدہ نہ ہوگا۔ اور باغسل باوضو لباس جگہ پاک کعبہ کی سمت منہ کر کے کھڑے ہو کر سجدے میں جائے یا بیٹھ کر دونوں جائز ہے مگر کھڑے ہو کر زیادہ بہتر ہے۔ سجدۂ تلاوت اپنے ادا کے اعتبار سے ۲ قسم کا ہے۔ اوّل اداءِ معجّل۔ دوم اداءِ مُوسّع۔ اگر نماز میں سجدے کی آیت تلاوت کی تو فوراً سجدہ کرنا لازم ہے امام کو بھی مقتدی کو بھی اور اگر منفرد ہے تو اُس کو بھی نماز کے بعد قضا نہیں ہو سکتا تارک گنا ہگار ہوگا توبہ سے معافی کی قوی اُمید ہے۔ اسی کو سجدہ معجّل کہتے ہیں۔ نماز کے باہر تلاوت کی گئی تو سجدۂ موسّع ہے کچھ دیر ٹھہر کر بھی ادا جائز ہے۔ جب ادا کرے گا ادا ہی ہوگا قضا نہ ہوگا۔ مسئلہ۔ تلاوتِ قرآن مجید سب سے بہتر نماز میں ہے جتنا بھی پڑھا جا سکے نوافل میں پڑھے اور فرائض کی امامت میں مقتدیوں کا خیال رکھنا لازم ہے بغیر تراویح یا شبینے کے عام جماعت میں آیتِ سجدہ نماز کے اندر تلاوت نہ کرے تاکہ مقتدیوں کو مشقت نہ ہو۔ منفرد کو اختیارِ خوشنودی ہے۔ مسئلہ دیکھ کر پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے حفظ تلاوت کرنے سے۔ مسئلہ۔ اگر نماز میں سجدے کی آیت تلاوت کی تو سجدے میں صرف سجدے میں کی تسبیح پڑھے کوئی دوسری دعا نہیں پڑھ سکتا نہ سجدے کی آیت سجدے میں پڑھے لیکن نماز کے علاوہ سجدے کی آیت تلاوت کی تو سجدے میں تسبیح کے بعد دوسری دعائیں پڑھ سکتا ہے مگر صرف عربی لغت والفاظ میں اور دینی دعائیں نیز سجدے میں اگر سجدے کی آیت تلاوت کی خواہ اسی سجدے والی یا کوئی دوسری سجدے والی تو دوبارہ سجدہ پڑ جائے گا یہی حکم نماز میں اس طرح کرنے کا ہے کیونکہ سجدے سے محفل بدل جاتی ہے مسئلہ۔ سجدوں کی تعداد ۲ طریقوں سے بڑھتی ہے یا آیت بدل جائے یا محفل اور جگہ بدل جائے۔ مثلاً ایک ہی آیت چل پھر تلاوت کر رہا ہے تو جتنی دفعہ پڑھے گا اتنی بار سجدے کرنے واجب ہیں۔ لیکن اگر ایک آیت ایک ہی جگہ بیٹھ کر ۱۰ دس دفعہ پڑھتا ہے تب بھی سجدہ ایک ہی واجب ہوگا اور اگر ایک جگہ بیٹھ کر تین مختلف سجدوں کی

آیتیں تلاوت کرتا ہے تو تین ہی سجدے پڑیں گے۔ باقی مسائل کتب فقہ میں مطالعہ فرمائیے۔

قرآن مجید کے تمام سجدوں کی آیتیں۔ وجوب سجدہ کے الفاظ آیت پارہ اور سورۃ نمبر اور عربی لفظ کا ترجمہ

سجدہ ۱ پ ۹ سورۃ ۷ اعراف آیت ۲۰۶ متفقہ مکی
وَلَهُ يَسْجُدُوْنَ۔ اور اسی اللہ کو سب فرشتے سجدہ کرتے ہیں۔

سجدہ ۲ پ ۱۳ سورۃ ۱۳ رعد آیت ۲۰۶ متفقہ مکی
وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔ اور اللہ کے لیے ہی وہ سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔

سجدہ ۳ پ ۱۴ سورۃ ۱۶ نحل آیت ۵۰ متفقہ مکی
وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ۔ اور اللہ کے لیے ہی سجدہ کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں اور جو زمین میں ہیں۔

سجدہ ۴ پ ۱۵ سورۃ ۱۷ اسریٰ آیت ۱۰۹ متفقہ مکی
وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ۔ اور گر پڑتے ہیں ٹھوڑیوں کے بل۔

سجدہ ۵ پ ۱۶ سورۃ ۱۹ مریم آیت ۵۸ متفقہ مکی
خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا۔ گر پڑتے تھے سجدہ کرتے اور روتے ہوئے۔

سجدہ ۶ پ ۱۷ سورۃ ۲۲ حج آیت ۱۸ متفقہ مدنی
اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ کو ہی سجدہ کرتے ہیں وہ تمام جو آسمانوں میں اور وہ جو زمین میں۔

سجدہ ۷ پ ۱۸ سورۃ ۲۵ فرقان آیت ۶۰ متفقہ مکی
وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ۔ اور جب ان سے کہا جائے رحمٰن کو سجدہ کرو۔

سجدہ ۸ پ ۱۹ سورۃ ۲۷ نمل آیت ۲۶ متفقہ مکی
اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِىْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ کیوں نہیں سجدہ کرتے اللہ کو جو نکالتا ہے چھپی چیزوں کو

سجدہ ۹ پ ۲۱ سورۃ ۳۲ سجدہ آیت ۱۵ متفقہ مکی
اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا۔ جب وہ آیتیں انہیں یاد دلائی جاتی ہیں سجدے میں گر جاتے ہیں۔

سجدہ ۱۰ پ ۲۳ سورۃ ۳۸ صٓ آیت ۲۴ - ۲۵ امام اعظم و مالک مکی

(۱) وَخَرَّ رَاكِعًا وَّأَنَابَ۔ اور جھکتے ہوئے سجدے میں گر پڑا۔

(۲) حُسْنَ مَاٰبٍ قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے۔

سجدہ ۱۱ پ ۲۴ سورۃ ۴۱ حٰمٓ سجدہ آیت ۳۷ - ۳۸ امام اعظم مکی ائمہ ثلاثہ

۱ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ۔ اور اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا۔

۲ وَهُمْ لَا یَسْئَمُوْنَ۔ اور وہ اکتاتے نہیں۔

سجدہ ۱۲ پ ۲۷ سورۃ ۵۳ نجم آیت ۶۲ مختلفہ مکی

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا۔ تو اللہ کے لیے سجدہ کرو اور عبادت کرو تم۔

سجدہ ۱۳ پ ۳۰ سورۃ ۸۴ انشقاق آیت ۲۱ مختلفہ مکی

وَاِذَا قُرِئَ عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ۔ اور جب قرآن پڑھا جائے ان کے سامنے سجدہ نہیں کرتے۔

سجدہ ۱۴ پ ۳۰ سورۃ ۹۶ اقرأ آیت ۱۹ مختلفہ مکی

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۔ اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ۔

سجدہ شافعی پ ۱۷ سورۃ ۲۲ حج آیت ۷۷ مختلفہ مدنی

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ۔ اے ایمان والو رکوع کرو تم اور سجدہ کرو تم اور عبادت کرو تم اپنے رب کی۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراضات کیے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں اس آیت میں ۲ دو دفعہ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ کیوں فرمایا گیا۔؟ **جواب۔** دو وجہ سے۔ یا اس لیے کہ یہاں دو فعلوں کا اظہار فرمایا گیا پہلا سجدۂ تلاوت کا اور دوسری مرتبہ سجدے میں گرنا اظہارِ شکر کے لیے یعنی کبھی جب تلاوت سنتے ہیں تو تلاوت کا سجدہ کرتے ہیں اور کبھی جب کوئی اور آیت سنتے ہیں تو سجدۂ شکر کرتے ہیں۔ اور یا اس لیے کہ یہاں ۲ دو کیفیت کا ذکر ہے کہ کبھی جب سجدہ کرتے ہیں تو ان کی کیفیت و حالت صرف سجدہ ریزی کی ہوتی ہے اور کبھی جب سجدہ کرتے ہیں تو انتہائی سوز و گداز خشوع و خضوع سے کرتے ہیں۔ یا مطلب یہ ہے کہ جب قرآن مجید کسی اور کی زبان سے سنتے ہیں یا خود تلاوت کرتے ہیں تو سجدہ کی آیت پر سجدۂ تلاوت کرتے ہیں اور لیکن جب یہی تلاوت ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے سنتے ہیں تو ان کی حالت بہت ہی عشق الٰہی اور سوز و گدازی کی ہو جاتی ہے جس کی

وجہ سے درد و فراق سے روتے ہیں اور زبانِ مصطفیٰ کی تلاوت سے اُن کا خشوع اور قلب کی روشنی روح کا تذکیہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ **دوسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا۔ فرمادو کہ اے کفار تم چاہو تو اس قرآن پر ایمان لاؤ اور چاہو تو ایمان نہ لاؤ۔ گویا کفر کی اجازت دی جا رہی ہے۔ کفر کی اجازت دینا یا مرضی پر چھوڑنا تو بہت بری بات ہے۔ پھر یہاں ایسا کیوں فرمایا گیا۔؟ **جواب**۔ معترض نے آیت کا ترجمہ ذرا سا غلط کر کے خود بخود اعتراض قائم کر لیا ورنہ یہاں اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں اس لیے کہ یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ اے پیارے حبیب آپ جتنی محبت پیار نرم دلی رحمۃ عالمینی کا مظاہرہ فرماتے جا رہے ہیں یہ بد بخت کفار اتنے ہی نخرے میں اینٹھتے چلے جا رہے ہیں یہ جانتے اپنے آپ کو کیا سمجھ رہے ہیں۔ آپ کی نرمی سے یہ غلط تاثر لے رہے ہیں لہٰذا اے پیارے نبی ان سے فرما دو کہ تم ایمان لاؤ یا نہ لاؤ تمہارے اس طریقے اس طرز سے اسلام قرآن اور دینِ مصطفیٰ پر اچھا برا کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ یہ طرزِ بیانی اجازت نہیں بلکہ سخت ترین جھڑک ہے۔ اور آیت کے ترجمہ میں چاہو کا لفظ دونوں جگہ بڑھانا غلط ہے الفاظ قرآنی میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کا ترجمہ چاہو کیا جا سکے **تیسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ جس کا ترجمہ ہے سجدے میں گرتے ہیں ٹھوڑیوں کے بل۔ یہ تو صحیح نہیں ہے اس لیے کہ سجدے میں تو ماتھے اور ناک کو زمین پر لگایا جاتا ہے اور چہرے کے بل گرا۔ یا جھکا جاتا ہے تو یہاں یا تو یہ فرمانا چاہیئے تھا کہ چہرے کے بل ہوتے ہیں یا ماتھے کے بل یا ناک کے بل۔ ٹھوڑی کا تو سجدے سے کوئی تعلق نہیں۔

جواب۔ اس کا جواب چند طرح دیا گیا ہے اول یہ کہ یہاں اہلِ عرب کے محاورے کو مدِ نظر رکھا گیا۔ اہلِ عرب چہرے یا ماتھے کے بل گرنے کو ذقن کے بل گرنا ہی کہتے ہیں۔ اور ماتھے کے بل گرنے کا لفظ بھی اردو میں ایک اصطلاحی محاورہ ہی ہے تو یہ ایک اپنا اپنا محاورہ ہے مقصد سب کا وہی ایک ہے۔ دوم یہ کہ ذقن اس ہڈی کا نام ہے جس کو اردو میں جبڑا کہا جاتا ہے اور وہ سارے چہرے پر پھیلی ہوتی ہے اس لیے اذقان کا ترجمہ چہرے کے بل کہنا بھی درست ہے۔ سوم یہ کہ داڑھی اور ذقن شروع زمانوں سے آج تک بہت عزت شان اور بڑائی کی نشانی سمجھی گئی ہے جس طرح ہندوؤں میں مونچھ کو بڑا نشان بنایا گیا۔ شرفا میں داڑھی کو نشانِ عظمت و سرداری قرار دیا گیا ہے۔ تو یہاں فرمان کا مقصد یہ ہے کہ اپنی بڑائی سرداری و شان و شوکت کے نشان کو اللہ کے حضور خاک و دھول اور زمین میں ملاتے ہوئے سجدے کرتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۔ اور اس قرآنِ اعظم کو ہم نے ہی یا اس قرآن ہی کو ہم نے جسم انسانی کی مکمل کائنات

پر نازل فرمادیا کہ ظاہر پر قرآن کی شریعت باطن پر قرآن کریم کی طریقت دل پر معرفت دماغ پر حقیقت کی تھوڑی تھوڑی آیتیں نازل کردیں کہیں نور کہیں نار کہیں پھول کہیں خار کہیں بجباریت کہیں قہاریت تاکہ اسے محبوبِ روح تو دنیاءِ انسانیت کے ناسوتوں کو ان کی استعدادِ حصول کے مطابق آہستہ آہستہ زبانِ لطیف سے عالمِ اسرار کا پورا بیان پڑھ کر سنادے ہم نے اِس قانون سرمدی اور کتابِ لاہوتی کو بہت ہی مناسبت سے وجودِ ملکوتیہ قدسیہ پر نازل کیا۔ اے محبوب روح تو عالم وجود کے نفوسِ مغرورہ کو سنادے کہ اے قلوب کی مہروں اور بندھنوں والو تمہارے وجود راہِ سلوک میں معدوم ہیں بارگاہِ قدس میں ان کا کوئی مقام نہیں۔ تم شکوک وغرور کی وادیوں کے بھٹکتے کوڑے ہو۔ تم کتابِ مقدس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ تم ہدایت کی راہ نہیں پاسکتے۔ بیشک راہِ عشق ومستی کا سفر اُن ہی محبوب ومقبول ہستیوں کا حصۂ مقدر ہے جن کو عالمِ بقا میں پہلے سے ہی علم منوّر ومعطر کا خزانہ مل چکا ان کی نشانی یہ ہے کہ اُن پر جب بھی عالمِ بقا کی کتاب انوار تلاوت کی جائے تو سجدۂ ابدیہ کلیہ کرتے ہوئے اپنے وجودِ ذات کو عجز کی فنا میں گراتے چلے جاتے ہیں اُن کے وجود کا ہی عالمِ بقا میں اعتبار ہے کیونکہ ان کا جسم محبوب بارگاہ ہوگیا ہے ہماری اس کتاب ہدایت پر انہی جیسے کروڑہا ازل لعید سے ایمان لاچکے ہیں۔ وَيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا۔ یہی علماءِ روحانیہ وجودِ نورانیہ اپنی فنا وعجز و محتاجی کمزوری کا اقرار کرتے ہوئے اور حقیقت حقانیہ کی معرفت حاصل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہر عیب سے پاک ہے ہمارا پروردگار عالم بیشک اُس کے تمام ازلی ابدی معرفت وحقیقت کے وعدے اولیا اصفیا کے ساتھ سچے اور پورے کئے ہوئے ہیں۔ اور عشق ومعرفت۔ نوریا ستعداد توفیقِ مطابقت کے خزانوں کے بوجھ سے ان کے وجود وابدان دہلیزِ مطلوب پر جھکے ہوئے ہیں۔ یہی وہ مسعودینِ فطری وجبلی ہیں جو ہمیشہ ہر حال وکیف میں عشق وفراق میں انکسار وعبدیت کے آنسوؤں سے روتے رہتے ہیں اور محبوبِ روح کی تلاوت سہانی قربت بھینی کی خوشبوئیں ان کے قلوبِ معبد کو نور وخوشبو سے اور زیادہ منوّر ومعطر کرتی ہیں جس کی لذّت روحانیہ ان کے دل کے خشوع دماغ کے خضوع کو اور زیادہ کرتی ہیں (محی الدینؒ ابن عربی) صوفیا فرماتے ہیں کہ انسان میں رب تعالیٰ جل سُبْحَانَہٗ نے تمام مخلوق کی صفات پیدا کی ہیں۔ سونا۔ کھانا۔ پینا اور جماع یہ جانوروں کی عادات ہیں۔ لڑنا مارنا مرنا یہ درندوں کی عادات ہیں۔ عیاری۔ مکاری شرارت کرنا اور پھیلانا شیطان کی عادات ہیں۔ عبادات۔ ریاضت تقویٰ فرشتوں کی عادات ہیں۔ عاجزی انکساری۔ برداشت زمین کی عادت ہے عطا وسخا آسمان کی عادت ہے نور دینا چمکانا سورج کی عادت ہے نور ومعرفت حاصل کرنا چاند تاروں کی عادت ہے اٹل ہو جانا پہاڑوں کی عادت ہے۔ حسد بغض عداوت جنات کی عادت ہے۔ ان مجموعۂ حقائق اور انسانی مختلف حالات کیفیات کی

بنا پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ (الخ)

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَیًّا مَّا

فرما دو کہ اللہ کا نام لے کر دعا مانگو یا رحمٰن کہہ کر جس طرح بھی

تم فرماؤ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر جو کہہ کر

تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۚ وَلَا تَجْهَرْ

دعا مانگو پس اس کے بہت پاکیزہ و ذو معنیٰ نام ہیں۔ اور نہ چیخ کر

پکارو سب اسی کے اچھے نام ہیں۔ اور اپنی نماز نہ

بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَیْنَ

پڑھو اپنی نماز میں اور نہ بہت آہستہ پڑھو نماز میں۔ اور تلاش کرتے رہو

بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے بیچ

ذٰلِكَ سَبِیْلًا ﴿۱۱۰﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ

اس کے درمیان راستہ۔ اور فرماؤ کہ سب حمدیں اس اللہ کی ہیں جس نے اپنے

میں راستہ چاہو۔ اور یوں کہو سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے لیے

یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی

لیے اولاد نہ بنائی اور پوری کائنات ملک میں اس کا کوئی

بچہ اختیار نہ فرمایا اور بادشاہی میں کوئی اس کا

الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ

شریک نہیں اور نہ اس کو کبھی کمزوری ہو جو کسی مددگار کی ضرورت پڑے اور

شریک نہیں اور کمزوری سے کوئی اس کا حمایتی نہیں اور

وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾ ع

تم اسی اللہ کی تکبیریں پڑھتے رہو ہر دم تکبیر

اس کی بڑائی بولنے کو تکبیر کہو

تعلق ان آیت پاک کا پچھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق ۔ پچھلی آیت میں قرآن مجید کو آیت آیت کر کے مختلف زمانوں میں مختلف قانون و عبادات نازل فرمانے کا ذکر ہوا اب ان آیت میں اللہ تعالیٰ کے مختلف ناموں سے مختلف دعائیں مانگنے کا ذکر و حکم فرمایا جا رہا ہے۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں مسلمانوں کے سجدوں اور خشوع کا ذکر فرمایا گیا تھا اب ان آیت پاک میں خشوع کو باقی رکھنے کا طریقہ بتایا و سکھایا جا رہا ہے کہ وَلَا تَجْهَرْ (الخ)
تیسرا تعلق ۔ پچھلی آیت میں ایمان والوں کے عاجزانہ سجدہ کرنے کا ذکر ہوا تھا اب ان آیت میں مسلمانوں کو زبانی و قولی ایسی عبادت و حمد الٰہی کرنے کا طریقہ سکھایا جا رہا ہے جس سے سارے کفریات کی تردید ہوتی چلی جائے گویا کہ بدنی عبادت کے بعد قولی عبادت کا ذکر ہے۔

شانِ نزول مورخ اسلام محدث حضرت ابن مردویہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ایک رات خانۂ کعبہ میں آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت دراز سجدہ فرمایا اور اپنے اس سجدے میں کچھ بلند آواز سے کبھی یا اللہ کا ورد فرماتے کبھی یا رحمٰن کا۔ جب آپ سجدے سے فارغ ہوئے تو ابو جہل اور اس کے ساتھیوں نے اعتراضاً باتیں کیں کہ دیکھو یہ محمد ہم کو تو زیادہ معبودوں کو سجدہ کرنے سے منع کرتے ہیں اور خود سجدے میں دو معبودوں کا نام لیتے ہیں کبھی اللہ کو پوجتے ہیں کبھی رحمٰن کو۔ تب یہ سات آخری آیتیں نازل ہوئیں ان آیت ۱۰۵ تا آیت ۱۱۱۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ اس سورۂ اسریٰ کے تمام شانِ نزول۔ خزائن العرفان اور اسباب النزول امام جلال الدین سیوطی سے نقل کئے گئے ہیں اسباب نزول و تعداد آیت ربط آیت کے مطالق ہیں اسی مطابقت سے بیان کئے گئے ہیں

تفسیر نحوی

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا۔ قُلْ۔ فعل امر حاضر معروف واحد حاضر کا صیغہ اَنْتَ ضمیر فاعل مرجع ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم۔ فعل با فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ قول ہوا۔ اُدْعُوا۔ باب نصر کا امر حاضر جمع مذکر اَنْتُمْ ضمیر جمع پوشیدہ خطاب ہے تا قیامت سب مسلمانوں کو اور جواب کفار معترضین کو دیا جا رہا ہے دَعْوٰی سے بنا ہے بمعنی ابلا یا پکار یا دعا مانگنا پوجنا یہاں پہلے معنیٰ بھی ہو سکتے ہیں اور آخری معنیٰ مانگنا بھی۔ اللہ اسم مفتوح مفعول بہ ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا اَوْ حرف عطف اختیاری۔ اُدْعُوا۔ دَعْوٰی سے مشتق ہے امر جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل الف لام زائدہ معرفہ کا۔ رَحْمٰن۔ اسم مفرد صفاتی نام ہے اللہ کا اس کے اشتقاق میں چار قول ہیں ۱۔ یہ عبرانی لفظ ہے جامد ہے اسی لیے اہل عرب اس لفظ سے شناسا اور واقف نہ تھے اور قرآن مجید کے علاوہ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے مروج نہ تھا۔ ۲۔ یہ لفظ عربی اسم جامد ہے مگر اہل عرب اس کی نسبت الی اللہ سے اور اللہ کا نام ہونے سے واقف نہ تھے اگرچہ معنیٰ سے واقف تھے اسی لیے ابوجہل وغیرہ معترض ہوئے ۳۔ یہ عربی لفظ ہے اسم مشتق ہے نہ کہ جامد۔ رَحِمَ سے بنا ہے الف نون زائدتان ہے مگر چونکہ عَلَم نہیں بلکہ وصف ہے اس لیے غیر منصرف نہیں اسم معرب متمکن منصرف نکرہ ہے ۴۔ یہ لفظ عربی ہے مشتق مبالغہ ہے الف نون مبالغہ کا ہے۔ بروزن شبعان۔ شبعان۔ رملان۔ اسی لیے اس کا تثنیہ جمع نہیں ہے بقاعدۂ نحو یہ کسی بھی لفظ مبالغہ کا جمع تثنیہ نہیں ہوتا اگرچہ صفت مشبہ برائے مبالغہ ہو۔ عرب میں اللہ کے نام کے لیے یہ لفظ رائج نہ تھا۔ البتہ اشتقاق و معانی جانتے تھے۔ یہ لفظ یہاں مفعول بہ ہے بحالت فتحہ ہے اُدْعُوا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا سب عطف مل کر مقولہ اول ہوا۔ اَیًّا۔ اسم شرط یا حرف شرط۔ ما موصولہ زائدہ۔ اسم شرطیہ ہے اَیًّا کے بعد یہ دوسرا حرف شرط تاکید شرط کے لیے ہے اب دونوں جڑ کر ایک ہو کر مضاف ہیں مضاف الیہ پوشیدہ کا۔ اَیًّا کی تنوین عوضی ہے مضاف الیہ کے عوض میں آئی یہاں اِسْمَیْنِ پوشیدہ ہے ترجمہ ہے دونوں ناموں کے ساتھ جس سے بھی۔ اَیًّا مَّا نے جزم کا عمل دیا تَدْعُوْ کو اس لیے اس کی نون اعرابی گر گئی دراصل ہے تَدْعُوْنَ۔ یہ مضارع مستقبل ہے۔ اور اَیًّا مَّا۔ مفعول بھی ہے۔ کیونکہ مفعول بہ مقدم ہے اسی تَدْعُوْا کا۔ نحو میں صرف یہ ہی وہ واحد لفظ ہے جو بیک وقت ایک ہی چیز کا عامل بھی ہے معمول بھی۔ اَنْتُمْ اس میں ضمیر مستتر ہے۔ یہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی۔ فَ۔ جزائیہ ہے۔ یا زائدہ اور اگلی عبارت علیحدہ جملہ ہے شرط کی جزا پوشیدہ فعل فَیَجُوْزُ ہے لام جارہ ہ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ جار مجرور متعلق ہے ثابتٌ پوشیدہ کا الف لام عہدی اَسْمَاءُ۔ جمع مکسر ہے اِسْمٌ کی وَسْمٌ یا سُمُوٌّ سے متغیر ہے بمعنی نام موصوف ہے الف لام بمعنی اَلَّذِیْ حُسْنٰی۔ اسم تفضیل مؤنث اس کا مذکر صیغہ اَحْسَنُ ہے حَسُنَ سے بنا ہے

بمعنیٰ انہایت پاکیزہ خوبصورت۔ شاندار ہونا۔ صاحب وصف لائق توصیف اسم بامسمیٰ ہونا۔ صفت ہے
اَسْمَاء کی یہ مرکب توصیفی فاعل ہے پوشیدہ ثابتٌ کا وہ جملہ اسمیہ ہوکر جزا۔ اَیًّامَّا۔ شرط و جزا مل کر مکمل ہوا۔ واؤ سر جملہ
لَا تَجْهَرْ باب نَصَرَ کا یا فَتَحَ کا فعل نہی معروف واحد مذکر حاضر اَنْتَ مستتر فاعل ہے مرجع ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم
مگر خطاب تا قیامت سب مسلمانوں کو ہے کیونکہ یہ نہی قانونی ہے نہ کہ خطابی تخصیصی انبیاء کرام چونکہ معصوم ہوتے
ہیں اس لیے اُن کو نہی تخصیصی وجوبی یا لزومی نہیں ہوتی بِ جارّہ تعدیہ کی صَلَاتِ اسم مفرد حاصل مصدر آخر میں
تَ مصدریہ ہے بمعنیٰ نماز مراد ہے قرأت اور تکبیریں تسبیح و تحمید و سلام آخری۔ چونکہ یہی اکثریت نماز ہے اس
لیے کل بول کر جز۔ مراد لیا گیا لَا تَجْهَرْ جَهْرٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ ضرورت سے زیادہ اونچا بولنا یا پڑھنا جو چیخنے
کے مشابہ ہو جائے۔ تَ۔ ضمیر ظاہر کا مرجع ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم مراد تا قیامت مسلمان ہیں بِصَلَاتِكَ مرکب
اضافی مجرور متعلق ہے لَا تَجْهَرْ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واؤ ابتداءِ کلام۔ لَا تُخَافِتْ باب مُفَاعَلَةٌ کا فعل نہی
واحد مذکر حاضر اِس کا مصدر مُخَافَتَةٌ ہے خَفْتٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے بہت آہستہ بولنا۔ بِ جارّہ تعدیہ کی
ھَا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع ہے صلاۃ یہ جار مجرور متعلق ہے لَا تُخَافِتْ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ واؤ ابتدائیہ
اِبْتَغِ۔ باب اِفْتِعَال کا امر حاضر معروف واحد حاضر۔ اَنْتَ پوشیدہ اس کا فاعل یہ بھی امر قانونی سب کے لیے
اس کا مصدر ہے اِبْتِغَاءٌ بَغْوٌ سے بنا ہے بمعنیٰ تلاش کرنا پسند کرنا۔ بَيْنَ اسم ظرف مکانی معرب متمکن ہے
ذَالِكَ اسم اشارہ بعیدی اس کا مشار الیہ پورا سابق کلام دونوں نہی ہیں۔ سَبِيْلًا اسم مبالغہ مفعول بہ اور بَيْنَ ذَالِكَ
اضافی ظرف ہے اِبْتَغِ کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مکمل ہوا۔ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ يَتَّخِذْ
وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا۔
واؤ ابتدائیہ قُلْ فعل امر باب نَصَرَ قول اجوف واوی سے بنا ہے بمعنیٰ کہو اَنْتَ اس کا فاعل پوشیدہ مرجع ذات پاک
صلی اللہ علیہ وسلم الف لام استغراقی بمعنیٰ تمام۔ ہر قسم کی۔ ہر ایک کی۔ ہر چیز کی۔ حمد۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ تعریف
اچھائی افضلیت۔ مراد ہے وہ ذاتی اچھائی جو خصوصی ہو۔ اس لیے اصطلاحاً صرف اللہ تعالیٰ کی حمد ہی سکتی ہے
بحالت رفع مبتدا ہے۔ لام جارّہ ملکیت کا اللہ مجرور۔ موصوف اَلَّذِیْ اسم موصول۔ لَمْ يَتَّخِذْ باب افتعال کا فعل
مستقبل مضارع بمعنیٰ ماضی نفی جحد بلم فاعل کے جان بوجھ کر نہ کرنے کا ذکر ہوتا ہے مصدر اِتِّخَاذٌ۔ اَخْذٌ مہموز الفا
سے بنا ہے۔ بمعنیٰ لینا۔ بنانا۔ پکڑنا۔ اختیار کرنا۔ پسند کرنا یہاں مراد اختیار کرنا ہے۔ هُوَ مستتر اس کا فاعل مرجع
اللہ تعالیٰ وَلَدًا اسم مفرد جامد بمعنیٰ اولاد بچہ۔ بیٹا منصوب ہے مفعول بہ ہے لَمْ يَتَّخِذْ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر
معطوف علیہ ہوا۔ واؤ عاطفہ لَمْ يَكُنْ فعل تامہ مضارع مستقبل نفی جحد بلم لام جارّہ تعدیہ کی ہٗ ضمیر مجرور متصل مرجع اللہ تعالیٰ
شَرِيْكٌ اسم صفت مشبہ بمعنیٰ حصے دار مد مقابل برابر مرتبے والا شرک مصدر مادّہ سے بنا ہے مرفوع ہے فاعل

ہے۔ فِیْ جارّہ ظرفِ مکانی کے لیے الف لام استغراقی مُلْکِ اسم مفرد جامد بمعنیٰ سلطنت حکومت علاقہ یہ
جار مجرور متعلق دوم ہے۔ لَمْ یَکُنْ اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ تامہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ
واؤ عاطفہ۔ لَمْ یَکُنْ فعل تامہ مضارع نفی جحد بلم بمعنیٰ ماضی لَہٗ جار مجرور متعلق اوّل۔ وَلِیٌّ اسم مفرد جامد حاصل مصدر جامد اسلا
اشتقاق بھی ہوئی ہے بمعنیٰ مددگار۔ والی۔ وارث بحالت رفع ہے فاعل ہے۔ مِنْ جارہ الف لام عہد خارجی۔ ذُلِّ اسم
مفرد مبالغہ مصدر مادہ۔ بمعنیٰ جسمانی کمزوری خواہ بیماری کی وجہ سے ہو یا بڑھاپے کی وجہ سے یا اپنی سرکشی۔ غرور۔
جہالت کی وجہ سے رُسوائی بے عزتی کی کمزوری ہو۔ جو کمزوری غیر کی طرف سے آئے اُس کو ذِلّ کہتے ہیں مثلاً جبر و
قہر و دباؤ ڈالا جائے۔ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے۔ لَمْ یَکُنْ فعل اپنے فاعل وَلِیٌّ اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ
فعلیہ تامہ ہو کر معطوف ہوا سب عطف مل کر صلہ ہوا موصول صلہ مقولہ ہو کر جملہ قولیہ ہو گیا واؤ عاطفہ کَبِّرْ۔ باب
تفعیل کا امر حاضر معروف اَنْتَ پوشیدہ کا مرجع ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کا مصدر ہے تکبیر کِبْرٌ سے بنا
ہے مصدر متعدی ہے مادہ لازم ہے ترجمہ ہے بڑائی بیان کرنا حقیقۃً بڑا ہونا۔ تَکْبِیْرًا اسم مصدر مفعول مطلق ہے
کَبِّرْ کا اس لیے منصوب ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۔

فرما دیجئے اے پیارے حبیب۔ اے منکرو لفظی جھگڑوں میں نہ پڑو ایک ہی ذات وحدہٗ لاشریک سچا
معبود ہے جس کی بیشمار صفات کی وجہ سے بیشمار نام ہیں توجہ ذات کی طرف کرو اُس کے ہر نام میں اس کی شان
کی جھلک ہے تو اویا اللہ کہہ کر اس کو پکارو اس سے دعائیں التجائیں فریادیں کرو کہ یہ ہی علم ذاتی ہے اسم اعظم
ہے اور تمام صفاتِ کمالیہ کا جامع ہے۔ لغت۔ بناوٹ تغیر تبدل تعبیر تقریر۔ تفسیر۔ جامعیت۔ کاملیت
جامدیت غرضکہ ہر لحاظ سے یہ لفظ اتنا عجیب تر ہے کہ بڑے بڑے مفسرین نحویین۔ منطقی۔ فلسفی علما۔
فضلا۔ حیرت اندر حیرت اندر ای حیرانی میں[۱] کسی نے کہا یہ اَلِہَ سے بنا ہے بمعنیٰ متحیر کرنا[۲] کسی نے
کہا اَلِہَ سے بنا ہے بمعنیٰ سکون دینا[۳] کسی نے کہا یہ اُلُوْہَۃٌ سے بنا ہے بمعنیٰ عقل گم ہو جانا[۴] کسی نے کہا یہ
لَاہَ سے بنا ہے بمعنیٰ بلند ہونا یہ امام رازی کا قول ہے[۵] کسی نے کہا یہ لَاہٌ سے بنا ہے بمعنیٰ مخفی ہونا۔
[۶] کسی نے کہا یہ اِلٰہٌ سے بنا ہے بمعنیٰ راغب کرنا[۷] کسی نے کہا یہ اُلِہٌ سے بنا ہے بمعنیٰ عطا کرنا۔ مگر یہ سب
اپنے انداز سے ہی ہے حقیقت کسی کو خبر نہیں۔ آنکہ را خبر شد خبرش باز نہ آمد۔ نہ اس کو مشتق ہی کہا جا سکتا ہے
نہ جامد نہ عربی نہ عجمی نہ عبرانی نہ یونانی نہ سریانی نہ تورانی نہ ہندی نہ چندی جس دماغ نے بھی جس طرح کی چھان بین
کی عقل دوڑانے کی کوشش شروع کی وہ ہی یہیں ماؤف و مدفون ہو کر رہ گیا لہٰذا اس بے مثل ذات کو چاہو تو

اُس کے اِسی بے مثل نام سے پکارو یہ ذات قابلیت میں کامل ہے اور اُس کے نامِ مقدس کا بہ لفظ اسمیت میں کامل ہے۔ یہی جمال ہے یہی جلال ہے یہی قہر ہے یہی مہر ہے۔ اور چاہو تو اپنی بے بسی کمزوری ضعیفی بندگی کا اور اُس کے طلبِ رحمت کا اظہار کرتے ہوئے اس کے صفتِ رحم و کرم و جمال والے نامِ پاک سے یا رحمٰن یا رحیم کہہ کر اس کو پکارو۔ اُس کی رحمت بہر حال تمہارے دامنِ التجا میں آجائے اِس کے علاوہ اُس کے کروڑہا نام اور بھی ہیں کہ ہر نام اُس کی صفات کو ظاہر کر رہا ہے۔ محققین فرماتے ہیں کہ باری تعالیٰ کا ذاتی نام فقط ایک اللہ ہے مگر صفاتی نام بے حد و بیشمار ہیں۔ یہ قانونِ فطرت ہے کہ جس کی جتنی صفتیں ہوں اتنے ہی صفاتی نام ہوتے ہیں۔ صفتیں بڑھتی جاتی ہیں تو صفاتی نام بھی بڑھتے جاتے ہیں دنیا میں بڑے سے بڑا انسان بھی زیادہ سے زیادہ چار چھ صفاتی نام کی قابلیت پیدا کر کے دنیا سے چلا جاتا ہے۔ مگر کائنات میں خالق تعالیٰ اور مخلوق میں نبیِ اعلیٰ ہی ایسی شان کے مالک ہیں کہ ان دونوں ذاتوں کے صفاتی نام کی گنتی طاقتِ انسانی سے ممکن نہیں بلکہ مزید یہ کہ محبوبیتِ مصطفیٰ تو دیکھو کہ رب تعالیٰ نے اپنے مشہور اسماءِ صفاتیہ میں بہت سے غیر خصوصی صفات کے حامل نام اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیئے جن میں سے چوبیس نام تو قرآن مجید ہی میں مذکور ہیں۔ اس طرح کہ اگر ایک آیت میں وہی لفظ اللہ تعالیٰ کا نام بنتا ہے تو کسی دوسری آیت میں ظاہراً یا اشارۃً لفظاً یا عبارتاً وہی لفظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بن جاتا ہے۔ مثلاً ۱ قَوِیٌّ۔ ۲ وَلِیٌّ ۳ جَوَادٌ ۴ حَافِظٌ ۵ حَقٌّ ۶ حَکِیْمٌ ۷ سَمِیْعٌ ۸ بَصِیْرٌ ۹ شَکُوْرٌ ۱۰ شَہِیْدٌ ۱۱ رَشِیْدٌ ۱۲ نَاصِرٌ ۱۳ مَالِکٌ ۱۴ ہَادِیٌ ۱۵ نُوْرٌ ۱۶ رَحِیْمٌ ۱۷ رَؤُفٌ ۱۸ اَوَّلٌ ۱۹ آخِرٌ ۲۰ ظَاہِرٌ ۲۱ بَاطِنٌ ۲۲ کَرِیْمٌ ۲۳ عَزِیْزٌ ۲۴ قَرِیْبٌ۔ اِس کے علاوہ اور بھی بہت سے اسماءِ پاک ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بھی ہیں نبی پاک کے بھی اور جن سے اللہ تعالیٰ کو بھی پکار سکتے ہیں اور پیارے آقا کو بھی صلی اللہ علیہ وسلم مگر یہاں فرقِ عظیم یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی یہ ذاتی دائمی قدیمی ازلی ابدی صفات ہیں اور حبیبِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفات اللہ تعالیٰ کی عطا اور بخشش ہیں۔ دعا مانگنا عبادت بھی ہے اطاعت بھی اظہارِ عجز و نیاز بھی لہٰذا جب رب تعالیٰ سے دعا مانگی جائے گی تو فقط اس کے اسما کو بولا اور پکارا جائے گا۔ اَیًّا مَّا۔ جو بھی نام لے ذاتی یا صفاتی وہ ہی پیارا ہے مگر اتنا خیال رہے کہ بوقتِ دعا رب کے نام کے ساتھ کسی اور کا نام مت لو مثلاً۔ یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم وغیرہ کثیر ناموں سے دعا مانگنا ٹھیک ہے۔ لیکن یا اللہ یا رسول۔ یا غوث۔ یا اللہ یا پیر فقیر کہنا قطعاً ناجائز ہے اس کی وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ سے مانگنا عبادت ہے اور عبادت میں کسی کو شریک کرنا گناہ ہے۔ ہاں البتہ صرف یا رسول اللہ کہنا۔ یا غوث پاک المدد۔ یا کسی بھی ولی اللہ سے کچھ مانگنا اور ان کو پکارنا ہو تو صرف اس بزرگ کا ہی نام لیا جائے مثلاً یا رسول اللہ اُنظر حالنا۔ وغیرہ کہنا شرعاً بالکل جائز ہے کیونکہ یہ پکارنا عبادت نہیں بلکہ اظہارِ عجز ہے۔ اسی لئے

اور شرعی قانون کی بنا پر ڈاکٹر حکیم حاکم پولیس فوج وغیرہ کو پکارنا بھی جائز ہوا کیونکہ عبادت نہیں بلکہ اطاعت و ضرورت ہے دوسرے یہ کہ فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى اس ذاتِ بے مثل کے بیشمار نام حُسنٰی ہیں۔ یعنی صفاتِ کمالیہ میں واقعۃً حقیقۃً بے مثل ہیں اور اسم بامسمّٰی ہیں۔ چنانچہ ننانوے نام تو وہ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی انسانوں کو ملے اور ایک ہزار دریائی مخلوق کو ایک ہزار سمندری مخلوق کو ایک ہزار جنگلی مخلوق کو ایک ہزار ہوائی مخلوق کو پھر زمینی حشرات کو اتنے ہی ہر آسمان کو ہزار ہزار اسماءِ الٰہیہ کا عطیہ ملا۔ اور ہر ہر فرد اپنے ہی اسمِ الٰہی کے ساتھ عبادتِ الٰہیہ و فریاد و التجا میں مشغول ہے اور یہ سب نام پاک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہی تمام مخلوق کو ملے کیونکہ آپ ہی ابتداءِ آفرینش سے سب مخلوق کے نبی بنائے گئے اس لیے آپ کی باطنی بعثت خلقتِ آدم علیہ السلام سے پہلے کی گئی کہ رہنمائی پہلے ہی ضروری تھی۔ اسما کو حُسنٰی کی قید سے اس لیے مزّین و مقید فرمایا گیا کہ دنیا والوں نے اللہ تعالیٰ کے خود ساختہ نام بھی بہت سے رکھ لیے ہیں وہ سب غیر حُسنٰی ہیں کیونکہ بے معنی لایعنی اور بارگاہِ خداوندی میں ناقابلِ قبول اُن ناموں سے اگر کوئی شخص دعا مانگے تو دعا رائگاں جائے گی اور دعا والا گناہگار ناپسندیدہ۔ جیسا کہ آریوں نے پرمیشور۔ ہندوؤں کے بھگوان انگریزوں نے گاڈ۔ آتش پرستوں نے یزداں۔ سورج پرستوں نے ہنکری اپنے اپنے پاس سے بنا لیے اور کہتے ہیں کہ یہ بڑے معبود یعنی اللہ کے لیے نام ہیں۔ اسماءِ حُسنٰی صرف وہ نام ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ پاک سے ادا ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوق کو بتلائے سکھائے سمجھائے اُن ہی ناموں کے وسیلے سے اُس کی بارگاہ میں نماز۔ دعا۔ تلاوت۔ قرأت۔ التجا، فریاد غرضکہ ہر طرح کی حاضری کے آداب یہ ہیں کہ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ اور نہ چیخ کر بولو اپنی نماز یا دعا میں یا تلاوت و تکبیرات میں تاکہ نہ تم کو مشقت پڑے نہ خشوع خضوع میں فرق آئے نہ تمہارا وقار مجروح ہو اور نہ منکرین کو کسی طرح کا اعتراض یا مذاق کا موقع بے موقعہ ملے نہ کوئی بیمار تمہاری وجہ سے تنگی میں آئے۔ لیکن نہ ہی بہت آہستہ کہ مقتدیوں کو بھی سنائی نہ دے اور تمہاری دعا میں شامل نہ ہو سکیں کہ بروقت آمین نہ کہہ سکیں نہ تلاوت سن سکیں نہ تکبیریں اور اُن کی نمازیں غلط۔ دعا میں حق تلفی ہوتی رہے۔ اتنی آہستہ آواز مت رکھو۔ کیونکہ امام ضامن ہوتا ہے مقتدیوں کو پورے حقوقِ نماز دینے پر۔ جہری نمازوں میں تلاوت کا سننا۔ اور دعا کے مفہوم کو سمجھنا۔ الفاظ کو سننا اور آمین کہہ کر تائیدِ دعا میں شامل ہونا مقتدیوں کا حقِ عبدیت ہے اور ایسا ہونا چاہیئے کہ۔ وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۔ ان دونوں قسم کی آوازوں میں افراط و تفریط کو چھوڑ کر۔ درمیانی آواز کا طریقہ اختیار کرو جو بہت ہی پُر وقار نرم اور خوش کُن خوش ادا ہو۔ یہ تینوں صیغے نہی اور امر خصوصی حکم اور قانون نہیں بلکہ تاقیامت ہر امام اور مسلمان کے لیے ایک ابدی قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس میں تین جہری نمازیں مغرب۔ عشا۔ فجر۔ ذکر اذکار

تلاوت۔ قرئت اور دعائیں شامل ہیں اور یہ حکم وجوبی ہے کہ اس پورے قانون پر عمل کرنا ہر طرح لازم و مفید ہے باعث ثواب نہ کرنا گناہ۔ اے پیارے نبی جس ذاتِ واحد و صمد کی اتنی صفات ہوں اور ہر صفت کے اتنے نام ہوں وہی لائقِ حمد و ستائش ہے۔ لہٰذا وَقُلْ۔ اور آپ اپنے ہی دہن مبارک زبان پاک سے فرما دیجئے۔ کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا۔ فرما دیجئے تمام تعریفیں اچھائیاں شانیں حقیقی مجازی ذکری فکری اقراری تصدیقی۔ استحقاقی۔ بدیعی۔ خلقی۔ سب اسی اللہ جلّ مجدہٗ کے لیے ہیں خواہ ذات سے نسبت ہو یا صفات سے یا مظہرِ صفات سے لفظ قُلْ کہنے میں اشارۃً الٰہیہ ہے کہ حمد بھی صرف وہ ہے جس کا طریقہ آقاءِ کائنات نبیٔ محترم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں سکھائیں سمجھائیں کہ یہ حمد ہے یا جس طریقے سے محبوب نبی خود حمد فرمائیں وہی حمد مقبول ہے۔ اس کو چھوڑ کر جو طریقہ بھی اختیار کیا جائے وہ حمد نہ بنے گا بلکہ گستاخی ہوگا۔ مثلاً اللہ کو باپ کہہ دینا یا بندے کو بیٹا کہہ دینا جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا یا علی کرم اللہ وجہہٗ کو رب کہہ دینا جیسا کہ تبرائی شیعہ اور روافض نے کیا اور اسی کو اللہ کی اچھائی و حمد سمجھا حالانکہ یہ سب عقیدہ ہی گستاخی و کفر ہے اس سبحانہٗ و تعالیٰ نے کسی کو متبنّٰی بھی نہ بنایا یعنی منہ بولا بیٹا، سگا بیٹا ہونا تو ناممکن و محال اور بہت دور کی بات ہے۔ یہ عقیدہ ہر طرح سے گستاخی اور کفر ہے اس لیے کہ یہی شرک عظیم ہے۔ رب تعالیٰ ہر چیز کا مالک اس کے مُلک و مِلک میں کوئی بھی شریک نہیں اولاد بیٹا یا بیٹی ملکیت میں شریک اور وارث ہوتے ہیں تو جس دین کی بنیاد ہی شرک ہو اس میں حمدِ الٰہی کس طرح ہو سکتی ہے۔ یہ اعزاز تو صرف اسلام کو ہی حاصل ہے کہ ہر طرح سے ایسی حمد سکھائی جو منزّہا مصفّا شرک سے پاک ہمہ صفت موصوف۔ حمد شان کا مظہر اور شان صفات کا مظہر اور صفات اسما کا مظہر اور اسما القاب کا مظہر اور القاب حکومت و سلطنت کا مظہر اور سلطنت ملکیت کا مظہر اور ملکیت دوام کا مظہر دوام قوت کا مظہر۔ قوت توحید کا مظہر اسی لیے ارشاد ہوا وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ۔ اس کی بادشاہت اس کی حکومتِ تامہ کلیہ میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی لیے جو دین بت پرستی کا حکم دے وہ بھی حمدِ باری تعالیٰ نہیں کر سکتا۔ ایک قُلْ فرما کر سارے غلط دینوں کی غلط حمدوں کی نشاندہی فرما دی فقط وہی حمد حمد ہے جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے حاصل ہو۔ اور وہ حمد نبوی یہی ہے کہ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ۔ کوئی اس کا بچہ نہیں کوئی اس کا شریک نہیں اور جب اللہ تعالیٰ ہر شی کا خالق تو خالق ہر شی کا مالک اور مالک کی اولاد نہیں ہو سکتی کیونکہ اولادیت ملکیت کے خلاف ہے جب اولاد نہیں تو وارث نہیں جب وارث نہیں تو شریک نہیں۔ یہی حمد یہ ہی ہے کہ اس ذاتِ سبحان کی کوئی اولاد نہیں جو وارث کہلا سکے اور کوئی شریک نہیں جو دعویٰ جما سکے تو سب طاقتیں اسی کی ہوئیں لہٰذا

اس کو کسی مددگار کی ضرورت نہیں جو کمزوری کا انتظار کرے اور اپنی خدمات پیش کرنے کا منتظر ہو۔ یہ ہے وہ حمد جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اقوام عالم کے سامنے پیش کی۔ نیز اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اگر حمدِ الٰہی دیکھنی ہو اور سچی حقیقی حمد سیکھنی ہو تو احادیث پاک کو دیکھتے رہو اور نعت مصطفیٰ دیکھنی و سیکھنی ہو تو قرآن مجید پڑھتے رہو حمد کی ہزارہا قسمیں نوعیتیں کیفیتیں اور طریقہ ادا ہیں مگر سب سے زیادہ عظیم جامع مانع ہے وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا۔ اے پیارے نبی عرشیوں کو حمدِ الٰہی سکھانے سنانے والے محبوب۔ حمد کی خبر دو اور تکبیر کا عمل دو اور خود اللہ کی بڑائی بولو اسی طرح تکبیر فرمانا جس طرح ہم نے سکھایا رب تعالیٰ کی کبریائی اس شان سے بیان فرماؤ کہ نماز میں خارج نماز میں بلکہ اٹھتے بیٹھتے سفر حضر جنگ و امن میں بیان کرو تاکہ تاقیامت سارے جہانوں۔ زمانوں کو پتہ لگ جائے کہ اس طرح رب کی حمد کی جاتی ہے۔ یہ وہ حمد ہے وہ ثنا ہے جس میں کوئی بھی شامل نہیں ہو سکتا نہ عطائی نہ ذاتی نہ اپنا نہ پرایا۔ تکبیر کی شان صرف مولیٰ تعالیٰ ہی کے لیے ہے دنیا میں بادشاہت وزارت امارت حاکمیت مالکیت کا لقب تو کسی غیر کو بھی مل جاتا ہے اور دیا جا سکتا ہے مگر شانِ کبریائی اور سب سے بڑا ہونے کا دعویدار کوئی نہیں۔ یہ حمد بھی ہے تنزیہہ بھی ہے۔ جلال کا متقاضی بھی ہیبت و رعب کو ظاہر کرنے والا بھی جب بندہ تکبیر الٰہیہ کا ورد کرتا ہے تو دل کی گہرائیوں میں کائنات مخلوق کے عجز کا حقیقی احساس ہوتا ہے۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے مسلمانوں کو چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کو صرف ان ناموں سے پکارنا چاہیے جو قرآن مجید یا حدیث پاک میں بیان فرمائے گئے وہ نام ہر صفت کا معنیٰ و مظہر ہے غیر مسلموں کے ایجاد کردہ خود ساختہ نام کسی دعا یا ذکر الٰہی میں نہیں لینا چاہیے یہ جو بعض جاہل فیشن زدہ مسلمان اکثر او مائی گاڈ او مائی گاڈ کہتے رہتے ہیں شرعاً مکروہ ہے اچھا نہیں ہے اسی طرح جو نام ہندوؤں وغیرہ نے بنا لیے وہ بے معنیٰ ہیں خود ہندوؤں کو بھی اس کا معنیٰ معلوم نہیں۔ پربھو رام۔ پرمیشور۔ نہ کسی لغت سے اس کا معنیٰ ظاہر لہٰذا لایعنی ہیں **دوسرا فائدہ۔** کائنات میں مخلوق بیشمار ان کی ضروریات و حاجتیں بیشمار اور حاجتیں پوری فرمانے والا مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ اس لیے رب کریم کی صفات بیشمار اور ان صفات کے نام بیشمار تاکہ ہر حاجت میں محتاج بندہ اپنے اللہ کو اسی نام سے یاد فریاد کرے اور پکارے جس میں حاجت کا اظہار ہو۔ اسی لیے علماء کرام قبولیت دعا کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی فرماتے ہیں کہ دعا کے مطابق اسم الٰہی ورد کیا جائے اس کے لیے ضروری ہے کہ مسلمانوں بچوں جوانوں بوڑھوں عورتوں بچیوں کو اللہ تعالیٰ کے نام کم از کم ننانوے تو ضرور ہی یاد ہونے چاہئیں یہ فائدہ اَسْمَاءُ الْحُسْنٰی کو جمع فرمانے اور قُلِ ادْعُوا (الخ) سے حاصل ہوا۔ صوفیاء عاملین بزرگ فرماتے ہیں کہ مسلمان کے

نام کے عدد کے برابر عدد والا نام اللہ تعالیٰ کا دونوں عددوں کے برابر اگر ورد کیا جائے تو وہ اس نام والے کا اسم اعظم ہے جس کے ورد سے ہزارہا مشکلیں حل ہو جائیں گی انشاء اللہ تعالیٰ بشرطیکہ تقویٰ اختیار کیا جائے۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام بھی بے شمار ہیں اس لیے کہ رب تعالیٰ تمام مخلوق کا معطیِ نعمت ورزق اور نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عام مخلوق کے قاسم نعمت ہیں اس لیے آپ کے در کے بھکاری بہت ہیں لہٰذا آپ کے صفاتی نام بہت ہیں اسی لیے تمام مخلوق سے پہلے آپ کو نبی بنایا گیا اتنے نام کسی اور نبی مرسل کو عطا نہ ہوئے علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ **تیسرا فائدہ۔** ضرورت سے زیادہ بلند آواز کی تلاوت۔ تکبیرات دعا اور وعظ تقریر کرنا بُرا ہے۔ نہ منہ سے اس طرح زور لگایا جائے کہ چیخنے دھاڑنے کے مشابہ ہو اور نہ لاؤڈ سپیکر وغیرہ سے کیونکہ منہ کے زور سے اپنے آپ کو تکلیف ہے اور لاؤڈ سپیکر وغیرہ سے دوسروں کو دور دور کے لوگوں کو تکلیف ہے اور خاص کر بیماروں کو یہ فائدہ وَلَا تَجْهَرْ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ کیونکہ اس آیت میں ہر قسم کے جَہر کی ممانعت ہے اولاً تو مسئلہ صحیح یہ ہی ہے لاؤڈ سپیکر مسجد میں نماز کے لیے نہ لگایا جائے اور ضرورت کے لیے مکبرین کھڑے کئے جائیں لیکن اگر مکبرین کھڑے کرنا بھی ناممکن ہوں جیسے حرمین شریفین کی مسجدیں یا برطانیہ کی تین تین منزلہ بند مسجدیں تو پھر انتہائی مجبوری میں بقدر ضرورت لگانا درست ہے ضرورت سے بڑھنے نہ پائے۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ دعا مانگنا شریعت اسلامیہ میں عبادت ہے اس لیے دعا صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے کسی بھی نام سے مانگی جائے دعا میں کسی نبی ولی پیر فقیر بزرگ کا نام لینا منع ہے اسی لیے نماز کی نیت میں بھی اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام لینا منع ہے خاص کر جو بعض لوگ سنتوں میں متابعہ رسول اللہ کہتے ہیں قطعاً غلط ہے۔ بہارِ شریعت یا البحر الرائق نے اس کو جائز لکھا ہے وہ غلطی پر ہیں احادیث میں کسی صحابی تابعی وغیرہم سے ثابت نہیں نہ ہی ائمہ اربعہ سے۔ جہاں تک اتباع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے وہ تو فرض ونفل اور واجب میں بھی ہے۔ پھر یہ تخصیص کرنا قوم کو گمراہ کرنا ہے۔ ہاں البتہ وسیلہ کے طریقے سے بطفیلِ فلاں یا بوسیلۂ فلاں یا بحق فلاں کہنا جائز ہے یہ مسئلہ قُلِ ادْعُوا۔ کی آیت سے مستنبط ہوا یہ فقط دعا کا حکم ہے۔ لیکن کسی سے کچھ مانگنا یہ سمجھ کر کہ اللہ نے اسے دینے والا بنایا ہے تو یہ طلب انبیاء اولیاء سے بالکل جائز ہے فقہاء کرام نے طلب اور دعا میں چھ طرح فرق بتائے ہیں۔ **دوسرا مسئلہ۔** نماز کی تکبیر تحریمہ یعنی پہلی تکبیر فرض ہے۔ کیونکہ نماز کے طریقہ وادا کے ذکر کے بعد کَبِّرْهُ تَكْبِيرًا فرمایا گیا جس سے نماز کے ابتدا کرنے کا طریقہ ظاہر ہوا اور کَبِّرْهُ امر ہے۔ امر کے شرعی معنی اصطلاحی پہلا اور حقیقی اصلی معنی لزوم وفرضیت ہیں۔

باقی معنیٰ مجازی ہیں۔ جو ضرورتاً اور کسی ثبوت سے مستعمل ہوتے ہیں۔ بغیر ثبوت اور قرینے کے حقیقی معنیٰ ہی مراد ہوتے ہیں اس لیے یہاں کبّر کے اصلی معنیٰ یعنی فرضیت مراد ہے۔ نماز کی ابتدا کی وجہ سے تحریمہ ثابت ہوئی۔ جس سے استنباط ہوا کہ تکبیر تحریمہ فرض ہے۔ یہ استنباط کبّرہُ کے امر اور اشارۃ النص سے ثابت ہے۔

تیسرا مسئلہ۔ چونکہ انبیاء کرام معصوم ہوتے ہیں اور معصوم گناہ پر یا حکم عدولی پر قادر ہی نہیں ہوتا۔ گناہ کر سکتا ہی نہیں اس لیے۔ نہی وجوبی انبیاء کرام کو نہیں ہوتی۔ لَا تَجْهَرْ یا اس جیسی جتنی بھی ممانعتیں اور نہی کے صیغے قرآن مجید میں مذکور ہیں وہ ظاہراً اگرچہ واحد مذکر حاضر ہونے کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب معلوم ہوتا ہے مگر حقیقتاً وہ ممانعت تا قیامت مسلمانوں کو ہے اور یہ نہی قانون کے لیے ہے نہ کہ تخصیص کے لیے واحد کا صیغہ صرف اس لیے استعمال کیا جاتا ہے تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امت کو اس طرح کر کے سکھائیں۔ کیونکہ اللہ کا قانون انبیاء کرام کے قول و فعل و عملی طریقے کا نام ہے۔ بغیر انبیاء کرام اور تعلیم نبوت کے بغیر اللہ کا قانون جاری ہو سکتا ہی نہیں۔ یہ مسئلہ لَا تَجْهَرْ (الخ) کی نہی سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ اہلسنت کہتے ہیں کہ ہر خیر و شر کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اس عقیدے سے ظلم اور فسق کا خالق بھی اللہ ہوا اور اس آیت میں ہے کہ اس کے ناموں سے اس کو پکارو تو کیا یا ظالم یا فاسق بھی اس کو کہہ سکتے ہیں (معتزلی) جواب۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ ظالم ظلم کے خالق کو نہیں کہتے اور فاسق فسق کے خالق کو نہیں کہتے بلکہ فاعل کا نام ظالم ہے اور فاعل فسق کا نام فاسق ہے باری تعالیٰ خالق ظلم اور خالق فسق ہے نہ کہ فاعل ظلم و فسق وغیرہ وغیرہ کیا تمہاری سب کی عقلوں نے فاعل اور خالق کا فرق نہ جانا۔ فاعل ظلم و فسق تو بندہ ہے۔ ہاں البتہ اللہ تعالیٰ کو یا خالق ظلم یا خالق فسق بلکہ یا خالق کفر کہا جا سکتا ہے مگر ادب و احترام کے خلاف ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کو خالق شیطان خالق ابلیس خالق گدھا کہنا حرام ہے۔ حالانکہ بات یہی ہے۔ اسی لیے فقہا تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ کو اس نام سے بھی نہ پکارو جو عام انسانوں کے لیے پکارتے ہو اگرچہ وہ لوگوں کے لیے اچھے اور ادب والے ہی ہوں۔ مثلاً اللہ میاں۔ اللہ بادشاہ۔ اللہ صاحب حضرت صاحب۔ یا جمع غائب یا جمع حاضر کا صیغہ اللہ کے لیے نہ بولو یہ بے ادبی ہے اور وہابیانہ طریقہ ہے۔

دوسرا اعتراض۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی حمد کا ذکر ہے وہاں کسی نعمت کا تذکرہ ہے یعنی کسی نعمت کو حمد کی وجہ و علت بنائی گئی مثلاً ۔۱ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ یہاں ربوبیت اور پرورش کو علت بنایا گیا۔ ۲ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ۔ یہاں غم دور کرنے پر حمد ۔۳ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا ہدایت دینے پر حمد ۔۴ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ زمین و آسمان کے پیدا کرنے پر حمد وغیرہ مگر

یہاں فرمایا گیا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا - یعنی اولاد نہ ہونے پر حمد شریک نہ ہونے پر حمد ولی نہ ہونے پر حمد - اس کی کیا وجہ ہے یہاں حمد کو کسی انعام یا نعمت سے کیوں نہیں جوڑا؟ **جواب** - یہاں بھی حمد کو نعمت سے جوڑا ہے اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بیوی بچہ اولاد - والی وارث یا شریک نہیں - اس میں مخلوق کا فائدہ ہے کہ اگر بیوی بچے اور خاندان ہوتو اندازہ لگاؤ کہ اب تک کتنا بڑا کنبہ قبیلہ بن چکا ہوتا اور ان کی کتنی کتنی ملکیت و ضروریات ہوتیں اور پھر تم بندوں کے لیے کیا بچتا - اگر کوئی شریک ملکیت ہوتا تو وہ دینے میں رکاوٹ بنتا اور تم کو اس کے سامنے بھی رونا گڑگڑانا پڑتا پھر بھی اس پر اثر ہوتا یا نہ ہوتا مگر تم بھوکوں مرتے لجان سے جاتے اور اگر اس کو کمزوری یا بڑھاپا ہوتا تو بھی مصیبت تمہاری آجاتی کہ کمزوری و ضعیفی عطاءِ رزق میں دیری یا رکاوٹ بنتی اور اگر کوئی اس کے بڑھاپے یا کمزوری میں مددگار اور سہارے والا ولی ہوتا تو بھی تم کو کچھ فائدہ نہ تھا کہ وہ والی وارث اس کو سنبھالتا یا تم کو رزق دیتا پھرتا - اے کافرو ظالمو بدنصیبو - اس ذات جل مجدہٗ کی ہر ہر شان میں فائدے تمہارے ہیں مگر پھر بھی اس کا شریک و اولاد ماننے پر ضد و جہالت سے اڑے ہوئے ہو - **تیسرا اعتراض** - یہاں فرمایا گیا لَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ - اس کا کوئی ولی نہیں - لیکن دوسری آیت میں فرمایا گیا اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ بیشک اللہ کے ولی ہیں - یہ تضاد بیانی کیوں ہے - (آریہ ہندو) **جواب** - اس کا جواب تو آیت پاک میں ہی دے دیا گیا کہ فرمایا گیا لَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ - یعنی اس کے لیے ایسے مددگار کی ضرورت نہیں جو کمزوری والوں کے لیے سہارے کے طور پر ہوتا ہے - لہٰذا دونوں آیتیں اپنی اپنی جگہ درست ہیں اس آیت میں اولیاء اللہ سے مراد لوگوں کے لیے مددگار اور اللہ کے مقرر کردہ اور یہاں نفی ہے اللہ کی مدد کرنے والے ولی کی یعنی بڑھاپے کا ساتھی یہ محال بالذات ہے - اس کی مثال ایسی سمجھو جیسے بادشاہ کہتا ہے کہ ہمارے افسران ہمارے حکام - تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہمارے وہ ملازم جو اے لوگو تمہارے افسر اور تمہارے حاکم مددگار ہیں یا جیسے سکول و مدرسے کا بانی و مہتمم طلباء سے کہتا ہے کہ ہمارے اساتذہ تو مقصد یہ ہوتا ہے کہ اسے پڑھنے کے لیے جمع اور داخل ہونے والو شاگردو یہ اساتذہ مقرر کردہ ہمارے ہیں - استاد تمہارے ہیں - اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ کا معنیٰ و مقصد بھی یہ ہے کہ پیارے ہمارے ہیں مددگار تمہارے ہیں - **چوتھا اعتراض** - یہاں فرمایا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی اس آیت کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں کہ لوگوں کے مقرر کردہ الفاظ سے اللہ تعالیٰ کا نام نہیں رکھنا چاہیئے نہ ایسے نام سے اللہ کو پکارنا چاہیئے بلکہ صرف قرآن و حدیث کے نام ہی اللہ تعالیٰ کے نام ہیں لہٰذا جس طرح انگریزوں نے گاڈ ہندوؤں نے بھگوان نام رکھ لیا - فارسیوں نے خدا - اور خداوند - اور پروردگار نام رکھ لیا - تو گاڈ اور بھگوان کہنا درست نہیں اسی طرح پروردگار اور خدا کہنا بھی درست نہیں ہونا چاہیئے - **جواب** - لفظ خدا اور پروردگار - یہ علیحدہ کوئی نام نہیں - بلکہ ترجمہ

ہے دونا ہوگا۔ لفظ مالک کا ترجمہ ہے خدا۔ و خداوند۔ اور لفظ رب کا ترجمہ ہے پروردگار یہ ایسا ہی ہے جیسے ہم اردو میں کہدیں اللہ پالنے والا ہے۔ یا اے پالنے والے تو جس طرح کسی بھی نام کا ترجمہ کر کے دعا مانگنی اور اُس کو پکارنا جائز اسی طرح اللہ تعالیٰ کو خدا تعالیٰ اور پروردگار کہنا جائز ہے بخلاف گاڈ اور ایشور وغیرہ کے کہ ان کے نہ تو یہ لفظ کسی نام کا ترجمہ ہیں نہ ان کا اپنا ہی کوئی معنیٰ مقصد ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تفسیر صوفیانہ

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۔ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۔ فرما دیجئے اے خزانۂ معرفت کے مالک خود مختار محبوب خواہش انوار والے بندوں کو کہ خزانۂ قدرت کی دو ہی چابیاں ہیں اسم اللہ یا اسم الرحمٰن وہ ذات سے ہے تو یہ صفات سے ہے وہ معنیٰ ہے تو یہ صورت وہ شریعت کی دو دھاری تلوار ہے تو یہ معرفت کے رافت وراحت کا مرہم ہے وہ جلال ہے یہ جمال ہے وہ فنا کی وادی یہ بقا کا تمغہ۔ وہ عشق کی آگ یہ محبت وشفقت کا گلزار۔ وہ اسم اعظم یہ صفت اعظم وہ آسمانِ معرفت میں ستارے چمکانے والا یہ زمینِ عجز میں پھول کھلانے والا۔ اَوْ۔ عاطفہ حرف اختیاری ہے جس نے صاحبِ اسرار کو قابل اختیار بنا دیا کہ یا اُس کی شفقت کو لے لو یا اس کی محبت کو یا اُس کی ریاضت کو لے لو یا اس کی عبادت کو یا اُس کا شکر لے لو یا اس کا رزق۔ یا اُس کا قرب لے لو یا اس کا قرب وہ بعید ہے یہ قریب ہے وہ اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ ۔ کی وحدت ذات ہے یہ نَحْنُ اَقْرَبُ کی جامع صفات ہے اس کے ذریعے اپنے ظاہر کی گندگی کھرچ ڈالو اور اس سے باطن میں معرفت کا ٹھنڈا پانی بھر لو۔ ان دونوں کے باطن میں احسانوں کے معدن بھرے ہیں جن کے کروڑہا اسماء حسنیٰ ہیں اور سب ہی دینے والے ہیں۔ تو اے عشقِ الٰہی کے متوالو اپنے کریم سے خوب مانگو۔ مگر وَلَا تَجْهَرْ نہ ریا کرو نہ دکھلاوا نہ غرور۔ نہ شکل سے نہ عبادت وریاضت سے نہ جبہ ودستار سے تاکہ نہ ریاکار صوفی بنو نہ مغرور عالم واعظ وَلَا تُخَافِتْ ۔ اور نہ اتنے مخفی کہ اقوام ظاہر میں ملعون وملامتی ہو جاؤ۔ بلکہ حیات ناسوتی کی کشتی کو ایسے درمیانے راستے پر چلاؤ کہ عبادت جسمانی ومالی کا کوئی فرض چھپا نہ رہے اور کوئی نفلی عبادت وریاضت ظاہر نہ ہونے پائے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جو شخص فرضوں کو چھپائے وہ مردود ہے اور جو نفلوں کو دکھلائے وہ مغرور ہے کیونکہ دونوں کو برباد کرنے والا ہے وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ۔ اے ابنِ محمود کی حمد کرنے والے محمد اپنی زبانِ جاوداں سے فرما دو کہ وہی اللہ جل شانہٗ ساری حمدوں کا حمید ہے کیونکہ فرش وعرش کا جو بندہ بھی اللہ تعالیٰ کی جس شان کو بھی بیان کرے وہ حمد ہی ہے یا جو اچھائی خوبی بندے سے خود بخود ظاہر ہو وہ حمد باری تعالیٰ ہی ہے۔ اور نہیں ہے اُس ربِ قدیر کا کوئی بیٹا بیٹی نہ بیوی نہ والی نہ وارث نہ شریک

بلکہ سب کے سب بندے ہی بندے ہیں لہٰذا اُس کی حمد ہی حمد ہے اے قالُو بلیٰ کے اقرارِ عہد کو پورا کرنے کی خواہش والو۔ ہمارے مختار و محبوب نبی محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ کے طریقۂ مبارکہ کے مطابق۔ كَبِّرْهُ تَكْبِيرًا۔ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے سفر حضر دین دنیا۔ نماز و نیاز ظاہر و باطن جلوت و خلوت الفاظ و انفاس سرّ الاسرار مراقبہ مشاہدہ غرض کہ ہمہ وقت ایسی تکبیر بیان کرو کہ تمہاری ہر ادا سے تمہارا فقر اُس کی غنا تمہارا عجز اُس کی طاقت۔ تمہاری ذلت اُس کی قوت تمہاری ادنیت اس کی کبریت تمہارا تنزل اُس کا تکبر۔ تمہاری عبدیت اُس کی معبودیت۔ تمہاری کثرت و تکثیر اُس کی وحدت و توحید۔ تمہارا شکر اُس کا احسان تمہارا عرفان اس کا غفران آشکارہ ہوتا چلا جائے اور پھر بحرِ معرفت کی ایسی موجیں اٹھیں کہ ادھر تمہاری دعا ہو ادھر اُس کی عطا ہو ادھر توبہ اُدھر بخشش ادھر عبدیت اُدھر قبولیت ہو ادھر قدم اٹھے اُدھر منزل آجائے ادھر یا اللہ یا رحمٰن سے فریادیں ہوں اُدھر یا عبدی کی ندائیں ہوں۔ جب قربِ حضوری کا یہ ایقان ہو تو بندہ مشکورِ معرفت بنتا ہے اور وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ سے ہٹ کر وَلِيٌّ مِّنْ أَوْلِيَاءِ اللَّهِ کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔ اے میرے کریم رحیم یا اللہ یا رحمٰن میرے قلب پر بھی اپنے معرفت و قرب کے دروازے کھول دے اور مجھ کو اور میری اولاد کو اپنے مقبول و مسعود بندوں میں شامل فرما

سُورۃ اَسریٰ کے مسائل فوائد عملیات و تعویذ اور اَسمائِ حُسنیٰ کی تعداد۔ اور ان کے ابجدی عدد۔ اَسمائِ نبوی کی تعداد و اَبجدی عدد۔

عاملین کاملین اور مشائخ فرماتے ہیں کہ سورۃِ اسریٰ بہت ہی مشکلات حاجت روائی کے لیے مجرب ہے۔ خاص کر تقوے طہارت اور متقی بنانے کے لیے اس سورت سے فیض لینے کا طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی مشکل پیش آئے تو باوضو باادب نہایت خشوع خضوع سے خوشبو اور تازہ خوشبودار پھول پاس رکھ کر قبلہ رُخ بیٹھ کر سات دن تک بعد نمازِ عشاء روزانہ سات مرتبہ یہ سورت بہت صحیح طریقے سے پڑھے قطعاً زیر زبر کی غلطی نہ ہو۔ اوّل آخر ایک ایک دفعہ درودِ تاج اور ایک ایک مرتبہ درود شریف خضری کا ورد کرے سات دن کے بعد اسی جگہ بیٹھ کر خالص دودھ سوا سیر اور خالص گیہوں کے آٹے کا ایک پراٹھا پکا کر آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی فاتحہ شریف دلوائے اور یہ چیزیں کسی نیک متقی سید کو کھلائے انشاء اللہ تعالیٰ پہلے ہی ہفتے مشکل حل ہو گی۔ اگر خدانخواستہ نہ حل ہو تو سات ہفتے اسی طرح کرے اور ہر آخری ہفتے فاتحہ دلوانا ہے اگر دوسرے یا تیسرے ہفتے کام ہو بھی جائے تب بھی سات ہفتے چلّہ مکمل کرے۔ اگر پہلے ہفتے کام ہو جائے تو پھر دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں اگر نہ ہوا اور پھر کرنا پڑے تو پورا چلّہ کرنا پڑے گا

ع ۲ اگر کوئی بچہ یا بچی کند ذہن ہو یا توتلی زبان ہو اور عمر زیادہ ہو جائے درست نہ ہوتی ہو تو کسی کاغذ پر یہ پوری سورت مشک عرق گلاب اور زعفران یا بامر مجبوری زردہ پیلا رنگ کی دوات بنا کر لکڑی کے قلم سے ایک بار لکھے اور اُس کو کسی مسجد کے کوئیں یا نلکے کے پانی سے گھول کر وہی پانی اکیس۲۱ دن صبح نہار منہ تین چمچی پانی بچے کو پلائے اور وہ تعویذ اسی طرح پانی اور برتن میں پڑا رہے اکیسویں دن وہ کاغذ جلا کر اُس کی راکھ بھی بچے کو چٹادے یہ سورت لکھنے والا جتنا متقی زیادہ ہوگا اتنا ہی اثر جلدی ہوگا ع ۲ اگر کوئی شخص دشمنوں حاسدوں میں گھرا ہو تو وہ اس سورت پاک کا تعویذ اپنے مرشد یا کسی عامل بزرگ سے لکھوا کر عرق گلاب یا مشک۔ اور زعفران یا زردہ رنگ سے لکھوا کر اپنے پاس رکھے۔ بشرطیکہ تعویذ لکھنے والا عملیات اور تعویذ لکھنا جانتا ہو صرف نقل کر دینا درست نہیں عامل آدمی باوضو بعد نماز ظہر یا بوقت تہجد لکھے انشاء اللہ تعالیٰ حاسدوں کی زبان بندی ہوگی۔ اس کے کل عدد بحساب ابجد کے حروف پوری سورت کے ۱۱۱ آیت کے ہر حرف کے اعداد ۳۸۶۱۳ ۔ ہیں ہر قسم کے تعویذ لکھنے کے لیے مشائخ کرام یہ شرط فرماتے ہیں کہ کاغذ بالکل سادہ اور سفید ہو پنسل کی لکیر بھی پہلے نہ لگی ہو۔

تعویذ کا زائچہ اور نقشہ یہ ہے

۷۸۶

۹۶۴۵	۹۶۵۹	۹۶۵۶	۹۶۵۳
۹۶۵۷	۹۶۵۲	۹۶۴۶	۹۶۵۸
۹۶۵۱	۹۶۵۴	۹۶۶۱	۹۶۴۷
۹۶۶۰	۹۶۴۸	۹۶۵۰	۹۶۵۵

سورۃ اسریٰ کے پڑھنے اور تلاوت کی فضیلتیں :

سورۃ اُسریٰ یعنی معراج شریف کی سورت کی روزانہ ایک مرتبہ باوضو باادب آداب پڑھنے کی بہت فضیلتیں اور مشاہدات و تجربات منقول ہیں۔ چنانچہ عملیات کی مشہور و معتبر کتاب نافع الخلائق اور شمع شبستان رضا۔ میں ایک روایت منقول ہے کہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو صحیح عقیدے والا نیک متقی مسلمان روزانہ ایک دفعہ اس سورت کی تلاوت کرے گا بغرض ثواب تو اس کو قبر میں جنت کی بھینی سہانی روشنی اور پل صراط سے گزرنے کے لیے سواری مثل براق اور جنت میں جنت کا قنطار یعنی مال کثیر دیا جائے گا۔ جس کی حقیقت کو اللہ رسول ہی بہتر جانتے ہیں ع ۲ اگر قیدی نمازی روزانہ دس۱۰ مرتبہ کسی نماز کے بعد باوضو بیٹھ کر بغرض ثواب تلاوت کرے چالیس دن تک تو انشاء اللہ تعالیٰ با عزت بری اور رہا ہو اول آخر درود شریف خضری گیارہ دفعہ پڑھے اگر پہلے رہا ہو جائے تب بھی گھر آکر چلہ پورا کرے

ورنہ دوبارہ گرفتار ہونے کا اندیشہ ہے۔ سورۃ اسریٰ کی آخری تین آیتوں کی تلاوت کرنے والا دنیا و آخرت میں بہت ہی خوش نصیب ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاذ جہنی رضی سے راوی کہ حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ جو شخص ان آخری آیت کو ہمیشہ ہر نماز کے بعد تلاوت کرے تو دین و دنیا میں اُس کی شان بلند ہو۔ خواہ ایک مرتبہ تلاوت کرے یا تین مرتبہ مگر زیادتی میں زیادہ فائدہ ہے۔ اسی طرح ننانوے ۹۹ اسماءِ ذات جلّ مجدہٗ کی بھی احادیث پاک میں بہت فضیلت اور مشکل کشائی بیان ہوئی ہے صوفیاء کرام عاملین فرماتے ہیں کہ جو شخص روزانہ صبح بعد نمازِ فجر ایک دفعہ حرفِ یا ندائیہ کے ساتھ ننانوے نام باری تعالیٰ ورد کرے گا اوّل آخر درود شریف اکیس ۲۱ دفعہ اور بعد نمازِ عشا ننانوے ۹۹ نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم با وضو ان آداب کے ساتھ یعنی قبلہ رخ یا مسجد نبوی کی طرف رخ کر کے سبز گنبد کا تصور کر کے اول آخر درود شریف اکیس دفعہ دوران میں بات نہیں کرے روزانہ اسی طرح کرے بات کرنے سے اثر و ثواب سب ختم ہو جاتا ہے۔ خلوت میں وظیفہ کرنا زیادہ بہتر ہے تاکہ بات چیت گفتگو کا خطرہ ہی نہ رہے ترمذی شریف نے بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی فرمان آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث نقل فرمائی جس میں ننانوے ۹۹ نام پاک باری تعالیٰ یک ساں ورد فرمائے۔ ہم مندرجہ ذیل سطور میں وہ سب اسماءِ حسنیٰ مع اُن کے عدد بحساب ابجد اپنی اس تفسیر کو مزین معطر کرنے کے لیے درج کرتے ہیں۔ اسی طرح ترمذی شریف نے ایک اور حدیث پاک نقل فرمائی جس میں پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی ذات کے لیے فرمایا اِنَّ لِی اَسْمَآءً یعنی میرے لیے رب کریم نے بے شمار نام معین فرمائے اسی روایت میں پانچ نام آپ نے ذکر فرمائے۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں جو اسماءِ ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ملتے ہیں اُن کی تعداد بھی ننانوے ۹۹ بنتی ہے۔ ہم اپنی اس تفسیر کو مکمل اور منور کرنے کی غرض سے ان اسماءِ پاک کو بھی درج کرتے ہیں عددی نمبروں کے ساتھ۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان کو حفظ کر لیں تاکہ بوقتِ مصیبت حاجت روائی مشکل کشائی کے لیے پڑھے جا سکیں۔ عاملین صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ ان میں ہر نام ہی اسم اعظم ہے جو مسلمان اپنے نام کے عدد کے برابر اسم باری تعالیٰ اور اسم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ڈھونڈ کر دُگنا عدد کے برابر روزانہ پڑھے گا تو وہ ہی اُس کا اسم اعظم بن جائے گا۔ صبح کو باری تعالیٰ کا اسم اعظم اور رات کو سونے سے پہلے باوضو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم پاک ڈبل تعداد سے پڑھے اوّل آخر درود شریف صبح بھی شام بھی گیارہ ۱۱ دفعہ ضرور پڑھے بعد احترام و ادب خوشبو لگا کر تصوّر پکا کر تو انشاء اللہ تعالیٰ جس مشکل کے لیے پڑھے گا چند دن میں وہ حل ہو جائے گی۔ مگر یہ ورد تا عمر اسی وقت اور اسی تعداد سے پڑھنا پڑے گا۔ یعنی بعد نماز فجر اور شام کو رات کی نماز عشا کے بعد جب بھی عشا پڑھے ادب و احترام اشد لازم ہے یہ ورد صرف مسلمانوں کے لیے اجازت ہے غیر مسلم کو اجازت نہیں ہے اگر کوئی عامل مسلمان اس کی اجازت کسی غیر مسلم کو دے گا تو اس کا اپنا عمل بھی برباد ہو جائے گا غیر مسلم کو کسی آیت

یا حدیث یا اسم پاک کی اجازت دینا ایسا ہی ہے جیسے ان پاک چیزوں کو گندگی میں پھینک دینا (معاذ اللہ) ہاں سخت مصیبت میں کسی اسم یا آیت کا عددی تعویذ بنا کر دے سکتے ہیں اُس پر کوئی حرف لکھنا جائز نہیں غرض کہ اللہ رسول کی چیزوں کی جتنی بھی تعظیم و توقیر کی جائے اتنا ہی اچھا ہے تاکہ خاطر خواہ فائدہ حاصل ہو انشاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے اپنے نام کے عدد برابر کر لیے جائیں تو اسم اعظم بنتا ہے اور اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم پاک سے عدد برابر کئے جائیں تو ہر شخص کا اسم رحمت بنتا ہے۔

۱ اللہ جل جلالہٗ ۶۶	۲ رحمٰن جل جلالہٗ ۲۹۸	۳ رحیم جل جلالہٗ ۲۵۸	۴ ملک ۹۰	۵ قدوس ۱۷۰	۶ سلام ۱۳۱	۷ مومن ۱۳۶	۸ مہیمن ۱۴۵
۹ عزیز ۹۴	۱۰ جبار ۲۰۶	۱۱ متکبر ۶۶۲	۱۲ خالق ۷۳۱	۱۳ باری ۲۱۳	۱۴ مصور ۳۳۶	۱۵ غفار ۱۲۸۱	۱۶ قہار ۳۰۶
۱۷ عزیز ۹۴	۱۸ رزاق ۳۰۸	۱۹ فتاح ۴۸۹	۲۰ علیم ۱۵۰	۲۱ قابض ۹۰۳	۲۲ باسط ۷۲	۲۳ رافع ۳۵۱	۲۴ خافض ۱۴۸۱
۲۵ معز ۱۱۷	۲۶ مذل ۷۷۰	۲۷ سمیع ۱۸۰	۲۸ بصیر ۱۵۰	۲۹ عدل ۱۰۴	۳۰ لطیف ۱۲۹	۳۱ خبیر ۸۱۲	۳۲ رقیب ۳۱۲
۳۳ مجیب ۵۵	۳۴ واسع ۱۳۷	۳۵ حکم ۶۸	۳۶ ودود ۲۰	۳۷ عظیم ۱۰۲۰	۳۸ غفور ۱۲۸۶	۳۹ شکور ۵۲۶	۴۰ علی ۱۱۰
۴۱ کبیر ۲۳۲	۴۲ حفیظ ۹۹۸	۴۳ مقیت ۵۵۰	۴۴ شہید ۳۱۹	۴۵ حمید ۶۲	۴۶ محصی ۱۴۸	۴۷ مبدی ۵۶	۴۸ معید ۱۲۴
۴۹ محیی ۶۸	۵۰ ممیت ۴۹۰	۵۱ حسیب ۸۰	۵۲ جلیل ۷۳	۵۳ قوی ۱۱۶	۵۴ حق ۱۰۸	۵۵ کریم ۲۷۰	۵۶ وکیل ۶۶
۵۷ مجید ۵۷	۵۸ متین ۴۹۰	۵۹ ولی ۴۶	۶۰ باعث ۵۷۳	۶۱ حی ۱۸	۶۲ صمد ۱۳۴	۶۳ قیوم ۱۵۶	۶۴ قادر ۳۰۵
۶۵ واجد ۱۴	۶۶ مقتدر ۷۴۴	۶۷ ماجد ۴۸	۶۸ مقدم ۱۸۴	۶۹ احکم الحاکمین ۲۲۹	۷۰ محتسب ۵۱۲	۷۱ کافی ۱۱۱	۷۲ وافی ۹۷
۷۳ عادل جل جلالہٗ ۱۰۵	۷۴ متعالی جل جلالہٗ ۱۹	۷۵ حکیم جل جلالہٗ ۷۸	۷۶ احد جل جلالہٗ ۱۳	۷۷ اول جل جلالہٗ ۳۷	۷۸ آخر جل جلالہٗ ۸۰۱	۷۹ ظاہر جل جلالہٗ ۱۱۰۶	۸۰ باطن جل جلالہٗ ۶۲

۸۱ والیٌ ۴۷	۸۲ واحدٌ جل جلالہٗ ۱۹	۸۳ برٌّ ۲۰۲	۸۴ مؤخرٌ ۸۴۶	۸۵ توّابٌ ۴۰۹	۸۶ ذوالجلال ۸۰۱	۸۷ والاکرام ۲۹۹	۸۸ ربٌّ ۲۰۲
۸۹ مقسطٌ ۲۰۹	۹۰ جامعٌ ۱۱۴	۹۱ غنیٌّ ۱۰۶۰	۹۲ بدیعٌ ۸۶	۹۳ ہادیٌ ۲۰	۹۴ دیّانٌ ۶۵	۹۵ کبیرٌ ۲۳۲	۹۶ ہو جلّ جلالہٗ ۱۱
۹۷ اِلٰہٌ ۳۶	۹۸ مالکٌ ۹۱	۹۹ اکبرٌ ۲۲۳	۱۰۰ ملیکٌ ۱۰۰	وہ اسماء حسنیٰ جو احادیث مطہرات میں آئے	۱ دافعٌ	۲ دلیلٌ ۴۴	۳ دائمٌ جلّ جلالہٗ ۴۵۰
۴ شافیٌ ۳۹۱	۵ حلیمٌ ۸۸	۶ حنّانٌ ۱۰۹	۷ منّانٌ ۱۴۱	۸ سریعٌ ۳۴۰	۹ سبّوحٌ ۷۶	۱۰ قدیرٌ جل جلالہٗ ۳۱۴	۱۱ مسبّب الاسباب جل جلالہٗ ۲۰۱
۱۲ حافظٌ ۹۸۹	۱۳ ستارٌ ۶۶۱	۱۴ مانعٌ ۱۶۱	۱۵ ثابتٌ ۹۰۳	۱۶ مبینٌ ۱۰۲	۱۷ قائمٌ ۱۴۱	۱۸ مخفیٌ ۸۳۰	۱۹ سلطان ۱۵۰
۲۰ شاہدٌ ۳۱۰	۲۱ اعلیٰ ۱۱۱	۲۲ وحیدٌ ۳۰	۲۳ عالمٌ ۱۴۱	۲۴ حاکمٌ ۶۹	۲۵ معینٌ ۱۷۰	۲۶ محمودٌ ۹۸	۲۷ مغنیٌ جلّ جلالہٗ ۱۱۰۰

۱ محمدٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۹۲	۲ احمدٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۵۳	۳ حامدٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۵۳	۴ محمودٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۹۸	۵ قاسم صلی اللہ علیہ وسلم ۲۰۱	۶ عاقب صلی اللہ علیہ وسلم ۵۱۳	۷ فاتحٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۴۸۹	۸ خاتمٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰۴۱
۹ حاشرٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۵۰۹	۱۰ ماحٍ صلی اللہ علیہ وسلم ۴۹	۱۱ داعٍ صلی اللہ علیہ وسلم ۷۵	۱۲ سراجٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۶۴	۱۳ رشیدٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۵۱۴	۱۴ منیرٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۳۰۰	۱۵ بشیرٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۵۱۲	۱۶ نذیرٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۸۶۰
۱۷ ہادٍ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰	۱۸ مہدٍ صلی اللہ علیہ وسلم ۴۹	۱۹ رسولٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۹۶	۲۰ نبیٌّ صلی اللہ علیہ وسلم ۶۲	۲۱ طٰہٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۴	۲۲ یٰسٓ صلی اللہ علیہ وسلم ۷۰	۲۳ مزمّلٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۱۷	۲۴ مدثرٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۷۴۴
۲۵ شفیعٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۴۶۰	۲۶ خلیلٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰۰	۲۷ حبیبٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۲	۲۸ کلیمٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰۰	۲۹ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۲۹	۳۰ مرتضیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۴۵۰	۳۱ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۴۵۵	۳۲ مختارٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲۴۱
۳۳ ناصرٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۳۴۱	۳۴ منصورٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۳۸۶	۳۵ قائمٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۴۲	۳۶ حافظٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۹۸۹	۳۷ شہیدٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۳۱۹	۳۸ عادلٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰۵	۳۹ حکیمٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۷۸	۴۰ نورٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۵۶
۴۱ حجۃٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۴۱۱	۴۲ برہانٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۵۸	۴۳ ابطحیٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۳۰	۴۴ مومنٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳۶	۴۵ مطیعٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲۹	۴۶ مذکّرٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۹۲۰	۴۷ واعظٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۹۷۷	۴۸ امینٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰۱
۴۹ صادقٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۹۵	۵۰ مصدّقٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۳۴	۵۱ ناطقٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۶۰	۵۲ صاحبٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۹۰	۵۳ شاہدٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۳۱۰	۵۴ مبشّرٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۵۴۲	۵۵ انیسٌ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲۱	۵۶ سخیٌّ صلی اللہ علیہ وسلم ۶۷۰

۵۷ متوکل صلی اللہ علیہ وسلم ۲۹۶	۵۸ صابر صلی اللہ علیہ وسلم ۲۹۳	۵۹ شاکر صلی اللہ علیہ وسلم ۵۲۰	۶۰ عزیز صلی اللہ علیہ وسلم ۹۴	۶۱ حریص صلی اللہ علیہ وسلم ۳۰۸	۶۲ رؤف صلی اللہ علیہ وسلم ۲۸۲	۶۳ رحیم صلی اللہ علیہ وسلم ۲۵۸	۶۴ غنی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰۲۰
۶۵ جواد صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳	۶۶ فتاح صلی اللہ علیہ وسلم ۸۹۴	۶۷ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳۰	۶۸ طیب صلی اللہ علیہ وسلم ۲۱	۶۹ طاہر صلی اللہ علیہ وسلم ۲۱۵	۷۰ مطہر صلی اللہ علیہ وسلم ۲۵۴	۷۱ فصیح صلی اللہ علیہ وسلم ۱۸۸	۷۲ سید صلی اللہ علیہ وسلم ۴۷
۷۳ امام صلی اللہ علیہ وسلم ۸۳	۷۴ بار صلی اللہ علیہ وسلم ۲۰۳	۷۵ شافع صلی اللہ علیہ وسلم ۳۸۱	۷۶ متوسط صلی اللہ علیہ وسلم ۵۱۴	۷۷ سابق صلی اللہ علیہ وسلم ۱۶۳	۷۸ اول صلی اللہ علیہ وسلم ۳۷	۷۹ آخر صلی اللہ علیہ وسلم ۸۰۱	۸۰ ظاہر صلی اللہ علیہ وسلم ۵۲۶
۸۱ باطن صلی اللہ علیہ وسلم ۶۲	۸۲ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ۶۴۸	۸۳ حق صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰۸	۸۴ محلل صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰۸	۸۵ محرم صلی اللہ علیہ وسلم ۲۸۸	۸۶ ناہ صلی اللہ علیہ وسلم ۵۶	۸۷ آمر صلی اللہ علیہ وسلم ۲۴۱	۸۸ شکور صلی اللہ علیہ وسلم ۵۲۶
۸۹ تریب صلی اللہ علیہ وسلم ۳۱۲	۹۰ منیب صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰۲	۹۱ طٰس صلی اللہ علیہ وسلم ۲۹	۹۲ حٰم صلی اللہ علیہ وسلم ۴۸	۹۳ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ۸۰	۹۴ اولی صلی اللہ علیہ وسلم ۴۷	۹۵ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم ۳۳۰	۹۶ سمیع صلی اللہ علیہ وسلم ۱۸۰
۹۷ بصیر صلی اللہ علیہ وسلم ۳۰۲	۹۸ ولی صلی اللہ علیہ وسلم ۴۶	۹۹ عظیم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰۲۰	۱۰۰ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰۱۱	۱۰۱ مالک صلی اللہ علیہ وسلم ۹۱	۱۰۲ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۲۷۰	۱۰۳ عدل صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰۴	۱۰۴ ناظر صلی اللہ علیہ وسلم ۱۱۵۰

اعلیٰ حضرت مجدد ملت بریلوی اور دیگر اکابر عاملین اور صاحب تعویذات و اوراد فرماتے ہیں۔

ع ۱ کہ یہ تمام اسماء باری تعالیٰ اور اسماء آقا نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم اسم اعظم اور اسم رحمت بنا کر پڑھتا ہو یا تمام اسماء پاک کا وظیفہ کرتا ہو ہر دو صورت میں۔ یا کے حرف ندا سے پڑھنا چاہیئے۔ یہاں اگرچہ یا نہیں لکھا مگر پڑھنے والے کو چاہیئے کہ یا اللہ یا رحیم یا رحمٰن یا مالک یا قدوس وغیرہ پڑھے۔ اسی طرح حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء پاک کا ذکر اور ورد کرے تو یا محمد یا احمد یا حامد وغیرہ پڑھے۔ صرف اللہ رحمٰن رحیم نہ پڑھے نہ اس طرح کہے محمد احمد حامد۔ ع ۲ جب یا کے ساتھ یہ اسم پڑھے جائیں گے تو آخر میں ایک پیش پڑھا جائے۔ دو پیش درست نہیں۔ مثلاً یا محمدٌ کہنا درست نہیں۔ یا محمدُ وغیرہ پڑھنا چاہیئے۔ ع ۳ بہتر تو یہ کہ ہر نام الٰہی کے ساتھ جلَّ جلالہٗ اور نام نبوی کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کہا جائے اگر یہ نہ کر سکو تو اوّل نام اور آخر نام میں ضرور یہ کہنا چاہیئے کہ یہ ہی ادب ہے اور ادب میں ہی حصول مقصد ہے۔

اللہ جل مجدہٗ سبحانہٗ و تعالیٰ کے وہ اسماء پاک جو قرآن مجید کی مختلف سورتوں آیتوں میں لکھے ہوئے ہیں۔

سورۃ ۱ فاتحہ — ع ۱ اللہ ع ۲ رب ع ۳ رحمٰن ع ۴ رحیم ع ۵ مالک — سورۃ ع ۲ بقرہ — ع ۶ محیط ع ۷ قدیر ع ۸ علیم ع ۹ حلیم ع ۱۰ تواب ع ۱۱ بصیر ع ۱۲ واسع ع ۱۳ بدیع ع ۱۴ رؤف

۱۵ شاکر ۱۶ اللہ ۱۷ واحد ۱۸ غفور ۱۹ حکیم ۲۰ سمیع ۲۱ عزیز ۲۲ حی

۲۳ قیوم ۲۴ علی ۲۵ عظیم ۲۶ ولی ۲۷ غنی ۲۸ حمید ۲۹ قریب ۳۰ سریع

۳۱ خبیر ۳۲ ذوفضل سورۃ ۳ آل عمران ۳۳ وہاب ۳۴ شہید ۳۵ وکیل

سورۃ ۴ نساء ۳۶ رقیب ۳۷ حسیب ۳۸ نصیر ۳۹ مقیت ۴۰ عفو۔

سورۃ ۵ المائدۃ ۴۱ علام سورۃ ۶ الانعام ۴۲ فاطر ۴۳ قادر ۴۴ قاہر

۴۵ لطیف ۴۶ اعلم سورۃ ۸ الانفال ۴۷ نعم المولیٰ ۴۸ نعم النصیر سورہ ۹ توبہ

۴۹ بری سورۃ ۱۱ ہود ۵۰ احکم ۵۱ حفیظ ۵۲ مجیب ۵۳ قوی ۵۴ مجید ۵۵

ودود ۵۶ فعال سورۃ ۱۲ یوسف ۵۷ المستعان سورۃ ۱۳ الرعد ۵۸ قائم

۵۹ عالم الغیب ۶۰ الکبیر ۶۱ المتعال ۶۲ خالق سورۃ ۱۴ ابراہیم ۶۳ ذوانتقام۔

سورۃ ۱۵ الحجر ۶۴ خلاق سورۃ ۱۶ النحل ۶۵ رؤف سورۃ ۱۸ کہف ۶۶

ذوالرحمۃ سورۃ ۲۰ طٰہٰ ۶۷ غفار سورۃ ۲۱ الانبیاء ۶۸ ارحم سورۃ ۲۲ الحج

۶۹ الحق سورۃ ۲۳ مومنون ۷۰ احسن ۷۱ ملک سورۃ ۲۴ النور ۷۲ مبین

۷۳ نور سورۃ ۳۰ الروم ۷۴ محی سورۃ ۳۳ احزاب ۷۵ مبدی سورۃ ۳۵ فاطر

۷۶ شکور سورۃ ۳۹ الزمر ۷۷ قہار ۷۸ غفار سورۃ ۴۰ المومن ۷۹ غافر

۸۰ قابل ۸۱ شدید ۸۲ ذوالطول ۸۳ رفیع سورۃ ۴۱ حٰم سجدہ ۸۴ ذومغفرۃ

۸۵ ذوعقاب سورۃ ۵۱ الذاریٰت ۸۶ رزاق ۸۷ ذوالقوۃ ۸۸ متین سورۃ ۵۲ الطور

۸۹ بر سورۃ ۵۳ النجم ۹۰ شدید القویٰ ۹۱ واسع سورۃ ۵۴ قمر ۹۲ مقتدر

۹۳ ملیک سورۃ ۵۵ رحمٰن ۹۴ ذوالجلال والاکرام سورۃ ۵۷ الحدید ۹۵ اول ۹۶

آخر ۹۷ ظاہر ۹۸ باطن سورۃ ۵۹ الحشر ۹۹ ملک ۱۰۰ قدوس ۱۰۱ سلام ۱۰۲ مومن

۱۰۳ مہیمن ۱۰۴ جبار ۱۰۵ متکبر ۱۰۶ باری ۱۰۷ مصور سورۃ ۶۴ التغابن ۱۰۸ شکور

سورۃ ۸۲ انفطار ۱۰۹ کریم سورۃ ۸۵ البروج ۱۱۰ ذوالعرش سورۃ ۹۶ العلق اقرء

۱۱۱ اکرم سورۃ ۱۱۲ الاخلاص ۱۱۲ احد ۱۱۳ الصمد۔

آقائے کائنات حضور اقدس محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وہ اسماء مبارکہ جو قرآن مجید کی مختلف سورتوں آیتوں میں لکھے ہوئے ہیں۔

سورۃ ۲ بقرہ ۱ رسول آیت ۱۰۱۔ ۲ بشیر ۳ نذیر ۴ شہید ۵ مرسل

سورۃ ع۳ آل عمران — ع۱۷ نبی، ع۹ مصدق، ع۸ حق، ع۹ حبل اللہ، ع۱۰ نعمت اللہ، ع۱۱ محمد

سورۃ ع۴ النساء — ع۱۲ محسن، ع۱۳ برہان — سورۃ ع۵ مائدہ — ع۱۲ نور، ع۱۵ ولی

سورۃ ع۶ انعام — ع۱۶ اوّل — سورۃ ع۷ اعراف — ع۱۷ اُمّی، ع۱۸ صاحب — سورۃ ع۹ توبہ

ع۱۹ عزیز، ع۲۰ حریص، ع۲۱ رؤف، ع۲۲ رحیم — سورۃ ع۱۱ ہود — ع۲۳ شاہد

سورۃ ع۱۷ اسریٰ — ع۲۴ عبدہ، ع۲۵ مبشر — سورۃ ع۲۰ طٰہٰ — ع۲۶ طٰہٰ — سورۃ ع۲۱ انبیا

ع۲۷ رحمۃ للعٰلمین — سورۃ ع۲۵ فرقان — ع۲۸ خبیر — سورۃ ع۲۷ نمل — ع۲۹ طٰسٓ — سورۃ ع۳۰ روم

ع۳۰ حنیف — سورۃ ع۳۳ احزاب — ع۳۱ اولیٰ، ع۳۲ خاتم، ع۳۳ داعی، ع۳۴ سراج، ع۳۵ منیر

سورۃ ع۳۶ یٰسٓ — ع۳۶ یٰسٓ — سورۃ ع۳۸ صٓ — ع۳۷ منذر — سورۃ ع۴۱ سجدہ — ع۳۸ عربی

سورۃ ع۱۶ کہف — ع۳۹ احمد — سورۃ ع۷۳ مزمّل — ع۴۰ مزمّل — سورۃ ع۷۴ مدثّر — ع۴۱ مدثّر

سورۃ ع۹۳ والضحیٰ — ع۴۲ یتیم۔

سورۃ کہف شریف کا مختصر تعارف اور ہر رکوع کا مختصر مضمون۔ تعداد حروف والفاظ و شانِ نزول۔

اس سورۃ پاک کا نام مبارک سورۃ کہف ہے۔ اس لیے کہ اس میں تین اہم واقعات میں سے بڑا تفصیلی واقعہ اصحاب کہف کا ہے۔ اس میں دوسرا واقعہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام دو نبیوں کی عظیم الشان ملاقات کا ہے۔ اس میں تیسرا اہم واقعہ حضرت ذوالقرنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ یہ سورۃ مبارکہ عین درمیانِ قرآنِ مجید واقع ہے اور الفاظِ قرآنِ پاک کے حساب سے اسی میں ایک لفظ وَلْیَتَلَطَّفْ آیت ع۱۹ میں بالکل نصف پر ہے اور حرف ت بالکل قرآنِ مجید کا درمیانی حرف ہے۔ اس سورت کے یہ تین بڑے واقعات حیاتِ اسلامیہ کی تین بنیادی اور ضروری چیزوں کو پیش فرما رہے ہیں۔ پہلا واقعہ اصحابِ کہف میں شریعت پاک کے مسائل ہیں دوسرا واقعہ حضرتِ خضر و حضرتِ موسیٰ علیہما السّلام۔ میں۔ طریقت اور تصوف کے مسائل ہیں۔ تیسرا واقعہ۔ حضرت ذوالقرنین میں۔ دنیا کو چلانے اور اسلامی طرزِ سلطنت رعایہ پروری عدل وانصاف تعزیرات انسدادِ ظلم و بربریت کے پورے اصول وضوابط ملتے ہیں نیز اس ترتیب واقعات سے اس طرف بھی اشارہ فرمایا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے پہلے شریعت ہے پھر طریقت اور پھر دنیا کو اسلامی طریقے پر بنانا اور چلانا ہے۔ اور حیاتِ کائناتِ انسانیت کی خلقت کا مقصد بھی ان ہی تین چیزوں پر مشتمل ہے گویا یہ سورتِ پاک درسِ زندگی کی تکمیل ہے۔ اور اس میں ایک بااخلاق زندگی کے تمام قواعد مل جاتے ہیں۔ یہ سورتِ مبارکہ ترتیب تلاوت کے حساب سے اٹھارہویں ع۱۸ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اُنہترویں ع۶۹ ہے۔ یہ سورت ہجرت سے پہلے نازل ہوئی اس لیے یہ سورت مکی ہے۔ اس سورۃ کا نزول بعثتِ نبوی کے نویں سال ہوا۔ اس کے حروف چھ ہزار تین سو ساٹھ ۶۳۶۰ ہیں۔ اور الفاظ وکلمات

ایک ہزار پانچ سو تہتر ہیں۔ اس کی آیتیں ایک سو دس ہیں۔ اور اس کے رکوع بارہ ہیں۔ اور ہر رکوع کا مختصر مضمون اس طرح ہے کہ پہلے رکوع میں۔ ابتداء کلام میں ۱ حمد باری تعالیٰ ۲ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت عبدیت ۳ قرآن مجید کی شان کہ اس میں کوئی کمی خامی یا ٹیڑھ اور کجی نہیں یہ قیم ہے اہل ایمان کو اجر حسن کی بشارت دیتا ہے۔ یہود و نصاریٰ کو ان کے بد مذہب اور ابنیت کے غلط عقیدے پر عذاب آخرت کا خوف دلایا گیا ہے۔ دنیا کی زینت ساز و سامان آل اولاد سب کچھ انسان کی آزمائش ہے اور امتحان الٰہی آیت ۹ سے آیت ۲۶ تک اصحاب کہف کا ذکر ہے۔ رکوع ۲ میں۔ اصحاب کہف کی شان تعداد۔ واقعہ اور غار کے پاس مسجد بنانے کا ذکر اور اصحاب کہف کے کتے کا ذکر ہے۔ رکوع ۳ اصحاب کہف کے غار میں ٹھیرنے کی مدت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک یا پہلے سو کر اٹھنے کی مدت کا بیان رکوع ۴ میں آیت ۲۶ سے آگے تلاوت قرآن کریم کا ذکر۔ قرآن مجید کو کوئی بدل نہیں سکتا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو صبر کرنے کی تلقین۔ صحابہ کرام کے ساتھ رہنے کا ذکر۔ دنیوی مال و دولت اور دنیا والوں سے بے رغبتی کا ذکر۔ توفیق الٰہی نہ ملنے والے بدقسمت بدبخت لوگوں کا ذکر۔ اہل دوزخ کے عذابوں کا ذکر۔ اہل جنت کے انعاموں کا ذکر۔

رکوع ۵ میں بنی اسرائیل کے دو مردوں کی عبرت و نصیحت دلانے والی کہانی۔ ایک امیر مغرور دولت مند اور اپنے کھیت و باغات پر اترانے اکڑنے والا مشرک و کافر۔ دوسرا غریب نیک متقی نیک سیرت صابر و شاکر عابد و زاہد نیکی کا راستہ بتلانے سمجھانے والا۔ اور دونوں کے اخروی و دنیوی اچھے برے انجام کا ذکر۔ اللہ تعالےٰ کی سلطنت کا ایک زبردست سلوک۔ رکوع ۶ میں حیات دنیوی کی مثال۔ کھیت کھلیان سے بے ثباتی دنیا کی تمثیل۔ دولت اور اولاد صرف چند روزہ دنیوی زینت ہیں اور آخر سب کو فنا ہے۔ بقاء ابدی صرف مقبول بارگاہ بندوں اور ان کے اعمال صالحہ کو ہے۔ قیامت اور مجرمین اور اعمال ناموں کا ذکر۔ رکوع ۷ میں حضرت آدم علیہ السلام کے سجدۂ ملائکہ کا ذکر اور ابلیس کا انکار اس کی وجہ یہ کہ وہ جنات اور ناری مخلوق میں سے تمام انسانوں کو حکم ہے کہ ابلیس شیطان اور ابلیسی لوگوں کو دوست نہ بناؤ۔ قیامت میں کفار اپنے شرکا اور گمراہ کرنے والوں کو پکاریں گے مگر وہ جواب نہ دیں گے۔ رکوع ۸ میں ہے کہ قرآن مجید میں ہر قسم کی مثالیں دے کر سمجھایا گیا ہے مگر کفار محض ضد اور جہالت سے نہیں مانتے۔ ہدایت کے آنے کے بعد بھی کفر کی طرف جاتے ہیں۔ انسان جھگڑالو ہے۔ سب انبیاء کرام علیہم السلام مبشر و نذیر بن کر آئے۔ کفار حق کو مٹانا چاہتے ہیں۔ کلام الٰہی اور انبیاء کرام علیہم السلام کا مذاق اور گستاخی کرتے ہیں۔ کفار سے درگزر کرنے کا ذکر۔ عذاب آسمانی سے اجڑی ہوئی بستیوں کا ذکر و بیان رکوع ۹ میں حضرت موسیٰ۔ اور آپ کے خادم جوان حضرت یوشع کا ذکر۔ حضرت خضر اور موسیٰ علیہما السلام کا واقعۂ ملاقات از آیت ۶۰ تا آیت ۸۲۔ مکمل دو رکوع ۹ اور ۱۰ میں۔

رکوع ۱۱ میں حضرت ذوالقرنین کا ذکر از آیت ۸۳ تا آیت ۹۹ میں۔ جہنم کفار کے لیے مہمان خانہ ہے برے ناقص اور بیکار عمل والوں کا ذکر۔ کفار کے سب اعمال برباد ہیں۔ جنت اہلِ ایمان کے لیے مہمان خانہ ہے اگر سارے سمندر اور دریا سیاہی بن جائیں تب بھی رب تعالیٰ کے کلمات لکھے نہیں جا سکتے۔ فرما دو اے پیارے محبوب نبیؐ تمام کائنات انسانیت تا قیامت کو کہ میں تم سب کی مثل بشر ہوں۔ مجھ میں تم تمام کی کل صفاتِ بشریت موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ملنے کی خواہش کرنے والوں کو قرب۔ باریابی کے حصول کے لیے اچھے اعمال عبادات ریاضات مجاہدات مراقبات کرنے اور شرک کفر فسق سے توبہ اور پکی نفرت کرنے کی تلقین اور نصیحت۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی وَرَسُوْلُهُ الْكَرِيْمُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابْ ہم نے اپنی تمام تفسیر کے ہر سپارے اور آیتوں سورتوں میں مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا ہے۔

۱ تفسیر کبیر امام رازی ۲ تفسیر خازن ۳ مدارک ۴ ابنِ کثیر ۵ ابن عباس ۶ روح المعانی۔ ۷ روح البیان ۸ مظہری ۹ تفسیر فتح القدیر امام شوکانی ۱۰ تفسیر محی الدین ابن عربی ۱۱ عرائس البیان۔ ۱۲ خزائن العرفان ۱۳ کنز الایمان ۱۴ بخاری ۱۵ مسلم ۱۶ ابوداؤد ۱۷ ترمذی ۱۸ نسائی۔ ۱۹ ابن ماجہ ۲۰ مرقات شرح مشکوٰۃ ۲۱ مرأت شرح مشکوٰۃ ۲۲ ہدایہ اولین آخرین ۲۳ فتاویٰ شامی ۲۴ فتاویٰ فتح القدیر ۲۵ بحر الرائق ۲۶ لغات القرآن ۲۷ شرح جامی ۲۸ کافیہ ۲۹ نور الانوار۔ ۳۰ توضیح والتلویح۔ چند معلوماتِ قرآنیہ۔ قرآن مجید کے کل رکوع ۵۴۰۔ کل الفاظ چھیاسی ہزار چار سو تیس ۸۶۴۳۰ کل حروف کی تعداد دو لاکھ اکیس ہزار دو سو پینسٹھ ۲۲۱۲۶۵۔ کل زبریں۔ ترپن ہزار دو سو بیالیس ۵۳۲۴۲۔ کل زیریں۔ انتالیس ہزار پانچسو بیاسی ۳۹۵۸۲۔ کل پیش۔ آٹھ ہزار آٹھ سو چار ۸۸۰۴ نقطے۔ ایک ہزار سات سو چھتر ۱۷۷۱۔ مد۔ ایک ہزار ستر ۱۰۷۱ کل تشدد۔ بارہ سو باون ۱۲۵۲ کل۔ اول سورہ کی بسم اللہ شریف۔ ایک سو تیرہ ۱۱۳۔ آیت بسم اللہ شریف۔ ایک عدد۔ قرآن مجید میں کل۔ الف کی تعداد ۴۸۸۷۲ ـ ب ـ ۱۱۲۲۸ ـ ت ـ ۱۲۹۹ ـ ث ـ ۱۲۷۶ ـ قرآن مجید میں کل جیم کی تعداد ـ ۳۲۷۳ ـ ح ـ ۹۷۳ ـ خ ـ ۲۴۱۶ ـ دال ـ ۵۶۴۲ ـ ذال ـ ۴۶۹۷ ـ ر ـ ۱۱۷۹۳ ـ ز ـ ۱۵۹ ـ س ـ ۵۸۹۱ ـ ش ـ ۲۲۵۳ ـ ص ـ ۲۰۱۳ ـ ض ـ ۱۲۰۷ ـ ط ـ ۱۲۷۴ ـ ظ ـ ۸۴۲ ـ ع ـ ۹۲۲۰۰ ـ غ ـ ۲۲۰۸ ـ ف ـ ۸۴۹۹ ـ ق ـ ۶۸۱۳ ـ ک ـ ۹۵۲۲ ـ ل ـ ۳۴۳۲ ـ م ـ ۲۶۵۳۵ ـ ن ـ ۲۶۵۶۰ ـ و ـ ۲۵۵۳۶ ـ ہ ـ ۱۹۰۷۰ ـ لا ـ ۳۷۲۰ ـ ء ـ ۴۱۱۵ ـ ی ـ ۲۵۹۱۹ ـ یہ سب حروفِ قرآنیہ کی تعداد ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے شروع جو بخشنے والا رحم فرمانیوالا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ

ہر شکر فقط اُس اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر

سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب

الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ؕ ۱ قَيِّمًا

کتاب آتاری اور نہ بنایا اس کے لیے کوئی الجھاؤ۔ عدل بیان کرنے والی

آتاری اور اس میں اصلاً کجی نہ رکھی ۔ عدل والی کتاب

لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَ

تاکہ ڈرائے وہ کتاب سخت مصیبتوں سے اپنے ذریعے سے اور

کہ اللہ کے سخت عذاب سے ڈرائے اور ایمان والوں کو جو

يُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

خوشخبری دے ان مومنوں کو جو نیک کام کرتے رہیں

نیک کام کریں بشارت دے کہ ان کے لیے اچھا ثواب ہے

الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۙ ۲

کہ ان کے لیے بہت ہی اچھا اجر ہے

جس میں ہمیشہ رہیں گے ۔ اور ان کو ڈراتے جو

مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۝۳ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ

اس اجر میں ہمیشہ رہیں گے ۔ اور خوف دلائے اُن کافروں کو

کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنا کوئی بچہ بنایا ۔ اس بارے میں

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝۴ مَا لَهُمْ بِهٖ

جنہوں نے کہا کہ اللہ نے اپنی اولاد بنائی ہے ۔ نہیں ہے ان کو اس

نہ وہ کچھ علم رکھتے ہیں نہ اُن کے باپ دادا

مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً

بڑے عقیدے کا کچھ علم اور نہ اُن کے باپ دادوں کو کتنی سخت بات ہے

کتنا بڑا بول ہے کہ اُن کے منہ سے

تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا

جو وہ اپنے موتھوں سے نکال دیتے ہیں ۔ نہیں بولتے وہ مگر

نکلتا ہے ۔ نرا جھوٹ کہہ

كَذِبًا ۝۵

بڑا جھوٹ

رہے ہیں

تعلق

ان آیت کریمہ کا پچھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے ۔
پہلا تعلق ۔ پچھلی سورۃ کی ابتدا بھی تسبیح الٰہی اور عبدیت مصطفائی سے ہوئی تھی اور انتہا بھی حمد و عبدیت سے ہوئی تھی ۔ اس سورۃ کہف کی ابتدا عبدیت مصطفائی اور حمد الٰہی سے ہوئی اور اس کی انتہا بشریت مصطفائی اور وحدانیت الٰہی سے ہوئی اس لیے اس سورۃ اسریٰ کے بعد سورۃ کہف

نہایت مناسب ہے۔ تاکہ پتہ لگے کہ ایمان دو ہی چیزوں کا نام ہے ۱ توحید ۲ عبدیت اور عمل کے دو ہی راستے ہیں ۱ قربِ الٰہی کی معراج اور عبدیتِ مصطفائی کے غارِ خلوت۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی سورۃ میں معراج کا ذکر ہوا جو اس لحاظ سے بہت ہی عجیب تر تھا کہ ایک رات کی سیر میں اٹھارہ سال گزر گئے اور جس پر گزرے اس کو سب معلوم لیکن جنہوں نے سنا وہ بالکل بے خبر بے عقل ہونے کی وجہ سے منکر ہو گئے۔ اب اس سورۂ کہف میں اصحابِ کہف کا وہ حیرت انگیز واقعہ بیان ہوا کہ ایک دن کی نیند میں تین سو سال گزر گئے اور جن پر گزرے ان کو کچھ خبر نہ ہوئی لیکن جنہوں نے سنا ان کو مدت کا پورا علم ہو گیا اور پھر یہود و نصاریٰ کے تاریخ دانوں نے اوراقِ تاریخ میں تحریر و مشہور کر دیا۔ منکرینِ معراج نے جب یہ واقعہ اور مخالفین کی تائیدی سند کو سنا تو معراج کی حقیقت بھی تسلیم کرنی پڑی۔ تو گویا کہ پچھلی سورت میں معراج ہونے کا دعویٰ تھا اس سورۃ میں معراج کی شاندار دلیل پیش کی گئی۔ لہٰذا اس سورۂ اسریٰ کے بعد اس سورۂ کہف کا ہونا نہایت مناسب ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی سورۃ میں بھی آیت ۶۱ سجدۂ آدم کا ذکر ہوا اور اس سورۂ کہف میں بھی مگر وہاں سورۃ اسریٰ میں خلقتِ آدم علیہ السلام کا بیان ہوا کہ ابلیس نے خود کہا کہ یہ آدم مٹی سے بنے ہیں اور اس سورۂ کہف میں خلقتِ ابلیس کا پتہ لگا کہ رب نے فرمایا یہ جن ہے اور نار سے بنا ہے اس میں اس سجدے کی حکمت کا اشارہ ملتا ہے کہ مٹی میں عجز ہے نار میں تکبر ہے اور قانونِ فطرت ہے کہ جو عاجز ہے اس کو بلندی و شان بخشی جاتی ہے جو بڑا بنے اس کو گرایا جاتا ہے اور جو اپنی بڑائی کا غرور کرے اس کو پھٹکارا جاتا ہے۔ چوتھا تعلق۔ پچھلی سورۂ اسریٰ میں کفار کی ایمان سے دوری کی ایک وجہ بیان ہوئی کہ انبیاءِ کرام کو اپنے جیسا بشر سمجھتے رہے اب اس سورۂ کہف میں کفارِ مکہ کے ایمان نہ لانے کی دوسری وجہ بیان ہو رہی ہے کہ یہ ان کا پرانا طریقہ اور باپ دادوں کی رسم بد ہے۔ پانچواں تعلق۔ پچھلی سورت میں بھی آخرت کے وعدے کا ذکر تھا اور اس سورۃ میں بھی مگر وہاں فرمایا گیا تھا کہ ہمارا وعدہ سب کو ایک جگہ لپیٹ کر لائے گا۔ لَفِيفًا۔ کر کے۔ اور یہاں فرمایا گیا دَكًّا۔ یعنی آیت ۹۸ علیحدہ جدا اور ٹکڑیں کر کے۔ گویا کہ سورۂ اسریٰ میں میدانِ محشر کے اندر آنے کی آخری حالت کا ذکر ہوا اور اس سورۂ کہف میں میدانِ محشر کی طرف آنے کی پہلی حالت کا ذکر ہے۔ چھٹا تعلق۔ پچھلی سورۃ میں حضرتِ موسیٰ کو توریت دینے کا ذکر ہوا جس کے متعلق یہودیوں کا گمان تھا کہ توریت میں تمام علوم ہیں اس کے ہوتے ہوئے کسی اور کتاب زبور انجیل اور قرآن مجید وغیرہ کی ضرورت نہیں اب اس سورۃ میں حضرت موسیٰ و خضر اللہ تعالیٰ کے دو نبیوں علیہما السلام کا ذکر اور واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ یہودیوں کا باطل گمان توڑ کر ثابت فرمایا جا رہا ہے کہ توریت اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس تمام علوم نہیں ہیں بلکہ ہزاروں علم ایسے ہیں جو حضرت موسیٰ کو نہ دیئے گئے نہ وہ

توریت میں ہیں۔

شانِ نزول۔ یہ سورۃ کہف ایک دم سب کی سب مکہ مکرمہ میں اتری اس کی کوئی آیت مدنی نہیں ہے اس کو لے کر ستر ہزار فرشتے آئے جبرئیل آمین کے ساتھ۔ اور پوری سورت کا یکدم نازل ہونا کفار مکہ کے بہت سے مختلف جواب دینے کی وجہ سے ہوا۔

تفسیر نحوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّاحَدَ عَشَرَ اٰيٰتٍ وَّاثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا۔ ب جارہ اسم۔ اسم مفرد جامد مضاف ہے اللہ۔ اسم جامد علم ذاتی ہے موصوف الف لام اسمی رحمٰن صفت اول۔ الرحیم صفت دوم یہ سب مرکب توصیفی مضاف الیہ ہوا اسم کا وہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے اشرع یا ثابت پوشیدہ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ سُوْرَةٌ اسم مفرد جامد متغیر ہے سور البلد سے بمعنی گھیرنے والا۔ مراد ہے جامع مانع۔ قرآن مجید کے ایک پورے مضمون کو پورا واقعہ یا قصہ اور مقصد قصہ یا پورا قانون گھیرنے اور بیان کرنے والی عبارت کو اصلاح میں سورت کہا جاتا ہے۔ اَلْكَهْف۔ الف لام جنسی ہے یا عہد خارجی۔ کہف اسم مفرد جامد اس کی جمع کثرت ہے کہوف۔ بمعنی چھوٹی پہاڑی۔ پناہ گاہ۔ کمرہ یا گھر نما غار یا ہر غار مراد ہے۔ یہ لفظ اس سورۃ کا نام ہے کیونکہ اس میں اصحاب کہف کا اجمالی واقعہ ذکر ہے یہ مضاف الیہ ہے سُوْرَةٌ کا مرکب اضافی بتدا ہے۔ مَكِّيَّةٌ۔ یہ تین لفظ کا مجموعہ ہے مکہ۔ ی نسبتی۔ اور تاء وحدت۔ مکی بھی پڑھا جاتا ہے مذکر کے لیے۔ چونکہ لفظ سُوْرَةٌ مؤنث ہے اس لیے یہاں مَكِّيَّةٌ ہے ایک قول میں یہ مؤنث کی ت ہے۔ واؤ ابتدائیہ۔ ھِيَ۔ ضمیر واحد غائب مرجع ہے سورۃ یعنی وہ سورۃ۔ مِائَةٌ اسم عددی معرب نکرہ بمعنی ایک سو واؤ عاطفہ اَحَدَ بمعنی ایک عَشَرَ بمعنی دس مرکب بنائی ہے بمعنی گیارہ یہ دونوں اکائی دھائی بنی فرع ہے۔ معطوف ہے مِائَةٌ کا سب عطف مل کر ممیز مضاف ہوا۔ آیات جمع مؤنث سالم تمیز مضاف الیہ ہے اس کا واحد آیۃ ہے بمعنی مضمون کا ایک جز۔ یہ معطوف علیہ ہے۔ واؤ عاطفہ۔ اِثْنَا بمعنی دو عَشَرَ بمعنی دس یہ دونوں مرکب بنائی ہے بمعنی بارہ۔ اسم عددی ہے اثنا معرب ہے۔ دراصل تھا اثنان تثنیہ کی۔ نون اعرابی آخر سے گر گئی اضافت بیانیہ کی وجہ سے یہ مضاف ہے عَشَرَ مبنی بر فتحہ ہے۔ یہ سب ممیز ہے۔ رُكُوْعًا۔ اسم مفرد بحالت نصب ہے کیونکہ تمیز ہے رکوع بروزن فعول بمعنی جھکنا۔ ٹیڑھا ہونا۔ یہ سب ممیز تمیز مل کر معطوف اور سب عطف مل کر خبر ہے بتدا ھی کی۔ بتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا۔ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا۔ الف لام استغراقی حَمْدُ حاصل مصدر بتدا لام جارہ ملکیت اللہ مجرور موصوف ہے

اَلَّذِیْ اسم موصول مذکر اَنْزَلَ۔ باب افعال کا ماضی مطلق معروف ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع اللہ تعالیٰ عَلٰی۔ اِستعلائیہ عَبْد اسم مفرد جامد عبادت گزار۔ ہٖ۔ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے اَنْزَلَ کا۔ الف لام عہد خارجی کتاب اسم مفعول بمعنیٰ مکتوب بحالت فتحہ ہے مفعول بہٖ ہے اَنْزَلَ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ واؤ عاطفہ۔ لَمْ یَجْعَلْ فعل مستقبل بمعنیٰ ماضی نفی جحد بلم۔ ھُوَ۔ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع اللہ لام جارہ بمعنیٰ فی۔ ہٖ۔ ضمیر مجرور کا مرجع کتاب ہے۔ عِوَجًا۔ اسم نکرہ جامد بمعنیٰ ٹیڑھ۔ خرابی۔ مستقیم کا مقابل اس کی دو لغتیں ہیں ۱۔ عِوَجٌ عین کے کسرے سے بمعنیٰ باطنی قلبی عقلی ٹیڑھ جس کو بصیرت سے دیکھا جاتا ہے ۲۔ عَوَجٌ عین کے فتحہ سے بمعنیٰ ظاہری۔ جسمانی ٹیڑھ جس کو آنکھ کی بصارت سے دیکھا جاسکتا ہے۔ بحالت فتحہ ہے بوجہ مفعول بہٖ۔ قَیِّمًا صفت مشبہ قَوْمٌ یا قِیَمٌ سے بنا ہے بمعنیٰ درست کرنا۔ سیدھا کرنا۔ کھڑا کرنا۔ صفت کا ترجمہ ہوا بہت درست کرنے والا حال ہے لَہٗ کی ضمیر کا۔ لِیُنْذِرَ۔ لام تعلیلیہ اس میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ یُنْذِرَ فعل مضارع معروف باب افعال ھُوَ۔ ضمیر اس میں پوشیدہ فاعل ہے یُنْذِرَ کا مرجع ہے کتاب۔ یُنْذِرُ کا مصدر ہے اِنْذَارٌ بمعنیٰ ڈرانا۔ آئندہ کسی آنے والے عذاب وغیرہ سے خوف کا معنیٰ ہے موجودہ چیز سے ڈرنا۔ بَاْسًا۔ اسم مفرد جامد نکرہ معرب ہے بمعنیٰ تنگی۔ تکلیف مصیبت۔ یہاں مراد ہے عذاب الٰہی۔ شَدِیْدًا۔ صفت مشبہ بمعنیٰ بہت سخت صفت ہے بَاْسًا کی۔ یہ مرکب توصیفی مفعول بہٖ ہے۔ مِنْ حرف جر ابتداء کلام کے لیے لَدُنْ اسم مفرد ظرفیہ مکانیہ بمعنیٰ قریب۔ ہٗ۔ ضمیر واحد غائب کا مرجع اَللہ۔ یہ مرکب اضافی مِنْ سے مجرور ہو کر متعلق ہے مَوْجُوْدًا پوشیدہ کا موجودًا اسم مفعول اپنے ھُوَ پوشیدہ نائب فاعل اور متعلق سے مل کر صفت دوم ہے بَاْسًا کی۔ ایک قول میں مِنْ لَدُنْہُ متعلق ہے لِیُنْذِرَ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا وَاؤ۔ عاطفہ یُبَشِّرَ۔ باب تفعیل کا مضارع معروف اس کا مصدر ہے تَبْشِیْرٌ بِشْرٌ یا بُشْرٌ یا بَشْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ خوشخبری دینا یا سنانا۔ اَلْمُؤْمِنِیْنَ۔ الف لام اِستغراقی۔ مُؤْمِنِیْنَ جمع مذکر بحالت فتحہ ہے موصوف ہے اَلَّذِیْنَ کا۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول یہ مابعد تمام عبارت صلہ سے مل کر صفت ہے مُؤْمِنِیْنَ کی۔ یَعْمَلُوْنَ فعل مضارع معروف جمع غائب عَمَلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ اعضاء ظاہری سے کام کرنا۔ اَلصّٰلِحٰتِ۔ الف لام عہدی صَالِحٰتِ صَالِحَۃٌ کی جمع مؤنث سالم ہے بمعنیٰ اچھا کام نیکیاں۔ بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہٖ ہے یَعْمَلُوْنَ کا اَنَّ۔ حرف مُشَبَّہ بالفعل لام جارہ ھُمْ کا ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مجرور۔ یہ مجرور متعلق ہے پوشیدہ مَوْجُوْدٌ اسم مفعول کا۔ سب جملہ اسمیہ ہو کر خبر اَنَّ۔ اَجْرًا اسم جامد نکرہ معرب بمعنیٰ بدلہ مراد ہے جنت موصوف ہے۔ حَسَنًا۔ اسم حاصل مصدر بمعنیٰ اچھا۔ خوبصورت۔ فائدے مند۔ یہ صفت ہے اجرًا کی مرکب توصیفی

اَنَّ کا اسم ہے۔ مَاکِثِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر مَکْثٌ سے بنا ہے بمعنی ٹھیرنا رہائش رکھنا۔ فِیْ جارہ ظرفیہ ہٖ۔ ضمیر کا مرجع اَجْرًا۔ اَبَدًا۔ اسم ظرف جامد نکرہ معرب ظرف ہے اور متعلق ہے مَاکِثِیْنَ کا۔ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے ھُمْ کا۔ وَیُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا۔ مَالَھُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِہِمْ کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاہِہِمْ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا واوٗ عاطفہ۔ عطف ہے مابعد عبارت کا ماقبل لِیُنْذِرَ پر یُنْذِرَ۔ باب افعال مضارع منصوب ہے عطف تابعی کی وجہ سے اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر قَالُوْا۔ فعل ماضی صیغہ جمع مذکر غائب۔ ھُمْ۔ ضمیر اس میں پوشیدہ فاعل ہے اس کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے۔ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اِتَّخَذَ۔ باب افتعال کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب اس کا مصدر اِتِّخَاذٌ ہے۔ اَخْذٌ سے بنا ہے بمعنی بنانا۔ لینا۔ پکڑنا۔ یہاں سب معنے مناسب ہیں اللّٰہُ۔ اسم اعظم نام ہے ذات باری تعالیٰ کا۔ بحالت رفع فاعل ہے۔ وَلَدًا۔ اسم مفرد نکرہ منصوب ہے۔ بمعنی بچہ۔ بیٹا۔ اولاد اس کی جمع ہے۔ مفعول بہ ہے۔ یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ہوا۔ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ مَا نافیہ مشبہ بلیس۔ لام جارہ تعدیہ کا۔ ھُمْ۔ ضمیر کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے۔ یہ جار مجرور متعلق ہے ثَبَتَ پوشیدہ کا۔ بِہٖ۔ ب جارہ تعدیہ کی۔ ہٖ۔ ضمیر کا مرجع وَلَدًا ہے یا اِتِّخَاذٌ عقیدہ بھی ہے اور قول بھی۔ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے۔ مِنْ جارہ تبعیضیہ بمعنی کوئی۔ کچھ بھی۔ عِلْمٍ۔ اسم مفرد نکرہ جامد۔ یہ جار مجرور متعلق سوم ہے ثَبَتَ فعل پوشیدہ کا۔ سب مل کر جملہ فعلیہ منفیہ ہو گیا۔ واوٗ۔ عاطفہ۔ عطف ہے مابعد کا ماقبل لَھُمْ پر لا مشبہ بلیس۔ لام۔ جارہ تعدیہ یعنی مفعول بہ بتانے کا۔ آبَاءِ جمع مکسر ہے اس کا واحد اَبٌ ہے۔ بمعنی باپ دادے۔ ھِمْ۔ ضمیر مضاف یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر اسی ثَبَتَ پوشیدہ سے متعلق لَھُمْ پر عطف ہو کر۔ ایک قول میں نیا ثَبَتَ پوشیدہ ہے یہی صحیح ہے وہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر لا مشبہ بلیس کی۔ اور پہلا جملہ خبر ہے مَا نافیہ کی۔ دونوں جگہ عِلْمٌ پوشیدہ ہے وہ اِنَّ کا اسم بن رہا ہے۔ یہ سب اپنے اپنے جملے بن گئے کَبُرَتْ۔ باب کَرُمَ کا ماضی ہے کِبَرٌ سے بنا ہے بمعنی بڑا ہونا۔ سخت ہونا۔ اس میں پوشیدہ ھِیَ ضمیر فاعل ہے ممیز ہے اس سے مراد ہے قول کَلِمَۃً۔ اسم مفرد مذکر ت وحدت کی بحالت نصب ہے کیونکہ تمیز ہے۔ پچھلے ھِیَ پوشیدہ کا اور موصوف ہے اگلی عبارت کا۔ تَخْرُجُ۔ مضارع معروف مؤنث۔ ھِیَ اس میں مستتر اس کا فاعل ہے اس کا مرجع کَلِمَۃً ہے۔ مِنْ جارہ ابتدائیہ۔ اَفْوَاہِ اسم جمع مکسر منصرف اس کا واحد ہے فُوْہٌ۔ دراصل تھا فَمٌ ثقل کی بنا پر میم کو واؤ سے بدلا اور تفخیم کے لیے آخر میں ہ لگا دی مضاف ہے ھِمْ ضمیر جمع غائب اس کا مضاف الیہ مرجع ہے اَلَّذِیْنَ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے تَخْرُجُ کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر صفت بنی کَلِمَۃً کی کبرت فعل سب سے مل کر مکمل ہوا۔ اِنْ نافیہ یَقُوْلُوْنَ۔ مضارع معروف جمع غائب مذکر قولٌ سے مشتق ہے

ھُمْ پوشیدہ اِس کا فاعل ہے یہاں شَیْئًا پوشیدہ ہے بمعنیٰ کچھ یہ مقولہ اور مستثنیٰ منہ ہے اِلَّا حرفِ استثنا مفرغ کیونکہ مستثنیٰ منہ ظاہر موجود نہیں۔ کَذِبًا۔ اسم حاصل مصدر بمعنیٰ جھوٹ بناوٹ یہ مستثنیٰ ہے سب استثنا مل کر مقولہ ہوا۔ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہوگیا۔

تفسیر عالمانہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا مَّاكِثِیْنَ فِیْهِ اَبَدًا۔ تمام تعریفیں حمد ہوں یا ثنا۔ تسبیح ہو یا تقدیس۔ ابدی ازلی۔ قدیمی۔ حدثی۔ استمراری۔ استقراری۔ باقی۔ عارضی سب اُسی اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے لیے ہیں جس نے عظیم کرم رحمت شفقت انعام اعلام احسان فرماتے ہوئے اس معراج پر چڑھنے والے عَبْدِہٖ اپنے ایسے عظیم بندے پر پیچھے اُتار کر نازل فرمائی ایک قدیمی کتاب۔ وہ بندہ جس کی شان عرش فرش لامکان پر عَبْدُہٗ ہے وہ عبد جس کی عبدیت اَوجِ کمال پر ہے جس کی عبدیت کے لیے کسی جہت سمت مکان وزمان وقت وساعات مسجد مدرسہ خانقاہ مزارات کی قید نہیں جس کی عبدیت نے ساری زمین کو مسجد اور ساری شریعت کو عالمگیر مصلّٰی بنا دیا۔ ایسے بندے پر وہ عظیم کلام نازل فرمایا جو ازلِ قدیم سے کتابِ ملکوتی وقانونِ جبروتی ہے اور صفاتِ ذاتیہ میں لکھی ہوئی ہے اور نہیں پسند کی گئی اس کتاب کے لیے مخلوقیت نہ ڈالی اُس کے لیے ذرہ سی بھی ٹیڑھ نہ اُس میں کمزوری ہے نہ اُلجھاؤ نہ نقص نہ غلط بیانی نہ فصاحت وبلاغت کے خلاف نہ حروف اعراب میں کمی نہ الفاظ ومعانی میں فرق حضرت ابنِ عباس نے فرمایا کہ عِوَج کا معنیٰ ہے مخلوق۔ اعلیٰ مقامِ عبدیت یہ ہے کہ فی ذاتہٖ عالم ہو اور لغیرہٖ معلّم ہو۔ معراج عبدیت کی شان ہے کہ عبد بلندی پر پہنچا اور نزولِ کتاب نورانیت کی شان ہے۔ معراج میں آیت کی رویت ہے نزولِ کتاب میں آیت کی عطا ہے۔ وہ کتاب جس میں ہر عِوَج کی نفی ہے اور جب عِوَج کی نفی ہو تو قَیِّم کا اثبات ہوتا ہے یہ کتاب اَزل سے اَبد تک سات آسمانوں سات زمینوں میں سات طرح قَیِّم ہے ۱ـ اس طرح کہ یہ مستقیم ہے ۲ـ یہ معتدل ہے ۳ـ نہ اس میں اِفراط ہے کہ بندوں کو مشقت پڑ جائے ۴ـ نہ تفریط ہے کہ اُس کے ہوتے پھر کسی دوسری کتاب وکلام کی ضرورت پڑے ۵ـ نہ اس کے الفاظ میں خلل ہے ۶ـ پہلی آسمانی کُتب کا یہ خلاصۂ کاملہ ہے تمام کتب سابقہ پر غالب و شاہد ہے ۷ـ تمام بندگانِ الٰہیہ کا دین دُنیا قبر حشر میں کفیل ہے۔ کائناتِ عالم میں اس لیے نزول فرمایا تاکہ تمام کفارِ عالم کو ڈرائے اُس عذابِ شدید سے جو اُس رب تعالیٰ جَلَّ وَعُلٰی کے پاس ہے۔ جس سے کوئی نافرمان بچ نہیں سکتا۔ اِس کتاب میں عِوَج نہیں اس لیے یہ کامل فی ذاتہٖ ہے اور یہ کتاب قَیِّم ہے اِس لیے مُکمّل لغیرہٖ ہے اور جس کی یہ شان ہو اسی کا کام ہے کہ ڈرائے کفار کو عذابِ دائمی ابدی سے وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ

اور خوشخبری سنائے اُن ایمان والوں کو جو ایمان کے ساتھ ساتھ دین دنیا کے اچھے بااخلاق اعلیٰ کردار عمل بھی کرے۔ اِس بات کی خوشخبری کہ اَنَّ لَهُمْ۔ بیشک اُن کے لیے حَسِین وجمیل اجر ہے اُن کے ایمان کے بدلے اور مَاكِثِينَ فِيهِ اس اپنے اجر حسن میں ہمیشہ ہی رہنے والے ہیں اپنے اعمال کے بدلے یہ قرآن مجید سب کے لیے نعمت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی اس طرح کہ اِس نے کلام کے ذریعے اسرار۔ احکام۔ توحید۔ تنزیہہ۔ صفاتِ جلال واکرام۔ احوالِ ملائکہ۔ اخبارِ انبیا کا علم عطا فرمایا۔ قضا وقدر۔ عالمِ سفلی۔ عالمِ علوی۔ عالمِ آخرت کا تعلق دنیا سے عالمِ روحانیت کا ارتباط عالمِ جسمانیت سے کشفِ لاہوتِ قدس کا علم عالمِ ملکوت۔ سیرِ جبروت صفاتِ الٰہیہ کے تمام علوم اسی قرآن سے حاصل ہوئے یہ قرآن تمام انسانوں کے لیے بھی نعمت ہے اس لیے کہ اسی کے ذریعے شریعت۔ طریقت۔ حقیقت۔ معرفت۔ عبادت۔ ثواب۔ عذاب۔ گناہ نیکی۔ عقاب۔ عتاب وعدہ وعید۔ تکلیف وترخیص۔ عبرت۔ نصرت خوف۔ خشیت۔ قصص وتمثیلات کا ہم سب بندوں کو پتہ لگا۔ اس لیے تمام پر اُس اللہ کی حمد وثنا واجب ہے۔ حمد۔ مدح۔ تعریف۔ ثنا میں یہ فرق ہے۔ ذاتی اختیاری فعل پر اچھا کہنا حمد ہے چونکہ ذاتی اختیاری فعل صرف رب تعالیٰ کا ہے اس لیے تمام حمدیں صرف اسی کی ہیں۔ عطائی فعل پر تعریف کرنا مدح۔ کسی نعمت کی عطا پر اچھا کہنا ثنا ہے۔ کسی کی پہچان کرانا تعریف ہے۔ وَيُنذِرُ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا۔ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ وَلَا لِآبَائِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِن يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا۔ اور یہ قرآن مجید اُن سخت ترین کافروں کو خصوصی طور پر عذابِ شدید سے ڈراتا خوف دلاتا ہے جنہوں نے اپنے قول عقیدے مسلک مذہب تحریر وتقریر سے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اللہ نے اولاد بیٹا بیٹی پیدا کرلی۔ حالانکہ یہ عقیدہ اتنی بڑی جہالت ہے کہ نہیں ہے اُن کافروں مشرکوں کے لیے اِس عقیدے اس قول میں ذرا بھی علمیت اور اسی طرح اِن کے اُن باپ دادوں آباؤ اجداد کو بھی علم سے کوئی تعلق نہیں جنہوں نے یہ کفریہ عقیدہ بنایا تھا۔ خیال رہے کہ یہ عقیدے پہلے پہل پولس یہودی نے جھوٹا عیسائی بن کر بنایا۔ عیسٰی علیہ السلام کے متعلق کہ مسیح کو اللہ کا اکلوتا بیٹا کہا پھر یہودیوں نے اس کے مقابل حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا کہا۔ پھر کفارِ مکہ نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہنا شروع کیا۔ (از تفسیر کبیر۔ خازن۔ مظہری) یہ عقیدہ سب سے زیادہ اور بڑا کفر شرک اس لیے ہے کہ اولاد کی شرکت وراثت سب سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے اور اولاد والا سب سے زیادہ بزدل اور کمزور ہوتا ہے۔ اولاد والے کو اپنی اولاد کی محتاجی کا خیال ضرور ہوتا ہے اور اولاد پر بھروسہ کا سہارا رہتا ہے۔ دوسری شرکتیں ختم کی جاسکتی ہیں مگر اولاد کی شرکت اور وراثت کو باپ ختم نہیں کر سکتا۔ یہاں باپ مجبور تر ہوتا ہے۔ اسی لیے كَبُرَتْ كَلِمَةً

سب سے زیادہ بڑا شرک ہو گیا یہ عقیدہ ایسی بات کے اعتبار سے ہے جو نکلی ہے اُن کے مومنوں زبانوں سے ۔ یہ اقوال جو اُنہوں نے بولے ہیں صرف جھوٹ ہی ہیں سچائی کا ذرہ بھی نہیں ہے ہر وہ چیز جو حقیقت کے خلاف ہو واقعہ کے مطابق نہ ہو ۔ اس کو کذب اور جھوٹ کہا جاتا ہے ۔ اگرچہ بولنے والا اپنے اس قول کو واقعہ کے مطابق ہی سمجھتا ہو ۔ اور اگر بولنے والا بھی اس کو واقع اور حقیقت کے خلاف سمجھتا ہو تو وہ کذبِ اکبر ہے ۔ یہی یہاں مراد ہے یعنی اہلِ عقل کفار کی عقلیں اپنے باطن میں اس کو جھوٹ ہی سمجھتی ہیں

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے ۔

پہلا فائدہ ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کے عبد ہیں اور تمام مخلوق بھی بندے ۔ مگر فرق یہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے عبدِ مطلق ہیں اور باقی تمام عبدِ مقیدّ ہیں ۔ عبدِ مطلق کسی کا محتاج نہیں ہوتا سوائے اللہ تعالیٰ کے ۔ لیکن عبدِ مقیدّ عبدِ مطلق کا محتاج ہوتا ہے یہ فائدہ عَبْدِہٖ فرمانے سے حاصل ہوا ۔ اس لیے کہ عبدِ مطلق عبدِ حقیقی ہوتا ہے اور عبدِ حقیقی عبدِ کامل بن کر محبوبیت کے مقام پر قائم ہو جاتا ہے ۔ محبوب کو کسی غیر کا محتاج نہیں چھوڑا جاتا ۔ **دوسرا فائدہ** ۔ جزا کے لیے جنت میں داخل ہو کر کوئی نہ نکلے گا نہ نکالا جائے گا ۔ یہاں اسی داخلے کا ذکر ہے ۔ بغیر جزا کے داخل ہونے کے بعد نکلنا ہو گا ۔ جیسے حضرت آدم کا داخلہ اور شبِ معراج میں آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا داخلہ ۔ **تیسرا فائدہ** ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کا نازل فرما دینا ۔ رب تعالیٰ کی شانِ کمال ہے اس لیے یہ نزول رب تعالیٰ کے معرفت کی بڑی نشانی ہے ۔ یہ فائدہ ۔ لِلّٰهِ الَّذِیْ کے تعارفی جملے سے حاصل ہوا ۔ **چوتھا فائدہ** ۔ قرآن مجید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عظیم نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ کا انعام ہے کیونکہ اس قرآن مجید کو تا قیامت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ بنایا گیا ۔ جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور تمام شانیں ثابت ہوتی رہیں گی ۔ یہ فائدہ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا ۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں ۔

پہلا مسئلہ ۔ قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے صرف احادیث کو دیکھنا ضروری شرط ہے ۔ لہٰذا وہی قیاس اور فقہ قابلِ قبول ہے جو احادیث کے منشا کے مطابق ہو ۔ اس وجہ سے امام اعظم کا فقہ ہی اسلام کی اعلیٰ سند ہے کیونکہ امام اعظم رض کے تمام مسائل اور قواعدِ فقہ ۔ احادیث کے مطابق ہیں ۔ دیگر ائمہ کے بہت سے مسائل ذاتی قیاس پر مبنی ہیں جن پر عمل کرنا منشاءِ احادیث کے خلاف بنتا ہے ۔ یہ مسئلہ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهٖ فرمانے سے مستنبط ہوا ۔ **دوسرا مسئلہ** ۔ سب سے بڑا کفر اور شرک اللہ کے لیے اولاد کا عقیدہ بنانا ہے ۔ اور یہ سب کفروں کی جڑ ہے یہ مسئلہ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا (الخ) کو خصوصیت سے

الگ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ**۔ کسی بات کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ شرط نہیں کہ بولنے والا بھی اپنے عقیدے اپنے خیال و گمان میں اِس کو جھوٹا ہی سمجھے۔ بلکہ اُس کا عقیدہ اِس قول کی سچائی پر کتنا ہی پختہ کیوں نہ جما ہو مگر جو حقیقتِ واقعی کے خلاف ہو وہ کذب اور جھوٹ ہے یہ مسئلہ اِلَّا کَذِبًا فرمانے سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ جب معراج میں باری تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اوپر بلایا تو فرمایا سُبْحٰنَ الَّذِیْ اور جب قرآنِ مجید کو نیچے بھیجا تو فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اس فرق کی وجہ کیا ہے۔؟

جواب۔ لفظ سُبْحٰنَ قدرت کے عظیم شاہکار پر تعجب دلانے کے لیے بولا جاتا ہے اور لفظ اَلْحَمْدُ شکر کرانے کے لیے بولا جاتا ہے تو چونکہ معراج پر حیران کُن تعجب ہونا چاہیے اس لیے سُبْحٰنَ فرمایا گیا اور چونکہ قرآن مجید جیسی نعمت کا نزول ہونا اور پھر عَلٰی عَبْدِہٖ ہونا کروڑہا شکروں کو واجب کرنے والا ہے اس لیے یہاں اَلْحَمْدُ ارشاد ہوا۔ نیز مقامِ تسبیح مُبْدَا ہے اور مقامِ حمد مُنْتَہٰی ہے اس لیے پہلے سُبْحٰنَ فرمایا پھر اَلْحَمْدُ شان و کمالاتِ مصطفیٰ کا پہلا درجہ معراج لامکانی ہے اور آخری درجہ نزولِ قرآنی ہے گویا کہ معراج سے شروع ہو کر نزول تک بلندیِ درجات ہے اس لیے وہاں پہلی آیت سُبْحٰنَ الَّذِیْ اور یہاں پہلی آیت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وہاں شانِ عظمت سے تعارُف اور یہاں شانِ عطا سے تعارُف۔

دوسرا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ پہلے عِوَج کی نفی کی گئی پھر قَیِّم ہونے کا اثبات کیا گیا۔ حالانکہ وجود پہلے ہوتا ہے پھر اُس کے نقائص کی نفی کی جا سکتی ہے؟ **جواب**۔ آپ کا یہ قاعدہ ثبوتِ ذات کے لیے ہے۔ لیکن یہاں صفات کا بیان ہے عِوَج بھی صفات سے ہے اور قَیِّم ہونا بھی۔ اس لیے آپ کی بیان کردہ ترتیب ضروری نہیں۔ اور عِوَج کی نفی پہلے اور قَیِّم کا اثبات بعد میں کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عِوَج کا تعلق قرآنِ کریم کی اپنی ذات سے ہے۔ اور قَیِّم کا تعلق غیر کو درست کرنے سے ہے۔ اِس لیے اپنے کمال کا ذکر پہلے ہونا ضروری ہے کہ جو خود کامل ہوگا، ہی دوسرے کو مُکمل کر سکتا ہے۔ **تیسرا اعتراض**۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ قرآنِ مجید کے انذار یعنی ڈرانے کا ذکر پہلے فرمایا گیا اور بشارت کا ذکر بعد میں ہوا۔

جواب۔ اِس لیے کہ انذار میں تکلیف اور عذاب سے بچانا ہے اور بشارت میں نعمت کی عطا ہے۔ اور مصیبتوں سے بچانا پہلے ہی ہونا چاہیے۔ تاکہ نعمتوں کی صحیح لذت آئے بیمار کو تو میٹھی چیز بھی کڑوی لگتی ہے۔ **چوتھا اعتراض**۔ اَجْرًا حَسَنًا کے بعد مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا کیوں فرمایا گیا۔؟۔ اَجْرًا حَسَنًا کہنا ہی کافی تھا۔ **جواب**۔ چونکہ بندوں کے کام دو ہیں ۱۔ ایمان ۲۔ عبادات و اعمالِ صالحہ کرنا۔ اس لیے دو بدلے

عطا فرمائے ع ۱ ایمان کا بدلہ اَجْرًا حَسَنًا ع ۲ اور اعمال کا بدلہ مَّاكِثِينَ فِيهِ أَبَدًا نیز یہ مومنین کی قدر و عزت افزائی ہے کہ چند ساعتوں کے اعمال پر ابدالآباد کا اجر۔ بعض نے فرمایا کہ اعمال کا بدلہ اَجْرًا حَسَنًا ہے اور ایمان کا بدلہ مَّاكِثِينَ فِيهِ أَبَدًا ہے کیونکہ اعمال منقطع ہو جاتے ہیں مگر ایمان ابدالآباد تک ہے تو اس کا بدلہ بھی ابدالآباد تک ہوا۔

تفسیر صوفیانہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۔ قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا مَّاكِثِیْنَ فِیْهِ اَبَدًا ۔ تمام حمدیں اس باری تعالیٰ جل مجدہٗ کے لیے جس نے اپنے کمالاتِ الٰہیہ اور صفاتِ جمالیہ و جلالیہ کے اظہار کے لیے حامدیت محمودیت کی کتاب انوارِ ذات محمدیت کے مقامِ عبدیت پر نازل فرمائی اور اپنے بندے کی صفاتِ احمدیت میں کوئی کمی و کجی نہ بنائی اسی لیے مشاہدۂ ذات کے وقت اس کی نگاہیں قیم اور مستقیم اور سیدھی قائم رہیں تاکہ ڈرائے یہ سینۂ مصطفیٰ کی کتاب وادیٔ طلب میں چلنے والے ہر نیک و بد کو کہ اسے متقیوقاتِ احد غیور ہے اور گناہگارو۔ وہ وحدہٗ لاشریک غفور ہے۔ مسافرانِ وادیٔ حیرت کو قہر فراق کے پاسِ شدید سے ڈرائے اپنے قرب جلال میں سے قہر دو قسم کا ہے ایک وہ جو ظاہر و باطن میں قہر ہے جو نافرمان محجوبین کا حصہ ہے۔ دوم وہ جو ظاہر میں قہر ہے باطن میں لطف و مہربانی ہے۔ یہ قہر خاص ہے محبوبین و عاشقین کے لیے اور خوشی کی خبریں سنائے اُن اہلِ ایمان تسلیم و رضا کے بندوں کو جو وادیٔ حیرت میں خیریت بقا کا عمل کرتے ہیں۔ بیشک ان کے لیے قربِ جمال میں باقیاتِ خیرات کا اجرِ حسن ہے۔ یہ خوش نصیب آغوشِ محبت کے اجر و ثواب میں ہمیشہ کی لذت پانے والے ہیں۔ بیشک اِنذار و بشیر ہی انسانوں کو بندہ بنانے والی ہے۔ وَّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۔ تاکہ خوف دلائے اُن قہر کے ظالموں کو جنہوں نے یہ گمان کر لیا کہ معبودِ حقیقی نے بقا و فنا غضب و شہوت شجاعت و عفوت کی اولاد بنا لی۔ نہیں ہے اُن ظلمت والوں کے قالب باطن میں انوارِ قدس کا علم اور نہ ہی ان کے آباءِ نفس و شیطان کو حقیقتِ اسرار کا علم ہے۔ عقل و شعور پر بوجھ پڑے گا ان کلماتِ تخریب کا جو ادا ہو گئے ان کے خواہشاتِ ذمیمہ اخلاقِ رذیلہ کے مونہوں سے۔ یہ سب وارداتِ نفسانیہ وجدانِ ذوقیہ صرف لذائذ کذب سے ہی صادر ہو رہے ہیں۔ اس لیے کہ اولاد والد کی مثل ہوتی ہے لیکن جہالت علم کے ظلمت نور کے فنا بقا کے۔ تصورِ عقلی وجدانِ حقیقی کے۔ ہم مثل نہیں ہوتے۔ صرف صوفیا ہی اس راز کو جانتے ہیں اور ان میں فرق محسوس کرتے ہیں۔ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا تصوف وہ قلبی صفت ہے جس میں بندے کو

قیّم بنایا گیا۔ بندہ آئینہ مورتی ہے اُس میں نظارہ اقامتِ حق کا ہے اہلِ نفوس نے تثلیث سمجھ کر اولاد کہہ دیا مگر شعورِ قلبی نے نفس کی تکذیب فرمادی ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ صوفی وہ ہی ہو سکتا ہے جس کی روح خیالاتِ نفس اور عقیدۂ شیطانیہ کی آلائشوں سے پاک ہو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو قربِ بارگاہ میں صفِ اوّل کی بشارت ہے۔ صوفی وہ ہے جو نہ خود کسی چیز کا مالک بنے اور نہ اُس کی ملکیت کا کوئی اور دعویدار ہو۔ اے بندۂ رضا قلب کو مخالفتِ حق کی کدورت سے پاک کر دے۔ اہلِ ہوا دنیا و ما فیہا کو دیکھ کر اولادیت کا دعوے کذب کرتے ہیں۔ مگر صوفی وہ ہے جو آسمانِ زمین میں کسی غیر اللہ کو دیکھتے ہی نہیں۔ وَاللہُ وَرَسُولُہٗ اَعلَم۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمۡ

تو شاید کہیں تم ہلاک کرنے والے ہو اپنی جان کو اُن کے کرتوتوں کی بنا پر

تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے اُن کے پیچھے

اِنۡ لَّمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ اَسَفًا ﴿۶﴾

اگر وہ نہ ایمان لائیں اس وحی کے الفاظ پر۔ غم میں

اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں۔ غم سے۔

اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَى الۡاَرۡضِ زِيۡنَةً لَّهَا

بیشک بنایا ہم نے زمین کی تمام چیزوں کو زمین کی زینت

بیشک ہم نے زمین کا سنگھار کیا جو کچھ اُس پر ہے۔

لِنَبۡلُوَهُمۡ اَيُّهُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ﴿۷﴾ وَاِنَّا

تاکہ ہم امتحان بنائیں اُن کا کہ کون ہے زیادہ اچھا عمل میں اور بیشک

کہ انہیں آزمائیں اُن میں کس کے کام بہتر ہیں۔ اور بیشک

لَجٰعِلُوۡنَ مَا عَلَيۡهَا صَعِيۡدًا جُرُزًا ؕ﴿۸﴾

ہم یقیناً کر ڈالنے والے ہیں اِن تمام باغ بہار کو جو اِس زمین رنگ و بو پر ہے ایک دن بنجر خشک

جو کچھ اس پر ہے ایک دن ہم اسے پٹ پر میدان کو چھوڑیں گے

اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡـكَهۡفِ وَالرَّقِيۡمِ ۙ

کیا تم نے فقط اسی واقعہ اصحاب کہف اور قصہ رقیم کو ہماری نشانیوں

کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کھوہ اور جنگل کے کنارے والے

كَانُوۡا مِنۡ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴿۹﴾ اِذۡ اَوَى الۡفِتۡيَةُ

میں عجیب جانا۔ تو ذرا یاد کرو اس وقت کو جب پناہ پکڑی چند نوجوانوں نے

ہماری ایک عجیب نشانی تھے جب ان جوانوں نے غار میں

اِلَى الۡـكَهۡفِ فَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ

بڑے غار کی طرف تو کہا انھوں نے اے ہمارے رب عطا فرما ہم کو اپنے پاس سے

پناہ لی پھر بولے اے ہمارے رب ہمیں اپنے پاس سے رحمت

رَحۡمَةً وَّهَيِّئۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾

رحمۃ اور تیار فرما ہمارے لیے ہمارے معاملے میں دائمی ہدایت

دے اور ہمارے کام میں ہمارے لیے راہ یابی کے سامان کر۔

فَضَرَبۡنَا عَلٰۤى اٰذَانِهِمۡ فِى الۡـكَهۡفِ

تو ہم نے اُن کے کانوں پر گہری نیند کے ٹھاٹ لگا دیئے

تو ہم نے اس غار میں اُن کے کانوں پر گنتی کے

سِنِيْنَ عَدَدًا ﴿۱۱﴾

گنتی کے سینکڑوں سال

کئی برس تھپکا

تعلق اِن آیاتِ پاک کا پچھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق ۔ پچھلی آیت میں رب تعالیٰ نے کفار سے خطاب فرماتے ہوئے اپنی حمد۔ قرآن مجید کی شان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عبدیت و محبوبیت بیان فرمائی اب اِن آیت میں رب تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرماتے ہوئے کفارِ مکہ کی کفریہ سرکشی و ضلالت کا ذکر فرمایا۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں اوپر آسمان کی طرف سے قرآن مجید نازل فرمانے کا ذکر ہوا جو باطنی ایمان اور روح کی زینت ہے اب اِن آیت میں نیچے زمین کی طرف سے رزق نکالنے پیدا فرمانے کا ذکر ہے جو جسمانی اور ظاہری زینت ہے گویا کہ پہلے عشق والوں کی سمجھ کا زیور اُترا اب عقل والوں کی سمجھ کا زیور بنانے کا ذکر ہوا۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں آخرت کی ابدی زندگی اور ہمیشہ ٹھہرنے کا ذکر ہوا جس کو کفار اپنے کم عقلی۔ نفسانی تعجب کی بنا پر نہ مانتے تھے اب اِن آیت میں غار میں ہزاروں سال اصحابِ کہف کے ٹھہرنے کا ذکر ہے جس کو تاریخی حقائق کی بنا پر مجبوراً ماننا پڑتا ہے تاکہ ثابت ہو کہ یہ واقعہ اُخروی قبر و حشر کی ابدی زندگی کی ادنیٰ سی تشبیہ و دلیل ہے۔

شانِ نزول ۔ امام ابن جریر نے بواسطہ ابنِ اسحاق حضرت عبداللہ ابن عباس سے نقل فرمایا کہ ایک دفعہ چند یہودی راھب چند سرداران مکہ کے ساتھ مل کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے یہ کہتے ہوئے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دو تین ایسے سوال کریں گے کہ وہ لاجواب ہو جائیں گے (معاذ اللہ) اور آکر پہلا سوال کیا کہ روح کسے کہتے ہیں۔ اس پر سورۃِ اسریٰ کی آیت اتری تھیں جس میں فرمایا گیا تھا کہ روح کی حقیقت کو تم کم علم لوگ نہیں سمجھ سکتے یہودی تو خاموش ہو کر چلے گئے مگر کفارِ مکہ نے چاہا کہ کچھ اور سوال کئے جائیں تو انہوں ایک وفد یہود مدینہ کی طرف بھیجا تاکہ ایسے مشکل سوالات پوچھ لائیں جن کا جواب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ بن پڑے۔ یہودیوں نے اُن کو دو سوال بتلائے ایک یہ کہ پوچھو کہ اصحاب کہف کون اور کتنے تھے دوم یہ کہ ذوالقرنین کون تھے اُن کا واقعہ کس طرح ہے۔ اگر نبی ہوں گے تو بتادیں گے ورنہ نہیں۔ کفارِ مکہ نے یہ دونوں سوال بارگاہِ اقدس میں آکر کئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل بتاؤں گا مگر

اِنْ شَآءَ اللہ کہنا یاد نہ رہا۔ اس لیے پندرہ دن تک وحی نہ آئی نہ آپ کو بتانے کی اجازت ملی۔ کفارِ مکہ روز آتے کہ جواب دو مگر نبی کریم انتظارِ وحی کی وجہ سے نہ بتاتے اور خاموش رہتے کفار کو گستاخی کا موقعہ ملتا۔ کبھی کہتے ہمارے آتے ہی اِن غریب اور جاہل غلاموں کو اپنے پاس سے اٹھا دیا کرو اور وحی کے بند ہونے کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غمگینی پریشانی دیکھ کر کہتے کہ ہم ایسے شخص پر ایمان نہیں لائیں گے۔ کبھی کہتے کہ یہودیوں کے پاس آپ سے زیادہ علم ہے انہوں نے ہی یہ سوال ہم کو بتائے جنہوں نے آپ کو پریشان کر دیا ہے۔ تب اِن تمام باتوں کا جواب دینے کے لیے یہ پوری سورۃ یکدم نازل ہوئی جس میں اوّل و آخر دو واقعے تو اُن کے سوال پر ہیں اور تیسرا درمیانی واقعہ حضرت موسیٰ و خضر کا ہے جو ان کی کم علمی اور تھوڑی سی معلومات پر مغرور ہونے کی حالت و عادت کو توڑنے کے لیے نازل ہوا۔ کہ اے اصحابِ کہف و ذوالقرنین کے واقعے پوچھ کر نبوت کا امتحان لینے والو تم تو حضرت موسیٰ و خضر کے واقعے کو نہیں جانتے۔ (روح المعانی خزائن۔ بیان لُبابُ العقول للسیوطی) چونکہ یہ سورت ایک دم سب نازل ہوئی اس لیے اس کا شانِ نزول صرف یہ ایک ہی ہے۔

تفسیر نحوی

فَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا۔ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔

فَ حرفِ استفسار۔ لَعَلَّ حرفِ ترجی ہے یا حرف مشبہ بالفعل بمعنیٰ نہی ہے شفقت کے لیے یا استفہام کے لیے ہے۔ كَ۔ ضمیر واحد حاضر اسم ہے لَعَلَّ کا۔ اس کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ بَاخِعٌ۔ باب فَتَحَ کا اسم فاعل بَخْعٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ غم میں مبتلا ہونا یا کرنا۔ اپنے آپ کو گھُٹنا۔ رنج میں فوت ہو جانا۔ ہلاکت کے قریب ہو جانا۔ چونکہ اسم فاعل کے صیغے ضمیروں سے آزاد اور مطلق ہوتے ہیں اس لیے جیسا کلام ویسا ہی اس کا فاعل ہوتا ہے چنانچہ یہاں کلامِ خطابی ہے اس لیے یہاں اَنْتَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے جس کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نَفْسَ اسم مفرد جامد اسم تاکیدِ ذاتی مضاف ہے كَ مضاف الیہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے بَاخِعٌ کا۔ عَلٰی جارّہ فوقیت کے معنیٰ میں۔ آثار جمع مکسّر ہے اَثَرٌ کا بمعنیٰ نشانِ قدم یا مطلقًا علامت۔ مجازًا حالت و کیفیت کو بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ حالت اور کیفیت حیوانی یا انسانی رغبت کی نشانی ہوتی ہے آثارِهِمْ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے بَاخِعٌ کا۔ اِنْ۔ شرطیہ۔ لَمْ یُؤْمِنُوْا۔ فعل نفی جحد بلم بمعنیٰ ماضی مطلق بابِ افعال سے ہے ایمان مصدر ہے بمعنیٰ اسلام قبول کرنا۔ بِ جارّہ عَلٰی کے معنیٰ میں۔ هٰذَا۔ اسم اشارہ قریبی الف لام عہدِ خارجی حَدِیْث صفت مشبہ حَدَثٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ نیا ہونا۔ منقولِ اصطلاحی میں بات مراد ہے۔ شریعت میں صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتِ مبارک کو حدیث کہا جاتا ہے۔ لیکن یہاں

مراد اسلام کی تمام باتیں یعنی قانون ہے یہ مشار الیہ ہے ھٰذا کا یہ دونوں مجرور ہو کر متعلق ہیں لَمْ یُؤْمِنُوْا کے وہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط موخر ہے اَسَفًا۔ حاصل مصدر جامد بمعنی افسوس کرتے ہوئے۔ یہ بحالت نصب ہے کیونکہ بَاخِعٌ کا مفعول فیہ وہ سب جملہ اسمیہ انشائیہ ہو کر جزاء مقدم ہوئی شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا جزا کے تقدم نے حصر کا فائدہ دیا۔ اِنَّا۔ دراصل اِنَّ نا ہے۔ نا ضمیر جمع متکلم اسم ہے اِنَّ کا۔ جَعَلْنَا فعل ماضی مطلق جمع متکلم باب فَتَحَ جعلنا جَعْلٌ سے مشتق ہے بمعنی بنانا۔ مَا۔ موصولہ۔ علیٰ جارہ فوقیت کا۔ الْاَرْض بمعنی تمام زمین یہ جار مجرور متعلق ہے مَوْجُوْدًا۔ پوشیدہ کا وہ جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر مفعول بہ اول ہے۔ زِیْنَۃً۔ اسم مفرد جامد۔ ۃ تانیث کی ترجمہ ہے خوبصورتی۔ زینت تین قسم کی ہوتی ہے۔

۱۔ زینت نفسی جیسے علم اور اچھے عقیدے ۲۔ زینت بدنی جیسے اچھے اعمال کردار اور طاقت و قوت۔
۳۔ زینت خارجی۔ جیسے خوبصورتی وہی یہاں مراد ہے۔ بحالت نصب مفعول بہ دوم ہے۔ لام جارہ نفع کا۔ ھَا۔ ضمیر مجرور اس کا مرجع ہے اَرْض جار مجرور متعلق ہے جَعَلْنَا کا وہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معلول ہوا۔ لِنَبْلُوَ۔ لام مکسورہ تعلیلیہ نَبْلُوَ صیغہ جمع متکلم فعل مضارع مستقبل فاعل مخاطب باری تعالیٰ۔ بَلْوٌ سے مشتق ہے بمعنی آزمانا امتحان لینا۔ ھُمْ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے اس کا مرجع عام انسان۔ اَیُّ۔ اسم تنکیری مضاف ہے ھُمْ ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی بتدا ہے۔ اَحْسَنُ۔ اسم تفضیل واحد مذکر ممیز ہے۔ عَمَلًا۔ اسم مفرد جامد بمعنی اعمال مراد ہے نیکیاں یعنی آخرت کے لحاظ سے اچھے کام۔ منصوب کیونکہ تمیز ہے یہ یہ ممیز تمیز خبر بتدا ہے۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول فیہ ہے نَبْلُوَ کا۔ ایک قول میں ہے ھُمْ ضمیر کا۔ ایک قول میں سبب ہے نَبْلُوَ کا۔ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَیْھَا صَعِیْدًا جُرُزًا۔ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَھْفِ وَالرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا اِذْ اَوَی الْفِتْیَۃُ اِلَی الْکَھْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً وَّھَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا۔ واؤ سرجملہ اِنَّ حرف تحقیق نَا ضمیر جمع متکلم اِنَّ کا اسم ہے۔ لام کے مفتوحہ برائے تاکید جَاعِلُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر جَعْلٌ سے بنا ہے۔ یہ مشترک ہوتا ہے چھ معنی میں ۱۔ بنانا ۲۔ پھیر دینا۔ ۳۔ بدل دینا ۴۔ ایجاد کرنا۔ ۵۔ درجہ دینا ۶۔ تبدیلی کرنا۔ یہاں پہلے معنی میں ہے مَا موصولہ علیٰ جارہ اپنے استعلائی معنی میں ہے۔ ھَا۔ ضمیر کا مرجع اَرْض ہے یہ جار مجرور پوشیدہ ثابت کے متعلق ہو کر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا مَا کا۔ موصول صلہ مل کر مفعول بہ اول ہوا جَاعِلُوْنَ کا۔ صَعِیْدًا اسم جامد بمعنی صاف و خالص مٹی۔ راکھ۔ خاک۔ یہ موصوف ہے۔ جُرُزًا اسم مفرد جامد بمعنی غبار و دھول۔ یہ صفت ہے صعیدًا کی یہ مرکب توصیفی جَاعِلُوْنَ کا مفعول دوم ہے۔ وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر اِنَّ کی خبر ہو گئی اَمْ حرف سوال بمعنی کیا یہاں پر یہ سوال ایجابی ہے یا سوالِ تفکر ہے یا انکاری ہے بعض نے کہا یہ اقراری ہے مگر اکثر نے انکاری

ماناہے حَسِبْتَ۔ ماضی ہے بابِ حَسِبَ کا حَسْبٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ گمان یا خیال کرنا۔ یا معلوم ہونا۔ اَنْتَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے مرجع عام انسان ہے۔ اَنَّ۔ حرفِ تحقیق اَصْحٰبَ جمع ہے صاحب کی بمعنیٰ۔ والا۔ ساتھی۔ مالک۔ یہاں پہلے معنیٰ میں ہے۔ مضاف ہے۔ الف لام عہدِ خارجی۔ کَہْفٌ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ غار واؤ عاطفہ الف لام عہدی رَقِیْم۔ اس میں نحویوں کے تین قول ہیں ۱۔ یہ صفت مشبّہ ہے رَقْمٌ سے بنا ہے بمعنیٰ مرقوم یعنی لکھا ہوا۔ کھُدی ہوئی لکھائی کو رقم کہا جاتا ہے مراد ہے پتھر یا لکڑی یا دھات پر لکھی ہوئی عبارت ۲۔ یہ رَقْمَۃٌ سے بنا ہے بمعنیٰ علاقہ یا بستی کا گزرگاہ۔ وادی۔ جنگل۔ گلی۔ سڑک بستی میں ہوتی ہیں اس لیے پوری بستی کو رَقِیْم کہا جاتا ہے ۳۔ یہ اصحابِ کہف کے کتے کا نام ہے۔ لیکن ترجیح دوسرے قول کو ہے۔ معطوف ہے سب عَطْفْ مل کر مضاف الیہ اور یہ مرکّب اضافی اسمِ اَنَّ ہے۔ کَانُوْا فعل ناقصہ ماضی مطلق جمع غائب هُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا اسم ہے مرجع اَصحابِ کہف مِنْ تبعیضیہ آیٰت مضاف نَا ضمیر جمع متکلّم مضاف الیہ کا مرجع باری تعالیٰ یہ مرکّب اضافی مجرور ہوکر متعلّق ہے کَانُوْا کا۔ عَجَبًا۔ حاصل مصدر منصوب ہے کیونکہ خبر ہے کَانُوْا کی یہ سب جملہ فعلیہ ناقصہ ہوکر خبر ہوئی اِنَّ کی وہ جملہ اسمیہ ہوکر مفعول بہ ہے حَسِبْتَ کا۔ اِذْ۔ ظرفِ زمانی اَوٰی بابِ ضَرَبَ کا ماضی واحد غائب الف لام عہدی فِتْیَۃٌ جمع مکسّر ہے اس کا واحد فَتًی ہے بمعنیٰ جوان لوگ فاعل ہے اَوٰی کا اِلَی الْکَہْفِ متعلّق ہے اَوٰی یہ جملہ فعلیہ شرط ہے۔ فَ جزائیہ قَالُوْا فعل جمع قَوْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ باتیں کرنا۔ بولنا۔ کہنا۔ عرض کرنا۔ هُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل دونوں مل کر جملہ فعلیہ ہوکر قول ہوا۔ رَبَّنَا۔ مرکّب اضافی منادیٰ ہے بمعنیٰ اے ہمارے رب حرفِ ندا یَا۔ پوشیدہ قائم مقام نَدْعُوْ یعنی ہم دعا مانگتے ہیں اپنے رب سے ندا و منادیٰ مجازًا جملہ فعلیہ ہوگیا۔ اٰتِ بابِ اِفعال کا امر حاضر واحد۔ نَا۔ ضمیر جمع متکلّم اس کا مفعول بہ۔ مِنْ جارّہ ابتدا کے لیے بمعنیٰ طرف لَدُنْ۔ اسم ظرف تقریبی مکانی بمعنیٰ پاس۔ مضاف ہے كَ۔ ضمیر اس کا مضاف الیہ مرجع اللہ تعالیٰ۔ رَحْمَۃً۔ اسم مفرد مؤنث لفظی بمعنیٰ ۱۔ نعمت ۲۔ مفید چیز ۳۔ انعام۔ منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے اٰتِ کا یہ سب جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ ہوا۔ واؤ۔ عاطفہ هَيِّئْ بابِ تفعیل کا امر حاضر اس کا مصدر ہے تَهْيِئَةٌ۔ هَيِّئْ لفیف مقرون سے بنا ہے بمعنیٰ تیار کرنا۔ لَنَا لام جارّہ عِلّت کا یا نفع کا بمعنیٰ ہمارے لیے، ہماری وجہ سے یہ جار مجرور متعلّق اوّل ہے هَيِّئْ کا۔ مِنْ تبعیضیہ۔ اَمْرِ۔ اسم جامد بمعنیٰ ۱۔ معاملہ ۲۔ حالت ۳۔ کیفیت مضاف ہے نَا۔ ضمیر جمع متکلّم مضاف الیہ یہ مرکّب اضافی مجرور ہوکر متعلّق دوم۔ رَشَدًا۔ حاصل مصدر بمعنیٰ ہدایت۔ توفیق۔ یہ مفعول بہ ہے هَيِّئْ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف اور سب عطف مل کر جوابِ ندا۔ یہ دونوں مل کر مقولہ ہوا۔ قول مقولہ مل کر جزا۔ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہوکر ظرف ہوا حَسِبْتَ

کا دہ جملہ ہو کر مکمل ہوا۔ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۔ تعقیب۔ ضَرَبْنَا۔ باب ضرب کا ماضی جمع متکلم ضَرْبٌ سے بنا ہے چھ معنی مشترک ہے۔ مارنا۔ بیان کرنا۔ ڈالدینا۔ لگانا۔ تھپکنا۔ دبانا۔ یہاں آخری دو معنی مناسب ہیں۔ اعلحضرت نے تھپکنا ترجمہ اختیار فرما کر آیت کی تین طرح تفسیر فرما دی۔ ۱ ضرب کا لغوی ترجمہ۔ ۲ کیفیت ضرب ۳ مقصد ضرب۔ کیونکہ تھپکنا سلانے کے لیے ہوتا ہے اور یہی مقصد کلام الٰہی ہے اگر اس کو الہامی ترجمہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ یہ آیت متشابہات میں سے ہے ہم نے نیند کا ترجمہ اسی ترجمے کی اتباع میں کیا ہے کیونکہ نیند کا لفظ آیت میں نہیں ہے۔ علیٰ جارہ فوقیت کے لیے۔ آذان جمع مکسّر ہے اُذُنٌ کی بمعنیٰ کان۔ ھم ضمیر کا مرجع اصحاب کہف۔ یہ مرکب مجرور ہو کر متعلق اوّل ہے ضَرَبْنَا کا فی جارہ ظرف مکانی کے لیے۔ الف لام عہدی کہف اسم جامد بمعنیٰ غار لغت میں بمعنیٰ جائے پناہ۔ سِنِیْنَ۔ اسم جمع سالم مذکر اس کا واحد ہے سَنٌّ بمعنیٰ سال مفتوح ہے ظرف ہے یا مفعول فیہ ہے۔ عَدَدًا اسم جامد بمعنیٰ چند۔ گنتی۔ تعداد۔ بحالت نصب ہے کیونکہ تمیز ہے سِنِیْن کی۔ ضَرَبْنَا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔

تفسیر عالمانہ

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۔ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۔

تو کیا اے پیارے محبوب تم اپنے آپ کو ان ضدی جاہل کفار کے ایمان لانے کی حرص و خواہش میں غم زدہ رہ رہ کر ہلاک یا کمزور اور مرجھا لوگے اگر یہ محض اپنی کم عقلیوں عناد بازیوں کی وجہ سے قرآن مجید کے ان لفظوں پر ایمان نہیں لاتے تو آپ کیوں افسوس کرتے ہو افسوس کرنا۔ اور کیوں غم افسوس میں ہلکان ہو رہے ہو۔ ویسے تو ہر اہل حق ہی خواہش رکھتا ہے کہ اہل دنیا راہ حق پر آجائیں تاکہ سب کے قلوب معطر اور ارواح منوّر سے معاشرہ پاکیزہ ہو جائے۔ لیکن انبیاء کرام خاص طور پر قلب و جگر کی گہرائیوں سے یہ تمنا رکھتے ہیں اور جب اہل باطل اس راہ سعادت اور طریق نجات سے عناد و فساد کرتے ہوئے رخ موڑ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ ان کے قلوب پر غم و اندوہ اور قوم کی بیوقوفیوں سے کتنے دکھ پہنچتے ہیں خاص کر آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمۃ عالمین ہیں۔ قوم کا غرق مذلت ہونا تو برداشت ہی نہیں کر سکتے۔ حرا کے سجدے۔ قیام میں پاؤں کے ورم صبح کی دعائیں اور خلوت کے آنسو۔ اُمتی اُمتی کی فریادیں سب کچھ ہی غم و اندوہ کے نقشے ہیں۔ فرمایا یہ جا رہا ہے کہ اے پیارے نبی ان کا لھو ولعب کھیل کود اور باوجود ہر طرح کا سمجھانے سمجھت شرک کفر بلکہ اللہ کے لیے اولاد ماننے کی بدترین بدعقیدگی کے باوجود دنیا کی ہر طرح سے زینت حاصل کر لینا یہ کوئی ان کی خوش بختی کی علامت نہیں بلکہ بیشک زمین پر جو کچھ بھی ہم نے اس زمین کے ظاہر و باطن میں

زینت اور حسین و مفید چیزیں پیدا کردیں ہیں وہ سب نباتات جمادات حیوانات۔ باغات۔ زراعات
سونا چاندی جواہرات معادن۔ شریعت کی بہاریں طریقت کی لذتیں۔ علماء اولیا کا وجود۔ اس لیے بنایا
گیا ہے تاکہ ہم آزمائش کریں اور لوگوں پر ظاہر کریں کہ ان میں کون سب سے زیادہ خوبصورت اور اچھے
پاکیزہ عمل کرتا ہے جو اچھے عمل کرکے عقیل فہیم بنتا ہے عبادت میں شوق محبت اور سرعت دکھاتا ہے
اور محارم سے بچنے دور رہنے کی تاحیات ہمت دکھاتا ہے۔ کیونکہ دین کے لیے ترک لذت و آرام۔
گھر بار زہد و ریاضت ہی حسن عمل ہے۔ باقی رہیں یہ دنیا کی زینت و دولت۔ تو یہ سب عارضی قابل فنا
ہیں۔ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا۔ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا
عَجَبًا۔ یہ زینت دنیا جس میں مشغول ہو کر غافل انسان آخرت برباد کر بیٹھتا ہے اور احکام اللہ کو اپنے خلاف
سمجھ کر ان کا دشمن بن جاتا ہے اس دنیوی رنگ و بو کا اپنا حال یہ ہے کہ بیشک اَلبتہ ہم بہت جلدی
اس تمام حسن و ادا چنین چناں باغ و بہار گلشن و چمن کھیت و کھلیان کو خشک بنجر چٹیل میدان بنا دینے
والے ہیں یا اس طرح کہ قریب قیامت سب کچھ ختم کردیا جائے گا یا اس طرح کہ ہر موسم بہار کے بعد خزاں
آتی رہیں گی یا کبھی جو علاقہ سرسبز باغوں سے ڈھکا رہتا تھا بدل کر ریگستان بنجر بنایا گیا۔ اس طرح کی
ہزاروں عبرت ساتھیاں قرطاس دھر میں پھیلی پڑی ہیں ۱ اے دنیا میں پھنسے ہوئے غافل انسان اور
دنیا کے لیے اللہ رسول کو چھوڑنے والے بدنصیب۔ کیا تو نے یہ گمان کرلیا کہ بیشک اصحاب کہف اور ان
کی بستی رقیم کا واقعہ ہی بس فقط ہماری نشانیوں میں عجیب تر ہیں۔ بس اسی کو عجیب و غریب از کھا
سمجھ لیا۔ آسمان و زمین۔ شمس و قمر۔ آب و ہوا۔ بہار و خزاں موت و حیات کیا یہ سب ہماری قدرت کاملہ کی
عجیب سے عجیب تر نشانیاں نہیں ہیں؟ یہ واقعہ قصہ گوئی کی دلچسپی کے لیے تو نہیں سنایا جارہا یہ تو دنیا پرستوں
کے لیے عبرت کا بڑا سامان ہے ۱ قریش مکہ نے نبی علیہ السلام سے اصحاب کہف کا واقعہ تو پوچھا مگر
یہ غور نہ کیا کہ کس طرح پہلوں میں چند اللہ والوں نے اپنے اللہ کے لیے بت پرستی شرک کفر سے بچنے کے
لیے گھر بار آرام و آسائش اور سب زینت دنیا سے منہ موڑ لیا ۲ تم نے معراج مصطفیٰ کا انکار کیا کہ بھلا
کس طرح ہو سکتا ہے کہ اٹھارہ سال ایک رات میں گزر جائیں۔ لیکن یہاں تین سو سال گزر گئے اور سونے
والوں پر ایک رات ہی گزری ان کے کپڑے ان کے جسم اسی طرح سلامت اور جوان ہے جبکہ زمانے کی کئی نسلیں بوڑھی ہو چلی گئیں ۳ کیا منکرین قیامت اس
واقعہ کے بعد بھی قیامت کا انکار کرسکتے ہیں اور کیا اس قادر قیوم کی قدرتوں کا ذرا بھی انکار کیا جاسکتا ہے جو تین سو سال بعد اصحاب کہف کو سلامتی سے جگا
سکتا ہے وہ قیامت قائم کرنے کیلیے مردوں کو بھی بلا سکتا ہے ۴ کفار کو صحبت نبی کا اثر نہ ہوا مگر ایک جانور کتے نے اصحاب کہف کی صحبت
کا پاکیزہ اثر لے لیا ۵ یہ واقعہ جس کو تم بہت دلچسپی اور افسانہ کہانی کے رنگ میں سننا چاہتے ہو یہ

عبرت گاہِ عالم ہے اُن لوگوں نے اپنی زندگی رضاءِ الٰہیہ میں معروف کردی اور فانی دنیا سے بے رغبتی کی مگر تم ذلیل دنیا کے لیے اللہ کو چھوڑتے ہو ع۶ دین کے لیے تن من دھن عزت آبرو کی قربانی دینی اہلِ اللہ کا مقصدِ حیات ہے ع۷ یہ واقعہ اعلان کر رہا ہے کہ جو اللہ کے لیے اپنی دنیا تباہ و برباد کر دیتا ہے باری تعالیٰ اُس کو غار و صحرا میں بھی محفوظ رکھتا ہے۔ ذرا عشقِ ایمانی اور عقلِ عرفانی کے کانوں سے سنو۔ اِذْ اَوَی الْفِتْیَۃُ اِلَی الْکَھْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً وَّھَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِھِمْ فِی الْکَھْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا۔ جب ایک سرکش ظالم زمین پر شرک و کفر کا فساد مچانے والے بادشاہ سے اپنا ایمان بچا کر پناہ لی چند جوانوں نے اپنے شہر کے قریبی پہاڑ کے ایک بڑے قابلِ رہائش غار کی طرف تو انتہائی پریشانی گھبراہٹ کی حالت میں سب سہاروں کو توڑ کر ہر آرائشِ دنیوی سے منہ موڑ کر اللہ ہی سے فریاد و التجا کرتے ہوئے سب نے اپنی دعائیں نہایت عجز و انکسار سے عرض کیا کہ اے ہمارے رب کریم عطا فرما تو ہم کو بالکل ہی اپنے قریب اپنی بارگاہِ صمدیت سے رحمت والی ہدایت معرفت صبر۔ رزق۔ اَمن۔ مغفرت۔ اور مضبوط پناہ اور تیار فرما ہمارے لیے۔ ہمارے تمام معاملات۔ دین دنیا۔ زندگی۔ موت۔ قبر حشر۔ ابتدا۔ انتہا۔ عقبیٰ۔ آخرت میں رشد و ہدایت کی روشنی۔ تو اُن کی مخلصانہ دعا قبول فرماتے ہوئے ہم نے ان کو گہری نیند سلانے کے لیے ان کے کانوں پر خاموشی کے پردے ڈال دیئے تاکہ وہ کوئی آواز نہ سُن سکیں۔ صرف ایک دو سال نہیں بلکہ اتنے سال جو شمار میں سینکڑوں ہیں اہلِ لغت کے نزدیک رقیم کے چار معنیٰ کئے گئے ہیں ع۱ اصحاب کہف کے شہر کا نام تھا ع۲ پورے علاقے کا نام تھا ع۳ پہاڑ کا نام تھا یا اس غار کا نام تھا ع۴ رقیم بمعنیٰ مرقوم سے مراد وہ لکڑی یا پتھر یا سلور کی تختی تھی جس پر اُن اصحاب کے نام اور مختصر حالات لکھے تھے کہ یہ شہر چھوڑ کر کب اور کیوں غار میں آئے۔ کہف اُس پہاڑی کھوہ کو کہتے ہیں جو بہت بڑی قابلِ رہائش جگہ ہو اور لفظِ غار اُس چھوٹے پہاڑی سوراخ کو کہتے ہیں جس میں فقط ایک دو آدمی بیٹھ سکیں۔

فائدے

ان آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری تبلیغ فرمادی اور ذمے داری سے زیادہ محبت و شفقت سے تبلیغ فرمائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بندوں پر عظیم ترین مہربان اور لوگوں کی جان و مال ایمان کے سچے خیر خواہ ہیں یہ فائدہ لَعَلَّکَ بَاخِعٌ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ**۔ باری تعالیٰ سب سے زیادہ کرم و مہربانی فرمانے والا ہے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ کہ کوئی بھی کسی پر اتنی شفقت نہیں کر سکتا کہ اپنے حبیب کا ہر لمحہ خیال ہے۔ یہ فائدہ بھی لَعَلَّکَ بَاخِعٌ۔ کی پوری

آیت فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ کرامات اولیاء اللہ برحق ہیں۔ بلکہ سونے کی حالت میں بھی اظہارِ کرامت ہوتا ہے۔ اصحابِ کہف جو اولیاء بنی اسرائیل ہیں اس کا اتنے عرصے بلکہ اب تک سویا رہنا یہ ان کی کرامت ہے نیز اولیاء اللہ کے جسم کو مٹی نہیں کھا سکتی یہ فائدہ نحن نبنا علی اذ انہم (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ رب تعالیٰ نے کوئی چیز بھی بیکار پیدا نہیں فرمائی اگرچہ وہ چیز بری ہو۔ مگر اس کا پیدا کرنا برا نہیں۔ یہ مسئلہ مَا عَلَی الْاَرْضِ (الخ) سے مستنبط ہوا لہٰذا کسی چیز کو برا کہنا گناہ ہے۔ **دوسرا مسئلہ**۔ مسلمان مرد و عورت کو زینت اختیار کرنا جائز ہے۔ یہ مسئلہ زِیْنَۃً لَّھَا۔ سے مستنبط ہوا کہ رب تعالیٰ نے دنیا کی اشیا کو زینت فرمایا۔ ہاں البتہ زینت میں تفریق ضروری ہے کہ مرد کی زینت جداگانہ۔ عورت کی جداگانہ اسی طرح پہننے اوڑھنے کی زینت جداگانہ برتنے کی جداگانہ۔ ان میں الٹ پھیر کرنا حرام ہے۔ نہ مرد کی زینت عورت کرے نہ عورت کی مرد۔ اسی طرح سونے چاندی کے برتن حرام اور لوہے پیتل کا زیور حرام۔ **تیسرا مسئلہ**۔ ہر مومن مرد عورت پر اپنی ذمہ داری سے فرض ہے کہ وہ حرام و حلال کی تحقیق کرے۔ یہ مسئلہ اَیُّھُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا فرمانے سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

ان آیت میں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ جو کچھ زمین پر ہے وہ زینت ہے۔ تو کیا سانپ بچھو۔ کافر شیطان وغیرہ سب زینت ہیں۔ اور زینت تو اچھی ہوتی ہے تو یہ کیا سب اچھی چیزیں ہیں۔ آریہ ہندو۔ **جواب**۔ معترض نے زینت کی تعریف نہ جانی اس لیے یہ اعتراض کیا۔ زینت کی تعریف یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس سے کسی دوسرے کو کسی طرح کا فائدہ پہنچے وہ زینت ہے۔ اس لحاظ سے سانپ بچھو میں ہزار طرح کا فائدہ ہے جن کو بہت سے ڈاکٹر وید سنیاسی وغیرہ تجربہ کار لوگ خوب سمجھتے ہیں اسی طرح مسلمانوں کی بہت سی عبادتیں کفار کی وجہ سے قائم ہیں اور بہت سے ثواب شیطان کی وجہ سے مسلمانوں کو مل جاتے ہیں۔ اس کی تفصیل بہت لمبی ہے نیز شانِ قدرت بھی اظہار ہے۔

دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا لِنَبْلُوَھُمْ۔ تاکہ ہم آزمائش کریں کہ کون اچھے عمل کرتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بندے کے عمل سے پہلے اللہ کو پتہ نہیں ہوتا کہ بندے نے کیا کرنا ہے کیونکہ امتحان اسی معلومات کے لیے لیا جاتا ہے (معتزلی اور بلغۃ الحیران کا آخ) **جواب**۔ خیال رہے کہ گزشتہ زمانے میں ایک فرقہ معتزلی پیدا ہوا تھا ان کے دیگر بہت سے باطل نظریوں کے علاوہ یہ بدعقیدہ بھی تھا کہ معاذ اللہ رب تعالیٰ

کو بندے کے اعمال کا پہلے پتہ نہیں ہوتا جب بندہ کرلیتا ہے تو پتہ لگتا ہے۔ اپنے اس باطل نظریے کو بچانے کے لیے وہ اس طرح کی آیتیں ڈھونڈتے رہتے تھے ان کے کچھ نظریات دیوبندیوں نے قبول کئے جن میں سے کچھ واں بچھروی دیوبندیوں نے اس کفریہ عقیدے کی بھی تائید کردی۔ مگر بحمدہ تعالیٰ اہلسنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ باری تعالیٰ ہمیشہ سے ہمیشہ تک سب کچھ جانتا ہے۔ یہ امتحان وغیرہ لینا بندے کی رغبت اور تیاری عمل کو درست کرنے کے لیے ہے اسی طرح دنیا بھر میں جو امتحانات ہوتے رہتے ہیں وہ یا طالب علم کو چوکنا کرنے کے لیے ہوتے ہیں یا لوگوں کو بتانے کے لیے ممتحن سو فی صد بھی جانتا ہو کہ امتحان دینے والے نے یہ کہنا یہ کرنا ہے تب بھی امتحان لیا جاتا ہے امتحان لینے میں ممتحن کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا لِنَبْلُوَ کہنے سے قطعاً بے علمی ثابت نہیں ہوتی اسی طرح جہاں جن آیت میں لِنَعْلَمَ ارشاد ہوا ہے وہاں بھی لِنَبْلُوَا کے محاورے میں استعمال ہوتا ہے اور عِلْم بمعنیٰ امتحان ہے۔

تفسیر صوفیانہ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا۔ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا۔ اے قلب مسعود تو نے ذکر الٰہی کے وردِ اذکار سے نفس و نفسانیت کو آشنا کردیا تو کیا تو وادیٔ حیرت میں اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا ہے اسی سوز و غم رحمت و شفقت کی بنا پر نفوسِ امارّہ کو راہِ سعادت پر لانے کے ارادے میں اگر وہ اسرارِ باطن کی باتوں کو نہیں سمجھ سکتے نہیں مانتے تو افسوس میں پژمردہ نہ ہو۔ بیشک ہم نے زمینِ فطرت پر دینی و دنیوی اعمالِ حسین کے خود رو بیج بکھیر دیئے ہیں تاکہ ہم آزمائش کریں کہ کون حیاتِ دنیوی میں عرفانِ قرب کے اچھے بیج چنتا ہے اور چمنِ قالب میں پھول کھلاتا ہے۔ اور یہ سب کچھ رونق و ندرت فطرت و قدرت کے مشاہدے عارضی وقت کے لیے ہیں بیشک ہم ان تمام چیزوں کو جو زمینِ فطرت پر چمنِ بہاری پھیلا ہوا ہے بہت جلدی تمام آرزوؤں خواہشوں کو فنا کی وادی بنانے والے ہیں اے دنیا پرستو آج جو سبزپوش سرخ پوش یا زرد۔ و رنگین لباس میں ملبوسِ فاخرہ پھرتے ہیں اور طرح طرح سے خلافِ شریعت حرکتیں کرتے ہیں اور اپنی بداعمالی کو اچھائی تصور کرتے ہیں وہ ازلی بدنصیب ہیں فسق کی خوشنمائیوں میں گھیرے ہوئے ہیں ان ہی کی آزمائشوں اور بلاؤں امتحانوں کے لیے یہ زینت عارضی سجائی گئی ہے۔ وادیٔ رنگ و بو کی ہر چیز کو جنگلات ظلمات میں ہم ہی تبدیل کرنے والے ہیں۔ اے نمود و نمائش کے پیچھے چلنے والو اپنی ناسوتی زندگی کو برباد کرو۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا۔ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا۔ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا۔

اے فنا و بقا موت و حیات ترقی و تنزل کا مشاہدہ کرنے والے کیا تو نے تصورِ قلبی سے یہ گمان کر لیا کہ بیشک کہفِ بدن کے سابقون۔ مفردون۔ مقربون۔ مجذوبون۔ مخصوصون۔ متعارفون۔ متحابون ہماری سب سے زیادہ عجیب و حیران کن نشانیوں میں سے ہیں۔ جب سے نوجوانانِ اصحاب روح۔ عقل۔ قلب شعورِ عمل۔ قوتِ قدسیہ۔ سرِ باطنی۔ خفاءِ لازمہ نے غارِ جسمانی میں پناہ پکڑی ہے تو سب نے اول روزِ الست سے ہی بارگاہِ خالق تعالیٰ میں عرض کیا اے ہمارے الطافِ قالب کے مالک و مولیٰ عطا فرما ہم کو اپنے قرب سے اسماءِ حسنیٰ کی خزائنِ رحمت اور تیار فرما دے ہمارے لیے ہمارے مقامات میں عالمِ علویہ کی مفارقت اور عالمِ سفلیہ سے علیحدگی تاکہ کمالِ نعمت مہیا ہو جائے اور رشد و ہدایت کی استقامت سلوکِ طریقت میں جنابِ قدسی کی توجہ اسبابِ علمیہ و عملیہ تک حاصل ہو اے خالقِ ارضِ جسمانی و آسمانِ روحانی ہم تجھ سے طلب کرتے ہیں اتصالِ بدنی اور آلاتِ کمال اسبابِ توفیق تو ہم نے عالمِ ناسوتی کی طرف سے ان کو غفلتِ عقل و نفس میں گہری اور معرفت کی میٹھی نیند غارِ بدنی میں سلا دیا اور ان کے کانوں میں اپنی صوتِ سرمدی کے پردے ٹھونس دیئے تاکہ دنیا کی طرف سے کوئی آواز ان کو جگا سکے نہ بلا سکے اتنے سالوں تک جب تک کہ اصلاحِ بدن کی تدبیریں اور دنیا تو بس نفسِ خناثی وادیِ فنا میں نہیں پہنچا۔ جو لوگ دعوتِ حق کے مدعی ہیں ان کو دلیلِ بقا بھی پیش کرنی چاہیئے اور دلیلِ بقا سنتِ مصطفیٰ کی پابندی ہے لیکن جو لوگ ترکِ فریضہ ہی کر چکے ہیں وہ ٹھہرا افسوس کے گمراہ ہیں کیونکہ شریعت بندے کا فعل ہے اور وراثتِ خداوندی حفظ و عصمتِ الٰہی کا نام راہِ معرفت کی حقیقت ہے۔ لہٰذا شریعت کا ثبوت بلا وجہ طریقت محال ہے۔ طالبانِ منزلِ عشق کے کانوں پر جب تک کہ ماسوی اللہ سے دوری کا پردہ نہ آجائے اس وقت تک ان کے قدم وادیِ شوق میں قائم نہیں رہ سکتے۔

ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ

بہت عرصے بعد پھر اٹھایا ہم نے تاکہ ہم علم کا مشاہدہ کریں کہ دونوں

پھر ہم نے انہیں جگایا کہ دیکھیں دو گروہوں میں کون ان کے

أَحْصَىٰ لِمَا لَبِثُوٓا أَمَدًا ﴿١٢﴾ نَحْنُ نَقُصُّ

جماعتوں میں کون اس کو زیادہ صحیح گنتے ہیں جتنی مدت وہ سوئے رہے بیان کرتے ہیں ہم

ٹھیرنے کی مدت زیادہ ٹھیک بتاتا ہے ہم ان کا ٹھیک ٹھیک

عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ ۚ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ

آپ کے سامنے ان کا سچا واقعہ بیشک وہ چند جوان تھے۔ جو

حال تمہیں سنائیں وہ کچھ جوان تھے کہ اپنے

آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى ﴿١٣﴾ وَ

اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کے لیے ہدایت کی روشنی زیادہ کردی۔ اور

رب پر ایمان لائے اور ہم نے اُن کو ہدایت بڑھائی۔ اور

رَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا

ہم نے اُن کے دلوں پر مضبوطی باندھی۔ جب کھڑے ہوئے تو بولے

ہم نے اُن کی ڈھارس بندھائی جب کھڑے ہو کر بولے کہ

رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَن نَّدْعُوَا

ہمارا رب تو وہی ہے جو پالنے والا ہے آسمانوں زمینوں کو ہرگز نہیں عبادت

ہمارا رب وہ ہے۔ جو آسمان اور زمین کا رب ہے ہم اُس کے سوا کسی کو معبود نہ بنائیں گے

مِن دُونِهِ إِلَٰهًا ۖ لَّقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا ﴿١٤﴾

کریں گے اس کے سوا کسی معبود کی ورنہ تو ہم بیہودہ بکواس کہنے والے ثابت ہوں گے

نہ پوجیں گے ایسا ہو تو ضرور ہم نے حد سے گزری ہوئی بات کہی

هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ

یہ ہے ہماری نادان قوم جنہوں نے بنا لیے اس اللہ کے مقابل ڈھیر سارے بناوٹی معبود

یہ جو ہماری قوم ہے اس نے اللہ کے سوا خدا بنا رکھے ہیں

لَوْلَا یَاْتُوْنَ عَلَیْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَیِّنٍ ؕ

کیوں نہیں لاتے یہ اپنے کفریہ عقیدے پر کوئی کھلی دلیل

کیوں نہیں لاتے ان پر کوئی روشن سند۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ

پس کون شخص زیادہ ظالم ہے اس سے جس نے افترا اللہ پر جھوٹے دین

تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر

كَذِبًا ؕ ﴿۱۵﴾

مذہب کا باندھا

جھوٹ باندھے

تعلق ان آیت کریمہ کا پچھلی آیت کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں آقائے دو عالم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ ظاہر فرمایا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے ایمان لانے سے کتنی محبت ہے اور کفار کے کفر سے کتنی غمگینی ہے اب اِن آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کے چند مسلمانوں کا ذکر ہے کہ اُن کو اپنے ایمان سے کتنی محبت تھی جس کی بنا پر وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ایمان کو بچا کر لے آئے۔ **دوسرا تعلق۔** پچھلی آیت میں زمین کی نعمتوں اور زینت والی اشیا کا ذکر ہوا کہ وہ سب انسانوں کی آزمائش کے لیے ہیں۔ اب اِن آیات میں چند اُن اصحاب کا ذکر ہو رہا ہے جو ہر طرح کی آزمائش میں صحیح ثابت قدم رہے اور اللہ تعالیٰ

کے پیارے بندے بن گئے۔ **تیسرا تعلق** - پچھلی آیت میں رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اصحاب کہف کو بہت سالوں تک سلایا گیا۔ اب ان آیات میں اصحاب کہف کے جاگنے کا ذکر ہو رہا ہے۔

تفسیر نحوی

ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْۤا اَمَدًا۔ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ اِنَّهُمْ فِتْیَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى۔ ثُمَّ حرف تراخی بَعَثْنَا ماضی مطلق جمع متکلم فاعل اللہ تعالیٰ بَعْثٌ سے بنا ہے بمعنی اٹھانا۔ جگانا۔ بھیجنا۔ کسی کام کے لیے۔ یہاں مراد ہے جگانا۔ هُمْ۔ ضمیر کا مرجع ہے اصحاب کہف مفعول بہ ہے بَعَثْنَا کا۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر معلول ہوا۔ لام کَیْ۔ نَعْلَمَ مضارع جمع متکلم بمعنیٰ مستقبل مفتوح ہے لامِ کَیْ کی وجہ سے۔ کیونکہ اس لام میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے اَیُّ اسم سوالیہ تنکیری مضاف ہے الف لام عہدی حِزْبَیْنِ۔ حِزْبٌ کا تثنیہ ہے بمعنیٰ گروہ ٹولہ۔ جماعت۔ بحالت کسرہ ہے مضاف الیہ یہ مرکب اضافی اسم ہے پوشیدہ اَنْ یَکُوْنَ کا اَحْصٰی اسم تفضیل مذکر حَصْیٌ ناقص یائی سے بنا ہے بمعنیٰ گنتی کرنا لام جارہ تعدیہ کا مَا موصولہ لَبِثُوْا۔ باب سَمِعَ ماضی مطلق معروف لَبْثٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ٹھیرنا۔ رہنا۔ هُمْ ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہے اَمَدًا حاصل مصدر بمعنیٰ مدت۔ زمانہ۔ وقت دن بحالت نصب ہے ظرف ہے لَبِثُوْا کا۔ یا مفعول بہ ہے اَحْصٰی کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَا کا موصول صلہ مل کر مجرور متعلق ہے اَحْصٰی کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہوئی یَکُوْنُ پوشیدہ کی وہ جملہ ناقصہ ہو کر مفعول بہ ہے نَعْلَمَ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر علت ہوئی بَعَثْنَا کی یہ علت معلول معطوف ہے سابقہ عبارت پر ثُمَّ عاطفہ کی وجہ سے نَحْنُ ضمیر جمع متکلم منفصل مرفوع مبتدا ہے۔ نَقُصُّ باب نَصَرَ کا مضارع معروف جمع متکلم فاعل مخاطب اللہ تعالیٰ قَصَصٌ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنیٰ کھول کر بیان کرنا۔ علٰی جارہ بمعنیٰ عِنْدَ مضاف ہے لَكَ ضمیر حاضر مضاف الیہ ہے۔ نَبَاءٌ اسم مفرد جامد بمعنیٰ غیبی خبر۔ مضاف ہے هُمْ ضمیر کا مرجع اصحاب کہف یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے۔ بِ حرفِ جر بمعنیٰ مَعَ الف لام اسمی حَقٌّ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ سچ۔ واقعی حقیقت۔ یہ جار مجرور متعلق ہے نَقُصُّ کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے نَحْنُ مبتدا کی وہ جملہ اسمیہ ہو کر مکمل ہوا اِنَّ حرف تحقیق هُمْ ضمیر اس کا اسم ہے فِتْیَةٌ۔ فَتٰی کی جمع مکسر ہے ترجمہ ہے جوان آدمی طاقت وقوت والے لوگ بحالت رفع ہے کیونکہ اِنَّ کی خبر ہے اگلی عبارت کا موصوف ہے اٰمَنُوْا باب اِفعال کا ماضی مطلق هُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے جس کا مرجع اصحاب کہف بِ جارہ۔ رَبٌّ اسم مفرد جامد بمعنیٰ پالنے والا هِمْ ضمیر نفسی بمعنیٰ اپنے مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے اٰمَنُوْا کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ واوٗ عاطفہ۔ زِدْنَا۔ باب ضَرَبَ کا ماضی متکلم زَیْدٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بڑھانا۔ زیادہ کرنا۔ فاعل مخاطب اللہ تعالیٰ هُمْ ضمیر کا مرجع اصحاب کہف منصوب متصل کیونکہ مفعول فیہ ہے زِدْنَا کا۔ هُدًى۔ حاصل مصدر بمعنیٰ منزلِ مقصود کی راہ نمائی

یا اَعمالِ خیر کی توفیق۔ بحالتِ نصب ہے مفعول بہ ہے زِدْنَا کا۔ یا اس کا عکس ہے کہ یہ مفعول فیہ ہے اور ھُمْ ضمیر مفعول بہ یعنی زیادہ کیا ہم نے اُن میں ہدایت کو یا اُن کو ہدایت میں۔ زِدْنَا پورا جملہ ہو کر معطوف ہوا آمَنُوْا پر وہ سب عطف مل کر صفت ہوئی فِتْیَۃٌ کی یہ مرکب توصیفی اِنَّ کی خبر ہوئی وہ جملہ اسمیہ ہو کر نَبَأَھُمْ کی صفت ہے۔ یا علیحدہ ہی جملہ اسمیہ ہو کر مکمل ہو گیا۔ وَرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاْ مِنْ دُوْنِہٖٓ اِلٰھًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ۔ واؤ ہر جملہ رَبَطْنَا باب نَصَرَ کا ماضی مطلق جمع متکلم مخاطِب اللہ تعالیٰ ہے رَبْطٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے گھبراہٹ۔ دُور کرنا۔ باندھنا۔ متحرک چیز کو ساکن کرنا یہاں پہلے معنی ہیں ہے علیٰ جارہ فوقیت کا۔ قُلُوْب۔ جمع مکسر منصرف ہے قَلْبٌ کی مراد ہے دل ھِمْ ضمیر مضاف الیہ مرجع ہے اَصحابِ کہف۔ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے رَبَطْنَا کا۔ اِذْ۔ کے بارے میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ یہ ظرفِ زمانی کے لیے ہے مابعد کی تمام عبارت رَبَطْنَا کا ظرف ہے ترجمہ ہے جب اِس کو ترجیح ہے۔ دوم یہ کہ یہ ظرفِ تعلیلی ہے اور مابعد سب عبارت رَبَطْنَا کا مسبب ترجمہ ہے کیونکہ۔ اِذْ میں شرط کے معنی ہمیشہ ہوتے ہیں۔ قَامُوْا باب نَصَرَ کا ماضی مطلق قَوْمٌ سے بنا ہے بمعنی کھڑا ہونا۔ اس میں پوشیدہ ضمیر ھُمْ اس کا فاعل ہے مرجع اَصحابِ کہف۔ یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی ف جزائیہ۔ قَالُوْا فعل ماضی جمع۔ ھُمْ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل۔ یہ جملہ فعلیہ قول ہوا۔ رَبٌّ اسم مبالغہ صفاتی نام ہے۔ نَا۔ ضمیر جمع متکلم اس کا مضاف الیہ مرجع اَصحابِ کہف یہ مرکب اضافی مبتدا ہے۔ رَبُّ مضاف السَّمٰوٰت۔ الف لام استغراقی بمعنی تمام سمٰوات جمع مؤنث سالم اس کی واحد ہے سَمَاءٌ بمعنی تمام آسمان واؤ عاطفہ الف لام استغراقی۔ اَرْضِ اسم مؤنث لفظی تا ء مؤنث مقدر ہے اس کی تصغیر اُرَیْضَۃٌ ہوتی ہے بحالتِ کسرہ ہے کیونکہ معطوف ہے سب عطف مل کر مضاف الیہ ہے رَبُّ کا یہ مرکب اضافی خبر ہے رَبُّنَا مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر موصوف ہو گیا۔ لَنْ نَّدْعُوَا۔ فعل نفی تاکید بلن صیغہ جمع متکلم اس کا فاعل نَحْنُ پوشیدہ ہے اس کا مرجع اَصحابِ کہف ہے دَعْوٌ سے بنا ہے لغوی معنی ہے پکارنا عبادت کرنا۔ مِنْ حرفِ جر زائدہ ہے یعنی ابتدا کے لیے نہیں ہے صرف عمل کے لیے ہے دُوْنِ اسم مفرد جامد۔ بہت معنی میں مشترک ہے۔ یہاں مراد ہے سِوا۔ ہٖ ضمیر مجرور متصل اس کا مرجع ہے رَبَّنَا یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق لَنْ نَّدْعُوَا کا اِلٰھًا۔ اسم مفرد نکرہ جامد بروزنِ فِعَالًا یا یہ اسم مشتق ہے مبالغے کے لیے بمعنی بہت ہی حیران کرنے والا عاجز ی دینے والا عاجز کرنے والا مصدر ثلاثی سے متغیر ہے اَلْہٌ یا وَلَہٌ سے بنا ہے منقول عرفی میں معبود کو کہا جاتا ہے اِلٰہ بحالتِ نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے لَنْ نَّدْعُوَ کا۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہوئی اور رَبُّنَا پورا جملہ موصوف مرکب توصیفی مقولہ اوّل ہوا۔ لَقَدْ قُلْنَا۔ لام کنے شرطیہ۔ قَدْ قُلْنَا۔ ماضی قریب جمع متکلم فاعل اصحابِ کہف فعل با فاعل

جملہ فعلیہ ہوکر شرط مقدم ہوئی۔ اِذًا۔ اسم ظرف ہے یا حرف ظرف ہے بمعنی اِنْ شرطیہ۔ شَطَطًا۔ اسم حاصل مصدر مضاعف ثلاثی ہے بمعنی بے عقل ہونا۔ کم عقل ہونا۔ نالائق بات یا بیہودہ کام کرنا۔ بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے قُلْنَا پوشیدہ کا۔ یہ جملہ فعلیہ قولیہ ہوکر جزا ہوئی شرط و جزا مل کر مقولہ دوم ہوا۔ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا هٰٓؤُلَآءِ اسم اشارہ جمع کے لیے ہوتا ہے مبہمات مبنیہ سے ہوتا ہے بحالت رفع ہے مبتدا ہے قَوْمُ مضاف نَا۔ ضمیر متکلم مضاف الیہ یہ مرکب اضافی موصوف ہے اتَّخَذُوْا۔ باب افتعال کا ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب اَخْذٌ سے بنا ہے اس کا مصدر اِتِّخَاذٌ ہے بمعنی بنانا۔ پسند کرنا۔ اختیار کرنا۔ اس میں ھُمْ ضمیر مستتر ہے اس کا فاعل مرجع قَوْمُنَا۔ مِنْ زائدہ ہے۔ دُوْنِ۔ اسم مفرد جامد بمعنی سوا۔ علاوہ مقابل۔ اٰلِهَةً۔ اسم جمع مکسر منصرف ہے اس کا واحد ہے اِلٰہٌ۔ بحالت نصب ہے اِتَّخَذُوْا کا مفعول بہ ہے یہ سب جملہ فعلیہ ہوکر صفت ہوا قَوْمُنَا کا۔ مرکب توصیفی هٰٓؤُلَآءِ مبتدا کی خبر یہ جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ سوم ہوا۔ لَوْلَآ حرف سوال اقراری ایجابی کے لیے ہے یَاْتُوْنَ باب ضَرَبَ کا مضارع بمعنی حال صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ مستتر اس کا فاعل ہے۔ اَتْیٌ۔ مہموز و ناقص مادہ۔ بمعنی آنا۔ لانا۔ یہاں مراد لانا ہے متعدی ہے عَلٰی جارہ فوقیت مطابقی تائیدی کے لیے ھُمْ ضمیر جمع نفسی بمعنی اپنے۔ بِ جارہ تعدیہ کا۔ سُلْطٰنٍ۔ اسم مفرد مبالغہ بمعنی بہت مضبوط یہاں مراد ہے بہت کی مضبوط دلیل یہ موصوف ہے۔ بَیِّنٍ۔ اسم حاصل مصدر ترجمہ ہے ظاہر کھلی ہوئی یہ صفت ہے مرکب توصیفی مجرور ہوکر۔ متعلق ہے یَاْتُوْنَ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ چہارم ہوا فَ ابتدائیہ علیحدہ قول ہے ببیّنہ لغو ہے۔ مَنْ۔ اسم موصول مذکر ذوی العقول کے لیے ہوتا ہے۔ اَظْلَمُ اسم تفضیل مذکر ظُلْمٌ سے بنا ہے بمعنی نقصان کرنا۔ ہر حال میں متعدی ہوتا ہے حتیٰ۔ مِنْ جارہ زائدہ ہے یا تبعیضیہ کا۔ مَنْ۔ اسم موصول۔ اِفْتَرٰی۔ باب افتعال کا ماضی مطلق واحد مذکر۔ ھُوَ۔ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے جس کا مرجع مَنْ ہے۔ عَلٰی جارہ بمعنی اِلٰی انتہائیہ۔ اللّٰہِ۔ مجرور متعلق ہے اِفْتَرٰی کا۔ کَذِبًا۔ اسم مبالغہ کذب سے بنا ہے بمعنی بہت سخت جھوٹ۔ بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے اِفْتَرٰی کا یہ سب جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا مَنْ کا۔ موصول صلہ مل کر مجرور متعلق ہے اَظْلَمُ کا۔ وہ جملہ اسمیہ ہوکر صلہ ہوا فَمَنْ کا یہ موصول صلہ مل کر مقولہ پنجم ہوا۔ قَالُوْا اپنے سب مقولوں سے مل کر جملہ کلامیہ قولیہ ہوکر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ

ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۔ پھر ہمارا کرم ہوا کہ اتنی دراز مدت گہری غفلت کی نیند

سلانے کے بعد اُن تمام کو اُسی طرح ہشاش بشاش خوش وخرم صحت مند تندرست حالت میں ہم نے
ان کو جگا دیا۔ جس طرح کوئی اپنی طبعی آٹھ گھنٹے کی نیند پوری کر کے اٹھتا ہے۔ حالانکہ اگر کوئی آٹھ گھنٹے سے
زیادہ نیند کر کے جاگے تو خوش وخرم اور ہشاش بشاش نہیں ہوتا بلکہ کسلمند۔ مرجھایا۔ کملایا سُست الوجود
پژمردہ ہوتا ہے۔ بَعَثۡ کا معنیٰ ہے پوری صحت توانائی عقل فکر علم ہوش وحواس کے ساتھ کسی کو بھیجنا۔
یا اٹھانا اسی معنیٰ میں یہ لفظ بعثتِ انبیاء کے لیے بولا گیا ہے اور اسی معنیٰ میں قبروں سے اٹھنے کے لیے
ارشاد ہوا۔ ہم نے اصحابِ کہف کو اس لیے اِس شان سے اٹھایا تاکہ ہم اپنے علم مشاہدہ سے اِن کا
امتحان لیں آزمائش کریں کہ اِن دونوں گروہوں میں سے کون زیادہ اچھی اور سچی صحیح اُس مدت کو اپنے حساب
عقل وفکر سے شمار کرتا ہے جس مدت تک وہ اِس غار کے اندر بحالتِ نیند ٹھیرے رہے۔ مفسرین کرام
کے حِزۡبَیۡن یعنی دو گروہوں کے بارے میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ اصحاب کہف آپس میں۔ دو گروہ بن گئے
کہ جب جاگے اور ایک دوسرے سے سلام دعا ہوئی تو پہلا کلام یہی ہوا کہ ہم کتنی دیر سوئے تو ایک دو
ساتھیوں نے سورج دیکھا اور سوچا کہ جب سونے لگے تھے تو وقت مغرب تھا اور اب طلوعِ آفتاب ہو رہا ہے تو سب نے کہا کہ شاید ایک رات ہی گزری کچھ
حضرات نے اپنے آپ کو دیکھا تو بال بہت دراز ناخن بہت بہت بڑھے تو اندازہ لگایا کہ ایک رات میں ایسا نہیں ہو سکتا مگر خاموش رہے کچھ صحیح مدت نہ بتا سکے
دوم یہ کہ یہ دو گروہ شاہی تاریخ دان اور اصحاب کہف کے ہو گئے کہ شاہی مورخین موجودہ اہل کار حکومت نے اصحاب کہف کے سکے درہم دینار دیکھ کر اور ان کی
زبانی گفتگو سن کر کچھ اندازہ لگایا۔ اور خود اصحابِ کہف نے اپنے ٹھیرنے سونے کی مدت کا کچھ اندازہ لگایا۔
مفسرین کا تیسرا قول یہ ہے کہ یہ دو گروہ اُس وقت اہلِ بستی کے آپس میں ہو گئے تھے جس میں بوڑھے جوان
اپنی اپنی سوچ وفکر کے مطابق مختلف گنتی بتا رہے تھے۔ مگر صحیح مدت کوئی نہ بتا سکا۔ اِن اقوال میں پہلا قول
زیادہ درست ہے۔ آگے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ اے پیارے نبی اصحاب کہف کے بارے میں۔ موجودہ
یہود ونصاریٰ اور دنیا کے مختلف مذاہب والوں کے بڑے بڑے عجیب اور مختلف نظریات ہیں
وہ سب غلط اور جھوٹے بناوٹی ہیں۔ ہم تمہارے سامنے اپنی اِس وحی کے ذریعہ اُن اصحابِ کہف کی سب
خبریں بالکل درست حقیقت کے مطابق حق وسچ۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ بیشک اے پیارے نبی آپ
کے زمانے سے کچھ صدیاں پہلے وہ اصحابِ کہف چند خوش بخت اعلیٰ خاندان کے نوجوان تھے جو سچے
قلب وجگر کی محبت سے اپنے رب پر ایمان لائے۔ اور آپ اپنے رب تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اتنے
اچھے اعمال وعبادات ریاضات اور حسنِ عقیدت سے حسنِ معاشرہ کیا کہ ہم نے اِن کے طلبِ شوق کی بنا
پر اُن کے قُربِ معرفت کی ہدایت بارگاہِ قدس میں اور بڑھا دی۔ جس سے روح کی تازگی عبادت و ذکر
زبان کی لذت عقل کی قوت اور قلب کی ہمت جگر کا حوصلہ اتنا زیادہ ہو گیا کہ باطل کا خوف ظالم کا ڈر جان

کا خطرہ ہی اُن کو نہ رہا۔ وَ رَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اور سخت مضبوطی کی ڈھارس باندھی ہم نے اُن کے دلوں پر۔ اسی خداداد اور عطیۂ ربِ جلال کی جرأت کے بھروسے اور سہارے اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَوْلَا یَاْتُوْنَ عَلَیْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَیِّنٍ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا جب اُس وقت کے جابر ظالم سرکش فسادی نے اِن ہمارے پیارے مخلص دلیر بندوں کو پکڑوا کر اپنے دربارِ شاہی میں بلوایا اور اِن سے اس ظالم نے کہا کہ تم اِن بتوں کو سجدہ کرو اِن بتوں پر جانور کی قربانی دو۔ اور اگر نہیں کرتے تو قتل کئے جاؤ گے۔ یہ سُن کر وہ سب کمال رعب اور بہادری سے کھڑے ہو گئے۔ اور پھر بھرے دربار میں جہاں چاروں طرف جلادوں کی ننگی تلواریں کھنچی کھڑی تھیں۔ کئی اہلِ ایمان کی لاشیں نیچے پڑی تھیں۔ ہر دل پر جلالِ شاہی کا رُعب بیٹھا ہوا تھا۔ ماحول پر ہیبت دربار میں سناٹا چھایا ہوا تھا کسی کو سفارش و لب کشائی کی مجال نہ تھی ایسے سماں میں عشقِ الٰہی کے متوالوں کی آوازِ بلند گونجی ہے سب کی ترجمانی و نمائندگی کرتے ہوئے اِن میں سب سے بڑے ساتھی مکشلمینا نے کہا اے دعوۃ کفر و شرک دینے والے بادشاہ اور اپنی شاہی قوت کے بلبوتے پر مظلوم غریب نہتے حق پرستوں کا خون بہانے والے جابر و ظالم ہم کبھی بھی تیری دعوتِ شرک کو قبول نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارا رب خالق مالک رازق رحیم و کریم معبود وہی اللہ جلّ سبحانہٗ ہے جو اِن تمام بڑے عظیم آسمانوں کا رب ہے اور تمام روئے زمین کو اور اُس کی ہر چیز کو پالنے والا ہے۔ کبھی بھی ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنے اُس پیارے رب کے آستانے کو چھوڑیں۔

شعر

جس کے عشق میں رہتے مرغِ سحر — جس کا نام ہے مرہم زخمِ جگر
اُس نام پہ سب کی جان فدا — سُبْحَانَ اللّٰہ سُبْحَانَ اللّٰہ

(حکیم الامت ہارون)

اے بادشاہ تو بیشک ہم کو قتل کرا دے یا اپنے ظالمانہ دستور کے مطابق روئی میں لپیٹ کر آگ میں جلوا دے۔ لَنْ نَّدْعُوَا ہم ہرگز ہرگز اپنے اُس رب کے مقابل کسی باطل جھوٹے بناوٹی معبود کو نہیں پوج سکتے نہ اُس کو معبود کہہ کر پکار سکتے ہیں۔ نہ اپنے سچے معبود کے آستانۂ قدس کو چھوڑ کر کسی بت۔ مورتی مندر سے فریاد و التجا کر سکتے ہم سب یہ کہتے ہیں کہ کبھی ایسا نہ کہیں گے۔ اس لیے کہ ہمیں یقین ہے کہ البتہ بیشک اگر ذرہ لفظ بھی ہم نے اپنے منہ سے اِس قسم کا کفریہ شرکیہ نکالا تو یقیناً ہم بہت ہی غلط۔ لغو۔ بیہودہ بدتہذیبی کی یاوہ گوئی اور جھوٹ بکواس کرنے والے ہوں گے۔ اہلِ لغت نے جو ترجمہ شَطَطًا کا کیا ہے اُس کا اُردو ترجمہ یہی بنتا ہے ۱؎ جھوٹ بکواس ۲؎ یاوہ گوئی اے بادشاہ تیری مار دھاڑ قتل و غارت کی تو ہم کو بالکل ذرہ برابر پرواہ و پریشانی نہیں، ہم تو اپنی قوم کی گمراہی و کفر نوازی شرک سازی سے حیران و پریشان ہیں

کہ یہ ہماری بیوقوف قوم جنہوں نے اُس خالق تعالیٰ مالکِ ارض و سما کے مقابل کتنے بہت ڈھیر سارے جھوٹے معبود اپنے ہاتھوں سے بنا ڈالے۔ اگر ان میں ذرا بھی اپنے بد عقیدے کفر یہ دین کے لیے سچائی ہے تو کیوں جلدی سے یہ مضبوط کھلی کھلی دلیل پیش نہیں کر دیتے۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ یہ جھوٹے اور باطل دین والے ہیں اور جھوٹے لوگوں کے پاس دلیل کہاں ہو سکتی ہے لہٰذا یاد رکھو کہ کائنات میں اس سے زیادہ بڑا ظالم کوئی نہیں ہو سکتا جو اپنے خالق مالک اللہ تعالیٰ پہ جھوٹ اور غلط بات افتریٰ بنائے۔ اس لیے کہ ایسا ظلم تو اگلی پچھلی نسلوں کو تباہ کرنے والا اور جہنم میں ڈالنے والا ہے۔

اَصحابِ کہف کے حالات و کیفیات و حسب و نسب

ویسے تو حضرت نوح علیہ السّلام سے لیکر آج تک کسی بھی کفریہ عقل نے نبوت کو تسلیم نہیں کیا اور طرح طرح سے انبیاءِ کرام علیہم السّلام کو پریشان کرنے ستانے ان کے مقصدِ بعثت کو ناکام کرنے کی بلکہ بذاتِ خود انبیا علیہم السّلام کو شہید کرنے کی بھی کوششیں اور حرکتیں کی گئیں۔ مگر حضرتِ عیسٰی علیہ السّلام اور آپ کے دین آپ کی کتابِ مقدس انجیل شریف کے ساتھ تو اپنے پرائے دشمنوں نے دشمنی اور مخالفت کی انتہا کر دی زمین پر موجودگی میں یہودیوں قبطیوں نے مل کر ستایا۔ اور بجز چند حواریوں کے کوئی بھی ایمان نہ لایا۔ لیکن رفعتِ آسمانی کے بعد بھی دشمن چین سے نہ بیٹھا بلکہ ہر طرف سے دینِ مسیحی کو مٹانے کی کوشش کی مگر حضرت مسیح کی پر خلوص حقانیت ہی تھی کہ آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد کافی عرصے تک آپ کا دین بنی اسرائیل میں خوب جاری رہا اگر ان زمانوں میں بھی دشمن کی یلغار بند نہ ہوئی کبھی شام و فلسطین کے یہودی اٹھ کھڑے ہوئے کبھی طرف قبطی نبطی و رومی بادشاہوں کے حملے دینِ مسیح کو مٹانے کے درپے ہوتے رہے یہی کسر پولوس یہودی نے پوری کر دی جس نے ایک خاص سازش کے تحت عیسائی لبادہ اوڑھ لیا اور مسیح علیہ السّلام کے سچے دین کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا۔ اور میٹھی چھری لے کر مسیح کی تمام تعلیم کو کاٹتا چلا گیا۔ سب سے بڑی اور بُری اس نے یہ حرکت کی کہ تبلیغ کے جس دروازے کو حضرت مسیح نے بار بار بڑی سختی سے بند کیا تھا۔ اور غیر اقوام کو دینِ مسیح میں داخل ہونے سے اپنے ان الفاظ کی شدتِ کلام کے ذریعہ کہ میں صرف بنی اسرائیل کی بھیڑوں کو منجانے کے لیے آیا ہوں۔ روکا تھا۔ ؏۱ اس بند دروازے کو پولوس نے صرف کھولا ہی نہیں بلکہ توڑ دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج دنیا میں غیر قومیں تو اپنے آپ کو عیسائی کہتی ہیں مگر مسیح کی اپنی قوم بنی اسرائیل ایک بھی عیسائی نہیں بلکہ عیسائیت سے ان کو نفرت ہے پولوس کی یہ سازش کامیاب ہوئی وہ یہی چاہتا تھا کہ کوئی اسرائیلی عیسائی نہ بنے۔ اور پولوس نے خود کو عیسائیت کا ہمدرد بنا کر غیر قوموں کو جو دینِ مسیح دیا وہ سچے دینِ مسیح سے بالکل جداگانہ ہے۔ اور حضرتِ مسیح کی تعلیم سے بالکل مخالف۔

؏۲ پولوس نے ختنہ بند کرایا آج کوئی عیسائی ختنہ نہیں کرتا ؏۳ پولوس کی ہی سازشانہ تبلیغ سے شریعت

کو عیسائیوں کی زبان سے لعنت کہلوایا گیا۔ ۴۔ یسوع مسیح کو اللہ کا بیٹا بنا دیا گیا جو سراسر سب سے بڑا کفر و شرک ہے ۵۔ کفارہ کا مسئلہ بنایا گیا۔ اور آسمانوں پر زندہ مسیح کو بلا وجہ مصلوب مان لیا گیا پولوس کی یہ سازش بھی کامیاب ہوئی آج موجودہ عیسائیت کی بے عمل زندگی پرچوں گرجوں سے نفرت گناہوں سے محبت فحاشی بدکاری پر دلیری اسی سازش کا نتیجہ ہے آج کا عیسائی بظاہر یسوع مسیح کا ہمدرد اور محبت کرنے والا ہے مگر حقیقت میں مخالف اور دشمن۔ تحقیر کرنے والا۔ بھلا یہ کہاں کی محبت اور سچائی ہے کہ ایک روتے پیٹتے چھپتے چھپاتے۔ اِیْلِیْ اِیْلِیْ لَمَا شَبَقْتَنِیْ۔ کرتے ڈرتے ڈراتے سہمے ہوئے انسان کو پکڑ پکڑا کر جبرًا قہرًا سولی پر چڑھا دیا جائے اور پھر کہنا شروع کر دیا جائے کہ یہ اپنی خوشی سے صلیب پر مرا ہے اور سب گناہگاروں کا کفارہ بنا ہے۔ اس طرح تو پکڑ کر کسی کو بھی سولی دی جا سکتی ہے۔ یہ وہ سازشیں تھیں جن کے ذریعے پولس نے باطنی طور پر دین مسیح کو تباہ و برباد کر دیا۔ آج نہ کہیں سچا مسیحی نظر آتا ہے نہ کہیں سچا دینِ مسیحی۔ یہاں تک ہی نہیں بلکہ پولوس اور اُس کی پوری ٹیم نے اپنی جھوٹی خوابوں کے ذریعے دینِ مسیحی اسرائیل سے نکال کر غیر قوموں کو اس طرح کا دین دیا اور جو سچے بنی اسرائیل تھے ان کو قبطیوں کے مشرک بُت پرست بادشاہوں کے ذریعے یا مرتد کرایا گیا یا قتلِ عام۔ یہی کچھ اصحابِ کہف اور اُن کی قوم بنی اسرائیل سے ہوا۔ چنانچہ قومِ قبط کا دقیانوس بادشاہ بعض نے اُس کو دقیانوس یا دقیوس بھی لکھا ہے انگریزی میں اس کو بگاڑ کر ڈیسیس لکھا ہے۔ علاقہ روما پر فتوحات کیں تو ان فتوحات و لشکر کشی سے اس کا اوّلین مقصد اس علاقے کے اسرائیلی اور غیر اسرائیلی عیسائیوں کو زندگی یا عیسائی مذہب سے ختم کرنا تھا۔ دقیانوس کی حکومت رومی علاقے پر ۲۵۰ء عیسوی میں قائم ہوئی۔ از انسائیکلوپیڈیا۔ و مختلف تفاسیر اگرچہ ایسے خطرناک حالات میں دینِ مسیح کے پھیلنے پنپنے بلکہ باقی رہنے کے امکانات نہ تھے مگر قدرت نے حق کا ایک علیحدہ ہی مزاج بنایا ہے یہ کفر کی بیابانوں میں اُگتا ہے۔ مخالفت کے طوفانوں میں پنپتا ہے اور دشمنی کے شعلوں میں پھلتا پھولتا ہے۔ اور پھر بن پانی بھی ترو تازہ رہتا ہے مرجھایا نہیں کرتا۔ حضرت مسیح نے اپنے چند حواریوں کے سینوں میں توحید و رسالت کی جو شمع روشن فرما دی تھی وہ ان کے آسمان پر تشریف لیجانے کے بعد بھی روشن ہی رہی۔ اور کسی کے جبر و استبداد کے طوفان اُس کو بجھا نہ سکے اور یہ روشنی اکنافِ عالم و اطرافِ علاقہ میں پھیلتی ہی چلی گئی جس سے باطل کو تشویش ہوئی ادھر لوگ پروانہ وار دامنِ تعلیم مسیح میں فوج در فوج بن کر عیسائیت قبول کرتے رہے اور ادھر باطل ہتھیار بند ہو کر موج در موج یلغار کرتا رہا۔ اِدھر ایمان کی محفلیں سجتیں تو اُدھر سے قتل و غارت کا بازار گرم ہو جاتا۔ ہوتے ہوتے سن ڈیڑھ سو عیسوی میں دقیانوس نے دینِ مسیح کے خلاف سر اٹھایا اور مخلصین مومنین عاجزین عابدین راہبین کو ابتلاء

معائب کے لیے لشکر سجایا۔ اگرچہ پہلے رومی بادشاہوں نے بھی اہلِ ایمان کو بیحد و بےشمار دکھ پہنچائے۔ مگر یہ پہلا رومی بادشاہ تھا جس نے دشمنی کی انتہا کر دی اور دینِ عیسائیت کو بیخ و بن سے اکھیڑ پھینکنے کا تہیا کر لیا۔ یہ سال میں دو مرتبہ اپنے پورے ملک کا دورہ کرتا اس کا ملک شام فلسطین اور روم کے دو سو شہروں پر پھیلا ہوا تھا۔ اس دورے کا واحد مقصد یہی ہوتا کہ لوگوں کو عیسائیت سے مرتد کرا کر بت پرست بنا دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے اس نے مختلف شہروں میں بڑے چھوٹے مندر بنا دیئے تھے اور ان میں مختلف نام کی دیوی دیوتا بت مورتیں رکھوا دیں تھیں ہر شہر کے تمام اہلِ ایمان چھوٹے بڑے جوان بوڑھے عورت و مرد عیسائیوں کو پکڑوا کر بلاتا اور ڈھنڈورہی شرطیں ہوتیں یا بتوں کو سجدہ کرو ان پر قربانی کا خون بہاؤ اور اپنا دین چھوڑ کر بت پرست بن جاؤ۔ اور یا قید و بند بلکہ قتل و ہلاکت کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اس تحریک میں ہزاروں قتل و قید ہوئے سینکڑوں مرتد ہوئے۔ اسی بادشاہ کے علاقۂ سلطنت میں سرحدِ عرب سے تقریباً ستر میل دور ملکِ روم کی سرحدوں کے اندر بحیرۂ عرب کے کنارے پر ایک بہت بڑی بندرگاہ تھی اس شہر کا نام پہلے اَفسوس تھا پھر بگڑ کر اَفسیسؔ ہوا۔ اس شہر میں ہی دقیانوس نے ملک کا سب سے بڑا مندر بنوایا تھا۔ جس میں ایک مورتی رکھی جس کا نام ڈیانا یا ڈائنا دیوی تھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ آرٹیمس دیوتا بھی اسی میں رکھا گیا۔ اُس پر قربانی چڑھاوے نذرانے پیش کئے جاتے جب دقیانوس اس شہر میں آیا تو حسبِ دستور سب عیسائیوں کو بلایا۔ یہ شہر بنی اسرائیل عیسائیوں کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ اور بہت پختہ قسم کے مذہبی لوگ تھے ان کو دقیانوس کی تمام کفریہ حرکتوں شرک سازیوں مخالفین کے قتل و غارت کا پتہ تھا۔ مگر سنتے تھے اور اللہ سے صبر و ہمت کی دعائیں مانگتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ بلا خود ان پر بھی آن پہنچی کچھ کمزور دل مرتد ہو گئے کچھ قید کیے گئے۔ نوجوانوں کو قسم قسم کی اذیتیں دے کر قتل کیا گیا۔ ان ہی گرفتار ہو کر لائے جانے والوں میں کچھ نوجوان جو اسرائیلی شاہی خاندانوں کی اولاد میں سے تھے یکے بعد دیگرے ان کو بھی پکڑ کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے ان سے بھی یہی کہا کہ یا تم ان بتوں کو سجدہ کرو ان کے سامنے جانور کی قربانی پیش کرو اور ان کو ہمیشہ کے لیے اپنا معبود سمجھ لو۔ عیسائیت کا دین چھوڑ دو۔ یا تم کو قتل کر دیا جائے گا۔ یہ سب بہت جوان خوبصورت صحت مند گٹھیل لمبے قد۔ اور چوڑے سینے والے تھے اور اس کے ساتھ بہت متقی تھے انہوں نے بہت دلیری سے بھرے دربار میں کہا کہ ہم جھوٹے بتوں کی پوجا نہیں کر سکتے بیشک ہمارا رب سچا معبود وہی ذات اقدس ہے جو آسمانوں اور زمین کو پالنے والا ہے یا دقیانوس نے کہا کہ اے جوانوں مجھ کو تمہاری خوبصورت جوانی کم عمری پر ترس آتا ہے نہیں تو میں تمہاری گستاخی بیباکی کی سزا ابھی اسی وقت تم کو دے دیتا کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ تمہارے سامنے یہ کتنے قتل ہوئے پڑے ہیں۔ اچھا میں تم کو کل

تک مہلت دیتا ہوں تم اپنی جوانیوں پر ترس کھاؤ اور خوب سوچ سمجھ لو۔ یہ کہہ کر بادشاہ نے دربار برخاست کیا اور دوسرے شہر چلا گیا (از تفسیر خازن)

بعض تفاسیر میں لکھا ہے کہ ان جوانوں نے خود مہلت مانگی۔ مگر یہ غلط ہے۔ اگر یہ خود مہلت مانگتے تو دوسرے دن دربار میں ضرور حاضر ہو جاتے کیونکہ مومن نہ بزدل ہوتا ہے نہ بدعہد۔ اور پھر یہ اکٹھے پیش نہ ہوئے تھے بلکہ اس سے پہلے یہ ایک دوسرے کے اچھی طرح واقف بھی نہ تھے۔ اس لیے کہ جب یہ پریشان ہو کر نکلے تو وہ دوپہر کا وقت تھا۔ اور ہر ایک اکیلا تھا یہ اسی پریشانی کے عالم باہر ویرانے میں ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ دوسرا ساتھی آگیا نہ پہلے کو پتہ تھا کہ دوسرا آنے والا مومن ہے نہ دوسرے کو پہلے کی حالت کا پتہ تھا ایک دوسرے سے اپنے آپ کو چھپانے لگے یہاں تک کہ آٹھ جوان اسی درخت کے نیچے آکر بیٹھ گئے پہلے تو سب نے اپنے آپ کو چھپایا کہ کہیں یہ شاہی جاسوس ہی نہ ہو مگر چونکہ سب کی پریشانی ایک ہی جیسی تھی لہٰذا بات چھپی نہ رہ سکی اور سب ایک دوسرے کو جان کر محرم راز بن گئے۔ اور سب نے یہی ارادہ کیا کہ چلو کسی غار میں چھپ جاتے ہیں پھر جب اس بادشاہ کا چند دن بعد دورہ ختم ہو جائے گا اور یہ چلا جائے گا تو ہم نکل آئیں گے۔ یہ کہہ کر سب آٹھوں ساتھی شہر سے تین میل دور بنجلوس نامی پہاڑ کے پاس آگئے راستے میں ان کو ایک دھوبی یا چرواہا ملا وہ بھی مومن تھا اور بادشاہ سے چھپتا پھرتا تھا اس کو ابھی بادشاہ نے نہیں بلایا تھا۔ انہوں نے جب ان کو حال سنایا تو اس نے عرض کیا مجھ کو بھی ساتھ لے لو لہٰذا۔ اب یہ نو ساتھی ہو گئے جب وہ چلے تو دھوبی کا کتا بھی ساتھ ہو لیا سب نے خوف کیا کہ یہ بھونکے گا تو ہم ظاہر ہو جائیں گے اور پکڑے جائیں گے کتے کو خدا نے زبان بخشی اس نے وعدہ کیا کہ میں نہ بھونکوں گا۔ اب یہ دس افراد ہو گئے۔ ان کے اسماء پاک اس طرح ہیں۔ ۱۔ مکسلمینا۔ یہ سب میں بڑے ہیں ۲۔ مخشلمینا۔ ۳۔ تملیخا یہ ان کے خزانچی بنائے گئے ۴۔ مرطونس ۵۔ کشطونش ۶۔ بیرونس ۷۔ دیموس ۸۔ بسطیوس ۹۔ قالوس یہ دھوبی ہیں۔ ۱۰۔ ان کا کتا۔ جس کا نام قطمیر ہے۔ مفسرین کے اس میں اختلاف ہیں کہ ان کے پاس ان کی دولت درہم دینار کہاں سے آئے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ غار میں جانے سے پہلے اپنے گھروں کو گئے اور ماں باپ کی بہت دولت اٹھائی کچھ بازار میں غریبوں کو بانٹی اور تھوڑی سی اپنے پاس رکھی جو سب نے تملیخا کے پاس جمع کرادی مگر یہ قول غلط ہے اس لیے کہ اگرچہ یہ سب غیر شادی شدہ تھے مگر یہ دولت ان کے والدین کی تھی بغیر اجازت کس طرح لے سکتے تھے پھر وہ سب گھبرائے پریشان تھے ان کو بازاروں میں بانٹنے کی فرصت کہاں تھی اور کون کس کا انتظار کرتا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ہر ایک کی جیب میں تھوڑے سے بہت درہم دینار تھے

جیسا کہ ہوا کرتا ہے وہی سب نے تملیخا کے پاس جمع کرادی۔ جب غار میں پہنچے عصر سے مغرب تک اپنی عبادت ذکر الٰہی اور دعاؤں میں مشغول رہے جب ذکر الٰہی سے ذرا سکون ملا تو لیٹ گئے اور لیٹتے ہی سب کو نیند آ گئی۔ دوسرے دن بادشاہ نے دربار لگایا تو ان کے بارے میں اہل دربار سے پوچھا اور پکڑ کر لانے کے لیے لوگوں کو بھیجا مگر سارے شہر میں ڈھونڈنے چھاپے مارنے کے باوجود کہیں سراغ نہ ملا۔ والدین کو پکڑ کر بلوالیا کہ بتاؤ تمہارے بیٹے کہاں ہیں ورنہ تم کو قتل کر دیا جائے گا سب نے کہا کہ اے بادشاہ ہم تو پہلے ہی اپنا دین چھوڑ کر تیرے دین پر آ چکے ہیں اگر ہم اپنے بیٹوں کو چھپا کر بچانا چاہتے تو ہم بھی مرتد کیوں ہوتے۔ اسی دوران کسی نے مخبری کی کہ میں نے ان کو پہاڑ کی طرف جاتے دیکھا ہے ان کے ساتھ ایک کتا بھی تھا بادشاہ اپنے سب درباریوں کے ساتھ گھوڑوں پر بیٹھ کر فوراً اُس غار کے پاس پہنچے دیکھا تو سب سو رہے ہیں بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور حکم دیا کہ اچھا ان کو اسی طرح سونے دو اور غار کا منہ مضبوط پتھروں کی دیوار سے بند کر دو مستریوں نے فوراً پتھروں کی دیوار بنا دی بادشاہ نے کہا کہ اب یہ غار میں ہی مر جائیں گے یہ ہی ان کی قبر ہے۔ اس کے بعد سب واپس چلے گئے اہلِ دربار میں دو آدمی خُفیہ مومن تھے انہوں نے ایک سِلور کی تختی پر اَصحابِ کہف کی تعداد نام حسب نسب اور شہر سے نکلنے کی وجہ دقیانوس کا ظلم اور مذہب پر جابرانہ رویّہ۔ اور اصحابِ کہف کا غار میں چھپنا ان کا غار دیوار سے بند کیا جانا پورا واقعہ تفصیل سے لکھ کر محل شاہی کے خزانے میں چھپا دیا۔ تقریباً ایک سال بعد دقیانوس سنِ عیسوی ایک سَو باون میں صرف تین سال حکومت کر کے مرگیا۔ یہی باطل کا مختصر انجام ہے سچ فرمایا گیا۔ لِلْبَاطِلِ جَوْلَةٌ وَلِلْحَقِّ غَلَبَةٌ۔ باطل کا شور ہوتا ہے۔ اور حق کا زور ہوتا ہے۔ صرف تین سالہ حکومت میں تقریباً اسی ہزار عیسائیوں کو قتل کرایا پھر زمانوں پر زمانے گزرتے رہے اور بادشاہتیں بدلتی رہیں۔ یہاں تک کہ تین سَو سال گزر گئے۔ جن دو آدمیوں نے اَصحابِ کہف کے حالات لکھ کر شاہی خزانے میں رکھے ان میں ایک کا نام بیدروس تھا اور ایک کا نام روناس تھا۔ بعد میں کبھی کسی بادشاہ نے اپنے خزانے سے اس تختی کی نقل کروا کر اُس پہاڑ پر غار کے قریب لگوا دی اس پہاڑ کا نام ینجلوس تھا جو بگڑ کر منخلوس اور مخلوس بھی لکھا گیا ہے۔

سنِ عیسوی چار سَو اٹھ میں روم پر عیسائی ایمانی حکومت قائم ہوئی۔ مومن بادشاہ کا نام بیدروس یا ایک قول میں تھیوڈیلس تھا۔ اُس وقت کچھ بنی اسرائیل عیسائی تھے اور کچھ بت پرست منکرینِ قیامت بادشاہ اہلِ درد تھا اپنی کافر رعایہ کے کفر پر پریشان رہتا تھا کہ کاش سب مومن بن جائیں۔ راتوں کو رو رو کر اپنے اللہ سے دعائیں عرض کرتا کہ یا مولیٰ کوئی اپنی قدرت سے ایسی نشانی دکھا جس سے ان منکرینِ قیامت کا قیامت و حشر قیامت پر ایمان ہو جائے۔ اس وقت ملک کا دارالخلافہ یہی شہر افسوس تھا اور نہ معلوم کس نسبت سے

اس علاقے کو بھی رقیم یا۔ بطرا۔یا پیٹرا کہا جاتا تھا۔ غالباً سن عیسوی چار سو پچاس تھا۔ ایک چرواہا جس کا نام ادلیاس لکھا گیا ہے وہ وہاں اپنی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ اگر پہاڑ کا یہ غار جو کسی نے پتہ نہیں کب اور کیوں بند کر دیا ہے میں کھول کر اپنی بکریوں کے لیے سردی گرمی اور بارشوں سے بچنے کے لیے استعمال کروں تو بہت آرام ہو جائے یہ سوچ کر اس نے ساری دیوار ڈھادی اور سب پتھر ایک طرف رکھ دئے کچھ تھوڑی بہت دروازے پر صفائی بھی کر دی جب وہ یہ سب کام چند گھنٹوں میں کر کے فارغ ہو کر اندر گیا تو اس نے آدمیوں اور ایک کتے کو پڑے لیٹے دیکھا تو خوف و ڈر سے گھبرا کر بھاگا اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا ابھی وہ کسی کو بتلانے بھی نہ پایا تھا کہ دوسرے دن صبح ہی صبح بعد طلوع آفتاب تمام اصحاب کہف جاگ پڑے نہایت پرسکون فرحت مندسب سے باہر نکلے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ ہم کتنا سوئے کچھ ساتھیوں نے سورج دیکھ کر کہا کہ ایک رات ہی سوئے ہیں اور کچھ نے کہا نہیں کچھ زیادہ ہی وقت معلوم ہوتا ہے مگر تین سو سال تو ان کے وہم و گمان میں نہ تھا۔ دروازے پر پڑے ہوئے پتھر دیکھ کر کچھ تشویش ہوئی مگر زیادہ اہمیت نہ دی گئی اب چونکہ جاگ پڑے تھے اس لیے بتقاضاء بشری بھوک بھی لگی تو سب کی صلاح مشورے سے اپنے خزانچی تملیخا کو کچھ نصیحتیں سمجھا کر کھانا لانے کے لیے شہر بھیجا راستے اور جنگل میں تو فرق محسوس نہ ہوا مگر جب تملیخا شہر کے قریب دقیانوس اور اس کے جاسوس سپاہیوں کا خیال کرتے ہوئے ڈرتے چھپتے پہنچے تو دیکھا کہ دروازۂ شہر پر دین عیسائیت کی اچھی اچھی باتیں لکھی ہوئی ہیں بڑے حیران ہوئے اور خیال کیا شاید میں کسی غلط شہر میں آگیا ہوں یہ سوچ کر باہر باہر ہی دوسرے دروازے پر پہنچے مگر وہاں بھی ایمانی باتیں لکھی تھیں پھر سخت حیرانی میں حضرت تملیخا شہر کے اندر گئے وہاں بھی ہر طرف عیسیٰ علیہ السلام کے چرچے رب مسیح کی قسمیں۔ حیرت و تعجب میں پڑ گئے کہ یا اللہ میں سو رہا ہوں یا جاگ رہا ہوں میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں کل اسی شہر و بازار میں حضرت عیسیٰ کا نام لینا گناہ قابل سزا جرم تھا آج ایک رات گزرنے سے کیا پلٹا کھا گیا پھر سوچا یہ ہمارا شہر افسوس نہیں ہے مجھ کو غلطی سے راستہ بھول گیا۔ لہٰذا ایک جوان سے پوچھا کہ اس شہر کا نام کیا ہے اس نے کہا کہ اس کا نام اُفسُوس ہے۔ بڑے حیران ہو کر سوچنے لگے کہ نام تو ٹھیک ہے خیر کافی دیر بعد کھڑے ہوئے اور ایک نان بائی کی دکان پر چلے اس نان بائی کا نام قسطنیوس تھا۔ اس سے کھانا خریدا اور اپنا سکہ دیا۔ یہ سکہ دیکھ کر دکاندار حیران ہوا اس نے ساتھی کو دکھایا لوگ جمع ہو گئے اور کہنے لگے اس کو ضرور ہی کوئی دفینہ کا خزانہ ملا ہے۔ تملیخا نے فرمایا بھئی مجھ کو کوئی خزانہ نہیں ملا میں تو کل ہی اس شہر سے گیا ہوں یہ میرے پاس اسی شہر کے درہم ہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا یہ مجنون ہے اسے چھوڑ دو کچھ بہت بڈھوں نے کہا یہ سکہ آج سے کئی صدیاں پہلے کا ہے۔ لیکن یہ شخص تو جوان ہے اور کہتا ہے کہ میں اسی شہر کا ہوں اور یہ دینار اسی شہر کا ہے یا تو یہ پاگل ہے یا خزانہ چھپانے کے لیے باتیں بنا رہا ہے۔ اس لیے اس کو پکڑ کر

حاکمِ شہر کے پاس لے چلو۔ لہٰذا سب لوگ بشکلِ جلوس پکڑتے دھکیلتے ہنستے مذاق اڑاتے اور حیران ہوتے تملیخا کو عدالت میں لے گئے۔ وہاں دو حاکم تھے جن کا نام آریوس طنطیوس تھا۔ ان دونوں افسرانِ شہر نے لوگوں کی ساری باتیں سنیں تو تملیخا سے متوجہ ہو کر کہا کہ اے نوجوان تو ہم سے کچھ مت چھپا اور جھوٹ بیانی نہ کرنا بلکہ جو معاملہ ہے وہ بالکل صاف سچ سنا دے۔ حضرت تملیخا نے فرمایا کہ یہ لوگ تو مجھ کو پاگل سمجھ رہے ہیں لیکن میں خود حیران ہوں کہ ایک رات ہی تو گزری ہے جب دقیانوس بادشاہ نے ہم کو کہا کہ یا تم بت پرستی کرو اور عیسائی مذہب چھوڑ دو یا تم قتل کر دیئے جاؤ گے اور پھر خود ہی اس نے ہمیں سوچنے کے لیے ایک دن کی مہلت دی اور ہم سب بھاگ کر آٹھ ساتھی غار بنجلوس میں چھپ گئے راستے میں ایک ساتھی اور اس کا کتا ہم کو اور مل گیا۔ ہم سب نے پہلے۔ غار میں چھپ کر عبادت کی پھر سو گئے اور صبح ہم اٹھ کر جاگے مجھ کو انہوں نے کھانا لینے کے لیے بھیجا ہے وہ میرا انتظار کر رہے ہیں فلاں محلے میں ہمارا گھر ہے اور یہ نام ہمارے والدین کا ہے۔ وہی یہ درہم ہیں جو کل ہم یہاں سے لے کر گئے تھے اب جو میں دوبارہ شہر اور لوگوں کی تبدیلیِ مذہب کی باتیں دیکھ سن رہا ہوں اس نے میری عقل کو گم کر دیا ہے۔ باتیں سن کر سب لوگ انتہائی حیرت زدہ ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے اور کہنے لگے کہ دقیانوس نام کا بادشاہ تو ہم نے کبھی سنا ہی نہیں اور نہ ہی تمہارے والدین کے نام کا کوئی آدمی شہر میں ہے۔ البتہ تمہارے محلہ اور گھر کا نقشہ جو تم نے سمجھایا وہ ٹھیک ہے۔ دونوں افسروں نے کہا کہ لوگو سنو معلوم ہوتا ہے اس جوان کی صورت میں رب تعالیٰ نے ہم کو اپنی قدرت کی کوئی نشانی دکھائی ہے۔ چلو سب بادشاہ کو سب کچھ بتائیں اور اس جوان کو بھی لے چلو۔ پھر سب لوگ مع افسران اور تملیخا دربارِ شاہی میں وہاں پہنچے وہاں موجود بادشاہ بیدروس نے پوری داستان سنی اور حیرت زدہ ہو کر سربسجود ہو گیا۔ اپنے عمر رسیدہ درباریوں سے پوچھا کہ تم بتاؤ یہ کیا معاملہ ہے تو ناظمینِ خزانہ وہ سلور دھات کی تختی لے آئے جس پہ لکھا تھا کہ فلاں سال فلاں تاریخ میں یہاں دقیانوس کی حکومت ہوئی اور اس کے ظلم سے جان و ایمان بچا کر چند نوجوان غارِ کہف میں چھپ گئے تھے جن کا دروازہ دقیانوس نے پتھروں سے بند کروا دیا تھا۔ ان غار والوں کے نام یہ تھے جنہیں ایک تملیخا بھی تھا۔ بادشاہ نے اللہ کریم کو سجدہ کیا جس نے قیامت کے ثبوت میں ایک روشن دلیل عطا فرمائی سارے شہر میں اس بات کا آناً فاناً چرچا ہو گیا ہر شخص تملیخا کو دیکھنے کے لیے دوڑا چلا آتا۔ پھر بادشاہ سب کو لے کر غار پہ پہنچا۔ جب باقی ساتھیوں نے ایک جمِّ غفیر کو اپنی طرف دوڑتے آتے دیکھا تو گھبرا گئے اور سمجھے کہ شاید دقیانوس کے سپاہیوں نے تملیخا کو پکڑ لیا ہے اور اس کے بتانے پر اب ہم کو یہ لشکر پکڑنے آیا ہے۔ سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا کہ یارو اب تمہارے ایمان اور جان

کے امتحان کا وقت ہے۔ ایمان بچانا اور قتل ہونے سے نہ ڈرنا۔ یہ کہہ کر سب ذکرِ الٰہی کرنے لگ گئے یہاں تک کہ لشکر اور بادشاہ سمیت سب لوگ غار کے پاس پہنچ گئے سب واقعہ سنایا گیا تو وہ بھی سب حیران ہو گئے سب نے بادشاہ سے مصافحہ معانقہ کیا اور دعائیں دیں اور ان کے سب سے بڑے مکشلینا نے فرمایا کہ اب ہم کو ہمارے اسی حال میں رہنے دو۔ جس رب کریم نے ہم کو اتنے سال باصحت و تندرستی قائم و سلامت رکھا وہ ہی پروردگارِ عالم ہمارا آئندہ بھی کفیل و کارساز اور محافظ ہے اب ہم تمہارے ساتھ شہری زندگی نہیں گزاریں گے۔ بادشاہ اور کچھ خاص درباری اور افسران غار کے اندر بھی ان کے ساتھ گئے اِدھر اُدھر کا جائزہ لیا۔ غار والوں نے اُن سے کہا کہ اب آپ ہم سے کوئی تعلق نہ رکھیں اور ہم غار میں رہتے ہیں آپ اسی طرح پھر غار کو بند کر دیں جس طرح آپ کے کہنے کے مطابق پہلے بند تھا۔ پھر سب لوگ باہر نکل آئے اور اُسی وقت انہی پتھروں سے مضبوط دیوار بنا کر غار کا منہ بند کر دیا گیا۔ ایک قول ہے کہ جب وہ لوگ غار کے اندر پہنچے تو اُسی وقت سب کے سامنے اللہ تعالیٰ نے ان پر دوبارہ نیند قائم فرما دی اور سب اسی جگہ لیٹ کر سو گئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ نو تابوت سونے کے بنائے جائیں اور اُس میں ان کے اجسام کو رکھا جائے لہٰذا چند دنوں میں سونے کے نو بکس بنوائے گئے اور ان میں ہر ایک کو رکھا گیا۔ تو یہ اصحابِ کہف بادشاہ کو خواب میں ملے اور فرمایا کہ اے بادشاہ ہم کو سونے کے بکس میں نہ رکھو ہم سونے چاندی میں پیدا نہیں ہوئے ہیں اسی مٹی میں لیٹنا چاہتے ہیں۔ تب بادشاہ نے لکڑی کے نو بکس بنوائے اور ان میں اُن کے اجسام کو بند کیا سونے کے بکس اٹھوا لیے۔ مگر یہ سب باتیں غلط ہیں نہ سونے کے بنوائے گئے نہ لکڑی کے بلکہ وہ اسی وقت سب سے جدا ہو کر غار کے اندھیرے میں چلے گئے تھے اور وہاں اسی وقت اُن پر حسبِ سابق نیند غالب ہو گئی تھی۔ بادشاہ کے حکم سے لوگوں نے اُسی وقت دیوار چُن دی تھی یہ بادشاہ چونکہ سچّے ایمان والا اور باادب روشن ضمیر تھا اس لیے اُس نے کہا کہ یہ واقعہ اور اصحابِ کہف کا ظہور ہمارے لیے قدرتِ الٰہی کا عجیب کرشمہ اور ہدایتِ ایمانی کی نعمت ہے۔ اور منکرینِ قیامت کے لیے ثبوتِ قیامت پر ایک شاندار مضبوط دلیل ہے۔ اس حیرت انگیز واقعے کو دیکھ کر کوئی عقل و خرد والا تو ہرگز قیامت کا انکار نہیں کر سکتا کوئی جاہل بدبخت بدفطرت ہی ضد و عناد سے قیامت کا انکار کرے گا۔ تھوڑا سا تفکّر و تدبّر کرنے سے بات دماغ میں آجاتی ہے کہ جو رب تعالیٰ تین سو سال تک سلا کر اچھی تندرستی عقل و فہم و بشاشت کے ساتھ جگا سکتا ہے اور بغیر کچھ کھائے پیئے زندہ رکھ سکتا ہے وہ قیامت میں بھی اٹھا سکتا ہے۔ اس لیے ایسی نعمتِ الٰہیہ اور نشانِ قدرتِ باری تعالیٰ کی یادگار منانی چاہیئے۔ اور اس جگہ یادگار کے طور پر کوئی عمارت بنائی جائے تاکہ

یاد تازہ رہے۔ اس بات کو سن کر سب خوش ہوئے اور اپنے اپنے مشورے میں کسی نے کہا یہاں کوئی ہیکل بنا دیا جائے کسی نے کہا یہاں کوئی مینار بنا دیا جائے۔ کسی نے کہا صخرہ کسی نے کہا گنبد۔ لیکن نیک اور متقی بزرگ لوگوں نے کہا کہ یہاں مسجد بنائی جائے۔ یہ مشورہ بادشاہ کو بھی پسند آیا۔ اور وہاں مسجد بنادی گئی۔ مسجد بنانے والا معمار یا جس نے پہلے پہل مسجد کا مشورہ دیا اُس کا نام خیرم تھا۔ اور بادشاہ کے ہی حکم سے وہاں غار کے دروازے پر وہ تختی نہایت مضبوطی سے جڑ دی۔ پھر نیک بزرگ لوگوں اور بادشاہ رعایا سب نے مل کر کئی سال تک وہاں انہی ظاہر ہونے کے دنوں کی تاریخوں کے مطابق ہر سال عرس منایا۔ اور عبادت اور شکرِ باری تعالیٰ کے لیے جمع ہوتے میلہ بناتے اپنے رب کریم کے حضور نمازیں سجدے اور ہر طرح سے شکر کرتے۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ اب بھی اصحابِ کہف کی اس مسجد میں عرس فاتحہ نیاز منائی جاتی ہے اور اب مسلمان مناتے ہیں۔ اس نیک دل بادشاہ کی حکومت اس علاقۂ روما پر تقریباً اکسٹھ سال رہی یعنی ۴۰۸ھ سے ۴۵۹ھ تک بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ ۴۵۰ھ تک رہی واللہُ اَعْلَمُ بِالصَّواب واقعۂ اصحابِ کہف کے مندرجہ ذیل امور میں کچھ تاریخی اختلاف پائے جاتے ہیں ع۱ اصحابِ کہف کی تعداد اس اختلاف کا ذکر خود قرآن مجید میں بھی بتایا کہ یہ یہود و نصاریٰ اور کفارِ تاریخ دان گنتی میں اختلاف کرتے ہیں مگر احادیث و روایات کی روشنی میں اب صحیح تعداد ظاہر ہو چکی ہے اور یہی ہم نے لکھی ہے ع۲ کہ کتنی مدت بعد سو کر جاگے تھے۔ ایک قول میں ایک سو سال بعد ایک قول میں دو سو سال بعد۔ ایک قول میں ڈیڑھ صدی بعد۔ قرآن مجید میں شمسی اعتبار سے تین سو سال قمری اعتبار سے تین سو نو سال۔ اختلاف کرنے والے مفسرین نے قرآن مجید کے اس ارشادِ باری تعالیٰ کی خبر نہیں مانا بلکہ پچھلی آیت کے اختلافی اقوال میں شمار کیا ہے کہ یہ بھی لوگوں کا قول اور اندازہ ہے کہ تین سو سال سوئے رہے اور وَازْدَادُوْا تِسْعًا کو مدت میں دوسرا قول سمجھا۔ یعنی کسی نے کہا ثلاثہ مائۃ تین سو سال سوئے۔ اور کسی نے نو سال اور زیادہ بڑھا دیئے کہ تین سو نو سال سوئے۔ وَازْدَادُوْا کی ضمیر کو اختلافی لوگوں کی طرف پھیرا۔ مگر یہ تفسیر غلط ہے اور اکثر کا فرمان ہے کہ رب تعالیٰ نے یہ مدت بیان فرمائی ہے۔ جیسا کہ ہم بھی ان آیت کی تفسیر بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ع۳ یہ اختلاف کہ کون سے علاقے میں یہ واقعہ پیش آیا روم میں یا فلسطین یا شام میں۔ صحیح تر یہ ہے کہ روم میں یہ شہر ہے مگر شام کی سرحد کے قریب ع۴ اختلاف یہ کہ تین سو سال بعد سو کر اٹھ کر جب دوبارہ لیٹے تو پھر اُن پر نیند ڈالی گئی یا بیہوشی یا موت۔ ہماری تحقیق کے مطابق ان پر بیہوشی کی مثل نیند ڈالی گئی ہے اور اب تک بلکہ تا قیامت اسی طرح اصحابِ کہف بھی اور اُن کا کتا بھی بیہوشی جیسی نیند میں پڑے سو رہے ہیں۔ وہ نہ اپنی مرضی سے اٹھ سکتے ہیں نہ ان کو کوئی جگا سکتا ہے ہاں البتہ

آقائے کائنات صلی اللہ وسلم نے اپنی بعثت کے دوران وہاں غار میں تشریف لیجا کر غالباً سفر معراج کی شب اصحاب کہف کو جگا کر اپنا کلمہ پڑھا کر امت مسلمہ میں داخل فرمایا تھا۔ پھر آخری بار وہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے وقت جاگیں گے اور حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ ہوں گے پھر ان کی وفات ہوگی اور کافی دن زندہ رہ کر اُن کی اور ان کے کتے کی طبعی موت واقع ہوگی۔ یہ تھے مفسرین۔ راویانؒ۔ مورخینؒ کے صحیح صحیح اقوال جن کو ہم نے ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ اصحاب کہف سچے اور صحیح عیسائی دین پر تھے اور اُس وقت دین مسیح منسوخ نہ ہوا تھا۔ اور جب تک کوئی دین بارگاہ الٰہی سے منسوخ نہ ہو اُس وقت تک رب تعالیٰ کی ساری نعمتیں برکتیں رحمتیں ہدایتیں اس دین اور اس کے ماننے والوں پر نازل ہوتی رہتی ہیں۔ اور نیز اُس وقت تک اُس دین کو اختیار کرنا مقبولیت بارگاہ الٰہی ہونے کی اعلیٰ دلیل ہے اور یہ کہ اسلام سے پہلے کسی دین نے کسی پہلے یا اس کی شریعت کو منسوخ نہیں کیا آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک سب دین بدستور قائم رہے جو شخص جس دین کو چاہتا اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کا پیارا بن کر صاحب ہدایت ہوتا تھا۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ایک ایک وقت اور ایک ایک زمانہ میں کئی کئی انبیاء کرام اپنے اپنے علاقوں اپنی اپنی قوم میں مبعوث ہوتے تھے لیکن دین اسلام کے آنے سے باقی سب پچھلے دین منسوخ ہو گئے۔ اب جو بھی اپنے آپ کو عیسائی۔ یا۔ یہودی۔ یا۔ صابئی وغیرہ بنلائے گا وہ مردود بارگاہ و مردود رسالت ہوگا۔ یہ فائدہ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ صرف سچے دین پر رہ کر انسان وَلِیُّ اللہ متقی مومن اور عابد و زاہد اور صاحب کرامات ہو سکتا ہے جھوٹے یا منسوخ دین پر رہ کر کوئی کتنی ہی عبادت ریاضت کرے مگر ولی اللہ اور صاحب کرامت نہیں ہو سکتا یہ فائدہ بھی۔ زِدْنٰهُمْ هُدًى فرمانے سے حاصل ہوا کیونکہ کرامات کا عطیہ الٰہیہ بھی ہدایت کی ایک نوعیت ہے۔ اصحاب کہف سے مندرجہ ذیل کرامت کا ظہور ہوا ۱ تین سو سال سوتے رہنا اور اتنی دراز نیند کے باوجود صحت تندرستی برقرار رہنا ۲ اتنی مدت نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ ۳ اتنی مدت زمین کی مٹی پر جسم پڑے رہے نہ کپڑے گلے سڑے نہ اجسام کو کچھ نقصان پہنچا۔ ۴ بال اور ناخن تو کچھ بڑھے مگر عمر نہ بڑھی ۵ جوانی برقرار رہی ۶ سورج کا چکر لگنا دھوپ نہ پڑنی ۷ ہزاروں مرتبہ بارش برسی اور ہر رُخ سے برسی ہوگی مگر غار کے اندر پانی کا ایک قطرہ بھی نہ آیا۔ حالانکہ غار اوپر سے کھلی ہے جس سے روشنی اور ہوا برابر آ رہی ہے ۸ غار کی طرف جاتے ہوئے راستے میں کتے کا کلام کرنا کہ میں نہ بھونکوں گا تیسرا فائدہ۔ دنیوی زندگی میں صحبت کا بہت اثر ہوتا ہے اور

یاد الٰہی ذکر و عبادت ۔ ریاضت تقویٰ طہارت سے بندے میں ہمت قوت ۔ طاقت ۔ بے خوفی ۔ دلیری جرأت ۔ اطمینان خوشی اور صحت تندرستی پیدا ہوتی ہے ۔ اس کے برخلاف گناہوں سے بزدلی ۔ کمزوری خوف وڈر غم فکر ۔ بے اطمینانی اور قسم قسم کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں یہ فائدہ ۔ زِدْنٰهُمْ هُدًى کے بعد وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا ۔

احکام القرآن

اِن آیات پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں ۔ **پہلا مسئلہ** ۔ ولیُ اللہ سے کرامت کا صادر ہونا یا ظہور ہونا برحق ہے اس کا منکر گمراہ اور معتزلی ہے ۔ یہ مسئلہ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا ۔ خیال رہے کہ کرامات کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ کرامت ولی اللہ کے قبضہ و اختیار میں ہوتی ہے جب ضرورت پڑے تو اللہ تعالیٰ سے اجازت لے کر ولی اللہ خود ہی اس کرامت کو ظاہر کر سکتا ہے دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی قدرتوں کو بندے پر ظاہر فرمائے ۔ اصحاب کہف کا دلیری سے ہمکلام ہونا ۔ اور اپنے کتے سے بات کرنی اور کتے کی بات سمجھنی یہ پہلی قسم کی کرامت ہے اور باقی مندرجہ بالا کرامت دوسری قسم کی ہیں ۔ کافر سے کسی قسم کی کرامت ظاہر نہیں ہو سکتی البتہ شعبدے جادو ۔ ٹونے دکھا سکتا ہے جس کو اصطلاح شریعت میں استدراج کہا جاتا ہے مگر استدراج بھی خود دکھا سکتا ہے ۔ کافر کے وجود سے خود بخود کچھ صادر نہیں ہو سکتا ۔ **دوسرا مسئلہ** ۔ کسی بھی غیر اللہ کی عبادت کرنا کسی نوعیت کیفیت طرز اور طریقے کی قطعاً حرام ہے ۔ اور کرنے والا فوراً کافر اور مرتد ہو جاتا ہے ۔ لیکن غیر اللہ کو پکارنا جائز ہے اس کا ثبوت بہت سی آیات و احادیث میں موجود ہے ۔ یہ مسئلہ ۔ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ (الخ) سے مستنبط ہوا کیونکہ یہاں لَنْ نَّدْعُوَا کا معنی ہے عبادت کرنا ۔ خیال رہے کہ کسی کو معبود سمجھ کر پکارنا عبادت ہے اور چونکہ عبادتِ غیر اللہ کفر ہے لہٰذا کسی انسان یا بتوں کو معبود سمجھ کر پکارنا کفر ہوگا ۔ ویسے حاجت و ضرورت کے موقع پر اللہ کا انعام یافتہ بندہ سمجھ کر پکارنا ۔ اس سے مانگنا بالکل جائز ہے ۔ **تیسرا مسئلہ** ۔ ہر دین میں تقیہ کرنا برا اور حرام سمجھا جاتا رہا ۔ اللہ کو بھی تقیہ اور مکر و فریب دھوکہ دے کر بچنا ۔ ناپسند ہے خصوصاً جب کہ اس کے تقیہ یعنی جھوٹ فریب سے دوسروں پر بھی برا اثر پڑنے اور دوسروں کے ایمان خراب ہونے کا اندیشہ ہو ۔ یہ مسئلہ فَقَالُوْا رَبُّنَا (الخ) سے مستنبط ہوا کہ دیکھو آتی مصیبت اور قتل و غارت دیکھ کر بھی اصحاب کہف نے کس دلیری سے اپنے سچے دین کا برملا اظہار کیا اور کافر بادشاہ کی بھرے دربار میں تکذیب کر کے ذلت کی ۔ اور رب تعالیٰ نے اس عمل کی شان و تعریف بیان کی ۔ اگر تقیہ اچھا ہوتا تو اصحاب کہف تقیہ کر کے جان بچا لیتے ۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔
پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا لِنَعۡلَمَ اَیُّ الۡحِزۡبَیۡنِ (الخ) یعنی اللہ فرماتا ہے کہ تاکہ ہم جان لیں کہ کون گروہ صحیح مدت بیان کرتا ہے۔ تو کیا اللہ پہلے نہیں جانتا؟ **جواب۔** اس کے تین جواب ہیں ع ۱ لِنَعۡلَمَ کا فعل لِنَبۡلُوَ کے معنیٰ میں ہے اور لِنَبۡلُوَ یعنی امتحان ممتحن کی بے علمی کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ طالب علم کی رغبت۔ شوق۔ لگن اور سمجھداری کے لیے ہوتا ہے ع ۲ علم دو قسم کا ہوتا ہے پہلا علم معلوماتی جو فعل سے پہلے ہوتا دوم علم مشاہدہ یہ فعل ہو جانے کے بعد ہوتا ہے یہاں لِنَعۡلَمَ سے علمِ مشاہدہ مراد ہے نہ کہ علم حقیقی معلوماتی۔ ع ۳ لِنَعۡلَمَ کا معنیٰ جاننا نہیں بلکہ بتانا ہے۔ یعنی تاکہ ہم بتائیں دوسروں کو علم دیں۔ یہ تینوں جواب اپنی اپنی جگہ درست ہیں اور اعتراض ختم کر دیتے ہیں۔ **دوسرا اعتراض۔** یہاں فرمایا ثُمَّ بَعَثۡنٰهُمۡ چاہیئے تھا کہ فرمایا جاتا ثُمَّ اَیۡقَظۡنَا۔ یعنی پھر ہم نے جگایا۔ بَعۡثٌ کا معنیٰ ہوتا ہے بھیجنا۔ اصحاب کہف کو بھیجا تو کہیں نہیں گیا تھا۔ **جواب۔** بَعۡثٌ کا ترجمہ ہے اپنے کام کے لیے کسی کو تیار کرنا۔ اور تیار کر کے کسی جگہ بھیجنا خواہ وہ جگہ دور ہو یا قریب ہو یا گھر میں ہی ہو۔ اسی معنیٰ میں انبیا کی بعثت ہے اور اسی معنیٰ میں اہلِ قبور کی میدانِ محشر کی طرف بعثت کیونکہ انبیاء کرام قانونِ الٰہی کی تبلیغ و ترسیل کے لیے تیار کئے جاتے ہیں اور اہلِ قبور کو محشر کے حساب کتاب کے لیے اٹھایا تیار کیا جائے گا اور یہ دونوں ہی رب تعالیٰ کی طرف سے فرض و لازم کئے گئے۔ اسی طرح اصحاب کہف کو تا قیامت منکرینِ قیامت کی ہدایت کے لیے اٹھایا جگایا اور شہر افسوس میں بھیجا گیا۔ بظاہر تملیخا کو کھانا لانے کے لیے ساتھیوں نے بھیجا تھا۔ مگر وہ کام تو کچھ بھی نہ ہوا سب کھانا دانا چھینا چھپایا ادھر ے کا دھرا رہ گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا لائحہ اور منشور ہی پورا ہوا لہٰذا بَعَثۡنَا فرمانا عین درست ہوا تاکہ صرف جاگنے کا ہی پتہ نہ لگے بلکہ جاگنے کے مقصد کا بھی پتہ لگ جائے۔ یہی فرق ہے خلقؔ اور بَعۡثٌ میں۔

تفسیر صوفیانہ

ثُمَّ بَعَثۡنٰهُمۡ لِنَعۡلَمَ اَیُّ الۡحِزۡبَیۡنِ اَحۡصٰی لِمَا لَبِثُوۡۤا اَمَدًا۔ نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَیۡكَ نَبَاَهُمۡ بِالۡحَقِّ اِنَّهُمۡ فِتۡیَةٌ اٰمَنُوۡا بِرَبِّهِمۡ وَ زِدۡنٰهُمۡ هُدًی وَّ رَبَطۡنَا عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ اِذۡ قَامُوۡا فَقَالُوۡا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ اس بدنِ انسانی پر کتنی ہی صدیاں بیت گئیں قبض و بسط کے کتنے ہی انقلاب آئے اور لطائف انوار کی خلوت گاہ غار میں کتنے موسم گزر گئے پھر تکمیلِ انسانیت کے بعد مبعوث کیا ہم نے ان صفاتِ باطنیہ کو نشانِ قدرت بنا کر تاکہ مظاہر فطرت کے اپنے علوم ظاہر کر دیں ہم کہ حق و باطل اور عرفانی و شیطانی میں کون سا گروہ لطائفِ منازل کی

لبث کو مقیاسِ فہم سے صحیح معلوم کرتا ہے اے قلبِ مسعود ہم ہی الہاماتِ عرشی سے تجھ پر منکشف فرماتے ہیں روح و قلب ضمیر و شعور کی خبریں حقِ عرفانی اور صداقتِ صمدانی کے ساتھ۔ بیشک یہ حواسِ باطنی اپنے خالق تعالیٰ پر علم یقین مکاشفۂ فطین۔ استدلالِ ذہین سے ایمان لے آئے تو علم الیقین کے بعد عین الیقین کی ہدایت ہم نے اُن کے لیے اور زیادہ فرمادی۔ جس سے توفیقِ مشاہدہ اور زیادہ ہو گئی اور مجاہداتِ فکر پر صبر کرنے کے لیے شجاعتِ ایمانی سے اُن کے قلوب کو انتہائی مضبوط کیا تاکہ منزلِ طلب کے سفر میں محاربتِ شیطانی اور مخالفتِ نفس پر پوری ہمت و جرأت دکھا سکیں اور مالوفاتِ جسمانیہ لذاتِ حسیہ کے مقابل آسکیں جب اِن تمام قوتِ روحانیہ کے مقام عرفانی پر باطل معنوں کے سامنے قیامِ لیل میں کھڑے ہو گئے تو پکارا رب مری وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ ہے جو آسمانِ انوار اور زمینِ اسرار کا رب ہے۔ شریعت طریقت دو گروہ ہیں اِن کا آپس میں ایسا ہی تعلق ہے جیسا روح و جسم کا۔ جب تک قلب زندہ ہے دونوں متصل ہیں جب روحِ شریعت جسمِ طریقت سے نکل گئی تو قلب مردہ ہو گیا اس لیے لَنْ نَدْعُوَا مِنْ دُوْنِہٖٓ اِلٰھًا لَقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا۔ ھٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اٰلِھَۃً۔ لَوْلَا یَاْتُوْنَ عَلَیْھِمْ بِسُلْطٰنٍۢ بَیِّنٍ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا۔ ہم اخلاصِ روح کی قوتیں کبھی بھی ہرگز خواہشات کی جھوٹی معبودیت اور صنمِ جسمانی کو نہیں پوجیں گے یہ بات انہوں نے جبارِ نفسِ امارہ کے سامنے کمال جرأت سے کہدی البتہ اگر ایک بات بھی اقوالِ باطلی سے کہدیا تو یقیناً اُس وقت ہم دِل کی ہلاکت والی موت مر جائیں گے۔ یہ ہمارے قوائے ظاہری ہاتھ پاؤں کان آنکھ وغیرہ اور اعضائے باطنی نفس عقلِ ذمیمہ جنہوں نے دقیانوسِ خواہشات نمرودِ مطالب اور فرعونِ مراد کو اپنا دل پسند خود ہی معبود بنا لیا۔ کیوں نہیں برہانِ لمی یا دلیلِ انی پیش کرتے اُن کے وجودِ محال پر۔ وادیِ ناسوتی میں اُس سے زیادہ کون ظلمت والا ہے جو فسادِ تقلید اور عقیدۂ تشکیک کی تاثیر وجود کا افترا اور جھوٹ لگائے اپنے رحیم و کریم معبودِ حقیقی خالقِ ازلی پر۔ اے بندے تیرے اعمال کی اہمیت اُسی وقت تک ہے جب تک کہ شہرِ طریقت میں خلوتِ اعمالِ شریعت کے اصحابِ کہف جلوہ گر ہیں اور جب تک شریعت۔ طریقت معرفت۔ حقیقت۔ عبادت۔ ریاضت۔ مجاہدات کے ساتھی آپس میں موجود و متفق ہیں اور دقیانوسِ نفس کے ریا۔ نمود۔ نمائش۔ منافقت کے لشکری و جاسوس شہرِ عقلیات میں موجود ہیں۔ جنگ و جدال ظالم و مظلوم۔ قاہر و مقہور۔ جابر و مجبور آشکارا ہیں ورنہ۔ تصوف شریعت کے بغیر منافقت ہے قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ جو لوگ ہماری کہفِ عشق میں جدوجہد کرتے ہیں انہیں ہم اپنی راہیں ضرور دکھائیں گے۔ اسی مجاہدۂ رقیم کا نام کہفِ شریعت ہے اور جو ہدایت اِس غارِ عمل میں بڑھائی جاتی ہے وہی

طریقت ہے۔ شریعت کا حاصل مصدر احکامِ ظاہری کی تعمیل ہے اور حقیقت کا خلاصہ احوالِ باطن کا اپنے اوپر جاری و طاری کرنا ہے شریعت آمَنُوْا بِرَبِّهِمْ کا اختیاری فعل ہے۔ اور حقیقت زِدْنٰهُمْ هُدًى کا عطیۃ الٰہیہ ہے اس لیے بندے کو کسی بھی عمل کو فوائد کی بنیاد پر نہیں اباحت کی بنیاد پر اختیار کرنا چاہیئے کیونکہ تلاشِ فوائد میں۔ عوام اور دنیا پرست مصروف ہوتے ہیں لیکن جوازِ عمل علماء کے لیے اور اباحتِ عمل صوفیا کے لیے ہے۔

عاشقاں راچہ کار با تحقیق
ہر کجا نام اوست قربانیم
(محی الدین ابن عربی)

وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا

اور اب جب کہ تم علیحدہ ہو ہی گئے ہو (قدرت الٰہی کے سبب) اُن کے جھوٹے معبودوں سے جن کی وہ عبادت کرتے ہیں

اور جب تم اُن سے اور جو کچھ وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں سب سے الگ

اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ

اللہ کے سوا۔ تو چلو کسی پہاڑ کی بڑی غار میں پناہ پکڑ لیتے ہیں۔ یقین کامل رکھو کہ پھیلائے گا تمہارے لیے تمہارا رب

ہو جاؤ تو غار میں پناہ لو تمہارا رب تمہارے لیے اپنی رحمت پھیلا دے گا

مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ

اپنی ہر رحمت اور تیار فرما دے گا تمہارے لیے تمہارے سب معاملات

اور تمہارے کام میں آسانی کے سامان

مِّرْفَقًا ۝۱۶ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ

میں نرمیاں۔ ــــ اور تم دیکھو گے سورج کو وہاں کہ جب طلوع ہوا تو

بنا دے گا اور اے محبوب تم سورج کو دیکھو گے کہ جب نکلتا ہے

تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ

جھک گیا ذرا سا نیچے اُن کے غار سے داہنی والی جانب اور

تو ان کے غار سے داہنی طرف بچ جاتا ہے اور

اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ

جب بھی ڈھلنے لگا تو اُن سے ذرا سا رستہ ہٹ گیا شمال والی جانب

جب ڈوبتا ہے تو ان سے بائیں طرف کترا جاتا ہے

وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ

حالانکہ وہ غار کے آنگن میں پڑے سو رہے ہیں وہ اللہ کی بڑی نشان قدرت

حالانکہ وہ اس غار کے کھلے میدان میں ہیں ۔ یہ اللہ کی نشانیوں سے ہے

اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ

سے ہیں جس کو ہدایت عطا فرماتا ہے اللہ ۔ بس وہی ہدایت والا ہے اور جس کو

جسے اللہ راہ دے تو وہی راہ پر ہے اور جسے

يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ ع

گمراہ کرتا ہے ۔ تو تم ہرگز اس کے لیے کوئی مددگار راہنما نہ پاؤ گے

گمراہ کرے تو ہرگز اس کا کوئی حمایتی راہ دکھانے والا نہ پاؤ گے

تعلق ان آیات مبارکہ کا پچھلی آیات مبارکہ سے چند طرح تعلق ہے ۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیات میں ذرا تفصیل سے اصحاب کہف کا ذکر کیا گیا اور آخری واقعہ پہلے مذکور ہوا اصلیت سمجھانے کے لیے اب ان آیات میں اُس تفصیل کا بقیہ کچھ واقعہ ذکر کیا جا رہا ہے ۔

دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں رب کریم جل مجدہٗ نے اُن نعمتوں کا ذکر فرمایا جس کی بنا پر اصحاب کہف میں ایمانی قوت جرأت پیدا ہو گئی تھی اب اِن آیت میں اُس خدا داد پیدا شدہ قوت و دلیری سے اپنے ایمان اور جان کی حفاظت کرنے اور خود کو بچانے کے سچے ہدایت یافتہ طریقے پر عمل کرنے کا ذکر ہو رہا ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں اصحاب کہف کا اپنا ایمان بچا کر اور دلیرانہ تبلیغ فرما کر نکل بھاگنے کا ذکر ہوا۔ اب اِن آیت میں رب تعالیٰ کا ان کی جان و جسم کو غار میں تا قیامت بچانے محفوظ رکھنے کا ذکر ہے۔

تفسیر نحوی وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا۔ واؤ، سرجملہ۔ اِذ۔ شرطیہ ظرف زمانی کیلئے اِعْتَزَلْتُمُوْهُمْ باب اِفتعال کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب عَزْلٌ سے بنا ہے اس کا مصدر ہے اِعْتِزَالٌ بمعنیٰ دور ہونا اسی سے ہے عزازیل اور مُعتزلہ شیطان اور ایک فرقے کا نام جو سب سے پہلے خواجہ حسن بصری کے زمانے میں اسلام سے ہٹا اس کی کچھ تاریخی اور مسلکی تفصیل ہمارے فتاویٰ العطایا جلد سوم ابھی غیر مطبوعہ زیر تصنیف میں دیکھئے۔ خاندانی منصوبہ بندی کو عربی میں عزل کہا جاتا ہے تُمُوْ کی واؤ وصل فعلی کے لیے ہے دراصل تھا اِعْتَزَلْتُمْ هُمْ ضمیر متصلہ سے فعل کو جوڑنے کے لیے واؤ لگا دی گئی ورنہ ثقل اور بوجھ ہوتا۔ ہُم ضمیر کا مرجع کفار علاقہ ہیں یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ واؤ۔ عاطفہ۔ مَا۔ موصولہ۔ يَعْبُدُوْنَ۔ فعل مضارع باب نصر عِبَدٌ سے بنا ہے اس کا صرف ایک ہی معنیٰ ہے عبادت کرنا۔ ہُم ضمیر مستتر فاعل ہے جس کا مرجع ہے کفار الاحرف استثنا لغو بمعنیٰ سوا۔ علاوہ۔ ترجمہ ہے اللہ کے سوا۔ معنوی اور حکمی اضافت ہے۔ اللہ مستثنیٰ مضاف الیہ ہے دونوں مل کر مفعول بہ ہوئے یَعْبُدُوْنَ کا ایک قول میں اِلَّا لغو نہیں بلکہ متصل ایک قول میں منقطع ہے۔ نیز ایک قول میں مَا موصولہ نہیں بلکہ نافیہ ہے اور یہ جملہ علیحدہ معترضہ ہے اور ایک قول میں مَا مصدریہ ہے مگر آسان اور زیادہ صحیح ہماری ترکیب ہے منشاء کلام اسی طرف راغب۔ یَعْبُدُوْنَ۔ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَا کا موصول صلہ مل کر عطف ہے ہُم پر سب عطف مفعول بہ ہے وہ سب جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی۔ ف۔ جزائیہ اَوٗا باب اِفعال کا امر حاضر معروف جمع مذکر اَوْیٌ۔ سے بنا ہے بمعنیٰ چھپ کر پناہ پکڑنا ٹھکانہ بنانا۔ اس کا مصدر ہے اِیْوَاءٌ۔ لام کلمہ یٰ کو ہمزہ سے بدل دیا گیا۔ اَوٗا۔ دراصل اَوِیُوْا تھا یٰ پر ضمہ ثقیل تھا تو ماقبل کر دے دیا دو ساکن جمع ہوئے تو پہلے ساکن یٰ کو گرا دیا۔ اِلیٰ جارہ انتہا کے لیے الف لام عہدی کَہْفِ اسم مفرد جارہ بمعنیٰ غار اس کی جمع ہے کُہُوْف یہ مجرور متعلق ہے فَاْوٗا کا یہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزا ہے۔ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ یَنْشُرْ۔ باب نصر کا فعل مضارع نَشْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ۔

۱ پھیلانا ۲ وسیع کرنا ۳ بیمانا ۴ ڈالنا ۵ ہوا دینا ۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں ۔ لَامْ جارّہ نَفع کا۔ کُمْ ضمیر مجرور متّصل متعلق یَنْشُرْ کا ۔ رَبُّ مضاف کُمْ ضمیر مضاف الیہ مرکّب اضافی فاعل ہے یَنْشُرْ کا ۔ مِنْ تبعیضیہ ۔ رَحْمَت اسم مفرد جامد ت مصدریہ رَحِمَ سے ہے حاصل مصدر بمعنی نعمت مضاف ہے ہ ضمیر واحد مذکر غائب مرجع ہے اللہ تعالیٰ ضمیر نفسی ہے بمعنیٰ اپنی یہ مرکّب اضافی مجرور متعلق ہے یَنْشُرْ کا جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا وَاوْ عاطفہ یُہَیِّئْ ۔ باب تفعیل کا مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب ۔ ھَیُّ ۔ سے مشتق ہے اس کا مصدر ہے ۔ تَہْیِئَۃٌ ۔ اور تَہْیِیْئٌ اور تَہْیِیَۃٌ ۔ بمعنیٰ آسانی پیدا کرنا ۔ ۲ مہیا کرنا ۳ تیار کرنا ۔ بنانا یُہَیِّئْ اور یَنْشُرْ دونوں مضارع مستقبل اور مجزوم ہیں فَاوْ کی فِ جزائیہ کی وجہ سے یہ تمام عبارت فَاوْا کا معطوف ہے ۔ لَکُمْ ۔ جار مجرور متعلق ہے یُہَیِّئْ کا مِنْ ۔ جارّہ ابتدائیہ بمعنیٰ طرف سے یا تبعیضیہ بمعنیٰ کچھ یا ظرفیہ بمعنیٰ فِیْ اَمْرِ ۔ اسم مفرد جامد جنسی جمع ہے بمعنیٰ کوئی بھی چیز ۔ یا بمعنیٰ معاملات ضروریات مضاف ہے کُمْ ضمیر مخاطب حاضر مرجع نفسی یعنی اصحاب کہف یہاں تمام حاضر ضمائر کا مرجع یہی ہے یہ مرکّب اضافی مجرور ہو کر متعلق دوم یُہَیِّئْ کا ۔ مِرْفَقًا ۔ اسم مصدر میمی رِفْقٌ سے ہے ۔ بمعنیٰ ۔ نرمی ۔ آسانی سے نفع حاصل کرنا ۔ اس کی تین قرأتیں ہیں ۱ مِرْفَقًا یہی مشہور ہے ۲ مَرْفِقًا ۳ مَرْفَقًا ۔ منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے یُہَیِّئْ کا یہ سب مل کر آخری مقولہ پنجم ہوا قَالُوْا کا ۔ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ وَاوْ ابتدائیہ ۔ تَرَى ۔ باب سَمِعَ کا مضارع بمعنیٰ مستقبل صیغہ واحد حاضر رَاْیٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے دیکھنا اَنْتَ ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اَلشَّمْسَ ۔ اسم مفرد جامد مؤنث لفظی اس کی تصغیر ہے شُمَيْسَةٌ مراد ہے آسمانی سورج اس کی جمع مکسّر ہے شُمُوْسٌ دھوپ کو بھی میں شُمَيْسَةٌ کہا جاتا ہے بحالتِ نصب ہے مفعول بہ ہے تَرَى کا ۔ اِذَا ۔ ظرفِ زمانی کے لیے ۔ طَلَعَتْ باب فَتَحَ کا ماضی مؤنث ۔ ھِیَ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل مرجع شمس ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی ۔ تَزٰوَرُ باب تَفَاعُلٌ کا مضارع صیغہ واحد مؤنث غائب ۔ زَوْرٌ اجوف واوی سے مشتق ہے ۔ ترجمہ ہے زیارت و ملاقات کرنا ۔ آمنے سامنے ہونا ۔ سینے سے سینہ ملانا ۔ مگر جب اس کے بعد عَنْ جارّہ آ جائے تو معنیٰ ہوتا ہے سینہ موڑنا ۔ اور تَفَاعُلٌ کی دو طرفہ تعدی ختم ہو جاتی ہے اور ایک کا منہ پھیرنا مراد ہوتا ہے ۔ یہاں یہ ہی معنیٰ ہیں کیونکہ مابعد عَنْ ہے ۔ یہ حرفِ جر تجاوز و زوال کے لیے ہے یعنی کسی چیز کا کسی چیز سے دور ہونا زائل و ختم ہونا ۔ کہف مضاف ۔ کہف وہ پہاڑی غار جو قدرتی یا بناوٹی ہو اور اس میں رہائش رکھی جا سکے اور گھر کی طرح بڑی ہو ۔ ھِمْ ضمیر مضاف الیہ مرکّب اضافی مجرور ہو کر متعلق

ہے تزاور کا۔ تزاور دراصل تتزاور ہے۔ ایک ت مصدریہ تخفیف کے لیے گرادی گئی۔ ذات
اسم نکرہ مؤنث جس کی تصغیر نہ ہو سکے وہ مکبرہ ہوتا ہے ترجمہ ہے والا۔ طرف۔ جانب۔ اس
کی جمع ہے ذوات اس کا مذکر ہے ذُو۔ چونکہ شمس مؤنث لفظی ہے اس لیے ذات مؤنث ہے
مضاف ہے الف لام اسمی بمعنیٰ اَلَّذِیْ۔ یَمِیْنُ اسم جامد بمعنیٰ داہنی۔ سیدھی۔ برکت والا۔ اچھائی والا
درستی والا۔ مضبوطی والا۔ سیدھے ہاتھ کو مضبوطی کی وجہ سے یمین کہا جاتا ہے یہاں مراد ہے سیدھے
ہاتھ والی اور داہنی جانب۔ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی ظرف مکانی ہے تزاور کا وہ جملہ فعلیہ ہو
کر جزا ہوا طَلَعَتْ کا۔ شرط و جزا مل کر معطوف علیہ ہوا۔ واؤ عاطفہ اِذَا شرطیہ ظرفیہ۔ غَرَبَتْ۔ باب نصر
کا ماضی مطلق واحد مؤنث۔ غُرُبٌ سے بنا ہے بمعنیٰ چھپنا اسی سے ہے غریب آدمی مسافر کہ اس
کی حالت بھی پوشیدہ ہوتی ہے ھِیَ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع شمس ہے یہ سب جملہ فعلیہ
ہو کر شرط ہوئی۔ تَقْرِضُ۔ باب ضرب مضارع مثبت ھِیَ ضمیر مؤنث اس کا فاعل مرجع شمس ہے۔ قَرْضٌ
سے بنا ہے مراد ہے راستہ بدلنا۔ راستہ کاٹنا۔ ادھار کو قرض اسی لیے کہتے ہیں کہ اس سے مال دولت
کٹ جاتی ہے۔ ملاقات و دوستی بھی کٹ جاتی ہے۔ قینچی کو مقراض اسی کاٹنے کے معنیٰ میں کہتے ہیں ھُمْ
ضمیر منصوب متصل کا مرجع اصحاب کہف مفعول بہ ہے ترجمہ ہے کہ سورج ان کو کاٹ کر نکل جاتا ہے
اردو محاورے میں کہتے کنی کتراتا۔ راستہ موڑنا۔ ذَاتَ مضاف الف لام اسمی شِمَالِ اسم جامد واحد ہے
اس کی جمع شمائل۔ اَشْمُلٌ۔ شُمُلٌ۔ ترجمہ ہے بائیں جانب مضاف الیہ ہے یہ مرکب ظرف ہے
تَقْرِضُ کا۔ واؤ۔ حالیہ ھُمْ ضمیر مبتدا فِیْ حرف جر ظرف مکانی کے لیے فَجْوَۃٍ اسم جامد مؤنث لفظی بمعنیٰ۔
۱ کھلی جگہ ۲ آنگن ۳ صحن۔ موصوف ہے مِنْ جارہ بیانیہ ہٗ ضمیر مجرور متصل مرجع ہے کہف یہ جار مجرور
متعلق ہے مَوْجُوْدٍ پوشیدہ کا وہ جملہ اسمیہ ہو کر صفت فَجْوَۃٍ کی یہ مرکب توصیفی مجرور جار مجرور متعلق ہے
نَائِمُوْنَ۔ پوشیدہ کا وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے ھُمْ مبتدا کی۔ یہ مبتدا خبر جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے تَقْرِضُ کا یہ
جملہ شرطیہ ہو کر عطف ہے طَلَعَتْ کا۔ سب عطف مل کر ظرف ہوا تَرٰی کا۔ اور وہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا

ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا۔

ذٰلِكَ اسم اشارہ بعید کے لیے اس کا مشار الیہ ماقبل اصحاب کہف کا پورا واقعہ۔ یہ مبتدا ہے۔ مِنْ۔
بعضیت کا۔ اٰیٰتِ جمع ہے اٰیَۃٌ کی بمعنیٰ نشانی۔ مضاف ہے اللّٰہِ۔ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی
مجرور ہو کر مَوْجُوْدٌ۔ یا یَکُوْنُ تامہ کا متعلق ہے وہ جملہ ہو کر ذٰلِكَ کی خبر ہے۔ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر
مکمل ہوا۔ مَنْ۔ موصول شرطیہ۔ یَهْدِ باب ضرب کا مضارع مثبت معروف اسم مَنْ نے جزم دیا لہٰذا آخر سے

لام کلمہ حرفِ علت یٰ گر گئی۔ دراصل تھا یَھْدِیْ۔ ھُدیً سے بنا ہے بمعنی۔ نیکی اور ایمان کی توفیق دینا۔ منزلِ مقصود تک پہنچانا۔ یا راستہ دکھانا۔ یہاں مراد ہے توفیق دے کر منزل تک پہنچانا۔ اَللّٰہُ اِس کا فاعل ہے اس لیے مرفوع ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی فَ جزائیہ۔ ھُوَ۔ ضمیر مبتدا ہے۔ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْ۔ مُھْتَدِ دراصل مُھْتَدِیٌ ہے اسم فاعل ہے باب افتعال کا اس کا مصدر ہے اِھْتِدَاءٌ ھَدْیٌ ناقص یائی سے بنا ف جزائیہ نے اِس کو جزم دیا اس لیے آخر سے لام کلمہ حرفِ علت یٰ گر گیا اس میں ھُوَ ضمیر پوشیدہ۔ یہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا ہوئی۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ جزا ہوئی شرط و جزا معطوف علیہ ہوا۔ واؤ عاطفہ۔ مَنْ اسم موصول شرطیہ۔ یُضْلِلْ۔ باب اِفعال کا مضارع بحالتِ جزم۔ مَنْ موصولہ کی وجہ سے اِس کا مصدر ہے اِضلالٌ بمعنی بھٹکنے دینا۔ غلط راہ سے نہ روکنا۔ ۳ توفیقِ ایمان و خیر نہ ملنا۔ اِس کا فاعل پوشیدہ ھُوَ ضمیر ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی فَ جزائیہ۔ لَنْ تَجِدَ۔ باب ضَرَبَ کا فعل مضارع نفی تاکید بلن بمعنی مستقبل وَجْدٌ سے بنا ہے بمعنی پانا۔ دیکھنا۔ لام حرفِ جر نفع کا۔ ہٗ ضمیر غائب کا مرجع مَنْ ہے۔ لَہٗ متعلق ہے لَنْ تَجِدَ کا۔ وَلِیًّا اسم مفرد جامد بمعنی مددگار موصوف ہے مُرْشِدًا۔ باب اِفعال کا اسم فاعل۔ رُشْدٌ سے بنا ہے بمعنی صحیح راہ دکھانا چلانا۔ صفت ہے یہ مرکب توصیفی مفعول بہ ہے لَنْ تَجِدَ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر جزا۔ شرط و جزا جملہ شرطیہ عاطفہ ہوا۔ سب عطف مل کر جملہ عاطفہ ہو گیا یا یہ جملہ شرطیہ علیحدہ اور پہلا مَنْ یَّھْدِ۔ علیحدہ شرطیہ جملہ ہے۔

تفسیر عالمانہ

وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْھُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ فَاْوٗۤا اِلَی الْکَھْفِ یَنْشُرْ لَکُمْ رَبُّکُمْ مِّنْ رَّحْمَتِہٖ وَیُھَیِّئْ لَکُمْ مِّنْ اَمْرِکُمْ مِّرْفَقًا

اور بادشاہ دقیانوس کے پاس سے مہلت پا کر دربار سے نکلے تو سب نے ایک دوسرے سے کہا یا سب میں بڑے والے جوان مکسلمینا نے سب سے کہا کہ اے میرے ساتھیو جب ہم کو اللہ ربّ العزت کے کرم و فضل سے بغیر ہمارے مانگے مہلت مل گئی ہے اور دقیانوس کے منہ سے مولیٰ تعالیٰ نے مہلت کے الفاظ خود بخود نکلوا دیئے ہیں حالانکہ وہ ظالم و جابر ہٹ دھرم کبھی کسی کو مہلت دیتا ہی نہیں تھا یہ ہم پر ربّ کائنات کا خصوصی رحم و کرم ہے کہ اُس نے ہماری جان اور ہمارا ایمان دونوں بچا لیے۔ اور جب ہم جسمانی طور پر بچ کر علیحدہ اِس جنگل میں نکل کر اُن سب مشرکوں کافروں بُت پرستوں سے جدا اور دور ہو گئے ہیں جنہوں نے اللہ سچے معبود کے سوا دوسرے جھوٹے معبودوں کو پوجا۔ اور غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ تو اب شہر اور گھروں رشتے داروں اپنی دنیا کی رونقوں دولتوں میں جانے کی ضرورت نہیں۔ یہاں لفظِ مَا میں مفسرین کے تین قول ہیں اور لفظِ اِلَّا میں دو قول ہیں اس لیے یہاں اِس آیت

عبارت کے تفسیری ترجمے بھی چند طرح ہوتے ہیں ع۱ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ اور جب تم علیحدہ ہو گئے ہو ان کفار اور ان بتوں سے جن کو یہ لوگ پوجتے ہیں اللہ کو پوجنے کے علاوہ۔ اس تفسیری ترجمے میں مَا موصولہ اور اِلَّا کا تعلق یَعْبُدُوْنَ سے ہے اور استثنا لغو ہے یعنی اللہ کو بھی پوجتے ہیں اور بتوں کو بھی۔
ع۲ اور جب علیحدہ ہو گئے ان کفار سے اور ان کے عبادت کرنے سے اللہ کے غیر کی۔ اس صورت میں مَا مصدریہ ہے اور اِلَّا منقطع۔ کے لیے ہے یعنی بتوں کی عبادت کرتے ہیں اللہ کی عبادت بالکل نہیں کرتے ع۳ تفسیری ترجمہ اس طرح ہے کہ اور جب تم علیحدہ ہو ہی گئے ہو ان کفار سے تو آؤ اس پہاڑ کے کسی غار میں پناہ پکڑ لو چھپ جاؤ۔ اور اپنے اللہ کی رضا کے لیے۔ دین پاک کی حفاظت کے لیے کسی کی قوم۔ رشتے برادری وطن ملک کی پرواہ نہ کرو۔ بس دن رات صبح شام اپنی گزر اوقات کھانے پینے اور زندگی کے ہر لمحے میں اپنے رب کریم پر بھروسہ کرو۔ پھیلادے گا وسیع سے وسیع تر فرمادے گا تمہارے لیے تمہارا رب تعالیٰ پالنے والا۔ کروڑہا نعمتوں کے ذریعے تم کو ہم سب کو ساری مخلوق کو پرورش فرمانے والا اپنی رحمت کو۔ یا وسیع فرمادے گا تمہارے لیے تمہارا رب نعمتوں کو اپنی رحمت سے۔ اور مہیا کردے گا تمہاری سہولتوں کے لیے تمہارے تمام امور اور معاملات میں ایسی عیاں آسانیاں کہ تم کو اپنی زندگی میں کوئی پریشانی اُلجھن اور غم خوف نہ ہوگا اور زندگی گزرنے کا پتہ بھی نہ چلے گا۔ اس تفسیر میں وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ علیحدہ جملہ معترضہ ہے۔ مَا نافیہ۔ اِلَّا حرفِ استثنا متصل ہے اور ترجمہ یہ ہے کہ۔ نہیں عبادت کرتے تھے یہ اصحاب کہف مگر اپنے اللہ کی وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ۔ اور اے حبیب کریم محبوب نبی جب کبھی آپ کا ان اصحاب کہف کے پاس غار میں جانا ہو گا تو آپ دیکھیں گے سورج کو کہ جب وہ طلوع ہوا تو ان کے غار سے نیچے مائل ہو کر نکل جاتا ہے سیدھی اور داہنی والی جانب سے اور جب غروب ہونے کی طرف سورج ڈھلا تو بھی ان سے راستہ کاٹ دیتا ہے اور کترا کر نکل جاتا ہے۔ بائیں سمت والی طرف سے حالانکہ غار کی بناوٹ غار کے منہ۔ اور دہانے کے اعتبار سے کوئی رکاوٹ کوئی آڑ کوئی بندش نہیں وہ سب کے سب اس غار کے بالکل کھلے کشادہ آنگن میں پڑے سو رہے ہیں۔ اور سورج کا راستہ بھی سردی گرمی کا ہی ہے۔ مگر سورج کا ایک دم عین غار کے منہ پر آکر نیچے کو ہو جانا اور غروبی زوالی راستے میں ایک دم ذرا سا اونچا ہو جانا اُس وقت سے ہی اللہ کی عظیم کریمانہ نشانیاں ہیں جب سے یہ اصحاب کہف غار میں آئے۔ مفسرین نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ سورج کی یہ رفتار اور اس طرح غار کے کھلے منہ سے بچنا نکلنا کیوں ہے۔

لیکن اس اختلافی اقوال کو بیان کرنے سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ آخر کیا بات ہے کہ قرآن مجید کی آیت میں کیوں اختلاف ڈال دیا گیا۔ یہی آیت نہیں بلکہ پورے قصۂ اصحاب کہف میں شدید اختلاف بلکہ پورے قرآنِ کریم کی تمام آیت میں اور احادیث و روایات میں اِن ہمارے مفسّروں مفکّروں شارحین نے اختلافاتِ مسائل کی بھرمار کردی ہے۔ جہاں قرآن مجید کی عبارات میں ہی الفاظ مشترکہ شامل ہوں وہاں نظری فکری اختلاف ہو جانا تو کچھ بعید نہیں البتہ جو آیت بالکل واضح اور صاف ہیں وہاں اِن مفسّروں کا اندھا دھند اختلاف کر جانا حیران کُن ہے اور اَغیار کے سامنے مضحکہ خیزی کو پیش کرنا اور غیر مسلموں کو زبان درازی کرنے کا موقعہ دینا ہے۔ اور پھر بعض اَقوال تو ایسے جاہلانہ ہیں کہ ان کو تفسیر کہتے نقل کرتے شرم آتی ہے اور اس کے باوجود سب تفاسیر میں آج تک نقل ہوتے چلے جارہے۔ میرے مطالعہ کے مطابق اِن اختلافات کی مندرجہ ذیل پانچ وجہ ہیں۔

۱۔ یہ کہ جن کو رب تعالیٰ نے عقلِ سلیم عطا فرمائی ہے وہ خلوصِ نیت اور گہرے تدبّر سے احادیث و فرامین نبوی و سیاقت کلام کے مطابق تفسیر کرتے ہیں اور وہی سچی اور منشاءِ الٰہی کے مطابق تفسیر ہوتی ہے ۲۔ کچھ لوگ اپنے غلط مذہب اور بدعقیدگی کو بچانے کے لیے قرآن کریم کی آیتوں کو بے عقلی سے توڑ موڑ کر تفسیر بنادیتے ہیں اور اپنی بدعقیدگی کو ختم نہیں کرتے غالبًا ایسے ہی لوگوں کے لیے کہا گیا ہے کہ خود بدلتے نہیں تفسیر بدل دیتے ہیں ۳۔ کچھ لوگ اپنی علمی نام و نمود کے لیے اُلٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں ہماری یہ تفسیر خدمتِ قرآن ہے ۴۔ کچھ لوگ نادانی کم عقلی کے باوجود مفسّرِ قرآن بن بیٹھتے ہیں۔ ۵۔ کچھ لوگوں نے اپنی رائے کو ہی تفسیر قرآن کا درجہ دے دیا۔ یہ وہ نادانیاں اور گمراہیاں ہیں جو سرزد ہوتی رہیں۔ اللہ ہی سچی توفیق عطا فرمائے تو انسان گمراہی سے بچ سکتا ہے۔ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا اور وہ خوش نصیب انسان جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے علم فکر عقل تدبّر فہم شعور ایمان اخلاص ادب انکسار عاجزی محبّت عشق و معرفت کی سچی اور پوری توفیق و ہدایت عطا فرمائی ہے بس وُہی ہدایت والا ہے اور ہر فعل قول عمل تحریر تقریر تصنیف تالیف تفسیر اور اللہ تعالیٰ کی آیت کو صحیح سمجھنے والا ہے اور پہچانتا ہے کہ رب تعالیٰ نے کہاں کہاں اپنی قدرت کی نشانیاں ظاہر فرمائیں۔ اور ہدایت والے ہی اصحاب کہف کی طرح ایمان و یقین کی سیدھی راہ چلتے ہیں اور وہ ظالم بدنصیب جس کو اللہ عقل و علم فکر و شعور تدبّر و تفکّر کی روشنی سے گمراہ کردے تو اے پیارے نبی آپ سارے جہان میں اُس کیلئے کہیں بھی شریعت کا مددگار ولی اور روحانیت و عقل کا راہنما توفیق کا مرشد نہ پاؤگے سبھی بلا جھد تحریر و تقریر قلم و زبان میں مثل دقیانوس اور اُس کی قوم کے بھٹکتے ہی پھریں گے۔ اسی بے توفیقی کی بنا پر کسی نے لکھا کہ

چونکہ غار کا منہ جانب شمال ہے اس لیے دھوپ اندر غار میں نہیں جاتی ۲ کسی نے لکھا کہ چونکہ جانب جنوب ہے اس لیے دھوپ غار میں نہیں جاتی (تفسیر حسینی) کسی نے لکھا کہ غار کا دہانہ قطب شمالی کی طرف ہے اس لیے دھوپ اندر نہیں جاتی اور اُس سمت بنات النعش کے سات ستارے طلوع ہوتے ہیں جن میں چار کو بنات کہا جاتا ہے اور تین ستاروں کو نعش کہا جاتا ہے یعنی کہکشاں کی لمبائی کی شمالی اختتام پر۔ غرضکہ ان میں کوئی بھی اللہ کی نشانی قدرت ماننے کو تیار نہیں۔ دیگر اردو خوان مفسرین تو در کنار علامہ بیضاوی جیسے عقلمند مفسر بھی اس بیہودہ بات پر اتنا اڑے اور ستاروں کے چکر میں ایسا پھنسے کہ خود اپنا موقف ہی بھول گئے اِنَّ اللہ کے بندوں نے صاف الفاظ پر بھی غور نہ کیا۔ جب کہ تَرَی الشَّمْسَ اور تزاور۔ تقرض۔ ذات یمین۔ ذات شمال۔ اور فِی فَجْوَۃٍ مِّنْہُ۔ کی عظیم وضاحت کے علاوہ صاف ارشاد ہے کہ ذٰلِکَ مِنْ آیٰتِ اللہِ۔ اے کائنات والو یہ تا قیامت غار کے منہ کی سمت پر پہنچ کر سورج کا ایک دم اِدھر اُدھر ہو جانا باری تعالیٰ کی آیت قدرت میں سے ہیں کسی نے لکھا کہ اصحاب کہف غار کے اندھیروں میں غائب ہیں دور کہیں اندر تک۔ ایک آزاد خیال مفسر صاحب کو جوش آیا تو لکھ گئے کہ رقود کے معنیٰ تو ہیں سونا اور سوئے ہوئے۔ مگر اصحاب کہف مرے پڑے ہیں گویا کہ ہر طرح قرآن مجید کی مخالفت ہی کرنی ہے خواہ اپنی عقل ماری جائے۔ اور پھر انانیت یہ کہ جو بھی اٹھتا ہے یہی کہتا ہے کہ پہلے سب مفسر غلط ہیں بس میری تفسیر ہی صحیح ہے ثابت ہو گیا کہ مَنْ یَّھْدِ اللہُ فَھُوَ الْمُھْتَدِ۔ وہی ہدایت والا ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے اور جس کو وہ گمراہ فرما دے اُس کا جبہ و دستار عالمانہ لباس اُس کا ظاہری باطنی ولی مرشد نہیں بن سکتا۔

فائدے

اِن آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

پہلا فائدہ۔ باری تعالیٰ کی بارگاہ میں اولیاء اللہ کی بہت شان ہے باری تعالیٰ اپنے اولیا کی خاطر اپنا نظام قانونی تبدیل فرما دیتا ہے یہ فائدہ تَزٰوَرُ عَنْ کَھْفِھِمْ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ۔ کرامت اولیا زمین پر جاری ہوتی ہیں اور آسمانوں پر بھی۔ جب کہ جادو وغیرہ صرف زمین پر چل سکتے ہیں یہ فائدہ تَرَی الشَّمْسَ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ**۔ سورج دھوپ اندھیرا۔ اجالا سب ہی اللہ کی نعمتیں ہیں اور اپنے اپنے وقت اور اپنی اپنی جگہ سب ہی مفید ہیں۔ اصحاب کہف کی زندگی۔ اجسام۔ لباس بچانے کے لیے رب تعالیٰ نے سورج کو حکم دے دیا کہ بچ کر ذات الشمال اور ذات الیمین نکل جائے غار کے اندر اپنی دھوپ نہ جانے دے حضرت عباس فرماتے ہیں کہ اگر دھوپ اندر چلی جاتی تو جسم جل جاتے اور اگر ہوا اندر نہ جاتی تو جسم زمین کی نمی سے گل جاتے اور اگر کروٹیں نہ بدلی جاتیں تو

ایمان چھوٹ جاتے۔ اور اصحاب کہف بالکل آسمان کے سامنے لیٹے ہوئے ہیں یہ فائدہ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ اور مِنْ آيَاتِ اللَّهِ۔ فرمانے اور واؤ حالیہ سے حاصل ہوا۔ اُس غار کی بناوٹ اس طرح ہے کہ اس کا بڑا دروازہ جانب شمال سے اور وہی آنے جانے کا ہے اُسی کو پتھروں کی دیوار سے بند کیا گیا ہے۔ غار بہت بڑا ہے اس میں اس طرح آنگن بھی بن گیا ہے کچھ جگہ اوپر جانب چھت سے کھلی ہوئی ہے لیکن قدرتِ الٰہی سے نہ بارش اندر آتی ہے نہ دھوپ مگر ہوا اور روشنی بخوبی آتی ہے۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ زمین بالکل ساکت و جامد اپنے ایک مقام پر رکھی ہوئی ہے نہ چلتی ہے نہ پھرتی ہے نہ گھومتی ہے۔ چاند سورج اور ستارے چلتے پھرتے سیارہ ہیں۔ یہ مسئلہ تَزَاوَرُ اور تَقْرِضُهُمْ کی پوری آیت سے مستنبط ہوا۔ باری تعالیٰ کے ارشادِ مقدس سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ سورج اِدھر اُدھر پھر رہا ہے نہ کہ زمین۔ اِس طرح کی وضاحتی۔ اشارتی اور اقتضائی آیات تقریباً قرآن مجید میں چودہ[14] جگہ ارشاد ہوئی ہیں جن کے مضبوط دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ زمین ساکن ہے۔ لہٰذا سائنسدان اور موجودہ چند دیوبندی وہابی حضرات کا یہ عقیدہ غلط اور قرآن مجید کے خلاف ہے کہ معاذ اللہ استغفر اللہ۔ زمین پھرتی چکر لگاتی ہے۔ دوسرا مسئلہ۔ دین بچانے کے لیے کافر اور ظالم جابر بادشاہ کی مخالفت بلکہ بغاوت کی شکل مخالفت بھی کرنا جائز ہے۔ یہ مسئلہ وَإِذِ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کہ باری تعالیٰ نے اصحاب کہف کے اس طرح شاہی ملکی مخالفت کیے نیکی اچھائی بیان فرمائی کیونکہ یہ سب دین و ایمان کے لیے تھا۔ گویا جس کی جو ہمت اور وسائل ہوں اُس کے حساب سے وہ حکومت کی مخالفت کر سکتا ہے اس بغاوت و مخالفت سے گناہ لازم نہیں آئے گا اور یہاں قدم اُولِي الْأَمْرِ۔ کی اطاعت کے خلاف شرعاً نہ ہوگا۔ تیسرا مسئلہ۔ اسلام میں رہبانیت حرام ہے لیکن صرف عبادت کے لیے گھر بار چھوڑنا بال بچوں۔ اور کاروبار تجارت سے منہ موڑنا منع ہے۔ ہاں البتہ دین بچانے کے لیے ترکِ دنیا کر کے جنگلات یا پہاڑی غاروں کی طرف ہجرت کر جانا بالکل جائز ہے۔ دیکھو اصحاب کہف نے دین کو ایک ظالم و جابر سے بچانے کے لیے رہبانیت پسند فرمائی۔ قرآن مجید نے اِس فعل کی شان و اچھائی تا قیامت ظاہر کی یہ مسئلہ فَأْوُوا إِلَى الْكَهْفِ سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ۔ یعنی اصحاب کہف کھلی جگہ میں لیٹے پڑے ہیں اور تفاسیر اور دوسری آیت سے ثابت ہے کہ بادشاہ دقیانوس نے بھی غار کا دروازہ بند کروا دیا تھا جس سے

وہ نکل نہیں سکتے تھے اور آیت سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ دوسرے مومن بادشاہ بیدروس نے بھی اچھی طرح وہی دروازہ پتھروں کی دیوار سے بند کر دادیا تھا اور وہاں مسجد بنوادی تھی تو یہ مطابقت کس طرح ہو۔

جواب۔ اس کا جواب ہم نے تفسیر میں دے دیا ہے کہ جو پتھروں سے بند کیا گیا وہ دروازہ نیچے سطح زمین کی طرف تھا۔ اور فَجْوَۃٍ سے مراد اوپر چھت کا بڑا سوراخ ہے۔ جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ بنات النعش کے بالمقابل ہے۔ رہا وہاں سے نکل نہ سکنا تو اس کی کبھی نوبت ہی نہ آئی۔ بہر حال اعتراض غلط ہے۔ مطابقت موجود ہے۔ **دوسرا اعتراض۔** یہاں فرمایا گیا کہ جس کو اللہ گمراہ کرے تم اس کے لیے کوئی مرشد نہیں پاؤ گے تو لازم آیا کہ جس کو رب تعالیٰ ہدایت دے اس کے لیے مرشد ہیں حالانکہ جب رب تعالیٰ نے ہدایت عطا فرمادی تو اب مرشد کی کیا ضرورت ہے۔ **جواب۔** مرشد مثل چراغ ہے اگر کسی چیز کی تلاش ہو اور چراغ کے ذریعے یا کسی ذریعے سے اندھیرے میں مل جائے تو پھر اس کو دیکھنے کے لیے چراغ کی ہر وقت ضرورت ہے۔ ہدایت وہ راستہ ہے جس کا پتہ لگنا بندوں کو ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے وہ راستہ اپنے پیارے بندوں کو دے دیا بتا دیا دکھا دیا اب اس پر ٹھیک ٹھیک درست طریقے سے ثابت قدم چلنا بندے کا کام ہے اور چلانا اور چلنے کا طریقہ بتانا سمجھانا مرشد کا کام۔ لہٰذا ہدایت پانے والے بندوں کو ہی مرشد کی ضرورت ہے۔ جس کے پاس دولت ہوتی ہے اسی کو محافظ کی شدت سے ضرورت ہوتی ہے۔

تفسیر صوفیانہ

وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا۔

او والے نفوس قدسیہ کے اصحاب عظمت جب تم نفس امارہ اور اس کی قوتوں سے علیحدہ ہی ہو گئے ہو اور نفوس رذیلہ کی ان مرادوں خواہشوں سے بھی جن کی اہل نفوس اللہ خالق و مالک سے منہ موڑ کر جھوٹی عبادت کرتے ہیں۔ تو پھر اب تم سب اے عشق الٰہی کے متوالو جسمانیت نور کے بڑے گہرے غار میں خلوت سریہ کی پناہ پکڑ لو۔ آلات بدنیہ کے استعمال سے علوم و اعمال کی تکمیل کے لیے اور دنیا و ما فیہا کی ہر چیز سے منہ موڑ کر بارگاہ نیاز میں مثل مردہ عاجز و لاغر ہو کر گر پڑو حرکات نفسانیہ عادات بہیمیہ اور خصلت سبعیہ ترک کر دو تو بکھیر دے گا پھیلا دے گا تمہارے لیے تمہارا رب جلیل اپنی رحمۃ سے علم و معرفت کی حیات حقیقیہ اور تیار فرما دے گا تمہارے لیے تمہارے دنیوی امور کو ظہور فضائل اشرفیت سے اور دینی معاملات کو انوار تجلیات کے طلوع سے تاکہ لذت پاؤ تم مشاہدات کی اور نفع حاصل کرو تم کمالات کا۔ اور اپنے بدنوں سے خروج شہوات کے فنا کی رفعت و نصرت پاؤ یہی سچی کامیابی ہے لیکن فاسقوں کی محفل میں بیٹھ کر اپنے آپ کو درست رکھنا بہت مشکل ہے اور درست سمجھنا بہت بڑا کذب اور دھوکا کھانا ہے۔ آفات دنیا سے

بچ وہی سکتا ہے جس نے صحیح اعتزال کیا۔ وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزَاوَرُ عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ - ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ -
اے وادیٔ طلب کو طے کرنے والے مسافر مخلص جب کہف سعادت کے خلوت نشینوں کو دیکھے تو آفتاب روح کو عروج لامکانی میں اجسام جبلی سے دور ہٹتا اور جہتہ بدنیہ کی طرف مائل ہوتے محسوس کرے اور جب مجیہ اخلاص میں غروب ہوتا ہو تو اعمال ابرار سے عالم قدس کی جانب جھکتا ہوگا۔ حالانکہ بندگان مخلص فضائل وحسنات اور طاعات وسیرت ابرار کے میدان حقیقت کے کشادہ مکانوں میں جلوہ ریز ہیں۔ اور جب شمس روح حجاب جسمانی میں غروب ہونے لگے اور ظلمات نفسانیات پہنچنے گے تو سیئات و شرور سے ہٹ جاتا ہے اس لیے کہ سالک راہ طریقت جب تک کہ مقام تمکین تک نہ پہنچے اس پر حرکات نفس یمین وشمال سے غالب رہتی ہیں۔ شمس روحانی کثافت بدنی سے مائل اور علیحدہ ہونا ہی خالق تعالیٰ کی عظیم آیت قدرت میں سے ہیں۔ یہی وہ مقام مقبولیت ہے جب بندہ مرید سے مراد بن جاتا ہے۔ بدعملی سے بہتر ہے کہ گہری نیند سو جائے اور بری صحبتوں سے بچنے کے لیے تنہائی کے غار بہتر ہیں سماع لغویات سے بہتر ہے کہ فَضَرَبْنَا عَلَىٰ آذَانِهِمْ کا مصداق بن جائے۔ مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا مولیٰ تعالیٰ ہی جس بندہ خوش نصیب کو مقام مشاہدہ کے وصل کی ہدایت عطا فرمائے تو اصل ازل میں وہی ہدایت تمکین والا ہے اور جس بدنصیب کو انوار ذات سے حجاب میں رکھے اور وادی حیرت میں گمراہ کر دے تو اے قلب مخلص تو اس کے لیے کسی بھی لطیفہ معرفت کو مددگار منزل لاہوتی اور قرب حقیقت احوال کا مرشد وراہ نما نہ پائے گا۔ گمراہ کی تیرہ[۱۳] نشانیاں [۱] برائی کو اچھا سمجھنا۔ فسق وفجور کو تقویٰ اور لہو ولعب کو زہد خیال کرنا۔ حرص وطمع کو حکمت سمجھنا۔ شریعت کو بیکار شمار کرنا۔ اور دین[۷] سے بے پرواہی برتنا۔ احکام الٰہی کی ہیبت نہ ہونا۔ غفلتوں[۹] شہوتوں پر فخر کرنا۔ دل[۱۰] سخت ہونا عقل[۱۱] دنیا میں تیز ہونا۔ عبادات[۱۲] کو کم سے کم کرتے چلے جانے۔ ہر جگہ[۱۳] آرام طلبی ڈھونڈنا۔ ادب[۱۴] کا ختم ہو جانا۔ (از محی الدین عربی وکتاب تصوف)

وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ ۚ وَنُقَلِّبُهُمْ

اور تم گمان کرو گے ان کو کہ جاگ رہے ہیں حالانکہ سخت گہری نیند سو رہے ہیں اور ہم ان کو بدلتے ہیں

اور تم انہیں جاگتا سمجھو اور وہ سوتے ہیں اور ہم ان کی

ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ

دائیں والی کروٹ اور بائیں والی کروٹ اور ان کا کتا

داہنی بائیں کروٹیں بدلتے ہیں اور ان کا کتا

بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۗ لَوِ اطَّلَعْتَ

پھیلانے والا ہے اپنے بازو دروازے کے قریب - اگر تم لوگ ان کے

اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے غار کی چوکھٹ پر اور سننے والے اگر تو انہیں

عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ

قریب جاؤ تو گھبرا کر الٹے پاؤں اُن سے بھاگو اور البتہ سینے تک بھر جاؤ

جھانک کر دیکھے تو اُن سے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور

مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾

تم اُن سے سخت رعب میں

ان سے ہیبت میں بھر جائے

تعلق ان آیت پاک کا پچھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق - پچھلی آیت میں اصحاب کہف کو آسمانی تکالیف سے بچانے کا ذکر ہوا اب ان آیت میں اُن کو زمینی تکلیفوں سے بچانے کا ذکر ہو رہا ہے۔ **دوسرا تعلق** - پچھلی آیات میں برے اور گمراہ اور بُری صحبتوں میں بیٹھ کر برے بن جانے والے انسانوں کا ذکر ہوا کہ ایسے بد بخت لوگوں کا کوئی مددگار۔ والی و مرشد نہیں ہوتا۔ اب ان آیت میں اچھے لوگوں کے ساتھ رہنے والے اور اچھی صحبت کا نفع اٹھانے والے جانوروں اور حیوانوں کا ذکر ہو رہا ہے اور بتایا جا رہا ہے کہ رب تعالیٰ کو چھوڑ دینے والے گمراہ لوگوں سے تو جانور زیادہ اچھے ہیں جو نیک لوگوں کے ذریعے فائدے اٹھا لیتے ہیں۔

تیسرا تعلق - پچھلی آیت میں اصحاب کہف کی پیاری گفتگو اور بہت محبت و ایمان والی نرم میٹھی باتوں کا ذکر

ہوا۔ اب اِن آیات میں اُن کی ہیبت ناک شخصیت اور خداداد رُعب کا ذکر ہے۔

تفسیر نحوی وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ۔ واؤ سرجملہ تَحْسَبُ باب حَسِبَ کا مضارع بمعنی استقبال واحد مذکر حاضر حُسْبٌ سے بنا ہے بمعنی خیال کرنا۔ گمان کرنا۔ متعدی بدو مفعول ہوتا ہے ھُمْ ضمیر غائب مفعول بہ اوّل ہے اس کا مرجع اصحاب کہف اَنْتَ ضمیر پوشیدہ فاعل ہے تَحْسَبُ کا جس کا مرجع عام مخاطب انسان جو وہاں تا قیامت جائے۔ بعض نادانوں احمقوں نے اس کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھا مگر یہ غلط ہے۔ اَيْقَاظًا۔ جمع مکسّر منصرف جامد ہے اس کا واحد یَقُظٌ ہے مبالغے کا صیغہ بروزن فَعُلٌ صفت مشبہ یَقْظٌ سے مشتق ہے بمعنی خوب باہوش وحواس جاگنے والا۔ سونے کے بعد آنکھیں کھولنے والا۔ واؤ حالیہ سابقہ کی نفی کے لیے آتا ہے ھُمْ ضمیر مبتدا مرجع ہے اصحاب کہف رُقُوْدٌ جمع مکسّر ہے رَاقِدٌ کی رُقُدٌ سے بنا ہے بمعنی گہری نیند سوتا۔ یہ مبتدا کی خبر ہے یہ جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے تَحْسَبُهُمْ میں ھُمْ مفعول بہ کا اَيْقَاظًا مفعول دوم ہے جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واؤ سرجملہ نُقَلِّبُ باب تفعیل کا مضارع معروف جمع متکلم فاعل نَحْنُ ضمیر پوشیدہ اُس کا مرجع اللہ تعالیٰ اس کا مصدر ہے تَقْلِيْبٌ قَلْبٌ سے بنا ہے بمعنی اَدَلْنَا بَدَّلْنَا۔ ذَاتَ اسم مکبّر مؤنث ہے اس کا مذکر ذُوْ ہے ذَاتٌ کی جمع ذَوَاتٌ اور ذُوْ کی جمع ذَوُوْا ہے بمعنی والی ترجمہ ہے یمین والی شمال والی جانب۔ کروٹ۔ سمت۔ طرف۔ مضاف ہے۔ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْ یَمِیْنٌ یُمْنٌ بنا ہے بمعنی دائیں مضاف الیہ ہے مرکب اضافی معطوف علیہ واؤ عاطفہ ذات الشمال معطوف دونوں مل کر ظرف ہوا نُقَلِّبُ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ واؤ سرجملہ کلب اسم مفرد جامد بمعنی کتا۔ ھُمْ ضمیر کا مرجع اصحاب کہف دونوں مضاف ومضاف الیہ مبتدا باسط باب نصر کا اسم فاعل واحد مذکر بَسْطٌ سے مشتق ہے بمعنی بچھانا۔ پھیلانا۔ ذِرَاعَیْ تثنیہ ہے ذِرَاعٌ کا نون تثنیہ اضافت نے گرادی ذَرْعٌ سے مشتق ہے ذِرَاعٌ حاصل مصدر ہے بروزن فِعَالٌ بمعنی کہنی تک ہاتھ۔ کلائی۔ ذَرْعٌ کا معنی ہے گز اور گز سے ناپنا۔ چونکہ عربی میں کلائی کے برابر ڈیڑھ فٹ کا گز ہوتا ہے اور اکثر اہل عرب کپڑے کو کلائی سے ہی ناپتے تھے اور اب بھی عرب وعجم ہند وپاک کے بہت علاقوں میں ہاتھ کی کلائی سے ہی ناپا جاتا ہے اس لیے کلائی کا نام ذِرَاعٌ رکھ دیا گیا۔ ہر شخص کی کلائی اُس کی آٹھ انگلی کے برابر ہوتی ہے۔ ہمارے مروجہ گز سے آدھا۔ بڑے مرد کی سبابہ انگلی ایک گرہ کے برابر ہوتی ہے۔ ہمارا گز سولہ انگلی یعنی سولہ گرہ کے برابر ہوتا ہے۔ اور میٹر اٹھارہ انگلی (اٹھارہ گرہ کے) برابر ہوتا ہے۔ کلائی تو کہنی سے ہتھیلی تک ہوتی ہے مگر ذِرَاع کہنی سے درمیانی انگلی کے پورے اور آخری کنارے تک ہوتی ہے۔ بعض نے کہا کہ درمیانی

انگلی کے برابر گرہ ہوتی ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ ہٖ۔ ضمیر مضاف الیہ مرجع ہے کَلْبُ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے بَاسِطٌ کا۔ بِ جارہ بمعنی علیٰ یا بمعنی فی ظرفیہ مکانیہ۔ وَصِیْدِ۔ اسم مفرد جامد بمعنی چوکھٹ۔ دہلیز یہاں مراد ہے غار کا آخری کنارہ غار کا منہ۔ وَصْدٌ سے بنا ہے۔ بمعنی بند کرنا۔ حد بندی کرنا۔ چوکھٹ کو وصید اسی لیے کہا جاتا کہ وہ گھر یا کمرے کی حد بندی کرتی ہے۔ یہ جار مجرور متعلق ہے بَاسِطٌ کا۔ وہ سب جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہوئی مبتدا کی دونوں مل کر پھر جملہ اسمیہ ہو کر مکمل ہوا۔ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَیْھِمْ لَوَلَّیْتَ مِنْھُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْھُمْ رُعْبًا۔ لَوْ۔ شرطیہ اِطَّلَعْتَ۔ باب افتعال کا ماضی مطلق۔ اَنْتَ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل مرجع ہے عام وہاں جانے والا انسان۔ اس کا مصدر ہے اِطِّلَاعٌ۔ دراصل ہے۔ اِطْتِلَاعٌ۔ باب کی تَ کو طَ بنا دیا قاف کلمہ طَ کے ہم مخرج ہونے کی وجہ سے۔ طُلُوْعٌ سے بنا ہے پھر دونوں طَ کو مشدد و مدغم کر کے ایک کر دیا۔ ترجمہ ہے۔ ۱۔ ظاہر کرنا ۲۔ پتہ لگانا ۳۔ واقف ہونا۔ علیٰ جارہ۔ فِیْھِمْ کا ھُمْ کا مرجع اصحاب کہف یہ جار مجرور متعلق ہے اِطَّلَعْتَ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی۔ لام کئے۔ خبر کے لیے۔ وَلَّیْتَ۔ باب تفعیل کا ماضی مطلق صیغہ واحد مذکر حاضر وَلْیٌ سے بنا ہے وَلْیٌ کا لغوی ترجمہ ہے۔ مدد کرنا سامنے آکر۔ باب تفعیل میں آکر ترجمہ ہوا منہ پھیر لینا۔ مِنْ۔ بمعنی عَنْ۔ ھُمْ مجرور۔ جار مجرور مل کر متعلق ہے وَلَّیْتَ کا۔ فِرَارًا مصدر ثلاثی حال ہے وَلَّیْتَ کے فاعل کا ترجمہ ہے بھاگتے ہوئے۔ فَرٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا واو عاطفہ۔ لام کئے۔ جزائیہ۔ مُلِئْتَ۔ باب فَتَحَ کا ماضی مطلق مجہول صیغہ واحد مذکر مَلْءٌ سے بنا ہے بمعنی بھرنا۔ مِنْ بیانیہ۔ ھُمْ۔ مجرور دونوں مل کر متعلق ہے مُلِئْتَ کا۔ رُعْبًا۔ حاصل مصدر ہے بمعنی دہشت ناک یہ تمیز ہے مُلِئْتَ کے نائب فاعل اَنْتَ پوشیدہ کی یا مفعول فیہ ہے یا مفعول بہ دوم ہے مُلِئْتَ کا۔ اور مفعول اول۔ اَنْتَ نائب فاعل ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا سب عطف مل کر جزا۔ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو کر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ

وَتَحْسَبُھُمْ اَیْقَاظًا وَّھُمْ رُقُوْدٌ وَّنُقَلِّبُھُمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ۔ اور اے تا قیامت آنے والی نسلوں اور موجودہ انسانوں میں سے ان آیات اور واقعات اصحاب کہف کو سننے والے اگر تو کبھی اُن کے غار تک پہنچ جائے اور پہاڑ پر چڑھ کر کسی طرح اوپر سے جھانک کر ان کو دیکھے تو فورًا یہ خیال کرے گا کہ وہ جاگ رہے ہیں کیونکہ تو دیکھے گا کہ آنکھیں کھلی ہیں سانسیں چل رہی ہیں۔ بعض نے کہا کہ پلک بھی جھپکتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ انتہائی گہری نیند سو رہے ہیں۔ اہل لغت کے نزدیک نَوْمٌ اور رُقُوْدٌ میں فرق یہ ہے کہ نوم عام ہے ابتدائی۔ انتہائی۔ درمیانی۔ تھوڑی۔ بہت کچی۔ پکی نیند کو۔ لیکن رُقُوْدٌ سخت گہری نیند کو کہتے ہیں جو

بیہوشی یا مدہوشی یا سخت خمار کی مثل ہوتی ہے جس نیند سے کوئی شور و غل بھی نہیں اٹھا سکتا نہ کچھ گھنٹوں بعد وہ پوری ہوتی ہے۔ بلکہ ایسی نیند میں انسان خود کروٹ بھی نہیں بدل سکتا اس لیے وَنُقَلِّبُهُمْ اور ہم پروردگار عالم ان کو داہنی والی جانب اور بائیں والی جانب پوری کروٹ بدل کراتے ہیں۔ یا اس طرح کہ ہماری تعالیٰ کے قدرت کے ہاتھ ان کو ادل بدل فرماتے ہیں یا کوئی فرشتہ یہ ڈیوٹی انجام دیتا ہے یا عام سونے والوں کی طرح خود ہی کروٹ لیتے ہیں۔ اور کروٹ بدلنا اس لیے ہے تاکہ سونے والے زندہ انسانوں کا قانونِ صحت ان پر جاری رہے ورنہ قادر و قیوم تو اُن کو اور ان کے جسموں لباسوں کو بغیر کروٹ بھی مٹی اور موسم کی تبدیلیوں سے محفوظ رکھنے پر مکمل قادرِ مطلق ہے۔ بعض جُہلاء نے رُقُوْدٌ کا معنیٰ موت کیا ہے حالانکہ کسی عربی لغت میں یہ معنیٰ نہیں لکھے ہر لغت و تفسیر میں رُقُوْدٌ کا ترجمہ نوم ہی لکھا ہے۔ ایک جاہل انسان نے کروٹ بدلنے کا مطلب یہ کیا ہے کہ اُن کے مُردہ جسموں کو ہوا ادھر اُدھر کرتی ہے مگر یہ سب جاہلانہ باتیں ہیں رب سچا رب کا کلام سچا۔ وہ بالکل سونے والوں کی طرح کروٹ پھلائے جاتے ہیں۔ جب ضرورت پڑتی ہے۔ کسی روایت میں کروٹ بدلنے کی دن تاریخ مقرر نہیں بتائی گئی مگر مفسرین اپنی طرف سے بغیر کسی دلیل کے چند قول نقل کرتے ہیں۔ ع۱ ہر سال میں دو دفعہ چھ ماہ بعد ع۲ ایک سال میں ایک ہی دفعہ یوم عاشورہ کے دن ع۳ یا یہ کروٹ تین سال بعد ہوتی ہے ع۴ چوتھا قول ہے کہ نو سال بعد ہوتی ہے۔ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ اور اُن کا کتا۔ کتوں کی طرح اپنی اگلی ٹانگیں کلائیاں پھیلائے غار کے دروازے کے قریب بیٹھا سو رہا ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ اس کی بھی داہیں بائیں تھوڑی تھوڑی کروٹیں بدلی جاتیں ہیں اسی وقت جب اصحاب کہف کی بدلی جاتی ہیں۔ یہ کتا یا ان کا اپنا شکاری تھا یا کسی مومن چرواہے کا تھا یا دھوبی کا جب اس کا مالک بھی اصحاب کہف کے ساتھ ہو لیا اپنے ایمان کی خاطر تو مالک کی وجہ سے کتا بھی ساتھ چل پڑا سب نے کنکر پتھر مار کر بھگانا چاہا تو رب کی قدرت سے کتے نے کلام کیا اور کہا کہ مجھ کو نیک بندوں سے محبت ہے میں تمہاری حفاظت کروں گا تمہیں دکھ تکلیف نہ دوں گا نہ بھونکوں گا۔ تب انہوں نے اس کو ساتھ لے لیا۔ بعض نے کہا یہ جنگل کا شیر تھا مگر اس کو کلب کہا گیا اس کی وفاداری کی وجہ سے یا محاورۃً شیر کو کلب کہدیا جاتا ہے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ ابن لہب کے لیے کتے کے حملے کی بد دعا فرمائی تو اس کو شیر نے پھاڑ کھایا تھا۔ (از تفسیر کبیر رازی) کتے کے پانچ نام تفاسیر میں مشہور ہیں ع۱ قطمیر ع۲ زبان ع۳ تقموز ع۴ ثوری ع۵ صہبانیہ۔ کتے کا رنگ پیلا۔ کالا اور سفید دھبوں کا ہے روایت ہے کہ چار جانور جنت میں جائیں گے۔ ع۱ اصحاب کہف کا کتا ع۲ صالح علیہ السلام کی ناقہ۔

۔ بلعام کا گدھا۔ ۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا براق۔ لَوِ اطَّلَعۡتَ عَلَیۡهِمۡ لَوَلَّیۡتَ مِنۡهُمۡ فِرَارًا وَّلَمُلِئۡتَ مِنۡهُمۡ رُعۡبًا۔ اگر تو کبھی ان پر ظاہر ہو کر ان کو ایک نظر دیکھ لے تو ان سے ڈر کر دور بھاگے اور باوجود بڑے طاقتور بہادر ہونے کے تیرا دل گردہ سینہ ان کے خداداد قدرتی رعب سے بھر جائے یا ان کی ہیبت ناک شکل کے رعب سے کہ لمبے بال بڑے بڑے ناخن کھلی اور گھورتی محسوس ہوتی آنکھیں اور غار کا ہلکا اندھیرا۔ ان چیزوں نے ماحول کو پُر دہشت بنا دیا ہے مگر پہلا قول درست کہ یہ رعب الٰہی کی دہشت ہے۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ حیات دنیوی میں اچھی بری صحبت بہت اثر ہوتا ہے اچھی سنگت کا اور بری صحبت کا نقصان ضرور ہوتا ہے دیکھو اصحاب کہف کی صحبت کی وجہ سے ناپاک پلید کتے کو کتنا شرف حاصل ہوا کہ غار میں تا قیامت اولیاء اللہ کا ساتھ اور جو انعامات کرامات اصحاب کہف پر جاری ہیں وہی کتے پر۔ قرآن مجید میں ذکر آیا۔ جنت میں ہمیشگی کی رہائش نصیب ہو گئی۔ یہ فائدہ وَكَلۡبُهُمۡ فرمانے اور اس کی تفسیری واقعے سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ جو انسان مومن مخلص متقی ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو ایسا رعب عطا ہوتا ہے کہ جس کا مقابلہ کوئی انسان نہیں کر سکتا بلکہ سب درندے جنات حیوانات اس سے ڈرتے تابعداری کرتے ہیں

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ — کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ — (حضرت سعدی)

احکام القرآن

ان آیات پاک سے چند مسئلے مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ شکار یا حفاظت کی ضرورت کے لیے کتا رکھنا پالنا جائز ہے بشرطیکہ مسلمان اپنے جسم۔ لباس گھر برتن۔ جگہ۔ بستر کو خاص احتیاط سے کتے کی پلیدی سے بچا سکیں لیکن بلا ضرورت شوقیہ کتا رکھنا گناہ ہے یہ مسئلہ وَكَلۡبُهُمۡ کی تفسیر سے مستنبط ہوا کہ اصحاب کہف کے پاس شکار کے لیے کتا پلا ہوا تھا یا ان کے ساتھی مومن چرواہے کے پاس حفاظت کا کتا تھا اور رب تعالیٰ نے اس کا خصوصیت سے ذکر فرمایا۔ نیز احادیث میں صراحتًا بھی اس کا جواز ثابت ہے۔

دوسرا مسئلہ۔ جس چیز سے مشائخ کرام علماء عظام اپنے مریدوں یا مسلمانوں کو منع فرمائیں اس سے ہٹ جانا واجب و لازم ہے۔ ورنہ گناہ کے علاوہ نقصان ہونے کا بھی اندیشہ ہے یہ مسئلہ لَوَلَّیۡتَ مِنۡهُمۡ فِرَارًا اور مِنۡهُمۡ رُعۡبًا۔ کی اشارۃ النص کی مخالفت سے مستنبط ہوا۔ روایت ہے کہ حضرت

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب روم فتح کیا اور شہر افسوس یعنی طرطوس میں قیام کیا تو اصحاب کہف کو دیکھنے کے شوق میں پانچ آدمیوں کو غار کی طرف بھیجا جب کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سنا کر منع بھی فرمایا۔ جب وہ لوگ ابھی غار کے منہ کے پاس پہنچے ہی تھے ابھی اوپر سے جھانکنے ہی لگے تھے کہ ایک دم قدرتی سخت گرم ہوا نے ان کو وہیں جلا کر خاک سیاہ کر کے ہلاک کر دیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ یہ آیت دراصل وہاں جانے کی ممانعت فرما رہی ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا تَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا۔ تم گمان کرو گے کہ وہ جاگ رہے ہیں سوال یہ ہے کہ دیکھنے والا کیوں گمان کرے گا کہ جاگتے ہیں۔ کیا وہ بیٹھے بیٹھے یا کھڑے کھڑے یا سجدے رکوع میں پڑے پڑے سو رہے ہیں؟ جواب۔ نہیں بلکہ لیٹے ہوئے ہیں کبھی سیدھے کبھی دائیں کبھی بائیں کروٹ سے۔ اور یہ لیٹنا تو وَنُقَلِّبُهُمْ سے ثابت ہو رہا ہے لیکن ان کے جاگنے کا دھوکہ گمان اس لیے لگ سکتا ہے کہ ان کی آنکھیں پوری مکمل کھلی ہوئی ہیں اور کھلی اس لیے ہوئی ہیں کہ اندھیرے کی گہری نیند میں اکثر آنکھیں کھل جاتی ہیں جس کا بہت دفعہ مشاہدہ ہے نیز نیند کا تعلق آنکھوں کے کھلنے بند ہونے سے نہیں بلکہ وہ تو پتلیاں اندر ہو جانے سے آتی ہے۔

دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا بِالْوَصِيدِ۔ وصید کا معنی لغت میں چوکھٹ ہے یا دروازہ حالانکہ اس غار کا نہ دروازہ لگا ہے نہ اس کی کوئی چوکھٹ ہے تو پھر یہ کیوں فرمایا گیا۔ جواب۔ لفظ وصید کی لغوی تشریح ہم نے تفسیر نحوی میں عرض کر دی ہے۔ یہاں وصید اپنے لغوی ترجمے میں ہے۔ چوکھٹ اس کا اصطلاحی منقولی ترجمہ ہے۔ وہ یہاں مراد نہیں۔ یہاں مراد ہے غار کے اندر داخلی اندر ہونے والے بڑے سوراخ کے قریب۔ اِن آیت کی تفسیر صوفیانہ آیت ۱۹ کے بعد ہے۔

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ

اور اسی طرح صحت مندی کے ساتھ	اٹھایا ہم نے ان کو	تاکہ پوچھیں	وہ آپس	میں
اور یونہی	ہم نے	ان کو جگایا کہ آپس میں ایک دوسرے	سے احوال	پوچھیں

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا

تو کہا ایک کہنے والے نے کتنا ٹھیرے تم - کچھ بولے ٹھیرے ہم

ان میں ایک کہنے والا بولا تم یہاں کتنی دیر رہے کچھ بولے ایک

يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْٓا

ایک پورا دن یا تھوڑا دن - کچھ ساتھی بولے تمہارا رب زیادہ جاننے والا ہے کہ کتنا ٹھیرے تم بس اب بھیجو تم

دن رہے یا دن سے کم دوسرے بولے تمہارا رب خوب جانتا ہے جتنا تم ٹھیرے تو اپنے میں

اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ

اپنے میں سے کسی کو اپنی اس علیہ کرنسی چاندی کے ساتھ اپنے شہر کی طرف

ایک کو یہ چاندی لے کر شہر میں بھیجو

فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ

پس جانے والے کو چاہیئے کہ غور کرے اُن دکانداروں میں کون بہت صاف ستھرا ہے کھانے میں تو لائے

پھر وہ غور کرے کہ وہاں کونسا کھانا زیادہ ستھرا ہے کہ تمہارے لیے

بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ

وہی کھانا ان پیسوں سے تمہارے لیے خرید لائے - اور نرمی اختیار کرے اور تمہاری معلومات

اس میں سے کھانے کو لائے اور ہرگز کسی کو تمہاری

بِكُمْ اَحَدًا ﴿١٩﴾

کسی کو نہ دے

اطلاع نہ دے

نصف القرآن بعدد الحروف الی حرف التاء من كلمة وليتلطف

تعلق ان آیت کریمہ کا پچھلی آیت کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں اصحاب کہف کی گہری نیند کا ذکر تھا اب یہاں اُن کو جگانے کا ذکر ہے اور بتایا گیا کہ یہ اُن کی دونوں حالتیں ہماری طرف سے تھیں۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں ذکر ہوا کہ لوگوں کا تا قیامت ان کے بارے میں کیا گمان ہوتا رہے گا۔ اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ جب وہ جاگے تو ان کا خود اپنے متعلق اپنی حالت اور اپنے بارے کیا گمان ہوا تھا۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں نیک بندوں کے قدرتی رعب اور خداداد ہیبت کا ذکر ہوا۔ اب یہاں اللہ کے نیک بندوں کے اخلاقِ حسنہ کا ذکر ہو رہا ہے۔

تفسیر نحوی وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۚ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۚ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۚ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۚ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ۔ واو سر جملہ کذالک پورا لفظ اسم اشارہ بعیدی یہ چار حرفوں کا مجموعہ ہے ۱۔ ک حرف جر تشبیہی ۲۔ ذا۔ اشارہ بمعنیٰ اُس ۳۔ لام حرف جر لغو ۴۔ ک ضمیر خطابی بلا مرجع (لغو) یہاں کذالک میں ہمیشہ پہلے دو حرف ک اور ذا عامل بن کر آتے ہیں باقی دو لغو ہوتے ہیں۔ یہ سب مجموعہ کاف جارہ سے مجرور ہو کر متعلق مقدم ہے بعثنا کا۔ یہ فعل ماضی باب فتح کا۔ فاعل خطابی اللہ تعالیٰ ہے ھُم ضمیر کا مرجع اصحاب کہف مفعول بہ ہے بَعْثٌ سے بنا ہے لغوی ترجمہ ہے کسی کو کہیں سے کہیں بھیجنا یہاں مراد نیند سے جگانا اور جگا کر اٹھانا یہ جملہ فعلیہ ہو کر معلول ہوا۔ لِیَتَسَآءَلُوْا۔ لام کے تعلیلیہ بمعنیٰ تاکہ یا یہ لام عاقبۃ کا ہے بمعنیٰ تب یَتَسَآءَلُوْا باب تفاعُل کا مضارع مثبت معروف سُؤَالٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ پوچھنا۔ سوال کرنا۔ باب تفاعُل میں ترجمہ ہوا ایک دوسرے سے پوچھنا۔ بَیْنَ اسم ظرف مکانی متمکن ہے کبھی مکسور کبھی مفتوح ہوتا رہتا ہے منیہ کا اعراب شاذ ہوتا ہے۔ ھُمْ۔ ضمیر نفسی بمعنیٰ آپس میں یا اپنے درمیان یہ مضاف اور مضاف الیہ ہے بحالت نصب ہے یا ظرف ہے یا مفعول فیہ ہے یَتَسَآءَلُوْا کا وہ سب جملہ فعلیہ ہو کر علت ہوئی بَعَثْنَا کی وہ سب مل کر جملہ تعلیلیہ ہو گیا۔ قَالَ فعل واحد مذکر۔ قَآئِلٌ اسم فاعل واحد مذکر اس کا فاعل یہ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا مِنْهُمْ جار مجرور قَآئِلٌ کا متعلق ہے ان آیت میں تمام جگہ ھُم سے مراد اصحاب کہف ہیں۔ کَمْ اسم ظرف مقداری زمانی سوالیہ ہے بمعنیٰ کتنی مدت۔ مبنی بر سکون سے مفتوحہ ہے۔ ظرف مقدم ہے۔ لَبِثْتُمْ۔ باب سَمِعَ کا ماضی مطلق جمع مذکر لُبْثٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ٹھیرنا یہ جملہ فعلیہ سوالیہ ہو کر مقولہ ہوا قال کا یہ قول مقولہ مل کر سوال ہوا۔ قَالُوْا فعل ماضی ھُمْ ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ لَبِثْنَا فعل ماضی جمع متکلم فاعل متکلم اصحاب کہف یَوْمًا۔ اسم مفرد تنکیری زمانی

اِس پر تنوین عوضی ہے جو وَاحِدًا پوشیدہ کے بدلے میں آئی۔ بمعنیٰ پورا ایک دن بحالت نصب ہے کیونکہ یَوْمًا اپنے مابعد سب عبارت سے مل کر ظرف ہے۔ اَوْ۔ عاطفہ تردیدی اختیاری بَعْضَ اسم مفرد جامد بمعنیٰ کچھ۔ حصّہ۔ جزء۔ کوئی ٹکڑا۔ یہاں بمعنیٰ کچھ ہے مفتوح ہے عطف تابع کی وجہ سے مضاف ہے یَوْمٍ مضاف الیہ مرکّب اضافی معطوف ہوا یہ سب عطف مل کر ظرفِ زمانی ہوا لَبِثْنَا وہ جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ قَالُوْا کا یہ قول مقولہ جملہ قولیہ ہوکر جواب ہوا کَمْ لَبِثْتُمْ کا سب مل کر جملہ استفہامیہ ہوگیا۔ قَالُوْا۔ فعل جمع ھُمْ ضمیر مستتر فاعل فعل فاعل جملہ فعلیہ قول ہوا رَبُّ اسم صفاتی ہے اللہ تعالیٰ۔ مضاف ہے کُمْ ضمیر مضاف الیہ یہ مرکّب اضافی مبتدا ہوا۔ اَعْلَمُ۔ اسم تفضیل واحد مذکّر عِلْمٌ سے بنا ہے۔ ھُوَ ضمیر پوشیدہ اِس کا فاعل بِ جارّہ تعدیہ کا اسمیہ ہوکر مقولہ ہوکر جملہ قولیہ ہوگیا۔ فَ حرفِ زائدہ ابتدائیہ بمعنیٰ اَب۔ اِبْعَثُوْا۔ باب فَتَحَ کا امر حاضر معروف جمع مذکّر حاضر بَعْثٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بھیجنا اس میں اَنْتُمْ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل ہے اَحَدَ۔ اسم مفرد عددی تنکیری بمعنیٰ اکسی کو۔ ایک کو مضاف ہے کُمْ ضمیر مجرور متّصل مضاف الیہ ہے ضمیر نفسی ہے ترجمہ ہے اپنے میں سے ایک کو یہ مرکّب اضافی مفعول بہ ہے بِ جارّہ بمعنیٰ مَعَ۔ وَرِقٌ۔ اسم مفرد جامد لغوی معنیٰ ہے باریک چیز اسی معنیٰ میں درخت کے پتّوں کو ورق کہا جاتا ہے اِس کی جمع مکسّر ہے اَوْرَاق۔ اصطلاح میں ہر ڈھلی ہوئی پگھلا کر بنائی ہوئی دھات سونا چاندی وغیرہ کو ورق کہدیا جاتا ہے خواہ کوٹ کر باریک کیا گیا ہو جیسے چاندی ورق یا حکومت کی کرنسی۔ یہاں حکومت کا سکّہ ہی مراد ہے پہلے زمانوں میں سونے چاندی کے سکّے بنائے جاتے تھے۔ اس لیے یہاں ترجمہ ہوگا چاندی کے سکّے۔ یہ مضاف ہے کُمْ ضمیر مضاف الیہ یہ مرکّب اضافی مشار الیہ مقدّم ھٰذِہٖ اسم اشارہ قریبی دونوں مل کر مجرور ہوکر متعلّق اوّل ہے فَابْعَثُوْا کا۔ اِلٰی جارّہ انتہائیہ الف لام عہد خارجی۔ مَدِیْنَۃِ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ شہر مذکور مخصوص اُن کی قریبی بستی یہ جار مجرور متعلّق دوم ہے فَابْعَثُوْا کا۔ یہ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ ہوا۔ فَلْیَنْظُرْ اَیُّھَآ اَزْکٰی طَعَامًا فَلْیَاْتِکُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ۔ فَ۔ عاطفہ تعقیبیہ یا حالیہ لِیَنْظُرْ باب نَصَرَ کا امر غائب معروف ھُوَ اس میں پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ہے اَحَدَکُمْ نَظْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ آنکھ سے بغور دیکھنا۔ اَیُّ۔ اسم سوالیہ معرب ہے مضاف ہے ھَا ضمیر کا مرجع مَدِیْنَۃ ہے۔ مجرور متّصل مضاف الیہ یہ مرکّب اضافی مبتدا اَزْکٰی اسم تفضیل مذکّر واحد زکوٰۃ سے بنا ہے بمعنیٰ صاف ستھرا پاکیزہ اور حلال طیّب ہونا۔ ھُوَ۔ ضمیر اس میں مستتر اس کا فاعل ہے مرجع ہے اَیُّھَا۔ طَعَامًا اسم مبالغہ بروزن کرامًا۔ بمعنیٰ خوب اچھی طرح مکمّل پکی ہوئی غذا۔ کھانا تیار شدہ۔ بحالت نصب ہے کیونکہ تمیز ہے ممیز ھُوَ مستتر اور تمیز مل کر فاعل ہوا اَزْکٰی کا وہ جملہ اسمیہ ہوکر اَیُّھَا مبتدا کی خبر دونوں جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہ ہوا فَلْیَنْظُرْ یہ سب جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ ہوا۔ فَ عاطفہ تعقیبیہ۔ یعنی اچھی طرح دیکھنے کے

بعد۔ لیأت باب ضَرَبَ کا امر غائب معروف اَتی ثُیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ آنا۔ لاٹا۔ یہاں متعدی ہے دوسرے معنیٰ میں۔ کُمۡ۔ ضمیر منصوب متصل مفعول لہٗ لیأت کا۔ ب جارہ تعدیہ کی رزق اسم مفرد جامد بمعنیٰ نفع بخش چیز مراد ہے حلال کھانا یہ جار مجرور متعلق ہے فلیأت کا۔ مِنۡ جارہ بدلیت و عوض کے معنیٰ میں (اسکے بدلے) ہٗ۔ ضمیر واحد مذکر غائب مرجع وَرِق یہ جار مجرور متعلق دوم ہے فلیأت کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا فلینظر کا وہ سب عطف مل کر معطوف ہوا فابعثوا کا وہ جملہ معطوفہ ہو کر مکمل ہوا۔ وَلۡيَتَلَطَّفۡ وَلَا يُشۡعِرَنَّ بِكُمۡ اَحَدًا۔ واؤ۔ عاطفہ۔ خیال رہے کہ پہلے دو جگہ ف تعقیبیہ بمعنیٰ واؤ عاطفہ آیا ما۔ فَلۡيَنۡظُرۡ فَلۡيَأۡتِ اس لیے کہ وہاں غور کرکے خریدنے کے لیے تعقیب اور جمعیت دونوں کی ضرورت تھی کہ غور کرکے جاتے جاتے دیکھے بھی پھر خریدے۔ لیکن یہاں تعقیبیہ کی ضرورت نہیں اس لیے واؤ آیا لیتلطف۔ باب تَفَعُّلۡ کا امر غائب لُطۡفٌ سے بنا ہے بمعنیٰ مہربانی کرنا۔ نرمی اختیار کرنا مقصد ہے اپنے کام سے غرض رکھے سیدھا جائے جلدی واپس آئے۔ حالات کا جائزہ نہ لے نہ چیزوں کے بھاؤ طے کرنے میں جھگڑا کرے۔ (اس لفظ پر قرآن مجید لفظاً یا حرفاً نصف ہوتا ہے) ھُوَ ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ واؤ عاطفہ لَا يُشۡعِرَنَّ باب افعال کا فعل نہی معروف بانون ثقیلہ صیغہ واحد مذکر غائب اس کا مصدر اِشۡعَارٌ بمعنیٰ بتانا شُعُوۡرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ سمجھ لینا اسی سے ہے شعور۔ بمعنیٰ ظاہر کرنا ھُوَ۔ مستتر اس کا فاعل ہے مرجع وہی اَحَدُكُمۡ۔ ب جارہ بمعنیٰ فی ظرفیہ ترجمہ ہے بارے میں کُمۡ ضمیر مرجع مخاطب اصحاب کہف یہ جار مجرور متعلق ہے لَا يُشۡعِرَنَّ کا اَحَدًا اسم عددی نکرہ غیر معین بمعنیٰ کسی کو منصوب ہے کیونکہ مفعول بہٖ ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا سب عطف مل کر جملہ عاطفہ ہو کر مکمل ہوا۔ دوسری ترکیب یہ جملہ عاطفہ حال ہے اَحَدُكُمۡ ذوالحال یہ دونوں مل کر مفعول بہٖ ہے فَابۡعَثُوۡا کا وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِالصَّوَابِ۔

تفسیر عالمانہ

وَكَذٰلِكَ بَعَثۡنٰهُمۡ لِيَتَسَآءَلُوۡا بَيۡنَهُمۡ قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ كَمۡ لَبِثۡتُمۡ قَالُوۡا لَبِثۡنَا يَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ قَالُوۡا رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِمَا لَبِثۡتُمۡ۔

اور اے دنیا والو جس طرح ہم نے اصحاب کہف پر اپنی رحمت برکت اور فضل سے پہلے دنوں میں بہت سے انعام کئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی صحبت بابرکت کے فیض سے ۱ ایمان عطا فرمایا۔ ۲ توفیق عبادت عطا فرمائی ۳ جسمانی صحت۔ تندرستی۔ خوبصورتی عطا فرمائی ۴ بھرپور جوانی میں اپنی یاد اور ذکر الٰہی سے روح کی پاکیزگی عطا فرمائی ۵ ہمت و قوت عطا فرمائی ۶ ظالم و جابر کافر و دشمن بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق بولنے کی دلیری عطا فرمائی ۷ ظالم بادشاہ سے جان۔ ایمان۔ عزت و آبرو بچائی۔

۸ اچھے مومن مخلص ایمان والے ساتھی جمع فرمائے ۹ چھپنے کو بہترین غار دیا۔ ۱۰ زیادہ ہدایت عطا فرمائی ۱۱ دلوں کو مضبوط و مطمئن کیا ۱۲ بے فکری کی میٹھی گہری نیند سلایا ۱۳ بارش اور سورج سے بچایا ۱۴ بغیر کچھ کھائے پیئے زندگی۔ صحت۔ تندرستی ہوش و حواس درست باقی رکھے۔ ۱۵ کروٹیں بدلوائیں ۱۶ جوانی کو قائم رکھا ۱۷ غار میں روشنی اور ہوا بھیجتے رہے۔ اس طرح کی بیشمار نعمتیں دیں۔

کَذٰلِكَ اُسی طرح ہم نے یہ فضل بھی کیا کہ بَعَثْنٰهُمْ ان کو اپنے دین کے لیے قیامت کے ثبوت کی بڑی دلیل بنانے کے لیے چن لیا اور لاکھوں کروڑوں انسانوں میں سے اپنی بارگاہ کے لیے اُن کو منتخب کر کے نہایت علم و ایقان کے ساتھ مبعوث فرمایا اور ہم نے جگا کر اٹھایا۔ تاکہ اپنے آپ کو اپنی حالت کیفیت کو زمین و آسمان کو سورج اور اس کے آثار چڑھاؤ اور وقت کو صبح اور شام کو دیکھ کر آپس میں ایک دوسرے سے پوچھیں اور قدرتِ الٰہی کے عجیب حیرت میں ڈالنے والے کرشمے دیکھیں اور اُس وقت کے منکرینِ قیامت اُن کی اس دراز مدت سے قیامت کی بعثت اور حشر نشر پر ایمان لائیں لہٰذا جاگنے کے فورًا بعد سب سے پہلے قَالَ قَآئِلٌ۔ اِن سب ساتھیوں میں سے ایک سب سے بڑے اور امیر جماعت مکسلمینا نے فرمایا کہ یہ تو بتاؤ کہ ہم تم اِس غار کے اندر نیند میں کتنا سوئے ہوں گے۔ اور ہماری کتنی نمازیں قضا ہوئی ہوں گی ہم تم نے کتنی دیر سے ذکرِ الٰہی اور اپنے ربِ کریم رحیم کو یاد نہیں کیا۔ بھلا اپنا اپنا اندازہ بتاؤ کہ تم کتنا ٹھیرے تو کچھ ساتھیوں نے آسمان کے سورج کو دیکھ کر اندازہ لگاتے ہوئے اپنے قیاس و اجتہاد سے کہا تقریبًا ایک دن یا ایک دن سے بھی کم۔ یہ اندازہ اس لیے ہوا کہ جب وہ غار میں داخل ہوئے تھے تو عصر کا وقت اور ذکر و عبادت کے بعد جب سونے کے لیے لیٹے تھے تو مغرب کا وقت تھا اب جب وہ جاگے تو پھر اشراق کا وقت تھا اور سورج چڑھ رہا تھا انھوں نے یہی سمجھا کہ بس ایک رات اور دن کا تین پہر ہی گزرا ہے۔ دوسرے چند ساتھیوں نے کہا عجیب سا ہی لگ رہا ہے کچھ کہا نہیں جا سکتا کہ ہم کتنا ٹھیرے ہیں تمہارا رب پروردگارِ عالم ہی زیادہ بہتر جاننے والا ہے اس صحیح صحیح پوری مدت کو۔ جتنا تم اس غار میں ٹھیرے۔ یہ بات انھوں نے اس لیے کی کہ سورج کو دیکھتے ہوئے اور اپنی صحت ہشاش بشاش تازہ دم ہونے کو دیکھتے ہوئے تو یہی معلوم ہوتا تھا کہ زیادہ نہیں سوئے مگر اپنے لمبے بال بڑھے ہوئے ناخن دیکھ کر معلوم ہوتا تھا بہت ہی لمبی مدت سوئے رہے اس لیے حیران ہو کر بولے کہ اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے کہ ہم تم سب لوگ یہاں کتنا ٹھیرے۔ لیکن اب اسی بحث تمحیث اور سوچ و فکر میں وقت ضائع کرنا درست نہیں بلکہ اب اگلے وقت اگلی منزل کا سوچو مگر پہلے کھانے پینے کا انتظام کرو۔ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ

پس بھیجو تم اپنے میں سے کسی بھی خریداری کے واقف اور تجربہ کار شخص کو اپنے ان موجود چاندی کے کچھ درہم دے کر اسی اپنے شہر افسوس کی طرف جس کو آج کل طرطوس لکھا ہے وہ شخص وہاں شہر میں پہنچ کر تین باتوں کا ضرور ضرور خیال رکھے۔ پہلی بات یہ کہ کھانا خریدنے سے پہلے اپنی پرانی معلومات کے مطابق یہ غور کرے کہ کون سا دکاندار زیادہ پاکیزہ ہے کھانا بنانے پکانے میں یعنی حلال ذبیحہ ہو کسی مجوسی یا بت پرست کافر کا ذبیحہ نہ ۲ کوئی کھانا یا جانور حرام نہ پکایا ہوا ہو ۳ کسی سے جبرًا یا ظلمًا یا چوری سے غصب کیا ہوا جانور یا غلہ روٹی والا کھانا نہ ہو ۴ پکانے والا گندہ غلیظ بے احتیاط نہ ہو ۵ مزیدار خوشبودار الطیب روح و قلب کو تازگی دینے والا ہو ۶ کسی حرام چیز کی ملاوٹ نہ ہو نمک مرچ مصالحہ سب اشیا حلال طریقے سے لے کر کھانے میں ڈالی ہوں ۷ اور اگر ان تمام خوبیوں کے ساتھ سستا بھی ہو تو بہت بہتر ہے تاکہ تھوڑی قیمت میں بہت زیادہ کھانا مل جائے اور ہم سب کو پورا ہو جائے۔ بہت زیادہ قیمتی کھانا خریدنے کی ضرورت نہیں بس پاکیزگی کا بہت خیال رکھنا ہے۔ اور ان تمام خوبیوں کو حاصل کرنے کے لیے فقط ایک یہ چیز ہی کافی ہے کہ دکاندار اَزکیٰ یعنی مؤمن متقی مخلص ایماندار ہو اگر خوش قسمتی سے ایسا دکاندار اور ان خوبیوں والا ستھرا کھانا کہیں نظر آ جائے تو فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ۔ چاہیئے کہ تم سب کے لیے وہ رزق خوراک غذا ان درھموں سے خرید کر لے آئے۔ دوسری بات یہ کہ وَلْيَتَلَطَّفْ۔ ہر کام۔ کلام۔ خریداری۔ اور آنے جانے میں بہت نرمی۔ جلدی۔ اور نرم رویہ رکھنا کسی سے زیادہ پوچھ گچھ سوال جواب۔ بھاؤ بنانے کے لیے بحث مباحثہ نہیں کرنا۔ ہر حال میں لطافت کو برقرار رکھنا ہے بہت سوچ سمجھ کر بات کرنی ہے اور مختصر بھی۔ غرضکہ ہر طرح اپنے کو چھپا کر بات کرنی ہے اور خاص کر اس لیے بھی کہ تمہارے بال لمبے ہیں تم کو لوگ کچھ زیادہ ہی توجہ سے دیکھیں گے مگر تم سیدھے آنا سیدھے جانا۔ اگر لوگوں کی باتوں سے بادشاہ دقیانوس اور اس کی پولیس کا رویہ اور ہم سب کے لیے ان کا آئندہ لائحہ خود ہی چلتے چلتے معلوم ہو جائے تو ٹھیک ورنہ کسی سے خود نہ کریدنا۔ تیسری بات یہ خیال رکھنا کہ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا اور وہ جانے والا حتی الامکان یہ ہی کوشش کرے کہ تمہارے متعلق کسی کو کچھ نہ بتلائے اگرچہ ہر طرف ہماری تلاش کا شور مچا ہو۔ یہ تھیں وہ تدبیریں جو دولتِ ایمان کی سچی محبت کو بچانے اور عشقِ الٰہی کی امانت کی حفاظت کرنے کے لیے ان بزرگوں نے اختیار فرمائیں اَزْکٰی طَعَامًا اور وَلْيَتَلَطَّفْ میں جتنے اقوال ہم نے نقل کئے ہیں وہ مختلف تفاسیر کے بیان کردہ احتمالات ہیں جن کو ہم نے یکجا کر دیا ہے۔ فائدے۔ اِن آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ دین و دنیا کے ہر معاملے میں لطافت اور نرم رویہ اللہ کی بڑی نعمت ہے۔

باری تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ اس کا اہتمام سے ذکر فرمایا اور یہ ایسی مستحب عبادت ہے کہ ہر دین میں جاری اور پسندرہی یہ فائدہ وَلْيَتَلَطَّفْ فرمانے سے حاصل ہوا بعض بزرگوں نے فرمایا کہ قرآن مجید میں دو چیزیں ہیں ۱ شریعت اور ۲ طریقت۔ اور وَلْيَتَلَطَّفْ کا لفظ بالکل درمیانِ قرآن میں ارشاد ہوا ہے اس سے اشارہ یہ ملتا ہے کہ لطافتِ ایمانی اور شیریں زبانی کا تعلق شریعت و طریقت انبیاء کرام علما و صوفیا۔ عوام و خواص سب سے ہے اور ہر مسلمان کے لیے نرمی و لطافت اچھے اخلاق و عادات ضروری اور لازم واجب ہیں۔ **دوسرا فائدہ**۔ ایمان و اسلام ہی تمام و نمود بری چیز ہے۔ اپنی کسی چیز کا دکھلاوا ریاکاری منع ہے مسلمان کو چاہیئے کہ جتنا ہو سکے اپنی شخصیت اور اپنی عبادت ریاضت کو چھپائے ہاں البتہ شریعت کی فرضی عبادات کو ظاہر کر سکتا ہے بلکہ فرضی کاموں کے لیے خلوت کے غاروں سے نکل کر باہر میدان جنگلات اور بستیوں میں آنا ضروری ہے لیکن اس کے لیے کم سے کم وقت اور کم سے کم اظہار حس کے بغیر چارہ نہ ہو شرط ہے۔ یہ فائدہ۔ فَابْعَثُوا أَحَدَكُمْ اور وَلَا يُشْعِرَنَّ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ**۔ اپنے ساتھ دنیا کی دولت رکھنی جائز ہے توکل علی اللہ کے خلاف نہیں لیکن زیادہ اور ضرورت سے بڑھ کر نہیں۔ صرف اتنی رکھ سکتا ہے جس کی اپنے افراد اور اپنے اوقات ضروریات کے حساب سے حاجت پڑ سکتی ہو۔ یہ فائدہ بِوَرِقِكُمْ هَٰذِهِ فرمانے سے حاصل ہوا۔ اسی طرح توکل علی النبی اور توکل علی الاولیا بھی بہر کیف توکل علی اللہ کے خلاف نہیں۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ ہر دین ہر شریعت اور ہر مذہب ہر قانون میں دینی دنیوی مسائل کے حل کرنے کے لیے اجتہاد کرنا یا قیاس لگانا جائز ہے اگرچہ وہ اجتہاد و قیاس صحیح ہو جائے یا غلط بنے بہر حال ناجائز نہیں۔ ہاں البتہ یہ ہر مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ اپنے اجتہاد و قیاس کو آخری اور یقینی فیصلہ قرار نہ دے بلکہ اصل حقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرے یہ مسئلہ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا اور قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ**۔ ہر مسلمان پر حرام اور گندی غذا و خوراک سے بچنا اور حلال پاک طیب غذا کو حاصل کرنا اور تلاش کرنا فرض ہے اگرچہ کتنے عرصے کا بھوکا پیاسا ہو۔ حرام اور گندی خوراک میں ہرگز منہ نہ ملے نہ حرص و ہوس یا خواہش کرے خود بھی بچے اور اپنے ساتھیوں آل اولاد بال بچوں مریدوں مقتدیوں کو بھی بچائے۔ یہ مسئلہ أَزْكَىٰ طَعَامًا کے پورے ارشاد اور اس کے تمام تفسیری اقوال سے مستنبط ہوا۔ خیال رہے کہ قرآن مجید میں جو اقوال اچھائی کے ساتھ بیان فرمائے گئے ہیں وہ کسی شخص کسی زمانے کے ہوں اب وہ مسلمانوں کو عمل کرنے کے لیے سنائے جا رہے ہیں۔ اسی طرح جن چیزوں اور

باتوں کی قرآن پاک میں مذمت فرمائی جارہی ہے خواہ کسی زمانے کا قصہ اور واقعہ ہو اب مسلمانوں کو ان سے بچنے کی درپردہ تلقین ہو رہی ہے۔ **تیسرا مسئلہ**۔ دینی دنیوی ہر کام کی فلاح۔ بہبود اور صحیح و درست ہونے کے لیے اتحاد و اتفاق ضروری ہے اور اتحاد کے لیے ایک امام۔ راہنما۔ رئیس قوم اور امیر جماعت کا ہونا شرط ہے اور تمام قوم کو اس کی اقتدا۔ تابعداری۔ اطاعت واجب و لازم ہے۔ باری تعالیٰ نے مجتہدین۔ فقہا۔ علما۔ مشائخ۔ صوفیا۔ اور پیرانِ کرام کو اسی لیے پیدا فرمایا تاکہ اللہ رسول کے قرآن و حدیث پر عمل کرنے کے لیے تقلید و اطاعتِ مجتہدین و علما و مشائخ کی جائے۔ یہ مسئلہ قَالَ قَائِلٌ کی تفسیر سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا لِيَتَسَاءَلُوا۔ یہ لامِ اول ابتدائیہ تعلیلیہ ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ اصحابِ کہف کا یہ سارا واقعہ یا کم از کم سونے کے بعد بَعَثْنٰهُمْ کا عمل صرف اس لیے ہوا کہ آپس میں نیند کی مدت کے بارے میں تحقیق کرتے رہیں۔ حالانکہ یہ کوئی خاص مفید مقصد نظر نہیں آتا۔ **جواب**۔ اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ یہ قول متفقہ نہیں ہے کہ یہاں لام تعلیلیہ ہی ہے بلکہ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ لامِ عاقبت ہے یعنی بعدیت کے لیے اور ترجمہ اس طرح ہے کہ ہم نے ان کو اٹھایا تب وہ بیدار ہو کر آپس میں پوچھنے لگے۔ لہٰذا اب وہ بیتیہ والا اعتراض نہیں پڑتا۔ اور جنہوں نے لام تعلیلیہ مانا ہے وہ بھی درست ہے اور اصحاب کہف کا پورا واقعہ یا یہ اٹھانا جگانا اگر اسی پوچھ گچھ کے لیے ہو تب بھی درست ہے کیونکہ یہ پوچھنا۔ اور پھر اتنی دراز مدت سونا یہ سب اللہ کی قدرتوں کی نشانی ہیں اور رب تعالیٰ کی قدرتوں کا جاننا ان پر یقین کرنا ایمان کی زیادتی کا باعث ہے۔ **دوسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا فَابْعَثُوا أَحَدَكُمْ چاہیئے تھا کہ فرمایا جاتا وَاحِدَكُمْ اس لیے کہ اَحَدْ عدد ہے اور وَاحِدْ عدد والی شخصیت ہے اور بھیجا شخصیت کو جاتا ہے نہ کہ عدد کو۔ **جواب**۔ یہ غلط ہے کہ اَحَدْ صرف عدد ہے۔ بلکہ عدد ہر جگہ مستعمل ہے دیکھو فرمایا گیا قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ یہاں اَحَدَكُمْ فرمانا ہی عین صحیح ہے۔ تین وجہ سے ایک یہ کہ عربی محاورے میں اَحَدْ عوام کے لیے مستعمل ہوتا ہے اور واحِدْ خواص کے لیے یعنی کسی رئیس قوم کا ذکر ہو تو وَاحِدُكُمْ بولا جاتا ہے یعنی تم میں سے مخصوص یکتا۔ لفظِ اَحَدْ ہر شخص کے لیے ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ احد شخصیت کے لیے ہوتا ہے اور واحد شخصیت کے نمبر و ترتیب کے لیے اس طرح کہ اَحَدْ کا ترجمہ ہے ایک اور وَاحِدْ کا ترجمہ ہے پہلا۔ سوم یہ کہ اَحَدْ نکرہ ہے اور واحد میں فردیت ہے۔ یعنی احد کا ترجمہ ہے کسی کو اور واحد کا ترجمہ کسی کو نہیں بلکہ واحد کا ترجمہ ہے ایک کو لہٰذا اَحَدَكُمْ فرمانا ہر لحاظ سے بہتر ہے۔

تفسیر صوفیانہ

وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ ۚ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ۚ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا۔ اے عالم ظاہر کے لوگو تم عالم انوار کے کہف خلوت کے نشینوں کو ان کے دنیوی احساسات اور حرکات ارادیہ سے اپنے میں ہی چلنے پھرنے کھانے پینے رہنے سہنے سے یہ گمان کرو گے کہ وہ عالم بیداری و ہشداری ناسوتی میں ہیں مگر ایسا نہیں ہے وہ سرّ الٰہیہ کی غار میں دنیا کی ہر چیز سے بے خبر ہر لذت و خواہش سے غافل لگتا ہوگا جیسا کہ دیکھ رہے ہیں حقیقت میں وہ سب سے بے رخ ہیں ہم ہی خیر آخرت والی کروٹ یمین اور قلب فضیلت والی کروٹ شمال بدلتے رہتے ہیں اپنے ان سب پیاروں کی ہر حالت کے ہم ہی نگہبان ہیں اور اُن کا نفس اَمّارہ کلب کہف ہے جو وصید جسمانیہ میں ترک شہوانیہ کے بازو اور قوتِ غضبیہ کے پاؤں پھیلائے اتباع ایمانی کے خلوص میں پڑا ہوا ہے اگر تم اِن مجوبین مجرّدین مستانِ صورت اَلست کے حقائق قلبیہ اور ودیعتِ نورانیہ پر مطلع ہو جاؤ تو اعتقادِ اجنبیت اور اُن کے احوال سے غفلت کی وجہ سے خوف و جاہت کی بنا پر بھاگ پڑو اور بھر جائے تمہارا سینہ اُن کی ریاضاتِ کمالات اسرار و احوال کے خداداد رعب سے اے مرید باصفا اس دنیا مکر و فسوں میں اپنے آپ کو زیادہ آشکار امت کر یہاں نام نہاد صوفیوں کی اخلاقی پستی حد سے گزر گئی ہے عبادات و اطاعت انہماک کی بجائے ان سے بے پرواہی و غفلت شروع ہے شریعت کی پیروی کی بجائے اُس کی خلاف ورزی باعث فخر سمجھی جاتی ہے تزکیۂ روح اور قلب کی پاکیزگی کی طرف کوئی توجہ نہیں مولویوں پیروں پر نفسانیت غالب اپنے فوٹوؤں کی بت سازی اور بت فروشی میں مشغول ان مادی فسق و فجور کے باوجود دعوئ روحانیت کا ہے جب پیر میں آتی اہلیسیت ہو تو مرید کا حال کیا ہوگا۔ کسی نے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ راہِ تصوف کا سامان سفر کیا ہے؟ فرمایا بھوکا پیٹ۔ نگاہبدن شریعت کا لبادہ۔ توکل کا رزق۔ ترک شہوات۔ طلب لذات ذکر فکر کی سواری وَكَذَٰلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ ۚ قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۖ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۚ قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۔ اور جس طرح عالم قدس سے ہم نے سینۂ فیض گنجینہ میں انوار مشاہدہ کی لعبتہ حقیقیہ فرمائی اِسی طرح اسرار کہف سے اٹھایا ہم نے ان کا احیاء معنوی میں دل کی زندگی دے کر تاکہ آپس میں امانت الٰہیہ کے بارے میں سوالات اور پوچھ گچھ و تفتیش کریں کہا ایک کہنے والے قلب عظیم نے کہ حقائق مکنونہ کی نیند میں کتنے لمحات فکر و ذکر گزارے تم نے۔ عقل و شعور نے سمجھا کہ مشاہدات تجلیات کا ایک ہی یوم گزرا یا شمس معرفت کا بعض دن۔ مگر محققین روشن ضمیر نے صورت تدبیر سے کہا کہ تمہارے لطائف اسرار بدنیہ

کو پرورش فرمانے والا ہی تمہاری خلوتِ عشق و محبت کی سچی مدت کو زیادہ جاننے والا ہے اور وہی مولیٰ تعالیٰ اہلِ باطنی کی کیفیات سے پورا واقف ہے۔ صوفی وہ ہے جس میں حسن بصری کا تقویٰ بایزید کا مجاہدہ۔ جنید بغدادی کی ریاضت۔ غوث اعظم بغدادی کی ترکِ دنیا۔ خواجہ چشتی اجمیری کی چلہ کشی و خلوت نشینی۔ شہنشاہِ نقشبند کا توکل و صبر شاہ سہروردی کا صیام دھر و قیام لیل ہو شریعت کے سات اصحاب کہف ہیں جن کی سات ہی خلوتیں ہیں۔ جب بندہ ذکرِ الٰہی اور درودِ مصطفائی میں اپنی دعائیں بھول جائے تو رب تعالیٰ اپنے قرب کی کرومیں خود بخود تبدیل کراتا ہے سارے بندۂ مومن شہرِ افسوس سے دور بھاگ کیونکہ ان کا لباس لالچ ہے اُن کی غذا شہوت ہے اور اُن کا رہائشی مکان بُت خانۂ خواہشات ہے۔ لیکن مخلصین کی غذا موت ہے لباس کفن ہے مسکن قبر ہے۔ خیریتِ معرفت یہ ہے کہ رات ہو تو دن کا پتہ نہ لگے نہ خیال آئے اور دن ہو تو رات کا ہوش نہ رہے۔ رات ہونے تک دن خیریت سے گزرتے رہیں اور دن ہونے تک شبِ وصل خیریت سے ہو اور مستانِ الٰہیہ کو نہ دن کا حساب یاد ہو نہ رات کا اہلِ دنیا کی خیریت یہ ہے کہ بیماری پریشانی نہ ہو مگر اہلِ معرفت کی خیریت یہ ہے کہ اُن وقتوں میں فسق و فجور معاصی نافرمانی کا صدور و ارتکاب نہ ہو اور اللہ رسول کے ذکر سے زبان تر رہے۔ فَابْعَثُوْۤا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ اِلَى الْمَدِیْنَةِ فَلْیَنْظُرْ اَیُّهَاۤ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْیَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَ لْیَتَلَطَّفْ وَ لَا یُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا۔ اے معرفتِ فکر کے ہمراہیو اس بستیِ رنگ و بو کے بازارِ جالیات میں اپنے میں سے صرف ایک خازنِ علومِ اولین کو ان دراہم ورقِ اعمال کے ساتھ بھیجو پھر وہ خازنِ معرفت فکر کسب اور نظرِ تدبیر سے دیکھے کہ کس کے پاس حقائقِ ذہنیہ اور علومِ حقیقیہ کے اچھے کھانے اور شریعتِ ظاہری کے اچھے لذات والے طعام ہیں بس چاہیئے کہ وہ لائے ہم سب مسافرانِ وادیِ عشق کے لیے معارفِ الٰہیہ کے رزق اس لیے کہ صحتِ ایمانی اور تربیتِ ایقانی اس کے بغیر ممکن نہیں۔ اور چاہیئے کہ مسافر طلب خازنِ دولتِ عفت۔ فضول و لغویات جدل و خلاف سے تاعمر ثانی بچتا ہے اور اختیارِ طعام میں لطفِ ذہنی نرمیِ قلبی۔ سیرتِ طیبی خصائلِ حمیدہ کی مہربانیوں کو استعمال کرے اور کمالِ مجلسی اعمالِ شرعی کو ظاہر کرے۔ لیکن تمہارے اسرارِ احوال۔ دین و اعمال۔ کمال و صفات کسی بھی اہلِ ظاہر محجوبِ ازلی۔ عالمِ سفلیات کے رہائشی اور منکرِ طبیعت کو قطعاً نہ بتائے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ ہر قالب انسانی میں قوتِ روحانیہ باطنی اصحابِ کہف ہیں اور اُن کی فکر سِری بَعَثْنٰهُمْ ہے تو اِرِ روحانیہ محلِ اجتماع مدینہ اصحاب ہے قوتِ نفسانیہ و طبیعہ اہلِ بازار ہیں ازکیٰ طعاماً عقل ہے ادنیٰ طعاماً وھم خیال اور حواس ہیں۔ علمِ نظری رزق ہے۔ وسواسِ شیطانیہ بکم احداً ہے۔ مردانِ الٰہی کی عبادت ریاضت وَلْیَتَلَطَّفْ ہے۔ اتباعِ سنتِ نبوی سے باہر یا خلاف کوئی بھی عمل کیا جائے تو باطل ہے خواہ وہ کتنا ہی اچھا محسوس ہوتا ہو۔

حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ جو شخص کلام الٰہی کا حافظ نہیں اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم نہیں اُس کی تقلید درست نہیں بلکہ غلط و ناجائز ہے۔ دنیا میں سب سے کمزور وہ شخص ہے جو اپنی خواہشوں کے ضبط و ترک پر قدرت و ہمت نہ رکھتا ہو اور سب سے زیادہ طاقتور وہ ہے جس کی خواہشات اُس کے قابو میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کی نشانی و علامت یہ ہے کہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کی حد تک محبت کی جائے اور محبتِ مصطفیٰ کی علامت یہ ہے ان کی ہر چیز کا ادب احترام اور اُن کی سنتوں سے پیار کیا جائے۔ اور اِن کی راہ پر چلا جائے۔ اس راہ سے دوری معرفت سے دوری ہے۔

إِنَّهُمْ إِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوكُمْ

بیشک وہ اگر غالب آ گئے تم پر سنگسار کر دیں گے تم کو یا

بیشک اگر وہ تمہیں جان لیں گے تو تمہیں پتھراؤ کریں گے یا

أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوا

لوٹا دیں گے تم کو اسی اپنے دین پر اور ہرگز تم کبھی بھی کامیاب نہ

اپنے دین میں پھیر لیں گے اور ایسا ہوا تو تمہارا کبھی

إِذًا أَبَدًا ﴿٢٠﴾ وَكَذَٰلِكَ أَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ

ہو سکو گے ۔ اور اسی طرح مشہور کر دیا ہم نے اُن پر

بھلا نہ ہوگا ۔ اور اسی طرح ہم نے ان کی اطلاع کر دی کہ

لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ

تاکہ سب جان لیں کہ بیشک اللہ کا وعدہ اٹل ہے اور بیشک

لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت

السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا ۚ إِذْ يَتَنَازَعُونَ

قیامت اس میں ذرہ بھر شک نہیں ہے۔ یاد کیجئے اس وقت کو جب وہ بحث کرتے تھے

میں کچھ شبہ نہیں - جب وہ لوگ ان کے معاملے میں باہم

بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِمْ

ان کے بارے میں تو کچھ لوگوں نے کہا کوئی عمارت بنا ڈالو ان کے

جھگڑنے لگے تو بولے ان کے غار پر عمارت

بُنْيَانًا ۖ رَبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ ۚ قَالَ الَّذِينَ

دروازے پر ان کا رب زیادہ جاننے والا ہے ان کے اگلے معاملے کو۔ کہا ان لوگوں نے

بناؤ ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے - وہ بولے جو

غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم

جو اپنے ارادے پر غالب رہے کہ البتہ ضرور ان کے پاس شاندار

اس کام میں غالب رہے تھے قسم ہے کہ ہم تو ان پر

مَّسْجِدًا ﴿٢١﴾

مسجد بنائیں گے

مسجد بنائیں گے

تعلق ان آیت کریمہ کا پچھلی آیت کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق - پچھلی آیت میں نیک بندوں کی ایک نشانی کا ذکر ہوا کہ وہ ہمیشہ ہر حالت میں اپنے اخلاقی پہلو کو بچائے رکھتے ہیں اب ان آیتوں میں نیک بندوں کی دوسری نشانی کا ذکر ہوا کہ وہ اپنی عزت آبرو اور ایمان کی حفاظت بھی ضروری فرض سمجھتے ہیں۔

دوسرا تعلق - پچھلی آیت میں اصحاب کہف کا اپنے کو چھپانے کا ذکر ہوا اب ان آیت میں رب تعالیٰ کی عظیم حکمت قدرت کا ذکر ہو رہا ہے کہ کس طریقے سے ان کو ظاہر فرما دیا گیا۔ تیسرا تعلق - پچھلی آیت میں اس چیز کا ذکر فرمایا گیا کہ اصحاب کہف کا واقعہ اور اصل مدت قیام خود اصحاب کہف سے مخفی رہا۔ اب ان آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ لوگوں پر بھی انکا معاملہ ظاہر و آشکارا نہ ہوا۔ اصل حقیقت ابھی تک چھپی ہوئی ہے۔

تفسیر نحوی

اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا۔ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا۔ اِنَّ حرف تحقیق "ہم" ضمیر منصوب متصل مرجع ہے شہر والے کفار یہ اِنَّ کا اسم ہے اِن حرف شرط یَظْهَرُوْا باب فتح کا مضارع مثبت ظُهُوْرٌ سے بنا ہے بمعنی اطلاع پانا۔ علیٰ جارہ فوقیت کا غلبہ پانا۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مرجع اصحاب کہف جار مجرور متعلق ہے یَظْهَرُوْا کا۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی۔ یَرْجُمُوْا باب نصر کا مضارع مستقبل بحالت جزم ہے اِن شرطیہ نے یہاں دونوں فعلوں کو جزم دیا دراصل یَظْهَرُوْنَ اور یَرْجُمُوْنَ تھے آخری نون اعرابی جزم سے گر گئے۔ ھُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے مرجع ہے کفار شہر۔ رَجْمٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے پتھروں سے سنگسار کر کے بھگانا یا مار ڈالنا یا سزا دینا۔ کُمْ ضمیر یَرْجُمُوْا کا مفعول بہ ہے یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ اَوْ۔ عاطفہ اختیاریہ یُعِیْدُوْا باب افعال کا فعل مضارع جمع غائب مصدر ہے اِعَادَۃٌ۔ اِعَادَۃٌ بمعنی لوٹانا متعدی ہے۔ عَوْدٌ سے بنا ہے بمعنی لوٹنا لازم ہے۔ کُمْ ضمیر مفعول بہ ہے۔ فِیْ جارہ ظرفیہ باطنی قلبی کیلئے۔ مِلَّت۔ اسم حاصل مصدر آخر کی ت مصدریہ ہے مَلٌّ یا مَلْءٌ سے بنا ہے بمعنی بھرنا یا نقش ہونا چونکہ ہر دین۔ دین والے کے دل میں بھرا اور نقش ہوتا ہے اس لیے دین کو ملت کہا گیا۔ اسی سے ہے ملال یعنی قلبی رنج اور املاً یعنی لکھا ہوا۔ ھم ضمیر کا مرجع کفار ہے یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے یُعِیْدُوْا کا۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے یَرْجُمُوْا پر عطف تابعی کی وجہ سے یُعِیْدُوْا بھی مجزوم ہے دراصل تھا یُعِیْدُوْنَ نون اعرابی آخر سے جزم کی وجہ سے گر گیا۔ یہ دونوں عطف مل کر جزا ہوا یَظْهَرُوْا کی وہ جملہ شرطیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ وَاوْ۔ عاطفہ۔ فعل نفی تاکید بلَنْ مستقبل باب افعال سے ہے مصدر ہے اِفْلَاحٌ بمعنی مقصد پانا متعدی ہے۔ فَلْحٌ سے بنا ہے بمعنی کامیاب ہونا لازم ہے اَنْتُمْ ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہے مرجع اصحاب کہف یہ جملہ فعلیہ ہو کر جزاء مقدم ہوئی۔ اِذًا شرطیہ اَبَدًا اسم مفرد جامد نکرہ بمعنی کبھی بھی منفی جملے میں اور بمعنی ہمیشہ مثبت جملے میں۔ یہ ظرف زمانی ہوتا ہے۔ بحالت نصب ہے کیونکہ تُعِیْدُوْ فعل پوشیدہ شرطیہ کا ظرف ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط مؤخر ہوئی ایک قول میں اَبَدًا ظرف ہے لَنْ تُفْلِحُوْا۔ کا یہ آسان ترکیب ہے۔ بہر حال شرط و جزا مل کر معطوف ہوا۔ دونوں عطف مل کر جزا ہوئی اِنْ يَّظْهَرُوْا۔ کی وہ جملہ فعلیہ شرطیہ ہو کر جز اِنَّ۔ وہ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ وَاوْ۔ سر جملہ كَذٰلِكَ اسم اشارہ بعیدی تشبیہی اس مشار الیہ ہمیشہ ما قبل ہوتا ہے۔ یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے اَعْثَرْنَا کا یہ باب افعال کا ماضی مثبت صیغہ جمع متکلم فاعل اللہ تعالیٰ مصدر ہے اِعْثَارٌ۔ بمعنی مشہور کرنا۔ اطلاع دینا۔ عُثُوْرٌ سے بنا ہے بمعنی مشہور ہونا۔ مصدر متعدی ہے اور

مادہ لازم ہے۔ عَلٰی جارہ معنی اوپر ہُمْ ضمیر کا مرجع تا قیامت دنیا والے۔ یا صرف شہر والے یہ جار مجرور متعلق ہے اَعْثَرْنَا کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر معلول ہوا۔ لام کَے۔ تعلیلیہ یَعْلَمُوْا۔ مضارع مفتوح ہے لام کی وجہ سے۔ علم سے مشتق ہے بمعنی جاننا ھُمْ ضمیر مقدر اس کا فاعل ہے مرجع تا قیامت لوگ یا اصل شہر۔ اَنَّ حرف تحقیق وَعْدَ۔ اسم مفرد جامد بمعنی فیصلہ قانون۔ مضاف ہے۔ اللہ۔ مضاف الیہ ہے مرکب اضافی اسم ہے۔ اَنَّ کا حَقٌّ اسم مفرد جامد بمعنی سچا۔ باقی۔ مضبوط۔ خبر اَنَّ ہے یہ جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ واؤ عاطفہ اَنَّ حرف تحقیق الف لام عہدی۔ سَاعَۃَ۔ اسم جامد مؤنث لفظی بمعنی قیامت اسم اَنَّ لَا نفی جنس رَیْبَ۔ اسم مفرد جامد مبنی مفتوح بمعنی شک اسم ہے لا کا فِی جارہ ظرفیہ مجازی نہ زمانیت نہ مکانیت۔ ضمیر مؤنث غائب کا مرجع سَاعَۃ ہے یہ جار مجرور متعلق ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ کا وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے لا نفی جنس کی وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر اَنَّ۔ پھر وہ جملہ ہو کر معطوف ہوا دونوں عطف مل کر مفعول بہ ہے۔ لِیَعْلَمُوْا کا وہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر علت ہوئی معلول علت مل کر جملہ تعلیلیہ مکمل ہوا۔ اِذْ یَتَنَازَعُوْنَ بَیْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَیْهِمْ بُنْیَانًا۔ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ اِذْ ظرفیہ۔ یہاں اس کی ترکیب میں تین قول ہیں ۱۔ یہ اَعْثَرْنَا کا ظرف زمانی ہے یعنی اَعْثَرْنَا کے وقت تنازع ہوا ۲۔ یہ لِیَعْلَمُوْا۔ کا ظرف مفعولیت ہے۔ یعنی تاکہ دنیا والے تنازع کے وقت کو جان لیں ۳۔ یہاں اُذْکُرْ پوشیدہ ہے یہ اس کا ظرف مفعولیت ہے یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یاد کرو اس وقت کو جب یہ تنازع ہوا تھا۔ (جلالین۔ جمل) یَتَنَازَعُوْنَ باب تفاعل کا مضارع ہے۔ اس کا مصدر ہے تَنَازُعٌ نَزْعٌ سے بنا ہے معنی جھگڑا۔ بحث۔ اختلاف رائے۔ تفاعل سے دو طرف مباحثہ وجھگڑے کا معنی ہوا۔ بَیْنَ۔ ظرفیہ مطلقہ کیلئے ہے یہاں ظرفیہ قولی کیلئے ہے ھُمْ سے مراد وہ شہر کے لوگ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے۔ اَمْرَ اسم مفرد جامد بمعنی معاملہ ھُمْ ضمیر کا مرجع اصحاب کہف یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے یا مفعول فیہ دوم ہے فَ جزائیہ۔ یہ پہلا جملہ شرط ہوا۔ قَالُوْا فعل ھُمْ پوشیدہ ضمیر فاعل دونوں مل کر جملہ فعلیہ قول ہوا۔ اُبْنُوْا باب نصر کا امر حاضر معروف دراصل تھا۔ اُبْنِیُوْا بروزن اُنْصُرُوْا بَنْیٌ سے بنا ہے بمعنی بنیاد رکھنی عمارت بنانی عَلٰی جارہ فوقیت کا یا بمعنی عِنْدَ۔ یعنی اُن پر مجازاً۔ یا ان کے پاس حقیقتاً۔ مرجع اصحاب کہف یہ جار مجرور متعلق ہے۔ بُنْیَانًا بروزن فُعْلَانًا بَنْیٌ سے بنا ہے بحالت نصب یا مفعول مطلق ہے یا مفعول بہ ہے اُبْنُوْا کا۔ تب یہ حاصل مصدر ہے بمعنی مکان۔ کمرہ۔ مزار۔ خانقاہ۔ یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ اول ہوا۔ رَبُّ اسم صفاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ھُمْ ضمیر کا مرجع اصحاب کہف یہ مرکب اضافی مبتدا ہے اَعْلَمُ اسم تفضیل مذکر ھُوَ اس میں پوشیدہ ضمیر کا مرجع رَبُّ ہے فاعل ہے اَعْلَمُ کا۔ بِ۔ جارہ تعدیہ کی ھم مجرور یہ جار مجرور متعلق ہے اَعْلَمُ کا۔ یہ سب جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے رَبُّهُمْ مبتدا کی وہ دونوں جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ دوم سب مل کر جملہ قولیہ مکمل ہوا۔ قَالَ الَّذِیْنَ غَلَبُوْا عَلٰی اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْهِمْ مَّسْجِدًا۔ قَالَ اسم موصول جمع اس کا فاعل ہے بقاعدہ نحو یہ جب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ صیغہ واحد غائب آتا ہے غَلَبُوْا باب نصر کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب غَلَبٌ سے بنا ہے بمعنی کسی چیز پر غلبہ پانا خواہ علمی یا زبانی یا قانونی یا مالی یا جسمانی یا وجوبی یا افرادی۔ یا سلطانی یا حکمرانی یا احترامی یا بزرگی یہاں مراد ہے دلائل کا غلبہ یا افرادی قوت کا یا بادشاہی دبدبہ کا۔ عَلٰی جارہ فوقیت کا اَمْر اسم مفرد بمعنی بات حکم فیصلے دلائل۔ معاملہ۔ ھِمْ ضمیر کا مرجع اَلَّذِیْنَ

امر ہم مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے غَلَبُوْا کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا اَلَّذِیْنَ موصول کا وہ اپنے صلہ سے مل کر فاعل ہوا
قَالَ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ لَنَتَّخِذَنَّ فعل لام تاکید با نون تاکید ثقیلہ مستقبل معروف جمع متکلم نَحْنُ ضمیر پوشیدہ اس
کا فاعل ہے مرجع اَلَّذِیْنَ باب افتعال سے ہے اس کا مصدر ہے اِتِّخَاذٌ، اَخْذٌ سے بنا ہے بمعنی۔ تیار کرنا۔ بنانا۔ علیٰ
جارہ بمعنی عِنْدَ ھُمْ ضمیر ظاہر کا مرجع اصحاب کہف یہ جار مجرور متعلق ہے لَنَتَّخِذَنَّ کا مسجد اسم ظرف واحد مذکر باب نصر سے
ہے سجدہ سے مشتق بمعنی سجدہ کرنا مراد ہے۔ عبادت گاہ کیونکہ سجدہ ہر شریعت کی عبادت میں موجود رہا ہر دین میں۔
منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے لَنَتَّخِذَنَّ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ہوا قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا۔

اے مخلص ساتھیوں یہ تمام احتیاطی تدابیر صرف اس لیے ہیں تاکہ ہم جس طرح اُن کفار سے چھپ کر آئے تھے اب بھی چھپے رہیں۔ اور یا اسی غار میں بیٹھ کر یا کسی دوسرے شہر کی طرف ہجرت کر کے ہم اچھے وقتوں کا انتظار کریں۔ اگر ہمارے شہر جانیوالے ساتھی سے ذرا سی بھی بھول چوک ہو گئی تو ہم یقیناً ظاہر ہو جائیں گے اور تم جانتے ہی ہو کہ کل دقیانوس نے صرف ایک دن کی مہلت اس لئے دی تھی کہ ہم سوچ سمجھ لیں اور لوگوں کے انجام سے عبرت پکڑ لیں۔ آج ہمارے نہ پہنچنے پر وہ ظالم کتنا غضب ناک ہو گا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سپاہیوں جاسوسوں لشکریوں کو ہمارے ڈھونڈنے تلاش کرنے میں کہاں تک نہ دوڑایا ہو گا۔ کیا کچھ نہ کیا ہو گا۔ ان خطرناک حالات میں اور ہمارے لیے انتہائی نازک لمحات میں اگر بیشک وہ تم پر ظاہر و غالب آ جائیں اور تم ان سے چھپے نہ رہ سکو تو وہ جابر سفاک اپنے بادشاہ کے حکم سے تم کو پتھروں سے رجم سنگسار کر کے قتل و ہلاک کر دیں گے۔ تواریخ میں لکھا ہے کہ دقیانوس سے پہلے روم پر آٹھ بادشاہتیں بنیلیوں اور قبیلوں کی مسلط رہیں اور سب نے ہی یہود و نصاریٰ کے سچے صحیح ایمان والے بنی اسرائیل پر طرح طرح کے ظلم کئے مگر دقیانوس ظلم کرنے میں اور دین عیسوی کے مٹانے بت پرستی کی اشاعت کرنے اور بنی اسرائیل کا قتل و غارت اور تباہی مچانے میں سب سے بڑھ گیا تھا۔ اس کی سزائیں چار قسم کی تھیں۔ ۱ جو شخص بت پرستی نہ کرتا تو اس کو قید کراتا اور دن رات کوڑے لگواتا مسلسل ایک دن اور دو رات رہتا اور لاتوں کوڑے کھانیوالا اسی سزا سے مر جاتا اگر نہ مرتا تو پھر اس کو مشرک بننے پر آمادہ کیا جاتا پھر بھی اگر وہ نیک اور مضبوط دل مومن مرتد ہونے پر آمادہ نہ ہوتا تو اس کو قتل کر دیا جاتا۔ اور ۲ اگر بادشاہ کسی وجہ سے کسی شخص کو مہلت دیتا تو دوسرے دن پھر بلایا پکڑوایا جاتا اور پھر مشرک ہونے پر آمادہ کیا جاتا ہے اگر مہلت کے بعد انکار کرتا تو اس کے گرد روئی لپیٹ کر سب کے سامنے آگ لگا دی جاتی۔ اور ۳ اگر کوئی مہلت پا کر بھاگ جاتا اور پھر پکڑا جاتا تو اس کو پتھر مار مار کر مار دیا جاتا۔ ایسے مجرموں کی کوئی سفارش وغیرہ کوئی نہ کر سکتا۔ اسی سزا کا یہاں ذکر کیا جا رہا ہے کہ وہ تم کو رجم کر دیں گے۔ اور اگر رجم نہ کریں تو اس سے بھی زیادہ یہ بات خطرناک ہو گی کہ یا تم کو اپنے اسی کفریہ دین میں پھر لوٹا کرلے جائیں گے جس میں تم پہلے

پھنسے ہوئے تھے اور رب تعالیٰ نے تم کو اپنے کمال وفضل سے اس بڑے گندے پلید شرک و گمراہی والے عقیدوں اور اعمال سے بچا لیا ہے اور نیک لوگوں کی صحبت و تربیت نے تمہاری قسمت جگا دی ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یُعِیْدُوْا مِنْ یُصِیْرُوْا ہے اور مراد یہ ہے کہ تم شروع بچپن سے ہی خاندانی طور پر مومن ہو اب اگر تم پکڑے گئے تو ذلیل کر کے تم کو جبراً دین بدلنے کو کہیں گے اور ہو سکتا ہے کہ خدا نہ کرے تم میں سے کوئی ڈر کر مرتد ہو جائے اگر ایسا غضب ہو گیا تو پھر یاد رکھنا کہ تم ہرگز ہرگز کبھی بھی کسی طرح کامیاب نہ ہو سکو گے نہ دنیا میں نہ قبر و حشر و آخرت میں۔ دنیا میں تو اس طرح کہ اپنے اصل ایمان میں ذلیل و خوار و رسوا ہو جاؤ گے اللہ کی طرف سے لعنت پھٹکار کے مستحق ہو جاؤ گے۔ آئندہ نسلیں تمہاری گندی تاریخی سوانح لکھیں گی اور خود یہ ہی شرک بنوانے والا بادشاہ اور اس کا عملہ درباری وغیرہ بھی تم پر دل سے کبھی اعتماد نہیں کریں گے۔ ہمیشہ تاحیات تمہاری کڑی نگرانی ہوتی رہے گی کبھی عزت کی نوکری ملازمت بھی نہ ملے گی اگر تم پکے کافر ہو بھی گئے تو بھی تم کو دھوکے باز سمجھا جائے گا جب تک کہ ان کو یقین نہ آجائے اور آخرت کی ناکامی یہ کہ جہنم کا دائمی عذاب ہوگا۔ ان تمام نصیحتوں کو سن کر حضرت تملیخا شہر کی طرف چل پڑتے ہیں اور ہزار بچنے کے باوجود پھر بھی ظاہر ہو جاتے ہیں ساری تدبیریں ناکام ہو جاتی ہیں اس لیے کہ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا اور اس طرح جیسا ہم نے اپنے پروگرام کے تحت ان کو شہر سے نکالا غار میں چھپایا سلایا تھا اب ہم نے اپنے منشا اپنے ارادے سے ان سب اصحاب کہف کو ان شہر والوں پر ظاہر کر دیا۔ اس لیے تاکہ لِیَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ۔ عقل و خرد اور اس واقعہ کہف کے تجربہ مشاہدے سے یہ بستی والے منکرین قیامت جان لیں اور ان کے علاوہ تاقیامت قرآن مجید کے ذریعے منکر تمام کفار جان لیں۔ یا عین الیقین سے یہ خود اصحاب کہف جان لیں اور ان کا ایمان مزید مضبوط ہو جائے۔ اس بات سے کہ بیشک اللہ کا وعدہ قبر۔ حشر۔ نشر قیامت اور دوسری ابدی زندگی والا بالکل سچا اور حقیقت یقینیہ ہے اور اس بات کو بھی جان لیں کہ حساب و کتاب۔ جزا و سزا۔ حق و باطل کے فیصلے کی ساعت کے برپا اور قائم ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

اِذْ یَتَنَازَعُوْنَ بَیْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَیْهِمْ بُنْیَانًا ۔ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۔ قَالَ الَّذِیْنَ غَلَبُوْا عَلٰۤی اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْهِمْ مَّسْجِدًا یاد کیجئے اس وقت کو اے نبی جب شہر افسوس کے لوگ آپس میں بحث مباحثہ کر رہے تھے غار پر جا کر ان اصحاب کہف کے بارے میں کہ اب ان کیلئے غار کے نزدیک کیا کیا جائے جس سے ان اللہ کی قدرتی نشانیوں کو کوئی نقصان نہ ہو نہ ان کے پاس قریب کوئی جا سکے نہ جانور۔ درندہ نہ انسان۔ جب پہلے ان کو رب تعالیٰ نے اتنی دراز مدت سلایا تو اب نہ جانے کتنی مدت سوئیں اس لیے کوئی اچھا انتظام کیا جانے۔ تو کہا کچھ لوگوں نے کہ اس غار کے دروازے کو پہلے کی طرح پتھر کی مضبوط دیوار سے بند کر کے دیوار کے ساتھ کوئی مکان یا ہیکل یا کوئی مینارہ بنا دو۔ کیونکہ آئندہ یہ کتنا اس غار میں ٹھہریں گے ان کا رب ہی ان کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ لیکن کہا ان لوگوں نے جو اپنی سوچ سمجھ فکر اور رائے میں بہتری مضبوطی اچھائی کے اعتبار سے غالب رہے تھے کہ البتہ بیشک ہم تو ضرور یہاں مسجد بنائیں گے ان کے بالکل قریب۔ تاکہ دینی۔ دنیوی ہر لحاظ سے ہر ایک کو تا دیر فائدے پہنچتے

رہیں۔ اس مسجد سے اصحابِ کہف کو ظاہری فائدہ یہ کہ دروازہ مضبوطی سے بند رہے گا۔ اور غار پوشیدہ ہو جائے گا اوپر دور کوئی پہاڑ کی بہت بلندی پر جاکر اوپر والے سوراخ سے جھانکے تو یہ علیحدہ بات ہے البتہ یہ ترک والا راستہ تو حفاظت سے بند ہو جائے گا ۲؎ نیز جب کوئی یہاں عبادت کریگا تو اس کی عبادت سے ان کو روحانی فائدہ ہوگا۔ ہم کو یہ فائدہ ہوگا کہ تاریخوں میں ہمارا نام روشن ہوگا اور تا قیامت آئندہ نسلیں ہم کو مومن ہی شمار کرینگے اور ایمان و عبادت سے ہمارا تعارف ہوگا یہ بڑی خوش قسمتی کی بات ہے۔ نیز ہم یہاں عبادت کیا کرینگے اور ہر سال یہاں عبادت الٰہی کے لیے میلے لگا یا عرس سجایا کرینگے اور مولیٰ تعالیٰ کے اس نشان قدرت کے شکرئے میں یاد منایا کرینگے تاکہ بعد والے منکرینِ قیامت کو ہمارے اس عمل کردار سے حلاوتِ ایمانی نصیب ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے ان نیک بندوں کے قرب کی برکت سے ہم موجودہ و آئندہ سب لوگونکی عبادت و دعائیں بارگاہِ ربُّ العزت میں قبولیت کے قریب ہو جائیگی۔ اور شانِ اولیاء کے منکروں کے خلاف یہ ہمارا عمل مضبوط دلیل بن جائے گا۔ غلامانِ اولیاء اللہ اس دلیل سے گستاخوں منکروں کا منہ توڑ دندان شکن جواب دے سکا کرینگے۔ مفسرینِ کرام اور سیاح مؤرخین فرماتے ہیں کہ آج تک وہاں خانقاہ نما مسجد بنی ہے اور یہود و نصاریٰ اور مسلمان سب تعظیم سے حاضری دیتے ہیں۔ یہاں لفظ اِذ کے تعلق اور یَتَنَازَعُوْنَ اور قَالُوْا ابْنُوْ کے قائل اور رَبُّهُمْ اَعْلَمُ کے متکلم اور غَلَبُوْ کے فاعل میں مفسرین کرام کے مندرجہ ذیل چند اختلافی اقوال ہیں جن کی وجہ سے اس آیت کی تفسیر بھی چند طرح ہے ۱؎ پہلا قول۔ یہ کہ اِذ ظرف ہے اُذْکُرْ پوشیدہ کا اور تنازع سے مراد ان لوگوں کا مباحثہ ہے جو غار کے پاس آئے اصحابِ کہف کی زیارت کی اور تنازع اس بات پر ہوا کہ یہاں کیا بنایا جائے انہی لوگوں نے کہا رَبُّهُمْ اَعْلَمُ اور غَلَبُوْا کا فاعل بادشاہ اور اس کے درباری ہیں یہی قول درست ہے اسی قول پر ہم نے تفسیر کی ہے۔ دوسرا قول۔ یہ کہ اِذ ظرف ہے اَعْثَرْنَا کا۔ یعنی ہم نے اصحابِ کہف کو اس وقت مشہور کر دیا جب کہ شہر افسوس میں لوگوں میں مذہبی بحث مباحثہ مناظرے مجادلے ہو رہے تھے کہ قیامت ہوگی یا نہیں اور اگر ہوگی تو اس طرح روح اور جسم دونوں جمع کئے جائینگے یا فقط روحوں کو قیامت کے بارے میں لوگوں کے تین عقیدے تھے ۱؎ مومن کہتے تھے کہ قیامت یقیناً قائم ہوگی اور محشر میں ہم اس طرح جسم و روح کے ساتھ اٹھائے اور جمع کیئے جائیں گے ۲؎ قیامت بالکل نہیں ہوگی ۳؎ صرف روحوں کو جمع کیا جائیگا۔ جسم گل سڑ کر فنا ہو جائیگا وہ دوبارہ نہیں بن سکتے یہ دونوں قول کفار کے تھے۔ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ۔ یہ خود رب کا فرمان و کلام ہے یہ جملہ معترضہ ہے غَلَبُوْا کا فاعل اصحابِ کہف کے برادری والے ہیں مگر یہ قطعاً غلط ہے اس لیے کہ جب شہر کی حالت ہی یہ تھی کہ۔ نئی فضا تھی نئی ہوائیں تھے تھے انسان نئے عقیدے ٭ وہ ایک مذہب تھا آشنائی وہی پرانے تھے رکھ رکھاؤ بھلا ایسے حالات اور تین دراز مدت جس میں صدیاں بیت گئیں اصحابِ کہف کے رشتے دار کہاں سے آتے۔ اِذ ظرف ہے یَعْلَمُوْا۔ کا اور ترجمہ ہے تاکہ اب موجودہ لوگ اس وقت کے لوگوں کی

باتیں اور بحث مباحثہ جان لیں غَلَبُوْا سے مراد شہر کے امیر لوگ ہیں یا متقی نیک لوگ۔ فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ کوئی شخص کتنا ہی پیر فقیر عالم زاہد عابد ہو پھر بھی اپنی ذات اپنے علم عبادت عقل فہم و فراست پر بھروسہ نہ کرے ہر وقت بری کتابوں بری محفلوں برے لوگوں سے ڈرتا گھبراتا رہے اور اپنے آپ کو اپنے دین کی حفاظت کی غرض سے بچاتا چھپاتا رہے۔ اللہ پر ہی ہر دم بھروسہ کرے اس کی ہمیشہ پناہ پکڑے۔ یہ فائدہ اَوْ یُعِیْدُوْكُمْ الخ فرمانے سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ بزرگوں عالموں اور مشائخ کرام کی تمام باتیں علیات بلکہ کھانا پینا اور روزی کمانا بھی عین حکمتِ باری تعالیٰ کے مطابق اور منشاء الٰہیہ سے ہوتے ہیں۔ اور اس سے ہزاروں کو ایمان نصیب ہو جاتا ہے۔ یہ فائدہ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا الخ فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ جہاں اولیاء اللہ کے مزارات ہوں وہاں قرب و جوار میں دعائیں نمازیں عبادتیں زیادہ قبول ہوتی ہیں اور ان کا ثواب بڑھ جاتا ہے اسی لیے بزرگانِ دین فرماتے ہیں خانۂ کعبہ کے پاس نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے اور مسجدِ نبوی شریف میں نماز پڑھنے کا نور زیادہ ہے۔ یہ فائدہ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا فرمانے سے حاصل ہوا۔ احکام القرآن ان آیت پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ جب اپنے ایمان کو خطرہ ہو تو ایمان بچانے کے لیے اپنے آپ کو لوگوں سے چھپا لینا جائز ہے اور اگر ہجرت کی طاقت ہو تو ہجرت بھی کرنا فرض یا واجب ہے یہ مسئلہ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ الخ سے مستنبط ہوا دوسرا مسئلہ۔ مزارات یا اولیاء اللہ کے قریب ان کی زندگی یا بعد وفات مسجد یا خانقاہ یا مدرسہ اس نیت سے بنانا کہ یہاں قبولیت۔ برکت۔ رحمت زیادہ ہے بالکل جائز اور صحیح ہے تجربے مشاہدے کے عین مطابق ہے۔ اس زمانے کے بعض بدبخت جاہل لوگ اس جائز کام کو حرام حرام کہتے پھرتے ہیں وہ غلط ہیں کچھ لوگ اس حدیث کو دلیل بناتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعنت کرے اللہ یہود پر کہ انہوں نے قبروں کو مسجد بنا لیا۔ لہٰذا قریب والی مسجدیں اس حدیث مبارکہ سے بھی جائز ہی ثابت ہوتی ہیں۔ یہ مسئلہ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا الخ فرمانِ باری تعالیٰ سے مستنبط ہوا اس طرح کہ باری تعالیٰ نے بہت اچھائی کے طریقے سے ان پرانے زمانے کے اہلِ ایمان کا عمل قرآن مجید میں ذکر فرمایا اور ان کی زبان و لغت کے لفظ کا ترجمہ مسجد جیسے عظمت والے لفظ سے فرمایا جس سے ثابت ہو گیا کہ ان کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کو پسند تھا۔ اس لیے اب اگر مسلمان بنائیں تو بھی پسند ہی ہے تیسرا مسئلہ۔ اولیاء اللہ کی زیارت کیلئے چل کر جانا سفر کرنا بالکل جائز ہے اور رب تعالیٰ کا پسندیدہ عمل مقبولِ بارگاہ فعل۔ یہ مسئلہ اَعْثَرْنَا الخ سے مستنبط ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کو اس لیے بھی ظاہر فرمایا کہ لوگ جا کر ان کی زیارت کریں چوتھا مسئلہ۔ مرتد ہونے کو اتنا برا سمجھنا چاہیے جتنا کہ رجم وغیرہ سے ہلاک ہونے کو بلکہ اس سے بھی زیادہ برا یہ مسئلہ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ الخ کے ساتھ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا فرمانے سے مستنبط ہوا خیال رہے کہ اسلام میں مرتد ہونا دو قسم کا ہے ۱ یہ کہ کوئی نومسلم اپنے پرانے دین میں لوٹ جائے ۲ یہ کہ کوئی مسلمان اپنا مذہب آبائی دین ایمان چھوڑ دے یہ تقسیم یُعِیْدُوْكُمْ کے دو

معنیٰ سے ثابت ہوئی **اعتراضات** - یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔ **پہلا اعتراض** - یہاں فرمایا وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا یعنی اگر تم بادشاہ کے جبر سے اپنا ایمان چھوڑ دو تو کبھی ہرگز فلاحِ دارین نہیں پا سکو گے۔ جس سے ثابت ہوا کہ مجبوری میں بھی کلمۂ کفر منہ سے نہ نکالنا چاہیے۔ حالانکہ احادیث اور دیگر آیت میں جان بچانے کے لیے کفر بول دینا جائز قرار دیا گیا ہے۔ یہ تضاد کیوں ہے؟ جواب اس کے دو جواب دیے گئے ہیں ایک یہ کہ یہ حکم شریعت اسلام میں ہے پہلے ادیان میں یہ سہولت نہ تھی۔ اس لیے حدیث پاک میں ارشادِ مقدس ہے کہ رُفِعَ اُمَّتِیْ عَنِ الْاِضْطِرَارِ میری امت سے مجبوری کی حالت کا کفر معاف کر دیا۔ لفظِ اُمَّتِیْ سے ثابت ہوا کہ پہلی شریعتوں میں حکم نہ تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مجبوری کی حالت یہ ہے کہ کفار کسی مومن کو پکڑیں کلمۂ کفر بکنے پر مجبور کریں اور کفر کہلوا کر پھر چھوڑ دیں مومن آزاد ہو کر پھر توبہ استغفار پڑھ لے۔ لیکن اصحابِ کہف جس کس اندیشے کا ذکر رہے ہیں وہ یا تو یہ ہے کہ ہو سکتا ہے تم لوگ جبر قہر دھمکی سے گھبرا کر خوف و ڈر سے کہیں پکے اور صحیح کافر بن سکتے ہو۔ اور دونوں کام اضطراری حکم سے علیحدہ ہیں۔

دوسرا اعتراض - یہاں فرمایا گیا۔ عَلَیْهِمْ مَّسْجِدًا یعنی ہم ان کے اوپر مسجد بنائیں گے یہ اسطرح ہوا جس طرح قبر پر بنانا۔ تو چونکہ قبر پر مسجد بنانا حرام ہے اس لیے یہاں بھی یہ کام حرام ہی ہوا اور اللہ تعالیٰ نے برائی کے طور پہ ذکر فرمایا۔ نہ کہ اچھائی کے طریقے پر لہٰذا اس سے مزارات کی مساجد کا جواز نہیں مستنبط ہوتا۔ جواب۔ یہاں عَلَیْهِمْ کے معنیٰ ان کے اوپر نہیں کیونکہ اصحابِ کہف کے اوپر تو مسجد بنانا ناممکن ہے وہ غار کے اندر سو رہے ہیں یہ مسجد یقیناً باہر دروازے کے پاس ہے پس علیٰ بمعنیٰ عند کرنا پڑیگا اور حدیثِ پاک میں قبور کے لیے علیٰ کہیں نہیں آیا۔ اگر کہیں ہو بھی تو وہ علیٰ بمعنیٰ الیٰ کرنا پڑیگا۔ کیونکہ علیٰ کا اپنا معنیٰ ہے بالکل اوپر۔ اور قبر کے بالکل اوپر مسجد بنانا جائز ہے۔ جب کہ قبور پر چھت ڈالکر بنائی جائے احادیث سے ثابت ہے کہ خانہ کعبہ کی مسجد حرام کے نیچے بہت انبیاءِ کرام کی قبور ہیں محاورۃً ایسے موقعوں علیٰ اپنے معنیٰ میں نہیں ہوتا عام بولا جاتا ہے میں ان کے گھر پر گیا تو یہی مقصد ہوتا ہے کہ میں گھر کے پاس گیا لہٰذا اعتراض بیہودہ ہے اور جواز مستنبط ہے

تفسیر صوفیانہ

اِنَّهُمْ اِنْ یَّظْهَرُوْا عَلَیْكُمْ یَرْجُمُوْكُمْ اَوْ یُعِیْدُوْكُمْ فِیْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَیْهِمْ لِیَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَیْبَ فِیْهَا ۔ ورنہ بیشک اگر نفوسِ بدنیہ جسمانیہ عقل و شعور پر غالب آگئے تو غضب عند شہوت کے پتھروں سے اور طلب لذت کی مار سے ہلاک کر دینگے اور سارے قلب تیرے اعمال و کمال کو قتل کر دینگے یا غلبۂ شیطانی میلانِ خواہشات مبتلاء وہم میں عبادتِ لغویات کے دین میں تم سب کو پھیر دینگے۔ پھر دوبارہ کبھی بھی الہامات ربانیہ کے حصول میں تم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اور جس طرح ہم اپنے ولیوں کے قلب و جگر کو اولاً الاشیٔ دنیوی سے دور کر کے آغوشِ فطرت کے غارِ ذکر و فکر میں میٹھی اور تنہائی کی مستانی نیند عطا کرتے ہیں اسی طرح انکو میدانِ مجاہدہ میں ہمتِ مردانگی

دے کر اٹھاتے جگاتے ہیں اور اس طرح اَعۡثَرۡنَا عَلَیۡھِمۡ ۔ طالبین ہدایت کیلئے باوجود ہزار طریقوں سے خود کو چھپانے کے ہم ظاہر و مشہور کر دیتے ہیں تاکہ عوام و اغیار ان پیاروں کی صحبت و ہدایت کے فیض سے جان لیں کہ بیشک رب تعالیٰ کے تمام وعدے عالم جسمانیات سے کیے گئے قبض و بسط مکاشفہ مشاہدہ اور جزاء مجاہدہ و سزاء غفلت برحق ہے ۔ اور قرب جمال و قہر جلال و بُعدِ اشرار کی ساعتیں قیامتیں یقینی ہیں اِن میں کوئی شک و شبہ نہیں ۔ قحط الرجال کا زمانہ ہے نہ اَب کہف خلوت نظر آتا ہے نہ اصحاب مخلصین ملتے ہیں وہ لوگ ہی نہیں ملتے جن کی راہ چلنے اور جن کی سیرت اختیار کرنے کے لائق ہے ۔ وادیِ طلب اور مدینۂ اخلاص میں سناٹا چھایا ہوا ہے ۔

اِذۡ یَتَنَازَعُوۡنَ بَیۡنَھُمۡ اَمۡرَھُمۡ فَقَالُوا ابۡنُوۡا عَلَیۡھِمۡ بُنۡیَانًا رَبُّھُمۡ اَعۡلَمُ بِھِمۡ قَالَ الَّذِیۡنَ غَلَبُوۡا عَلٰۤی اَمۡرِھِمۡ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیۡھِمۡ مَّسۡجِدًا اس وقت کو یاد کرو جب مسافرانِ وادیِ طلب ۔ مریدینِ صادقین روح و جسم ۔ فناء و بقا ۔ موت و حیات کی واردات و کیفیات کے اصحابِ غار کے بارے میں زبانِ احوال سے مباحثہ کرتے تھے ۔ یہاں تک کہ کچھ اہلِ ظاہر نے کہا کہ کہفِ خلوت والوں پر عقل و شعور کی دیواریں عمارتیں بنیادیں کھڑی کر دی جائیں ۔ کیونکہ آئندہ ان کی واردات و کیفیات و حالات اور ذکرِ خفی و جلی کو اُن کا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے اور اُن کا رب کریم ہی اُن کی شانِ معرفت کو جاننے والا ہے کہ یہ کب تک مقام فنا فی اللہ اور استغراق باللہ میں باقی ہیں ۔ لیکن غلبۂ عشقِ الٰہی والوں نے فرمایا کہ قربِ مشاہدہ منزلِ مکاشفہ والوں کے پاس البتہ بیشک ضرور ہم مجاہدۂ طریقت اور غارِ نیاز اور عبادتِ بے نیاز اور سجود نماز کی مسجدیں بنائیں گے ۔ ذکر و فکر کے میلے سجائیں گے مشاہدے مکاشفے کے عرس منائیں گے ۔ اے بندو آؤ اور اپنے دل کی مسجد سجاؤ زہد و تقوے کی بساط نہ اٹھاؤ ۔ جس نے اپنے احوال سے صفات بد کو دور کر دیا اور خصائل حمیدہ پر قائم ہو گیا وہ ہی نفی و اثبات کے بانی والا ہے ۔ شریعت اور طریقت ایک پرندے کے دو بازو اور گاڑی کے دو پہیے ہیں کیونکہ شریعت التزام عبودیت کا حکم ہے اور طریقت مشاہدۂ ربوبیت کا نام ہے ۔ پس جس شریعت کو حقیقت و طریقت کی تائید حاصل نہیں وہ غیر مقبول ہے اور جو طریقت و حقیقت شریعت کی پابند نہیں وہ لاحاصل و فضول بلکہ گمراہی ہے تصوّف کی ساری بنیاد اس پر ہے کہ آدابِ شریعت کی پابندی سے حرام اور مشتبہ چیزوں سے ہاتھ کھینچا جائے ۔ ناجائز اوہام و خیالات سے اوقات اور حواس کو آلودہ نہ کیا جائے اور غفلتوں سے بچکر اللہ تعالیٰ کی یاد میں وقت گزاری کی جائے ۔ ترکِ شہوات کے مجاہدے میں ہمیشہ مشغول رہنا چاہئیے یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ خواہشات کی پابندی بھی کرتا رہے اور راہِ سلوک کی مسافرت میں روح کی پاکیزگی کی بھی تمنا لیے پھرے یہ ہی ابلیسی ذہنیت اور بدترین پستی ہے کہ جن کو اللہ کیلئے چھوڑ دیا ہو اسی کی جانب پھر رجوع کرے (از ابن عربی) غرضکہ طالبِ معرفت کو ان امور کی سخت پابندی لازم ہے اور بڑی احتیاط کی ضرورت ہے شعر ۔ توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہدے

یہ بندہ ہزاروں سے خفا میرے لئے تھا

سَيَقُولُونَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ج

عنقریب کہیں گے وہ تین ہیں ان کا چوتھا کتا ہے

اب کہیں گے کہ وہ تین ہیں چوتھا اُن کا کتا

وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ

اور کچھ لوگ کہیں گے پانچ ہیں اُن میں چھٹا اُن کا کتا ہے

اور کچھ کہیں گے کہ پانچ ہیں چھٹا اُن کا کتا ہے

رَجْمًا بِالْغَيْبِ ج وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّ

اندھا دھند باتیں پھینک رہے ہیں اور کچھ لوگ کہتے پھرتے ہیں کہ سات ہیں اور

دیکھے اَلاؤ تکا بات اور کچھ کہینگے سات ہیں اور

ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ط قُلْ رَّبِّيْ أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ

اُن میں آٹھواں کتا ہے تم فرما دو میرا رب ان کی صحیح تعداد کو خوب جاننے والا ہے

آٹھواں اُن کا کتا۔ تم فرماؤ میرا رب اُن کی گنتی خوب جانتا ہے

مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ ۵ قف فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ

نہیں جانتے یہ لوگ اُن اصحاب کو۔ مگر کچھ لوگ۔ تو اے نبی آپ نہ بحث کریں ان لوگوں کے بارے

انھیں نہیں جانتے مگر تھوڑے تو اُن کے بارے میں بحث نہ کرو

إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا ص وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ

میں مگر اتنی گفتگو جو آپ پر ظاہر ہوئی اور نہ پوچھنا تم اُن کے بارے میں

مگر اتنی ہی بحث جو ظاہر ہو چکی اور ان کے بارے میں کسی کتابی

مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿۲۲﴾ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ

اُن میں سے کسی سے۔ اور ایسا بھی کبھی نہ فرمانا کسی چیز کے بارے میں کہ یقیناً

سے کچھ نہ پوچھو اور ہر گز کسی بات کو نہ کہنا کہ

فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَ

اُس کو کرنے والا ہوں کل آئندہ مگر ان شاء اللہ فرما لیا کرو اور

میں کل یہ کر دوں گا مگر یہ کہ اللہ چاہے اور

اذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى

یاد کرو فوراً اپنے رب کو جب تم کچھ بھول جاؤ اور فرماؤ کہ عنقریب ہو گا

اپنے رب کی یاد کر جب تو بھول جائے اور یوں کہہ کہ قریب ہے

اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ

ایسا کہ مجھ کو میرا رب درست بات سمجھا دے جو زیادہ قریب ہو گا اسی تمہاری گنتی سے

کہ میرا رب مجھے اس سے نزدیک تر راستی کی

هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾

سچی حقیقت میں

راہ دکھائے

تعلّق

ان آیت مبارکہ کا پچھلی آیت مبارکہ سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت میں اصحاب کہف کے متعلق ان لوگوں کے اختلاف کا ذکر ہوا تھا جو لوگ اُن کو دیکھنے والے تھے۔ اب ان آیت میں اصحاب کہف سے متعلق ہی اُن لوگوں کے اختلاف کا ذکر ہو رہا ہے جو بعد میں پیدا ہوئے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت

میں بتایا گیا تھا کہ رب تعالیٰ نے اصحاب کہف کے متعلق سب لوگوں کو بتا دیا اور کہف والوں کو ظاہر فرما دیا اس میں ایک حکمت تھی۔ اب ان آیتوں میں بتایا گیا کہ بعد والی نسلوں سے ان اصحاب کو چھپایا گیا۔ اس میں دوسری حکمت کا ذکر ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں باری تعالیٰ کے اُس علم کا ذکر ہوا جو اس وقت کے لوگوں نے اقرار کیا تھا کہ اُن کی حقیقت یا اُن کی آئندہ زندگی کو اللہ ہی جانتا ہے۔ اب ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے اُس علم کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو اپنے حبیب کی زبانی سنایا گیا کہ اُن کی اصل گنتی رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

تفسیر نحوی

سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ۔ سین حرف تقریبی۔ اس کو حرف تنفیس اور حرف توسیع بھی کہتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ ہمیشہ مضارع پر داخل ہوتا ہے۔ اور نہ عامل ہوتا ہے نہ معمول بلکہ جز کی طرح ہو جاتا ہے اس لیے نام ہوا تنفیس۔ مضارع سے حال کے معنی ختم کر کے مستقبل کے لیے مقرر کر دیتا ہے اس لیے نام ہوا توسیع کیونکہ زمانۂ حال چھوٹا اور تنگ ہوتا ہے مستقبل کا زمانہ بہت وسیع ہوتا ہے۔ نیز یہ حرف مستقبل کو قریب بتاتا ہے۔ بمعنی عنقریب اس لیے نام ہوا تقریبی۔ يَقُولُونَ۔ باب نصر کا مضارع مثبت معروف جمع غائب ہُم ضمیر اس میں پوشیدہ جس کا مرجع زمانۂ نبوی عرب کے یہود و نصاریٰ ہیں۔ فاعل ہے يَقُولُونَ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا ثَلَاثَةٌ۔ اسم مفرد عددی ہے مونث لفظی ہے۔ مذکر معدود کے لیے آتا ہے خلاف قیاس معرب ہے۔ موصوف ہے مابعد کا بمعنی تین۔ رابع اسم فاعل کے وزن پر اگر نمبر عددی بن گیا بمعنی چوتھا اس کا عدد ہے۔ اربع معرب منصرف متمکن۔ بمعنی چار۔ مضاف ہے ہُم ضمیر جمع کا مرجع اصحاب کہف مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مبتدا۔ کَلْبُ اسم مفرد جامد بمعنی کتا۔ ہُم ضمیر مضاف الیہ۔ مرکب اضافی خبر ہے جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے ثَلٰثَةٌ کی۔ بعض نے کہا۔ یہ آپس میں حال ذوالحال ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں یہ غلط ہے اس لیے کہ ثَلٰثَةٌ سے پہلے ہُم ضمیر مبتدا پوشیدہ ہے۔ اور ثَلٰثَةٌ اس سب سے مل کر اُس کی خبر ہے۔ حالانکہ حال یا فاعل کا ہوتا ہے یا مفعول بہ کا۔ اور ان دونوں کے لیے عامل مشتق کی ضرورت ہے یا کم از کم مصدر مضاف ہو۔ ہُم ضمیر میں یہ بات نہیں۔ یہ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ ہوا قول کا۔ واؤ سے جملہ يَقُولُونَ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ خَمْسَةٌ اسم عدد بمعنی پانچ خلاف قیاس مذکر کے لیے مونث آتا ہے۔ موصوف ہے۔ سَادِسُ سِتَّةٌ کا نمبر عددی ہے۔ دراصل تھا سَاتِسٌ یا دراصل سِتَّةٌ کو سِدْسٌ کیا گیا۔ اس کو سَادِسٌ بنا یا گیا۔ ایک قول میں سِتَّةٌ عربی ہے اور سِدْسٌ حبشی زبان کا لفظ ہے۔ مگر پہلا قول راجح ہے کیونکہ سِتَّةٌ کا نمبر عددی یعنی سَاتِتٌ کبھی مستعمل نہ ہوا۔ جس سے ثابت ہوا کہ سَادِسٌ یا سدس یا سادستہ سب سِتَّة سے ہی متغیر ہیں بمعنی چھٹا۔ مضاف ہے ہُم مضاف الیہ مرکب اضافی مبتدا کَلْبُهُمْ۔ مرکب اضافی خبر ہے۔ جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہوئی خَمْسَةٌ کی مرکب توصیفی خبر ہے۔ پوشیدہ ضمیر ہُم مبتدا کی وہ جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ ہوا قول کا اور

جملہ قولیہ ہو گیا وجماً اسم مصدر ہے مفعول مطلق ہے یَرْجُمُوا فعل مضارع مستقبل کا جو پوشیدہ ہے رجم کا معنیٰ پتھر پھینکنا۔ پھینکنے کے لیے عربی لغت میں پانچ لفظ ہیں ۱۔ نشان پر کسی چیز کو پھینکنا۔ قذفٌ۔ ۲۔ بے نشان بلا سوچے بے علمی سے پھینکے چلے جانا۔ رَجمٌ ۳۔ نیچے کو پھینکنا بغیر نشان کے نَفَظٌ خواہ ہاتھ خواہ منہ سے جیسے گٹھلی پھینکنا۔ ۴۔ نشانہ بازی سے تیر یا تلوار پھینکنا۔ رَمیٌ ۵۔ گرانے اور بکھیرنے کے لیے پھینکنا نَبذٌ چونکہ پتھر اپنے بوجھل اور سخت ہونے کی بنا پر نشانے پر نہیں پھینکا جا سکتا۔ پتھر پھینکنے کو رجم کہا جاتا۔ کسی شخص کی سنگساری میں بھی نشانہ کا اہتمام نہیں کیا جاتا اندھا دھند مارا جاتا ہے اس لیے محاورتاً۔ اندھا دھند بات کر دینے کو بھی رجم کہا جاتا ہے یعنی حقیقت سے ناواقف ہو مگر بات کہنے سے نہ رکے۔ بِ جارہ بمعنیٰ علیٰ۔ یا بمعنیٰ فِی جارہ الف لام عہدی غیب اسم مصدر جامد یعنی حاصل مصدر بمعنیٰ چھپنا۔ چھپی چیز بے علمی۔ یہاں آخری معنیٰ میں ہے جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ یرجُموا کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا واؤ سرجملہ یقولون۔ فعل مضارع ہُم پوشیدہ ضمیر فاعل فعل فاعل ملکر جملہ فعلیہ قول ہوا۔ سَبْعَۃ اسم مفرد عددی معرب بمعنیٰ سات خبر ہے مبتدا پوشیدہ ہُم ضمیر وہ جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا واؤ عاطفہ ثامنُ ثمانیہ کا نمبر ہے بروزن فاعل ہے۔ بمعنیٰ آٹھواں مضاف ہے ہُم ضمیر مضاف الیہ دونوں مبتدا۔ کلبُھم اُس کی خبر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف سب علت ملکر مقولہ ہوا۔ قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ۔ فَلَا تُمَارِ فِیْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا وَّلَا تَسْتَفْتِ فِیْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا۔ قُلْ باب نَصَرَ کا فعل امر حاضر معروف اس میں خطاب نبی کریم صَلَّی اللہُ علیہ وسلّم سے ہے۔ اَنْتَ مستتر فاعل فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ ربّ اسم فعال جامد بمعنیٰ پالنے والا مراد ہے اللہ تعالیٰ صفاتی نام نام پاک اکثر اضافت کے ساتھ ہی مستعمل ہوتے ہیں مگر ذاتی نام اضافت سے نہیں لائے جاتے۔ مثلاً اللہکم نہیں کہا جاتا۔ وغیرہ۔ یاءِ متکلم مجرور متصل ہے کیونکہ مضاف الیہ ہے۔ مرکب اضافی مبتدا ہے۔ اَعْلَمُ اسم تفضیل مذکر۔ ھُوَ پوشیدہ ضمیر واحد غائبہ کا مرجع رب تعالیٰ ہے فاعل ہے۔ بِ جارہ عِدّتِ اسم مصدر یہ اسم مصدر جامد (حاصل) آخر کی تَ مصدریہ ہے۔ بمعنیٰ گنتی تعداد مضاف ہے ھِمْ ضمیر مضاف الیہ مرجع اصحابِ کہف مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق اَعْلَمُ کا لیکن اَوّلاً یہ مرکب موصوف ہے۔ مَا موصولہ۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ مَا نافیہ ہے۔ موصولہ مان کر ترکیب بہت مشکل ہو جاتی ہے جس میں خواہ مخواہ تکلفات بڑھتے ہیں۔ مَا یَعْلَمُ۔ مضارع منفی ھُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل مرجع نکرہ غیر معین۔ یعنی کوئی مستثنیٰ منہ ہے ھُمْ ضمیر موجود اس کا مفعول بہ ہے اصحابِ کہف اِلَّا حرف استثنا متصل مفرّغ۔ قلیل۔ بروزنِ فعیل صفت مشبہ۔ قِلّۃٌ سے بنا ہے بمعنیٰ تھوڑا ہونا۔ ترجمہ ہے بہت تھوڑے بحالت رفع ہے مستثنیٰ ہے لَا یَعْلَمُ کے فاعل ھُوَ پوشیدہ کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہوئی عِدّتِ کی وہ متعلق اَعْلَمُ کا۔ وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی پھر یہ مقولہ ہوا۔ ایک قول میں مَا یَعْلَم علیحدہ جملہ ہے۔ فَ حرف ابتدا یا تعلیلیہ بمعنیٰ لہٰذا۔ لَا تُمَارِ۔ بابِ مفاعلۃ کا فعل نہی حاضر معروف واحد مذکر مصدر ہے مُمَارَاۃٌ دراصل تھا تُمَارِیۃ

ی کو الف سے بدلا۔ مِرْیٌ سے بنا ہے بمعنی بحث کرنا۔ مکالمہ یعنی دو شخصوں کا بات چیت کرنا تین قسم کا ہے ۱۔ علم میں دونوں برابر ہوں تو ۲۔ چھوٹے بڑے ہوں تو مباحث۔ دونوں بے علم ہوں تو مجادلہ۔ فِی جارّہ ظرف مجازی کے لیے ھِمْ مجرور متعلق ہے نہی کا۔ اِلّا حرف استثنا متصل مِرَاءً مصدر ہے موصوف ہے ظاہراً۔ اسم فاعل ظُہُورٌ سے بنا ہے بمعنی معلوم شی صفت ہے۔ مرکب توصیفی مستثنیٰ ہے لَاتُمَارِ کا۔ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ واؤ انشائیہ لَاتَسْتَفْتِ باب استفعال کا فعل نہی حاضر معروف واحد مذکر۔ اَنْتَ مستتر فاعل ہے۔ لَاتُمَارِ اور لَاتَسْتَفْتِ دونوں جگہ خطاب عام مسلمان سے ہے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس کا مصدر ہے اِسْتِفْتَاءٌ فَتْوٌ سے بنا ہے بمعنی چھان بین کرنا۔ قانون معلوم کرنا۔ فیصلہ چاہنا یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ فِیْ جارّہ ظرفیہ ھِمْ مجرور متعلق ہے فعل نہی کا اس ھِمْ کا مرجع اصحاب کہف مِنْ بیانیہ ھُمْ ضمیر کا مرجع کفار یہود و نصاریٰ اَحَدًا اسم مفرد عددی نکرہ غیر معین بمعنی کسی سے بحالتِ نصب یا اس لیے کہ تمیز ہے ھُمْ کی یا اس لیے کہ مفعول بہ ہے فعل نہی کا۔ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا۔ اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ۔ وَقُلْ عَسٰۤی اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا۔ واؤ عطف جملہ۔ لَاتَقُوْلَنَّ باب نصر کا فعل نہی با نون ثقیلہ۔ صیغہ واحد مذکر حاضر۔ قول اجوف واوی سے بنا ہے اَنْتَ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے۔ ان تمام جگہ نہی اپنے خطاب اور شان نزول کے اعتبار سے اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے مگر درحقیقت تا قیامت قانون ساز ممانعت ہر مسلمان کے لیے ہے لام جارہ شیٔ مجرور متعلق ہے نہی کا جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل فی العمل۔ یِ۔ ضمیر واحد متکلم اسم ہے اِنَّ کا۔ فاعلٌ اسم فاعل ہے اَنَا ضمیر واحد متکلم اس میں پوشیدہ ہے وہ اس کا فاعل ہے ذٰلِكَ اسم اشارہ بعیدی مفعول بہ ہے۔ فاعل کا۔ اس کا مشار الیہ ذہنی غیر معین ہے غدًا اسم ظرف زمانی مفعول فیہ ہے فاعلٌ کا۔ وہ سب سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر اِنَّ۔ اِنَّ سب سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ ہوا۔ اِلَّا حرف استثنا مفرغ متصل اَنْ حرف ناصبہ یَشَاءَ باب فتح کا مضارع مستقبل بحالتِ فتحہ اَنْ کی وجہ سے اللّٰہ بحالتِ رفع اس کا فاعل ہے۔ جملہ فعلیہ ہو کر مستثنیٰ ہوا فاعل کا واؤ عطف جملہ۔ اُذْكُرْ۔ باب نصر کا امر ذِكْرٌ سے بنا ہے اَنْتَ اس کا فاعل مستتر ہے۔ رَبَّكَ مرکب اضافی مفعول بہ ہے اِذَا ظرفیتِ زمانی کے لیے بمعنی جس وقت نَسِیْتَ۔ باب سمع کا ماضی مطلق واحد مذکر حاضر سے بنا ہے۔ بمعنی بھولنا متعدی ہوتا ہے یہاں مفعول متعدی ہے۔ اَنْتَ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے جملہ فعلیہ ہو کر ظرف ہوا اُذْكُرْ کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہوگیا۔ واؤ ابتدائیہ قُلْ فعل امر حاضر صیغہ واحد مذکر اَنْتَ اس کا فاعل جس کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ عَسٰی۔ فعل ماضی مطلق مقاربہ صیغہ واحد مذکر۔ زمانہ مستقبل قریب کے لیے آتا ہے۔ اَنْ حرف ناصبہ یَهْدِیَ۔ باب ضرب کا مضارع مثبت معروف بحالتِ فتحہ اَنْ کی وجہ سے نِ نون وقایہ ہے اور اس کا کسرہ یاءِ متکلم کی نشانی جو تخفیف کے لیے حذف کر دی گئی دراصل تھا یَهْدِیَنِیْ۔ یا ضمیر واحد متکلم محذوفہ مفعول بہ ہے یَهْدِیَ کا رَبِّیْ مرکب اضافی فاعل ہے یَهْدِیَ کا هَدْیٌ سے بنا ہے بمعنی توفیق ملنا۔ لام جارّہ اَقْرَبَ۔ اسم تفضیل مذکر ھُوَ ضمیر

مستتر اس کا فاعل ہے من جارہ تعالیٰ ہی ھذا اسم اشارہ قریبی۔ مشار الیہ سابقہ واقعہ کہف رشدا۔ اسم مصدر بمعنی اسم فاعل رشدا یعنی ہدایت دینے والا۔ بحالت منصب ہے یا تمیز ہے اقرب کی یا مفعول بہ ہے یھدین کا یا مفعول فیہ ہے اقرب کا۔ یا مفعول مطلق ہے یھدین کا معنیٰ اور رشد کا معنیٰ ایک ہیں اگرچہ لفظی تغیر ہے۔ اقرب جملہ اسمیہ ہو کر مجرور متعلق ہے یھدین کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر عسیٰ کا فاعل ہوا وہ جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ہوا قول کا۔

تفسیر عالمانہ سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ اے محبوب کریم یہ آپ سے اصحاب کہف کے بارے میں آج سوالات کرنے والے اصحاب کہف کا پورا واقعہ سن کر کل ان کی تعداد کے بارے میں اختلاف کرتے ہوئے کہتے پھریں گے کہ اصحاب کہف تین ہیں ان کا چوتھا کتا ہے اور کوئی فرقہ کہتا پھرے گا کہ وہ پانچ ہیں ان کا چھٹا ان کا کتا ہے۔ یہ سب ہی اصل حقیقت سے ناواقف ہیں یہ تعداد نہ انہوں نے کسی سے سنی نہ کہیں پڑھی بس آج ابھی ابھی اپنی علمیت بگھارتے کے لیے ویسے ہی اندھیرے میں غائبانہ اندھا دھند تیر چلا رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ شاید ہمارے محبوب پر ان کی علمی معلومات کی دھاک بیٹھ جائے یہ دیوانے یہ نہیں جانتے کہ ہمارے محبوب نبی کائنات کے ذرے ذرے سے پہلے ہی خبردار اور واقف ہیں۔

وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ قُلْ رَّبِّي أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِم مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِم مِّنْهُمْ أَحَدًا ۔ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۔ اور کچھ یہ بھی کہیں گے کہ وہ اصحاب کہف سات آدمی ہیں اور آٹھواں ان میں ان کا کتا ہے۔ لیکن اے نبی کریم آپ ان سب سے صرف یہ فرما دو کہ میرا رب تعالیٰ ہی ان کی تعداد کو ٹھیک ٹھیک پورا صحیح جاننے والا ہے۔ اب اس زمانے میں بہت تھوڑے سے لوگ ہیں جو ان کی تعداد کو بالکل صحیح جانتے ہیں یہاں مفسرین کے چند اختلافی قول ہیں۔ ایک قول یہ کہ یہاں تین جگہ فرمایا گیا یقولون۔ پہلا قول نجران کے یعقوبیہ عیسائی فرقے کا قول ہے کہ انہوں نے کہا اصحاب کہف تین ہیں چوتھا کتا ہے۔ لیکن نجران کے نسطوری عیسائیوں نے کہا پانچ ہیں چھٹا کتا ہے۔ یہ دونوں قول غلط ہیں کیونکہ ان کو رب تعالیٰ نے رجماً بالغیب فرمایا۔ تیسرا یقولون مسلمانوں کا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر فرمایا کہ سات ہیں اور آٹھواں کتا ہے۔ یہ تفسیر امام رازی اور دیگر چند مفسرین کی ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اس قول کو رب نے رجماً بالغیب میں شامل نہیں فرمایا لہٰذا یہ قول صحیح ہے اور مسلمانوں کا ہے۔ مگر دیگر بہت سے مفسرین فرماتے ہیں کہ ان تینوں کے بعد فرمایا گیا قُل رَّبِّي أَعْلَمُ۔ فرما دیجئے اے نبی محترم کہ میرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے ان کی تعداد کو۔ اس قول سے ثابت ہوا کہ تینوں تعدادیں صحیح نہیں ہیں نہ تین کی گنتی نہ پانچ کی نہ سات کی دوسری دلیل یہ کہ مسلمانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی کچھ کہا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی

اس وحی سے پہلے کبھی کسی کے سامنے اصحاب کہف کا ذکر کیا ہی نہیں ان آیت کے نزول کے وقت کسی مسلمان کو پتہ ہی نہیں پھر جب کبھی کتنے عرصہ کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود صحیح تعداد ارشاد فرمائیں گے تب مسلمانوں کو صحیح علم ہوگا۔ لیکن سَیَقُوْلُوْنَ کی سین بتا رہی ہے کہ ابھی ابھی کہیں گے اور اگلے دونوں وَیَقُوْلُوْنَ کی واؤ عاطفہ بتا رہی ہے کہ سین کا تعلق تینوں سے ہے یعنی تینوں فرقے عنقریب کہیں گے اور تعداد میں دو۔ دو کی زیادتی کرتے جائیں گے۔ تین۔ پانچ۔ سات۔ تیسری دلیل۔ یہاں ارشاد ہوا مَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ۔ یعنی صرف تھوڑے لوگ صحیح سچی تعداد جانتے ہیں۔ یہ فعل حال ہے جس سے قلیل کا علم ثابت ہو رہا ہے حالانکہ مسلمانوں کو آقا و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی بتایا ہی نہیں یہ قلیل مسلمان نہیں ہو سکتے ہاں البتہ بعد میں اگر کوئی صحابی ان قلیل میں شامل ہو جائیں تو ٹھیک ہے جیسا کہ مولی علی اور عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ میں قلیل میں شامل ہوں ان دلائل سے ثابت ہوا کہ تینوں یَقُوْلُوْنَ غیر مسلموں کے قول ہیں اور تینوں گنتیوں کو صحیح نہیں کہا جا سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ آقا دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر اہتمام چند صحابہ کو کسی محفل میں یا تنہائی میں بتا دیا ہو۔ مگر انہوں نے آگے وضاحت سے نہیں فرمایا یہی وجہ ہے کہ اصحاب کہف کی تعداد نام اور حالات زندگی میں آج تک اختلاف چلا آتا ہے چنانچہ ایک قول ہے کہ مولی علیؓ نے فرمایا اصحاب کہف چھ ہیں اور یہ سب دقیانوس کے وزیر تھے تین داہنی طرف کھڑے ہونے والے جن کے نام (۱) مکسلمینا (۲) یملیخا (۳) مشلینیا تین وزیر بائیں طرف کے تھے جن کے نام (۱) مرنوش (۲) دبرنوش (۳) شاذنوش تھے۔ ایک قول ہے کہ صرف مکشلمینا وزیر تھے ایک قول ہے کہ کوئی بھی وزیر نہ تھا بلکہ بادشاہ نے جب اس شہر کا دورہ کیا تو ان کو بھی دربار میں بلوا کر دعوت شرک دی اور مجبور کیا۔ یہ تو ان کے حالات میں اختلاف چلا آ رہا ہے لیکن ان کے ناموں میں بھی آج تک بہت اختلاف چلا آ رہا ہے چنانچہ تفسیر خازن نے اُن کے نام اس طرح لکھے (۱) مکشلینا۔ (۲) یملیخا (۳) مرطونس (۴) بینونس (۵) ساربونس (۶) ذرنوانس (۷) کشفیططنونس تفسیر مدارک میں اس طرح ہیں۔ مکشلینا (۲) تملیخا (۳) مرنوش (۴) بطیوش (۵) دیوس (۶) کشفوطنس (۷) شاذنوش۔ تفسیر معالی تنزیل میں اصحاب کہف کی تعداد آٹھ عدد لکھی ہے آٹھویں ساتھی کا نام قالوس لکھا ہے۔ غرضکہ کسی نے تین کسی نے پانچ کسی نے سات کسی نے آٹھ لکھی ہے۔ پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ واقعہ کب ہوا کسی نے فرمایا یہ اصحاب کہف موسیٰ علیہ السلام کی وفات شریف کے بعد آپ کی امت میں ہوئے کسی نے فرمایا یہ عیسیٰ علیہ السلام کی رفعت آسمانی سے ڈیڑھ سو سال بعد ہوا ان اختلافات کی بنا پر یقینی آخری بات کیا کہی جا سکتی ہے۔ بس فیصلہ یہی ہے کہ رَبِّیْ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ۔ میرا رب قدیر ہی صحیح گنتی جانتا ہے۔ ہمیں تا قیامت فقط یہی حکم ہے کہ فَلَا تُمَارِ فِیْهِمْ۔ پس نہ جھگڑا کرو تم ان کے بارے میں نہ بحث نہ مباحثہ نہ مجادلہ نہ مناظرہ نہ مکالمہ۔ مگر حقیقی۔ ضروری اور اصل مقصد کی چیزوں میں مباحثہ اور پوچھ گچھ کر سکتے ہو۔ تعداد یا نام معلوم ہونا اصل مقصود نہیں بلکہ اصل مدعا تو ان کی ایمانی جرأت عرفانی ہمت۔ جابر کے سامنے حق گوئی اور تقویٰ طہارت

عبادت ریاضت ہے اسے لوگو اس میں غور و فکر کرو عبرت پکڑو اُس کا تذکرہ چرچہ کرو اور اُن جیسے بننے بنانے کی کوشش کرو۔ اور اصحاب کہف کے بارے میں ان جاہل ناواقف بیوقوف کم عقل یہودیوں عیسائیوں پادریوں راہبوں سے فتوے نہ مانگو ان میں سے کسی سے کچھ نہ پوچھو۔ یہ بیچارے اپنے دین سے بے خبر ہیں کسی کی کیا خبر دیں گے۔ ہاں البتہ ایک نصیحت ایک فائدے مند قانون یاد رکھو اور تاقیامت ہر مسلمان اس پر عمل کرے۔ وہ یہ کہ جب بھی دینی دنیوی کوئی بھی کام کرنے لگو تو قطعاً کبھی فقط یہ نہ کہو کہ میں کل ضرور ایسا کروں گا دیسا کروں گا۔ بلکہ اپنے ارادے نیت اور قول کے ساتھ یہ کہہ لیا کرو کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں کل آئندہ ایسا کروں گا۔ یا فلاں کام یا بات کلام ایسا کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ یعنی ہر مسلمان تاقیامت اپنے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کا استثناء ذکر کر لیا کرے اس کے چار فائدے ہیں۔ ایک یہ کہ کائنات کی ہر چیز اللہ کریم جل مجدہٗ کے حکم پر مجبور و مقبوض ہے بندوں کے پاس کتنے ہی علم ارادے اور اسباب مہیا ہوں لیکن رب تعالیٰ کا ارادہ سب پر غالب ہے۔ دوم یہ کہ بندے کبھی کبھی غلط کام کا ارادہ و منصوبہ جاذ نا باندھ لیتے ہیں جس کے کرنے سے شدید نقصان کا اندیشہ ہو سکتا ہے لیکن جب بندہ اپنے کام میں رب تعالیٰ کی مشیت کو شامل کرے تو وہ کام یا تو مفید ہی ہو جاتا ہے اور اس کے سارے نقصانات قدرتاً ختم ہو جاتے ہیں یا وہ کام اللہ کی طرف سے ہونے ہی نہیں دیا جاتا اور بندہ اُس کے کرم سے بہت سی مصیبتوں سے بچ جاتا ہے۔ سوم یہ کہ جب بندہ اپنے قول و فعل میں انشاء اللہ تعالیٰ کہے تو اُس پر وعدے کا بوجھ باقی نہیں رہتا چہارم یہ کہ مشیت الٰہیہ کی شمولیت کی وجہ سے کام میں برکت و مضبوطی پیدا ہو جاتی ہے اور بندہ ذی وقار ہوتا ہے یہ وہ قانونی شرعی حکم ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام اولیاء اللہ علماء اسلام اور دیگر تمام عامۃ المسلمین والمسلمات پر یکساں لازم ہے۔ ان آیات کے شانِ نزول سے بھی یہ ہی ثابت ہو رہا ہے۔ کہ جب کفارِ مکہ نے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط دو آدمیوں کو یہودِ مدینہ کے پاس کچھ مشکل سوالات نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی آزمائش کرتے ہوئے پوچھنے کے لیے بھیجا اور وہ دونوں یہودیوں سے تین سوال پوچھ کر واپس لوٹے اور تمام بڑے بڑے کافروں نے جمع ہو کر بارگاہِ نبوت میں آکر پوچھا تو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے روح کے متعلق اسی وقت شافی و کافی جواب دے دیا مگر اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق فرمایا کہ کل جواب دوں گا مگر آپ انشاء اللہ تعالیٰ فرمانا بھول گئے تب ایک قول میں تین دن ایک قول میں پندرہ دن ایک میں چالیس دن تک وحی نہ آئی کفار بہت خوش ہوئے مذاق اڑاتے اور وعدہ خلافی کا الزام دیتے تب پوری سورت کے نزول میں یہ آیت بھی نازل ہوئی جس میں آئندہ کے لیے یہ نصیحت فرمائی گئی اور ساتھ ہی رب تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب کو یہ تعلیم فرمائی کہ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰ أَن يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا رَشَدًا۔ اے پیارے محبوب نبی آپ جب بھی کبھی کوئی چیز بھول جائیں انشاء اللہ کہنا یا کوئی

دینی دنیوی کام یا کوئی وعدہ۔ معاہدہ یا نماز تو جب بھی یاد آئے فوراً استغفار تسبیح۔ تہلیل۔ ان شاء اللہ وغیرہ افسوس غم اور اللہ سے بخشش مانگنے والے الفاظ وردِ زبان فرما کر اپنے رب تعالیٰ کو ہی یاد کریں وہی اس جیسی تمام پریشانیوں میں آپ کا مداوہ فرمانے والا سہارا ہے اور اس غم و افسوس پر آپ کو دگنا تگنا ثواب دینے والا ہے اسے نبی اکرم یہ حکم آپ کے توسط سے آپ کی تمام امت کے لئے تاقیامت ہے۔ رہ ہے یہ بدنصیب کافر جو آپ کی بھول کی وجہ سے اتنے عرصہ وحی بند ہونے آپ کی وعدہ ایفائی نہ کرنے پر طرح طرح کی باتیں قسم قسم کے مذاق کر رہے ہیں اُن کو اب یہ پوری وحی اور اصحاب کہف کا صحیح مکمل واقعہ سنا کر فرما دیجئے کہ یہ واقعہ اور تمہارے تین سوالات تو اتنے زیادہ اہم اور مشکل ہی نہیں تھے۔ مجھ کو تو میرا رب عنقریب ایسے ایسے علوم۔ معلومات۔ آسمان و زمین اور کائنات لامکانی کے غیوب کی ہدایت عطا فرمائے گا جو ان تمہارے سوالوں کے علم اور جاننے سے بھی کہیں زیادہ نور دار روشنی والی ہیں اور میری نبوت اور رسالت پر رُشد و ہدایت کی روشن دلیل ہیں۔ مفسرین کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم اولین و آخرین اور غیوبِ مرسلین عطا فرما کر عالم ماکان یکون بنا دیا یہاں تک کہ تاقیامت حشر نشر جنت برزخ دوزخ اور ابد الآباد تک کوئی بھی چھوٹی بڑی چیز عالم موجود و معدوم میں ایسی نہیں جو محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ کو معلوم نہ ہو۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ وقاسم رزقہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وسیلے سے مسلمان اولیاء اللہ کو اصحاب کہف وغیرہ کے غیبی پوشیدہ علم رب تعالیٰ نے ایسے عطا فرمائے ہیں جو پہلی امتوں اور اُن کے بعد والے غیر مسلموں میں کسے کو نہ ملے یہ فائدہ مَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ فرمانے سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات کے سارے علم دیئے گئے اور ان کے اظہار و عطا کی بھی اجازت دی یہ فائدہ قُلْ عَسٰى الخ، فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ کائنات میں انبیاء کرام کی وہ شانِ خصوصی ہے کہ باری تعالیٰ ہر چیز کا علم خود اپنے پیارے انبیاء علیہم السلام کو پڑھاتا ہے۔ یہ فائدہ اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ الخ، فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ جاہل لوگوں سے بحث مباحثہ مناظرہ مجادلہ کرنا کسی مسئلہ میں بھی جائز نہیں خاص کر دینی مسائل میں تو سخت منع ہے۔ علماء عظام اور پاکیزہ اخلاق والوں کے منصب و مرتبے کے خلاف ہے۔ یہ مسئلہ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ الخ، سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ امام اعظم کے نزدیک کلام کے فوراً بعد اُسی محفل میں ان شاء اللہ کہنا چاہئے اور اگر اسی محفل میں ان شاء اللہ تعالیٰ کہا تب ان شاء اللہ کا استثناء صحیح ہوا اور اس تعلیقی شرط کا حکم نافذ ہوگا۔ اگر کسی نے محفل ختم کرنے کے بعد ان شاء اللہ کہا تو اُس کا حکم جاری نہ ہوگا۔ یہ مسئلہ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ کو بالکل اِنِّيْ فَاعِلٌ الخ، غداً سے متصل کر کے ارشاد فرمانے سے مستنبط

ہوا امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے سال بعد بھی انشاء اللہ کہہ دیا تو بھی اُس کا حکم جاری ہو جائے گا۔ ان کی ایک دلیل وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ ہے کہ بھولنے پر جب بھی یاد آجائے کہو دوسری دلیل یہ کہ حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ جب پندرہ دن بعد یہ آیت اتری تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ مگر یہ دونوں دلیلیں کمزور ہیں پہلی اس لیے کہ وَاذْکُرْ سے مراد انشاء اللہ کہنا نہیں بلکہ بھول کی معافی اللہ کے ذکر استغفار تسبیح تہلیل وغیرہ سے طلب کرنی مراد ہے دوسری دلیل اس لیے کمزور ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا۔ اور وعدہ پورا کر دینے کے بعد انشاء اللہ کہنا بیکار ہے۔ کوئی امام بھی اس کا قائل نہیں بلکہ بعد از وقت ایسا کہنا ایک لطیفہ اور مذاق ہی ہے نیز یہ روایت کسی معتبر کتب سے ثابت نہیں تفسیر مظہری میں ہے کہ عامۃ الفقہا اس روایت کے خلاف ہیں۔ **تیسرا مسئلہ**۔ اگر کوئی شخص کسی چیز کو منعقد کرے اور ساتھ ہی انشاء اللہ کہہ دے تو چیز درست واقع اور منعقد نہیں ہوتی مثلاً طلاق نکاح قسم اور بیع وغیرہ کوئی بھی معاہدہ۔ یہ مسئلہ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کہ صرف کل کرنے والے وعدے پر انشاء اللہ کہنا واجب ہے نہ کہ منعقدہ پر۔ انشاء اللہ کہنے سے ذمے داری ختم ہو جاتی ہے۔ حالانکہ انعقاد ذمے داری قبول کرنے کا نام ہے۔ انشاء اللہ کے متعلق امام اعظم کی ایک علمی گفتگو خلیفہ منصور عباسی کے دربار میں بہت مشہور ہے۔ **چوتھا مسئلہ**۔ جہلا سے فتویٰ لینا ناجائز ہے۔ یہ مسئلہ وَلَا تَسْتَفْتِ فِیْهِمْ (الخ) سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ **پہلا اعتراض**۔ پہلے فرمایا گیا سَیَقُوْلُوْنَ سین کے ساتھ پھر دو دفعہ فرمایا گیا وَیَقُوْلُوْنَ بغیر سین کے اس کی کیا وجہ؟ **جواب**۔ سین کا تعلق تینوں سے ہے لیکن ایجاز اور اختصار کے لیے صرف ایک دفعہ پہلے کہنا کافی ہے۔ واؤ عاطفہ نے سین کا تعلق دونوں سے جوڑ دیا اس لیے بار بار لکھنا یا بولنا ضروری نہیں اور فصاحت کے خلاف ہے اس لیے یہ عبارت ہر اعتبار سے کافی وافی شافی ہے۔ **دوسرا اعتراض**۔ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰهُ کی تفسیر سے فقہاء کرام دو مسئلہ بیان کرتے ہیں ۱۔ اگر کوئی قرضہ دار یہ قسم کھائے کہ اللہ کی قسم میں کل قرضہ ادا کر دوں گا انشاء اللہ تعالیٰ اور وہ کل نہ ادا کرے یا نہ کر سکے تو حانث نہیں ہوگا قسم کا کفارہ نہ پڑے گا۔ ۲۔ دوم اگر کوئی خاوند بیوی سے کہے کہ تجھ کو طلاق ہے انشاء اللہ تو طلاق نہیں پڑے گی مگر یہ دونوں مسئلے غلط ہیں اس لیے کہ ان کی بنیاد اس بات پر ہے کہ ادائیگی اور طلاق کو مشیت پر معلق کیا ہے اور مشیت الٰہیہ غیبی چیز ہے اس کا پتہ نہیں چل سکتا لہٰذا کلام لغو ہے یہ بنیاد اور وجہ بھی غلط ہے کیونکہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رب کی مشیت کا پتہ لگ جاتا ہے۔ قرض کے ادا کرنے میں اللہ کی رضا ہے اور طلاق دینے کی دو صورتیں اگر طلاق ناگزیر ہو تو مشیت ثابت اگر طلاق دینا ظلم ہو تو مشیت ثابت نہیں اور دونوں کے حالات سے اندازہ ہو جب تلب تو مشیت کا پتہ بھی لگ جاتا ہے۔ **جواب**۔ مشیتِ الٰہیہ ہمارے اندازوں کے پیمانے میں نہیں تولی جا سکتی

یہ ضروری نہیں کہ ہمارے نزدیک جو ضروری اور غیر ضروری ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی ضروری اور غیر ضروری ہو۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں تین قول نقل کیے گئے ۱۔ رابعھم کلبھم ۲۔ سادسھم کلبھم یہاں واؤ نہ لکھی گئی ۳۔ وثامنھم کلبھم یہاں واؤ ارشاد ہوئی اس کی کیا وجہ؟ جواب۔ مفسرین نے اس کے چھ جواب دیئے ہیں مگر سب میں بہتر جواب یہ ہے کہ عربی محاورے و رواج میں سبعۃ کا عدد آخری مانا گیا ہے۔ جس طرح عجم میں عشرہ آخری عدد ہے تو چونکہ یہاں پہلے سبعۃ ہے اس لیے بعد میں واؤ ابتدائیہ آگئی تاکہ یہاں سے کلام نیا بن جائے۔ باری تعالیٰ کے نزدیک سات کا عدد بہت اہم و محترم ہے کہ سات آسمان وَالْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ کے فرمان سے سات زمینیں سات ایام سات جنت سات جہنم۔ الحمد للہ کی سات آیتیں قرآن کریم سات منزلیں سات قرأتیں وغیرہ وغیرہ۔ ان آیت کی تفسیر صوفیانہ آیت ۲۷ کے بعد ہوگی (ان شاء اللہ تعالیٰ)

وَلَبِثُوْا فِىْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَ

اور سوئے رہے وہ اپنے بڑے غار میں تین سو سال اور

اور وہ اپنے غار میں سو برس ٹھیرے

ازْدَادُوْا تِسْعًا ۝۲۵ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا لَهٗ

ایک حساب میں نو سال زیادہ کیے انہوں نے فرما دیجئے اللہ ہی زیادہ یقینی جاننے والا ہے اس مذکورہ مدت کو جتنا وہ ٹھیرے اسی کے

نو اوپر تم فرماؤ اللہ خوب جانتا ہے وہ جتنا ٹھیرے اسی کے لیے ہیں

غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ

پاس ہے آسمانوں اور زمین کے غیب کا سب علم کس شان عظمت کا ہے وہ دیکھنے والا اور کس قوت کا ہے وہ سننے والا

آسمانوں اور زمینوں کے سب غیب وہ کیا ہی دیکھتا اور کیا ہی سنتا ہے

مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا يُشْرِكُ فِىْ

قسم ہے اس کی ان اصحاب کہف کیلئے اس ذات وحدہٗ لاشریک کے بغیر کوئی بھی ولی مددگار نہیں ہے اور نہیں شریک فرماتا وہ

اس کے سوا ان کا کوئی والی نہیں اور وہ اپنے حکم میں

حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ

اپنے فیصلوں میں کسی کو اور آپ بس اسی کو تلاوت فرمایئے منکرین کو سنا دیجئے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے آپکے

کسی کو شریک نہیں کرتا اور تلاوت کرو جو تمہارے رب کی کتاب

كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ

رب کی کتاب سے تاقیامت کوئی بھی اُس کے کلموں کو بدل نہیں سکتا اور ہرگز نہیں پاسکو گے تم

تمہیں وحی ہوئی۔ اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں اور ہرگز تم اس کے

مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾

اُس کے بغیر کوئی بھی بچنے کی جگہ

سوا پناہ نہ پاؤ گے

تعلق ــــ ان آیت کریمہ کا پچھلی آیت کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں اصحاب کہف کی تعداد کے متعلق لوگوں کے اختلاف کا ذکر ہوا تھا اب ان آیت میں اصحاب کہف کے ظاہر ہونے کا ذکر ہے جو پہلی بار سو کر اُٹھنے اور غار میں جاگنے پر ہوا اور اس سونے کی مدت بیان فرمائی جارہی ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں بتایا گیا تھا کہ اُن کی صحیح گنتی اللہ ہی جانتا ہے۔ اب اِن آیت میں فرمایا جارہا ہے کہ اُن کی نیند کی صحیح مدت بھی رب تعالیٰ ہی جانتا ہے نہ تعداد میں بحث مباحثہ مجادلہ مکالمہ کرو نہ سونے جاگنے کی مدت میں بحث مناظرہ کرو۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیتوں میں اصحاب کہف کا مختصر ذکر فرمایا گیا تھا۔ اب ان آیت میں اُس قصہ کے مقصدِ اصلی یعنی توحید و رسالت پر ایمان لانے کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔

تفسیر نحوی ــــ وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا. قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ. مَا لَهُمْ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖ اَحَدًا۔

واوٗ ابتدائیہ۔ لَبِثُوْا۔ باب سَمِعَ یا حَسِبَ کا ماضی مطلق صیغہ جمع غائب لُبث سے مشتق ہے بمعنی ٹھیرنا رہائش کرنا کسی کام میں تاخیر کرنا ھم مستتر اس کا فاعل مرجع اصحاب کہف فی جارہ ظرفیت مکانیہ کے لئے کہف اسم مفرد جامد بمعنی بڑا غار

ھم ضمیر نفسی بمعنیٰ اپنے یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے۔ لَبِثُوا کا۔ ثَلٰثَ اسم عددی مفرد بمعنی تین اضافت بیانیہ سے ہے
معرب مضاف ہے مِائَۃٍ اسم عددی مفرد بمعنیٰ سو یہ معرب نکرہ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی ممیز ہے سِنِیْنَ اسم جمع مذکر
سالم اس کا واحد ہے سَنَۃٌ یا سَنٌ بمعنیٰ ایک سال (بارہ ماہ) مفتوح ہے بوجہ تمیز ممیز تمیز مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اِزْدَادُوْا
باب اِفتعال کا ماضی مطلق مثبت معروف دراصل تھا اِزْتَیَدُوْا پہلی ی کو الف بنایا کیونکہ ماقبل مفتوح الف کو چاہتا ہے
پھر تَ کو ہم مخرج دال بنایا مگر دال کو تَ نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ دال اصلی ہے حرف علت نہیں تَ باب افتعال
کی وصلی ہے۔ اس کا مصدر ہے۔ اِزْدَادٌ۔ اِزْدِیَادٌ۔ اِزْتِیَادٌ اصلاً ہے۔ زَیْدٌ سے بنا ہے بمعنیٰ زیادہ ہونا مادہ لازم ہے
باب افتعال میں آکر متعدی ہوا۔ یعنی زیادہ کرنا۔ پانا گزارنا۔ یہاں پر معنیٰ مناسب ہے ھُمْ اس میں پوشیدہ اس کا
فاعل ہے مرجع اصحاب کہف۔ اسم مفرد عدد نکرہ معرب بمعنیٰ نو عدد منصوب ہے بوجہ مفعول اِزْدَادُوْا کا وہ جملہ فعلیہ
ہو کر معطوف ہوا سب علت مل کر مفعول فیہ ہے لَبِثُوْا کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ قُلْ۔ امر حاضر۔ قَوْلٌ
سے مشتق ہے اَنْتَ مستتر اس کا فاعل خطابی مرجع ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اللّٰہُ
مبتدا اَعْلَمُ اسم تفضیل مذکر ھُوَ مستتر اس کا فاعل مرجع اللہ بِ جارہ تعدیہ۔ مَا اسم موصول لَبِثُوْا ماضی جمع مذکر لَبْثٌ سے بنا ہے
ھُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع اصحاب کہف یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ۔ موصول صلہ مل کر مجرور متعلق ہوا اَعْلَمُ کا وہ جملہ اسمیہ
ہو کر خبر ہے مبتدا اللہ کی وہ مبتدا خبر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ ہوا۔ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو کر مکمل ہوا۔ لام جارہ ہٗ ضمیر واحد مذکر
مجرور اس کا مرجع اللہ ہے یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے ثَابِتٌ پوشیدہ کا۔ غَیْبُ اسم مفرد حاصل مصدر بمعنیٰ علم غیب
غیب وہ چیزیں ہیں جن کو حواس انسانیہ ظاہری و باطنی سے نہ جانا جائے مضاف ہے اَلسَّمٰوٰتِ اسم معرف باللام معطوف
علیہ واؤ عاطفہ اَلْاَرْضِ۔ معطوف۔ دونوں مل کر مضاف الیہ غَیْبُ کا یہ مرکب اضافی فاعل ہے پوشیدہ ثَابِتٌ کا۔ یہ جملہ
اسمیہ ہو کر مکمل ہوا بعض نے فرمایا یہ مقولہ دوم ہے قُلْ کا اَبْصِرْ اور اَسْمِعْ۔ کی ترکیب و معانی میں نحویوں کے چار قول ہیں۔
۱۔ یہ دونوں فعل تعجب ہیں دراصل تھا مَا اَبْصَرَہٗ وَمَا اَسْمَعَہٗ یہ بِ قسمیہ ہے۔ یا زائدہ۔ ہٗ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ترجمہ ہے۔
کیا ہی دیکھتا ہے۔ وہ اللہ اسی کی قسم ہے اور کیا ہی سنتا ہے اکثر مفسرین اور تفسیر جلالین اور اعلیٰ حضرت نے یہی
قول اختیار فرمایا ہم نے اسی قول پر ترجمہ کیا ہے۔ ۲۔ یہ دونوں فعل تعجب ہیں۔ بِ جارہ زائدہ بیانیہ ہے۔ ہٗ ضمیر فاعل
کے درجہ میں ہے۔ دراصل تھا مَا اَبْصَرَہٗ وَمَا اَسْمَعَہٗ ترجمہ ہے۔ کیا ہی بصیرت والا ہے وہ اللہ اور کیا ہی سماعت والا ہے۔
وہ اللہ ۳۔ یہ دونوں امر حاضر معروف واحد مذکر بِ جارہ ہٗ ضمیر مفعولیت کی جس کا مرجع ہے ہدایت یا واقعات یا قصے
ترجمہ ہے دیکھ ہدایت کو اور سن واقعات کو ۴۔ یہ دونوں فعل ماضی مطلق باب افعل سے واحد مذکر غائب بِ جارہ مفعولیت
کی مرجع واقعہ و قصے ہدایت اور فاعل ھُوَ پوشیدہ ضمیر اس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے ترجمہ ہے اللہ نے اپنے نبی حبیب کو
سارے واقعات اس وقت دکھا دیئے جب وہ ہو رہے تھے اور اب سنا دیئے (تفسیر جمل) نیز اگر ان کو فعل تعجب بنا کر

ترجمہ کیا جائے تو یہ تعجب مجازی ہے بندوں کے اعتبار سے یعنی کائنات کی عقلیں نبی کریم کی بصیرت و سماعت پر حیران ہیں۔ اور ترکیب میں یہ قُل کا مقولہ سوم ہے یا دونوں علیحدہ علیحدہ جملے مَا لَہُم۔ یہاں ثَبَتَ فعل ماضی پوشیدہ ہے لام جارّہ نفع کا ھُم ضمیر کا مرجع تمام مخلوق آسمان و زمین کی یہ جار مجرور متعلق اول ہے ثَبَتَ کا مِن زائدہ ہے دُونِ اسم معرب بمعنیٰ مقابل۔ ہ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ یہ مضاف و مضاف الیہ مجرور ہو کر متعلق دوم ہے۔ مِن جارّہ تنکیر یہ ولی۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ مددگار محافظ یہ جار مجرور متعلق سوم ہے ثَبَتَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ منفیہ ہو گیا مکمل۔ واؤ مرحلہ لَا یُشْرِکُ باب افعال کا مضارع منفی ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل مرجع اللہ تعالیٰ فی جارّہ ظرفیتہ باطنی مجازی کے لیے حکم اسم مفرد جامد بمعنیٰ قانون فیصلہ ارادہ ہ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ یہ جار مجرور متعلق ہے لَا یُشْرِکُ کا احدًا۔ اسم عدد تنکیری عمومی غیر معین بمعنیٰ کسی بحالت نصب مفعول بہ ہے لَا یُشْرِکُ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہو گیا ایک قرأت میں لَا تُشْرِکْ فعل نہی حاضر معروف ہے اس کا فاعل اَنْتَ ضمیر مستتر ہے۔ جس کا مرجع عام مسلمان ہے۔ وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا ۔ واؤ ابتدائیہ اُتْلُ بابِ نصر کا امر حاضر معروف اَنْتَ ضمیر واحد مرجع عام انسان مسلمان یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ تَلْوٌ سے بنا ہے ناقص واوی ہے بمعنیٰ زبان سے پڑھنا تلاوت کرنا۔ مَا موصولہ اُوْحِیَ بابِ اِفعال کا ماضی مجہول اس میں ھُوَ ضمیر پوشیدہ نائب فاعل مرجع مَا ہے اِلٰی جارّہ انتہاءِ غایت کے لیے۔ کَ۔ ضمیر واحد حاضر کا مرجع وَاتْلُ کا فاعل ہے یہ جار مجرور متعلق اول ہے اُوْحِیَ کا مِنْ ابتدائیہ یا تبعیضیت کا کِتَابِ اسم جامد کلام الٰہی کا صفاتی نام ہے بمعنیٰ المکتوب اسم مفعول کے درجہ میں بروزن فِعَالٌ مضاف ہے۔ رَبِّ مضاف کَ ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مضاف الیہ ہے۔ کتاب کا یہ سب مجرور ہو کر متعلق دوم ہے اُوْحِیَ کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر مفعول بہ ہے اُتْلُ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا لَا۔ حرفِ نفی جنس اَحَدٌ پوشیدہ، اس کا اسم مُبَدِّلَ۔ بابِ تفعیل کا اسم فاعل واحد مذکر اس کا مصدر ہے تَبْدِیْلٌ۔ بَدْلٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ متغیر کرنا۔ مٹا دینا۔ دوسرا لے آنا۔ یہاں ہر معنیٰ مناسب ہے۔ بابِ تفعیل میں آکر شدت پیدا ہوئی یعنی کوئی مخلوق کسی وقت کسی بھی لفظ حرف حرکت کو بدل نہیں سکتا۔ لام جارّہ مفعولیت کا کَلِمٰتِ جمع مؤنث سالم ہے اس کا واحد کلامٌ ہے یا کَلِمَۃٌ مراد الفاظِ قرآن ہیں۔ ہ ضمیر کا مرجع کتاب ہے ایک قول میں اللہ تعالیٰ ہے یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے مُبَدِّلَ کا جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے لَا کی ایک قول میں یہ اسم ہے اور اس کے بعد اَحَدٌ پوشیدہ اس کی خبر ہے ایک قول میں لِکَلِمٰتِہٖ اضافتِ لامیہ سے مضاف الیہ ہے مُبَدِّلَ کا لَا نفی اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مکمل ہوا لَنْ تَجِدَ نفی تاکید بلَنْ فعل مستقبل وَجْدٌ مثال واوی سے بنا ہے بمعنیٰ پانا۔ حاصل کرنا میسر ہونا متعدی بھی ہوتا ہے لازم بھی باب ضَرَبَ سے ہے۔ مِنْ۔ جارّہ زائدہ ہے دُونِ بمعنیٰ مقابل یہ لفظ آٹھ معنیٰ میں مشترک ہوتا ہے۔ ہ ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ ہے مرجع اللہ تعالیٰ۔ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے

لَن تَجِدَ کا۔ مُلتَحَدًا۔ بابِ افتعال اسم مفعول یا اسم ظرف ہے اسی باب کا۔ اس کا مصدر ہے اِلتِحَادٌ اس کا مادہ ہے۔ لَحدٌ بمعنی چھپنا۔ یا چھپانا۔ اصطلاح میں پناہ پکڑنا۔ کسی کی حمایت میں آنا۔ لحد میں (قبر میں) ڈالنا۔ کسی طرف جھکنا۔ مڑنا۔ پھرنا۔ لوٹ جانا۔ مُلحِد ہونا (بے دین ہو جانا) کسی کو کنکھیوں سے دیکھنا حفاظت میں آنا کسی طرف مائل ہونا یہاں پہلے لغوی معنی مراد ہیں۔ یعنی پناہ میں چھپنا۔ یا یہ مصدر میمی ہے۔ بحالتِ نصب ہے یا ظرف ہے لَن تَجِدَ کا۔ یا مفعول بہ ہے۔ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا ۔ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ۔ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ۔

اے پیارے نبی جب ہم نے اصحاب کہف کو غار میں سلا دیا۔ تو وہ سب اپنے اسی بڑے غار میں سوئے رہے پورے تین سو سال یہودیوں عیسائیوں کے شمسی حساب سے اور اہل عرب کے قمری حساب سے اُن اصحاب کہف نے نو سال اور زیادہ پائے۔ اے حبیب مکرم یہ حق سچی وہ مدت ہے جو پہلے سو کر اٹھنے کے وقت پوری ہوئی لیکن دوبارہ سونے کی مدت تو اس کی زیادہ چھان بین تفتیش کی ضرورت نہیں بلکہ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے اب تک کی اس مدت کو جب سے وہ دوبارہ سوئے ہوئے ہیں (از تفسیر فتح القدیر) بعض نے فرمایا کہ قُل کا تعلق اسی پہلی مدت سے ہے اور آیت کا تفسیری ترجمہ اس طرح ہے۔ اور اصحاب کہف اپنے غار میں تین سو نو سال ٹھیرے قمری سال کے حساب سے۔ یہ برحق مدت ہے ہذا علی الاعلان فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے اس بیان کردہ مدت کو جتنا وہ ٹھیرے۔ اسی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کے تمام غیب و پوشیدہ کا علم کیا ہی عظیم تر ہے اکبر و کبیر ہے وہ اللہ ہر خفی جلی۔ صغیر و کبیر۔ اصغر و اکبر بلند و پست۔ غیب و حاضر۔ موجود و معدوم۔ ظاہر و باطن کو دیکھنے والا۔ اور کیا ہی قادر و قدیر ہے وہ اللہ ہر اونچی نیچی۔ دور و نزدیک جہری و سری فریاد و التجا دعا و آرزو۔ آواز و الفاظ کو سننے والا۔ نہیں ہے مظلوموں بیکسوں۔ بے بسوں فریادیوں ملتجیوں خلوت نشینوں ان غاروں میں سونے والوں کا کوئی بھی اس رب تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار کارساز محافظ۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ اللہ رب سبحانہٗ اپنے کسی بھی حکم ارادے مشیت اور آسمانوں زمینوں کے فیصلوں میں کسی جن فرشتے انسان دیوی دیوتا کو شریک نہیں کرتا۔ نہ اس کا کوئی شریک ساجھی اور برابر کا بن سکتا ہے معاملہ آسمانوں کا ہو یا زمین کا غاروں کا ہو یا صحراؤں کا واقعہ موسیٰ علیہ السلام کا یا اصحاب کہف کا خضر علیہ السلام ہو یا ذوالقرنین کا بنی اسرائیل کے دو امیر و غریب نیک و بد بھائیوں کا ہو یا کفار مکہ کا۔ اس رب کے فیصلے اس کی اپنی ہی مرضی و مشیت پر موقوف ہیں۔ اکثر مفسرین تو اسی مسلک پر ہیں کہ وَلَبِثُوا (الخ) پورا قول اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور صحیح سچی حقی واقعی مدت کا بیان و اظہار ہے لیکن

بعض مفسرین اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ یہ بھی لوگوں کا اسی طرح اختلافی قول ہے۔ جس طرح اصحاب کہف کی تعداد میں پہلے تین قول مذکور ہوئے۔ ان لوگوں کی دلیل قُلِ اللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا کا فرمان ہے مگر یہ دلیل درست نہیں اولاً اس لیے کہ ابھی اس کی آیت ۲۲ میں اصحاب کہف کی تیسری اختلافی تعداد والی بات کا ذکر فرما کر بھی قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِھِمْ فرمایا گیا حالانکہ تیسری تعداد کو ان ہی مفسرین نے صحیح تسلیم کیا ہے ثابت ہوا کہ صحیح قول کے بعد بھی قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ (الخ) آسکتا ہے۔ پس اسی طرح یہاں بھی قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِھِمْ سے یہ استدلال صحیح نہیں۔ دوم اس لیے کہ قُلِ اللّٰہُ (الخ) وَازْدَادُوْا کی تاکید و تائید ہے نہ کہ خلاف جن اکثر مفسرین نے فرمایا کہ وَلَبِثُوْا فِیْ کَھْفِھِمْ رب تعالیٰ کا خبریہ کلام ہے اور یہ مدت صحیح و سچی ہے ان کی پہلی دلیل یہ ہے کہ۔ اختلافی اقوال فَلَا تُمَارِ (الخ) پر ختم ہو گئے۔ اگلی عبارت و آیت میں اختلافات کا ذکر نہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر وَلَبِثُوْا بھی لوگوں کی غلط بات ہوتی تو پہلے اختلاف کی طرح دو یا تین مرتبہ وَیَقُوْلُوْنَ فرما کر مختلف قول ذکر کیے جاتے۔ تیسری دلیل یہ کہ تاریخی و تفسیری اعتبار سے آج تک کسی یہودی یا عیسائی وغیرھم نے یہ تین سو سال کی مدت نہ بیان کی نہ کسی کتاب میں لکھی۔ نہ کسی مفسر نے ذکر کی۔ حالانکہ تعدادی اختلاف میں بتایا گیا ہے کہ کس نے اصحاب کہف کی تعداد تین بتائی کس نے پانچ اور کس نے سات بیان کی جیسا کہ ہم اوپر تفسیری حوالے سے بیان کر چکے ہیں چوتھی دلیل یہ کہ جب آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہود و نصاریٰ کے سامنے تلاوت فرمائیں تو نجران کے عیسائیوں نے کہا کہ تین سو سال تو صحیح ہیں مگر وَازْدَادُوْا تِسْعًا۔ یعنی نو سال کی زیادتی سمجھ نہیں آئی جس سے ثابت ہوا کہ یہ قول خود رب تعالیٰ کا ہے نصاریٰ نے اس کی تائید کی نہ کہ بیان پانچویں دلیل یہ کہ مدت بحث میں اب کچھ عیسائی پادریوں نے اختلاف کیا ہے۔ جن میں سے ایک بشپ جس میں سروچ شاہی ہے دوسرا لارڈ ولیم میور ہے تیسرا ایڈورڈ گبن ہے۔ لیکن انہوں نے بھی قرآن مجید کی بیان کردہ مدت سے اختلاف کیا اور کسی نے دو سو سال بیان کی کسی نے ایک سو اٹھاسی ۱۸۸ سال ان لوگوں کا کہیں تذکرہ نہیں جنہوں نے تین سو یا تین سو نو سال بیان کیے ان تمام دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ فرمان خود باری تعالیٰ کا ہے اور حتمی یقینی مدت ہے نہ کہ لوگوں کی اختلافی اور جن ہیں وغیرہ کی بیان کردہ مدت سب جھوٹی ہے۔ ہمارے جن اردو خواں مفسرین نے قرآن مجید کی اس بیان کردہ مدت کے ہوتے ہوئے پھر بھی دو سو سال یا ڈیڑھ سو سال کی رٹ لگائی ہے وہ بیچارے عقل کے کورے اور گمراہ ہیں۔ وَازْدَادُوْا تِسْعًا کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ سوالات اصحاب کہف وغیرھم کے بارے میں کرنے والے یہود و نصاریٰ اور یہودیوں عیسائیوں سے پوچھ کر بارگاہ نبوت میں اٹھانے اور ادا کرنے والے اہل عرب مکی تھے اور شروع زمانوں سے یہودی عیسائی اہل فارس اور عجمی لوگ شمسی حساب سے اپنے سال مہینے بناتے ہیں لیکن اہل عرب ہمیشہ قمری حساب سے سال مہینے بناتے چلے آرہے ہیں اس لیے یہاں دونوں کے حساب کا ذکر فرما دیا گیا تاکہ اصحاب کہف کی مدت قیام و نوم کا دونوں کو پتہ لگ جائے دونوں کی تسلی ہو جائے۔ تو تین سو ۳۰۰ سال یہود و نصاریٰ کے شمسی حساب سے بنتے ہیں۔

اسی لیے نجران کے عیسائیوں نے اس کی تصدیق کر دی اور نو سال اوپر قمری حساب سے بنتے ہیں امام علم الاوقات
حضرت حکیم الامت بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا حساب اس طرح درست نکالا ہے کہ قمری سال کے ایام تین ۳۵۴
سو چوّن بنتے ہیں۔ اس لیے کہ قمری چھ ماہ انتیس۲۹ دن کے ہوتے ہیں اور چھ ماہ تیس۳۰ دن کے ہوتے ہیں اس ترتیب سے
کہ ایک مہینہ تیس کا ایک انتیس کا اس طرح سال پورا ہوتا ہے۔ آج کل مشہور اور رائج شمسی سال جنوری فروری اسس
کے تین سو پینسٹھ دن ہوتے ہیں اس طرح کہ اس کے بارہ ماہ میں ایک ماہ فروری اٹھائیس دن کا اور چار۴ ماہ ۱ اپریل
۲ جون ۳ ستمبر ۴ نومبر تیس۳۰ دن کے اور سات مہینے ۱ جنوری ۲ مارچ ۳ مئی ۴ جولائی ۵ اگست ۶ اکتوبر
۷ دسمبر اکتیس۳۱ دن کے۔ اس حساب سے قمری سال شمسی سال سے گیارہ دن کم ہوتا ہے اور ایک صدی میں
شمسی تو پورے سو سال بنے لیکن قمری حساب سے ایک صدی اور گیارہ سو دن بنے اور گیارہ سو دن کے
تین سال تین ماہ اور سولہ دن بنے (۲۹ و ۳۰ کے مہینوں سے)۔ اس گنتی سے شمسی پوری تین صدیوں کے قمری تین
صدیاں نو سال دس مہینے اٹھارہ دن بنتے ہیں۔ اور اس میں لیپ کے ہر سال میں چار دن ایک صدی میں پچیس۲۵ دن
یا چوبیس۲۴ دن کے حساب سے بہتر۷۲ دن ۳ صدی میں دن یعنی دو مہینے گیارہ دن اور نکالو باقی تین سو نو سال آٹھ مہینے گیارہ
دن باقی رہ جاتے ہیں۔ چونکہ دسواں سال پورا نہیں اس لیے رد کیا گیا۔ اصطلاحاً اور قانوناً نو سال ہی کہا جائے گا مہینوں
دنوں ہفتوں کی زیادتی کو شمار نہیں کیا جاتا اس لیے وَازْدَادُوْا تِسْعًا فرمانا بالکل درست ہے بعض مفسرین نے
اس ہماری بیان کردہ آٹھ ماہ کی زیادتی کی بنا پر فرمایا کہ چونکہ حساب میں نو سال سے زیادہ دن بنتے ہیں اس لیے یہ فرمان
رب تعالیٰ کا نہیں ہو سکتا ہم یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ حساب میں تو نو سال سے زیادہ بنے مگر رواج میں تو ان کو نو سال
ہی کہا جائے گا۔ ہاں اگر نو سال اور بارہ مہینے پورے ہو جاتے تو وَازْدَادُوْا تِسْعًا کہنا غلط ہوتا۔ اور یہ
رواج تو ہمارے معاشرے میں بھی عام مرسّم و مروج ہے کہ اگر کسی کی عمر نو سال پانچ ماہ ہو تو اس کو نو سال ہی گنے
جاتے ہیں۔ دیکھو علماء علم نجوم حساب میں ایک شمسی سال ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ ۴۶ سیکنڈ ہوتے ہیں مگر
کہا یہی جاتا ہے کہ سال کے تین سو پینسٹھ دن ہیں اس طرح یہاں وَازْدَادُوْا تِسْعًا۔ میں ہے۔ لہٰذا اعتراض
غلط خدشہ بیکار نیز یہ حساب تو آج کل کے مروجہ جنوری فروری والے شمسی سال سے کئے گئے ہیں اس کے علاوہ
بھی شمسی مہینے مختلف زمانوں میں مختلف قوموں کے اندر مروّج رہے۔ جیسے کہ اہل فارس میں سن جلالی کے شمسی مہینے
۱ پہلا مہینہ اردی بہشت ۲ دوم آذر ماہ ۳ فروردین ماہ وغیرہ (از دیباچہ گلستان صفحہ ۱) اور پنجاب میں بکرمی
سن کے شمسی مہینے ۱ چیت ۳۲ دن ۲ بیساکھ ۳۱ دن ۳ جیٹھ ۳۱ دن ۴ ہاڑ (اساڑھ) ۳۲ دن ۵ ساون
۳۱ دن ۶ بھادوں ۳۱ دن ۷ اسوج (اسّیں) ۳۰ دن ۸ کاتک ۳۰ دن ۹ مگھر ۳۰ دن ۱۰ پوس (پوہ)
۲۹ دن ۱۱ ماس (ماہ) ۳۰ دن ۱۲ پھاگن ۳۰ دن ان مہینوں کا سال تین سو چھیاسٹھ۳۶۶ دن کا بنتا ہے اس حساب سے

قمری سال گیارہ دن زیادہ بنتا ہے اور اس کی صدی میں قمری ایک سو تین سال دس ماہ دو دن اور تین صدی میں تین سو گیارہ سال چھ ماہ چھ دن بنتے ہیں۔ معلوم اُس وقت کے یہود و نصاریٰ میں کونسا شمسی سال مروج تھا جب یہ سورتِ کہف اور یہ آیت نازل ہوئیں ہو سکتا ہے کہ اُس وقت کے شمسی قمری میں پورے نو سال کا فرق ہو جاتا ہو۔ اگر یہ بات ہو تو وَ ازْدَادُوْا تِسْعًا کہنا بالکل ہی درست ہے۔ وَاتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا۔ اور یہ دنیا والے اپنی تاریخوں کتابوں اندازوں تخمینوں وہموں۔ خیالوں۔ گمانوں۔ بناوٹی عقیدوں سے جو چاہیں واقعاتِ عالم قصصِ بلدان۔ حکایات۔ انسان کے بارے میں کہتے پھریں مگر اے پیارے نبی آپ اور آپ کی اُمت تا قیامت ہر واقع قصے اور تذکرے اور سچے حقیقی علم و معلومات کے لیے صرف اسی قرآن مجید کی تلاوت فرمایا کریں اور ہر اپنے پرائے کو سنایا کریں جو وحی فرمائی گئی ہے۔ آپ کی طرف آپ کے رب کی کتاب سے فقط یہی کتاب کائناتِ عالمین میں ایسی سچی مضبوط محقق مدقق مکمل۔ مجمل۔ منزل ہے۔ کہ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ دنیا جہان۔ زمین و آسمان میں کوئی مخلوق جن انسان فرشتہ اس کے کلموں۔ لفظوں۔ حرفوں۔ بلکہ زیر۔ زبر کو بھی بدل نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے تمام قصے واقع۔ تذکیر و تبشیر و تمثیل و قوانین۔ مسائل و احکام تا قیامت بالکل ایک سی صورت میں قائم و دائم ہیں۔ یہی رب تعالیٰ کی رحمت برکت کرم فضل۔ سچائی۔ مضبوطی قوت و ہمت حفاظت کا بڑا دروازہ ہے اور پھر اُس دروازے سے ہٹ کر بچ کر دور ہو کر کوئی جا کہاں سکتا ہے۔ اس کے بغیر تو آپ کسی کے لیے کوئی ٹھکانہ۔ پناہ گاہ پا سکتے ہی نہیں۔

فائدے ان آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ۔ جو چیز اللہ تعالیٰ بیان فرمادے بس وہی سچی اور حق بات ہے اس کے علاوہ اپنی بات نکالنی یا کسی دوسرے کی بات کو معتبر سمجھ لینا گمراہی ہے۔ یہ فائدہ وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ (الخ) کے بعد قُلِ اللّٰهُ کے تائیدی جملے ارشاد فرمانے سے حاصل ہوا۔ لہٰذا جو لوگ مسلمان ہو کر یہ کہتے ہیں کہ اصحاب کہف اپنے غار میں دو سو سال یا ڈیڑھ سو سال یا ایک سو اٹھتر سال سو کر اٹھے اور قرآن مجید کی اس مدت مذکورہ کو اختلافِ مفسرین کی آڑ لیکر احتمالی قول قرار دیتے ہوئے ماننے پر تیار نہیں وہ گمراہ ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اصحابِ کہف کی نیند کے لیے جس مدت کو پسند کیا اُس کے صحیح اور سچا ہونے کی کونسی دلیل و تحقیق ہے۔ آج کل کی اردو اور انگلش تفسیروں میں اس طرح کی غلطیاں عام دیکھنے میں ملتی ہیں مولیٰ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو سچی سمجھ عقل و فہم۔ عطا فرمائے۔ اے میرے رب رحیم و کریم میرے قلم کی تو ہی حفاظت فرمانے والا ہے اس کی بھی تیرے سوا کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ دوسرا فائدہ۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنا عبادت اور باعثِ اجر و ثواب ہے۔ اگرچہ سمجھ نہ آئے۔ یہ فائدہ وَاتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ (الخ) کے عمومی تا قیامت حکم سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ قرآن مجید یا پہلی آسمانی کتابوں کو کوئی انسان بدل نہیں سکتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ خود اپنی کتابوں کو

بدل بھی سکتا ہے منسوخ بھی کر سکتا ہے اور اپنے کلمات کو روئے زمین سے اٹھا اور چھپا بھی سکتا ہے جیسا کہ توریت و زبور و انجیل کو رب تعالیٰ نے مکمل طور پر دنیا سے اٹھا لیا یہاں تک کہ ان کی زبانیں اور لغوی الفاظ بھی دنیا سے ختم کر دیئے گئے اور قریب قیامت قرآن مجید کو بھی اللہ تعالیٰ زمین سے اٹھائے گا یہ فائدہ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ فرمانے سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ۔ سورۂ کہف کی دو خصوصی شانیں وہ ہیں جو کسی دوسری سورت میں نہیں ایک یہ اس سورۃ میں مکمل و مفصل طور پر تین قصے ذکر فرمائے گئے۔ ۱ اصحاب کہف کا قصہ ۲ خضر علیہ السلام کا واقعہ ۳ حضرت ذوالقرنین اور سدِ سکندری یاجوج و ماجوج کا واقعہ۔ دوسری خصوصیت یہ کہ اس سورۃ کہف کے بعد کسی سورۃ میں کوئی خصوصی و مکمل ایسا واقعہ مذکور نہ ہوا جو پہلے سیپاروں سورتوں میں مذکور نہ ہو چکا ہو یہ فائدہ وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اور مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ فرمانے اور پوری سورۃ کے طرز بیانی سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ مسلمانوں کو جس طرح اسلامی قمری سال اور چاند کے مہینوں سے اپنے دن رات ماہ و سال سبوع و ایام کا حساب لگانا جائز و ضروری ہے اس طرح شمسی مہینوں سے بھی حساب بنانا شمسی تاریخوں کے مطابق کام کرنا جائز ہیں یہ مسئلہ وَازْدَادُوْا تِسْعًا فرمانے سے مستنبط ہوا۔ دیکھو رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں شمسی حساب بھی بیان فرما دیا اور قمری حساب بھی اس لیے محرم صفر سے حساب کرنا اور نظام الاوقات مرتب کرنا بھی جائز بلکہ لازم و ضروری واجب ہے اور جنوری فروری بھی استعمال کرنا اور اس کی تواریخ سے نقشہ اوقات مقرر کرنا جائز ہے ہمارے بعض عمر رسیدہ علما جو جنوری فروری استعمال کرنے کو برا سمجھتے ہیں وہ ٹھیک نہیں۔ خیال رہے کہ دنیا میں قمری مہینے صرف محرم۔ صفر۔ ربیع الاول۔ ربیع الآخر۔ جمادی الاول۔ جمادی الآخر۔ رجب۔ شعبان۔ رمضان۔ شوال۔ ذوالقعدہ۔ ذی الحج۔ ہیں۔ اور ان کو صرف اہل عرب نے استعمال فرمایا اور یہ نام ابراہیم علیہ السلام یا حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دنیا عرب میں جاری فرمائے اور حضرت آدم علیہ السلام جنت سے یہ نام لے کر آئے۔ عرب کی طرف سے ہی یہ نام اسلام نے اپنی تاریخ اور سن ہجری بنانے کے لیے منتخب فرمائے اللہ کی بارگاہ میں بھی یہ نام مقبول ہیں۔ دیگر قوموں نے شروع سے آج تک صرف شمسی رفتار پر اپنے مہینے بنائے اس وقت دنیا میں تین قسم کے سن مشہور ہیں ۱ سن عیسوی ۲ سن جلالی فارسی میں ۳ سن بکرمی پنجاب میں یہ تینوں شمسی ہیں اور ان کے مہینوں کے نام بادشاہوں کے منتخب کردہ ہیں سن عیسوی جو یورپ اور یورپ کے تسلط والے علاقوں میں رائج یہ نام مختلف بادشاہوں کے نام رکھے گئے اس کی تفصیل ہمارے فتویٰ العطایا میں دیکھیے سن جلالی جلال الدین سلجوقی بادشاہ نے جاری کیے۔ اور سن بکرمی بکرماجیت راجہ ہندو نے جاری کیے یہ مہینے موسموں کے نام پر بنائے گئے اس میں سال سب سے زیادہ ہوتے ہیں یعنی ۳۶۷ دن خیال رہے کہ مسلمانوں کو شمسی قمری دونوں حساب کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ مسلمانوں کی کچھ عبادتیں تاریخی ہیں جن کا تعلق چاند

سے ہے مثلاً عید الفطر۔ حج بقر عید۔ فرضی روزے زکوٰۃ۔ محفل میلاد۔ شب معراج۔ لیلۃ القدر۔ شب برائت وغیرہ کے نوافل اور نفلی روزے۔ کچھ عبادتیں وقتی ہیں۔ جن کا تعلق سورج سے ہے مثلاً فرض۔ واجب نمازیں۔ سنت نفل وغیرہ نفلی فرضی روزے کی ادائیگی یوم عرفہ کا قیام اور دیگر تمام تاریخی عبادتوں کی ادائیگی۔ دوسرا مسئلہ۔ اگر کوئی شخص عربی زبان میں اس طرح قسم کھائے کہ وَاللّٰہِ لَا اَبِیْتُ ھٰذَا الدَّارَ یا اردو میں اس طرح کہے کہ اللہ کی قسم میں اس گھر میں نہیں ٹھیروں گا اور وہ ایک دفعہ سوتے ہوئے اس گھر میں لایا جائے یا نیند میں چلنے کا عادی سوتے میں چل کر اس گھر میں آجائے تو مسلک حنفی میں وہ حانث ہو جائے گا اور اس کی قسم ٹوٹ کر ختم ہو جائے گی اور قسم دائمی نہ ہو گی۔ لیکن اس پر کفارہ اس لیے نہ پڑے گا کہ وہ اپنے اختیار میں نہیں۔ دائمی اس لیے نہیں کہ قسم والے نے دوامی لفظ کوئی نہیں بولا اگر پھر وہ جاگتے میں چلا جائے تو حانث نہ ہو گا کیونکہ قسم پہلے ہی ختم ہو گئی ہے۔ یہ مسئلہ وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا کہ رب تعالیٰ نے اصحاب کہف کے سونے کو لبث فرمایا۔ تیسرا مسئلہ۔ قرآن مجید کی تلاوت نماز میں تو فرض فرمائی گئی ہے لیکن نماز کے علاوہ ہر مسلمان مرد اور عورت پر لازم اور واجب ہے۔ اس لیے اگر کوئی خاص مجبوری یا ممانعت شرعیہ نہ ہو تو ہر دن جتنی بھی ہو سکے قرآن مجید کی تلاوت ضرور کرے اگر سب اہل خانہ نے تلاوت ترک کر دی تو سب گناہ گار ہوں گے یہ مسئلہ وَاتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ (الخ) امر کے فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ صیغۂ امر اپنے اصل معنی میں وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں۔ کہ حافظ لوگ یا تیز پڑھنے والے چالیس دن میں قرآن مجید ختم کیا کریں۔ لیکن آہستہ پڑھنے والا اپنے وقت اور اختیار سے جتنا چاہے پڑھ لیا کرے۔ چوتھا مسئلہ۔ قرآن مجید کو صحیح صحیح بالکل درست پڑھنا واجب ہے۔ اگر پڑھنے میں ایک غلطی بھی ہو گی تو گناہ اور نقصان ہو گا۔ یہ مسئلہ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ اور لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ کی اقتضاء النص سے مستنبط ہوا یعنی ان ہی لفظوں حرفوں کلموں کو تلاوت کرو جو وحی ہوئے ہیں۔ ان میں زیر زبر شد مد اور ادائیگی حروف کی بھی تبدیلی نہ کرو۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ۔ سنین جمع فرمایا گیا چاہیے تھا کہ سَنَۃً فرمایا جاتا۔ کیونکہ نحوی قاعدے کے مطابق مِائَۃ کی وحدت کا لحاظ رکھتے ہوئے ہمیشہ واحد اسم لایا جاتا ہے۔ جواب۔ اس کے تین جواب مفسرین نے ارشاد فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ لفظ سنین تمیز ہے ثَلٰثَ مِائَۃ کی اس لیے جمع لانا ضروری ہے۔ دوم یہ کہ ثلٰث مائۃ کے ابہام کی وجہ سے سوال پیدا ہوتا تھا کہ تین سو کیا ہیں۔ دن۔ یا ہفتے یا مہینے۔ تو اس کا جواب دیا گیا کہ دن مہینے ہفتے نہیں بلکہ سنین یعنی سال اس لیے یہاں لفظ سنین کا تعلق ثلٰث مائۃ سے نہیں بلکہ اس پوشیدہ سوال کا جواب ہے۔ سوم یہ کہ پہلے اجمالی طریقے سے فرمایا گیا۔ فَضَرَبْنَا عَلٰۤى اٰذَانِهِمْ فِی الْكَهْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا۔ یہاں چونکہ اسی اجمال کی تفصیل مقصود ہے

اس لیے یہاں بھی سِنِیْنَ فرمانا بہت ضروری تھا۔ اور بتایا یہی گیا کہ ہم نے تین سو سال تک فَضَرَبْنَا عَلٰۤى اٰذَانِهِمْ ان کے کانوں پر تھپکی لگائی اور سلایا اور نیند کے بعد اٹھے۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَازْدَادُوْا تِسْعًا اتنی لمبی عبارت کیوں بولی گئی اس طرح کہہ دیا جاتا ثَلٰثَمِائَةٍ وَّتِسْعَ سِنِیْنَ۔ یعنی تین سو نو سال غار میں ٹھیرے رہے۔

جواب۔ تِسْعَ سِنِیْنَ کہنے میں وہ مقصد حاصل نہ ہوتا جو یہاں بتانا مقصود ہے اس لیے کہ اصحاب کہف کے ٹھیرنے کی مدت تو ایک ہی ہے مگر حساب دو قسم کا ہے۔ اور وہ لوگ جن کو یہ سب واقعہ سنایا بتایا جارہا ہے وہ بھی دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ یہود و نصاریٰ کا جو شمسی حساب پر چلتے ہیں۔ دوسرا گروہ کفارِ عرب کا جو قمری حساب پر چلتے ہیں۔ دونوں کو ان کے اپنے اپنے حساب سے سمجھانا تھا تاکہ صحیح بات ہر ایک کا ذہن قبول کرلے اسی وجہ سے دو حساب فرمائے گئے ایک حساب تین سو سال دوسرا حساب تین سو کے اوپر نو سال اور زائد۔ پہلے سال شمسیہ ہیں یہود و نصاریٰ کے نقشۂ اوقات کے مطابق دوسرے زائد سال قمری ہیں۔ اہلِ عرب کے حساب کے مطابق۔ اگر ساتھ ہی تسعین فرما دیا جاتا تو صرف عربی مدت ظاہر ہوتی۔ اور مخالف گروہ کا ذہن قبول نہ کرتا۔ تیسرا اعتراض۔ آپ لوگ کہتے ہیں کہ آیت منسوخ بھی ہوتی رہی ہیں اور آیت سے آیت اور حدیث سے آیت منسوخ ہوسکتی ہے یہ سخت غلط ہے قرآن مجید کے خلاف ہے قرآن پاک نے صاف فرمادیا۔ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ یعنی اُس کی آیتیں تبدیل نہیں ہوسکتیں۔ (چکڑالوی منکرِ حدیث)

جواب۔ معترض کا اعتراض محض جذباتی ہے۔ آیت مبارکہ کے الفاظ میں غور نہیں کیا گیا۔ آیت کے الفاظ ہیں۔ لَا مُبَدِّلَ یہاں دو باتیں قابلِ غور ہیں ایک یہ کہ تبدیلی کیا ہے دوم یہ کہ لَا مُبَدِّلَ فرما کر کس کی نفی کی جارہی ہے۔ اولاً یہ سمجھنا ضروری ہے کہ تنسیخ اور تبدیلی میں بہت فرق ہے۔ تبدیلی کا معنیٰ ہے ختم کرنا ہٹانا بدلنا۔ آگے پیچھے کرنا بے موقعہ کردینا۔ اور تنسیخ کا معنیٰ ہے کسی قانون اور حکم کی آخری مدت بیان کرنا یعنی یہ حکم یہ قانون بس اب تک کے لیے تھا یہ خبر آیت سے بھی دی جاسکتی ہے اور حدیث سے بھی یہی معنی ہے حدیث سے آیت کے منسوخ ہونے کا نسخ بیان ۱ قسم کا ہے لفظوں کا منسوخ ہونا ۲ معنیٰ کا منسوخ ہونا۔ ۳ دونوں کا منسوخ ہونا ۴ آیت کا آیت سے منسوخ ہونا ۵ آیت کا حدیث سے منسوخ ہونا ۶ حدیث کا آیت سے منسوخ ہونا۔ ۷ حدیث کا حدیث سے منسوخ ہونا آیتِ قرآنیہ سے ہر قسم کا نسخ جائز اور واقع ہے لیکن حدیث سے صرف معنیٰ کا نسخ ہوتا ہے۔ یہاں تبدیلی کا ذکر ہے نہ کہ نسخ کا لہٰذا نسخ پر اعتراض کرنا نادانی ہے دوم فرمایا کہ کوئی مخلوق میں سے تبدیل کرنے والا نہیں یعنی قرآنِ مجید مخلوق کی دست برد سے محفوظ کیا ہوا ہے۔ خود باری تعالیٰ ہر طرح کی تبدیلی پر قادر و قیوم ہے لہٰذا اعتراض ختم ہوگیا۔ چوتھا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ (الخ) یعنی صرف کتاب اللہ کو ہی مدِ نظر رکھو تمام مسائل اُس کی واضح عبارتوں سے حاصل کرو۔ ثابت ہوا کہ قیاس کرنا اور قیاسی مسئلے جاری کرنا غلط ہے (وہابی غیر مقلد) جواب کیا عجیب اعتراض ہے یعنی جس چیز کے خود مرتکب ہو رہے ہیں۔ اسی کا اعتراض کررہے ہیں۔ تمام قیاس عقلی دلائل کا نام ہے اور یہ کہنا کہ اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ سے یہ ثابت ہو رہا

ہے یہ بھی معترض کی عقلی بات ہی ہے مگر چونکہ اوندھی عقل ہے اس لیے ثبوت بھی اوندھا ہی کیا جا رہا ہے حقیقت یہ ہے کہ اتلُ ما اُوحِیَ سے ہرگز یہ بات ثابت نہیں ہوتی بلکہ قیاس اور تلاوت کا تو دور کا بھی واسطہ و تعلق نہیں ہے۔

پانچواں اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا لَا مُبَدِّلَ (الخ) دوسری آیت میں ہے۔ بَدَّلْنَآ اٰیَۃً مَّکَانَ اٰیَۃٍ یعنی ایک جگہ فرمایا کوئی تبدیلی کرنے والا نہیں۔ اور اس دوسری آیت میں فرمایا کہ ہم تبدیلی کرنے والے ہیں۔ یہ تعارض کیوں ہے؟

جواب۔ یہ تعارض نہیں بلکہ فاعل کی تقسیم ہے۔ اس طرح کہ مخلوق میں لَا مُبَدِّلَ ہے لیکن خود اللہ تعالیٰ کے لیے بَدَّلْنَا ہے۔ وہ مالک و مختار ہے یعنی اختیار والا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ لَا مُبَدِّلَ کا معنیٰ ہے دوسرا قرآن لانے والا کوئی نہ اس میں تغیر کرنے والا کوئی ہے۔ اور بَدَّلْنَا کا معنیٰ ہے کہ ہم اپنے احکام کی آیتیں منسوخ کرتے رہتے ہیں گویا کہ تغیر کی نفی ہے۔ اور تنسیخ کا ثبوت ہے۔ ناسخ و منسوخ کا پورا بیان ہمارے فتاویٰ العطایا میں دیکھیے۔

چھٹا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا لَا یُشْرِکُ فِیْ حُکْمِہٖٓ اَحَدًا۔ اللہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ جس سے ثابت ہوا کہ کسی کو حاکم بنانا منع ہے کسی کا حکم ماننا گناہ ہے لیکن دوسری آیت میں ہے۔ فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ۔ (الخ) یعنی حاکم اور فیصلہ کرنے والے بناؤ۔ یہ تعارض کیوں؟ **جواب۔** اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں مجازی اور حقیقی کا بیان ہے کہ لَا یُشْرِکُ (الخ) میں حقیقی حاکم۔ حکم اور فیصلے کا ذکر ہے۔ اور فَابْعَثُوْا حَکَمًا میں مجازی حکم کا ذکر ہے دوم یہ کہ لَا یُشْرِکُ میں رب تعالیٰ کے اپنے قانونی اور قدرتی ازلی ابدی فیصلوں کا ذکر ہے اور فَابْعَثُوْا میں دنیوی جھگڑوں فیصلوں کا ذکر ہے کہ دنیا کے لوگ رب کے قانون کے مطابق فیصلہ کریں۔

ساتواں اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا جس سے ثابت ہوا کہ کسی بھی مصیبت میں اللہ کے سوا کوئی بچانے والا نہیں۔ لیکن دوسری آیت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا اُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ (الخ) میں اندھوں کوڑھوں کو اچھا اور تندرست کرتا ہوں۔ یہ تعارض کیوں ہے؟ **جواب۔** یہاں اللہ کے مقابلے کا ذکر ہے اور وہاں رب تعالیٰ کے اذن اور اجازت سے امداد کرنے اور بچانے کا ذکر ہے۔ اپنی اپنی جگہ دونوں درست ہیں کوئی تعارض نہیں۔ مقصد ہے کہ دیوی دیوتا بت اور مورتیں جھوٹے معبود کچھ نہیں کر سکتے۔ لیکن انبیاءِ عظام علیہم السلام اور ان کی غلامی کا صدقہ اولیاء اللہ سب کچھ کر سکتے ہیں بچا سکتے ہیں پناہ دے سکتے ہیں سو ان دونوں آیتوں سے حق و باطل میں فرق کر دیا گیا۔

تفسیر صوفیانہ سَیَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَۃٌ رَّابِعُھُمْ کَلْبُھُمْ وَیَقُوْلُوْنَ خَمْسَۃٌ سَادِسُھُمْ کَلْبُھُمْ رَجْمًا بِالْغَیْبِ وَیَقُوْلُوْنَ سَبْعَۃٌ وَّثَامِنُھُمْ کَلْبُھُمْ قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِھِمْ مَّا یَعْلَمُھُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ۔

عن قریب کہیں گے وادیِ ظلمات خواہشات میں بھٹکنے والے کہ قابِ خلوت کے کہفِ لذات میں صرف تین ہی

لطائف ہیں۔ ۱ نظر عملی ۲ اور فکر۔ قواءِ روحانیہ کا ان میں چوتھا لطیفہ نفس مغلوب ہے۔ اور کچھ اہل ظاہر وادی حیرت میں جب ذرا قریب منزل ہونگے تو کہیں گے کہ قواءِ روحانیہ کے لطائفِ اسرارِ خلوت پانچ ہیں ۱ حسِ مشترک ۲ تخیل ۳ فکر ۴ نظر ۵ عمل اور چھٹا ان کا کلب نفس ہے۔ یہ ہیں اہلِ ہوا و ہوس کے تصوراتِ باطل اور یقین سے خالی ظن و گمان۔ اور کچھ خیالاتِ باطنی والے کہیں گے کہ لطائفِ جسمانیہ سات ہیں ۱ نظری ۲ فکری ۳ علمی ۴ عقلی ۵ ذکر ۶ شکر ۷ اور عالمِ ناسوت کا محافظ چوکیدار حسِ مشترک۔ اور آٹھواں لطیفہ بری نفس مغلوب کا کتا ہے۔ یہ سب اقوال وادیِ طلب کے مسافرانِ بے منزل ہیں۔ فرمادے اے قلب مسعود کہ ان اسرار باطنی کو میرا رب خالق و مولیٰ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے صحراءِ معرفت اور بیابانِ عشق کے ان خلوت نشینوں کو تھوڑے ہی لوگ جاننے والے ہیں جن کو رب تعالیٰ نے حقیقت و صداقت کے خزانے بخشے ہیں اسی علم کا نام جذب و سلوک ہے اے طالب مولیٰ عہدِ اَلَسۡتُ کو یاد رکھ اور پورا نباہ طریقت میں عہد کو توڑنا ایسا ہی برا ہے جس طرح شریعت میں مرتد ہونا مخلص وہ ہے جو ایک دفعہ اپنے رب سے عہد بنائے تو پھر نہ توڑے۔ طالب حق کو چاہیئے کہ اصحاب کہف کا راستہ اختیار کر کے ویرانۂ معرفت کے غاروں میں جا چھپے اور دامانِ آرزو کو بہت نہ پھیلائے صرف حلال سے غرض رکھے۔ اپنے مستقبل کا خیال بالکل چھوڑ دے اہل دنیا کی صحبتوں سے طالب کو بالکل بچنا چاہیئے۔ دقیانوسِ باطل کا قرب قتلِ روحانی کا زہریلا تیغ ہے۔ اگر تو تقربِ الٰہی چاہتا ہے تو اپنے مال دنیوی اور خزانۂ اعمال کو اپنے قلبی خزانچی کے سپرد کر دے اور اپنے سے دور کر دے تلاشِ الٰہی میں محبتِ خلائق سے اپنے دل کو بالکل خالی اور دور کر دے فقط اللہ کا خوف تقویٰ اور اطاعت کو اپنے اوپر لازم کر لے۔

فَلَا تُمَارِ فِیۡهِمۡ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا وَّ لَا تَسۡتَفۡتِ فِیۡهِمۡ مِّنۡهُمۡ اَحَدًا ۔ وَلَا تَقُوۡلَنَّ لِشَیۡءٍ اِنِّیۡ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰهُ۔

اے طالبِ عقلی راہِ طلب کے مجاہدے مکاشفے میدانِ لہو و لعب نہیں ہیں اقوالِ باطنی اور واردات لطائف کے واقعات میں اہل ریا سے بحث و مکالمہ نہ فرما۔ مگر صرف اتنا ہی ظاہر کر جو کاسۂ قلب جذبات سے خود چھلک جائے یہ تو فقط عطاءِ ربانی ہیں ان لطائف کے قبض و بسط میں نادانوں کم عقلوں سے تحقیق و تفتیش کے فتوے طلب نہ کر اس وادیِ خاردار میں اپنی قوتِ عقلی کے گھوڑے نہ دوڑا اپنے ہر فعل کو مشیتِ ایزدی کے سپرد کر دے اس طرح کہ کبھی بھی مستقبل صبح ڈھولا در بقاءِ ذات کے کل کے متعلق نہ کہہ کہ میں اپنے نفس و حواس سے یہ کر دوں گا تمام حاجتیں بس اللہ کے سپرد کر دے اسی سے طلب کرتا رہ۔ دروازۂ محبوب پر دامنِ عجز پھیلا دے کیونکہ یہی مشیتِ الٰہی کا مرکزِ اجماعی ہے یہی توحید کلی ہے اللہ کے سوا کسی پر اعتماد نہ رکھ۔ اپنے پر بھی کل کا بھروسہ نہ کر شریعت میں تین پہر کے بعد کل ہوتی ہے مگر اصطلاح صوفیا میں ہر دوسری آن اور ساعت حیاتِ مفقود

کی کل ہے۔ اس کل کا سورج توحید باری تعالیٰ ہے اور اس کل کا چاند نور رسالت و نبوت۔ اے بندۂ اخلاص اسی چاند و سورج کی روشنی کو لازم پکڑ۔ اسی سے رازِ انشاء اللہ قلبِ مومن پر آشکارا ہوتا ہے۔ ہر مومن کے لیے ہر حال میں تین چیزیں لازم و ضروری ہیں۔ ۱ حکم الٰہی کی تعمیل۔ ۲ ممنوعاتِ شریعت سے ہر حال و کیفیت میں دور۔ تیسرے یہ کہ قضاءِ الٰہی پر راضی۔ تصوف کا پہلا قدم یہ ہے کہ ان تینوں سے خالی نہ رہے۔ اور یہ سب سنتِ نبوی کی پیروی میں میسر ہوتا ہے۔ تصوف کا دوسرا قدم اطاعت و فرماں برداری ہے۔ اے طالب اصحاب کہف کے کتے کی مثل راہِ اطاعت میں اپنی عادتوں کو بھول جا۔ آستانۂ وحدت پر خاموش گزارہ بس اسی کی مشیتِ عمل کا انتظار کر وہاں پلید کو بھی بقا ملتی ہے۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰ أَن يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا رَشَدًا۔ اے وادیِ معرفت کے مسافرِ شوق و الفت رجوع الی اللہ کے قدم اٹھانے سے پہلے حضورِ قلبی کی زبانِ سپاس سے اپنے پالنے والے مقصود و مطلوب رب کریم کا ذکر انتہائی عشق و جذبِ باطن سے کرتا رہ۔ جب تو ظہورِ نفسِ امارہ اور اس کی صفاتِ رذیلہ و خصائلِ ذمیمہ میں مبتلا و جبر و قہر ہو کر غفلت میں یادِ الٰہی کو بھول جائے اور قالبِ ناسوتی میں نفس و نفسانیات کے سامنے اعلانِ عبودیت فرما دے کہ بہت جلد مجھ کو میرا رب قدیر نسبتِ اعمال اور شہودِ ذاتی اور صفاتِ حجاب سے بعید اخلاص کی ہدایت عطا فرمائیگا جو استقامت و تمکین میں قرب و رشد کے بہت زیادہ قریب ہوگا۔ یہی لطائف اسرار کا سچا علم ہے۔ (از ابن عربی) ذکرِ الٰہی کے پانچ سبق ہیں ۱ اللہ کو ہر عیب و نقص سے پاک سمجھنا ۲ اس پر کسی انسانی و مخلوق کی عادت و خصلت کی تہمت نہ لگاؤ یہ سب سے بڑا شرک ہے۔ ۳ اس کے دین کو سچا سمجھنا ۴ اس کے بارے کسی شک میں نہ پڑنا۔ عبادت پر جمے اور قائم رہنا۔ وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا۔ قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا لَهُ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ أَبْصِرْ بِهِ وَأَسْمِعْ مَا لَهُم مِّن دُونِهِ مِن وَلِيٍّ۔ اور یہ لطائفِ اسرارِ قرب معرفت کی پہلی ازل کی مدت اپنے کہفِ اجسامی میں شمسِ توحید کی تین صدیاں اور قمرِ نبوت کے نو سال زیادہ لذتِ مشاہدہ میں مقیم رہے۔ اے قلبِ محمود ظاہر فرما دے کہ خلوتِ مراقبہ کی دوسری ابدی مدت کو اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔ اسی اللہ قادر و قیوم کے لیے آسمانِ عقلیات اور زمینِ فکریات کی خلوت غیب کا پورا علم ہے منازل خلوت کے مجذوبین و سالکین کو ظاہر و باطن تینوں ارادوں سے بس وہی ہر آن دیکھنے والا ہے۔ اور خلوص و ریا کے ذکر و اذکار و وردِ مسکو وظائف کو وہی شانِ قدرت سے سننے والا ہے۔ ان مسافرانِ طلب کے لیے توفیقِ اسباب۔ تیسیرِ احوال تعبیرِ اقوال میں اس کے بغیر کوئی مددگار نہیں (از ابن عربی)، لہٰذا وادیِ معرفت کی لغزشوں کو تاملوں گناہوں سے جلدی توبہ کر غفلت نہ کر وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا۔ اور وہ وحدہٗ لاشریک اپنے مراقبے مجاہدے۔ مکاشفے مشاہدے عطا و بقا کے فیصلوں میں کسی کو شریک

نہیں بنانا۔ اُس کا حبیب تو ہے شریک کوئی نہیں (ابن عربی) اس لیے اے قربِ منزل کے خواہشمند کیفیات اجسام وارواح میں توحید و شرک کا تفرقہ نہ ڈالو۔ استغفار تقصیرات اور رجوع الی اللہ کو اپنے اوپر بوجھ نہ سمجھو۔ دنیادار نہ بنو بلکہ پہلے رب تعالیٰ کی ولایت و اعانت کے آستانۂ بے نیاز پر جبینِ نیاز کو سجدۂ عشق و عجز میں رگڑو۔ لیکن دنیادار ہر مشکل میں پہلے اپنی ذات پر پھر مخلوق پر بھروسہ کرتا ہے جب یہاں مشکل کشائی نہ ہو تو پھر رجوع الی اللہ کرتا ہے۔

وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا .... اے عرشِ لامکانی کے محبوب لوحِ ازل کی کتاب ربانی سے عقلِ فرقانی کے وہ الہامات وارداتِ قوامِ روحانی مزاجِ طغیانی نفس لایعنی کے سامنے زبانِ رحمانی سے تلاوت فرما جو تیری طرف وحی کی گئی ہے۔ لوحِ قلب سے اُس رب تعالیٰ کے کلمات مدارج کوئی بھی بدل نہیں سکتا۔ اصولِ دین۔ رموزِ عشق۔ توحید و عدل۔ سعادت و شقاوت جس کے نصیب میں جو لکھ دیا گیا کوئی بھی بجز اُسی کے مٹا نہیں سکتا اے دل تو اُس کے بغیر اُس کے مقابل تمام کائنات دھر میں کہیں بھی منزلِ قرب کا دروازۂ مراد نہ پا سکیگا (از محی الدین ابن عربی) اہل تعویذات و وظائف فرماتے ہیں کہ اصحاب کہف کے ناموں کی تلاوت اور تعویذ اور اس کے چلہ کشی سے سولہ[۱۶] مصیبتوں سے حفاظت ہوتی ہے ۱ حرق ۲ غرق ۳ سرق ۴ جنات ۵ نظر بد ۶ بے برکتی ۷ بد گمان ۸ بے اطمینانی ۹ مرگی ۱۰ دیوانگی ۱۱ مقدمے بازی ۱۲ بد عقیدگی ۱۳ حرام مال و خوراک سے بچنے کے لیے ۱۴ غفلت ایمان و اعمال کے لیے ۱۵ تسخیر حکام و قلبی ہمت کے لیے ۱۶ کسی بھی سلسلہ روحانیہ کا فیض نہ کھلتا ہو تو اس کا اکتالیس[۴۱] دن کا چلہ کرے۔ یہ تعویذ لکھنے اور مریضوں ضرورت مندوں کو دینے کے لیے پہلے یہی چلہ بطور زکوٰۃ کرنا پڑتا ہے چلے کا طریقہ یہ ہے کہ اکتالیس[۴۱] دن سخت خلوت تنہائی میں بیٹھ کر جہاں کسی چیز کی آواز تک نہ آئے ہر روز چالیس[۴۰] تعویذ لکھے اور ایک دفعہ ہر تعویذ سے ان اسموں کو ان کی عددی تعداد کے مطابق پڑھے تعویذ کے ہر دوسرے خانے میں ناموں کے عدد ہیں۔ اور ہر دن چھٹانک چھٹانک آٹھ غلوں کا حلوہ بنا کر سات نیک سید درویشوں اور ایک کتے کو بعد نماز عصر کھلائے اور بعد مغرب عشا تک ہر روز یہ چلہ کرے پھر روزانہ خلوت سے نکل کر اپنا ہر کام کر سکتا ہے۔ تعویذ جمع کرتا رہے چلے کے بعد چالیس دن کے تعویذ آٹے کی گولیاں بنا کر مچھلیوں کو کھلا دے اور آخری دن کے تعویذ پاس رکھ لے اور ضرورت مندوں کو دے پھر ہر روز تین تعویذ لکھا کرے لیکن اگر تعویذ دینے کے لیے نہیں لکھے تھے صرف روحانیت کے لیے چلہ تھا تو پھر آئندہ نہ لکھے بیماروں کو کاغذ اور پلیٹ پر لکھ کر پینے کے لیے دیتے ہیں دیگر ضروریات کے لیے لگانے یا باندھنے چاہیں تعویذ لکھنے میں خانوں کی ترتیب کا بہت خیال رہے۔ غلط نہ ہو جائے کونے والے نمبر نہ لکھے یہ صرف ترتیب سمجھانے کے لیے لکھے گئے ہیں۔

۹۲ ۷۸۶ ۹۲

مکسلمینا [۱]	۸۷ [۱۴]	دیوس [۱۱]	۴۴۵ [۸]
۱۴۰ [۱۲]	کشفطونس [۷]	۲۵۱ [۲]	بطیوس [۱۳]
۳۶۵ [۶]	بیرونس [۹]	۳۵۹ [۱۶]	تملیخا [۳]
قطمیر [۱۵]	۶۹۱ [۴]	مرطونس [۵]	۳۲۸ [۱۰]

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ

اور روک رکھئے اپنے آپکو ان لوگوں کے ساتھ جو دعائیں مانگتے ہیں اپنے رب سے

اور اپنی جان اُنسے مانوس رکھو جو صبح شام اپنے رب کو

بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا

صبح اور عشا میں پسند کرتے ہیں اس اللہ کی ہی ذات کو اور نہ

پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے۔ اور تمہاری آنکھیں اُنہیں

تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ

ہٹاؤ تم اپنی نگاہیں ان پیارے بندوں سے بھلا کب ارادہ کرسکتے ہو تم دنیوی زندگی کی

چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں کیا تم دنیا کی زندگی کا

الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ

زینت کا اور نہ پیچھے پڑو تم اسکو اچھا بنائیے جس کے دل پہ پردے ڈالدیئے ہم نے

سنگھار چاہو گے۔ اور اُس کا کہا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے

ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۲۸

اپنے ذکر سے اور اُس نے اپنی خواہشات کی پیروی کی اور اس کے بُرے کام حد سے بڑھ گئے

غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا۔ اور اُس کا کام حد سے گزر گیا

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ قف فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ

اور فرما دو کہ تمہارے رب کی طرف سے ہر چیز حق ہی ہے تو جو چاہے ایمان لے آئے

اور فرما دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے

وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ لا اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ

اور جو چاہے کفر پر رہے بے شک ہم نے تیار کی ہوئی ہے ظالموں کے لیے

اور جو چاہے کفر کرے بے شک ہم نے ظالموں کے لیے وہ آگ

نَارًا لا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا

ایسی آگ کہ گویا یقیناً گھیر ہی لیا ہے ان کو اُس کی دیواروں نے اور اگر پیاس کی فریاد کریں

تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انھیں گھیر لیں گی اور اگر پانی کے لیے فریاد کریں

يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ

تو پلائے جائیں گے ایسا کھولتا پانی پگھلے تانبے کی مثل جو بھون ڈالے گا ان کے چہروں کو برا ہے

تو ان کی فریاد رسی ہوگی اس پانی سے کہ چرخ دیئے ہوئے دھات کی طرح ہے کہ ان کے منہ بھون دیگا کیا ہی برا

الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ۲۹

پینا اور نفرت والی رہائش گاہ

پینا ہے اور دوزخ کیا ہی بری ٹھہرنے کی جگہ

تعلق ان آیت کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں کفار کے مطالبے کے مطابق اصحاب کہف کا واقعہ بیان ہوا اب ان آیت میں اسی واقعہ کو دیر سے بیان کرنیکا سبب ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیتوں میں فرمایا گیا کہ ان کفار کو تلاوت سنایئے تاکہ وہ آپ کے متبع اور مسلمان ہو جائیں اب ان آیتوں میں حکم دیا جا رہا ہے کہ اے مسلمان کسی بات میں کافر کی اطاعت اور فرماں برداری مت کر۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ کفار کا کوئی مددگار نہیں جو رب کا مقابلہ کر کے اُن کو عذاب سے بچائے اب ان آیت میں اُن کی اُن حالتوں اور مظالموں کا ذکر ہو رہا ہے جن میں کفار کو شدت سے مددگار کی ضرورت پڑے گی۔

تفسیر نحوی وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ۔ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔

واؤ سر جملہ۔ اِصْبِرْ۔ باب ضَرَبَ کا امر حاضر معروف واحد مذکر خطاب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اَنْتَ ضمیر واحد مذکر حاضر اس میں پوشیدہ ہے اس کا فاعل ہے صَبْرٌ سے بنا ہے کبھی متعدی ہوتا ہے۔ بمعنیٰ روکنا۔ رُکنا لازم ہے۔ یہ یہاں متعدی بیک مفعول ہے۔ نفس لفظ مشترک ہے یہاں بمعنیٰ خود یعنی اپنا آپ مضاف ہے كَ ضمیر مخاطب مذکر مرجع ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مضاف الیہ ہے۔ مرکبّ اضافی مفعول بہ ہے مع اسم ظرف مکانی مضاف ہے۔ الَّذِيْنَ اسم موصول جمع مذکر۔ کالت جر ہے کیونکہ مضاف الیہ مع کا مگر کر ظاہر نہیں کیونکہ مبنی ہے يَدْعُوْنَ۔ فعل مضارع بمعنیٰ حال ہے باب نصر ھُمْ ضمیر مستتر فاعل ہے جس کا مرجع الذِيْنَ ہے۔ ربٌ۔ اسم مفرد جامد پروردگار۔ مضاف ہے ھُمْ ضمیر جمع نفسی ہے بمعنیٰ اپنے مضاف الیہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے يَدْعُوْنَ کا۔ بِ جارہ بمعنیٰ فی ظرفیہ زمانیہ۔ الف لام استغراقی غداۃ اسم مفرد مؤنث نفظی ہے بمعنیٰ آنے والی فجر۔ اس کا مذکر نفظی ہے غَدٌ بمعنیٰ آنے والا کل پورا دن غدات فجر صادق سے نماز فجر کے آخری وقت تک کو کہا جاتا ہے یعنی سورج کے طلوع سے پہلے۔ غُدْوٌ وقت چاشت کو کہا جاتا ہے یعنی آنے والے کل میں طلوع آفتاب سے شروع ہو کر تقریباً دو گھنٹے تک۔ یہ شرح کا فرق ہے غُدُوٌّ غدات میں۔ واؤ عاطفہ الف لام استغراقی عَشِيّ اسم مفرد جامد بمعنیٰ رات عشاء کا وقت یعنی ایک تہائی رات کا پہلا حصہ جس کی ابتدا غروب آفتاب سے شروع ہوتی ہے۔ معطوف ہے۔ دونوں مل کر مجرور متعلق ہیں يَدْعُوْنَ کا۔ يُرِيْدُوْنَ باب افعال کا مضارع مثبت معروف مصدر ہے اِرَادَةٌ اِرْبَادًا۔ رَوْدٌ یا رَيْدٌ سے بنا ہے بمعنیٰ چاہنا۔ مراد لینا۔ یہاں پہلے معنیٰ میں ہے ھُمْ ضمیر مستتر فاعل ہے اس کا مرجع الذِيْنَ ہے وَجْه اسم مفرد جامد ہے نغوی معنیٰ ہے چہرہ۔ اصطلاحاً مشترک ہے پانچ معنیٰ میں ۱۔ ذات شخصیت ۲۔ سخت ۳۔ خوشی۔ رضا۔ ۴۔ صبح ۵۔ شبہ چہرہ یہاں بمعنیٰ ذات یا رضا و خوشنودی ہے۔ مضاف ہے ہٗ۔ ضمیر واحد غائب مضاف الیہ ہے۔ مرکب اضافی مفعول بہ ہے۔ يُرِيْدُوْنَ کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر حال ہوا يَدْعُوْنَ

کے فاعلِ ھُمْ مستتر کا۔ وہ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مضاف الیہ ہوا مَعَ کا یہ مرکب اضافی ظرف ہوا یَصْبِرْ کا پھر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واؤ ربر جملہ۔ لَا تَعْدُ۔ بابِ نَصَرَ کا فعل نہی واحد مذکر حاضر عَدْوٌ ناقص واوی سے بنا ہے بمعنیٰ بے توجہی کرنا۔ منہ پھیرنا دور ہٹ کر رہنا۔ حد سے بڑھنا۔ یہاں پہلے معنیٰ مراد ہیں۔ اَنْتَ اس میں پوشیدہ ہے جس کا مرجع ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہ نہی ممانعتِ محبوبانہ کریمانہ ہے نہ کہ وجوبی تردی خیال رہے کہ کسی نبی پر کبھی بھی نہی وجوبی وارد نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں۔ وہ ممانعتِ تردی پر قادر نہیں ہوتے تردی نہی کا فعل گناہ کبیرہ ہوتا ہے عَیْنَا اس کی قرأت اور ترکیب میں تین قول ہیں۔ ۱ تَعْدُ مذکر ہے عَیْنَا تثنیہ ہے عین کا بمعنیٰ آنکھ بحالتِ رفع مجازی ہے کیونکہ عین سے مراد عین جسمانی ہے۔ تَعْدُ متعدّی ہے اور عَیْنَا مفعول بنفسہٖ ہے اسی لیے متعدّی بغیر جارہ ہے ۲ لَا تَعْدُ۔ واحد مؤنث غائب ہے عَیْنَا اس کا فاعل ہے اور متعدّی نہیں بلکہ لازم ہے اور تثنیہ کے لیے صیغہ واحد اس لیے آیا کہ دونوں آنکھوں کا فعل بیک وقت ایک ہی ہوتا ہے فعل ایک ہے اگرچہ فاعل دو ہیں۔ ۳ یہ عَیْنَا نہیں بلکہ عَیْنَیْ ہے بحالتِ فتحہ مضاف ہے اس لیے نونِ تثنیہ گر گئی۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے تُرِیْدُ۔ یا یہ سب جملہ حال ہے لَا تَعْدُ کے فاعل اَنْتَ کا۔ یا یہ علیحدہ جملہ ہے۔ بابِ افعال کا فعل مضارع مصدر ہے اِرَادَۃٌ۔ اِزْوَادًا یا اِزْیَادًا اَنْتَ پوشیدہ اس کا فاعل۔ اگر علیحدہ جملہ ہے تو یہ سوال انکاری یا عبارت فرضی یا تکبیّی ہے اور اس سے پہلے حرفِ سوال ھَلْ یا ھمزۂ استفہام یا حرفِ اَیَا پوشیدہ ہے زِیْنَتَ اسم مفرد جامد بمعنیٰ ایش مالداری۔ دنیا برتنے کی خواہش مضاف ہے حَیٰوۃَ الدُّنْیَا مرکب توصیفی مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے تُرِیْدُ کا وہ جملہ فعلیہ ہو گیا۔ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا واؤ ابتدائیہ۔ لَا تُطِعْ۔ بابِ افعال کا فعل نہی حاضر معروف اَنْتَ مستتر فاعل ہے مرجع ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس کا مصدر ہے۔ اِطَاعَۃٌ اِطْیَاعٌ۔ طَیْعٌ یا طَوْعٌ۔ سے بنا ہے بمعنیٰ اطاعت کرنا اچھا کرنا۔ (خوبصورت بنانا) بات ماننا حکم ماننا سچ سمجھ لینا یہاں پہلے دو یا آخری معنیٰ مناسب ہیں۔ مَنْ اسم موصول ذوی العقول کے لیے ہے اَغْفَلْنَا۔ بابِ افعال کا ماضی مطلق جمع متکلم۔ نَحْنُ ضمیر متکلم اس میں پوشیدہ ہے جس کا مرجع رب تعالیٰ اِغْفَالٌ مصدر ہے غَفْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ چھپانا۔ غافل کرنا۔ پردہ ڈالنا توفیق نہ دینا۔ بابِ افعال میں متعدّی ہے قَلْبَ اسم مفرد حامل مصدر جامد بمعنیٰ دل مضاف ہے ہٗ ضمیر مضاف الیہ مرجع مَنْ ہے۔ مرکب اضافی مفعول بہ ہے عَنْ جارہ بُعد زوال کے لیے ذکر اسم مصدر یا حاصل مصدر بمعنیٰ ذکر کرنا یا یاد کرنا۔ مضاف ہے۔ نَا ضمیر نفس بمعنیٰ اپنے جمع متکلم ہے۔ مضاف الیہ اس لیے مجرور ہے یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے اَغْفَلْنَا کا واؤ عاطفہ یا حالیہ اِتَّبَعَ۔ بابِ افتعال کا ماضی مطلق مصدر ہے اِتِّبَاعٌ تَبْعٌ سے بنا ہے بمعنیٰ نقشِ قدم پر چلنا پیروی کرنا بلا سوچے بات ماننا ھُوَ اس میں

پوشیدہ ہے جس کا مرجع مَن ہے۔ ھَوٰا۔ اسم مفرد جامد بمعنی خواہش بری۔ بری چاہت۔ یعنی نفس امارہ کی پسند ہ ضمیر کا مرجع مَن ضمیر نفسی بمعنی اپنے مرکب اضافی مفعول بہ ہوا۔ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ کان فعل ناقصہ واحد مذکر ماضی مطلق اَمرُ اسم مفرد جامد بمعنی اَعمال اَفعال کام معاملہ یہاں ہر معنی مناسب ہے فُرُطًا اسم مبالغہ فَرَطٌ سے بنا ہے۔ بمعنی بلا سوچے آگے بڑھنا۔ حد سے گزرنا۔ بہت زیادہ ظلم کرنا۔ پیش قدمی کرنا اپنے سے پہلے اپنا سامان بھیجنا۔ یہاں بمعنی حد سے گزر جاتا ہے۔ خبر ہے کَانَ کی۔ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر معطوف ہوا سب عطف ملکر حال ہوا مَن کا۔ موصول صلہ اور حال ملکر مفعول بہ ہوا لَاتُطِع کا وہ جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واؤ برجلہ۔ قُلْ۔ فعل امر حاضر معروف خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اَنتَ پوشیدہ اس کا فاعل ہے۔ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ الف لام عہد خارجی حق اسم مفرد لغوی ترجمہ ہے سچ سچائی۔ منقول شرعی میں باطل کا مقابل مراد ہے دین اسلام۔ یا سچائی مِن ابتداءِ غایت کے بیے رَب مضاف کُم ضمیر جمع حاضر مضاف الیہ مرکب مجرور متعلق ہے ثابتٌ یا کائنٌ پوشیدہ اسم فاعل کا۔ وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہوئی حق مبتدا کی۔ وہ جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ ف عاطفہ تعقیبیہ مَن موصولہ شرطیہ بمعنی اِن شرطیہ شآءَ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب شَیْءٌ سے بنا ہے بمعنی چاہنا پسند کرنا۔ ہمیشہ متعدی ہوتا ہے۔ اسی سے ہے مَشِیّت بمعنی چاہت یہ اختیار تو بیخی ہے یعنی جبر کے دز جر نہ کر مباحی۔ ھُوَ پوشیدہ فاعل ہے مرجع مَن ہے جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ ف جزائیہ لام تحقیقی مفتوحہ یُؤمِن باب افعال کا مضارع معروف مصدر ہے۔ ایمانٌ بمعنی اسلام قبول کرنا جملہ فعلیہ ہو کر جزا شرط و جزا ملکر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ مَن موصولہ شرطیہ شآءَ فعل باضاعل جملہ فعلیہ ہو کر شرط مَن۔ جزائیہ یکفر۔ باب نصر کا مضارع معروف ھُوَ ضمیر فاعل مرجع مَن ہے۔ جملہ فعلیہ ہو کر جزا۔ شرط و جزا ملکر جملہ شرطیہ ہو کر معطوف دونوں عطف مل کر معطوف ہوا اَلحق جملہ اسمیہ کا۔ وہ سب ملکر مقولہ ہوا قول کا اِنَّ حرفِ تحقیق ضمیر جمع متکلم اسم ہے مرجع اللہ تعالیٰ اَعتَدنَا در اصل ہے۔ اَعدَدنَا حروف صحیحہ میں اکثر عین کلمہ اور حرف علت میں اکثر لام کلمہ بدلا جاتا ہے۔ عَدٌ مضاعف ثلاثی سے مشتق ہے۔ اس کا مصدر ہے اِعتَادٌ اِعدَادٌ تھا۔ پہلی دال کو ت کر دیا تاکہ ثقل دور ہو۔ بمعنی گنتا۔ گنتی کرنا چونکہ صحیح گنتی اشیاء کی وہی جانتا ہے جو تیار کرے لہٰذا منقول مرادی میں بمعنی تیار کرتا ہے بمعنی قابل شمار۔ اٰگ لام جارہ نفع کا ظالم کی مراد کفار ہیں جار مجرور متعلق ہے اَعتَدنَا کا نارًا اسم مفرد جامد نکرہ معرب بمعنی آگ موصوف ہے۔ اَحَاطَ۔ باب افعال کا ماضی مطلق اس کا مصدر ہے اِحَاطَۃٌ اِحوَاطٌ حَوطٌ سے بنا ہے بمعنی گھیرنا۔ ب جارہ تعدیہ کی ھُم ضمیر مجرور متعلق ہے اَحَاطَ کا سُرَادِقٌ اسم مفرد جامد عربی ہے۔ اس کی جمع سُرَادِقَاتٌ مؤنث سالم کی ہی آتی ہے۔ کیونکہ غیر ذوی العقول اسماء مؤنث کے درجہ میں ہیں۔ بمعنی چار دیواری۔ حاطی چار دیواری کو کہا جاتا ہے۔ جیسے کپڑے کی قناتیں یا پودوں کی باڑ۔ آگ دوزخ کی اگرچہ دائمی ہے مگر نرمی کی بنا پر سرادق کہا گیا نہ کہ جدار (مضبوط دیوار) بعض نے کہا یہ فارسی سے معرب ہے اصل میں تھا۔ سَرطاق یا سَراپردہ یا سَردَر

مگر درست نہیں ورنہ اس کی عربی جمع نہ ہوتی۔ بعض نے کہا سرادق جمع ہے اس کی واحد سرادق ہے مضاف ہے ہا ضمیر مضاف الیہ مرجع نارًا۔ مرکب اضافی فاعل ہے اَحَاطَ کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہوئی نارًا کی مرکب توصیفی مفعول بہ ہے۔ اَعْتَدْنَا کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر اِنَّ۔ پھر جملہ اسمیہ ہوگیا۔ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا۔ واؤ سے جملہ اِن شرطیہ يَسْتَغِيْثُوْا باب استفعال کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب دراصل يَسْتَغِيْثُوْنَ تھا اِن شرطیہ نے جزم دیا تو نون اعرابی گر گئی۔ مصدر ہے اِسْتِغْيَاثٌ۔ اِسْتِغَاثَةٌ غَيْثٌ سے بنا ہے بمعنی پانی مانگنا وہ بادل جس میں بہت پانی ہوتا ہے اُس کا نام غیث ہے غَوْثٌ مادہ سے بھی یہ باب بنتا ہے تب معنی ہوتا ہے مدد مانگنا ھُمْ مستتر فاعل ہے مرجع ظَالِمِيْنَ ہے جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوا يُغَاثُوْا باب افعال کا مضارع مجہول صیغہ جمع غائب غَيْثٌ سے بنا ہے۔ ھُمْ ضمیر پوشیدہ نائب فاعل ہے بِ جارہ بمعنی مِنْ جارہ تبعیضیہ ہے یا زائدہ مَآءٍ اسم مفرد جامد بمعنی پانی جار مجرور متعلق ہے يُغَاثُوْا کا کَ جارہ تشبیہی الف لام جنسی مُهْل مصدر ہے۔ بمعنی اسم فاعل۔ لغوی ترجمہ آہستہ ہونا۔ یا آنا یا چلنا اسی سے ہے مہلت یعنی ڈھیل ملنا اصطلاح میں ہر اُس پتلی چیز کو مُہل کہا جاتا ہے جو آہستہ بہے مثلاً گاڑھا خون پیپ پگھلی ہوئی دھات یہاں مراد پگھلا تانبہ ہے کہ یہ جلدی پگھل جاتا ہے موصوف ہے يَشْوِى باب ضَرَبَ کا مضارع شَوْىٌ لفیف مفروق سے بنا ہے بمعنی بھوننا۔ جھلسنا۔ مستقبل ہے الف لام جنسی یا عہدی وُجُوه جمع مکسر ہے وَجْهٌ کی بمعنی چہرہ مفعول بہ ہے۔ هُوَ پوشیدہ فاعل ہے جس کا مرجع مُہل ہے جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہوئی مُہل کی مرکب توصیفی مجرور متعلق ہے يُغَاثُوْا کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر جزا شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہوگیا بِئْسَ فعل ذم هُوَ ضمیر پوشیدہ جس کا مرجع ماء ہے۔ الف لام عہدی شراب مصدر ثلاثی بمعنی پینا مخصوص بالذم سب مل کر جملہ فعلیہ مذمومہ ہوگیا۔ واؤ ابتدائیہ سَآءَتْ فعل ذم مؤنث ہے ھِیَ مستتر فاعل ہے مرجع نارًا جو لفظی مؤنث ہے مُرْتَفَقًا مصدر میمی بمعنی ظرف مکانی رفق سے بنا ہے بمعنی آرام کرنا نرم جگہ ہونا ٹھہرنا رہائش رکھنا۔ یہاں آخری معنی مراد ہیں ظرف اور مخصوص بالذم سے مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ ایک قول میں باب افتعال کا اسم مفعول ہے مصدر ہے اِرْتِفَاقٌ ترجمہ ہے نرم کی ہوئی جگہ۔ اس لیے اسم ظرف کے لیے استعمال ہو جاتا ہے مقابل ہے۔ حَسُنَتْ مُرْتَفَقًا کے یعنی مُرْتَفَقًا نیچی جگہ اور مُرْتَفَعًا اونچی رہائشی جگہ۔

تفسیر عالمانہ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔

اور اے حبیب مکرم آپ اپنے آپ کو تمام عمر پوری حیاتِ طیبہ ہر محفل ہر مجلس ہر گھڑی دن رات صبح شام ان ہی لوگوں پیارے مخلصوں مسکینوں فقیروں غریبوں سیدھے سادھے عاجزوں کے ساتھ رکھئے جو نہایت خلوص اتحاد فریاد سے اپنے رب تعالیٰ کی عبادت خشوع و خضوع کے ساتھ صبح سے شام تک فجر سے عشا تک پانچوں وقتوں میں سحر کو جاگ کر رات کو سونے سے پہلے غرضکہ ہر وقت ہر سانس ہر کام ہر کروٹ ہی ذکر الٰہی کرتے ہیں۔

ساری دنیا سے منہ موڑ کر بس اپنے مولیٰ تعالیٰ کی ذات ہی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس کو چاہتے اسی کے طلب گار ہیں۔ اور ان کفار سے دور ہی رہئے جو مختلف وفد بن کر آپ کے پاس آتے ہیں اور آپ کو اپنے ایمان لانے کے لیے طرح طرح قسم قسم کی شرطیں لگاتے ہیں۔ کبھی عُیَینہ بن حصن اور اس کے نوکروں چاکروں ماتحتوں قبیلے والوں کا وفد آرہا ہے۔ کبھی قبیلہ بنی مضر کے سردار چلے آرہے ہیں۔ کبھی اُمیّہ بن خلف اپنے ساتھیوں کو لیے آرہا ہے۔ اور اپنی دولت کے نشے امیری کے غرور اور سرداری کے فخر میں میرے نیک پاک مخلص بندوں سے نفرت کرتے ہوئے یہی قیدیں لگاتے ہیں۔ کہ یا رسول اللہ ہم اور ہماری وجہ سے ہمارا قبیلہ آپ پر تب ایمان لائیں گے جب آپ اپنے پاس سے اپنی مجلس و محفل سے ان غریب فقیر پھٹے کپڑے ٹوٹے جوتے غریب صورت والے مسلمانوں کو بلال و یاسر کو۔ خبیب۔ و صہیب۔ کو سلمان فارسی و عبداللہ بن مسعود کو اور سات سو اصحاب صفہ کو ہٹا دو۔ یا کم از کم ہمارے ہوتے ہوئے ان کو اپنے پاس نہ آنے دو۔ ان کی محفل الگ لگاؤ ہماری مجلس الگ سجاؤ ہم کو ان کے ساتھ بیٹھتے ہوئے شرم اور ہماری سرداری کو فرق آتا ہے۔ ان کے کپڑوں اور ان کی بوسیدہ حالتوں سے ہم کو گھن آتی ہے۔ بس یہی ایک رکاوٹ ہے جو ہم آپ کی نبوت رسالت صداقت امانت دیانت پر ابھی تک ایمان نہ لا سکے۔ اے محبوب ان مکاروں کی باتوں میں مت آنا اور اپنی رحمت و عافیت۔ راحت لذت والی نگاہوں کو ان پاکیزہ باطن پر اخلاص ظاہر والوں سے مت ہٹانا کیونکہ آپ کی یہ عشق و معرفت والی نظریں ہی تو ان مسکینوں کی کل کائنات ہے آپ کی محفلیں ہی تو ان کی زندگی ہے آپ کی جدائی ان کی ہلاکت و مصیبت ہے آپ کا دیدار ان کی جنت ہے یہ کفار ہزار فیشنوں۔ زرق برق قیمتی کپڑوں کے ساتھ آپ کے پاس شاید یہ خیال و گمان و وہم تصور لے کر آتے ہیں کہ غالباً آپ بھی دنیوی زندگی کی زینت فیشن خوبصورتیاں چاہتے پسند کرتے ہو۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ عیینہ بن حصن اور اس کے ساتھی کئی دفعہ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوتے تو کہتے کہ ہمارا دل تو چاہتا ہے۔ کہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں اور ہمارے ایمان لانے سے ہماری قوم بھی آپ پر ایمان لے آئے گی جس سے آپ کو بھی فائدہ ہوگا کہ آپ کے ساتھی بڑھیں گے۔ مگر یہ جو آپ کے پاس فقیر اور بدبودار لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ان کے کپڑوں سے پسینے وغیرہ کی بو پھوٹ رہی ہے کیا آپ کو یہ بدبو پریشان نہیں کرتی ہم کو تو برداشت سے باہر ہو رہی ہے۔ یہ مفسرین لکھتے ہیں کہ سلمان فارسی وغیرہ کے کپڑوں وغیرہ سے بدبو آتی تھی۔ جس سے کافر اپنی نفرت کا اظہار کرتے تھے تب یہ آیت اتری حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے اور صحابہ کرام کی توہین محفل نبوی کی گستاخی ہے۔ صحابہ کرام کے کپڑوں سے کبھی بدبو نہیں آئی۔ نہ بارگاہ نبوت میں بدبو ہو سکتی ہے ایسی بیہودہ باتوں سے غیر مسلموں کے سامنے اسلام کا غلط نقشہ پیش کرنا ہے۔ اسلام نے جتنی صفائی اور پاکیزگی طہارت کا اور خوشبو کا حکم دیا ہے اتنی صفائی کسی نے نہ بتائی۔ قیامت تک ہر مسلمان پر پانچ وقت وضو فرض ہر جمعہ کو غسل اور اچھی خوشبو پر سنت

ہے۔ یہاں تک کہ کچا لہسن کچا پیاز بدبودار تمباکو بھی استعمال کر کے مسجد میں آنا حرام کر دیا گیا ہے۔ بے غسل ناپاک انسان مسجد اور نیک محافل میں نہیں بیٹھ سکتا ایسی تعلیم لے کر پھر بارگاہِ نبوّت جیسی مقدّس جگہ جہاں ملائکہ سلامی کو حاضر ہوں بدبو والا کمبل کوئی کس طرح آسکتا تھا۔ نیز بدبو سے نفرت انسانی فطرت ہے یہ کوئی غرور یا تکبر کی بات نہیں۔ اگر کفار نے فقط یہی عذر رکھا تھا۔ تو یہ عذر معقول تھا غلط نہ تھا۔ اس کے باوجود اگر رب تعالیٰ صحابہ کی اس بدبو کی حمایت فرمائے تو گویا رب تعالیٰ کو بدبو پسند ہے۔ یہ ایک اعتراض پڑسکتا ہے۔ نعلوم مفسّرین نے یہ تفسیر کہاں سے نکال لی جبکہ آج بھی ذکر الٰہی اور کثرت سے درود شریف پڑھنے والے کے جسم سے قدرتی خوشبو نکلتی ہے میرا اپنا تجربہ ہے کہ حبسِ دَم کا مراقبہ کرنے سے جسم میں خوشبو پیدا ہوتی ہے۔ یہ بات روایتاً درایتاً عقلاً نقلاً غلط ہے کہ صحابہ کرامؓ کبھی بدبودار پسینے میں مسجد اور بارگاہِ مقدّس کی حاضری دیتے ہوں احادیث میں صرف ذکر ہے۔ کہ کفارِ مکہ فقراءِ صحابہ کرامؓ کی محض عزّت کی بنا پر ان کے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں کرتے تھے اور اپنے ہوتے ہوئے ان غریب صحابہ عظام کو اٹھا دینے کا مطالبہ کرتے تھے اور اپنے اور اپنے قبیلے والوں کے ایمان کی شرط لگاتے تھے۔ اس لیے آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ اور رحمتِ عالم کی بنا پر غرباءِ صحابہؓ کے ساتھ رہنے ان سے محبت کرنے کی تلقین فرمائی جارہی ہے۔ تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کفار کے جھوٹے وعدوں کی طرف ذرا سا بھی میلان نہ ہو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی دلجوئی ہو۔ اس لیے سورۃِ کہف اور سورۃ انعام اور سورۃِ عبس میں اس قسم کی آیتیں نازل ہوئیں۔ خیال رہے کہ نزول کے اعتبار سے آیت کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ شانِ نزول کسی موقعے پر کسی آیت کا نازل ہو جانا ۲۔ مقامِ نزول کسی جگہ سفر و حضر وغیرہ میں کسی آیت کا نازل ہونا ۳۔ وجہ نزول کسی کے لیے کسی آیت کا نازل ہونا اس صورت میں ضروری نہیں کہ واقعہ اسی وقت ہوا ہو۔ جیسا کہ یہاں ان آیت کا نزول کہ کفار کا مطالبہ کبھی کسی وقت اور کئی دفعہ ہوا مگر آیت سورۃ کہف میں یکدم بہت سی نازل ہوگئیں۔ اور فرمایا گیا۔ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا۔ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ۔ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ۔

اے پیارے حبیب اہلِ ایمان کے تاقیامت قلبوں کے سہارا نبی آپ ایسے متکبرانہ مطالبے کرنے والے کسی بھی ایسے بدنصیب کا مطالبہ کبھی کسی حالت میں نہ مانئے جس کے قلبِ ملعونہ مذمومہ کے لیے ہم نے دنیوی لذتوں دولتوں شہوتوں تماشوں کی غفلتوں کا دروازہ کھول دیا اور وہ غفلتِ دنیا میں ایسا پڑگیا کہ اس کا دل ذکرِ خدا سے خالی حرص و ہوس سے بھرپور ہوگیا اپنے اللہ خالق و مالک سے ہٹ گیا اور مخلوق کی زیب و زینت میں دل وجان سے مشغول ہوگیا اس لیے ہمارے اطمینان وتسکین والے ذکر سے ایسا غفلت میں سمایا کہ زندگی کے ہر لمحے میں اپنی نفسانی خواہشات کی ہی اس نے پیروی کی۔ اور اس کے سارے کام ہی دینی دنیوی اخروی عملی فعلی فکری

عقلی سب کے سب افراطِ گناہ اور تفریطِ ظلمات و کفریات والے ہو گئے۔ اس طرح کہ اچھائیوں میں سب سے پیچھے رہ گیا اور برائیوں میں حد سے گزر گیا۔ عمر ضائع عمل معطل زندگی ندامت۔ دولت کی فضول خرچی۔ باطل کا ساتھی حق کا مخالف حد سے تجاوز ایمان کا تارک سچائی سے دور کذب میں مقدم ایسا غلط آدمی کبھی بھی ہمیشہ ہماری توفیق تائید۔ حمایت اعانت اور حفاظت و قبولیت سے محروم ہی رہنے والا ہے۔ اس کا ہر وعدہ ہر کلام مکر و فریب پر مبنی ہوتا ہے اگر اب بھی یہ کہے کہ میں اور میرا قبیلہ ایمان لانا چاہتے ہیں تو آپ یہ اور فرما دیجئے کہ یہ اسلام قرآن شریعت طریقت نبوت رسالت یہ سب حق مضبوط۔ مربوط محکم و مستحکم تمہارے سچے حقیقی معبود پالنے والے پروردگار کی طرف سے ہے یہ کوئی میری ذاتی چیزیں نہیں۔ نہ تمہارے اور تمہارے قبیلے کے ایمان میں میرا کوئی دنیوی نفع ہے۔ نہ کوئی باری تعالیٰ کا فائدہ ہے۔ ایمان لانے میں تمہارا ہی فائدہ نہ لانے میں تم کو ہی نقصان ہے لہٰذا اب بات واضح ہے راستے کھلے ہیں جو چاہے ایمان لائے اور اصلِ ایمان کے راستے پر چل پڑے بیہودہ مطالبے اور نخرے بازی نہ کرے غرور سرکشی مٹا کر ان ہی غریبوں اور فقیروں اللہ کے پیاروں میں شامل ہو جائے۔ اور جو چاہے تو شیطان و ابلیس کے راستے چل کر کفر کرتا رہے نور سے ہٹ کر ظلمتوں میں بھٹکتا پھرے۔ کیونکہ ذکر اللہ نور ہے ذکرِ غیر ظلمت ہے۔ ایمان کو چھوڑ کر کفر میں جانا حق سے اعراض اور ظلمت سے پیار ہے جس کا جو دل چاہے اختیار کرے۔ ہاں البتہ اتنا یاد رکھے کہ ۔ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۔ وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ ۔ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ۔

بے شک ہم نے مکمل تیار کر دی ہوئی ہے تمام اور ہر قسم کے چھوٹے بڑے ظاہر و باطن ظالموں کے لیے بہت بڑی آگ جس کی دیواروں نے یا اس کے دھوؤں نے دنیا و آخرت قبر و جہنم میں ان سب کافرین ظالمین کو ابھی سے گھیرا ہوا ہے دنیا میں اس طرح کہ وہ کفار اپنے ہر عمل سے اُسی جہنمی آگ کی طرف اپنی رضا و خوشی سے دوڑے چلے جا رہے ہیں انبیاء علیہم السلام کے پکارنے بچانے بلانے اور اس آگ سے ہٹانے سمجھانے کے باوجود یہ ظالم اُس سے قریب سے قریب تر ہوتے چلے جا رہے ہیں گویا کہ وہ آگ اپنی کسی کشش کے ذریعے ان کو گھیرے میں لے کر اپنی جگہ کی طرف کھینچے لیے چلی جا رہی ہے۔ آخرت و میدانِ محشر میں اس طرح کہ یہ ظالم اس کی تپش کی بنا پر اپنے ہی پسینوں میں ڈوبے پڑے ہوں گے۔ قبر میں اس طرح کہ مرتے ہی جہنم کی کھڑکی کھل جائے گی۔ اور جہنم میں اس طرح کہ چاروں طرف خود آگ کی موٹی دیواریں یا آگ کے دھوئیں کی دیواریں قائم ہوں گی اور موٹائی اتنی بڑی ہو گی کہ حدیث پاک کے مطابق چالیس سال تک کوئی پیدل چلتا رہے تو بھی عبور نہ کر سکے۔ اس کے علاوہ جہنم میں ان ظالموں کی ذلت یہ ہو گی کہ بارش یا بارش جیسا ٹھنڈا پانی مانگیں گے۔ یا پینے کے لیے یا اپنے جسموں پر ٹھنڈے چھینٹے ڈالنے یا نہانے کے لیے۔ تین قول ہیں۔ تو جبراً پانی پلائے جائیں گے وہ ظالم یا ہاتھوں میں ایسے پانی کے قادر رہے

پکڑائے جائیں گے جو پگھلی ہوئی دھات کی طرح سخت گرم۔ اور تیل کے گندے تلچھٹ کی طرح گھونا اور پول و براز پیپ جیسا انتہائی سخت بدبودار ہوگا۔ منہ کے قریب کرتے ہی چہروں کو جلا کر رکھدے گا۔ حدیث پاک میں ہے کہ شدتِ تپش سے رخساروں اور جبڑوں کا گوشت لوٹ کر گر جائے گا بِئْسَ الشَّرَابُ کتنا بُرا گے گا وہ پینا یا کتنا کڑوا کسیلا ہوگا۔ وہ پانی اور کیسی بُری و کرخت ہے وہ جہنم کی رہائش گاہ (اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہ)

فائدے ان آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہو رہے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ جب تک کہ انسان کا ارادہ اور اسباب مہیا نہ ہوں اُس وقت تک اعمال و افعال صادر نہیں ہو سکتے اور محال ہیں۔ یہ فائدہ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ کی تفسیر سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ کسی کے ایمان یا کفر سے نہ اللہ تعالیٰ کو کچھ فائدہ و نقصان ہے نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ فائدہ و نقصان ہے بندے کا اپنا ہی فائدہ اور نقصان ہے یہ فائدہ فَمَنْ شَآءَ (۱) سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ جہنم اور اس کی آگ پیدا ہو چکی ہے جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وہ ابھی پیدا ہوگی وہ بد عقیدہ گی ہے یہ فائدہ اِنَّآ اَعْتَدْنَا فعل ماضی فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیتِ کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکمل طریقے سے تا قیامت ہر مقدس و مطہر و معطر مقام پر حاضر و ناظر ہیں اس کا منکر گمراہ ہے یہ مسئلہ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (الخ) سے مستنبط ہوا کیونکہ یہاں آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو تا قیامت غریب مسکین مسلمانوں سے نگاہیں نہ پھیرنے کا حکم ہو رہا ہے۔ اگرچہ ظاہراً ضمیر کا مرجع صحابہ کرامؓ ہیں۔ مگر حقیقتاً اس میں تمام مسلمان شامل ہیں جیسا کہ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وغیرہ تمام احکام میں ہے آج بھی امیر لوگ غریب مسلمانوں اور نیک لوگوں سے نفرت کرتے ہیں لہٰذا ہم غریبوں کو بھی نگاہِ مصطفیٰ کی اُس طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ ضرورت ہے جتنی کہ صحابہ کرامؓ کو ضرورت تھی۔ کیونکہ ہم زیادہ محتاج و گناہ گار ہیں۔ دوسرا مسئلہ۔ محض عزت کی وجہ سے کسی مسلمان کو حقیر سمجھنا حرام ہے۔ کفار کا طریقہ اور اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہونے کی علامت ہے یہ مسئلہ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا سے مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ۔ اہلِ دنیا اور اُمرا اور دنیا میں ہمہ تن و ہمہ وقت معروف و مشغول رہنے والوں کو اچھا سمجھنا ان کو قسمت والا سمجھنا۔ کامیاب و ترقی یافتہ شمار کرنا اور ان پر رشک کرنا حسرت سے ان کو دیکھنا حرام ہے یہ مسئلہ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَلَا تُطِعْ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا چاہے کوئی ایمان لائے چاہے کوئی کفر کرے۔ یعنی دونوں ٹھیک ہیں کفر کا اختیار دینا تو بُرا ہے پھر یہ کیوں فرمایا گیا۔

جواب۔ امام رازی نے فرمایا کہ مولیٰ علی مشکل کشاؓ نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہ اختیار نہیں بلکہ جھڑک تہدید اور وعید

دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ حیٰوۃ دنیا کی زینت اختیار کرنا برا ہے اور دوسری جگہ ارشاد ہوا خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ زینت دنیا اختیار کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اس لیے کہ دنیا میں جو بھی زینت کی جائے گی وہ دنیا کی زینت ہوگی پس یہ تعارض کیوں ہے؟ جواب۔ دنیا میں زینت اور چیز ہے۔ دنیا کی زینت دوسری چیز ہے۔ دنیا کی زینت یعنی فیشن بناؤ سنگھار دکھلاوے اور غرور و بڑائی کے لیے کرنا حرام ہے اسی کا یہاں ذکر ہے۔ اس میں انسان حرام و حلال کی پرواہ نہیں کرتا اور آخرت، عبادت، ریاضت سے غافل ہو جاتا ہے لیکن دنیا میں زینت چار قسم کی ہے ۱۔ ایمانی خوبصورتی پاکیزگی طہارت ۲۔ روحانی خوبصورتی تذکیہ نفس ۳۔ پورا شرعی صاف پاک لباس سر سے پیر تک مہذب لباس پہننا ۴۔ اخلاق و عادات کی خوبصورتی یعنی عجز و انکسار خشوع و خضوع نرمی دل لطافت اختیار کرنا خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ میں اسی زینت کا ذکر ہے نہ کہ دنیوی فیشن پرستی کا اسی خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ کے حکم سے فقہاء کرام ثابت فرماتے ہیں کہ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور نماز ناجائز ہوتی ہے۔ سر ڈھک کر نماز پڑھنا لازم۔ گویا کہ ننگے سر رہنا پھرنا زینت حیٰوۃ دنیا ہے اور سر ڈھک کر مہذب انسانوں کی طرح چلنا پھرنا۔ نماز پڑھنا یہ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ ہے۔

تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا فقراء صحابہؓ کو اپنی محفل سے مت ہٹایئے۔ یہ حکم درست نہیں اس لیے کہ فقراء کو ہٹانے سے ان کی تھوڑی دیر کے لیے فیضِ محفل سے محرومی ہے یہ کم نقصان ہے لیکن نہ ہٹانے سے اتنے لوگوں کی ایمان سے محرومی بعد کفر پر قائم رہنا بڑا نقصان ہے اور اہم ہے۔ محفل سے غرباء کو کچھ دیر کے لیے ہٹانا اہم ہے اور ہمیشہ اہم کو ترجیح دی جاتی ہے۔ جواب۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ صحابہ کو تھوڑی دیر کے لیے محرومی ہوگی مگر یہ محرومی ہی زیادہ اہم ہے مگر ہم اس لیے کہ کفار کا اپنے ایمان کے لیے یہ شرط لگانا متکبرانہ منافقت ہے۔ یہ ایمان پر خلوص نہیں اور ہمیشہ پُر خلوص ایمان اہم ہوتا ہے نہ کہ منافقانہ۔ پُر خلوص ایمان صحابہ کرام سے محبت سکھاتا ہے۔ اور منافقت صحابہ کرامؓ سے نفرت سکھاتی ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ ان آیت کی تفسیر صوفیانہ آیت ۳۲ کے بعد ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا

بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے یقیناً ہم نہیں

بے شک جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ہم ان کے نیک، ضائع

نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

برباد کرتے اُن کے ثواب کو جو خوبصورت عمل کرے یہ وہ ہیں جن کے لیے

نہیں کرتے جن کے کام اچھے ہوں ان کے لیے بسنے کے

جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهِمُ الۡاَنۡهٰرُ

ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جاری ہیں اُن غیبی باغوں کے نیچے نہریں

باغ ہیں اُن کے نیچے ندیاں بہیں

یُحَلَّوۡنَ فِیۡهَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَهَبٍ وَّیَلۡبَسُوۡنَ

اہل جنت زیور پہنائے جائیں گے اُن جنتوں میں سونے کے کنگنوں کا اور پہنا کریں گے

وہ اُس میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز

ثِیَابًا خُضۡرًا مِّنۡ سُنۡدُسٍ وَّاِسۡتَبۡرَقٍ

وہ لوگ سبز ریشم باریک اور موٹا تکیے لگا کر

کپڑے کریب اور تنا وبز کے پہنیں گے وہاں تختوں

مُّتَّكِـِٕیۡنَ فِیۡهَا عَلَی الۡاَرَآئِكِ ؕ نِعۡمَ الثَّوَابُ ؕ

بیٹھنے والے ہونگے اُن غیبی باغوں میں قیمتی شاندار مسہریوں پر اچھا ہے ثواب

پر تکیہ لگائے کیا ہی اچھا ثواب اور جنت کیسا ہی

وَحَسُنَتۡ مُرۡتَفَقًا ﴿۳۱﴾ وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلًا

اور شاندار ہے آرام گاہ اے نبی کریم بیان فرمایئے اِن کفار کی عبرت کیلئے دو مردوں کی

اچھی آرام کی جگہ۔ اور ان کے سامنے دو مردوں کا حال بیان

رَّجُلَیۡنِ جَعَلۡنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَیۡنِ مِنۡ اَعۡنَابٍ

مثال عطا کئے ہم نے ان میں سے ایک کو دو باغ انگوروں کے

کرو کہ ان میں ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ دیئے

وَحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾

اور ان دونوں میں اُس پاس کھجوروں کے درخت لگا دیئے اور اُگا دی ہم نے ان دونوں کے درمیان اچھی کھیتی

اور ان کو کھجوروں سے ڈھانپ لیا اور اُن کے بیچ بیچ میں کھیتی رکھی

تعلق ان آیت پاک کا پچھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں کفار اور نافرمانوں کا ذکر ہوا تھا اب ان آیت میں سیدھے سادے اور نیک مخلص فرماں بردار بندوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں جہنم کے عذابوں سزاؤں کا ذکر ہوا اب ان آیت میں جنت کی نعمتوں انعاموں کا ذکر ہو رہا ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں موجودہ نافرمانوں ناشکروں کا ذکر ہوا اب ان آیت میں ایک شاندار تمثیل بیان فرما کر اچھے اور برے اعمال اور اُن کے انجام کا ذکر ہو رہا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا۔

تفسیر نحوی اِنَّ حرفِ تحقیق اَلَّذِيْنَ اسم موصول جمع اٰمَنُوْا باب افعال کا ماضی مطلق ھُمْ پوشیدہ ضمیر فاعل۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا واوٗ عاطفہ عَمِلُوْا باب سَمِعَ کا ماضی مطلق ھُمْ اس کا فاعل دونوں جگہ ھُمْ کا مرجع اَلَّذِيْنَ ہے الف لام عہدی یا اِسمی بمعنی اَلَّذِيْنَ صَالِحَات اسم جمع مؤنث سالم واحد ہے صَالِحَۃٌ یا صُلْحٌ یا صَلٰوۃٌ بمعنی نیکی جو اللہ کے نزدیک اچھی ہو بحالت فتحہ ہے مفعول بہ ہے عَمِلُوْا کا جملہ فعلیہ ہو کر معطوف دونوں عطف مل کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر اِنَّ کا اسم ہوا۔ اِنَّا۔ یہ دو لفظ ہیں ۱۔ اِنَّ حرفِ تحقیق نَا ضمیر جمع متکلم اِنَّ کا اسم ہے۔ لَا نُضِيْعُ۔ مضارع منفی جمع متکلم دونوں ضمیروں کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے باب اِفعال ہے اس کا مصدر ہے اِضَاعَۃٌ۔ اِضَاعَۃٌ ضَيْعٌ سے بنا ہے۔ بمعنی ضائع کرنا برباد کرنا مٹا دینا (بدلہ نہ دینا) برباد ہونا قابلِ بدلہ نہ رہنا۔ اِفعال میں آکر متعدی ہوا مادہ لازم ہے۔ اَجْرَ اسم مفرد بمعنی ثواب بدلہ۔ مضاف ہے۔ مَنْ موصولہ اَحْسَنَ اسم تفضیل مذکر واحد ھُوَ پوشیدہ اس کا فاعل عَمَلًا۔ اسم مصدر متعدی مفعول فیہ یعنی عمل کرنے میں اَحْسَنَ سب سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہو کر صلہ ہوا مَنْ کا وہ سب مضاف الیہ ہے اَجْرَ کا مرکب اضافی مفعول بہ ہے لَا نُضِيْعُ کا وہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی۔ اِنَّ اپنے اسم خبر سے مل کر علیحدہ جملہ ہو کر مکمل ہوا۔ بعض نے کہا کہ یہ پہلے اِنَّ کی خبر ہے تب اِنَّ مکسورہ اس لیئے آیا کہ قائم مقام خبر ہونے کی بنا پر گویا شروع کلام میں ہی آیا۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ يَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ۔

اسم اشارہ بعیدی سابقہ آیت کا پورا مضمون اس کا مشارٌ الیہ ہے۔ مبنی اصل بحالت رفع ہے بوجہ مبتدا لام

جارہ نفع کا ہُم ضمیر کا مرجع اَلَّذِیۡنَ یہی مشار الیہ ہے اُولٰئِکَ کا - جار مجرور ہو کر متعلق ہے موجودٌ پوشیدہ اسم مفعول کا جنّٰتٌ جمع مکسر ہے جنت کی بمعنٰی پوشیدہ باغ چار دیواری یا پہاڑوں میں پوشیدہ باغ کو جنت کہا جاتا ہے۔ اسی سے ہے جِنّات جن جُنُوْن مجنون کیونکہ یہ بھی پوشیدہ مخلوق اور پوشیدہ عقل والا ہو جاتا ہے رحم میں پوشیدہ بچے کو جنین۔ اسی معنٰی میں کہتے ہیں یہاں جنت سے مراد بہشت لامکانی ہے بحالتِ رفع نائب فاعل ہے عدن اسم مصدر بمعنٰی اسم فاعل یہ بحالتِ جر ہے کیونکہ مضاف الیہ ہے جنت کا۔ ترجمہ ہے ہمیشہ ٹھہرتے والی قائم دائم رہنے والی ایک قول میں عدن کا معنٰی درمیانی جنت یہ اضافت توصیفی ہے یا اسم ظرف کے معنٰی میں ہے۔ یعنی ٹھہرنے کی جنت رہنے بسنے کے لائق قابلِ رہائش اعلیٰحضرت کا ترجمہ اضافت کا ہے اور ہمارا ترجمہ صفیت کا ہے یہ مرکب اضافی موصوف اگلا جملہ صفت ہے۔ تَجْرِیۡ مضارع واحد مونث باب ضرب جَرْی سے مشتق ہے بمعنٰی بہتا پانی کا چلنا اہل لغت کے نزدیک لفظِ نہر اُس بڑی نالی کی جگہ کو بھی کہتے ہیں جو کھود کر بنائی گئی ہو اور اُس میں بہتے پانی کو بھی اور اُس خشک نالی کو بھی اس لیے تجری کا فاعل انہار ہونا بالکل درست ہے کہ یا نہر سے پانی مراد ہے یا جگہ اور سبب بولکر مسبب مراد لیا گیا مِنۡ جارہ ابتدائیہ یا بیانیہ تحت اسم ظرف مکانی بمعنٰی نیچے یہ مضاف ہے ھِمۡ ضمیر جمع مضاف الیہ کا مرجع جنتی لوگ تحت کا مقصد ہے پیروں کے قریب زمین پر الف لام عہدی انہار جمع مکسر ہے نہرٌ کی بمعنٰی چھوٹا نالہ جس کو تراش خراش کر بنایا جائے تجری سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے جنت کی یُحَلَّوۡنَ باب تفعیل کا مضارع مجہول۔ ھُمۡ ضمیر اس میں پوشیدہ نائب فاعل مرجع اَلَّذِیۡنَ۔ فِیۡ جارہ ظرف مکانی ھَا۔ ضمیر مونث کا مرجع جنّت ہے۔ یہ جار مجرور متعلق ہے اول یُحَلَّوۡنَ کا مِنۡ جارہ تبعیضیہ کا اَسَاوِرَ جمع منتہی الجموع مکسر ہے غیر منصرف بحالت کسرہ ہے۔ اسی لیے فتحہ آیا اس کا واحد ہے اَسْوِرَۃٌ بمعنٰی زیور مِنۡ حرفِ جر زائدہ بیانیہ اضافہ منیہ کے لیے ذَہَبٍ اسم مفرد جامد بمعنٰی سونا دھات اس کی جمع مکسر اَذْھَابٌ۔ ذُھُوۡبٌ۔ ذَھَبٌ۔ ذَھَبَ بمعنٰی جانا سے بنا ہے سونے کو ذَھَبٌ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ جنت سے نکالا گیا ہے اور جنت میں پھر لے جایا جائے گا یا اس لیے کہ یہ اصل دولت ہے اور دولت کسی کے پاس نہیں ٹھہرتی جاتی آتی رہتی ہے۔ یعنی آنے جانے والی چیز ترکیب میں یا یہ مضاف الیہ ہے اور مِنۡ لغو ہے۔ یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ مصنوعٌ کا وہ جملہ اسمیہ ہو کر اَسَاوِرَ کی صفت ہے یہ مرکب توصیفی مجرور ہو کر متعلقِ دوم ہے یُحَلَّوۡنَ کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ یَلۡبَسُوۡنَ باب فتح کا مضارع معروف لُبْسٌ سے بنا ہے بمعنٰی کپڑے پہننا ھُمۡ مستتر فاعل ہے ثِیَابًا۔ ثَوْبٌ کی جمع مکسر بمعنٰی بنا ہوا کپڑا خُضۡرًا یہ صفت ہے ثیابًا موصوف کی ترجمہ ہے سبز رنگ یہ مرکب توصیفی اضافتِ منیہ سے مضاف ہے مِنۡ جارہ زائدہ بیانیہ سُنۡدُسٍ۔ اسم مفرد جامد عربی لفظ ہے بعض نے کہا کہ یہ اردو یا ہندی سے معرب ہے مگر یہ غلط ہے۔ اردو ہمیں مادری زبان ہے مگر ہم کو اردو لغت میں یہ لفظ کہیں نظر نہیں آیا۔ وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِالصَّوَابِ سندس کا معنٰی ہے باریک ریشم اس کا کرتہ قمیض ہوتا ہے۔ واؤ

عاطفہ اِسْتَبْرَقٍ اسم جامد بمعنی موٹا ریشم جس کا پیجامہ شلوار بنائی جاتی ہے۔ یہ دونوں معطوف علیہ معطوف ہیں۔ دونوں مل کر مجرور ہوئے اور متعلق ہوا معنًا کے وہ جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے ثیابًا خضرًا کی۔ مرکب توصیفی مفعول بہ ہے یَلْبَسُوْنَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا یُحَلَّوْنَ کا یہ سب عطف مل کر حال ہے لَهُمْ کا ھُمْ ذوالحال اور حال دونوں مجرور متعلق ہے پوشیدہ مَوْجُوْدٌ کا مُتَّكِئِيْنَ۔ بابِ افتعال کا اسم فاعل جمع مذکر اس کا مصدر ہے اِتِّكَاءٌ دراصل تھا اِوْتِكَائی۔ وَكْیٌ سے بنا ہے لفیف مفروق ہے یا تَكِیٌ سے ہے۔ واؤ کو تَ کیا اور دونوں تَ کا ادغام کر دیا آخر سے لام کلمہ یٰ کو ہمزہ بنا دیا اس میں ھُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے۔ مرجع اُولٰئِكَ۔ عَلٰی حرفِ جر فوقیت کے لیے الف لام عہد ذہنی اَلْاَرَائِكِ جمع مکسر ہے اَرِيْكَةٌ بمعنی شاہی پلنگ یہ جار مجرور متعلق ہے مُتَّكِئِيْنَ کا وہ جملہ اسمیہ ہو کر دوسرا حال ہے لَهُمْ کا ھُمْ اپنے دونوں حال سے مل کر سب مَوْجُوْدٌ کا جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اُولٰئِكَ مبتدا کی وہ جملہ اسمیہ ہو کر مکمل ہوا۔

نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا. وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۔ نعم فعل غیر متصرف صرف دو صیغے ہوتے ہیں واحد مذکر نِعْمَ واحد مؤنث نِعْمَتْ کم استعمال ہوتا ہے۔ نعم بمعنی حقیقت میں اچھا بِئْسَ کا مقابل بمعنی حقیقت میں برا دوسرا فعلِ مدح حَبَّ ہے بمعنی محبت والوں کے لیے اچھا یعنی پیار کی نظر میں اچھا حقیقت خواہ کیسی ہو۔ مقابل ہے دوسرا فعل ذم سَاءَ کے بمعنی نفرت کیا ہوا حقیقت میں خواہ قابل نفرت نہ ہی ہو یا سب کے لیے نفرت نہ ہو۔ یعنی نعم وہ جو سب کے لیے اچھا ہو بئس وہ جو سب کے لیے برا ہو۔ الثَّوَابُ اسم مفرد معرف باللام لغوی ترجمہ ہے بار بار ہونا ثوب کپڑے کو بھی اسی لیے کہتے ہیں کہ اس میں دھاگہ تانا اور بیٹا کی طرف سے بار بار آتا ہے اصطلاح میں ثواب بمعنی اجر ہے یہاں بمعنی اخروی انعام مرفوع ہے کیونکہ نعم کا مخصوص بالمدح ہے۔ ھُوَ پوشیدہ نعم کا فاعل ہے۔ اس کا مرجع جنّتُ عدن سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مدحیہ ہوگیا۔ واؤ برجملہ حَسُنَتْ بابِ کَرُمَ کا ماضی مطلق معروف واحد مؤنث ھِیَ ضمیر مؤنث مستتر اس کا فاعل مرجع جنّتُ عدن۔ مُرْتَفَقًا اسم ظرف یا اسم مفعول ہے بابِ افتعال کا رِفْقٌ سے بنا ہے بمعنی نرم تکیہ گاہ یا مصدر میمی ہے بحالتِ نصب ہے کیونکہ ظرفِ مکانی ہے حَسُنَتْ کا یا تمیز ہے ھِیَ مستتر کی۔ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ واؤ ابتدائیہ اِضْرِبْ۔ باب ضَرَبَ کا امر حاضر واحد مذکر ضَرْبٌ سے بنا ہے بمعنی مارنا۔ بیان کرنا یہاں یہ ہی معنی ہیں۔ اَنْتَ پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لام جارہ نفع کا یا بیانیہ ھُمْ کا مرجع کفارِ مکہ یہ جار مجرور متعلق ہے اِضْرِبْ کا۔ مَثَلًا اسم جامد بمعنی کہاوت قصہ یا تشبیہی واقعہ۔ عبرت دلانے کے لیے کچھ سنانا مثلًا کہلاتا ہے۔ بعض جہلا نے اس کو محض تمثیل کہا ہے یہ غلط ہے۔ کلامِ الٰہی کی شان کے خلاف ہے۔ بحالتِ نصب ہے بوجہ پہلا مفعول بہ رَجُلَيْنِ اسم تثنیہ بمعنی دو مرد بحالتِ فتحہ کیونکہ مفعول بہ دوم ہے۔ موصوف ہے۔ جَعَلْنَا پورا جملہ اس کی صفت ہے جَعَلْنَا باب فتح کا ماضی مطلق نَحْنُ جمع متکلم کی ضمیر مستتر کا مرجع اللہ تعالیٰ جَعْلٌ سے بنا ہے بمعنی عطا کرنا۔ لام جارہ نفع کا اَحَدِ مضاف ھِمَا ضمیر تثنیہ

غائب مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے جَعَلْنَا کا جَنَّتَيْنِ جنت کا تثنیہ بمعنی دو باغ منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے جَعَلْنَا کا۔ مِن جارہ بیانیہ اعناب اسم جمع مکسر ہے عنب کی بمعنی انگور یہ جار مجرور متعلق ہے جَعَلْنَا کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ واؤ عاطفہ۔ حَفَفْنَا باب نصر کا ماضی مطلق جمع متکلم نَحْنُ ضمیر پوشیدہ کا فاعل اللہ تعالیٰ هُمَا ضمیر تثنیہ کا مرجع جَنَّتَيْنِ منصوب متصل ہے کیونکہ مفعول بہ ہے حَفَفْنَا کا۔ یہ حَفَفٌ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنی چاروں طرف سے گھیر لینا بٍ جارہ سببیہ نَخْلٍ اسم مفرد لفظی واحد مگر جنسی جمع بمعنی کھجوروں کے درخت یہ جار مجرور متعلق ہے حَفَفْنَا کا یہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ جَعَلْنَا فعل ماضی جمع متکلم فاعل اللہ تعالیٰ۔ بَيْنَ اسم ظرف مکانی مضاف ہے هُمَا ضمیر تثنیہ کا مرجع جَنَّتَيْنِ یہ مضاف الیہ ہے بَيْنَ کا دونوں مل کر ظرف ہوا جَعَلْنَا کا۔ زَرْعًا۔ اسم مفرد جامد بمعنی کھیتی مفعول بہ ہے۔ جَعَلْنَا جَعْلٌ کا مصدر آٹھ معنی میں مشترک ہے یہاں بمعنی اُگانا ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا حَفَفْنَا کا وہ سب عطف مل کر معطوف ہوا پہلے جَعَلْنَا کا۔ وہ سب عطف مل کر صفت ہوئی رَجُلَيْنِ کی یہ مرکب توصیفی مفعول بہ دوم ہے۔ اِضْرِبْ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مکمل ہو۔

تفسیر عالمانہ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ

بے شک یہی فقراء غربا علما صوفیا اہل ایمان جنہوں نے زندگی کے ہر شعبے ہر موڑ ہر لمحے میں امانت دیانت عبادت ریاضت صداقت شجاعت حسنِ اخلاق کے اچھے اعمال ہی کئے اور جن کو یہ بدبخت دنیا کے پجاری ہر وقت اپنے طعنوں نفرتوں۔ قلبی کدورتوں بغض حسد کا نشانہ بنائے پھرتے ہیں مسجدوں مدرسوں خانقاہوں کا طعنہ دیتے رہتے ہیں بے شک ہم کبھی بھی اپنے ایسے پیارے مخلص جفا کش جاں سوز جگر دوز بندے کا اجر و ثواب ضائع نہیں کرتے جس نے ہمیشہ ہی ہماری رضا خوشنودی کے لیے نہایت خلوص و عشق سے موت تک اچھے کام کئے ہماری بارگاہ کے لائق ایسے اُن سب بندوں کے لیے جنہوں نے دنیا اور دنیا کی زیب و زینت دولت ثروت۔ تجارت۔ لگاوٹ عیش و عشرت سے منہ موڑ کر دین کو ہی حاصل کرنے میں اپنے پیارے آقا نبی مکرم کی ہی آغوشِ شریعت میں حیاتِ دنیوی بسر کر دی۔ آخرت میں ایسی جنتیں ہیں۔ جو ہمیشہ ابدالآباد تک قائم رہنے والی ہیں خوبصورتی حسن و نکھار کا یہ عالم ہے کہ اُن اہلِ جنت کے قدموں تلے ہر جگہ ہر راستے میں بہت قسم کی نہریں ودریا جاری ہیں۔ اور اہلِ جنت کی دائمی عزت کی یہ شان ہے کہ وہ جنت میں بادشاہوں کی طرح سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے ایسی جنتی سونے سے کہ اگر وہ جنت سے دنیا کی طرف صرف نظر آ جائے تو سورج کی روشنی اس طرح ماند پڑ جائے جس طرح سورج کے سامنے چاند ستاروں اور چراغوں کی روشنی

پھیکی پڑجاتی ہے۔ آج یہ دنیا والے اپنے قیمتی فاخرہ فیشنی لباس پہن پہن کر ہمارے بندوں کے پھٹے پرانے بوسیدہ غریبانہ سادگی والے اونچی شلواروں پجاموں تہبندوں کے شرعی لباسوں کا نفرت انگیز تمسخر اڑاتے ہیں۔ حالانکہ اس سادہ شریعت کے لباس کے ثواب ہیں کل جنت کے اندر ایسے عظیم الشان خوبصورت جنتی ریشم کے کپڑے پہنیں گے جن کا رنگ سارے رنگوں سے اعلیٰ اللہ رسول کا پسندیدہ دہرا ہوگا۔ کبھی سندس کریپ کا باریک ریشم شنیل اور کبھی استبرق ریشم کا ملائم موٹا مخمل ہوگا۔ یا کرتہ قمیض سندس کی ہوگی اور اس کے اوپر جبہ دستار استبرق کی ہوگی۔ یا قمیض سندس کی باریک ریشمی اور شلوار پجامہ استبرق کا تین تفسیری قول ہیں۔ یہ کفار و فساق جن غریب علما و صوفیا اور نیک مسلمانوں کے پاس اور ساتھ بیٹھنا پسند نہیں کرتے کل جنت میں یہ اہل ایمان و تقویٰ حجلۂ عروسی کے سنہری چھپر کھٹ کے تختوں پر نہایت شاہانہ شان و شوکت سے تکیہ لگا کر بیٹھا کریں گے۔ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا۔ کئی گنا اور کئی درجے اونچا اعلیٰ مفید اچھا بدلہ ہے دنیوی اچھے اعمال اور نیکیوں سے اس لیے کہ دنیا کی عمر تھوڑی بندے کے لیے نیک اعمال کا وقت کم آدھا وقت سونے کھانے پینے کمانے میں اور آدھا وقت عبادت اور اچھے اعمال میں لیکن اس کا ثواب ہمیشہ اور مسلسل کتنا کرم ہے رب تعالیٰ کا یہ ان فقراء مومنین کی شان ہوگی جن سے امرا نفرت نخوت کرتے ہیں روایتوں میں ہے کہ فقرا جنت میں امیروں سے پچاس ہزار سال پہلے جائیں گے اور حسین و جمیل ہے وہ نرم تکیہ گاہ۔ احادیث میں آتا ہے کہ یہ سنہری تخت اتنے بڑے ہونگے کہ ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک اگر کوئی دنیوی رفتار سے چلے تو چالیس سال میں پہنچے۔ (از تفسیر فتح القدیر) قرآن مجید میں جنتیوں کو کنگن پہنائے جانے کا ذکر تین جگہ ہے۔ ۱۔ یہاں سورۂ کہف آیت ۳۱ میں کہ سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ ۲۔ وَحُلُّوْا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے سورۂ دھر آیت (۲۱) ۳۔ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ۔ موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ سورۂ حج ۲۲ آیت ۲۳ یہ کنگن قیمت اور خوبصورتی میں دنیا کے تمام زیوروں سے بڑھ چڑھ کر ہیں حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ یہ کنگن زیادہ بھاری نہ ہونگے اور اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ اس کو بنا رہا ہے جب سے جنت بنی ہے اور قیامت تک بناتا رہے گا (از تفسیر مظہری)

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا۔ .... اور اے حبیب مکرم ان مغرور بدمست ناکارہ کفار و فساق اور تاقیامت غافل دنیا پرست انسانوں کے لیے اصحاب کہف کی ایمان افروز عبرت آموز کہانی سنانے کے بعد اُن بنی اسرائیل کے دو مردوں کی مثال بیان فرما دیجئے جن میں سے ایک کے لیے ہم نے دو محفوظ باغ عرب کے قیمتی پھل انگور کے اچھے سرسبز و شاداب بنا دیئے اور مزید کرم

یہ کہ ہم نے اُن دونوں باغوں کے چاروں طرف کھجوروں کے لمبے مضبوط کثیر پھلدار درخت بھی اُگا دیئے اور
ان دونوں باغوں کی پوری زمین کے ایک ایک انچ کو بہترین مفید۔ زرخیز۔ قوی۔ وقیمتی بناتے ہوئے
ان دونوں کے درمیان ہر موسم کی شاندار کھیتیاں اُگا دیں جس طرح باری تعالیٰ عَلّ جَلّ لَہٗ کے علاوہ کوئی ایسا
قدرت والا نہیں جو باغ و کھیت اُگا سکے سب طاقتیں میرے اللہ کریم جَلّ وَعَلیٰ کی ہی ہیں اِسی طرح اللہ تعالیٰ
کے حکم واجازت والے اجمالی واقعات کو تفصیل ووضاحت سے مکمل کھولکر صرف پیارے نبی محمد مصطفیٰ احمد
مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی صداقت وسچائی کے ساتھ بیان فرما سکتے ہیں لہٰذا جو تفصیل احادیث وفرمودات
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو اُس کو کبھی یقین واعتماد سے نہیں مانا جاسکتا۔ اسی قسم کے لغو
بیہودہ اور جھوٹے واقعات اِسرائیلیات و بائبل وغیرہ میں بکثرت درج ہیں۔ جغرافیائی تحقیقی سفر وحضر کی
شاھداتی صداقت فقط احادیث سے ہی میسر ہے چنانچہ اس تمثیل کی تفصیل صحابہ کرام سے اس طرح منقول
ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے عبداللہ بن مبارک عن ثم عن عطا خراسانی روایت کرتے ہیں کہ فلسطین
کے مشرقی علاقے جیرہ میں کسی نبی اسرائیلی شاہی خاندان کے دو سگے بھائی تھے ایک مومن متقی جس کا نام یہوذا تھا مگر
حضرت امام مقاتل نے فرمایا اُس کا نام تملیخا تھا۔ دوسرا بھائی مغرور متکبر اکڑباز اس وجہ سے کافر مشرک تھا اُس
کا نام بقول ابن عباس قطروس اور بقول وہب بن منبہ قفطر تھا دونوں کو والد کے فوت ہونے کے بعد اُس
کی آٹھ ہزار سونے کے دینار میراث سے چار۔ چار ہزار دینار اشرفی ملے۔ کافر شخص نے تو ان دیناروں
اشرفیوں سے ایک ہزار میں دو باغ ایک ہزار میں بہت بڑا گھر اور ایک ہزار میں کسی خوبصورت عورت سے
نکاح کر لیا۔ ایک ہزار میں لونڈی غلام اور بہت سا زیب و زینت کا ساز و سامان خرید لیا اس کافر بھائی نے
تو یہ عیش عشرت شروع کر دی اور اپنی خوب دولت بڑھائی لیکن مومن متقی آدمی نے دن رات خوب ذکر الٰہی
اور عبادت کی اور اپنے چار ہزار اشرفی دیناروں کو اس طرح اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا کہ ایک ہزار لے کر
عرض کیا اے میرے رب مولیٰ تعالیٰ میں ایک ہزار میں تجھ سے جنت کی زمین خریدتا ہوں یہ کہہ کر ایک
ہزار اشرفی صدقہ کر دیا پھر عرض کیا اے میرے رب میں ایک گھر جنت میں خریدنا چاہتا ہوں یہ کہہ کر دوسرا
ہزار دینار بھی صدقہ کر دیا۔ پھر عرض کیا اے میرے رب میں جنت میں ہی شادی کرنا چاہتا ہوں یہ کہہ
کر تیسرا ہزار بھی خیرات کر دیا پھر عرض کیا کہ اے میرے رب مجھ کو یہاں نوکروں چاکروں لونڈی غلاموں
والی عیش وعشرت کی زندگی نہیں چاہیئے میں تجھ سے جنت میں غلام و نوکر خریدتا ہوں یہ کہہ کر چوتھا ہزار بھی صدقہ
کر دیا اس طرح وہ کافر دنیادار تو امیر سے امیر ترین ہوتا چلا گیا۔ اور یہ مومن مخلص غریب سے غریب تر اُس
کا شمار مقہورین مغرورین میں ہو گیا اس کا شمار عابدین زاہدین صابرین میں ہو گیا۔ اور پھر دونوں کا جو

انجام دنیوی و اخروی ہوا اس کا ذکر اگلی آیت میں ہو رہا ہے یہ تھا سچا واقعہ چونکہ اس واقعے کی مشابہت ہے عیینہ بن حصن مغرور کافر اور سلمان فارسی مخلص مسکین غریب مومن صحابی کے حالات سے اس لیے سنائے جانے کا حکم ربانی نازل ہوا۔ اس کے متعلق چار قول اور بھی ہیں پہلا یہ کہ یہ صرف تمثیلی کہاوت ہے۔ کوئی حقیقی اور وجودی واقعہ نہیں ہے اور اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا جاتا ہے کہ بیان فرمایئے ان مغرور کفار کے لیے کسی دو آدمیوں کی تمثیل کہ اگر ہم فرضاً ان میں ایک کو دو باغ دیدیں ایسے ایسے بہترین۔ وغیرہ وغیرہ مگر یہ قول دو وجہ سے قطعاً غلط ہے ایک یہ کہ کلام الٰہی کی یہ روش حقیقت واقعہ کا اظہار فرما رہی ہے۔ دوم یہ کہ رب تعالیٰ کا اس طرح ماضی کے صیغوں سے بیان فرمانا صرف تمثیل نہیں ہو سکتی یہ کلام الٰہی کی شان کے خلاف اور معیوب ہے۔ نیز مثلاً کہنے سے تمثیلا اور فرضی بات نہیں ہو سکتی۔ ورنہ مَثَلُ عیسٰی الخ پر بھی اعتراض پڑیگا حالانکہ وہ یقینی حقیقت ہے۔ دوسرا قول یہ کہ یہ دونوں شخص قبیلے بنی مخزوم کے تھے مومن بھائی کا نام ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسود بن عبد یالیل یہ اُمّ المومنین اُمِّ سلمہؓ کا پہلا خاوند تھا۔ اور اس کافر بھائی کا نام اسود بن عبدالاسود بن عبد یالیل تھا۔ تیسرا قول یہ کہ یہ دونوں بھائی لوہار تھے ایک نے مال کما کر دنیا بنالی اور کفر میں چلا گیا دوسرے نے اپنی اس کمائی کو راہِ الٰہی میں خرچ کیا اور اولیاء اللہ میں شمار ہوا۔ چوتھا قول یہ کہ ان کا نام وہ نہیں جو اوپر بیان ہوا بلکہ کافر کا نام قرطوس یا قطلیر تھا اور مومن کا نام یہودا تھا۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ۔ جتنے بھی واقعات عالم گذشتہ زمانوں میں ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کا مکمل و مفصل علم اپنے پیارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے یہ فائدہ وَاضْرِبْ الخ کے اجمالی ذکر اور احادیث مبارکہ کے تفصیلی تذکرے سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ۔ دنیا کے سارے رنگوں میں باری تعالیٰ کی بارگاہ میں سبز رنگ زیادہ پسند ہے اور بارگاہِ الٰہی میں اس لیے پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہے۔ یہ فائدہ ثِیَابًا خُضْرًا الخ اور ہرے رنگ کی فضیلت اور پسندیدگی والی احادیث سے حاصل ہوا۔ خیال رہے کہ اصل رنگ جن کے ذاتی نام ہیں وہ گیارہ عدد ہیں۔ ۱ مادی یعنی سفید رنگ۔ ۲ سبز ۳ سرخ ۴ نیلا ۵ پیلا ۶ کالا ۷ اُودا ۸ آسمانی ۹ مٹیالا ۱۰ گلابی ۱۱ سلیٹی۔ اصل بنیادی رنگ صرف پہلے چھ ہیں۔ ان میں زیادتی کمی ہو کر کائنات عالم رنگ دار میں کُل ساٹھ قسمیں بن جاتی ہیں جن کے نام ہر زبان میں چیزوں کے ناموں پر رکھ لیے گئے ہیں۔ مثلاً عنابی فیروزی وغیرہ۔ قدرت کی طرف سے ان رنگوں کا انسانی زندگی پر ظاہر و باطن صحت و بیماری کے لحاظ سے بہت گہرا اثر ہے سفید رنگ انسان کے ظاہری جسم پر اور ہرا رنگ باطنی صحت بینائی فرحت تندرستی پر اچھا اثر ڈالتا ہے دیگر رنگ بعض حالات میں برے اثرات بھی پیدا کرتے ہیں۔ رنگوں کے ذریعے ہمارے

قدیم اطبا علاج بھی کرتے رہے ہیں جن میں نیلا رنگ زیادہ موثر ثابت ہوا ہے اس کی تفصیل حکمت کی کتابوں میں موجود ہے۔ روحانی طور پر بھی مراقبے مکاشفے عبادت و ریاضت میں رنگوں کا بڑا دخل ہے صوفیا خلوت و اندھیرے کو ترجیح دیتے ہیں غرضکہ کائنات کی ہر چیز فرشی و عرشی کو رب تعالیٰ نے رنگ دار ہی پیدا کیا ہے تیسرا فائدہ۔ مومن جو نیکی دنیا میں کرے وہ اگر خود ہی دنیا میں برباد کر کے نہ جائے تو باری تعالیٰ اس کی نیکی برباد نہیں فرماتا یہ فائدہ (لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ الخ) سے حاصل ہوا۔ بندے کا عمل اللہ رسول کی گستاخی اور بے ادبی سے اور بے باکی سے بہت جلد برباد ہو جاتا ہے جس کا ذکر قرآن مجید کی دیگر آیت میں ہے۔

احکام القرآن

ان آیت مبارکہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ مردوں کو دنیا میں سونے چاندی اور موتیوں یا کسی بھی دھات کا زیور پہننا حرام ہے کیونکہ زینت محضہ ہے جو صرف عورتوں کو جائز ہے مردوں کو حرام یہ مسئلہ يُحَلَّوْنَ فِيهَا کی قید سے مستنبط ہوا زیور مسلمان مردوں کے لیے صرف جنت سے خاص ہے۔ عورتوں کو بھی دنیا میں صرف سونے چاندی کی دھاتوں کا زیور جائز ہے باقی دھاتوں کا زیور عورتوں کو بھی حرام ہے۔ اس کی تفصیل اور دلائل ہمارے فتاویٰ العطایا جلد دوم میں دیکھئے۔ دوسرا مسئلہ اسلام میں اگرچہ بعض رنگ پسندیدہ ہیں جیسے سبز اور سفید مگر دینی مذہبی طور پر کسی رنگ کا صرف رنگ ہونے کی حیثیت سے احترام کرنا حرام ہے۔ صرف ان رنگوں کا ادب کرنا فرض ہے جو رنگ کسی مقدس مقام پر لگ گئے جیسے خانۂ کعبہ اور سبز گنبد وغیرہ یہ ادب بھی بالواسطہ ہے نہ کہ بلا واسطہ یہ مسئلہ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا (الخ) سے مستنبط ہوا اس لیے کہ لباس میں پیجامہ شلوار تہبند بھی شامل ہوتا ہے اور پیجامہ وغیرہ بنانا ادب نہیں ہے ہم تبرک کپڑے سے پیجامہ نہیں بنا سکتے۔ لیکن سبز یا کالے رنگ کی شلوار وغیرہ بنا سکتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم کی اس آیت پاک سے ثابت ہو رہا ہے ہم سبز گھاس پر اور کالی سڑک پر چلتے ہیں بعض نقشبندی لوگ کالے اور ہرے رنگ کا جوتا نہیں پہنتے اس لیے کہ غلاف کعبہ اور کعبے شریف کے پتھر کالے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گنبد پاک سبز ہے مگر یہ ان لوگوں کی جہالت و حماقت ہے میں کہتا ہوں کہ حبشی کا نچلا پورا دھڑ کالا ہے۔ بال پیروں پر کالے ہی ہوتے بھینس کا پورا جسم ٹانگیں وغیرہ سب کالی ہندو لوگ رنگوں کی پوجا اور ادب کرتے ہیں بعض ہندو قوس قزح یعنی دھنک کو دیوتا کہتے ہیں بسنتی رنگ کا ادب کرتے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو ان ہندوانہ مشرکانہ رسموں سے قطعاً شدت سے بچنا چاہیئے تیسرا مسئلہ۔ قیاس کرنا شریعت کے مسائل میں بالکل جائز ہے۔ غیر مقلد وہابی جو آج کل خود کو اہل حدیث کہتے ہیں وہ قیاس کے مخالف ہیں اگرچہ خود کر لیتے ہیں جیسے طلاق معلق کا مسئلہ غیر مقلد بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ صراحتاً حدیث و قرآن میں اس کی کوئی دلیل نہیں۔ مجبوراً قیاس کرنا پڑتا ہے۔ مگر منہ سے کہتے پھرتے ہیں کہ قیاس ناجائز ہے یہ ان لوگوں کی حماقت و جہالت ہے۔ کیونکہ قیاس مجتہدین بالکل جائز

ہے بے شمار دلائل کے علاوہ یہ مسئلہ وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ ۔ سے مستنبط ہوا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ موجودہ کافروں اور ان کے انجام کو پہلے والے ان دو مردوں پر قیاس کرو عبرت پکڑو اگر وہ علت جس کی وجہ سے ان پر ذلت آئی تم میں بھی ہوئی تو تم پر بھی ذلت اور عذاب آجائے گا۔ اور اسی کا نام قیاس ہے۔ قیاس و اجتہاد کے جواز پر دلائل ہماری مشہور زمانہ کتاب جاء الحق میں دیکھئے۔ چوتھا مسئلہ۔ علماء کرام کو وعظ و تقریر میں مسئلہ سمجھانے کے لیے مناسبت والی مثالیں دینا جائز ہیں۔ یہ مسئلہ بھی وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا الخ ، سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاسکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا یعنی ایک آدمی کو ہم ہی میں سے دو باغ ہم نے دیئے جس سے ثابت ہوا کہ بلا معاوضہ مفت ہی باغ ملے کیونکہ کیونکہ رب تعالیٰ کی عطا بلا معاوضہ ہی ہوتی ہے مگر تفاسیر میں ہے کہ اس کافر بھائی نے وہ باغ ہزار دینار کے خریدے تھے تو پھر یہ جَعَلْنَا کیونکہ درست ہوا۔ یا تفسیری قول کو غلط کہنا پڑے گا۔ جواب۔ اس کے تین جواب ہیں۔ پہلا یہ کہ رب تعالیٰ کے قانون میراثی سے اس کو مفت میراث ملی جس سے اس نے بلا محنت مشقت باغ خرید لیا تو گویا مفت ہی ملا۔ دوم۔ یہ کہ یہاں جَعَلْنَا کا معنی عطا کرنا اور دینا نہیں بلکہ اگانا بڑھانا مراد ہے۔ سوم۔ یہ کہ اگرچہ بندے اپنی محنت سے کھیت باغ وغیرہ یا دولت و چیزیں حاصل کرتے ہیں۔ مگر وہ بھی اللہ کی ہی عطا ہوتی ہیں۔ اس کی دی ہوئی عقل دماغ سے اور سورج دھوپ ہوا پانی کی مدد سے بندے چیزوں کے مالک بن جاتے ہیں جس کو وہ نہیں دیتا وہ لاکھ عقل ہنر علم و فہم و فراست کے باوجود بھی غریب و کنگال ہی رہتا ہے لہٰذا آیت و تفسیر دونوں درست ہیں کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔

دوسرا اعتراض۔ احادیث میں آتا ہے کہ مسلمان مردوں کو سونے کا زیور پہننا حرام ہے ایک انگوٹھی بھی سونے کی نہیں پہن سکتے مگر یہاں قرآن مجید میں فرمایا گیا کہ سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ یہ حرام کام جنت میں کیوں کیا جائے گا۔ جواب۔ مفسرین نے اس کے چار جواب دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ حرام اور حلال ہونا شریعت پاک کا مسئلہ ہے۔ اور شریعت کے احکام صرف دنیوی زندگی کے لیے ہیں۔ بہت سی وہ زینتیں جو مسلمانوں کو دنیا میں حرام و ممنوع ہیں وہ جنت میں جائز ہوں گی۔ دوم یہ کہ دنیا میں بھی مسلمانوں کو خود اپنی مرضی اور پسند سے زیور پہننا حرام ہے اگر اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود کسی مسلمان کو زیور پہنائیں تو اس مسلمان کے لیے وہ زیور دنیا میں بھی حلال و جائز ہے اس لیے کہ رب تعالیٰ مالک شریعت ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مختار شریعت ہیں دیکھو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سراقہ کو کسریٰ کے کنگن پیشگی پہنا دیئے تو وہ کنگن ان کے لیے دنیا میں جائز ہو گئے اس طرح جنت میں کنگن سونے چاندی کے مومن خود نہ پہنیں گے بلکہ اللہ کی طرف سے پہنائے جائیں گے حضرت سراقہ اپنے کنگن پہنے ہوئے دفن کئے گئے میدان محشر میں وہ یہی کنگن پہنے ہوں گے جیسا کہ روایتوں میں آتا ہے۔

تیسرا جواب۔ یہ کہ جنت میں اس لیے کنگن پہنائے جائیں گے کہ اہل ایمان جنتی بادشاہ ہیں تو جس طرح دنیا میں کافر

بادشاہ سونے کے کنگن پہنا کرتے ہیں اور اس میں اپنی شان سمجھتے ہیں اس طرح اہلِ جنت کو شاہانہ عزت دینے کے لیے رب تعالیٰ کے حکم سے فرشتے کنگن پہنائیں گے اس لیے یہ جائز کیے گئے۔ چوتھا جواب یہ کہ مسلمان مردوں پر دنیا کا سونا چاندی حرام ہے نہ کہ آخرت کا۔ جیسے کہ آخرت کا ریشم اور جنت کی چوتھی نہر کا شراب حلال ہے۔ جنت میں چار نہریں ہوں گی۔ ۱۔ دودھ کی ۲۔ شہد کی ۳۔ پانی کی ۴۔ خمر شراب کی حالانکہ دنیا میں ریشم اور شراب حرام ہے۔ (از تفسیر کبیر امام رازی) تیسرا اعتراض۔ جنت میں کیا عورتوں کو بھی کنگن پہنائے جائیں گے یا کہ نہیں جواب۔ پہنائے جائیں گے اس لیے کہ اُولٰٓئِکَ اسم اشارہ عام ہے مذکر مونث کے لیے نیز اگرچہ قرآن مجید میں تمام احکام کے صیغ جمع مذکر کے لیے ہی ارشاد فرمائے جاتے ہیں مگر مراد عورت و مرد دونوں ہوتے ہیں۔ جیسے کہ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وغیرہ۔

چوتھا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ کہ یُحَلَّوْنَ۔ فعل مجہول ارشاد ہوا۔ یعنی کوئی پہنائے گا۔ اور یَلْبَسُوْنَ فعل معروف ارشاد ہوا یعنی خود پہنیں گے۔ دونوں جگہ ایک جیسے فعل کیوں نہ آئے۔ جواب۔ اس کے دو جواب ہیں ۱۔ امام رازی تفسیر کبیر میں یہ جواب فرمایا کہ یُحَلَّوْنَ کے فعل مجہول سے یہ اشارہ مقصود ہے کہ یہ زیور یہ کنگن کسی عبادت و عمل کی جزا نہیں ہوں گے بلکہ محض رب تعالیٰ کی نعمت کرم و فضل ہوگی اور یَلْبَسُوْنَ کا فعل معروف یہ اشارہ کر رہا ہے کہ وہ اپنے اعمال جزا میں یہ خوبصورت لباس پہنیں گے۔ دوم یہ کہ۔ لباس کپڑے ہیں۔ جس میں ضرورت اور زینت دونوں میں ضرورت تو ستر ڈھانکنا ہے لیکن زینت اس کی خوبصورتی ہے ضرورت میں پردے کی ضرورت ہے اس لیے فرمایا گیا کہ لباس وہ خود پہنا کریں گے تاکہ پردہ قائم رہے۔ لیکن زیور محض زینت ہے جیسے کہ دولہا دلہن کو زیور۔ ہار۔ پھول۔ سہرا۔ دوسرے لوگ دوست احباب عورتیں سہیلیاں پہناتی ہیں۔ لیکن کپڑے۔ جوڑے۔ دولہا۔ دلہن خود ہی پردے میں جاکر پہنتے ہیں نیز کپڑے دوسرے لوگ پہنائیں تو عیب اور شرم کی بات ہے۔ اور ہار خود پہنے تو شرم کی بات ہے عزت یہی ہے کہ دوسرے لوگ ہار پھول پہنائیں۔ اس طرح اگر کوئی جیت جائے یا کسی کام میں کامیاب ہو جائے تو جیتنے والے کو کسی بڑے آدمی کے ہاتھ سے انعام دلوایا جاتا ہے ہار پہنایا جاتا ہے صرف عزت افزائی کے لیے حالانکہ وہ خود بھی ہار پھول زیور پہن سکتا ہے یہی عزت افزائی جنت میں ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔

تفسیر صوفیانہ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اے مرشد منزل معرفت اپنے کمال وصفات اخلاق و عادات ذات و لذات۔ ارشاد ہدایات کو ابدی استقامت و تمکین کے ساتھ اُن مسافران راہ طلب فقراء مجردین غرباء متوکلین کے ساتھ ہی وابستہ و منسلک رکھیے جو ہر صبح وصال اور ہر شام فراق میں اپنے ربِّ جلیل کو ہی پکارتے ہیں۔ غداۃ سحری کو غم عشق درد محبت کی آہیں بھرتے ہیں عشاء لیل میں وصل کی فریادیں کرتے ہیں نیز بے دامن کی ٹھنڈی فضاؤں میں آستانہ الٰہیہ کو تلاش کرتے ہیں۔

وصل و قربِ ذات اور مشاہدۂ انوار کے سوا کسی غیر اللہ کو دنیا و آخرت کو نہیں چاہتے۔ بس اپنے رب کو ہی
اخلاص قلبی سے چاہتے ہیں۔ تیری ذات کا وصل مظہرِ صفاتِ جلال ہے اور اے مرشدِ واصلاں رہبرِ کاملاں تیری رحمت
کی آنکھیں ان مجذوبینِ حقیقت اور سالکینِ طریقت سے نہ ہٹیں۔ بھلا کبھی پسند کر سکتا ہے تو التفاتِ غیر اللہ سے
حیاتِ ناسوتی فناءِ صفاتی کی زینتِ وقتی عارضی کو راہِ طریقت آشنا گنجان خاردار اور پیچ در پیچ ہے کہ طالبانِ منزل
کے لیے ہر وقت مرشدِ کامل ہادیِ برحق کا ساتھ رہنا ضروری ہے۔ اس راستے میں کبھی آہ و زاری کے غنچے اور کبھی
مایوسیوں کے اندھیرے ہیں کبھی خشوع و خضوع کا میدانِ وسیع ہے اور کبھی مشیتِ الٰہی کی پرپیچ صمدیت کی گھاٹیاں اور بے نیازی
کی چوٹیاں ہیں۔ وسواس کے کانٹے بھی وصیات کے پتھر بھی۔ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا
وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا۔ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ
وادیِ ظلمات کے مکر و فسوں سے اپنے دامنِ زر دار قوا و گفتار کو علیحدہ رکھئے اور اے قالبِ بدنی کے مرشدِ برحق
ان خیالاتِ نفسانیہ کی بات نہ مان جن کو ہم نے اپنے ذکرِ سری یا ذِخفی توفیقِ باطن سے غفلتِ ابلیسی میں ابدی گمراہی کے
لیے چھوڑ دیا اور اُس نے اپنی ہی خواہشاتِ رذیلہ صفاتِ ذمیمہ کی پیروی کی اور سرشتِ شیطانی میں اُس کی حرکاتِ
خبیثہ حدودِ طریقت سے آگے گزر گئیں ایسے بدنصیب کورِ باطن نقصانِ عظیم حرمانِ مبین میں ہیں اور کہہ دے اے جسدُ
عیاں و قالب و قلب حواس و نفوس بے شک یہ منزلِ انوار تجلیاتِ ابرار تمہارے رب کی طرف سے حق و صادق ہیں
پس جو چاہے وادیِ انوار کا مومنِ تسلیم و رضا بن جائے اور جو چاہے غارِ ظلمت کا کافرِ محروم بن جائے۔ اے بندۂ
معرفت دنیا کی ہر چیز ٹھکرا دے کیونکہ تمام اسبابِ ظاہری بے حقیقت ہیں ان سے انقطاع وصل الی اللہ کا ذریعہ
ہے اوصافِ بشری ہوا و ہوس۔ خواہش و آرزو وغیرہ اس سے رخصت ہو جاتے ہیں جو لَا تُطِعْ کا مظہرِ اتم بن جاتا
ہے یہ اوصاف قلبِ غافل کی کیفیات ہیں جب بندہ ان سے علیحدہ ہوتا ہے تو روحِ مجرد بن کر روحانی قوت
پاتا ہے تب صفائیِ باطن اور نورانیتِ قلب حاصل ہوتی ہے۔ عقلِ آزاد وہ ہے جو اتباعِ شہوات ہوا و ہوس
کی قید میں جکڑا ہو۔ یہی وہ وارداتِ ابلیسیہ ہیں جن میں ہر طرح کی افراط و تفریط ہے۔ حق یہ ہے کہ ہر فعل کا فاعل
حقیقی حق ہی نظر آئے اور یہ شہودی یقین کے مراتبِ علیا تک پہنچے اگر یہاں تک رسائی نہ ہو تو مردودِ ازلی ہے چاہے تو
اُن کو کیفیاتِ اولیاء اللہ کو مانے یا کفرِ باطنی شرکِ خفی کر کے انکار کر دے۔ اس کا اپنا ہی نقصان ہے۔
اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۔ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي
الْوُجُوْهَ ۔ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ۔
بے شک ہم نے محجوبینِ انوار محرومینِ اسرار۔ ظالمینِ اشرار کے لیے فراق کی آگ بدنصیبی کی جلن تیار کر دی ہے گھیر لیا
ہے اُن کو گناہوں کے سُرادق مادیات کی دیواروں اور عقلِ شیطانی کے دھوؤں نے چاروں طرف سے اگر کبھی

وہ شربتِ دیدارِ الٰہی عشقِ انوار کی بارش روحِ ملکوتی کی پیاسِ ایمانی کو بجھانے کے لیے ضمیرِ لاہوتی کی زبانِ فکری سے طلب بھی کریں تو اُن کو کردارِ نفسانیہ کے تعفن و گندی ذہینت کا ہی پانی میسر آئے گا نورِ معرفت کی ٹھنڈی بوندوں کی بجائے نارِ باطن کا جلتا بھنتا شعلہ بارِ خباثتِ شیطانیہ وسواسِ ابلیسیہ کا گندا پانی تفکراتِ دنیا کے الجھاؤ کا شربت شہوات کے گھونٹ پلائے جائیں گے جس سے غیرت و عزت کے منہ جلکر سیاہ ہو جائیں گے۔ ازلی برا ہے وہ ذلت کا پانی اور ابدی خراب ہے وہ شیطانی ٹھکانے کی رہائش دنیا و ناسوتی میں کچھ بندے عادین ہیں کچھ بندے ظالمین ہیں عادین وہ ہیں جو یقینِ کامل سے سمجھتے ہیں کہ راحت و سکون ہر خیر و شر۔ سود و زیاں۔ قبض و بسط۔ کشاکش۔ و بندش عزت و ذلت۔ غربت و دولت۔ عسرت و یسرت موت و حیات۔ تناؤ بتقاسب کچھ قادرِ مطلق کی قدرت کا ایک ظہور ہے یہ یقین ہی راہِ معرفت کو آسان کرنے والا ہے لیکن ظالمین عالمِ مادیات میں ان کے عِلَل و اسباب تلاش کرتے ہیں اور اپنے قالبِ ظلمت میں شرکِ خفی اور کفرِ جلی کے سُرادقِ نار اور آتشِ مذمت کے دھوئیں کھڑے کرتے چلے جاتے ہیں یہی نقصانِ عظیم ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا۔ أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ بے شک عالمِ امکان کے وہ خوش قسمت جو عقل و قلب زبان و دھن سے توحیدِ ذاتی و صفاتی پر ایمان لے آئے اور سینۂ اسرار کے تمام غیوب کو تسلیم کر لیا اور مقصودِ حیاتِ جسمانی و خلقتِ روحانی و بعثتِ عرفانی کے سارے کام انہوں نے اچھے ہی کئے اور مقامِ استقامت میں قائم رہے تو یہ ہمارا قانونِ ازلی قدیمی ہے کہ بے شک ہم اُن مخلصین صادقین مسعودین محبوبین کا رفعتِ مدارج اور بلندیِ مراتب والا اجرِ عرفانی نہ کم کرتے ہیں۔ نہ ختم کرتے ہیں جنہوں نے فقط ہماری محبت و رضا جوئی کے لیے صبر و شکر و برداشت کے خوبصورت و پاکیزہ عمل کئے۔ یہی وہ مقبولِ بارگاہِ صمدیت ہیں جن کے لیے انوارِ اسرار مشاہدۂ قرب۔ محبتِ تجلیات۔ دیدار۔ کلام کی آٹھوں جنتیں ہیں جو ہمیشہ قائم رہنے والی ہیں۔ اُن کے دامنِ عفت کے نیچے اطمینان لذتِ ایمان۔ یسِ عرفان آبِ ایقان کی چار نہریں جاری ہیں۔ راہِ طلب میں وہی سچے و صادق رہتے ہیں۔ اور معرفتِ کامل میں منتہی ہو جاتے ہیں۔ جن کے حواس کا مرجع ہر شے میں دیدارِ لذتِ احدیت ہوتا ہے ایسے ہی لوگوں کو اجرِ عظیم کے اسرارِ قدرت روشن ہونے لگتے ہیں وہ خالق کے کانوں سے سنتا ہے اُسی کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اور حمد و ثنا۔ شکر و دعا کے اَحْسَنَ عَمَلًا میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اے مخلصو تقویٰ اور اطاعت کے اعمالِ صالحہ اختیار کرو۔ احکامِ شریعت کی پابندی کرو منہ اور پیٹ کو خباثتِ نفس سے پاک رکھو۔ عقل میں جوانمردی قلب میں کشادہ روئی سینے میں گداز رکھو۔ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا۔ وہ اُن قربِ جمال کی جنتوں میں توحیدِ ذات کے زیورِ صفاتِ رسالت کے کنگن انوارِ قدس کے سونے سے بنے ہوئے

پہنائے جائیں گے اور رحمانی تجلیات کے ریشم سے اَلطافِ احوال و کیفیات و واردات کے سندس اور اَخلاق و اَعمال و کمالات کے دبیز رضاؤ مغفرت کے استبرق سے بنے ہوئے لباس پہنیگے اور ولایت و محبوبیت۔ غوثیت و قطبیت کے جلالِ سرور کے اَرائک اور اَسماءِ پاک کے تختوں پر اعتمادِ ابدی کا تکیہ لگائیں گے۔ خوشنودیٔ الٰہی کا اعلیٰ و اکمل ثواب اور آغوشِ محبوبیت کی حسین و جمیل رہائش گاہ صوفیا کے زیور ہیں جو شے عطا کرنے کے قابل ہے وہ دینا باختیار ہے۔ ابتداً اسی سے باز رہے۔ اَزارِ خلق معائب عوام کا تحمل کرے۔ آدابِ درویشی نگاہ میں رکھے بزرگوں کی بزرگی کو قائم رکھے۔ برابر والوں سے حسنِ معاشرت رکھے اور چھوٹوں کو نصیحت کرتا رہے اپنے رفیقوں سے جنگ لڑائی جھگڑا نہ کرے سخاوت و ایثار کی عادت ڈالے بخل و ذخیرہ اندوزی سے بچے ان صفات سے بندہ عارف کامل بنجاتا ہے سچی قدم کے جاہنچ عمل آخرت کے کنگن عجز کا ٹیکہ سماعتِ حق کے بُندے خوشبوئے قرآن کے بلاخ شریعت کا سندس طریقت کا استبرق اور رضاءِ الٰہی کا حجلۂ عروسی عشقِ ذات کے تخت عارفین کی متاعِ کائنات ہے فقیر کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی جیسی شخصیت کا محتاج نہ رہے۔ اور اللہ کے مقربین کو اپنے جیسا نہ سمجھے اھل اللہ سے طلب میں شرم نہ کرے

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۔ اے مرشدِ طالباں و ھادیٔ مریداں وادیٔ حیرت کے ان دو راہ نوردوں کی کہانی بستیٔ بدنی کے تمام حواسِ ظاہری و باطنی کو سنا کر ان دونوں میں سے ایک کے لیے امیدوں اور تمناؤں کے ہم نے دو باغ حیات دنیوی کی زمین میں عقل و قلب نفس و دماغ کی چار دیواری میں بنا دیئے اور گھیر دیا ہم نے ان دونوں کو زینتوں لیشنوں کی خوبصورت کھجوروں سے اور ان دونوں باغوں کے بیچ میں عالمِ رنگ و بو کے بیجوں سے اعمالِ دنیا کی کھیتیاں بنادیں بندۂ عاشق کی نو خصلتیں ہوتی ہیں ۱ سخاوت حضرت خلیل کی ۲ رضا حضرت اسحٰق کی طرح ۳ صبر حضرت ذبیح اسماعیل علیہ السلام کی طرح ۴ برداشت حضرت ایوب علیہ السلام کی مثل ۵ مناجات و فریاد حضرت ذکریا کی مثل ۶ غربت و مسافرت حضرت یحییٰ کی طرح ۷ خرقہ پوشی حضرت موسیٰ کی مثل ۸ ترکِ دنیا حضرت عیسیٰ کی طرح ۹ عطاؤ فقیری آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین و بارک وسلم کی مثل دنیوی لذات و خواہشات سے دور اور مشاہدۂ جمال سے قریب کرنے والی چیزیں یہ ہیں کہ بندہ ممنوعاتِ شرعیہ سے احتراز کرے اور تسلیم و رضا کا پیکر بنجائے توکل تیرے باغ ہیں۔ فرائض تیرے میٹھے انگور ہیں۔ مجاھداتِ خلوت تیرے باغوں کی چار دیواری ہے سنت نبوی اور اعمال نفلیہ اونچی لمبی کھجوریں ہیں۔ درود و ظائف تلاوت و تسبیح۔ تہلیل تمجید حمد و ثنا سرزمین طریقت کی کھیتیاں ہیں۔ مقام سنت پہلے ہے نوافل بعد میں اور فرائض درمیان میں جو شخص سنت نبوی کو چھوڑ کر فرائض میں مشغول ہوتا ہے۔ وہ مردودِ بارگاہ ہے اسی لیے بچپن سے بڑھاپے تک ہر عبادت میں سنتیں اول ہیں فرائض بلوغت کے بعد شروع ہوتے ہیں مگر سنتِ نبوی کی آغوشِ محبت پیدا ہوتے ہی تربیتِ ایمانی و عرفانی فرماتی ہے۔ شریعت کا شرک بت پرستی

ہے مگر طریقت کا شرک غیر اللہ کی طلب اور خواہش نفس کی پیروی ہے ان سے بچنا ہی توحید و رسالت پر ایمان لانا ہے۔ یہ نعمتیں اور قرب الٰہی کی سعادتیں فقط آستانۂ مصطفیٰ سے ملتی ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم۔

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ

دونوں باغ بھر کر اپنے پھل لائے اور کسی بھی درخت پودے نے ذرا کمی نہ

دونوں باغ اپنے پھل لائے اور اس میں کچھ کمی نہ دی

شَيْــًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۙ﴿۳۳﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ

کی اور ہم نے ان دونوں باغوں میں نہریں جاری فرمائی ہوئی تھیں اور اس آدمی کے پاس بے شمار پھل غلہ ہو گیا

اور دونوں کے بیچ میں ہم نے نہر بہائی اور وہ پھل رکھتا تھا

فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ

تب بڑے فخر و غرور سے اس نے اپنے بھائی سے کہا اور وہ اکثر ایسی متکبرانہ باتیں اس سے کرتا رہتا تھا کہ میں تجھ سے کہیں زیادہ مالدار ہوں

تو اپنے ساتھی سے بولا اور وہ اس سے ردو بدل کرتا تھا میں تجھ سے مال میں زیادہ ہوں

مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَ

اور فرماں بردار غلاموں کی کثرت سے علاقے میں بہت عزت والا ہوں اور داخل ہوا وہ اپنے ایک باغ میں

آدمیوں کا زیادہ زور رکھتا ہوں اپنے باغ میں گیا اور

هُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ

حالانکہ وہ ان فخریہ باتوں سے اپنے آپکا نقصان ہی کر رہا تھا اور باغ کو غرور سے دیکھ کر بولا میں خیال بھی نہیں کر سکتا کہ

اپنی جان پر ظلم کرتا ہوا بولا مجھے گمان نہیں کہ یہ

هٰذِهٖۤ اَبَدًا ﴿۳۵﴾ وَّمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّ

یہ دنیوی باغات کبھی بھی فنا ہوں اور میں کبھی نہیں مان سکتا کہ قیامت قائم ہو۔ اور

کبھی فنا ہو اور میں گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہو۔ اور

لَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰی رَبِّیْ لَاَجِدَنَّ خَیْرًا

البتہ اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو البتہ میں ہی حق دار ہوں کہ پاؤں

اگر میں اپنے رب کی طرف پھر گیا بھی تو ضرور اس باغ سے

مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾

وہاں بھی اس عیش سے زیادہ اچھا بدلہ

بہتر پلٹنے کی جگہ پاؤں گا

تعلق ان آیت مبارکہ کا پچھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کی ایک حکایت بیان ہوئی اب اس حکایت کا بقیہ عبرت انگیز حصہ بیان ہو رہا ہے **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیتوں میں اخروی نعمتوں کا ذکر ہوا جو یقیناً نیک لوگوں کو ملنے والی ہیں۔ اب ان آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ ہم دنیا میں بھی اپنے انعامات دیتے ہیں بشرطیکہ انسان بندے بن جائیں۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیت مبارکہ میں اُن نعمتوں کا ذکر ہوا تھا۔ جو دائمی بھی ہیں اور بغیر محنت کے ملے گی اب ان آیت میں اُن نعمتوں کا ذکر ہے جو عارضی ہیں اور انسان کی عقل محنت و کسب کا اس میں دخل ہے مگر پھر بھی رب تعالیٰ کے کرم پر موقوف ہے۔

تفسیر نحوی كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا۔ کلتا اسم تاکیدی تثنیہ مؤنث کے لیے اس کا واحد مذکر کل ہے اور تثنیہ مذکر کلا ہے یہ ہمیشہ اپنے مؤکد کی طرف مضاف ہو کر آتا ہے۔ اگر مضاف الیہ اسم ظاہر ہو جیسے

یہاں تو تینوں حالتوں میں تقدیری اعراب ہوتا ہے لیکن اگر مضاف الیہ اسم ضمیر ہو تو بحالت ضم الف سے کلا کلتا اور بحالت فتحہ و کسرہ کِلَی و کِلْتَی یٓ سے ہوتا ہے اور تقدیری اعراب ہو تو ہر حالت میں کلا کلتا ہی رہتا ہے۔ یہ صرف معنیً تثنیہ ہوتا ہے لفظاً واحد ہے اس لیے اس کے آخر نون تثنیہ نہیں آتا اَلْجَنَّتَيْنِ اسم تثنیہ معرف باللام اس کا واحد ہے جنت مضاف الیہ ہے کلتا کا یہ مرکب اضافی مبتدا ہے۔ اٰتَتْ بابِ افعال کا ماضی مطلق واحد مؤنث غائب ھِیَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع کلتا ہے چونکہ کلتا لفظاً واحد ہے اس لیے اس کی ضمیر اور صیغہ واحد مؤنث ہی آیا اور چونکہ معنیً تثنیہ ہے اس لیے تثنیہ کا مضاف اور تاکید بن گیا اس کا مصدر اِیْتَاءٌ ہے مادہ اَتْیٌ لازم بمعنیٰ آنا۔ اِیْتَاءٌ متعدی بمعنیٰ لانا ہفت اقسام میں سے مہموز الفا اور ناقص یائی۔ اُكُلَ۔ اسم حاصل مصدر بمعنیٰ خوراک ایک غذا مراد ہے پھل۔ ھَا ضمیر واحد مجرور متصل مرجع کلتا مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے اٰتَتْ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واوٗ عاطفہ ایک قول میں واوٗ حالیہ اور مابعد جملہ حال ہے اٰتَتْ کے فاعل کا لَمْ تَظْلِمْ فعل نفی جحد بلم مستقبل بمعنیٰ ماضی مطلق واحد مؤنث بابِ ضَرَبَ سے ہے ظُلْمٌ سے بنا ہے بمعنیٰ نقصان کرنا کم کرنا ہمیشہ ہر باب میں متعدی ہوتا ہے۔ ھِیَ ضمیر مستتر اس کا فاعل مرجع کلتا ہے۔ مِنْ جارّہ بیانیہ یا تبعیضیہ۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور متصل مرجع ہے اُكُل یہ جار مجرور متعلق ہے لَمْ تَظْلِمْ کا شَيْئًا اسم مفرد معرب نکرہ بمعنیٰ کچھ۔ کوئی۔ شَيْءٌ کا ترجمہ ہوتا ہے چیز اور اس پر تنوین تنکیری ہو تو معنیٰ ہوگا کوئی بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے یہ لَمْ تَظْلِمْ کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا یا حال ہوا اٰتَتْ کے فاعل کا۔ سب مل کر خبر ہے مبتدا کلتا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ مکمل ہو گیا۔ واوٗ مرجملہ فَجَّرْنَا بابِ تفعیل کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع متکلم خِلٰلَ۔ اسم مفرد جامد ظرف مکانی بمعنیٰ درمیان۔ بیچ ھُمَا ضمیر تثنیہ کا مرجع کلتا الْجَنَّتَيْنِ ہے مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مفعول فیہ ہے نَهَرًا اسم مفرد جامد منصوب مفعول بہ فَجَّرْنَا کا۔ اس کا مصدر ہے تَفْجِيْرٌ فَجْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ چیرنا۔ کھولنا۔ کھودنا۔ پھاڑنا۔ یہاں بمعنیٰ جاری کرنا ہے۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا واوٗ ابتدائیہ کَانَ فعل تامہ۔ لام۔ جارّہ ملکیت کا ہٗ ضمیر کا مرجع اَحَدُهُمَا یعنی ایک مرد امیر دولت مند باغوں والا۔ یہ جار مجرور متعلق ہے کان کا۔ ثَمَرٌ۔ اسم مفرد بمعنیٰ پھل فروٹ اس کی جمع مکسر ہے اَثْمَار۔ یا۔ ثَمَرَات یا۔ ثُمُر یہ دونوں جمع سالم ہیں لغوی ترجمہ ہے نتیجہ آخری چیز چونکہ درخت کی آخری چیز اس کا پھل ہوتا ہے اس لیے اس کو ثمرات کہا گیا یہ جمع جنسی ہے مرفوع ہے کیونکہ فاعل ہے کَانَ تامّہ کا یہ جملہ فعلیہ مکمل ہوا اس کی گیارہ شکلیں ہیں ۱۔ ثمرہ ۲۔ ثَمَرَةٌ ۳۔ ثَمَرٌ ۴۔ ثُمُرٌ ۵۔ ثُمْرٌ ۶۔ ثُمُورٌ ۷۔ ثَمَارٌ ۸۔ ثِمَارٌ ۹۔ ثُمُرٌ ۱۰۔ اَثْمُرٌ ۱۱۔ اَثْمَارٌ حرف ابتدا یا تعلیلیہ۔ قَالَ فعل ماضی واحد مذکر ھُوَ قال فعل میں پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل مرجع وہی باغوں والا لام جارہ مفعولیت کا صاحب اسم فاعل ہے باب فتح کا صَحْبٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ ساتھی ساتھ رہنے والا یہاں اسم جامد ہے یعنی دوست یا قریبی۔ پڑوسی۔ ہٖ ضمیر نفسی بمعنیٰ اپنے مرجع وہی باغوں والا۔ یہ مضاف و مضاف الیہ مجرور ہو کر متعلق ہے قَالَ کا

واؤ حالیہ ھُوَ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا ہے۔ یُحَاوِرُ باب مفاعلۃ کا مضارع مثبت واحد غائب اس کا مصدر ہے مُحَاوَرَۃٌ حَوْرٌ سے بنا ہے بمعنی آپس میں باتیں کرنا۔ محاورے استعمال کرنا۔ ھُوَ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل ہے۔ مرجع ہے پہلا ساتھی باغ والا۔ ہٗ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے اس کا مرجع ہے صاحب یہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی ھُوَ مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حال ہوا قَالَ کے مستتر فاعل کا وہ سب مل کر قول ہوا۔ اَنَا ضمیر واحد متکلم مبتدا ہے۔ اَکْثَرُ اسم تفضیل مذکر اَنَا ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل مَالًا اسم مفرد جامد تنوین تنکیری بمعنی دولت مفعول فیہ ہے۔ اکثر کا یا تمیز ہے اَنَا ضمیر مستتر کی۔ یہ جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ اَعَزُّ اسم تفضیل مذکر بمعنی بہت عزت والا عزٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے۔ نَفَرًا اسم مفرد جامد معنیٰ جمع جنس ہے بمعنی ایک قبیلہ۔ برادری۔ خاندان تمیز ہے اعز کے پوشیدہ فاعل اَنَا ضمیر متکلم کا یہ جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہوا سب عطف مل کر اَنَا مبتدا کی خبر ہے سب مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ ہوا۔ قول مقولہ جملہ قولیہ مکمل ہوا وَ دَخَلَ جَنَّتَہٗ وَھُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ دَخَلَ باب نصر کا ماضی ھُوَ پوشیدہ اس کا فاعل جَنَّتَہٗ مرکب اضافی بمعنی اپنا باغ۔ مفعول فیہ ہے دخل کا ترجمہ ہے اپنے باغ میں۔ واؤ حالیہ۔ ھُوَ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا ہے۔ ظَالِمٌ اسم فاعل مذکر۔ ھُوَ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل ہے ظُلْمٌ سے مشتق ہے بمعنی نقصان کرنا۔ لام حرف جر بمعنی علیٰ جارہ نَفْسِ اسم مفرد جامد بمعنی ذات یعنی اپنے آپ۔ ہٖ ضمیر واحد غائب نفسی مرجع وہی امیر آدمی یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے ظَالِمٌ کا وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا۔ مبتدا خبر حال ہے دخل کے فاعل پوشیدہ ھُوَ کا وہ سب جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۔ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا قَالَ فعل ماضی اس میں ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل یہ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ مَا اَظُنُّ باب نصر کا مضارع منفی واحد متکلم ظَنَّ افعال قلوب میں سے ہے ہمیشہ دو مفعول کو چاہتا ہے مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنی گمان کرنا۔ یا فعل سے یقین کرنا۔ لیکن قلبی یقین کے لیے یقین و تیقن آتا ہے۔ اَنَا ضمیر واحد متکلم پوشیدہ اس کا فاعل ہے اَنْ حرف ناصبہ۔ تَبِيْدَ۔ باب ضرب کا مضارع مثبت معروف واحد مونث غائب بَيْدٌ سے مشتق ہے بمعنی۔ برباد۔ ویران ہو جانا۔ جنگل بیابان بنجانا۔ اجڑ جانا یہاں ہر معنیٰ مناسب ہے اسی سے ہے بَيْدَاءُ بمعنی صحرا۔ هٰذِهٖ اسم اشارہ قریبی ترجمہ ہے۔ یہ اس کا مشار الیہ ہے جَنَّتَيْنِ یعنی اس کے باغ بحالت رفع ہے کیونکہ فاعل ہے تَبِيْدَ کا اسماء مبہمات میں سے ہے مبنی اصل ہے۔ اَبَدًا اسم مفرد جامد ظرف زمانی بمعنی کبھی بھی ہمیشہ آئندہ کے لیے ہوتا ہے۔ جب ماضی کے لیے ہو تو ترجمہ ہوتا ہے ہمیشہ بحالت نصب ہے کیونکہ ظرف ہے ممکن ہے کہ مفعول بہ دوم ہے۔ تَبِيْدَ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مفعول بہ ہے مَا اَظُنُّ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہے۔ واؤ عاطفہ۔ مَا اَظُنُّ فعل اسی میں اس کا فاعل اَنَا ضمیر متکلم الف لام عہد خارجی ساعۃ اسم مفرد مؤنث نقلی بمعنی قیامت میدان محشر بحالت فتحہ مفعول بہ اول ہے قَآئِمَةً اسم فاعل واحد مؤنث ھی اس میں پوشیدہ ضمیر

اس کا فاعل ہے یہ جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہ دوم ہے۔ مَا اَظُنُّ ثانی کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا سابقہ مَا اَظُنُّ کا اور معطوف علیہ ہوا اگلی عبارت کا۔ واؤ عاطفہ۔ لام کے تحقیقیہ اِن حرف شرط رُدِدْتُ باب نصر کا ماضی مطلق مجہول صیغہ واحد متکلم رَدٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے۔ یعنی لوٹانا۔ ہمیشہ متعدی ہوتا ہے۔ اَنَا ضمیر مستتر اس میں اس کا نائب فاعل۔ اِلٰی جارہ انتہائے غایت کے لیے۔ رَبِّیْ مرکب اضافی یعنی اپنے رب کی طرف یہ جار مجرور متعلق ہے رُدِدْتُ کا یہ جملہ فعلیہ مجہولیہ انشائیہ ہو کر شرط ہوئی۔ لَاَجِدَنَّ۔ فعل لام تاکید با نون تاکید ثقیلہ مستقبل معروف واحد متکلم باب ضَرَبَ وَجْدٌ سے بنا ہے یعنی پانا حاصل کرنا متعدی بیک مفعول ہوتا ہے۔ اَنَا ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے ان تمام جگہ اَنَا ضمیر کا مرجع بھی وہی باغ والا امیر آدمی ہے خَیْرًا اسم مصدر یعنی اسم فاعل یعنی اچھائی والا۔ زیادہ ہونے والا۔ مِنْ جارۃ تفاضلی یعنی اس کے مقابل ھَا ضمیر واحد مؤنث جَنَّتَیْنِ اس کا مرجع ہے۔ یہ جار و مجرور متعلق ہے خَیْرًا کا۔ اس کی ترکیب میں چار قول ہیں ۱ مصدر اپنے متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر موصوف ہے۔ ۲ ممیز ۳ ذوالحال ۴ صفتِ مقدم اگلی عبارت کا مُنْقَلَبًا۔ باب انفعال کا اسم مفعول اس کا مصدر ہے اِنْقِلَابٌ قَلْبٌ سے مشتق ہے یعنی پلٹنا۔ یہ اسم مفعول ظرف مکانی کے معنی میں ہے یعنی پلٹنے کی جگہ مراد ہے بدلہ۔ بحالت نصب ہے ۱ یا صفت ہے خَیْرًا کی ۲ یا تمییز ۳ یا حال ۴ موصوف مؤخر ہے۔ یہ سب مل کر مفعول بہ ہے لَاَجِدَنَّ کا یہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزا ہوئی لَئِنْ رُدِدْتُ کی شرط و جزا مل کر معطوف ہوا مَا اَظُنُّ کا۔ سب عاطف مل کر مقولہ ہوا قَالَ کا قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو کر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۔

دونوں ہی باغ جو بالکل قریب قریب اور دونوں ہی بہترین پھلوں یعنی انگوروں کے تھے وہ دونوں ہر سال اپنے پھلوں کو کھانے کے لائق پیداوار کرتے تھے اور کسی سال بھی یہ دونوں باغ خصوصی طور پر پھلوں کی پیداوار میں سے کچھ بھی کمی نہ کرتے تھے۔ حالانکہ دنیا کے دوسرے باغات اور پھلدار درخت ایک سال زیادہ پھل دیتے ہیں اور دوسرے سال کم پھل دیتے ہیں۔ اور یہ باغ اس اعتبار سے بھی بہت مفید تھے کہ اس کے دونوں پھل انگور اور کھجور تھے اور کھجور و انگور دنیا کے تمام پھلوں میں اعلیٰ و قیمتی ہوتے ہیں اس لیے کہ یہ فروٹ بھی ہیں۔ غذا بھی ہیں دوا بھی۔ تر بھی خشک بھی سال بھر مفید نقصان کم اور اس کے باغات میں محنت کم ہوتی ہے ان دونوں باغوں کا رقبہ بہت بڑا تھا اس لیے ہم نے اپنی قدرتِ کریمی سے ان دونوں باغوں کے درمیان ایک بہت خوبصورت ٹھنڈے میٹھے پانی کی ایک نہر جاری فرما دی تھی یا وہ نہر شروع سے قدرتی وہاں جاری تھی اور اس شخص نے اتنا حصہ زمین کا خرید کر اس میں انگوروں کا باغ لگا دیا تھا۔ اور آس پاس کھجوریں اُگا دی تھیں چاردیواری کی شکل میں۔ یا اس نے خود ہی کسی قریبی دریا سے نہر اپنا اس زمین میں بنوائی تھی اور اس میں رب تعالیٰ نے دریا کا پانی جاری فرما دیا تھا کہ

دریا خشک ہوتا تھا نہ یہ نہر کوئی بھی طریقہ ہو۔ بہر حال فجرنا کی نسبت الٰہیہ بالکل درست ہے کیونکہ سب قدرتیں اسی سب تعالیٰ کا انعام و نعمت ہیں۔ اس نہر سے تین فائدے تھے ۱۔ پانی قریب اور کثیر تھا ۲۔ باغ کی خوبصورتی تھی ۳۔ نہر سے یہ باغ دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا تھا۔ اسی لیے اس کو جَنَّتَيْنِ بھی فرمایا گیا اور دَخَلَ جَنَّتَهٗ واحد بھی فرمایا گیا وَكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ اس جملے کی تفسیر میں مفسرین کے تین قول ہیں۔ پہلی تفسیر۔ اور تھا اس شخص کا اور بھی بہت سامان دولت سونا چاندی جانور مکانات وغیرہ دوسری تفسیر اور یہ اس باغات کے سارے پھل اسی شخص اکیلے کے تھے کوئی دوسرا ان باغوں کی پیداوار میں اس کا شریک ساجھی نہ تھا ان دونوں تفسیروں میں لہٗ کی ہٗ ضمیر کا مرجع وہ شخص ہے۔ تیسری تفسیر اور تھی ان باغوں کی پیداوار بہت زیادہ پھل یعنی ان کے پھل ہر سال بھی اُگتے تھے اور ہوتے۔ بھی بہت زیادہ تھے ہر درخت لدا پھندا ہوتا تھا اس تفسیر میں ہٗ کا مرجع اٰتَتْ کا فاعل اور ھا کا مرجع جَنَّتَيْنِ ہے چونکہ معنیٰ باغ ایک ہی تھا اس لیے ہٗ ضمیر واحد آگئی جیسے اٰتَتْ واحد صیغہ آیا جب کہ مراد دونوں باغ ہیں۔ جب اس باغ کے پھل کثرت سے اترتے تو یہ شخص باغ والا جس کا نام قرطوس تھا اپنے ساتھی بھائی سے کہتا اور وہ اکثر اسی قسم کی متکبرانہ مغرورانہ احمقانہ باتیں اپنے اس غریب فقیر بھائی سے کرتا ہی رہتا تھا کہ اے غریب فقیر محتاج بھائی میں تجھ سے مال و دولت میں کتنے ہی درجوں زیادہ ہوں۔ اور آل اولاد بیٹوں پوتوں غلام نوکر چاکر خاندانی کتنی زبردست عزت والا ہوں جب یہ سب میرے ساتھ نفر اور گروہ جتھ بنا کر چلتے ہیں تو شہر بازار علاقے اور برادری معاشرے میں تجھ سے کہیں زیادہ میری عزت ہوتی ہے۔ تیرے پاس سوائے پھٹے لباس کی نا نہ دوں مسجد کے ٹوٹے لوٹوں سے بار بار وضو کرنے اور لمبے سجدے کر کے ماتھے پر کالے محراب ڈالنے کے ہی ہے کیا۔ یہی ملتی جلتی باتیں جن کا ذکر قرآن مجید میں یہاں اس کافر کی زبانی نقل فرمایا گیا۔ ڈاکٹر اقبال حکما فقہا ادبا اور عوام الناس کو ملا صوفی کہہ کر دیتا ہے اور اس کی دیکھا دیکھی عام اُمرا دنیا پرست بھی اللہ تعالیٰ ہی سب کو دینے والا ہے۔ وَاِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى۔ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ۔ وَّمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا اور وہ مالدار باغوں والا شخص اپنے اسی بڑے وسیع اور دو حصوں والے باغ میں اپنے اس غریب ساتھی کو لے کر داخل ہوا۔ اسی حالت کفر میں کہ وہ اپنی ہی جان پر اس کفر و طغیان ناشکری تکبر کا ظلم کرنے والا تھا۔ کہا اس قرطوس نامی شخص نے نہایت احمقانہ غرور اور خیالی وہم و گمان سے کہ میں کبھی یقین و تصور بھی نہیں کر سکتا کہ یہ میرے باغات کھیت کھلیان رہتی دنیا تک کبھی فنا ہوں۔ بالم از کم میری زندگی میں کبھی برباد ہوں یہ سدا ایسے ہی پُر بہار سرسبز و شاداب رہیں گے تم لوگوں کا یہ خیال خام ہے کہ یہ جہان ختم ہو گا ہر شی فنا ہو جائے گی قیامت قائم ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کے پاس سب کو حاضر ہو کر حساب اعمال دینا پڑے گا سزا و جزا بھی ہو گی یہ سب بناوٹی باتیں ہیں کبھی کچھ

نہ ہو گا۔ اور میں تو بالکل بھی یقین نہیں رکھتا کہ کبھی قیامت قائم و برپا ہو۔ اور سنو۔ البتہ اگر فرضاً ایسا کچھ ہوا بھی اور رد اپنے کسی رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو یقیناً وہاں بھی اپنے اس قسم کے حقوق اس سے بھی اچھے پاؤں گا ان باغوں اور مال و دولت کے بدلے میں اس لیے کہ جس طرح یہاں میرے استحقاق کی وجہ سے یہ عیش و انعام مجھ کو نصیب ہوا ہے اگر میری مرضی کے بغیر میری یہ ملکتیں یہاں اس جہان سے ختم و فنا و ہلاک کر کے اٹھادی گئیں تو لازماً اس کا بدلہ اس سے اچھی شکل میں مجھ کو دینا پڑے گا اور میں لینے اور مطالبہ کرنے کا مستحق و حقدار ہوں گا۔ یہ تھیں وہ باتیں اور باطل عقیدے جو اس کافر نے ظاہر کئے۔ آج ہر کافر بلکہ اکثر غافل فاسق دنیا دار دولت پرست جیوۂ دنیوی کا پجاری یہی جھوٹے عقیدے بنائے پھر رہے ہیں اور یہ حرام کمائیاں اور ہر قسم کا ظلم اسی بنا پر ہو رہے ہیں۔ بلکہ مقولے بنائے ہوئے ہیں کہ اے جہان مٹھا اگلا کسی ڈٹھا اسی قسم کے شعر بنائے جاتے ہیں کہ یہ جہاں یونہی رہے گا اور ہزاروں جانور اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے شریعت و حقیقت کے لحاظ سے یہ اقوال و عقائد سب لغویات و کفریات ہیں حالانکہ کہنے والے نے یہ شعر شانِ مصطفےٰ چمنِ شریعت بہارِ قرآن تازگیِ اسلام کے لیے اس طرح فرمایا تھا۔

شعر۔ یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں بلبلیں۔ اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائینگی۔ بلبلوں سے مراد مجتہدین علماء فقہا محدثین اولیا صوفیا جیسے ثنا خوانِ مصطفےٰ ہیں کہ اپنے اپنے وقتوں میں سب نے ہی ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ثنا کی اور دنیا سے چلے گئے اور ثنا خوانی آج بھی اور تا قیامت بھی اسی طرح ہوتی رہے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

فائدے ان آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ۔ جو انسان کفر یا فسق ناشکری غرور یا تکبر کرتا ہے تو وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے کیونکہ ان بری حرکتوں سے خود اس کا نقصان ہے نہ کہ کسی اور دوسرے کا یہ فائدہ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ فرمانے سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ الفاظ کا دارومدار قلبی عقلی نیت پر ہے دیکھو رب تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کرنا اچھا کام ہے مگر تکبر و غرور اور اپنی بڑائی و شان و شوکت کے لیے یا دوسروں کو ذلیل کرنے سمجھنے کے لیے اپنی دولت و امیری و صاحبِ اولاد ہونے کا چرچہ کرنا کفر و ظلم ہے یہ فائدہ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا (الخ) سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ دنیوی ہوں یا اخروی برے اعمال کر کے اچھے بدلے کی امید رکھنا طریقۂ کفار ہے۔ یہ فائدہ وَلَئِنْ رُّدِدْتُّ (الخ) سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیتِ پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ اردو کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت کو انعام کہنا جائز نہیں اس لیے کہ انعام ہماری اصطلاح میں کامیاب شخص کو دیا جاتا ہے اور کامیاب آدمی ہی انعام کا مستحق و حقدار ہوتا ہے۔ حالانکہ کوئی بندہ

اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت کا حقدار کسی بھی عمل کی وجہ سے نہیں بن سکتا۔ بندوں کو جو بھی نعمتیں رب تعالیٰ کی طرف سے مل رہی ہیں وہ رب کریم کا فضل و کرم و عطیہ ہے نہ کہ استحقاق۔ کسی نعمت کو اپنا حق سمجھنا لغوا کفر و گناہ ہے یہ مسئلہ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا (الخ) کے ذکر و بیان سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ قانون شریعت کے مطابق پیداوار اور پھل اسی کو کہا جاتا ہے جو باخیریت مکمل پختہ اور صحیح قابل استعمال ہو کر درخت یا کھیتی سے اترائے اور اس وقت اس پیداوار کی تجارت قیمت خرید و فروخت شرعاً جائز ہے۔ جب تک پیداوار پختہ و قابل استعمال نہ ہو۔ اس وقت تک نہ اس کو مال کہا جائے گا نہ شرعاً اس کی تجارت و قیمت وصول کرنا جائز ہے ایسی بیع شرعاً منع ہے۔ یہی مذہب امام اعظم کا ہے۔ یہ مسئلہ اٰتَتْ اُكُلَهَا (الخ) سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے باغ کی پیداوار کو اُکل فرمایا یعنی اصل پیداوار مال اس وقت ہو گا جب کہ وہ اُکل یعنی کھانے استعمال کرنے کے لائق ہو جائے کچے پورا اور ناپختہ حالت میں جھڑ جانے کے خطرے سے باہر ہو جائے۔ تیسرا مسئلہ۔ جس کی زمین میں درخت ہوں ان درختوں کا مالک زمین والا ہوتا ہے اگرچہ زمین کو خریدتے وقت درختوں کا نام خریداری میں شامل نہ کیا ہو اور ان درختوں کے پھل پھول پتے شاخیں اور لکڑی اسی زمین خریدنے والے کی ملکیت ہوں گے یہ مسئلہ وَكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ (الخ) کی ایک تفسیر عالمانہ سے مستنبط ہوا۔ یہ حکم کھیتی کا نہیں ہے۔ زمین کی خریداری میں کھیتی۔ شامل نہیں ہوگی اس لیے کہ جب اس شخص نے وہ باغ والی زمین اور کھیتی خریدی ہوگی تو درخت کافی زمانہ پہلے ہی لگے ہوں گے یقیناً۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں پہلے فرمایا گیا وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً جس سے ثابت ہوا کہ یہ شخص ان کفار میں سے تھا جو منکر قیامت ہیں لیکن پھر فرمایا گیا کہ اس نے کہا وَلَئِنْ رُّدِدْتُّ (الخ) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قیامت جنت اور جزا سزا کو مانتا تھا یہ تعارض کیسا ہے۔ جواب۔ اس کا مختصر جواب ہم نے تفسیر میں عرض کر دیا ہے کہ وہ حقیقتاً قیامت کا قائل نہ تھا یہ کلام اس نے فرضاً یعنی فرض محال کے طریقے پر بولا ہے اور نسبت کی ہے اپنے مومن ساتھی کی طرف کہ تو جو قیامت قیامت ہر وقت کرتا رہتا ہے۔ اگر ایسا ہو بھی تب بھی میں ہی وہاں تجھ سے افضل و اعلیٰ و اعز و اکثر ہوؤں گا۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ کافر نے کہا مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا یعنی میں گمان نہیں کرتا کہ یہ باغات کبھی ہلاک ہوں۔ حالانکہ وہ تو قیامت کے نہ ہونے کا یقین کرتا تھا پھر گمان و وہم کا لفظ کیوں ارشاد فرمایا گیا۔ جواب۔ اس کا جواب تفسیر کبیر نے یہ دیا ہے کہ قول قیامت کا انکار نہیں نہ وہ قیامت تک ان درختوں کے رہنے کا قائل تھا بلکہ یہاں اپنے استحقاق کا ذکر کرتے ہوئے یا اپنی محنت حفاظت چوکیداری کا تذکرہ کر رہا ہے کہ چونکہ یہ سب کچھ میری ا[illegible] ت سے لہٰذا یہ چیزیں میری عقل

و محنت سے ہی قائم و بہار آور سر سبز و شاداب ہیں اور میری ساری زندگی میرے ساتھ رہے گی اس کو کوئی ہلاک نہیں کر سکتا پھر مجھے تمہارے اللہ سے ڈرنے اور اس کا شکریہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ دوسرا جواب یہ کہ یہاں قیامت ہی کا انکار ہے مگر ظن بمعنی یقین ہے اور وہ اپنی حماقت سے یہ کہہ رہا ہے کہ یہ باغ تا قیامت رہے گا حالانکہ سمجھ دار کفار بھی جانتے ہیں کہ درختوں کی اتنی عمر نہیں ہوتی۔ **تیسرا اعتراض**۔ یہاں پہلے فرمایا گیا جَنَّتَيْنِ یعنی دو باغ پھر فرمایا گیا دَخَلَ جَنَّتَهٗ جس سے ثابت ہوا کہ ایک باغ ہی تھا۔ اس کی کیا وجہ؟

جواب۔ اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں۔ پہلا یہ کہ وہ علاقہ اور زمین ایک ہی تھی جس پر باغ تھا۔ اس کے اعتبار سے جَنَّتَهٗ واحد فرمایا گیا۔ لیکن بیچ میں نہر سے وہ باغ آدھا دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا اور اس کی حفاظت پانی کی باری دیکھ بھال کے اعتبار سے دو باغ سمجھے اور گنے جاتے تھے اس لحاظ سے جَنَّتَيْنِ فرمایا گیا یعنی جَنَّتَيْنِ فرما کر اس کے تقسیم کی طرف اشارہ ہے اور جَنَّتَهٗ فرما کر اس کا محل وقوع و علاقہ بتایا گیا ہے۔ دوسرا جواب یہ کہ اگرچہ اس کے دو باغ تھے مگر دخول تو ایک وقت میں ایک ہی باغ میں ہو سکتا ہے۔ لہٰذا جَنَّتَيْنِ میں ملکیت کا ذکر ہے اور جَنَّتَهٗ فرمانے میں دخول کا۔ اکثر مفسرین نے یہ بھی جواب دیا ہے کہ جَنَّتَيْنِ فرما کر دنیا کی ملکیت کا ذکر کیا گیا اور جَنَّتَهٗ فرما کر آخرت کے بدلے کی نفی فرمائی گئی کہ بس اس کا یہ دنیا میں ایک باغ ہے جس پر اتنا غرور ہے آخرت میں جو باغ مسلمانوں کو ملیں گے اس سے یہ محروم ہی ہے۔

تفسیر صوفیانہ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا۔ اس عالم ناسوت میں کافر نفس کے خواہشات اور دولت دنیوی کے دو باغ ہیں ایک اعناب شہوانی اور انگور شہوت ہے اور دوسرا حُبِّ دنیا کا ہے۔ یہ دونوں باغ ثمرات جہالت اور ماکولات حماقت کے پورے پورے پھل دے کر غفلت مستی سے شاداب ہوئے اعمال خبیثہ کی کھیتیاں بھی خوب تر و تازہ ہو کر ابھریں۔ اعضاء بشریہ کی نہر عملیات سے خوب سیرابی ہوئی۔ نفس پر فتور کو کسی سرکشی کی کمی نہ رہی حواس خمسہ کی ہر ہر شاخ سے قسم قسم کی شہوتوں کے پھل پیدا ہوئے تو کہا نفس کفر نے اپنے قریبی جسم کے ساتھی قلب مسکین سے حالانکہ اکثر ہی یہ نفس لعین خیالات و وسواس کے پُر فریب جملے اور تصورات باطلہ کے وسوسے اس قلب قریبی پر ڈالتا ہی رہتا ہے۔ کہ میں قالب حیوانی کا لشکر کش تجھ جیسے ناکارہ و مسکین قلب سے میلان طبعی کی دولت اور حُبِّ دنیا کے مال میں کہیں زیادہ ہوں اور علاقہ نفسانیہ میں اوصاف مذمومہ کے اجتماع کثیر سے شوکت ظاہری میں تجھ سے کہیں زیادہ مشہور و معروف ہوں یہ شور و شغف یہ موج و طرب یہ سیاست و امارت یہ فتنہ ہوش ربائی سب میرے ہی دم سے ہے آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد پاک ہے کہ وسواس شیطانی اور خیالات نفسانی

سے اس دنیا میں وہی محفوظ رہ سکتا ہے جس نے بہت اہتمام اور فکر سے میری سنّت کو زندہ کیا۔ وہ دنیا کی جنتوں سے اور باغوں بہاروں سے اگرچہ محروم رہے مگر ابدی جنتِ اُخروی سے بہرہ ور ہوگا۔ اس لیے کہ طریقۂ مصطفٰےؐ کو زندہ کرنا اپنانا اور قوم و برادری و اہلِ خانہ میں جاری و نافذ کرنا۔ محبت نبی اکرمؐ کی نشانی ہے اور یہ نشانی ہی دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔ اس جہانِ فانی میں ایک مسلمان کے لیے لذت کے پھل سوائے الفاظِ قرآن اور تلاوت فرقان کے کیا ہو سکتے ہیں۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ دنیا میں وہی لوگ ہدایت کی نہروں سے چمنِ اعمال کی کھیتیوں کو سیراب کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی دعوت کو قبول کرتے ہیں۔ اے حق پرستو اللہ کی دعوت کو قبول کرو۔ اپنے باطن سے اور نبی کریم رؤف و رحیم صلّی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کرو اپنے ظاہر سے اس لیے کہ حیاتِ نفوس اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے ہے اور قلوب کی حیات مشاہدۂ غیب سے ہے۔ یعنی گناہ کے ارتکاب میں اللہ رسول سے شرم کی جائے۔ باری تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو تمام دعوتیں رسول اللہ کی زبان سے حاصل ہو رہی ہیں اور آقائے کائنات صلّی اللہ علیہ وسلم کی جانب بڑھنا ہی اللہ تعالیٰ کی دعوت کو قبول کرنا ہے۔ بس یوں سمجھو کر آستانۂ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم دعوت خانۂ الٰہیہ ہے۔ اس لیے اتّباعِ رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلم محبت الٰہی کی علامت ہے۔ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۔ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا اور نفسِ کفور کفران اپنے خواہشاتِ شہوانیہ کے باغِ میلانی میں جب بھی کبھی داخل ہوتا ہے تو وہ اپنی ہی قوتِ نفسانیہ پر ظلم انکار کرتا ہے کیونکہ اُس کی ہر سوچ ہر فکر ہی باعثِ نقصانِ ابدی کا ہے۔ یہ تو آخرت سنوارنے کے لیے بنائی گئی۔ مگر نفسِ امارہ کے بندے بدکار دنیا کو خواہش پرستی میں خرچ کر کے ظلم کثیر کر لیتے ہیں۔ اور وسواس ابلیس سے بہک کر کہتے ہیں کہ ہم تصوّر بھی نہیں کرتے کہ یہ عیش و عشرت۔ لذت و طرب کے باغات کبھی بھی فنا و ہلاک ہو سکیں۔ قلبِ مزیب کے ڈراوے محض کذبِ لسانی ہے۔ اور قلعۂ ایمان کی مضبوط چار دیواری پر کبھی بھی قیامت بربادی قائم نہیں ہو سکتی۔ اس کا گمان بھی نہیں کر سکتے اور کبھی بھی تنگی حساب کی قبر میں جانا نہیں ہو سکتا اور بالفرض اگر فرضاً قالبِ ظاہری کو فنا و تغیّر و تبدّل ہوا بھی تو اپنے خالق اور مالک رب کی طرف سے ان ہی لذتوں خواہشوں کے شہوانی باغ اس سے بھی کثیر پائیں گے۔ اے قلب بے عقل تو جن حرکات کو سرور و دھوکر سمجھ رہا ہے وہ تو بڑائی اور تکبر کا مقامِ اعلیٰ ہے یہ انقلاب ہستی بھی نفس و نفسانیت کے لیے بہتر ہی ہو گی۔ دنیا کافر کے لیے جنت ہے مگر مومن کے لیے اُجاڑ بیابان مومن کا چمن سدا بہاری تو فقط سنّتِ مصطفٰیؐ کی پابندیاں ہیں۔ جو لوگ آقائے کائنات صلّی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و طریقوں سے عشق لگاتا ہے اور پوری عقل و خرد و زندگی اسی فکر میں گزارتا ہے وہی باغوں والا ہے اور حقیقی گلشن اسی کا کھلا ہوا ہے۔ یہی لوگ ہیں جو اپنے قالب جسدی کے ساتھی نفس کی خواہشوں سے دامنِ عباداتِ سرکار میں پناہ لیتے

ہیں اور مقام تصوّف کو حاصل کر کے صوفی و مسکین بنتے ہیں۔ اور جو بدنصیب و بدبخت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھلا بیٹھے ہیں نہ شرم نبی ہے نہ خوفِ خدا ہے۔ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وہ ہی شخص اپنے آپ پر ظلم کر رہا ہے۔ عارفین فرماتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں کہ اسی قسم کی بدخصلتیں صرف کافر کی ہوں ہر غافل دنیا اور دنیوی تجارتوں کاروباروں میں مبتلا اور پھنسا ہوا بھی عقیدے سے نہ سہی مگر عمل سے یہ ہی سمجھتا ہے کہ مَآ اَظُنُّ اَنۡ تَبِيۡدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا یہ تجارت دکانداری ہمیشہ رہے گی۔ ان ہی افعالِ بد اور اشغالِ غفلت کو مقصد زندگی سمجھتا ہے۔ دنیا پرست اپنے تمام کام دنیا سے بنتا ہے۔ مگر عارف باللہ اپنے اعمال اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے۔ اور اُن ہی اعمال کے ساتھ بارگاہ قدس میں پیش ہوتا ہے اور وَلَئِنۡ رُّدِدۡتُّ کا یقین کامل عارف کو ہی ہوتا ہے اے بندے اگر تو لَاَجِدَنَّ خَيۡرًا مِّنۡهَا کا طالب حقیقی ہے تو پھر اُن کا دامن تھام لے جن کا محمد نام ہے۔ اور اگر تو کسی کو حدودِ شریعت سے باہر، حقیقت سے جاہل طریقت سے غیر متوجہ نمازوں سے دور پاتا ہے کہ وہ قرآن مجید کی تلاوت سے مسرور روزوں سے مسرور نہیں ہوتا مقامات مکروہ و حرام سے گھبراتا نہیں تو اس کا ساتھ چھوڑ دے اس کے باطل دعوے اور ظاہری سج دھج پر نظر نہ ڈال غافل کے دل میں چار دعوے ہوتے ہیں پہلا یہ کہ یہ حالات کبھی ختم نہ ہونگے دوم یہ کہ محاسبے کا دن کبھی نہ ہوگا سوم یہ کہ میری شان ہر جگہ قائم ہے چہارم یہ کہ میں ہر جگہ بھلائی ہی پاؤں گا۔ یہ بدگمانیاں ہی پھر اُس کو رسوا اور ذلیل کرتی ہیں۔

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرۡتَ

کہا اُس کو اُس کے غریب ساتھی نے اور وہ اکثر اس سے گفتگو کرتا رہتا تھا کیا تو نے

اس کے ساتھی نے اس سے اُلٹ پھیر کرتے ہوئے جواب دیا کیا تو اُس کے ساتھ کفر کرتا ہے

بِالَّذِيۡ خَلَقَكَ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ثُمَّ

اُس ذات کریم کا کفر کر دیا جس نے تجھ کو پیدا کیا ابتداءً مٹی سے پھر نطفے سے پھر

جس نے تجھے مٹی سے بنایا پھر تیرے پانی کی بوند سے پھر تجھے

سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ

خوبصورت مرد بنایا۔ لیکن ہم کہا ہیں وہی اللہ ہی تو ہے جو ابدی پالنے والا ہے اور میں

ٹھیک مرد کیا لیکن میں تو یہی کہتا ہوں کہ وہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں کسی کو اپنے رب کا

بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ

نہیں شریک بناتا اپنے رب کا کسی کو اور تو نے ایسا کیوں نہ کیا کہ جب تو اپنے باغوں میں داخل ہوا تو کہا

شریک نہیں کرتا ہوں اور کیوں نہ ہوا کہ جب تو اپنے باغ میں گیا تو کہا ہوتا

مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا

ماشاء اللہ نہیں ہے قوت مگر اللہ کی اگر تو نے مجھ کو اپنے سے

جو چاہے اللہ ہمیں کچھ زور نہیں مگر اللہ کی مدد کا اگر تو مجھے اپنے سے

اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾ ع

کم دیکھا مال اور اولاد میں

مال اولاد میں کم دیکھتا ہے

تعلق ــــ اِن آیاتِ پاک کا پچھلی آیاتِ پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں ایک کہانی کا ذکر ہوا تھا جس میں نیک و بد دو آدمیوں کا ذکر تھا اب اِن آیت میں ان کی آپس کی گفتگو کا بیان ہے جس سے شکر گزاری اور ناشکر گی ظاہر ہوئی۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں امیروں کی عادتوں دنیا پرست دولت مندوں کی خود پسندی ناشکری اکڑ بازی متکبرانہ باتوں اور بُرے اعمال کا ذکر ہوا اب ان آیت پاک میں انسانوں کو سچے اور صحیح طریقے اور کامیابی کے راستے سمجھائے جارہے ہیں۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں دنیاداروں کا فانی دنیا پر بھروسہ کرنے کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں بقاءِ زندگی اور ابدی حیاتِ طیبہ کے اصول سمجھائے جارہے ہیں۔

تفسیر نحوی قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ۔ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا

قال فعل ماضی۔ لام جارہ متعدی بنانے والا۔ ہ ضمیر کا مرجع باغوں والا یہ جار مجرور مفعول بہ کے درجے میں ہے ترجمہ ہے اُس کو متعلق ہے۔ قَالَ کا صَاحِبُهٗ یعنی اُس کے ساتھی نے یہ مرکب اضافی فاعل ہے قال کا واؤ ھُوَ مبتدا یحاور۔ باب مُفَاعَلَۃ کا مضارع مثبت معروف ھُوَ پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ہے۔ صاحب ہ ضمیر منصوب متصل واحد غائب اس کا مفعول بہ ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر ھُوَ کی خبر دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے قَالَ کے فاعل ھُوَ مستتر کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ آ ہمزہ سوال انکاری کے لیے اظہار نفرت کے لیے۔ کَفَرْتَ۔ فعل ماضی مطلق اَنْتَ ضمیر مذکر حاضر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل مخاطب کُفر سے مشتق ہے یعنی کفر کرنا۔ شرک کرنا۔ ناشکری کرنا۔ منکر ہونا یہاں پہلے معنیٰ مناسب ہیں۔ بِ جارہ تعدیہ کی اَلَّذِیْ۔ اسم موصول واحد مذکر مراد ہے باری تعالیٰ خَلَقَ باب نصر کا ماضی مطلق ھُوَ اس میں پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ہے اَلَّذِیْ۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر اس کا مرجع وہ ہی باغ والا منصوب متصل ہے مفعول بہ ہے خَلْق کا خَلَقَ ہمیشہ متعدی بیک مفعول ہوتا ہے۔ مِنْ حرف جر سببیہ اضافت منیہ کے لیے۔ تُرَاب اسم مفرد جامد یعنی عام مٹی خاک دھول۔ یہ جار مجرور معطوف علیہ ثُمَّ حرف تراخی یعنی دیری کے لیے مِنْ حرف الصاقی سببیہ نُطْفَۃ۔ اسم مفرد جامد یعنی مادہ منویہ یہ جار مجرور معطوف علیہ ثُمَّ عاطفہ سَوّٰی باب تفعیل کا ماضی مطلق سَوِیَ ناقص یائی سے بنا ہے اس کا مصدر ہے۔ تَسْوِیَۃ تَسْوِیَۃ یعنی برابر کرنا۔ درست کرنا کَ ضمیر واحد مذکر حاضر منصوب متصل ممیز ہے۔ رَجُلًا۔ اسم مفرد جامد یعنی مرد حالت نصب ہے کیونکہ تمیز ہے یہ ممیز تمیز مل کر مفعول بہ ہے سَوّٰی فعل کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا سب عطف مل کر صلہ ہوا اَلَّذِیْ کا موصول صلہ مل کر مجرور متعلق ہے کَفَرْتَ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ اوّل ہوا قَالَ کا لٰکِنَّا۔ دو لفظ ہیں ۱۔ لٰکِنَّ۔ حرف مشبہ بالفعل استدراک کے لیے یعنی غلط بات کے بعد صحیح بتانے کے لیے ۲۔ نَا ضمیر جمع متکلم ایک قول ہے کہ نا دراصل اَنَا تھا ضمیر واحد متکلم ہمزہ کو نون سے بدل کر دونوں نون میں ادغام کر دیا گیا واللہ اعلم یہ اسم ہے لٰکِنَّ کا اس کی خبر میں دو قول ہیں ۱۔ یہاں اَقُوْلُ جملہ فعلیہ قولیہ پوشیدہ ہے یہ جملہ خبر ہے لٰکِنَّ کی ۲۔ یہاں لَسْنَا بِشَیْءٍ جملہ فعلیہ ناقصہ پوشیدہ ہے یعنی ہم کیا چیز ہیں۔ ہماری حیثیت ہی کیا ہے ہم تو کچھ بھی نہیں۔ لٰکِنَّ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ مکمل ہوا۔ ھُوَ۔ ضمیر مبتدا۔ اللّٰہُ مفسِّر ہے ھُوَ کا یہ دونوں مفسَّر مفسِّر مل کر مبتدا ہوا۔ رَبِّیْ یعنی میرا رب یہ مرکب اضافی خبر ہے مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لَاۤ اُشْرِکُ۔ باب افعال کا فعل حال منفی اَنَا ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع صَاحِب۔ بِ جارہ تعدیہ کی رَبِّیْ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے لَاۤ اُشْرِکُ فعل کا اَحَدًا اسم عددی معرب نکرہ ہے یعنی ایک تنوین تنکیری سے ترجمہ ہو گیا۔ کسی۔ بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے لَاۤ اُشْرِکُ کا

یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف ہے سب عطف مل کر مقولہ دوم ہوا قال کا۔ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّ وَلَدًا۔ واؤ ابتدائیہ۔ لَوْلَا۔ حرفِ تحضیض۔ تین طرح مستعمل ہے ۱ برائے توبیخ یعنی جھڑک نصیحت دینے برائی سے روکنے کے لیے غلطی پر آگاہ کرنے کے لیے یہ جب ہے کہ ماضی مطلق حاضر کے صیغوں پر داخل ہو ۲ جب ماضی مطلق غائب کے صیغوں پر داخل ہو تو تعجب کے لیے ۳ اور جب مضارع پر داخل ہو تو ترغیب کے لیے ہوتا ہے۔ یہاں توبیخ اور جھڑک کے لیے ہے اِذْ ظرفِ زمانی کے لیے ہے دَخَلْتَ۔ فعل ماضی مطلق صیغہ واحد مذکر حاضر اَنْتَ ضمیر اس میں حاضر پوشیدہ اس کا فاعل ہے۔ مرجع وہی دولت مند آدمی جنت اسم مفرد جامد یعنی چار دیواری میں پوشیدہ خوبصورت باغ۔ کَ۔ ضمیر مخاطبہ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول فیہ ہے دَخَلْتَ کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر ظرفِ مقدم ہے۔ قُلْتَ کا۔ قُلْتَ فعل ماضی واحد مذکر اَنْتَ مستتر اس کا فاعل۔ مَا موصولہ۔ شَآءَ فعل ماضی شَیْئٌ سے مشتق ہے یعنی چاہنا اللّٰہ۔ اسم مفرد جامد اسم ذاتی ہے خالق سُبْحَانَہٗ وتعالیٰ کا۔ مرفوع ہے شَآءَ کا فاعل ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر ھذا پوشیدہ مبتدا کی خبر ہے وہ جملہ اسمیہ ہو کر قُلْتَ کا مقولہ اوّل ہوا۔ لَا نفی جنس کا قُوَّۃَ اسم مفرد جامد مؤنث فعلی لَا کا اسم ہے اِلَّا حرف استثنا متصل مفرغ۔ ایک قول میں غیر مفرغ ہے۔ بِاللّٰہِ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ ثَابِتًا کا وہ جملہ اسمیہ ہو کر مستثنیٰ ہوا ثابتٌ پوشیدہ پورا استثنا مل کر خبر ہے لائے نفی جنس کی یہ جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ دوم ہے قُلْتَ اپنے دونوں مقولوں سے مل کر جزا مقدم اِنْ حرف شرط تَرَ۔ باب فتح کا فعل مضارع مثبت معروف واحد مذکر حاضر اس میں اَنْتَ ضمیر مستتر فاعل ہے جس کا مرجع باغ والا ہے رَأْیٌ سے بنا ہے مہموز العین اور ناقص یائی یعنی دیکھنا یہ متعدی بدو مفعول ہے۔ نِ۔ دراصل تھا نِیْ۔ نون وقایہ، یْ۔ ضمیر واحد متکلم۔ یعنی مجھ کو۔ اَنَا۔ ضمیر واحد متکلم منصوب منفصل یہ دوبارہ آگئی صرف ضمیر متصل نِیْ کی تاکید کے لیے۔ یہ دونوں تاکید و مؤکد مل کر پہلا مفعول بہ ہوا تَرَ کا۔ اَقَلَّ۔ اسم تفضیل مذکر قِلَّۃٌ مصدر سے بنا ہے یعنی کمی۔ تھوڑا ہونا۔ اسی سے ہے قُلْتُ ترجمہ ہے کمی والا بجائے فتحہ ہے کیونکہ مفعول بہ دوم ہے تَرَ کا مِنْکَ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے تَرَ کا مَالًا۔ اسم مفرد جامد یعنی دولتِ دنیا۔ واؤ عاطفہ وَلَدًا۔ اسم جامد لفظاً واحد ہے۔ معنیً جنسی جمع ہے یعنی اولاد۔ مذکر مؤنث دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ یہ دونوں عطف مل کر تمیز ہے اَقَلَّ کا یا مفعول فیہ ہے تَرَ کا یہ سب مل کر شرط ہوئی جزا مقدم اور شرط جزا مل کر مقولہ سوم ہوا قَالَ لَّکَا۔ قَالَ اپنے تینوں مقولوں سے مل کر جملہ فعلیہ قولیہ ہو کر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا اپنے متکبر اور مغرور بھائی قطروس کی ساری باتیں سن کر اور اس کے

سرسبز شاداب باغ پھل کھیتیاں دیکھ کر کہا اُس کو اس کے غریب فقیر مومن مخلص مسکین عقل وعلم والے ساتھی اور سگے بھائی نے جس کے پاس نہ باغات تھے نہ کھیتیاں نہ جاہ وحشم نہ نوکر چاکر نہ لونڈی غلام نہ بیوی نہ بچے نہ جوان بیٹوں کا معاون گروہ نہ سونا چاندی نہ گھوڑے جوڑے نہ دنیوی دولت نہ عیش وآرام۔ نہ برادری معاشرے کی دنیوی عزت وعظمت مگر ایمان واعمال کی دولت صبر وشکر کی راحت نور عرفانی کی عظمت عقل وبصیرت کی نعمت سے بریز اور جام عشقِ الٰہی سے بھرپور تھا ایمانی تمکنت روحانی دبدبہ سے مزین اور وہ صاحب دل اسی بنا پر بلاخوف وخطر نڈر بلاجھجک ہو کر اُس کی احمقانہ مغرورانہ باتوں کو ٹھکراتے اور جھٹلاتے ہوئے نہایت مہذب انداز میں اُس سے اکثر اوقات مکالم مناظرہ بحث مباحثہ اور سمجھاتا بجھاتا اور راہ راست کی طرف بلاتا ہی رہتا تھا کہ کیا تو نے اپنی صحت تندرستی جوانی خوبصورتی اور عقل دماغ مضبوط اعضا ہاتھ پیر پانے کے باوجود اپنے اُس رحیم کریم مالک خالق رازق اللہ معبود کا کفر وانکار کر دیا جس ذات بابرکات نے تجھ کو اور تجھ جیسے تمام آدمیوں کو اور تیری اگلی پچھلی اصل ونسل کو مٹی سے پیدا کیا اس طرح کہ مٹی سے دانہ۔ دانے سے پودا پودے سے غذا۔ غذا سے خوراک۔ خوراک سے عرق۔ عرق سے خون۔ خون سے بلغم۔ بلغم سے مرد کے ریڑھ وپشت میں اور عورت کے سینے میں نطفہ۔ پھر نطفے سے تجھ کو نیست سے ہست۔ عدم سے وجود۔ فنا سے بقا۔ باطن سے ظاہر عالم ارواح سے عالمِ اجسام میں کتنی ہی عظمتوں عزتوں دولتوں خوبصورتیوں کے ساتھ پیدا فرمایا اور اس طرح بھی کہ زمین سے مٹی۔ مٹی سے حضرت آدمؑ اور آدم علیہ السّلام سے اُن کی نسل اولاد اور بیوی بچے پھر اُن سے نسلِ آدمیت پھر آدمیت سے تیرا پردادا۔ پھر اُس سے تیرا دادا اور دادے سے تیرا باپ والد۔ اس میں تیرا نطفہ۔ پھر نطفے سے تیرا لوتھڑا۔ اور لوتھڑے سے تیرا مکمل جسم اور جسم میں ظاہری باطنی اعضا وحواس۔ پھر تیری والدہ کے بطن سے تجھ کو پرورش فرما کر پھر تیری ولادت وپیدائش فرمائی پھر تجھ کو بچپن طفلگی شیر خوارگی نابالغی کمزوری بے بسی بے کسی محتاجی بے عقلی ناسمجھی کی تمام کٹھن منزلوں سے گزار کر۔ قد کاٹھ۔ جوانی۔ طاقت۔ قوت۔ ہنر وفکر کی نعمتوں کے ساتھ برابر فرماتے ہوئے عالی شان مضبوط مرد بنایا۔ نہ عورت بنایا نہ خسرا۔ نہ جانور بنایا نہ نباتات۔ نہ جمادات۔ نہ لولا لنگڑا۔ بیمار اپاہج۔ یہ تو اُس ذاتِ باری تعالیٰ کے افعالِ رحیمانہ وانعام کریمانہ تجھ پر ہوتے رہے۔ مگر اے میرے ساتھی تو نے کیا کیا؟ اپنی زندگی صحت تندرستی جوانی۔ اور اپنے دن رات صبح شام سے کیا حاصل کیا۔ تو نے تو کفر ناشکری غرور وتکبر ریاکاری ہی کے اعمال کئے۔ تو نے قیامت وحشر ونشر سزا وجزا کا انکار کیا یہ بھی شرک کرنا ہے اس لیے کہ تو نے قیامت برپا کرنے سے اللہ تعالیٰ کو عاجز سمجھا اور حالانکہ عاجزی مخلوق کی صفت ہے تو نے اللہ کو مخلوق کے برابر جانا یہ شرک ہے۔ اور تو نے سمجھا کہ یہ دولت باغات وغیرہ تیری محنت مشقت۔ ہنر مندی عقل وفکر تدبیر وتدبّر اور حفاظت وچوکیداری اور تیری سیاست وچالاکی اور دانائی وبینائی سے تجھ کو حاصل

ہوئے گویا کہ تیرے خیال میں تو ہی ان چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے یہ گمان بھی تیرا شرک ہے۔ اور پھر تو اپنی زندگی اور زندگی کے یہ قیمتی لمحات۔ سانسیں دن رات کی غفلت اور بے جان مٹی پتھر لکڑی لوہے کی مورتی اور بت پرستی میں خرچ کر رہا ہے تیرے یہ سب عقیدے واعمال شرک ہی شرک ہے اور یہی تیرا کفر و کفران ہے تو نے یہ شرک کفر آوارگی۔ آزاد خیالی غرور و تکبر بداعمالی غفلت شرارت صرف اس لیے اختیار کر لی ہے کہ تو یہ گمان کر بیٹھا ہے کہ نہ قیامت قائم ہوگی نہ سزا جزا ہوگی کوئی پوچھنے پکڑنے والا نہیں ہے بس یہ زندگی دنیوی ساز و سامان بدمستی و خرمستی کے لیے ہے۔ یہ تو تیرے باطل گمان اور بدبختی بدنصیبی بدقسمتی ہے۔ لیکن میں تیری طرح بدعقیدہ و بدنصیب نہیں ہوں بلکہ میں تو بحمدہٖ تعالیٰ مومن موحد اور اس بات پر کامل یقینی و ایمان لانے والا ہوں کہ هُوَ اللّٰهُ رَبِّي وہ اللہ کریم تبارک و تعالیٰ اجلّ سبحانہٗ ہی میرا سچا معبود میرا رب عزّ شانہٗ اور ہر آن مجھ کو پالنے پرورش فرمانے والا ہے وہی غفور رحیم رزاق و رازق ہے جس نے مجھ کو اور میرے اگلوں پچھلوں کو ہر نعمت سے پالا۔ ازلِ حادث میں عالم ارواح میں بطنِ مادر میں بچپن جوانی اور آئندہ بڑھاپے و ضعیفی میں قبر و حشر میں۔ دنیا و آخرت میں وہ اللہ تعالیٰ ہی تو فقط میرا رب ہے۔ اور میں تو کبھی بھی اپنے ایسے عظمتوں قدرتوں محبتوں والے رب جلّ شانہٗ کا کسی کو ہرگز ہرگز قطعاً ایک ساعت کے لیے کسی قسم کا کسی چیز میں شریک نہیں بناتا۔ نہ بنا سکتا ہوں نہ میری عقل و فکر سوچ دماغ ہوش و حواس اس بیہودہ بے دینی کی اجازت دیتے ہیں۔ وہ تو کوئی بہت ہی بدعقل کم دماغ ہوتا ہے جو اُس خالق کائنات کا شرک کرتا ہے۔ تو اپنی نفسانی خباثت کی بنا پر اگرچہ یہ بات نہیں مانتا مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ میرا اللہ تیرا بھی رب ہے میرا بھی رب ہے اور ساری کائنات کا رب ہے۔ اس نے تجھ کو ظاہری مجھ کو باطنی۔ تجھ کو جسمانی مجھ کو روحانی تجھ کو فانی مجھ کو باقی تجھ کو ناری مجھ کو نوری۔ تجھ کو دنیوی مجھ کو اُخروی تجھ کو ساز و سامان مجھ کو نور ایمان تجھ کو اس جہان مجھ کو اُس جہان کی نعمتیں دولتیں عزتیں قوتیں شانیں عطا فرمائیں اور یہ سب چیزیں تیرا امتحان ہیں اور میرا بُرہان ہیں۔ تجھ کو تو یہ نعمتیں لیکر اور دیکھ کر اُس کی بارگاہِ اقدس میں شکر کے سجدے کرنے چاہیئے تھے۔ لہٰذا

وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّ وَلَدًا ۚ۔ اور ایسا کیوں نہ ہوا۔ یا تو نے ایسا کیوں نہ کیا کہ جب تو کبھی بھی داخل ہوتا یا اب جب کہ میرے ساتھ تو داخل ہوا تھا اپنے اس باغ و بہار کھیت کھلیان اور پھل سبزیوں خوشبوؤں میں اور چار دیواری کے گھر بار میں اور ان کو دیکھ کر تیرے تصورات میں اپنی ساری دولت عزت آل اولاد نوکر چاکر لونڈی غلام اور شان و شوکت پھر گئی تھی تو اُس وقت تو بجائے تکبر غرور نخوت۔ نفرت۔ اکڑ بکڑ اور شیخی خوری یا بچھوری باتیں اکھل کھری طعنوں کے۔ تو کہتا اور شکر کرتے ہوئے نیچی نگاہیں کر کے یہ کلمات ادا کرتا کہ یہ جو کچھ بھی میرے پاس میری ملکیت و قبضے میں ہے سب کچھ اللہ تعالیٰ کا چاہا ہوا ہے اُسی کا فضل اُسی کی عطا

اسی کا کرم اور اسی کی بخشش ہے میری عقل فکر محنت مشقت حفاظت رفاقت۔ تدبیر و سیاست چالاکی و دانائی کا اس میں کچھ دخل عمل نہیں ہے۔ جو مولی تعالیٰ چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ جس کو چاہتا ہے بلا استحقاق عطا فرما دیتا ہے اور ڈھیروں عطا کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے کچھ بھی نہیں دینا چاہے تو بے ہنر بے عقل کو بلا محنت لاکھوں میں بٹھا دے اور چاہے تو ہزار ہنر والے کو خاک پر لٹا دے جب چاہے دیدے جب چاہے لے لے۔ اس کو کوئی روکنے ٹوکنے۔ امر و نہی کرنے والا نہیں ہے۔ مخلوق میں کسی کے پاس کوئی قوت طاقت نہیں ہے سب طاقتیں قوتیں میرے اللہ کو ہیں یہ تمام نصیحتیں حقیقتیں سن کر دیکھ کر سمجھ کر بھی اگر تو اب بھی مجھ کو جو بھی کچھ میں ہوں اپنے سے یہ سمجھتا اور دیکھتا جاتا ہے کہ میں تجھ سے بہت کم اور حقیر ہوں ظاہری دنیوی مال و دولت اور بیٹوں آل و اولاد میں تو یہ تیری آنی تنگ نظری کی سوچ ہے مجھ کو نہ غم ہے نہ فکر نہ افسوس نہ پریشانی نہ تنگ دلی۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ۔ کافر اور بدعقیدہ لوگوں سے مناظرہ مکالمہ بحث مباحثہ کرنا اچھا ہے اور کار ثواب ہے۔ بشرطیکہ اپنا علم پہلے مضبوط کر لیا جائے اگرچہ کافر بدعقیدہ اس مکالمے سے درست ہو یا نہ ہو۔ یہ فائدہ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ (الخ)، فرمانے سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ۔ انسان و حیوانات سب مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اگرچہ ظاہراً گوشت پوست ہڈی ہے۔ اسی لیے انسان مر کر مٹی بن جاتا ہے۔ جو مخلوق مٹی سے پیدا نہیں ہوئی وہ مر کر مٹی نہیں بنتی۔ گوشت ہڈی وغیرہ یہ مٹی ہی کی شکل ہے۔ جیسے پتھر لوہا دھات لکڑی بھی مٹی کی ہی ایک شکل ہے۔ یہ فائدہ خَلَقَكَ مِن تُرَابٍ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ دنیا کی کسی بھی چیز کو بری نظر لگ جانا بالکل برحق ہے۔ ہر چیز کو نظر لگ جاتی ہے خواہ انسان ہو یا جانور حیوانات یا نباتات جمادات۔ اور پھر یہ ضروری نہیں کہ غیر کی نظر ہی لگے بلکہ اپنے پرایے دوست دشمن یہاں تک کہ اپنی چیزوں اپنے جسم کو خود اپنی بھی نظر لگ جاتی ہے۔ اس لیے نظر اتارنے کے طریقے اور دعائیں کرنی بالکل جائز و ضروری ہیں۔ یہ فائدہ۔ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ (الخ)، سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ۔ قیامت حشر نشر قبر کی زندگی کا اور اسلام کے دیگر عقائد حقہ کا انکار کرنا اس لیے بھی کفر ہے کہ حقیقتاً رب تعالیٰ کا ہی انکار ہے۔ یہ مسئلہ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي (الخ)، سے مستنبط ہوا۔ ایک تفسیر کے مطابق یہ بنی اسرائیلی بھائی اللہ کا منکر نہ تھا بلکہ قیامت کا منکر اور قیام قیامت میں شک کرنے والا تھا۔ اس کو اللہ تعالیٰ کا انکار و کفر قرار دیا گیا۔ دوسرا مسئلہ۔ ہر مومن کو اپنے ایمان کا بلکہ فرضی عبادات کا بھی اعلان کرنا چاہیئے۔ ایمان و فرضی عبادتوں کا چھپانا سخت گناہ ہے۔ یہ مساجد اذانیں جمعہ و عیدین و حج پر روانگی کی محافل سب اعلان ہی کی صورتیں ہیں

اور بالکل درست و ضروری ہیں یہ مسئلہ. لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّیْ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ. جب کوئی مسلمان اپنی کسی چیز کو دیکھ کر خوشی و مسرت محسوس کرے یا کسی چیز کو خوشی سے دیکھے یا کسی سے بیان کرے تو اس کو کلماتِ طیبات پڑھنے واجب ہیں۔ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ تاکہ اُس کے ذیل تکبر غرور پیدا نہ ہو اور شکر کی عادت وعبادت پیدا ہو۔ حدیث پاک میں ہے کہ جو شخص اپنی کسی چیز کو یہ دیکھ کر پڑھ لے گا تو اس کی اس چیز کو کبھی نقصان نہ ہوگا یا اُس کے ذریعے و سبب سے اس شخص کا نقصان نہ ہوگا یہ مسئلہ وَلَوْ لَآ اِذْ دَخَلْتَ۔ (الخ) سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراضات کیے جاسکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ مومن بھائی جس کا نام یہوذا یا یلیخا تھا اس نے کہا۔ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّیْٓ اَحَدًا۔ یہاں شرک کا کیوں ذکر کیا کیونکہ کافر ساتھی بھی مشرک نہ تھا شرک تو اس نے بھی کوئی نہ کیا تھا۔ جواب۔ مفسرین نے اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ کافر اور اس ساتھی کا یہ کہنا اور سمجھنا کہ یہ میری دولت باغ بغیچہ سب کچھ میری اپنی قوت ہمت سیاست اور دانائی چالاکی کی بنا پر ہے نہ کہ رب تعالیٰ کی عطا سے۔ یہ بھی شرک ہے۔ نیز اس کا قیامت کا انکار اور یہ کہنا کہ یہ کھیت کھلیان کبھی ہلاک نہ ہوں گے یہ اللہ کو عاجز ماننے کے درجہ میں ہے لہٰذا عام بندوں کے ساتھ رب کو بھی عجز میں شریک کرنا ہے اس لیے یہ عقیدہ اور گمان شرک ہوا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ وہ بُت پرست تھا۔ لہٰذا اس کے سامنے اپنے شرک کی نفی کرنا بالکل درست ہوا۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ اِنْ تَرَنِ اَنَا جب کہ تَرَنِ میں بھی نِ جو دراصل نِی تھا ضمیر واحد متکلم متصل یا متکلم آگئی تھی تو پھر اَنَا ضمیر واحد متکلم منفصل کیوں لائی گئی جواب۔ اس کا جواب اَسْئِلَۃُ الرّازی میں یہ دیا گیا ہے کہ یہ دوسری ضمیر حصر یا تاکید کے لیے لائی گئی ہے۔ جس کا ترجمہ ہے۔ مجھ کو ہی یا مجھ کو بھی اس لیے یہ دوبارہ لانا مضمون مفید اور درست ہے اس کی اور آیت میں بھی بہت مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ ترجمہ۔ بے شک میں ہی تیرا رب ہوں یا مثلاً اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ۔ وغیرہ۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا۔ فرمانے کے بعد لٰكِنَّا کیوں فرمایا گیا۔ حرفِ لٰكِنَّ اور لٰكِنْ تو حرفِ استدراک ہے۔ جو غلطی کے بعد درستی کے لیے آتا ہے۔ یا پہلے کی نفی اور بعد والے کے ثبوت کے لیے یا اُس کے اُلٹ کے لیے سَوّٰىكَ رَجُلًا سے لٰكِنَّا کا تعلق کچھ سمجھ نہیں آتا۔ جواب۔ یہاں لٰكِنَّا کا تعلق سَوّٰىكَ رَجُلًا سے نہیں ہے بلکہ اس پورے جملے کے شروع کلام اَكَفَرْتَ بِالَّذِیْ سے ہے۔ اور معنیٰ یہ ہے کہ تو نے تو اُس خالقِ کائنات کا کفر کیا مگر میں نے ایسا نہیں کیا میں ایسا کافر نہیں ہوں تو غلط ہے میں صحیح ہوں تیری بات قابل نفی ہے۔ میری بات لائقِ ثبات ہے۔

تفسیر صوفیانہ

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا۔ عالم کیفیات میں قلب مزکیٰ نے اپنے قرب جسمانی کے ساتھی سے کہا حالانکہ قلب فطرت اپنی روشن ضمیری کی باتیں مقام رفعت کی نصیحتیں نفس خبیثہ کو سناتا ہی رہتا ہے اور قالب ناسوتی کو راہ سعادت کی ہدایت بتاتا ہی رہتا ہے کہ اے نفس سرکش تو اپنی زبان حالیہ اور لسان خفیہ سے اُس ذات وحدت کا کفر و انکار کرتا ہے جس نے تجھ کو عالم اسفل کی تراب عجز اور منی مسکین سے پیدا کیا۔ تجھ کو قرب محبت کے رحم میں پالا اور قالب جسمانی میں نطفہ سربستہ بنایا پھر تجھ کو قوت افکار طاقت احساس کی نعمتوں سے برابر کی شخصیت بالائی عطا کی۔ مجھ سے زیادہ تیری ماننے والے دنیا میں اور علاقہ جسمانیہ میں موجود ہیں۔ عیش و طرب کا مال غافل کرنے والی دولتیں تیرے پاس زیادہ ہیں ذریت اہلیسیہ کے اہل کار تیری نفری میں شامل۔ لیکن میں قلب فردیت اکیلا ہی حقائق انوار مشاہدات اسرار پر یقین کامل اور ایمان مکمل کا مومن ہوں عین یقینی سے تسلیم کر لینے والا ہوں کہ خالق عالم لاہوت و جبروت ہی فقط میرا رب قدرتوں قوتوں والا ہے اور کسی بھی ناسوتی۔ باطل چیز کو اپنے رب کریم جل مجدہٗ کا شریک خفی و جلی ظاہری و باطنی بنانے والے نہیں۔ عارفین فرماتے ہیں کہ ہر صبح تمام اعضاء ظاہری زبان سے بصد عزت عرض کرتے ہیں کہ اے زبان تو درست رہنا تاکہ ہماری خیریت رہے۔ غلطی تو کرتی ہے سزا ہم کو ملتی ہے۔ زبانیں چھ قسم کی ہیں۔ ۱ زبان وحی۔ ۲ زبان الہامی ۳ زبان حال ۴ زبان قال ۵ زبان حق ۶ زبان باطل۔ آج کل بہت سے لوگ ترک اعمال کے قائل ہیں یہ بڑی بے باکی ہے۔ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ کمال چار چیزوں سے پیدا ہوتا ہے ۱ کم کھانا ۲ کم بولنا ۳ کم سونا ۴ لوگوں سے کم ملنا جلنا۔ ترک دنیا یہ نہیں کہ بندہ لباس اتار کر لنگوٹ باندھ لے یا شہر بستی علاقہ چھوڑ کر جنگلوں ویرانوں میں چلا جائے یہ رہبانیت ہے جس سے احادیث مبارکہ میں منع فرمایا گیا ہے۔ بلکہ ترک دنیا رلو مصطفیٰ کا نام ہے خوب کھاؤ پیو۔ پہنو اوڑھو۔ جوڑو مگر تمہاری ہر چیز پر ہر طریقے پر نشان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہو۔ اے بندے کام تیرا ہو اُس پر چھاپہ مصطفےٰ کا ہو۔ یعنی دنیا کی کسی چیز میں دل نہ لگاؤ، کماؤ مگر تمام حقوق پر خرچ کرو۔ ظاہری نماز جہت کعبہ ہے مگر باطن کی نماز جہت رخ مصطفےٰ ہے سجدہ کرنا ہے تو یوں کر کر ہو سجدے میں جھکا سر خدا کے سامنے دل مصطفےٰ کے سامنے پورے تصوف کا نقشہ محبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب محبت ہے تو پیروی ہے جب پیروی ہے تو بدعملی سے دوری ہے۔ جب بدعملی نہیں تو سیاہی قلب نہیں ہے۔ اور جب قلب منور ہو تو بندے کو عالم عرفانی سے سَوّٰىكَ رَجُلًا کا خطاب ابدی لقب دائمی عطا ہوتا ہے۔ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّ وَلَدًا ۔ لہٰذا اے بندۂ نفس
تو اس دنیا کے باغ و بہار میں اگر ہر چیز کو طبیعتِ غافلانہ سے بھلا بیٹھا ہے ہزار ہا عبرت سامانیوں کے مشاہدۂ ظاہری
کے باوجود تو بندۂ ارادت کیوں نہیں بنتا اور ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ جب کبھی بھی تو خواہشاتِ حواس کے چمنِ طبیعت میں
اور استعدادِ اعمال کے باغوں میں قدمِ ارادہ سے داخل ہو تو زبانِ نیاز اور کلماتِ ذکر و فکر سے بس یہی کہتا کہ یہ
سب بحر و بر پستی و بلندی فیض و بسط خیر و شر استعداد و توفیق اسرار و انوار وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ سب اُسی
مولیٰ تعالیٰ کا حکم ہے بجز اُس پروردگار کے نہ کسی کا حکم ہے نہ قوت نہ طاقت نہ سلطنت نہ بادشاہت تمام قالب
وجسم۔ ابدان وارواح میں اُسی رب کریم کا اختیار و انصراف ہے یہ سب اُسی کے نام کی بہاریں اُسی کے انعامات
کی قطاریں ہیں۔ اے نفسِ کافرہ اگر تو مجھ قلبِ مسکین کو دولتِ ناسوتی اور راولادِ ظلمات میں اپنے سے کمتر سمجھتا ہے
تو یہ خیالاتِ فانیہ اور وجاہتِ عارضیہ اور تصوراتِ باطلہ ہیں۔ انسان کا نفس اپنی تدابیر و تراکیب میں کتنا ہی اونچائی
پر پہنچ جائے مگر ریت کے ڈھیر سے زیادہ نہیں۔ اصل دولت معرفتِ الٰہیہ اور خوفِ خدا ہے۔ معرفتِ ربّانی کی صورتِ
اصلیہ صرف یہ ہے کہ بندہ اپنی خودی کو اس ہستیِ مطلق میں فنا کر دے۔ اُس بارگاہِ قدس تک رسائی کا راستہ صرف یہ
ہے کہ اپنی بے بسی و عجز کا اظہار کیا جائے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ خوفِ الٰہی کی نشانی یہ ہے کہ ہر شر سے بچے بلکہ اپنے
آپ سے بھی ڈرے کیونکہ سب سے بڑا فسادی اور مغرور سرکش خود اس کے اندر چھپا بیٹھا ہے۔ اس کو اپنی
ظاہری کیفیات اور تکمیلِ خواہشات پر بڑا ناز ہے۔ بندے کو چاہیے کہ ہمیشہ نفس کے اس غرور و خواہشات کو توڑتا
پھوڑتا مروڑتا رہے۔ اور بارگاہِ سرمدی میں عجز و زاری سے مناجات کرتا رہے کہ اے مولیٰ تعالیٰ مجھ کو اپنی محبت کا
ذرہ ہی عطا فرما دے تیری نعمت و رحمت سے آج تک کوئی محروم نہیں رہا اور تیرے فضل سے کوئی مایوس
نہیں ہوتا۔ تیری بندگی کا باغ اور تیرے درد کا داغ میرے لیے کافی ہے عارفین صادقین فرماتے ہیں کہ جو دل اس
کے دردِ عشق سے لذت لینے والا نہیں وہ نالائق ہے کسی خوشی کے قابل نہیں ہے۔ یہ قالب کا سینہ رحمتِ عالمین کا مقامِ
نزول ہے وہ رحمتِ عالمین ہم سب کا بادشاہِ ابدی ہے ہم سب سے متصل ہے وہ لاکھوں پردوں میں ہے پھر بھی
عالم کے ذرے ذرے میں آشکارا ہے اس کا وجود نور و ظلمت سے قبل ہے۔ کائنات مخلوق میں کسی کی مجال نہیں کہ وہ اس
سے شیئت یا ہمسری کا دعویٰ کرے۔ وہ تو سب میں ہے سب اُس سے ہے بندۂ نفس ہی اس سے معدوم ہے۔ صوفیا
فرماتے ہیں کہ لَوْلَا۔ صدائے قلب ہے اِذْ دَخَلْتَ دنیا و مافیہا ہے جَنَّتَكَ خواہشاتِ انسانیہ ہے وَقُلْتَ دعوتِ فکر
ہے اور تیاریِ آخرت۔ مَا شَاءَ اللّٰهُ۔ توفیقِ سعادت ہے اور استعدادِ اعمال لَا قُوَّةَ۔ عجز اور ضعفِ مخلوقی ہے کہ
یہاں ہی سب زور ٹوٹ کر نیست و نابود ہو جاتے ہیں اِلَّا بِاللّٰهِ قوتِ حقیقیہ کا سرچشمہ ہے اِنْ تَرَنِ گمان
نفسِ خبیث ہے اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ غرورِ دنیوی ہے مَالًا حواسِ شہوانیہ ہیں۔ وَوَلَدًا قوتِ فانیہ ہے اسی کے بل بوتے

پر نفسِ امارہ اور ابلیسِ مذموم کا ساتھ ہے۔ اور قلب و عقل کی مخالفت کی بنیاد بھی وہی ہے۔ لیکن قلب مسعود کو بچانے والا ربّ العلمین ہے۔

فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَ

میرے رب کی قدرت سے قریب ہے کہ لائے میرے لیے تیری جنت سے اچھی جنت اور

تو قریب ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے اچھا دے اور

يُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ

تیری اس جنتِ فانی پر بھیج دے تھوڑا سا عذاب آسمان کی طرف سے تو صبح کو تو

تیرے باغ پر آسمان سے بجلیاں اتارے تو وہ پٹ پر

صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿٤٠﴾ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ

اس کو ویران مٹی پائے۔ یا اس کا تمام پانی مٹ جائے تو اس کو میدان

میدان ہو کر رہ جائے یا اُس کا پانی زمین میں دھنس جائے پھر تو

تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿٤١﴾ وَ اُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ

کرنیکی طاقت ہی نہ پائے اور تباہ کر دیا گیا اُس کی تمام پیداوار کو تو صبح کو

اُسے ہرگز تلاش نہ کر سکے اور اس کے پھل گھیر لیے گئے۔

يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَ هِيَ خَاوِيَةٌ

اپنی ہتھیلیاں رگڑتا تھا اُس دولت و محنت پر جو اس باغ میں لگائی تھی اور وہ سب پیداوار اور نیز بھی

تو اپنے ہاتھ ملتا رہ گیا اُس لاگت پر جو اس باغ میں خرچ کی تھی اور وہ اپنی ٹٹیوں

عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ

اکھڑی پڑی تھی اور وہ کہتا تھا ہائے کاش میں شریک نہ بناتا

پر گرا ہوا تھا اور کہہ رہا ہے اے کاش میں نے اپنے رب کا کسی کو

بِرَبِّيْۤ اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ

اپنے رب کا کسی کو اس کا کوئی قبیلہ بھی نہ تھا جو ان حالات میں اس کی مدد کرتا

شریک نہ کیا ہوتا اور اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی کہ اللہ کے سامنے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾

اللہ کے مقابل اور نہ تھا وہ خود اپنی مدد کرنے کے قابل

اس کی مدد کرتی نہ وہ بدلہ لینے کے قابل تھا

تعلق اِن آیاتِ مبارکہ کا پچھلی آیتِ مبارکہ سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں انسانی خلقت کی بے ثباتی حقیقت بیان فرمائی گئی تھی اب اِن آیت میں دنیوی چیزوں کی بے ثبات حقیقت بیان فرمائی جارہی ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت پاک میں غلط اور کفریہ عادتوں سے روکا گیا تھا۔ اب ان آیتوں میں غلط باتوں کے نتیجے کا ذکر ہو رہا ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیتِ مبارکہ میں نیک لوگوں کی ایک نشانی بیان ہوئی کہ دنیوی اعتبار سے وہ اکثر غریب مسکین ہوتے ہیں۔ اب ان کی دوسری نشانی اِن آیتوں میں بیان فرمائی جا رہی ہے کہ نیک لوگ باوجود کثیر تکالیف و غربتوں کے پھر بھی توکل علی اللہ کا اعلیٰ نمونہ ہوتے ہیں۔

تفسیر نحوی فَعَسٰى رَبِّيْۤ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ۔ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ۔ فَ تعقیبیہ عسٰی فعل مقاربہ واحد مذکر غائب ماضی بمعنیٰ مستقبل ربی مرکب اضافی بمعنیٰ میرا رب بحالتِ رفع ہے فاعل ہے عسٰی کا اَنْ ناصبہ یُؤْتِیَ باب افعال کا مضارع معروف مثبت اِیتَاءً مصدر ہے اَتٰی سے بنا ہے بمعنیٰ دینا۔ نِ۔ دراصل نی ہے۔ نی نونِ وقایہ یعنی اعراب کو بچانے والی۔ یٰ ضمیر متکلم

پوشیدہ کی گئی سورت دتخفیف کیلئے یُؤتِیَ، متعدّی بدو مفعول ہے۔ اَنْ ناصبہ سے مفتوح ہے۔ اس کا مفعول بہ اوّل ہی پوشیدہ نِیْ ہے اور مفعول دوم خَیْرًا ہے۔ مِنْ جارّہ تفاعل کا لغو ہے۔ جنت اسم مفرد جامد جنسی بمعنٰی رہائشی باغ کَ ضمیر حاضر مجرور متصل مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے خیرًا مصدر کی یہ سب شبہ جملہ ہو کر مفعول دوم ہے یُؤتِیَ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ واؤ عاطفہ یُرْسِلَ۔ باب افعال کا مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب اس میں پوشیدہ ھُوَ ضمیر اس کا فاعل مرجع ہے رَبِّیْ مصدر ہے ارسال رُسُلٌ سے بنا ہے۔ بمعنٰی بھیجنا۔ متعدّی بیک مفعول ہوتا ہے علٰی جارّہ توقیت کا ھَا ضمیر کا مرجع جنت ہے۔ یُرْسِلَ کا متعلق ہے حُسْبَانًا بروزن فُعْلَانَ غُفْرَان بُطْلَان مصدر ہے بمعنٰی اندازہ لگانا حسبٌ سے بنا ہے الف نون زائد وصل کا ہے اسی سے ہے حسابٌ ایک قول میں اسم جامد جنسی ہے بمعنٰی اندازہ۔ اس صورت میں یہ حاصل مصدر ہوا۔ یہاں مراد ہے اندازے کا عذاب یعنی جو صرف باغ کو جلانے تباہ کرنے کے لیے کافی ہو۔ اس کے اعتبار سے یہ بہت جامع مانع لفظ ہے ایک قول میں یہ جمع ہے حساب کی یا حُسْبَانَۃٌ کی مفتوح ہے بوجہ مفعول بہ یُرْسِلَ کا مِنَ جارہ ابتداء غایت کے لیے بمعنٰی طرف سے۔ السَّمَاءِ۔ الف لام عہدی سماءِ اسم مفرد جامد بمعنٰی بلندی یا آسمان یہ جار مجرور متعلق ہے یُرْسِلَ کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر سبب ہوا۔ فَ سببیہ تُصْبِحَ باب افعال سے فعل ناقصہ مضارع واحد مؤنث غائب یا واحد مذکر حاضر اس لیے اس میں یا ھِیَ مؤنث غائب کی ضمیر ہے یا اَنْتَ ضمیر حاضر پوشیدہ اس کا اسم ہے اِصْبَاحٌ اس کا مصدر ہے۔ صُبْحٌ سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے صبح کو ہونا یا فقط ہونا فجرِ صادق سے پہلے کا وقت صبح کاذب ہے اس سے پہلے۔ لیل فجر صادق کے بعد طلوع آفتاب تک سحر۔ طلوع آفتاب سے ڈیڑھ گھنٹہ یعنی بائیس ڈگری تک صبح ہوتی پھر دوپہر شروع شریعت میں دوپہر کے تین حصے ہوتے ہیں ۱ اشراق ۲ چاشت ۳ نصف النہار۔ اگر ھِیَ ضمیر پوشیدہ ہو تو مرجع باغ ہے اگر اَنْتَ پوشیدہ ہو تو مرجع باغ والا ہے۔ پہلی صورت میں اگلی عبارت صَعِیْدًا زَلَقًا ھِیَ مستتر کا حال ہو کر خبر ہے فعل ناقصہ تُصْبِحَ کا دوسری صورت میں خبر مفعول بہ کے درجہ میں ہے صَعِیْدًا۔ بروزن بعیدًا۔ قریبًا مصدر۔ صَعُدٌ سے بنا ہے بمعنٰی صاف زمین۔ چٹیل میدان۔ پکی کھنکتی ہوئی مٹی کہ نہ سرسبز رہے نہ ہو سکے موصوف ہے زَلَقًا حاصل مصدر بنجر زمین۔ پھسلنی جگہ۔ ویران اُجاڑ۔ صفت ہے صعیدًا کی یہ مرکب توصیفی خبر ہے تُصْبِحَ ناقصہ کی وہ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہوا۔ معطوف علیہ اَوْ حرف عطف تخییری یُصْبِحَ فعل مضارع ناقصہ۔ مَاءُ اسم مفرد جامد ترجمہ ہے پانی ھَا ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ مرجع جنت یہ مرکب اضافی اسم ہے یُصْبِحَ ناقصہ کا وہ سب سے مل کر جملہ فعلیہ یُصْبِحَ کا۔ غَوْرًا۔ اجوف واوی مصدر ثلاثی ہے بمعنٰی غائر اسم فاعل ترجمہ ہے۔ چھپنے والا ناپید ہونے والا گہرائی والا اسی سے ہے غور و فکر یعنی پریشان خیالات بکھرے حالات مراد ہے زمین میں دھنسنا زمین کا پانی چوس لینا یہاں ہر معنٰی درست ہے کیونکہ پانی بادل سے بھی آتا ہے اور سمندر کے اندر سے بھی۔ یہ معنٰی بھی ہو سکتے ہیں کہ دو

طرف نیچے اوپر سے پانی زک جائے۔ ایک قرأت میں ذا غور ہے ذا مضاف غور مضاف الیہ بمعنیٰ دھنسنے والا بہرصورت مفتوح ہے بوجہ خبر ہونے کے۔ یہاں یُصْبِحَ بمعنیٰ صار ہے یعنی اس طرح تبدیل ہو جائے۔ یہ فعل ناقصہ اسم خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر معطوف علیہ فَ عاطفہ تعقیبیہ لَنْ تَسْتَطِيْعَ فعل نفی تاکید بلن معروف مستقبل باب استفعال مصدر ہے اِسْتِطَاعَۃٌ۔ اِسْتِطْوَاعٌ تھا تعلیل ہو کر بنا اِسْتِطَاعَۃٌ ہے یعنی طاقت طوعٌ سے بنا ہے اس کا فاعل اَنْتَ ضمیر اس میں پوشیدہ ہے۔ مرجع ہے باغ والا۔ طوعٌ کے معنیٰ ہمت طاقت خوشی پسند لہ۔ حرف جار لام ہ ضمیر کا مرجع ماءُ طَلَبًا اسم مصدر بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے۔ یعنی تلاش کرنا یہ فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف ہوا یُصْبِحَ کا یہ دونوں عطف مل کر معطوف ہوا یُصْبِحَ کا وہ سب مل کر یُرْسِلَ پر عطف ہو کر معطوف ہوا یُؤْتِیَنِ کا یہ سب عطف مل کر مفعول بہ ہوا عسیٰ کا یہ فعل مقاربہ اپنے فاعل مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ تقریبیہ ہو کر مکمل ہوا وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ واؤ سے جملہ اُحِيْطَ باب افعال کا ماضی مطلق مجہول واحد مذکر غائب حیطٌ سے بنا ہے یعنی گھیرنا۔ مٹانا چھپانا۔ غائب کر دینا۔ یہاں ہر معنیٰ مناسب ہے۔ ہمیشہ متعدی ہوتا ہے ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا نائب فاعل ہے۔ جس کا مرجع باغ کے درخت بیلیں کھیتی وغیرہ سرسبزی پھل یعنی گل پیدا وار ہے۔ ب جارہ ثمر اسم مفرد جامد یعنی پھل پیداوار اصل مقصود۔ نتیجہ۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع باغ والا مغرور کافر یہ مرکب مجرور متعلق ہے اُحِيْطَ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ یہاں چار فعل ۱۔ یُؤْتِیَنِ ۲۔ یُرْسِلَ ۳۔ فَتُصْبِحَ۔ ۴۔ اَوْ یُصْبِحَ یہ چاروں اَنْ ناصبہ کی وجہ سے منصوب ہیں

فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَا اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۔ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا

فَ تعقیبیہ اَصْبَحَ باب افعال کا فعل ناقص ماضی صبحٌ سے بنا ہے یعنی صبح کو ہونا۔ یا مطلقاً ہو جانا۔ یا صبح پانا۔ اس کا اسم ھُوَ ضمیر پوشیدہ ہے یُقَلِّبُ۔ باب تفعیل کا مضارع مثبت اس کا مصدر ہے تقلیب متعدی ہے قلبٌ سے مشتق ہے یہ لازم ہے یعنی متعدی پھیرنا رگڑنا۔ ملنا۔ یعنی لانا پھرنا۔ بدلنا۔ لوٹنا یہاں مراد ہے رگڑنا کف افسوس ملنا اس میں پوشیدہ ضمیر ھُوَ اس کا فاعل ہے مرجع ہے باغ والا کَفَّیْ۔ اسم تثنیہ اس کا واحد کفٌّ ہے یعنی ہاتھ کی ہتھیلی یہ اصل تھا کَفَّیْنِ نون اعرابی اضافت کی وجہ سے گر گئی مضاف ہے۔ ہ ضمیر کا مرجع باغ والا ہ ضمیر مجرور متصل نفسی ہے یعنی اپنی۔ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے یُقَلِّبُ کا عَلٰی جارہ اپنے معنیٰ میں ہے یا بمعنیٰ ب سببیہ ما موصولہ اَنْفَقَ باب افعال کا ماضی مطلق مصدر ہے اِنْفَاق یعنی خرچ کرنا۔ نفقٌ سے بنا ہے۔ یعنی خرچ ہونا۔ اس کا فاعل ھُوَ مستتر جس کا مرجع ہی باغ والا ہے فی ظرفیہ مکانیہ ھَا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع وہ باغ کی ساری زمین یہ جار مجرور متعلق ہے اَنْفَقَ کا وہ سب جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مل کر مجرور متعلق ہے یُقَلِّبُ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہوئی اَصْبَحَ کی۔ اَصْبَحَ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر مکمل ہوا۔ واؤ ابتدائیہ ھِیَ ضمیر مرفوع منفصل واحد مؤنث

اس کا مرجع ہے جنت یا جنت کی پیداوار کھیتی درخت بیلیں۔ یہ مبتدا ہے خَاوِیَۃٌ اسم فاعل واحد مؤنث خویٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ویران ہونا۔ کھوکھلا ہو کر درخت کا گر جانا ہِیَ اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہے۔ علیٰ جارّہ فوقیت کا عُرُوش جمع مکسّر ہے عرش کی بمعنیٰ بلندی۔ آخری چوٹی۔ اصطلاح میں تخت کو عرش کہتے ہیں۔ سطح اور اوپر کا حصہ بھی عرش کہلاتا ہے یعنی سرا۔ مضاف ہے۔ ھَا ضمیر کا مرجع اُس کی جنت کے درخت۔ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے۔ خاویۃٌ کا ترجمہ ہے اپنے اونچے سروں کے بل اوندھے گرنے پڑنے والے خَاوِیَۃٌ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر مبتدا۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مکمل ہوا۔ واؤ سرجملہ یَقُوْلُ فعل مضارع ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل یہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر قول ہوا۔ یَا حرف ندا درمیان قریب وبعید ہر منادیٰ کے لیے مستعمل ہے۔ حروف ندا پانچ حروف ہیں ۱ یَا ۲ اَیَا ۳ ھَیَا ۴ اَیْ ۵ ہمزہ مفتوحہ۔ امگر حرف یا زیادہ استعمال ہوتا ہے اس کی چار خصوصیات ہیں۔ اوّل یہ کہ یہ ہر دور و نزدیک کے لیے آتا ہے دوم یہ کہ یہ محذوف بھی ہو سکتا ہے۔ سوم یہ کہ یہ نُدبہ یعنی رونے کے لیے بھی آجاتا ہے مثلاً یا زیداہ۔ ہائے زید۔ چہارم یہ کہ یہ ہر لفظ اسم۔ فعل حرف سب پر آجاتا ہے۔ مگر جب حرف پر آتا ہے تو غم افسوس و تنبیہ کے لیے آتا ہے نہ کہ ندا کے لیے۔ یہاں حرف مشبہ لَیْتَ پر داخل ہوا ہے اس لیے ندا کے لیے نہیں بلکہ افسوس و تنبیہ کے لیے ہے۔ بعض نے کہا کہ فعل پر بھی تنبیہ کے لیے آتا ہے نہ کہ ندا کے لیے۔ نِیْ۔ نون وقایہ۔ یْ ضمیر واحد متکلم۔ مرجع ہے باغ والا منصوب متصل اسم ہے لَیْتَ کا۔ لَمْ اُشْرِکْ باب افعال کا فعل مستقبل نفی جحد بلم بمعنیٰ ماضی تمنائی۔ شِرْکٌ سے مشتق ہے۔ اِشْرَاکٌ مصدر ہے بمعنیٰ کفر و بت پرستی کرنا۔ توحید یا قانون الٰہیہ کا انکار کرنا۔ بِ حرف جر تعدیہ کی رب اسم مفرد جامد صفاتی نام ہے اللہ تعالیٰ کا۔ مضاف ہے۔ یْ ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے لَمْ اُشْرِکْ کا۔ اَحَدًا۔ اسم عددی معرب نکرہ ہے غیر معیّن کے لیے بمعنیٰ کسی کو۔ یہ مفعول بہ ہے لَمْ اُشْرِکْ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہوئی لَیْتَ کی وہ اپنے اسم نِیْ اور خبر لَمْ اُشْرِکْ کے جملے سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہو کر مقولہ ہوا یَقُوْلُ کا۔ قول مقولہ مل کر جملہ فعلیہ قولیہ خبریہ ہوگیا واؤ سرجملہ لَمْ تَکُنْ فعل مضارع نفی جحد بلم صیغہ واحد مؤنث غائب بمعنیٰ ماضی بعید فعل ناقصہ ہے ایک قول میں تامہ ہے۔ لَہٗ۔ لام مفعولیۃ کا ہٗ ضمیر مجرور متصل مرجع ہے باغ والا یہ جار مجرور متعلق ہے لَمْ تَکُنْ کا فِئَۃٌ اسم لفظاً واحد ہے معناً جمع بمعنیٰ گروہ۔ جتھہ برادری۔ پارٹی بحالتِ رفع ہے اسم ہے فعل ناقصہ لَمْ تَکُنْ کا اگلا جملہ خبر ہے لَمْ تَکُنْ کی اور اگر فعل تامہ ہو تو فِئَۃٌ موصوف اگلی عبارت صفت ہے اور مرکب توصیفی فاعل ہوا فعل تامہ لَمْ تَکُنْ کا۔ یہ ترکیب آسان ہے یَنْصُرُوْنَ۔ مضارع مثبت معروف نَصْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ مدد کرنا اس میں پوشیدہ ھُمْ ضمیر جمع اس کا فاعل مرجع بلحاظ معنیٰ فِئَۃٌ ہے۔ ہٗ ضمیر منصوب متصل اس کا مفعول بہ ہے۔ اس کا مرجع ہے باغ والا۔ حرف مِنْ زائدہ ہے۔ دُوْنَ اسم مفرد جامد بمعنیٰ مقابل مفرد سے مراد واحد ہے جو تثنیہ جمع نہ

ہو۔ مضاف ہے اللہ مضاف الیہ۔ یہ مرکب مجرور متعلق ہے یَنْصُرُوْنَ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے فِئَۃٌ کی اور یہ مرکب توصیفی فاعل ہوا لَمْ تَکُنْ تامہ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ پہلی ترکیب میں فِئَۃٌ اسم ہے لَمْ تَکُنْ ناقصہ کا اور یَنْصُرُوْنَ کا جملہ خبر ہے۔ واؤ دوسرا جملہ۔ مَاکَانَ فعل منفی ناقصہ ھُوَ پوشیدہ اس کا اسم مُنْتَصِرًا۔ باب افتعال کا اسم فاعل واحد مذکر اس کا مصدر ہے اِنْتِصَارٌ اَنْصُرٌ سے بنا ہے بمعنی مدد کرنا باب افتعال میں آکر ترجمہ ہوا اپنی مدد آپ کرنا مراد ہے مضبوط ہونا طاقت والا ہونا غالب ہونا یہاں مراد ہے اپنی طاقت سے اپنی مدد کرنا یعنی بدلہ لینا انتقام لینا۔ یہ خبر ہے مَاکَانَ کی سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ منفیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ فَعَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِکَ وَیُرْسِلَ عَلَیْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِیْدًا زَلَقًا۔ اَوْ یُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِیْعَ لَهٗ طَلَبًا۔

مجھ کو نہ تیری امیری عیش و عشرت مال و دولت لونڈی غلام باغ و بغیچہ کا حسد و رشک ہے نہ اپنی غریبی فقیری بے اولادی کا غم یا پریشانی ہے کیونکہ یہ دنیوی دولت آنی جانی چیز ہے تجھ سے پہلے یہ باغات کس کے پاس تھے اور نہ جانے کل کس کے پاس ہوں گے نہ امیری سدا کی شان ہے نہ غریبی سدا کی لگی ہوئی مجھے تو اپنے رب کریم سے بہت خیر و بھلائی کی اُمیدیں ہیں۔ ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ عنقریب ساری کائنات کا مالک میرا ربّ جلیل دنیا میں ہی مجھ کو بھی ایسے باغات کھیت کھلیان رزق و غذا پھول و پھل اپنے کرم و فضل عنایت و مہربانی سے عطا فرما دے جو تیرے ان باغات بغیچوں سے کئی درجے خیر اور بھلائیوں اچھائیوں خوبصورتیوں والا ہو اور میں یہ نعمتیں و دولتیں پا کر مزید اس کی بارگاہ میں شکر کے سجدے کروں۔ اور یہ بھی اُس کی غفاری اور رحیمیت سے امید ہے کہ آخرت میں مجھ کو قیامت کے حساب میں کامیاب فرما کر جنتِ اعلیٰ میں ایسے ابدی سرسبز باغات عطا فرمائے جو تیرے اس باغ سے بے حساب درجوں خیر و بھلا ہو۔ اور اُس کی قدرتِ قہاری سے یہ بھی کیا مشکل ہے۔ کہ تیرے اس غرور تکبر عیاشی فحاشی نافرمانی کفر شرک ناشکری بے فکری آزاد خیالی کی وجہ سے دن یا رات کے کسی بھی حصے میں آسمانی عذاب ان تیرے باغوں کھیتوں پر تیری بدقسمتی کی تقدیر ازلی کے حصے و حساب کا بجلی کا شعلہ بھیج دے جو اوپر آسمان کی طرف سے ہو۔ تو یہ سب پھول و پھل باغ و ثمر تیری غفلت کے صبح میں جل جلا کر خاک سیاہ ہو جائیں اور ان باغوں کی زمین کھیتیاں ناقابلِ کاشت خشک بنجر زمین چٹیل میدان بن کر رہ جائے۔ اور پھر زمین سے یہ آفت اٹھے کہ ان ہی صبح کے لمحاتِ عذاب میں۔ ان باغات کھلیان کو سیراب کرنے تر و تازہ رکھنے والا نہر و دریا کا پانی زمین میں دھنس کر ایسا جذب و غائب ہو جائے کہ ہزار محنتوں مشقتوں کھدائیوں گہرائیوں کے باوجود نہ تو اس اپنی باغ میں موجودہ نہر سے پانی ڈھونڈ کر نکال سکے اور نہ کسی دور دراز دریا کوششیں سے طلب کر کے لا سکے یا منگا سکے اور تیرا یہ علاقہ سب جل [illegible] پیاسا رہ جائے۔ لہٰذا میری ایمانی

عرفانی باتوں کو عبرت کے کانوں سے سن کر مان لے اور آج ہی رب کریم کی ذات اقدس جلّ مجدہٗ پر صدق قلبی و اقرار لسانی سے ایمان لے آ۔ اور سجدۂ شکر میں گر جا۔ اور اس دوات و دنیا کے فنا سے پہلے تو منزل لقا کی طرف گامزن ہو جا۔ مگر اس مغرور کی عقل و ہوش والی آنکھیں ابھی خواب خرگوشی سے نہ کھلیں یہاں تک کہ چند عرصے کے بعد۔ تقدیر ازلی کا نوشتہ آگیا۔ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَاۤ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا۔ اور ناگہانی غیبی ایسا عذاب آیا کہ چاروں طرف سے اُس کے پھلوں باغوں پھولوں کھجور کے درختوں شاخوں پتوں ٹہنیوں انگور کی بیلوں اور بیلوں کی پھیلاؤ والی اونچی ٹٹیوں۔ ڈنڈوں کھمبوں۔ ستونوں کھیتیوں کھلیانوں مکان اور چھتوں اور دیواروں کو اس کی لپیٹ میں لے گیا اور شدت سے گھیر لیا گیا اُس کی تمام پیداوار کو اور یہ سب کچھ آناً فاناً ہو گیا۔ بس عذابِ آتشی آسمانی بجلی کا ایک جھونکا ہی چلا یا گیا۔ پھر جب صبح کو وہ مغرور دولت کے نشے میں مست و مغرور عجز و شکر سے نفور حق و صداقت سے دور اپنے اسی باغ کھیت کھلیان کی طرف ایسے ہی سیر کرتا ہوا آیا۔ تو اپنے اس تمام گلشنی سرمائے کا یہ حشر و انجام دیکھ کر ششدر رودم بخود رہ گیا اور غم و افسوس رنج و ملال حیرانی و پریشانی سے اپنے دونوں ہاتھ ملنے لگا۔ ہتھیلی پر ہتھیلی رگڑنے لگا۔ باغ و کھیت کی مالیت کے علاوہ اس سرمایہ کاری اور روپیہ پیسہ محنت مزدوری دیکھ بھال پر غم و صدمہ کرتے ہوئے جو اتنے عرصے اور دن رات اس باغ و کھیت میں اُس نے خود اپنے پلّے سے خرچ کیا تھا۔ حالانکہ وہ تمام باغ اور اس کے درخت پتے شاخیں بیل بوٹے سب قدرتی آگ سے جھلس جھلسا کر ٹنڈ منڈ ہو کر جڑوں سے اکھڑ کر اپنے سروں کے بل گرے پڑے تھے۔ اس طرح کہ چھتیں دیواروں پر دیواریں اور بیچ بیچ میں انگور کی بیلوں کو اٹھانے چڑھانے پھیلانے کے لیے لگائے ہوئے ڈنڈے ستون اور ٹیکیں ٹٹیں زمین پر اور اس پاس کے جلے ہوئے کھجور کے تنا ور درخت اُن پر گرے پڑے تھے۔ اور آگ نے زمین کو بھی جھلسا کر ایسا چٹیل بنجر بنا دیا تھا کہ اب وہاں کافی زمانہ کچھ اُگنے کی اُمید بھی نہ رہی تھی یہ حیران کُن تباہی بربادی دیکھ کر اب اسے یاد آیا کہ میرا غریب مومن بھائی مجھ کو اسی دن سے ڈرایا سمجھایا بجھایا کرتا تھا۔ ذاتِ بے نیاز اور قہرِ قہّار کا خوف دلایا کرتا تھا۔ آنکھوں سے یہ تباہی دیکھتا دل میں وہ باتیں یاد کرتا۔ کفِ افسوس ملتا اور زبان سے یہ کہتا تھا کہ ہائے افسوس مجھ پر کاش میں اپنے عقیدے اپنے وطیرے اپنے اعمال کردار باطل خیالات کفریہ اُفکار جھوٹے تلربات کے ذریعے کسی بھی چیز کو اپنے رب کا شریک نہ بناتا نہ سمجھتا۔ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا اور اب جب کہ اس کی اپنی بری حرکتوں کفر سازیوں ظلم اور طعنے بازیوں کی وجہ سے یہ تباہی پھر گئی اور مومن مخلص بھائی کو ستانے کا خمیازہ بھگت لیا تو کوئی بھی اس کی برادری مال اولاد نوکر چاکر خدام لونڈی غلام اور

دوستوں میں سے اس کی مدد کو نہ پہنچا۔ نہ ہی کوئی وہ گروہ۔ جتھہ۔ جماعت جن پر اس کو فخر اور ناز ہوا کرتا تھا اور وہ بیٹے بھی سامنے مقابلے اور بچانے میں نہ آئے جن کا بڑے غرور سے نام لیا کرتا تھا۔ غرضکہ ان ناگہانی مصیبتوں تکلیفوں بربادیوں میں اُس کے پاس یار و مددگاروں کوئی بھی ایسی جماعت یا نفری نہ ہوئی جو اللہ کے مقابل اس کی مدد کرتے اور نہ وہ بڑا عقل مند بننے والا خود ہی اس لائق ہوا کہ اپنی مدد آپ کرتے ہوئے اس عذابِ آسمانی کو روکتا۔ مقابلہ کرتا اور ٹال دیتا اپنے باغ کھیت و نہری پانی کو بچا لیتا۔ اس کی ساری عقل سیاست چالاکی، دولت، ہمت، قوت، دھری کی دھری رہ گئی **فائدے**۔ اِن آیتِ کریمہ سے چند سبق اور مسلمانوں کی عبرت کے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ اللہ رسول کی بارگاہ میں اکڑ پھکڑ سیاست چالاکی فریب کاری کام نہیں دیتی وہاں تو عجز کے سجدے، انکساری کی دعائیں مسکینیت کی فریادیں گڑگڑا کر رونے ہی سے کام بنتا ہے۔ شعر۔ نہ بات بنائے بندی اے بے عقل چلائے بنتی ہے ٭ او محبوبان دیا محبوبا گل تیرے بنایاں بندی اے۔ یہ فائدہ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ فرمانے سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ مومن نورِ معرفت سے دیکھتا اور سنتا سمجھتا ہے یہ فائدہ وَاُحِیْطَ بِثَمَرِهٖ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا کہ دیکھو جو کچھ اُس مومنِ مخلص بنی اسرائیلی ولی اللہ ساتھی نے کہا تھا کچھ دنوں کے بعد اس کے باغ و املاک پر ویسی ہی ناگہانی آفت عذابِ عبرت کی شکل آ گئی۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔ شعر۔ لوحِ محفوظ است پیشِ اولیاء ٭ زانچہ محفوظ است محفوظ از خطا۔ تیسرا فائدہ۔ دنیا کی کسی بھی آفتِ ناگہانی اور قدرتی مصیبتوں بیماریوں وباؤں کے لیے یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ ہم اس کا مقابلہ کریں گے اور مقابلہ کر کے اس آفت کو روک دیں گے۔ بلکہ رب تعالیٰ کے حضور عجز کے سجدے دعائیں سابقہ گناہوں کی توبہ آئندہ گناہوں سے بچنے کے وعدے کرنا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ سے ہی فریاد کرنا چاہیئے کہ وہی اپنی کریمی رحیمی سے اس مصیبت کو دور فرما دے اس کی بارگاہ میں کم عقل نادان بچوں کی طرح مچل مچل جاؤ۔ چند سال پیشتر پاکستان میں ہلاکت خیز طوفان آیا تو اس وقت کے حاکمِ اعلیٰ نے کہا کہ ہم اس سیلاب کا مقابلہ کریں گے اور پھر ایک دن کہا کہ میرا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا میری کرسی بڑی مضبوط ہے اِس فرعونی کلمات کے چند دن بعد ہی لوگوں نے دیکھا کہ قہرِ الٰہی نے زمین پر اکڑنے والے کو تخت سے جیل میں اور جیل سے دار پر پہنچا دیا۔ یہ فائدہ مَا كَانَ مُنْتَصِرًا فرمانے سے حاصل ہوا۔ احکام القرآن۔ ان آیتِ کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ شریعت میں سب سے بڑا گناہ ناشکری ہے کہ اس سے خاندانوں علاقوں بلکہ ملکوں سلطنتوں کی ہلاکت ہو جاتی ہے اور اس سے غربت و ذلت پھیلتی ہے۔ اور شکر گزاری سب سے بڑی عبادت ہے بلکہ تمام عبادتیں شکر گزاری ہی کے لیے لازم کی گئی ہیں اور سچی شکر گزاری کا طریقہ عبادتِ الٰہیہ ہے۔ شکر گزاری سے نعمت و عزت بڑھتی ہے غربت دور ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ فَعَسٰى رَبِّیْۤ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ توبہ کرنا سب سے اچھی اور پسندیدہ عادت و عبادت ہے اور سچی توبہ کا نشان ندامت ہے یہ مسئلہ وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِیْ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ توبہ سے گناہ صغیرہ فسق بلکہ سب سے بڑے کفر و شرک معاف ہو جاتے ہیں۔

تیسرا مسئلہ، دنیوی ہلاکت اور دنیا کی چیزوں کی بربادی دیکھ کر توبہ کرنا جائز اور مفید ہے۔ اس ہلاکت سے توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوتا۔ حضرت حکیم الامت نعیمی بدایونی قدس سرہ نے فرمایا کہ اس کافر شخص کی اس ندامتی الفاظ کے ادا کرنے سے توبہ قبول ہو گئی تھی۔ یہ مسئلہ بھی وَيَقُولُ يٰلَيْتَنِي (الخ) سے مستنبط ہوا، توبہ کا دروازہ صرف اپنی ہلاکت اور موت دیکھنے سے بند ہوتا ہے۔ چوتھا مسئلہ۔ نیز توبہ کی قبولیت کی نشانی یہ نہیں ہے کہ دنیا کی مال و دولت دوبارہ مل جائے یا وہی واپس مل جائے جو ہلاک ہوئی۔ دولت کا واپس ملنا قبولیت کی نشانی نہیں ہے یہ مسئلہ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ (الخ) اور فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَاُحِيْطَ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ باغ وغیرہ کی ہلاکت اس کے شرک کفر کی نحوست کی بنا پر ہوئی حالانکہ دنیوی دولت کی بربادی تو مسلمانوں اور اولیاء اللہ کو بھی پہنچتی رہی جواب، دنیوی مصائب کی وجوہ و اسباب مختلف ہوتے ہیں، یہاں اس کافر کے باغ وغیرہ کی ہلاکت بھی اس کے شرک کفر کی وجہ سے نہ ہوئی تھی بلکہ اس کے غرور و تکبر اور اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کو اپنے سے گھٹیا سمجھنے کی وجہ سے اور یہ بربادی عبرت کے لیے تھی کہ اس نے ساری عمر دنیا کمانے میں خرچ کر دی۔ دوسرا اعتراض۔ جب کافر نے کہدیا کہ يٰلَيْتَنِي (الخ) تو چاہیئے تھا کہ اس کی توبہ قبول ہو جاتی اور اس کو یہ دولت واپس مل جاتی مگر اس کی توبہ قبول کیوں نہ ہوئی؟ جواب اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں۔ پہلا یہ کہ توبہ قبول ہو گئی تھی مگر دولت واپس نہ ملی کیونکہ اسی دولت نے اس کو خراب و متکبر و سرکش کیا تھا۔ یہ دولت اس کے لیے مضر تھی۔ ہو سکتا ہے کہ ناجائز طریقے سے حاصل ہوئی ہو کیونکہ ناجائز دولت ہی انسان کے لیے باعثِ نقصانِ اُخروی ہے لیکن اس دولت واپس نہ ملنے سے یہ سمجھنا کہ توبہ قبول نہ ہوئی تھی یہ غلط ہے اس لیے کہ دولت کا ملنا توبہ کی قبولیت یا محبتِ الٰہی کی نشانی نہیں۔ دوسرا جواب۔ تفسیر کبیر میں امام رازی نے یہ دیا کہ یہ سچی توبہ نہ تھی کیونکہ یہ باغ اجڑنے سے اور غریب ہونے کے غم و پریشانی سے تھی نہ کہ اللہ کے خوف یا محبت ہیں۔ نیز بعض نے کہا کہ اس نے توبہ کی ہی نہ تھی نہ ایمان لایا نہ عبادت میں جھکنا ثابت صرف افسوس و ندامت کا اظہار کیا تھا۔ اور اس طرح کہنے سے مومن نہیں بن سکتا۔ مومن بننے کے لیے باقاعدہ اصول کے مطابق دینِ نبوت اختیار کرنا پڑتا ہے۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ یعنی اللہ کے سوا اس کا کوئی مددگار نہ آیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ اس کا مددگار رہا حالانکہ وہ کافر تھا اور کافر کا مددگار اللہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ جواب۔ اس کے دو جواب ہیں۔ پہلا یہ کہ دُوْنِ یعنی سوا یا غیر نہیں بلکہ یہاں دُوْنِ بمعنی مقابل ہے۔ دوسرا جواب یہ کہ یہاں دنیوی مدد کا ذکر ہے نہ کہ اُخروی کا دنیا میں تو رب تعالیٰ کفار کی بھی رزق دولت امیری عزت وغیرہ سے مدد فرما رہا ہے۔ کفار کی جو مدد اللہ کی طرف سے ناممکن ہے وہ اخروی مدد ہے۔

تفسیر صوفیانہ

فَعَسٰی رَبِّیْۤ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَ یُرْسِلَ عَلَیْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِیْدًا زَلَقًا۔ اَوْ یُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِیْعَ لَهٗ طَلَبًا۔ صبح دھور کی بہت ہی قریب ساعت بسط وکشاد میں زمانۂ ازل میں میرا رب کارساز تیرے باغات حسن وجمال رعنائی وشبابی سے کئی درجہ اچھا خوبصورت مفید جنت عمل وعرفان مجھ کو عطا فرمائے۔ اور تیرے ان باغات حرص وہوس۔ غرور وسرور۔ شہوت وغیرت پر آسمان امتحانی سے قہر وجلال کا عذاب محاسبہ بھیج دے۔ تو یہ سب تیری رعونت ونخوت۔ سرکشی وفریب کاری۔ دجل ومکر کے کھیت اور شہوت وبے حمیت کے باغ وجنان۔ موت فنا کے صعید زلقی ہو کر صحراء گناہ کے خس وخاشاک ہو جائیں۔ یا حسرت کے آنسو حماقت کے پانی اور آب زندگانی۔ آبرو کا مار تقدیر۔ عزت نفس کا دریا۔ جوانمردی کی نہریں۔ سب کچھ ایسا غائب وفنا ہو جائے کہ ہزار جتن محنت ومشقت کے باوجود پھر دوبارہ وہ عزت وآبرو کی پربہار مقام رفعت علاقۂ قالب میں تجھ کو نصیب نہ ہو سکے۔ اور طلب وکسب عمل وتلاش بقا میں تو طاقت ایمانی قوت عرفانی نہ پا سکے۔ اے نفس سرگرداں تو دنیا کے کمال وجمال میں مست ومدہوش ہے۔ تجھے کیا خبر نہیں کہ انسان بندہ ہے اور بندے کا کمال بندگی میں کمال پیدا کرنا ہے۔ مقبولیت اور برگزیدگی کا دعویٰ آسان ہے۔ لیکن عبودیت تامہ کی دلیل لانی مشکل۔ عَسٰی رَبِّیْ کا نعرہ وہی لگا سکتا ہے جس نے زبان باطن سے صفائی صدور کا اظہار کیا ہو جب کبھی انسان عالم میں ریاء کا ظہور ہوتا ہے تو اس کی تمام دیانت وعبادت کی محنت ومشقت کو یکدم برباد کر دیا گیا۔ وَاُحِیْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ یُقَلِّبُ كَفَّیْهِ عَلٰی مَاۤ اَنْفَقَ فِیْهَا وَ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا وَ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّیْۤ اَحَدًا اور سانپوں کے پھلوں کو برق جلال اور ارادۂ صمدیت کے فنا کی آتش غضب ناک سے خاکستر کر دیا گیا پھر اس وقت نفس ونفوس فکر وغرور تکبر ونفور کف غم فراق ملتے رہجاتے ہیں۔ کہ ہائے افسوس اس دنیا کی الجھنوں کے کھیت وکھلیان میں کتنا کچھ خرچ کر دیا۔ عمر گراں مایہ۔ اوقات عزیز کا سرمایہ صحت کی پونجی عقل کی محنت ودماغی مشقت عمر کا خزانہ حسن استعداد سانسوں کے انمول موتی اعضاء ظاہری کے تمام شاہکار اسی ادھیڑ بن میں ہی تو خرچ کر دیئے مگر ہاتھ کیا آیا؟ جز رسوائی کی یہ راکھ ومٹی۔ اور تمام لمبی امیدیں فیشن کی دیویاں اپنی جڑ دل سے اکھڑ کر گر پڑیں بس فقط یہی دنیوی زندگی ہے اور یہی اس کی بے ثباتی ہے جس میں عقل کا اندھا انسان مست ولایعقل ہے لیکن مصیبت کے ایک جھٹکے اور موت کے ذرا سے کھٹکے سے چیخ پڑتا ہے۔ وَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ اور پکار اٹھتا ہے کہ ہائے کاش میں اس عالم ناسوت میں اپنی کسی بھی خواہشات حرص وہوس اندیشۂ فکر زمن۔ بھروسۂ دولت وجوانی کو اپنے اللہ قادر قیوم کا شریک باطنی وظاہری نہ بناتا۔ اور عالم فانی سے قطع نظر کر کے خداء جہان آفریں کی طرف بکمال یکسوئی توجہ قلبی سے خلوت معرفت میں بیٹھتا کیونکہ مخلوق سے دل لگانا ہی طبیعت میں پراگندگی وانتشار کا باعث وسبب

ہوتا ہے۔ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا اور اس بیکسی و بے بسی کی حالت میں یہ دنیا کے تمام رشتے ناطے قرابت داریاں اور جن کی خاطر انسان ہزار قسم کے برے بھلے حرام حلال کام کر جاتا ہے کوئی بھی مدد نہیں کر سکتا۔ اے بندۂ نفس خوابِ غفلت سے جاگ مشاہدۂ جمال کی طرف دوڑ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی تیری بھلائی نہیں چاہتا۔ اس وادیٔ ظلمت کی ہر چیز مطلب پرست ہے۔ خود تجھ میں بھی اتنی طاقت و بساط نہیں کہ اپنی تقدیرِ ازلی کو بدل سکے۔

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّ

ان قدرتوں سے ظاہر ہوا کہ سب بادشاہت سچے اللہ کی ہے وہی ہے اچھا ثواب دینے میں اور

یہاں کھلتا ہے کہ اختیار سچے اللہ کا ہے اس کا ثواب سب سے بہتر اور

خَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ

اچھی عاقبت بتانے والا اور بیان فرمائیے ان غافلوں کے لیے دنیوی

اسے ماننے کا انجام سب سے بھلا اور اُن کے سامنے زندگانیٔ دنیا کی کہاوت

الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ

زندگی کی مثال جیسے کہ پانی نازل کیا ہم نے جس کو آسمان کی طرف سے

بیان کرو جیسے ایک پانی ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے سبب زمین کا سبزہ

بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ

تو گھنی اُگیں اُس کے ذریعے کھیت کی سبزیاں پھر اچانک صبح کو سب پیداوار خشک خراب ہو گئی ہوا اڑائے

گھنا ہو کر نکلا کہ سوکھی گھاس ہو گیا جسے ہوا اڑائیں

ع ۵ / ۱۷

الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾

اڑاتی پھریں اور اللہ ہی ہے ہر چیز پر قبضہ فرمانے والا

اڑائیں اور اللہ ہر چیز پر قابو والا ہے

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ

تمام مال اور بیٹے یہ سب دنیوی زندگی کے نخرے ہیں اور

مال اور بیٹے یہ جیتی دنیا کا سنگھار ہے اور

الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا

اور باقی رہنے والے تو نیک اعمال ہی اچھے ہیں تمہارے رب کے پاس ثواب کے اعتبار سے

باقی رہنے والی اچھی باتیں اُن کا ثواب تمہارے رب کے یہاں بہتر

وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾

اور اچھے ہیں امید کے لائق

اور وہ امید میں سب سے بھلی

تعلق ان آیت کریمہ کا پچھلی آیت کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ ہزاروں برس کا دنیوی سازو سامان آنِ واحد میں تباہ ہو جاتا ہے خواہ کتنا ہی مضبوط ہو اب اِن آیت میں فرمایا گیا کہ یہ سب رب تعالیٰ کی شانِ صمدی ہیں۔ بقا صرف اللہ رسول کے نام کو ہے دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں ناشکری کا انجام بتایا گیا۔ اب اِن آیت میں شکر گزاری اور اچھائی بھلائی کا نتیجہ بیان کیا جارہا ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں تمام مخلوق کی کمزوری بتائی گئی۔ اب اِن آیتِ پاک میں باری تعالیٰ کی قوت و قدرت کا تذکرہ ہے۔

تفسیر نحوی

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ۔ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۔ هُنَالِكَ ظرف مطلق ہے یعنی قریبی بعیدی مکانی زمانی چاروں طرح استعمال ہو جاتا ہے یہاں ظرفِ مجازی قریبی مراد ہے کہ ان قدرتوں سے یہ کھلتا ہے ۔ ایک قول میں هُنَالِكَ مبتدا ۔ اور اگلی عبارت پوشیدہ ثابتٌ یا ثبتَ سے جملہ بن کر خبر ہے اس کی۔ اسی ترکیب کو اعلیٰ حضرت نے یہاں ترجمے میں اور حضرت حکیم الامت نے اپنے تفسیری حاشیے میں پسند فرمایا اس دوسری ترکیب کے مطابق ۔ هُنَالِكَ پوشیدہ ثابتۃ کا ظرفِ مقدم ہے بعض نے کہا کہ مقامی ہے ۔ خیال رہے کہ مقدم وہ ہوتا ہے جو اپنا مقام چھوڑ کر پہلے آجائے اور مؤخر وہ ہوتا ہے جو اپنی جگہ چھوڑ کر بعد میں ہو ۔ مقامی وہ ہوتا ہے جو اپنی جگہ مقام پر ہی رہے ۔ الف لام عہد ذہنی ۔ وَلَايَةُ ۔ اسم مصدر ثلاثی آخر میں تؔ مصدریہ ہے ۔ بروزنِ فَعَالَۃٌ ایک قول وِلَایَۃ واؤ کے زیر سے ہے جس کا معنیٰ ہے مدد و دوستی جمہور قرأت میں زیر سے ہے ۔ ولیٌ سے بنا ہے ۔ لفیف مفروق ہے ۔ ترجمہ ہے ۔ حکومتؔ ۔ طاقتؔ ۔ قدرتؔ ۔ اختیارؔ ۔ اس کے مصدری معنیٰ ہیں حکومت کرنا ۔ یہ مصدر عامل ہے اگلی عبارت کا ۔ لام جارہ ملکیت کا یہ موصوف ہے ۔ الف لام عہدی ۔ حَقّ ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ مضبوط دائمی ۔ سچا ۔ بحالتِ کسرہ کیونکہ صفت ہے اللہ کی ۔ ایک قرأت میں اَلْحَقُّ ۔ رفع سے ہے اور خبر ہے وِلَایَۃ کی پوری ترکیب اس طرح ۔ هُنَالِكَ الْوِلَايَةُ عامل مصدر ۔ لِلّٰهِ اس کا متعلق یہ شبہ جملہ ہو کر مبتدا اَلْحَقُّ اس کی خبر یہ مبتدا خبر جملہ اسمیہ ہو کر پھر خبر ہوئی هُنَالِكَ مبتدا کی وہ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مکمل ہوا ۔ هُوَ ۔ مبتدا کا مرجع ہے اللہ تعالیٰ خَیْرٌ اسم حاصل مصدر جامد ترجمہ ہے اچھا فائدہ مند ۔ کریم ۔ رحیم ۔ مُمَیَّز ہے ۔ ثَوَابًا اسم مصدر بروزن فَعَالَ ثَوَامٌ بمعنی لوٹانا ۔ بدلہ دینا ۔ بحالتِ فتحہ تمییز ہے ممیّز تمییز مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ خَیْرٌ ممیّز عُقْبًا اسم مصدر بمعنیٰ نتیجہ دینا ۔ انجام اچھا بنانا ۔ بعد میں ہونا ۔ منصوب ہے تمییز ہے ممیّز تمییز مل کر معطوف ہوا سب عطف مل کر خبر مبتدا یہ سب مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مکمل ہوا ۔ واؤ بر جملہ ۔ اِضْرِبْ فعل امر حاضر معروف اَنْتَ اس میں پوشیدہ فاعل ہے ۔ مرجع ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لام جارہ نفع کا یا بمعنیٰ عِنْدَ یعنی اُن کے سامنے یا اُن کے پاس یا اُن کے لیے ھُمْ ضمیر کا مرجع ہے کفار یا عام انسان جار مجرور متعلق ہے اِضْرِبْ کا ۔ یہ ضَرْبٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ مارنا نشان ڈالنا جسم پر یا کاغذ پر یا دل پر ۔ اسی لیے بیان کرنے کے لیے بھی ضَرْبٌ مستعمل ہے ۔ مَثَل ۔ اسم تشبیہی جامد ہے بمعنیٰ کہانی ۔ کہاوت ۔ حکایت ۔ مثال واقعہ ۔ الف لام ۔ استغراقی یا جنسی ہے حَیٰوۃ ۔ اسم جامد بمعنیٰ زندگی موصوف ہے الدُّنْیَا ۔ الف لام استغراقی دنیا اسم تفضیل مؤنث اس کا مذکر ہے ۔ اَدْنٰی دُنُوٌّ سے بنا ہے بمعنیٰ حقیر ہونا ۔ ذلیل یا گھٹیا ہونا ۔ قریب ہونا ۔ یہ صفت ہے حیٰوۃ کی یہ مرکب توصیفی مضاف الیہ مَثَل کا اور وہ مرکب اضافی مفعول بہٖ

ہے اِضْرِبْ کا کاف جارّہ مَاءٌ ۔ اسم مفرد جامد بمعنی پانی موصوف ہے اَنْزَلْنٰہُ ۔ باب افعال کا ماضی مطلق جمع متکلم اس کا فاعل رب تعالیٰ اس کا مصدر ہے اِنْزَالٌ بمعنی اتارنا ۔ نُزُولٌ سے بنا ہے بمعنی اترنا مادہ لازم ہے باب افعال میں متعدّی ہوا ۔ ہُ ضمیر واحد مذکر غائب منصوب متصل مفعول بہ ہے ۔ اَنْزَلْنٰہُ کا مرجع ہے ماء مِنْ جارّہ ابتداءِ غایت کے لیے بمعنی طرف سے الف لام عہد ذہنی یا استغراقی سَمَاءِ اسم مفرد جامد بمعنی آسمان بلندی یہ جار مجرور متعلق ہے ۔

اَنْزَلْنٰہُ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا ۔ فَ عاطفہ تعقیبیہ ۔ اِخْتَلَطَ باب افتعال کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے اِخْتِلَاطٌ ترجمہ ہے ایک دوسرے میں گھس جانا گتھا ہوا ہونا ۔ گھنا ہونا ۔ خَلْطٌ سے بنا ہے ۔ بِ سببیہ ضمیر کا مرجع ماء ہے نَبَاتٌ اسم جمع مکسّر بروزنِ بنات اس کا واحد ہے ۔ نبت بمعنی پودے ۔ کھیتی ۔ سبزی گھاس ۔ باغ یہاں ہر معنی مناسب ہے ۔ مضاف ہے الف لام استغراقی ارض اسم جامد بمعنی تمام زمین یا تمام کھیت باغ قابل کاشت زمین پہلے معنی ہوں تو الف لام استغراقی دوسرے کسی معنی میں ہو تو عہدی ہے ۔ یہ مضاف الیہ ہے مرکب اضافی فاعل ہے اِخْتَلَطَ کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا ۔ فَ عاطفہ تعقیبیہ اَصْبَحَ باب افعال کا ماضی مطلق معروف ناقصہ بمعنی صَارَ یعنی بدل کر کچھ اور بن جانا ۔ ھَشِیْمًا اسم صفت مشبّہ مبالغے کے لیے ۔ ھَشْمٌ سے بنا ہے ۔ لغوی ترجمہ ہے کسی جڑی ہوئی چیز کو کاٹ کر جدا کرنا کسی ثابت چیز کا ریزہ ریزہ ہونا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا ہاشم کا نام ہاشم اس لیے رکھا گیا کہ ان کے ساتھ ایک چھوٹا جسم کا لڑکا پیٹھ سے جڑا ہوا تھا جس کا نام اُمیّہ رکھا گیا ۔ اس کو تلوار سے کاٹ کر جدا کیا گیا اس خیال سے کہ ہاشم زندہ بچ جائے اور وہ کمزور لوتھڑا سا بچہ چاہیں مر جائے یا زندہ رہے مگر قدرتِ خدا سے دونوں زندہ رہے ۔ اور دونوں صاحب اولاد ہوئے مگر امام حسین کی کربلا تک دونوں کی نسلوں میں بھی تلوار ہی چلتی رہی ایک قول میں آپ کو ہاشم اس لیے کہا جاتا تھا کہ آپ ہر سال حاجیوں کیلئے روٹی کے سوکھے ٹکڑے کر کے گوشت کے ٹکڑوں میں ثرید پکا کر کھلایا کرتے تھے اصطلاح میں ھَشِیْم کا معنی بہت ہی سوکھی شاخ خشک درخت اور اس کے پتے جو تیز ہواؤں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہواؤں سے اڑتے پھریں یہ موصوف ہے تَذْرُوْہُ باب نصر کا مضارع مثبت معروف ذَرْوٌ سے بنا ہے ۔ بمعنی اچھالنا پھینکنا اڑانا ہُ واحد مذکر کا مرجع ہے نَبَاتُ منصوب ہے مفعول بہ ہے ۔ الف لام جنسی ریٰح اسم جمع مکسّر منصرف اس کا واحد ہے ۔ رِیْحٌ بحالتِ رفع فاعل تَذْرُوْہُ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے ھَشِیْمًا کی یہ مرکب توصیفی خبر ہے فعل ناقصہ اَصْبَحَ کی اس کا اسم ھُوَ ضمیر پوشیدہ ہے اس کا مرجع نَبَاتُ الْاَرْضِ جنسی معرفہ ہے یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ انشائیہ ہو کر معطوف ہوا ۔ فَاخْتَلَطَ کا وہ سب مل کر معطوف ہوا اَنْزَلْنٰہُ کا یہ تمام عطف جملے مل کر صفت ہے مَاءٍ کی ۔ یہ دونوں موصوف صفت مجرور ہوئے جار مجرور متعلق ہے اِضْرِبْ کا وہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مکمل ہوا ۔ و اُو جملہ کَانَ فعل تامہ اَللّٰہُ اس کا فاعل عَلٰی حرف جار اپنے ہی فوقیت کے معنی میں

کُلِّ اسم تاکیدی موجبہ کلیہ کا سُورَ مضاف ہے شَیٔ اسم مفرد جامد یعنی پسندیدہ اور چاہی ہوئی چیز۔ یا بات۔ کا تم فیصلہ یا یہ مصدر یعنی اسم مفعول بحالتِ کسرہ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے کَانَ تامہ کا مُقْتَدِرًا باب افتعال کا اسم فاعل اقتدارُ مصدر ہے قَدَرٌ مادہ ہے صیغہ واحد مذکر ہے ترجمہ ہے قبضے میں لینا۔ قابو پاتا۔ قابو کرنا۔ قدرت وطاقت والا ہونا۔ بحالتِ نصب ہے کیونکہ حال ہے اَللّٰہُ ذوالحال کا ایک قول میں یہ کَانَ فعل ناقصہ ہے۔ اَللّٰہُ اس کا اسم ہے جار مجرور اس کا متعلق ہے۔ مُقْتَدِرًا۔ خبرِ کَانَ ہے۔ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا۔ وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا۔

الف لام استغراقی مَال اسم مفرد۔ مَوْلٌ یا مَیْلٌ سے مشتق ہے۔ یہ اسم مبالغہ ہے بروزنِ حالٌ قَالٌ۔ دالٌ یعنی بہت محبت میلان اور مائل کرنے والی چیز۔ دولت کو اسی لیے عربی میں مال کہتے ہیں کہ ہر ایک کا دل اُس کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اُخروی دولت کو ثواب کہا جاتا ہے۔ دولت کو مال اس لیے بھی کہا جاتا ہے یہ خود بھی کسی کے پاس ہمیشہ نہیں ٹھیرتی کبھی کسی کی طرف مائل ہوتی جھکتی ہے کبھی کسی کی طرف۔ دولت ہی غریب کو امیر کی غلامی نوکری۔ ماتحتی۔ فرمانبرداری میں جھکا دیتی ہے غرضکہ مال کے تین معنی ہیں۔ ۱۔ اپنی طرف جھکانے والا ۲۔ غیر کی طرف جھکانے مائل کرنے والا ۳۔ خود کبھی ادھر کبھی کدھر جھکنے مائل ہونے والا۔ یہ معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ الف لام اسمی بَنُوْنَ اسم جمع مذکر سالم ہے۔ اِبن کی یعنی بیٹا۔ بیٹے۔ بحالتِ رفع معطوف ہے اَلْمَالُ کا۔ دونوں مل کر مبتدا ہوئے۔ زِیْنَةُ اسم مفرد جامد مؤنث ہے۔ یا حاصل مصدر ہے اور آخر کی ت مصدریہ ہے یعنی۔ فیشن سجاوٹ۔ سنگھار۔ لذت۔ غرور یا نخرہ پیدا کرنے والی چیز۔ یہ مضاف ہے۔ اَلْحَیٰوةِ موصوف اَلدُّنْیَا صفت دونوں مکسور ہیں۔ مضاف الیہ ہیں یہ مرکب اضافی خبر ہے اَلْمَالُ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مکمل ہوا۔ واؤ سر جملہ۔ الف لام اسمی یعنی اَلَّذِیْ باقیات جمع مؤنث سالم اس کا واحد ہے بَاقِیَةٌ۔ بَقِیٌّ سے مشتق ہے یعنی باقی رہنے والی۔ ہمیشہ مفید۔ موصوف ہے۔ الصالحات جمع مؤنث سالم ہے صَالِحَةٌ کی صُلْحٌ سے بنا ہے یعنی درست ہوتا پائیدار مضبوط۔ اچھے۔ مفید۔ مراد ہے نیکیاں یہ صفت ہے۔ باقیات کی یہ مرکب توصیفی مبتدا ہے خَیْرٌ اسم مصدر عامل ہے یعنی اچھا بہتر۔ عِنْدَ اسم ظرفِ مکانی معرب مضاف ہے رَبِّكَ مرکب اضافی یعنی تیرے رب کے پاس ثَوَابًا اسم مصدر جامد ہے یعنی اجر بدلا لوٹ پھیر کر دینا۔ ثَوْبٌ سے بنا ہے کپڑے کو ثوب اسی لیے کہتے ہیں کہ اس میں لوٹ پھیر کر دھاگا ہوتا ہے۔ بحالتِ نصب ہے مفعول فیہ ہے یہ دوہری مرکب اضافی ظرف ہے۔ خَیْرٌ کا یہ جملہ بن کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ دوسرا خَیْرٌ مصدر عامل ہے۔ اَمَلًا اسم مفرد جامد یعنی اُمید اس کی جمع ہے آمَالٌ مفعول فیہ ہے۔ خَیْرٌ کا اس لیے منصوب ہے۔ یہ جملہ شبہ ہو کر معطوف ہے۔ دونوں مل کر خبر ہے۔ باقیات مبتدا کی سب مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا. وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا اے لوگو یہاں دنیا کے ان تجربوں مشاہدوں آسمانی منڈاںوں حالات کے بننے بگڑنے۔ اوپر نیچے ترقی وتنزل اتار چڑھاؤ سے ہر ذی عقل وخرد صاحب بصیرت کے لیے بخوبی ثابت ہو گیا کہ کائنات موجودات کی پوری ولایت حکومت سلطنت قبضہ ملکیت دائمی قدیمی اور ہر ایک کی مدد تائید نصرت اسی ذات حق جل سمانہ، کے لیے ہے۔ دنیا میں حالات عالم کے تغیرؔ تبدل سے اور آخرت کے سزا وجزا سے غرضکہ ہر ہر جہان میں اللہ تعالیٰ کی دوستی ہی خیر ہے۔ ثواب دینے قائم اور باقی رہنے کے اعتبار سے بھی اور اچھے بہترین شاندار دائمی ابدی مفید باعزت جنتوں باغوں اللہ کی محبتوں والے انجام کے اعتبار سے بھی۔ کفار ومشرکین کی یہ سب دولت ثروت عیش وعشرت اسی عارضی فانی دنیا میں ہی ہے اور بیان فرمادیجئے اے پیارے حبیب اس دنیوی زندگی کی مثال ان عرب کے سرداروں دولت مند مغروروں سرکشوں اور غریبوں پر ظلم کرنے والوں کے سامنے ذرا کھول کر بیان فرما دیجئے۔ یہ دنیا اور اس کی خوش حالیاں آخر کیا ہیں ان کی حیثیت کیا ہے۔ فقط اتنا ہی تو ہے کہ جیسے ہم نے آسمان کی طرف سے بارش کا موسلا دھار یا ہلکی پھوار پانی برسا دیا تو خم تھا کہ ہری بھری گھنی سرسبز وشاداب لہلہاتی زمین کی کھیتیاں جڑی بوٹیاں اس بارش کی وجہ سے ہر طرف بھر کر اگ پڑیں اور قسم قسم کی غذائیں خوراکیں پھول وپھل سے زمین کا کونہ کونہ باغ وبہار خوش بھلیاں بن گیا۔ اہل نظر جدھر دیکھتے ہیں تو تاحدِ نگاہ اگر ایک طرف پھولوں کلیوں غنچوں کا حسن وجمال ہے تو دوسری طرف دانوں غذاؤں غلوں اور پھلوں کا فیضان وکمال ہے اگر چمن بہاری میں خوشبوؤں کی مشام جاں فزائی ہے تو نخلستانوں میں لذت کام ودہانی ہے۔ غافل دنیا پرست اسی چند ساعتوں کی چاندنی اور دو گھڑی کی دھوپ میں مست ومغرور ہو کر موسم خزاں کے لو آمیز تھپیڑوں اور شعلہ بار طوفانوں کو بھول جاتا ہے حالانکہ ہرے بھرے ہوتے کھیتوں پھولوں کلیوں غنچوں پر جب یہ تنزل واختتام آتا ہے۔ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ۔ ہو جاتی ہیں یہی خوش منظر خوشنما جڑی بوٹیاں۔ مرجھائی ہوئی زرد خشک ٹوٹی پھوٹی گھاس پھوس بھوسے کی طرح کوڑا کچرا۔ اور ایسا بے قدرا حقیر ہلکا چھلکا بیکار بے قیمت کر اڑاتی پھرتی ہیں اس کو ادھر ادھر کی ہوائیں۔ دنیوی زندگی بھی بالکل اسی جیسی ہے کہ جب نکھرتی ہے۔ تو بچپنے کی کلکاریاں بھولی بھالی مسکراہٹیں اور محبتوں کے دامن کا خزانہ ہوتا ہے۔ اور جب پروان چڑھتی ہے تو جوانی کا جوش دلیری حسن وجمال کی رعنائی اور سرمستیوں کی البیلی ادائیں ہوتی ہیں لیکن پھر آخر بڑھاپے کا انجام اخیر آہی پہنچتا ہے بہرکیف جہاں بھرا جہان والے سرسبزیاں بدل لیا حسن وجوانی رنگ بسنگے پھول وکلیاں بھلایا ہوش

ربانغمہ خوانی یا کوئی رنگ ہو کوئی راگ ہو کوئی سوز ہو کوئی ساز ہو کوئی بزم ہو کوئی ناز ہو۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا اور ہر چیز پر ہر وقت ہر حالت میں بس فقط اللہ تعالیٰ ہی تمام قبضے اور قدرتیں رکھنے والا ہے اُس کی قدرت سے کوئی باہر یا بے قابو نہیں ہو سکتا چیزیں عارضی ہیں قدرت کامل ہے۔ جو وقت مقرر کر رکھا ہے۔ جونہی پورا ہوتا ہے کچھ باقی نہیں رہتا تو پھر اے انسان اکڑ غرور کس بات پر اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا دنیا کے مال و دولت بھی اور جس اولاد پر فخر کیا جاتا ہے وہ بیٹے بھی صرف دنیوی زندگی میں ہی خوشیوں خوبصورتیوں کی زینت ہے اس طرح کہ دولت اور ہر قسم کے مال کی فقط دنیا میں ضرورت ہے حاجتیں محتاجیاں کمزوریاں ضعیفیں جن میں مال و دولت اور جوان بیٹوں کی والدین کو ضرورت پڑتی ہے وہ صرف دنیا میں ہی ہیں حیاتِ دنیوی میں انسان ہزار طرح کا محتاج بیمار لاعزو اپاہج ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے یہاں ان کی ضرورت ہے۔ موت کے بعد آنکھیں بند ہوتے ہی ان میں سے کسی چیز کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ اور نہ ہی تھوڑے وقفے کے بعد یہ چیزیں خود باقی رہنے والی ہیں بلکہ ہر چیز اپنے اپنے وقت پر فنا اور ختم ہونے والی ہے۔ اور سدا باقی رہنے والی چیزیں بس نیک اعمال ہی ہیں۔ جو تمہارے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارے لیے بہت ہی خیر و برکت اور بھلائی کے فائدے والے ہیں اور جس قسم کی بھی تمہاری امیدیں آرزوئیں تمنائیں ہو سکتی ہیں اور جن کے سدا قائم رہنے ہمیشہ فائدے مند ہونے کی امید رکھی جا سکتی ہے تو وہ یہی تمہارے نیک اعمال حسنِ اخلاق اچھے کردار ہی ہیں احادیث مختلفہ کی روشنی میں باقیات صالحات کے بارے میں مفسرین کے چند اقوال ہیں ۱؎ باقیات صالحات سے مراد تیسرا کلمہ اور اس کا ورد وظیفہ کرنا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۲؎ پانچ وقت کی نمازیں ۳؎ رب تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا۔ ۴؎ اللہ رسول کی اطاعت والا ہر کام باقیاتِ صالحات ہے ۵؎ صدقہ جاریہ ۶؎ عشق الٰہی اور محبتِ مصطفائی۔

فائدے

ان آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ**۔ ان آیت کی تمثیل سے یہ سمجھایا جا رہا ہے کہ دیکھو زمین ایک ہے پانی بھی ایک طرز پیداوار بھی ایک مگر پھول و پھل نباتات ایک جیسے نہیں یہی حال حیاتِ دنیا کا ہے کہ زندگی اور اس کا طرزِ بود باش ایک جیسا سانسیں اور لمحات و ساعات بھی یکساں مگر سب کے پھل یعنی اعمال ایک جیسے نہیں قدرت کی فیّاضی سب کی رکھوالی کرتی ہے مگر کسی نے اپنے اپنے اعمال و کردار بنائے کسی نے برے۔ کسی نے ناقص کسی نے کڑوے کسیلے۔ کسی نے بالکل بیکار۔ اسی مثال سے دنیوی خوش بختی اور اُخروی عذاب و ثواب کا نتیجہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔ کسان کھیت میں بہت محنت مشقّت اور خرچ کر کے کاشت کرتا ہے تو اس کا مقصد اوّلی بھوسہ پتے شاخیں گھاس پھوس

نہیں ہوتا۔ جب فصل پک کر تیار ہو جاتی ہے تو کسان کی زیادہ چاہت و محبت والوں سے ہوتی ہے کیونکہ اسی میں حقیقی نفع ہے باقی چیزوں کو تم پھینک دیتے ہو۔ ہر شخص کو نفع والی چیز پیاری لگتی ہے تو سمجھ لو کہ باری تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نفع والا بندہ پیارا ہے۔ کردار و اعمال بندے کے پھول و پھل ہیں۔ قیامت میں اچھے پھل ہی باقیاتِ صالحات ہیں۔ جس طرح ہم دونوں کو محفوظ کر لیتے ہیں اور پتوں بھوسوں کو جلا دیتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی برے لوگوں کے لیے ایک چولھا آخرت میں تیار کر رکھا ہے۔ اس کا نام دوزخ ہے۔ یہ فائدہ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلَ الْحَيٰوةِ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ دنیا کی کسی بھی چیز پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔ کیا معلوم کس وقت کیا ہو جائے ہر شخص کو ہر وقت دنیا کے عوامی راہ سے بچنا اور اپنے اللہ سے ڈرنا چاہیئے ایمانی عاجزی ہی مومن کی اصل دولت ہے یہ فائدہ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ مومن کو چاہیئے کہ اپنی پوری دنیا کو دین بنالے۔ ہر شخص دنیا کو پسند تو کرتا ہے مگر اس کو ہمیشہ اپنے ساتھ باقی رکھنا کوئی کوئی جانتا ہے۔ یہ طریقہ صرف درگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ہی سکھایا جاتا ہے۔ پوچھو عثمانِ غنی اور دیگر صحابہ کرام سے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ یہ فائدہ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ ہر مسلمان باپ پر فرض ہے کہ اپنی اولاد کو دین ایمان کا راستہ بتائے اور برے لوگوں بری عادتوں سے بچائے بچپن اور نابالغی میں ہی مسجدوں میں لائے۔ مولیٰ تعالیٰ توفیق دے۔ یہ مسئلہ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ زمین کی خودرو گھاس اور درختوں کے سوکھے پتے جو درخت سے جھڑ کر خود گر پڑے وہ کسی کی ملکیت نہیں جنگلی یا شہری گھاس کو جو بھی کاٹ لے گا وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔ اس طرح گرے پڑے پتے وغیرہ جو بھی جمع کرے گا وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔ امام اعظم کا یہ ہی مسلک ہے۔ یہ مسئلہ تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ سے مستنبط ہوا یعنی حقیر و بے قیمت بے ملکیت ہیں۔ اسی لیے ہوائیں ان کو اڑاتی پھرتی ہیں کوئی ان کو نہ پکڑتا ہے نہ سنبھالتا ہے۔ تیسرا مسئلہ۔ دنیا کی ہر دولت مال ہے اس طرح ہر نفع دینے والی چیز بھی مال ہے اگرچہ وہ ناجائز طریقے سے ہی حاصل کیا گیا ہو۔ اس پر مالیت کے تمام احکام شرعی جاری اور نافذ کئے جائیں گے اس کے چور کے ہاتھ بھی کٹیں گے وغیرہ وغیرہ ہاں البتہ ناجائز طریقے اور حرام راستے سے حاصل کئے ہوئے مال کا مالک وہ شخص نہ بنے گا جس نے حاصل کیا ہو۔ یہ مسئلہ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ کہ دیکھو رب تعالیٰ نے مطلقاً طور پر ہر قسم کی دنیوی چیزوں اور کفار کی دولت کو بھی مال ہی فرمایا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا مَثَلُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا بری ہے اور دنیا کی زندگی بھی بری ہے۔ حالانکہ احادیث سے ثابت ہے کہ دنیا کی زندگی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے یہ تقابل کیوں ہے۔ جواب۔ دنیوی زندگی جب تک کہ صرف دنیا کے لیے رہے وہ بری ہے اسی کا یہاں ذکر ہے۔ لیکن جب اسی زندگی میں دین شامل کر لیا جائے بلکہ پوری زندگی کو دین بنا لیا جائے تو وہ باقیات صالحات ہے اور اللہ کی نعمت ہے اسی کا احادیث میں ذکر ہے۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا ھُنَالِکَ جس کا معنیٰ ہے وہاں یعنی قیامت میں اللہ کی ولایت حکومت ونصرت ثابت ہے نحاتِ بصرہ کے نزدیک ھُنَالِکَ دور کے لیے آتا ہے۔ جب کہ دیگر نحویوں کے نزدیک دور و نزدیک ہر دو کے لیے مستعمل ہے سوال یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کی ولایت دنیا میں قائم نہیں۔ ہم تو کہتے ہیں کہ دنیا میں بھی اللہ ہی کی ولایت ہر جگہ قائم ہے۔ ہر شخص کی عزت ذلت امیری غریبی بیماری تندرستی اسی رب کریم کے قبضۂ واختیار میں ہے تو پھر یہاں ھُنَالِکَ کیونکہ فرمایا گیا۔ جواب۔ اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ ھُنَالِکَ قریبی معنیٰ میں بھی استعمال کیا جاتا ہے بصریوں کا قول کمزور ہے۔ لہٰذا یہاں ھُنَالِکَ سے دنیوی ولایت کا تذکرہ ہے۔ دوسرا جواب یہ کہ دنیا میں چونکہ مجازی ولایتیں اور حکومتیں بھی موجود ہیں مگر آخرت میں کسی کی بھی مجازی یا عطائی بادشاہت نہیں ہوگی نہ کوئی دعویدار اس لیے وہاں کا ہی ذکر کیا گیا۔ لیکن پہلا جواب زیادہ مضبوط ہے ہم نے اسی معنی میں تفسیر کی ہے تمام مفسرین بھی یہی تفسیر فرماتے ہیں وَاللہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ ھُوَ خَیْرٌ ثَوَابًا۔ ترجمہ وہ اللہ سب سے اچھا ثواب دینے والا ہے۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی کوئی ثواب دیتا ہے مگر وہ اتنا زیادہ اچھا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ اچھا ثواب دیتا ہے۔ حالانکہ ثواب دینا تو صرف اللہ کا کام ہے۔ جواب۔ اس کے تین جواب ہیں۔ محمد بن ابو بکر رازی نے یہ جواب دیا کہ یہ فرضی ثواب کا ذکر ہے کہ اگر فرضاً کوئی ثواب دے سکتا ہوتا۔ تو بھی اللہ ہی کا ثواب سب سے زیادہ اچھا ہوتا۔ دوسرا جواب یہ کہ ثواب کا معنیٰ ہے بدلہ اور ہر دنیوی کام کا بدلہ دنیا والوں کی طرف سے ملتا رہتا ہے مگر وہ فانی ہے وہی کام اگر اللہ تعالیٰ کے لیے کیا جائے تو وہ اعلیٰ وافضل دائمی اور باقی ہے۔ اور جو باقی ہو وہ سب سے اچھا ہے لہٰذا اے بندو تم اللہ کے لیے ہی فقط کام کیا کرو کیونکہ ھُوَ خَیْرٌ ثَوَابًا ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ خیر کے معنیٰ زیادہ اچھا نہیں بلکہ خیر بمعنیٰ مفید یا بھلا یا فقط اچھا کیونکہ اسم تفضیل نہیں ہے اور زیادتی کے معنیٰ اسم تفضیل میں ہوتے ہیں۔ مگر دوسرا جواب زیادہ مضبوط ہے۔ چوتھا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ۔ مال کا ذکر پہلے کیوں فرمایا گیا جبکہ بیٹے خود مال بھی ہیں۔ اور مال کا ذریعہ نیز بیٹوں سے ہزار ہا دیگر فائدے ہیں بیٹوں پر مال قربان کر دیا

جاتا ہے ذکر بیٹوں کو مال پر۔ جواب۔ تفسیر روح المعانی نے اس کی چار وجہ بیان کی ہیں ۱۔ مال و دولت سے ظاہری باطنی زینت ہے بیٹوں سے صرف باطنی نمبر۲ مال و دولت آتے ہی زینت بن جاتا ہے بیٹے بالغ بلکہ جوان صحت مند ہو کر زینت بنتے ہیں۔ نمبر۳ مال تھوڑا ہو۔ یا زیادہ زینت بن جاتا ہے لیکن بیٹے زیادہ ہوں۔ تو زینت بنتے ہیں۔ اسی لیے مال واحد فرمایا گیا اور بنون جمع نمبر۴ مال ہر حال میں مفید ہوتا ہے مگر بیٹے کبھی نافرمان بھی ہوتے ہیں یا بیمار اپاہج بھی بلکہ اگر مال نہ ہو تو یہ ہی اولاد بیٹے بیٹیاں بوجھ بن جاتے ہیں۔ اس لیے مال کا ذکر پہلے کرنا مفید و درست ہے۔ پانچواں اعتراض۔ یہاں مال اور بیٹوں کا تو ذکر کیا گیا مگر غلاموں کا ذکر نہیں کیا گیا جبکہ نزولِ قرآن کے وقت غلام بھی موجود تھے۔ اور بیٹوں کی نسبت زیادہ فرماں بردار بن کر چلتے تھے۔ جواب۔ پانچ وجہ سے اولاً اس لیے کہ مال میں ہر قسم کا مال شامل ہے غلام بھی مال ہی ہوتے ہیں۔ دوم اس لیے کہ قرآن مجید تا قیامت ہے اور لونڈی غلام اب نہیں اسلام نے بہت اچھے طریقوں سے اس چیز کو آہستہ آہستہ روئے زمین سے ختم کر ڈالا۔ سوم یہ کہ غلام عارضی چیز ہے کبھی کسی کے پاس مگر بیٹے ابتداء سے انتہا تک اپنے ہی پاس رہتے ہیں۔ چہارم یہ کہ مال اور غلام صرف امرا کو میسر ہیں لیکن بیٹے غریب سے غریب تر کو بھی میسر پنجم یہ کہ غلام میں فرماں برداری تو ہوتی ہے۔ مگر محبت قلبی نہیں ہوتی لیکن بیٹوں میں دونوں چیزیں ہوتی ہیں

تفسیر صوفیانہ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا۔ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا اے راہِ طلب میں چلنے کا ارادہ اور قصد با نیت کرنے والو تم دیکھو گے کہ یہیں اس عالمِ رنگ و بو میں ہر ہر قدم پر ہر ہر ذرّے میں سلطنتِ الٰہیہ اپنے جلوے قائم فرمانے والی ہے اور باری تعالیٰ کے لیے ہی قوتِ ازلی ابدی کی ولایتِ حق ہے۔ قلوبِ صدق وصفا کے واسطے اللہ کی طرف ولایت عطا ثابت و قائم فرما دی گئی ہے۔ مریدین مشاہدۂ جمال کو وہی مولیٰ تعالیٰ لذّتِ انوار کا اچھا بدلہ دینے والا ہے اور انجامِ دائمی کو بہتر فرمانے والا ہے۔ وہی سب کا بادشاہِ قدیم ہے اپنی شانِ وحدت میں یکتا ہے۔ ہزار ہا وادیٔ حیرت کے سالکینِ معرفت اسی غم میں پریشان ہیں کہ نہ اس تک رسائی ہے اور نہ اس سے صبر کر کے بیٹھ جانا ممکن ہے نہ کوئی شاہینِ عقل اس کے کمال کو آج تک پہنچی ہے اور نہ پہنچ سکتی ہے۔ بجز رحمۃ عالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی آنکھ اس رب عالمین کے جمالِ ذات سے مشرف نہ ہو سکی۔ طالب کو رحمتِ الٰہی سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے اس لیے کہ دنیا آماجگاہِ تمثیلات ہے اسے قلبِ متوجہ ان شعور و صدور کے لیے ان کی معرفتِ یقینیہ کے لیے حیات دنیوی اور عالمِ بے ثبات کی زندگی کی مثال عطا فرما۔ اور کائناتِ عارضی کا تمثیلی نقشہ بیان کر دے جیسے کہ وادیٔ عقلیات و حواس میں ہم نے آسمانِ جلال کی طرف سے انوار کا پانی نازل فرمایا تو تمام اجسام کی جڑی بوٹیاں ہر دم

کی کھیتیوں میں پھر کر نکلیں اور اھلِ دنیا نے اپنے افعالِ دنیوی و افکارِ غروری ہنرمندی و سیاست بندی پر کامیابی کا غرور و ناز کیا تو وہ سارے اعمال و کردار اعضاءِ باطنی کے ارادے اور حواسِ ظاہری کے کردار خشک ہو کر مرجھا گئے برباد ہو گئے قہرِ غضب کی گرم ہواؤں نے ان کو فنا و تباہ کر دیا اس طرح کہ ویرانۂ ظلمات میں اڑاتے پھرتی ہیں۔ اور ذاتِ بے نیاز ہی ہر شئی پر قبضہ و طاقت کا مالک ہے وہ ربِّ قدیر ہر جگہ موجود ہے اور ظاہر و باطن ہر حال میں مگر ما سوا حق جو کچھ بھی ہے سب زوال پذیر ہے۔ تمام امیدیں یہی تمنائیں لغو اور بیہودہ ہیں۔ کائنات کی ساری جلوہ آرائیاں اسی جمیلِ مطلق کا پرتو ہیں۔ دنیا میں اگر کوئی دانا یا اھلِ خرد ہے تو اسی کے انوار کی جھلک ہے اور اگر کوئی بینا ہے تو اسی کے عکس کی تجلّی ہے۔ بندہ جب لطافت میں ہوتا ہے۔ تو خیر عقبیٰ ہوتا ہے اور خصائلِ رزیلہ کی کثافت میں اگر تذروہ الریح کی تجلی فنا میں آجاتا ہے۔ پس بندہ جس طرف بھی اپنی توجّہ فکر و شغل قائم کرے وہی رنگ اس پر چھا جاتا ہے۔ یہی اثرِ صحبت کہلاتا ہے۔ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا انہی دونوں کیفیات کو بتانے کے لیے ارشادِ ربانی ہے کہ اے بندۂ طالبِ جمالِ انوار یہ مالِ دنیا اور اولاد نطفہ فقط ظاہرِ دنیا کی عارضی فانی خوبصورتی ہے جس کی کثافتیں عیاں ہیں۔ اور ابدی رہنے والی۔ صالحاتِ کمالیہ اعمالِ جمالیہ محبتِ مخلص معرفتِ کاملہ اُنس باللہ۔ اخلاص للہ ایمان علی توحید اللہ فی رسالت فنافی اللہ نیتِ صادقہ بارگاہ جلال و جمال میں بس تیرے رب کی رضا میں یہی افعال خیر ہیں۔ ان ہی کا بدلہ وادیِ مشاہدہ میں تجلیات انوار کا ثواب ہے اور یہی عمل اچھی امیدوں کے لائق ہیں۔ اگر صحیح بندہ بننا چاہتا ہے تو محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی فقیری و درویشی اختیار کر۔ توحید صرف صوفیا کی اصطلاح ہے اور توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دنیا کی ہر چیز سے قطع تعلق کر لیا جائے۔ بندہ اپنی طلب ارادہ علم اور معرفت فہم و دماغ سب پر توجّہ الٰہیہ کو شامل کرے یہاں تک کہ اپنے لباس خوراک اور مکان و رہائش کی طرف بھی متوجّہ نہ ہو۔ جو لوگ اپنے آپ کو موحّد کہتے ہیں اور ہر وقت توحید توحید کی رٹ لگاتے ہیں اور پھر اپنی دنیا سازی کی فکر میں لگے رہتے ہیں کاروبار تجارت مکانات و تعیرات میں مشغول رہتے ہیں اُن کا اپنے آپ کو موحّد کہنا کذب بیانی اور تلبیسِ ابلیس ہے شیطان اور ابلیس بھی خود کو موحّد اور توحید والا سمجھتا ہے مگر اس نے اپنی توحید کی اصطلاح علیحدہ ہی بنائی ہوئی ہے۔ ایسی توحید کو ماننے والا ایک فرقہ بھی آج کل ہمارے زمانے میں موجود ہے جس کو فرقہ توحیدیہ کہتے ہیں۔ ان کی توحید کا کام گستاخیِ نبوّت و ولایت ہے طالبانِ معرفت کو اس فرقۂ توحید اور اُس کے عقائدِ گمراہی سے بچنا چاہیئے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ فِرَقِ الْبَاطِلَه۔

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً

اور جس وقت ہم پھسلا دینگے پہاڑوں کو اور تم آنکھوں دیکھو گے پوری زمین کھلی میدان

اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائینگے اور تم زمین کو صاف کھلی ہوئی دیکھو گے

وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾

اور ہم تمام کو جمع کریں گے تو کسی کو نہیں چھوڑیں گے اُن میں سے

اور ہم انہیں اٹھائینگے تو ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے

وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا

اور تمام پیش کئے جائینگے آپ کے رب کے حضور صفیں بناکر البتہ بے شک تم آؤ گے سب لوگ

اور سب تمہارے رب کے حضور پرّا باندھے پیش ہوں گے بے شک تم ہمارے پاس

كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۢ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ

ہمارے پاس اُسی شکل وصورت وجسمانیت میں جیسا کہ ہم نے تمکو پہلی مرتبہ پیدائش دی تھی بلکہ تم نے تو یہ وہم کیا تھا کہ ہرگز

ویسے ہی آئے جیسا ہم نے تمہیں پہلی بار بنایا تھا بلکہ تمہارا گمان تھا کہ ہم ہرگز

نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى

ہم نہ بنائینگے تمہارے لیے کبھی کوئی وعدے کا دن اور رکھدی جائیگی سب کی کتاب تو سب

تمہارے لیے کوئی وعدے کا وقت نہ رکھینگے اور نامۂ اعمال رکھا جائے گا تو تم

الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ

مجرم ڈرتے ڈرتے اُس کو دیکھیں گے جو اس میں ہے اور کہیں گے

مجرموں کو دیکھو گے کہ اس کے لکھے سے ڈرتے ہونگے اور کہیں گے

يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً

ہائے ہماری ہلاکت کیسی ہے یہ کتاب کہ نہیں چھوڑا کسی چھوٹے یا بڑے نے

ہائے خرابی ہماری اس نوشتے کو کیا ہوا نہ اُس نے کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا

وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا

کو مگر لکھ ڈالا ہے اس کتاب نے اُن سب کو اور پا لیا انہوں نے وہ سب

نہ بڑا جسے گھیر نہ لیا ہو۔ اور اپنا سب کیا انہوں نے سامنے

حَاضِرًا ۗ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۧ

موجود جو عمل کئے تھے انہوں نے اور آپ کا رب کسی پر ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا

پایا اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا

تعلق ان آیت پاک کا پچھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق**۔ پچھلی آیتوں میں بے ثباتی دنیا کی ایک اور مثال بیان فرمائی گئی تھی۔ اب ان آیتوں میں فہم انسانی کے نزدیک جو سب سے مضبوط چیز ہے۔ اُس کی انتہائی کمزوری ظاہر فرمائی جا رہی ہے۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیتوں میں مال و اولاد کو زینت دنیوی فرمایا گیا تھا۔ جس سے ثابت ہوا تھا کہ یہ سب چیزیں خواہ کتنی ہی شاندار اور کثرت سے ہوں پھر بھی صرف دنیا کی چند روزہ زندگی تک ہیں اب فرمایا جا رہا ہے کہ آخرت میں یہ سب بیکار ثابت ہوں گے۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں اعمالِ صالحہ کا فائدہ اور بقا کا ذکر ہوا اب ان آیتوں میں بروز محشر اعمال نامہ دیکھنے کا ذکر ہے جو اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ کس کو بقا ہے کس کو فنا۔ **چوتھا تعلق**۔ پچھلی آیت میں ثواب اور عاقبت کا ذکر ہوا جن سے سوال پیدا ہوتا تھا کہ وہ کب ملے گا تو ان آیت میں فرمایا گیا۔ یَوْمَ نُسَیِّرُ یہ اس دن ملے گا جب یہ کام ہو گا۔

تفسیر نحوی وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۚ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ۭ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۡ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ۔ واؤ سے جملہ یہاں اُذْکُرْ فعل امر پوشیدہ ہے یعنی یاد کیجئے اے نبی یاذکرو پوشیدہ ہے۔ یعنی یاد دلایئے ایک قول ہے کہ واؤ عاطفہ ہے اور عطف ہے سابقہ خیر پر دراصل تھا وَخَیْرٌ یَّوْمَ۔

لفظ یَوْمَ ۔ اسم مفرد جامد ظرف زمانی نکرہ معین بمعنی دن ۔ وقت ۔ بحالت فتحہ ہے کیونکہ ظرف مقدم ہے اُذکُرْ پوشیدہ کا موصوف ہے اگلی عبارت صفت ہے نُسَیِّرُ ۔ باب تفعیل کا مضارع مثبت معروف جمع متکلم ایک قرأت میں یُسَیِّرُ واحد مذکر غائب ہے بصورت فاعل اللہ تعالیٰ ہے اور ضمیر فاعل اسی میں موجود ہے ۔ سَیْرٌ سے مشتق ہے اس کا مصدر ہے تَسْیِیْرٌ بمعنی پھسلانا سیر کرانا ۔ چلانا ۔ سَیْرٌ کا معنی لازم ہے خود چلنا سیر کرنا تَسِیْرُ الْجِبَالُ کی قرأت میں چار قول ہیں ا نُسَیِّرُ الْجِبَالَ یہ ہی مشہور و جمہور ہے ۲ یُسَیِّرُ الْجِبَالَ ۳ تَسِیْرُ الْجِبَالُ ۴ تُسَیَّرُ الْجِبَالُ جِبَالُ اسم جمع مکسر ہے اس کا واحد جَبَلٌ ہے بمعنی پہاڑ مراد ہیں تمام پہاڑ بحالِ فتحہ ہے مفعول بہ ہے نُسَیِّرُ کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ تَرَی فعل مضارع واحد مذکر حاضر اَنْتَ ضمیر مستتر اس کا فاعل مرجع ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اَلْاَرْضَ اس کا مفعول بہ ۔ مراد ہے تمام زمین بَارِزَۃً ۔ باب نَصَرَ کا اسم فاعل صیغہ واحد مؤنث بُرُوْزٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے کھل جانا ۔ ظاہر ہونا چٹیل میدان ہونا ۔ بحالتِ نصب ہے کیونکہ حال ہے اَلْاَرْضَ ذوالحال کا ۔ دونوں مفعول بہ ہیں تَرَی کا نُسَیِّرُ اور تَرَی دونوں مستقبل ہیں ایک قول میں بَارِزَۃً علیحدہ مفعولِ دوم ہے تَرَی کا ۔ یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا ۔ واؤ عاطفہ حَشَرْنَا ۔ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق جمع متکلم حَشْرٌ سے بنا ہے بمعنی اکٹھا کرنا ھُمْ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے حَشَرْنَا کا ۔ یہ ماضی بمعنی استقبل ہے کیونکہ اس سے پہلے اِذَا شرطیہ پوشیدہ ہے ۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی ۔ فَ جزائیہ لَمْ نُغَادِرْ باب مُفَاعَلَۃٌ مضارع بمعنی ماضی مطلق ۔ مِنْ جارہ تبعیضیہ ھُمْ ضمیر مجرور متصل جمع غائب مرجع ہے تمام انسان یہ جار و مجرور متعلق ہے لَمْ نُغَادِرْ کا ۔ یہ غَدْرٌ سے بنا ہے ۔ بمعنی چھوڑنا ۔ یہاں نفی مستقبل کا معنی کیا جائے گا یعنی نہیں چھوڑیں گے ۔ لغوی ترجمہ ہے پتھریلی جگہ جس جگہ پتھر جم جاتے ہیں وہاں کچھ نہیں اُگتا ۔ اور پتھر اپنی جگہ نہیں چھوڑتے نہ کچھ اُگنے دیتے ہیں حالانکہ یہ زمین کی اصلیت کے خلاف ہے ۔ اسی لیے ہر اس کام کو غدر اور ہر اس شخص کو غدار کہا جاتا ہے جو اپنی اصلیت کو اور حق کو چھوڑ دے ۔ اچھائی و اصلاح کے ساتھ نہ رہے یا اپنی جگہ اپنے مرتبے اپنے وطن میں نہ رہے یا نہ رہنے دیا جائے ۔ یہاں اسی معنی میں ہے ۔ اَحَدًا مفعول بہ ہے لَمْ نُغَادِرْ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہوئی وَحَشَرْنَا کی دونوں مل کر فعلیہ شرطیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا ۔ واؤ عاطفہ عُرِضُوْا باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق مجہول ۔ عَرْضٌ سے مشتق ہے بمعنی سامنے آنا پیش ہونا حاضر موجود ہونا یہاں یہ چاروں فعل نُسَیِّرُ ۱ حَشَرْنَا ۲ تَرَی ۳ لَمْ نُغَادِرْ ۔ بمعنی مستقبل ہیں لیکن ماضی یا بمعنی ماضی آنا اظہار یقین کے لیے ہے ۔ یعنی گویا کہ ایسا ہو ہی گیا ۔ عَلٰی جارہ بمعنی عِنْدَ ظرفیہ رَبِّکَ مرکب اضافی بمعنی اے نبی کریم آپ کا رب ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے عُرِضُوْا کا صَفًّا ۔ اسم حامل مصدر حال ہے عُرِضُوْا کے نائب فاعل ھُمْ مستتر ضمیر جمع کا ۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے وَحَشَرْنَا پر وہ معطوف ہے تَرَی پر وہ معطوف ہے نُسَیِّرُ پر سب مل کر صفت ہوئی یَوْمَ کی وہ ظرف ہوا اُذْکُرْ پوشیدہ کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا ۔ لام تاکیدی قَدْ جِئْتُمُوْنَا ۔ ماضی قریب جمع مذکر دراصل تھا قَدْ جِئْتُمْ آخر میں واؤ اتصالیہ لگائی نَا ضمیر جمع متکلم متصل سے جوڑنے کے لیے نَا ضمیر سے پہلے عِنْدَ پوشیدہ ہے ۔ ترجمہ ہے ہمارے پاس ایک قول میں نَا ضمیر خود ظرف ہے اور ترجمہ ہے ہم میں آئے تم یعنی ہمارے پاس یہ محاورہ ہے ۔ کَمَا ۔ کاف جارہ مَا موصول زائدہ خَلَقْنَا باب نَصَرَ کا ماضی مطلق جمع متکلم فاعل ہے باری تعالیٰ کُمْ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے خَلْقٌ ہمیشہ مصدر متعدی یک مفعول ہوتا ہے ۔ اَوَّلَ اسم تفضیل مذکر اَوَّلٌ سے

مشتق ہے بمعنٰی پہلے ہونا۔ مضاف ہے۔ مَرَّةٍ اسم تکراری مضاف الیہ آخر میں ۃ وحدت کی ہے ترجمہ ہے پہلی مرتبہ یہ مرکب اضافی مفعول فیہ ہے خَلَقْنَا کا یہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ خیال رہے کہ فعل کا متعدی بیک مفعول یا بدو یا بسہ ہونا صرف مفعول بہ سے ہوتا ہے کسی دوسرے مفعول فیہ وغیرہ سے نہیں ہوتا۔ بَلْ۔ حرف عطف استدراک کے لیے استدراک وہ ہے جس سے ماقبل کی نفی اور مابعد کا ثبوت ہوتا ہے زَعَمْتُمْ ماضی مطلق جمع مذکر حاضر انتم ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہے جس کا مرجع مخاطب کفار ہیں۔ دراصل ہے۔ اَنْ مخففہ نون اور لام کا مخرج قریب ہونے کی وجہ سے نون کو لام میں ادغام کر دیا گیا یہ اَنْ۔ اَنَّ مشددہ حرف مشبہ ہے جب یہ مخفف ہو جائے تو عامل نہیں رہتا لغو ہو جاتا ہے مگر معنٰی دیتا ہے۔ لَنْ نَجْعَلَ باب فَتَحَ کا فعل نفی جحد بلن جَعْلٌ سے بنا ہے بمعنٰی اٹھانا۔ بنانا۔ زندہ کرنا۔ یہاں پہلے معنٰی مناسب ہے نَحْنُ مستتر ضمیر جمع اس کا فاعل۔ لام جارہ نفع کا کُمْ ضمیر کا مرجع کفار تا قیامت۔ یہ جار مجرور متعلق ہے لَنْ نَجْعَلَ کا مَوْعِدًا اسم ظرف ترجمہ ہے۔ وعدے کا دن۔ وقت۔ زمانہ۔ یا مصدر میمی حاصل مصدر ہے بمعنٰی وعدہ یہ مفعول بہ ہے لَنْ نَجْعَلَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر زَعَمْتُمْ کا مفعول بہ ہوا وہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا لَقَدْ خَلَقْنَا پر سب عطف مل کر صلہ ہوا کَمَا کا وہ موصول صلہ مجرور ہو کر متعلق ہے۔ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا کا یہ جملہ سب سے مل کر مکمل ہوا۔ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۗ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۔ واؤ مرجلہ۔ وُضِعَ باب فَتَحَ کا ماضی مطلق مجہول الف لام عہدی کتاب اسم مفرد مصدر ثلاثی بروزن قتالٌ بمعنٰی اسم مفعول یعنی مکتوب لکھی ہوئی مراد ہے اعمال نامہ بحالت رفع ہے کیونکہ نائب فاعل ہے وُضِعَ کا۔ اِذَا شرطیہ یہاں پوشیدہ ہے اس لیے یہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی۔ فَ جزائیہ تَرٰی فعل مضارع معروف واحد حاضر رَاْیٌ سے مشتق ہے مہموز العین اور ناقص یائی ہے ترجمہ ہے دیکھنا بغور اس کا فاعل اَنْتَ پوشیدہ اُس کا مرجع ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم الف لام اسمی بمعنٰی اَلَّذِيْنَ مُجْرِمِيْنَ جمع مذکر سالم اس کا واحد ہے مُجْرِمٌ ترجمہ ہے جرم کرنے والا مفعول بہ ہے تَرٰی کا اس لیے منصوب ہے مُشْفِقِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر سالم واحد ہے مُشْفِقٌ کا منصوب ہے کیونکہ حال ہے مُجْرِمِيْنَ کا۔ یہ دونوں باب افعال کے اسم فاعل جمع مذکر ہیں دونوں کے مصدر ہیں ۱۔ اجرامٌ ۲۔ اشفاقٌ یہ شفقٌ سے بنا ہے۔ بمعنٰی ڈرنا۔ دل کا نرم ہونا۔ دل پر اثر ہونا۔ محبت کو شفقت دل کی نرمی کی وجہ سے کہا جاتا ہے یعنی ترس آنا۔ مِمَّا۔ دو لفظ ہیں۔ ۱۔ مِنْ حرف جر بیانیہ ہے ۲۔ مَا اسم موصول۔ فِیْ۔ جارہ ظرفیہ مکانی کے لیے ہے۔ ہ ضمیر کا مرجع کتاب یہ جار مجرور متعلق ہے مکتوبٌ اسم مفعول پوشیدہ کا یہ جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مل کر مجرور متعلق ہے مُشْفِقِيْنَ کا یہ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال ہوا مجرمین ذوالحال اپنے حال سے مل کر مفعول بہ ہے تَرٰی کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ یَقُوْلُوْنَ باب نَصَرَ کا مضارع مستقبل جمع مذکر غائب قَوْلٌ اجوف واوی سے مشتق ہے ھُمْ ضمیر پوشیدہ کا مرجع کفار ہیں یہ فاعل ہے فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ قول ہوا یٰوَیْلَتَنَا تین لفظ ہیں ۱۔ یا حرف ندا مگر یہاں چونکہ ویل پر آیا ہے اس لیے ندا اور پکارنے بلانے کے لیے نہیں بلکہ تنبیہ تعجب۔ افسوس غم کے لیے ہے۔ ندائیہ ہو

تو ترجمہ ہوتا ہے ہائے مگر یہاں ترجمہ ہے ہارے اور اگر یا ندبہ کے لیے ہو تو اس کا ترجمہ ہوتا ہے۔ ہائے یہاں ندبہ یعنی رونے کے لیے بھی ہوسکتا ہے جیسے حدیث پاک میں الفاظِ اقدس ہیں یَا رَاسَاہُ ہائے میرے سر کے درد یا تیرے سر کے درد عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر آقا و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ وَیۡلَۃَ اسم مصدر ہے آخر کی تَ مصدریہ ہے بمعنی ہلاک ہونا۔ حاصل مصدر بھی ہوسکتا ہے بمعنی ہلاکت۔ بربادی یہ مضاف ہے نَا ضمیر جمع متکلم مرجع کفار نا قیامت مضاف الیہ ہے وَیۡلَتَنَا کا یہ مرکب اضافی مندوب ہے۔ مَا۔ اسم استفہامیہ موصولہ بمعنی کیا۔ خیال رہے کہ مَن اور مَا یہ دونوں اسم موصولہ خبریہ بھی ہوتے ہیں سوالیہ بھی جب خبریہ ہوں تو ترجمہ ہوگا وہ شخص جو وہ چیز جو اور جب سوالیہ ہوں تو ترجمہ ہوتا ہے کون اور کیا۔ ل۔ لام جارہ برائے کیفیت ھٰذَا اسم اشارہ قریبی بمعنی یہ اور اس۔ الف لام عہدی کتاب بمعنی مکتوب مراد ہے اعمالنامہ یہ مشار الیہ ہے ھٰذَا کا دونوں مل کر موصوف ہوا۔ لَا یُغَادِرُ۔ باب مفاعلۃ کا مضارع منفی بمعنی حال اس کا مصدر ہے مُغَادَرَۃٌ غَدْرٌ سے بنا ہے بمعنی چھوڑنا۔ ھُوَ مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع ہے کتاب صَغِیۡرَۃً۔ اسم صفت مشبہ واحد مونث نقلی مبالغہ کے لیے بہت ہی چھوٹی معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ جمع کے لیے۔ لَا حرفِ علت لَا یُغَادِرُ کی تاکید کے لیے کَبِیۡرَۃً صفت مشبہ مبالغہ کے لیے بمعنی بہت بڑی۔ بڑی سے بڑی۔ یہ معطوف ہے صَغِیۡرَۃً پر دونوں مل کر مفعول بہ ہے لَا یُغَادِرُ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر مستثنیٰ منہ ہوا۔ اِلَّا حرفِ استثنا متصل اَحۡصٰی فعل ماضی مطلق واحد غائب باب افعال سے ہے اس کا مصدر ہے اِحۡصَاءٌ حَصَیٌ سے بنا ہے۔ بمعنی گننا اور نمبروار ترتیب سے لکھنا۔ ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ہے کتاب۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث منصوب متصل مفعول بہ ہے مرجع ہے۔ صغیرۃ پورا علت یہ جملہ فعلیہ ہو کر مستثنیٰ ہوا لَا یُغَادِرُ کا دونوں مل کر صفت ہوئی ھٰذَا الۡکِتٰبِ کی یہ مرکب توصیفی مجرور ہے لام جارہ مجرور سے مل کر متعلق ہے کَانَ فعل پوشیدہ کا وہ جملہ فعلیہ تامہ ہو کر صلہ ہے مَا موصولہ کا دونوں مل کر جواب ندا۔ سب مل کر مقولہ ہوا یَقُوۡلُوۡنَ کا یہ سب مل کر جملہ قولیہ ہو کر مکمل ہوگیا۔ واؤ سرِ جملہ۔ وَجَدُوۡا۔ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق بمعنی مستقبل۔ وَجۡدٌ مثال واوی سے بنا ہے بمعنی پانا۔ ھُمۡ اس کا فاعل مَا موصولہ عَمِلُوۡا باب سَمِعَ کا ماضی جمع غائب ھُمۡ فاعل پوشیدہ، مرجع تمام کفار عَمَلٌ سے مشتق بمعنی اعضاءِ ظاہری ہاتھ پاؤں وغیرہ سے کام کرنا مراد ہیں اُخروی کام یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَا کا موصول صلہ مفعول بہ ہوا وَجَدُوۡا کا۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر ذوالحال ہوا۔ حَاضِرًا باب نَصَرَ کا اسم فاعل مذکر حَضَرٌ سے بنا ہے بمعنی موجود ہونا۔ سامنے آجانا۔ مخاطب ہونا۔ بحالتِ نصب ہے کیونکہ حال ہے وَجَدُوۡا کے مصدری معنی کا۔ وَجَدُوۡا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ ایک قول میں حَاضِرًا مَا کا حال ہے۔ یہ درست ہے واؤ سرِ جملہ۔ لَا یَظۡلِمُ باب ضرب کا مضارع منفی یا فعل حال ہے۔ ایک قول میں مستقبل ہے ظلم سے بنا ہے بمعنی نقصان کرنا ہمیشہ متعدی ہوتا ہے رَبُّکَ مرکب اضافی فاعل ہے اَحَدًا اسم عددی نکرہ غیر معین بمعنی کسی کوئی مفعول بہ ہے لَا یَظۡلِمُ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا

تفسیر عالمانہ

وَیَوۡمَ نُسَیِّرُ الۡجِبَالَ وَتَرَی الۡاَرۡضَ بَارِزَۃً ۙ وَّحَشَرۡنٰہُمۡ فَلَمۡ نُغَادِرۡ مِنۡہُمۡ اَحَدًا ۚ وَعُرِضُوۡا عَلٰی رَبِّکَ صَفًّا ؕ لَقَدۡ جِئۡتُمُوۡنَا کَمَا خَلَقۡنٰکُمۡ اَوَّلَ مَرَّۃٍۭ ۫ بَلۡ زَعَمۡتُمۡ اَلَّنۡ نَّجۡعَلَ لَکُمۡ مَّوۡعِدًا

اور اے پیارے محبوب نبی المرسلین ان بدمست بدنصیب مغرور اور دنیا کی فانی زندگی میں مشغول و مسرور ہو کر آخرت قیامت سزا و جزا اور باقیات صالحات کو بھولنے نہ سمجھنے نہ جاننے نہ ماننے والے کفار و بدکردار کو وہ دن یاد کرایئے کہ تمہارے بداعمال کا عذاب اور نیک مخلص بندوں عاجزوں مسکینوں ایمان والوں کے اعمال صالحات کا باقیات دائمی بننا اور خیر عقبًا یعنی اچھا انجام ہونا اسدن ہوگا جس دن ہم زمین کے تمام چھوٹے بڑے اونچے نیچے دور و نزدیک پہاڑوں کو معمولی ہلکے روئی کے گالوں بادل کے ٹکڑوں کی طرح اوپر فضاؤں ہواؤں میں بکھیر کر پھیلائیں اور چلائیں گے یہی وہ پہاڑ جن کو تم اپنی دنیا کا بہت مضبوط اور اٹل حصہ سمجھتے ہو ہماری قدرت و طاقت کے سامنے بادلوں کے دھوئیں سے بھی کم حیثیت رکھتے ہیں دنیا کی دوسری چیزوں کی کھیت کھلیان باغ و چمان کی تو حیثیت ہی معمولی ہے تمام اشیا عمارات و جمادات و نباتات کو ایسا فنا و برباد کر دیا جائے گا کہ اے پیارے نبی ازلی حادث اور عالم ارواح سے ہمارے سارے جہانوں کو دیکھنے والے حاضر و ناظر محبوب اُس دن تم دیکھو گے اس پوری زمین کو صاف چٹیل کھلا ہموار برابر میدان بلا روک ٹوک ظاہر اور ہر چیز درخت و عمارات گھر بار پہاڑ و چٹان پتھریلی اینٹ و کنکریٹ سے خالی۔ ایک قول ہے کہ یہاں مراد ہے زمین کا اپنے اندر کے تمام معدنیات اور قبر کے مردوں کو باہر نکالکر خالی ہو جانا۔ یعنی دیکھو گے تم اس دن اس پوری زمین کو ظاہر و باطن سے خالی۔ یہ سب کچھ اس طرح ہوگا کہ پہلے شدید زلزلہ آئے گا جس سے زمین کی ہر ظاہر چیز گر پڑیگی اور پہاڑ اولًا اپنی جگہ سے اکھڑینگے بادل کی طرح اڑیں گے پھر زمین پر گر کر ٹکڑے ٹکڑے ریزہ ہو جائیں گے۔ اسی زلزلے سے عمارتیں درخت بھی گر کر زمین کے گڑھوں میں سما جائیں گے اور زمین کے سارے کان معدن دفینے تیل پیٹرول گیس وغیرہ باہر نکل پڑیں گے۔ پھر قبرستانوں کے مردے بھی زندہ ہو کر نکل پڑیں گے یہ سب اس لیے ہوا ہے اور تمام زمین کو خالی میدان اس لیے بنایا ہے وَحَشَرْنٰهُمْ اور ہم نے ان تمام فوت شدہ اور مردہ انسانوں جنوں کو وہاں حساب کتاب سزا و جزا کے لیے جمع کیا ہے۔ تو ہم زمین والے لوگوں میں سے کسی بھی نیک و بد فاسق و صالح مومن و کافر کو میدان محشر میں لائے بغیر کسی بھی دوسری جگہ کسی بھی حالت و کیفیت میں نہ چھوڑیں گے۔ اور ان تمام انسانوں جنوں کی حالت اس طرح ہوگی کہ حاضر بارگاہ کئے جائیں گے اپنے رب کے حضور صفیں بنا کر تاکہ ادب و احترام کے علاوہ کوئی کسی سے چھپ نہ سکے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ یا تو ایک ہی صف ہوگی تمام انسانوں جنوں کی یا بہت سی صفیں بنا کر پیشی ہوگی جیسا کہ حدیث پاک میں ہے تمام انسانوں کی اور امتوں کی ایک سو دس صفیں ہونگی جن میں امت مسلمہ کی اسّی صفیں ہونگی اور باقی تمام نیک بد لوگوں کی چالیس صفیں ہونگی۔ اور یا تمام لوگ ایک ایک صف کی صورت میں حاضر بارگاہ الہیہ میں ہونگے۔ کفار کی صفیں علیحدہ ہوں گی مومنوں کی علیحدہ یہ ایک سو دس صفیں صرف اہل ایمان کی ہونگی۔ اور اسی صفوں کی حالت میں یا پہلے رب تعالیٰ کی طرف سے ندا فرمائی جائے گی کہ اے منکرین قیامت لوگو۔ البتہ بے شک بلاشبہ تم ہماری بارگاہ میں آج اسی طرح آگئے یا نہیں جیسے کہ ہم نے تم کو پہلی مرتبہ ماؤں کے پیٹ سے ننگے سر ننگے بدن اور بے ختنہ پیدا کیا تھا نہ طاقت تھی نہ دولت نہ عزت

نہ حشمت۔ بلکہ آج ہی وہ دن ہے جس کے بارے میں تمنے اپنی ضد جہالت ہٹ دھرمی اور تکبر و انکار کرتے ہوئے ہمارے انبیاء اولیاء علماء کو جھٹلاتے ہوئے شیطانی ابلیسی ورغلاہٹ اور وسوسوں میں پھنس کر باطل گمان کیا تھا کہ ہم ہرگز نہیں بنا سکتے یا نہیں بنائیں گے تمہارے لیے اور تمہارے ظلم کفر شرک سرکشی کا حساب کتاب لینے اور سزا جزا عذاب دینے کے لیے کوئی وعدے کا دن یا وعدے کی جگہ۔ وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هَٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا۔ اس دن میدانِ محشر میں کتاب رکھ دی گئی۔ یا اس طرح کہ جب حکم ربانی سن کر فرشتے بندوں کو صفیں صفیں بنا کر بارگاہِ ربانی میں لانے لگیں گے اور ہر شخص اپنی اپنی صفوں میں پنجوں کے بل کھڑا ہو جائے گا تو قدرتی ہوا کے ذریعے ہر ایک کا اعمال نامہ اس کے ہاتھ میں آجائے گا یا فرشتے خود دیں گے۔ کفار کا اعمال نامہ بائیں الٹے ہاتھ میں کیونکہ اس میں صرف کفر ہی لکھا ہو گا اس لیے گندے وحقیر ہاتھ میں دیا جائے گا۔ مومن کا اعمالنامہ اس کے دائیں اور سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا اگرچہ مومن گنہگار ہی کیوں نہ ہو۔ اور یہ ایسی مضبوط تقسیم ہو گی کہ کوئی بھی ہاتھ کو تبدیل نہ کر سکے گا۔ یا اس طرح کتاب رکھی جائے گی کہ میزانِ قیامت میں ایک بڑا سا پرچہ رکھا ہو گا اس طریقے سے صف میں کھڑے ہر شخص کے سامنے اسی کا اعمال نامہ ہو گا اور وہ بخوبی پڑھ لیگا۔ یا اس طرح کہ اعمال نامے کی یہی کتاب کھلی ہوئی رب تعالیٰ کی بارگاہ میں ہو گی اور ہر شخص وہاں جا کر پڑھے گا۔ اے پیارے نبی ان مغرور اکڑ باز وں شکروں مجرموں کو آپ اس دن دیکھیں گے لرزتے کانپتے ڈرتے ہوئے اپنے اُن بدعملوں کی وجہ سے جو اس اعمال نامے کی کتاب میں لکھے ہوئے ہیں اور کہتے چیختے پکارتے ہوں گے ہائے ہماری ہلاکت بربادی تباہی کمبختی بدنصیبی کیا عجیب حال ہے اس اعمالنامے اور اس کی تحریر دکھائی کا کہ دنیا میں جو جو کام ہم نے معمولی سمجھ ایسے ہی چلتے پھرتے بے پرواہی میں واہی تباہی کر دیئے فلاں فلاں وقت اور فلاں فلاں عمر اور دنوں میں وہ بھی نہیں چھوڑے اس میں لکھے ہیں اور نہ ہی ہمارے فلاں فلاں دنوں کے بڑے بڑے گناہ وکفریات ہی چھوڑے مگر اُن سب کو گنتی میں شامل کر لیا ہے اس کتاب نے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ واقعی جو چھوٹا بڑا اچھا یا برا دینی یا دنیوی انہوں نے دنیا میں کسی حالت کسی وقت کوئی عمل کیا تھا وہ اس دن اعمالنامے میں لکھا ہوا یقیناً پالیا۔ اور یہ ذرے ذرے کی لکھائی کیوں ہے؟ صرف اس لیے کہ آپ کا رب تعالیٰ کسی پر بھی کسی زمانے کسی حالت میں بھی ظلم نہیں کرتا۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ۔ ہمارے آقا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کلی علم غیب بھی رکھتے ہیں اور پورے قرآن مجید کو نزول قرآن سے پہلے بھی جانتے ہیں۔ یہ فائدہ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ اور وَعُرِضُوا عَلَىٰ رَبِّكَ صَفًّا اور أَوَّلَ مَرَّةٍ اور وَوُضِعَ الْكِتَابُ الخ کے اجمالی ذکر فرمانے سے حاصل ہوا کیونکہ ان تمام حالات وکیفیات کی تفصیل آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی بیان فرمائی جو احادیثِ مبارکہ میں درج ہے مفسرینِ عظام بھی اس قسم کی تفصیل احادیث ہی سے دیکھ کر بیان کرتے ہیں۔ بلکہ بہت دفعہ تو پیارے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول وحی سے پہلے ہی قیامت وحشر ونشر وعلامتِ قیامت کی تفصیل بیان فرمادی یہ کام وہی کرسکتا ہے جس کو رب تعالیٰ نے تمام چیزوں کا غیبی علم عطا فرمایا ہو۔ **دوسرا فائدہ**۔ کفار کے بھی تمام اچھے برے کام نامۂ اعمال میں لکھے جاتے ہیں اگرچہ وہ کام نیکی اور قابلِ ثواب نہیں ہوتے کیونکہ ثواب پانے کے لیے مومن ہونا شرط ہے۔ قیامت میں کافر کے اچھے کام ان کے مظلوم مومنوں کو دے دیئے جائیں گے ان کو دکھا کر یا بہت سوں کا بدلہ دنیا میں ہی دولت عزت اور عیش آرام کی شکل میں دے دیا جائے گا۔ یہ فائدہ وَيُغَادِرُ صَغِيرَةً الخ سے حاصل ہوا۔ ورنہ وہ سوالاً کہہ سکتے تھے کہ ہمارا فلاں کام نہیں لکھا گیا بعض علما فرماتے ہیں کہ کافر کے صرف کفر وگناہ ہی لکھے جاتے ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

تیسرا فائدہ۔ قیامت میں ہر شخص پڑھا جانتا ہوگا۔ اگرچہ دنیا میں بے پڑھا ہو اور پھر عربی اور میدان محشر والی لکھائی اور فرشتوں کا رسم الخط پڑھ سکے گا۔ کفار بھی اور مومنین بھی اور ہر شخص دنیا میں کئے ہوئے عمل ان کے اوقات حالات ۔ وکیفیات کو یاد رکھے ہونگے یہ فائدہ وَيَقُولُونَ (الخ) سے حاصل ہوا۔ کہ اعمال نامہ پڑھتے ہی ان کو دنیا کی زندگی اور اپنے کرتوت وکردار یاد آجائیں گے۔ اور سب لمحات ان کی آنکھوں کے سامنے پھر جائیں گے تب یہ کہیں گے۔ بوقت ولادت یہ نہیں ہوتا۔ **چوتھا فائدہ**۔ قیامت میں سب ہی حاضر بارگاہ ہونگے مومن بھی کافر بھی نیک بھی بد بھی۔ اولیا علما اور انبیاء کرام علیہم السلام بھی لیکن نوعیتِ حاضری میں فرق ہے کہ مومن جزا کے لیے مجرم سزا کے لیے اولیا علما صرف شفاعت کے لیے اور انبیاءِ عظام علیہم السّلام گواہی کے لیے بھی اور شفاعت کیلئے بھی یہ فائدہ وَيَقُولُونَ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت کریم سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ**۔ دنیوی زندگی میں اگرچہ کفار شرعی احکام عبادات وممنوعات حرام وحلال کے مکلف نہیں اور شراب جوئے وغیرہ پر ان کو شرعی عدالت حد یا تعزیری سزا نہیں دے سکتی مگر عند اللہ یہ جرم کر کے وہ قیامت میں سزا ضرور پائیں گے اور نماز چھوڑنے شراب پینے کی سزا اخروی ان کو ملے گی اور بوقت حساب کتاب ان سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ایمان لاکر نمازیں کیوں نہ پڑھیں شراب کیوں نہ چھوڑا۔ مگر ہر جرم پر ایمان لانے کا ذکر ضرور ہوگا۔ کیونکہ اصل ایمان ہی ہے۔ یہ مسئلہ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ**۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اچھی اور پاکیزہ چیزیں اور کھانا پینا سیدھے اور دائیں ہاتھ سے کیا کریں لیکن برے گندے گھناؤنے کام اور گھناونی چیزیں پکڑنا الٹے یعنی بائیں ہاتھ سے کیا کریں۔ حدیث پاک سے ثابت ہے کہ اچھے کاموں کے لیے ہمل دایاں طرف استعمال کرنا اور دائیں طرف سے شروع کرنا چاہیئے یہاں تک کہ آنکھوں کا سرمہ سر کی کنگھی پاؤں کا پیجامہ ہاتھ کی قمیص اور مسجد یا گھر میں داخل ہونے کا پاؤں بھی پہلے دایاں ہو پھر بایاں یہ مسئلہ وُضِعَ الْكِتَابُ کی تفسیر واحادیث سے مستنبط ہوا کہ کفار کا کفر پُر گندہ اعمالنامہ ان کے گندے اور الٹے ہاتھ میں دیا جائے گا مومن کے سیدھے ہاتھ میں کیونکہ اس میں مومن کی

تلاوتیں عبادتیں تسبیح وتہلیل ورد وظیفے درود شریف صلوٰۃ وسلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت خوانی اور گیارھویں بارھویں شریف کے ختم لکھے ہوتے گئے۔ تیسرا مسئلہ۔ ہر مسلمان کو صغیرہ گناہ سے بھی اسی طرح بچنا اور نفرت کرنا چاہیئے جس طرح کبیرہ گناہ سے کیونکہ یہ بھی عذاب کا باعث یا گناہ کی عادت کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ یہ مسئلہ۔ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَۃً وَّلَا کَبِیْرَۃً ۔ (الخ) سے مستنبط ہوا مفسرین فرماتے ہیں کہ صغیرہ گناہ وہ ہے جو نیکیوں کے ثواب کو کم کر دے اور کبیرہ گناہ وہ ہے جو نیکیوں کے ثواب کو ختم کر دے۔ مثلاً غیر عورت کا بوسہ معانقہ وغیرہ اور عشقیہ بات چیت ناجائز خط وکتابت یہ صغیرہ گناہ ہیں اور بدفعلی زنا اغلام وغیرہ کبیرہ گناہ ہیں۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جاسکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں پہلے فرمایا گیا نُسَیِّرُ یہ فعل مضارع مستقبل ہے اور پھر فرمایا گیا حَشَرْنَا یہ ماضی ہے پھر فرمایا گیا فلم نغادر یہ نفی لَمْ ہے اس کی کیا وجہ؟ جواب یا اس لیے کہ حشر پہلے ہے بعد میں نُسَیِّرُ الجبال ہے حشر کے کاموں میں سے ہی پہاڑوں کا ختم کرنا ہے اور نُسَیِّرُ کے اعتبار سے حشر ماضی ہے اس لیے حَشَرْنَا کو ماضی فرما کر اوّلیت کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اور یا اس لیے حَشَرْنَا پر ایمان اور عقیدے کا دار ومدار ہے کیونکہ کفار اسی محشر وقیامت کے ہی منکر ہیں نہ کہ نُسَیِّرُ کے اس وجہ سے نُسَیِّرُ الجبال کو مستقبل کے صیغے فرما کر حقیقی وقت کی طرف توجہ دلائی گئی اور حَشَرْنَا کو ماضی فرما کر یہ بتایا گیا کہ قیامت اور محشر اتنی یقینی چیز ہے کہ گویا ہو ہی گیا۔ رہا لفظ فَلَمْ نُغَادِرْ تو یہ ماضی ہی کے معنٰی میں ہوتا ہے لہٰذا اس کا تعلق بھی حَشَرْنَا کے عقیدہ سے ہے۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کَمَا خَلَقْنٰکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ یعنی تم کو ہم نے ویسے ہی میدان محشر میں جمع کیا ہے۔ جس طرح پہلی مرتبہ تم کو ہم نے پیدا کیا تھا یہ مشابہت تو درست معلوم نہیں ہوتی اس لیے کہ پہلی پیدائش ماں کے پیٹ سے چھوٹا سا کمزور جسم بے عقل وشعور شیر خوارگی کے ساتھ ولادت ہوتی ہے مگر قیامت میں یہ کچھ نہ ہوگا۔ جواب۔ تفسیر کبیر نے فرمایا کہ تشابہت میں کلی تمثیل ومماثلت کی ضرورت نہیں ہوتی جزئی مماثلت بھی کافی ہے یہاں بھی وہ ہی جزئی مماثلت موجود ہے جس کی کفار نفی کرتے تھے مشابہت فقط اس چیز میں دی جا رہی ہے کہ دیکھو تمہارا وہی جسم جس کے زندہ ہو کر اٹھنے کے تم منکر تھے ہم نے اٹھا دیا نیز تم کو اپنے جسم اپنی دولت اپنی اولاد نوکر چاکر لونڈی غلام پر بڑا ناز وغرور تھا۔ اور گمان تھا کہ یہ ہمیشہ ہمارے پاس رہیں گے اگر اگلا جہاں ہوا بھی تو وہاں بھی ہم کو یہ بلکہ اس سے بھی اچھا عیش وعشرت ملے گا ان کو فرمایا جائے گا کہ تمہارے سب گمان باطل تھے آج ہم نے تم کو پہلی پیدائش کی طرح ننگ دھڑنگ بے ختنہ ذلیل حقیر کمزور بے عقل غریب کر کے پھر میدان محشر میں جمع کر دیا۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ ہم سب کو قبروں سے نکال کر میدانِ محشر میں جمع کر دیں گے اور تم زمین کو خالی دیکھو گے۔ حالانکہ لاکھوں بلکہ کروڑوں مردے جلائے جاتے ہیں جیسے کہ آج کل بھی ہندو سکھ اور بعض انگریز اپنے مردوں کو جلاتے ہیں تو پھر حَشَرْنَا اور تَرَی الْاَرْضَ بَارِزَۃً میں یہ مردے کیونکر شامل ہوئے۔ جواب۔ تمام مردے اور فوت شدہ انسان زمین کے اندر ہی ہیں خواہ قبر میں مدفون ہوں یا خاک کی شکل میں ہڈیوں اور مٹیوں یا راکھ کی شکل میں جہاں جہاں جو پڑا ہوا ہے وہیں سے اپنے پہلی شکل وصورت اور جسم کیا منتقل

ہو کر محشر میں لایا جائے گا لہٰذا فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ فرمانا بالکل درست ہے **چوتھا اعتراض**۔ رب تعالیٰ کا تو کوئی کام بھی ظلم نہیں ہے خواہ وہ کسی بے گناہ کو ہی جہنم میں ڈال دے۔ اس کو ظلم نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اللہ ہر چیز کا مالک ہے مالک اپنی مملوک سے اور خالق اپنی مخلوق سے جو چاہے کرے توڑے یا پھوڑے ہم اپنی مملوکہ اشیا گھر بار یا جانور کو ذبح کر کے جو چاہیں کریں توڑیں پھوڑیں جلائیں پکائیں۔ ہاں جان اور روح ہماری ملکیت نہیں اس لیے زندہ جانور اور انسان لونڈی غلام کو روحانی ایذا نہیں دے سکتے ہاتھ پاؤں نہیں کاٹ سکتے کہ یہ روح پر ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ روح اور جان کا بھی مالک ہے اس کا تو کوئی عمل بھی ظلم نہیں ہو سکتا خواہ روح کو تکلیف ہو یا جسم کو تو پھر لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا۔ کیونکر فرمایا گیا؟ **جواب**۔ اس کو ظلم فرمانا بندوں کی نسبت سے ہے کہ اگر بندہ یا کوئی حاکم حکومت یہ کام کرے تو وہ ظلم کہلائے یا کوئی شخص اپنی نادانی سے جس کو ظلم کہے رب تعالیٰ بندوں کے ساتھ وہ سلوک نہ فرمائے گا۔ اسی لیے قیامت میں بندوں کے تین قیام ہوں گے پہلا میدانِ محشر میں جمع ہونے کا اس میں آپس میں بحث مباحثہ جھگڑا ہوگا۔ کفار ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے اور الزام لگائیں گے کہ تم نے ہم کو گمراہ کیا یہ گویا اپنا حساب خود کرتے ہوئے اپنے کو مجرم سمجھ لیں گے دوسرا قیام برے انجام پر رونے دھونے اور ندامت کا ہوگا۔ یہ بھی گویا اپنا محاسبہ ہے تیسرا قیام اپنے اپنے نامۂ اعمال پڑھنے کے لیے ہے اس میں وہ اپنا حساب خود ہی سمجھ لیں گے پھر کہیں جا کر بارگاہِ ربوبیت میں حساب شروع ہوگا۔ اسی تمام کارروائی کی طرف اشارہ فرمایا جا رہا ہے۔ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا۔ **پانچواں اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً۔ اور دوسری جگہ ارشادِ باری ہے۔ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَائِرَ یعنی اگر تم گناہ کبیرہ سے بچے رہو تو صغیرہ معاف ہو جائے گا۔ جب صغیرہ معاف ہو گئے تو پھر اعمالنامے میں لکھے کیوں گئے؟ **جواب**۔ یہ آیت کفار کے لیے ہے وہ آیت مومنوں کے لیے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔ ان آیات کی تفسیر صوفیانہ آیت ۵۲ کے بعد ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا

اور جب فرمایا ہم نے ہر فرشتے کو کہ سجدہ کرو تم سب آدم کو تو سب نے فوراً سجدہ کر دیا

اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا

اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ

بجز ابلیس کے چونکہ وہ جنات سے تھا اس لیے نافرمان ہوا وہ اپنے

سوا ابلیس کے۔ قوم جن سے تھا تو اپنے رب کے

رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ

رب کے حکم سے کیا تم اُس کو اور اُس کی نسل کو میرے مقابل مدد گار

حکم سے نکل گیا بھلا کیا اُسے اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست

دُوْنِيْ وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ

سمجھتے ہو حالانکہ وہ سب تو تمہارے سخت دشمن ہیں بڑا ہے ظالموں کا

بناتے ہو اور وہ تمہارے دشمن ہیں ظالموں کو کیا ہی بڑا

بَدَلًا ۝۵۰ مَاۤ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَ

بدلا میں نے آسمانوں اور زمین اور خود ان کی اپنی پیدائش کے وقت انکو پاس

بدلہ ملا نہ میں نے آسمانوں اور زمین کے بناتے وقت انھیں سامنے

الْاَرْضِ وَ لَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَ مَا كُنْتُ

نہ بٹھایا تھا اور نہ میں گمراہ کرنے والوں کو

بٹھا لیا تھا نہ خود ان کے بناتے وقت اور نہ میری شان

مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۝۵۱ وَ يَوْمَ يَقُوْلُ

کچھ طاقتور بنانے والا ہوں۔ اور اس قیامت کے دن رب فرمائے گا

کہ گمراہ کرنے والوں کو بازو بناؤں اور جس دن فرمائے گا کہ

نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ

پکارو اپنے عقیدے والے میرے شریکوں کو جن کو تم نے گمان کیا تو وہ ان بتوں کو پکاریں گے

پکارو میرے شریکوں کو جنہیں تم گمان کرتے تھے تو وہ انھیں پکاریں گے

فَلَمۡ يَسۡتَجِيبُواْ لَهُمۡ وَجَعَلۡنَا بَيۡنَهُم مَّوۡبِقٗا ﴿٥٢﴾

تو وہ بت وغیرہ بالکل نہ جواب دیں گے اُن کو اور بنا دی ہے ہم نے اُن کے درمیان ہلاکت کی آڑ

وہ انھیں جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک ہلاکت کا میدان کر دیں گے

تعلق ان آیت کریمہ کا پچھلی آیت کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق**۔ پچھلی آیتوں میں دنیا کی انتہا کا نقشہ کھینچا گیا تھا اب ان آیت میں دنیا کی ابتدا کا ذکر فرمایا اور چونکہ اب بندوں کا تعلق انتہا سے ہے اس لیے اُس کا پہلے ذکر کیا گیا۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیت پاک میں بارگاہ الٰہیہ کی حاضری اور تمام انسانوں کے پیش ہونے کا ذکر تھا جو آخرت کا نقشہ ہے اب ان آیتوں میں تمام فرشتوں کا اوّل اور پہلے انسان حضرت آدم علیہ السّلام کو سجدے کے لیے ان کی بارگاہ میں پیش ہونے کا ذکر ہے جو محض کرم پروردگار ہے اسی کرم نے انسانیت کو سب مخلوق میں سرفراز کیا۔ **تیسرا تعلق**۔ دنیا میں ذی عقل مخلوق تین قسم کی ہے۔ ۱۔ ملٰئکہ ۲۔ جنات ۳۔ انسان پچھلی آیت میں بُرے انسانوں کی سرکشی کا ذکر ہوا اب ان آیت میں ملٰئکہ کی فرمانبرداری جنات کی سرکشی مذکور ہوئی۔ **چوتھا تعلق**۔ انسان کو خراب کرنے والی دو چیزیں ہیں ۱۔ مال اولاد ۲۔ شیطان پچھلی آیت میں پہلی چیز کا ذکر ہوا اور ان آیت میں دوسری چیز کا۔

تفسیر نحوی وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ ؕ كَانَ مِنَ الۡجِنِّ فَفَسَقَ عَنۡ اَمۡرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوۡنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗۤ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِىۡ وَهُمۡ لَـكُمۡ عَدُوٌّ ؕ بِئۡسَ لِلظّٰلِمِيۡنَ بَدَلًا۔ واؤ مرجملہ اِذۡ ظرفیہ اس سے پہلے اُذکر فعل امر پوشیدہ ہوتا ہے اور یہاں اُذکر میں خطاب پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ قلنا باب نصر کا ماضی مطلق جمع متکلم نحن پوشیدہ ضمیر کا مرجع باری تعالیٰ لام جارّہ ملٰئکۃ اسم جمع مکسّر منصرف اس کا واحد ہے ملک بمعنیٰ فرشتہ یہ مجرور متعلق ہے قلنا کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قول ہوا۔ اُسجدوا باب نصر کا امر حاضر جمع مذکر حاضر ضمیر انتم ضمیر اس میں مستتر جس کا مرجع ملٰئکۃ ہے سجود سے مشتق ہے بمعنی زمین کے ساتھ لگ جانا۔ جھک جانا۔ خیال رہے کہ عربی گرامر میں چھ صیغے ایسے ہیں جن کے آخر میں نون اعرابی کا قائم مقام الف تخفیفی لگایا جاتا ہے۔ یعنی جگہ بھرنے کے لیے ۱۔ امر حاضر معروف جمع مذکر ۲۔ ماضی مطلق جمع مذکر غائب ۳۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب ۴۔ مضارع منصوب جمع مذکر حاضر ۵۔ مضارع مجزوم جمع مذکر غائب ۶۔ مضارع مجزوم جمع مذکر حاضر۔ لآدم۔ لام جارّہ تعدیہ کا آدم اسم مفرد جامد غیر منصرف ہے کیونکہ عجمی علم ہے یہ نام مقدس ہے پہلے نبی علیہ السلام اور پہلے انسان کا انہی کی نسبت سے انسان کو آدمی کہا جاتا ہے۔ اُدُمٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ مٹی۔ آدم کا معنیٰ مٹی ہے۔ ان کا لقب صفی اللہ اور خلیفۃ الارض ہے یہ جار مجرور متعلق ہے اُسجدوا کا۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ہوا قول کا۔ دونوں مل کر جملہ فعلیہ قولیہ ہو کر شرط ہوا۔ ف جزائیہ سجدوا باب نصر کا ماضی مطلق

جمع غائب ھُم پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ملٰئکہ ہے مُستثنٰی منہ ۔ اِلَّا حرف استثنا منقطع اس لیے کہ اس کا مستثنٰی ابلیس فرشتوں کی نسل میں سے نہیں ہے۔ یہ جنسِ جنات میں سے ہے۔ ابلیس اسم مفرد جامد منصرف ہے اگرچہ عجمی اور عَلَم ہے مگر چونکہ عربی میں مستعمل نہیں کسی نے آج تک اپنا نام ابلیس نہیں رکھا اس لیے غیر منصرف ہونے کی یہ شرط نہیں پائی گئی لہٰذا غیر منصرف نہیں۔ ایک قول میں غیر منصرف ہے۔ ایک قول میں یہ عجمی نہیں بلکہ عربی لفظ ہے بروزن اِفْعِیْلٌ اِبریق۔ ادریس یہ مبلسٌ سے مشتق ہے۔ صفت مشبّہ ہے یعنیٰ مکار۔ دھوکے باز۔ پریشان ہونے والا۔ تحیّر۔ منصوب ہے کیونکہ مستثنٰی ہے ھُم ضمیر مستثنٰی منہ کا سَجَدُوا۔ سب سے مل کر جملہ فعلیہ مکمل ہو گیا کَانَ فعل تامہ یعنیٰ ماضی بعید اس میں پوشیدہ ھُوَ ضمیر اس کا فاعل مرجع ابلیس مِنْ جارّہ تبعیضہ۔ الف لام جنسی اصلاً یا نسلاً جنسیت بیان کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ جِنّ۔ اسم مفرد جامد لغوی ترجمہ ہے چھپا ہونا۔ اسی سے ہے جنون۔ عقل کا پوشیدہ یا گم ہو جانا حمل کو جنین کہا جاتا ہے کیونکہ وہ رحم میں چھپا ہوتا ہے پوشیدہ باغ کو جنت کہا جاتا ہے اصطلاح میں ایک بڑی مخلوق کو کہتے جو عالَمِ دنیا میں فرشتوں کے بعد سب سے پہلے پیدا کی گئی اس مخلوق کی تعداد ساری زمینی مخلوق سے زیادہ ہے۔ یہ جار مجرور متعلق ہے۔ کَانَ کا۔ فَ عاطفہ سببیہ فَسَقَ باب نصر کا ماضی مطلق معروف فسقٌ سے بنا ہے لغوی ترجمہ ہے باہر نکلنا گناہگار اور نافرمان کو فاسق اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ بھی اللہ کی اطاعت و قانون سے باہر نکل جاتا ہے۔ ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے مرجع ابلیس عَنْ جارّہ مجاوزت زوالی کے لیے ہے یعنی کسی سے دور ہونا اور مجاوزت وصلی کا معنیٰ یہ ہے کہ ایک سے دور ہو کر کسی دوسرے کی طرف ہو جانا۔ اَمْرِ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ حکم۔ فرمان۔ فیصلہ۔ یہ مضاف ہے رب اسم جامد صفاتی نام ہے اللہ تعالیٰ کا مضاف ہے ہٖ ضمیر کا مرجع ابلیس ہے ضمیر نفسی بمعنیٰ اپنے یہ دوہری اضافت مجرور ہو کر متعلق ہے۔ فَسَقَ کا۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر مسبب ہوا کَانَ کے پوشیدہ ضمیر ھُوَ فاعل کا۔ کَانَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ اَ۔ ہمزہ سوالِ انکاری اور سوالِ تعجب کے لیے یعنی کبھی ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ فَ تعقیبیہ تَتَّخِذُوْنَ باب افتعال کا مضارع اس کا مصدر ہے اِتِّخَاذٌ "اخذٌ" سے بنا ہے بمعنیٰ بنانا۔ پکڑنا۔ لینا اختیار و پسند کرنا اَنتم ضمیر اس میں مستتر فاعل ہے مرجع کفار، ہٗ ضمیر منصوب متصل مفعول بہٖ ہے۔ عطف ہے واؤ عاطفہ ذُرِّیَّتَ اسم مفرد جامد بمعنیٰ نسل اولاد مضاف ہے ہٗ ضمیر مضاف الیہ ان دونوں ہٗ ضمیروں کا مرجع ابلیس ہے یہ مرکب اضافی معطوف ہے سب عطف مل کر مفعول بہٖ اول ہوا۔ اَوْلِیَآءَ وَلِیٌّ کی جمع مکسر ہے بمعنیٰ دوست مفعول بہٖ دوم ہے۔ مِنْ بیانیہ اسم مفرد جامد بمعنیٰ مقابل مضاف ہے۔ ی ضمیر متکلم اس کا مرجع اللہ تعالیٰ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے تَتَّخِذُوْنَ کا۔ ہٗ مفعول بہٖ اول کا پورا عطف ذوالحال ہے واؤ حالیہ۔ ھُمْ ضمیر جمع کا مرجع ابلیس اور اس کی ذریت لام حرفِ جر تعدیہ کا کُمْ ضمیر جمع حاضر کا مرجع عام انسان یہ جار مجرور متعلق ہے کَائِنُوْنَ پوشیدہ اسم فاعل تامہ کا یہ جملہ اسمیہ ہو کر مبتدا عَدُوٌّ اسم مفرد جامد خبر ہے یہ مبتدا خبر جملہ اسمیہ ہو کر پھر خبر ہے ھُمْ ضمیر کی وہ اسمیہ ہو کر حال ہے تَتَّخِذُوْنَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا بِئْسَ فعل ذم ھُوَ پوشیدہ اس کا فاعل۔ لِلظّٰلِمِیْنَ۔ لام جارّہ ظالمین جمع ظالم کی مراد کفار یہ جار مجرور متعلق ہے بِئْسَ کا بدلاً مخصوص بالذم سب مل کر جملہ فعلیہ مذمومہ خبریہ ہو کر مکمل ہوا۔ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۔ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا۔ مَا اَشْهَدْتُّ ماضی مطلق منفی واحد متکلم۔ مرجع مخاطب اللہ تعالیٰ اس کا مصدر ہے اشہادٌ ترجمہ ہے حاضر کرنا پاس بلانا ھُمْ ضمیر جمع غائب منصوب متصل ہے کیونکہ مفعول بہ ہے اس کا مرجع ابلیس اور اُس کی ذرّیت یا تمام کفار خَلْقَ مصدر مضاف عامل ہے۔ الف لام استغراقی سمٰوات۔ جمع مؤنث سالم اس کا واحد سَمَاءٌ ہے واؤ عاطفہ۔ الف لام استغراقی اَرض کا ترجمہ ہے زمین معطوف سب عطف مل کر مفعول مضاف الیہ خَلْقَ مصدر مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر شبہ جملہ ہو کر مفعول فیہ ہوا اور معطوف علیہ ہے اگلی عبارت کا واؤ عاطفہ لَا عطف تاکیدی کے لیے خَلْقَ مصدر مضاف اَنفُس جمع ہے نفس کی بمعنٰی ذات روح و جسم۔ اسم تاکیدی بمعنٰی خود۔ مضاف ہے ھِمْ ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول مضاف الیہ ہے خَلْقَ کا دونوں مل کر شبہ جملہ ہو کر معطوف سب عطف مفعول فیہ مَا اَشْهَدْتُّ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ مَا كُنْتُ فعل منفی ناقصہ واحد متکلم اَنَا ضمیر پوشیدہ اس کا اسم مُتَّخِذَ ۔ اسم فاعل واحد مذکر متکلم اَنَا ضمیر اس میں مستتر اس کا فاعل الف لام اسمی بمعنٰی اَلَّذِیْنَ۔ مُضِلِّیْنَ اسم فاعل جمع مذکر ضمیر عامل بحالت نصب ہے مفعول بہ اوّل ہے مُتَّخِذَ کا اس کا واحد ہے مُضِلٌّ ضَلٌّ سے بنا ہے بمعنٰی گمراہ ہونا باب افعال سے ہے مصدر ہے اِضلالٌ بمعنٰی گمراہ کرنا عَضُدًا اسم مفرد جامد بمعنٰی بازو ہاتھ کندھے تک مراد ہے۔ مددگار۔ بحالتِ نصب ہے مفعول دوم ہے۔ یہ اگرچہ واحد ہے مگر پورے جسم میں سب سے زیادہ مضبوط اور پورے جسم کا مددگار ہوتا ہے اس لیے یہاں بھی مُضِلِّیْنَ جمع کے لیے واحد آیا انسان سب کام دست و بازو سے ہی انجام دیتا ہے محاورۃً بھی مددگار کو بازو کہا جاتا ہے عَضُدًا کی آٹھ قرأتیں ہیں ۱ عَضُدًا یہ مشہور ہے ۲ عُضُدًا ۳ عَضَدًا ۴ عِضُدًا ۵ عُضْدًا ۶ عَضْدًا ۷ عِضْدًا مُتَّخِذًا اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مَا كُنْتُ کی وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو گیا مکمل واؤ سرجملہ یَوْمَ۔ اسم ظرف زمانی بمعنٰی دن وقت ظرفِ مقدم ہے یَقُوْلُ مضارع مثبت ھُوَ پوشیدہ اس کا فاعل جس کا مرجع ذات باری تعالیٰ یَقُوْلُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ قول ہوا۔ نَادُوْا باب مُفَاعَلَةٌ کا امر حاضر معروف جمع مذکر اَنْتُمْ اس میں ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع تمام کفار در اصل ہے نَادِیُوْا۔ یٰ پر ضمہ بوجھل تھا ماقبل کو دیا دو ساکن ہوئے اس لیے یٰ گر گئی اس کا مصدر ہے مُنَادَیَۃٌ۔ مُنَادَاۃٌ نِدٰیٌ سے بنا ہے اسی سے ہے نِدَاءٌ اسی سے ہے منادی ترجمہ ہے پکارنا۔ بلانا شُرَکَاءُ جمع مکسر ہے شریکٌ کی بمعنٰی حصہ دار ساجھی۔ برادری مضاف ہے۔ یٰ ضمیر متکلم مرجع ہے اللہ تعالیٰ یہ مرکب اضافی موصوف ہے۔ اَلَّذِیْنَ۔ اسم موصول جمع مذکر زَعَمْتُمْ باب فتح کا ماضی مطلق معروف زَعْمٌ سے مشتق ہے بمعنٰی دل میں وہم کا عقیدہ۔ گمان لینا زُعْمٌ بھی پڑھا جاتا ہے اس میں اَنْتُمْ ضمیر فاعل ہے مرجع تمام کفار۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا اَلَّذِیْنَ کا موصول صلہ مل کر صفت ہوئی یہ شرکاء مرکب توصیفی مفعول بہ ہے نَادُوْا کا وہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مقولہ ہوا قول مقولہ جملہ قولیہ ہو کر مکمل ہوا۔ فَ تعقیبیہ۔ یعنی اگلے کلام کی جدیت بتانے والی دَعَوْا۔ باب نصر کا ماضی مطلق جمع غائب ھُمْ مستتر ضمیر اس کا فاعل دَعْوٌ سے مشتق ہے بمعنٰی بلانا ھُمْ منصوب متصل کا مرجع شرکاء ہے اور دَعَوْا ماضی بمعنٰی مستقبل ہے یہاں دَعَوْا سے پہلے اِذَا شرطیہ پوشیدہ ہے ترجمہ ہے جب کفار یا جب بھی

کفار پکاریں گے اپنے شریکوں کو تو یہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی ف جزائیہ لَمْ يَسْتَجِيبُوا باب استفعال کا فعل مضارع نفی جحد بلم بمعنیٰ ماضی مطلق اس کا مصدر ہے اِسْتِجَابَةً اِسْتِجَابًا بمعنیٰ قبول کرنا۔ جواب دینا۔ دعوت ماننا۔ مراد ہے مدد کے لیے آجانا یا مدد کرنا۔ لام حرف جر نفع کا۔ ہُمْ ضمیر مجرور مرجع ہے پکارنے والے کفار۔ یہ جار مجرور متعلق ہے نفی جحد بلم کے جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہوئی شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہو گیا۔ واؤ برجملہ جَعَلْنَا۔ باب فتح کا ماضی مطلق جمع متکلم فاعل اللہ تعالیٰ الْجَعْلُ سے بنا ہے بمعنیٰ بنانا یا ڈالنا بَيْنَ اسم ظرف مکانی مضاف ہے ہُمْ ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی ظرف ہے مَوْبِقًا۔ باب ضَرَبَ کا اسم ظرف بروزن مسجداً۔ یہ وزن قیاس مع الفارق ہے کیونکہ سجدٌ باب نصر سے ہے اور اس کا ظرف مَفْعَلٌ کے وزن پر ہوتا ہے نہ کہ مَفْعِلٌ اسی لیے بعض نحات بصرہ نے کہا کہ سَجَدَ کا مادہ باب ضَرَبَ میں بھی آجاتا ہے جیسا کہ مَسْجِدٌ کا وزن بطلاب ضَرَبَ میں بھی آجاتا ہے چنانچہ سَجَدَ کا اسم ظرف مسجِد بھی ہوتا ہے اور مسجَد بھی واللہ تعالیٰ اعلم۔ وَبَقٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ میدان بنانا۔ وادی بنانا مَوْبِقًا کا ترجمہ ہے۔ ویران بیابان جگہ ہلاک کرنے کی جگہ مراد ہے وادی جہنم ایک قول میں یہ مصدر میمی ہے بمعنیٰ ہلاک کرنا ہلاکت یا آڑ بنانا رکاوٹ رکھ دینا جیل میں ڈال دینا پہلے قول سے یہ مفعول فیہ ہے دوسرے قول سے مفعول لہٗ ہے یعنی ہلاک کرنے کے لیے جَعَلْنَا سب سے مل کر فعلیہ خبریہ ہو کر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوٓا إِلَّآ إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهٖٓ ۗ أَفَتَتَّخِذُونَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ أَوْلِيَآءَ مِن دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۚ بِئْسَ لِلظّٰلِمِينَ بَدَلًا۔ اور اے پیارے نبی یاد کیجئے اس زمانے اس وقت کو یا ان دنیوی شیطانی دو فتنوں لہو و لعب میں پھنسے ہوئے مشغول و معروف کفار و سرداران عرب کو یاد کرائیے بتائیے سمجھائیے کہ اے اشرف مخلوقات انسانو تمہاری افضلیت کا ایک وہ وقت جب کہا تھا ہم نے اپنے تمام معصوم فرماں بردار ہزاروں سال کے عابد و زاہد آسمانی زمینی عرشی فرشی فرشتوں سے کہ تم سب زمین پر گر کر پیشانی لگا کر سجدہ کرو ہمارے اولوالعزم رسول نبی ابوالبشر تمام نسل انسانی کے جدِ اعلیٰ ساری زمین کے خلیفہ نائب حکمران حضرت آدم کو۔ تو تمام فرشتوں نے بیک دم گول صفیں بنا کر ایک وقت میں آدم کو سجدہ کیا مگر ابلیس شیطان عزازیل نے سجدہ نہ کیا۔ اور حضرت آدمؑ کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا رہا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اس سجدے سے صرف اس لیے انکار و غرور تکبر کیا کہ وہ نسلِ جنات میں سے تھا اور اس کو اپنے جن اور ناری مخلوق ہونے پر ناز تھا۔ اس لیے وہ اپنے خالق و مالک ربِّ قدیر کے عظمت والے حکم سے فسق و انکار کرتے ہوئے نکل گیا۔ اور علیحدہ ہوتے ہوتے ہوئے ازلی ابدی نافرمان ہو گیا۔ یہ تھا اس ابلیس لعین کا تمہارے ساتھ ابتدائی معاملہ اور پہلا حسد و بغض اور اب تک کی آئندہ زندگی میں بھی اس کا جو عناد و کدورت تمام نسل انسانی سے ہے وہ قرآن و حدیث سابقہ کتب آسمانی صحف یزدانی اور انبیا اولیا علما کی زبانی ہر شخص کو معلوم ہو ہی چکا ہے۔ پروردگار عالم تو عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ہے وہ ازلِ قدیم سے ہر بدبخت و بدنصیب نادان کو جانتا ہی ہے لیکن اہل عقل و ہوش روشن ضمیر

لوگوں کو حیرانگی و تعجب و افسوس ہے کہ اتنے سمجھانے بتانے کے باوجود اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ کیا پھر بھی تم اسی مکار ملعون فریبی شیطان اور اس کی ذریت آل اولاد چیلے شاگرد فرمانبردار چھوٹے چھوٹے شیطانوں کو اپنا قلبی دوست گہرا ساتھی معاون مددگار اور سچا خیر خواہ ہی بناتے اور سمجھتے ہو اس طرح کہ اس کی ہر بات مانتے ہر مرضی پوری کرتے ہر ورغلانے میں آتے اور ہر وسوسے میں ڈھلتے چلے جاتے ہو۔ میرے مقابلے اور میرے نبیوں ولیوں کی مخالفت میں میرے پیغام میرے احکام امر و نہی شریعت طریقت حقیقت کو چھوڑتے ہو اور شیطان کے فتنہ و فساد۔ لغویات و لہویات میں مشغول ہوتے ہو۔ حالانکہ باری تعالیٰ جل مجدہٗ تمہارا سچا خالق و مالک رحیم و کریم فضل و انعام دینے والا تہذیب و اخلاق سکھانے والا اسلام و سلامتی کا راستہ چلانے والا جنت عطا فرمانے والا جہنم سے بچانے والا دائمی عذاب و تکلیف سے ہٹا کر ابدی راحت و آرام بخشنے والا دین دنیا کی عزتیں دینے اور دنیوی اُخروی ذلتوں سے بچانے والا ہر چیز کا مالک و قابض وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ اور وہ سب شیطان ابلیس اور اس کی ساری ذریت تمہارے اور تمہاری ساری انسانیت اصل و نسل کے گہرے اندرونی سازشی فریبی بدترین دشمن ہیں خیر خواہی کے بھیس میں بدخواہ ہیں۔ اور تم کو اپنے وسوسوں کے ذریعے عبادت سے ہٹا کر گناہوں میں عزت سے ہٹا کر ذلت میں ہدایت سے ہٹا کر گمراہی میں فائدوں سے ہٹا کر نقصان میں ابدی راحتوں سے ہٹا کر تکلیفوں میں علم کی روشنی سے ہٹا کر جہالت کے اندھیروں میں اصلاح حال سے ہٹا کر فتنہ و فساد میں محبت ایمانی سے ہٹا کر نفرت طغیانی میں جنت سے ہٹا کر جہنم میں ڈلانے پہنچانے والے ہیں۔ جن ظالموں نے اللہ رحمٰن کی باتیں نصیحتیں نعمتیں چھوڑ کر عمر اور زندگی کے آخری لمحات تک شیطان ہی کی مانی اسی کے باطل راستے پر چلے بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ان ظالموں کو ان کی بدقسمتی سے کیسا برا بدلا مل گیا شیطان نے جو وعدے کیے خوشخبریاں سنائیں سب جھوٹی ہوئیں نہ دنیا کا بھلا ہوا نہ آخرت کا جس دنیا کی لالچ میں اُخروی نعمتوں سے منہ موڑا بہت سوں کو وہ دنیوی عزت دولت بھی نہ ملی اور جس کو ملی بھی تو آخر فنا و برباد ہو گئی اور دنیا سے خالی ہاتھ ناکام و نامراد اپنی قبر و حشر کے دائمی عذاب میں چلے گئے اے پیارے رسول معظم ان کفار مکہ کو یہ بتاؤ کہ جن بتوں شیطانوں پنڈتوں پادریوں راہبوں کو تم اپنا جھوٹا معبود سچا خیر خواہ اور گناہ بخشنے کا مالک و مختار بنائے اور سمجھے ہوئے ہو۔ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۖ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۔ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ۔ ان میں سے کسی کو بھی کبھی بھی کسی بھی چیز کے پیدا کرتے وقت نہ آسمانوں کے اور نہ زمین کے بناتے پیدا کرتے وقت نہ ہی خود ان کو پیدا کرنے کے وقت میں نے اپنے پاس مشورے یا یا کسی مدد کے لیے بلایا نہ حاضر کیا۔ نہ کسی چھوٹے کو پیدا کرتے وقت بڑے کو بلایا نہ غریب۔ غلام ماتحت کو پیدا کرنے بنانے کیلئے کسی امیر۔ آقا۔ یا سردار کو قریب بلایا۔ نہ ان سے کسی قسم کی استعانت لی بلکہ یہ تو بے چارے خود نیست و نابود اور بے دست و پا۔ بے عقل و ہوش بے وجود و بے نشان تھے پھر یہ تمہارا بدعقیدہ کیسے بن گیا کہ یہ اللہ کے شریک ہیں اور تمہاری عبادت و پرستش کے مستحق اور اللہ وہی جب کہ یہ پیدا ہو کر نیست و نابودی سے وجود ہستی میں آچکے ہیں اور میری تمام نعمتوں راحتوں کو

بھلا کر گمراہ ہو چکے ہیں میں کسی وقت بھی گمراہ ہونے و گمراہ کرنے والے ظالموں کو اپنا معاون دست و بازو. مددگار تو در کنار ولی اور دوست بھی بنانے والا نہیں لہٰذا ان کی تمام امیدیں سب عقیدے سارے نظریات بالکل لغو و باطل بیکار ہیں اور بہت جلد وہ دن آنے والا ہے کہ جس دن فرمائے گا پروردگارِ عالم اُن تمام تا قیامت کفار و مشرکین ابلیس کے پیروکاروں دولت پرستوں دنیا کی فانی حرت پر ناز کرنے والوں سے کہ آج پکار دیکھو اور بلالو اس میدان محشر قیامت جہنم کے عذاب تکلیف و مصائب سے بچانے چھڑانے نجات دلانے کے لیے میرے ان بناوٹی شریکوں جھوٹے معبودوں جنوں انسانوں شیطانوں کو جن کو تم نے دنیا میں بہت کچھ سمجھ رکھا تھا اور ہر کام ہر چیز ہر قوت و طاقت میں اللہ کا شریک سمجھتے تھے اور ان بتوں پنڈتوں پادریوں سے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں بڑی بڑی امیدیں وابستہ کرتے رہے یہ اعلان الٰہی بلا واسطہ یا ملئکہ کی زبانی سن کر سب کفار یک آواز یا وقفے وقفے سے اپنے اپنے اُن رہنماؤں معبودوں گروؤں کو مدد کے لیے پکاریں گے جو قریب ہی کھڑے ان کو نظر آتے ہوں گے. لیکن وہ دہشت و خوف کی وجہ سے یا آج بروز قیامت اپنی بے بسی بیکسی یا شرمندگی ـ ندامت یا اپنے پیروں کاروں متبعین سے نفرت کی وجہ سے کچھ جواب یعنی مدد نہ دے سکیں گے نہ پکارنے والے ان کے قریب جا سکیں گے نہ وہ گمراہ کرنے والے اپنے ان فریادیوں کے پاس آ سکیں گے بس دور سے انتہائی حسرت و یاس سے ایک دوسرے کو تکیں گے۔ اور پھر کافی انتظار کے بعد ہم اُن کے درمیان جہنم کی آگ کی دیوار سے آڑ بنا دیں گے جس کے بعد وہ ایک دوسرے کو دیکھ بھی نہ سکیں گے اللہ اکبر کیا مصیبت کی گھڑی ہو گی۔ اے میرے رب کریم تیرا کروڑ احسان ہے. کہ تو نے مجھ کو میری اولاد میرے شاگردوں میرے سنگی ساتھیوں (مریدوں) کو اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل فرمایا۔ اے اچھے مہربان اللہ قیامت تک ہمارا ایمان اور محبت مصطفیٰ قائم فرمانا شیطان سے بچانا ان آیات کی تفسیر میں مفسرین کرام کے کچھ مختلف اقوال حسب ذیل ہیں۔ ملئکہ میں تین قول ہیں ایک یہ کہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا زمینی آسمانی لوح و قلم اور عرش و کرسی والے تمام نے رُسلِ ملائکہ نے بھی اور سب سے پہلے سجدے میں جبرئیل علیہ السلام گئے دوسرا قول یہ کہ مدبراتِ امر یعنی دنیا کے کاموں میں معین کردہ فرشتے سجدے کے حکم میں شامل نہ تھے باقی تمام نے سجدہ کیا مگر یہ قول غلط ہے تیسرا قول یہ کہ صرف زمینی فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا گیا اور صرف انہوں نے ہی سجدہ کیا یہ قول بھی غلط ہے۔ پہلا قول درست و مدلل ہے اسجدوا میں چار قول ہیں ۱۔ سجدہ احترام و تحیۃ اور مبارک بادی کا تحفہ تھا جو خلیفۃ الارض ہونے اور آدم علیہ السلام کے استاذِ فرشتگان ہونے کی بنا پر کیا گیا۔ یہ ہی قول درست و مدلل ہے ۲۔ حضرت آدمؑ اس سجدے کا قبلہ تھے مگر یہ قول غلط ہے ورنہ یہاں الیٰ اٰدم ہوتا نہ کہ لآدم اور شیطان بھی انکار نہ کرتا کیونکہ جب المعمور کو قبلہ بنانا درست تسلیم تھا تو آدم کو قبلہ بنا لینا کیونکر برا لگتا ۳۔ یہ سجدہ تمام فرشتوں نے صفیں بنا کر ایک دم کیا۔ یہ قول درست و مدلل ہے ۴۔ فرداً فرداً یا جماعت جماعت آ کر سجدہ کیا۔ یہ قول غلط ہے کیونکہ دوسری آیت میں ارشاد ہے۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ۔ ابلیس کا ذاتی نام عزازیل ہے۔ ابلیس صفاتی نام اور شیطان عمومی نام ہے۔ ابلیس کی نسل کے بارے

میں چھ قول ہیں اول یہ کہ جنات کی نسل سے ہے یہ قول درست و مدلل ہے دوم یہ کہ اصل میں فرشتہ ہے مگر اس لیے جن کہا گیا کہ پوشیدہ رہتا ہے سوم یہ کہ پہلے فرشتہ تھا پھر نافرمانی کے بعد مسخ کر کے جنات میں سے بنا دیا گیا چہارم یہ کہ یہ پہلے جنان یعنی جنت کا خازن تھا اس لیے اس کو جن کہا گیا پنجم یہ کہ جب فرشتوں نے بحکم الٰہی جنات کی سرکشی و فساد کی بنا پر ان کو قتل کر کے سب کو روئے زمین میں بالکل ختم کر دیا تو یہ ابلیس اس وقت چھوٹا بچہ تھا یہ آسمانوں یا جنت میں جا چھپا جب حکم قتال ختم ہو گیا تو یہ فرشتوں میں شامل ہو کر عبادت الٰہی کرتا رہا فرشتوں کے ساتھ ہی پلتا بڑھتا رہا ششم یہ کہ اس قتال ملک سے نسل جنات ختم ہو گئی اس کے بعد عزازیل سے نسل جنات پیدا ہوئی اب جو دنیا میں جنات ہیں وہ سب ابلیس کی نسل وذریت ہیں خواہ نیک خواہ بد لہٰذا یہ ابلیس اب ابو الجن ہے جس طرح نوح علیہ السلام ابو البشر ثانی ہیں مَا اَشْهَدْتُّهُمْ کی ھُم ضمیر میں پانچ قول ہیں۔ اول یہ کہ ھُم کا مرجع جھوٹے معبود ہے ثانی یہ کہ اس کا مرجع شیطان اور ذریت ہے ثالث یہ کہ مرجع کفار مکہ ہیں۔ رابع یہ کہ ھُم ضمیر کا مرجع وہ جنات اور فرشتے اور انبیاء عظام ہیں جن کو کفار اپنا معبود اللہ کی بیٹیاں اور ابن اللہ کہتے ہیں خامس یہ کہ ھُم کا مرجع ہر انسان و جنات فرشتے اور تمام مخلوق ہے یعنی کسی کو بھی نہیں بلایا۔ نسل شیطانی کی ولادت کے بارے میں چار قول ہیں ۱۔ ابلیس کی بیوی ہے ۲۔ بیوی نہیں ہے یہ خود ہی خاوند ہے خود ہی بیوی ہے اس کی دم اس کا آلہ تناسل ہے اور اس کی دبر اس کی فرج بھی ہے۔ یہ دوسرا قول درست ہے پہلا قول غلط ہے۔ ۳۔ اس کی ایک ران مذکر ہے اور دوسری ران مونث ہے دونوں کو شہوت سے رگڑتا ہے تو اس وقت نسل پیدا ہو جاتی ہے ۴۔ ابلیس انڈے دیتا ہے نہ کہ بچے۔ اور جہاں چاہے انڈے دے کر بھاگ جاتا ہے بعد میں ان انڈوں سے بچے نکل کر جنات بن جاتے ہیں اور دنیا میں پھیل جاتے ہیں مگر وہ علیحدہ علیحدہ مذکر مؤنث ہوتے ہیں۔ عضدًا میں دو قول ہیں ۱۔ اس کا ترجمہ ہے دست و بازو ۲۔ اس کا ترجمہ ہے معاون مشیر۔ مددگار۔ یہ معنی صحیح ہے لیکن پہلا معنیٰ مجازًا صحیح ہے حقیقتًا غلط ہے۔

فَلَمْ يَسْتَجِيبُوْا کی وجہ میں چار قول ہیں جواب نہ دینے سے سب کے نزدیک ہے مدد نہ کرنا پہلا قول یا یہ کہ جواب نہ دیں گے نفرت کرتے ہوئے یا یہ کہ جواب نہ دیں گے دہشت و خوف کی وجہ سے یا یہ کہ جواب نہ دیں گے کیونکہ خود گرفتار ہوں گے یا یہ کہ جواب نہ دیں گے۔ شرمندگی و ندامت کی وجہ سے مَوْبِقًا کی مراد میں پانچ قول ہیں۔ ۱۔ دوری ۲۔ ہلاکت ۳۔ آڑ ۴۔ جہنم کا ایک طبقہ ۵۔ جہنم کی ایک نہر جس میں خون اور پیپ ہوگا بَيْنَهُمْ کی ھُم ضمیر میں تین قول ہیں ایک یہ کہ اس ھُم کا مرجع جھوٹے خود ساختہ معبود ہیں خواہ بت یا بعض فرشتے بعض نبی ۲۔ اس کا مرجع شیطان اور ذریت ہے۔ تیسرا یہ کہ اس کا مرجع کفار ہیں۔ مَا كُنْتُ میں دو قول ہیں اول یہ کہ یہ صیغہ واحد متکلم ہے اور مراد اللہ تعالیٰ دوم یہ کہ یہ صیغہ واحد مذکر حاضر ہے اور مخاطب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (از تفسیر فتح القدیر روح المعانی کبیر۔ خازن۔ مدارک۔ مظہری۔ تفسیر ظلال القرآن۔

فائدے: ان آیات پاک سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** احسان ماننے اور شکریہ

ادا کرنے کا تقاضہ یہ ہے کہ جس رب تعالیٰ نے ہم بندوں کی خاطر اور عزت افزائی کے لیے ہمارے مخالف حاسد اور دشمن ابلیس اور اُس کی ذریت کو اُس جنت سے نکالا مردود و ملعون کیا جو جنت ہمارے لیے بنائی ہے اور ہماری وجہ سے اُس کو اپنا دشمن قرار دیا ہم بندوں پر بھی لازم ہے کہ ہم بھی شیطان کے دشمن بن جائیں اور ہر بات ہر کام ہر عمل ہر عقیدے میں ابلیس و ذریت کی مخالفت کریں اور شیطان کو اللہ کے گھر یعنی قلبِ مومن سے نکال دیں یہ انصاف اور وفا نہیں کہ کھائیں رب تعالیٰ کا اور دوستی و فرماں برداری کریں اس کے دشمن کی جب کہ وہ دشمن بھی ہماری وجہ سے ہوا ہو یہ فائدہ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّیَّتَهٗۤ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ فرمانے سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ آسمان و زمین کے کاموں میں رب تعالیٰ کا معاون کوئی نہیں وہ باری تعالیٰ جلّ مجدہٗ اس چیز سے پاک اور بلند و بالا ہے۔ ہاں البتہ بطور فرماں برداری اور اظہارِ محبوبیت یا انسانوں کی آسانی کے لیے دنیا و آخرت کے بہت سے کام فرشتوں اور انبیاءِ کرام اولیاءِ عظام علماءِ اسلام کے سپرد کر دیئے گئے ہیں یہ اُس کی اپنے مقرب بندوں پر کرم نوازی ہے۔ ورنہ اُس ذات بابرکات کو کسی بھی شخص کی قطعاً کوئی حاجت نہیں ہے۔ نیز آسمانوں اور زمین عرش و کرسی لوح و قلم جنت دوزخ اتنی اتنی بڑی اشیاء کے پیدا کرنے اور بنانے میں تو ان مقربین اور مدبرات امر کا بھی کوئی کسی طرح کا دخل نہیں ان محبوبین کے سپرد بھی جو کام کئے گئے ہیں وہ تمام کائنات مخلوقات پیدا کرنے کے بعد کئے گئے اور ان بڑی بڑی اشیا کے مقابل معمولی کام ہیں مثلاً بادلوں کا چلانا یا ہواؤں کا پھرانا۔ قبض اور نفاذ روح وغیرہ یہ فائدہ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّیْنَ عَضُدًا فرمانے سے حاصل ہوا۔ کہ یہاں عضداً کی نفی ہوئی نہ کہ مدبراً کی اور آسمان و زمین اور اپنی انسانیت کی خلقت کے وقت معاون بنانے کی نفی ہوئی نہ کہ محبوبوں کو تدبیر و تبلیغ کی ڈیوٹی دینے کی۔ تیسرا فائدہ۔ ولی اور اولیاء دو قسم کے ہیں ایک قسم اولیاء اللہ کی ہے دوسری قسم اولیاء من دون اللہ کی ہے۔ اولیاء اللہ سے دوستی لگانی اُن سے امیدیں وابستہ کرنی ان کے آستانوں بارگاہوں میں جانا کہ رب تعالیٰ نے اجازت دی ہے ان سے مانگنا بھی درست ہے اس میں رب تعالیٰ کی خوشنودی ہے جو اولیاء اللہ سے تعلق نہ جوڑے ان سے نہ مانگے بلکہ جو اہل قبور سے مایوس ہو جائے اس کی قرآن مجید میں برائی آئی ہے لیکن اولیاء من دون اللہ سے دور ہونا ان سے نفرت کرنا عین ایمان ہے۔ یہ فائدہ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ ہر مسلمان کو یہ فرق خیال رکھنا چاہیے تاکہ قرآن کریم کی سچی تعلیم حاصل ہو۔ چوتھا فائدہ۔ عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بے شک شیطان مجھے نماز اور تلاوت میں وسوسے بہت ڈالتا ہے اس کا کیا علاج ہے تو آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس شیطان کا نام خنزب ہے جب تم ایسا کبھی وسوسہ محسوس کرو تو اعوذ باللہ (پورا) پڑھ کر تین دفعہ تھتکار دیا کرو بائیں طرف فرماتے ہیں۔ میں نے ایسا ہی کیا تو پھر مجھے وسوسے نہ آئے از تفسیر خازن یہی آیت جلد سوم صفحہ ۱۷۱ مسلمانوں کے لیے یہ عمل بہت مفید ہے۔

احکام القرآن

ان آیات کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ ہمارے کچھ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ پچھلی شریعتوں میں تعظیمی سجدہ غیر اللہ کو جائز تھا صرف ہماری شریعت اسلامیہ میں سجدہ تعظیمی حرام ہوا ہے مگر یہ بات غلط ہے بلکہ سابقہ شریعتوں میں بھی سجدہ تعظیمی حرام ہی تھا اس لیے کہ بجز دو خصوصی واقعات کے کبھی کسی نبی ولی بزرگ نے بھی کسی آدمی کو سجدہ تعظیمی کیا نہ اپنے آپ کو کسی سے کرایا کہیں بھی کسی جگہ لکھا ہوا نہیں ملتا نہ احادیث مبارکہ میں نہ سابقہ کتب آسمانیہ میں اگر پہلی امتوں شریعتوں میں غیر اللہ کو سجدۂ تعظیمی جائز ہوتا تو پھر عام رواج ثابت ہوتا اور ہر امتی اپنے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو سجدہ کرتا یا پچھلے لوگ اپنے بزرگوں ولیوں کو سجدۂ تعظیمی کرتے۔ یہ دو خصوصی واقعے بھی اس لیے جائز ہوئے کہ رب تعالیٰ نے خود اس سجدے کا حکم دیا پہلا سجدہ فرشتوں سے کرایا گیا۔ صاف صاف حکم عطا فرما کر دوسرا سجدہ یوسف علیہ السلام کو کرایا گیا ان کے والدین اور بھائیوں سے خواب میں بتا کر نبی علیہ السلام کی خواب وحی الہٰی ہوتی ہے اگر ان سجدوں کا حکم رب تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتا تو یہ بھی جائز نہ ہوتے یہ مسئلہ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ۔ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا بعض فقہا فرماتے ہیں۔ کہ فرشتوں اور جانوروں کو جائز ہے کہ وہ بزرگوں کو سجدہ تعظیمی کریں مگر انسانوں کو کبھی بھی جائز نہیں ہوا۔ یوسف علیہ السلام کے لیے سجدہ تعظیمی نہ تھا بلکہ پیار و شفقت کا سجدہ تھا کیونکہ والدین اور بڑے بھائی سجدہ کر رہے ہیں اگر تعظیمی سجدہ ہوتا تو یوسف علیہ السلام اپنے والدین کو کرتے۔ بہرکیف سجدۂ تعظیمی ہر شریعت میں حرام ہی رہا۔ مسلمانوں میں بعض خبیث لوگ اس کے جواز کے قائل ہیں وہ غلط و گمراہ ہیں واللہ و رسولہ اعلم بالصواب۔ دوسرا مسئلہ۔ قانون شریعت کے مطابق سجدہ کا معنیٰ ہے جسم کا زمین سے لگ جانا جن لوگوں نے سجدہ بمعنیٰ جھکنا کیا ہے وہ بیوقوف ہیں انسان کا مکمل سجدہ سات اعضا کا زمین سے لگنا ہے یعنی دو پیروں کا قدم (نیچے پیٹ والی سمت) اس طرح پانچوں انگلیوں یا کم از کم انگوٹھوں کا پیٹ زمین سے لگا ہو اور دونوں پیروں کی انگلیاں کعبہ رخ ہوں اگر ایک بھی پیر غلط ہوا تو سجدہ نہ ہوگا دونوں پیروں کی انگلیاں کعبے کی طرف مڑی ہوں نہ کھڑی ہوں نہ اٹھی ہوں اور دونوں گھٹنے دونوں ہاتھ اس طرح کہ چہرے کے پاس کانوں کے قریب اور ایک چہرہ جس میں ناک اور پیشانی دونوں زمین پر لگیں نہ پیشانی اٹھی رہے نہ ناک۔ یہ مسئلہ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا کی تفسیر و احادیث سے مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ۔ کفار سے دینی اور ملکی سیاسی مدد و تعاون لینا ناجائز ہے اسی طرح کلیدی آسامیوں پر کفار کو ملازم رکھنا ان کو اونچی افسری پر نوکریاں دینا شرعاً حرام ہے۔ یہ مسئلہ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا سے مستنبط ہوا۔ یہاں تک کہ کسی ملکی یا دینی و سیاسی اہم مسئلے میں کفار سے مشورہ لینا بھی منع ہے ہاں البتہ سیاسی دوستی جائز ہے اور پیشکش قبول کرنا جائز ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہ وَاِذْ قُلْنَا والی آیت تقریباً پانچ دفعہ قرآن مجید میں مذکور ہوئی ہے۔ اول سورۃ بقرہ آیت ۳۴ میں دوم سورۃ اعراف ۷ آیت ۱۱

میں سوم سورۃ اسریٰ ۱۷ آیت ۶۱ میں چہارم سورۃ کہف ۱۸ آیت ۵۰ پنجم سورۃ ۲۰ طٰہٰ آیت ۱۱۶ میں بھی اسی طرح اور بھی کئی آیتیں ہیں جو قرآن مجید میں بار بار آئی ہیں یہ بات وضاحت و بلاغت کے خلاف ہے ایسا کیوں ہے؟ جواب۔ معترض کا بیان بلاغت وضاحت کا انکار کرنا اور آیت کے بار بار آنے کو بلاغت کے خلاف سمجھنا اس کی نادانی کم عقلی ہے ورنہ علم کلام و علم معانی کے حساب سے بلاغت و وضاحت کی گیارہ قسمیں ہیں وہ سب سورۃ کہف کی ان آیت میں موجود ہیں۔ ۱ طباق ۲ مقابلہ بدیعہ ۳ تشبیہ ظاہری ۴ تشبیہ تمثیلی ۵ مبالغہ مصدریہ ۶ کنایہ عقلیہ فعلیہ ۷ انکار تعجب ۸ استعارہ تبعیہ ۹ استعارہ تمثیلیہ ۱۰ اطلاق خاص بعد العام ۱۱ مجاز مرسل۔ اگر آیت قرآنیہ میں وضاحت بلاغت نہ ہوتی تو کفار عرب چیخ پڑتے جن کو قرآن مجید کی طرف سے زبردست چیلنج کا سامنا تھا۔ رہا آیت کا بہت دفعہ بار بار آنا تو وضاحت کے خلاف ہرگز نہیں دراصل منشاء قرآن کریم اپنی طرز بیانی میں وضاحت و بلاغت کی کوئی ادبی لفاظی مقصود نہیں نہ اساتذہ فلاسفہ کی طرح فقط لفظی معنوی خوشنمائی کو ظاہر کرنا ہے بلکہ مقصد قرآن مجید وعظ و اصلاح ہے۔ لہٰذا جن آیت میں نصیحت و اصلاح معاشرہ کے جتنے پہلو نکلتے ہوں اتنی ہی دفعہ مناسب حال و بیان مقامات پر وہ آیت پاک نازل فرمادی جاتی ہیں۔ چنانچہ اس آیت کا ذکر سورۃ بقرہ میں اس لیے کیا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام نبی خلیفۃ اللہ اور علمی مقابلہ میں تمام فرشتوں کے استاد ثابت ہونے کی وجہ سے اس سجدۂ تعظیمی کے مستحق ٹھیرے پھر اسی آیت کو سورۃ اسریٰ میں نازل فرما کر یہ بتایا گیا کہ شیطان نے مردود و ملعون ہو کر اب تا قیامت عداوت انسانی میں کیا کیا منصوبے اور ارادے بنائے پھر اسی آیت کو سورۃ کہف میں ذکر فرما کر ابلیس کی اصل نسل بتائی جو اس کی ایک وجہ انکار بھی ہوئی اور ثابت کیا گیا کہ صحبت بد کے علاوہ اصل و نسل کا بھی دل و دماغ اور طبیعت و عادت پر بہت گہرا اثر ہوتا ہے۔ پھر اسی آیت کو سورۃ طٰہٰ میں نازل کر کے شیطان سے بچنے کے طریقے اور حکم سنائے گئے۔ اس لیے ان آیت کا بار بار آنا عین حکمت ہے یہی مفادات وغیرہ بہت سی آیت کے بار بار ذکر میں ہے۔ دوسرا اعتراض۔ کچھ تفاسیر میں ہے کہ ذریت سے مراد صرف متبعین جنات و انسان ہیں اور کچھ تفاسیر میں ہے کہ شیطان کی اولاد پیدا ہوتی ہے وہ ذریت ہے کونسی بات درست ہے؟ جواب۔ دونوں تفسیریں ٹھیک ہیں قرآن و حدیث سے ثابت ہیں قرآن مجید میں ہے۔ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اور احادیث مبارکہ میں ولادت ابلیس کا ذکر ملتا ہے بلکہ مولودات ابلیس کا نام بنام تذکرہ ہے لکھا ہے کہ مختلف شیطانی کاموں پر ابلیس کی مختلف اولاد مقرر ہے جو دن رات اپنا کام کر رہے ہیں ان کے نام حسب ذیل ہے۔ ۱ لاقیس ۲ ولہان ۳ زلیپور ۴ اعور ۵ مطوس ۶ داسم ۷ وحالی ۸ خنزب ۹ وبتر۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ حرف اِلَّا سے ثابت ہو رہا ہے کہ ابلیس فرشتہ ہے لیکن كَانَ مِنَ الْجِنِّ سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ فرشتہ نہیں جن ہے یہ تضاد کیوں ہے؟ جواب۔ اِلَّا مستثنیٰ منقطع کے لیے ہے اور ابلیس حقیقتاً جنات میں سے ہے نہ کہ فرشتہ بعض نے جواب یہ دیا ہے کہ یہاں لفظ ابلیس پوشیدہ ہے دراصل تھا وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ وَ اِبْلِيْسَ اسْجُدُوْا۔ (روح)۔ واللہ اعلم۔

چوتھا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اَوۡلِیَآءَ مِنۡ دُوۡنِیۡ یعنی شیطان کو دوست کیوں بناتے ہو دوستی تو محبت اور الفت پیار سے ہوتی ہے حالانکہ شیطان سے تو کوئی بھی محبت نہیں کرتا سب برا ہی کہتے ہیں خواہ کافر سے پوچھ کر دیکھ لو یا فاسق فاجر گنہگار سے تو یہ کیوں فرمایا گیا؟ **جواب**۔ اس لیے کہ منہ سے تو برا برا کہتے ہو مگر کہنا اُسی کا مانتے ہو فرمانبرداری اسی کی کرتے ہو بخوشی اس کے وسوسوں اور ورغلانے جھوٹے وعدوں میں آجاتے ہو۔ اور اصل دوستی یہی فرماں برداری ہے۔ **پانچواں اعتراض**۔ یہاں فرمایا شُرَکَآءِیَ اور سورۃ نحل آیت میں فرمایا گیا شُرَکَآئِہِمۡ اس کی کیا وجہ۔ **جواب**۔ شُرَکَآءِیَ میں نسبت بتائی گئی ہے اور شُرَکَآئِہِمۡ میں عقیدت بتائی گئی یعنی عقیدت ان کی ہے نسبت میری کہ ہے جس سے ان کو شریک سمجھ لیا گیا۔ لہٰذا دونوں آیتوں کی طرز بیانی بالکل درست ہے۔

تفسیر صوفیانہ وَیَوۡمَ نُسَیِّرُ الۡجِبَالَ وَتَرَی الۡاَرۡضَ بَارِزَۃً وَّحَشَرۡنٰہُمۡ فَلَمۡ نُغَادِرۡ مِنۡہُمۡ اَحَدًا۔ وَعُرِضُوۡا عَلٰی رَبِّکَ صَفًّا لَقَدۡ جِئۡتُمُوۡنَا کَمَا خَلَقۡنٰکُمۡ اَوَّلَ مَرَّۃٍۭ بَلۡ زَعَمۡتُمۡ اَلَّنۡ نَّجۡعَلَ لَکُمۡ مَّوۡعِدًا۔ اور اے سالکینِ وادیِ بے ثباتی اُس روزِ مکافات کو یاد رکھو جس دن خیالاتِ فرعونیت کے جبال اور غلبۂ طاغوتی کے پہاڑ اعضاءِ عمل وفکر کی چٹانیں عالم فنا میں ضعفِ ظاہری سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر جائیں گے اور ہم خالقِ قبض وبسط اُن تمام مضبوطیوں کو ھَبَآءً مَّنۡثُوۡرًا بنا کر اُڑا دیں گے۔ اور زمینِ بدنی کی تمام قوتوں علیم عزتوں کو میدانِ فطرت میں ظاہر ظہور پھینک دیا جائے گا۔ دنیوی وجاہتوں عزتوں وزارتوں امارتوں شانوں شوکتوں کی اس وقت تک قدر وحفاظت ہے جب تک بندے پر مشاہدۂ ذات کی قیامت اور تجلیاتِ انوار کا محشر قائم نہیں ہوتا۔ لیکن جب سالکِ راہِ خدا پر خواہشات کی موت طاری ہوتی ہے تو نہ وزارتوں اَمارتوں بادشاہتوں کے پہاڑ قائم اور قدر وقیمت پاتے ہیں اور نہ ہی زمینِ حسی وحیوانی کی حفاظت اور شکل وصورت نہ ترکیبِ اعضائی کی ضرورت رہتی ہے سب کچھ بصارتِ حقیقت میں ہی مٹی ہوتی ہے اور بندے کے اپنے پاس کوئی حقیقت نہیں رہتی سب کچھ ہماری بارگاہِ قدس اور مقامِ بقا میں جمع ہو جاتا ہے۔ جسمانیتِ فنا میں ہم کچھ نہیں چھوڑتے اور میدانِ مکاشفہ میں سب طالبینِ مقاصد ایسی قطاروں میں ہونگے کہ کوئی کسی سے پوشیدہ احوال ظاہری وکیفیاتِ بری میں خفیہ وپوشیدہ نہ رہ سکے گا اور ایسا برہنہ حواس ہوگا جیسا ہم نے عالمِ اَسرار سے پہلے ظاہر فرمایا۔ اے مکرو فساد کے بندو کیا تم نے مزاجِ فطور سے یہ وسوسہ قبول کیا کہ مسافرانِ طلب کے لیے کوئی منزلِ قیام بسط وقبض اور مقامِ محاسبہ ومقاطعہ نہ بنائی اور فطرتِ اولیٰ کے مطابق عاجز ومنقطع نہ ہونگے۔ عارفین کے لیے منزلِ طلب کی یہی فنا اور فنا آلفنا ہے سالک کا وقت ذکرِ الٰہی میں مشغول اور قلب تعلقاتِ دنیوی سے منقطع ہی اس کا حشر لَمۡ نُغَادِرۡ اور عُرِضُوۡا عَلٰی رَبِّکَ صَفًّا ہے۔

وَوُضِعَ الۡکِتٰبُ فَتَرَی الۡمُجۡرِمِیۡنَ مُشۡفِقِیۡنَ مِمَّا فِیۡہِ وَیَقُوۡلُوۡنَ یٰوَیۡلَتَنَا مَالِ ہٰذَا الۡکِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیۡرَۃً وَّلَا کَبِیۡرَۃً اِلَّاۤ اَحۡصٰہَا وَوَجَدُوۡا مَا عَمِلُوۡا حَاضِرًا وَلَا یَظۡلِمُ رَبُّکَ اَحَدًا۔

اور اس عالم رنگ و بو میں کتاب عبادت ریاضت زہد. تقوٰی اطاعت. محبت. شوق. عشق الٰہی غلامی مصطفائی. اور معاصی مکتوبات قالب نفوس باطنی کے مطابق بشکل اعمال محشر ظلمات میں رکھ دی گئی ہے۔ تو مجرمین عقل و نفس اس وقت نگاہِ عبرت بصیرتِ حسرت سے میدانِ محرومی میں دیکھیں گے وادیِ حیرت میں حیرانی طلب اور خوف نفوسِ خبیثہ سے ڈرتے ہوئے اُن اعمال سیہ افعال تباہ کی وجہ سے جو اعضاءِ باطنی کے ذریعہ انہوں نے بھیجا کہ ہائے ہمارے عقائدِ باطلہ اعمالِ فاسدہ حرکاتِ معاصی صغیرہ و کبیرہ کی اس کتاب مکتوب کا کیا حال ہے کہ سب کچھ ہی الواحِ نفوسِ فلکیہ میں موجود ہے خیالاتِ وہمیۃ کے صغیرہ اور تفکرات و تدبیرات وساوسِ ابلیسہ کے کبیرہ میں سے کسی کو بھی نہ بھلایا مگر لوحِ سینہ کی کتاب میں لکھ لیا وادیِ ظلمت میں نفوسِ خبیثہ و نفوسِ قدسیہ نے جو بھی کچھ عمل باطنی میں کیا ہوگا وہ پائیں گے تمہارا مربیِ معرفت رمزِ طریقت غفارِ حقیقت کسی پر ظلم محرومی نہیں کرتا۔ بندہ نفس خود ہی اپنی جانِ عزیز پہ بحرِ قہر میں گر کر ظلم شقاوت کر بیٹھتا ہے۔ انسان پر نفسِ ملعونہ کی خواہش جس وقت ہو اسی وقت نیت مع اللہ کو ملحوظِ طبیعت رکھنا لازم ہے۔ جتنی جتنی علائقِ رذیلہ کی بیڑیاں پارِ استقامت سے کٹتی جائیں گی مجاہدوں اور ریاضتوں میں لطف آنے لگے گا۔ اور مجاہدات میں جوں جوں لذت آتی جائے گی انسان اس میں نسبت مع اللہ کی تربیت کے حصول میں طبعاً زیادہ مصروف ہوتا جائے گا۔ اہلِ تجربہ فرماتے ہیں کہ طریقت و معرفت کا پورا راستہ اتباعِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہی طے ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اے مسافرِ طریقت کے شاہسوار اگر صحیح بندۂ مراد بننا چاہتا ہے تو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی فقیری اور درویشی کو اختیار کر کیونکہ ٹھنڈا میٹھا۔ خالص صاف شفاف پانی وہیں ملتا ہے جہاں سے چشمۂ آب پھوٹتا ہے۔ جن خوش بختوں کو عشقِ محمدی کا ذرہ نایاب اور جوہر تابدار سے حصہ مل گیا ایسے لوگوں کے جسم ارضِ مخلوق ہیں مگر ان کے قلوب آسمانِ معرفت ہیں ان کی شکل خاکی ہے لیکن روح عرشی ہے ان کے اجسام پر طریقت کا لباس ہے اور ماتھے پہ انوار کا سہرا اور اسرار کا زیور ہے۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۔ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۚ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۔ اور جب فرمایا ہم نے افکارِ صالحہ کے ملئکہ مقربین سے کہ سجدہ کرو تم سب قلبِ آدم کو اس کی اطاعت قبول کر کے تو تمام اعضاءِ رئیسہ کے مدبرات منکرات قلبِ مسعود کی بارگاہِ اشرفیت میں سجدۂ تسلیم و رضا کرتے ہوئے جھک گئے۔ سوائے ابلیس نفس کے۔ کَانَ مِنَ الْجِنِّ وہ قوائے بدیہ اور قوتِ جسدیہ جو سیرۂ آدمیت میں مادیات و خواہشات کے پردوں میں پوشیدہ ہے قوۃ عقلیہ ملکہ عالمِ اجسام میں اطاعتِ قلب سجدۂ عقل ہے قوتِ وہمیہ اور تخیلاتِ فاسدہ ابلیسِ باطنی ہے جو ادراکِ معانی سے محجوب ہے اس لیے فَفَسَقَ عظمتِ قلبِ منور کی تعظیم اور عقلِ سلیم کی شانِ رفعت اور انوارِ تجلیات و خلافتِ حقیقیہ الٰہیہ کو ماننے سے انکار کر دیا کیونکہ نورِ وحدت سے دور اور انوارِ قلوب سے محجوب تھا۔ اے مسافرانِ وادیِ معرفت اور طالبانِ قربِ تجلیات

کیا تم خلوت و مراقبہ کی حالتِ امر و نہی و اثبات و نفی میں نفسِ امارۂ ابلیسیت اور وسواسِ ذریت کو اپنا مددگار معاون سمجھنے والے ہو۔ اپنے رب کریم کے مقابل اور یہ تمام نفوسِ رذیلہ اور خصائلِ باطلہ اور تمناءِ فضولیہ تمہارے کھلے کھلے دشمن ہیں۔ راہِ شر و فساد۔ وادیٔ فسق و فجور کی مسافرت ظالمینِ شہوات کا برا بدلہ ہے یہ عیش و شہوت چند دن کی لذتِ فانیہ ہے مگر ابدی ذلت و رسوائی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے۔ اس سجدۂ اولوالعزم کا سبب اور علت غائی تعظیم علم الٰہیہ ہے علم و ھدایت کا پہلا مرکز ذاتِ رسول اللہ آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہے آپ نے علم و ھدایت کا فیض بلاواسطہ عینِ حق اور چشمۂ الٰہیہ سے حاصل کیا۔ اسی لیے آپ کا ظاہر و باطن سرتاپا ہر ہر ادا علم و ھدایت ہی ہے آپ کے دینی عمل و احکام تو عینِ شریعت و چشمۂ معرفت ہیں ہی مگر آپ کے دنیوی مشورے بھی ہر مسلمان کے لیے فرض و لازم ہیں اگرچہ خود آقاءِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دنیوی مشوروں کو بندوں پر لازم نہ فرمائیں کیونکہ آپ کا قلب نورِ علم کا بحرِ بیکنار ہے اسی بحر کی ایک[۱] نہر نفسِ قدس کی طرف پہنچی اور دوسری[۲] نہر اعضاءِ باطنی کی طرف اور تیسری[۳] نہر جوارحِ ظاہری کی طرف اور چوتھی نہر روحِ مقدس کی طرف یہ چار طریقت و معرفت کی نہریں ہیں۔ پانچویں نہر عقلِ معلیٰ کی طرف چھٹی[۶] نہر فہمِ معطر کی طرف ساتویں[۷] نہر۔ اعضاءِ ذکاوتِ لسانیہ کی طرف آٹھویں[۸] نہر فصاحتِ بیانیہ کی طرف یہ چار[۴] نہریں شریعت و قانون کی ہیں۔ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۝ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ۔ خلقتِ اسرارِ الٰہیہ اور دقائقِ موزہ کے وقت آسمان اور زمین عجائبات کی پیدائش کے وقت مربیِ کائنات و خالقِ فلکیات نے ان میں سے کسی کو کسی بھی تعاونِ ظاہری و باطنی روحانی سری میں حاضر نہیں کیا تھا اور نہ ہی خود اُن کی صفاتِ حوادث کی خلقتِ ولادت کے وقت اور میں خصائلِ رذیلہ کو سعادتِ روحانیہ کا ساتھی بنانے والا نہیں۔ اور لبط و کشاد کا کیا ہی وہ سخت و اہم مصائب و آلام کا دن ہے جس دن فرمائے گا ھاتفِ غیبی اے اعضاءِ ظاہری و حواسِ باطنی کے سرکشو میدانِ محاسبہ میں پکارو اُن نفس و نفسیات کو جن کو تم نے دنیاءِ ناسوت میں قوتوں کا سرچشمہ گمان کیا تھا تو سب کا فرمانِ ظلمات اپنی زبانِ احوال و کیفیات سے پکاریں گے اُن قوادِ خفیہ کو تو وہ کچھ جواب نہ دے سکیں گے اور ہم نے سعید و شقی نیک و بد حلیم و خبیث کے درمیان لذات و شہوات کی آڑ بنا دی ہے سعید اور حلیم مظہرِ مصطفیٰ ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مظہرِ الٰہی اور قرآن اخلاقِ مصطفیٰ ہے سیدۂ عارفین ام المومنین صدیقہؓ تعلیمِ مصطفیٰ کا پورا نقشۂ کلیہ ہیں۔ عارفین فرماتے ہیں کہ اخلاقِ نبوی کی اکیس شمعیں فروزاں ہیں ۱ سخاوت ۲ اُلفت ۳ نصیحت ۴ شفقت ۵ اختیاری کمی ۶ خواہشات کی فنا ۷ معافی اور درگزر ۸ احسان ۹ جلالِ شریعت جمالِ طریقت ۱۰ تواضع ۱۱ صداقت ۱۲ دنیا اور اہلِ دنیا سے ناامیدی ۱۳ پڑوسی کا خیال ۱۴ سائل پر بخشش و کرم ۱۵ کسی کے احسان کا اچھا بدلہ ۱۶ امانت داری ۱۷ صلہ رحمی۔ مہمان نوازی ۱۹ حیاداری ۲۰ ادا حقوق ۲۱ تقویٰ طہارت صوفیا

فرماتے ہیں کہ تواضع کی تین نشانیاں ہیں ۱ اپنی ہر چیز کو کمتر سمجھنا ۲ ایمان کی رغبت کے لیے لوگوں کی تعظیم کرنا ۳ ہر ایک کی نصیحت اور حق کو ماننا یا جھک کر سننا خود پسندی عاجزی کی دشمن ہے اس سے تکبر و غرور پیدا ہوتا ہے اور غرور حواسِ حقیقیہ سے ناواقفی کی علامت ہے۔ اس قسم کی جہالت سے بدبختیٔ انسانیت کا ظہور ہوتا ہے یہی خصائل وَجَعَلْنَا بَيْنَهُم مَّوْبِقًا کی یہی تعبیر ہے۔

وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا

اور قیامت جب دیکھا مجرموں نے آگ کو تو گمان کیا کہ بے شک وہ خود بس گرنے والے ہیں اسکے اندر

اور مجرم دوزخ کو دیکھیں گے تو یقین کریں گے کہ انہیں اس میں گرنا ہے

وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ۟ع وَلَقَدْ صَرَّفْنَا

اور کہیں نہ پایا انہوں نے اس آگ سے بھاگنے کا راستہ اور البتہ بے شک ہم نے

اور پھر اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے اور بے شک ہم نے

فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ

دنیا میں ہی پھیر پھیر کر سنا دی ہیں اس قرآن میں تمام انسانوں کے لیے ہر طرح کی مثالیں اور سا

لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثل طرح طرح بیان فرمائی اور آدمی

الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا ۟ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ

فطرۃً انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو اور نہیں منع کیا لوگوں کو

ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے اور آدمیوں کو کس چیز نے اس سے روکا

اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَیَسْتَغْفِرُوْا

ایمان لانے سے جب کہ آ گئی ان کے پاس ہدایت اور بخشش مانگنے سے۔

کہ ایمان لاتے جب ہدایت ان کے پاس آئی اور اپنے رب سے معافی

رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ

اپنے رب کی مگر اس حماقت سے کہ آئے ان کے پاس پہلوں کی عادت یا

مانگتے مگر یہ کہ اُن پہ اگلوں کا دستور آئے یا اُن پر

يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾

آئے ان کے پاس عذاب ہر طرف سے

قسم قسم کا عذاب آئے

تعلق ان آیت کریمہ کا پچھلی آیت کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیتوں میں قیامت کے اس وقت کا نقشہ پیش کیا گیا تھا جب حساب و کتاب ہوگا اب ان آیات میں وہ نقشہ پیش کیا جا رہا ہے جب کفار اپنے ٹھکانے جہنم کو دیکھیں گے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں جنات و ابلیس کی سرکشی مذکور ہوئی۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ انسان سب سے زیادہ مغرور سرکش اور جھگڑالو ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیتوں میں اُن دو شخصوں کا ذکر ہوا جو عام انسانوں کو گمراہ کرتے ہیں پہلا شیطان اور دوم کفار اور بے دین گروہ۔ پنڈت پادری وغیرہ اب ان آیت میں تیسری گمراہ کرنے والی چیز کا ذکر ہو رہا ہے کہ یہ لوگ اپنے باپ دادا کے طریقے کو لیتے ہیں خود اپنی عقل سے اچھائی برائی نہیں سوچتے۔

تفسیر نحوی وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا۔ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ۔ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا۔ واؤ برجملہ۔ رَاٰی فعل باب ضرب کا ماضی مطلق بمعنی مستقبل رائی سے بنا ہے ترجمہ ہے دیکھنا بغیر غور کئے اچٹتی نظر سے الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْنَ مُجْرِمُوْنَ۔ جمع ہے مجرم کی مراد ہے۔ کفر کرنے والے ہر قانون شکنی کرنے والے کو مجرم کہا جاتا ہے بحالت رفع ہے کیونکہ فاعل ہے الف لام عہد ذہنی نار اسم مفرد جامد معرف باللام بمعنی آگ مراد ہے پوری جہنم مفعول بہ ہے رَاٰی کا اس لیے منصوب ہے یہ جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا کیونکہ پہلے اِذَا پوشیدہ ہے فَ جزائیہ ظَنُّوْا باب نصر کا ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب ظنٌّ سے بنا ہے لغوی ترجمہ ہے گمان کرنا۔ شک کی ایک قسم ہے مجازاً کبھی کبھی یقین کے لیے بھی مستعمل ہے یہاں دونوں طرح مراد ہو سکتی ہے۔ ھُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع مُجْرِمُوْنَ ہے۔ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل ھُمْ ضمیر اسم ہے اَنَّ کا مُوَاقِعُوْا باب مفاعلۃ کا اسم

فاعل جمع مذکر دقعٌ سے بنا ہے بمعنی گرنا یقین ہونا یہاں پہلے معنی میں ہے اس کا مصدر ہے مُواقعۃ اور وقاعٌ۔ ھُم اس میں مستتر اس کا فاعل ہے ھَا۔ ضمیر واحد مؤنث جس کا مرجع نار ہے یہ مفعول فیہ ہے مُواقعُو کا یہاں مواقعوا کھاً مضاف بھی بنتا ہے ھَا ضمیر کا اس لیے نون اعرابی گر گئی دراصل تھا مُواقِعُوْنَ۔ یہ جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ واؤ عاطفہ لَمْ یَجِدُوا باب ضرب کا مضارع نفی جحد بلم جمع غائب ھُم پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ہے مُجْرِمُوْنَ۔ قانون نحو ہے کہ اگر فاعل ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد غائب یا حاضر صیغہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر فاعل پوشیدہ ضمیر ہو تو فعل جمع ہوتا ہے۔ جیسے یہاں عَنْ حرف جر مجاوزت زوالیہ کی نفی کے لیے ھَا ضمیر مجرور کا مرجع اَلنَّارُ ہے یہ جار مجرور متعلق ہے لَمْ یَجِدُوا کا مَصْرِفًا باب ضرب کا اسم ظرف مکانی صَرْفٌ سے مشتق ہے بمعنی لوٹنا۔ ھٹنا۔ پھر جانا بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہٖ ہے لَمْ یَجِدُوا کا ایک قول میں ظرف زمانی ہے اور ایک قول مصدر میں ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا سب عطف مل کر خبر اَنَّ وہ جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہٖ ہے ظَنُّوْا کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر جزا شرط کی جزا شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ مکمل ہوا۔ واؤ سر جملہ لام کئے برائے تحقیق یا تاکید قَدْ صَرَّفْنَا باب تفعیل کا ماضی مطلق نَحْنُ ضمیر جمع متکلم اس کا پوشیدہ فاعل ہے مرجع اللہ تعالیٰ اس کا مصدر تَصْرِیْفٌ صَرْفٌ سے بنا ہے بمعنی پھیرنا طرح طرح سے بیان کرنا فی جارہ ظرف مکانی کے لیے ھٰذَا اسم اشارہ قریب القرآن۔ نام مبارک مولیٰ تعالیٰ کے آخری کلام کا۔ یہ ھٰذَا کا مشار الیہ ہے دونوں مل کر مجرور متعلق ہیں۔ صَرَّفْنَا کا لام جارہ نفع کا۔ الف لام استغراقی یا عہدی ناس اسم مفرد جامد معنی جمع ہے بمعنی انسان اگر الف لام استغراقی ہو تو سب انسان ہر قسم کے مراد ہیں اور اگر عہدی ہو تو صرف مسلمان مراد ہیں۔ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے پہلا متعلق مفعول فیہ کے درجے میں دوسرا متعلق مفعول لہٗ کے درجے میں ہے مِنْ جارہ بیانیہ کُلٌّ اسم تاکیدی بمعنی تمام۔ ہر ایک یہ مضاف ہے مَثَلٌ اسم تشبیہی بمعنی کہاوت مثال۔ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مجرور متعلق سوم صَرَّفْنَا کا مفعول بہٖ کے درجے میں یہ سب مل کر جملہ ہو گیا مکمل۔ واؤ سر جملہ کَانَ فعل ناقصہ ماضی مطلق الف لام استغراقی یعنی تمام یا جنسی یعنی نسل اصل انسان بمعنی آدمی مذکر اور مؤنث سب بحالت رفع ہے کیونکہ اسم ہے کَانَ کا۔ اَکْثَرَ اسم تفضیل مذکر کثرۃٌ سے مشتق ہے بمعنی زیادہ ہوتا۔ مضاف ہے شَیْءٌ اسم مفرد جامد بمعنی چیز مراد ہے مخلوق مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی خبر ہے کَانَ کی جَدَلًا اسم مصدر ہے بمعنی جھگڑا کرنا یا حاصل مصدر ہے یعنی جھگڑا فساد یا یہ مصدر بمعنی اسم فاعل ہے ترجیہ ہے۔ بہت جھگڑا کرنے والا یعنی جھگڑالو۔ بحالت نصب ہے تمیز ہے اکثر شیءٌ کی یا اَلْاِنْسَانُ کی کَانَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر مکمل ہوا۔ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَ یَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِیَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا واؤ سر جملہ مَا منع باب فتح ماضی مطلق منفی ھُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے اس کا مرجع ذہنی شیءٌ ہے یعنی نہیں منع کیا کسی چیز نے اَلنَّاسُ اسم جامد لفظاً واحد ہے معناً جمع ہے بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہٖ اوّل ہے اَنْ حرف ناصبہ یُؤْمِنُوْا باب افعال کا مضارع مثبت معروف منصوب ہے اس لیے آخر کی نون اعرابی گر گئی دراصل تھا یُؤْمِنُوْنَ ھُمْ پوشیدہ اس کا فاعل اِذْ ظرفیہ جَآءَ فعل ماضی

ھُم اسم مفعول معہٗ یا مفعول لہ۔ الھُدٰی معرفہ باللام مراد ہے اسلام بحالتِ رفع ہے کیونکہ فاعل ہے جاءَ کا یہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر ظرف ہے یُؤْمِنُوا کا وہ سب جملہ فعلیہ انشائیہ معطوف علیہ واوٗ حرف عطف وَیَسْتَغْفِرُوْا باب استفعال کا مضارع جمع مذکر غائب ھُم مستتر اس کا فاعل مرجع ہے النَّاسُ رَبَّھُمْ مرکب اضافی مفعول بہ یَسْتَغْفِرُوْا سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف ہوا سب عطف مل کر مفعول بہ دوم ہوا مَنَعَ کا شَیْءٌ پوشیدہ مستثنیٰ منہ ہوا۔ اِلَّآ حرفِ استثنا متصل اَنْ ناصبہ تَاْتِیَ باب ضرب کا مضارع واحد مؤنث اَتْیٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے آنا۔ منصوب ہے اَنْ ناصبہ سے ھُم ضمیر جمع مذکر غائب مفعول فیہ سُنَّۃُ اسم مفرد جامد مؤنث لفظی اس کی جمع ہے سُنَن بمعنیٰ طریقہ۔ رواج۔ عادت۔ فطرت چناؤ پسندیدہ۔ یہ لفظ بہت معنیٰ میں مشترک ہے یہاں مراد ہے طریقہ یہ مضاف ہے۔ الف لام اسمی بمعنیٰ الَّذِیْنَ اَوَّلِیْنَ اسم تفضیل جمع مذکر اس کا واحد مذکر ہے اَوَّلٌ اور واحد مؤنث اُوْلٰی ہے بمعنیٰ بہت پہلے والا یا بمعنیٰ گذشتہ یہاں دوسرے معنیٰ ہیں ہے مکسور ہے کیونکہ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی فاعل ہے تَاْتِیَ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ۔ اَوْ۔ حرف عطف۔ اختیاری۔ یَاْتِیَ بابِ ضَرَبَ کا مضارع واحد غائب ھُم ضمیر موجودہ منصوب متصل اس کا مفعول فیہ اَلْعَذَابُ الف لام عہد ذہنی۔ عذاب اسم مصدر ثلاثی اس کا مادہ ہے عذبٌ ترجمہ ہے سزا دینا۔ یہاں حاصل مصدر ہے بمعنیٰ سزا۔ اصطلاح میں اخروی مصیبت اور آسمانی آفت کو عذاب کہا جاتا ہے یہاں پہلے اصطلاحی معنیٰ مراد ہیں۔ یہ فاعل ہے یَاْتِیَ کا۔ قُبُلًا۔ جمع مکسر ہے اس کا واحد ہے قبیلٌ۔ بمعنیٰ قسم قسم۔ طرح۔ طرح ایک قرأت میں قِبَلًا۔ بٰ کے جزم سے ہے ترجمہ ہے۔ مقابل مقابلہ عوض یا بمعنیٰ ظاہر ظہور بحالتِ نصب ہے یا حال ہے یا تمیز ہے عذاب کی۔ یہ دونوں مل کر فاعل بنے یَاْتِیَ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا اَنْ تَاْتِیَ کا سب عطف مل کر مستثنیٰ ہوا مَنَعَ میں پوشیدہ شَیْءٌ کا۔ مَامَنَعَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ مُّوَاقِعُوْھَا وَلَمْ یَجِدُوْا عَنْھَا مَصْرِفًا۔ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا۔ اور اے حبیب کریم وہ دن وہ وقت وہ ساعت بھی ان کفارِ مکہ کو زبانی اور تا قیامت کافروں کو بالفاظِ قرآنی یاد کرایئے اور اپنے علوم غیبیہ سے ان حالات وکیفیات کا نقشہ کھینچ کر بتایئے سمجھایئے کہ جب دنیا کی زندگی کے عیش وآرام مال ودولت کے غرور شیطانی عادت وجبلت کا تکبر بیہودہ خصلتوں کی سرکشی کرنے والے فاسق وفاجر کافر ومشرک مجرم اور غریب فقیر مسلمانوں عاجز ومسکین نیک بندوں سے نفرت کرنے والے ناجائز ستانے والے ظالم اور اپنے ایمان لانے کے لیے طرح طرح کے بہانے اور قسم قسم کے فضول مطالبے اور مخلص مسلمانوں کو بارگاہِ نبوت سے ہٹانے دور کرنے کرانے کے حیلے کرنے والے حاسد دیکھیں گے جہنم کی آگ دہکتی بھڑکتی آتش اور لپکتے دنیا کی آگ سے ستر گناہ زیادہ تیز گرم شعلوں کو باخود

جہنم کو بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں نار سے مراد جہنم کا پورا علاقہ ہے اور نار بھی دوزخ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جیسے کہ لفظ جہنم اور لفظ دوزخ علیحدہ علیحدہ پورے علاقے کے نام ہیں۔ نار بھی اس کا صفاتی نام ہے۔ اور چونکہ جہنم کا عام اور عمومی عذاب آگ سے ہی ہے اس لیے یہ نام پورے علاقے کو بھی دے دیا گیا ہے اور ایک سخت آتشی عذاب والے طبقۂ جہنم کا بھی یہ نام ہے بہر حال دنیا میں ہر طرح کے جرم کرنے والے شفاعت و سفارش بخشش و مغفرت سے محروم مجرم لوگ حساب و کتاب کے دوران ہی یا حساب و کتاب کے بعد میدانِ محشر کے کنارے پُل صراط کے قریب کھڑے ہوکر چالیس سال کے فاصلے کے راستے کی دوری سے دیکھیں گے۔ چالیس سال کا فاصلہ اس طرح کہ اگر دنیوی پیدل سفر کیا جائے تو انسان وہاں تک چالیس سال میں پہنچے بشرطیکہ مسلسل ہر وقت چلتا رہے اور یہ دیکھنا اور قرآن مجید کی یہ آئندہ وقت کی خبر دینا اتنا یقینی ہے کہ گویا انہوں نے دیکھ ہی لیا۔ تو سب کے سب اپنے طور پر بغیر کسی سے پوچھے یا اظہار کرنے کے یقین کریں گے۔ یا اپنا سابقہ اعمال نامہ اور اس کا حساب و کتاب اور اپنی حالت و کیفیت میدان محشر کی رسوائی و ذلت لعن طعن فرشتوں کی جھڑکیاں ٹھوکریں بے بسی بے کسی بے یار و مددگار نہ شفیع نہ کوئی سفارشی دیکھتے ہوئے اندازہ لگاتے ہوئے یہ غالب گمان کریں گے کہ بے شک وہ سب اس میں ضرور ضرور ابھی یا کچھ دیر بعد نہایت سختی انتہائی بیعزتی کے ساتھ گرنے والے ہیں۔ اور وہ کفار اہل جہنم اپنے اردگرد کا ماحول فرشتوں کا گھیراؤ دیکھ کر سمجھ جائیں گے کہ نہیں پا سکتے وہ اس جہنم سے یا اس میں گرنے سے کسی طرف کو لوٹنے مڑنے پھرنے بھاگنے کا راستہ۔ ایک تفسیر میں فرمایا گیا کہ وَلَمْ يَجِدُوا۔ کا تعلق جہنم میں جانے کے بعد سے ہے یعنی جہنم میں گرنے یا گرائے جانے کے بعد جب اپنے چاروں طرف دور دور آگ ہی آگ اور دہشت ناک عذاب ہی عذاب دیکھیں گے اور کہیں کالے رنگ کے سانپ اژدھے بڑے بڑے خچروں کے برابر نظر آتے ہوں گے تب خوف زدہ ہوکر اندازہ کریں گے کہ اب یہاں سے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا کا تعلق کفار اور جہنمیوں کی اپنی سوچ فکر اور اندازے یا گمان خیال و یقینی بات سے نہیں بلکہ یہ خبر ہے اور علیحدہ جملہ ہے کہ جہنم میں جانے کے بعد پھر وہ کسی طرف بھاگنے کی جگہ راستہ ٹھکانا۔ یا اَبَدًا لَا بَاد تک کبھی بھی جہنم سے پھر جانے لوٹنے کا وقت نہ پائیں گے حالانکہ ہمیشہ اور ہر لمحہ یہی آرزو کرتے ہی رہیں گے کہ کاش ہم کو یہاں سے پھرنا باہر نکلنا کبھی تو نصیب ہو دنیا کی طرح نہ ہوگا کہ چند دن کے بعد اس مصیبت بیماری تکلیف کی عادت پڑ جاتی ہے اور اس میں مبتلا انسان عادی ہو جاتا ہے تو شفا ہونے مصیبت ٹلنے کی دعا یا آرزو والتجا بھی نہیں کرتا اور صبر و برداشت کر جاتا ہے۔ عذاب جہنم میں ایسا نہ ہوگا وہاں تو ہر روز نئی تکلیف نیا درد ہوگا مگر کسی کو مفرّ نہ ملے گا۔ لہٰذا آج دنیا میں ہی اپنے کفر شرک بے دینی بد دیانتی ظلم و ستم گناہ و فسق سے ہٹ کر ایمان ایقان دیانت امانت اور اچھائیوں خوبیوں نیکیوں اور اسلام کی ابدی سلامتیوں کی طرف لوٹ آؤ بس یہی ایک تمہارا مصرف اور پھر آنے کا راستہ صراطِ مستقیم ہے اور البتہ

بے شک اسی ایمانی بارگاہ کی طرف پھیر لانے کے لیے ہم نے اس قرآن مجید میں تمام نسل انسانی کے اچھے برُے نیک و بد بڑے چھوٹے امیر غریب آقا و غلام شاہ و گدا۔ وزیر و رعایہ سب کو سمجھانے بتانے کے واسطے ان مصیبتوں کی گھڑیاں حساب و کتاب کے لمحات محشر کی دہشت قیامت کی ہیبت قبر کی وحشت عذاب کی کلفت ثواب کی الفت عتاب کی نفرت خطا کی شفقت جنت کی جزا جہنم کی سزا کفریات کی فنا ایمانیات کی بقا نور کی بقا۔ نار کی سیاحسرت وبے کسی مایوسی اور بے بسی کے آنے سے پہلے ہی لوٹ لوٹ کر بار بار ہزار ہا طریقوں سے دنیا و آخرت۔ باغات و ثمرات کھیت کھلیان بنجر و سرسبز۔ بارش و بادل پانی و ہوا۔ چمن و گلزار۔ خزاں و بہار کی مثالیں اور ہر قسم کی تشبیہ اور تمثیلیں آدمیوں کے لیے کھول کھول کر بیان فرما دی ہیں لیکن انسان ہے کہ ہر چیز میں ہی جھگڑا مناظرہ مجادلہ مکالمہ بحث تجبیث کرتا ہی چلا جاتا ہے نہ اچھائی سوچتا ہے نہ برائی نہ نفع نہ نقصان نہ دین نہ دنیا نہ یہ غور کرتا ہے کہ ہم نے اپنے نبیوں کی زبانی امتحان قیامت سے پہلے ہی قیامت قبر و حشر کا پورا نقشہ امتحان کے سارے پرچے تمام سوالات کس شفقتِ کریمانہ محبتِ رحیمانہ سے ظاہر فرما دیئے کچھ پوشیدگی نہ رکھی۔ تاکہ بندوں کو کامیابیِ امتحان کی تیاری میں کچھ دشواری نہ آئے۔ دنیا کے امتحان گاہوں میں ایسی کوئی مثال نہ ملے گی کون رحمٰن و رحیم ہے جو تم سے اتنا پیار کرے گا تفسیر کبیر میں امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے انہی آیات کی شرح میں ایک حدیث پاک نقل فرمائی کہ قیامت میں تین سوال ہونگے اے بندے ہم نے تجھ کو دنیوی زندگی کی عمر دی تو نے کہاں گذاری تجھ کو دولت دی تو نے کہاں خرچ کی تجھ کو علم و عقل دی تو نے اس پر کیا اور کتنا عمل کیا۔ بس ان تین کے جواب سوچلو۔ مگر انسان بجائے ہوش و گوش کرنے کی اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا۔ اکثر چیزوں میں لڑائی جھگڑا مخالفت فتنہ و فساد اور لڑنے مرنے پر تیار رہتا ہے اور پھر یہ دنیا پرستوں کا جھگڑا فساد کس سے ہے۔ دنیا کی دانشوریوں وکیلوں ڈاکٹروں حکیموں فلسفیوں سائنسدانوں مستریوں ترخانوں لوہاروں جولاہوں تیلیوں کسانوں سے نہیں ان کی تو ہر سچی جھوٹی بات منہ سر پیٹ کر آنکھیں جھکا کر عقل بند کر کے مان لیتے ہیں بلکہ جھگڑا مقابلہ انکار اور مخالفت تو صرف ہمارے دین اسلام کے علما اولیا اور انبیاء کرام علیہم السلام سے ہے ان کی ہر بات ہر مسئلے سے ٹکراؤ کیا جاتا ہے یہاں آکر ہر جاہل آدمی دنیا زمانے کا عالم بن جاتا ہے حالانکہ ان بارگاہوں کی بات ماننا ہی تو اصل عقل ہے

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَیَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِیَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۔ اور پھر ان کفار کو کسی رکاوٹ کسی بھی الجھن نے اس بات سے نہ روکا نہ منع کیا کہ وہ دین اسلام اور قرآن کریم شریعت و قانونِ الٰہیہ پر ایمان لائیں جب کہ ان کے پاس سرتاپا کامل و اکمل ھادیِ برحق مکمل ہدایت ہمارے نبی محمد مصطفٰے احمد مجتبٰی عالمین کی رحمت تشریف لے آئے جن کے دامن میں ہمارا پورا قانون و حکمت ہے اور اس بات سے بھی ان کو کسی دینی دنیوی الجھن رکاوٹ نے نہ منع کیا کہ وہ ایمان لانے کے بعد انتہائی عاجزی انکساری اخلاص و عقیدت محبت سے اپنے تمام سابقہ کفریات گناہوں ظلم و ستم و سرکشی فتنہ پروری فساد بازی غرور و تکبر

سے استغفار کرتے رب تعالٰی کے حضور گڑگڑاتے سجدہ ریز ہو کر غفور رحیم سے معافیاں مانگتے مگر انہوں نے اپنی پرانی عادت ضد ہٹ دھرمی حسد جہالت کی بنا پر یہی چاہا کہ ان کے پاس سابقہ مردود مغضوب امتوں کی طرح اللہ تعالٰی کے طریقے اور سنتِ الٰہیہ کے مطابق آسمانی ہلاکت آجائے یا آئے ان کے پاس اچانک ظاہر ظہور اور قسم قسم کا تیلیے تیلیے کا عذاب دنیوی مصیبتیں بیماریاں قحط وبائیں جیسا کہ بعض کافر کہا کرتے تھے کہ اے اللہ اگر محمد سچے ہیں تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے۔ کفار کا یہ کتنا احمقانہ شیوہ رہا ہے کہ ہمیشہ طلبِ حق کی جگہ جدل ونزاع اور پہلے سرکشوں کے واقعات سے عبرت لینے کی بجائے ہنسی مذاق اور تمسخر ہی کیا یہی ثبوت ہے اس بات کا کہ ان کی عقل ماری ہوئی ہے اور حواس معطل وشعور اندھا ہے اور ان کو تبلیغ بیکار رہے ان آیت کی تفسیر میں مفسرین کے کچھ مختلف اقوال حسب ذیل ہیں۔ ظَنُّوا میں تین قول ہیں ۱؎ وہ یقین کریں گے۔ ۲؎ وہ گمان کریں گے۔ ۳؎ خیال دوڑائیں گے۔ انسان کے بارے میں چار قول ہیں ۱؎ یہاں انسان سے مراد تا قیامت ہر انسان ہے اور اس کی دلیل میں تمام مفسرین نے ایک روایت پیش کی کہ ایک دفعہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت مولا علی شیر خدا اور فاطمۃ الزہرا خاتون جنت رضی اللہ تعالٰی عنہما کے گھر تشریف لائے تو آپ نے ان کو سوتے ہوئے پایا تو فرمایا کہ کیا تم رات کو نماز نہیں پڑھتے مولا علیؓ نے ایک دم عرض کیا کہ سب کے دل رب تعالٰی کے قبضے میں ہیں جب وہ ہم کو اٹھاتا ہے تو ہم اٹھ پڑتے ہیں۔ یہ سن کر آقا صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ پڑے اور کوئی جواب نہ دیا لیکن حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا نبی کریم آقائے کل فرما رہے تھے اور اپنی ران مبارک پر ہاتھ افسوس سے مارتے تھے کہ انسان بہت جھگڑالو ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس آیت میں انسان سے تمام انسان مراد ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب ۲؎ انسان سے نضر بن حارث مراد ہے ۳؎ اُبَی بن خلف مراد ہے جو ایک دفعہ بوسیدہ راکھ بنی ہوئی ہڈی لے کر آیا اور اس کو انگلیوں سے مسل کر کہتا مبارک کیا اس کو دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ قادر ہے۔ ۴؎ انسان سے مراد ابن زبعری کافر ہے قُبُلًا میں پانچ قرأتیں ہیں۔ ۱؎ قُبُلًا ۲؎ قِبَلًا ۳؎ قَبَلًا ۴؎ قُبْلًا ۵؎ قَبِيلًا۔ اور ترجمہ سب کا وہی ہے جو ہم نے اوپر تفسیر میں بیان کیا (از تفسیر فتح القدیر۔ کبیر۔ معانی۔ خازن۔ مدارک مظہری۔ صاوی صفوۃ التفاسیر ظلال القرآن)

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ اللہ تعالٰی جَلَّ مَجْدُہٗ کے کلامِ مقدس میں جہاں کہیں بھی واقعات مستقبل کی جگہ مضارع کا صیغہ ارشاد فرمایا گیا وہاں یقین کا فائدہ حاصل ہوتا ہے یہ فائدہ وَرَاَى الْمُجْرِمُوْنَ اور ظَنُّوْا وغیرہ جیسے ارشاد فرمانے سے حاصل ہوا کہ قیامت اور واقعات وکیفیاتِ قیامت مستقبل ہے مگر یقین کے لیے ماضی کا صیغہ استعمال فرمایا گیا کہ گویا ایسا ہو ہی گیا مجرموں نے دیکھ ہی لیا یقین کر ہی لیا۔ دوسرا فائدہ۔ دنیا جہاں میں کامیاب وہی ہو سکتا ہے جو ضد اور جھگڑا بازی ترک کرکے اولیاء علماء کی بات ماننے کی عادت بنائے جو انسان علماء کی [illegible] نے تو پھر وہ سزا ہی کے لائق

ہے یہ فائدہ وَكَانَ الْإِنسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا فرمانے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ** ۔ انسان اپنی نادانیوں کم عقلیوں میں کئی دفعہ اتنا بڑھ جاتا ہے کہ اپنی ہلاکت و عذاب بھی مانگنے لگتا ہے۔ یہ تو باری تعالیٰ جل سبحانہٗ کا اپنے محبوب سید المرسلین کے طفیل کرم ہے کہ بندوں پر عذاب نازل نہیں فرماتا اس لیے اس کے حمد و نعت میں ہمیشہ شاغل رہنا چاہیے یہ فائدہ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں **پہلا مسئلہ** کسی بھی مسلمان کو جائز نہیں کہ مستقبل میں کسی کام کے لیے ماضی کا صیغہ استعمال کرے یا بولے اس لیے کہ یہ جھوٹ بن جاتا ہے یا سابقہ کا اقرار بن جاتا ہے اگر کسی شخص نے کورٹ۔ کچہری یا کسی جج قاضی عدالت کے سامنے مستقبل کا وعدہ ماضی کے صیغے سے کیا تو وہ اقرار یا جھوٹ ہو گا اور اس پر اس اقرار کا پورا کرنا واجب ہو جائے گا ہاں البتہ حال کی بات کو ماضی کے صیغے سے بولنا جائز ہے۔ جیسے کہ طَلَّقْتُ بِعْتُ شَرَيْتُ میں نے طلاق دی۔ میں نے بیچا خریدا وغیرہ کیونکہ یہ انعقاد ہے یہ مسئلہ وَرَأَى الْمُجْرِمُونَ النَّارَ۔ (الخ) کو ماضی فرمانے سے مستنبط ہوا اللہ تعالیٰ کے کام تو سب یقینی ہیں۔ مگر بندے کا کوئی مستقبل یقینی نہیں۔ **دوسرا مسئلہ** ۔ دینی مسائل میں مجادلہ کرنا ہر ایک شخص کو ناجائز ہے۔ اور مناظرہ کرنا علماء حق کو علماء باطل سے جائز ہے اور مکالمہ عوام کو علماء سے جائز ہے۔ علمی بحث علماء حق کی علماء حق سے جائز ہے۔ لیکن جہلا اور علماء باطل سے بحث کرنا علما کو بھی ناجائز ہے اور عوام کو بھی اس طرح دینی مسائل پر عمل نہ کرنے کے لیے بہانے بازیاں اور چرب زبانیاں کرنا بھی ناجائز ہے۔ یہ مسئلہ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا سے مستنبط ہوا گفتگو کرنے کے چار ہی طریقے ہیں جن کا حکم فقہاء کرام نے بیان فرما دیا۔ ۱۔ مجادلہ ۲۔ مناظرہ ۳۔ مکالمہ ۴۔ مباحثہ **تیسرا مسئلہ** ۔ عوام یا جہلا کو کوئی بات سمجھانے کے لیے مثال یا تمثیل دینی جائز ہے اگرچہ اس میں واقعیت نہ ہو۔ جیسے کہ بہادر کو شیر سے اور چالاک کو لومڑی سے تشبیہ یا تمثیل دی جاتی ہے کسی مسئلہ کو سمجھانے کے لیے انبیاء کرام کی تمثیل کے لیے شکاری کی مثال دینا بھی جائز ہے یا چراغ اور بادل سے تشبیہ بھی جائز ہے ہاں گھٹیا مثال بزرگوں کے لیے ناجائز اور گستاخی ہے بے ادبی ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ **پہلا اعتراض** ۔ یہاں فرمایا گیا کہ مجرم جہنم کو دیکھیں گے اور وہاں پھر جانے کا اور لوٹنے کا راستہ یا جگہ نہ پائیں گے حالانکہ مجرم تو فاسق و فاجر مسلمان بھی ہیں وہ بھی جہنم کو دیکھیں گے لیکن شفاعت سفارش اور رب اللہ کی غفاریت بخشش سے وہ مصرف پا لیں گے۔ تو پھر تمام قسم کے مجرموں کے لیے یہ کیوں فرمایا کہ وہ جہنم سے بچنے نکلنے کا کبھی بھی کوئی مَصرِف نہ پائیں گے **جواب** ۔ اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ یہاں مُجْرِمُونَ سے مراد صرف کفار ہیں نہ کہ فاسق گناہ گار مسلمان ۔ دوم یہ کہ مَصْرِفٌ کا معنیٰ ہے خود بھاگ جانا اور یہ کسی کے لیے بھی ممکن نہیں ہو گا نہ کفار کے لیے نہ فساق کے لیے

دوسرا اعتراض ۔ یہاں وَمَا مَنَعَ النَّاسَ کی پوری آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ ایمان نہ لانا عذاب اترنے کے مطالبہ کی وجہ سے ہے اور اِلَّا فرمانے سے ثابت ہو رہا ہے کہ مطالبۂ عذاب ان کے کفر اور ایمان نہ لانے کی وجہ سے ہے۔ یعنی کفر مطالبے کی وجہ سے اور مطالبہ کفر کی وجہ سے تو اس سے دَوْر لازم آتا ہے اور یہ محال ہے (منطقی فلسفی)

جواب ۔ تفسیر روح المعانی نے اس کا جواب اس طرح دیا ہے کہ یہاں مطالبۂ عذاب وجہ کفر نہیں کفر تو پہلے موجود ہے بلکہ مطالبے کا سبب کفار کا حسد بغض عناد و عداوت ہے۔ ایمان نہ لانا بھی عداوت کی وجہ سے ہے نہ کہ مطالبے کی وجہ سے لہٰذا دَوْر لازم نہیں آیا۔ **تیسرا اعتراض** ۔ یہاں پہلے فرمایا گیا وَمَا مَنَعَ النَّاسَ ۔ (الخ) پھر فرمایا گیا۔ اِلَّا اَنْ تَاْتِیَهُمْ (الخ) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کفار مکہ کو ایمان لانے سے صرف سنۃ اولین یعنی عذاب کے مطالبے نے منع کیا اور روکا ہے۔ حالانکہ ایمان نہ لانا پہلے ہے اور مطالبہ بعد میں تو جو چیز بعد میں ہو وہ پہلی موجودہ چیز کی مانع کیسے بن جائیگی۔ بعد والی چیز تو مانع نہیں بن سکتی۔ **جواب** ۔ اس کا جواب بھی تفسیر روح المعانی نے ایک تو یہ دیا کہ مطالبۂ عذاب نے ایمان لانے سے رکنا منع کیا ہے اور ایمان لانا پہلے نہیں ہے۔ پہلے صرف کفر ہے۔ لیکن اس کا دوسرا جواب یہ دیا کہ مطالبۂ عذاب فقط اور صرف زبانی تھا۔ حقیقی اور قلبی نہ تھا۔ کیونکہ کوئی بھی ذرا سی عقل والا بھی حقیقتاً ہلاکت اور تکلیف کی خواہش کبھی نہیں کرتا کفار کا یہ کہنا کہ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۔ ترجمہ۔ اے اللہ یہ جو محمد مصطفےٰ بیان کرتے ہیں یہ اسلام اور قرآن اگر تیرے پاس سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے۔ یہ مطالبۂ عذاب نہ تھا بلکہ دل سے وہ مذاق اور تکذیب وجھٹلانا تھا۔ اگر دل سے ہوتا اور عذاب کو برحق سمجھتے ہوتے تو بچنے کی دعا کرتے یا توفیق ایمان طلب کرتے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تفسیر صوفیانہ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ۔ اور قیامت بسط و کشاد کے قیام محاسبہ میں مجرمین طریقت آتش فراق کو دیکھیں گے تو گمان باطنی اور یقین نفسانی سے جان لیں گے کہ وہ اس نامرادی کے گڑھے میں ضرور گرنے والے ہیں۔ اور اس سختی ظلمات سے بچنے کا راہ فرار اور قہر جلال سے پھر جانے کا راستہ نہ پاسکیں گے دنیا میں سات ہلاکتیں اور سات راہ نجات ہیں ۱۔ بخیلی ۲۔ خواہش پرستی ۳۔ خود پسندی۔ چند ۴۔ تکبر غرور ۵۔ خوشامد ۶۔ ریا ۷۔ نفاق ۸۔ خلوت وجلوت میں رب کریم سے ڈرنا ۹۔ خوشی وغمی وغصہ میں اپنے آپ کو شریعت کی لائن میں قابو رکھنا ۱۰۔ مفلسی و تونگری میں اعتدال و کفایت شعاری ۱۱۔ ترک بحث مباحثہ ۱۲۔ امن ۱۳۔ اپنے عقیدے پر مضبوطی و تصلب ۱۴۔ توکل وقناعت طالب راہ طریقت کے لیے یہ چودہ اسرار واعمال قلبی و ذہنی کی منزلیں ہیں۔ جہنم سے بھاگنے اور بچنے کا مصرف صرف قرآن مجید ہے اور قرآن مجید صرف اُن خوش بختوں کے لیے نعمت اصلیہ ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ کی حضوری

قرب میں ہو اور ایک لمحہ کے لیے اس سے غافل نہ رہے۔ قرآن پاک کے لیے فہم ضروری ہے اور فہم کے لیے عقل عقل کے لیے علم اور علم کے لیے عمل اور عمل باطنی و ظاہری میں سب سے بڑا ادب و احترام ہے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۔ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا

اور البتہ بے شک بیقینِ رویت اور دیدارِ بصیرت کی حقیقت ہے کہ ہم نے اس قرآنِ قلبی اور فرقانِ صدوری اور کتاب مخزنِ اسرار میں مسافرانِ راہِ طلب کے لیے ہر قسم کی جلال و جمال قبض و بسط۔ ترقی و تنزل سرور و غرور مجربین و مکرمین کی تمام شالیں بیان فرمادیں اور یہ انسان مظہرِ اسماء مختلفہ ہے۔ صغیری کے باوجود کبیری یا کبریں جاتے والا ہے ہر قدم پر جھگڑا اور جدل کرنے والا ہے۔ سب سے بڑا جاہل اور جدل و سرکشی فتنہ و فساد کرنے والا وہ شخص ہے جس نے اپنے دماغ میں عقل اور عقل میں علم اور علم میں عمل پیدا نہیں کیا۔ علم فرض بھی ہے اور فضیلت بھی دینی اور قلبی علم کا حصول علم فرض ہے اور زائد علم فضیلتِ عارفین ہے۔ اعمالِ باطنی کی دو قسم ہیں ۱ اعمال نفس اُس کی نو شقیں ہیں۔ مجادلہ مباحثہ۔ مناظرہ بحث تمیشا۔ چرب زبانی حاضر جوابی۔ مہارت فنون یا وہ گوئی عارفین کے نزدیک یہی لوگ اکثر شیءٍ جدلا ہیں اگرچہ ظاہری علومِ کثیرہ کے ماہر ہوں ۲ اعمالِ قلب۔ یہ اعمال۔ اعمال جسمانیہ و کردار بدنیہ سے بالکل مختلف ہوتے ہیں قلوب کے اعمال اپنی لطافت و صداقت میں علم و روحانیت کی ہم شکل ہوتے ہیں۔ ان کی چھ شقیں ہیں۔ نیت۔ صوت ضمیر۔ کیفیت روحانی۔ واردات قلبیہ۔ مناجاتِ سریہ مکالمات الہامیہ انہی اعمال کا عامل عارف و صوفی ہے۔ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۔ اور ان بحرِ ظلمت میں ڈوبے اور گھرے ہوئے انسانوں اور وادیِ عبرت میدانِ سفاہت میں پھنسے ہوئے لوگوں کو کس چیز نے مشاہدۂ جمال پر ایمان لانے سے منع کیا جب کہ نورِ وحدت کی آشکارا ہدایت قربِ ذاتِ جبروت کی منزل آگئی اور مقامِ شوق اور خلوتِ عشق میں اپنے رب رحیم و کریم سے ہزار اُلفتوں کے ساتھ بارگاہِ قیومی میں توبہ و استغفار کرتے مگر یہ نفسِ رذیلہ و عاداتِ خبیثہ اور خصلتِ جبلیہ یہی چاہتی ہے کہ ان کے پاس بھی مجرمِ ملا اور مقہور ربیا اولین کی سزاءِ نامرادی نازل ہو۔ یا ان کے پاس درد و فراق کا عذابِ ظاہری آجائے صوفیا فرماتے ہیں کہ تصوف و معرفت کا پہلا سبق محاسبہ اُٹھا ہے اور منقاطع فوری ہے کیونکہ محاسبہ سے صبر کی ولادت صبر سے توکل کی عادت اور توکل سے ایمان ملتا ہے اور ایمان سے استغفار اور استغفار سے توبہ نصیب ہوتی ہے مولیٰ علی نے فرمایا محاسبہ وہ ترازو ہے جو ہر مومن کو راہِ طریقت میں عطا ہوتی ہے اے راہِ فنا کے مسافرو۔ تم رب تعالیٰ کے سامنے اپنے آپ کو منزلِ آخرت کی بڑی پیشی کے لیے تیار اور آراستہ کر لو جب تم اُس دن پیش ہو گے تو کوئی پوشیدہ بات تم سے چھپی نہ رہے گی۔ محاسبہ ۱ ضبط ۲ نسق ۳ نظم اور پابندی یہ پانچ سواریاں ہیں جو راہ طلب

کے صحراؤں بیابانوں میں چلنے کے لیے ضروری ہیں۔ جو کوئی اپنے محاسن وعیوب کو صدق واخلاص کے ترازو میں نہ تولے وہ کاملین کے مقام و مدارج تک نہیں پہنچ سکتا۔ ایسے بدبخت پر سنتِ اوّلین کا عذاب دوری اور ہلاکتِ محرومی کا نزول یقینی ہے۔ اور ان مغروروں کی آخری منزل عذابِ قُبُلاً ہے بے صبر انسان ایمان کی کنڈی اور استغفار کا دروازہ نہیں کھٹکھٹا سکتا۔ صبر کے پانچ مرتبے ہیں پہلا تکمیل فرائض دوم حرام سے پرہیز سوم مفلسی میں غنا قلبی چہارم۔ صدمے اور غم میں عبادت پنجم تکالیف کو چھپانا۔ شکوہ یا اظہار نہ کرنا۔ صبر مومن کے لیے معزز ترین مقام ہے۔ یہی توبہ کا دروازہ ہے۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَ

اور نہیں بھیجتے ہم انبیا کو مگر جنت کی خوشخبری کا مبشر اور

اور ہم رسولوں کو نہیں بھیجتے مگر خوشی اور

مُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

جہنم کا ڈر سنانے والا اور جھگڑے ڈھونڈتے رہتے ہیں کافر

ڈر سنانے والے اور جو کافر ہیں وہ باطل کے ساتھ جھگڑتے ہیں

بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا

ہر بُرے طریقے سے کہ کسی طرح غلط کر دیں اپنے جھگڑے کے ذریعے حق کو اور بنا لیا

کہ اس سے حق کو مٹا دیں اور انہوں نے میری آیتوں

اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ

انہوں نے میری آیتوں کو اور ان تمام ڈروں کو جن کے لیے وہ ڈرائے گئے مذاق اور کون زیادہ ظالم ہے

کی اور جو ڈر انہیں سنائے گئے تھے ان کی ہنسی بنا لی۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم

مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَ

اُس سے جو یاد دلایا گیا اپنے رب کی آیتیں تو اُس نے اُن سے منہ پھیر لیا اور

کون جسے اُس کے رب کی آیتیں یاد دلائی جائیں تو وہ اُن سے منہ پھیرے اور

نَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى

بھول بیٹھا اُس کو جو آگے بھیجا اُس کے ہاتھوں نے بے شک بنایا ہم نے اُنکے

اُس کے ہاتھ جو آگے بھیج چکے اسے بھول جائے ہم نے ان کے دلوں پر

قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ

دلوں پر سخت اڑکا بندھن اس بات کا کہ نہ سمجھیں اس حق کو اور ان کے کانوں میں

غلاف کر دیئے ہیں کہ قرآن نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں

وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ

بہرہ پن ہے اگرچہ آپ بلاتے رہو ان کو ہدایت کی طرف تو بھی ہرگز

گرانی اور اگر تم انھیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو جب بھی ہرگز

يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝۵۷

ہدایت نہ پائیں گے وہ کبھی بھی ہمیشہ ہمیشہ تک

کبھی راہ نہ پائیں گے

تعلق ان آیت پاک کا پچھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ انسان بہت سرکش اور جھگڑالو ہے اب ان آیتیں اُس کے جھگڑے کا ذکر ہو رہا ہے کہ کافر لوگ باطل کے ذریعے حق سے بحث مباحثہ اور جھگڑا کرتے ہیں۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید

میں ہر طرح کی مثالیں بیان فرمائیں اب ان آیات میں بتایا جا رہا ہے کہ کفار قرآن مجید کو نہیں سمجھتے۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ میدان قیامت میں کفار اور گمراہوں کا کوئی بچنے کا راستہ نہیں ہوگا۔ اب ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ بچنے کا راستہ دنیا میں ہی بنا کر جانا پڑے گا اور وہ ایک ہی راستہ ہے جو دامن نبوت میں آنے سے دکھائی دے گا لہٰذا آج دنیا میں ہی انبیاء مبشرین و منذرین اور آقاء کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مان لو۔

تفسیر نحوی

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْا اٰيٰتِيْ وَمَا اُنْذِرُوْا هُزُوًا. وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ

واؤ ابتدائیہ جملہ نُرْسِلُ مضارع منفی ہوا یہ جملہ خبریہ نافیہ ہے کیونکہ سب انبیاء و مرسلین اس آیت سے پہلے ہی مبعوث ہو چکے۔ رُسُلٌ سے بنا ہے بمعنی بھیجنا بہر صورت متعدی ہوتا ہے یہ بابِ افعال سے ہے اس کا مصدر ہے ارسالٌ خیال رہے کہ باب افعال میں آجائے تو تاکید اور عمدیت پیدا کرتا ہے یعنی جان بوجھ کر ایسا کیا۔ المرسلین باب افعال کا اسم مفعول جمع مذکر اس کا واحد ہے مرسل ترجمہ ہے مُرسَلٌ کا بھیجا ہوا۔ مراد ہے انبیاء کرام علیہم السلام بحالت فتحہ مفعول بہ ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر مستثنیٰ منہ ہوا۔ اِلَّا حرفِ استثنیٰ متصل کیونکہ مستثنیٰ منہ اِرسالٌ یا مرسلین موجود ہے۔ مرسلین ہی مبشرین ہیں۔ یہ باب تفعیل کا اسم فاعل جمع مذکر اس کا مصدر ہے تبشیرٌ اس کا مادہ ہے بِشرٌ اسی سے ہے بشارتٌ یعنی خوشخبری سنانا اچھی خبر دینا یہ معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ مُنذِرِیْنَ باب افعال کا ماضی مطلق کے معنیٰ میں اسم فاعل جمع مذکر مادہ نذرٌ یعنی ڈرنا اور مصدر ہے اِنذارٌ یعنی ڈرانا بحالت فتحہ معطوف ہے مبشرین کا دونوں مل کر مستثنیٰ سب مل کر جملہ فعلیہ استثنائیہ ہو گیا۔ واؤ ابتدائیہ یُجَادِلُ بابِ مُفَاعَلَۃٌ کا مضارع مثبت معروف واحد مذکر غائب مصدر ہے مجادلۃٌ جدلٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے آپس میں جھگڑا کرنا۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر بحالتِ رفع ہے کیونکہ اگلے موصول سے مل کر فاعل ہے یُجَادِلُ کا۔ کَفَرُوْا ماضی جمع مذکر کفرٌ سے بنا ہے ھُم ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ہے اَلَّذِیْنَ۔ بِ جارہ سببیہ الف لام عہدی باطِل اسم فاعل باب نَصَرَ سے ہے حق کا مقابل یعنی غلط۔ بُرا۔ ناجائز۔ ناحق۔ ان سب معنوں میں کفر اور فسق کو باطل کہا گیا ہے۔ یہ جار مجرور متعلق ہے کَفَرُوْا کا۔ لام جارہ حرف تعلیل ترجمہ ہے تاکہ اور اس لیے کہ یُدْحِضُوْا بابِ افعال کا مضارع مثبت معروف دَحْضٌ سے مشتق ہے مصدر ہے اِدحاضٌ۔ دَحْضٌ لازم کا معنیٰ ہے پھسلنا۔ ہٹنا۔ ڈھلنا۔ زائل ہونا اس کا مصدر ہے اِدحاضٌ یعنی پھسلانا۔ ڈھالنا۔ زائل کرنا ہٹانا۔ یہاں ہر معنیٰ مناسب ہے۔ بِ جارہ سببیہ۔ ہ ضمیر کا مرجع ہے باطل۔ الف لام عہد ذہنی۔ حق۔ اسم مفرد جامد یعنی درست سچا صحیح۔ ٹھیک قوت و بقاء والا مراد ہے اسلام قرآن شریعت۔ بحالتِ فتحہ مفعول بہ ہے یُدْحِضُوْا۔ یہ اس کا متعلق۔ ھُم مستتر اس کا فاعل مرجع اَلَّذِیْنَ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر علت ہوا یُجَادِلُ کا معلول و علت مل کر جملہ فعلیہ تعلیلیہ ہو گیا۔ واؤ عاطفہ جملہ اتَّخَذُوْا۔ باب افتعال کا ماضی مطلق جمع غائب مصدر ہے اِتّخاذٌ اَخذٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے بنا بنانا۔ ھُم ضمیر

اس کا فاعل اٰیٰتِی مرکب اضافی ترجمہ ہے میری نشانیاں میری آیتیں معطوف علیہ ہے واؤ حرف عطف مَا موصولہ اُنْذِرُوْا باب افعال کا ماضی مطلق مجہول ھُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا نائب فاعل مرجع مَا ہے یہاں مَا موصولہ جنسی جمع ہے اس لیے ضمیر اور فعل جمع لایا گیا مَا سے مراد ہے قبر حشر جہنم کے عذاب۔ یہ فعل و نائب فاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا مَا کا موصول صلہ مل کر معطوف ہوا اٰیٰتِی کا دونوں مل کر مفعول بہ اوّل ہوا ھُزُوًا۔ اسم حاصل مصدر جامد ترجمہ ہے۔ مذاق۔ ہنسی انکار۔ بحالت فتحہ ہے کیونکہ مفعول بہ دوم ہے اِتَّخَذُوْا کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مکمل ہوا۔ واؤ ابتدائیہ اَظْلَمُ اسم تفضیل مذکر مِنْ حرف جر تبعیضیہ مَنْ موصولہ ذُکِّرَ باب تفعیل کا ماضی مجہول اس کا مصدر ہے تَذْکِیْر بمعنٰی یاد کرانا۔ یاد دلانا ھُوَ پوشیدہ اس کا نائب فاعل اس کا مرجع مَنْ ہے بِ۔ جارّہ تعدیہ کی اٰیٰت جمع ہے آیت کا ترجمہ ہے نشانی اور قدرت مضاف ہے۔ رب اسم صفاتی مضاف ہے ہٖ ضمیر کا مرجع مَنْ یہ تینوں مرکب اضافی مجرور متعلق ہے ذُکِّرَ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر مجرور متعلق ہے اَظْلَمُ کا ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل جس کا مرجع مَنْ سابقہ سب مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہو کر شرط ہوا۔ ایک قول میں مَنْ ذُکِّرَ شرط ہے ایک قول میں فَ عاطفہ تعقیبیہ ہے۔ نہ کہ جزائیہ واللہ اعلم فَ جزائیہ اَعْرَضَ باب افعال کا ماضی مطلق عَرْضٌ سے مشتق مصدر ہے اِعْرَاضٌ بمعنٰی منہ پھیرنا۔ علیحدہ ہونا۔ بے توجہ ہونا۔ دور ہونا۔ ھُوَ پوشیدہ اس کا فاعل عَنْ حرف جر تجاوزت یعنی علیحدگی کے لیے ھَا ضمیر کا مرجع آیت ہے یہ جار مجرور متعلق ہے اَعْرَضَ کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ نَسِیَ باب سَمِعَ کا ماضی مطلق نسی۔ ناقص یائی سے مشتق ہے بمعنٰی بھولنا اسی سے ہے نِسْیَانٌ بمعنٰی بھولنے کی بیماری ایک قول میں ہے کہ اسی سے بنا ہے انسان بمعنٰی اسم تفضیل یعنی بہت بھولنے والا ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ہے۔ مَنْ اَظْلَمُ یا مَنْ ذُکِّرَ۔ مَا اسم موصول قَدَّمَتْ فعل ماضی صیغہ واحد مؤنث قَدَمٌ سے مشتق ہے مصدر ہے تَقْدِیْمٌ ترجمہ ہے آگے بھیجنا۔ آگے بڑھنا۔ آگے ہونا یہاں پہلے معنٰی میں ہے۔ یَدَا اسم تثنیہ اس کا واحد ہے یَد۔ دراصل تھا یَدَانِ۔ نون تثنیہ اعرابی اضافت کی وجہ سے گر گیا ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ہے ضمیر نفسی ہے بمعنٰی اپنے دونوں یا غیر نفسی بمعنٰی اس کے دونوں ہاتھ یہ مرکب اضافی فاعل ہے قَدَّمَتْ کا یہ فعلیہ انشائیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مفعول بہ ہوا نَسِیَ کا جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا۔ سب معطوف مل کر جزا ہوا۔ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ فعلیہ مکمل ہوا۔ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۔ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا۔ اِنَّ حرف تحقیق۔ نَا ضمیر جمع متکلم منصوب متصل جَعَلْنَا باب فتح کا ماضی مطلق جمع متکلم جَعْلٌ سے بنا ہے بمعنٰی بنانا۔ لگانا۔ یہاں مراد ہے ڈالنا عَلٰی حرف جر فوقیت کے لیے قُلُوْب جمع مکسر ہے قَلْبٌ کی ھُمْ ضمیر جمع مذکر مجرور متصل مرجع ہے۔ اَلَّذِیْنَ یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے۔ جَعَلْنَا کا اَکِنَّۃً اسم جمع مکسر ہے اَکْنَانٌ یا کِنٌّ کی یا اَکُنٌّ۔ کی تین قول ہیں بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے جَعَلْنَا کا۔ اَنْ حرف ناصب یَفْقَهُوْا باب فَتَحَ کا مذکر غائب مضارع۔ دراصل تھا یَفْقَهُوْنَ نون اعرابی نصب کی وجہ سے

گر گئی۔ یَفْقَهُوْا فِقْهٌ سے بنا ہے بمعنی علمی سمجھ۔ خیال رہے کہ عربی میں سمجھنے کے معنی میں چھ مصدر مستعمل ہیں ۱۔ فِقْهٌ ۲۔ فَہْمٌ ۳۔ فِرَسٌ ۴۔ ذِکْوٌ ۵۔ دَرَکٌ ۶۔ حسبٌ دل سے سمجھنا فقہ ہے۔ دماغ سے سمجھنا فہم ہے۔ غیب و الہام سے سمجھنا فراست ہے روحانیت کی قوت سے سمجھنا ذکو ہے۔ عقل سے گہرائی تک سمجھنا درک ہے۔ گمان و خیال وہم سے سمجھنا حسب ہے اَنْ ناصبہ نے یہاں تعلیلیت پیدا کر دی بمعنی کیوں کیسے۔ اور سوال انکاری ہونے کی وجہ سے ترجمہ ہو گیا۔ بھلا کیسے سمجھ سکتے ہیں۔ یعنی کبھی نہیں سمجھ سکتے۔ اس میں ھُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے مرجع اَلَّذِیْنَ ہے ہٗ ضمیر کا مرجع قرآن و حدیث ہے منصوب متصل ہے کیونکہ مفعول بہ ہے۔ واؤ حالیہ۔ فِیْ حرف جر ظرفیت کے لیے آذَانِ جمع مکسر منصوب ترجمہ ہے جسمانی کان۔ مضاف ہے ھُمْ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ کا یہ اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر کَانَ ناقصہ پوشیدہ کا اسم ہوا۔ وَقْرًا اسم مفرد جامد ترجمہ ہے۔ ڈاٹ۔ بہرا پن۔ بحالت نحو خبر ہے کَانَ پوشیدہ کی یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر حال ہوا اَنْ یَّفْقَهُوْا کے فاعل مستتر ھُمْ کا یہ سب جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر علت سابقہ اِنَّا جَعَلْنَا کا کلیۃً مفعول مؤخر ہے۔ سب مل کر جملہ تعلیلیہ ہو گیا۔ بعض نحویوں نے دوسری ترکیب اختیار کی کہ اَنْ یَّفْقَهُوْہُ جملہ فعلیہ مفعول لہٗ ہے۔ جَعَلْنَا کا اور واؤ عاطفہ ہے فِیْۤ اٰذَانِهِمْ معطوف ہے۔ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ پر اور وَقْرًا معطوف ہے اَکِنَّۃً پر۔ ایک واؤ دونوں جگہ مفید ہے۔ واؤ سر جملہ۔ اِنْ حرف شرط تَدْعُ۔ باب نَصَرَ کا مضارع مثبت معروف یعنی استقبال۔ اصل میں تھا تَدْعُوْا۔ اِنْ شرطیہ کی وجہ سے مجزوم ہوا تو واؤ لام کلمہ گر گیا اَنْتَ ضمیر مستتر اس کا فاعل مرجع ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم۔ دَعْوٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے دعوت دینا۔ بلانا ھُمْ ضمیر ظاہر مفعول بہ ہے اس کا مرجع اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا ہے اِلٰی حرف انتہائیہ۔ الف لام عہدی۔ ھُدٰی۔ اسم حاصل مصدر جامد بمعنی راستہ یا منزل مقصود۔ یا راستہ بتانے والا یا منزل تک پہنچانے والا مراد ہے اللہ کا دین۔ یہ جار مجرور متعلق ہے تَدْعُ کا یہ سب جملہ انشائیہ ہو کر شرط ہوئی۔ فَ جزائیہ فعل مستقبل نفی تاکید بِلَنْ باب افتعال سے ہے۔ مصدر ہے اِھْتِدَاءٌ بمعنی ہدایت دینا۔ ھُدًی سے بنا ہے بمعنی ہدایت پانا۔ اِذًا اسم ظرفیہ زمانیہ منصوب ہے کیونکہ ظرف ہے اَبَدًا اسم نکرہ مفرد ظرفی ترجمہ ہے ہمیشہ عام زمانہ یا عام مدت نکرہ ہے۔ منصوب ہے مفعول فیہ ہے لَنْ یَّهْتَدُوْا کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزا ہوئی اِنْ تَدْعُ کی دونوں مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ انشائیہ ہو کر مکمل ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ وَیُجَادِلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَمَاۤ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ اور نہیں بھیجتے ہم اپنے کسی بھی رسول مرسل صاحب کتاب شریعت صاحب تبلیغ انبیاء کرام علیہم السلام کو کبھی کسی قوم فرد یا جماعت قبیلے خاندان یا کسی علاقے کی طرف مگر صرف ان کی دو ہی ذمہ داریاں ہیں ایک یہ کہ جو جو فرد یا جماعت و گروہ ایمان لا کر اللہ رسول دین و قانون کو مان کر عمل و عبادت نیکی و

اچھائی اختیار کرکے حسن معاملہ و اعمال صالحہ میں پابند و کار بند ہو کر دامن نبوت میں آجائے نبی کی غلامی و اتباع اختیار کرے تو اس کو دنیا و آخرت ابتدا و انتہا قبر و حشر کی ابدی دائمی عزت و فضل رحمت و کرم ۔ انعام و اکرام اور رب تعالیٰ کی محبت و رضا کی خوشخبری و بشارت سنانے والے ہیں ۔ اور جو بدقسمت بارگاہ نبوت سے دور اہل حق سے نفور دنیوی فانی عزت عارضی دولت مادی عیش و عشرت میں مغرور اور دنیا سازی و باطل پرستی میں مصروف ہی رہے نہ حق سنے نہ اہل حق کی مانے نہ شان رسالت و نبوت کو جانے نہ اپنے خالق مالک رازق معبود و مسجود کو پہچانے ۔ ایسے بدنصیب جاہل و نافرمان مغضوب و گمراہ کو عذاب و عتاب حساب و کتاب ۔ قہر و حشر ۔ قیامت و جہنم کی مصیبتوں تکلیفوں اور ہمیشہ ہمیشہ کی ذلتوں سے ڈرانے والے ہیں ۔ انبیاء کرام کی فقط یہی ذمہ داری ہے کوئی مومن بن جائے تو اسی کا فائدہ ہے اور گمراہ رہے تو اسی کا نقصان ہے انبیاء کرام کا کچھ نقصان نہیں نہ کسی کے گمراہ و بدکار رہنے پر ان انبیاء علیہم السلام کچھ مواخذہ یا پوچھ گچھ ہوگی اور یہ کافر یہ مشرک و گمراہ اس چیز سے غافل یا لاعلم نہیں یہ باتیں یہ احکام و قانون ان کو کئی دفعہ سمجھائی گئی ہیں ۔ ہر نبی نے اپنے اپنے زمانۂ مقدسہ میں اپنی اپنی قوم کو بتائی ہے ۔ توریت ۔ زبور ، انجیل اور قرآن مجید میں بار بار سنائی گئی ہیں ۔ مگر پھر بھی یُجَادِلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ۔ ہر کام ہر عمل ہر مسئلے ہر خیر خواہی اور راہ نیکی میں وہ لوگ جھگڑا فتنہ فساد بحث مناظرہ ۔ مار دھاڑ ۔ لڑائی مخالفت اور انکار ہی کرتے رہے اور کرتے رہتے ہیں جو ازل کے کافر جہنم کے مشرک عقل کے شاطر فکر کے ناقص ہیں ۔ اپنی بیہودہ بے تمیز باتوں اور فضول و باطل مطالبات کے ذریعہ ۔ تاکہ پریشان کر دیں پھسلا دیں ۔ مغلوب اور کمزور کر دیں حق کو اپنے ان مجادلوں جھگڑوں فریب کاریوں مکاریوں سے اور نومسلم مسافروں کو ایمان لانے سے روک دیں متنفر کر دیں ۔ اور حق دین سے لوٹا کر پھر اپنے باطل و کفر میں لے جائیں ۔ کیسے کیسے عیارانہ طریقے اور حیلے ہتھکنڈے ہیں جو یہ کافر لوگ ہمیشہ سے دین مذہب قانون الٰہی اور اسلام قرآن کے خلاف انبیاء مرسلین کی مخالفت اور ننا قیاً علناً او بیاکی مزاحمت میں کرتے چلے آرہے ہیں صرف اس لیے تاکہ حق کو دنیا سے مٹا دیں ۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے شروع سے ہی میری سابقہ و موجودہ آیتوں نشانیوں ۔ قدرتوں فطرتوں ۔ انبیاء کرام کے معجزوں کو اور ان تمام عذابوں بلاؤں مصیبتوں آسمانی ناگہانی ہلاکتوں بربادیوں قبر کی زندگی حشر کے حساب و کتاب جہنم کی آگ اور جن چیزوں سے وہ ڈرائے گئے ان سب کا مذاق ہی اڑایا ۔ اور میرے مخلص بندوں کا تمسخر ہی بنایا اور ہر سچی و برحق خبر کو ٹھٹھا ہی سمجھا یہ ان کی اپنی بدنصیبی بدبختی ہے ۔ حالانکہ ۔ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا ۔ اس شخص سے بڑھ کر اپنے آپ یا اپنے خاندان یا معاشرے یا آئندہ اپنی نسل پر زیادہ ظلم کرنے والا کون ہو سکتا ہے جس کے سامنے اس کے رب کریم رازق خالق مالک مربی و محسن کی آیتیں تلاوت کی جائیں پڑھ پڑھ کر سنائی و بتائی جائیں سمجھائی اور یاد دلائی جائیں مگر وہ ایسا خود سر ۔ خود غرض بے وفا ضدی ہو جائے اور احسان فراموشی کرے کہ تمام حقوق اور آرام و سکون نعمت و عزت اور اللہ تعالیٰ کے بلا معاوضہ و بلا استحقاق سب پہلے بخششیں بھول کر ان سب آیتوں حکموں قانونوں

عبادتوں فرمانوں سے بلا سوچے سمجھے غور و فکر کیے بے عقلی نادانی سے منہ موڑے۔ دور ہٹ جائے اعراض کرے۔ اور اپنے وہ تمام کفر شرک بداعمالیاں فتنہ سازیاں بدکرداریاں ستم و ظلم برائیاں بھول جائے پرواہ بھی نہ کرے جو اس کے سب ہاتھ پیر اعضا دل دماغ آگے نامۂ اعمال میں بھیج چکے لکھا چکے ہیں۔ لیکن یہ سب کفر نوازیاں۔ سرکشی و شیطانیاں اللہ تعالیٰ اور حق سے دوریاں ایمان لانے سے بہانے اور مجبوریاں کیوں ہیں؟ صرف اس لیے ہیں کہ ان کی گستاخی نبوت بے ادبی رسالت کی سزا ہیں۔ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا۔ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۔ بے شک ہم نے ہی ڈال دیا۔ ان سب گستاخوں اور تاقیامت اپنے حبیب مکرم کے بے ادبوں راندۂ درگاہوں کے دلوں پر اندھیروں اور سیاہیوں کے غلاف اس طریقے سے ترکیب سے کہ سمجھ ہی نہ سکیں اس راہ ہدایت اور ذریعۂ نجات کے اسباب اور وسیلۂ ترقیات کو اور فقط یہی نہیں بلکہ ہم نے ان کے کانوں میں غفلت و سفاہت ضلالت و کدورت کی سخت ڈاٹ اور بندھن بھر دیا ہے تاکہ وہ اتنے سخت بہرے ہو جائیں اور ایسے بدقسمت بن جائیں کہ اگر تم ان کو ہزار مرتبہ بھی ہدایت کی طرف بلاؤ تب بھی وہ کبھی ہرگز اچھی مفید خوش کن بات اور ہدایت نہ لے سکیں گے۔ مرتے دم تک پوری دنیوی زندگی میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ کسی چیز کو بند کرنے کے چھ مختلف طریقے ہیں (۱) اغطیہ یعنی کسی چیز کے سامنے پردہ لٹکا دیا جائے تاکہ وہ سامنے والی چیز یا راستے کو نہ دیکھ سکے نگاہ رک کر بند ہو جائے (۲) غلفٌ۔ وہ پردہ غلاف کی شکل میں اس پر لپیٹ دیا جائے (۳) اکنۃ۔ وہ غلاف اس چیز پر بہت سختی سے کس دیا جائے (۴) ختم۔ اس کسے ہوئے غلاف کو کسی مضبوط دھاگے یا رسی سے سی دیا جائے یا گوند وغیرہ سے چپکا دیا جائے کہ پھر کھل نہ سکے (۵) وقر۔ کسی برتن کی شکل والی چیز میں کسی سخت چیز کی ڈاٹ یا کوئی چیز جم جانے والی پگھلا کر ڈال دی جائے جس سے اس برتن وغیرہ کی رگ رگ کونہ کونے میں وہ پگھلی ہوئی دھات گوند سلیش وغیرہ دھنس کر سخت جم جائے اور اس چیز کی رگ و پے بند ہو جائے (۶) غشاوۃ۔ کسی پر سخت موٹا پردہ فقط ڈال دیا جائے قرآن مجید کی مختلف آیات میں کفار کے قلب و عقل آنکھ کان پر ان چھ چیزوں کا ذکر ملتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ چیزیں ہر طرح سے کمل سختی سے کافروں کو باندھے ہوئے ہیں اس لیے انبیاء کرام کے سمجھانے سے وہ ہدایت نہیں لے سکتے۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے ہیں۔ **پہلا فائدہ**۔ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی شانِ بے نیازی کے مظہر ہیں۔ رب تعالیٰ نے تمام انبیاء کو اس چیز سے بے پرواہ کر دیا ہے کہ دنیا میں کوئی ایمان لائے یا نہ لائے۔ اگر سارا جہان بھی گمراہ رہے تو ان اولوالعزم ہستیوں کا کچھ نہیں بگڑتا اس کے باوجود اگر وہ حضرات کسی کی ضلالت و بے راہی پر غم و افسوس فرمائیں تو یہ ان کی کمال شفقت اور بندوں سے پیار ہے یہ فائدہ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ۔ الخ، فرمانے سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ**۔ دنیا میں سنتوں کی ہر بات ہی اصل ہے۔ اگرچہ کتنی ہی سوچ

فکر اور عقل سے کریں یہ فائدہ وَیُجَادِلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ کیونکہ ان کی ہر بات کو جھگڑا و جدال قرار دیا گیا۔ **تیسرا فائدہ**۔ اپنے گزشتہ گناہوں خطاؤں غلطیوں کو بھول جانا یہ کفار اور مردودوں کا طریقہ ہے اس لیے کہ کفار گناہ کی فکر و پرواہ نہیں کرتے نہ کفریات سے ڈرتے ہیں مسلمانوں کو ان طریقوں سے بچنا چاہیے۔ یہ فائدہ وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ**۔ شریعت مطہرہ میں مزاح کرنا جائز ہے جس کو ہماری اصطلاح میں لطیفوں والی دل خوش کن گفتگو کہتے ہیں۔ اس سے سب حاضرین خوش تو ہوتے مگر کسی کا دل دکھتا نہیں۔ لیکن مذاق بازی حرام اور ناجائز ہے۔ جس سے کسی کو دکھ پہنچے اور کچھ لوگ ہنسی اڑائیں یہ حرام ہے خاص کر بزرگوں کے ساتھ مذاق تو سخت نقصان دہ حرام ہے اور انبیاء کرام یا ان کی کسی بھی نسبت والی چیز کا مذاق اڑانا تو بدترین کفر ہے اسی لیے بعض فقہا تو احتیاطاً گدھے کو بھی مذاق سے نہیں دیکھتے اور کدو شریف کا ادب کرتے ہیں۔ اس کو برتن میں رکھ کر چھلکے بناتے دھوتے ہیں اور دھوون کا پانی گندی جگہ نہیں پھینکتے اس لیے کہ گدھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سواری ہے اور کدو شریف محبوب پاک صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَالسَّلَام کو پسند تھا یہ سب عشق کی ادائیں ہیں۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا بِحَلَاوَتِ عِشْقِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم۔ یہ مسئلہ وَاتَّخَذُوْا اٰیٰتِیْ وَمَا اُنْذِرُوْا هُزُوًا۔ سے مستنبط ہوا۔ بڑا نازک مقام ہے ڈرنا ہی بہتر ہے۔ **دوسرا مسئلہ**۔ مسلمانوں کو واجب ہے کہ اپنی نیکیوں کو بھلا دیں یعنی نہ کسی سے تذکرہ کرتے پھریں نہ ان کو اہمیت دیں لیکن اپنے چھوٹے چھوٹے گناہ بھی یاد رکھیں اور معافی مانگتے آئندہ بچنے کی دعا اور موجودہ نہ کرنے کا شکر الٰہی بجالاتے رہیں تاکہ عجز و انکسار اور بندگی کی عادت بنی رہے یہ مسئلہ وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ فرمانے اور کفار کی خصلت بد بیان کرنے سے مستنبط ہوا۔ کہ گناہ کر کے لاپرواہ ہو نا بھول جانا طریقہ کفار ہے۔ جو مسلمانوں کے لیے اپنانا حرام ہے۔ ہاں البتہ دوسروں کی نیکیاں اور احسان یاد رکھنے جائز بلکہ لازم ہیں کہ یہ شکریے کی ہی ایک شکل ہے۔ **تیسرا مسئلہ**۔ علماء اسلام اولیاء اللّٰہ اور انبیاء کرام علیہم السلام کی ہر بات ہر مسئلہ حق ہے اس کی تائید و اتباع اور اطاعت ہر مسلمان پر فرض ہے یہ مسئلہ کَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فرمانے سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔ **پہلا اعتراض**۔ یہاں فرمایا یُجَادِلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُجَادِلُ بابِ مُفَاعَلَةٌ۔ کا مضارع ہے باب مفاعلۃ کی خاصیت ہے مشارکت دو دو طرف کام، جس سے ثابت ہوا کہ انبیاء نے بھی کفار سے جھگڑا کیا حالانکہ یہاں جدال کی برائی فرمائی جا رہی ہے تو انبیاء نے بھی یہ غلط کیا؟
جواب۔ اس کے چار طرح جواب دیئے گئے ہیں ایک یہ کہ ہاں دونوں نے جھگڑا کیا مگر ایسا ہی جیسا کہ پولیس اور چور ڈاکو کا مقابلہ یا اس طرح کہ کفار نے انکار کے لیے جھگڑا کیا انبیاء نے اس کا جواب دیا اور دو طرفہ گفتگو کو مجادلہ قرار دیا گیا۔

دوم یہ کہ کفار مجادلے کی ابتدا کرتے تھے تاکہ انبیاء کرام بھی ہم سے بحث کریں اور ایک ہنگامہ شور و غل مچے۔ سوم یہ کہ باب مفاعلہ صرف دو طرف مشارکت کے لیے ہی نہیں ہوتا بلکہ یہ دعا اور یک طرفہ فعل کے لیے بھی اکثر ہوتا ہے جیسے کہ عاقبتُ اللصَّ۔ میں نے چور کو سزا دی یا جیسے عافاکَ اللہُ من المرض تجھ کو اللہ تعالیٰ بیماری سے شفا دے یہاں تو مشارکت کفر ہو جائے گی لہٰذا یُجَادِلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ میں بھی یک طرفہ جھگڑا مراد ہے یہ جواب سب سے بہتر ہے۔ چہارم یہ کہ۔ کفار نے آپس میں جھگڑا کیا اور دین الٰہی کا مذاق و تمسخر ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر بنایا۔ لہٰذا یہاں جھگڑے میں انبیاء کرام علیہم السلام کی مشارکت مراد و شامل نہیں۔ **دوسرا اعتراض** ۔ یہاں فرمایا کہ کفار کے دلوں پر غلاف ہے اور کانوں میں ڈاٹ ہے اس لیے وہ ایمان نہیں لاتے اور یہ غلاف اور ڈاٹ اللہ تعالیٰ نے خود لگائی۔ تو پھر اب کفار کا کیا قصور اور وہ کیوں مجرم ہوئے ان پر عتاب و عذاب کیوں ہوگا۔ **جواب**۔ ان کا قصور یہ ہے کہ وہ پہلے گستاخ نبی بنے۔ اس گستاخی کی سزا میں ان پر غلاف اکنہ اور وقر ڈالا گیا۔ گویا کہ ان کی گستاخی اس غلاف اور پردے کا سبب بنی لہٰذا وہ مجرم اور لائق عذاب و عتاب ہوئے۔ **تیسرا اعتراض** ۔ یہاں فرمایا گیا وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ یعنی انبیاء عظام دنیا میں صرف بشارت دینے ڈرانے اور مسئلے بتلانے کے لیے آتے ہیں ان کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ اور ان کا علم بھی ایک بشر سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اہل سنت کا یہ عقیدہ غلط ہے کہ ان کو علم غیب اور اختیار و سلطنت کی طاقت ہوتی ہے (از تفہیم سورۃ اسریٰ دیوبندی وہابی) **جواب**۔ یہاں انبیاء کرام کے اختیار قوت سلطنت علم غیب کی نفی نہیں ہے اور یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انبیاء کرام صرف مسئلے بتانے آتے ہیں۔ بلکہ یہ ثابت ہو رہا ہے کہ انبیاء کرام کسی کو جبراً پکڑ کر کسی کو مجبوراً اور زبردستی مومن بنانے کے لیے نہیں آتے نہ تلوار سے اسلام اور دین پھیلاتے ہیں وہ تو اخلاق و محبت شفقت سے بشارت و نذارت سنا کر دین حق کی طرف مائل کرتے ہیں اس سے یہود و نصاریٰ کا وہ الزام بھی دور ہو گیا کہ معاذ اللہ اسلام تلوار سے پھیلا۔ **چوتھا اعتراض** یہاں فرمایا گیا۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُکِّرَ۔ اَظْلَمُ اسم تفضیل ہے جس کا معنی ہے کہ اس سے زیادہ کوئی نہیں اگر ایک شخص بھی اس سے زیادہ ہو جائے تو یہ سب سے زیادہ نہ رہے گا۔ حالانکہ قرآن مجید میں تقریباً سولہ جگہ مختلف لوگوں کو اَظْلَمُ فرمایا گیا تو سب اظلم کس طرح ہو سکتے ہیں۔ صرف ایک ظالم ہو سکتا ہے باقی دوسرے ظالم نیز ان سولہ آیت میں ہر جگہ ہی استفہام انکاری ہے جس کا معنی ہے کہ یہی سب سے بڑا ظالم ہے۔ **جواب**۔ قرآن مجید میں سولہ جگہ چار قسم کے لوگوں کو اظلم فرمایا ۱؎ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللہِ یعنی وہی سب سے زیادہ ظالم ہے جو مسجدوں میں ذکر الٰہی سے روکے آیت ۱۱۴ سورۃ بقرہ ۲؎ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللہِ۔ جو اللہ پر جھوٹ کا افتریٰ باندھے وہ ہی سب سے بڑا ظالم ہے سورۃ ۶ انعام آیت ۲۱۔ ۳؎ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَتَمَ شَہَادَۃً۔ جو کسی کی گواہی چھپا لے وہ ہی سب سے زیادہ ظالم ہے۔ ۴؎ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُکِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّہٖ۔ سورۃ کہف میں آیت ۵۷۔ ظلم کا معنی ہے حق تلفی اور حق چار قسم کے ہوتے ہیں ۱؎ حق تعالیٰ ۲؎ حق العبد ۳؎ حق النفس ۴؎ حق معاشرہ۔ تو ان مختلف آیت میں چار قسم کے حق تلفی کرنے والوں کا ذکر ہوا۔ کہ ۱؎ حق اللہ میں سب سے

بڑا ظالم وہ ہے جو افترا باندھے اور حق العبد میں سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو گواہی چھپائے اور حق النفس میں سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو دین سے اعراض کرے ۴ حق معاشرہ میں سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو مسجدوں سے روکے۔ تو یہ ایک دوسرے سے بڑے نہیں بلکہ اپنی اپنی نوعیت میں علیحدہ علیحدہ بڑے ظالم ہیں۔ اس لیے چاروں کا اَظلم ہونا درست ہے بعض نے یہ جواب دیا کہ فعلِ ظلم چار ہیں مگر شخصیت ایک ہی ہے یعنی یہ کافر لوگ اس ۱ لیے بھی اَظلم ہیں۔ اس ۲ لیے بھی۔ اس ۳ لیے اور اس ۴ لیے بھی اور اس ۵ لیے بھی۔

تفسیر صوفیانہ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ. وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْا اٰيٰتِيْ وَمَا اُنْذِرُوْا هُزُوًا وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ اور ہم عالم قالبِ بشریت میں اپنے الہاماتِ غیبیہ اور وارداتِ اَسرار کو صرف قلوبِ عارفین اور سینۂ عاشقین کی خوشخبریوں بشارتوں کے لیے اور نفوسِ رذیلہ عاداتِ کثیفہ و حواسِ خبیثہ کو ڈرانے کے لیے ہی نازل فرماتے ہیں لیکن زمینِ ظلمت میں کافرانِ نفوسِ اَمّارہ اپنے وساوسِ باطلہ کے ذریعے فسادِ نیات و فتنۂ مقصودات کا جھگڑا و مجادلہ اور کفرانِ حقیقت و بطلانِ طریقت ہی کرتے ہیں تاکہ عالمِ اَسرار کی حقیقت واقعی کو کیفیاتِ قلب میں سے ختم کر دیں۔ اور چشمۂ حق کو بند کر دیں ان ہی باطنی قوتوں نے معرفت کی آیت اور قلبِ مزکّی کی کرامت کو اور قہرِ جلال کی آوازوں کو مذاق و بیکار سمجھا اور فکرِ طاغوتی سے بے توجہی کی اور وادیٔ حیرت میں سب سے زیادہ ظلمتوں اور گھٹا ٹوپ اندھیروں والا وہی نفس سرکش ہے جس کے سامنے تمام انوار۔ اَسرار الہامات کرامات اَشراف کا مظاہرہ و مذاکرہ ہوا مگر سب کچھ جانتے سمجھتے پھر بھی اُس حوادثِ جسمانیہ اور قوتِ ایمانیہ سے اعراض ہی کیا اور اپنے تمام وساوسِ ضلالت اَعمالِ شر و فساد کو بھلا دیا جو اس کے حواسِ باطنی کے ہاتھوں نے اور قوتِ لامسہ نے وادیٔ ظلمت و حیرت میں آگے بھیجا آیتِ ذکر و فکر میں سب سے بڑی آیت نمازِ خلوص ہے اور غافلین بدکردار اسی کا سب سے زیادہ مذاح و مسخرہ کرتے ہیں اس کا ترک ہی آیتِ الٰہیہ کا مذاق اڑانا ہے اہلِ شریعت کے نزدیک نماز کے چار شعبے ہیں ۱ مسجد و محراب میں جسم کی حاضری ۲ رخِ کعبہ میں ہوش و حواس بجا لانا ۳ خشوعِ قلب ۴ خضوعِ ارکان۔ دل کی توجہ خشوع ہے اور اعضا کی درستی خضوع ہے۔ صوفیا کی نماز یہ ہے کہ سجدہ کرنا ہے یوں کر کہ ہو سجدے میں جھکا سر خدا کے سامنے دل مصطفےٰ کے سامنے لیکن عارفین فرماتے ہیں کہ نمازِ زاہداں سجدہ سجودے۔ نمازِ عاشقاں ترکِ وجودے حضورِ قلب سے حجاب اٹھتے ہیں ہوش و حواس بجا لانے سے عتاب دور ہوتا ہے۔ سمتِ کعبہ سے دروازے کھلتے ہیں اور خضوعِ ارکان سے ثواب ملتا ہے۔ صوفیانہ نماز کا طریقہ یہ ہے کہ حکمِ الٰہی سے قیام خوفِ الٰہی سے رکوع۔ قربِ الٰہی سے سجدہ جلال سے تکبیر۔ ذوق سے تلاوت تواضع سے تشہد۔ اور نیت صدقہ سے سلام ہو۔

اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا. وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا

بے شک ہم نے ایسے ہی اہل فساد کے اماجگاہِ شیطانیہ کے مردہ دلوں پر محرومیِ ابدی کے پردے اور نامرادی کی آڑ و بندش بنا دی ہے تاکہ یہ مشاہدۂ انوار کو چشمِ حق بینی سے دیکھ سکیں اور نہ یہ اسرارِ الٰہیہ کو سمجھ سکیں اور ایسے ہی نفوسِ خبیثہ کے باطنی کانوں میں قہر و غضب کی ڈاٹ لگ چکی ہے جس کی وجہ سے وہ صوتِ سرمدی اور آوازِ عرشی کو کبھی بھی نہیں سن سکتے۔ تو ایسے باطن کے اندھے۔ ظاہر کے بہرے حقیقتِ مشاہدہ کے ناواقف ہرگز منزلِ قرب و راہِ جمال۔ مراطِ انوار کی ہدایتِ ایصال الی المطلوب کبھی بھی ازلِ حادث سے ابدِ سرمدیت تک نہیں پا سکتے۔ جب بندہ ترکِ عبادت کرتا ہے تو اس کے قلب پر غفلت کے پردے پڑ جاتے ہیں اور جہالت و ناسمجھیوں کے غاروں میں پھنس جاتا ہے۔ اور اس کے کانوں میں فسق و فجور کی کثافتیں غلاظتیں بھر جاتی ہیں۔ ان دونوں رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے توبۂ صادقہ ضروری ہے۔ سچی توبہ کی دو قسمیں ہیں پہلی توبۂ انابت یعنی اللہ سے ڈرو کیونکہ وہ تم پر قادر ہے۔ دوسری توبۂ استجابت۔ یعنی اللہ سے شرماؤ حیا کرو کیونکہ وہ تمہارے قریب ہے تمہارا رازق و مربی محافظ و نگہبان ہے۔ توبۂ عارفین وجودِ ہستی کو معدوم سمجھنا ہے۔ خوش قسمت ہے وہ بندہ جس کے دل میں سچی توبہ جاگزین ہو جائے۔ توبہ سے پرہیزگاری اور پرہیزگاری سے تقویٰ تقوے سے دین اور دینِ مستقیم سے عبادت اور عبادت سے طلبِ ذات اور طلبِ ذات سے راہِ معرفت اور راہِ معرفت سے منزلِ قرب میسر آتی ہے۔ ولایتِ کاملہ کی یہی ہدایتِ اوّلی و آخری ہے۔

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ

اور آپ کا رب قدیم کا بخشنے والا ہے رحمت کو بھیجنے والا اگر وہ رب جلدی پکڑتا

اور تمہارا رب بخشنے والا مہر والا ہے اگر وہ انہیں ان کے کئے پر پکڑتا

بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ

ان نافرمانوں کو اس بداعمال کے بدلے جو انہوں نے دنیا میں کی تو جلدی ڈالتا ان کیلئے عذاب کو مگر جلدی نہیں بلکہ انکیلئے

تو جلد ان پر عذاب بھیجتا بلکہ ان کے لیے وعدے کا وقت ہے جس کے سامنے کوئی پناہ نہ پائیں گے

مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ﴿۵۸﴾

وعدے کی ساعت ہے کہ ہرگز اس کے سوا بچنے کی جگہ نہ پائیں گے

اور یہ بستیاں ہم نے تباہ کر دیں جب

وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا

اور یہ بہت سی بستیاں ہم نے ان کو اس وقت ہلاک کر دیا جبکہ انہوں نے اپنی جانوں پر اور دوسروں پر ظلم اور بنا دیا تھا ہم نے

انہوں نے ظلم کیا اور ہم نے

لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰهُ

اُن کی دنیوی ہلاکت کا ایک مقرر وقت اور یاد کیجئے اُس وقت کو جب کہا تھا موسیٰ نے اپنے ساتھی سے

ان کی بربادی کا ایک وعدہ کر رکھا تھا اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا

لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ

نہ رکوں گا میں آئندہ ایک سفر میں یہاں تک کہ پہنچ جاؤں میں دو سمندروں کے ملنے کی جگہ یا پھر چلتا رہوں گزار تا رہوں گا میں

میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں

حُقُبًا ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا

کئی زمانے پھر جب وہ پہنچ گئے ان دونوں سمندروں کے درمیان جمع ہونے کے مقام پر تو دونوں بھول گئے اپنی بھنی ہوئی مچھلی کو

چلا جاؤں پھر جب وہ دونوں ان دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچے اپنی مچھلی بھول گئے

فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾

حالانکہ بنا گئی تھی مچھلی اپنا راستہ سمندر میں چوڑا سوراخ چھوڑتی ہوئی

اور اُس نے سمندر میں اپنی راہ لی سرنگ بناتی

تعلق ان آیت کریمہ کا پچھلی آیت کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں کفار کے چار عیب اور اُس کی دو وجہیں بیان ہوئی تھیں۔ ۱؎ پہلا عیب جھگڑا بازی ۲؎ دوسرا عیب مذاق بازی ۳؎ تیسرا عیب حق سے علیحدگی ۴؎ چوتھا اپنے اعمال، کرتوت بھول جانا۔ اس کی ایک وجہ دلوں پر غلاف ہونا اور دوسری وجہ کانوں میں

ڈانٹ ہونا بیان ہوا تھا۔ اب ان آیات میں رب تعالیٰ کی چار کرم نوازیاں ذکر ہوئیں جن کی بنا پر کفار ان تینے ظلم و سرکشی کے باوجود بچتے چلے آرہے ہیں ۱۔ غفاریت ۲۔ رحیمیت ۳۔ مہلت ۴۔ وعدہ مقررہ۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں انبیاء کرام و مرسلین عظام کے مبعوث فرمانے کے دو مقصد بیان ہوئے تھے اب ان آیات میں تیسرا مقصد بیان ہو رہا ہے۔ کہ جس طرح بشارت اور نذارت بعثتِ نبوت کا مقصد ہے اسی طرح علم کی عطا بھی انبیاء کرام کے ساتھ مخصوص ہے دوسروں کو ان کے وسیلے و ذریعے سے علم ملتا ہے۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں ایک ایسی بھول کا ذکر تھا جو دنیا و آخرت میں برابر نقصان کا ہی باعث ہے اب ان آیات میں ایک اور بھول کا ذکر ہو رہا ہے جو عین حکمتِ الٰہی ہے اور نہایت مفید تھی۔

تفسیر نحوی وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۔ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۔ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ۔ وَتِلْكَ الْقُرٰى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ۔ واؤ ابتدائیہ رَبُّكَ ۔ مرکب اضافی ترجمہ ہے آپ کا رب مرفوع ہے کیونکہ مبتدا ہے۔ الف لام اسمی یعنی اَلَّذِیْ غَفُوْرٌ بروزنِ فعول اسم مبالغہ ہے غَفْرٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے بہت ہی بخشنے والا صفت غیر خصوصی ہے اللہ تعالیٰ کی موصوف ہے ذُوْ اسم مکبرہ۔ خیال رہے کہ اسم مکبرہ وہ ہوتا ہے جس کی کسی زبان میں بھی تصغیر نہ ہو سکے یہ عربی میں کل چھ مدد ہیں۔ ہر زبان میں ہو سکتے ہیں۔ یہ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے الرَّحْمَةُ اس کا مضاف الیہ الف لام استغراقی ۔ رحمۃ ۔ اسم مفرد جامد یعنی کرم احسان ۔ یہ مرکب اضافی صفت ہے۔ غفور کی یہ مرکب توصیفی خبر ہے۔ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مکمل ہوا لَوْ حرفِ شرط۔ يُؤَاخِذُ ۔ باب مُفَاعَلَةٌ کا مضارع مثبت بمعنٰی ماضی تمنائی شرطی اس کا مصدر ہے۔ مُؤَاخَذَةٌ ۔ اخذٌ سے بنا ہے بمعنٰی پکڑنا۔ لینا ۔ گرفت کرنا۔ هُوَ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل جس کا مرجع اللہ تعالیٰ (ربک) ہے هُمْ مفعول بہ جس کا مرجع ہے اَلَّذِیْنَ سابقہ۔ بِ حرف جر سببیہ مَا موصولہ۔ كَسَبُوْا باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق جمع مذکر كَسْبٌ سے مشتق ہے یعنی۔ کمانا۔ حاصل کرنا هُمْ اس میں مستتر فاعل۔ ہے یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَا کا۔ موصول صلہ مل کر مجرور متعلق ہے يُؤَاخِذُ کا وہ سب نے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی لام گئے جزائیہ عَجَّلَ باب تفعیل کا ماضی مطلق مصدر ہے تعجیل عَجَلٌ سے بنا ہے بمعنی جلدی کرنا۔ هُوَ پوشیدہ اس کا فاعل مرجع رَبُّكَ ہے لام جارہ بمعنی اعلیٰ فوقیت کا هُمْ مجرور متعلق ہے عَجَّلَ کا الْعَذَابَ اسم مفرد جامد یعنی سزا منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے عَجَّلَ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ بَلْ حرفِ عطف اس کے تین نام ہیں ۱۔ حرفِ اضراب ۲۔ حرفِ تدارک ۳۔ حرفِ اصلاح یہ ماقبل کی نفی کر کے مابعد کو ثابت کرتا ہے۔ یعنی غلط کو صحیح کرتا ہے اگر متکلم کی خود اپنی غلطی ہو تو نام ہے تدارک اگر غلطی غیر کی ہو اور متکلم بیان کرے تو نام ہے اصلاح اور اگر غلطی نہ ہو صرف نفیِ ماقبل مقصود ہو تو نام ہے اضراب ۔ یہاں اضراب ہی ہے لام جارہ نفع کا هُمْ ضمیر کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے مَوْعِدٌ ۔ اسم ظرف زمانی واحد مذکر کا یہ باب ضَرَبَ سے مشتق ہے۔ مصدر ہے وعدٌ۔ ترجمہ ہے عہد ۔ اقرار ۔ فیصلہ ۔ یہاں پہلے معنی میں ہے۔ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر

موصوف ہوا۔ لَنْ یَّجِدُوْا بابِ ضَرَبَ کا فعل مستقبل نفی تاکید بِلَنْ صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ مستتر اس کا فاعل وَجِدٌ سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے پالینا۔ حاصل کرنا۔ مِنْ جارّہ بیانیہ دُوْنِ اسم جامد بمعنٰی سوا مضاف ہے ہٖ ضمیر کا مرجع مَوْعِدٌ ہے یہ مرکب اضافی ہوکر متعلق ہے لَنْ یَّجِدُوْا کا مَوْئِلًا بابِ فتح کا اسم ظرف ہے مذکر ہے۔ وَأْلٌ مہموز العین اور مثال واوی سے مشتق ہے بعض نے کہا اَوْلٌ سے بنا ہے وَأْلٌ کا معنٰی ہے پناہ پکڑنا۔ راستہ نکالنا۔ راہ دیکھنا۔ ڈھونڈنا۔ آگے بڑھنا یہاں مراد ہے پناہ گاہ۔ بچنے کی جگہ۔ اَوْلٌ کا ترجمہ ہے پریشان ہوکر ایک طرف ہونا۔ یہ مفعول بہٖ ہے لَنْ یَّجِدُوْا کا دہ جملہ فعلیہ ہوکر صفت ہوئی مَوْعِدٌ کی یہ سب مرکب توصیفی معطوف ہے عَجَّلَ پر۔ سب عطف مل کر جزا ہوئی لَوْ یُؤَاخِذُ کی شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ مکمل ہوا واوٗ ابتدائیہ تِلْكَ اسم اشارہ قریبی۔ الف لام استغراقی قُرٰی بروزنِ رُحٰی جمع مکسر ہے قَرْیَۃٌ کی بمعنٰی بستی آبادی علاقہ مکانات دیواروں کو بھی کہا جاتا ہے اور مظروف یعنی رہنے بسنے والے لوگ بھی مراد ہوتے ہیں۔ یہاں ظرف مظروف سب ہی مراد ہیں۔ اس عبارت کی تین ترکیبیں کی گئی ہیں ۱۔ تِلْكَ مبتدا۔ قُرٰی اور اس کا مابعد یعنی اَهْلَكْنٰهُمْ تا مَوْعِدًا تک اُس کی خبر ۲۔ تِلْكَ اسم اشارہ قُرٰی مشار الیہ دونوں مل کر مبتدا اور اگلی عبارت آخر تک خبرِ مبتدا ۳۔ تِلْكَ اسم اشارہ مبتدا ہے اَلْقُرٰی اُس کی خبر ہے۔ اور اگلی عبارت تمام اُس کا حال ہے۔ لیکن پہلی ترکیب آسان ہے۔ اَهْلَكْنَا بابِ افعال کا ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم نَحْنُ ضمیر اس کا فاعل مرجع اللہ تعالٰی اُس کا مصدر ہے اِهْلَاكٌ متعدی ہوگیا ترجمہ ہے فنا۔ برباد۔ تباہ کرنا۔ هَلَكٌ مادہ لازم ہے بمعنٰی فنا۔ برباد۔ تباہ ہونا ھُمْ ظاہر ضمیر منصوب متصل ہے کیونکہ مفعول بہٖ اَهْلَكْنَا کا۔ اس کا مرجع ہے۔ سب بستی والے اور بستی بھی لَمَّا ظرفِ زمانی ظَلَمُوْا بابِ سَمِعَ کا ماضی مطلق صیغہ جمع غائب ظُلْمٌ سے مشتق ہے۔ بمعنٰی نقصان کرنا مراد ہے اللہ رسول کی نافرمانی کفر۔ شرک۔ فسق۔ ھُمْ مستتر ضمیر اس کا فاعل یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ظرف ہوا اَهْلَكْنَا کا۔ سب جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ۔ واوٗ عاطفہ جَعَلْنَا۔ فعل ماضی جمع متکلم ترجمہ ہے مقرر کردیا ہم نے۔ جَعْلٌ سے مشتق ہے بمعنٰی مقرر کرنا۔ فاعل نَحْنُ ضمیر جمع متکلم پوشیدہ مرجع اللہ تعالٰی ہے۔ لام جارہ تعدیہ یعنی مفعول بہٖ کے درجے میں کرنے والا مَهْلِكِ اسم مصدر میمی ترجمہ برباد و ہلاک کرنا مضاف ہے ھِمْ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہوکر متعلق ہے جَعَلْنَا کا مَوْعِدًا اسم ظرف زمانی صیغہ واحد مذکر ترجمہ ہے وعدے اور فیصلے کا وقت بحالتِ نصب ہے کیونکہ مفعول بہٖ ہے جَعَلْنَا کا۔ یہ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہوا۔ سب عطف مل کر صفت ہوئی قُرٰی کی یہ مرکب توصیفی خبر ہے تِلْكَ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ مکمل ہوا۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا۔ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا۔

واوٗ برجملہ اِذْ اسم ظرفیہ زمانیہ اس سے پہلے ہمیشہ کوئی فعل پوشیدہ ہوتا ہے یہاں اُذْكُرْ پوشیدہ ہے ترجمہ ہے۔ یاد کیجئے اے پیارے نبی اس وقت اور واقعہ کو جب قَالَ فعل ماضی قَوْلٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے کہنا۔ بولنا ادب سکھانے کے لیے ہوگا فرمایا موسٰی۔ لفظ موسٰی اسم ذاتی ہے کلیم اللہ کا۔ یہ اسم مقصورہ ہے اس کا تمام اعراب تقدیری ہوتا

ہے۔ یہاں تقدیری رفع ہے کیونکہ فاعل ہے قَالَ کا۔ لام جارہ مفعولیت و تعدیت کا فَتٰىہُ۔ اسم مفرد جامد۔ ترجمہ ہے۔
جوان یا ساتھی۔ معاونِ ہٗ ضمیر واحد مذکر مجرور متصل مرجع ہے حضرت موسیٰ۔ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے
قَالَ کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ لَآ اَبْرَحُ۔ باب سَمِعَ کا فعل مضارع معروف منفی ناقصہ صیغہ واحد متکلم بَرْحٌ سے
مشتق ہے بمعنیٰ باز رہنا۔ ٹل جانا۔ ہٹنا۔ رکنا۔ یہاں ہر معنیٰ درست ہے اَنَا ضمیر پوشیدہ اس کا اسم ہے۔ مرجع حضرت موسیٰ
اور اس کی خبر سیرًا یا سفرًا پوشیدہ مصدر جامد ہے ترجمہ ہے نہیں رکوں گا میں سفر یا سیر سے۔ حَتّٰى حرف علت انتہا کے لیے
اس کی مُغَیَّا یعنی اختتام ہمیشہ غایت میں داخل ہوتی ہے۔ اور حَتّٰى فقط مضارع پر داخل ہوتا ہے اس میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا
ہے۔ پوشیدہ اس لیے ہوتا ہے تاکہ صرف نصب دے معنیٰ مصدری نہ کرے۔ حَتّٰى تین معنیٰ کیلئے مستعمل ہوتا ہے ۱۔ اِلٰى اَنْ یعنی
یہاں تک کہ ۲۔ اِلَّا اَنْ۔ یعنی سوائے اس کے ۳۔ لام کَیْ یعنی تاکہ۔ یہاں پہلے معنیٰ میں ہے۔ یہ حرف جر بھی ہوتا ہے مگر وہ
فعل پر داخل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کوئی فعل بھی مجرور نہیں ہو سکتا۔ اَبْلُغَ۔ باب نصر کا مضارع مثبت واحد متکلم مفتوح ہے حَتّٰى
کی وجہ سے۔ بُلُوْغٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے پہنچنا۔ اَنَا ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے مرجع ہے حضرت موسیٰ مَجْمَعَ اسم ظرفِ مکانی
باب فتح سے ہے جَمْعٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ جمع ہونے کی جگہ۔ مضاف ہے۔ الف لام عہدِ خارجی۔ بَحْرَیْنِ۔ اسم تثنیہ واحد
ہے بَحْرٌ بمعنیٰ دریا۔ بحالتِ کسرہ مضاف الیہ ہے۔ یہ مرکّب اضافی مفعول فیہ ہے اَبْلُغَ کا۔ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف
علیہ ہے۔ اَوْ۔ عاطفہ اختیاری یا تردیدی اَمْضِیَ۔ باب ضَرَبَ کا مضارع واحد متکلم مَضْیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ گزرنا۔ فاعل ضمیر
اَنَا کا مرجع موسیٰ ہیں حُقُبًا۔ اسم مفرد جامد ترجمہ ہے دراز مدت اس کی جمع احقاب۔ منصوب ہے کیونکہ مفعول فیہ ہے اَمْضِیَ
کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف ہوا۔ اَبْلُغَ پر وہ معطوف ہوا لَآ اَبْرَحُ پر۔ سب علت مل کر مقولہ ہوا قَالَ کا
قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو کر مظروف ہوا۔ اِذْ کا۔ دونوں اسم ظرف و مظروف مل کر ظرف ہوا پوشیدہ اُذْکُرْ امر حاضر
کا۔ اَنْتَ اس کا پوشیدہ فاعل سب مل کر جملہ فعلیہ مکمل ہوا۔ فَ تعقیبیہ۔ بمعنیٰ ثُمَّ۔ ترجمہ ہے پھر لَمَّا۔ دو حرف ہیں ۱۔ لام
ابتدائیہ ۲۔ مَا ظرفیہ دونوں کا ترجمہ ہے جب کہ بحالتِ فتحہ ہے کیونکہ ظرفِ مقدم اور شرط بنانے والا ہے ظرفیتِ زمانی
کے لیے ہے بَلَغَا۔ باب نصر کا ماضی مطلق۔ اس کا فاعل ھُمَا ضمیر پوشیدہ مرجع ہے فتیٰ اور موسیٰ علیہ السّلام۔ مَجْمَعَ۔ اسم
ظرف مکانی مضاف ہے۔ بَیْنَ اسم ظرف مکانی ترجمہ ہے درمیان۔ مضاف ہے ھِمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب مجرور متصل مضاف
الیہ ہے مرجع ہے بَحْرَیْنِ سب اضافت جڑ کر مفعول فیہ ہے بَلَغَا کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی نَسِیَا باب سَمِعَ کا ماضی مطلق
تثنیہ مذکر غائب ھُمَا پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل مرجع ہے حضرت موسیٰ اور رفیقِ ساتھی عَلَیْھِمَا السَّلَامُ نَسْیٌ ناقص یائی سے مشتق ہے
ترجمہ ہے بھولنا۔ حُوْتَ۔ اسم مفرد جامد ترجمہ ہے مچھلی اس کی جمع ہے حِیْتَانٌ۔ اور اس کا تثنیہ حُوْتَیْنِ حُوْتَانِ ہے۔ مضاف
ہے۔ ھُمَا ضمیر تثنیہ مذکر ضمیر نفسی ہے ترجمہ ہے اپنی مچھلی مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی ذوالحال ہے۔ فَ تعقیبیہ بمعنیٰ
واؤ حالیہ تعقیبی حال یعنی بعد کے حالت والی ہے اس لیے واؤ حالیہ نہ آئی۔ اِتَّخَذَ باب افتعال کا ماضی مطلق اَخْذٌ سے

بنا ہے بمعنیٰ لینا۔ بنانا۔ پکڑنا۔ اختیار کرنا مہموز الفا ہے۔ دراصل تھا اِاْتَخَذَ دوسری ہمزہ کو ت بنایا اور دونوں کا ادغام کر دیا۔ اس کا مصدر ہے اِتِّخَاذٌ۔ اس میں هُوَ ضمیر واحد مذکر پوشیدہ جس کا مرجع حُوْتَ ہے۔ صحیح یہ ہے کہ حُوْت لفظاً مذکر ہے اور ت مادے کی ہے نہ کہ تانیث کی مگر بعض نحات نے کہا یہ مؤنث لفظی ہے اور مؤنث لفظی کے لیے مذکر فعل آسکتا ہے جیسے کہ طَلَعَ الشَّمْسُ۔ سَبِیْلٌ اسم صفت مشبہ بروزنِ کثیر قلیل ترجمہ ہے بہت کھلا راستہ دور سے نظر آنے والا۔ ہٗ۔ ضمیر واحد مذکر مرجع ہے حُوْتَ مجرور متصل ہے کیونکہ مضاف الیہ ہے ضمیر نفسی ہے ترجمہ ہے اپنا۔ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے فِیْ جارّہ ظرفیہ مکانیہ۔ الف لام عہدِ خارجی بَحْر بحرین کا واحد ہے۔ ترجمہ ہے دریا۔ یہ جار مجرور متعلق ہے اِتَّخَذَ کا۔ سَرَبًا۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ لمبا سوراخ اس کی جمع ہے اَسْرَابْ۔ ریت کی لمبی اور چوڑی لکیر کو بھی سراب کہا جاتا ہے بحالتِ نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے اِتَّخَذَ کا۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر حال ہے ذوالحال حُوْتَ کا دونوں مل کر مفعول بہ ہے نَسِیَا کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہوئی بَلَغَا کی شرط وجزا مل کر جملہ شرطیہ مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۔ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۔ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ۔

وَتِلْكَ الْقُرٰۤى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا۔ اور اے پیارے محبوب نبی المرسلین ہم سب کچھ جانتے ہیں کہ یہ سب سے بڑے ظالم لوگ اور ہر قسم کا ظلم کرنے والے ہر ایک کو ستانے والے دکھ دینے والے کافر لوگ باوجود ہر قسم کا فتنہ فساد سرکشی عیاشی کرنے کے پھر بھی دندناتے پھر رہے ہیں ان شریروں ستم گروں کا نتیجۂ بد کرداری کیوں اچانک ظاہر نہیں ہو جاتا آخر کیوں ان کے لیے دولتیں امیریاں سرداریاں ہیں ان کو ستم کرنے کی سہولتیں کیوں مل رہی ہیں۔ اور اہل ایمان مخلص بندوں کو مصائب وتکالیف غربت وعاجزی کمزوری کیوں ہے؟ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس حیاتِ دنیوی کے لمحات میں ہر شخص کو کچھ مہلت اور کچھ مدت دی گئی ہے وہ بھی فقط اس لیے کہ آپ کا رب تعالیٰ ہر شخص پر بہت ہی غفاریت اور بخششیں فرمانے والا ہے اور رحمٰن ورحیم ہے رحمتوں عطاؤں والا ہے۔ لیکن یہ اپنا اپنا مقدر ہے کہ کسی کو غفاریت ورحم کا حصہ اسی دنیا میں دیکر معاملہ ختم کر دیا جاتا ہے اور وہ اس ہی دنیا میں پوری آزادی سے عیش وعشرت کر کے خالی ہاتھ چلا جاتا ہے۔ اور کسی نصیب ور کو اس دنیا میں وادیٔ فنا کی وادیوں جنگلوں میں آزاد پھرنے نہیں دیا جاتا اس دنیا میں مہلت اور ڈھیل رحیمیت وغفاری پردہ پوشی درگزری کا ہی قانون وظہور ہے اگر ان بدبختوں ظالموں کے کردار واعمال کو ہی دیکھا جاتا اور ربِ ذوالجلال اپنے قہر وجلال کا اظہار فرماتے ہوئے ان کو اپنی پکڑ میں لیتا اور ان کے دن رات صبح شام آتے جاتے چلتے پھرتے کمائے ہوئے کسب اور بد اعمالیوں کی بنا پر اسی دنیا میں ان کا فیصلہ مقصود ہوتا تو البتہ ان کے لیے عذاب وعتاب کو بہت ہی جلدی بغیر مہلت دئے ہوئے فوراً نازل کر دیتا۔ بلکہ ایسا نہیں ہے۔ رحمت کا تقاضہ یہ نہیں ہے۔ منشاءِ قدرت ایک خاص وقت تک سب کو معافی ورجوع الی اللہ کی مہلت دینا ہے

اس مہلت و درگزر کے بعد ایک وعدے کا دن اور وقت مقرر کر دیا گیا ہے۔ اس وعدے نے تمام کائنات انسانیت کے لیے اچھے برے نیک و بد مومن و کافر مغرور و مسرور۔ مخلص و مجرم۔ عابد و غافل سب کے لیے آخر کار یقیناً آنا ہے۔ اور جب وہ آ گیا تو پھر یہ تمام ظلم کرنے والے اس وعدے کے علاوہ بچنے نجات پانے کا کوئی بھی راستہ نہیں پائیں گے وہ وعدے کا دن تو کسی کے لیے ٹل نہیں سکتا۔ البتہ عذاب سے بچنے کا ایک ملجاؤ ماویٰ ہے اور وہ صرف اللہ کریم مولاء علیم کی بارگاہ ہے اس بارگاہ کے علاوہ یہ لوگ کوئی بھی نجات کا دروازہ نہیں پائیں گے۔ اگرچہ موجودہ دنیا کی حالت ایسی ہی ہے کہ بدکاروں بدمعاشوں سرکشوں کے لیے خوشی و راحت عیش و آرام دولت و ثروت نظر آتی ہے۔ مخلصوں عابدوں زاہدوں کے لیے ہر ظاہری محرومی معلوم ہوتی ہے۔ مگر یہ اصل حقیقت اور دائمی ابدی چیز نہیں ان حالات کو دیکھ کر کسی خوش فہمی یا مایوسی کا اپنے ذہن اور اپنے طور پر کوئی فیصلہ نہ کر لو۔ لمحاتِ دنیوی کے فیصلے تمہاری عقل و فکر نہیں کر سکتی کیونکہ یہاں ظاہر کچھ ہے باطن کچھ اور ہی ہے۔ کیا ان آج کے موجودہ ظالموں کافروں منکروں نافرمانوں گمراہوں نے اپنی سیاحت اپنے سفر اپنی تاریخ گذشتہ میں نہیں پڑھا سنا کہ ہم نے ان چار پانچ بہت بڑی بڑی قبیلوں برادریوں جتھوں طاقتوں قوتوں دونتوں والی قوموں (۱) قومِ نوح (۲) قومِ ایک (۳) قومِ عاد (۴) قومِ ثمود (۵) قومِ لوط) اور بستیوں کو برباد اور ہلاک و فنا کر کے رکھ دیا۔ لیکن ایک دم نہیں بغیر مہلت اور مدت و ڈھیل و درگزر کے نہیں سمجھانے بتانے توبہ اور رجوع کی طرف بلانے رغبت و محبت دینے کے بغیر نہیں۔ لَمَّا ظَلَمُوا۔ اس وقت جب کہ انہوں نے حقوق اللہ حقوق العبد۔ حقوقِ نفس۔ حقوقِ معاشرہ۔ میں ہر طرح کا ظلم حق تلفی۔ انبیاء کرام کو ستانا مخلص اہلِ ایمان کو رلانا جی بھر کے کر لیا اور بس سمجھ لو کہ ہم نے ان کفارِ مکہ کے لیے بھی ان کی فنا۔ ہلاکت اور بربادی۔ اور تباہی کے لیے اور ذلت آمیز رسوائی کے لیے ایک وعدے کا وقت ازلِ قدیم سے بنایا مقرر و معین کیا ہوا ہے۔ وہ دنیا میں تو جنگ بدر کا دن ہے اور عالم برزخ میں قبر کی مدت اور آخرت میں قیامت کی گھڑی ہے۔ حالانکہ بظاہر وہ پچھلی ہلاک شدہ قومیں بھی ان سردارانِ کفر کی طرح دولت و ناز و نعم۔ اور غرور و جاہت میں مست و عیاش تھیں بلکہ ان سے بھی زیادہ مگر دنیا والے ظاہر بین نہیں جانتے کہ ان ظواہر کے اندر باطن اور پوشیدہ کیا ہے ان سنہرے سمندروں میں کتنے موتی اور کتنے گمر پھر ہیں۔ کس کے لیے موتی ہیں کس کے لیے گمر پھر دیا گیا ہے اور دنیا کا عیش کیا چیز ہے۔ کیا یہاں کی امیری و دولت کامیابی ہے اور کیا یہاں کی مجبوری و غربت محرومی ہے اس کا فیصلہ ظاہر کو دیکھنے والا نہیں کر سکتا۔ اس کا فیصلہ تو تب ہی ہوگا جب موت کے بعد باطن کے راز آشکارا ہونگے ظاہر والوں کی طرف سے باطن والوں پر اس وقت تک ہی اعتراض سوال اور طعن و ملعونی ہے جب تک کہ کوئی باطن کے راز جاننے اور بتانے والا نہیں ملتا اسے جاہیے اسرارِ باطن اور غیوبِ کلی کو جاننے والے ازلی ابدی محبوب نبی۔ ذرا ان عقل کے اندھوں فکر کے نابیناؤں کو ظاہر و باطن کا معاملہ سمجھانے کے لیے موسیٰ و خضر کا یہ واقعہ بھی سنا دو جبکہ خود یہودو نصاریٰ کے ہی کہنے اکسانے پہ ان کفارِ مکہ

نے امتحاناً آپ سے چند واقعے سننے کا مطالبہ کیا تھا۔ اور ذرا دنیا بھر کے تا قیامت اُن یہودیوں کو بھی یہ واقعہ سنا دو جو کہتے پھرتے ہیں کہ ہمارے موسیٰ تمام انبیاء سے بڑے اور ہر طرح کے علم وفضیلت والے تھے اور اے سید المرسلین تم سے بھی زیادہ حضرت موسیٰ کو افضل کہتے ہیں کہ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا۔ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِهِمَا نَسِیَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا۔

اے میرے راز واسرار اور واقعات غیبیہ کی میری اجازت سے لوگوں کو سچی سچی خبریں سنانے اور بتانے والے ابدی نبی۔ یہ کلیم وخضر کا واقعہ کچھ قرآن مجید کی ان آیت کے ذریعے اور کچھ تفصیل اپنے عطائی علم غیب کی احادیث کے ذریعے ان کو یاد کرا دیجئے کہ عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ مُوْسٰی قَامَ خَطِیْبًا فِیْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ فَسُئِلَ اَیُّ النَّاسِ اَعْلَمُ فَقَالَ اَنَا۔ فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ اِذْ لَمْ یَرُدَّ الْعِلْمَ اِلَیْهِ فَاَوْحَی اللّٰهُ اِلَیْهِ اِنَّ لِیْ عَبْدًا بِمَجْمَعِ الْبَحْرَیْنِ هُوَ اَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ مُوْسٰی یَا رَبِّ فَكَیْفَ لِیْ بِهٖ قَالَ تَاْخُذُ مَعَكَ حُوْتًا فَتَجْعَلُهٗ فِیْ مِكْتَلٍ فَحَیْثُ مَا فَقَدْتَ الْحُوْتَ فَهُوَ ثَمَّ فَاَخَذَ حُوْتًا فَجَعَلَهٗ فِیْ مِكْتَلٍ ثُمَّ انْطَلَقَ وَانْطَلَقَ مَعَهٗ فَتَاهُ یُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ ...... (الخ)

از بخاری شریف جلد دوم تفسیر سورۃ کہف صفحہ ۶۸۸ و مسلم شریف جلد دوم باب فضائل خضر علیہ السلام صفحہ ۲۶۹۔ ترجمہ اُبی ابن کعب سے روایت ہے کہ انہوں نے خود آقائے کائنات صلی اللہ علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ ایک دفعہ ارشاد فرماتے تھے کہ بے شک موسیٰ علیہ السلام ایک مرتبہ بہت ہی شاندار ولگواز فصیح وبلیغ خطبہ کھڑے ہو کر ارشاد فرما رہے تھے تب آپ سے پوچھا گیا کہ دنیا میں کون شخص اس وقت سب سے بڑا عالم ہے آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں تو رب تعالیٰ نے عتاب اور منع فرمایا اس انا کہنے پر کہ کیوں نہیں تم نے جواب دیتے وقت اس بات کے جاننے کو اللہ کی طرف لوٹایا یعنی یہ کیوں نہیں کہا کہ اللہ اعلم اللہ بہتر جانتا ہے کہ دنیا میں اس وقت سب سے بڑا عالم کونسا انسان ہے۔ ایک دم انا۔ کیوں کہہ دیا۔ اور پھر وحی فرمائی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف کہ بے شک میرا ایک بندہ مجمع البحرین کے پاس رہتا ہے جو تم سے زیادہ عالم ہے۔ عرض کیا موسیٰ علیہ السلام نے کہ میرے رب کیسے ہو سکتی ہے میری ملاقات اس سے فرمایا اگر تم جانا چاہتے تو ایک ثابت مچھلی بھون کر تل کر اپنے ناشتے کے لائق بنا کر بطور زاد راہ اپنے ساتھ رکھ لو اپنے ناشتہ دان میں۔ پس جہاں کہیں مچھلی تم سے گم ہو جائے تو سمجھ لو کہ وہیں اِلکارِ ہاشمی مقام ہے تو حضرت موسیٰ نے ایک مچھلی کا ناشتہ تیار کر کے اس کو اپنے مکتل یعنی ناشتے دان میں رکھا اور سفر پر چل پڑے اور آپ کے ساتھ آپ کے ایک ساتھی یوشع بن نون علیہ السلام بھی تھے اور پھر اے نبی اُس وقت کو بھی یاد کیجئے جب موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا اپنے اسی ہم سفر ساتھی خادم اور شاگرد سے۔ راستے میں یا چلنے سے پہلے۔ لیکن ان کو مچھلی کے گم ہو جانے اور وہیں پر منزل مقصود ہونے کا ذکر

نہ بتایا تھا۔ اپنا سامان اور یہ کھانے کا ناشتہ دان (مکتل جس میں تقریباً پندرہ صاع آج کل کے سات سیر چیز آ جاتی تھی) یہ حضرت یوشع کے سپرد کر دیا۔ اور فرمایا کہ یہ سفر بہت دراز بھی ہو سکتا ہے تم گھبرانا پریشان نہ ہونا میں جس چیز اور جس شخصیت کی تلاش میں نکلا ہوں وہ میرے نزدیک اتنی ضروری اور متبرک و قابل قدر ہے کہ اس کے لیے مجھ سے بڑا اور مشکل سے مشکل سفر بھی کیا جا سکتا ہے اسی لیے میں یہ ارادہ لے کر نکلا ہوں کہ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ۔ میں اس کی تلاش میں چلتا ہی سفر کرتا ہی رہوں گا۔ کسی تھکاوٹ کسی رکاوٹ سے نہ رکوں گا نہ بغیر مقصد اور مراد حاصل کئے بغیر مڑوں گا یہاں تک کہ مجمع بحرین یعنی دو دریاؤں یا دو سمندروں کے ملنے کی جگہ پہنچ جاؤں یا پھر اس مجمع بحرین کی جگہ تلاش کرتے کرتے برسوں چلتا رہوں۔ ایک سال دو سال چند سال ستر سال یا اسی سال یا پھر لمبے زمانے تک حُقُبًا کے بارے میں یہی چھ قول مفسرین کے منقول ہیں۔ اور مراد یہی ہے کہ اس چیز کی تلاش میں چلتا ہی رہوں گا اور مصر میں یا مقام تیہ میں واپس اس وقت تک لوٹنا نہ ہوگا جب تک وہ شخصیت اور اپنا مدعا اور چاہت حاصل نہ ہو جائے یہ سفر مصر سے شروع ہوا اور مقام تیہ سے نکل کر دوبارہ مصر میں بنی اسرائیل کے آباد ہونے کے بعد کا واقعہ ہے۔ ایک قول ہے کہ مقام تیہ سے ہی یہ سفر شروع ہوا۔ پھر جب دونوں بزرگ تین دن یا چار دن تک سفر کرتے اور ٹھہرتے ٹھہراتے سستاتے آرام کرتے ان دونوں دریاؤں دریائے روم اور دریائے فارس کے ملنے کی جگہ پہنچے اور دور کنارے بیابان جنگل کی سڑک و رہگزر پر ایک صخرہ یعنی پتھر کی چھوٹی سی چٹان پر بہتے پانی کے قریب آرام کرنے کے لیے ٹھہر گئے یہاں دو دریاؤں کی وجہ سے پانی کا پاٹ بہت چوڑا تھا دریائے فارس مغربی جانب سے آ رہا ہے اور اس کا پانی سفید ہے۔ دریائے روم مشرقی جانب سے بہتی آتی ہے اور اس کا پانی سرخی مائل ہے۔ یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سو کر کچھ دیر آرام فرمایا حضرت یوشع بیٹھے جاگتے رہے یا کچھ چہل قدمی اور پانی سے وضو وغیرہ فرمایا۔ ابھی وہ اسی کام میں مشغول تھے۔ کہ دیکھا آپ کی وہ تلی ہوئی مچھلی جو آپ کے تھیلے سفری زنبیل میں پڑی تھی اور اس میں سے کچھ کھائی بھی گئی تھی وہ تڑپی پھڑکی اور زندہ ہو کر مچھلیوں کی طرح اچھلتی کودتی پانی میں غوطہ لگا گئی۔ حضرت موسیٰ کو اس بات کا پتہ تھا کہ ایسا کسی جگہ ہوگا مگر آپ کے ساتھی کو اس طرح ہونے کا بالکل پتہ نہ تھا آپ تھوڑا بہت حیران ضرور ہوئے مگر اس وقت جگا کر حضرت موسیٰ کو بتانے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ نہ ہی ناشتے کے بھاگ جانے کی اور ختم ہو جانے کی کچھ پرواہ یا پریشانی ہوئی۔ خیال کیا کہ جب موسیٰ علیہ السلام خود ہی بیدار ہوں گے تو بتا دوں گا کہ ایسا ہو گیا ہے۔ لیکن جب کافی دیر بعد حضرت موسیٰ بیدار ہوئے تو نَسِيَا حُوْتَهُمَا دونوں بزرگ ہی مچھلی کو بھول گئے۔ نہ حضرت موسیٰ نے مچھلی کے متعلق پوچھا نہ گزشتہ منزلوں پر ٹھہرنے اور کھانا مانگنے کی طرح کھانا اور ناشتہ لانے کے لیے فرمایا۔ نہ ہی آپ کے ساتھی حضرت یوشع نے خود ہی بتایا۔ ذہن سے ہی یہ بات اتر گئی ایک قول ہے کہ مجمع بحرین کے پاس پہنچتے وقت بھی یہ حضرات پاک مچھلی کا خیال بھولے ہوئے تھے کیونکہ نہ تو اس وقت ان کو بھوک ہی لگ رہی تھی اور نہ ہی یہ اندیشہ گزرا کہ شاید یہ ہی جگہ مجمع

بحرین ہے۔ بس وہ مسلسل سفر کی دھن میں تھے اور زنبیل کا منہ کھلا تھا فَلَمَّا بَلَغَ میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس وقت وہاں پہنچے اس وقت ہی مچھلی بھولے ہوئے تھے اسی بھول و بے پرواہی سے فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا پس بنا لیا اس آدھا گز لمبی اور ایک بالشت چوڑی پکی بھنی کچھ کھائی ہوئی مچھلی نے قدرتِ الٰہی سے زندہ ہو کر اس جگہ قریب میں موجود دریا کے پانی میں سرنگ اور سوراخ و غار نما راستہ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ سوراخ ختم نہیں ہوا بلکہ اس طرح پانی یا تو برف کی شکل میں فوراً جمتا چلا گیا اور یا ویسے ہی ہٹا ہوا رہا۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ یہ سب وہ اقوال ہیں جن پر مفسرین کی اکثریت اور تقریباً بہت سوں کا اتفاق ہے لیکن مندرجہ ذیل سطور میں کچھ اختلافی و انفرادی اقوال بھی درج کئے جاتے ہیں۔

مَوْعِدًا میں تین قول ہیں: ۱۔ یہ مصدر ہے بمعنی وعدہ ۲۔ یہ ظرفِ مکان ہے بمعنی وعدہ کی جگہ ۳۔ یہ ظرفِ زمان ہے بمعنی وعدے کا وقت اور یہی قول درست ہے۔ مَوْئِلًا۔ میں دو قول ہیں ۱۔ ٹھکانہ ۲۔ نجات کی جگہ۔ اور دونوں مناسب ہیں۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى میں۔ تین قول ہیں ۱۔ موسیٰ سے مراد موسیٰ کلیم اللہ صاحبِ توراۃ بنی اسرائیل کے مرسل نبی ہیں اور یہی قول بالکل درست احادیث کے مطابق ہے۔ ۲۔ یہ موسیٰ کلیم اللہ نہیں بلکہ یوسف علیہ السّلام کے پوتے موسیٰ بن میشا بن یوسف ہیں۔ اور یہ انبیا میں پہلے موسیٰ نامی نبی گزرے ہیں۔ ۳۔ یہ موسیٰ نبی نہیں بلکہ موسیٰ بن افرائیم بن یوسف علیہ السّلام ولی اللہ تھے اور دنیا میں یہ دوسرے موسیٰ نامی شخص تھے فَتٰىهُ میں چھ قول ہیں۔ ۱۔ یہ موسیٰ علیہ السّلام کے غلام تھے اور غلام کو عربی میں فتا اور لونڈی کو فتات کہا جاتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں استحبابی حکم آیا ہے کہ لونڈی غلام کو عبدی و امتی نہ کہا کرو۔ بلکہ فتائی اور فتاتی کہا کرو ۲۔ یہ آپ کے نوجوان خادم تھے۔ اور نوجوان بہادر کو عربی میں فتیٰ کہا جاتا ہے جیسے کہ لَا فَتٰى اِلَّا عَلِيٌّ لَا سَيْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارُ۔ ۳۔ یہ موسیٰ علیہ السّلام کے شاگرد تھے۔ ۴۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کے بھانجے یعنی بہن کے بیٹے تھے۔ ۵۔ یہ حضرت یوشع نبی علیہ السّلام کے بھائی تھے۔ مگر ان کا اپنا نام مذکور نہ ہوا ۶۔ یہ خود یوشع بن نون بن افرائیم بن یوسف نبی اللہ تھے۔ اور یوسف علیہ السّلام تک اصولِ شجرۂ نسب میں اور بھی نام آتے ہیں مگر مذکور نہیں۔ تقریباً حضرت یوسفؑ تک چار واسطے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بعد یہ بنی اسرائیل کے نبی بنائے گئے اور اٹھائیس برس بنی اسرائیل میں شانِ نبوت سے حیات رہے۔ اس سفر کے وقت آپ کی عمر تقریباً بیاسی سال تھی مگر صحت جوانوں جیسی تھی۔ موسیٰ علیہ السّلام سے گیارہ سال چھوٹے تھے۔ ملک شام میں سب سے پہلے آپ نے ہی نبوی حکومت قائم فرمائی شام کی جنگوں کے دوران ان کی دعا سے تقریباً تین دن سورج عصر کے مقام اور وقت پر ٹھیرا رہا یہاں تک کہ تمام ملک شام فتح ہو گیا یہ لشکر موسوی کے سپہ سالار بھی رہے جب بنی اسرائیل نے جہاد سے انکار کیا تو آپ نے ہی سب سے پہلے حضرت موسیٰؑ کی دعوتِ جہاد پہ لبیک کہا اور تمام بنی اسرائیل کو آمادۂ جہاد کیا ان پر ہی "تابوتِ سکینہ" نازل ہوا تھا۔ جس میں عصاءِ موسوی حضرت ہارون کا کرتہ

حضرت یوسف کی قمیض من و سلویٰ کا مرتبان تھا ان کا ذکر بائبل کی کتاب گنتی باب ۱۳ آیت ۱۹ ۱۶ اور استثنا باب ۳۲ آیت ۹ میں بھی آیا ہے آپ کی عمر شریف ایک سو دس سال اور حضرت موسیٰ کی عمر شریف ایک سو اکیس سال ہوئی آپ کا مزار شریف ملک شام کے شہر حارس میں ہے۔ قرآن مجید میں حضرت یوشع کا ذکر صرف اسی جگہ آیا ہے وہ بھی فقط لفظ فتیٰ سے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر تقریباً ایک سو اٹیس دفعہ آیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا شجرۂ نسب اس طرح ہے ۱ موسیٰ علیہ السلام بن عمران بن قہات بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام بن اسحاق علیہ السلام بن ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام اس شجرۂ نسب سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یوشع یقیناً حضرت موسیٰ کے بھانجے تھے۔ غلام والا قول غلط ہے۔ کیونکہ حضرت یعقوب پر دونوں کا نسب مل جاتا ہے۔ مجمع البحرین میں سات قول ہیں ۱ یہ دو دریا بحر روم اور بحر فارس ہیں۔ یہ اکثریت کا قول ہے ۲ بحر قلزم اور بحر ازرق ہے۔ ۳ بحرین سے مراد علم کے دو دریا ہیں یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام ۴ بحر الکُر اور بحر الرّس ہے ۵ یہ جگہ افریقہ کے جنوبی ساحل پر ہے ۶ یہ جگہ طنجہ کے علاقہ میں ہے یہ مقام آرمینیہ کے ساحل پر ہے ۷ بحر قلزم کی ہی دو شاخیں ہیں۔ اور جہاں جا کر یہ ملتی ہیں یہ وہ جگہ ہے حقبا میں چھ قول ہیں ۱ اس سے مراد بہت دراز غیر معین مدت ۲ ایک سال ۳ دو سال ۴ چند سال ۵ ستر سال ۶ اسی سال اس کی قرأت میں تین قول ہیں ۱ حُقُبًا ۲ حُقْبًا ۳ حِقَبًا۔ فَاتَّخَذَ میں تین قول ہیں۔ ۱ جس جگہ حضرت موسیٰ ٹھیرے وہاں آب حیات کا چشمہ ہے اس کی خاصیت یہ ہے کہ اگر اس کو زندہ پی لے تو قیامت تک زندہ رہتا ہے اور اگر کسی مردے کے جسم سے تھوڑا سا وہ پانی لگ جائے تو وہ مردہ زندہ ہو جاتا ہے۔ ۲ اگر وہاں کی ہوا لگ جائے تب وہ زندہ ہو جاتا ہے ۳ اگر وہاں کی موسمی ٹھنڈک لگ جائے تب زندہ ہو جاتا ہے جب حضرت موسیٰ وہاں سو گئے تو حضرت یوشع نے وضو کیا اور اس کا چھینٹا مچھلی کو لگ گیا تھا۔ اس لیے زندہ ہو گئی تھی ۲ پانی نہیں لگا تھا نہ وضو کرنا ثابت نہ حدیث میں اس کا ذکر کیونکہ وضو کرنا تو اتفاقی امر ہے لیکن اس پختہ مچھلی کے زندہ ہونے کی خبر تو پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو دیدی تھی لہٰذا پانی لگنے والی بات غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ جب وہاں کی ہوا اور ٹھنڈک مچھلی کو پہنچی تب وہ زندہ ہو کر پانی میں گئی وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔ (تفسیر کبیر معانی خازن۔ مدارک مظہری۔ ظلال القرآن صفوۃ التفاسیر۔ تفسیر فتح القدیر۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا از محمود قاسم)۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ تکبر اور اپنی بڑائی سمجھنے سے عجز انکساری اور طلب علم کے لیے اپنے سے چھوٹے کے پاس بھی چلے جانے میں شرم نہ کرنا ہزار درجے بہتر ہے یہ فائدہ لَآ اَبْرَحُ (الخ)، سے حاصل ہوا کہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام اتنے بڑے نبی کثیر علم بہتر چال اونچے منصب شرافت و فضیلت تامہ کے باوجود خود پیدل چل کر ایک نبی علیہ السلام کے پاس علم سیکھنے بلا جھجک چلے جاتے ہیں یہ سبق ہے ان اُمرا کے لیے جو اپنی دولت کے تکبر میں غریب اور نیک مفلس مسلمانوں کو نفرت و حقارت

سے دیکھتے ہیں اور علم وعمل سیکھنے کے لیے ان کے پاس آنے میں اپنی کسرِ شان سمجھتے ہیں۔ یہ واقعہ کفار مکہ کو بھی ان ہی وجہوں سے سنایا جا رہا ہے کہ وہ بھی غریب صحابہ سے نفرت اپنی فانی دولت کی بنا پر کرتے تھے اور علم وایمان کی دولت سے دور رہتے تھے۔ **دوسرا فائدہ**۔ تفسیر کبیر نے فرمایا کہ یہودیوں نے کفار مکہ سے کہا کہ تم محمد صاحب سے اصحاب کہف اور ذوالقرنین کا واقعہ پوچھو اگر وہ سچے نبی ہیں تو ضرور بتا دیں گے کیونکہ نبی سب کچھ جانتا ہے جیسا کہ ہمارے موسیٰ علیہ السلام سب کچھ جانتے ہیں۔ تو ان کی اس بات کو غلط کرنے کے لیے یہ واقعہ سنایا گیا کہ یہ ضروری نہیں کہ تمام انبیاء کرام تمام علوم جانتے ہوں نہ ہر بات کے جاننے پر نبوت کی صداقت موقوف ہے یہ ہو سکتا ہے کہ بعض علوم ایک نبی کو نہ بتائے گئے ہوں۔ اور وہ دوسرے نبی کے پاس ہوں۔ ہمارے محبوب نے اگرچہ تمہارے سب مطالبے والے قصے سنا دیے مگر تمہارا یہ کہنا کہ موسیٰ علیہ السلام تمام علوم جانتے ہیں یہ غلط ہے اس لیے کہ ان کے ساتھ ایسا واقعہ گزر چکا ہے یہ سن لو تو گویا اس واقعے کو سنانا یہودیوں کو جھٹلانا ہے۔ مگر یہ بات کمزور ہے کیونکہ یہ واقعہ یہودیوں کی کتب میں منقول یا مکتوب نہیں نہ ہی وہ اس کو مانتے ہیں۔ **تیسرا فائدہ**۔ انبیاء کرام کے تمام علوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ مگر حصولِ علم کا شوق بہت عظمت اور شرافت وفضیلت والی چیز ہے یہ فائدہ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ (الخ)، فرمانے سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ**۔ حصول علم کے لیے عشق اور لگن ومحبت کی ضرورت ہے اور جب یہ چیزیں ہوں تو محنت خود بخود ہو جاتی ہے۔ یہ فائدہ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا۔ سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ**۔ امام نووی شارح مسلم نے جلد دوم کے صہ ۲۷۰ پر حضرت خضر وحضرت موسیٰ کے اس واقعے سے مندرجہ ذیل مسائل مستنبط فرمائے ہیں (۱) سفر میں زادِ راہ کھانا پینا اور سامان سفر ساتھ رکھنا جائز ہے توکل علی اللہ کے خلاف نہیں۔ یہ مسئلہ نَسِيَا حُوْتَهُمَا کے پورے پس منظر سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ**۔ عالم اور شیخ مرشد کا احترام کرنا اور اس کی بات پر اعتراض نہ کرنا واجب ہے یہ مسئلہ بھی اس واقعے کی اگلی عبارت اور احادیث مسلم آت کے فرمودات تفصیلیہ سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ**۔ ضرورت کے وقت کھانا مانگنا جائز ہے اور اچھی اچھی چیزیں کھانا پینا جائز ہیں۔ یہ مسئلہ حضرت یوشع سے دوران سفر مچھلی مانگنے اور ناشتے کے لیے مچھلی رکھنے سے مستنبط ہوا۔ **چوتھا مسئلہ**۔ نبی علیہ السلام کو جائز ہے کہ کسی نبی کو فتیٰ یا خادم کے لفظ سے خطاب کریں یا اس سے خدمت لیں کسی دوسرے شخص کو جائز نہیں کہ کسی طرح کا بھی کوئی ہلکا لفظ انبیاء کے لیے استعمال کرے ورنہ کفر کا اندیشہ ہے یہ مسئلہ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ (الخ) سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔ **پہلا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا نَسِيَا حُوْتَهُمَا یعنی وہ دونوں اپنی مچھلی بھول گئے حالانکہ بھولے تو صرف ان کے ساتھی حضرت یوشع تھے۔ تو یہ صیغہ تثنیہ کیوں آیا یہاں تو جنسی کثرت بھی مراد نہیں لے جا سکتی کیونکہ جنسیت کے لیے یا فقط واحد کا صیغہ ہوتا ہے یا جمع

کا نَسِیْنَہٗ بہر حال درست نہیں۔ جواب۔ نَسِیَاؑ شنیہ فرمانا بالکل درست ہے واقعی مچھلی کو دونوں حضرات بھول گئے تھے۔ وہ
اس طرح کہ حضرت موسیٰ تو کھانا اور مچھلی مانگنا بھول گئے جیسا کہ پہلے ہر منزل پر مانگتے تھے اور حضرت یوشع مچھلی کا
آنکھوں دیکھا حال بتانا بھول گئے۔ مگر زیادہ اصل بھول حضرت یوشع کی ہی تھی۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ فَلَمَّا
بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا۔ یعنی یہ دونوں جب مجمع بحرین پر پہنچے تو اس وقت اپنی مچھلی بھول گئے۔ حالانکہ بھول
تو فَلَمَّا جَاوَزَا کے بعد ہے۔ جواب۔ اس کا دو طرح جواب دیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ واقعی بھولے تو اسی وقت جب موسیٰ علیہ
السلام جاگے اور آگے چل پڑے بلکہ دو دن تک آگے سفر کرتے رہے اور کسی نے مچھلی کا ذکر نہ کیا نہ حضرت یوشع کو
واقعہ مشاھدہ بتانا یاد آیا۔ مگر چونکہ یہ سب کچھ بھول وغیرہ پہنچنے کے بعد ہی ہوا۔ لہٰذا فَلَمَّا بَلَغَ کہنا بالکل درست ہوا۔ یعنی
بھول کا تعلق پہنچنے کے بعد سے ہے نہ کہ پہلے سے۔ نیز یہ اعتراض تب پڑتا تھا جب فرمایا جاتا کہ پہنچتے ہی بھول گئے
دوم یہ کہ نَسِیَا کا معنی یہ نہیں ہے۔ کہ بھول گئے بلکہ یہ معنیٰ ہے کہ بھولے ہوئے تھے۔ اور بھولے رہے۔ مگر پہلا جواب
درست ہے۔ تیسرا اعتراض۔ اتنی عجیب بات حضرت یوشع کیوں بھول گئے۔ ایسی اچانک حیران کن بات اور واقعہ مشاہدہ
تو بھولا نہیں جا سکتا۔ اور پھر دو دن متواتر بھولنا تو اور بھی اچنبھا ہے۔ جواب۔ تلی اور کچھ تھوڑی سی کھائی ہوئی مچھلی
کا اس طرح زندہ ہو کر دریا میں کود جانا میرے اور آپ کے لیے تو واقعی عجیب تر واقعہ ہے جس سے آنکھیں پھٹی رہ جائیں
اور ہو سکتا ہے ساری عمر ہی نہ بھولے مگر حضرت یوشع نبی اور انبیاء کرام کے لیے ایسے واقعات زیادہ تعجب خیز نہیں
ہوتے وہ تو دن رات اس سے بھی بڑی بڑی مولیٰ تعالیٰ کی قدرتیں دیکھتے رہتے ہیں۔ اور خود ان کے اپنے معجزات
بھی تو کم عجیب نہیں ہوتے اس لیے یہ باتیں ان کے لیے روزمرہ کے عام شاھدے ہیں لہٰذا بھول جانا کوئی اچنبھا حیرت
ناک نہیں۔ اعتراض چہارم۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ کہ بخشش اور مغفرت کو مبالغہ کے صیغے غفور سے ذکر فرمایا اور
ذُوالرَّحْمَۃِ بغیر مبالغے کے ارشاد فرمایا۔ جواب۔ اس کے دو طرح جواب دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ ذوالرحمۃ بھی مبالغے
اور کثرت و زیادتی کا ہی مرکب ہے لفظ ذُو نے کثرت پیدا کر دی۔ دوم یہ کہ غَفُوْر اس لیے مبالغے سے فرمایا کہ تکلیف
مصیبت وغیرہ کو دور کرنا غفاریت ہے اور عیش و آرام پہنچا نا ضروریات مہیا کر دینا رحمت ہے۔ اور عیش و آرام
کے بغیر گزارہ ہو سکتا ہے مگر تکلیف دور کئے بغیر گزارہ نہیں ہو سکتا اور غفاریت کی زیادہ اور پہلے ضرورت ہے
ہے لہٰذا اس کا مبالغہ ہے۔ پانچواں اعتراض۔ اذقال موسیٰ میں ایک قول ہے کہ یہ موسیٰ بن عمران بن لاوی بن یعقوب
صاحب تورات کلیم اللہ تھے۔ اور ایک قول کعب احبار کی طرف منسوب شدہ یہ بھی ہے کہ یہ موسیٰ کلیم اللہ نہ تھے
بلکہ ایک ان سے پہلے موسیٰ گزرے ہیں جن کا نام موسیٰ بن میشا بن افرائیم بن یوسف تھا۔ ان دونوں باتوں میں سے کون
سی بات درست ہے۔ جواب۔ کعبؓ احبار کی بات غلط ہے۔ کعبؓ احبار دراصل پہلے یہودی راہب اور عالم تھے
انہی کی کتابیں پڑھی پڑھائی تھیں۔ یہودی لوگ اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ ہمارے موسیٰ خضر کے پاس نہیں گئے

یہ کوئی دوسرے موسیٰ تھے اس لیے کعبؓ احبار نے یہ کہہ دیا مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ بات تین وجہ سے غلط ہے ایک اس لیے کہ بجز موسیٰ کلیم اللہ کے آپ سے پہلے کوئی نبی بھی موسیٰ نامی نہیں ہوئے نہ وَلِیُ اللہ گزرے۔ نہ تواریخ میں کہیں اس کا ثبوت ہے۔ یہ بھی یہود کی بناوٹوں میں سے ایک اپنی تخیلاتی بناوٹ ہے صرف واقعہ سے منکر ہونے کے لیے دوسری وجہ یہ کہ قرآن مجید میں ہر جگہ ان ہی موسیٰ کلیم اللہ بن عمران کا ہی تذکرہ ہے تو اب اگر یہ کوئی اور موسیٰ ہوتے تو یقیناً ایسی عبارت ساتھ ہوتی جس سے فرق وامتیاز ظاہر ہوتا۔ بلا امتیاز ذکر فرمادینا صاف بتا رہا ہے کہ یہ وہی موسیٰ کلیم اللہ ہیں جن کا ذکر کئی جگہ پہلے بھی قرآن مجید میں آچکا ہے۔ تیسری وجہ یہ کہ مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۲۶۹ پہ ہے کہ سعید بن جبیرؓ نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے کہا کہ کعب احبار کی بیوی کے بیٹے اور کعب احبار کے سوتیلے بیٹے نوفل بکالی کہتے ہیں یہ موسیٰ وہ کلیم اللہ نہیں کوئی دوسرے ہیں۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا۔ کَذَبَ عَدُوُّ اللہِ۔ اللہ کا دشمن جھوٹ بولتا ہے میں نے خود اُبی بن کعب سے سنا انہوں نے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَالسَّلَام سے سنا کہ وہی کلیم اللہ تھے۔ **چھٹا اعتراض** حضرت موسیٰ نے انا کہہ کر کہ میں ہی سب سے بڑا عالم ہوں بڑی غلطی کی یہ شانِ نبوت کے خلاف ہے۔ **جواب** یہ غلطی یا غلط بیانی نہ تھی بلکہ آپ کی بھول تھی کیونکہ آپ حضرت خضر سے اس وقت واقف نہ تھے۔ لاعلم تھے ورنہ شریعت اور علومِ ظاہری کے اعتبار سے واقعی اُس وقت تمام مخلوق میں آپ ہی سب سے بڑے عالم تھے یہ ایسی ہی بھول تھی جیسے کوئی آئندہ کام کے لیے انشاء اللہ کہنا بھول جائے۔

تفسیر صوفیانہ

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ. بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا۔ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا۔ اور اے قلبِ منور تیرا رب خلوتِ مراقبہ توفیقِ مکاشفہ استعدادِ جوارح خیالاتِ پاکیزہ کی سعادت بخشنے والا غفور و کریم ہے۔ اَزلِی قدیم سے رحمت کی صفت والا ہے۔ جس طرح یہ نفس و شیاطین خناس اور قوائے باطنیہ علاقۂ جسمانیہ میں ابلیسیت کے فتنے مچا رہے ہیں اور سرکشی سے قلب و روحانیت کی تکذیب کر رہے ہیں اور اپنی عارضی آزادی سے دھوکا کھائے ہوئے اپنی قوتِ فانیہ پر گھمنڈ کیے ہوئے ہیں اور زمینِ قالب میں دندناتے پھر رہے ہیں۔ اگر خالقِ تعالیٰ مالک و مولیٰ باری عَزَّ اِسْمُہٗ ان کو اسی دنیا و دار العمل میں گرفتِ شدید سے پکڑتا اور گرفت فرمانا چاہتا تو عذابِ محرومی اور سزاءِ ناکامی سے جلدی ان کو وادیٔ گمنامی میں روپوش کر دیتا لیکن وہ قادر و قابض اس عالم دار العمل میں ایسی جلدی نہیں فرماتا یہ امتحان گاہِ قلب و عقل ہے یہاں جزا نہیں بلکہ ان مقربین خفیہ کے لیے میدانِ شہود کا ایک زمانۂ وعدہ ہے اس وادیٔ ظلمت سے بچنے کا کوئی پناہ گاہِ عافیت اور آرام گاہِ خلوت اس جلوہ ریز ملکوتی کے سوا کہیں نہیں پا سکتے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ عالمِ امکان کے قالبِ بدنیہ میں ظلمت کی پانچ بستیاں ہیں ۱۔ بستیٔ نفس ۲۔ بستیٔ عقلِ طغیانی ۳۔ بستیٔ اشرار ۴۔ بستیٔ ابلیس ۵۔ بستیٔ خناس۔ جب ان کے ظلم و فساد علاقۂ

اجسام پر ہر طرف سے مسلط ہو جاتے ہیں تو ہلاکت تذلیل اور رسوائی نامرادی ان پر نازل کر دی جاتی ہے اور فیصلۂ ازلی کے مطابق ان کی قوتوں کی ہلاکت کا ایک وقت اور وعدہ بنا دیا ہے اور پیغاماتِ خفیہ میں سب کو آگاہ کر دیا گیا ہے غفاریتِ ربانی پانے والے بندے تین قسم کے ہیں۔ اوّل فقیر جو حق کے سوا کسی اور چیز کی طلب یا پرواہ نہ کرے فنا کا تارک بقا کا طالب ہو۔ دوم صوفی وہ جو زاہد و فقیر سے بلند ارادوں والا ہو اس کی ابتدا علم ہے اس کی حالتِ وسط پرہیز اور آخرتِ انجام بخشش ہے صوفی وہ جو کدورت سے صاف اور فکر و شوق و مستی سے معمور ہو۔ سوم عارف وہ جو کردار میں بلند و بالا ہو۔ اور صرف رب تعالیٰ کو جانے پہچانے۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰۤی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا۔ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِهِمَا نَسِیَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا۔ یہ زمانۂ بقاءِ جسمانیت ذاتی بڑائی بولنے کا وقت نہیں۔ کیونکہ یاد کرو اس وقت کو جب دنیاءِ تقدیر کے مصرِ اغیار میں قلبِ موسیٰ نے نفسِ مطمئنہ کے فتیٰ اور جوان دلبر سے فرمایا۔ تعلقِ بدنی کے وقت میں علیحدہ اور دور نہیں رہوں گا میں سفرِ ملکوتی اور سیرِ لاہوتی سے یہاں تک کہ پہنچ جاؤں روح و جسم کے مجمع بحرین کے پاس۔ جہاں ایک میٹھا دریاءِ شریعت ہے اور ایک کڑوا دریاءِ صورتِ انسانیت ہے تو جب قلب و نفسِ مطمئنہ جمعیتِ مزاجِ اربعہ عناصر میں پہنچے تو حوتِ روح کو بھول گئے۔ اور بدنِ کثیف کی حوتِ روح عشقِ الٰہیہ کی آگ سے بھنی ہوئی ابدی زندگی پاکر قلب جسم اور نفسِ لوامہ سے جدا ہو کر دریاءِ معرفت میں ڈوب گئی اور صراطِ روح کے اس بحری راستے میں حیاءِ جسدی کے نشانِ حقیقت کے بیچ خلوت کا سُرنگ اور غار بن گیا۔ راہِ طریقت کے نوجوان وہ ہیں جو چار اصول پر کاربند ہوں۔ ۱۔ جو خدا تعالیٰ دے وہی قبول کرے یعنی حلال روزی ۲۔ اگر نہ دے تو راضی برضا رہے ۳۔ قہر، مہر، محبوبیت، مغضوبیت، غم و خوشی میں رب کریم کو ہی یاد کرے۔ ۴۔ جب صدائے الٰہی اور باری تعالیٰ کی پکار آئے تو تعمیلِ حکم کے لیے پوری قوت و ہمت سے چل پڑے اور اس وقت کسی طرف متوجہ نہ ہو۔ راہِ حق اور منزلِ قربِ جمال پر اس کو نسیانِ امانتِ ربوبیت سے بچانے کے لیے مسافرانِ راہِ طلب کی چار ذمہ داریاں ۱۔ اپنے سر اور سر کے دماغ کی عقل کی حفاظت کرے تاکہ بحرِ انوار و بحرِ اسرار میں گم اور جدا نہ ہو جائے ۲۔ اپنے شکم اور شکم کے اندر کی چیزوں کی دیکھ بھال کرے کہیں نارِ ظلمات سے جل کر خاکستر نہ ہو جائے ۳۔ سفرِ ناسوتی کی موت و حیات اور مصائب و آلام کو بھی یاد رکھے تاکہ فنا کو بقا نصیب ہو۔ ۴۔ اخروی زندگی کو جسمانیت اور شبابِ ابدی سے مزین کرے اور دنیوی زیب و زینت ترک کر دے۔ جو بندہ یہ ذمہ داریاں جوش و قوت اور جوانمردی سے پوری کرتا ہے۔ وہ غیرتِ الٰہیہ اور مقامِ حیا پر فائز ہوتا ہے اور وہ حقدار ہے اس بات کا کہ اس کو راہِ طریقت کی منازلِ مشاہدۂ انوار میں ساتھ رکھا جائے۔ مکتبِ عشق کے انداز نرالے دیکھے اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا۔ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ وَ نُوْرِ عَرْشِهٖ وَزِیْنَةِ فَرْشِهٖ وَقَاسِمِ رِزْقِهٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ۔

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ

پس جبکہ اس جگہ سے آگے بڑھ گئے دونوں تو کہا موسیٰ نے اپنے ساتھی کو لاؤ ہمارے لیے ہمارا ناشتہ البتہ بے شک

پھر جب وہاں سے گزر گئے موسیٰ نے خادم سے کہا ہمارا صبح کا کھانا لاؤ بے شک

لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ

پہنچے ہم اپنے اس سفر سے بہت تھکاوٹ مشقت کو۔ عرض کیا

ہیں اپنے اس سفر میں بڑی مشقت کا سامنا ہوا بولا

اَرَءَیْتَ اِذْ اَوَیْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ

ساتھی نے کیا آپ غور کریں گے کہ جب ہم ستاتے تھے اس چٹان کے قریب تو میں

بھلا دیکھئے تو جب ہم نے اس چٹان کے قریب جگہ لی تھی تو بے شک میں

نَسِیْتُ الْحُوْتَ ؗ وَمَآ اَنْسٰىنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ

بتانا ہی بھول گیا اس مچھلی کے بارے میں اور نہیں بھلایا مجھ کو اسکے بارے میں کسی چیز نے سوائے ابلیس کے

مچھلی کو بھول گیا اور مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا

اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ ۖ

یہ کہ تذکرہ کروں میں اس کا حالانکہ بنا لیا تھا اس تلی اور بکی ہوئی مچھلی نے سمندر میں اپنا راستہ

کہ اس کا ذکر کروں اور اس نے سمندر میں اپنی راہ لی

عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا

کیسا تعجب ہے فرمایا موسیٰ نے وہی تو منزل تھی جسکو ہم تلاش کر رہے تھے تو فوراً دونوں لوٹ پڑے

اچنبا ہے۔ موسیٰ نے کہا یہی تو ہم چاہتے تھے تو پیچھے پلٹے

عَلٰۤی اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا

اپنے اپنے نشان قدم پھر راستہ پر چپتے تباتے ہوئے تب موجود پایا ان دونوں نے

اپنے قدموں کے نشان دیکھتے تو ہمارے بندوں میں سے

مِّنْ عِبَادِنَاۤ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ

وہاں ایسا بندہ ہمارے بندوں میں سے کہ دی ہم نے جس کو رحمت اپنے پاس سے اور

ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور

عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾

سکھایا ہم نے خود اپنے پاس سے اس کو بہت بڑا علم

اسے اپنا علم لدنی عطا کیا

تعلق ان آیت کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت میں ان انبیاء کرام کا ایک عظیم شان والا واقعہ شروع ہوا جو کسی خاص اظہار حکمت الٰہیہ کے لیے ہے اب ان آیت میں اسی واقعہ کی تفصیلی حالت کا ذکر ہو رہا ہے دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں یہ بتایا گیا تھا۔ کہ رب تعالیٰ بندوں سے کیا سلوک فرماتا ہے اب ان آیت میں اسی واقعے کے اندر یہ بتایا جا رہا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام رب تعالیٰ کے بندوں سے کیا سلوک فرماتے ہیں تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک سفر کے یقینی ارادے کا ذکر ہوا تھا اب ان آیت میں اس سفر کے آغاز کا ذکر ہے جس میں تا قیامت انسانیت و عبدیت کے لیے بہت سی شرطیں و نصیحتیں ہیں۔

تفسیر نحوی فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا۔ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَاۤ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَاۤ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ۔ فَ زائدہ لَمَّا۔ یہ حرف چار طرح مستعمل ہے۔ ۱۔ شرطیہ ہو کر ۲۔ نافیہ ۳۔ ظرفیہ ۴۔ استثنائیہ۔ یہ دو حرف ہیں۔ ۱۔ لام ابتداء ۲۔ مَا بمعنی مادام ناقصہ فعل اس کی بناوٹ و اصلیت میں اور بھی اقوال نحات ہیں۔ یہاں لَمَّا شرطیہ ہے جَاوَزَا ب مضارع ... کا ماضی مطلق مثبت معروف تثنیہ مذکر غائب

اس کا مصدر ہے مُجَاوَزَتٌ جَوْزٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ آگے بڑھنا ھُمَا ضمیر تثنیہ فاعل ہے مرجع حضرت موسیٰ اور فتیٰ یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ شرط ہوئی قَالَ فعل ماضی ھُوَ پوشیدہ ضمیر فاعل مرجع موسیٰ علیہ السلام لام جارہ تعدیہ کا فتیٰ اسم مفرد جامد معنیٰ جوان مرد مضاف ہے۔ ہُ ضمیر ظاہر کا۔ مرجع موسیٰ علیہ السلام مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے قَالَ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ آتِ بابِ افعال کا امر حاضر معروف واحد مذکر اس کا مصدر ہے اِیْتَاءٌ یا اِیتَاءٌ مادہ ہے۔ اِیْتٌ۔ یا اَتْیٌ۔ افعال میں آکر آخر کا لام کلمہ یٰ ہمزہ بن گیا۔ افعال میں آکر متعدی ہوا بہر حال متعدی ہے ترجمہ ہے۔ دینا لینا۔ افعال میں آکر ترجمہ ہو گیا لانا اَنْتَ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے بمعنیٰ۔ لا تو۔ مرجع ہے۔ فتیٰ۔ نَا۔ ضمیر جمع متکلم بحالت فتحہ ہے کیونکہ مفعول بہ ہے۔ یا مفعول لہٗ۔ یعنی ہم کو دے یا ہمارے لیے لا۔ غَدَاءَ اسم مفرد جامد بمعنیٰ صبح کا کھانا۔ یعنی ناشتہ۔ یا تو اس وقت صبح ہی تھا۔ یا مقصد ہے کہ جو صبح کے وقت کھانا چاہیے تھا وہ اب لاؤ۔ یا مراد ہے تھوڑا کھانا مثل ناشتے کے خیال رہے کہ عربی میں کھانوں کے چھ نام ہیں ۱۔ سحور یا سحری جو فجر سے پہلے روزے دار کھاتے ہیں ۲۔ غدا جو طلوع فجر سے چاشت یعنی سورج کے طلوع کے دو گھنٹے بعد تک کسی وقت کھایا جائے۔ اسی کو ناشتہ کہتے ہیں۔ ۳۔ ظہریہ۔ اور ظہرانہ جو دوپہر کو کھایا جائے ۴۔ عصرانہ جو سہ پہر کو کھایا جائے ۵۔ عشا اور عشائیہ۔ جو بعد غروب سے رات کے دو گھنٹے تک کسی وقت کھایا جائے۔ ۶۔ افطار۔ جو روزے دار روزہ ختم کرنے کے لیے مغرب کو کھاتے ہیں۔ غَدَاءَنَا مرکب اضافی یہ مفعول بہ دوم ہے آتِ کا۔ ترجمہ ہے ہمارا ناشتہ۔ یہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مقولۂ اوّل ہوا۔ ایک قول پر مفعول ہے۔ مَابعد کا۔ لام تحقیقی بمعنیٰ البتہ قَدْ یقینا۔ باب سَمِعَ کا ماضی قریب جمع متکلم۔ لَقِیَ ناقص یائی سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے لگنا۔ ملنا۔ حاصل ہونا پہنچنا۔ یہاں آخری معنیٰ میں ہے۔ یعنی ہم مصیبت میں پہنچے اسی سے ہے۔ ملاقات کرنا۔ سامنا ہونا۔ مقابلہ ہونا مِنْ جارہ سببیہ۔ سَفَرِ۔ اسم حاصل مصدر بمعنیٰ وطن سے نکلنا۔ چلنا۔ مضاف ہے۔ نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مشار الیہ مقدم ہے۔ جر کے لیے هٰذَا اسم اشارہ قریبی یہ سب اسم اشارہ اپنے مشار الیہ مقدم سے مل کر مجرور متعلق ہے لَقَدْ لَقِیْنَا کا۔ نَصَبًا۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ باہر والی یا اوپر والی مصیبت خیال رہے کہ نَصَبٌ عَصَبٌ دونوں لفظ مصیبت کے لیے ہیں۔ مگر نصبٌ بیرونی مصیبت اور عصبٌ اندرونی جسمانی مصیبت کو کہتے ہیں۔ لغت میں ہر بلند اور بذات خود قائم چیز کو نصب کہا جاتا ہے۔ اسی معنیٰ میں زبر کو نصب اور بت کو نصب کہا جاتا ہے یہاں نصبًا مفعول بہ دوم ہے لَقَدْ لَقِیْنَا کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر علت ہوئی آتِ کی یا مقولہ دوم ہے۔ قَالَ کا۔ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو کر جزا ہوئی لَمَّا جَاوَزَا کی شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ مکمل ہوا قَالَ فعل ھُوَ مستتر فاعل مرجع فتیٰ ہے جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اَ۔ ہمزہ سوال استفساری کے لیے رَءَیْتَ باب فَتَحَ کا ماضی مطلق صیغہ واحد مذکر حاضر رَأْیٌ سے بمعنیٰ دیکھنا۔ رائے اور مشورہ۔ دکھانا سمجھانا۔ اَنْتَ پوشیدہ ضمیر فاعل ہے [illegible] ۔اِذْ [illegible] جاننے کے لیے آیا ہے۔ اَوَیْنَا۔

باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق جمع متکلم۔ اَوْیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ آسرا پکڑنا۔ آسرا لینا۔ ٹیک لگانا۔ پناہ پکڑنا۔ یہ مادہ مہموز الفا اجوف واوی ناقص یائی یعنی لفیف مقرون الیٰ جارّہ انتہا و غایت کے لیے۔ الف لام عہدِ خارجی صَخْرَۃ اسم مفرد جامد بمعنیٰ پتھر کی چٹان۔ فَ جزائیہ اِنّ حرفِ تحقیق یٔ ضمیر واحد متکلم منصوب متصل کیونکہ اِنّ کا اسم ہے۔ اِنِّیْ دراصل اِنَّنِیْ تھا۔ یٔ کی وجہ سے نون کو زیر ہوا نَسِیْتُ۔ باب سَمِعَ کا ماضی مطلق واحد متکلم نَسْیٌ ناقص یائی سے بنا ہے بمعنیٰ بھولنا متعدی ہے۔ الف لام عہدی حُوْتَ اسم مفرد جامد بمعنیٰ ایک مچھلی بحالتِ نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے نَسِیْتُ کا۔ یہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ ہوا واؤ عاطفہ مَا اَنْسٰنِیْ۔ باب اِفعال سے ماضی مطلق منفی اس کا مصدر ہے اِنْسَاءٌ ترجمہ ہے بھلانا خیال رہے کہ بھولنا متعدی بنفسی و ذاتی بیک مفعول ہے اور بھلانا متعدی با بغیر لبہ مفعول ہے۔ نون وقایہ۔ یٔ ضمیر واحد متکلم منصوب متصل مفعول بہ اوّل ہے۔ ہٗ ضمیر واحد غائب مرجع حُوْتَ مفعول بہ دوم ہے۔ اَنْسٰی کا فاعل ھُوَ ضمیر مستتر جس کا مرجع ذہنی نکرہ غیر معین یعنی شَیْئٌ بمعنیٰ کوئی کسی۔ اِلَّا حرفِ استثنا متصل الف لام زائدہ۔ یا عہدِ خارجی شَیْطٰنُ۔ اسم مفرد جامد صفاتی نام ہے ابلیس کا یہ مستثنیٰ ہے مستثنیٰ منہ ھُوَ کا رمنہ کا۔ اَنْ۔ ناصبہ اَذْکُرَ مضارع باب نَصَرَ مفتوح ہے اَنْ کی وجہ سے اس کا فاعل اَنَا ضمیر مستتر متکلم مراد ہے فتیٰ۔ ہٗ ضمیر مفعول بہ مرجع ہے مچھلی۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر ذوالحال واؤ حالیہ اِتَّخَذَ باب اِفتعال کا ماضی مطلق اَخْذٌ سے مشتق ہے مصدر ہے اِتِّخَاذٌ۔ بمعنیٰ بنانا۔ پکڑنا۔ لینا۔ اختیار کرنا۔ سَبِیْلَ بمعنیٰ کھلا راستہ مضاف ہے ہٗ مضاف الیہ مرکب اضافی مفعول بہ فِیْ جارّہ ظرفیہ مکانیہ الف لام عہدِ خارجی بحر اسم مفرد جامد ترجمہ ہے دریا سمندر یہ جار مجرور متعلق ہے اِتَّخَذَ کا عَجَبًا۔ اسم مصدر ہے بحالتِ فتحہ ہے یا یہ پوشیدہ فعل عَجِبْتُ کا مفعول مطلق ہے۔ اور علیحدہ جملہ فعلیہ حال ہے اَذْکُرَ کے فاعل اَنَا ضمیر کا اور یا یہ مصدر خود حال ہے۔ اِتَّخَذَ کے فاعل ھُوَ پوشیدہ کا پہلی ترکیب میں ترجمہ ہے۔ کہ میں مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا۔ اس حال میں کہ تعجب کیا میں نے تعجب کرنا دوسری ترکیب میں یہ ترجمہ ہوگا کہ بنا لیا مچھلی نے دریا میں اپنا راستہ تعجب اور حیرانی کی حالت میں ڈالتے ہوئے۔ اِتَّخَذَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر حال ہوا اَذْکُرَ کے فاعل کا ذوالحال مل کر مفعول سوم ہوا اَنْسٰی کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا نَسِیْتُ کا۔ سب عطف مل کر اِنِّیْ کی خبر ہوئی یہ اِنَّ اپنے اسم خبر سے مل کر جزا ہوئی اِذْ اَوَیْنَا کی شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ فعلیہ انشائیہ ہو کر ظرف ہوا اَرَءَیْتَ کا یہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مقولہ ہوا قَالَ کا قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ مکمل ہوا۔ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰۤى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا۔ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَاۤ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا قَالَ ماضی قَوْلٌ سے مشتق ہے ھُوَ مستتر فاعل ہے مرجع حضرت موسیٰ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ ذٰلِكَ اسم اشارہ بعید کا ترجمہ ہے وہ بحالتِ رفع کیونکہ مبتدا ہے۔ مَا اسم موصول کُنَّا نَبْغِ۔ باب ضَرَبَ کا ماضی استمراری جمع متکلم برائے تثنیہ مذکر خیال رہے کہ متکلم کے دو صیغے چھ معنوں کے لیے مستعمل ہوتے ہیں ۱ واحد متکلم مذکر ۲ واحد متکلم مؤنث ۳ جمع متکلم تثنیہ مذکر ۴ جمع متکلم تثنیہ مؤنث ۵ جمع متکلم جمع مذکر ۶ جمع متکلم جمع مؤنث [illegible] ہے تلاش کرنا چاہنا۔ ہمیشہ

متعدی ہوتا ہے دراصل تھا نَبْغِیُ۔ مَا موصولہ نے جزم دیا اس لیے آخری ی لام کلمہ گر گیا نَحْنُ ضمیر جمع متکلم برائے تثنیہ فاعل ہے
مرجع حضرت موسیٰ اور فتیٰ یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ خبر ہے ذَالِكَ مبتدا کی۔ یہ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ ہوا قول
مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو کر مکمل ہوا فَ تعقیبیہ بلا تراخی۔ یعنی فوری جلدی۔ اِرْتَدَّا باب افتعال کا ماضی مطلق تثنیہ مذکر رَدٌّ
سے مشتق ہے اس کا مصدر ہے اِرْتِدَادٌ ترجمہ ہے پھر جانا لوٹ پڑنا۔ یہاں دوسرے معنیٰ مراد ہیں هُمَا ضمیر تثنیہ مستتر اس کا
فاعل ہے مرجع حضرت موسیٰ اور فتیٰ۔ علیٰ حرف جر اپنے ہی فوقیت کے معنیٰ میں۔ آثَارِ۔ اَثَرٌ کی جمع مکسر ہے ترجمہ ہے
نشان یہاں مراد ہے نشانِ قدم۔ نقشِ قدم۔ یہ مضاف ہے هِمَا ضمیر تثنیہ مذکر مرجع حضرت موسیٰ اور فتیٰ مضاف الیہ یہ
مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے۔ اِرْتَدَّا کا۔ قَصَصًا اسم مصدر مضاعف ثلاثی۔ ترجمہ ہے بات چیت کرنا۔ پوچھ گچھ
کرنا۔ بحالتِ نصب ہے کیونکہ حال ہے۔ اِرْتَدَّا کے فاعل پوشیدہ هُمَا کا اِرْتَدَّا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا
فَ تعقیبیہ۔ وَجَدَا۔ باب ضَرَبَ کا تثنیہ مذکر غائب فعل ماضی مطلق وَجْدٌ مثال واوی سے مشتق ہے ترجمہ ہے۔ موجود پایا ما
هُمَا تثنیہ مذکر غائب مرجع ہے حضرت موسیٰ اور ان کا نوجوان ساتھی یہ آخری ذکر ہے فتیٰ کا اس کے بعد پورے واقعے
میں ان کا کوئی ذکر نہیں۔ عَبْدًا۔ اسم مفرد جامد یعنی بندگی کرنے والا عبادت گزار بحالتِ نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے
وَجَدَا کا۔ مِنْ جارہ تبعیضیہ۔ عِبَادِ جمع مکسر ہے عَبْدٌ کی مضاف ہے۔ نَا۔ ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ مراد ہے واحد اللہ تعالیٰ یہ
مرکب اضافی مجرور متعلق ہے۔ وَجَدَا کا عَبْدًا موصوف ہے اٰتَیْنَا۔ باب افعال کا ماضی مطلق جمع متکلم اَتْیٌ سے مشتق
ہے۔ اس کا مصدر ہے اِیْتَاءٌ ترجمہ ہے دینا عطا کرنا۔ ہٗ ضمیر کا مرجع عَبْدًا ہے منصوب متصل مفعول بہ اوّل ہے۔ رَحْمَةً
اسم مفرد جامد لغوی ترجمہ ہے نعمت و احسان۔ اصطلاح میں یعنی نبوت و علم ہے منصوب ہے مفعول بہ دوم ہے اٰتَیْنَا
کا مِنْ جارہ ابتداءِ غایت کے لیے عِنْدِ۔ اسم ظرف مکانی یعنی پاس۔ قریب۔ مضاف ہے۔ نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ہے
یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے اٰتَیْنَا کا۔ یہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ واؤ عاطفہ۔ عَلَّمْنَا۔ باب تفعیل کا ماضی مطلق
جمع متکلم۔ اس کا مصدر ہے تَعْلِیْمٌ عِلْمٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے پڑھانا۔ سکھانا۔ علم دینا۔ ہٗ ضمیر واحد غائب منصوب متصل
کا مرجع عَبْدًا ہے مفعول بہ ہے عَلَّمْنَا فعل کا مِنْ جارہ ابتدائیہ غایت کے لیے لَدُنْ اسم غیر متمکن ظرفیت مکانی و زمانی
دونوں کے لیے ہوتا ہے جب ظرفِ مکانی ہو تو ترجمہ ہوگا۔ طرف۔ جانب۔ پاس۔ یہاں اسی معنیٰ میں ہے۔ مِنْ جارہ
کی وجہ سے ترجمہ ہو گیا طرف سے۔ پاس سے اور جب یہ ظرف زمانی کے لیے ہو تو ترجمہ ہے وقت۔ مدت۔ زمانہ۔
اس سے پہلے ہمیشہ مِنْ ہوتا ہے۔ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے اکثر ضمیر کی طرف کبھی اسم ظاہر کی طرف کبھی اس کی نون آخر سے
گر جاتی ہے۔ اس کو چار طرح پڑھا گیا ہے۔ ۱۔ لَدُنْ ۲۔ لَدِنْ ۳۔ لَدُ۔ جبکہ نون گر جائے۔ ۴۔ لَدَنْ۔ نَا۔ ضمیر
مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے۔ عَلَّمْنَا فعل کا عِلْمًا اس کا مفعول بہ دوم ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا
سب عطف مل کر صفت ہوئی عَبْدًا کی۔ یہ مرکب توصیفی مفعول بہ ہوا وَجَدَا کا سب مل کر جملہ مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا. قَالَ اَرَءَیْتَ اِذْ اَوَیْنَاۤ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ وَ مَاۤ اَنْسٰىنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَ اتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ عَجَبًا - پھر جب حضرت موسیٰ اس مقام مجمع بحرین میں سو کر بیدار ہوئے تو اس وقت یا کچھ دیر بعد اپنے ساتھی کے ساتھ اُسی مرد خدا کی ملاقات کے شوق علمی میں آگے چل پڑے اور یہ دوپہر کا ڈھلنا یعنی نماز ظہر کا تقریباً وقت تھا۔ ایک قول میں عصر کا وقت تھا۔ اور مسلسل یہ آدھا دن اور ساری رات اور پھر دوسرے دن اشراق کے یا چاشت کے وقت تک چلتے رہے پھر ایک جگہ تھک کر بیٹھے اور فرمایا اپنے ساتھی نوجوان حضرت یوشع بن نون علیہ السلام سے کہ لاؤ اب صبح کا وقت ہے ناشتہ کرلیں ہمارا ناشتہ نکالو۔ اور آپ کا یہ کھانا اور ناشتہ وہی چند روٹیاں اور مچھلی تھی۔ غَدَاءَنَا وقت کے لحاظ سے فرمایا۔ یعنی وہ کھانا غذا نہ تھا بلکہ وہ وقت غداء تھا۔ ناشتے کا وقت پہلے گذشتہ دن کے اعتبار سے دوسرے دن صبح ہوتا ہے اور آئندہ کل کو عربی میں بھی غداً کہتے ہیں۔ اور غذا کی ابتدا صبح سے ہوتی ہے۔ اس لیے سفر کی انتہا بھی بیان فرمادی کہ ہم کل اور آج صبح تک برابر چلتے اور سفر کرتے ہی رہے ہیں کہیں بھی تو نہیں ٹھیرے اس لیے لَقَدْ لَقِیْنَا۔ البتہ بے شک ہم دونوں کو اپنے اس بھاگ دوڑ اور تیز چلنے والے سفر کی وجہ سے بہت تھکاوٹ مشقت اور تکلیف و کمزوری ضعف نقاہت بے آرامی پہنچی ہے اور اب بھوک بھی محسوس ہو رہی ہے۔ ایک قول میں سَفَرِنَا هٰذَا سے مکمل پورا یہ بیان کردہ دو حصوں والا سفر مراد ہے جو مصر سے شروع ہوا۔ اور مجمع بحرین تک اور مجمع بحرین سے شروع ہوا تو آگے یہاں تک۔ بعض نے فرمایا کہ نہیں بلکہ صرف یہ اب ڈیڑھ دن والا مسلسل سفر جو جَاوَزَا سے شروع ہو کر یہاں پورا ہوا۔ بس یہی مراد ہے مگر هٰذَا کا اسم اشارہ قریبی دونوں کے لیے مناسب مراد ثابت فرما دیتا ہے۔ اس لیے پہلا قول زیادہ مناسب ہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ مصر سے بحرین تک چار دن سفر کیا گیا اور بحرین سے یہاں تک ڈیڑھ دن میں سفر ہوا۔ مگر اس وقت رات میں سفر نہ کیا گیا صرف دن دن میں چلنا رات کو کہیں ٹھیر جانا اور بحرین کا اگلا یہ سفر رات میں بھی رہا ایک قول ہے کہ مصر سے بحرین تک سفر چالیس دن میں ہوا۔ اور یہ ڈیڑھ دن ان کے علاوہ۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ بہر کیف جب آپ نے حضرت یوشع سے فرمایا کہ کھانا لاؤ تو فوراً تمام گذشتہ بھولا ہوا واقعہ مشاہدہ یاد آیا۔ اور۔ قَالَ اَرَءَیْتَ۔ معذرت خواہی کے انداز میں اس خدمت گزار شاگرد نے کہا۔ اگر آپ ذرا غور فرمائیں اور ناراضگی نہ فرماتے ہوئے دیکھئے کہ جب ہم اس چٹان کے پاس کچھ دیر آرام کرنے کے لیے ٹھیرے اور رکے تھے جہاں کل آپ سوئے بھی تھے اور میں جاگ رہا تھا تو آپ کے سو جانے کے کچھ ہی دیر بعد میں نے دیکھا کہ وہ مچھلی جو ہم ناشتے ہی کے لیے روٹیوں کے ساتھ تل کر بھون کر لائے تھے جس کا پیٹ چاک کر کے ساری آنتیں وغیرہ نکال دی گئی تھیں وہ مچھلی تھیلے میں زندہ ہو کر تڑپی پھڑکی اور اچھلی کود تی پانی میں چلی گئی تھی میں اس وقت چاہا کہ آپ کو جگا کر یہ دکھاؤں اور بتاؤں مگر آپ کی سفری

تھکاوٹ کا خیال کر کے جگانا مناسب نہ سمجھا اور سوچا کہ جب خود ہی جاگیں گے تو اپنے اس مشاہدے کا ذکر کر دوں گا۔ لیکن جب آپ بیدار ہوئے فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ پس بے شک میں اس مچھلی اور اس کے واقع اور اپنے مشاہدے سے آنکھوں دیکھا حال آپ کو بتانا بالکل ہی بھول گیا اور ایسا بھولا کہ دن اور گزشتہ رات اور آج ابھی تک بھولا ہی رہا۔ نہ معلوم کن وہموں خیالوں اور وسوسوں میں پھنسا رہا کہ بالکل خیال تک نہیں آیا اور میں سچ اور صحیح کہتا ہوں کہ وَمَآ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ۔ نہیں بھلایا اور خیالات میں پھنسایا مجھ کو مگر ابلیس شیطان نے اور اس لیے بھلایا کہ کہیں میں یہ بات آپ کو اُسی وقت نہ بتا دوں۔ آپ کے سامنے ذکر نہ کر دوں۔ ایسے پریشان کرنے والے کام وہی خبیث کرتا رہتا ہے۔ ہوا یہ تھا۔ کہ مچھلی جو باوجود مردہ اور پکی ہوئی ہونے کہ اس نے زندہ ہو کر اپنا راستہ اُسی قریبی دریا میں بنا لیا اختیار کر لیا تھا۔ جس کے کنارے اور تھیلے میں روٹیوں میں لپٹی ہوئی چٹان کے پتھر پر رکھی ہوئی تھی۔ کیسی عجیب بات ہے۔ اور پھر تعجب ہے کہ مجھ کو بتانا ہی بھول گیا۔ بعض نے فرمایا کہ پچھلی منزلوں میں اس میں سے کچھ گوشت کھایا بھی گیا تھا۔ تفسیر روح المعانی نے بحوالہ علامہ دمیری صاحب حیات الحیوان صفحہ ۳۱ پر فرمایا کہ ابو حامد اُندلسی کہتے ہیں کہ علاقۂ سبتہ کے ساحلی سمندر میں ایک مچھلی پائی جاتی ہے۔ جس کا آدھا سر ایک آنکھ اور ایک جانب کچھ جگہ سے اس کا کانٹا نظر آتا ہے اُس پر صرف کھال ہی ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں یہ اسی مچھلی کی نسل ہے۔ جو موسیٰ علیہ السلام تل کر زادِ سفر بنا کر لائے تھے۔ اور قدرتِ الٰہی سے زندہ ہو کر اُسی مجمع البحرین کے چشمے پر غائب ہوئی تھی وہاں کے لوگ اس کو تبرک سمجھتے ہوئے تحفے کے طور پر ہدیہ دیتے ہیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات سنی تو خوش ہوئے اور قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓی اٰثَارِهِمَا قَصَصًا۔ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ فرمایا اے دوست یہی تو وہ جگہ تھی جو ہم چاہتے تھے۔ ہمارا سارا سفر اِسی جگہ کی تلاش میں تھا وہیں ہماری مطلوبہ ہستی و شخصیت ہے۔ اَب موسیٰ علیہ السلام شوقِ علم میں اتنے خوش ہیں کہ نہ تھکاوٹ رہی نہ بھوک نہ پیاس نہ پچھلی سفر کی اور اتنا پیدل چلنے کی تکلیفیں یاد رکھیں نہ تھوڑا آرام کر لینے کا خیال آیا نہ کچھ کھایا نہ پیا فَارْتَدَّا عَلٰٓی اٰثَارِهِمَا قَصَصًا پس فوراً دونوں ہی اپنا یہ تھوڑا بہت سفری سامان اٹھا کر واپس اپنے پچھلے پیروں قدموں کے نشانات پر لوٹ پڑے مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنے ساتھی یوشع علیہ السّلام کو اپنے اس سفر کی مکمل روئداد اور مقصود مطلوب نہیں بتایا تھا نہ یہ بتایا تھا۔ کہ اس سفر کا مقصد کیا ہے کسی سے ملنا ہے کیا لینا ہے۔ بس اتنا فرمایا تھا کہ ہم نے مجمع بحرین تک جانا ہے اور بہر حال پہنچنا ہے نہ یہ بتایا تھا کہ اس علاقۂ بحرین کی نشانی مچھلی کا زندہ ہو کر بھاگ جانا یا گم ہو جانا ہے۔ بلکہ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی یہ پتہ نہ تھا۔ کہ مچھلی اس طرح زندہ ہو کر گم ہو گی آپ یہی غالباً سمجھتے تھے کہ بس قدرتی گم جائے گی۔ اسی لیے اس ثابت مچھلی کو خوب نمک وغیرہ لگا کر پیٹ چاک کر کے سب کچھ اندر سے نکال پھینک کر اچھی طرح صاف کر کے پوری ثابت مچھلی مع سر آنکھوں کے بھون لی اور راستے میں دو

بُن جگہ اس بُھنا سے کھاتے بھی رہے۔ اگر موسیٰ علیہ السلام یہ سب تفصیل بتا دیتے یا کم از کم مجمع بحرین کی یہ نشانی سنا دیتے تو حضرت یوشع کو تعجب ہوتا نہ یہ بھول ہوتی نہ اتنا سفر مزید دراز ہوتا۔ اور یہ نہ بتانا یا تو اس لیے تھا کہ یہ بات راز ہی رہے تو بہتر ہے یا اس کی اس لیے ضرورت نہ سمجھی کہ میں تو ساتھ ہی ہوں جب ایسا ہوگا تو خود ہی پتہ لگ جائے گا۔ بہرکیف جب دونوں بزرگ واپس اسی جگہ پہنچے تو تھوڑی سی تلاش کے بعد وَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا۔ دونوں نے پالیا وہیں، کہیں صخرہ کے پاس ہی ہمارے بندوں میں سے ایک خاص عظیم الشان بندے کو۔ احادیث مطہرات میں آتا ہے کہ یہ خضر تھے۔ تفاسیر و تواریخ میں ان کے مختصر حالات اس طرح ہیں کہ ان کا نام بَلیا ہے۔ شجرہ نسب اس طرح ہے۔ بلیا بن ملکان، بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفشد بن سام بن نوح (از تفسیر روح المعانی پ ۱۵ ص ۳۱۹ تاریخ طبری جلد اول ص ۳۶۵ کامل ابن اثیر جلد اول ص ۲۲۶ مروج الذہب جلد دوم ص ۱۲۵ بدایہ جلد اول ص ۳۲۶ الزہر النفر ص ۴۰) آپ کے والد ملکان فارسی النسل تھے۔ اور فارس کے بادشاہ تھے۔ لیکن بادشاہت ترک فرما کر عابدانہ زاہدانہ زندگی بسر کی تھی ایک قول میں ہے کہ بادشاہ و سلطان ہی رہے مگر طبیعت فقیرانہ تھی۔ جیسے کہ ہمارے بادشاہ محمود غزنوی اور سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ آپ کی والدہ کا نام الُھا تھا۔ وہ رومی نسل کی تھیں۔ آپ اپنے والدین کی پہلی اولاد تھے۔ آپ کی ولادت ایک غار میں ہوئی۔ جو علاقہ روم میں واقع تھا۔ والد اور والدہ علیحدہ رہتے تھے والد بادشاہ ان کی جوانی تک اپنے اس بچے سے بے خبر تھے۔ ایک دوسرے شخص نے ان کو اپنا متبنّٰی بنا کر بکری کے دودھ سے پالا تھا۔ جب ان کے علم و فضل کی شہرت ہوئی تو بادشاہ ملکان بن فالغ نے ان کو صحف ابراہیم لکھنے پر ملازم رکھا۔ کچھ دن یہ ملازم رہے پھر اپنی عبادت و زہد و خلوت نشینی کی طبیعت سے ملازمت چھوڑ کر کہیں فرار ہو گئے آپ کے جانے کے بعد بادشاہ کو کسی ذریعے سے پتہ لگا کہ یہ بلیا ان کا ہی بیٹا تھا۔ اس تاریخ سے پتہ لگتا ہے۔ کہ خضر علیہ السلام کا زمانہ ابراہیم علیہ السلام کے بعد ہے یا اسی زمانے میں ہے۔ حضرت الیاس علیہ السلام آپ کے سگے بھائی ہیں۔ اس تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں نبی علیہما السلام بنی اسرائیل نہیں بلکہ فارسی النسل ہیں جنہوں نے حضرت الیاس یا خضر کو اسرائیلی کہا ہے۔ وہ غلط ہے۔ حضرت الیاس عمر میں خضر علیہ السلام سے پانچ سال چھوٹے ہیں۔ آپ کی والدہ اپنے زمانے کی ولیہ کاملہ تھیں۔ شاہی محل چھوڑ کر غاروں میں زندگی بسر کی۔ حضرت خضر اور الیاس بس یہ دو بیٹے ہی کل اولاد ہوئی اور دونوں نبی بھی ہیں۔ رسول بھی۔ الیاس علیہ السلام اور ان کی نبوت کا ذکر قرآن مجید میں بھی دو جگہ آیا ہے۔ مگر خضر علیہ السلام کا ذکر صرف اسی ایک جگہ ہے اور آپ کی نبوت و رسالت ان ہی آیت سے دلالۃً و اشارۃً ثابت ہے کہ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وہ خضر ہمارے ان ایک لاکھ چوبیس ہزار خاص بندوں میں شامل ہے جس کو ہم نے اپنے دربارِ خاص اور قربِ تمام سے رحمۃ عظیم یعنی نبوت عطا فرمائی وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ اور اسی بندۂ خاص کو ہم نے اپنے بڑے بڑے علم اسرار و غیوب بلا کسی واسطے کے خود اپنے درسِ قدرت اور تعلیمِ فطرت سے سکھائے

یہاں رحمۃ سے تمام مفسرین کے نزدیک نبوت مراد ہے۔ اور علوم غیبیہ کی بلا واسطہ عطا ست رسالت مراد ہے۔ کیونکہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ رب تعالیٰ اپنا علم غیب خصوصی صرف برگزیدہ اور چنے ہوئے رسولوں کو ہی عطا فرماتا ہے۔ آپ کا لقب خضر ہے۔ اس کی وجہ احادیث مبارکہ میں اس طرح ہے کہ آپ جس سوکھی خشک گھاس پر قدم رکھ دیں یا بیٹھ جائیں تو وہ فوراً ہری بھری تر و تازہ ہو جاتی ہے۔ یا جس بنجر زمین پر چل پڑیں تو وہاں سبزی ہریالی خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ اور زمین مردہ زندہ ہو کر آئندہ سبزی کاشت کے قابل ہو جاتی ہے آپ کی کنیت ابوالعباس ہے۔ (از بخاری شریف ۲ ترمذی شریف مسند احمد حنبل) آپ ان چار انبیاء میں شامل ہیں۔ جن کو باری تعالیٰ نے قربِ قیامت تک لمبی زندگی عطا فرمائی ان چاروں میں سب سے پہلے آپ ہیں۔ پھر آپ کے بھائی الیاس علیہ السّلام۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے بہت زمانہ بعد ادریس علیہ السّلام پھر عیسیٰ علیہ السّلام۔ ان چاروں میں وفات بھی سب سے پہلے خضر علیہ السلام کی ہوگی۔ آپ کو دجال شہید کرے گا۔ اور پھر زندہ کرے گا۔ آپ اس کی تکذیب فرمائیں گے تو وہ پھر آپکو پکڑ لے اور مارنے کی کوشش کرے گا مگر پھر پکڑ یا قتل نہ کر سکے گا۔ (از زہرۃ النضر فی حالِ الخضر لابن حجر عسقلانی) حضرت خضر جب کچھ دنوں کے بعد اپنے والد کو مل گئے اور وہیں والد کے پاس رہنے لگے۔ تو آپ کی شادی نکاح کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے انکار کیا۔ پھر سب اہلِ قرابت کے اصرار پر ہاں کہہ دی آپ کا نکاح ایک کنواری لڑکی سے ہوا آپ نے اس کو بھی اپنا روحانی علم پڑھایا مگر سال بھر تک اس سے صحبت نہ کی پھر وعدہ لے کر کے کہ تو نے میرا راز اور میری حقیقت و علم ہر ایک سے چھپانا ہے۔ کسی کو میرے متعلق کچھ نہیں بتانا۔ اس کو طلاق دے دی اس نے دوسری جگہ نکاح کر لیا جب گھر والوں کو اس کا پتہ لگا۔ تو آپ کی دوسری شادی ایک بیوہ ثیبہ عورت سے کی گئی اس کو بھی اپنا روحانی علم پڑھایا اور وہی وعدہ لیا۔ مگر اس نے وعدہ توڑ دیا۔ اور کسی کو بتا دیا تو آپ اس کو چھوڑ کر روپوش ہو گئے۔ پھر کسی کو نظر نہ آئے پہلی بیوی کے دوسرے خاوند سے اولاد دو بیٹے ہوئی۔ اس کی اور اس کے دونوں بیٹوں اور خاوند کی قبر سے خوشبو آتی ہے۔ شبِ معراج میں آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خوشبو سونگھی اور جبریل امین نے یہ واقعۂ نکاح وغیرہ سنایا۔ (از ابن ماجہ جلدِ دوم ص ۱۳۲ حدیث ۴۰۳۰ تفسیر روح المعانی پ ۱۵ یہی آیت ص ۳۱۹) پہلی بیوی زوجہ فرعون کی اصل سے تھی۔ انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے متعلق جو تقسیم الٰہیہ روایت و معتدلات و قرمودات و منقولات اور احادیث سے ثابت ہے وہ کچھ اس طرح ہے۔ کہ تمام انبیاء علیہم الصّلوٰت والسلام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ ان میں سے تین سو تیرہ رسول یعنی علیحدہ شریعت و قانونِ باری تعالیٰ کے ساتھ مبعوث کئے گئے وہ انبیاءِ کرام ہیں علیحدہ قانون کی بنا پر ان کو رسول کہا جاتا ہے ان تین سو تیرہ رسولوں میں چار مُرسَل ہیں مُرسَل وہ ہوتا ہے جو صاحب کتاب آسمانی ہو۔ لیکن چونکہ حیات دنیوی میں کائناتِ انس و جن کے جسم اور روح دونوں کی اصلاح ضروری ہے۔ اس لیے رسالت میں پھر تقسیم فرمائی گئی اصلاحِ قلب و جسم کے لیے اور اصلاحِ روح و باطن کے لیے کثرتِ اجسام

کی بنا پر شریعت کے نبی بہت ہیں۔ لیکن باطنی روحانی اصلاح کی ترقی کرنے والے تھوڑے اس لیے روحانی انبیا بھی تعداد میں تھوڑے سے ہوئے۔ اس تعدادِ نبوت میں روحانی تعلیم دینے والے صرف چار انبیا اور رسول ہوئے اور ایک کتاب الٰہی۔ اصلاحِ جسمانی کے لیے رب تعالیٰ نے جو قانون نازل فرمایا اس کو شریعت کہتے ہیں۔ اور اصلاحِ روحانی باطنی کے لیے جو قانون نازل ہوا اس کا نام طریقت و معرفت ہے۔ تو گویا تمام انبیاءِ کرام میں صرف چار نبی طریقت و روحانیت کے نبی و رسول ہیں۔ چونکہ یہ چاروں باطنی انبیا ہیں۔ اس لیے ان کے تمام حالاتِ زندگی اصلیت عوام سے مخفی ہے۔ اسی لیے ان کے متعلق بہت ہی مختلف اقوال ہیں۔ اور ہر ایک کے دلائل حتمی نہیں بلکہ اشارۃً کنایۃً دلالۃً ہر قول کو ثابت کیا جاتا ہے۔ پہلے روحانیت اور معرفت کے نبی حضرت خضر۔ ایک قول ہے کہ حضرت ادریس پہلے نبی ہیں جو نوح علیہ السلام سے بھی پہلے ہوئے۔ واللہ اعلم دوسرے نبی حضرت الیاس آخری روحانی نبی حضرت عیسٰی علیہم السلام ان چار میں تین رسول اور ایک مرسل حضرت مسیح ہر ایک کا روحانی قانون اور طریقت علیحدہ ہوئی۔ رب تعالیٰ نے چار کتابیں نازل فرمائیں پہلی توریت یہ صرف شرعی قانون کی کتاب تھی۔ اسی لیے یہ تمام انبیاءِ ظاہری کے لیے تھی۔ کسی نبی یا رسول یا کتاب نے اس کو منسوخ نہ کیا۔ عیسٰی علیہ السلام تک۔ دوسری کتاب زبور یہ قانونِ عبادت و ریاضت ورد و وظائف دعاؤں کے قانونِ ظاہری عملی کی کتاب تھی۔ اس لیے یہ بھی جاری رہی اور انجیل سے منسوخ نہ ہوئی۔ یہ منسوخی اس لیے نہ ہوئی کہ جو چیز توریت میں تھی زبور میں نہ تھی جو زبور میں تھی۔ وہ توریت و انجیل میں نہ تھی۔ اور جو چیز انجیل میں تھی۔ وہ توریت و زبور میں نہ تھی۔ توریت و زبور دونوں قانونِ ظاہری کی کتابیں تھیں۔ تیسری کتاب انجیل یہ صرف علومِ باطنی روحانی طریقت و تصوف کی کتاب تھی۔ ان چاروں انبیاءِ عظام کی کوئی ظاہری امت بھی نہ ہوئی پہلے تین انبیاءِ کرام کی امتیں تو بالکل ہی ثابت نہیں مگر حضرت مسیح علیہما السلام کی امت بھی صرف چند نفوس پر مشتمل ہوئی۔ ان کی روحانی ڈیوٹی اور ذمہ داریوں کی بنا پر ان چاروں کی عمریں تاقربِ قیامت عطا فرمائی گئیں یہی حکمت ہے۔ ان کی لمبی عمروں میں نیز چونکہ روحانیت کا دشمن ابلیس بھی تاقیامت لمبی عمر والا ہے۔ اسی لیے اس کو توڑنے مروڑنے اور مسلمانوں کو اس سے بچانے کے لیے ان چاروں کو بھی لمبی عمریں عطا ہوئیں۔ نیز شیطان کے پاس باطنی اور پوشیدہ طاقت ہے اُس سے بچاؤ کے لیے اُن کو رب تعالیٰ نے اُس سے بھی زیادہ طاقتیں قوتیں اختیار و رفتار عطا فرمائی ہے۔ یہ سب مولیٰ تعالیٰ کے اسرار و حکمتیں ہیں۔ کسی کو انکار و اعتراض و چون و چرا کی مجال نہیں۔ اُسی نے باطل پیدا کیا اسی نے باطل کے مقابل حق پیدا فرمایا۔ مگر ان انبیاءِ کرام کے حالات و مقامات اور فرائض داریاں سب مختلف ہیں۔ حضرت خضر دریاؤں پر مقرر حضرت الیاس خشکی و صحراؤں میں متعین حضرت ادریس جنت یا پانچویں یا ساتویں آسمان میں حضرت عیسٰی علیہم السلام چوتھے آسمان میں یہ تو سید المرسلین سرکارِ ابدی کی شان ہے کہ آپ اور آپ کا قرآن مجید شریعت طریقت حقیقت معرفت ظاہری باطنی روحانی جسمانی ہر طرح کی اصلاح و ہدایت کا جامع ہے اسی لیے آپ ہی فقط سب سابقہ کے ناسخ ہوئے اور آخری نبی

ان آیت کی تفسیر ہیں ۔

مفسرین کے مختلف اقوال

فَلَمَّا جَاوَزَا ۔ میں پانچ قول ہیں ۱ ظہر تک سوئے یعنی قیلولہ فرمایا پھر تیسرے پہر کو آگے سفر شروع فرمایا ۲ عصر تک سوئے بعد عصر چلے ۳ پوری رات اور آدھا دن سفر کیا ۔ ۴ اس سے پہلے کا سفر چار دن ہوا تھا ۔ اور یہی قول زیادہ مناسب و درست ہے ۔ ۵ پہلا سفر مصر سے بحرین تک چالیس دن تک ہوا ۔ صَخْرَۃ میں تین قول ہیں ۱ یہ پتھر کی چٹان ہے ۔ اور یہی قول لغوی اعتبار سے درست ہے ۲ یہ ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے اور عام راستے سے ذرا ہٹ کر اسی لیے نشانِ قدم کی احتیاط رکھنی پڑی ۔ ۳ یہ عام راستے پر ہی ایک عام سی جگہ ہے اور مسافر یہاں درختوں اور پانی کی وجہ سے ٹھہرتے ہیں ۔
عَجَبًا میں چار قول ہیں ۔ ۱ مچھلی کا زندہ ہونا تعجب والی چیز ہے ۔ ۲ میرا بھول جانا تعجب ہے ۔ ۳ اے حضرت موسیٰ آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا ۔ ۴ میرے نہ بتانے پر آپ کو تعجب تو ہو رہا ہے فَوَجَدَا میں چار قول ہیں ۱ خضر وہیں صخرہ کے پاس ہی چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے سر پیر چادر سے ڈھکے ہوئے تھے ۔ ۲ وہیں صخرہ کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے تھے ۳ صخرہ کے پاس پہنچ کر پھر کچھ اندر جنگل میں جانا پڑا اور چل پھر کر تلاش کیا ۴ آپ پانی پر مصلہ بچھائے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے ۔ نمبر دوم قول صحیح ہے ۔ عَبْدًا میں پانچ قول ہیں ۱ یہ خضر علیہ السّلام تھے ۔ اور یہی قول درست ہے ۔ کیونکہ احادیثِ مبارکہ میں صراحتاً لفظِ خضر موجود ہے ۲ وہ حضرت الیاس تھے ۔ ۳ وہ کوئی فرشتہ تھا ۔ ۴ وہ حضرت یسع تھے معتزلہ کا امام جبائی کہتا ہے کہ خضر بہر حال نہ تھے ۔ یہی منکرِ حدیث کہتے ہیں ۔ ۵ یہ عبد خضر علیہ السلام ہی تھے ۔ مگر ان کا ہی نام یسع ہے ۔ خضر علیہ السّلام کو خضر کہنے میں چھ قول ہیں ۱ جب آپ کہیں بیٹھتے یا قدم رکھتے ہیں ۔ تو وہاں سوکھی گھاس اگی ہوئی ہری ہو جاتی ہے اور احادیثِ پاک کے الفاظ میں فَرْوَہ کا معنیٰ ہی خشک گھاس ہے ۔ ۲ جب آپ کہیں قدم رکھتے ہیں ۔ تو خشک بنجر زمین میں سبزی اگ پڑتی ہے ۔ اور فَرْوَہ کا معنیٰ ہے خشک زمین ۳ جہاں آپ رہتے ہیں ۔ وہاں آبِ حیات کا چشمہ ہے ۔ صرف وہیں پر آپ کے قدم کا یہ اثر ہے ہر جگہ نہیں ۔ ۴ آپ سبز لباس پہنتے ہیں ۔ اس لیے آپ کو خضر کہا جانے لگا ۵ آپ بہت خوبصورت اور تر و تازہ چمک دار رنگت والے ہیں ۔ اس لیے آپ کو خضر کہا جاتا ہے ۶ جہاں بھی آپ نماز پڑھیں تو وہاں اتنی دیر تک سبز نور پھیل جاتا ہے ۔ رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِنَا میں گیارہ قول ہیں ۱ رحمت سے مراد نبوّت اور وحیِ الٰہی ہے ۲ رحمت سے مراد ولایت اور الہامات ہیں ۳ رحمت سے مراد لمبی عمر ہے ۴ رحمت سے مراد صحت تندرستی اور پوری عمر کی جوانی ہے ۵ رحمت سے توفیقِ عبادت حلال رزق کسی کا محتاج نہ ہونا ۔ کبھی بیمار نہ ہونا ۔ خلوت میسر ہونا ذکرِ الٰہی میں ہمیشہ مشغول رہنا اور سب کی حاجتیں پوری کرنا تمام زمین کے پانی پر بادشاہت ہونا مراد ہے ۔ مگر پہلا قول درست ہے ۔ عَلَّمْنٰہُ میں پانچ قول ہیں ۱ اللہ تعالیٰ

نے بلاواسطہ بلا محنت تمام علومِ غیبیہ سکھا دیئے ۔ ۲ اللہ تعالیٰ نے بالواسطہ علم سکھایا ۔ ۳ فرشتے کے ذریعے وحی یا الھام سے سکھایا ۔ ۴ کسی اور ولی اللہ کے ذریعے سکھایا ۔ ۵ علمِ لدنّی سکھانے پڑھانے اور تعلیم دینے کا معنیٰ ہے کہ آپ کو رسول بنایا گیا اور یہی قول درست ہے ۔ قرآن مجید سے استدلال ہے ۔ واللہ و رسولہ اعلم بالصواب

فائدے

ان آیاتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں ۔ پہلا فائدہ ۔ تفسیر روح المعانی میں ہے کہ جب کوئی بندہ خالصتاً اللہ کے لیے کسی کام میں نکلتا ہے تو مولیٰ تعالیٰ اس کی تکالیف کو راحت و سکون میں بدل دیتا ہے اس کو وہ تکلیف محسوس بھی نہیں ہوتی لیکن جب بندے کا وہ کام اللہ کے لیے نہیں رہتا تو پھر وہ مصائب اپنی شکل میں نمودار ہوتے ہیں ۔ اور محسوس ہونے لگتے ہیں اگرچہ بندے کے عمل و فعل کی یہ تبدیلی بلا ارادہ ہی کیوں نہ ہو اور بندہ اب بھی اپنے اس فعل کو عبادت ہی سمجھ رہا ہو ۔ یہ فائدہ ھٰذَا نَصَبًا کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا ۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کو مصر سے بحرین تک دراز سفر میں وہ تکلیف محسوس نہ ہوئی جو اس تھوڑے سفر میں ہوئی ۔ دوسرا فائدہ ۔ طلب علم کے لیے تکلیف اٹھانا ۔ اور تکلیف کی پرواہ نہ کرنا اور تکالیف و مصائب کے باوجود ہمت و کوشش جاری رکھنا سُنّتِ انبیاءِ کرام علیہم السّلام سے ہے ہر مسلمان کو ایسا ہی عزم و ہمت قائم رکھنا دکھانا چاہیئے یہ فائدہ فَلَمَّا جَاوَزَا کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا کہ دیکھو حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھی کا مصر سے سفر کرنا اور بے سروسامانی راستے کی تکالیف کا بھی کچھ غم فکر پریشانی نہ کرنا ۔ صرف اللہ کے علم کو ہی حاصل کرنا تھا ۔ کوئی دنیوی مفاد مقصود نہ تھا اس بات سے آج کل کے تبلیغی وہابیوں کو سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ جاہل جاہل بیوقوف ان پڑھ قسم کے لوگ تبلیغ کی ذمہ داریوں کو اپنے گندے اور ناپاک بستروں میں باندھے پھرتے ہیں حالانکہ ان کو چاہیئے کہ پہلے طلبِ علم کے لیے گھروں سے نکلیں ۔ تیسرا فائدہ ۔ کائنات میں کوئی شخص بھی انبیاءِ کرام کے علم کا مقابلہ یا موازنہ نہیں کر سکتا خواہ وہ ولی ہو یا عالم غوث و قطب ہو یا محدّث مفسر یا کوئی فلسفی منطقی سائنسدان یا کوئی فرشتہ جنات کروڑوں بشر اپنا علم لے آئیں تب بھی علمِ نبوت کے سامنے قطرۂ ناچیز ہے یہ فائدہ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا فرمانے سے حاصل ہوا کہ جب ایک بڑے استاد کا شاگرد مدرسے کے چھوٹے استادوں سے علم میں بڑھ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا بلاواسطہ شاگرد ہو اس کے علم کی کیا شان ہوگی ۔ اور کون اس کے علم کو سمجھ سکتا ہے ۔

احکام القرآن

ان آیاتِ کریمہ سے چند مسائلِ فقہ مستنبط ہوتے ہیں ۔ پہلا مسئلہ ۔ قانونِ شریعت کے مطابق لفظ غداء طلوع سورج سے شروع ہو کر وقت چاشت تک کا نام ہے نہ پورے دن کو غداء کہتے ہیں نہ طلوع آفتاب سے قبل کو نہ فجرِ صادق کو نہ رات کے بارہ بجے کے بعد کو نہ غروب آفتاب کے بعد کو تاریخ بدل جانا علیحدہ بات ہے لیکن غداء ایک خاص چند گھنٹوں کچھ ساعتوں کو کہتے ہیں لہٰذا اگر کوئی شخص کسی چیز کے کرنے کا وعدہ یا نہ کرنے کی قسم کھالے تو شریعت میں اسی وقت میں قسم توڑنے سے حانث ہوگا نہ کہ اسے

پہلے نہ اس کے بعد یہ مسئلہ آتِنَا غَدَاۤئَنَا سے مستنبط ہوا۔ ہاں البتہ اگر یوم الغد کا لفظ بولتا ہے تو پورا دو برا دن مراد ہوگا اور رات شامل نہ ہوگی۔ دوسرا مسئلہ۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنی عبادت نماز روزہ۔ وضو۔ غسل ورد و وظائف اور سفر حج وغیرہ میں اور عمل و نیت میں بہت ہی احتیاط کرے یادداشت اور بھول چوک کا خاص خیال رکھے یعنی ہر عبادت میں چوکس رہے۔ بے توجہی۔ اور بے خیالی نہ ہونے دے۔ ورنہ عبادت کا ثواب لذت اور دورانِ عمل رحمتِ الٰہی کے بند ہونے کا خدشہ ہے۔ انسان بے شعوری میں اپنے بہت سے نقصان کر لیتا ہے۔ یہ مسئلہ مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا میں هٰذَا کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا کہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کے تفصیلِ سفر نہ بتانے اور یوشع علیہ السّلام کی ذراسی بھول سے اتنا لمبا مزید بے فائدہ سفر بھی کرنا پڑا اور وہ تکلیف بھی اٹھانی پڑی جو پہلے سفر میں نہ محسوس ہوئی اور جو رحم و کرم بحالتِ سفر پہلے ہوا تھا۔ وہ اب نہ ہوا۔ تیسرا مسئلہ۔ قانون شریعت کے مطابق کوئی بھی عمل ہو دینی یا دنیوی سفر کا یا حضر کا۔ اس کی شدت اس کی تکالیف و مصائب کو بیان کرنا یا کسی کے سامنے اظہار کرنا جائز ہے شکوہ یا شکایت نہیں یہ مسئلہ لَقَدْ لَقِیْنَا (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ اگر یہ اظہار ممنوع ہوتا تو شانِ نبوت کے کبھی لائق نہ تھا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ **پہلا اعتراض**۔ اللہ تعالیٰ بری چیزوں کا خالق نہیں ہے دیکھو نسیان بری چیز ہے اس لیے موسیٰ علیہ السّلام کے ساتھی نے یہ کہا کہ مجھ کو شیطان نے بھلا دیا اگر بھول اور نسیان وغیرہ کا خالق اللہ تعالیٰ ہوتا تو وہ یہاں کہتے وَمَاۤ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا اللّٰهُ (از فرقہ جبریہ اور معتزلہ) **جواب**۔ اس کے دو جواب ہیں۔ پہلا جواب الزامی۔ کہ کیا پھر تم ابلیس کو بھی خالق مانو گے اور شرک کرو گے۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ یہاں مادۂ نسیان کی تخلیق مراد نہیں بلکہ ورودِ نسیان مراد ہے نسیان کا مادہ رب تعالیٰ نے انسان کے اندر پیدا فرمایا۔ لیکن نسیان کا وارد ہونا بہت وجہ سے ہو سکتا ہے ۱۔ شیطان ابلیس کی طرف سے بھی ۲۔ اپنی ذہنی دماغی کمزوری کی وجہ سے بھی ۳۔ اور کسی بھی شخص یا ماحول یا بیماری اور تفکرات کی طرف سے بھی۔ **دوسرا اعتراض**۔ موسیٰ علیہ السلام نے سفر کی ذراسی تھکاوٹ محسوس کر کے فوراً شکوہ شکایت کر دی کہ لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ہم کو اپنے اس سفر میں بڑی تکلیف پہنچی۔ یہ کہنا تو بڑی کمزور قلبی اور بزدلی ہے (معاذ اللہ) دیکھو حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے نارِ نمرود میں جاتے وقت یوسف علیہ السلام نے جیل میں ایوب علیہ السلام نے سخت ترین لمبی بیماری میں صحابہ کرامؓ نے جہادوں میں۔ امام حسینؓ نے میدان کربلا میں قطعاً کسی تکلیف کا اظہار نہیں فرمایا نہ کوئی شکوہ نہ شکایت۔ یہاں آخر ایسا کیوں ہے؟

جواب۔ اس کے تین جواب دیئے گئے ہیں پہلا یہ کہ یہ کلام شکوہ یا شکایت نہیں۔ اظہار تعجب ہے کہ ہم نے پہلے اتنا لمبا سفر کیا تو ہم کو کوئی تکلیف تھکاوٹ کمزوری اور چلنے میں بوجھ محسوس نہ ہوا۔ اب اس تھوڑے چلنے سے

اتنی کمزوری تھکاوٹ بے شک ہم کو ہوئی لیکن آخر کیوں اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ جواب شاندار ہے۔ دوسرا جواب یہ کہ یہ اظہار تکلیف اپنے لیے نہ تھا بلکہ ساتھی سے اظہار اور دلجوئی کرتا تھی۔ کہ بڑی مشقت اٹھائی تم نے یہ گویا مشفقانہ احسان مندی کا تشکر اور اظہار ہے۔ اور یہ عام مشفق بزرگوں کا طریقہ کریمانہ ہوتا ہے۔ لیکن لَقَدْ لَقِیْنَا جمع بولنا یا تو وضاحت کلامی کے لیے ہے اور یا اس شکوہ شکایت کی معیوبی کو اپنی طرف منسوب کرنا بزرگوں کے طریقہ عمدہ کی بنا پہ ہے کہ حکم ہے کہ بری باتوں اور گناہوں کو کسی دوسرے کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہیئے یعنی اگرچہ متکلم میں وہ بات نہ ہو مگر کہنا یہی چاہیئے کہ ہم نے یہ غلطی کی وغیرہ وغیرہ تیسرا جواب یہ کہ یہ سفر اگرچہ عبادت تھا۔ اور عبادت میں تکلیف کا اظہار اچھا نہیں ہوتا مگر وہ فرضی عبادت کا حکم ہے یہ عبادت نفلی تھی اس میں تکلیف کا اظہار جائز ہوتا ہے۔ جیسا کہ احکامُ القرآن میں فقہ سے اِستنباطًا ثابت ہوا۔ رہا یہ کہ انبیاءِ کرام اور صحابہ کا اظہارِ تکلیف نہ فرمانا تو وہ اس لیے تھا کہ خلیل اللہ کے لیے نارِ نمرود اور ایوب علیہ السلام کے لیے بیماری اور امام حسینؓ کے لیے کربلا ایک امتحان آزمائش اور مدارج ترقی کا ذریعہ تھے۔ یوسف علیہ السلام کی جیل آپ کی تبلیغ گاہ تھی۔ صحابہ کرام کے جہاد ان کی فرضی عبادت تھی لہٰذا اُن کو اظہارِ تکلیف شرعاً جائز نہ تھا مگر یہاں اِن میں سے کوئی بات نہیں یہ سفر نہ فرضی عبادت نہ امتحان نہ آزمائش نہ ترقیِ مدارج کا ذریعہ نہ تبلیغ گاہ۔ جواب چہارم یہ کہ یہ کلام فرمانا اظہارِ شکایت نہیں بلکہ سفر کے لمبا ہونے اور ابھی مدّعا حاصل نہ ہونے کا افسوس ہے۔ اور یہ بات فطری ہے کہ جب مدعا حاصل نہ ہوتا ہو تو انسان کو تھوڑا کام بھی بوجھل اور بھاری و تھکاوٹ محسوس ہوتا ہے۔ اور جب اچانک مقصود و مطلوب اور مدعا مل جائے تو ساری تھکاوٹ یکدم دور ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام یہ مچھلی کے گم ہونے کی بات سنتے ہی پلٹ پڑے اور پھر اسی وقت نہایت پھرتی چستی سے دو دن کا دوبارہ سفر شروع فرما دیا نہ تھکاوٹ رہی نہ تکلیف۔

تیسرا اعتراض۔ یہاں اِن آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ عالم ہیں۔ بخاری مسلم اور ترمذی شریف کی احادیث میں بھی یہی الفاظ ہیں کہ جب کلیم اللہ سے سوال ہوا اور اپنے جواباً فرمایا کہ اَنَا اَعْلَمُ یعنی اس وقت روئے زمین پر بڑا عالم ہوں تو اللہ تعالیٰ نے تنبیہاً فرمایا کہ تم سے بھی بڑا اور زیادہ عالم ہمارا ایک بندہ ہے۔ وہاں حدیث پاک میں اَعْلَمُ مِنْکَ کے اَلفاظ ہیں۔ اور جو زیادہ عالم ہوتا ہے۔ وہ افضل ہوتا ہے اب اگر خضر علیہ السلام بنی اسرائیل ہیں تو وہ سب اسرائیلی اُمتِ موسیٰ تھے اُس وقت اور امتی نبی سے کبھی بھی افضل و اعلیٰ نہیں ہوسکتا۔ اور اگر آپ غیر بنی اسرائیل ہیں تو بھی آپ افضل نہیں ہو سکتے کیونکہ باری تعالیٰ نے فرمایا فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ اے بنی اسرائیل میں نے تم کو تمام جہانوں پر فضیلت دی۔ تو پھر اب اِن آیت اور احادیثِ پاک کے الفاظ کا مطلب کیا ہے؟

جواب۔ یہ بات تو ہم نے آپ کے شجرۂ نسب سے پہلے ثابت کر دی ہے کہ آپ بنی اسرائیل میں سے نہیں ہیں بلکہ

آپ تو بنی اسرائیل کے جدِّ اعلیٰ دبانیٔ نسل حضرت یعقوب سے بھی پہلے حضرت ابراہیم کے زمانے یا کچھ بعد میں پیدا ہوئے۔ لیکن دوسرا فَضَّلتُکُم والا سوال تو اس لیے غلط ہے کہ خضر علیہ السلام نبی ہیں اور کوئی بھی غیر نبی کسی بھی شان و فضیلت کا ہو جائے نبی سے افضل نہیں ہو سکتا فَضَّلتُکُم میں اپنے زمانے کے غیر انبیاء سے فضیلت مراد ہے یہ اعتراض ان بیوقوف لوگوں پر پڑتا ہے جو حضرت خضر کو نبی نہیں مانتے ولی اللہ یا عالم کہتے ہیں۔ اب رہا یہ سوال کہ حضرت خضر موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں یا برابر ہیں یا حضرت موسیٰ افضل ہیں۔ تو اس میں صحیح اور با دلائل عقیدہ یہی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے مرسل اور صاحبِ کتاب ہونے کی وجہ سے حضرت خضر سے افضل ہیں۔ لیکن علم میں تو وہ دونوں کا علم علیحدہ علیحدہ ہے خود خضر علیہ السلام نے بوقت ملاقات فرمایا تھا کہ اے موسیٰ جو رب کریم نے تم کو علم دیا ہے اس کو میں نہیں جانتا اور جو مجھ کو علم دیا ہے اس کو تم نہیں جانتے۔ اس گفتگو سے ثابت ہو رہا ہے کہ علمیت میں دونوں بزرگ برابر ہیں مگر علم کی قسم علیحدہ علیحدہ ہے ایک کے پاس صرف شریعت کا ظاہری علم ہے اور دوسرے بزرگ کے پاس طریقت کا باطنی علم۔ حضرت خضر نبی اور رسول تو ہیں مگر مرسل نہیں ہیں۔ اس لیے مقام افضلیت موسیٰ علیہ السلام کی زیادہ ہے۔

چوتھا اعتراض۔ کوئی کہتا ہے حضرت خضر فقط نبی ہیں کوئی کہتا ہے رسول بھی ہیں۔ کوئی کہتا ہے نہ نبی ہیں نہ رسول صرف وَلِیُّ اللہ ہیں۔ کوئی کہتا ہے صرف عالم ہیں۔ کوئی کہتا ہے فرشتہ ہیں۔ اور یہ سارے اقوال مسلمانوں کی کتابوں اور تفسیروں میں ملتے ہیں یہ کیا مصیبت ہے کہ ایک شخصیت ہے۔ اور اتنے اختلاف اب کوئی کیا فیصلہ کر سکتا ہے اور پھر ہر شخص دعویدار ہے۔ کہ میرا قول درست ہے۔ **جواب۔** معترض اپنی شکایت میں حق بجانب ہے۔ واقعی تفاسیر میں بہت ہی اختلافی اقوال موجود ہیں جس کی اصلیت و حقیقت کا ایک عام آدمی فیصلہ نہیں کر سکتا یہ مسلمانوں کی کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ اس قوم میں ایسے ایسے جاھل اور ابلیس صفت اہل قلم پیدا ہو گئے ہیں کہ جن کا مقصد ہی امت میں نظریاتی عقائد کا ابہام ڈالنا ہے۔ اور جن کے قلم کی خیانتوں نے اسلام کے ہر مسئلے میں اقوال و اختلافات کا کثیر الجھاؤ پیدا کر دیا۔ ان کی جہالتوں نے نہ قرآن کو چھوڑا نہ حدیث کو نہ تفسیر کو چھوڑا نہ تاریخ کو ہر چھوٹے بڑے مسائل میں جاہلانہ اختلافات کی آندھی بھر مارہے کہ خدا کی پناہ۔ ہماری اکثر نئی پرانی تفاسیر میں سوائے قَالَ بعضٌ قِیلَ فلاں وَیُقَالُ اور اس نے یہ کہا کے علاوہ اور ہے ہی کیا آج ہم اپنی تفسیریں غیر مسلموں کو نہیں دکھا سکتے جب کہ ان تفسیروں کو پڑھ کر خود ہمارا دل بیزار ہو جاتا ہے۔ اور تعجب اور افسوس ہے کہ ایک آیت و حدیث میں سو سو قول تو نقل کر دیئے اور ہر جاھل و بے عقل کا بیہودہ قول تو ٹھونس دیا مگر با دلائل سچ اور جھوٹ حق و باطل صحیح و غلط کی چھانٹ و نشان دہی نہ کی گویا کہ ان کا صرف غلط افکار اور باطل کی پرچار کرنا ہی مقصود ہے اسی چیز نے مسلمانوں میں فرقہ بازی پیدا کی یہ بات کسی دوسرے مذہب میں نہیں آج ہم جن یہود و نصاریٰ پر طعن کرتے ہیں اور اس طعن پر بڑا فخر کرتے ہیں۔ کہ یہودیوں کی تالمود۔ بائبل انجیل وغیرہ کئی دفعہ بدلی گئی۔ وہ لوگ اگر چھوٹی تبدیلی کرتے بھی ہیں تو کوئی الگ الگ

اپنی اپنی ڈفلی لے کر نہیں بیٹھ جاتا بلکہ مل کر متفقہ طور پر تبدیلی کرتے ہیں یہ تو رب تعالیٰ کا بڑا کرم ہے کہ اس نے قرآن مجید کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے۔ ورنہ ہمارے یہ قلم کار اللہ تعالیٰ کے اس کلام کو بھی معاف نہ کرتے۔ کس کس مسئلے میں آپ یہ شکایت کریں گے۔ تمام مسائلِ اسلامیہ میں ان باطل لوگوں نے یہی کچھ کیا ہے۔ اور پھر طرفہ یہ کہ اولاً تو اکثر اقوال میں کوئی دلیل نہیں صرف حق مسائل کو غلط اور ان کے مضبوط دلائل کو ضعیف کہہ دینے تک ہی اکتفا کی گئی ہے۔ اور اگر بعض مسائل میں کچھ الٹی سیدھی معقولی قیاسی استدلالی دلیلیں دی بھی ہیں۔ تو اتنی بھونڈی اور بیہودہ کہ اصل مسئلے کا حلیہ ہی بگاڑ دیں۔ یہی کچھ ان جہلاءِ باطلین نے واقعات خضر علیہ السلام میں کیا ہے۔ ہم نے خضر علیہ السلام کے بارے میں اکابر اہلسنت کا مضبوط عقیدہ و نظریہ و مسلک اپنی تفسیر عالمانہ میں بیان کر دیا ہے کہ تمام علما فقہا اور صوفیا کا متفقہ مذہب ہے۔ کہ حضرت خضر علیہ السلام۔ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور رسول ہیں۔ حضرت ابراہیم کے زمانے میں آپ کی ولادت ہوئی اور قربِ قیامت تک آپ کو لمبی عمر اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی کچھ مخالفین کہتے ہیں کہ حضرت خضر نبی یا رسول نہیں تھے اور کہتے ہیں۔ کہ آپ ولی اللہ تھے۔ یا کہتے ہیں کہ فقط ایک عالم تھے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نبی تھے مگر رسول نہ تھے ان لوگوں کے پاس اپنے اس باطل نظریے کی کوئی بھی کسی قسم کی دلیل نہیں صرف مخالفانہ عقل درازیاں ہیں حالانکہ یہ عقیدے کا مسئلہ ہے اس کی نظریہ بندی میں بہت غور و تفکر سمجھ بوجھ اور تدبّر کی ضرورت ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ ہمارے پاس حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور رسالت کے ثبوت میں قرآن مجید سے مندرجہ ذیل باتیں دلائل ہیں۔

پہلی دلیل۔ یہاں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ آتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا۔ تمام مفسرین فرماتے ہیں۔ کہ یہاں رحمت سے مراد نبوت ہے اس لیے کہ قرآن مجید میں اکثر مقامات پر رحمت سے نبوت ہی مراد لی گئی ہے۔ جیسے کہ مثلاً سورۂ زخرف ۴۳ آیت ۳۲ میں ارشاد ربانی ہے۔ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ۔ یعنی جب کفار نے کہا کہ قرآن کسی بڑے سردار پر اترنا چاہیئے تھا۔ اس دُرِّ یتیم پر کیوں اترا تو جواباً رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کیا یہ کفار آپ کے رب کی نبوتوں کو بانٹتے ہیں جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں۔ اور مثلاً جیسے کہ سورۂ ۲۸ قصص آیت ۸۶ میں ارشاد باری ہے۔ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ۔ ترجمہ۔ اور آپ کو یہ امید نہیں تھی کہ آپ کی طرف یہ کتاب نازل کی جائے گی مگر نبوت ملنے کی آپ کو امید تھی۔ ان تمام مقام میں رحمت سے مراد نبوت ہی ہے۔ (از امام رازی تفسیر کبیر)۔

دوسری دلیل۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا قَالَ هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ۔ ترجمہ۔ کیا میں تمہاری اتباع کروں اور ساتھ رہوں تاکہ تم مجھ کو یہ علم سکھا دو۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت خضر نبی ہیں کیونکہ نبی صرف نبی کی ہی اتباع کر سکتا ہے اس لیے کہ انبیاء کرام کے پاس وحیِ الٰہی ہوتی ہے۔

تیسری دلیل۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ كَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا۔ کس طرح صبر کر سکو

تم اس شریعت کی اور اس قانون کی باتوں پر جس کی حقیقت کا تم کو پتہ نہیں اس کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا لَا اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا یعنی میں تمہارے کسی کام یا کسی بات کی نافرمانی یا مخالفت نہ کروں گا موسیٰ علیہ السلام کا یہ وعدہ صرف اس لیے تھا کہ یہ جو کچھ مجھ کو سکھائیں گے وہ یقیناً وحی الٰہی ہو گی کیونکہ یہ نبی ہیں کبھی کسی غیر نبی سے بیشک اس طرح کا وعدہ کرنا جائز نہیں موسیٰ علیہ السلام کا یہ وعدہ دراصل حضرت خضر کی نبوت کا اظہار ہے۔

چوتھی دلیل۔ حضرت خضر نے فرمایا۔ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ یعنی یہ جو کچھ میں نے کیا اپنی مرضی اور اپنے نبی ارادے سے نہ کیا بلکہ اللہ کی وحی سے کیا اور وحی صرف انبیاء کرام ہی پر نازل ہوتی ہے۔ اگر آپ ولی اللہ ہوتے تو آپ پر الہامات آتے مگر الہامات ظنی ہوتے ہیں۔ اُن پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔ خود صاحب الہام ولی اللہ کو بھی اپنے الہام پر یقین نہیں ہوتا۔ اسی لیے وہ اپنے الہامات پہلے قرآن و حدیث اور شریعت کے مطابق بنانے غور کرتے ہیں۔ اگر شریعت کے مطابق ہو تب اُس پر عمل کرتے ہیں۔ ورنہ رد کر دیتے ہیں۔ جو بغیر سوچے سمجھے اپنے الہام پر عمل کرے وہ گمراہ ہو کر ولایت سے گر جاتا ہے۔ دیکھو غوث پاک نے نور دیکھا اور اور الہام سنا مگر شریعت کے خلاف سمجھ کر لاحول پڑھا اور رد کر دیا۔ ابلیس حاضر ہو کر بولا اے عبدالقادر تم بچ گئے لیکن ستر اولیاء اللہ اسی الہام سے مردود و گمراہ ہو کر ولایت سے گر گئے۔ شیطان ابلیس انبیاء کرام کے پاس ایسا کوئی الہام لے کر جا سکتا ہی نہیں۔ خضر علیہ السلام کا اتنے بڑے بڑے کام کرنا کشتی اکھیڑنا بچہ قتل کر دینا وحی کے بغیر نہیں ہو سکتے آج کوئی ولی غوث قطب ایسا نہیں کر سکتا نہ کوئی سابقہ اولیاء اللہ میں اس کی مثال ملتی ہے انبیاء کرام علیہم السلام تو خواب دیکھ کر بھی بیٹے کے گلے پر چھری چلا سکتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ خضر علیہ السلام نبی ہی ہیں یہ کام ہی بتا رہے کہ آپ کو نبوت دی گئی ہے جو آپ کی نبوت کا انکار کرے اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔

پانچویں دلیل۔ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو پہچان کر کہا کہ تم بنی اسرائیل کے موسیٰ ہو تم کو توریت ملی کلیم اللہ ہونے کا شرف حاصل ہوا جو علم تمہارے پاس ہے وہ مجھ کو نہیں آتا وغیرہ وغیرہ۔ تب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے خضر تم نے مجھ کو کیسے پہچان لیا۔ حضرت خضر نے فرمایا کہ جس اللہ نے تم کو میرے متعلق بتایا اسی نے مجھ کو تمہارے متعلق بتا دیا۔ یعنی تم کو اللہ تعالیٰ نے وحی سے بتایا تو مجھ کو بھی اُسی نے وحی سے ہی بتایا اس طرز تکلم سے اپنی وحی کا اظہار ہے کہ اے موسیٰ علیہ السلام تم کو بھی رب کی طرف سے وحی آتی ہے اور مجھ کو بھی اور تم نبی ہو تو میں بھی نبی ہوں۔ اس موازنے سے نبوت کا ثبوت ملتا ہے۔ ان مضبوط دلائل قرآنیہ سے حضرت خضر کی نبوت ثابت ہوتی ہے۔ لیکن قرآن مجید کی ان ہی آیت سے آپ کی رسالت بھی ثابت ہو رہی۔ چنانچہ۔

چھٹی دلیل۔ باری تعالیٰ نے فرمایا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۔ ترجمہ۔ اور خود ہم نے خضر کو علم لدنی یعنی قرب خاص کی تعلیم دی۔ علم لدنی علوم غیبیہ کو کہتے ہیں امام غزالی نے علم لدنی کے بارے میں مستقل ایک کتاب

لکھی ہے جس کا نام ہے۔ اثبات علوم لدنیہ اور اللہ تعالیٰ اپنے علوم غیبیہ صرف اپنے رسولوں کو عطا فرماتا ہے چنانچہ دوسری آیت میں ارشاد ہے عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ ترجمہ۔ وہ اللہ ہر غیب کو جاننے والا ہے پس نہیں ظاہر فرماتا اپنے غیب پر کسی کو مگر اسی کو جس کو چن لے رسول بنا کر۔ سورۂ جن آیت ۲۶ اس اوپر والی آیت میں لدنا کی نسبت الیہ سے ثابت ہو رہا ہے۔ کہ بلا واسطہ علم سکھایا گیا اور بلا واسطہ رب تعالیٰ سے علم حاصل کرنا انبیاء کرام اور رسولان عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہے۔ اولیاء اللہ کو جو علم لدنی حاصل ہوتا ہے وہ آستانۂ نبوت سے حاصل ہوتا ہے۔ ہر ولی اللہ اپنے اپنے نبی علیہ السلام کے دروازے سے علم لدنی پاتا ہے۔ خواہ شکم مادر میں یا بعد ولادت میں دخصاً۔ یا کتباً ان دلائل سے ثابت ہو گیا کہ خضر علیہ السلام نبی بھی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے علم طریقت و روحانیت کے رسول بھی یہ دلائل ہم کو تفسیر کبیر تفسیر روح المعانی وغیرہ سے حاصل ہوئے ہیں نے بہت سی کتابیں دیکھیں مگر منکرین نبوت خضر کی ایک بھی دلیل نہ ملی بجز اس کے کہ ہم ان کو نبی نہیں مانتے۔ یا یہ کہ نبوت والی دلیلیں ضعیف ہیں کمزور ہیں۔ مگر وجہ کمزوری کی بھی بیان نہیں کر سکے یہ تو ان سے گفتگو تھی جو خضر علیہ السلام کی نبوت کے منکر ہیں۔ لیکن بعض لوگ حضرت خضر کی لمبی عمر کے بھی منکر ہیں۔ البتہ ان کے پاس کچھ دلائل ہیں مگر وہ بھی زیادہ تر عقلی اور الزامی دلیلیں کہ اگر حضرت خضر کی تا قیامت لمبی عمر ہے۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ والسلام کی زیارت کیوں نہ کی مسلمان ہو کر امت مصطفےٰ میں کیوں نہ شامل ہوئے آپ کے پیچھے نمازیں اور جمعہ کیوں نہ پڑھے جہادوں میں کیوں شریک نہ ہوئے۔ بس اس طرح کے لایعنی بیہودہ سوالیہ دلائل ہیں۔ بہرکیف ہم پہلے اپنے دلائل پیش کرتے ہیں۔ پھر ان کے دلائل اور ساتھ ہی ان کے دلائل کا جواب پیش کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

خضر علیہ السلام کی عمر دراز کے دلائل :

پہلی دلیل۔ تفسیر روح المعانی پ ۱۵ ص ۳۲۲ پر ہے۔ اَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجْتَمَعَ الصَّحَابَةُ دَخَلَ رَجُلٌ اَشْهَبُ اللِّحْيَةِ جَسِيْمٌ صَبِيْحٌ فَتَخَطّٰى رِقَابَهُمْ فَبَكٰى (الخ) فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا هٰذَا الْخَضِرُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ترجمہ۔ مستدرک حاکم نے حضرت جابر سے روایت کیا کہ جب آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال پاک ہوا۔ اور تمام صحابہ ایک جگہ جمع ہوئے تو ایک شخص نہایت چمکدار پھیلی ہوئی داڑھی شریف والے پیارے جسم و حسن اور نمکین صباحت والے تشریف لائے سارے صحابہ کی گردنیں جھک گئیں۔ وہ صاحب روئے اور صحابہ کرامؓ سے کچھ غمزدہ گفتگو فرمائی۔ پھر تشریف لے گئے۔ صدیق اکبرؓ

اور علی مرتضیٰؓ نے فرمایا کہ یہ خضر علیہ السلام تھے۔ اس حدیث پاک سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ کی عمر اتنی لمبی تھی کہ ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے اب تک زندہ تھے۔ جو تقریباً تین ہزار سال بنتا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ نبی ہیں ورنہ صحابہ کرامؓ کی گردنیں ان کے احترام میں کیوں جھکتیں صحابہ کرامؓ تو دنیا کے تمام ولیوں غوثوں قطبوں سے افضل ہیں۔ نیز صحابہ کرامؓ کا اور آج تک تمام بزرگوں کا ان کو علیہ السلام کہنا بھی ان کی نبوت کی دلیل ہے کیونکہ انبیاء اور ملائکہ معصومین کے سوا کسی غیر نبی کو علیہ السلام کہنا منع اور شرعاً ناجائز و گناہ۔ دوسری دلیل۔ احادیث و اقوالِ تواریخ و مشاہدات ملاقات و مصافحات کے کثیر دلائل کے علاوہ خود قرآن مجید کی یہ آیت اور یہ واقعہ بھی بہت واضح طریقے سے حضرت خضر علیہ السلام کی لمبی عمر کو ثابت فرما رہا ہے ۱۔ رب تعالیٰ کا خضر علیہ السلام کی مجمع بحرین کے پاس رہائش بنانا وہاں ٹھیرانا ۲۔ وہاں پر آب حیات کا چشمہ پیدا فرمانا ۳۔ موسیٰ علیہ السلام کو ملاقات کے لیے مجمع بحرین کے پاس بھیجنا ورنہ کہیں اور بھی ملاقات کرائی جا سکتی تھی خضر علیہ السلام تو چلتے پھرتے سیاحت فرمانے والے آدمی ہیں وہ کوئی مجمع بحرین کے پاس سدا کے گوشہ نشین اور معتکف نہیں ہیں۔ ۴۔ مجمع بحرین اور ملاقات خضرؑ کے لیے مچھلی کو نشان بنانا اس کو پکوانا۔ تلوانا۔ ناشتے کے لیے رکھوانا اور کھانے سے ممانعت نہ فرمانا۔ راستے میں ان حضرات کا تھوڑا کھانا اور مچھلی کے گم ہونے زندہ ہو کر بھاگ جانے کی نشانی قرار دینا یہ سب کچھ کیا ثابت کرتا ہے انسان ضد بازی اور مخالفت کے جنون میں اگر عقل سے ہی اندھا ہو جائے اور تدبر و تفکر سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے تو کیا کہا جا سکتا ہے ورنہ حقیقت ہے کہ جس جگہ تھوڑی دیر رہنے سے مردہ اور تلی ہوئی کھائی ہوئی بے جان ادھڑ یوں والی مچھلی زندہ ہو کر پانی میں چلی جائے تو وہاں رہنے والے کی زندگی کی کیا شان ہوگی اور جس شخص کے قدموں سے خشک گھاس اور خشک مردہ زمین کو زندگی مل جائے اس کی اپنی حیات کی درازی کیوں لا مثل ہوگی۔ تیسری دلیل۔ ابن حجر عسقلانی کی کتاب الزہر النضر فی حال الخضر ص۹۵ پر ابن عدی کامل جرجانی سے روایت ہے ایک دفعہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کسی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ کہ ایک کونے سے کسی دعا مانگنے والے کی آواز سنی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی دعاؤں میں دوسروں کو بھی شامل کرو تو ان صاحب نے دعا حکم کے مطابق اسی طرح شروع فرما دیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انس بن مالک کو فرمایا کہ اے انس ان صاحب کے پاس جا کر کہو کہ تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے لیے بھی استغفار مانگو حضرت انسؓ نے جا کر کہا تو ان صاحب نے کہا کہ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ کو فرمایا کہ کہہ دو ہاں حضرت انس نے کہا۔ ہاں میں نبی پاک کا قاصد ہوں ان صاحب نے فرمایا کہ تم خدمتِ اقدس میں واپس جا کر عرض کرو کہ وہ صاحب عرض کرتے ہیں کہ اللہ نے آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت بخشی ہے جس طرح ماہ رمضان کو تمام مہینوں پر اور آپ کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت بخشی ہے جس طرح یوم جمعہ کو تمام دنوں پر

حضرت انسؓ فرماتے ہیں اچانک پتہ لگا کہ وہ خضر علیہ السلام تھے۔ اس دلیل سے ثابت ہوا کہ خضر علیہ السلام بارگاہ اقدس میں حاضری دیتے اور آپ کی ثناخوانی فرماتے رہتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت انس کو بھیجنا اور خود نہ جانا ان کو اپنے قریب بلانا صرف حضرت انس کو بتانا تھا ورنہ حضور اقدس خود جانتے تھے۔ کہ یہ خضر ہیں چوتھی دلیل۔ حضرت انسؓ کی دوسری اسی قسم کی روایت کو عاصم بن سلیمان نے روایت کیا جس میں ہے کہ حضرت خضر نے انس بن مالک سے فرمایا کہ میں زیادہ حق دار ہوں کہ نبی پاک کی خدمت میں حاضری دوں مگر تم میرا اسلام نبی پاک سے عرض کرنا۔ اس وقت بھی خضر علیہ السلام نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت خوانی فرمائی۔ پانچویں دلیل۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ فَلَمَّا وَلَّيْتُ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْمُرْشَدَةِ الْمَرْحُوْمَةِ الْمَتُوْبِ عَلَيْهَا ترجمہ جب واپس پھرا تو خضر علیہ السلام نے یہ دعا مانگی اے اللہ مجھ کو بھی اس ہدایت والی مرحومہ امت میں شامل فرما۔ چھٹی دلیل۔ الزہر النضر لابن حجر کے ص۱۰۲ پر ہے۔ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَلْتَقِي الْخَضِرُ وَاِلْيَاسُ فِيْ كُلِّ عَامٍ فِي الْمَوْسِمِ فَيَحْلِقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا رَأْسَ صَاحِبِهٖ وَيَتَفَرَّقَانِ عَنْ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا يَسُوْقُ الْخَيْرَ اِلَّا اللّٰهُ۔ بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ فِي الْاَفْرَادِ) ترجمہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت خضر اور الیاس ہر سال حج میں دونوں ملاقات کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی حجامت بناتے ہیں۔ اور خضر علیہ السلام یہ کلمات پڑھ کر وداع ہوتے ہیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا يَسُوْقُ الْخَيْرَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اور حضرت الیاس بوقت وداع یہ کہتے ہیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اس حدیث پاک کو دارقطنی نے روایت فرمایا ابن عباس فرماتے ہیں جو بندہ یہ کلمات صبح شام ایک دفعہ پڑھے گا وہ ڈوبنے آگ لگنے اور چوری سے محفوظ رہے گا۔ ساتویں دلیل۔ الزہر النضر ص۱۰۳ پر ہے۔ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ يَجْتَمِعُ فِيْ كُلِّ يَوْمِ عَرَفَةَ جِبْرَئِيْلُ وَمِيْكَائِيْلُ وَاِسْرَافِيْلُ وَالْخَضِرُ۔ (الخ) ترجمہ مولیٰ علیؓ نے فرمایا کہ ہر سال میدان عرفات میں جبریل میکائیل اسرافیل اور حضرت خضر علیہم السلام جمع ہوتے ہیں۔ آٹھویں دلیل۔ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رَوَّادٍ قَالَ يَجْتَمِعُ الْخَضِرُ وَاِلْيَاسُ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ مِنْ اَوَّلِهٖ اِلٰى اٰخِرِهٖ۔ ترجمہ۔ عبد العزیز بن رواد سے روایت ہے کہ ہر ماہ رمضان میں پورا مہینہ حضرت خضر و الیاس بیت المقدس میں رہتے ہیں۔ نویں دلیل۔ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوْكَ (الخ) ترجمہ پوری حدیث پاک کا۔ امام مکحول روایت کرتے ہیں واثلہ بن اسقع سے انہوں نے فرمایا کہ ہم آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ تبوک کے موقع پر ساتھ تھے یہاں تک کہ ہم علاقہ جزام میں پہنچے اور ہم کو سخت پیاس لگی۔ ہم وہاں ایک تالاب کے پاس پہنچے جب ایک تہائی رات ہوئی تو ہم نے کچھ دور سے کسی صاحب کی آواز سنی جو دعا

مانگ رہے تھے کہ مولیٰ تعالیٰ مجھ کو اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بنا دے جو مغفور مستجاب اور مبارک ہے۔
یہ آواز سن کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حذیفہ اور اے انس تم دونوں اس گھاٹی میں جاؤ اور دیکھو یہ کس کی آواز ہے۔ جب ہم دونوں وہاں گئے تو دیکھا کہ ایک بزرگ نہایت اونچے لمبے سفید لباس اور سفید ہی جسم وچہرہ ہم نے ان کو سلام عرض کیا تو انہوں نے مرحبا کہہ کر پوچھا کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد ہو ہم نے کہا۔ ہاں۔ مگر آپ کون ہیں۔ انہوں نے فرمایا میں الیاس نبی ہوں لشکرِ اسلام دیکھنے آیا ہوں
دسویں دلیل۔ قَالَ ابْنُ شَاهِيْنٍ فِيْ كِتَابِ الْجَنَائِزِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ۔ ابن شاہین نے کتاب الجنائز میں روایت نقل فرمائی کہ فاروقِ اعظم ایک نماز جنازہ پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے تھے کہ کسی پیچھے آنے والے نے آواز دی کہ اللہ تم پر رحم فرمائے نماز میں جلدی نہ کرنا تھوڑا انتظار کر لینا تو فاروق اعظم نے انتظار فرمایا یہاں تک کہ وہ صاحب صف میں شامل ہو گئے۔ فاروق اعظم نے تکبیر پڑھ کر نماز پڑھا دی۔ نماز کے بعد ان شامل ہونے والے صاحب نے یہ دعا پڑھی۔ اِنْ تُعَذِّبْهُ فَقَدْ عَصَاكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهٗ فَاِنَّهٗ فَقِيْرٌ اِلٰى رَحْمَتِكَ۔
تو فاروق اعظم اور تمام موجودہ صحابہ کرامؓ نے ان صاحب کی طرف دیکھا۔ (الخ) پھر کچھ دفن کے وقت انہوں نے دعائیں پڑھیں فاروقِ اعظم نے لوگوں سے فرمایا کہ ان صاحب کو میرے پاس لاؤ ہم ان سے کچھ بات کریں۔
لوگ ان کی طرف دوڑے تو وہ ان کے نشانِ قدم کے سوا کچھ نہ پا سکے اور گز گز بھر فاصلے پر نشاناتِ قدم تھے۔
حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم یہ وہی خضر تھے۔ جن کا ذکر نبی پاک نے ہم سے بیان فرمایا تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم
گیارہویں دلیل۔ امام حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ مجھ سے ایک اہلِ سنت شخص تقدیر کے کسی مسئلے میں بحث کر رہا تھا۔ تو آخیر میں دونوں اس پر راضی ہوئے کہ ہماری اس بحث اور محفل کے دوران جو شخص پہلے تشریف لائے گا ہم اس کو اپنی بحث کا حَکم اور قاضی بنائیں گے۔ اچانک تھوڑی دیر بعد ایک اعرابی گاؤں والے معلوم ہوتے تھے وہ آ گئے لمبی عبا پہنے ہوئے یا کندھے پر رکھے ہوئے۔ یہ کاتب کا شک ہے۔ ہم نے ان سے عرض کیا کہ آپ ہمارے حَکم اور قاضی بن جائیں فلاں مسئلے میں وہ بیٹھ گئے انہوں نے ہم سے فرمایا تم بھی بیٹھ جاؤ ہم بھی بیٹھ گئے کچھ گفتگو ہوئی اور تشریف لے گئے خواجہ حسن بصری نے فرمایا کہ یہ خضر تھے۔ (از زہر النضر ص ۱۲۹)
بارہویں دلیل۔ اَخْرَجَهٗ اَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ فِيْ تَرْجَمَةِ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ۔ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ الرَّاوِيْ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ۔ فِيْ قِصَّةِ الَّذِيْ يَقْتُلُهُ الدَّجَّالُ يُقَالُ اِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ هُوَ الْخَضِرُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
مسلم شریف ج ۱۸۔ ص ۷۱۔ ص ۷۲۔ ترجمہ۔ ابو سعید روایت کرتے ہیں کہ جس شخص کو شہید کرنے کا ذکر حدیث پاک میں آتا ہے وہ شخص خضر علیہ السلام ہونگے۔ تیرہویں دلیل۔ امام اسحاق بن ابراہیم ختّلی نے اپنی کتاب الرماح میں لکھا ہے روایت ہے۔ داؤد بن یحییٰ سے کہ عروس شام عسقلان کا ایک شخص بیت المقدس میں ٹھیرا ہوا تھا۔

اس نے مجھے سنایا کہ میں ایک دفعہ اردن کے صحرا میں سفر کر رہا تھا۔ کہ ایک شخص کو کھڑے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا اُن پر بادل نے سایہ کیا ہوا تھا۔ میرے دل میں قدرتی خیال گزرا کہ یہ حضرت الیاس نبی ہیں۔ میں اُن کے قریب آیا اور سلام کیا انہوں نے نماز سے فارغ ہو کر میرے سلام کا جواب عطا فرمایا میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے آپ کون ہیں۔ انہوں نے میری بات کا جواب نہیں دیا تو میں نے یہی بات پھر کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں الیاس نبی ہوں تو میں بہت مرعوب ہو گیا میں نے ان سے کچھ دعائیں پوچھیں پھر میں نے عرض کیا کہ اب بھی آپ کے پاس وحی آتی ہے۔ فرمایا جب سے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں کسی پر وحی نہیں آتی۔ میں پہلے اپنی قوم اہل بعلبک کی طرف مبعوث کیا گیا تھا۔ میں نے عرض کیا۔ کوئی اور بھی نبی اب تک حیات ہیں۔ فرمایا چار نبی ہیں۔ میں اور خضر زمین میں اور ادریس و عیسیٰ آسمان میں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ کی ملاقات حضرت خضر سے ہوتی ہے فرمایا ہاں ہر سال عرفات میں حج کے دن میں نے عرض کیا دنیا میں ابدال کتنے ہوتے ہیں۔ فرمایا ساٹھ۔ (از زہر النضر ص ۱۴۳) امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب مسئلۃ النضر میں پانچ اشعار لکھے ہیں۔ جس کا چوتھا شعر اس طرح ہے۔

خِضْرٌ وَ اِلْیَاسٌ بِاَرْضٍ مِثْلُ مَا　　　عِیْسٰی وَ اِدْرِیْسُ بَقُوْ بِسَمَاءٍ

(از زہر النضر لابن حجر ص ۲۳)۔

چودھویں دلیل۔ رَوٰی دَاؤُدُ بْنُ مِهْرَانَ حَدَّثَنِیْ شَیْخٌ عَنْ حَبِیْبِ اَبِیْ مُحَمَّدٍ اَنَّهٗ رَاٰی رَجُلًا فَقَالَ لَهٗ مَنْ اَنْتَ قَالَ اَنَا خِضْرٌ

پندرھویں دلیل۔ جَعْفَرِ الصَّادِقِ اَنَّهٗ کَانَ مَعَ اَبِیْهِ فَجَاءَهٗ رَجُلٌ فَسَاَلَهٗ عَنْ مَسَائِلَ قَالَ فَاَمَرَنِیْ اَبِیْ اَنْ اَرُدَّ الرَّجُلَ فَلَمْ اَجِدْهُ فَقَالَ ذَاكَ الْخِضْرُ۔ ترجمہ۔ امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ بے شک وہ اپنے والد کے ساتھ تھے کہ ایک صاحب تشریف لائے میرے والد نے ان سے کچھ مسائل پوچھے جب وہ چلے گئے تو والد نے فرمایا کہ ان کو واپس بلاؤ جب میں باہر گیا تو ان کو نہ پایا۔ والد نے فرمایا یہ خضر تھے۔

سولہویں دلیل۔ خلیفہ ابوجعفر منصور سے انہوں نے طواف کرتے ہوئے ایک شخص کو یہ دعا پڑھتے سنا کہ یا اللہ میں شکایت کرتا ہوں تیری بارگاہ میں بغاوت اور فساد کے ظہور کی۔ اس شخص کو خلیفہ نے بلایا تو انہوں نے خلیفہ کو کچھ نصیحتیں فرمائیں پھر وہ وہاں سے چلے گئے تو خلیفہ نے لوگوں سے کہا کہ ان کو پھر بلاؤ۔ لوگوں نے بہت تلاش کیا مگر نہ پایا تو خلیفہ منصور نے فرمایا یہ خضر تھے۔ سترھویں دلیل۔ کرز بن وبرہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میرا بھائی شام سے میرے لیے تحفہ لایا میں نے اس سے پوچھا تجھ کو یہ ہدیہ کس نے دیا ہے اس نے کہا ابراہیم تیمی نے۔ میں نے کہا اس کو کسے دیا تو بھائی نے کہا کہ مجھ سے ابراہیم تیمی نے کہا کہ میں فناء کعبہ میں بیٹھا ہوا تھا تو ایک صاحب میرے پاس تشریف لائے انہوں نے فرمایا میں خضر ہوں اور مجھ کو یہ دعائیں

بار کرائیں۔ یہ میں تم کو ہدیۃً دے رہا ہوں۔ اٹھارہویں دلیل۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ میں نے خضر علیہ السلام کی زیارت کی تھی۔ انیسویں دلیل۔ عَنْ اَبِیْ مُحَمَّدِ الْعَزِیْرِیِّ سَمِعْتُ اَبَا اِسْحَاقَ الْمَرْسْتَانِیَّ۔ ترجمہ پوری روایت۔ ابو محمد حریری کہتے ہیں کہ میں نے ابو اسحاق مرستانی سے سنا۔ وہ فرماتے تھے کہ میں نے خضر علیہ السلام کو دیکھا ہے۔ انہوں نے مجھ کو دس دعائیں سکھائیں۔ بیسویں دلیل۔ محدث ابن عساکر نے روایت کیا سند صحیح سے کہ امام ابو زرعہ نے فرمایا کہ جب میں جوان ہوا تو ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی جن کی داڑھی مبارک مہندی لگی ہوئی تھی مجھے فرمایا کہ امیروں کے دروازہ پر مت جایا کر۔ پھر جب میں بہت بوڑھا ہوا۔ تب دوبارہ انہیں بزرگ کی ملاقات ہوئی تو مجھ کو فرمایا کہ میں نے تجھ کو منع نہیں کیا تھا۔ اُمراء کے دروازوں سے۔ راوی نے کہا پھر وہ دوسری طرف متوجہ ہو گئے اور میری نظروں سے اچانک غائب ہو گئے۔ گویا کہ زمین میں چلے گئے۔ میرا پکا خیال ہے کہ وہ بے شک خضر تھے۔ اکیسویں دلیل۔ عبدالمغیث بن زُہیر حربی حنبلی نے روایت فرمایا اپنی کتاب اخبارِ خضر میں عَنْ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ قَالَ کُنْتُ بَیْتَ الْمُقَدَّسِ فَرَاَیْتُ الْخَضِرَ وَ اِلْیَاسَ۔
ترجمہ۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا میں بیت المقدس میں تھا۔ تو میں نے حضرت خضر اور الیاس علیہما السلام کو دیکھا وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ یہ دلائل علامہ ابن حجر عسقلانی کی کتاب زُہر النضر فی حال الخضر سے منقول ہیں۔ تفسیر روح المعانی سے بھی نقل ہیں۔ دلیل ۱۱ آیت ۶۶ کے پہلے فائدے میں ہے۔

منکرین حیاتِ خضر کے دلائل:

دلیل اوّل۔ ابھی تک کی گفتگو میں ہم نے قرآن و حدیث فقہ و تفسیر و انعات و تاریخ مشاہدات و تجاریر کے مضبوط دلائل سے خضر علیہ السلام کی نبوت و رسالت اور تا قربِ قیامت آپ کی لمبی عمر ثابت کر دی اور واضح کر دیا کہ تمام مسلمان اکابر و اصاغر علماء و صوفیا مجتہدین مقلدین۔ صحابہ و تابعین۔ تبع تابعین و بعدہم مسلمین کا یہ ہی عقیدہ ہے مگر مسلمانوں کی بدنصیبی اور فرقہ بازی اس دن سے شروع ہوئی جس دن تیس صفر بروز منگل ۶۶۱ھ نجد کے ایک گاؤں حرّان میں تقی الدین ابن تیمیہ پیدا ہوئے اس نے ہی فقط خضر علیہ السلام کی حیاتِ دراز کا انکار کیا۔ فقط یہی نہیں بلکہ بے شمار بدعتیں اور اختلافات اسلامی مسائل و عقائد میں پیدا کئے بلکہ ہر مسئلے کو ہی بیہودہ اور جاہلانہ اختلافات سے الجھایا اور خراب کیا۔ اس کا جنم و پرورش معتزلی ماحول میں ہوا یہ اُمتِ مسلمہ کی تخریب کاری اسی کا اثرِ بد تھا۔ اس کی چیدہ بدعتیں اور باطل نظریہ مندرجہ ذیل ہیں جو اُن کی کتابوں سے ظاہر ہیں ۱ اللہ تعالیٰ کا جسم ہے۔ اور آسمان سے اسی طرح اترتا چڑھتا ہے جس طرح میں منبر سے ۲ عرش کی کرسی اللہ نے اپنے بیٹھنے کے لیے بنائی ہے۔ اور جب وہ کرسی پر بیٹھتا ہے تو کرسی چوں چوں کرتی ہے ۳ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک

ہی ہوتی ہے۔ ۷ غائبانہ جنازہ کا انہی نے غلط رواج دیا۔ ۸ مزارات پر فاتحہ خوانی کو قبر پرستی قرار دیا۔ ۹ صحابہ کرامؓ کی غلطیاں نکالا کرتا تھا۔ ۱۰ درود شریف کا انکار کرتا تھا وغیرہ وغیرہ ۱۱ اپنے آپکو مجدد مجتہد اور شیخ الاسلام کہتا تھا ۱۲ حنبلی مذہب کا مقلد ہونے کا دعویدار تھا۔ تمام علما فضلا یہاں تک کہ خود حنبلی علما فقہا بھی اس کو گمراہ ملحد اور مجنون کہتے تھے جیسا کہ سفرنامہ شیخ فقیہ شرف الدین ابو عبداللہ ابن بطوطہ کے صفحہ ۵۰ پر اور تفسیر صاوی جلد اوّل صفحہ ۸۵ پر ہے لیکن جہلا احمقا نے اس وقت سے لے کر آج تک کثرت سے اس کا ساتھ دیا۔ ایسی اندھی عقیدت اس کے ساتھ لگائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا وہ ادب و احترام نہیں جو ابن تیمیہ کا ان کے دلوں میں ہے میں نے ان خبثا کی کتابوں میں خود لکھا دیکھا کہ آقا، کائنات صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرامؓ کا ذکر کرنا ہو تو فقط قَالَ الرَّسُوْلُ قَالَ عُمَرُ۔ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ قَالَ عَلِیٌّ وغیرہ نہ ادب نہ احترام۔ بس اتنا ہی کہ رسول نے کہا۔ عمرؓ نے کہا ابو بکرؓ نے وغیرہ لیکن جب ابن تیمیہ کا ذکر کرنا ہو تو قَالَ شَیْخُ الاسلام۔ قَالَ امامَ۔ رحمۃ اللہ۔ رضی اللہ۔ وغیرہ یہی وہ ابلیسی تعلیم ہے۔ جو ان سب کو آزبرباد ہے۔ ہم نے ابن تیمیہ کی کتابوں سے ڈھونڈ کر کچھ دلائل جمع کئے جو مندرجہ ذیل ہیں۔ ۱ منکرین اپنی تمام دلیلوں کی قوت اور بے ساختگی کا اندازہ اور کمزوری محسوس کر کے کہتے ہیں۔ وَاَقْوَی الْاَدِلَّۃِ عَلٰی عَدْمِ بِقَائِہٖ عَدْمُ مَجِیْئِہٖ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم (از زہر النضر فی حال الخضر لابن حجر) ترجمہ۔ ہماری سب سے بڑی اور قوی دلیل خضر علیہ السلام کی لمبی زندگی کے خلاف یہ ہے کہ خضر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہیں آئے۔ جواب۔ گویا کہ باقی دلیلیں خود مخالف کی اپنی نظر میں اقوی نہیں۔ اور جو اقوی ہے اس کا حال یہ ہے کہ اوّلاً تو اس کو دلیل کہنا ہی حماقت و جہالت ہے کیونکہ دلیل تین قسم کی ہوتی ہے ۱ دلیل استدلالی ۲ دلیل قولی ۳ دلیل قیاسی۔ مگر یہاں نہ استدلال ہے نہ قیاس نہ کسی کا قول بلکہ یہ اصل میں الزامی اعتراض ہے کہ اگر لمبی عمر ہوتی تو پھر نبی پاک کی بارگاہ میں کیوں نہ حاضر ہوئے۔ تو اس کا جواب تفسیر صاوی نے یہ دیا کہ وَقَدْ اجْتَمَعَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاَخَذَ مِنْہُ فَہُوَ صَحَابِیٌّ۔ یعنی یہ کہنا کہ حضرت خضر علیہ السلام آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر نہ ہوئے غلط ہے۔ بلکہ آپ حاضر ہوئے اور دینِ اسلام حاصل کیا پس وہ خضر علیہ السلام نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ (از تفسیر صاوی جلد سوم صفحہ ۱۹) اور تفسیر روح المعانی نے پارہ ۱۵ یہی آیت صفحہ ۳۲۲ پر لکھا۔ اِنَّمَا الْخَضِرُ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ یَاْتِیْہِ وَیَتَعَلَّمُ مِنْہُ صلی اللہ علیہ وسلم لٰکِنْ عَلٰی وَجْہِ الْخِفَاءِ (الخ) ترجمہ۔ حضرت خضر علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اکثر آیا کرتے تھے۔ اور آپ سے دین اسلام سیکھا کرتے تھے لیکن خفیہ طریقے سے کیونکہ اللہ کا حکم علانیہ آنے کا نہ تھا۔ الزامی جواب یہ ہے کہ اگر خضر علیہ السلام کا آنا ظاہراً ثابت نہیں تو اویس قرنی اور نجاشی اور الیاس علیہ السلام کا آنا کب ثابت ہے کیا اس بنا پر اویس قرنی اور نجاشی کے وجود کا انکار کر دو گے اور الیاس علیہ السلام کی لمبی زندگی

میں سب کا اتفاق ہے (از تفسیر معانی ص۳۲۵)۔ مخالف کی دلیل دوم۔ ابن حجر کی اسی کتاب کے ص۹۶ پر ہے۔ کسی نے امام بخاری سے پوچھا خضر علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں تو فرمایا کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔ اور دلیل پکڑی اس حدیث سے کہ اِنَّ عَلٰی رَاْسِ مِائَةِ سَنَةٍ لَایَبْقٰی عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ مِمَّنْ هُوَ عَلَيْهَا اَحَدٌ۔ ترجمہ۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص آج زمین پر موجود ہے وہ سو سال بعد زندہ نہ رہے گا۔ مخالفین نے اس دلیل پر خوب بغلیں بجائیں بڑے خوش ہوئے کہ بہت عمدہ دلیل ہے۔ جواب۔ ہم نے اپنے مسلک میں اوپر جتنی بھی دلیلیں پیش کی ہیں۔ وہ سب مخالفین کی کتب سے نقل کی ہیں ظاہر ہے کہ مخالف جب مخالف کی دلیل نقل کرتا ہے تو اس کو توڑنے کے لیے ہی نقل کرتا ہے مگر ہم کو تعجب اور خوشی ہے کہ ہماری ایک دلیل کا بھی جواب نہ دے سکے بس یہی کہہ کر جان چھڑائی کہ یہ ضعیف ہے یہ متروک ہے یہ موضوع ہے مگر ہم بحمدہٖ تعالیٰ یہ کمزور دلی کا راستہ اختیار نہ کریں گے۔ ان کی اس عمدہ دلیل کا الزامی جواب تو یہ ہے کہ اگر یہ روایت عام ہے تمام انسانوں کے لیے تو پھر وہ بچے جو اس دن پیدا ہوئے ساری دنیا میں کیا وہ بھی سو سال کی عمر نہیں پا سکتے اور کیا یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ انسان سو سال کی زندگی نہیں پا سکتا۔ حالانکہ مشاہدہ اس کے خلاف ہے۔ نیز حضرت الیاس کی اور دجال۔ یاجوج و ماجوج کی تا قیامت لمبی زندگی کے سب قائل ہیں۔ حالانکہ یہ سب ہی انسان ہیں۔ اور اس دن جس دن یہ فرمان نبوی ارشاد ہوا یہ موجود تھے۔ یہ کیوں فوت نہ ہوئے۔ پھر اس حدیث سے مخالفین نے کم از کم حضرت خضر کی زندگی کو ابراہیم علیہ السلام سے لے کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک تقریباً تین ہزار سال لمبی تو تسلیم کر لی۔ اب صرف اتنا ہی انکار رہا کہ زمانۂ نبوی سے آج تک کی حیات کی نفی ہوئی۔ امام بخاری صرف محدث ہی ہیں ان کی فقیہانہ تفکر و تدبیر اس لائق نہیں کہ اس کو عمدہ کہا جائے یہ استدلال بہت غلط کمزور ہے تحقیقی جواب یہ ہے کہ اس حدیث پاک میں صرف صحابہ کرامؓ کی زندگی و حیات طیبات کا تذکرہ ہے کہ دور صحابہ صرف سو سال تک ہے۔ اس سے خضر علیہ السلام کی زندگی کا انکار قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ مخالفین کی تیسری دلیل۔ زمر النضر ص۱۵ پر ہے ابن ابو الفضل مرسی کہتا ہے کہ خضر فوت ہو گئے ہیں۔ اگر زندہ ہوتے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے۔ جواب۔ عجیب احمقانہ دلیل ہے نہ یہ ذکر کے کب فوت ہوئے کہاں فوت ہوئے۔ قبر کہاں ہے رہا یہ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نہ آنا تو وہ ہم نے پہلے ثابت کر دیا کہ حاضری ہوئی ہے ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ کَانَ یَجْتَمِعُ اور کَانَ یَلْتَقِیْ۔ ماضی استمراری ہے جس سے بار بار آنے کا ثبوت ہے۔ مگر آپ جیسوں کو نظر نہیں آ سکتے۔ چوتھی دلیل۔ ابراہیم حربی کہتے ہیں کہ خضر فوت ہو گئے اور بس اسی بات کہنے پر ابن منادی نے یقین کر لیا اپنا ایمان قائم کر لیا۔ جواب۔ کیسی عجیب دلیل ہے۔ نہ کوئی ثبوت نہ استدلال پانچویں دلیل۔ وہی بات کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ نے فرمایا۔ اَرَاَیْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ قَالَ عَلٰی رَاْسِ مِائَةِ سَنَةٍ لَایَبْقٰی عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَدٌ۔

جواب۔ اس کا جواب دے دیا گیا چھٹی دلیل۔ ابن جوزی نے کہا۔ قَالَ سُئِلَ بَعْضُ اَصْحَابِنَا عَنِ الْخَضِرِ هَلْ مَاتَ قَالَ نَعَمْ ترجمہ۔ کسی شخص سے پوچھا کہ کیا خضر فوت ہو گئے اس نے کہا ہاں۔ جواب۔ اب آپ بتائیے کہ ان بیہودہ باتوں کا کیا جواب دیا جا سکتا ہے۔ ساتویں دلیل۔ ابن جوزی نے استدلال کیا کہ اگر یہ خضر ہی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی تھے تو ان کا قد موسیٰ علیہ السلام کے برابر ہونا چاہیئے تھا۔ حالانکہ جن لوگوں نے خضر علیہ السلام کو دیکھنے کا دعویٰ کیا تھا۔ انہوں نے قد کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ جواب۔ پہلے آپ موسیٰ علیہ السلام کے قد کا تو ثبوت پیش کرو کہ وہ کتنا تھا۔ جب کہیں موسیٰ علیہ السلام کے قد کا ہی ذکر نہیں تو خضر علیہ السلام کے قد پر بحث کیوں اور پھر قد کے لمبا یا چھوٹا ہونے سے موت و حیات کا کیا تعلق۔ صرف آدم علیہ السلام کے قد کا ذکر احادیث میں ملتا ہے۔ اور ساتھ ہی فرمایا گیا تھا۔ کہ پھر دوسرے لوگوں کے قد چھوٹے ہوتے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء کرام کو دیکھا بھی اور ذکر بھی فرمایا مگر کسی کے قد کا ذکر نہ کیا تو تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کا بھی انکار کر دو گے۔ اور اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ ایسا استدلال اور ایسی عقل و سوچ فکر تم کو ہی مبارک ہو۔ آٹھویں دلیل۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو میری اتباع کے بغیر ان کا گزارہ نہ ہوتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ خضر علیہ السلام فوت ہو گئے کیونکہ اگر وہ زندہ ہوتے تو ضرور اتباع میں آتے۔ نویں دلیل۔ اللہ نے تمام انبیاء سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و نصرت پر عہد لیا۔ جس میں حضرت خضر بھی شامل ہیں۔ تو اگر حضرت خضر زندہ ہوتے تو جہادوں میں شامل ہوتے۔ جواب۔ ان دونوں دلیلوں کا جواب تو پہلے دے دیا گیا۔ مگر اتنا اور سمجھ لو کہ اگر مدد کا عہد جہادوں میں شامل ہونے سے پورا ہوتا ہے تو پھر دیگر انبیاء علیہم السلام کب شامل ہوئے اور یہ اعتراض تو الیاس علیہ السلام پر بھی پڑ جاتا ہے۔ اگر تم کہو کہ ان تمام انبیاء کو تو زندگی میں مدد کرنے کا موقعہ ہی نہیں دیا۔ تو پھر ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو ان کی کم زندگی کو جانتا تھا۔ رب نے وعدہ ہی کیوں لیا جو پورا نہ ہو سکے۔ تحقیقی جواب یہ ہے۔ نصرت اور مدد سے مراد جہادوں میں شامل ہونا نہیں بلکہ ایمان لانا اور اپنی اپنی امتوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بتانا ہے۔ ایمان تو شب معراج میں ہوا جس میں حضرت خضر بھی شامل تھے۔ اور امتوں کو سب نے میلاد النبی پڑھ کر شانِ مصطفےٰ بتائی۔ حضرت خضر و الیاس تو آج تک یہ مدد کر رہے ہیں نیز تفسیر روح المعانی پارہ ۱۵ صفحہ ۳۲۲ پر ہے کہ خضر علیہ السلام کئی دفعہ جہاد میں شامل ہوئے اور ظاہر اس طرح ہوئے کہ ایک مجاہد کا گھوڑا راستے میں مر گیا تو آپ نے زندہ فرما کر اس کو جہاد میں بھیجا پھر اس شخص نے آپ کو جہاد میں دیکھ کر پوچھا کہ آپ کون ہیں تو آپ نے فرمایا میں خضر ہوں۔ دسویں دلیل۔ زہر النضر لابن حجر کے صفحہ ۱۴۶ پر ہے کہ ابو الحسین بن منادی کہتے ہیں میں نے کسی شخص سے اس بات میں بحث کی کہ لوگ کہتے

ہیں کہ خضر زندہ ہیں اور وہ لوگ بڑی بڑی سندیں اور حدیثیں پیش کرتے ہیں۔ اس شخص نے جواب دیا کہ وہ سب حدیثیں واھیات ہیں اور سب سندیں غلط ہیں کوئی بھروسے والی نہیں ثقہ نہیں۔ جواب۔ بتایئے یہ دلائل ہیں ان کا کیا جواب دیا جا سکتا ہے۔ انسان منہ پھٹ اور گستاخ ہو جائے تو اس کا کیا جواب۔ احادیث مبارکہ کو واھیات کہنا کیا ایمان والوں کی بات ہو سکتی ہے! گیارہویں دلیل۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ۔ ترجمہ۔ ہم نے تم سے پہلے کسی بشر کو لمبی عمر نہیں دی۔ اس سے ثابت ہوا کہ خضر علیہ السلام حیات نہیں ہیں۔ جواب۔ اگر یہی ترجمہ منشا۔ اور استدلال مان لیا جائے جو اس آیت پاک کا تم نے اپنی ناقص عقل سے کیا ہے۔ تو پھر آیت پر اعتراض پڑ جاتا ہے۔ کیونکہ آیت تو کہہ رہی ہے کہ ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کو لمبی عمر نہ دی مگر حقیقت اس کے برعکس ہے کہ ستر کروڑ یا جوج ماجوج کو اور دجّال کو لمبی عمر تا قیامت ملی اس میں کسی کا اختلاف نہیں حالانکہ یہ سب بشر ہی ہیں۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام بھی بشر ہی ہیں وہ اگرچہ آسمان پر ہیں لیکن اسی حیات ظاہری سے زندہ ہیں مخالفت میں ایک دم اندھے بن جانا اور آگے پیچھے دائیں بائیں نہ دیکھنا کہاں کی عقل ہے۔ جواب تحقیقی یہ ہے۔ کہ خلود کا معنیٰ لمبی عمر نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے اور آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کا ہمیشہ ہمیشہ رہنا اس دنیا میں مقرر وعدہ نہ بنایا۔ کیونکہ دنیا ہی ہمیشہ نہیں تو پھر خلود دنیا کیسے ہو سکتا ہے۔ میں موجودہ وہابیوں سے نہیں بلکہ خود ابن تیمیہ سے پوچھتا ہوں مَا اَجْهَلَكَ عَنْ لِسَانِ قَوْمِكَ تجھ کو تیری قومی زبان سے کتنے جاہل کر دیا۔ بارہویں دلیل۔ اور تیرھویں دلیل۔ میں وہی لوٹ پھیر کر باتیں کہ اگر زندہ ہیں نبی کریم کی خدمت میں حاضر کیوں نہ ہوئے آپ کے ساتھ ہجرت کیوں نہ کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا۔ کہ سو سال بعد کوئی زندہ نہ رہے گا۔ حالانکہ یہ دلیلیں نہیں بلکہ بچگانہ احمقانہ معترضانہ سوال ہیں۔ چودھویں دلیل۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کی رات میں فرمایا تھا۔ کہ اے مولیٰ اگر آج ان تین سو تیرہ مسلمانوں کو شکست ہو گئی۔ اور یہ ہلاک ہو گئے تو پھر تیری عبادت کرنے والا زمین میں کوئی نہ رہے گا۔ ثابت ہوا کہ خضر علیہ السلام زندہ نہیں ہیں اگر وہ زندہ ہوتے تو وہ عبادت کرنے والے موجود تھے اور نہ ہی خضر علیہ السلام ان تین سو تیرہ میں شامل کیونکہ یہ صرف صحابہ ہی تھے ان کے نام و قبیلے مشہور ہیں اس دلیل پر ان کو بڑا ناز ہے۔ جواب۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی اس جنگ میں شریک نہ تھے۔ مدینہ منورہ میں عورتیں بچے بوڑھے بہت موجود تھے۔ نیز زمین پر مومن جنات موجود تھے وہ سب عبادت کرنے والے موجود ہی رہتے پھر یہ فرمان نبوی کہاں تک درست ہے کہ اَللّٰهُمَّ اِنْ تَهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةُ لَا تُعْبَدُ فِي الْاَرْضِ۔ تمہارے بیہودہ استدلال و مطلب سے تو غیر مسلموں اور منکرین حدیث کو اس حدیث پاک پر اعتراض کرنے کا موقع مل جائے گا۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ یہاں عبادت سے مراد صرف نماز روزہ رکوع و سجود نہیں۔ بلکہ دنیا کائنات

پر سلطنت اسلامیہ کے ذریعہ قانونِ الٰہیہ کا جاری کرنا ہے اور قرآنِ مجید کے نظام کو نافذ کرنا۔ اس بات سے حیاتِ خضر کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ عبادت افراد سے نہیں بلکہ پوری عصابہ اور مضبوط جماعت سے قائم ہو سکتی ہے یہ دلیلیں نعلوم کتنے نبوت کی دشمنی میں ان کو سکھا دیں جو ایک معمولی جھٹکے سے ٹوٹ گئیں۔ پندرہویں دلیل۔ اگر خضر علیہ السلام کی زندگی تا قیامت مان لی جائے اور یہ بات درست ہو تو یہ حیران کن واقعہ ہوگا۔ لہٰذا اس کا قرآن مجید میں ہونا ضروری تھا۔ مگر یہ قرآن مجید ہے۔ دکھاؤ کہاں ہے۔ اس میں کہ خضر علیہ السلام تا قیامت زندہ ہیں۔ جواب۔ آپ دکھائیں کہ دجال اور یاجوج ماجوج عیسیٰ علیہ السلام کی لمبی زندگی بھی حیران کن واقعہ ہے۔ تو قرآنِ مجید میں کہاں لکھا ہے۔ نادان دوستو یاد رکھو کہ ہر حیران کن واقعے کا قرآنِ مجید میں ہونا ضروری نہیں۔ دیکھو سانپ کی عمر ہزار دو ہزار بلکہ تین ہزار سال تک بھی ہوتی ہے۔ کوّے کی عمر سو سال یا اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ (از حیات الحیوان) جبرائیل و میکائیل اور دیگر ملکہ کی عمریں لاکھوں سال ہیں۔ مگر کسی عمر کا ذکر قرآن مجید میں نہیں تو کیا یہ سب باتیں غلط ہیں۔ اگر ان کی لمبی عمریں تم بھی مانتے ہو تو یہ ہے قرآن مجید دکھاؤ کہاں ان کی عمریں لکھی ہیں۔ سولہویں دلیل۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں حضرت خضر چونکہ نبی ہیں لہٰذا وہ بھی بعد میں نہیں ہو سکتے۔ اس لیے ان کی لمبی زندگی والا عقیدہ غلط ہے۔ جواب۔ حضرت عیسیٰ و الیاس و ادریس بھی نبی ہیں اور ان کی لمبی زندگی تم بھی مانتے ہو۔ تو پھر لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کا جواب کیا دوگے حقیقت یہ ہے کہ تم لوگوں نے قرآن مجید اور حدیث پاک کو آج تک سمجھا ہی نہیں حدیث و قرآن کو سمجھنے کے لیے عقل و شعور چاہیئے۔ اس حدیث پاک کا صحیح مطلب یہ ہے کہ آقا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کوئی نیا نبی شکم مادر سے پیدا نہ ہوگا۔ نہ اب کسی سابقہ نبی پر وحی آئے گی اگرچہ وہ تا قیامت زندہ اور اسی زمین پر چلتے پھرتے رہیں۔ نہ کسی سابقہ نبی کی اب امت ہوگی نہ ان کو اپنے دین کی تبلیغ کی اجازت بلکہ ان انبیاء کرام کی تا قربِ قیامت زندگی تو اس حدیث پاک لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی تائید۔ توثیق ہی عملاً ثابت کر رہی ہے۔ کیونکہ موجودگی نے ثابت کر دیا کہ دیکھو موجود ہیں۔ مگر نہ ان کا قانون نہ ان کی امت نہ ان کی تبلیغ نہ ہر ایک کو نظر آئیں نہ ہر ایک کے پاس جائیں نہ اب ان پر نزولِ وحی اگر یہ انبیاء نہ ہوتے تو کوئی کہہ سکتا تھا کہ اگر پچھلے انبیاء میں سے کوئی زندہ ہوتا تو اس کی وہی شانِ نبوت ہوتی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تھی۔ باری تعالیٰ نے اس نبی کو دراز عمر عطا فرمائی جس کے پاس موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم صاحبِ کتاب عظیم شریعت والے مرسل نبی کچھ سیکھنے جا رہے ہیں۔ آج وہ نبی ہمارے آقا نبی الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت کچھ سیکھنے آ رہے ہیں۔ اور اپنے آقا محمد مصطفےٰ کی امت کے غوث و قطب کو بچانے پڑھانے اور تعلیم مصطفےٰ کا درس دینے پر مقرر ہیں۔ یہاں تفسیر مظہری نے گیارہویں صدی کے مجدد حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک مکاشفہ نقل فرمایا ہے جو اپنے مراقبے کے

دوران حضرت خضر علیہ السلام کی زیارتِ کشفی سے مشرف ہو کر بیان فرمایا مگر میں اس کو تسلیم اس لیے نہیں کرتا کہ کشفی اور مراقباتی الہامات سب ظنی ہوتے ہیں۔ اس پر کوئی عقیدہ مرتب نہیں کیا جا سکتا ہاں البتہ ایسے مراتبے مکاشفے کسی حتمی یقینی دلیل کی تائید میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔ خود بذاتہ یہ کچھ حقیقت نہیں رکھتے بلکہ غلط بھی ہو سکتے ہیں۔ ایسے مکاشفوں پر دین وعقائد کی بنیاد رکھنی یا ان مکاشفوں پر دینی فیصلے یا فتوے جاری کرنے ہزارہا فتنوں کا دروازہ کھولنا ہے۔ اشرف علی تھانوی نے ان ہی جیسے مکاشفوں کی پشت پناہی لے کر سینکڑوں جھوٹی خوابیں بنا ڈالیں بہرحال جہاں تک دلائل کا تعلق ہے ہم نے مضبوط دلائل قرآن وحدیث سے حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت رسالت اور لمبی عمر پر ثبوت پیش کر دیئے اور مخالفین کی تمام ناقص دلیلوں کا مدلل جواب دے دیا بحمدہٖ تعالیٰ اب کسی تیمائی کو بولنے کی جرأت نہ ہوگی ہاں البتہ ہم نے مخالف کی سخت زبانی اور گستاخ لفظی کا کوئی جواب نہیں دیا مثلاً انہوں نے اپنے مخالف کو جاہل بیہودہ۔ واھیات۔ مفتری۔ کاذب اور مغفلین تک کہا ہے۔ اور ابن حجر اپنی اسی زھر النضر کے ص ۹۲ پر یہاں تک غصہ دکھا گئے کہ خضر علیہ السلام کی زیارت کو شیطان کا دیکھنا قرار دے گئے مگر ہم ان باتوں کا کیا جواب دے سکتے ہیں۔ اس کا جواب تو بروزِ قیامت ہوگا۔ اور لینے والا خود دے لیگا۔ نیز یہ بات ضرور خیال رکھنا چاہیئے کہ لمبی زندگی کا انکار اتنا خطرناک نہیں جتنا حضرت خضر نبی علیہ السلام کی نبوت کا انکار بلکہ رسالت کا انکار بھی اتنا سخت نہیں ہے۔ پس جو جہلا واعظین اور قوالی نما پیر حضرت خضر کی نبوت کا انکار کر کے آپ کو ولیوں کی صف میں بٹھاتے ہیں اور پھر ادھر موسیٰ کلیم اللہ کی گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور ادھر اپنے دو کوڑی کے جاہل پیر کو خضر علیہ السلام سے اونچا مقام دینے کی شیطانی کوشش کرتے ہوئے خود کو اور اپنے موجود پیر کو جنتی بنانے کی جہالت کرتے ہیں۔ ان کو جلدی توبہ اور عبرت پکڑنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توبہ اور ہدایت کی توفیق دینے والا ہے۔ وہی کارساز حاجت رَوا مشکل کشا ہے۔ اس وقت دنیا میں تقریباً سترہ کتابیں حضرت خضر علیہ السلام کی حالات وواقعات وسوانح حیات کے متعلق مشہور ومطبوع ہیں۔ جن میں چھ کتب موافقین کی چھ مخالفین کی اور پانچ بین بین ہیں۔ ۱ جزءٌ فی اخبار الخضر زھیر حنبل بغدادی۔ ۲ ارشادِ اھل الاخلاص ابو الخیر احمد قزوینی ۳ جزءٌ فی حیات الخضر۔ عبداللہ بن اسعد یافعی۔ ۴ جزءٌ فی الخضر قاضی علیم الدین بساطی۔ ۵ رسالہ فی الخضر۔ جلال الدین سیوطی تحقیق الآمال علیٰ حیوٰۃ الخضر نوح بن مصطفےٰ حنفی۔ یہ سب حیوٰۃ خضر کو ماننے والے ہیں۔ ۷ زھر النضر فی حال الخضر لابن حجر ۸ جزءٌ فی اخبار الخضر جعفر بن منادی۔ بغدادی ۹ عجالۃ منتظر عبدالرحمٰن ابن جوزی ۱۰ مجلد فی موت الخضر ابن جوزی ۱۱ رسالہ فی الخضر احمد بن تیمیہ حرانی ۱۲ جزءٌ فی وفات الخضر ابن نقاش۔ یہ سب مخالفین کی کتب ہیں۔ ۱۳ القول المنتقر۔ عبدالرحمٰن احدل ۱۴ کشف الحذر۔ ملا علی قاری مروی ۱۵ القول المقبول۔ علی بن غنیمی ۱۶ مختصرہ۔ ابن جوزی ۱۷ الروض النضر ابو الفضل عراقی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ان آیات کی تفسیر صوفیانہ آیت ۸۲ کے بعد ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ

فرمایا حضرت موسیٰ نے کیا میں تمہارے ساتھ پیچھے رہ سکتا ہوں اس بنا پر کہ تم مجھ کو سکھا دو اس عالم میں سے جو تم سکھائے گئے ہو باطنی معرفت

اس سے موسیٰ نے کہا کیا میں تمہارے ساتھ رہوں اس شرط پر

تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾ قَالَ اِنَّكَ

سے فرمایا بے شک تم ہرگز ہمت نہ کر سکو گے میرے ساتھ صبر کر بھی کیسے سکتے ہو اور صبر کر بھی کیسے سکتے

کہ تم مجھے سکھا دو گے وہ نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی

لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿٦٧﴾ وَكَيْفَ

ہو اس پر کہ تمہارے قلبی معلومات کا

کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھیر سکیں گے اور اس

تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿٦٨﴾

جس پر کوئی گھیرا نہیں ہے فرمایا عن قریب

بات پر کیونکہ صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں

قَالَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ

پاؤ گے تم مجھ کو اگر چاہا اللہ نے قابو پانے والا اور نہ

کہا عن قریب اللہ چاہے تو تم مجھ کو صابر پاؤ گے

اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا ﴿٦٩﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا

مخالفت کروں گا میں تمہارے کسی حکم میں۔ فرمایا اچھا ٹھیک ہے لیکن اگر میرے پیچھے چلنا چاہتے ہو

اور میں تمہارے کسی حکم کا خلاف نہ کروں گا۔ کہا تو اگر آپ

تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰٓی اُحْدِثَ لَکَ

تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کرنا جب تک کہ

میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک

مِنْهُ ذِكْرًا ع

میں خود تمہارے لیے بیان نہ کردوں

میں خود اس کا ذکر نہ کروں

٩ ع ١١ ٢١

تعلق ان آیات مبارکہ کا پچھلی آیت مبارکہ سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں سفر کی مشکلات وحالات کے آغاز کا ذکر ہوا تھا۔ اب منزل مقصود پر پہنچنے کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق۔ سفر دو قسم کا ہوتا ہے ۱؎ سفر منزل ایصال الی المطلوب ۲؎ سفر دیدار پچھلی آیت میں سفر کی پہلی قسم کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں سفر کی دوسری قسم کی اجازت اور ابتدا کا ذکر ہو رہا ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں اُن مشکلات کا ذکر ہوا جس کو دنیوی لحاظ سے برداشت کیا جاسکتا ہے اب اُن رموز واسرار کی شرعی مشکلات کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ جن کو صاحب شریعت کے لیے برداشت کرنا خاصا مشکل ہوتا ہے۔

تفسیر نحوی قَالَ لَهٗ مُوْسٰی هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا۔ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا۔ وَكَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا۔

قَالَ ماضی مطلق موسیٰ اسم ظاہر اس کا فاعل لام تعدیہ ہ ضمیر مجرور متصل مرجع عبداً متعلق ہے قَالَ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا هَلْ سوال ایجابی کے لیے یعنی ایسا ہونا چاہیے اَتَّبِعُ باب افتعال کا مضارع بمعنیٰ فعل حال واحد متکلم هَلْ سوالیہ نے اس خبر کو انشاء بنا دیا مصدر ہے۔ اتباعٌ تبعٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ پیچھے ساتھ ساتھ چلنا فرمان ماننا پیروی کرنا نقش قدم پر چلنا ہمراہی اختیار کرنا یہاں آخری معنیٰ میں ہے انا ضمیر متکلم مستتر فاعل ہے۔ مرجع حضرت موسیٰ ؑ۔ ضمیر واحد مذکر حاضر مخاطبہ منصوب ہے۔ مفعول بہ ہے مرجع وہی عبداً۔ عَلٰی جارہ حالیہ اَنْ حرف ناصبہ مصدریہ تُعَلِّمَ باب تفعیل کا مضارع مثبت معروف بمعنیٰ حال اَنْ ناصبہ کی وجہ سے مفتوح ہے ایک قول میں بمعنیٰ مستقبل ہے اس کا مصدر ہے تعلیمٌ علمٌ سے بنا ہے بمعنیٰ سکھانا پڑھانا علم دینا نون وقایہ یٔ محذوف ہے۔ ضمیر واحد متکلم مفعول بہ تخفیف کے لیے محذوف ہوئی مِنْ جارہ بعضیت کا مَا موصولہ عُلِّمْتَ باب تفعیل کا ماضی مطلق مجہول واحد حاضر اس کا ترجمہ ہے

سکھایا گیا تو۔ رُشْدًا اسم حاصل مصدر جامد بمعنی ہدایت۔ خیال رہے کہ شرعی اور ظاہری رہنمائی ہدایت ہے۔ اور طریقت کی باطنی رہنمائی رشد ہے۔ اس لیے دینی استاد ہادی ہوتا ہے اور باطنی پیر طریقت مرشد ہوتا ہے یہ بحالت نصب ہے یا مفعول بہ ہے یا مفعول فیہ یا حال ہے۔ عُلِّمْتَ کے نائب فاعل پوشیدہ اَنْتَ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَا کا موصول صلہ مجرور رہا مِمَّا کی مِنْ سے یہ متعلق ہے تُعَلِّمَ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر مجرور مصدر معنوی ہو کر متعلق ہے اَتَّبِعُ کا وہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مقولہ ہوا قَالَ کا سب قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ مکمل ہوا۔ یہ دوسرا قَالَ فعل اس کا فاعل هُوَ پوشیدہ ہے اس کا مرجع عبدًا ہے۔ فعل فاعل مل کر قول ہوا۔ اِنَّ حرف مشبہ۔ کَ ضمیر بارز حاضر منصوب متصل اس کا اسم لَنْ تَسْتَطِيْعَ فعل نفی تاکید بلن مستقبل باب استفعال سے ہے اس کا مصدر ہے اِسْتِطْوَاعٌ یا اِسْتِطْيَاعٌ بمعنی طاقت رکھنا ہمت رکھنا، ہمت پانا۔ طَوْعٌ اجوف واوی یا طَيْعٌ اجوف یائی سے بنا ہے۔ مَعَ۔ اسم ظرف مکانی بمعنی ساتھ مضاف ہے یَ ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ یہ مرکب اضافی حکمًا ظرف زمانی بھی ہو سکتا ہے۔ مگر حقیقتًا مکانی ہی ہے صَبْرًا اسم مصدر ہے بمعنی رُکنا اصطلاحی ترجمہ ہے۔ برداشت کرنا۔ مفعول بہ ہے واؤ حالیہ۔ کَيْفَ۔ اسم ظرف مجازی۔ شرطیہ بھی ہو سکتا ہے سوالیہ لیکن یہاں سوالیہ ہے۔ اسم غیر متمکن مبہم بحالت فتحہ ہے کیونکہ ظرف مقدم ہے۔ اگلے فعل اپنے عامل کا۔ مگر کسرے و ضمہ کی حالت میں بھی اسی حالت زبر میں رہتا ہے۔ اس لیے کہ غیر متمکن ہے۔ تَصْبِرُ باب ضَرَبَ کا مضارع معروف صَبْرٌ سے مشتق ہے بمعنی برداشت کرنا اعلیٰ فوقیت کا مَا موصول۔ لَمْ تُحِطْ نفی جحد بلم مضارع بمعنی ماضی مطلق باب اِفعال سے ہے اصل میں تھا۔ تُحِيْطُ لَمْ نے آخر کو جزم دیا آخری حرف ساکن اجتماع ساکنین کی وجہ سے یَ گر گئی اس کا مصدر ہے اِحَاطَةٌ حَيْطٌ سے مشتق ہے بمعنی گھیرنا سمیٹنا۔ اس میں اَنْتَ ضمیر فاعل پوشیدہ ہے جس کا مرجع ہے۔ موسیٰ علیہ السلام بِ جارہ تعدیہ کی ہ ضمیر کا مرجع رُشْدًا ہے یا مَا کا موصولہ کا۔ یہ جار مجرور متعلق ہے۔ لَمْ تُحِطْ کا خُبْرًا بروزن فُعْلًا بمعنی ہر طرح کی خبر مفعول فیہ بنا۔ ان سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا اور صلہ ہوا مَا موصولہ کا موصول صلہ مجرور ہو کر متعلق ہے تَصْبِرُ کا وہ سب جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر حال ہوا اگلی یکن کے فاعل مستتر اَنْتَ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر اِنَّ وہ جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ ہوا قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو کر مکمل ہوا۔ قَالَ سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا۔ قَالَ ماضی مطلق هُوَ مستتر فاعل مرجع حضرت موسیٰ۔ فعل با فاعل قول ہوا۔ سَ۔ حرف تقریب ہمیشہ مضارع پر آتا ہے اور مضارع کو مستقبل کے لیئے خاص کر دیتا ہے تَجِدُ باب ضَرَبَ کا مضارع بمعنی مستقبل واحد حاضر وَجْدٌ سے بنا ہے بمعنی پانا۔ نون وقایہ۔ یَ ضمیر واحد متکلم مفعول بہ ہے۔ مرجع موسیٰ علیہ السلام ذوالحال ہے۔ صَابِرًا باب نَصَرَ کا اسم فاعل بحالت نصب ہے۔ حال ہے نِیْ کا۔ سَتَجِدُ فعل سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء مقدم ہوئی۔ اِنْ شرطیہ شَآءَ فعل ماضی اَللّٰهُ اس کا فاعل یہ جملہ فعلیہ انشائیہ شرط مؤخر ہوئی واؤ عاطفہ لَآ اَعْصِيْ باب ضرب کا مضارع منفی معروف واحد متکلم اَنَا ضمیر پوشیدہ فاعل ہے اس کا مرجع موسیٰ علیہ السلام عَصْيٌ سے

بنا ہے بمعنی نافرمان ہونا یا خلاف ہونا۔ بات نہ ماننا یا کسی کے عمل کو بُرا سمجھنا یہاں ہر معنی درست ہے۔ لام جارّہ تعدیہ کا۔ کَ ضمیر مخاطب سے مراد وہی عَبدًا ہے یہ جار مجرور متعلق ہے۔ لَا اَعْصِیْ کا۔ اَمرًا اسم مفرد جامد نکرہ غیر معین مراد ہے۔ تمام کام یعنی کسی بھی کام میں نافرمانی نہ کروں گا۔ مفعول ہے۔ لَا اَعْصِیْ کا وہ جملہ فعل انشائیہ ہو کر معطوف ہے۔ سَتَجِدُنِیْ کا وہ جملہ فعلیہ شرطیہ ہو کر مقولہ ہو کر مقولہ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ مکمل ہوا قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا قال۔ فعل با فاعل مرجع عبداً جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا فَ اجابیہ۔ ترجمہ ہے اچھا ٹھیک ہے لیکن۔ اگر۔ اِن حرفِ شرط اِتَّبَعْتَ۔ بابِ افتعال کا ماضی مطلق صیغہ واحد حاضر۔ اس کا مصدر ہے۔ اِتِّبَاعٌ تَبَعٌ سے بنا ہے یعنی کسی کی پیروی میں ماتحت ہو کر ساتھ ساتھ چلنا۔ نون وقایہ۔ یْ ضمیر واحد متکلم مرجع حضرت موسیٰ۔ مفعول بہ ہے اتَّبَعْتَ کا یہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر شرط ہوئی۔ فَ۔ جزائیہ۔ لَا تَسْئَلْ فعل نہی مذکر حاضر باب فَتَحَ سے سُئُلٌ سے مشتق ہے یعنی پوچھنا۔ سوال کرنا۔ نون وقایہ یْ۔ ضمیر مفعول بہ عَنْ حرفِ جر بمعنی فِیْ جارّہ ترجمہ ہے بارے میں چونکہ یہاں مجاوزت زوالی اور ظرفیت دونوں ضروری ہیں۔ لہٰذا فِیْ نہ لایا گیا بلکہ عَنْ بمعنی فِیْ لایا گیا تاکہ دونوں مقصد حاصل ہو جائیں شَیْءٍ اسم نکرہ عمومی تنوین تنکیری بمعنی کوئی چیز کسی چیز یہ جار مجرور متعلق ہے لَا تَسْئَلْ کا۔ وہ جملہ فعلیہ انشائیہ معطوف علیہ ہوا۔ حَتّٰی حرفِ عطف بمعنی اِلٰی اَنْ انتہاءِ غایت کے لیے۔ اُحْدِثَ بابِ افعال کا مضارع بمعنی مستقبل معروف بحالت نصب کیونکہ حَتّٰی میں حرفِ اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ حَدَثٌ سے بنا ہے اس کا مصدر ہے اِحْدَاثٌ بمعنی بیان کرنا ظاہر کرنا۔ لام جارّہ لَکَ ضمیر مجرور۔ یہ جار مجرور متعلق ہے اُحْدِثَ کا۔ مِنْ جارّہ فِیْ جارّہ ترجمہ ہے بارے میں ہُ ضمیر مجرور یہ متعلق دوم ہے۔ ذِکْرًا مصدر ہے بمعنی تذکرہ۔ یادداشت۔ ظاہر کرنا۔ چرچا کرنا۔ یہ مفعول بہ ہے اُحْدِثَ کا سب مل کر جملہ ہو کر معطوف ہوا لَا تَسْئَلْ سب عطف مل کر جزا ہوئی اِنْ اتَّبَعْتَ کی شرط و جزا مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہو کر مقولہ۔ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ۝ وَ كَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا۔

جب خضر علیہ السلام سے موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات یا عام کھلے میدان میں یا قریبی جزیرے میں بنی ہوئی ایک جھونپڑی یا کسی کمرے اور مکان میں یہ مختلف تاریخی اقوال ہیں تو اس وقت آپ لیٹے ہوئے تھے۔ یا سو رہے تھے۔ لیکن اکثریت کا فرمان ہے کہ اپنے دینِ خضری کی عبادت فرما رہے تھے۔ فارغ ہو کر سلام دعا ہوئی خضر علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا کہ یہ بنی اسرائیل کے نبی حضرت موسیٰ کلیم اللہ ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ نے مجھ کو کیسے پہچانا تو فرمایا کہ جس اللہ کریم جل سبحانہٗ نے تم کو میرے بارے میں بذریعہ وحی بتایا ہے اسی نے اسی طرح مجھ کو بھی تمہارے بارے میں بتایا ہے لہٰذا نہ تم کو میرے بارے میں کچھ شک و شبہ ہے نہ مجھ کو تمہارے بارے کچھ شک و شبہ ظن و خیال ہے

ان باتوں کے بعد قَالَ لَہٗ مُوسٰی۔ حضرت موسیٰ نے اُن سے فرمایا کہ اے رب کریم کے پیارے محبوب مخلص عظیم بندے مجھ کو رب تعالیٰ نے تمہارے پاس تمہاری ملاقات کرنے زیارت کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ اور اس ملاقات کی میں نے خود ہی رب تعالیٰ کی بارگاہ قدس میں خواہش و التجا و تمنا اور آرزو ظاہر کی تھی کیونکہ رب تعالیٰ نے تمہارے عظیم الشان ایسے علم کا ذکر فرمایا تھا جو مجھ کو معلوم نہیں اور بارگاہ صمدیت سے تمہارا لقب اعلم ارشاد ہوا ہے۔ لہٰذا اب میری خواہش ہے کہ میں آپ سے وہ باطنی و روحانی علم بھی کچھ کچھ سیکھوں تاکہ میرے علم میں زیادتی ہو جائے تو هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ۔ کیا مجھ کو اجازت ہے کہ میں چند گھڑیاں یا چند ساعتیں یا چند دن یا چند ماہ آپ کی اتباع میں آپ کے سفر حضر رات و دن صبح و شام عبادت و ریاضت میں آپ کے ساتھ رہوں صرف اس مقصد اور غرض و غایت اور اس شرط پر کہ آپ مجھ کو اس علم میں سے سارا نہیں کچھ تھوڑا بہت سکھا دیں اور تعلیم دے دیں جو علم رب تعالیٰ کی طرف سے آپ سکھائے پڑھائے اور تعلیم دیئے گئے ہو آپ مجھ کو اس علم کی باطنی رشد و ہدایت دیتے ہوئے سکھا دیجئے یا جس علم کے ذریعے آپ نے باطنی روحانی ترقی اور معرفت طریقت کا قرب ربانی حقیقتِ عرفانی کا رشد و ہدایت پایا ہے وہ مجھ کو بھی ضرور سکھایئے۔ یہ سن کر حضرت خضر نے نہایت ادب سے فرمایا کہ اے موسیٰ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا بے شک تم ابھی تو بڑی خواہش اور تمنا سے اس علم کے سیکھنے کا قرار کر رہے ہو مگر میں جانتا ہوں کہ اس علم کو تمہارا سیکھنا تو درکنار تم تو اس علم اور اس علم کے کارناموں کو دیکھ بھی نہ سکو گے اور دیکھ کر ہرگز میرے ساتھ رہتے میرے سفر و حضر کرنے کرانے کی طاقت اور صبر نہ رکھ سکو گے اس لیئے کہ تم کوئی علم سے خالی نہیں ہو ان پڑھ یا بے علم نہیں ہو۔ ان پڑھ بے علم اور تعلیم سے کورے شاگرد یا مرید کو پڑھانا سکھانا بتانا سمجھانا آسان ہوتا ہے مگر جس کو پہلے ہی اللہ کے کرم سے بہت کچھ آتا ہو اس کو پڑھانا بہت دشوار ہے اے موسیٰ تم کلیم ہو صاحب کتاب ہو اللہ تعالیٰ کے عظیم مرسل ہو تم کو قانونِ الٰہیہ شریعتِ ربانیہ کے وہ وہ علم آتے ہیں جو مجھ کو نہیں آتے اس وقت دنیا کی سب سے بڑی قوم فضیلت و شرافت والی جماعت بنی اسرائیل کے تم نبی ہو ہزارہا نبی و رسول بلکہ آئندہ کچھ مرسل بھی تمہاری توریت و شریعت کے متبع ہوں گے۔ ان وجوہ سے تم میرا یہ باطنی علم ہرگز نہیں سیکھ سکو گے بلکہ میرے ساتھ قیام و قعود میں بھی صبر نہ کر سکو گے وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا۔ اور صبر بھلا آخر کیسے کر سکتے ہو ایسے باطنی علم خفیہ تدابیر پوشیدہ اسرار پر جس کی حقیقت و اصلیت کا تمہارے قلب و ذہن خیال و تصورات کو قطعاً کوئی احاطہ گھیراؤ اور خبر و اطلاع تک نہیں اور نہ ہی تم کو اس کی ضرورت ہے کیونکہ تم تو اقوامِ بنی اسرائیل کے اجسام و اعمالِ ظاہر و افکار عبادات و افکار کو درست فرمانے کے لیے مبعوث فرمائے گئے ہو آپ نے تو صرف شریعت کا ہی بولنا اور شریعت کا ہی سوچنا ہے آپ نے تو صرف عوام و خواص کے ظاہر کا ہی خیال و اصلاح کرنی ہے۔ جب ظاہرِ شریعت کے خلاف آپ کو کچھ نظر آئے گا

تو آپ نے فوراً بولنا ہے۔ قَالَ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِیْ لَكَ ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انتہائی انکساری اور عاجزانہ مؤدبانہ طریقہ سے ارشاد فرمایا کہ میں تو گھر سے اتنا لمبا سفر کر کے یہی پختہ ارادہ لے کر آیا ہوں کہ اس باطنی روحانی علم کو بھی ضرور سیکھوں گا خواہ مجھ کو کتنا ہی سفر کرنا پڑے اور اس سفر و حضر میں کتنی مشکلات و مصائب آئیں آگے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی۔ اگر اللہ نے چاہا اور اس کی رضا میری تقدیر ہوئی تو عنقریب آپ مجھ کو مکمل صابر اور مطئین پاؤ گے اور میں کسی کام کسی کلام کسی حکم کسی ممانعت اور آپ کے کسی معاملے میں آپ کی قطعاً کوئی نافرمانی و مخالفت و عدم ادائیگی نہ کروں گا۔ جو پڑھاؤ گے پڑھوں گا جو سکھاؤ گے سیکھوں گا۔ جو سناؤ بتاؤ گے وہ ستوں سمجھوں گا۔ امام رازی نے یہاں فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس علم کو سیکھنے کے لیے بارہ طریقوں سے خضر علیہ السلام کا ادب کیا ۱؎ هَلْ اَتَّبِعُكَ فرما کر خود کو تابع فرمان بنایا ۲؎ هَلْ کا سوالیہ لفظ بولکر اتباع اور شاگردی کی اجازت مانگی ۳؎ اَنْ تُعَلِّمَنِ کہہ کر اپنے بے علم ہونے کی نشان دہی کی ۴؎ مِمَّا عُلِّمْتَ فرمایا مِنْ تبعیضیہ کے ساتھ مَا عُلِّمْتَ نہ فرمایا۔ تاکہ برابری کی طلب ثابت نہ ہو اپنے آپ کو آستانۂ خضر پر فقیر بنا کر پیش کیا جیسے کہ فقیر غنی سخی سے کچھ مانگتا ہے نہ کہ سارا مال ۵؎ عُلِّمْتَ کو فعل مجہول فرما کر علم خضر کی شان بیان فرمائی کہ وہ بھی رب تعالیٰ کی طرف سے ہے کوئی معمولی باطنی نہیں ۶؎ رُشْدًا فرما کر ہدایت مانگی اور خضر علیہ السلام کو ہادی مرشد کا لقب دیا۔ یا ایک قول میں رُشْدًا کا تعلق خضر علیہ السلام سے جوڑا آپ کو ہدایت یافتہ قرار دیا اور عرفانی مرتبے والا کہا۔ ۷؎ عُلِّمْتَ کہہ کر یہ بھی مقصد لیا کہ مجھ کو وہ ہی علم سکھاؤ جس علم سے تم اس کے مخلص عبد ہو گئے ہو۔ اور مولیٰ تعالیٰ نے تم کو عبدیت کا شرف بخشا میں وہ ہی تم سے پڑھ کر تمہاری خادمی و شاگردی حاصل کروں گا ۸؎ هَلْ اَتَّبِعُكَ فرما کر یہ بھی مقصد لیا کہ میں مطلقاً ہمہ وقتی اتباع کروں گا صرف اپنی مطلب برآری کے وقت ہی نہیں۔ یعنی میں خدمت گزار شاگرد و خادم بنوں گا۔ ۹؎ باوجود اس بات کے کہ خضر علیہ السلام شان موسیٰ علیہ السلام کو جانتے ہوئے بیان کر چکے تھے۔ مگر پھر بھی آپ نے عاجزی فرمائی یہ آپ کا سچا خلوص تھا حالانکہ تعارف ہو جانے کی صورت میں آج کوئی معمولی عالم پیر یا کوئی صاحبزادہ بھی اتنی عاجزی نہیں کرتا۔ ۱۰؎ پہلے فرمانا هَلْ اَتَّبِعُكَ اور پھر فرمانا اَنْ تُعَلِّمَنِ۔ اس کا مقصد یہ لیا کہ میں تابعدار پہلے بنوں گا پھر تم مجھ کو پڑھانا یعنی میری طرف سے ادب و خدمت پہلے شروع ہو گی آپ بے شک تعلیم بعد میں شروع فرمانا ۱۱؎ عَلٰٓی اَنْ۔ فرمانے سے مقصد یہ لیا کہ میری اس اتباع کی غایت کوئی دنیوی غرض نہیں صرف حصول علم کا شوق ہے ۱۲؎ اتباع کا معنیٰ ہے متبوع کی مکمل نقل کرنی اور نقل اس کی کی جاتی ہے۔ جس کو انسان غلطی سے پاک سمجھے تو گویا هَلْ اَتَّبِعُكَ۔ فرما کر حضرت موسیٰ نے حضرت خضر کو غلطی سے بالکل پاک اور معصوم مان لیا۔ یہ وہ تمام ادب و احترام کے مقام و مدارج اور تعظیم کرنے کی باتیں ہیں۔ جو آج کوئی نہیں بجا لا سکتا۔ شاید حضرت خضر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپ کی اولوالعزمی اور وجاہت منصبی کی وجہ سے انکساراً ساتھ رکھنے پر تیار نہ ہوتے مگر آپ کا یہ عاجزانہ علم الٰہی سے عاشقانہ و ملتجیانہ کلام سن کر آپ کو

ساتھ رکھنے پر تیار ہو گئے لیکن ساتھ ہی قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا۔ فرما دیا ہمارے اُس بندے خضر نے موسیٰ علیہ السلام سے تو اگر تم واقعی اس علم کو ضرور ہی سیکھنا چاہتے ہو جو تم کو اللہ تعالیٰ جل سبحانہ، کی طرف سے نہیں عطا کیا گیا اور تم اپنے فرمان کے مطابق میری اتباع میں میرے ساتھ ہر وقت مکمل طور پر رہنا چاہتے ہو۔ تو صرف ایک شرط ہے وہ یہ کریں اور تم جب تک ساتھ ساتھ رہیں اُس وقت تک میں تم کو جہاں چاہوں لے جاؤں اور جو آنا جانا کام کاج میں سفر و حضر میں کروں تم کو وہ کیسا ہی لگے اچھا یا بُرا شریعت توریت کے مطابق یا مخالف تم نے اُس کے بارے میں مجھے کوئی سوال نہیں کرنا ہے نہ یہ پوچھنا ہے کہ یہ مجھ کو سمجھاؤ یا یہ مجھ کو بس ایک دم سے چپ باندھنی ہے۔ صرف میرے افعال و اعمال کو دیکھنا ہے۔ یہ ہمارے اس باطنی علم سیکھنے والوں کے لیے پہلا مرحلہ اور پہلی تربیت ہے۔ ابھی سیکھنا سکھانا۔ پڑھنا پڑھانا۔ سمجھانا بتانا تو بعد کی بات ہے۔ اگر تم اس منزل اور اس عملی پابندی میں کامیاب ہو گئے اور یہ خاموشی اختیار کرنے کی بندش صحیح طریقے سے نبھا گئے تو سمجھ لو کہ یہ علم تمہارے لیے آسان ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ باطنی علم زبانِ قائب سے نہیں زبانِ قلب سے پڑھا جاتا ہے۔ یہ ذہن میں نہیں شعورِ ضمیر میں پہنچایا جاتا ہے۔ کتابوں سے نہیں اشاروں سے پڑھایا جاتا ہے۔ پیالوں سے نہیں آنکھوں سے پلایا جاتا ہے۔ اس علم کی منزلوں میں قدموں سے نہیں روح سے چلایا جاتا ہے۔ محفلوں میں نہیں خلوتوں میں سنایا جاتا ہے۔ اس مدرسے کے تو تمام طور طریقے ہی مختلف ہیں اس کے تو اصول ہی نرالے ہیں ہاں البتہ یہ پوچھنے سمجھانے اور خاموشی اختیار کرنے کی پابندی ہمیشہ نہ رہے گی۔ بلکہ حَتّٰۤی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا۔ یہاں تک کہ میں خود اس بتانے سمجھانے بولنے کے موقعے آنے پر تم کو اُن چیزوں ان کاموں ان عملیات و کردار کے اسباب اور وجوہ کو بیان کروں اس میں دیر بھی لگ سکتی ہے۔ اور جلدی بھی ہو سکتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کو بتلانے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے تمہارا شعور باطنی خود ہی ہر چیز کی باطنی حقیقت کو سمجھ جائے۔ بہر حال یہ پابندی اشد ترین ہے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ شاگرد و متعلم دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ۱؎ کچھ ایسے شاگرد ہوتے ہیں جو پہلے ہر قسم کے علم سے خالی اور بے بہرہ ہوتے ہیں۔ جن کو اَلْقَوْمُ کَالْاَنْعَام کہا جاتا ہے۔ اُن کو پڑھانا آسان ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ کسی سوال یا اعتراض یا اپنی سوچ و فکر تدبر و تفکر اور کسی چیز کی گہرائی تک جانے کی قابلیت و صلاحیت ہی نہیں رکھتے وہ لکیر کے فقیر بن کر سیکھتے ہیں۔ استاد ان کو بغیر محنت کے پڑھاتا چلا جاتا ہے۔ ۲؎ لیکن کچھ شاگرد اور طالب علم ایسے ہوتے ہیں جو پہلے ہی بہت سے علوم سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ مگر علم مزید کا شوق و ذوق ان کو نئے سے نئے علوم کو سیکھنے کی خواہش میں بار بار طالب علموں کی صف میں بٹھا دیتا ہے ایسے شاگردوں کو اپنی منزل پا لینے اور تکمیل مدعا کی جلد بازی ہوتی ہے اور جب ان کو کوئی استاد کامل میسر آجاتا ہے۔ تو ان کی علمی پیاس اور بھڑک اٹھتی ہے اور جلد سے جلد تسکینِ روح و قلب کی خواہش کرتے ہیں اور یہ خواہش ہی ان کو سوالات کرنے پر اکساتی ہے۔ ایسے شاگردوں کو

پڑھانا ذرا مشکل ہوتا ہے اور استاد کو پڑھانے کے لیے یا تو محنت کرنی پڑتی ہے یا پھر هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ کہنا پڑتا ہے۔ ایسے شاگرد اور متعلم کے سوالات ظاہر میں اگرچہ برے لگتے ہیں مگر حقیقت میں درست ہوتے ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ فرما کر۔ موسیٰ علیہ السلام کے ظاہری یا ظاہری علم شریعت کی عظمت شان کا اظہار فرمایا اور كَيْفَ تَصْبِرُ فرما کر علم باطنی کے اسرار کو نہ جاننے کا ذکر فرما دیا کہ تم شریعت کے طارمِ اعلیٰ پر اور علوم ارض وسما کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے ہو مگر اشیاءِ عالم کی حقیقتِ غیبیہ سے ناواقف ہو۔ اور یہ لازم ہے کہ جب علوم ظاہری سے پیٹ بھرا ہو تو علومِ باطنی کی پیاس لگتی ہے اور جب پیاس لگتی ہے تو جلد بازی بھی پیدا ہوتی ہے علم سے خالی انسان کو کسی علم کی پہلے کیا قدر ہو سکتی ہے۔ علم خضر کی قدر تو حضرت موسیٰ کو ہی ہو سکتی تھی۔ اور چونکہ استطاعتِ فعل قبل از فعل حاصل نہیں ہوتی اس لیے حضرت خضر نے کیف تصبر فرما کر صبر موسیٰ کی نفی فرما دی۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ**۔ حضرت خضر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بہت عظمت والے نبی ہیں۔ جو آپ کی نبوت کا انکار کرتا ہے وہ بے دین اور گمراہ ہے یہ فائدہ هَلْ أَتَّبِعُكَ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ اس لیے کہ حضرت موسیٰ نے هَلْ أَتَّبِعُكَ فرمایا هَلْ أُطِيعُكَ نہ فرمایا یعنی میں آپ کی اتباع کرنا چاہتا ہوں۔ اور اتباع کی تعریف یہ ہے کہ کسی شخص کو بالکل صحیح اور غلطیوں سے پاک سمجھ کر اس کے نقشِ قدم پر اور اس کے پیچھے ایسا چلنا اور ایسا سچا ماننا کہ اپنی عقل کو بالکل دخل نہ دینا اور ایسی پاک ذات صرف معصوموں کی ہوتی ہے۔ اور انسانوں میں معصوم صرف انبیاءِ کرام ہوتے ہیں اسی لیے اتباع بھی صرف انبیاء کرام علیہم السلام کی کرائی جاتی ہے۔ تو گویا موسیٰ علیہ السلام نے اتباع کا لفظ ارشاد فرما کر حضرت خضر کی نبوت کا اظہار فرمایا اور ہماری سابقہ پیش کردہ نبوتِ خضر علیہ السلام کی دلیلوں میں یہ بائیسویں (۲۲) دلیل ہے۔ **دوسرا فائدہ**۔ شریعت کے ظاہری علم میں علماء کو خود کہنا چاہیئے کہ اے لوگو آؤ ہم سے دینی علم پڑھو۔ بلا بلا کر مدرسے کھول کر زبردستی اور مجبور کر کے یہ علم قرآن و حدیث فقہ و اصولِ فقہ پڑھانا چاہیئے جبراً شاگرد بنانا چاہیئے بلکہ نہ پڑھنے والے شاگرد کو دینی استاد مار بھی سکتا ہے سزا بھی دے سکتا ہے جبرًا بھی دے سکتا ہے۔ لیکن روحانی علم میں یہ بات ممنوع ہے یہاں تو مرید اور طالب کو خود ہی پیرو مرشد کی تلاش کرنا واجب ہے بلکہ طالبِ صادق اور مریدِ کامل کی پہچان بھی یہ ہی ہے کہ مرشد کی جستجو کرے اگرچہ ہزار ہا تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ پیر کو خود کہنا نہیں چاہیئے کہ میرا مرید بنجا۔ اس لیے کہ علم روحانی میں بندشیں آتی ہیں کہ مرید کے عشقِ صادق کے بغیر وہ نبھائی نہیں جا سکتیں یہ فائدہ قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ**۔ انسان کو اگر باکمال اور زیادہ علم و معلومات والا بننا ہے تو اس کو اپنے سے کم درجے والے اور چھوٹی شخصیت سے کچھ سیکھنے میں بھی شرم و جھجک محسوس نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ فائدہ حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کے اس واقعہ اور آنے جانے سے حاصل ہوا کہ دیکھو حضرت موسیٰ کئی علوم اور کئی درجوں میں خضر علیہ السلام

سے افضل و اعلیٰ ہیں جیسا کہ تفسیر صاوی جلد سوم ص۱۸ پر بھی منقول ہے مگر علم باطنی سیکھنے کے لیے انہوں نے کمال ادب و احترام پیش فرمایا چوتھا فائدہ۔ جس سے کچھ سیکھنا ہو اس کا ادب و احترام لازم ہے۔ یہ فائدہ تعلمنی (الخ) کے مودبانہ عاجزانہ کلام سے حاصل ہوا۔ خواہ دنیوی ہنر سیکھنا ہو یا دینی خواہ ضروری علم سیکھنا ہو یا غیر ضروری۔ حضرت امام اعظم نے اپنے ایک تیلی پڑوسی سے علم جفر سیکھا اور اس کے شیر خوار بچے کا بھی ہمیشہ احترام کیا۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اپنے ایک دوست سے جفر سیکھا جو عمر میں آپ سے چھوٹا تھا۔ مگر ہمیشہ اس کا احترام کیا (از تفسیر کبیر پارہ ۱۵ یہی آیت) پانچواں فائدہ۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو رب تعالیٰ نے علم غیب عطا فرمایا ہے۔ یہ فائدہ خضر علیہ السلام کے کیف تصبر (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ صبر سے مراد تین چیزیں ہیں ۱۔ ثابت قدمی ۲۔ اقرار فعل ۳۔ عدم اعتراض و مخالفت اور عدم شکوہ و شکایت۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ استاد کی خدمت ادب احترام اور علم سیکھنے کے لیے اس کے ساتھ رہنا فرض و لازم ہے لیکن ساتھ رہنے میں استاد کی اجازت شرط ہے۔ اور استاد پر شاگرد کا حق یہ ہے۔ کہ استاد شاگرد کو بے لوث محبت و شفقت سے ساتھ بھی رکھے علم بھی سکھائے بشرطیکہ شاگرد میں اس علم کے سیکھنے کی صلاحیت ہو۔ یہ مسئلہ ھل اتبعک کی اجازت لینے اور فان اتبعتنی کی مشروط اجازت دینے سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ جس طرح شریعت کا ظاہری علم سیکھنے کے لیے ہر مسلمان کو علماء اسلام کا شاگرد بننا بفرمان حدیث پاک فرض ہے۔ اسی طرح روحانی تربیت حاصل کرنے کے لیے مشائخ عظام کی بیعت کرنا بھی ہر مسلمان مرد و عورت کو فرض ہے۔ یہ مسئلہ وَلَآ اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا سے مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ۔ ہر کام آئندہ کرنے کے لیے انشاء اللہ تعالیٰ ضرور کہنا چاہیے خاص کر اس آئندہ کام میں جس کا یقین کہنے اور والے کو نہ ہو۔ یہ مسئلہ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ چوتھا مسئلہ۔ کام دینی ہو یا دنیوی انسان کو جلد بازی کرنی جائز نہیں۔ ہر معاملے میں جلد بازی ممنوع ہے اس سے نقصان ہی ہوتا ہے خیال رہے کہ جلدی کرنا یا وقت سے کچھ پہلے کر لینا اور چیز ہے یہ بہت صورتوں میں منع نہیں مگر جلد بازی مچانا اور گھبرانا یہ ہر صورت منع و ناجائز ہے یہ مسئلہ فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ (الخ) اور حدیث پاک کے ان الفاظ سے مستنبط ہوا کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰی لَوَدِدْتُ اَنَّهٗ کَانَ صَبَرَ حَتّٰی یَقُصَّ عَلَیْنَا مِنْ اَخْبَارِهِمَا (الخ) ترجمہ۔ فرمایا آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے کاش وہ تھوڑا صبر کر لیتے تاکہ ہم پر ان دونوں کی خبروں سے کچھ اور تھوڑا قصہ بیان ہو جاتا۔ اس حدیث پاک سے اشارۃ النص میں جلد بازی کی ممانعت ثابت ہوئی۔ پانچواں مسئلہ۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنی دنیوی زندگی کا ہر کام صرف اللہ تعالیٰ کے لیے کرے یہاں تک کہ نرمی گرمی غصہ جلال عاجزی۔ انکساری کسی کا ادب و احترام بھی صرف باری تعالیٰ جل مجدہٗ

کے لیے کریں۔ کسی دوستی دشمنی میں ذاتی غرض کا تعلق نہ ہو۔ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اتنے غصے اور جلال والے مشہور ہیں۔ مگر یہاں آستانۂ خضر علیہ السلام پر کتنے عاجز و مسکین بنے ہوئے ہیں یہ تمام عجز و انکساری ادب و احترام فقط باری تعالیٰ کے لیے تھا۔ اسی طرح آپ کا غصہ و جلال بھی صرف مولیٰ تعالیٰ کے لیے ہی ہوتا تھا۔ یہ مسئلہ سَتَجِدُنِي (الخ) کے مشفقانہ کلام فرمانے سے مستنبط ہوا۔ نیز دین سیکھنے کے لیے عاجزی و ادب تعظیم اختیار کرنا اور سکھانے کے لیے جلال اور سختی و رعب کو مد نظر رکھنا کسی دنیادار کے سامنے لجاجت سے نرم رویۂ مسائل کے نفاذ و بیان میں نہ رکھنا یہ بھی علماءِ کرام کی حق پرستی ہے۔ اور بارگاہِ الٰہیہ میں مقبول۔ **چھٹا مسئلہ** ۔ علماءِ شریعت کو جائز ہے کہ مشائخِ طریقت سے اُن چیزوں میں بازپرس اور اعتراض و سوال کریں جو اُن کو ظاہری شریعت کے خلاف نظر آئیں اور اگر کوئی پیر اپنی خلافِ شرع حرکت کی صحیح شریعت کے مطابق وجہ اور جواب نہ دے سکے تو اس کو شریعت کی تعزیری سزا کے قابل اور موردِ الزام ٹھہرائیں کیونکہ یہ شریعت محمدی ہے اس میں کوئی بھی عالم پیر غوث و قطب اپنی کوئی بات بھی نافذ نہیں کرسکتا۔ اب تو خضر علیہ السلام بھی اپنی روحانی شریعت پر عمل نہیں کرسکتے لہٰذا اب کسی جاہل پیر کا یہ کہنا کہ کسی عالم کا کسی پیر صاحب پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے اور یہ کہنا کہ شریعت اور چیز ہے ہمارا راستہ اور ہے محض شیطانیت ہے۔ ایسے لوگ مرشد نہیں ابلیسی ذریت ہیں اب تو ہر ایک پر یہی شریعت مصطفےٰ کی ہی بالادستی ہے۔ اب خضر و موسیٰ کی مثالیں دیکر شریعتِ پاک کی مخالفت کا راستہ نکالنا گمراہی و بدبختی ہے۔ یہ مسئلہ حَتّٰى اُحْدِثَ لَكَ (الخ)، فرمانے مستنبط ہوا کہ حضرت خضر نے بھی باوجود شریعت مختلف ہونے کے حضرت موسیٰ کو معقول وجہ بتانے کا وعدہ کیا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔ **پہلا اعتراض** ۔ جس طرح شریعتِ موسوی بلکہ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں خضر علیہ السلام نے اپنی وحی کے مطابق عمل کرتے ہوئے ایک بچے کو قتل کر دیا۔ کیا آج بھی کوئی ولی اللہ کسی کو اپنے غیبی پیغام پر قتل کرسکتا ہے یا نہیں۔ **جواب** ۔ ہرگز نہیں کرسکتا اگر کوئی احمق شخص ایسا کرے گا تو قصاص میں اس کو سزا ہوگی۔ کیونکہ آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوہ افروز ہونے کے بعد تاقیامت وحیِ الٰہی بند کردی گئی ہے۔ اور الھامات ظنی ہوتے ہیں۔ ان پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں البتہ صرف حالتِ سکر میں بعض خلافِ شرع الفاظ نکل جائیں تو اس کی معافی ہے یا کوئی عابد و زاہد اپنی عبادت میں مخل ہونے والے لوگوں سے جان چھڑانے کے لیے ایسی حرکتیں کریں یا کئی معنیٰ والے استعاری اور متشابہ الفاظ بولدیں جو بظاہر خلافِ شرع ہوں مگر حقیقتاً خلافِ شرع نہ ہوں اور بولنے والا اپنے ذہن میں وہ جائز معنیٰ مراد لیتا ہو تو اس پر گرفت نہ ہوگی۔ **دوسرا اعتراض** ۔ اتباع کی تعریف بعض لوگ اس طرح کرتے ہیں۔ کہ کسی کی مثل یا مشابہ کام کرنا تو ہم سب، مسلمان کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه پڑھتے ہیں اور پہلے یہود و نصاریٰ بھی یہی کلمہ پڑھتے تھے تو کیا ہم یہودیوں کی اتباع کرتے ہیں حالانکہ مذہبی اتباع تو کسی غیر مسلم کی جائز نہیں ہے! **جواب** ۔ اتباع کا معنیٰ مثلیت یا مشابہت نہیں نہ کسی لغت

نے یہ معنیٰ کئے ہیں۔ بلکہ اتباع کا لغوی اور شرعی اصطلاحی معنیٰ یہ ہے کہ کسی کو بے عیب اور پاک دامن سمجھ کر اُس کے نقش قدم پر چلنا نقل اور پیروی کرنا لہٰذا ہم مسلمان کلمہ پڑھتے ہیں یہود و نصاریٰ تو در کنار کسی سابقہ نبی و مرسل و رسول کی بھی پیروی واتباع نہیں کرتے ہم تو صرف اپنے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں اسی لیے پورا کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھتے ہیں نہ کہ فقط لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔ اور نہ ہی کوئی فقط آدھا کلمہ یا موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام یا یہود و نصاریٰ کی مثل کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو سکتا ہے۔ دنیا میں ہر طرح ہر عیب سے پاک اور ہر طرح سچے درست جن کا ہر قول ہی صحیح ہو دینی بھی دنیوی بھی وہ صرف انبیاء کرام کی ذات بابرکات ہے اس لیے کہ آدمیوں میں صرف انبیاء ہی معصوم ہوتے ہیں۔ اور معصوم ہونے کا معنیٰ ہے کہ گناہ اور شرعی غلطی اُن حضرات سے محال و ناممکن ہے۔ یہ لوگ گناہ پر قادر ہی نہیں ہوتے۔ **تیسرا اعتراض**۔ حضرت خضر نے کہا کہ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ یعنی تم صبر نہیں کر سکتے یہ بھی ایک خبر ہے اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا سَتَجِدُنِیْ یعنی عنقریب صبر کروں گا۔ یہ بھی ایک خبر ہے لہٰذا ایک تو جھوٹی ہوگی اور دونوں خبریں انبیاء کے منہ سے نافذ ہوئیں۔ پس جس کی خبر جھوٹی ہوگی وہ معاذ اللہ کاذب ثابت ہوگا۔ پتہ لگا کہ یا تو انبیا معصوم نہیں ہوتے اور یا عصمت کے معنیٰ ہیں کہ انبیا گناہ پر قادر ہوتے ہیں۔ **جواب**۔ خضر علیہ السلام کا قول خبر نہیں بلکہ اُن کا اندازہ اور تخمینہ ہے۔ یعنی اَغْلَباً تم صبر نہیں کر سکو گے اور اندازہ لگانا انشائیت ہوتی ہے اور انشائیت میں سچ جھوٹ نہیں ہوتا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا قول انشاء اللہ کہنے سے خبر نہ رہا۔ اس لیے معترض کا اعتراض نہ پڑا۔ عصمت نبی کے پورے دلائل ہمارے فتاویٰ اسلامیا جلد دوم میں دیکھئے۔ **چوتھا اعتراض**۔ انبیاء کرام معصوم نہیں ہوتے ان سے غلطی اور گناہ ہو سکتے ہیں دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا انشاء اللہ کہنے سے اگلے پچھلے دونوں کلام یقینی نہ رہے کیونکہ انشاء اللہ کا تعلق لَآ اَعْصِیْ سے بھی ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ اَعْصِیْ یعنی نافرمانی کرنے کا احتمال ہے اور نافرمانی کرنا گناہ ہے۔ ثابت ہوا کہ گناہ کا احتمال انبیا میں ہو سکتا ہے اور احتمالِ گناہ عصمت کے خلاف ہے۔ بلکہ بعد کے واقعے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت موسیٰ نے نافرمانی کر بھی لی یعنی گناہ کر بھی لیا (بعض بے دین لوگ) **جواب**۔ اللہ کی نافرمانی کرنا گناہ ہے نہ کہ حضرت خضر علیہ السلام کی نیز امتی کو اپنے نبی کی نافرمانی گناہ ہے۔ حضرت موسیٰ حضرت خضر کے امتی نہ تھے۔ آج ہم کسی بھی سابقہ انبیا کی بات نہیں مانتے۔ لیکن ہم گناہگار نہیں لہٰذا عصمت انبیا پر کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ **پانچواں اعتراض**۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ وعدہ کیا کہ میں کوئی اعتراض نہیں کروں گا بالکل خاموشی اختیار کروں گا۔ پھر آپ نے اعتراض کئے تو یہ وعدہ خلافی ہوئی اور وعدہ خلافی گناہ ہے۔ تو یہ گناہ حضرت موسیٰ نے کیوں کیا؟

جواب۔ انشاء اللہ کہنے سے وعدہ خلافی ختم ہو گئی کیونکہ اب یہ خبر نہ رہی بلکہ تعلیق ہو گئی اور معنیٰ یہ ہوا کہ میرا یہ قولی اقراری کلام اللہ کی مشیت پر منحصر ہے اگر اس نے چاہا تو ایسا ہی ہوگا جیسا میں کہہ رہا ہوں۔ بعض نے یہ جواب دیا کہ انشاء اللہ کہنا برکت کے لیے ہے۔ تب یہ انشاء ہے اور سچ جھوٹ کا اس میں احتمال نہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ وعدہ نہیں بلکہ کلام مقتدیٰ ہے۔ کسی

قرینے سے کہ اگر فلاں فلاں کام نہ ہوا تو وعدہ پکا ورنہ کوئی وعدہ نہیں۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے تین اعتراض کئے جن میں پہلا نسیان تھا۔ دوسرا شرط اور تیسرا عمداً تھا۔ ایک قول ہے کہ پہلا نسیان دوسرا عمد اور تیسرا افراق کے لئے یعنی حضرت موسیٰ خود بھی جدائی چاہتے تھے واللہ اعلم بالصواب۔

تفسیر صوفیانہ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا۔ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ عَجَبًا ۔ پھر جب مفارقتِ روح کے مقامِ زندگی سے عملِ دنیوی یا آگے بڑھ گئے تو اجسامِ کثیفہ ضعیفہ کو مصائبِ فراق اور دردِ عشق کے نصبا پہنچے اور برداشت کرنے پڑے اور عشقِ قربِ ذات کی پیاس اور رغذاءِ روح کی بھوک محسوس ہوئی۔ فرمایا قلب موسیٰ اسرار موسیٰ نے فنا لوامہ سے حیاتِ دنیوی میں کہ اے نوجوانِ بہارِ صدورِ عالمِ ناسوت کی راہِ مسافرت میں ذکر و فکر زہد و شکر کا ناشتہ پیش فرما کیونکہ ہم کو دردِ فراق کی مشقت پہنچی۔ نفسِ مطمئنہ نے موسائے قلب سے لسانِ حال میں عرض کیا کہ خلوتِ مراقبہ میں دیکھئے کہ عالمِ حیاتِ ابدی کی منزل بقا پر جب ہم نے رضا و صبر کی صخرۂ رفعت اور چٹانِ علویت کے پاس سکونِ بدنی اور استراحتِ قلبی اور لذتِ ذکر کا آرام اور مقامِ عرفانی کی پناہ حاصل کی تھی تو میں استغناءِ سرور اور لذت دھور میں مشغول و مصروف ہو کر اپنی غذاءِ معرفت کی روحِ حوت اور نشانِ زندگی کی مچھلی کو بھول گیا اور مجھ کو فقط ابلیسِ باطن نے ہی غرورِ نفس کے خیالات بھلایا اس لئے کہ راہِ طریقت میں کبھی اوقات قلب صنوبری دنیا وما فیہا سے غافل ہو کر علیحدہ ہی لذتِ ذکر میں آرام کر رہا ہوتا ہے۔ لیکن قتا رنفس لوامہ ہوشیار رہتا ہے اس وقت شیطانیت وہم راہِ معرفت کے واقعاتِ عجیبہ وارداتِ غریبہ سے نسیان پیدا کر دیتا ہے۔ اس لمحے میں روحِ جبروتی نے دریائے معرفت میں اپنا راستہ پکڑا۔ وادیٔ تعجب اور علاقۂ حیرت سے (ابن عربی) جب قلب مسعود راہِ طلب کی وادیٔ عشق میں قدم ارادہ رکھتا ہے۔ اور سفرِ عقیدت شروع کرتا ہے۔ تو ابلیسِ باطنی قلب کے ساتھی رفیق اسرار نفسِ مطمئنہ پر ہزار طرح کی بھول و نسیان کے وسوسے ڈالتا ہے۔ لیکن بچا مرشد وہی ہے۔ جس نے اپنے نفسِ امارہ کو ضبط کیا اور اپنے مریدانِ باصفا پر بھی نگاہ جبر و قہر سے اور بصیرتِ تذکیر روح سے ضبط اعمال نظم کردار قائم رکھا۔ بوسِ دنیوی کی بھوک اور خواہشاتِ لذات کی پیاس کی بھی پرواہ نہیں کی یہی مسعودین محبوبین روح جمالی کی حوت لا یموت کے نشاناتِ بقا کو پا لینے والے ہیں۔ اے راہِ طلب کے مسافر اپنے صخرۂ سینہ کے گھر کو نسیانِ شیطانیہ کے قو شٹوں سے مت سجاؤ یہ شرکِ خفی ہے اپنے ہر کام کو عبادت بنا لو تو قلبی اور نفسی ذہنی سکون پا لو گے۔ ماضی کو بھول جاؤ حال اور مستقبل کی فکر کرو۔ اصل عقل کے لیے ہر دن نیا ہے زمانۂ حال تمہارا ہے اس کو ضائع مت کرو پورا فائدہ اٹھاؤ بدتر کو بہتر بنانے کی کوشش کرو۔ پوری زندگی پوری عقل اس پر خرچ کرو جو

کچھ مل رہا ہے اس پر صبر کرو قناعت ایمان والوں کا پیشہ ہے اور اہل معرفت کا شیوہ ہے۔ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰۤى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا۔ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَاۤ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا فرمایا قلب منور نے کہ اسی جبلت سرِ خلوتِ مراقبہ کے ہم متلاشی تھے تو دونوں قلب ونفس لوّامہ عقلِ قدسی کے برزخی راستے پر پیچھے لوٹے اس لیے کہ ترقیِ کمال عقلِ قدسی کی اتباع میں ہے۔ اور مقامِ فطرت نشاناتِ عملِ صالحین کے قدم بقدم ہے۔ اور منزلِ شہود ھبوطِ زوال سے کمالِ وجود کی طرف ہے۔ یہاں تک کہ پالیا دونوں قلب ونفس نے عقلِ قدسی کے خفرِ اسرار کو جو بندگیِ حقیقیہ کے مقامِ خاص میں ایک عبدِ مخصوص ہے۔ ہمارے اجسامِ باطنی کے بندوں میں سے اس کو ہم نے مزیتِ عنایت مرتبۂ قربِ الٰہیہ۔ صفاتِ جمیلہ اور محبوبیتِ اکرامیہ کا مقامِ رحمت عطا فرمایا ہے۔ اور انعامِ معنوی کی رحمتِ بندگی دی ہے۔ عوامِ کثرت سے نکالکر خصوصیتِ وحدت بخشی ہے اور سکھا دیا ہے ہم نے اسی عقلِ قدسی دانشِ عرشی کو اپنی بارگاہِ ازلی ابدی قدیمی سے معارف وحقائق کا کُلیہ بدیہ کا علم حواس واعضا کے واسطے کے بغیر (ابن عربی) اور بتا دیا ہم نے اپنے اس بندۂ عرفانی کو علمِ خواص علمِ لدنی توفیقِ منافع اور خذلانِ مواقع۔ اطلاع علی الاسرار بغیر ظن وگمان نہ خلافِ واقعہ نہ مشاہدۂ باطلہ مکنون ومغیباتِ انوار کا علم۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ جب بندہ تمام مخالفات سے اپنے اعضا کی حفاظت کرتا ہے اور ہر ارادے وحرکت کو فنا کر ڈالتا ہے۔ اور بارگاہِ جمالِ حق میں بغیر کسی تمنا ومراد کے رہ جاتا ہے تو اس کو بلا طلب پردۂ غیب سے وہ علم نصیب ہوتا ہے جس سے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ عبادت کی اصلاح اور اسرارِ قدرت کی واقفیت اور وقوعِ واقعہ سے پہلے واقعات کی اطلاع ہو جاتی ہے یہ وہ علم غیبی ہے جس کا تعلق عالمِ افعال سے ہے علمِ لدنی کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ علمِ اسماء۔ یہ علم خاص ہے ۲۔ علمِ صفات یہ اخص الخاص ہے۔ ۳۔ علمِ ذات یہ اخص الاخص ہے۔ (تفسیر روح المعانی) اہلِ معرفت کے نزدیک تمام علم تین قسم کے ہیں پہلا علم وہبی۔ دوسرا علم کسبی تیسرا علم لدنی۔ علم وہبی ہر انسان جانور چرند پرند۔ بچہ دیوانہ اور بیوقوف اور کیڑے مکوڑوں کو پیدائشی ملتا ہے بغیر محنت بغیر لکھنے پڑھنے چلّے وظیفوں عبادت وریاضت کے جیسے سردی۔ گرمی۔ درد تکلیف۔ بھوک پیاس لذت کڑواہٹ کا علم۔ لیکن علم کسبی صرف انسان اور جنات کو پڑھنے پڑھانے اور سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے جس کو معلوماتِ تصوری تصدیقی نظری بدیہی کہتے ہیں جیسے دنیا کے کتابی تجرباتی علم۔ ہنر۔ فنون۔ کاریگری اور معلوماتِ مشاہدات یہ ہر کافر ومومن کو مل جاتا ہے۔ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا۔ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا۔ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا۔ فرمایا موسیٰ قلبِ کلیم نے اس بندۂ عقلِ قدسی کو زبانِ اسرار سے کیا میں اس راہِ عشقِ الٰہی میں منزلِ علم مشاہدہ تک ترقی کمال کی طرف سلوکِ ارادت وطریقتِ عقیدت کی اتباع۔ قدم وبیت کر سکتا ہوں تاکہ تو مجھ کو بھی درسگاہِ عشق تام کے وہ اسباق سکھا دے اور دربارِ الٰہیہ کے وہ آداب بتا دے جو

تجھ کو عالمِ اسرار و روحانیت میں پڑھائے گئے ہیں۔ ہدایت پانے۔ لینے اور ہدایت دینے کے لیے امانت عرشی کی عقلِ قدسی نے فرمایا۔ بے شک تو اے قلبِ منور اے اعضاءِ ظاہری و حواسِ باطنی کے پیشوا، کامل رہنما، اکمل استادِ مکمل ابھی میرے ساتھ صبرِ اقامت و اتباعِ استقامت و سیرِ اطاعت کی طاقت نہیں رکھ سکتا۔ وکیف تصبر اس لیے کہ تو ابھی حقائقِ معنویہ سے ناواقف ہے تجھ پر بدن کے پردے ہیں۔ اسرار و انوار کے مقاماتِ خفیہ کی خبریں تیرے علمی احاطے سے باہر ہیں۔ عارفین کے مشرب میں موسیٰ قلب سے مراد بقا باللہ ہے اور خضرِ بحرین سے مراد فنا باللہ ہے۔ مما علمت۔ اس علم سے جو علمِ لدنی تجھ کو تعلیم دیا گیا ہے ۱ علم لدنی یہ ہے کہ جو علوم دوسرے لوگ پڑھ کر اور تجربے و مشاہدے سے حاصل کرتے ہیں وہ کسی کو خود بخود تعلیمِ الٰہیہ سے آجائیں بغیر کسی دنیوی استاد کے پڑھانے سے ۲ اشیاء کی غیبی حقیقت کا علم بندے کو آجائے ۳ اسرارِ الٰہیہ اور معرفتِ ربانی بھی علم لدنی ہے۔ اگرچہ چلہ مراقبہ ورد وظائف کے مجاہدوں محنتوں کے بعد حاصل ہو۔ کیونکہ اولیاء اللہ کی یہ کسب و محنت صرف حصولِ رضاءِ الٰہی کا ذریعہ ہے لیکن علمِ غیبی اور اسرار کا جاننا فقط عطاءِ ربانی ہے۔ کسی کے چلوں، خلوتوں، محنتوں سے یہ علمِ لدنی نہیں مل سکتا اور اگر یہ بذریعہ وحی ملا ہو تو علمِ نبوت ہے۔ بذریعہ الہامات آیا تو ولایت ہے۔ بغیر الہامات آیا بذریعہ جنات و شیطانیات آیا تو جادو ہے۔ (تفسیر کبیر و ابن عربی) اصلِ شریعت کو علمِ معرفت اور طریقت روحانیہ پر چلنے کی اس لیے بھی ہر وقت ضرورت ہے کہ عالمِ مادیات میں حواسِ باطنی کا جھگڑا لڑائی اور مقابلہ ہوتا رہتا ہے۔ جب نفس و قلب کا مقابلہ ہوتا ہے تو اس نفسِ امارہ کی برائی زائل ہو جاتی ہے۔ اور جب نفس کا نفس سے مقابلہ ہوتا ہے تو فتنہ بھڑک اٹھتا ہے اور عزت و غیرت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس فتنہ و فسادِ اندرونی کو صرف ذکرِ روحانی سے ہی روکا جا سکتا ہے۔ قَالَ سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ صَابِرًا وَلَآ أَعۡصِي لَكَ أَمۡرًا۔ قَالَ فَإِنِ ٱتَّبَعۡتَنِي فَلَا تَسۡـَٔلۡنِي عَن شَيۡءٍ حَتَّىٰٓ أُحۡدِثَ لَكَ مِنۡهُ ذِكۡرًا۔ فرمایا موسیٰ قلب نے اے عقلِ قدسی اگر معلاوِ کائنات حلِ مجیدہ کی مشاءِ جمال ہوئی تو مجھ کو وارداتِ طرطِ حقیقت میں استطاعتِ الہاماتِ غیبیہ کا صابر پائے گا۔ مجھ کو قوتِ استعداد کی امید اور شاباشِ طلب کی آس ہے میں توفیقِ الٰہی سے مایوس نہیں۔ لا اعصی لک امرًا۔ کبھی بھی صدقِ مقامِ حقیقتِ نیات۔ توجہِ باطنی۔ حالاتِ لسانی میں تیری نافرمانی میں نہ کروں گا۔ عقلِ قدسی نے فرمایا کہ اگر تو اے مصرِ جسمانیہ کے حاکم اعلیٰ طریقۂ کمال کے سلوک میں اتباعِ حقیقی کا طالب مستقیم ہے تو اس راہِ معرفت کے اعمالِ مشاہدہ و ریاضاتِ مکاشفہ کے بارے میں مجھ سے کچھ نہ پوچھنا۔ اور اختلافِ مجاہدات میں کوئی سوال نہ کرنا نہ حقائق و معانی میں بات کرنا۔ یہاں تک کہ معاملاتِ قالب اور وارداتِ قلبیہ کے غیوب سے میں خود تجھ کو آگاہ و مطلع کر دوں۔ علم ایسی روشنی ہے جو تمام نعمتوں میں بڑی عظیم ہے اور جو شخص نعمت کی قدر نہیں جانتا اس کو نعمت نہیں دی جاتی بلکہ موجودہ نعمت بھی بسا اوقات چھین لی جاتی ہے۔ مخلص اور راست باز انسان اپنے اقوال

وسوالات سے زیادہ اپنے کردار سے متاثر کرتا ہے مگر جس کے افعال واحوال مخلصانہ نہیں اس کی گفتگو کسی کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی کیونکہ ایسے بے اخلاص کی باتیں خواہشِ نفس کے مطابق ہوتی ہیں۔ اسی لیے اہلِ معرفت راہِ طریقت میں گفتگو پر پابندی لگاتے ہیں اور طالب ومرید کو خلوت وخاموشی کی تلقین کرتے ہیں۔ قلب جتنا نورانی ہوتا ہے اُس قدر اُس کی زبان کا کلام نورانی ہوتا جاتا ہے۔ اور قلب اُس وقت نورانی ہوتا ہے۔ جب اُس میں استقامت پائی جاتی ہے اور حقِ بندگی کے فرائض اچھی طرح ذوق وشوق سے ادا کئے جاتے ہوں اے لوگو وقتِ فنا قریب ہے کوشش کرو کہ یایاں فرشتہ جو اعمالِ بد لکھتا ہے تمہاری طرف سے فارغ ہو جائے۔ اہلِ نظر کے نزدیک وہ مرید بہت ہی خوش قسمت ہے جس کو علمِ معرفت والا مرشد مل جائے خواہ اُس کی تلاش میں زمانے بیت جائیں اور مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں اگر سچا مرشد نہ ملے تو خلوت میں عبادت اور کثرتِ درود شریف ہی اس کا مرشد ہے جس کا دل آخرت کے ذکر سے خالی ہو وہ شیطانی وسوسوں کا شکار رہتا ہے۔ مگر جس کا باطن یقینِ کامل اور نورِ معرفت سے منور ہو تو اسے کسی تصور ومشاہدے کی ضرورت نہیں ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ آج مورخہ دس رجب ۱۴۰۹ھ ۱۵ فروری ۱۹۸۹ء بروز جمعہ کی رات بوقتِ شب گیارہ بجے۔ نیوکیسل میں یہ تفسیر نعیمی پارہ ۱۵ یہ آخری ص ۲۸۴ مسودہ بھی تصنیف ہو کر شروع کردہ تینوں پارے ۱۳، ۱۴، ۱۵ کی تفسیر مکمل ہوئی اس کے بعد والے آٹھ صفحات از ص ۲۸۵ تا ص ۲۹۲ مسودہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا ومولانا وحبیبنا محمد وعلیٰ آلہٖ وبارک وسلم۔ اقتدار احمد خان بدایونی حال نیوکیسل اپن ٹائن برطانیہ انگلینڈ۔

فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِى السَّفِيْنَةِ

پھر چلے وہ دونوں نبی یہاں تک کہ دونوں نبی سوار ہو گئے کسی کشتی میں

آپ دونوں چلے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے

خَرَقَهَا ۭ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا

اس بندے نے چیر دیا اس کشتی کو فرمایا حضرت موسیٰ نے کیا اس لیے چیر دیا اس کشتی کو تاکہ غرق کر دو تم اس کے سب بیٹھنے والوں کو

اس بندے نے اسے چیر ڈالا۔ موسیٰ نے کہا کیا تم نے اسے اس لیے چیرا کہ اس کے سواروں کو ڈبا دو

لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ

البتہ بے شک تم شریعت کے خلاف بہت ناپسندیدہ کام لائے ہو

بے شک یہ تم نے بڑی بات کی کہا میں نہ کہتا تھا کہ

اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ

فرمایا کیا پہلے ہی نہ کہہ دیا تھا میں نے

کہ آپ میرے ساتھی ہر گز نہ ٹھہر سکیں گے کہا

لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ

کہ بے شک تم نہ طاقت رکھو گے میرے ساتھ صبر کی فرمایا

مجھ سے میری بھول پر گرفت نہ کرو اور مجھ پر میرے کام میں

مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾ فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا

اچھا اب کی دفعہ نہ پکڑ کرو تم میری اس اعتراض پر جو میں نے بھول کر دیا اور نہ ڈالو مجھ پر

مشکل نہ ڈالو پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب

لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا

میرے اس ہمراہی کے سفر میں کچھ تنگی پھر آگے چل پڑے دونوں یہاں تک کہ

لڑکا ملا اس بندے نے اسے قتل کر دیا موسیٰ نے کہا کیا تم نے ایک ستھری

زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ

ملاقات کی دونوں نے ایک بچے سے تو فوراً اس بندے نے اس بچے کو قتل کر دیا فرمایا کیا تم نے ایک پاکیزہ جان کو

جان بے کسی جان کے بدلے قتل کر دی بے شک تم نے

شَیْئًا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

قتل کر دیا بغیر کسی جان کے قصاص البتہ بیشک لائے تم شریعت کے اعتبار سے بہت ناجائز کام

بہت بری بات کی

تعلق اِن آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** پچھلی آیت میں ایک صاحب شریعت نبی اور ایک صاحب طریقت نبی علیہما الصلوٰۃ والسلام کا باہم سفر نبی پر کچھ معاہدہ ہونے کا تذکرہ ہوا تھا۔ اب اِن آیت میں اس معاہدے کو عملی جامہ پہنانے کا ذکر ہو رہا ہے۔ **دوسرا تعلق** پچھلی آیت میں طریقت کے مطابق کسی کی ہمراہی میں سفر کرنے کا طریقہ بتایا گیا تھا۔ اب اِن آیت میں شریعت موسوی کے احکام کی طرف اشارہ فرمایا جا رہا ہے۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں اللہ کے نبی حضرت خضر علیہ السلام کی اسرار باطنی اور علم طریقت کے ذریعہ غیبی خبر کا ذکر تھا کہ انہوں نے حضرت موسیٰ کے متعلق علم غیب سے پتہ لگا لیا کہ آپ صاحب علم طریقت نہیں اب اِن آیت میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرعی اور قانونی گفتگو کا ذکر ہو رہا ہے جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شرعی وظاہری علوم کا ثبوت اور خضر علیہ السلام کی پیشگوئی کی تصدیق ہو رہی ہے۔

تفسیر نحوی فَانْطَلَقَا حَتّٰى إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا. قَالَ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا. قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا.

ف۔ بمعنی پس۔ ترتیبیہ اِنْطَلَقَا۔ باب انفعال کا ماضی مطلق تثنیہ مذکر اس کا مصدر ہے اِنْطِلَاقٌ۔ طَلْقٌ سے بنا ہے لغوی معنی ہیں چھوڑ دینا۔ آزاد کرنا۔ قید میں نہ ہونا۔ پیدل چلنا۔ اُٹھ کر چل دینا۔ یہاں یہ آخری معنیٰ ہے۔ اس میں ھُمَا ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے جس کا مرجع عبدًا اور حضرت موسیٰ ہیں۔ یہ جملہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ حَتّٰی حرفِ عاطفہ یا جارّہ زیادہ ترجیح جارّہ کو ہے کیونکہ اس کے بعد اِذَا ہے لہٰذا مابعد عبارت مجرور ہے نہ کہ معطوف اگر مابعد فعل ہوتا تو حتّٰی عاطفہ ہوتا اور ماقبل اسی بنا پر معطوف علیہ نہ ہوگا۔ یہ انتہاءِ غایت کے لیے ہے اِذَا ظرفیہ شرطیہ ہے۔ یہ اِذَا چار طرح مستعمل ہے۔ ۱ ظرف مکانی کے لیے ۲ ظرف زمانی کے لیے ۳ زمانۂ ماضی حال مستقبل کے لیے ۴ مفاجات یعنی اچانک کے معنیٰ میں۔ یہاں ظرفیۃ زمانی اور زمانۂ ماضی کے لیے ہے ایک قول ہے کہ یہاں بمعنی استقبال ہے ترجمہ ہے کہ چل دئے وہ دونوں یہاں تک کہ جب سوار ہو جائیں ماضی کا ترجمہ اس طرح ہے کہ چلتے رہے وہ دونوں سوار ہونے تک۔ رَكِبَا۔ ماضی مطلق تثنیہ۔ باب سَمِعَ رَكْبٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے۔

سوار ہونا۔ متعدی نہیں ہوتا۔ ہمیشہ لازم ہوتا ہے اس کا فاعل ضمیر ھما پوشیدہ ہے۔ فی جارہ ظرفیہ السَّفِینَۃ اسم معرّف باللام جامد مؤنث لفظی ہے بمعنٰی خاص کوئی کشتی اس کی جمع ہوتی ہے سُفُن۔ یہ جار مجرور متعلق ہے رَکِبَا کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوا۔ خَرَقَ۔ باب نصر کا ماضی مطلق واحد خرقٌ سے مشتق ہے بمعنٰی پھاڑنا اکھیڑنا۔ کسی جڑی ہوئی چیز کو علیحدہ کرنا توڑنا۔ اس کا فاعل ھُوَ۔ مستتر اس کا مرجع عبدًا ہے۔ ھَا۔ ضمیر مؤنث کا مرجع سفینہ ہے یہ مفعول بہ ہے خَرَقَ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہوئی شرط و جزا مجرور متعلق ہے اِنْطَلَقَا کا حَتّٰی جارہ کی وجہ سے وہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مکمل ہوا۔ قَالَ فعل ماضی۔ ھُوَ اس میں پوشیدہ ضمیر مرجع ہے۔ حضرت موسیٰ۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اَ۔ سوالِ انکاری کے لیے یعنی ایسا کیوں کیا۔ ایسا کیوں کیا۔ ایسا کرنا چاہیے تھا۔ خَرَقْتَ فعل ماضی مطلق واحد مذکر ھَا ضمیر اَنْتَ اس میں مستتر فاعل ہے۔ مرجع عبدًا ہے ھَا ضمیر بارز مؤنث مفعول بہ ہے مرجع ہے سَفِیْنَۃ یہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معلول ہوا۔ لام کئے تعلیلیہ تُغْرِقَ۔ باب افعال کا مضارع صیغہ واحد مذکر حاضر بمعنٰی قریبی مستقبل اس کا مصدر ہے اغراقٌ بمعنٰی ڈبونا۔ غَرْقٌ سے بنا ہے یہ مادہ لازم ہے بمعنٰی ڈوبنا۔ ایک قول میں تُغْرِقَ صیغہ واحد مؤنث غائب پہلے قول میں یہاں اَنْتَ ضمیر پوشیدہ ہے ترجمہ ہے کہ تاکہ تم ڈبو دو۔ دوسرے قول میں ھِیَ ضمیر پوشیدہ ہے ترجمہ ہے تاکہ کشتی ڈبو دے۔ اَھْل۔ اسم مفرد جامد۔ لغوی ترجمہ ہے۔ والا۔ اصطلاحی ترجمہ ہے تعلق اس کی جمع ہے اَھالیان یا اَھالِی۔ یہ مضاف ہے ھَا ضمیر مجرور متصل مرجع کشتی مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے تُغْرِقَ کا ھَا کا ترجمہ ہے پہلے قول میں اُس کے اہل۔ دوسرے قول میں اپنے اہل۔ یہ سب جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر علت ہوئی خَرَقْتَ کی علت معلول دونوں مل کر مقولۂ اوّل ہوا لام کئے تاکیدیہ و تحقیقیہ قَدْ جِئْتَ باب ضرب کا ماضی قریب معروف صیغہ واحد مذکر حاضر جَیْئٌ اَجوف یائی و مہموز اللام سے بنا ہے۔ متعدی بھی ہوتا ہے بمعنٰی لانا یہاں یہی معنٰی ہے اور لازم بھی ہوتا ہے بمعنٰی آنا شَیْئًا۔ اسم مفرد جامد بمعنٰی یہ چیز مفعول بہ ہے جِئْتَ کا۔ اِمْرًا۔ اسم مفرد جامد بمعنٰی بھاری کام۔ عجیب کام قابل جرم صفت ہے شَیْئًا کی یہ مرکب توصیفی مفعول بہ ہے جِئْتَ کا وہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مقولۂ دوم ہوا قَالَ اپنے دونوں مقولوں سے مل کر جملہ قولیہ ہو کر مکمل ہوا۔ قَالَ۔ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا اُس پہلے قَالَ کا فاعل حضرت موسیٰ ہیں۔ اور اس قَالَ کا فاعل عَبْدًا ہے یہ جملہ قول ہوا۔ اَ۔ ہمزہ سوالِ اقراری کیلئے یعنی کہا تھا۔ لَمْ اَقُلْ باب نصر فعل نفی جحد بلم واحد متکلم فاعل متکلم عَبْدًا ہے یہ مضارع منفی بمعنٰی ماضی بعید ہے۔ اَنَا۔ ضمیر مستتر کا مرجع عبدًا ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اِنَّ حرف مشبّہ۔ کَ ضمیر اس کا اسم مرجع حضرت موسیٰ ہیں۔ لَنْ تَسْتَطِیْعَ فعل نفی تاکید بلن مستقبل باب استفعال واحد حاضر اَنْتَ مستتر فاعل مرجع حضرت موسیٰ۔ اس کا مصدر ہے اِستطاعٌ اِستِطَاعَۃٌ مادہ ہے طَوْعٌ یا طَیْعٌ بمعنٰی طاقت پانا۔ خوش ہونا۔ مَعَ اسم ظرف مکانی بمعنٰی ساتھ مضاف ہے۔ یَ۔ ضمیر واحد متکلم مرجع ہے۔ عَبْدٌ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی ظرف ہے۔ صبرًا اسم مصدر بمعنٰی برداشت کرنا

مفعول بہ ہے۔ لَنْ تَسْتَطِيْعَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہوئی اِنَّ کی یہ جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہ ہوا اَلَمْ اَقُلْ کا وہ جملہ فعلیہ منفی انشائیہ ہو کر مقولہ ہوا قَالَ اپنے مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ قولیہ ہو گیا۔ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا۔ فَانْطَلَقَا حَتّٰى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا۔ قَالَ۔ فعل ماضی ھُوَ اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہے مرجع حضرت موسیٰ۔ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ لَا تُؤَاخِذْ۔ باب مُفَاعَلَةٌ کا فعل نہی صیغہ واحد مذکر حاضر اَنْتَ ضمیر حاضر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل مرجع خطاب وہی عبدا۔ نون وقایہ یٔ ضمیر واحد متکلم منصوب متصل مفعول بہ ہے بَ جارہ سببیہ مَا۔ اسم موصول نَسِيْتُ۔ باب سمع کا فعل ماضی واحد متکلم نسیٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ بھولنا ہمیشہ متعدی ہوتا ہے یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَا کا موصول صلہ مل کر مجرور۔ متعلق ہے۔ لَا تُؤَاخِذْ کا وہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ۔ لَا تُؤَاخِذْ کا مصدر ہے۔ مُؤَاخَذَةٌ۔ اَخْذٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ پکڑنا۔ لینا یہاں باب مفاعلۃ میں طلب کے معنیٰ ہیں یعنی کسی کو آڑے ہاتھوں لینا۔ گھیر لینا۔ یہاں دو طرفہ کام کے لیے نہیں۔ واؤ عاطفہ۔ لَا تُرْهِقْنِيْ۔ باب افعال کا فعل حاضر معروف واحد مذکر اس کا مصدر ہے اِرْهَاقٌ بمعنیٰ ڈالنا۔ غلبہ کرنا۔ کسی پر چھا جانا۔ رکاوٹ پیدا کرنا۔ یہاں ہر معنیٰ مناسب ہے رَهَقٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ ڈالنا۔ نون وقایہ یٔ۔ مفعول بہ اَنْتَ پوشیدہ اس کا فاعل۔ مِنْ۔ حرف جر بمعنیٰ ظرفیہ مکانیہ مجازی۔ اَمْرِ اسم جامد بمعنیٰ۔ معاملہ۔ کام۔ ارادہ۔ یٔ۔ ضمیر متکلم مجرور متصل مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی۔ مجرور ہو کر متعلق ہے۔ لَا تُرْهِقْ کا عُسْرًا۔ اسم جامد بمعنیٰ تنگی مشکل۔ تکلیف یہاں ہر معنیٰ درست ہے مفعول ثانی ہے یا مفعول بہ دوم ہے۔ لَا تُرْهِقْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف سب عطف مل کر مقولہ ہوا۔ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ فَ۔ حرف تعقیب بلا تراخی۔ ایک قول میں یہ فَ بمعنیٰ ثُمَّ تراخی یعنی دیر کے لیے اور یہاں چونکہ تعقیب و تراخی دونوں ضروری ہیں اس لیے فَ لائی گئی نہ کہ ثُمَّ یعنی کسی اور کام میں مشغولیت نہ ہوئی بلکہ اس گفتگو کے کچھ دیر بعد ہی اِنْطَلَقَا۔ باب انفعال ماضی مطلق تثنیہ طَلْقٌ سے مشتق ہے۔ یعنی دونوں چل پڑے اس کا فاعل اس میں پوشیدہ ھُمَا ضمیر۔ حَتّٰى۔ حرف جر بمعنیٰ اِلٰی اَنْ یعنی یہاں تک یہی اس کا اصلی معنیٰ ہے۔ اِذَا شرطیہ ظرف زمانی کے لیے۔ یہ حکمی و مجازی شرط کے لیے ہے۔ لَقِيَا باب سَمِعَ کا ماضی مطلق تثنیہ لُقْیٌ سے مشتق ہے غُلٰمًا اسم معرب جامد بمعنیٰ بچہ۔ لڑکا۔ مذکر ہے اس کی مؤنث غُلْمَةٌ یا غُلَامَةٌ مگر استعمال نہیں اس کی تصغیر ہے غُلَیْمٌ اس کی جمع مذکر غِلْمَانٌ اور جمع مؤنث اَغْلِمَةٌ ولادت سے لیکر نابالغی تک بلوغت سے پہلے پہلے لڑکے کو بیٹے کو غلام کہا جاتا ہے اُس کے بعد نوجوان کو فتیٰ چالیس سال تک اس کے بعد شیخ۔ یعنی بوڑھا۔ پچھتر سال تک اُس کے بعد شیخ فانی سو سال تک بعض نے نوجوان کو بھی غلام کہا ہے مگر یہ غلط ہے نسبی اور نسلی صلبی بیٹے کو بھی غلام کہا جاتا ہے مگر اسی نابالغی کی عمر تک اس کے بعد وَلَد کہا جاتا ہے یہ بحالت نصب کیونکہ مفعول بہ ہے۔ لَقِيَا کا یہ جملہ

فعلیہ ہو کر شرط ہوئی۔ فَ جزائیہ۔ قَتَلَ۔ باب نصر کا ماضی مطلق معروف ھُوَ مستتر اس کا فاعل مرجع عبداً ہے۔ ہٗ ضمیر مفعول بہ منصوب متصل ہے مرجع غُلاماً ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر جزا شرط و جزا مل کر مجرور متعلق ہے انْطَلَقَا کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا قَالَ۔ فعل با فاعل جملہ فعلیہ قول ہوا اس کا فاعل حضرت موسیٰ ہیں۔ اَ۔ ہمزہ سوالِ انکاری کے لیے۔ قَتَلْتَ باب نصر کا ماضی مطلق واحد حاضر۔ اَنْتَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعلِ مخاطب مراد ہیں حضرت خضر یعنی عبداً نَفْساً اسم جامد مؤنث اس کی تصغیر ہے۔ نُفَيْسَة بمعنیٰ آدمی۔ یہاں مراد ہے ایک آدمی۔ موصوف ہے۔ زَکِيَّةً۔ اسم مبالغہ صفت مشبہ مؤنث بروزن فعیلۃ بمعنیٰ بےگناہ پاک صاف ستھرا۔ خوبصورت بھولا بھالا۔ یہاں پہلے معنیٰ میں ہے۔ یعنی بے گناہ یہ ناقص واوی زَکُوٌ سے بنا ہے اس کی جمع مؤنث ہے اَزْکِيَة اس کا واحد مذکر زکی جمع مذکر ہے اَزْکِیَا اسی سے ہے زکوٰۃ بمعنیٰ دولت کا میل کچیل نکالنا۔ نَفْساً کی صفت ہے۔ یہ مرکب توصیفی مفعول بہ ہے قَتَلْتَ کا۔ بِ جارہ عوضی۔ غَیْرِ اسم جامد بمعنیٰ بلاوجہ۔ بلاقصاص نَفْسٍ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے قَتَلْتَ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ اوّل ہوا قَالَ کا۔ لامِ کَیْ۔ تاکید یہ شدتِ کلام یا اظہار ناراضگی کے لیے۔ قَدْ جِئْتَ باب ضرب کا ماضی قریب واحد مذکر حاضر اَنْتَ پوشیدہ اس کا فاعل مراد ہے۔ عبداً شَيْئاً موصوف نکرہ مصدر ہے بمعنیٰ اسم مفعول نُکْراً۔ ترجمہ ہے ناپسندیدہ غیر شرعی کام۔ قابلِ جرم۔ یہاں پہلے معنیٰ مناسب ہیں بحالت نصب (زبر) ہے کیونکہ صفت ہے شَيْئاً کی یہ مرکب توصیفی مفعول بہ ہے قَدْ جِئْتَ کا وہ سب جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ دوم ہوا۔ قَالَ اپنے دونوں مقولوں سے مل کر جملہ فعلیہ قولیہ ہو گیا مکمل۔ وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیرِ خلقہ سیدنا و مولانا محمد وعلیٰ آلہٖ و بارک وسلم۔ الحمد للّٰہ الکبیر آج مورخہ سترہ صفر ۱۴۰۵ھ مطابق گیارہ نومبر ۱۹۸۴ء بروز اتوار پیر کی رات بوقت عشاء رات کے ساڑھے چھ بجے بریڈ فورڈ ۸ ساؤتھ فیلڈ سکویر والا محلہ مکان نمبر ۲۹ یہ مکان خاص عطیہ سرور کائنات صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ سورۃ کہف کی تفسیر نحوی تک مکمل ہوئی ہے اپنے کریم جل و تعالیٰ کے کرم کی توفیق سے تین پاروں کی بیک دم تفسیر لکھنی شروع کی ہے۔ اب پھر پیچھے پارہ تیرھویں کی تفسیر عالمانہ شروع کرنی ہے۔ آگے جو رب کی رضا معلوم کتنے پاروں تک تفسیر نعیمی کی اجازت و توفیق ملتی ہے۔ میرا کریم رب میرا مددگار ہے جل وسبحانہ تعالیٰ۔

تفسیر عالمانہ فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِى السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا ۔ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ۔ سفر کا یہ پہلا واقعہ ہے جب دونوں نبی علیہما السلام ایک طرف کو تشریف لے جا رہے ہیں ایک شریعت کا نبی ایک طریقت کا نبی ایک کی ہر بات وحیِ جلی جو ظاہر کرنے کے لیے ہی ایک کی ہر بات وحیِ خفی جو پوشیدہ رکھنے کے لیے نازل ہوئی ایک احکامِ شریعت کے قانون و کتاب والا مرسل نبی ایک

ارواحِ انسانیہ کو پاکیزگی وجلا بخشنے والا تھی۔ شریعت ظاہر نہ ہو تو نقصان۔ طریقت ظاہر ہو جائے تو نقصان۔ آج مسلم قوم کو سب سے زیادہ نقصان اور فرقہ پرستی کی پھیلی ہوئی وبا کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پیری مریدی آئی ظاہر ہو گئی ہے کہ شریعت و طریقت والے اس میں چھپ کر رہ گئے ہیں۔ جتنے بھی انبیاءِ کرام تشریف فرما ہوئے ان کے تین طبقے ہی رہے ۱۔ اہلِ شریعت ان کو ہی رسولِ الٰہی کا خاص انعام عطا ہوا ۲۔ اہلِ طریقت ۳۔ اہلِ معرفت۔ آدم۔ نوح۔ موسیٰ علیہما السلام وغیرہم اکثر انبیاءِ کرام اہلِ شریعت تھے کہ ان کی وحی صرف قانون کی تھی اہلِ طریقت انبیاءِ کرام کی وحی صرف باطنی اسرار ورموز پر تھی اور باطنی طریقے پر اصلاح فرماتے تھے۔ اہلِ حقیقت و معرفت صرف توحیدِ الٰہی و ترکِ دنیا کی تلقین فرمانے کے لیے تھے جیسے شعیب ذکریا عزیر و عیسیٰ علیہما السلام۔ اہلِ طریقت جیسے خضر۔ داؤد۔ الیاس۔ ادریس علیہم السلام۔ اہلِ شریعت انبیاء کے وارث علما فقہا ہوتے ہیں۔ اہلِ طریقت میں صوفیا اولیا۔ عباد اللہ بنتے ہیں اہلِ معرفت انبیاءِ کرام کی بارگاہوں میں صرف عابدین زاہدین تارکین خلوت نشین پیدا ہوتے ہیں۔ یہ تو آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہی ہے۔ کہ رب تعالیٰ نے آپ کو شریعت طریقت حقیقت معرفت والی نبوتِ کاملہ عطا فرمائی اور وحیِ جلی وخفی کے خزانے بخشے جس نے جو کچھ لینا ہے وہ اسی ایک آستانۂ قدس پر آجائے اب کسی خضر کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ حضرتِ موسیٰ اور حضرتِ خضر مجمع البحرین یعنی بحرِ روم اور بحرِ فارس کی دو دھاری دریا کے کنارے پر چل پڑے اس طرح کہ ایک طالب ایک مطلوب۔ ایک سیکھنے کا ارادہ رکھنے والا اور ایک سکھانے کا وعدہ فرمانے والا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ نبی کا استاد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا یہاں صرف کچھ دکھانا ہی مقصود تھا۔ یہ علم سیکھنا حضرت موسیٰ کے لیے کوئی ضروری نہ تھا۔ دونوں صاحبِ نبوت ایک دوسرے کے علم سے لاتعلق تھے کیونکہ اپنی اپنی قوم اور اپنے کام کے نبی تھے نہ کہ سارے انسانوں کے۔ حضرت خضر کو تو اپنی منزل اور تمام ذمے داری والے کام کا پتہ تھا۔ کہ رب تعالیٰ کے کس حکم سے کہاں جا رہے ہیں۔ اور راستے میں کیا کچھ کرنا کس کے حکم سے کرنا ہے۔ مگر موسیٰ علیہ السلام کا مقصد سفر نہ تھا وہ تو صرف ہمراہیِ خضر کے طالب تھے۔ حضرت یوشع بھی ساتھ تھے۔ مگر اب ان کا ذکر نہ ہوا اس لیے کہ آئندہ واقعات سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ دریا کے کنارے چل رہے تھے کہ ایک کشتی جس میں بہت مسافر کرایہ دے کر سوار تھے۔ قریب سے گزری تو ملاح نے دیکھ کر روک لی۔ کچھ لوگوں نے اس روکنے پر احتجاج بھی کیا کہ مت روکو کہیں ڈاکو نہ ہوں مگر ملاح نے روک کر بیٹھنے کی دعوت دی بلا کرایہ یا اس لیے کہ خضر علیہ السلام کا پہلے سے واقف ہوگا یا اس لیے کہ چہرے کی نورانیت اور وجاہت نے سب کو مرعوب کر دیا اور بغیر کرائے بٹھا لیا اور دونوں سوار ہو کر چلے ابھی کشتی کچھ دور ہی چلی تھی کہ خضر علیہ السلام نے کشتی کے فرش یا فرش کے قریب دیوار کشتی کا

فعلیہ ہوکر شرط ہوئی۔ فَ جزائیہ۔ قَتَلَ۔ بابِ نَصَرَ کا ماضی مطلق معروف ھُوَ مستتر اس کا فاعل مرجع عبدًا ہے۔ ہٗ ضمیر مفعول بہ منصوب متصل ہے مرجع غُلَامًا ہے یہ جملہ فعلیہ ہوکر جزا شرط و جزا مل کر مجرور متعلق ہے اِنْطَلَقَا کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہوکر مکمل ہوا قَالَ۔ فعل با فاعل جملہ فعلیہ قول ہوا اس کا فاعل حضرت موسیٰ ہیں۔ اَ۔ ہمزہ سوالِ انکاری کے لیے۔ قَتَلْتَ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق واحد حاضر۔ اَنْتَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعلِ مخاطب مراد ہیں حضرت خضر یعنی عبدًا نَفْسًا اسم جامد مؤنث اس کی تصغیر ہے۔ نُفَیْسَۃٌ بمعنیٰ آدمی۔ یہاں مراد ہے ایک آدمی۔ موصوف ہے۔ زَکِیَّۃً۔ اسم مبالغہ صفت مشبہ مؤنث بروزن فعیلۃٌ بمعنیٰ بیگناہ پاک صاف ستھرا۔ خوبصورت بھولا بھالا۔ یہاں پہلے معنیٰ میں ہے۔ یعنی بے گناہ یہ ناقص وادی زَکُوٌ سے بنا ہے اس کی جمع مؤنث ہے اَزْکِیَۃٌ اس کا واحد مذکر زَکِیٌّ جمع مذکر ہے اَزْکِیَا اسی سے ہے زکوٰۃ بمعنیٰ دولت کا میل کچیل نکالنا۔ نَفْسًا کی صفت ہے۔ یہ مرکب توصیفی مفعول بہ ہے قَتَلْتَ کا۔ بِ جارہ عوضی۔ غَیْرِ اسم جامد بمعنیٰ بلاوجہ۔ بلاقصاص نَفْسٍ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہوکر متعلق ہے قَتَلْتَ کا یہ جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ اول ہوا قَالَ کا۔ لام کے تاکید یہ شدتِ کلام یا اظہار ناراضگی کے لیے۔ قَدْ جِئْتَ باب ضَرَبَ کا ماضی قریب واحد مذکر حاضر اَنْتَ پوشیدہ اس کا فاعل مراد ہے۔ عبدًا شَیْئًا موصوف نُکْرًا مصدر ہے بمعنیٰ اسم مفعول مُنْکَرًا۔ ترجمہ ہے ناپسندیدہ غیر شرعی کام۔ قابلِ جرم۔ یہاں پہلے معنیٰ مناسب ہیں بحالت نصب (زیر) ہے کیونکہ صفت ہے شَیْئًا کی یہ مرکب توصیفی مفعول بہ ہے قَدْ جِئْتَ کا وہ سب جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ دوم ہوا۔ قَالَ اپنے دونوں مقولوں سے مل کر جملہ فعلیہ قولیہ ہوگیا مکمل۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وعلیٰ آلہٖ و بارک وسلم۔ الحمد للہ الکبیر آج مورخہ سترہ صفر ۱۴۰۵ھ مطابق گیارہ نومبر ۱۹۸۴ء بروز اتوار پیر کی رات بوقت عشا رات کے ساڑھے چھ بجے بریڈ فورڈ ۸ ساؤتھ فیلڈ سکوئیر والا محلہ مکان ۱۹ یہ مکان خاص عطیہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ سورۃ کہف کی تفسیر نحوی تک مکمل ہوئی میں نے اپنے کریم جل و تعالیٰ کے کرم کی توفیق سے تین پاروں کی بیکدم تفسیر لکھنی شروع کی ہے۔ اب پھر پیچھے پارہ تیرھویں کی تفسیر عالمانہ شروع کرنی ہے۔ آگے جو رب کی رضا۔ نہ معلوم کتنے پاروں تک تفسیر نعیمی کی اجازت و توفیق ملتی ہے۔ میرا کریم رب میرا مددگار ہے جل وسبحانہ تعالیٰ۔

تفسیر عالمانہ فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا ۔ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ۔ سفر کا یہ پہلا واقعہ ہے جب دونوں نبی علیہما السلام ایک طرف کو تشریف لے جارہے ہیں ایک شریعت کا نبی ایک طریقت کا نبی ایک کی ہر بات وحی جلی جو ظاہر کرنے کے لیے بنی ایک کی ہر بات وحی خفی جو پوشیدہ رکھنے کے لیے نازل ہوئی ایک احکامِ شریعت کے قانون و کتاب والا مرسل نبی ایک

ارواحِ انسانیہ کو پاکیزگی و جلا بخشنے والا نبی۔ شریعت ظاہر نہ ہو تو نقصان۔ طریقت ظاہر ہو جائے تو نقصان۔ آج مسلم قوم کو سب سے زیادہ نقصان اور فرقہ پرستی کی پھیلی ہوئی وبا کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پیری مریدی آتی ظاہر ہو گئی ہے کہ شریعت و طریقت والے اس میں چھپ کر رہ گئے ہیں۔ جتنے بھی انبیاء کرام تشریف فرما ہوئے ان کے تین طبقے ہی رہے نمبر۱ اہلِ شریعت ان کو ہی رسولِ الٰہی کا خاص انعام عطا ہوا نمبر۲ اہلِ طریقت نمبر۳ اہلِ معرفت۔ آدم۔ نوح۔ موسیٰ علیہما السلام وغیرہم اکثر انبیاء کرام اہلِ شریعت تھے کہ ان کی وحی صرف قانون کی تھی اہلِ طریقت انبیاء کرام کی وحی صرف باطنی اسرار و رموز پر تھی اور باطنی طریقے پر اصلاح فرماتے تھے۔ اہلِ حقیقت و معرفت صرف توحیدِ الٰہی و ترکِ دنیا کی تلقین فرمانے کے لیے تھے جیسے شعیب ذکریا عزیر و عیسیٰ علیہما السلام۔ اہلِ طریقت جیسے خضر۔ داؤد۔ الیاس۔ ادریس علیہم السلام۔ اہلِ شریعت انبیاء کے وارث علما فقہا ہوتے ہیں۔ اہلِ طریقت میں صوفیا اولیا۔ عباد اللہ بنتے ہیں اہلِ معرفت انبیاء کرام کی بارگاہوں میں صرف عابدین زاھدین تارکین خلوت نشین پیدا ہوتے ہیں۔ یہ تو آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہی ہے۔ کہ رب تعالیٰ نے آپ کو شریعت طریقت حقیقت معرفت والی نبوتِ کاملہ عطا فرمائی اور وحیِ جلی و خفی کے خزانے بخشے جس نے جو کچھ لینا ہے وہ اِسی ایک آستانہِ قدس پر آجائے اب کسی خضر کے پاس جانے کی ضرورت نہیں حضرتِ موسیٰ اور حضرتِ خضر مجمع البحرین یعنی بحرِ روم اور بحرِ فارس کی دو دھاری دریا کے کنارے پر چل پڑے اس طرح کہ ایک طالب ایک مطلوب۔ ایک سیکھنے کا ارادہ رکھنے والا اور ایک سکھانے کا وعدہ فرمانے والا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ نبی کا استاد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا یہاں صرف کچھ دکھانا ہی مقصود تھا۔ یہ علم سیکھنا حضرت موسیٰ کے لیے کوئی ضروری نہ تھا۔ دونوں صاحبِ نبوت ایک دوسرے کے علم سے لاتعلق تھے کیونکہ اپنی اپنی قوم اور اپنے کام کے نبی تھے نہ کہ سارے انسانوں کے۔ حضرت خضر کو تو اپنی منزل اور تمام ذمے داری والے کام کا پتہ تھا۔ کہ رب تعالیٰ کے کس حکم سے کہاں جا رہے ہیں۔ اور راستے میں کیا کچھ کرنا کس کے حکم سے کرنا ہے۔ مگر موسیٰ علیہ السلام کا مقصد سفر نہ تھا وہ تو صرف ہمراہیِ خضر کے طالب تھے۔ حضرت یوشع بھی ساتھ تھے۔ مگر اب ان کا ذکر نہ ہوا اس لیے کہ آئندہ واقعات سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ دریا کے کنارے چل رہے تھے کہ ایک کشتی جس میں بہت مسافر کرایہ دے کر سوار تھے۔ قریب سے گزری تو ملاح نے دیکھ کر روک لی۔ کچھ لوگوں نے اس روکنے پر احتجاج بھی کیا کہ مت روکو کہیں ڈاکو نہ ہوں مگر ملاح نے روک کر بیٹھنے کی دعوت دی بلا کرایہ۔ یا اس لیے کہ خضر علیہ السلام کا پہلے سے واقف ہوگا یا اس لیے کہ چہرے کی نورانیت اور وجاہت نے سب کو مرعوب کر دیا اور بغیر کرائے بٹھا لیا اور دونوں سوار ہو کر چلے ابھی کشتی کچھ دور ہی چلی تھی کہ خضر علیہ السلام نے کشتی کے فرش یا فرش کے قریب دیوار کشتی کا

ایک تختہ اکھیڑ دیا جس کو ملاح اور کسی مسافر نے نہیں دیکھا کیونکہ یہ حضرات بالکل الگ تھلگ بیٹھے تھے۔ اور یہ مسافر بردار کشتی خاصی بڑی تھی۔ مقصد تصوف بھی سب سے الگ خلوت نشینی ہے نہ کہ محافل اور مجالس کی صدر نشینی۔ یہی وجہ ہے کہ آج کا صوفی اصل تصوف سے ناواقف ہے۔ نبوت کا ہر کام آئندہ نسلوں قوموں اُمتوں کے لیے سبق ہے حضرت موسیٰ نے فقط سوال کیا کہ یہ کام تو بہت نقصان والا کیا یا اس لیے کہ کشتی خود ڈوب کر مسافروں کو ڈبو دیگی پانی اس میں آجائے گا۔ نیچے سے جلدی اور دیوار سے ہچکولے کھا کر۔ یا تم اور میں تو اپنے معجزے سے بچ جائیں گے۔ مگر تم نے ان سب مسافروں کو گویا ڈبو دیا۔ البتہ بے شک تم نے یہ کام شریعت کے اعتبار سے برا کیا اس لیے کہ اس میں تین خرابیاں ہیں ۱؎ جانی نقصان کا اندیشہ ۲؎ مالی نقصان جو واقعۃً ہو ہی گیا ہے۔ ۳؎ احسان فراموشی کیونکہ ملاح مالکِ کشتی نے بغیر کرایہ بٹھایا تھا۔ اور یہ تینوں کام ہر شریعت میں ناجائز ہیں۔ یہ احتجاجی سوال گویا شرعی گرفت تھی حضرت خضر نے اس سوال پر کوئی توجہ نہ فرمائی اس وجہ سے کہ اس وقت یہ قانونِ شریعت موسیٰ کا تھا اور حضرت خضر اُس کے پابند نہ تھے ان کی اپنی قانونی حیثیت تھی۔ باطنی حضرات مدبراتِ امر ہوتے ہیں کبھی کبھی اُن پر شرعی قیود واجب نہیں ہوتے مگر اب شریعت اسلام میں کسی شخص کو بھی شریعت کے خلاف کام کرنے کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ اس اعتراضِ موسوی کے جواب میں خضر علیہ السلام نے صرف یہ فرمایا کہ تم کو میں نے پہلے ہی نہ کہہ دیا تھا کہ آپ چونکہ شریعتِ ظاہری والے ہو میرے ساتھ باطنی کام دیکھ کر صبر نہ کر سکو گے حالانکہ اسرارِ باطنی میں خاموشی ہی لازم ہے تاکہ اہلِ باطن اور صاحبِ اسرار لوگوں کے کام اغیار کے کانوں اور آنکھوں تک نہ جا سکیں۔ اے موسیٰ آپ کی اعتراضی تقریر سے تو اغیار مسافروں کو اعمالِ اسرار کا پتہ لگ جائے گا اور نااہل و نامحرم بھی ہماری محفل میں اودھم مچا کر ہماری خلوت کو خراب کریں گے۔ تب حضرت موسیٰ نے اس علم کی نزاکتوں کو سمجھتے ہوئے فرمایا قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ اے خضر اے علم باطن کی نبوت والے مجھے معلوم ہو گیا کہ ان اسرارِ الٰہیہ میں میرا شرعی احتجاج ناگوار ہے۔ میری اس بھول پر میری گرفت نہ فرما اور نہ ہی میرے نامناسب سوال پر میرے شوقِ طلب میں تنگی اور رکاوٹ پیدا فرما خضر علیہ السلام نے اس معذرت کو قبول کر لیا کیونکہ اس منزل میں طالب کا شوقِ عشق پر کھا جاتا ہے اور شوقِ طلب کا امتحان لیا جاتا۔ لہٰذا فَانْطَلَقَا حَتّٰى إِذَا لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ، قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا۔ ان باتوں باتوں میں کشتی دوسرے کنارے پر آگئی جہاں کچھ مسافر اُترے اور یہ بھی اُتر پڑے اس طرح کہ آگے اور پہلے حضرت خضر اُترے پھر پیچھے حضرت موسیٰ اور ایک نزدیکی گاؤں [illegible] چل پڑے وہاں کچھ نابالغ بچے کھیل رہے تھے۔ اُن سے کچھ دور کھڑا ایک بہت خوبصورت بچہ تھا یہ سب [illegible] لے گئے اور حضرت خضر نے اُسی بچے کو قتل کر دیا۔ یا اس طرح کہ سر کاٹ دیا یا گلا گھونٹ دیا

یہی قول درست ہے۔ یا اٹا کر ذبح کر دیا۔ یا پتھر سے دے مارا بچہ قتل ہوگیا لیکن کسی کو پتہ نہ چل سکا۔ یہ قتل کر کے آگے روانہ ہو گئے تب دیگر بچوں کو پتہ لگا اور شور اٹھا کہ یہ خود بیہوشی سے مرا ہے یا کسی نے گلا گھونٹ کر مارا حضرت موسیٰ نے کبھی یہ غم ناک واقعہ پہلے دیکھا نہ تھا یہ معاملہ پہلے سے بھی زیادہ سخت و سنگین تھا۔ چلتے چلتے پھر اعتراض فرمایا مگر مداخلت نہ کی ورنہ چاہتے تو اسی وقت چھڑا دیتے۔ بس بعد میں ہی فرمایا کہ اے خضر تم نے ایک خوبصورت بھولے بھالے بے گناہ لڑکے کو بغیر قصاص قتل کر دیا بے شک یہ تو صاف شریعت کے خلاف کام لائے تم۔ اس احتجاج میں پہلے سے بھی زیادہ سختی تھی کیونکہ اس میں غم تعجب اور جلال کا عنصر تھا۔ ان واقعات سے عجیب عجیب سبق عبرتیں حاصل ہوتی ہیں۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ۔ انبیاء کرام کے معجزات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے قبضہ اختیار میں دے دیئے جاتے ہیں جس وقت چاہیں بوقت ضرورت دکھائیں دیکھو حضرت خضر نے کشتی توڑنے کا معجزہ کیا کہ کشتی میں پانی نہ آیا جب کہ موسیٰ علیہ السلام کو ظاہری حالات میں کشتی ڈوبنے کی نوعیت سے یہ خدشہ تھا اسی طرح کرامات اولیاء اللہ آستانہ نبوت سے عطا ہوتی ہیں۔ اور اولیاء اللہ کے اختیار میں دے دی جاتی ہیں یہ فائدہ تُغْرِقَ اَهْلَهَا (الخ) سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام کو دنیا کی کوئی چیز کوئی مخلوق نقصان نہیں پہنچا سکتی نہ آگ پانی مٹی ہوا نہ حیوانات نباتات جمادات نہ ان کو کبھی کسی مخلوق سے جانی مالی نقصان کا ڈر لگا یہ فائدہ تُغْرِقَ اَهْلَهَا فرمانے سے حاصل ہوا کہ دیکھو حضرت موسیٰ نے نُغْرَقُ بھی نہ فرمایا اور تُغْرِقَنَا بھی نہ فرمایا کہ ہم ڈوب جائیں گے یا یہ کشتی ہم کو ڈبو دے گی بلکہ اَهْلَهَا فرمایا یعنی اہل کشتی کو ڈبو دے گی۔

تیسرا فائدہ۔ ہر شیخ اور ہر پیر کے لیے فرض ہے کہ امانت معرفت کا دیانت داری سے خیال رکھے دھڑا دھڑ مرید بنانا نہ چلا جائے یہ راستہ طریقت کوئی کاروباری سڑک نہیں ہے۔ کہ ہر مرید کی منتیں کی جائیں کر چیلا مرید بن جا۔ دلال رکھے جائیں جو مریدوں کا سودا کرتے پھریں گاؤں گاؤں گھر گھر دورے کیئے جائیں بلکہ منزل معرفت کی پُر خار وادیوں میں چلنے کے لیے انتہائی چھان بین اور امتحان و آزمائشوں کے بعد حلقہ بیعت میں داخل ہونے کے لائق بنایا جائے اور اس پر شرعی پابندیاں عائد کی جائیں یہ فائدہ اَلَمْ اَقُلْ کے باربار فرمانے سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ۔ علماء شریعت پر فرض منصبی ہے کہ مشائخ طریقت کو ان کی شرعی غلطی پر ان کا محاسبہ اور گرفت کرے یہ گرفت ادب و احترام کے خلاف نہیں یہ فائدہ سوالات موسوی سے حاصل ہوا لیکن اب کوئی پیر فقیر حضرت خضر کی طرح شریعت اسلامیہ سے ہٹ کر عمل کر کے علما کی گرفت سے بے اعتنائی نہیں کر سکتا۔ وہ زمانہ موسوی تھا۔ جب خضر علیہ السلام اپنے علیحدہ رات

پر چل سکتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کے اعتراضات سے بے پرواہی کر سکتے تھے اب درواز شریعت بند ہو گیا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی پیر فقیر کی کیا حیثیت ہے کہ شریعت سے علیحدہ قدم رکھے یا خضر علیہ السلام کی شان دیکھئے جو علماء اسلام سے ملے اب تو خضر علیہ السلام بھی اپنی طریقت پر شریعت اسلام سے ہٹ کر عمل نہیں کر سکتے۔ اب تو اشارۂ مصطفےٰ کا نام ہی شریعت طریقت اور معرفت ہے۔ اب تو کوئی بھی نقش قدم محمد رسول اللہ سے ہٹ کر نہ ولی اللہ بن سکے نہ عَبۡدًا مِّنۡ عِبَادِ اللّٰہ ہو سکے۔

احکام القرآن

ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ**۔ اگر کوئی نابالغ سمجھ دار مراہق امرد بچہ کسی کو قتل کر دے تو اُس کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ یہی حنفی مسلک ہے یہ مسئلہ بغیر نفس کی قید فرمانے سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ**۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو علم غیب ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ زکیۃ اور بغیر نفس فرمانے سے مستنبط ہوا کہ دیکھو حضرت موسیٰ نے ناواقف اور اجنبی بچے کی بے گناہی زکیہ ہونا بے گناہ ہونا اپنے علم غیب سے معلوم کیا۔ **تیسرا مسئلہ**۔ آداب اُستاد یہ ہیں کہ اپنے استاد پر یا جس سے کچھ دین وغیرہ حاصل کرنے کی تمنا ہو بیجا سوالات نہ کرے ہاں صرف شرعی اُلجھن میں سوال کر سکتا ہے خاص کر راہ طریقت میں اور اگر سوال ناگزیر ہو تو نہایت احترام سے سوال کرے مگر پھر جرح وغیرہ نہ کرے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ کے عمل سے ظاہر ہوا یہ مسئلہ لَا تُؤَاخِذۡنِیۡ (الخ) سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ **پہلا اعتراض**۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ رَکِبَا کی جزا ہے خَرَقَ یہاں فَ جزائیہ نہیں آئی لَقِیَا کی جزا ہے فَقَتَلَ یہاں فَ جزائیہ آ گئی۔ **جواب** دونوں جگہ جزا میں فَ نہیں آئی کیونکہ نہ خَرَقَ جزا ہے نہ فَقَتَلَہٗ میں فَ جزائیہ ہے بلکہ خَرَقَ تو شرط کی ہی جزء ہے رَکِبَ کی جزا قَالَ اَخَرَقۡتَ ہے اور لَقِیَا کی جزا اَقَتَلۡتَ (الخ) ہے قَتَلَ کی فَ تعقیبیہ ہے۔ **دوسرا اعتراض**۔ کیا وجہ ہے کہ خَرَقَ کے لیے اِمۡرًا آیا اور قَتَلَ کے لیے نُکۡرًا۔ **جواب**۔ اس لیے کہ اِمۡرًا صرف تعجب کے لیے ہے اور تختہ توڑنا نرم کام اور شرعاً معمولی جرم ہے تختہ دوبارہ بھی جوڑا ٹھونکا جا سکتا ہے۔ مگر قتل میں سخت کام جس کا تدارک نہیں ہو سکتا مردے اور مقتول کو زندہ کیسے کیا جا سکتا ہے یہاں غم بھی تعجب بھی اور جلال شرعی بھی۔

تیسرا اعتراض۔ کیا وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے فرمایا نَسِیۡتُ میں بھول گیا حالانکہ اتنی جلدی بار بار بھولنا ممکن نہیں اس میں جھوٹ کا شائبہ ہے۔ (بے دین نیچری) **جواب**۔ اس کا جواب تفسیر عالمانہ میں اسی جگہ دیا گیا کہ نصیحت کو نہ بھولے نوعیت نصیحت کو بھولے۔ یا نسیان بمعنیٰ افسوس ہے۔ **چوتھا اعتراض**۔ آپ نے فوائد میں فرمایا کہ انبیاء کرام کو کسی مخلوق کا ڈر خوف نہیں ہوتا۔ تَخۡرِقَ اور قَتَلَ کے قول و عمل سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے۔ مگر طور پر یہی حضرت موسیٰ سانپ سے ڈر گئے اور ڈر کر بھاگے۔ تو یہ تعارض کیوں۔ **جواب**۔ وہ سانپ کا ڈر نہیں تھا بلکہ

ہیبتِ کلامِ الٰہی کا رعب و دبدبہ تھا جو ظاہر سانپ کو دیکھ کر ہوا۔ جیسا کہ اندھیرے میں کسی جگہ کے بتائے ہوئے خطرناک چیز کے خیال میں محو اور ڈر ڈر کر قدم رکھنے والا شخص پتہ کھڑکنے پر بھی بھاگ اُٹھتا ہے تو وہ پتے کا خوف نہیں ہوتا بلکہ دل پر بیٹھے ہوئے اُس رعب کا خوف ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب پہلی بار کلام الٰہی اقرء کی سورۃ نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی اولوالعزم شخصیت خوف و دہشتِ کلام سے بخار میں مبتلا ہو گئے تھے۔ بالکل وہی کیفیت موسیٰ علیہ السلام کی سانپ دیکھنے کے وقت تھی۔

تفسیر صوفیانہ

صوفیا اکرام فرماتے ہیں کہ جس طرح عالمِ ناسوت کے نظامِ ظاہری اور بقاءِ جسدی کو چلانے کے لیے خلاقِ عالم نے کچھ تعلقات پیدا فرما دیئے ہیں اور اُن کے کچھ مختلف حقوق بنا دیئے ہیں جن کو پورا کرنے سے ہی ظاہری دنیا درست رہ سکتی ہے۔ اسی طرح باطنی عالم کے لیے بھی کچھ تعلقات اور اُن کے حقوق ہیں۔ مثلاً۔ انتظام معاشرہ میں خاوند بیوی باپ اولاد بادشاہ عابد۔ اُستاد شاگرد ہر دو طرف اپنے اپنے ذمے کے حقوق واجب الادا ہوتے ہیں۔ اور بااَحسن طریقے سے ادا ہو جانا عالم جسمانیت اور معاشرے کی ترقی کا سبب ہے۔ اِسی طرح پیر مرید۔ امام و مقتدی کا رشتہ بھی بہت سے اپنے اپنے حقوق ادا ہونے سے روحانی قلبی۔ ایمانی عرفانی ترقی کا ذریعہ بنتا ہے۔ مرید پر مریدی کے حقوق واجب ہیں اور پیر طریقت پر پیری کے حقوق واجب ہیں۔ جب دونوں طرف یہ حقوق ادا ہوتے رہیں تب منزلِ معرفت قریب تر ہو جاتی ہے اور پیری مریدی اُسوۂ حسنہ بن کر ذریعۂ حیاتِ ابدی بن جاتی ہے۔ یہی وہ پیری مریدی ہے جس کا حکم حدیث پاک نے عطا فرمایا اور جس کا طریقہ قرآن مجید کی ان آیت نے بیان فرمایا چنانچہ مشکوٰۃ شریف بروایت حضرت امام عبداللہ بن عمرؓ صفحہ پر کتاب الامارت بحوالہ مسلم شریف قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا حُجَّةَ لَهٗ وَمَنْ مَّاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَّاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً۔

ترجمہ۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے اطاعت سے ہاتھ پھیرا علیحدہ کیا وہ اللہ سے اس حالت میں ملے گا کہ اس کے عذاب الٰہی سے بچنے کی کوئی آس و دلیل و حجت نہ ہو گی اور جو شخص مرا اور اُس کے گلے میں بیعت نہ ہوئی تو وہ جاھلیۃ کی موت مرا۔ یہ حدیث پاک قیامت تک واجب العمل ہے اور اس سے مراد اولیاء اللہ کی بیعت ہے یعنی سلاسلِ اربعہ میں سے کسی ایک میں بیعت ہو نہ کہ سلاطین و خلفاءِ مسلمین کی طرف بیعت کیونکہ اسلامی سلاطین تو ہر زمانے اور ہر ملک میں میسر نہیں آ سکتے تو تا قیامت ہر مسلمان جاھلیت کی موت سے کس طرح بچ سکتا ہے۔ زمانۂ اقدس اور زمانۂ صحابہ میں بھی یہ بیعت سلسلہ جاری تھی۔ چنانچہ پہلے تمام صحابہ کرام نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیعت ہو کر امتی بنے پھر تمام صحابہ صدیق اکبرؓ کے مرید بنے علی مرتضیٰؓ۔ فاروقؓ۔ عثمانؓ۔ سب صدیق اکبرؓ کے مرید تھے پھر فاروق اعظمؓ کے مرید بنے اُن کے

بعد سب عثمان غنیؓ کے اُن کے بعد سب علی مرتضیٰؓ کے مرید بنے۔ پھر صدیق اکبرؓ کی بیعت بعد میں نقشبندیت کہلائی فاروق اعظمؓ کی بیعت چشتیت اور عثمان غنیؓ کی بیعت بعد میں سہروردیت بنی اور مولیٰ علی کی بیعت نے بعد میں قادریت کا نام پایا۔ اور یہ چاروں سلسلے قیامت تک جاری ہوئے یہ بیعتِ طریقت ہے اسی طرح بیعتِ شریعت کے لیے صدیق اکبرؓ کی بیعت امام الفقہا عبداللہؓ بن مسعود کے مسلک پر امام جعفر صادق کے ذریعے بعد میں حنفیت ہوئی یہی حنفیت میں فقہ جعفری ہے۔ اور فاروقِ اعظمؓ کی شرعی بیعت عبداللہ بن عباسؓ کے مسلک میں بعد میں شافعیت بنی اور عثمان غنیؓ کی شرعی بیعت عبداللہ بن عمرؓ کے مسلک پر مالکیت ہوئی اور علی مرتضیٰؓ کی شرعی بیعت امام حسنؓ کے مسلک پر بعد میں حنبلیت کہلائی یہ بھی تاقیامت جاری ہیں فی زمانہ بیعتِ طریقت کو پیری مریدی کہا جاتا ہے اور بیعتِ شریعت کو استادی شاگردی کا نام دیا گیا۔ لہٰذا جس طرح عالمِ دین اپنے ایک مسلک پر ہی اپنے شاگرد کو مقلد بنا سکتا ہے اس طرح ایک پیرِ طریقت اپنے مرید کو ایک ہی مسلکِ روحانی پر مرید بنا سکتا ہے۔ یعنی جس طرح یہ نہیں ہو سکتا ہے اُسی طرح یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی شخص حنفی بھی ہو مالکی شافعی بھی یعنی یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ کوئی پیر ہر سلسلے میں بیعت کرے یہ تو آج کل کے صاحبزادوں میں ہوس مریدی نے یہ اختراع بنا ڈالی ہے کہ جی ہم ہر سلسلے میں بیعت کر سکتے ہیں بس تم بیعت ہو جاؤ جلدی کرو۔ پہلے زمانوں میں یہ بات نہیں تھی نہ کہیں پرانی کتب میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔ مقصد اس بناوٹی بات کا محض یہ ہے کہ کوئی شخص کہیں اور نہ جانے پائے سب اپنے ہی مرید بن جائیں۔ حالانکہ یہ بات مندرجہ ذیل وجوہ سے صرف غلط ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہے۔ پہلی وجہ یہ کہ بیعت مثل کشتی ہے۔ اور ساتھ لے جانے والا مرشد مثل خضر ہے۔ مرید باصفا مثل موسیٰ ہے جو ہمہ وقت مرشد کے ساتھ رہنے والا ہے۔ ظاہری باطنی نگاہ سے مرشد کی طرف ہی دیکھنے والا ہے۔ مقام فنافی الشیخ پر پہنچنے والا نہ پیر مرید سے جدا ہو سکتا ہے نہ مرید پیر سے۔ کیونکہ کشتی سفر ایک سفر بھی ایک اور منزل بھی ایک یہی وصل ہے یہی لقاء و معرفت۔ اگر ایک لمحے کے لیے بھی فِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنِکَ کا ظہور ہو جائے تو نہ طالب طالب رہتا ہے۔ نہ مطلوب مطلوب۔ حکما فرماتے ہیں کہ اس میں کیا حکمت ہو سکتی ہے کہ حضرت موسیٰ کو حضرت خضر کے پاس بھیجا گیا حالانکہ اُس وقت دنیا میں انبیاء طریقت دیگر مقامات پر بھی موجود تھے۔ فرماتے ہیں کہ بہت سی حکمتوں کے علاوہ یہ حکمت بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت خضر کو آگے چل کر اُمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی حفاظت کی ذمے داری سونپی جانی تھی۔ اس سفر سے تاقیامت سچے طالبوں کو کچھ سبق سکھائے گئے۔ دوسری وجہ یہ چار سلسلہ بیعت مثل چار سلسلۂ آب مثل چار دریاؤں کے ہیں جو عالم ناسوت میں انتہائی شان و شوکت سے رواں دواں ہیں اور منزل سب کی دربارِ آستانۂ قدسِ نبوی مدینہ منورہ ہے۔ اس راہِ معرفت کے ملاح پیرانِ عظام مشائخ کرام ہیں تو کیونکر ممکن ہے۔ کہ ایک ملاح ساری کشتیوں کو خود ہی چلائے اور مسافرانِ معرفت کو منزل تک پہنچا سکے۔ تیسری وجہ اگر ایک

ہی شخص سب سلسلوں میں بیعت کرے تو پھر چار سلسلے کیوں بنے۔ چوتھی وجہ جس طرح شریعت کے چاروں سلسلوں
کے سلک عمل عباداتِ ظاہری میں بہت مقامات پر اتنے شدید اختلافات ہیں کہ ان کا ایک وقت میں ایک عمل پر
مختلف نظریوں کا وصل نہیں ہو سکتا اور ایک ہی شخص ایک وقت میں حنبلی شافعی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح روحانی باطنی
یہ چار سلسلے اتنے مختلف ہیں کہ ورد وظائف وصل و طلب لطائفِ کشف راہِ سلوک میں کبھی وصل نہیں ہو سکتا اور
ایک ہی شخص قادری چشتی بیک وقت نہیں ہو سکتا۔ ان آیات میں بظاہر حضرت موسیٰ و خضر علیہم السلام
کی ملاقات کا ذکر ہے مگر حقیقت میں طالبانِ حقیقت کو مسافرتِ راہِ سلوک کے پورے سبق سکھائے جا رہے
ہیں۔ اہلِ معرفت کے لیے پہلا سبق یہ کہ مرید کو پیر کے پاس چل کر جانا چاہیئے دوسرا سبق یہ کہ منزلِ شوق کی راہ
مسافرت میں مصیبتیں اور تکلیفیں بھی ہوتی ہیں جن کو صبر و شکر سے برداشت کرنا مرید پر واجب ہے اسی کے اظہار کے
لیے فرمایا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ہم کو اس سفر میں بہت تکلیفیں ہوئیں۔ تیسرا سبق اس راہ میں بھوکا رہنے
کی عادت ڈالے کہ حضرت موسیٰ اور اُن کے ساتھی نے سارے راستے کچھ نہ کھایا اور جب کھانے کا ارادہ فرمایا تو مچھلی
فرار ہو چکی تھی۔ چوتھا سبق پیر و مرشد کی محفل میں پہنچ کر صرف مرشد کی طرف ہی متوجہ رہے اس وقت اپنے اہل و
عیال اور ساتھیوں کا بھی خیال چھوڑ دے ہاں شریعت کا خیال نہ چھوڑے پانچواں سبق دنیوی۔ اسباب
زادِ راہ اور ساتھی یا خدمت گار کو ساتھ رکھنا تصوف کے خلاف نہیں چھٹا سبق یہ دنیا اور وادیِ معرفت مثل
دریا کے ہیں اور بارگاہِ مرشد مثل کشتی کے جس طرح دریا میں سوائے کشتی کے کوئی نہیں بچا سکتا اسی طرح دنیا
میں بجز مرشد کوئی نہیں بچا سکتا۔ بیچ دریا کے جو کشتی چھوڑ دے وہ ڈوبنے سے بچ نہیں سکتا بجز تیراک کے
اور دنیا میں بحرِ معرفت کا تیراک صرف مرشد ہے مرشد کو کشتی کی ضرورت نہیں مگر مریدوں کی خاطر اُس کو کشتی
لینی پڑتی ہے۔ ساتواں سبق مرشد کا وصل نعمت ہے۔ فراق مصیبت۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔ پیر را بگزیں کہ
بے پیر ایں سفر ہست بس پُر آفت و خوف و خطر۔ اے مومن مسلمان کسی مرشد کو پکڑ لے کہ بغیر مرشد کی مدد کے
یہ راستہ بہت دشوار و خطرناک ہے خوف کی لہروں اور دہشت کی موجوں والا ہے۔ آٹھواں سبق مرشد
بہت نرم دل شفیق طبیعت ہوتا ہے کہ مرید کتنے ہی سوال کرے مگر وہ محبت و نرمی سے ہی جواب دیتا
ہے اور مرشد کے جوابات ہی مرید کی منزلیں طے کرا دیتے ہیں۔ نواں سبق تمام منزلیں طے کرا کر سب کچھ بتا
کر پھر فراق بھی ضروری ہے تاکہ ارشاد کا سلسلہ آگے چلے۔ جس طرح ماں باپ کا فراق اُس وقت ضروری ہے جب
بچہ دنیوی رہن سہن کو سمجھ لے اسی طرح پیر مرید کا فراق اُس وقت ضروری ہے جب امواجِ معرفت میں کشتیٔ
طریقت کی اکسیر خنجرِ عشق اور دستِ بقا سے نفسِ فنا کا قتل اور دیوارِ باطن کی تعمیر کا مقصد سمجھ آ جائے صوفیا فرماتے
ہیں کہ اولاً پیر پر فرض ہے۔ کہ مرید کو اس کے حقوق ادا کرے۔ کیونکہ پیر و مرشد مثل شجرۂ طیبہ ہے اس کی

جڑ اَصْلُھَا ثَابِتٌ" ہے۔ یہ مقام فَنَافِی الرَّسُول ہے۔ اس کی شاخیں فَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ ہے کہ مشاہدۂ تجلیات ہیں۔ مرشد کی چار نشانیاں ہیں۔ اوّلاً یہ کہ مرشد سراپا شریعت کی آغوش میں ہو۔ یعنی ہر اپنے پرائے کو اندر وباہر دن اور رات سرتاپا، چہار اطراف دیکھنے سے شریعت ہی شریعت نظر آئے شریعت کی ان ہی موجوں میں کشتیٔ حیات تیرتی چلی جائے خود بھی معرفت کا کنارہ پائے گا اور مریدانِ ہم سفر کو بھی پار لگائے گا۔ دوم۔ استقامت ایسی کہ ہر خواہش کو قتل کر دے اور منزلِ بَقا کا راستہ نہ چھوڑے۔ سوم۔ تزکیۂ نفس دروح اور توکل علی اللہ کہ کسی کی میزبانی کی پرواہ نہ کرے نہ توشے کا حاجت مند ہو کوئی کھانا دے یا نہ دے۔ چوتھی نشانی کرامت کہ خرقِ عادت اعمال وافعال واقوال اور واردات کا ظہور ہو۔ جس سے مخلوق خدا پر احسان کرتا۔ ہدایت عظمیٰ کی دیواریں تعمیر کرتا چلا جائے جس پیر کی کرامت نہیں وہ بیعت کے قابل نہیں۔ کیونکہ جس طرح معجزات کا عطیہ بھی نبوّت اور قربِ الٰہیہ کی نشانیاں ہیں بدیں وجہ کوئی سچا نبی بغیر معجزات کے نہیں ہو سکتا۔ اور جھوٹے نبی کا کوئی معجزہ بلکہ شعبدہ جادو بھی نہیں چل سکتا۔ اسی طرح کرامتِ ولی اللہ قربِ نبوّت کی دلیل ہے اور ترقیٔ روح وتزکیۂ نفس کی نشانی ہے۔ معجزات عطیۂ الٰہیہ ہیں اور کرامت عطیۂ انبیا عَلَیْھِمُ السَّلَام ہیں۔ اس لیے کہ کوئی ولی اللہ اگرچہ غوث وقطب ہو جائے مگر بلا نبوّت نہ خود خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے نہ کسی کو پہنچا سکتا ہے۔ ان سب کی دوڑ آستانۂ نبوی تک ہے۔ حضور غوث پاک جیسی سردارِ اولیا ہستی کی مشکلات بھی خضر علیہ السلام کے ذریعہ حل ہوئی ہیں تمام اولیاء کائنات انبیاء کرام کے دروازۂ رحمت کے بھکاری ہیں۔ بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ سلطان العارفین سلطان باہوؒ ایک شعر میں کہتے ہیں طالب بیا طالب بیا۔ تا رسانم روزِ اوّل باخدا۔ ترجمہ۔ اے رب تعالیٰ کو ڈھونڈنے طلب کرنے والے مخلص مرید جلدی آجلدی آتا کہ میں پہلے ہی دن تجھ کو خدا تک پہنچادوں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تک پہنچنے کے لیے آستانۂ نبوّت تک پہنچنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ شعر احادیث وآیت کے خلاف معلوم ہوتا ہے؟ اس کا جواب اس طرح ہے کہ یہ قول احادیث وآیت کے خلاف نہیں بلکہ سمجھنے میں غلطی ہے اس کو سمجھنے کے لیے یہ مثال ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ مثلاً ایک بادشاہ میرا دوست بن جاتا ہے اور وہ اکثر مجھ کو میرے گھر میں شرفِ زیارت بخشتا ہے۔ آپ بھی خادمانہ غلامانہ حیثیت سے روزانہ میرے پاس آتے ہیں اور بادشاہ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں آپ کو کوئی کہے کہ میں بادشاہ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں تو آپ فوراً کہیں گے کہ جلدی آجلدی آ ابھی اور آج ہی تجھ کو بادشاہ تک پہنچادوں۔ تو آپ کے اس قول کو نہ غلط کہا جا سکتا ہے نہ ناممکن جس بنیاد پر آپ نے وعدہ فرمالیا بادشاہ تک پہنچانے کا بس اسی قسم کی بنیاد پر سلطان باہو وعدہ کر رہے ہیں۔ سلطان باہو بارگاہِ رسالت آستانۂ مصطفےٰ کے حاضر باش ہیں۔ اور وہیں پر روزانہ تجلیاتِ انوارِ الٰہیہ کی زیارت ومشاہدہ کرتے ہیں۔ اس لیے فرماتے ہیں طالب بیا۔ مراد یہی ہے کہ اے

طالب مولیٰ تعالیٰ میں تجھ کو آستانۂ نبوت تک پہنچا دوں گا پھر تو دیکھنا کہ جہاں مصطفےٰ ہیں وہیں باری تعالیٰ ہے۔ انبیاء کرام کے سوا بارگاہِ ربوبیت تک کون پہنچ سکتا ہے۔ کروڑوں غوث و قطب ایک نگاہِ مصطفےٰ کے متلاشی ہیں بلکہ بقول حضرت عطارؒ انبیاء اولیا محتاج اند۔ ادب انبیاء جڑ ہے عملیاتِ شریعت شاخیں ہیں حقیقت و طریقت اس کے پھل ہیں اور معرفت و مشاہدہ اس کی لذت و قوت ہے۔ پیر بننا بھی رب تعالیٰ کے کرم سے ہے۔ اور مرید بننا بھی اسی کے کرم سے۔ ان دونوں پر اسی رب کریم کے بتائے ہوئے حقوق ادا کرنا واجب ہیں جب تک خلوق کی حفاظت ہوگی۔ اور جب تک حقوق ادا ہوتے رہیں گے ولایت و غوثیت بنتی رہے گی لیکن جب کسی طرف سے بھی پامالیِ حقوق ہوگی۔ تو لہو و لعب مکر و فسوں۔ ریاء و نمود کی شیطانیت اجاگر ہوگی اور جبّہ و دستار میں بھی ابلیسیت چھپی ہوگی۔ مولانا رومی فرماتے ہیں۔ کارِ شیطاں میکند نامش ولی۔ گر ولی ایں است [illegible]عنت بر ولی۔ مرشد کے ذمے پہلے حقوق یہ ہیں کہ مرید طالب ہو یا غافل اپنے قرب شریعت کے سایہ میں رکھنا فرض ہے۔ پیر پر مرید کا دوسرا حق پیر مثل باغ کا مالی ہے۔ جس پر فرض ہے کہ مرید کے سینۂ قلبی کو عشقِ مصطفےٰ کا چمنستان بنا دے اور عبادت کے پھلوں ریاضت کی کلیوں اطاعتِ شریعت کے غنچوں مجاہدے کی لذتوں اور معرفت و طریقت کی خوشبوؤں سے اس کو سجا دے۔ اور انوار و تجلیات کے پھولوں سے لدے ہوئے پودے کھلا دے۔ تیسرا حق پیر پر فرض ہے کہ مرید کی زمینِ نفسانیت اور جنگلاتِ عقلیات پر سے گناہوں کا خار و خس اکھیڑ پھینکے۔ پھر خلوتِ ریاضت کا ہل چلائے پھر ذکرِ الٰہی کے بیج ڈالے اور بحرِ لاہوتی کی موجوں سے سیراب کرے اور تصوفِ باطنی کی کھیتی عشقِ الٰہی کے پھل محبت مصطفےٰ کے پھول لگنے کا وقت ہو تو شریعت کی دیوار حقیقت کی باڑ معرفت کی اڑ اطرافِ قالب میں باندھے اور بارگاہِ ایزدی میں انجام بخیر کی دعا کرے تاکہ قلب پر تجلیات کی بارش ہو اور سینۂ مسعود میں پھل پھول لگ جائیں۔ عارف کھڑی فرماتے ہیں۔ مالی دا کم پانی پانا بھر بھر مشکاں پاوے۔ مولیٰ دا کم پھل پھل لانا لاوے یا نہ لاوے۔ پیر پر چوتھا حق۔ پیر پر فرض ہے کہ مثلِ معمار مرید کے خزانۂ قالب کی حفاظت کے لیے ہر وقت کڑی نگاہ کی چوطرفی دیوار تعمیر کرے گناہ۔ سزا۔ عذاب۔ فسق۔ بری صحبت کھیل تماشوں۔ شریعت کی خلاف ورزیوں سے سختی کرکے بچائے اور باشرع بنائے یہ پیر کی ڈیوٹی ہے۔ اگر کوئی مرید فاسق بے نماز ہو کر مرے گا تو کل قیامت میں پیر سے پوچھ ہوگی۔ یہ حیاتِ دنیا عیش پرستی کے لیے نہیں آج اس دور میں واعظین یہ تو بتاتے ہیں کہ مرید پر یہ حق ہیں مگر یہ نہیں بتایا جاتا کہ پیر پر کیا حق ہیں اور پیر بننا کتنی مشقتوں کا کام ہے کبھی مالی کو بھی پاؤں پھیلائے عیش کی نیند کرتے دیکھا ہے کبھی فصل کے زمانے میں کاشتکار کو آرام طلبی کرتے لباس فاخرہ پہنتے دیکھا ہے آج حضور غوث پاک کے فاخرہ اور قیمتی لباس تو سب کو یاد ہیں مگر بغداد شریف کے برج عجمی کی جگر سوز حیاتِ غوثیت کا نقشہ بھی کبھی سوچا ہے۔ جس طرح کچھ بنانے کے لیے پیر کی یہ مندرجہ بالا ذمہ داریاں ہیں

اسی طرح کچھ بننے کے لیے مرید پر بھی گیارہ حقوق واجب الاداء ہیں۔ مرید پہ پیر کا پہلا حق۔ تلاش حق کے لیے مرشد برحق کی چھان بین ظاہراً شریعت کا متبع اہلسنت طریقت وارشاد کو سمجھنے والا ہو۔ اس کے مریدین کے ظاہری حالات سے اندازہ لگائے کسی سے پوچھے نہیں کہ فلاں پیر کیسا ہے اپنے مشاہدے کو ہی کافی سمجھے اگر مشاہدہ نہ کر سکے یا ناکافی ہو تو کثرت سے درود شریف پڑھے۔ تقریباً درود خضری گیارہ ہزار مرتبہ چوبیس گھنٹے میں۔ دوسرا حق یکی لگن رکھنے والا اور محنتی مرشد کے بتائے ہوئے اسباقِ روحانیہ علم و طریقے کے مطابق باہمت ہو کر پابندی سے برداشت کرے۔ تیسرا حق۔ مرید کو چاہیے کہ بد اخلاقی حرص۔ ہوس۔ حسد۔ غضب۔ شہوت۔ جھوٹ۔ چغلخوری۔ غیبت عیب جوئی وغیرہ سے ضرور بچے۔ کھیل تماشوں حرام و مکروہ چیزوں سے بچے۔ چوتھا حق۔ کثرتِ عبادت و ریاضت اور مجاہدہ کرے مگر اپنے عملیاتِ خیر کو کسی شمار میں نہ لائے یہی سمجھتا رہے کہ میں نے کچھ نہیں کیا خلوت و خاموشی اختیار کرے بلا ضرورت نہ بولے ذکر الٰہی سے زبان کو جاری رکھے سونے کھانے میں کمی کرے۔ عورتوں بچوں کی محفلوں سے دوری کرے اجنبی عورتوں کے ساتھ بات چیت سے ڈرے۔ دورانِ مجاہدہ اپنی بیوی سے ہم بستری کم کرے۔ پانچواں حق۔ حلال روزی ہی کمائے اپنے جسم تک لائے جسم پیٹ اور گھر، آل اولاد کو حرام سے بچائے گھر میں جاندار کی فوٹو نہ سجائے چھٹا حق۔ مرشد اگر باشرع باکرامت ہو تو بیعت ہو جائے ورنہ دور رہے مرشد برحق کی ہر بات کو صحیح جانے۔ ساتواں حق۔ ہر معاملے میں صرف اپنے مرشد سے تعلق جوڑے اگرچہ مرشد صاحبِ فیض ہو۔ ادب سب کا کرے مگر گدا اپنے مرشد کا ہی بنے۔ آٹھواں حق۔ کم از کم ایک ہفتے میں ایک مرتبہ اپنے مرشد کی ضرور ہی زیارت کرے اگر حیات ہو تو پیر کے دن اگر فوت ہو تو جمعرات کے دن اگر عام قبرستان میں مدفون ہو تو جمعہ کے دن حاضری دے۔ نواں حق۔ جب حاضری ہو تو کوئی حسب حاجت تحفہ مالیتی ضرور لے کر جائے خالی ہاتھ جانا منع ہے۔ سنت صحابہ کے خلاف ہے۔ بعد وفات مزار پر بھی خوشبو۔ پھول وغیرہ کا تحفہ لے جائے ان تحفوں سے تصورِ شیخ کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ اور تصورِ شیخ ہر وقتی بہت ضروری ہے۔ ان خدمتوں سے درجے بلند ہونے میں راہِ سلوک آسان ہوتا ہے نظرِ شفقت زیادہ ہوتی ہے۔ ہزار عبادت اور ایک نظر شفقت برابر سمجھو۔ دسواں حق۔ مرشد کی ہر بات مانے نفس امارہ کی نہ مانے۔ اپنے ہر دینی دنیوی معاملات میں مرشد سے مشورہ لے اور بعد وفات مرشد کے مزار پر استخارہ کرے اور مرشد کے مشورے کو ترجیح دے۔ اپنے عمل۔ خاندان۔ دولت امیری پر فخر نہ کرے مرشد کا غلام بن کر عجز و انکسار میں رہے اگرچہ مرید سید ہو اور مرشد سید نہ ہو۔ زیادہ بحث مباحثہ سے بچے سادگی اختیار کرے ہر کام میں۔ گیارہواں حق۔ ابتدائی دنوں میں زیادہ تر مراقبہ میں رہے وضو کی شرط نہیں۔ اگر ارادت یا عمل میں کچھ لغزش ہو جائے تب بھی ترک عمل نہ کرے کیونکہ مرشد ہی کا راستہ اللہ رسول کا راستہ ہے۔ اس واقعہ موسیٰ علیہ السلام میں راہ معرفت کے لیے چند اشارے ملتے ہیں۔ پہلا نمبر ۱۔ یہ کہ

مرید اگرچہ اونچی ذات و شان والا ہو مرشد کے دروازے پر اپنے کو عاجز اور کم سمجھے دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب کتاب مرسل رسول نبی کلیم اللہ صاحب شریعت اُولوا العزم ہونے کی بنا پر خضر علیہ السلام سے کئی شا نیں بلند ہیں حضرت خضر صرف نبی ہیں مگر موسیٰ علیہ السلام عاجزی سے چل کر اُن تک پہنچے اور بات بات پر معذرت چاہتے رہے ۲ راہِ معرفت میں جسمانی زادِ راہ لینا منع نہیں۔ اس میں سالکِ راہِ طریقت کو اشارہ ہے کہ یہ کام توکل کے خلاف نہیں ۳ تصورِ مطلوب میں حضرت موسیٰ اتنے محو ہوئے کہ ہر چیز بھول گئے اور فرمایا نَسِیتُ میں سب کچھ وعدے بھول گیا۔ یہی فنافی الشیخ کا مقام ہے۔ یہی اس سے اشارہ ملتا ہے۔ ۴ حضرت موسیٰ و خضر کا پہلا سفر دریا اور کشتی سے شروع ہوتا ہے اشارہ یہ کہ وادیٔ معرفت مثل دریا کے مرشد مثل ملاح کے اور کشتی مثل دنیوی سہاروں کے ۵ مگر کشتی کو توڑ دیا جاتا ہے اشارہ ہے کہ دنیوی سہاروں پر بھروسہ راہ نوردیٔ معرفت کے خلاف ہے یہاں نور راہنما ہی کو سہارۂ دنیوی و وسیلۂ اخروی بنانا پڑتا ہے۔ اس مقامِ عشق میں دنیوی سہاروں سے بے پرواہ ہونا پڑتا ہے۔ یہ ہی اُمتِ مصطفیٰ کے لیے سلسلۂ قادریت کے اسباق ہیں طریقۂ قادریہ میں ذکرِ خفی و جلی سے دل کے راستے یار تک پہنچایا جاتا ہے دل ہی آسمان ہے دل ہی زمین ۶ دریا کو چھوڑا تو جنگل و بستی دونوں کا سفر کیا مگر پیدل اشارہ یہ کہ سالک راہِ منزل کو اپنی ہمت سے کام لینا پڑتا ہے۔ ۷ اس سارے سفر میں نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ اشارہ یہ کہ سفرِ اسرار میں دوریٔ منزل بھی ہے تھکاوٹ و ترکِ لذات بھی۔ یہ ہی سہروردیت ہے طریقۂ سہروردیہ ذکرِ خفی اور ترکِ لذات سے وجودِ خودی کی فنا شغلِ ہمہ اوست وحدت الوجود کی منزل یہ فکرِ لاہوت سے متعلق اور بہت دور کا راستہ طالب کو تھکا دینے والا۔ ۸ آگے چلے تو ایک لڑکے کو قتل کر دیا۔ اشارہ یہ کہ طالب مولیٰ کے لیے نقصان دینے والی چیز کو فنا کرنا اشد لازم اور ہٹانا دور کرنا ضروری ہے خواہ حلال ہو یا حرام۔ پاک ہو یا پلید۔ کیونکہ اس راستے میں پاک بھی آگے چل کر پلید ہو جاتا ہے اور مفید بھی نقصان دہ ہو جاتا ہے اور حلال اشیا اس کے لیے اس راہ میں حرام کر دی جاتی ہیں۔ خواہشات میں نقصانِ ازلی بن جاتا ہے۔ یہی نقشبندیت ہے۔ طریقۂ نقشبندیہ ذکرِ خفی سے بلکہ اخفی الخفی بلکہ ذکرِ نفسی یعنی سانس کے ذکر سے لطیفۂ سری کو منکشف اور روشن کرنا ہے اور انوارِ الٰہیہ کی صورۃ دمینہ کو دماغ مصفا میں جذب کرنا ہے یہ چھوٹا راہ ہے مگر بے حد دشوار۔ کوئی باہمت ہی جرأت دکھا سکتا ہے ۹ آگے چلے تو محفلِ ازدحام میں پہنچے ایک گرتی دیوار کو توڑ کر دوبارہ درست فرمایا۔ اشارہ ہے کہ قلب و قالب کی شرعی درستی و تعمیر بھی راہِ معرفت کو طے کرنا ہے ذکرِ الٰہی کے اوزاروں سے ھو حق کا ذکر بالجہر کر کے شیطان کو بھگانا۔ رحمٰن کو منانا ہے اور یہی چشتیت ہے۔ طریقۂ چشتیہ ذکر بلند سے نفس کی طوفانی ہواؤں سے قلبِ مزکی کی گرتی دیوار کو سنبھالا کر از سرِ نو معرفت کی دیوار تعمیر کرتے چلے جانا۔ یہ راستہ کھلا میدان اور بہت دراز ہے۔ یہ مرشدانِ برحق قالبِ جسدی پر کڑی نظر رکھتے ہیں اور ان کی راہیں حسنا مراربعہ کے لطائف سے نکلتی ہیں۔ اس میدانِ مجاہدہ میں تڑپ پھڑک جوش و لگن چیخ

دیکار ہوتا ہے۔ یہی لوگ معارِ قوم کے روپ میں تقدیروں کے محل کھڑے کر دیتے ہیں۔ چراغِ سلاسلۂ اربعہ کتنے مختلف اور کتنے جداگانہ ہیں۔ کوئی بھی کسی دوسرے راہ پر نہیں چل سکتا مگر آخری منزل سب کی ایک ہی ہے۔ ہر راستے پر صرف ایک ہی تجلیِ انوار کی ہلکی جھلک ہے اسی میں سب مست و مدہوش ہیں اگر اکہ خبر شد خبرش باز نیامد۔ یہ تو فقط نبوت کا ہی کمال ہے کہ دیکھنے والے نے سب کچھ دیکھلیا اور دکھانے والے نے سب کچھ دکھا دیا سنا دیا سمجھا دیا نہ کسی اور کی یہ ہمت نہ کسی اور کی یہ طاقت صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ ان آیات سے راہِ معرفت کی مندرجہ ذیل وادیاں ظاہر ہوتی ہیں جن کو عبور کر کے ہی انوار و تجلیات کی منزل تک طالب پہنچ سکتا ہے۔ ۱ واردات ۲ لقاءِ الٰہی ۳ وجل ۴ رہبت ۵ اشفاق ۶ خشوع ۷ تذلل ۸ اخبات یعنی نرم ولی خدمت خلق ۹ ہیبتِ ربانی ۱۰ فرار الی اللہ من الدنیا ۱۱ رجا ۱۲ طلب ۱۳ اکسب یعنی محنت ۱۴ مواصلت ۱۵ مداومت ۱۶ اضطرات ۱۷ اہمت ۱۸ رعایت ۱۹ سکینہ یعنی اطمینانِ قلبی ۲۰ طمانیت ۲۱ ورع ۲۲ تجرید ۲۳ زہد ۲۴ تیقظ یعنی شب بیداری میں ذکرِ الٰہی ۲۵ صیامِ دھر ۲۶ تہذیب ۲۷ ریاضت ۲۸ جہادِ نفس ۲۹ صبر ۳۰ قصد ۳۱ ارادت عقیدت ۳۲ فتوت یعنی جوانمردی ۳۳ انابت ۳۴ مروت ۳۵ تقویٰ ۳۶ طہارت ۳۷ صدق ۳۸ تواضع عاجزی ۳۹ توکل ۴۰ فقر ۴۱ تذکر ۴۲ تفکر ۴۳ استقامت ۴۴ عزم ۴۵ تبتل یعنی خلوت علیحدگی ۴۶ احسان ۴۷ موافقت ۴۸ رضا ۴۹ لجا یعنی معذرت خواہی ۵۰ بصیرت ۵۱ یقین ۵۲ مبالات یعنی احتیاط ۵۳ مراقبہ ۵۴ احترازِ عن الخلق ۵۵ ادب ۵۶ وقار ۵۷ حرمت ۵۸ تمکن ۵۹ پابندیِ عمل ۶۰ انقطاع ۶۱ صفا ۶۲ حیا ۶۳ تذکیۂ قلب ۶۴ ثقہ ہونا ۶۵ تصلّب (مضبوطی) ۶۶ ایثار یعنی سخاوت۔ ۶۷ فتوح یعنی استغنا بے طلبی ۶۸ غریب الوطنی مسافرت ۶۹ توحید ۷۰ تفرید یعنی اکیلا ہونا ۷۱ علم ۷۲ بقا ۷۳ فنا ۷۴ انبساط یعنی حضوریِ بارگاہ ۷۵ وسعت ۷۶ غنا ۷۷ ترکِ طلب یعنی اسرارِ الٰہی کی آرزو ۷۸ تسلیم ۷۹ حیات ۸۰ حکمت ۸۱ معرفت ۸۲ کرامت ۸۳ حقیقت ۸۴ ولایت ۸۵ عزلت یعنی چھٹکارا ۸۶ اعتصام ۸۷ اطلاع ۸۸ وجد ۸۹ لحظ یعنی مقصدِ باطنی ۹۰ توقیت یعنی زمانۂ سلوک ۹۱ نفس ۹۲ مشاہدہ ۹۳ مکاشفہ ۹۴ انس ۹۵ غیر اللہ سے وحشت ۹۶ بیقراریِ عشق۔ اتنی وادیوں سے گزرنے کی محنت کرنی پڑتی ہے پھر مرشد کامل کی طرف سے بیعت کی خلافت و اجازت ملتی ہے یہ وہ تصوف ہے جو قرآن و حدیث نے سکھایا اور اولیاء طالبین نے اختیار کیا اور سلاسلۂ اربعہ نے ظاہر فرمایا۔ لیکن آج ہم نے جس تصوف میں آنکھیں کھولیں وہاں صاحبزادگی پیرزادگی اور بس شہزادگی ہی نظر آتی ہے آج بیعت و ارادت کا مقصد فقط یہ ہی دیکھا جا رہا ہے کہ مرید کی طرف سے نیاز و نذرانے اور پیر کی طرف سے جبّہ و دستار آج کے پیر کا نقشہ بہترین خوبصورت پوشاکِ فاخرہ میں موٹے تکیوں میں بیٹھا ہوا۔ مریدوں کے جھرمٹ میں

دست بوسی قدم بوسی۔ اور ادھر مرید کی مرضی صرف یہ ہوتی ہے اور بیعت کا مقصد صرف یہ رہ گیا کہ پیر سے تعویذ لیے جائیں جس سے دنیا چلے یا پیر کو صرف نجومی ڈاکٹر حکیم سمجھا جاتا ہے۔ دھڑا دھڑ تعویذ لکھے جا رہے ہیں اور نذرانے وصول کیے جا رہے ہیں۔ چار منٹ میں بیعت کیا۔ اپنی غلامی کا پورا سبق پڑھایا لیکن شریعت و طریقت سے پورا آزاد چھوڑ دیا۔ حالانکہ یہ طریقے حقیقتِ تصوف سے بہت مختلف ہیں۔ شریعت میں ہاتھ پاؤں چومنے تو جائز ہیں۔ لیکن سجدہ قطعاً حرام ہے۔ سجدے کے ارادے سے جھکنا بھی حرام ہے مولیٰ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو وہ تصوف اور روحانیت عطا ہو جو تاقیامت مسلمانوں کو حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام نے سکھائی و سمجھائی واللہ الموفق

فہرست مضامین تفسیر نعیمی پارہ نمبر پندرہ ۱۵